

کلیاتِ بہادر شاہ ظفر

بہادر شاہ ظفر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدہ نعتیہ

اے سرور دوکون شہنشاہ ذوالکرم
 ہو کہ تیرا ملائک و مرکب تیرا برحق
 رنگ ظہور سے ترے گلشن رخ عدوت
 ہوتا کبھی نہ قالب آدم میں نفع روح
 کرتا تھا جس سے مردہ کو زندہ دم کج
 ٹوٹا جو کفر قوت اسلام سے ترے
 تو تھا میری روح رسالت پہ جلوہ گر
 کرتا تھا تیرے ام مبارک کو دل پہ نقش
 اے معدن کرم تیری ہمت کے دیو
 جو کچھ سوائے عرش وہ سب اس کے سایہ میں
 صدقے زمیں کے ہوتا نہ پھر پھر کے آسمان
 محروم تیرے دست مبارک سے رہ گیا
 عالم کو تیرا نور و باعث ظہور
 ہیں زمین و آسمان اقدس ترے جہاں
 واپس تیرے گیسوے مشکیں کی ہے بنا
 انصاف تیرا دیوے جو دلا ستم کشاں
 قرآن میں جبکہ خود ہو بنا خواں تیرا خدا
 تیری جناب پاک میں ہے یہ ظفر کی عرض
 میل سے اپنے لطف و عنایت کے دور کر
 پہنچا نہ آستان مقدس کو تیرے میں

سرخیل مرسلین و خطاوت گرام
 سولد ہے تیرا مکہ و معبد تیرا حرم
 نور وجود سے ترے روشن دل قدم
 بھرنا اگر خدا نہ محبت کا تیری دم
 تھا شہ تیرے خلق کا وہ اے حلیم
 صد جائے سے شکست ہے زار سوچ ہم
 آدم جہاں ہنوز پس پردہ عدم
 اس واسطے عزیز جہاں ہو گیا ورم
 کمتر ہے شکر پزیر سے قدر تکلیف جم
 تیرے ہوا ہے جاہ کا برپا جہاں علم
 دکھتا سر میں نہ اگر اپنا تو قدم
 کیونکہ نہ چاک اپنا گریباں کرے قلم
 آدم ترے ظہور سے ہے مظہر اتم
 آتا ہے پائے یوں کو وہاں روضہ ارم
 و غنم ہے ترے رخ پر نور کی قسم
 معدن سین وہ کشاں ہو سر ستم
 کیا تاب پھر قلم کی جو کچھ کر سکے قلم
 صدقے میں اپنی آل کے اے شاہ مختتم
 آئینہ ضمیر سے میرے غبار غم
 اس غم سے مثل چشم ہوئی میری چشم نم

پر خاک آستان کو تری اپنی چشم میں
 کرتا ہوں سرمہ میل تصور سے دم بدم

آغاز غزلیات

مقدور کس کو حمد عدائے جلیل کا
پانی میں اس نے رہبری کی کلیم کی
اس کی مدد سے فوج باطل نے کیا
پیدا کیا وہ اس نے بشر عوج بن صق
پھرنا ہے اس کے حکم سے گروں یہ رات دن
بلوایا اپنے دوست کو اس نے وہاں جہاں
اس جا پہ بے نواں ہے دہن قال و قیل کا
آتش میں وہ ہوا چمن آرا فلیل کا
شکر جاہ کعبہ پہ احباب فیل کا
پل جس کی ساق پا سے بنارو د نیل کا
پنٹا ہے یاں عمل کوئی جر فلیل کا
مقدور پر زدن نہ ہوا پھر نیل کا

کیا پائے کنہ ذات کو اس کی کوئی ظفر
واں محل کا نہ دھل نہ ہرگز دلیل کا

کشت ہوں اس کے طرہ غبر شیم کا
کشت ہو غلد کا کہ چمن ہو نعیم کا
دولت سے عشق کی مرہر قطرہ سرشک
تاراج ہیں کیا جو سرا لک دل تمام
ہو جائے کام نیم نگہ میں تری تمام
دکھائیں سوزش دل بیتاب ہم اگر
حیرت نہیں کہ پرتو رسار یار سے
آئی ہیں یاد ہجر کی ہم کو لایتمی
خوشبو ہے میری خاک سے دامن نسیم کا
کب دل گئے ہے تیری گلی کے مستقیم کا
نگہ ہے میری جیب میں درد یتیم کا
مڑکوں تھی تیری پا کوئی شکر نعیم کا
اے شونہ تیرے شیفتہ دل دو نیم کا
کاپ اٹھے شعلہ شوق سے مار نیم کا
آئینہ ہو اگر عین بیضا کلیم کا
واعدہ سے ذکر سن کے عذاب الیم کا

آنکھوں میں اپنے نور اسی سے ہے اے ظفر
یہ مروک ہے سایہ محمدؐ کے نیم کا

کسی نے اس کو سمجھایا تو ہوتا
مرہ رکھتا ہے رزم مخبر عشق ہوتا
نہ بھیجا تو نے لکھ کر ایک پرچہ
کہا عیسیٰؑ نے تم کھٹے کو تیرے
نہ بولا ہم نے کھڑکایا بہت درد
یہ نکل آہ ہوتا بیداری کا ش
جو کچھ ہوتا سو ہوتا تو نے تھدیر
کیا کس جرم پر تو نے مجھے قتل
کیا تھا گر مریض عشق مجھ کو عیادت کو کبھی آیا تو ہوتا

دل اس کی زلف میں الجھا ہے کب سے
ظفر اک روز سلجھایا تو ہوتا

مژدہ اے دل کہ مرے پاس وہ یارا دے گا خاک پا اس کی ہوں گا وہ سوار آوے گا
 اس لیے صید گر عشق میں ہم صید بنے کہ کبھی صید قلن بہر شکار آوے گا
 دیکھ اے دل تو نہ پانی جامِ محبت کی شراب بے مزہ ہووے گا جس وقت غبار آوے گا
 دم لہوں پر ہے مرا آ جو تجھے آما ہے مجھ کو کیا گرچہ پس از مرگ ہزار آوے گا
 تو جو آئینہ صفت غیر سے ہو جائے گا صاف تیری جانب سے مرے دل میں غبار آوے گا
 یہ کہیں تک ہے مگر کہتا نہیں کوئی ہمیں گئیاں بھولیں گے جب روز شمار آوے گا

لے گیا ایک ہی بار آنے میں دل اپنا ظفر
 ہو گا کیا دیکھے جب وہ کئی بار آوے گا

یار دہینہ ہے پر روز ہے وہ یار نیا ہر قسم اس کا نیا اس کا ہے ہر بیمار نیا
 نئی انداز کا ہے نام بلا طرہ یار روز ہے ایک نہ اک اس میں گرفتار نیا
 تیری ہاں میں ہے نہیں اور نہیں میں ہے ہاں تیرا اقرار نیا ہے ترا انکار نیا
 کیسے بیدار دل آزاد کو دل ہم نے دیا روز ہے روز نیا روز اک آزار نیا
 کیا قیامت ہے سحرکار تری طرزِ خرام فتنہ ہر گام پہ اٹھا دم رفتار نیا
 کریں وہ کس کی دوا دیکھتے ہیں روزِ طریب تیرے اس ترغیص بیمار کا بیمار نیا

بھیر لے اس سے ظفر دل کا جو سودا پھر جائے
 ایک موجود ہے نور اس کا غریب ار نیا

نہ پوچھو دل کہاں پہنچا کسی کو کیا کہیں پہنچا جہاں پہنچا نہ کوئی یہ وہیں پہنچا وہیں پہنچا
 کہاں پہنچا ہے دیکھو ہمدردیک خیال اپنا کہ اب تک اس جگہ کوئی فرشتہ بھی نہیں پہنچا
 زمیں لرزی ترپنے سے ترے بھل کے یہ قاتل کہ آخر اس کا اک صدمہ سرگاوز میں پہنچا
 نہ پہنچا تو نہ پہنچا طالبِ دیدار تک اپنے تری تکتے ہی تکتے راہِ وقت واپس پہنچا
 چھپا غور شدِ نالیاں شرم سے زیرِ زمیں جا کر مری جو آہ کا شعلہ سرچرخِ بریں پہنچا
 مجھے ڈر ہے نہ پیچھے ہٹوں کے بوجھ سے صدمہ کہ مارک ہے نہایت ہی ترا اے نازیں پہنچا

ظفر دامنِ مرگاں سے چٹکا چاہے تھا آنسو
 اگر پہنچا سکے آنکھوں تک تو آسٹیں پہنچا

ہاں فرو سوز دل اک دم نہ ہوا پر نہ ہوا
 سن کر احوال جگر سوز غریب عشق کا
 کشتہ از کے افسوس جنازے پہ ذرا
 چارہ گر کی نہیں تقصیر بہت کی مدح
 سن کے مالوں کو مرے ہو گئے پتھر پانی
 ہے مثل آ گیا دم ناک میں اپنا لیکن
 میری جانب سے پڑی سخت گرہ دل میں ترے
 ہوں وہ آزاد کر ہوں سرو کسی کی خاطر
 رات بسایوں نے اٹھ اٹھ کے دعا کی مانگیں
 جہد کی صنم قدرت نے دلے تیرا سا
 کھل کھلا کے بیسے کالہی میں ہزاروں غنچے

اور گریہ سے بڑھا کم نہ ہوا پر نہ ہوا
 ہائے افسوس تجھے غم نہ ہوا پر نہ ہوا
 چشم پر آب تو اک دم نہ ہوا پر نہ ہوا
 کارگر فم پہ مرہم نہ ہوا پر نہ ہوا
 سر مڑگاں کبھی ترا غم نہ ہوا پر نہ ہوا
 یار اپنا کبھی عدم نہ ہوا پر نہ ہوا
 مست بیاں ترا محکم نہ ہوا پر نہ ہوا
 قد تقسیم مرا فم نہ ہوا پر نہ ہوا
 سوز مالہ مرا مدغم نہ ہوا پر نہ ہوا
 کسی مخلوق پہ عالم نہ ہوا پر نہ ہوا
 دل تمارا خوش و خرم نہ ہوا پر نہ ہوا

اے ظفر دیکھتے مقبے میں ہو کیا حال اپنا
 بہن دنیا میں تو اک دم نہ ہوا پر نہ ہوا

آہ نہ اگر نام و نظام کسی کا
 دین جان تو ہم غیر کو دو سرہستم ہے
 اس چشم کی گردش سے ہو دل کیونگر نہ برباد
 وہ کرتے ہیں آرام سدا غیر کے گھر میں
 شب ہالہ نہ رشک سے گروں پر نہ نکلا
 رات نہ کھلا صید کر اٹھا ہے تلک کیوں

آخر ہے کوئی روز میں یاں کام کسی کا
 لے جائے کوئی اور ، ہوا نام کسی کا
 گھر چھوڑے ہے کب گردش لام کسی کا
 کیا کام انہیں جائے ہو آرام کسی کا
 چھلا جو پڑا دیکھا اب نام کسی کا
 مدت سے ہے اٹھا ہوا بس نام کسی کا

جو ہے وہ مرے نام سے ہے عشق میں آگاہ
 بنام ظفر نہ ہو غرض نام کسی کا

ہم نے دنیا میں آ کے کہا دیکھا
 ہے تو انسان خاک کا پتلا
 خوب دیکھا جہاں کے خوابوں کو
 ایک تجھ سا نہ دوسرا دیکھا
 ایک دم پر ہوا نہ باندھ حباب
 دم کو دم بھر میں یاں ہوا دیکھا
 سامنے اس نگاہ کے دل کو
 ہدف ناوک تھا دیکھا
 نہ ہوئے تیری خاک پا ہم نے
 خاک میں آپ کو ملا دیکھا

اب نہ دیجئے ظفر کسی کو دل
 کر جسے دیکھا ہے وفا دیکھا

اٹھا دے پردہ نہیں، پردہ میں اٹھا ہوں گا
 نہ ہوتا عشق کا سیکش اگر خبر ہوتی
 کہ ہے مجھ سے وہ قاتل کہ میرے کوچے میں
 میں اس کو دیکھ کے یہ محو ہوں کہ حیران ہوں
 اگر تو آوے گا تو جائے فرش پا انداز
 دم خرام وہ بولا کہ ایک تھوکر میں
 جو پوچھا میں نے لب رخم تو کہے گا کیا
 یہ دے کے دم مجھے لایا تھا کھینچ جوش ظہور
 طیش سے دل کی ابھی عرش تک ہلا دوں گا
 کہ ایک جام میں دونوں جہاں بھلا دوں گا
 دکھا جو تو نے قدم سر ترا اڑا دوں گا
 جو کچھ وہ پوچھے گا مجھ سے جواب کیا دوں گا
 میں اپنی آنکھیں ترے زیر پا بچھا دوں گا
 ہزار فنز خوابیدہ کو جگا دوں گا
 کہا کہ خنجر قاتل کو میں دے دوں گا
 کہ چل جہاں کا تماشہ تجھے دکھا دوں گا

نہ پوچھ مجھ سے ظفر میری تو حقیقت حال
 اگر کہوں گا ابھی تجھ کو میں دلا دوں گا

ڈالے ہوئے گردن جو مرا نامہ بر آیا
 صورت ہے بتوں کی محب اللہ کی قدرت
 گر فکر میں ہو، راہ کے توشے کا کرو فکر
 باہمی ترے ہاتھوں میں جو کل میر نے مہندی
 لوٹے گا پڑا خاک کے بستر پہ وہ نا حشر
 کیا حرف زباں پر ترے آیا تھا کہ اے طبع
 کیا جانے بنی قیس پہ کیا رشت ہوں میں
 اک ہم ی نہیں بے خبر آئے ہیں جہاں میں
 کچھ مطلب دل یار کا معلوم کر آیا
 ہر جلوے میں اک اور ہی جلوہ نظر آیا
 اے عالمو نزدیک ہے روز سفر آیا
 آنکھوں میں مری دیکھ کے لو ہوا تر آیا
 آرام کی گھڑی کو جو ہستی میں دھر آیا
 گل گیر ترے سر پہ جو منہ کھول کر آیا
 جو خاک ہر آج گمراہ نظر آیا
 جو آیا جہاں میں ہے سو وہ بے خبر آیا

میں شرم سے عسیل کے ہوا سر گمیاں
 جس وقت خیال آہ ادھر کا ظفر آیا

اس درد پہ جو سر بار کے رہا کوئی ہوتا
 کس کا تلک اول و معلوم کہ مرا اشک
 یہ دل ہی تھا ماداں کہ تری زلف سے ابھا
 بلبل بھی تھی جاں بافت پروانہ بھی جانہاز
 لالہ کے بھی کام آتا عبا گر یہ شبنم
 ہم بھی گل لخت جگر اپنے اے دیتے
 تو بستر راحت پہ نہ سوتا کوئی ہوتا
 اک آنکھ جھپکنے میں ڈیبا کوئی ہوتا
 یوں اپنے لیے خار نہ ہوتا کوئی ہوتا
 پر میری طرح جان نہ کھٹکا کوئی ہوتا
 گر داغ جگر اشک سے دھکا کوئی ہوتا
 یہ پھول جو بالوں میں پڑتا کوئی ہوتا

تہائی میں اتنا تو نہ گھبراتا ظفر میں
 دل گرچہ مرے پاس نہ ہوتا کوئی ہوتا

خط و رخ اس سیمر کا سیر ایسا سفید ایسا
 ڈالہ اور مانگ ہے اس کی کر کوئی سانپ عالم میں
 مرے مرگان اشک آلودہ کو دیکھو کہ برے ہے
 مسی زہب اس کے جداں دیکھو جہاں ہوں کہ ہے کیونکر
 نہ دیکھوں ترنس شہلا کا گل کیونکر کہ ہے نقش
 فحالت کش سواد شام و نور صبح ہیں دونوں
 مرثک سرمہ آلود اپنا دکلا کر وہ کہتے ہیں
 نہ ہوویں سون و سریں قبل کیونکر کہ ہے زینا
 ورق کب ماہ انور کا سیر ایسا سفید ایسا
 نہیں اس کے برہ کا سیر ایسا سفید ایسا
 یہ بادل دیدہ تر کا سیر ایسا سفید ایسا
 یہ رنگ اس سٹک گوہر کا سیر ایسا سفید ایسا
 بیجہ چشم دلبر کا سیر ایسا سفید ایسا
 دوشلا ہے ترے سر کا سیر ایسا سفید ایسا
 کہ ہے رنگ میں اس کبوتر کا سیر ایسا سفید ایسا
 لباس اس ماہ چکر کا سیر ایسا سفید ایسا

ظفر ہیں نلیم و لباس پھر ایک صالح نے
 کیا ہے رنگ پھر کا سیر ایسا سفید ایسا

ترا گر مٹن پا تیرا مائل دھو کے لی جانا
 نہ آتا ہاتھ خوں میرا اگر اس تیرے خوں کے
 اگلا زہر پھر کیا کیا وہ تیرہ بخت سودا
 اگر ہو سکتا عالم میں حصول علم ہے محنت
 اٹھا سکتا جو بھٹوں نقش پائے ماتہ لیلیٰ
 حلاوت یاد کر کر تیری آب چغ کی حاصل
 تو اس کے ہاتھ پاؤں ل کے کال دھو کے لی جانا
 تو اپنی تیج پر خون کو وہ قاتل دھو کے لی جانا
 اگر کوئی ترے رنار کا حل دھو کے لی جانا
 تو پھر ساری کتابیں ایک جامل دھو کے لی جانا
 تو جوں تووین ہول دل وہ بیدل دھو کے لی جانا
 بدن کے زخم اپنے آپ گھائل دھو کے لی جانا

ظفر بے فعلی ہو جانا سب کچھ مختلف اس پر
 درخیز جہاں گر کوئی شامل دھو کے لی جانا

اپنی جانب کو جسے تو نے بھالیا ہو گا
 در تلک جس کو رسائی ترے ہو گی اس نے
 دے گا وہ حرص و ہوس کو نہ کبھی دل میں جگہ
 منہ تھا کیا ماہ کا کوشے پہ ترے منہ چڑھتا
 درد سر تم جو بتاتے ہو نصیب امدا
 دہے قل نہیں میرے وہ قاتل اے دل
 کوئی ور اس کو سوا تیرے نہ بھالیا ہو گا
 رنگ در پدم کے آنکھوں سے لگایا ہو گا
 دل میں جس شخص کے تو آپ سلایا ہو گا
 مہر پر نور نے بھی منہ نہ دکھلایا ہو گا
 درد دل آپ کو عاشق نے سلایا ہو گا
 تیج ہرو کو جو کھینچا تو ڈالیا ہو گا

بے خطا تو نہیں ہوتے ہیں ظفر وہ برہم
 زلف کو ہاتھ کہیں تو نے لگایا ہو گا

زلف میں تل اور کاکل پر خم سج کے اوپر سج پڑا
 دل کو ہے سج و تاب الم سے دود جگر و پیچہ دم سے
 سج سے وہ کرتا ہے یاری باتیں اس کی سج کی ساری
 دل تو کند غم میں چھڑا ہے جان اسیر دام بلا ہے
 یار نے جب یکہ پہنچ کر باندھا پھر سر سج کو سر پر
 دونوں طرف کوٹا نظر کے کھینچتے ہیں دل دونوں طرف سے
 موت نے آ کر ٹھونکا جب خم بھول گیا تو کشتی اس دم
 زلف نے کھل کر سج پہ مارے سج میں لائے دل کو تارے
 جبکہ فتح سج اس نے سر پہ کندھ کے باندھا جوڑا کافر

وہ ہوئی سرکش یہ ہوئی برہم سج کے اوپر سج پڑا
 دیکھ تو کیسا حشمت میں بدم سج کے اوپر سج پڑا
 نکلیں اس کے سج سے کیا ہم سج کے اوپر سج پڑا
 حشمت کے ہاتھوں خاک میں ہے دم سج کے اوپر سج پڑا
 ہو گیا اپنا دور عی عالم سج کے اوپر سج پڑا
 خوب چٹکوں میں ہے باہم سج کے اوپر سج پڑا
 یوں تو بڑا تھا سب پر رستم سج کے اوپر سج پڑا
 چوٹی کھلی تو اور بھی اس دم سج کے اوپر سج پڑا
 دل نے جانا آج مسلم سج کے اوپر سج پڑا

عشق نظر ہے گورک دھند اس کے کھولے سج کوئی کیا
 ایک کھلا تو دھرا محکم سج کے اوپر سج پڑا

اشک کا قطرہ فقط کیا صاف گوہر سا بنا
 صہم کلشن میں آہ میٹھی کو کیا وہ گل
 گل سے بھی نازک دن اس کا ہے لیکن دوستو
 دشت میں بھی تیرے بھٹوں کی عمر مدھ ہے
 کیا گریباں ہے بنا اس بلہ کا پیکل ہلال
 در پر اس پردہ نشیں کے آہ وقت انتظار
 کیا عجب حال سوہ اگر جلے مثل سپند
 عشق نے کیا چاہیے کہا دل میں بھر کالی ہے آگ

بلکہ لخت دل بھی ہے یاقوت امر سا بنا
 ہر گل لالہ جو ہے یکدست ساعر سا بنا
 یہ غضب کیا ہے کہ دل پہلو میں پھر سا بنا
 غار وادی ہنوں جو تیر و نشتر سا بنا
 بلکہ نگر بھی گریباں کا ہے آخر سا بنا
 چشم کا حلقہ ہمارے حلقہ در سا بنا
 سوزش الفت سے دل اپنا ہے بھر سا بنا
 اب جو سینے میں مرے ہر داغ انگہ سا بنا

اے نظر منظور تھا اس چشم کو عاشق کا قتل
 اس لیے ہر سوائے مڑکوں اس کا بھجر سا بنا

مہ نظر آوے نہ کیوں کر آنکھ میں اس یار کا
 صفحہ قرآن پر کھینچی ہے اک جدول سیاہ
 پاس ہر کے مرصع کا ریتا ہے کہاں
 زخم دل کو صاف کرتا ہے خیال خطا سبز
 گرمی مڑگان تر برمائے سوتی ایک یار
 دیکھا جھانکا کہیں وہ مہروش شایہ کر ہے

آنکھ اپنی بن گئی ہے آئینہ دیوار کا
 مصحف رخ پر وہ سایہ زلف کے ہر تار کا
 ہے میاں قبضہ جڑاؤ یار کی تلوار کا
 چادر گر مرہم نہ رکھ بے فائدہ زنگار کا
 نام دھو ڈالے جہاں سے ہر گوہر یار کا
 آخر صبح قیامت وزن اس دیوار کا

محو حیرت کیوں نہ ہو وہ اے نظر آئینہ دار
 دیکھنے والا جو ہو اس آئینہ دشنام کا

غم	دل	کس	سے	کہوں	کوئی	بھی	منہ	نہیں
چمکا	پوچھے	کوئی	قائل	اکتہار	نہیں			
ور	کے	بچ	سے	چھٹ	سکتا	نہیں	کوئی	دل
ہے	را	دل	ہے	کہ	جو	اس	میں	گرفتار
ترے	ہیں	جگر	افکار	ہزاروں	دلریش			
ہاں	تیرے	کوئی	حجر	کوئی	تکوار	نہیں		
کہ	کیا	تری	چشم	سہ	مست	کی	کیفیت	ہے
اے	جس	کواب	دیکھو	وہ	ہیوٹ	ہے	ہشیار	نہیں
ک	مر	مٹے	خاک	در	یار	پہ	عشاق	ظفر
مثل	اٹھ	کے	اب	جائیں	کہاں	طاقت	دثار	نہیں

دل	کا	کچھ	کام	نہ	تجھ	سے	بت	پر	فن
جب	تو	آیا	کہ	مرا	دم	بت	پر	فن	نکلا
رات	چھیڑا	تھا	جسے	زلف	سمجھ	کر	ہم	نے	
نام	سے	کام	نکلا	نہیں	بے	جوہر	اصل		
غون	ماشت	کا	ہے	گلگو	نہ	ترے	عارض	کا	
چارہ	گر	بھر	نہ	سکے	میرے	جگر	کے	ماسور	

اے ظفر مار دل نے مرے کچھ کی تاثیر
گھر سے گھبرا کے جو وہ عورت گلشن نکلا

مر	تک	دست	ستم	جوئی	ترا	قائل	بڑھا
مت	گٹھا	دل	کو	مرے	پور	مجھے	پچکے
ہر	بھنور	نکس	رج	روشن	سے	بن	جاوے
دل	کو	تو	کر	اپنے	دلت	سے	خاصیت
وادی	بھٹوں	کی	اے	لیلی	سے	کیا	دلکش
کوئی	دم	ہے	بہر	ہستی	میں	ابھی	تو
جب	ہوئی	تجھ	کو	شہامت	اس	رخ	پر
غنیچہ	گل	دیکھ	کر	اس	دشک	گل	کے

جامہ قانون میں کیا کیا جلی غیرت سے خلع
بے جو پھٹاک اے ظفر وہ رونق محفل بڑھا

زلف کے سائے تھے وہ رخ اگر چھپ گا
 خواب غفلت سے تری جس وقت کھل جائے گی آنکھ
 دیکھنے کو ہم گئے تھے آج اس کو بے خبر
 ڈال مت اٹھکوں کا پردہ دیکھ تو پیش نظر
 ناک میں ہیں آج سارے غمزہ و انداز و باز
 اپنی ہستی پر نہ ہنس اتنا کہ ہستی ہے فنا
 نور چمکے گا زیادہ شعلہ سوز دروں
 زندگی جب تک ہے کوئی عیب دیکھے یا ہر
 رات کے پردے میں پھر روئے سر چھپ جائے گا
 ہے جو کچھ آنکھوں کے آگے جلوہ گر چھپ جائے گا
 کیا خبر تھی یہ کہ ہم کو دیکھ کر چھپ جائے گا
 یار عین وصل میں اے چشم تر چھپ جائے گا
 من نظر بازوں سے دل بچ کر کدھر چھپ جائے گا
 دیکھ جتے جتے ہی تو اے شرر چھپ جائے گا
 زیرِ پلہ کیا مراد داغ بگر چھپ جائے گا
 ورنہ زیرِ خاک سب عیب و ہر چھپ جائے گا

عشق مہوش میں ظفر کچھنوں کا میں شب کو جواہ
 درد دل کا بن کے اک بادل قر چھپ جائے گا

نہ ہوں میر چشم جہن کی نہ گل تر کی ہوا
 کیا کہا آ کے عبا نے کہ جو مانند حباب
 تیرے عاشق کو ترے تیج ادا ہووے نصیب
 زلفا تجھ کو بارگ ہو ہوئے جنت
 خانہ چشم میں اک لہلہ نہ ٹھہرا آنسو
 سہلچاں میں سر شام ہوئی ملک افشاں
 دل کو راحت ہو بے گر مزہ شک آلود
 جھوٹی آتی ہے کیا مثل یہ مست گما
 سر عاشق میں ہے اس سر و سخن پر کی ہوا
 ہو گئی جان ترے عاشق مضطر کی ہوا
 اے سترگار گئے اس کو نہ خبر کی ہوا
 ہم سلامت رہیں اور کوچہ لہر کی ہوا
 نگ گئی جیسے کہ اس طفل کولہر کی ہوا
 لے کے خوشبو ترے گیسوئے معبر کی ہوا
 ہے علاج خفاں بال کبوتر کی ہوا
 ساقیا آج تو ہے شیشہ و ساعر کی ہوا

داغ سوزوں کو بھلاوے نہ دم سر و ظفر
 کہ یہ دشمن ہے چراغ دل مضطر کی ہوا

جسم لاغر تیرے سودا کی اب ایسا ہوا
 درد دل سے تفتہ جانوں کے ترے اے رشک ماہ
 کان پر سے زلف اس کی اب سرکئی کیوں نہیں
 اور پری کی بائیں ہلی پر جو دیکھا میں نے خال
 تو ہے اے دل باتوں دیکھ آہ کو مت چھوٹا
 اب ترے کشتہ کا سوز دل کہ ظالم سنگ بھی
 عکس چشم سوز جولاں پاؤں میں ڈھیلا ہوا
 یک لک اب اور زیر نہ لک چدا ہوا
 یا کہیں یہ ساپ اس بائیں سے ہے کیلا ہوا
 وہ مرے تعویذ بول دل کا اک نغلا ہوا
 یہ عصا حیرے لیے ہنگام بھری کا ہوا
 کور پر اس کے رہا محشر ملک جلتا ہوا

اے ظفر انجم نہیں ہیں میرے تیر آہ سے
 ہے مشک سر ہر یہ گنبد جتا ہوا

وہ بے حجاب جو کل پانی کے پاؤں شراب آیا
 اور خیال مرے دل میں زلف کا گزرا
 خیال کس کا سلا ہے دیدہ و دل میں
 تمہارے نقش کف پا کا پورے لئے کو
 وہ رخ صفا ترا آمیز رو برو جس کے
 جب آیا طرہ مشکیں کا تیرے دل میں خیال
 ترا سخن ہے ظفر وہ کر سامنے تیرے
 چشم میں دہلا دیکھیں اس بت گمراہ کا
 کون سے میکش کی دعوت ہے فرشتوں میں ہے دھوم
 خال کا جل کا نہ سمجھو اس زنجروں کے قریب
 کہکشاں کا خط نہیں یہ صاف آتا ہے نظر
 منزل الفت میں غم کو میں جدا کیونکر کروں
 اس کے دنداں پر نہیں رہیں مٹی کی دیکھنا

رجہ عالی سے اس کے آسمان بھی پست ہے
 اے ظفر جو خاک پا ہے فخر عالی جاہ کا

خوشی خوشی ہے جو خط نامہ بر لیے آتا
 ممانعت نہ کر اتنی خدا سے دار کالم
 قدم رکھے ہے وہی عاشق کے میدان میں
 جب اشک آتا ہے مڑگاں تلک مرے دل سے
 ہزار آپ کو وہ کہتے ہیں پر ان کو
 بچے کہ اس بت صیاد دل سے طائر دل
 کہاں وہ جائیں کہ میری نظر سے ہوں غائب
 جو آتا ہے تری مڑگاں کا ذکر پھیڑا ہے

ظفر ہے واسطے ہر فضل کے مہا شیر
 کہ رزق ساتھ ہے اپنے بستر لیے آتا

بہر خط میں کیا مہاسا گال پر پیدا ہوا
 پہلے تو دل میں محبت کا شجر پیدا ہوا
 خال مشکیں آتلی رنساں پر پیدا ہوا
 کھل گیا ہے نامہ مضمون یک قلم مامے کا صاف
 اس جیسے پر جلوہ گر لباس کا یثا نہیں
 کھائے ہے کس کس حلاوت سے دل عاشق اسے
 ہو سکا تیغ ادا کا کچھ ادا تھ سے نہ شکر
 قصد محبتوں کی جنوں نے خوب عیا تدبیر کی
 گریہ ہنگام ولادت کیوں نہ ہو ہر فضل کو
 بے شرارت کوئی ہوتے ہیں بزم دو سنگدل
 عکس روئے آنکھیں سائی کا دلیا میں پڑا
 حق میں پروانوں کے تھا اک نیزہ پر خورشید حشر

بچہ طائوس ہے بے بال و پر پیدا ہوا
 پھر لگے حسرت کے گل غم کا شجر پیدا ہوا
 پتھر خورشید میں بھی نیلوفر پیدا ہوا
 واہ کیا بیک تصور نامہ پر پیدا ہوا
 آسمان پر دن چمکے دیکھو قمر پیدا ہوا
 شیر غم شیریں مثال بھٹکے پیدا ہوا
 کس لیے تو اے لب زنجیر پیدا ہوا
 خار صحرا حیر مثل نیشتر پیدا ہوا
 جو ہوا دنیا میں پیدا فوج گر پیدا ہوا
 دیکھو پتھر پر گرا پتھر، شرر پیدا ہوا
 ہمسر خورشید تاباں ہر بخور پیدا ہوا
 جمع کے سر پر جو شعلہ اے ظفر پیدا ہوا

کوکسی کا فقط پتھر میں لو ہو جم گیا
 رخم پہلو سے اگر میرے نہیں چٹا ہو
 اشک خونی نے بنائی شاخ مرجاں ہر پلک
 کہتا ہے ساقی نشے میں دیکھ کر رنگ فنیق
 اتنا گاڑھا جوش سودائے محبت سے ہوا
 گریہ خونی سے تیرے باغ میں اے عندلیب
 غون دل سے لکھ کے خطا گرچہ کبوتر کو دیا
 اس قدر قائم محبت میں ہے تیرا میدان عشق

کچھ تو تجھے میں تھا کچھ سر میں لوہو جم گیا
 پھر کہاں سے چاہہ گر بستر میں لوہو جم گیا
 اس قدر مڑگان چشم تر ہیں لوہو جم گیا
 کس کا یہ اس چرخ کے ساغر میں لوہو جم گیا
 قیس کا فساد کے نشتر میں لوہو جم گیا
 گر کے جام لالہ ہر میں لوہو جم گیا
 پر اڑے کیونگر کر بال و پر میں لوہو جم گیا
 قاتل اس مذبح کا خنجر میں لوہو جم گیا

اے ظفر دلچسپ تھی کیا کوئے قاتل کی زمیں
 گر کے جو بھل کا اک دم بھر میں لوہو جم گیا

رچ میں پردہ روتی کا تھا جو حائل اٹھ گیا
 میری آنکھوں میں سلا اس کا ایسا نور حسن
 ہوں تو میں دیوانہ لیکن ایسی کہہ دیتا ہوں بات
 شمع نے رو رو کے کائی رات سولی پر تمام

ایسا کچھ دیکھا کہ دنیا سے مرا دل اٹھ گیا
 شوق فغانہ ترا اے جد کال اٹھ گیا
 جو کہ بیضا پاس میرے ہو کے قاتل اٹھ گیا
 شب کو جو محفل سے تو اے زہب محفل اٹھ گیا

اے ظفر کیا پوچھتا ہے بیگناہ و پر گناہ
 اٹھ گیا اب تو جدھر کو دست قاتل اٹھ گیا

میں ہو عاشق مجھے عم کھانے سے انکار نہیں
 تو ہے معشوق تجھے علم سے مروار نہیں
 دل و دین تیرے حوالے کیے کرتے ہی طلب
 پھر جو ہزار ہے تو مجھ سے بتا اس کا سبب
 بھیجے خطا میں کروں لکھ کر تمہیں ہشیاری سے
 تم نے بھیجا نہ جواب ایک بھی عیاری سے
 طلب ہوسر پہ کیوں اتنا برا مانتے ہو
 دیکھو ہم ہیں وہی جاہاز جنہیں جانتے ہو
 ہے حیات لہری گر ہو شہادت حاصل
 تیرے آب دم شمشیر کو تیرا لہل
 کیا کہوں میں ترے انداز و ادا کا عالم
 دیکھ کر ہوش رہیں کیا کر نکل جائے گا دم
 نہ تو تقریر سے ہو اور نہ تحریر سے ہو
 ہم تو کہتے ہیں طفر جو ہو سو تقدیر سے ہو

کہ ہے علم میری غذا
 کھائے علم تیری بلا
 اور جو کچھ کہا سب
 میری تصویر ہے کیا
 بڑی دشواری سے
 یہ بھی قسمت کا لکھا
 ہمیں پہچانتے ہو
 کرتے ہیں جان فدا
 تیرے ہاتھوں قاتل
 تجھے ہے آب بتا
 ہے ختم ہائے ختم
 اے بت ہو شرابا
 اور نہ تقدیر سے ہو
 ہے کیا بات بجا

دیکھے دل کو جو آنکھوں سے جمال اور لگا
 بھولا میں سارے خیالات خیال اور لگا
 یاد دلوا کے مجھے تو غم ہیرو اس کا
 زخم دل پر مرے ماضی نہ ہلال اور لگا
 حلقہ زن حلقہ خط پر نظر آئی وہ زلف
 مرغ دل کیوں نہ دے جال پہ جال اور لگا
 پھیل کر رخ پہ جو کاجل نے دکھائی شب تار
 دن دیے تارے دکھانے ترا حال اور لگا
 آ گیا زلف کے سودے میں جو کاکل کا خیال
 حیرہ بختوں کے تیرے جی کو وبال اور لگا
 جل ہی جائے گا اگر کود پہ بختوں کی ترے
 بید بختوں کے سوا کوئی نہال اور لگا

دیکھ تو آئے ہے کیا پیار ظفر کو تجھ پر
 گال سے اس کے دریا اپنا تو گال اور لگا

رات بھر مجھ کو غم یار نے سونے نہ دیا
 صبح کو خوف شب تار نے سونے نہ دیا
 شمع کی طرح مجھے رات کئی سولی پر
 چین سے اور قد یار نے سونے نہ دیا
 یہ کرہا ترا پیار الم درد کے ساتھ
 کسی ہمسایہ کو پیار نے سونے نہ دیا
 اے دل زار تو سولہ کیا آرام سے رات
 مجھے ملی بھر میں دل زار نے سونے نہ دیا
 میں وہ بختوں میں کہ زندی میں گمبھانوں کو
 میری زنجیر کی جھکار نے سونے نہ دیا
 وہوں میں کیا کہ مرے پاؤں کو بھی زنداں میں
 آرزوئے غفلت خار نے سونے نہ دیا

یاس و غم رنج و تپ میرے ہوئے، دشمن ہاں
 اے ظفر شب انہی دوچار نے سونے نہ دیا

سوزش داغ الم سے پہلے بھیجا جل گیا
 بعد اس کے دل جلا اور پھر کیجا جل گیا
 الف مرے مطمئن سوز دل میں بھی کیا آگ ہے
 خط جو قاصد اس کو میں نے لکھ کے بھیجا، جل گیا
 تفتہ جانوں کو ترے دوزخ ہے گھر بہشت
 وہ وہاں ارے سے ہے تو کہے جا جل گیا
 بعد اس کے دل جلا اور پھر کیجا جل گیا
 کام کا تیرے گھس یہ اس کو دے جا جل گیا

آئل فرقت سے میرا خانہ آتشبار ہے
 اے ظفر کاغذ افشا کریاں سے لے جا جل گیا

نہ درویشوں کا فرقہ چاہیے نہ تاج شاہانہ
 کتابوں میں دھرا ہے کیا بہت لکھ لکھ کے دھواؤں
 غنیمت جان جو دم گزرے کیفیت سے گشت میں
 نہ دیکھا وہ کہیں جلوہ جو دیکھا خانہ دل میں
 کچھ ایسا ہو کر جس سے منزل مقصود کو پہنچوں
 یہ ساری آمد و شد ہے نفس کی آمد و شد پر
 مجھے تو ہوش دے اتنا دھواؤں میں تجھ پہ دیوہا
 ہمارے دل پہ نقش کا کجمر ہے ترا فرما
 دیے جا ساقی کیاں شکن بھر بھر کے پیا
 بہت مسجد میں سر مارا بہت سا ڈھونڈا بہت حلا
 طریق پارسائی ہووے یا ہو راہ رندا
 اسی تک آنا جانا ہے نہ پھر جانا نہ پھر آنا

ظفر وہ زائد بیدار کی ہو حق سے بہتر ہے
 کرے گرد درد دل سے ہوا ہوئے مستان

کیا عجب گر بے بہادر میرے آنسو سے بنا
 کشمکش چٹم ہیں جو تیرے اے وحشی نگاہ
 اس کی چٹم پر فسون ہی کچھ فقط جاو نہیں
 اے مصور میری اس کی کھینچے گر تصویر تو
 اڑ کے آؤں گا تیرے در پر ہوائے شوق میں
 مر گیا فرہاد آخر سر سے پیشہ مار کر
 جیست قیمت لعل بھی تو میرے لہو سے بنا
 تو چراغاں گورن کا چٹم آہو سے بنا
 سر سے پاؤں تک ہی جاوگر ہے جاو سے بنا
 اس کے پہلو کو بھڑا کر میرے پہلو سے بنا
 میرا پتلا ہے تری خاک سر کو سے بنا
 کام قسمت کا نہ ہرگز زور بازو سے بنا

اے ظفر مجھ کو غرض کیا مسجد و محراب سے
 قبلہ طاعت سرا اس طاق اہو سے بنا

مری آنکھ بند تھی جب تلک وہ نظر میں نور جمال تھا
 دم بھل اے بہت عشوہ گر خوشی عید کی سی ہوئی مجھے
 کہو اس تصور یار کو کہوں کیوں نہ خطر جسد ہے
 مرے دل میں تھا کہ کہوں گا میں یہ دل پہ رنج و ملال ہے
 وہ ہے بے وفا وہ ہے پڑھا وہاں لطف کیسا وفا کہاں
 کہیں پردہ سن کے تری صدا ترا شوق دید جو بڑھ گیا
 کھلی آنکھ تو نہ خبر دی کہ وہ خواب تھا کہ خیال تھا
 تم صبح حیرا جو سامنے نظر آیا مثل ہلال تھا
 کہ یہی تو دشت فراق میں مجھے رہنمائے وصال تھا
 وہ جب آ گیا مرے سامنے تو نہ رنج تھا نہ ملال تھا
 فقط اپنا وہم و خیال تھا یہ خیال ہر حال تھا
 مجھے بظرب کمال تھا یہی وجد تھا یہی حال تھا

ظفر اس سے چھٹ کے جو جست کی تو یہ جانا ہم نے کرواقی
 فقط ایک قید خودی کی تھی نہ نفس تھا کوئی نہ ہال تھا

دور جگر نے دل پہ جو سر پوش سا ڈھکا سینہ میں دل ہے ساغر سر جوش سا ڈھکا
 دیکھا جو کوئی آخر ٹابندہ ہر میں یاد آیا زیر زلف بنا گوش سا ڈھکا
 اٹھا ہے یوں جو زور سے صحرا میں گرد باد اس پردہ میں ہے کس کا حق و توش سا ڈھکا
 چھایا نہ رخم دل سے اٹھا میرے چادر گر رہنے دے اس کو تو جسم پر جوش سا ڈھکا
 سبزہ نے خطا کے چاہ زرخیزان یاد کو رست پہ دل کے ہے چہ نس پوش سا ڈھکا

جوہر جو آدمی کا کلا کچھ تو ہوش سے
 جب تک رہا ظفر کوئی بیہوش سا ڈھکا

ہید دل کا گریہ سے اے چشم غم کھل جائے گا وہ جو ہے پوشیدہ اپنا حال غم کھل جائے گا
 بولتے جو ہمیں منہ سے کچھ اس میں ہید ہے بلنا اچھا نہیں سارا بھرم کھل جائے گا
 عقدہ دل ہے ہمارا غنچہ گل تو نہیں جو یہ تجھ سے اے نسیم مجدم کھل جائے گا
 کھول مت جوڑا کر سودائی کا تیرے سر بسر راز سربست ترے سر کی قسم کھل جائے گا
 گر اثر ہے شوق میں اپنے تو بن خطا کے کھلے اپنا مضمون ان پہ قاصد ایک قلم کھل جائے گا
 کتنے عیا چھٹ جائیں گے پابند زنجیر بلا جبکہ تیرا طرہ پر بیچ و خم کھل جائے گا

اس کے رکتے پر نہ ہا پیچے عیا جام سے ظفر
 دیکھا باتوں میں وہ کافر منم کھل جائے گا

باتوں باتوں میں جو وہ مجھ سے بگڑ کر رہ گیا لبر تو اپنا کلیجہ عیا پکڑ کر رہ گیا
 اٹختے اٹختے میرے پہلو سے گئے بارے ڈیوے دم مرا اکھڑا عیا تھا لیکن اکھڑ کر رہ گیا
 شوق پابوی رہا پہنچا نہ قدموں تک ترے تیرا بسکل پاؤں اے قاتل رگڑ کر رہ گیا
 چشم میں انسو کہاں جو دویئے اب غیب سا کوئی قطرہ تھا سو وہ مڑگاں سے جھڑ کے رہ گیا
 جب دکھایا تو نے اپنا قد رعنا باغ میں پھر تو ٹپکت سے زمیں میں سرو گڑ کر رہ گیا
 دل میں اک رکا سا جو مارا کسی کی یاد نے یہ ہوئی حالت کر دم سینے میں اڑ کر رہ گیا
 پہلوان عشق کا کیا ہو چھتے ہو مجھ سے حال جو جڑھا جے پر اس کے وہ ٹچڑ کر رہ گیا
 کارواں منزل پہ پہنچا اور سارے ہم سفر مثل گرد کارواں اک میں ٹچڑ کر رہ گیا

اور تبدیل قوافی میں غزل لکھ کر اے ظفر
 ہاتھ میں اپنے قلم کو کیوں پکڑ کر رہ گیا

جبکہ وہ خط پڑھ کے بھڑکا اور بھڑک کر رہ گیا دل خطا وادوں کا بھڑکا اور بھڑک کر رہ گیا
 حسرت اس مذہب پر حیرے کہ کمال کوئی دم زیر تیغ مار بھڑکا اور بھڑک کر رہ گیا
 پھر گیا کون آن کر در پر ترے خانہ خراب شب کو جو دواۓ کھڑکا تو کھڑک کر رہ گیا
 سن کے مالہ اور جوش گریہ میرا دیکھ کر آسماں پر ہر کڑکا اور کڑک کر رہ گیا

ہر نفس اس دامن مڑگاں کی جنبش سے ظفر
 دل میں اک شعلہ سا بھڑکا اور بھڑک کر رہ گیا

غزہ وہ برسر بیدار آیا مژدہ اے مرگ کہ جلاں آیا
 دہن ٹھک جو یاد آیا مجھے کیا کیا دل ماشاد آیا
 عشق میں بیشہ آخر کے سوا کچھ ترے کام نہ فرہاد آیا
 بالبلو دیکھو جن میں اتنا نہ کرو شور کہ سیاد آیا
 بول اٹھا دیکھ کے مجھوں مجھ کو یہ تو کوئی مرا استاد آیا
 اڑ گئے ہوش مرے ماسع کے سامنے جب وہ پرہیزار آیا
 جو نکلا تھ مری پیشانی میں سو وہ پیش اے دل ماشاد آیا
 نہ تو آیا مری سن کر فریاد دم لہیں پو دم فریاد آیا

دیکھ کر اس بت کافر کے ستم
 اے ظفر مجھ کو خدا یاد آیا

جو دل میں تیرا شوق آبروئے خوار ہو پیدا مجب کیا کفر کعبہ سے اگر اے یار ہو پیدا
 مرے گریے سے یوں اس کا خط رفسار ہو پیدا تو اس کی خاک سے بھی ترغس پیار ہو پیدا
 محبت میں بلا ہے رتبہ منصور قمری کو نہ کیوں کر سرو گلشن میں بے شکل دار ہو پیدا
 اگر معجزنا آئینہ رفسار ہو تیرا زبان طوطی تصویر سے گفتار ہو پیدا
 قدم رنجہ کرے مجھوں ترا گردش و چشمتیں جہاں رکھے قدم سبزہ نہ ہو وہاں خار ہو پیدا
 مثال برق حال عاشق بیاب ہے تجھ بن کہ سو سو یار ناچید ا ہو سو سو یار ہو پیدا
 بلا سے جس کی سوت آئی مرض کچھ اور ہو اس کو کسی کو پر نہ یا رب عشق کا آزار ہو پیدا
 ترا مشتاق یہ دل کیوں بجائے داغ سینہ میں بیش دیدہ حسرت کش دیدار ہو پیدا

ظفر کرتے نہیں اٹھار ہم سوز محبت کو
 لگتہ دل سے ہر دم آہ آٹھار ہو پیدا

نہیں عشق میں اس کا تو رنج ہمیں کہ قرار و خلیب ذرا نہ رہا
 غم عشق تو اپنا رفق رہا کوئی اور بلا سے رہا نہ رہا
 مطلع بانی

دیا اپنی خودی کو جو ہم نے اٹھا وہ جو پردہ سارچ میں تھا نہ رہا
 رہے پردے میں اب نہ وہ پردہ نہیں کوئی دوسرا اس کے سوا نہ رہا

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے یوروں کے عیب و ہنر
 ہڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا
 ترے رخ ک خیال میں کون سے دن اٹھے مجھ پہ نہ فتنہ روز جزا
 تری زلف کے دھیان میں کون کا شب مرے سر پہ جھوم بلا نہ رہا
 ہمیں ساغر بارہ کے دیے میں اب کرے دیر جو ساقی تو ہائے غضب
 کہ یہ مہم نشاط یہ دور طرب نہ رہے گا جہاں میں سدا نہ رہا
 کئی روز میں آج و مہر لقا ہوا میرے جو سامنے جلوہ نما
 مجھے صبر و قرار ذرا نہ رہا اسے پاس حجاب و حیا نہ رہا
 ترے مخمر و تاج کی آب روں ہوئی جبکہ سبیل مستزنگاں
 مجھے کتنے ہی قافلے شگ زباں کوئی تشہ آب ہوا نہ رہا
 مجھے صاف بتائے نگار اگر تو یہ پوچھوں میں رو کے خون جگر
 ملے پاؤں سے کس کے ہیں دیدہ تر کف پا جو رنگ حیا نہ رہا
 اسے چاہا تھا میں نے کہ روک رکھوں مری جان بھی جائے تو جانے نہ دوں
 کیے لاکھ فریب کروڑ فسوں نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا
 گئے یوں تو ہزاروں ہی تیر ستم کہ ترچے رہے پڑے خاک پہ ہم
 ولے باز و کرشمہ کی تاج رو دم لگی لکڑی کہ تسمہ لگا نہ رہا
 ظفر آدمی اسکو نہ چلے گا وہ ہو کیا ہی صاحب فہم و ذکا
 جسے بیش میں یاد خدا نہ رہی، جسے بیش میں خوف خدا نہ رہا

خدا جانے کہاں بیٹھا ہے وہ اور ہے کدھر پھرنا
 تماشہ دیکھنا کیا دھڑکا ہے اشک مڑگاں پر
 لکھا قسمت کا اپنی آگیا دم اپنی آنکھوں میں
 جو سرگردانی اپنی ان سے کہتا ہوں تو کہتے ہیں
 مہبت جیتے جی کی ہے وگرنہ بعد مرنے کے
 کوئی آرام سے کیوں کر زمیں پر چھٹنے پائے
 جنوں نے سلطنت دی کشور صحرا کی مجھوں کو
 ہمارے آنسوؤں کا اب ہے جیسا جوش میں دیا
 قسم ہے میں ہوں عین وصل میں ماکام جوں ساحل
 رواں لٹکوں کو تیرے دیکھ کر وہ مست مافوش ہے
 شب لرزہ نہ اترے تیرے تیار مہبت کی
 حباب اس کو سرگرداب مت سمجھو کہ پہنے ہے
 والا غوطہ نہ کھانا ہنرہ خط سے زنجیراں میں
 حباب اٹکا ابھر جاتا ہے کیوں اک دم کی ہستی پر
 چھپے یہ کشت و فوں کیونکر کہ ہے خون شہیداں سے
 لب اعلیٰ سے تیرے کام کیا تھا تشہ کاسوں کو
 سبو و خم سے کیا سیراب ہوں وہ تشہ لب ساقی
 اگر یوں ظفر بہہ جائے سپاری آب و دشمن کی

مگر چشم تصور سے ہے سب بیش نظر پھرنا
 یہ لڑکا شعبہ بازی سے ہے یکبار پر پھرنا
 نہیں لے کر جواب نامہ اب تک نامہ بر پھرنا
 خدا کے واسطے چپکے رہو ہے میرا سر پھرنا
 نہیں کوئی کسی کی قبر پر بھی آن کر پھرنا
 رہے جب درپے گردش لٹک آتھوں پہر پھرنا
 بگولے کا ہے پتر اس کے جو سر پرانے ظفر پھرنا
 نہ دیکھا ہم نے پر جوش ایسا اپنے ہوش میں دیا
 کہ لب ہیں شگ میرے اور ہے آغوش میں دیا
 بھلا لگا ہے ورنہ دیدہ سے نوش میں دیا
 پیئے سے اگر بہہ جائے بالا پوش میں دیا
 مرے گریہ سے قائل ہو کے کوڑی کوش میں دیا
 فریوں کا بھرا ہے اس چہ شس پوش میں دیا
 اسی بھوک دیتا کیا ہے اس کے کوش میں دیا
 رواں دن رات کوئے قافل روپوش میں دیا
 مگر دیکھا کہیں اس آفتل خاموش میں دیا
 جنہیں یہ حوصلہ لپی جائیں نوشا نوش میں دیا
 سخن کا بند ہے میرے لب خاموش میں دیا

دہلاہ دیکھ کر تری چشم سیاہ کا
خوشید آسمان چہارم پہ ہے کہاں
کثرت ہے آلسوں کی جھوم سیاہ غم
تکے پنے گا وحشیوں کی طرح اسکا
کس مہروش نے چہرہ سے برقع اٹھا دیا
کرتا ہے جس کے ساتھ لکک کج ادائیاں
رکھے قدم جو کوئے محبت میں اے ظفر
آہو چہلا چھوڑ دے پھر برگ کاہ کا
شعلہ کوئی بلند ہوا میری آہ کا
مار نہیں نشان ہے یہ اس سیاہ کا
دیکھے گا گر کرشمہ اس آہو نگاہ کا
منہ ہو گیا سفید لکک پر جو ماہ کا
دیتا ہے اس کو عشق کسی کج کلاہ کا
لازم ہے پہلے ڈھونڈ لے رستہ نہاہ کا

تو کہیں ہو یہ دل دیوانہ واں پہنچے ہی گا
گرچہ تیری زلف کا کوچہ بلا تاریک ہے
عشق کے میدان میں بے ہمت نہیں رکھتے قدم
دل کو ہو میرے نہ کیوں میلان سوئے چشم یار
ان کی محفل میں کیوں گا جب کہانی اپنی میں
اے صدف کیوں منہ پارے ہے کہ اس رزاق کو
خج ہووے گی جہاں پروانہ واں پہنچے ہی گا
پردل صد چاک مثل شانہ واں پہنچے ہی گا
جس کو ہو گی ہمت مردانہ واں پہنچے ہی گا
بادہ کش ہو گا جہاں میخانہ واں پہنچے ہی گا
سب کے کانوں تک مرا افسانہ واں پہنچے ہی گا
ہے جہاں پہنچا آب و دانہ واں پہنچے ہی گا

تجھ کو اس کے ہوس لب کا ہے لپکا اے ظفر
لب ترا مثل لب پیانہ واں پہنچے ہی گا

مریخا دل تو اے مڑگان یار آنکھوں کے آگے تھا
ہک رو کو نہیں کھکا کر گزرا صاف فٹاہ
دم گر یہ عجب کیا گر نہ سوچھے آہو اپنی
بلا گرداں نہ پھرنا فٹا دلا اس جہد کے پیچھے
قبل تھا باغ میں لالہ بھی رخ کے رویو اس کے
لئی چشم سید کا ناتوا بیمار کیا اٹھتا
دھواں سا فٹا نہ تھا وہ شعلہ رخسار پر اس کے
شب مبتاب میں تو جو نظر سے ہو گیا غائب
تصور جب تلک تھا مجھ کو اپنے رشک کھٹن کا
ہوا دل خاک جل کر کس طرح سے ہے ابھی تو یہ
لگایا کیوں نہ تیرا اپنا شکار آنکھوں کے آگے تھا
ہر اک سوئے مڑہ کو مثل خار آنکھوں کے آگے تھا
کہ اک پردہ مری ان انگہار آنکھوں کے آگے تھا
فدا ہونا تجھے اے جاں نثار آنکھوں کے آگے تھا
کل ترس نہ تھا شرمسار آنکھوں کے آگے تھا
اندھرا اس کے آٹا بار بار آنکھوں کے آگے تھا
برنگ سرمہ اک میرے خبار آنکھوں کے آگے تھا
سراسر عالم شبہائے مار آنکھوں کے آگے تھا
عجب اک جلوہ باغ و بہار آنکھوں کے آگے تھا
برنگ شعلہ کیا کیا بقرار آنکھوں کے آگے تھا

ظفر چھل مل کیوں اس شعلہ خوک کیا کر برق آسا
کبھی پہاں تھا گا ہے آشکار آنکھوں کے آگے تھا

خون دل سے اشک سرخ اے دیدہ گریاں بنا
 باندھے اشک سرمہ آلودہ آنکھوں اپنی نمود
 کیا ترقی دہم کی دیکھو میرے اشک نے
 عشق میں رکھتا ہے کب طوق لگوئے فاقہ
 سینہ میرا عرصہ گاہ روز محشر ہو گیا
 فہر نے دے گا زمیں پر خاک ہم کو چین سے
 چشم آہو کیوں نہ اس کو حلقہ زنجیر ہو
 تیرہ بختی سے جو میری کچھ سیای بچ رہی

کیا قاتل ہے کہ موتی دانہ مر جاں بنا
 تیر مڑگاں پر ترسے یہ ہمسر چٹکاں بنا
 قطرہ سے دہلیا بنا دہلیا سے پھر طوقاں بنا
 سرو کشن کیا ہو اگر صورت سوہاں بنا
 آفتاب حشر جب داغ دل سوزاں بنا دے
 جبکہ یہ گروہن گرداں آپ سرگرداں بنا
 دشت ان آنکھوں کے وحشی کیلئے زنداں بنا
 اے لکھ تو نے دیا اس کو شب ہجران بنا

اس کو انسان مت سمجھ ہو سرکشی جس میں ظفر
 خاکساری کے لیے ہے خاک سے فناں بنا

کسی کو ہم نے یاں اپنا نہ پایا
 کہاں ڈھونڈا اے کس جا نہ پایا
 ہلال عید کو گروہن پہ حیرا
 اڑا کر آشیاں سرسبز نے میرا
 اے پایا نہیں آساں کہ ہم نے
 دوائے درد دل میں کس سے پوچھوں
 گریباں کیا کہ چاک سینہ پر بھی
 صبا نے جس دم سیکھا ہے کس سے

جسے پایا اے بیگانہ پایا
 کوئی پر ڈھونڈنے والا نہ پایا
 بجز یک نعل کش پا نہ پایا
 کیا صاف اس قدر تنکا نہ پایا
 نہ جب تک آپ کو کھویا نہ پایا
 طیب عشق کو ڈھونڈا نہ پایا
 ہنوں کے ہاتھ سے ڈالنا نہ پایا
 چین میں ملتے اک پتا نہ پایا

ظفر دل جانے یا ہم کون جانے
 کہ پایا اس میں کیا اور کیا نہ پایا

کبھی جو خواب میں وہ شوق پر عتاب آیا
 جو تجھ کو دیکھ کے اے رشک آفتاب آیا
 بجائے اشک دم آنکھوں میں آ گیا میرا
 نقش میں مجھ کو نہ چین آیا پر نفاں سے مری
 ہزار غل خزاں دیدہ پر بہار آئی
 میں وہ ہوں غمزدہ عشق خاک پر جس کی
 کہے ہے دیکھ کے پروانہ شمع کا شعلہ

تو پھر نہ خوف سے آنکھوں میں میری خواب آیا
 مثال آئینہ بادیدہ پر آب آیا
 وہ میرے پونچھے آنسو بہلا شباب آیا
 تمام رات نہ صیاد کو بھی خواب آیا
 نہ اپنا شیب سے پھر عالم شباب آیا
 جب آیا رور سے دھلا ہوا خواب آیا
 قیامت آئی کہ نیزہ پر آفتاب آیا

جھکی ہوئی ہے گلستاں میں آنکھ زخمی کی
 ظفر وہ کون ہے جس سے اے حجاب آیا

یا مجھے اسر شاہانہ بنایا ہوتا یا مراج تاج گدیا نہ بنایا ہوتا
 اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تو نے کیوں خردمند بنایا نہ بنایا ہوتا
 خاکساری کے لیے گرچہ بنایا تھا مجھے کاش خاک در جانا نہ بنایا ہوتا
 نثر عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھ کو عمر کا تک نہ پکانہ بنایا ہوتا
 دل صد چاک بنایا تو بلا سے لیکن زلف مشکیں کا ترے شانہ بنایا ہوتا
 صوفیوں کے جو نہ تھا لائق صحبت تو مجھے قائل جلسہ بدنامہ بنایا ہوتا
 تھا جلا ہی اور پوری ساقی سے مجھے تو چراغ در میخانہ بنایا ہوتا
 شعلہ حسن چمن میں نہ دکھلایا اس نے ورنہ بلبل کو بھی پروانہ بنایا تھا

روز معمرہ دنیا میں خرابی ہے ظفر
 ایسی ہستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

شعلہ بلند ہوتے ہی اس رخ کی تاب کا روشن ہوا لکک پہ چراغ آفتاب کا
 ساقی کو یک نظر جو دیکھائے وہ چشم مست بدست ہو کے پھینک دے ساغر شراب کا
 رو رو کے میرا راز نہاں فاش کر دیا خانہ خراب ہو جو چشم پر آب کا
 جو دیکھتا ہوں دیدہ بیدار ہی سے میں قائل نہ خواب کا ہوں نہ تعمیر خواب کا
 دریا پر اپنی موج میں کس سے پرست نے پیکر شراب لانا ہے ساغر شراب کا
 لی جلا میرے ہاتھ سے سے اک یہانہ تھا منظور تھا اسی کو اٹھانا حجاب کا

جمال کا گر اپنے ظفر کیجے حساب
 ہر روز سجالہ روز حساب کا

نغمہ و سے اشک آنکھوں میں جب ل کر گلابی ہو گیا پھر تو رومال سفید اکثر گلابی ہو گیا
 تیرے دامن سے جو پٹا خوں شبیدہ باز کا خوب گہرا دامن محشر گلابی ہو گیا
 تر پسینے میں ہوا وہ جو گلابی پوش آج بر میں جو را اور زبا تر گلابی ہو گیا
 بزم میں دیکھی گلابی تو نے کس کی چشم مست ساقیا بیہوش کیوں بھر کر گلابی ہو گیا
 یاد میں اس کے گل عارض کی اشک خوں سے رات لی جدھر کروٹ ادھر بستر گلابی ہو گیا
 ہو چکی گری گلابی بارہ نگلوں سے بھر اب تو جاڑا اے پری پیکر گلابی ہو گیا
 وہ گلابی آنکھ جو یاد آئی وقت سے کشی پھر تو میرے حق میں ہر ساعر گلابی ہو گیا
 خون کا دھوی کیا جو اس گلابی پوش نے صاف رنگ کاغذ محض گلابی ہو گیا
 باغ میں چٹکا گلاب آیا جنوں پہ جوش پر پتہ خوں سے داغ سودا پر گلابی ہو گیا
 من پہ نا وقت خواب اس نے دوپٹہ تو سفید نکس روئے لالہ گوں سے پر گلابی ہو گیا

وہ ترش ہوا جو اس کی شوفی پر ظفر
 رنگ لالہ باغ میں کٹ کر گلابی ہو گیا

جوشِ گریہ سے نہ کچھ دامنِ مڑاں بھیگا
ہو گیا سہم کے یہ خون ترے نچرے کا تنگ
آبِ یاقوت سے گلبرگ ہوا ہے سرب
ترِ زبانی سے ہوا میری شہادت کا گواہ
ادباں کا سکھان کا بھی سرکشی چرخ
پڑ گئی غنچے سوسن پہ وہیں بارش میں ہوس
نہیں معلوم کہاں آج پھلتی ہوئی
لے کے نطامہ بر آیا تو یہ آیا رہا
ہے یہی رشک کہ آخر کو گریباں بھیگا
تیر لاکھوں گئے پر ایک نہ پھینک بھیگا
مئے نگلوں سے ہے بارہ لبِ خداں بھیگا
جب مرے خوں سے ترا خنجر برساں بھیگا
میرے ہاتھوں سے ہمیشہ دم طوقاں بھیگا
خالِ رخ حیرا عرق سے جو مری جاں بھیگا
آئے ہے رنگ میں وہ رشک گلستاں بھیگا
آہ سر نامہ سے نا نامہ تھا یکساں بھیگا

پاک دنیا سے دیہ اللہ صفا دنیا میں
اے ظفرِ آب میں کب گوہرِ غلطاں بھیگا

کیا اے ماویِٰ گلن کب دلِ نچرے کا کھکا
بکر سکتا ہے دامنِ کون وا رستہ مزاجوں کا
ہم ان کے گھر میں چوری سے رہے پرم لکھا تھا
نایا شکلِ نیش ایسا خدا نے اس کی مڑاں کو
درختوں میں اگر کھکا بندھا بلبل کو کیا پروا
مرے مالوں بیکر خوں ہو رگِ ہر رنگ سے جاری
شکر نا بکتر دل میں محرومِ شہادت کے
گرہِ اس مجھ سے وہ وحشی نگہ یہ ہے کہ جوں آہو
ترا چپکلی سداہن میں میرے تیر کا کھکا
ہوا گردشت میں کیا خارِ دامنِ گیر کا کھکا
وہ مسابہ پر ہوت تھا گر زنجیر کا کھکا
کہ اک عالم کو ہے اس عالم تصویر کا کھکا
اسے ہے باخیاں پر اور کچھ تدبیر کا کھکا
نہ ہو اس رنگِ دل کو زلزلہِ تاثیر کا کھکا
برگِ خار جوہرِ تری ششیر کا کھکا
رمیدہ ہووے سن کر پائے آہو گیر کا کھکا

کھک جاتی ہے ان کے دل میں ایسی بات کہتے ہو
ظفر کیوں نہ ہووے آپ کی تقریر کا کھکا

خلعِ گر ہے جو پاس ہر گل کے کاٹا
سمجھتا ہے عکسِ مژہ وہ نشے میں
چھوٹی ہے کافر ہر انگشتِ شانہ
ادھر کو پھرے آکھ کاٹش اس مژہ سے
پروئے جو پھول اس نے دلوں میں اپنی
تجھے بھی خبر ہے کہ او غیرت گل
ہوا اس قدر گرم بازارِ وحشت
شیرِ بردباری سے ہے خار کھانا
تن زار سے میرے وہ بچ کے نکلا
اک الجھاؤ کا بچ ہے رعداری
کہو چارہ سازوں سے جلدی نکالو
ایرِ نفس اڑ چلے تھے جن میں
کھکتا ہے وہ دل میں بلبل کے کاٹا
کہ ہے درمیاں ساغرِ فل کے کاٹا
جگر میں گرفتارِ کاکل کے کاٹا
چھپے نیچے پائے تماثل کے کاٹا
ہوئے سوکھ کر پھول سنبھل کے کاٹا
کوئی ہو گیا غم میں گھل گھل کے کاٹا
لگا کئے کائے میں حل حل کے کاٹا
نصیبِ میں ہے پر قبیل کے کاٹا
کہ الجھے نہ دامن میں فزعل کے کاٹا
کہ ہے واسطے شیشِ پل کے کاٹا
مرے دل سے یہ عم کا فل کے کاٹا
پر رختے عیٰ نبجرا گرا گھل کے کاٹا

ظفرِ حرص کا ہووے کیونکر نہ کھکا
کہ رستے میں ہے یہ قوتل کے کاٹا

لے سہ بنی کر دل زلف دہا میں پھنس گیا
 اب رہائی ہو چکی کالی بلا میں پھنس گیا
 سوچ نقش بودیا ہی کم نہیں زنجیر سے
 زائد کوشش نہیں قید بلا میں پھنس گیا
 ہے نشاط فزائے گلشن دیکھ کر غنچہ تجھے
 اس قدر پھولا کہ تنگی سے تبا میں پھنس گیا
 پھر نہ آیا پھر کے الیم ناز سے جو گیا
 جا کے کیا جانے کہاں ملک بجا میں پھنس گیا
 کچھ تو جانا اس نے اپنے عم کے پابندوں کا حال
 اک ذرا چھٹا جو کل انگشت پا میں پھنس گیا
 نعمت دنیا ہے دنیا میں عجب دام فریب
 آیا جو مہمان اس مہمان سرا میں پھنس گیا
 تھا نہ قابل اس نفس کے طائر گلزار اقدس
 پر خدا جانے کہ آ کر کس بلا میں پھنس گیا
 باز و غمزے کے اگر پھندے سے دل چھٹ بھی گیا
 تو وہیں پھر دام انداز و ادا میں پھنس گیا

مثل قمری اس سے بچھو گری بازاد عشق
 اے ظفر جس کا گلہ طوق وفا میں پھنس گا

کہوں کیا رنگ اس گل کا ابا ابا ابا ابا ابا
 ہوا دیکھیں چمن سارا ابا ابا ابا ابا ابا
 نمک چھڑ کے چہوہ کس کس مزے سے دل کے زخم پر
 مرے لیتا ہوں میں کیا کیا ابا ابا ابا ابا ابا
 خدا جانے حلاوت کیا بھی آب تنی قابل میں
 لب ہر زخم ہے گویا ابا ابا ابا ابا ابا ابا
 شرار و برق میں کیا فرق میں کبھوں کہ دونوں میں
 ہے اک شعلہ بھسوکا سا ابا ابا ابا ابا ابا ابا
 بلا گرداں ہوں ساقی کا کہ جام عشق سے مجھ کو
 دیا گھونٹ اس نے اک ایسا ابا ابا ابا ابا ابا ابا
 مری صورت پرستی حق پرستی ہے کیوں میں کیا
 کہ اس صورت میں ہے کیا کیا ابا ابا ابا ابا ابا

ظفر عالم کہوں کیا میں طبیعت کی روانی کا
 کہ ہے لہا ہوا دریا ابا ابا ابا ابا ابا

وہ بگڑے ایسے کہ پھر کچھ معاملہ نہ بنا
 رہی نہ جائے سخن موقع مگر نہ بنا
 چلا نہ قافلہ اشک تا کہ لوت بکھر
 سر مڑہ مرے سردار قافلہ نہ بنا
 کہیں ہیں تیرے مریدان زلف کافر کیش
 کہ نے نے بے کا کوئی ایسا سلسلہ نہ بنا
 بلا سے گرچہ وہ ظاہر مفاصلہ سے ہیں
 بھر دلوں میں خدایا مفاصلہ نہ بنا
 بنائے شیشے ہزاروں ہیں شیشہ سازوں نے
 پر ایک بھی مرے دل کا سا آئینہ نہ بنا
 دو منزل دل و دیدہ ہیں تیرے رہنے کو
 مکان بچے لیے تو دو منزلہ نہ بنا
 پیش کھائے ہے تو دایع کبک انگوری
 ترا سا طائر دل اس کا حوصلہ نہ بنا
 لارا نہ موت سے مردان عشق کو ماسح
 خدا کیواسطے شیروں کو بزدل نہ بنا

جو دل لیا ہے تو عہد وفا پہ قائم رہ
 ظفر سے آپ کو تو بد معاملہ نہ بنا

تیرا تیرا جس کے سینہ سے گزر کر جائے گا
وہ مقام عیش ہے دنیا کر یاں سے جیتے ہی
چپکے چپکے مالہ کب سینے سے جائے گا نکل
تیرا کوچہ وہ گلستاں ہے کہ جو آئے گا اس
اتھاں کوئی محبت کا نہ پروانے سے خلع
تیری ہستی پیش فیض ہے یہ تیرا اے حباب
کر گیا گر اک تہسم باغ میں آ کر وہ گل
ہے لیلہ جہدم بحر محبت کا جڑھا

آپ جائے گا گزر پر دل میں گھر کر جائے گا
کون جانا ہے اگر مر جائے گا مر کر جائے گا
جائے گا جس وقت یہ سب کو خبر کر جائے گا
اتھک خوں سے لپے گل دامن میں بھر کر جائے گا
گر خبر ہوئی کہ خیرات اس قدر کر جائے گا
اب تو کوئی دم میں یاں سے تو سفر کر جائے گا
دیکھنا غنچے کا سو کرے جگر کر جائے گا
پار کیوں کر دیکھئے یہ دل اتر کر جائے گا

جذبہ دل کھینچ لائے گا اس خود کام کو
کام اپنا ایک دن یہ اے ظفر کر جائے گا

کوئی زخمی جو اس کے تیر مڑگاں کا ہوا ہو گا
ترا جو اے شکر عاشق شیدا ہوا ہو گا
چلے ہیں حضرت ماسح ترے عاشق کو سمجھانے
نشتے میں دے کیا بھکا ہوا جو گالیاں مجھ کو
تری زلفوں کو چھیڑا ہو گا جس شامت کے مارے نے
ہوئے گر صاحب مذہب و خوش تحریر کیا حاصل
گیا ہو گا جو سوئے کشمکش مار وہ قائل
بھرا آیا ہو گا جس کا دل تری جوش محبت سے

جیا ہو گا نہ وہ نہ زخم دل اچھا ہوا ہو گا
اسی سے کوئی پوچھو حال اس کا کیا ہوا ہو گا
خدا جانے وہ اپنے کیس کیا سمجھا ہو گا
کسی کا آج مست مار بھکیا ہوا ہو گا
یقین ہے اے بت کافر اے سودا ہوا ہو گا
وہ پیش آئے گا پیشانی پہ جو لکھا ہوا ہو گا
تو کیا ہنگامہ محشر وہاں پہنچا ہوا ہو گا
مقرر اس کی چشموں سے رواں دلیا ہوا ہو گا

ظفر سب جاتے تھے شب کو اس کے گھر میں کیا باعث
ترے آنے کا پوری سے گھر کھلا ہوا ہو گا

داغ کیا دل کو اے نگار نگار
اپنا جوڑا دکھا دکھا کر تو
تیرے ہاتھوں سے اے ہنوں نہ رہا
جو ہوا تیرا کشت قامت سرو اس کے سر مزار
ہم کو سیراب کر شہادت سے قائل اک تیغ آب دار
کچھ اٹھائی ہے عشق نے آفت پھر جو دل ہونے بے قرار
دل پہ عاشق کے ایک تیر لگا آنکھیں ہوتے ہی جب دو چار
خوش ہوا دل میں وہ شکار آگن کر مرے ہاتھ اک شکار

اے ظفر کب نے ہے وہ میری
اس کو باتوں میں تو ہزار لگا

اس دلہا سے کیجئے مگر دلہری کا کیا ہو دل ہی بے خلاف تو ٹکڑہ کسی کا کیا
 جب تک کہ تو نہ ہو گا تمک پاش ہر خراش پائے گا کوئی نہ مڑا خشکی کا کیا
 اے ہفتہ دوست کس کا ہوا تو ہمیشہ دوست ہو اعتبار ہم کو تری دوستی کا کیا
 آئے ہے لب پہ حرف کئی جائے لگے دم احوال مجھ سے پہچھے ہے بیٹھائی کا کیا
 اس سوچ میں ہے یہ دل ٹیکس کو دیکھے ہو بعد مرگ حال مری ٹیکس کا کیا
 کہتا ہے مجھ سے پھر دل بیتاب چل وہیں کیا جانے دعا ہے اب اس مدعی کا کیا

یک میں نہیں ہے دیوہ بیا کوئی ظفر
 وحدت میں اس کی دھل ہے ورنہ دوستی کا کیا

دے دیا دل اور نہیں یہ یاد وہ کس کو دیا عشق کو کھو دے خدا اس نے جہاں سے کھو دیا
 تیر اس ماوک گلن نے جب لیا دس سے کمال رزم دل نے پارہ گر ما پار ہو کر رو دیا
 خواہ وہ داغ ہنوں ہے خواہ کوئی اشک خوں ہم نے سر آنکھوں پہ رکھا عشق تو نے جو دیا
 عرصہ یک دم پہ دیا میں ابھرت ہے شباب ہستی سوہوم نے کیا اس کو دم دیکھو دیا
 دیکھا رنگ محبت کیا دکھانا ہے بہار حسنہ دامن پر اشک خوں نے لالہ بو دیا
 میرے گریے نے نہ دھویا دل کا میرے یک داغ نور دل سے یاد کے حرف محبت دھو دیا

پا ہے دل دہری کرے پا ہے دل آزادی کرے
 اے ظفر اس دلہا کو ہم نے دل اب تو دیا

نیچے آنکھوں کے ترا جوڑا جو دھانی پھر گیا کشت سبز چرخ پہ گریہ سے پانی پھیر گیا
 دل نہ پہنتا چھ سے گر ہوتی تجھے الفت کی قدر اے شکر باعثِ مقرر دانی پھر گیا
 کیجئے کیا اعتبار اس کا جو اپنے قول سے دے کے چھلا قول کا ہم کو نکالی پھر گیا
 اس پہ بھی گردم نہ نظرے تو بتا پھر کہا کروں خلق پر خنجر تلک اے سخت جانی پھیر گیا
 حال دل اس سے جو کہتا ہوں تو کہتا ہے کہ چپ سر مرا بس سنتے سنتے یہ کہانی پھر گیا
 کتنے دور اس بزم رنگیں میں پھریں یاں لاکھ بار ساتیا جامِ شربِ ازغوانی پھر گیا
 جانبِ قبلہ جو پھر اکور میں عاشق کا من تیرے کوچ کی طرف اے یاد جانی پھر گیا
 نام دل کا قلب ہے اور کہتے ہیں پھرنے کو قلب دل کا کیا پھرنا جب آئی بدگمانی پھر گیا

خدا اسے دے کر بھی آیا تھا قاصد اے ظفر
 آفریں ہے لے کے مقامِ نوابی پھر گیا

بحر کوڑے میں کہلے ہم سٹ کر آ گیا
 تنگ تھا دست سے جس کے عرصہ مرض و سما
 شوق فطارہ اسے کہتے ہیں تیرے آتے ہی
 زلف کے حلقے میں رخ ہے یا بھل میں رات ہے
 تھا دل صد چاک میں شانہ کے تو ہر خاک تک
 کان میں اس کے گہر یا چشمِ غولبی کا آب
 کشتی دل غرقہ دلیائے وحدت جو ہوئی
 دامن صحرائے دل میں گرد باد مار سے
 عرف دل میں پر محیط غم سٹ کر آ گیا
 جی میں کیونکر اسے دل آدم سٹ کر آ گیا
 چشم میں سینہ سے میرا دم سٹ کر آ گیا
 سارا نور نیر اعظم سٹ کر آ گیا
 کیونکہ تار گیسوئے پر خم سٹ کر آ گیا
 ہے رنگ قطرہ شبنم سٹ کر آ گیا
 اک بھند میں سارا آب یم سٹ کر آ گیا
 اک غبار خاطر عالم سٹ کر آ گیا

اسے ظفر دارِ تاحت کا ہے مہمن اتنا وسیع
 جس کے اک کوئیں لک جم سٹ کر آ گیا

ہم نے شہیدِ قلم کو اپنے جب جواں کیا
 جوں شرارِ رنگ ہم کو عشق کی گری نے آہ
 دیکھ غافلِ صالحِ قدت کی تو صنعت گری
 بار عصیاں لے چلے دنیا اسے دکھ کے سر پہ ہم
 وصف کس کے عارضِ روشن کا نکلا جائے گا
 لی گئی ہیں خاک میں کیا جانے کیا صورتیں
 لک معنی کا قلمرو یک قلم میداں کیا
 دھند پیدا کیا پھر دھند پنہاں کیا
 ایک مشت خاک کو کیا صورتِ انساں کیا
 کیا کہیں اپنے سحر کا ہم نے کیا سالی کیا
 سخی اپنا چرخ نے جو شب کو یوں افشاں کیا
 چشم نقش پا کو چل کے حسن نے حیراں کیا

اپنی غفلت پر ظفر جائے تاسف ہے کر آہ
 ہم نے سب کچھ جان کر جو آپ کو ناداں کیا

نہیں کہتا ہے عقدہ اس کی زلفِ غیر و افشاں کا
 دیارِ ہند ہے یا کشورِ رنگ و فتن ہے یا
 کوئی دام بلا ہے یا ہے قلابِ کند دل
 یہ کاروں کا ہے یہ نامہ اعمال و پیوہ
 کوئی ہے لامِ تشلیق یا خطِ چلیپا ہے
 کوئی شرحِ مطول ہے کہ ہے وائیل کا سورہ
 پر زائغ میر ہے یا وبالِ جانِ عاشق ہے
 یہ موجِ بحرِ زہمت ہے کہ مارِ تنجِ غولبی ہے
 کہ ہے یہ شاخِ منیل یا ہفتہ مہمن بستاں کا
 کوئی آفتل پرستوں میں ہے یا حافظ ہے قرآن کا
 کوئی ہے حلقہ زنجیرِ مایِ قفلِ زنداں کا
 کہ ہے یہ طالعِ واژوں کسی مجھ سے پریشاں کا
 کوئی شاخِ شکت یا جن ہے عشقِ چچاں کا
 کوئی یا مصرعِ دلکش ہے آشفتہ کے دیوں کا
 کوئی ہے سلسلہ یا خاندانِ عشقِ غولباں کا
 کوئی یا تانیانہ ہے مسندِ نازِ جلاں کا

شب تیرہ ہے یہ یا اسے ظفرِ شامِ غرباں ہے
 گھٹا ہے یا دھواں یا شعلہ ہے خیمِ شہستان کا

کرے ہے ذکر اس کے روبرو بلبل ارگ گل کا تو وہ نہ پھیر کر سنتا ہے پھر قصہ اگر گل کا
 لگائی کچھ بلبل سوزن منقاد سے ناکے خدا ہے کیا ہے کس نے سو نگرے جگر گل کا
 عدم کو گلشن ہستی سے چٹے چٹے جائے گا کہ جوش خندہ گل ہی ہے اسباب سفر گل کا
 ہزاروں کھا کے گل ہم نے ہٹا ہاتھ گلہ دست ہمارے دست گل پر عجب عالم ہے ہر گل کا
 ترے دست حنائی سے جو کی تھی روکٹی اس نے دھرا انگڑی اس خاطر سے دست شاخ پر گل کا
 فلفلی عاشق کی سننا حق میں ہے معشوق کے بہتر دماغ اب مادہ بلبل سے ہو کیونکر نہ تر گل کا

ظفر باد مہا بھی ایک بادی چور ہے دیکھا
 اڑا کر لے گئی کیا چمن سے صبح زر گل کا

جب ترے ہمار کی گردن کا منکا ڈھل گیا ہم دوس کی آنکھ میں نقش کفن کا ڈھل گیا
 جان شیریں دیتے ہیں لاکھوں مثال کو بکریں گرچہ جوین اس بت شیریں دہن کا ڈھل گیا
 شام بھی پکڑی تو پھر کیونکر کئے گی غم کی رات دن تو یہ ہر طرح سے رنج و سخن کا ڈھل گیا
 طبع کا کیا منہ ہے جو اس قد سے ہمسر ہو سکے صاف سانچے میں بدن اس سیسے کا ڈھل گیا
 جائے گھسیں ہے سراپا اس غزل میں اے ظفر وہ وا کیا خوب مضمون ہے سخن کا ڈھل گیا

خدا رخ پہ تیرے آئے نظر گھبہن لگا ہو کیوں نہ شود دن دیے مہ کو گھن لگا
 گلشن میں اس کے جلوہ کامت کے سامنے مانند بید کا پتے سرو چمن لگا
 کروٹ بول کے سونے سے کیا خاک ہے مڑا سینے سے سینہ اور بدن سے بدن لگا
 گرنے سے ظلم گیا یہ لٹک میری آہ سے دیکھو تو کیا ستوں سے سقف کہن لگا
 پھولا ہر گ گل نہ سلا میں آپ میں آ کر مرے گلے جو وہ گل پھر بن لگا
 کیوں کر نہ اپنا زور بھی ہو کر اب ترا قسمت سے ہاتھ پور سیب در قن لگا

طرز سخن کا اپنے ظفر بادشاہ ہے
 اس کے سخن سے یوں نہ کسی کا سخن لگا

ہے پیسے میں کہاں وہ خال لب ڈوبا ہوا
 آئینہ کیا دیکھ تجھ کو آبِ غلت میں ہے غرق
 گردش چشمِ بیاں سے کیا ہو دل کو مٹھکی
 دل سے کب بھولے ہے میرے تیرے زلف و رخ کی تاب
 بچہ خورشید ہے یارو شفقِ آلود آج!
 خار سا کھٹکے ہے دل میں اس کے مڑگاں کا خیال

نیلوفر کا پھول ہے پانی میں سب ڈوبا ہوا
 اپنی نظروں میں تو ہے لکھ طلب ڈوبا ہوا
 حلقہ گرداب سے نظر ہے کب ڈوبا ہوا
 دھیان میں رہتا ہوں ان کے روز و شب ڈوبا ہوا
 دستِ قاتل یہ نہیں ہے خون میں اب ڈوبا ہوا
 ہے دگ جاں میں یہ نشتر کیا غضب ڈوبا ہوا

جب نہ دل سے کہا یک بار گی یا بو تراب
 بحرِ عسلی سے ظفر کھٹے ہے تب ڈوبا ہوا

کیا کہوں کیونکہ ترے کوچے میں ہو کر آیا
 اس مہبازی کبھی چوسر کی جو کھیل کوئی
 آیا مڑگاں میرے جیب پہ سو بار سرشک
 جس سے تو نے بت خونخوار لڑائیں آنکھیں
 پوچھ خاموشی کو مت میری تو اے غنچہ دہن
 دیدہ تر کا مرے نام نہ لے تو لے دل

تجھ کو پایا جو نہیں خوب میں رو کر آیا
 باپ زندگی اپنی بھی کھو کر آیا
 پر غبار اس کے نہ دل سے کبھی یہ دھو کر آیا
 تیغ مڑگاں سے لے اپنے تو رو کر آیا
 دل مرا جانتا ہے مجھ سے جو تو کر آیا
 کام کو اپنے تو ہے آپ ڈبو کر آیا

پیرہن سے ترے بو آتی ہے خوشبو کی ظفر
 ساتھ تو کون سے نگہ کے ہے سو کر آیا

تو آ اس دم کہ ہے وقت سحر اے نگبدنِ شہدا
 خدا جانے سحر کس کی گلی سے یہ ہوا آئی!
 برنگِ کارِ پنجِ بستِ آہِ مرد سے میرے
 جو وہ خورشید رو بھی محفلِ آرا رات کو ہوگا
 سحر گرِ بام پر دیکھے اکڑا میرے مد رو کا
 حرارت اس قدر سوزِ محبت کی ہے سینے میں
 تو مت مڑ سو اب مجھ کو لگے اپنے سینے سے
 مریضِ عشق کی تیرے بیاں کیا کیجئے حالت
 ہوا کیوں ایک شب کے واسطے پر واز نہ سے سرکش
 مرا دل تشنہ ہے زلفِ عرقِ آلودہ سے کہہ دو
 برنگِ خیمِ فہس فہس کر وہ آتشِ خو جلاتا ہے
 سدا دل شعلہ افروز آتشِ جہنم سے رہتا ہے
 چلے ہیں رات کو چوری سے ہم اس ماہ کے گھر میں

زمین ٹھنڈی ہوا ٹھنڈی مکان ٹھنڈا چمن ٹھنڈا
 حبابِ آما جو میرا ہو گیا ہے پیرہن ٹھنڈا
 ہوا شب کو مد کال سر چرخ کہن ٹھنڈا
 تو پھر ہو جائے گا بازارِ خیمِ اچمن ٹھنڈا
 وہیں ہو چرخ کج رفتار کا پھر بانگین ٹھنڈا
 نہ ہو گا بعدِ مردن بھی بدنِ زیرِ کفن ٹھنڈا
 کہ میرا سینہ سوزاں ہو اے غنچہ دہن ٹھنڈا
 کہ بس پتھر اٹکیں آنکھیں ہوا یکسر بدن ٹھنڈا
 سحر ہو جائے گا اے شعلہ خیمِ گلن ٹھنڈا
 پلہ دے اس کو پانی تو سر چاہ دہن ٹھنڈا
 شتاب لے دیدہ پر آب کہ میرا بدن ٹھنڈا
 نہیں ہوت ہے یہ گلن کبھی لے جان من ٹھنڈا
 چرخِ ماہ کو کر دے تو اے چرخ کہن ٹھنڈا

ظفر کھٹیں غزل وہ نور تبدیلِ قویلی میں
 کرتا ہو جائے اب بازارِ ابوابِ سخن ٹھنڈا

ہماری آہ سیکب داغ سینے کا ہوا ٹھنڈا
 عرق آلودہ میرے برے شب لپٹا جو رشک مد
 بیوں کیونکر نہ آنسو دل میں گری سے محبت کی
 تپ ہجراں سے آتش چمک رہی ہے میرے سینے میں
 رہے تر کیوں نہ اٹھکوں سے ہماری یک قلم مڑگاں
 ہمیشہ عشق میں لالہ رفاں کے داغ کھانا ہوں
 چراغ گل نہیں ہوتا جا سے بھی دلا ٹھنڈا
 داغ سینہ جو تھا سوزاں وہ نکسر ہو گیا ٹھنڈا
 کہ پانی موسم گرما میں دیتا ہے مزا ٹھنڈا
 گلے سے تو جو لگ چاوے تو دل ہو مد لقا ٹھنڈا
 کہ خس خانہ رہے ہے آپ سے اے دلہا ٹھنڈا
 ہزار افسوس دنیا میں نہ دل میرا رہا ٹھنڈا

بدل کر کافی لکھ تو ظفر اک گرم وہ مطلع
 کہ جس کے روبرو اب شعر ہووے نور کا ٹھنڈا

نہ کیوں کر چشم کو میرے کرے اب اشک تر ٹھنڈا
 عبا شبنم کو رونے دے نیاہ دیر اب مت کر
 جو اس کے ہجر میں گزری ہے حالت کیا کیوں یادو
 اگر اے رشک مد تو خانہ دل میں رہے آ کر
 ہمارے اشک کے قطرہ میں ہر دم انسا سردی ہے
 گرے جو اشک مڑگاں سے مرے تن سے لگے تو
 کہ وہ آ کر رہے گا چاہیے ہے خوب گھر ٹھنڈا
 جنازہ لے لی چل لیلی کا ہے وقت سحر ٹھنڈا
 غشی سے یہ پرا رہتا ہے دل دور و پہر ٹھنڈا
 فقط سینہ ہو کیا ٹھنڈا کہ ہو جائے جگر ٹھنڈا
 کہ جیسے برف کا ہوتا ہے کوزہ سرسیر ٹھنڈا
 کہ خس کا غطر ہوتا ہے سنا رشک قمر ٹھنڈا

ظفر کس شعلہ رو نے تیرے نامہ کے کیے پرزے
 چلا آتا ہے دم بھرتا ہوا جامہ بر ٹھنڈا

مکان دل جو مرا عمدہ تر بنایا تھا
 کل اس نے کی جو علم دل پہ میرے تپ کا
 رہا جو عشق میں لب شک چشم تر میرے
 کہے تھی شب نہ گل گیر خیم رو رو کر
 مجھے تو یوں نہ دے تا ہو تلخ کای دور
 اسی نے مجھ کو بنایا برنگ سو لاغر
 عدا نے آپ سے وہ اپنا گھر بنایا تھا
 تو میں نے داغ جگر کو پہر بنایا تھا
 عدا نے مجھ کو ہمد بحر و بر بنایا تھا
 وبال سر پہ مرے تاج زر بنایا تھا
 اسی لیے تو تجھے لب شکر بنایا تھا
 کہ جس نے تجھ کو میاں سو کر بنایا تھا

بدل کے تازی لکھ ہو بھی غزل کوئی
 قلم اسی لیے تو نے ظفر بنایا تھا

خدا نے جبکہ جمال میں بنایا تھا مڑہ کو حیر بھوسوں کو کہاں بنایا تھا
 بیسے ہے دیکھ کے محفل میں وہ بت پیورہ اُن کیوں مجھے گریہ کہاں بنایا تھا
 نہ کچھ روزن سینہ کو بند اے جراح دھیرے گھر کا اے تابداں بنایا تھا
 گیا تھا سر کو گھٹن میں کون سا گل رو صبا نے غنچہ گل عطر داں بنایا تھا
 رہا نہ آ کے وہ ایوان چشم میں میری مڑہ سے میں نے عبث و سائبان بنایا تھا
 مثال نقش قدم بیٹے کر انھوں کیوں کر دل سے حق نے مجھے ماتواں بنایا تھا
 لی نہ بحر میں ہستی کے ایک دم فرصت حباب وار عبث یہ سکاں بنایا تھا

غزل اک نور توہنی بول کے پڑھئے ظفر
 اسی لیے تو تمہیں خوش نیاں بنایا تھا

خدا نے جبکہ تجھے مہ جہیں بنایا تھا تو خطا سے رخ مہ ہالہ نہیں بنایا تھا
 دو چار کیا ترے تھمکس و سے شب ہوئی پروں لکک نے ان کا انھیں خوش ہیں بنایا تھا
 جلیلا آتقی جہاں سے کیوں مجھے یا رب اگرچہ خلع شہتیاں نہیں بنایا تھا
 بہار تو نے نہ دیکھی کہ ہم نے اہلکوں سے مڑہ کو شاخ گل و یاسیں بنایا تھا
 رنگ غنچہ رہوں سر بجیب میں کب تک اُن کیوں مجھے اندوہ سکیں بنایا تھا

ظفر نہ کیونکہ ہو دل سے لہام قصب الدین
 ازل سے معتقد ظفر دیں بنایا تھا

رہ اں زلف کا تھا شب جو فتن سے لپٹا ہر یلچے ہی میرے سانپ دہن سے لپٹا
 یاد کر اس قدموزوں کو چمن میں ساتی کثرت شر سے میں سرو چمن سے لپٹا
 لب پاں خوردہ میں اس کے نہیں یہ رنگ مسی ہے دھواں آتقی یا قوت یمن سے لپٹا
 خلع ساں عشق میں اس بت کے ہر اک تار سرشک شل زار رہا تیرے بدن سے لپٹا
 بے کلی دل کو ہوئی اور بھی کھلچے ہی آکھ تیرے دل سوخت کو پیرہن خاک ہوا
 بے سبب رنگ لکک کا نہیں کالا دیکھو

بے کئی دل کو ہوئی اور بھی کھلتے ہی آکھ
تیرے دل سوخت کو پیرہن خاک سوا
بے سبب رنگ نلک کا نہیں کالا دیکھو
رنگ ہے رنگ حنا کو ترے پاؤں سے یار
حلقہ پھڑی کا ترے ہاتھ میں ہے جہ نہیں
سب پہ روشن ہے کہ عاشق دسوز اس کا

شب جو میں خواب میں اس رشتہ کہن سے لپٹا
نہ تو لپٹا تھا کہن ' نے وہ کہن سے لپٹا
ہے مراد دل اس سق کھیں سے لپٹا
جا کے لپٹا ہے تو چوری ہی کے فن سے لپٹا
ساپ رہتا ہے سدا شاخِ سخن سے لپٹا
کیوں نہ پروانہ ' رہے خلع لگن سے لپٹا

دیکھ روئے جو مجھے آیا ظفرِ جم اسے
تس کے وہ میرے گلے زور بھین سے لپٹا

اشک کو تک دیکھ اے دیو تر چپنا
دست مڑگاں پر نہ دکھ اے چشم ہیں لخت جگر
آہ ہوئی ہے لگن آخر و بال سد یہاں
گردش چشم اپنی مت دکھلا کہن میں مہدم

جو ہری بازار میں مت تو یہ گوہر چپنا
ہیں گے گل لالہ کے یہ ان کے چھڑک کر چپنا
عشق پروانہ سے نیکھے خلع سے سر چپنا
بھول جائے گی یہ زرخس ساغر زر چپنا

عشق کے بازار میں کہتا ہوں تجھ کو اے ظفر
ھیچے دل کو مے الفت سے بھر کر چپنا

لگے ہے سیرکشن میں دل اے غنچہ دہن کس کا
مری وحشت سے ہمسر ہو سکے دیوانہ پن کس کا
سر لپا آئل الفت سے مثل خلع جلتا ہوں
خطا ہے مگر نہ اس کو ہاتھ ملک نعتن کہیے
تصور میں بیٹ جس کے اپنے دم سے لڑتا ہوں
زمین سے نا لک بربا جو اک طوفان آئل ہے
مسافر خانہ دنیا میں جو آیا ' ہوا رہی ا
عزیزو جان شیریں دی ہے کس نے عشق شیریں میں
مہ نو غرق ہے خون شفتی میں دیکھ ثلث سے

ترے فرقت کے مارے کو روشن کس کی کہن کس کا
برنگ گل ہے سینہ چاک مثل پیرہن کس کا
نہیں پروایہ عاشق کو کہ جلتا ہے بدن کس کا
عدا جانے نظر میں کتب رہا ہے بانگین کس کا
شرر انگیز ہے تاکہ جرم سو نعتن کس کا
یہ منزل آمد و شد کی ہے اس میں ہے وین کس کا
نہان تھیہ پر مذکور ہو جز کوہ کن کس کا
لب رخم جگر ہنستا ہے اب زیر کہن کس کا

ظفر اس کے لب رنگین سے ہم تو کام رکھتے ہیں
کہن کا لعل دانی ہے یا قوت یمن کس کا

بیاں کیجئے اگر احوال اپنی شام غربت کا
 نہیں چھٹتا ہے داغِ معصیت شکِ عداوت سے
 برگِ شاخِ گل اب بار سے پھول کے پچھے ہے
 نہیں کچھ مرقہِ عاشق پہ حاجتِ خج گریاں کی
 مرقع کو جہاں کے خوب میں نے غور سے دیکھا
 دکھاؤ تم ہر وہ کہ نامِ سرخرو ہو ویں
 گریباں ٹا بڑا ماں چاک ہو صبحِ قیامت کا
 برائے شستِ مشو ہوں خطرِ بارانِ رحمت کا
 کروں عالمِ بیان میں اس کمر کی کیا نزاکت کا
 چراغِ چشم آہو ہے دیا مجھوں کی تربت کا
 نظر آیا کوئی نقش نہ ہرگز تیری صورت کا
 دل اپنا ہے سدا مشتاقِ محرابِ عبادت کا

ظفر تھپیہ دوں کیونکر اسے سرو گلستان سے
 کہ اس کا جلوہ قامت نمونہ ہے قیامت کا

سائی نے جو ساغر مجھے دکلا کے پلایا
 کچھ پوچھو نہ بات اس بتِ ہیرم کی مجھ سے
 میں صدقے اس انداز کے کل بزم میں اس نے
 بر ترس یہاں تک ہے وہ خوشگوار کہ جس نے
 میں کیوں نہ بیوں خونِ دل اپنا کہ کسی نے
 گھر اس کے گیا آج جو میں چارہ کا مارا
 خونِ لالہ صفت جام میں لالا کے پلایا
 شربتِ بھی دمِ نزع نہ تک آ کے پلایا
 جام سے کگلول مجھے ڈھلکا کے پلایا
 آبِ دمِ شمشیر بھی ترا کے پلایا
 پھر ساغر سے ور کو واں جا کے پلایا
 اپنی بھی نہ اک دم مجھے بھٹکا کے پلایا

دل کیوں نہ کہابِ آفتلِ حسرت سے ظفر ہو
 کل ساغر سے نور کو بلوا کے پلایا

جس کا دل شیفتہ زلفِ گرہ گیر ہوا
 اس کمالِ وار کے ہاتھوں نہ کیوں ہوں قرباں
 جلوہ فرمانہ ہوا بامِ پہ وہ رشکِ قمر
 اس قدر بحرِ جہاں میں نہ ابھرا تھا حباب
 تکمہ لعل یہ اسے شوخ نہیں زہبِ گلو
 چلیں ہرونے ترے قل کیا ایک جہاں
 اٹھ گیا منہ سے نقاب آج یہ کس کے کہ صبا
 وہ گرفتار بلا پائے بہ زنجیر ہوا
 جو گا تیر جگر میں سو وہ تصور ہوا
 کیا اثرِ خاکِ ترالِ مالہ شبِ گیر ہوا
 دم میں برباد ترا نقشِ تعمیر ہوا
 کسی بے جرم کا خون تیرے گلو گیر ہوا
 آج ظاہر یہ ترا جوہرِ تعمیر ہوا
 اتنا رنگِ رخ گلِ باغ میں تعمیر ہوا

کیسا ڈھونڈتے پھرتے ہیں ظفرِ لعلِ ہوس
 دل گداز اپنا کیا جس نے وہ اکسیر ہوا

رخم چھٹا ہے فہس فہس کر دل بے تاب کا
 زلف تیری سر بسر ہے سوہا دیائے صن
 تو نے مہتابی پہ چھکایا جو اپنے صن کو
 شاخ ہے لیکن نہیں گل اس میں ساقی جلوہ گر
 تیرے شعر تر میں ہے وہ آبداری اے ظفر
 رخ تاباں جو تہ زلف گرہ گیر رہا
 حلقہ زلف بہم دیکھ کے اس ہر و سے
 ہو چکی فصل بہار اور ترا دیوانہ
 ماوک اندازی مڑگاں کو تری دیکھ کے آج
 خاک پایا ر کی میری ہے مہوی اکسیر
 کام مسجد سے رہا اور نہ غرض کعبہ سے
 کوہہ یار میں ہنگام شہادت طبعی
 دل تو کیا چیز ہے تیرا کہ اثر اس میں نہ ہو
 کس نے یہ مریم لگایا اس پہ ہے حیراب کا
 کان میں ہلا نہیں حلقہ ہے یہ گرداب کا
 رنگ پھیکا آسمان پر ہو گیا مہتاب کا
 گر نہ ہووے ہاتھ میں ساغر شراب تاب کا
 اس سے روکش ہو سکے کیا منہ در خوش آب کا
 کفر و اسلام شب و روز بغل گیر رہا
 سوچ دلی سے بھنور روز گلو گیر رہا
 حیف صد حیف کہ وابستہ زنجیر رہا
 دل کی چھائی پہ ہے ظالم ہدف تیر رہا
 تو سرا سمیہ عیث درپے اکسیر رہا
 جب تلک مجھ کو خیال ہے بچ رہا
 دم سے ہدم مرے دم معصوم رہا
 تلک مالہ مرا صاحب تاثیر رہا

رخم ہند تجھے کیوں نہ کہے اک عالم
 اے ظفر تیرا سخن سب میں جہانگیر رہا

سوئے مڑگاں اشک میں کیا چشم تر پیدا ہوا
 پھونک دواں گا دامن چرخ کہن کو میں بھی
 دور دامن کیوں دکھایا تو نے اے رشک پری
 یاں تلک روئے جدائی میں ترے دن رات ہم
 بے قراری سے مری کس نے کیا واقف اے
 طبع محفل نے کہا وہ کہ شب گل گیر سے
 بال یہ درد نہیں میں سر بسر پیدا ہوا
 مالہ سوزاں میرے دل سے اگر پیدا ہوا
 پھر نئے سر سے مجھے دوران سر پیدا ہوا
 اشک کی جا چشم سے لخت جگر پیدا ہوا
 کوئی تو غمناز اے یارو مگر پیدا ہوا
 کیا وبال سر مرا یہ تاب زر پیدا ہوا

جان شیریں اپنی دے کر کو کہی جانا رہا
 جبکہ تلک عشق میں تو اے ظفر پیدا ہوا

وہ لعل لب ی نہ برگ گلاب سا چکا
 کہیں تو ذرے میں وہ آفتاب سا چکا
 تلک کے منہ گلیں شب ہوائیاں اڑنے
 نکل کے زلف سے جا اس کے طاق درو پر
 بوز گریہ سے ہر سوچ آتھیں پر آہ
 خرام دیکھ کے شہرگ باز کا تیرے
 صنم خدا کی قسم قنقہ جیس تیرا
 ہزاروں روپ دکھتا ہ ظفرہ سہاب
 ظفر کلام میں تیرے عجب مغال ہے
 کہ اس کا رخ بھی آفتاب سا چکا
 کسی کے عینہ دل میں شراب سا چکا
 مرا جو مالہ پہ تیر شہاب سا چکا
 یہ دل بھی شیشہ صہبائے تاب سا چکا
 ہلال چرخ پہ بن کر رکاب سا چکا
 ہلال چرخ پہ بن کر رکاب سا چکا
 نظر میں خلق کی لوح کتاب سا چکا
 دلے نہ اس دل پر اضطراب سا چکا
 کہ ہر سخن ترا در خوش آب سا چکا

تم کمر بند اب نہ ہلائے کمر باندھو کرا پر سچے ہیں تلخ رکھ بند سپر باندھو کرا
 میں گلیں کلیں نکلنے فصل کل آتی ہے آہ دیکھ صیار و نہ تم بلبل کا پر باندھو کرا
 جائیں گے مریم نہ جڑا جو تم اب مریم لگاؤ اس مرے زخم جگر کو کھول کر باندھو کرا

ہاتھ آئے ہیں صواب تو تمہارے آج سب
 پشت پر دست ان کا اب تم اے ظفر باندھو کرا

بہار گریے سے میرے اس قدر سیلاب پانی کا نظر آنے لگا جو بلبل بہاب پانی کا
 ترے کیا بھر میں روئے کرم اب آپ حیراں ہیں یہ وہ آئیں یا بے ہے یا گرداب پانی کا
 عجب کیا ہے جو اپنا پارہ دل چشم میں ٹھہرے جو سچ ہے عاشق ہووے ہے سرفاب پانی کا
 تمہارے آب صخر نیکیا سیراب اب بارے نہایت تشہ تھا مرغ دل بہاب پانی کا
 فراق یار میں کہنے سیل اشک کی دولت گیا ہے چشم بن یہ دیدہ بے خواب پانی کا

ظفر یہ دیدہ پر آب اپنا گونے جاناں میں
 رہا یوں جس طرحے باغ میں غالب پانی کا

اشک غوٹیں سے مرت جبکہ بہت سر کھینچا دیدہ ترن اسے وار سڑہ چ کھینچا
 گھر پہ مانند کھال وہ بہت بد کیش پھرا پر مرے دل کی کشش نے اسے اکثر کھینچا
 نقش ہے سوتوں کے بار کا سینے پہ تمام رات تھا کس نے بغل میں تجھے لہر کھینچا
 دو برو کس قدر ازک کے چمن میں لگی تو نے نیمازہ جو شاخ گل اہر کھینچا

باغ دنیا میں ظفر بن کے فغاں کو میری
 والد مرغان چمن نے نہ براہ کھینچا

ظاہر دل کو اسیر اے بت خود کام بنا خال کو دانہ بنا زلف کو دام بنھا
منتظر جلوہ دیدار کے ہم ہیں تیرے اپنا بیٹھک تو کوئی یار لبر بام بنا
شب رہا تھا کہیں ہے چشم جو محو تری باتیں جھوٹی نہ بس اب ہم سے گل اداں بنا
تیرہ بختوں کا بڑے دیکھ بگڑ جائے گا کھیل دیکھ چہرے پہ نہ تو زلف سیر قام بنا

اے ظفر فخر دو عالم کے تصدق سے ترا
حب دل خواہ زمانے میں رہے کام بنا

جبکہ باتوں میں وہ مجھ سے بت مفروز کھلا میرا دل ایسا کھلا جوں در معسور کھلا
حق کے کہنے سے سردار جو کھینچا تم کو ا عشق کا حید کہیں حضرت منصور کھلا
لام ماسور کا ہم جانتے ہرگز بھی نہ تھے گرمہ چشم سے بس پردہ ماسور کھلا
بارغ میں غنچہ نکل جیسے کوئی کھلا ہے اس روش سے لب زخم دل بخور کھلا
یور جب اس سے طلب میں نے کیا یوں بولا کل کی باتوں پہ تو پھر آج بدستور کھلا
ای باعث سے نہ آیا تھا میں تیرے گھر میں ہائے آنے کا مرے باتوں میں مذکور کھلا

فضل پرداں سے بس اب دیکھ ظفر تیرے لیے
ایک دو روز میں گنج زر تیمور کھلا ا

دلا اس زلف کے کوچے میں گر جلا بھی ہووے گا بہت مت چھیڑنا شب و اس سے پھر آنا بھی ہووے گا
دل پر غلوں سے کیونکر چشم میں ہم خون نہ بھراویں جو شیش ہوگا مے ہوگی تو پیا نہ بھی ہووے گا
تڑپتا ہوں پڑا میں بستر غم پر یہ کہہ کہہ کر غذا ودا کہی اس کا یہاں آنا بھی ہووے گا
جولائے تھے انہیں مجھ پاس وہ اٹھے تو یوں بولے ابھی جاؤ نہ گھر تک مجھ کو پہنچانا بھی ہووے گا

ظفر اس سے جدا ہو یہ نہیں ہے ممکن اے یارو
جہاں ہوگا وہ خیم بزم پروانہ بھی ہووے گا

جنہوں نے جبکہ دکھلایا ہمیں عالم بیاباں کا تو پھر اپنی نظر سے گر گیا جلوہ خیاباں کا
 ہنوں صد آفریں کیا ہی اڑائیں دھجیاں تو نے رہا پر زلہ دامن کا نہ اک نکلا گریباں کا
 نہ زلف مہر ہے جو تاب اس رونے روشن کی ! کب ایسا رات کو ہوتا ہے جلوہ مل تاباں کا
 نہ آویں کیونہ نہ گردش میں لٹک پر آفتاب و مد اگرچہ پھر کر باندھے وہ اک پیچہ سریاں کا
 شب و بھور میں اک سانپ سا چھلتی پہ لوٹے ہے ہوا ہوں جب سے میں آشفہ یارو زلف خوبان کا

دکھا دلوے اگر تو اپنے انوار مضا میں کو
 نظر کیونکر نہ بازار سخن ہو سرفاباں کا

بھین دکھائے جو تو اپنی یار سرتاپا بلائیں کیونکہ نہ لوں لاکھ یار سرتاپا
 تو آکے میر کر اے گلبدن کہ داغوں سے بنا ہے جسم مرا لالہ زار سرتاپا
 مڑہ کہاں ہے میری خوشچکاں کہ پھولا ہے نئی روش سے یہ نخل چنار سرتاپا
 پڑے گی جس پہ نہ ملے گا وہ کبھی پانی غضب ہے تیغ نگہ آب دار سرتاپا
 ترے غم فراق میں اے شعلہ دھوپ غم سے بیش جہا ہوں میں خلع وار سرتاپا
 ملے ہے صاف ظہر وہ ہم سے آئینہ رکھے ہے جی میں پر اپنے غبار سرتاپا

ظفر ہنوں نے مرے جوش عشق میں یکدست
 تباہے تن کو کیا نار نار سرتاپا

کرے وہ تیج لے کر ہاتھ کو اپنے آگر اونچا یقین ہے ہو سکے اس دم نہ رتم کا بھی سر اونچا
 داغ اس ماہر و کا ہے چو اب عرشِ معلیٰ پر ٹٹیا چاہتا ہے کاخِ گردوں سے بھی گھر اونچا
 گرا جو آشنا اس میں نہ نکلا وہ قیامت تک کنارہِ عشق کے دریا کا ہے یہ کس قدر اونچا
 بل گروں میں یارو دیکھنا کیا زور بازو ہے اٹھایا ہائیسر سے اب جو ہے مائل قمر اونچا

بھرے کیونکر نہ حاتمِ راحلوت سے تری اب دم
 کہ ہے جو مہر دستِ زر فشاں تیرا ظفر اونچا

اشکِ آکر یہ نہیں دیدہ تر سے پلٹا مرو ماں کو وک اتر ہے جو درد سے پلٹا
 گرد میں اس کے پھرا اور اس پھرے میرے دن رشکِ خوشید مرا جبکہ سفر سے پلٹا
 تھی یہ نا تھیر میرے مطلع پر گفتہ کی رات وہ ماہ جو آکر مرے گھر سے پلٹا
 فوجِ حسرت نے یورش کی تھی دل زار پہ ہائے پھر گری جان پہ آکھا کے اھر سے پلٹا

دم گیا و وہیں ظفر اپنا الٹ رات کو آہ
 جوئی وہ آکے ذرا میری نظر سے پلٹا

جس طرف آہ کا شعلہ مرا جھکتا ہوگا ہے یقین خانہِ مردم وہیں پھکتا ہوگا
 قیمتِ دل میری بازیِ محبت میں نہ پوچھ یہ وہ سودا ہے کہ ہرگز نہیں پھکتا ہوگا
 خال کا جل کا جو ہے سر پہ ترے اس کے سوا تیرہ بچوں کو پسند اور نہ نکلتا ہوگا
 کیوں نہ گمراہی کے مانند رہے گا لاں جس کا دل ضربِ غمِ عشق سے پھکتا ہوگا

دل دھکا جسے سینے سے لگا اس کا
 اس کا دم کیوں نہ ظفر سینے میں رکھا ہوگا

میں ہوں وہ سوختہ جاں ن بیتِ گمراہوں جس کا پیچھے ہے دھواں چرخِ تلکِ آہوں کا
 خاک ہو کر بھی بگولے کی طرح ہمیں نہیں حالِ دہر ہے یہ کچھ تیرے ہوا خواہوں کا
 جِ اکبر ہو جسے کعبہِ دل سے حاصل ہو خیال اس کو بھلا کس لیے درگاہوں کا
 جائے گا جبکہ نہ خاک ترا سوختہ جاں گرم ہو جائے گا وہیں سب جاہوں کا

اے ظفرِ دل سے ہوں میں خاکِ درخیزِ الدین
 صحنہ میں گداؤں کا ہوں نے شاہوں کا

دست صیاد سے ہے کیا پر بلبل ٹوٹا زیر ہر شاخ ہی آتا ہے نظر گل ٹوٹا
 زلف میں پھوں پرد کر جو دکھائے اس نے رشک سے ووہیں جہن میں گل سنبھل ٹوٹا
 زبد گر سز کار بکف آتا ہے نظر رص کے ہاتھ سے ہے پائے توکل ٹوٹا
 آکے در پر سے مرے پھر گیا وہ غیر کے گھر حمد و بیاں تھا جو مجھ سے وہ بالکل ٹوٹا
 قلم چشم سے اشک ہے جاتے ہیں دل کے لکھوں سے بندھا تھا جو یہاں ہل ٹوٹا
 آج دل محسب شہر کا میخانے میں سنتے ہی دور سے آوازہ نکلتا ٹوٹا

صدمہ پہنچا وہ ظفر دل پہ نشے میں اپنے
 دست ساقی سے جوئی جام پر در دل ٹوٹا

زلف کا کب سے پڑا رخ پر سرا سر بیچ آ کھائے ہے ماریر گلشن میں گل پر بیچ آ
 ڈر ہے کس کا کہ جو چھپ چھپ کے اڑتا ہے چنگ کیوں لڑتا نہیں لوگوں میں تو دہر بیچ آ
 جو کوئی بھولا ہے باتوں پہ تری اونٹن کھائے ہیں عشق میں اس نے ترے اکثر بیچ آ
 چاند برہ گھر آیا نہیں سوچا مجھ کو ا جب پڑا ایوی رومال کا وہ سر پر بیچ آ
 نکل آتا ہے ابھی ظلمت شب سے خورشید زلف کا رخ سے ذرا اپنے اٹھا کر بیچ آ
 ہوتا گر خواہش دنیا میں نہ غلطاں چچاں تو نہ دیتا کبھی دارا کو سکندر بیچ آ

بیچ ہے منی نہ دل میں تیرے وہ ظفر
 جس کے لب فکر میں کھاتے ہیں سنور بیچ آ

ہوا نصیب میں کو وصل یار کا ہوا ولے محال ہے یوں و کنار کا ہوا
 کیا تو ضبط فقاں رات ہم نصیب لیکن عجب ہے دل پہ میرے اختیار کا ہوا
 ہوائے ظلمت گیسو تری صریحا ہے یہ گل ہمارے چراغ مزار کا ہوا
 ہمارے مرگ قہر کی یہ نقالی ہے برنگ آئند یہ ہتھار کا ہوا
 کسی کو بہر عیادت بلایا چاہے ہیں ا نہیں ہے خالی از علت بخار کا ہوا

بغیر وصل کل لہام اے ظفر مجھ کو
 غزاں ہے آنکھوں میں میری بہار کا ہوا

شہور کیوں نہ دکھائے چراغ سے دلیا کہ خالی اب نہیں الفت کے داغ سے دلیا
 اٹھا جہن سے نہ باز غزاں جنازہ گل ہے گا دیدہ مرغان باغ اس دلیا
 ہوا ہے شیخ جی کو تو بے طرح سے زکام بہا کرے سے تنہا دماغ سے دلیا
 ہے جو خلع صفت میرے داغ دل سے شریک کہا کہ لہ سے ہے کیوں دل کے داغ کے دلیا
 پڑے یہ چہلے میں رہا ترا کہ تو نے آج رواں کیا ہے یہ گویا اجاغ سے دلیا

برنگ ساقی بدست ہے نظر میں مری
 ظفر حساب کے ہر ایک داغ سے دلیا

کب اشک سر نہ رخ مازنین سے چہ یہ بھنورا آ کے گل یاسین سے چہ
 اٹھا کے ہے مجھے کون اس کوچہ سے مثال نقش قدم میں زمین سے چہ
 پڑا جو سایہ زلف اس کے ہاتھ پر تو کہا کہاں سے سانپ میری آستین سے چہ
 مثال غنچہ بھگتہ اس نے ہنس کے کہا دیا ہے آپ کو میں فخر دین سے چہ

ظفر نے دل سے پوچھا کیوں تودیا ہے
 مگر تو ہے کسی پر نشین سے چہ

اُس گیا کاکل کا تیری جس کالا ہووے گا اس کو چھوڑا ہی نہ ہوگا مار ڈالا ہووے گا
 ذکر اس دست حلتی کا نہ لاؤ و مہدم ورنہ جاری خون کا چشموں سے مالا ہووے گا
 ریش پنجابی پہ ہوگا جبکہ میرا دل سوار ساتھ اس کے دروغم کا اک رسالا ہووے گا
 عقل چکر میں جو آئی حلقہ گرداب کی کان میں اس بچہ خوبی کے ہالا ہووے گا
 حلقہ زلف اس کے رخ پر جس طرح سے ہے پڑا گردہ شب کو اسی صورت سے ہالا ہووے گا
 خار صحرا کے جنوں کی پوچھتے ہو کیا خراش جانتا اس کے مزے پاؤں کا پھیلا ہووے گا

فیض سے استاد کے ہم کو یقین ہے اے ظفر
 شعر عالی پر مرا ہر شعر ہالا ہووے گا

ہے تبا پر تری پھلکاری کے گھن کا ہوا دیکھ کر کیوں نہ ہو پٹمرہ چمن کا ہوا
 آستیں پر مرے ہر تار سر شک خوں سے کاڑھا کیا سوزن مڑگاں نے چکن کا ہوا
 گل ہی سے ماریں گلگوں کو نہیں کچھ تشبیہ قدر سوزوں بھی ہے اس فنیہ دہن کا ہوا
 دیکھ وہ زلف و خط و ماریں و ہنساں ہیں نکل سنبل ولالہ و ریحان و سمن کا ہوا

کیا عجب طرہ دستار سر مہر ہو کر
 اے ظفر یار کے پاؤں کے چمن کا ہوا

مر جائے یا کچھ ہو ' کسے دھیان کسی کا دنیا میں نہیں کوئی میری جان کسی کا
 یہ سنگ دلی اپنی بنو چھوڑ دو لے دل توڑتے ہو کس لیے ہر آن کسی کا
 ہوتی ہے عشق کی آتش مجھے ڈر ہے گھر پھوٹے نہ یہ آتش سوز ان کسی کا
 ہے عشق کی منزل میں یہ حال اپنا کر جیسے لٹ جائے کہیں راہ میں سامان کسی کا
 سوچتے ہے مجھے روونے سے دن رات کہ اک دن گھر دیں گے ڈیو دیدہ گریبان کسی کا
 ہے زلف و رخ یار کہ قاتل کوئی ہرگز بندو نہ کسی کا نہ مسلمان کسی کا

اب تازی و بحر ظفر پھر غزل لکھ
 بٹ جائے نہ اس ست سے پھر دھیان کسی کا

نہیں دیکھ بھڑ سنا کسی کا	کڑھلا کسی کا	کڑھلا کسی کا
مجھے یاد آتا ہے فہم فہم کے یارو	رولا کسی کا	رولا کسی کا
کبھی تو سنا کر ذرا کوشل دل سے	سنا کسی کا	سنا کسی کا
مجھے یاد کر کے آنسو بہا	بہا کسی کا	بہا کسی کا
نہ سمجھا تو مانج کر مدت سے میں ہوں	رولا کسی کا	رولا کسی کا
عزیزو مرے آگے جز ذکر دلیر	نہ لانا کسی کا	نہ لانا کسی کا
نہ ہووے گا دل تیر مڑگاں بن اس کے	نہا کسی کا	نہا کسی کا
نہ ملا کرو میری جانب سے اب تم	لگا کسی کا	لگا کسی کا

قوانی بدل کر ظفر پڑھ غزل تو
رہے تانے آگے ٹھکانہ کسی کا

جلانجا نہ دل ملت لے کر کسی کا	کہا بھی تو مان اے شکر کسی کا
نہ کیوں ٹھک ہو کش کش سے قفس میں	نہ باتی رہا ایک شہ پر کسی کا
بھلا ہووے کس رو سے اب غنچہ روکش	کہاں نہ ہے اس کے برابر کسی کا
دل میں اس کا ملے کس طرح میرے دل سے	کر بس کب چلے ہے کسی پر کسی کا
جو مڑگاں کا عالم ہے اب اس کے ہدم	نہ دیکھا کوئی ایسا خنجر کسی کا
یہ جی چاہتا ہے کہ سری سے ماریں	اٹھا کر ہم اس رو سے پھر کسی کا

بدل بحر وہ کافیہ کو ظفر تو
کر خوش ہووے دل شعر سن کر کسی کا

کیا حال دل اس سے کریں اظہار کسی کا	سنا ہی نہیں ذکر وہ نہار کسی کا
گر ہم ہیں گنہگار تو کر خاک کا پیند	پردہ نہ اٹھا چرخ ستار کسی کا
جو آئینہ اب خیرت دیدار سے تیر	رہتا ہے کھلا دیدہ خوبار کسی کا
رونے کا رہے گا یہی عالم تو پھر ایک دن	گھروے گا ذبو دیدہ خوبار کسی کا
پابند ہو گر لاکھ بلا میں تو بلا سے	پر زلف میں دل ہو نہ گرفتار کسی کا
ہاں تو بھی خبر برق صفت آن کے لینا	پہلو میں ترپتا ہے دل راز کسی کا

مستغنی کوئین عی رکھ اپنے ظفر کو
حجاج نہ کر حیدر کردار کسی کا

ظفر وہ دشمن جاں قدر دان دل نہ ہووے گا
جسے ہے ورک فرن عشق میں غافل نہ ہووے گا
جو وہ سرست ساقی رونق محفل نہ ہووے گا
جھکاوے گا وہی بحراب بیت اللہ میں سر کو
گلی میں یار کی ہلکوں کے روپے تو بھی چل اے دل
کئی بوسے مقرر کر کیے دیے مجھے تم نے
سیارے میں خط و رفسار کے تو غور سے دیکھا
نہ دینا دل برب کعبہ کچھ حاصل نہ ہووے گا
اے گر لاکھ قاتل کیجیے قاتل نہ ہووے گا
نہ ہوگا مجھے الہتہ پر کافل نہ ہووے گا
جسے زہر خیال ابروئے قاتل نہ ہووے گا
ابھی تو قاتلہ پہنچا سر منزل نہ ہووے گا
تو کیا صاحب حساب دوستاں در دل نہ ہووے گا
کچھ اپنا ہوگا باقی آپ کا قاتل نہ ہووے گا

ظفر تو نام لے مشکل کشا کا اور پڑھ مطلع
بدن کافیہ اب کچھ مشکل نہ ہووے گا

ہے تڑے ہاتھوں سے عاشق کا گلا کا ہوا
سہم کر اس ماتوں کا ہو گیا بس دم ہوا
دے کے دل اس زلف کو ہم نے نہ دیکھا فاکہ
کھینچے ہے دامن مرا خار جنوں جب دشت میں
اور پھر پہنچے ہے تو یہ کیسا خرا ہوا
صدا گلن حیرے ماوک کا یہ سنا ہوا
بلکہ اس سودے میں ہم کو ہم نہیں گھلا ہوا
پہنچے ہے آہوں سے مجنوں کیا یہ بھرا ہوا

ہوٹ پائے ہے ہمیشہ اس مزے سے اپنے وہ
وہ لب شیریں ظفر جس کا کر ہے پانا ہوا

چھوڑو دو لوگوں میں گورے بازوں کا پانا
آشاؤ جوش پر آنے دو میل اشک کو
بخت کی کھادی سے کٹا ہ سب نکلے کند
ہے ابھی اٹھتی جوانی شوخ جامہ زیب کی
عشق نے اس زلف و خطا کے سب ہمیں سکھلادیا
ٹھیک آلا جسم پر پیراہن عریاں تھی
پانا ہے گا تو ڈورالے کے نیلا پانا
پاٹ پھر دہلا کا اور دامن ہمارا پانا
پلے تھا ناظر سے اس کا کوشا پانا
قطع میں خیاط دامن اس کا نیلا پانا
رسمان آہ سے کشت تلک کا پانا
ورنہ پڑنا جامہ سینا قطع کرنا پانا

اس زمین میں اے ظفر تو اور بھی لکھ اک غزل
دورو تیرے زمین شعر کا کیا پانا

والا گر تو اس حلقہ گیسو نہوے گا
اسے آنے دے ساقی کچھ پھر بارہ بیکانی
رگ بھٹوں میں ماحق نیستی کو کیوں ڈیٹا ہے
دل بیتاب کو تسکین نہ ہوگی میرے پہلو میں
مثال آئینہ جو ہوگا حیران دیکھ کر تجھ کو
مرا قاصد پھر آیا لے کے خط کیوں کوئے جلاں سے
تو کھٹکا جان کا تجھ کو سریک سو نہوے گا
مرا کیا خاک ہوگا گرچہ وہ نگرہ نہوے گا
کر اے فساد اس میں ہند بھر لو نہوے گا
جو وہ آرام دل اب آکے ہم پہلو نہوے گا
تو اس کے دیدہ پر آب میں لوہو نہوے گا
یقین ہے خط کے دینے کا انھیں قابو نہوے گا

بدل کر قافیہ کم کر ردیف اک اور پڑھ مطلع
مقابل اے ظفر کوئی زیادہ کونہوے گا

جہاں اے بھچو ذکر سے نگرنگ ہووے گا
ترے دھار میں اے سادہ رو اب اس صفائی پر
مڑہ کے نیزہ بازوں سے ہے طفل اشک کو جیت
عیاں ہے لخت دل مڑگاں پہ میرے کیا تماشا ہے
دیا ہووے گا جس نے عاشقی میں جان شیریں کو
میری آنکھوں میں اس کے ہر خط کی جو ہے کیفیت
وہاں پھر رنگ محفل کا نہ کیوں بد رنگ ہووے گا
تجھے آئینہ دیکھے گا تو وہ بھی رنگ ہووے گا
یہ لڑکا یوں نظر آتا ہے خانہ جنگ ہووے گا
کہیں پیدا نیستاں میں گل لورنگ ہووے گا
نشان کو بکس چھاتی پر اس کی رنگ ہووے گا
تجھے ساقی نصیب ایسا نہ جام رنگ ہووے گا

کھلیں جس جاگل معنی تہارے اے ظفر اس جا
نہ کیوں گرفتار غنچے کا یلو تک ہووے گا

نزلہ شبنم سے گرا دل پہ ترے کل ٹھنڈا
چپ دوری سے جو میں مر کے ہوں بالکل ٹھنڈا
دل سپارہ کے شیرازے کو باندھے ہے ولے
ہے کہاں مرغ لہم جہم میں زیر ہو
لم پر یوسے کے وہ گرم ہوئے تھے لیکن
اس کے بے شربت دیدار نہ ہوگی تسکین
ہر کہا عشق کی آفتل نہ مسند سے بچھ
رہنے دے آنکھوں سکھ اب اور کھیجے ٹھنڈک
کامیاب گھبرائے ہیں وہ رات کو جس وقت چراغ
کھا گیا جلتا ہوا لقمہ شعلہ گل گیر
یاد وہ نہالہ نے دی پھوک مرے دیس آگ
مالہ کھینچے ہے ناسف سے جو بلبل ٹھنڈا
تب کھپا ہو ترا مست تغافل ٹھنڈا
کہیں قرآن نہ کرے ہندوئے کاکل ٹھنڈا
مرغ آبی نے سکاں ڈھونڈا ترا پل ٹھنڈا
کیا تدبیر سے ان کو یہ نال ٹھنڈا
پانی بے شہد کے ہر گز نہوے بل ٹھنڈا
کر چٹا دل کو پس ہٹکوں کا تسلسل ٹھنڈا
گرم جلا نہوے جب تک کہ سر گل ٹھنڈا
ہو گیا لگ کے مرا دامن فر غل ٹھنڈا
بل بے گری نہ کیا وقت تناول ٹھنڈا
کون کہتا ہے کہ برگ قرفل ٹھنڈا

جوش گرم ظفر دیکھ ترے مضمون کی
ہو گیا ہنس سخن طالب آمل ٹھنڈا

دست مٹلاں سے ہنوں نور نہ بس رنگ کھلا
شاخ سنبل میں عجب یہ گل اورنگ کھلا
جس کے آگے نہ حر غنچہ دل بھگ کھلا
تھیں کے نکلتے ہی جام سے گل رنگ کھلا
آکے کربال میں ہر مرغ خوش آہنگ کھلا
طرف تر پھول کنول کا ہے اب گنگ کھلا

تن پہ ہر رزم ہسان گل خوش رنگ کھلا
کان میں جھمکے ہیں یا قوت کے وہ پہلوئے زلف
دل گلنہ ہے دم سرو سے اپنا ایسا
بخت اس دور میں ساقی مرے ایسے پھوٹے
موسم گل کی خبر سن کے نفس میں صیاد
لخت دل دیز مڑہ ہے یہ کہاں دیدہ ترا

زلف جہاں ہے ظفر اک بڑ بزر کی گاتھ
ایسے کالے کو نہ تو صاحب فرہنگ کھلا

وہ جڑھا سر پر تو اتنا جان لے کالا جڑھا
مالہ سوزا اپنا گر لنگ پر جا جڑھا
جوش گریا سے مرے اے چٹم گردنیا جڑھا
تو بھوؤں کو اپنے غصے سے جو ہے لیتا جڑھا
باؤ کے گھوڑے پہ وہ آنکھ کا پہ کالا جڑھا
اس کے مرقہ پر نہ ہر گز جزل گل لالہ جڑھا
اپنی نظروں میں ہے جب سے وہ گل رہنا جڑھا
تیرے نقش پا کو جوں گل سر پہ میں لیتا جڑھا

تو خیال زلف کو اے دل نہ بس اتنا جڑھا
تو تر جائے گا نظروں سے ابھی خورشید و
کاسہ گروں ابھی بہتا پھرے گا جوں حباب
سکھور دل میں اٹھے ہے غافلہ بھونچال کا
خاک میں کس کو ملاوے پھونک دے کس کس کا گھر
ماشوق گل خوردہ تیرا ہے جہاں مدون ہوا
ہر روش پر میر گلشن آکھ میں ہے مثل خار
کاش خالق نے کیا ہوتا مجھے مانند خاک

سر اٹھا کچھ نہیں تم آج مستی میں ظفر
بادہ الفت کا تم کو اب نہ اچھا جڑھا

ہر گل رزم بکر اس کے سدا پاس کھلا
اس کو شبنم نے دیا پاروہ الماس کھلا
ہاتھ میں اپنے نہ کر مرنے کا دوا اس کھلا
یارب اس کے نہیں کھلنے کی مجھے آس کھلا
کیونکہ بن پانی رہے ہے گل قرطاس کھلا
دے ہے ناخبر دم صاحب انفاس کھلا
دیکھ کالے کو نہ بس اے دل پر پاس کھلا
غوطہ دلیائے محبت میں نہ الیاس کھلا

صیف جوں غنچہ نہ اپنا دل پر پاس کھلا
صبح گلشن میں جو گل سونگہ تیری پاس کھلا
شانہ ساں اے دل صد چاک تو وہ افنی ہے
دل دلگیر ہے جوں غنچہ تصویر مرا
جہن دہر میں حیراں ہوں صبا دیکھ کے میں
میں ہوا سردہ کسی کا تو برنگ غنچہ
مارڈا لگی تجھے زلف سیاق و سمت کر
دہری دشت میں کر خطر سے کہہ دوں گا میں

ایک پال میں ایک جہاں کے گھر پہ پانی پھر گیا
 کیا کھائی سوچ کے حجر پہ پانی پھر گیا
 دامن ساحل میں برگوبر پہ پانی پھر گیا
 شرم سے کیا لالہ امر پہ پانی پھر گیا
 آسمان پہ صاف ہر اختر پہ پانی پھر گیا

کیا فقط گریہ سے چشم تر پہ پانی پھر گیا
 لعل خورشید طالعاب سے دریا میں صبح
 دیکھ کر ہڈاں کی آب و تاب تیری رشک نہ
 سامنے اس کے عرق آلودہ چہرے کے نسیم
 خالی پیشانی پہنے میں جو وہ آیا نظر ۱

چشم حیاں قبل ہے لب سے اس کے کیا نظر
 بلکہ دیکھا تو لب کوڑ پہ پانی پھر گیا

شک و چشم اپنی بھی ہے درختم و دریا
 چشم پریم میں تصور ہے کلیم و دریا
 کلشن باد صبا باد نسیم و دریا
 پر ہے بنی سے عیاد ماہ و نسیم و دریا
 کس نے دیکھا ہے یکم حلقہ میم و دریا
 دل کو آتی ہے نظر فوج نغمیم و دریا

تیرا رقصادہ عرق کیا ہے نسیم و دریا
 دل سوزاں میں تیرے یاد غلیل و آفتاب
 ساقیائے کے نشے میں مجھے خواہش آئے ہے
 بحر سوانہ تو ہے اس کی نہیں نور یہ ہمیں
 دیکھ کر آئینہ میں کس دہن یہ بولے
 صف مڑگاں کو ترے دیکھ کے اسے لہ صن

چاندنی کے ہے جیسی دیکھنے کا لطف نظر
 ساقی مبارک ہو ہو ساغر سم و دریا

مالہ سوزوں نے سینہ میں مرے لوگا دیا
 خم دکھا جب اس نے ہم کو اپنی برو کا دیا
 جس نے لایق نام وصل اب ہم کو مہرو کا دیا
 تربت بختوں پہ تیس ہے جسم آہو کا دیا
 تو نے ملتے پر ہے یگانہ ان کے لوہو کا دیا
 تاروں نے توڑ کر جب اپنے گیسو کا دیا

عشق جس دم مجھ کو یار آتھیں روکا دیا
 ڈر نہیں جلا و کچھ تیغ ستم کا اب تری
 کیوں نہ ہم قاصد کے منہ کی لیس بلائیں و مہدم
 مہموم کی حلاجی نہیں گور غریباں پر ہنوں
 تھک سینہ دور ہے یا قل کہ غمناک کو
 تیرہ بختوں کو پریشانی ہوئی ایک اور بھی ۱

جو غیر کا ترے گھر میں چمک بچے کا تو اپنی چھائی پہ یاں فرش سنگ بچے کا
 غریب بحرِ خیالت نہ کیوں ہو زہدِ سنگ معلا اپنا سرآب سنگ بچے کا
 پلا مجھے ے سنگوں اس ہر میں سائی جن میں تاثیر بزرگ بچے کا
 اگر ہے قصد ہم آغوش اب تجھے گرو بچھا تیرے لیے بیدگ بچے کا

ظفر کو خواب نہ آوے گا فرشِ نخل پر
 بغیر تیرے اگر شوخ و شک بچے کا

کما وصف جنس میں کہوں اس ماہ جنس کا	اک تختِ سراپا ہے وہ فردوسِ بریں کا
یا صبح ہے یا آئینہ ہے یا بیجا	یا صفحہٴ رخسار کسی شوخ جنس کا
یا مشتری و زہرہ ہے یا مہرِ درخشاں	یا جلوہٴ پر نور ہے یہ ماہِ مبین کا
یا تختِ بلوریں ہے کہ لوحِ یہ سمیں	یا صفحہٴ سادہ کسی اصولِ نکمیں کا

کیا زور زمینِ شعر کی یہ تو نے نکالی
 ہے وصفِ ظفر اس میں بیاں اس کی جنس کا

ہے ہماری خاک پر تیرا سراغ نقش	خیمِ مرقد سے یہ بہتر ہے چراغِ نقش پا
گل نہیں چھائی پہ میرے نقشِ پائے عشق میں	جلوہ گر ہے لالہ رویہ دیکھ باغِ نقش پا
فندقِ پائے ہوا ہے جس کے اک عالمِ شبید	ہر گلِ بزرگ سا اس کا ہے داغِ نقش پا
پچھے ہے مستی بڑی رفتار سے وہ مستِ باز	نورِ بخش و جہاں ہے ہر داغِ نقش پا

ہے زمین پر نقشِ پائے صاحبِ لولاک پر
 اے ظفر اس کا نلک پر ہے داغِ نقش پا

لک پہ مہر نے پیدا بہت فروغ کیا پراس کے رخ سے جو دعویٰ کیا وروغ کیا
 مرحانے مرتد قری کے عشق نے شب عرس چمن میں سرو کو استلاہ مثل توغ کیا
 دیا جو عشق نے شورائے سرشک ہمیں تو نوش جاں اے ہم نے مثال دوغ کیا
 لکھوہ عشق میں کام آئے دونوں مالہ و آہ کیا علم اے ہم نے تو اس کو طوغ کیا

کل اک حریص نے تحفہ جنت پر خواری
 عجب کیا ظفر آروغ پر اروغ کیا

مری جانب سے غیروں نے لگایا کچھ نہ کچھ ہوگا نہ آیا وہ تو اس کے دل میں آیا کچھ نہ کچھ ہوگا
 تیری میخ ستم کے جو مزے سے زخم کھاتے ہیں مزا ان کو محبت نے پکھلیا کچھ نہ کچھ ہوگا
 خبر جب لاتی ہوگی اس گل خندوں کے آنے کی تو گلشن میں مہا نے گل کھلایا کچھ نہ کچھ ہوگا
 لڑے ہیں میکہ میں آج جو یوں شیشہ و ساغر کرشمہ چشم سائی نے دکھلایا کچھ نہ کچھ ہوگا
 نہ ڈھونڈا اور نہ پایا ہم نے کچھ اس بحر ہستی میں وگرنہ جس نے ڈھونڈا ہوگا پایا کچھ نہ کچھ ہوگا
 میرے خط کے جواب میں بن پڑھے پڑے کیے قاصد کسی نے میری جانب سے پڑھلایا کچھ نہ کچھ ہوگا
 سنا میں نے کئی ان کو بھی ساری رات آنکھوں میں کسی نے میرا فسانہ سنایا کچھ نہ کچھ ہوگا
 بتاں کرتے جوں ہیں ظلم و ستم پر چاہتا ہوں میں کبھی افسانہ بھی اس کا بدلایا کچھ نہ کچھ ہوگا
 بنا کر قصر کیا ازاں ہے یہ تو سوچ اے صہم کہ پہلے بھی کسی نے یاں بتایا کچھ نہ کچھ ہوگا
 الم ہو رخ و ظم ہو داغ ہو یا درد ہو دل میں دل آزاروں سے دل ہم نے لگایا کچھ نہ کچھ ہوگا

کہا ہوگا نہ گرچہ صاف حال دل ظفر اپنا
 پران کو رمز والوں نے جتلیا کچھ نہ کچھ ہوگا

مزار کوکبی اب سوہ باغ پتھر کا رکھے ہے دیکھ کے شیریں چراغ پتھر کا
 کرے جو خال صہم سے ہمارے چنپی تو بن عی جائے مقرر وہ زاغ پتھر کا
 یہ دل عی ہے کہ رکھے جس میں عشق کی آفتاب وگرنہ رکھوں تو شق ہوا باغ پتھر کا
 نہ مرنا کوکبی آخر تو گھر تر شیریں بتاتا کوہ سے پا کر فراغ پتھر کا
 بتوں کی سنگ دلی نقش کالجبر ہے ہمیں یہ سچ ہے من نہیں سکتا ہے داغ پتھر کا
 تولے کے شیشہ دل اس روش نہ پھر بلبل کہ فرش سنگ بھی ہے صحن باغ پتھر کا
 ادا و ناز اٹھانے کو تیرے سنگیں دل کہاں سے لائے کوئی اب داغ پتھر کا
 بھوں کو جام مرصع میں دے ہے ساقی سے ہمیں فقط یہ بلوریں باغ پتھر کا

ظفر کا یہ سنتے گریہ سنے تو بن جاوے
 ہر ایک شاعر نازک داغ پتھر کا

دھیان و عداں پہ ترے آٹھ ہر ہے اپنا ے بن گیا نازک سک گھر ہے اپنا
 مہر خشاں نہ فقط داغ جگر ہے اپنا سین چاک بھی مانند سحر ہے اپنا
 سوچ زن تاب گلو ہے جو وہ آب و دم تیغ ! چوں حباب لب جو کامہ سر ہے اپنا
 زخم سین پر چھڑکتے ہیں سدا اشک نمک کم غم داں سے نہیں دیدہ تر ہے اپنا
 ہم وہ ہیں دہر میں غل غل آہوازی کہ جو شعلہ ہے وہی برگر و شر ہے اپنا
 تیغ کھینچے ہے جو سوچ تک یاد ابر یاں بھی ہر داغ جگہ شکل پہر ہے اپنا

غیر کا کس لیے یاں شکوہ بجا کچے
 اپنے قابو میں نہیں دل عی ظفر ہے اپنا

مرغ دل میں تیرے مڑگاں نے ہے لیکر گانٹھا جیسے پتنگل میں ہو شاہیں نے کبوتر گانٹھا
 جائے حسرت ہے کہ ہے نازک جاں سے مرے کنکش پا کو نہ کسی نے ترے لہر گانٹھا
 نفس تند سے باہم ہے دم سرد مرا میں نے اس غیر کو اس طرح شکر گانٹھا
 ہم سے ہر بات پر اکڑے ہیں تو یوں اعظام نہیں معلوم تھے غیر نے کیونکر گانٹھا

کنکش سے یہ ایروں کے وہ ٹوٹا کر ظفر
 رشہ دام کو صیاد نے پھر کر گانٹھا

خال زینا ہے ترے چاہ زلفان میں کیا نیلو فر ہے یہ کلا چشمہ حیوان میں کیا
 چرخ وار کان میں کیا اس و نیا جان میں کیا سب میں ہے تو ہی سہ ترے ہے ایمان میں کیا
 توڑ زنجیر کو دیوانہ بھاگا ہو کہیں دیکھ نعل ہے پڑا خانہ زندن میں کیا
 ریت ظاہری جن کو ہے وہ ہیں خالی ہاتھ کوئی بتلاوے کہ ہے بیچہ سر جان میں کیا
 دور ہو جاتی حسد سے ہے محبت دیکھو حال یوسف کا ہو صحبت اخوان میں کیا
 روش حلقہ زنجیر ہے کو چشم غزال پر تیرا وحشی ہو پابند عیلاں میں کیا
 اس کو منظور ہ پھر آن دکھائی اپنی دیکھئے حال مرا ہوتا ہے اک آن میں کیا
 کیا عجب جنبش مڑگاں سے ترے مڑجاؤں مرنے کے بجائے کا مارا کہ ہے نہان میں کیا

اس کے رنساں پہ رہتا ہے خط ہنر ظفر
 پڑاؤں دکھا دیکھو ہے قرآن میں کیا

ساتھ اس کے بعد سون دل بھی مرا چھت بنا
 پر مرے پہلو سے دل سا آشنا چھت بنا
 صبح گھٹن سے زرگی کو اڑا چھت بنا
 بولے دیکھو تو کوئی ہو عی ہے یا چھت بنا
 بحر ہستی میں جہاں کی چشم واپخت بنا
 آج دھکا دے کے مجھ کو کیا ہوا چھت بنا

کچھ نہ تنہا پاس سے وہ لڑبا چھت بنا
 غم نہیں گر پاس سے وہ مدد لقا چھت بنا
 ایک بار کی چور ہے جھوکا ہوا کا غنڈیپ
 کھینچ کر مالہ پس دیوار میں جو چھپ رہا
 فرصت نظارہ ہے کس کو کر مانند حباب
 کل سمجھ لوں گا ظفر اس سے جو وہ آئے گا ہاتھ

جب گئی جان تو باقی رہا انسان میں کیا
 کہیے جز صل علی ہے خط دیحان میں کیا
 نہیں معلوم نکلا ہے خط دیحان میں کیا
 ہاتھ مارے ہیں کہیں رشت کے دمان میں کیا
 نکلو میدان میں تم بیٹھے ہو والان میں کیا
 نہیں معلوم کہ وہ چتر ہے فنان میں کیا
 پارہ شبنم نے بھر اگل کے کہیں کان میں کیا
 کوئی بتاؤے کہ ہے پتھر مرجان میں کیا
 قافل آیا ہے کہیں قفل کے میدان میں کیا
 آفتاب آیا ہے ساقی کہیں میدان میں کیا

قافل اب ڈھوڑے ہے اس عاشق بیجان میں کیا
 فرق اب تجھ میں ہے اور یوسف کعبان میں کیا
 خط رخصت کا تیری نہیں اشتاک حرف
 روش پاگو ہے ہر جاہ ہنوں نے تیرے
 بھوں کی جنبش سے تنہا کی کہیں بھونچال نہ آئے
 ہوگہ جس سے کہ مسجد ملائک = خاک
 مالہ بلبل کا جو سنتا نہیں وہ گھٹن میں
 جو کہہ گئیں میں ظاہر میں وہ ہیں خالی ہاتھ
 ہر لب رقم سے کہتے جو دعا دیتے ہیں ا
 مے کے بھگتے نظر آئے تو گلے پہ چھنے مست

ہلوہ گر نورانی کا نظر آتا ہے ظفر
 چرخ واران میں کیا اس وینی جان میں کیا

پر مری لاش کو کیوں کوچے سے باہر پھینکا
 کہ زمیں پر مجھے اور گاہ نلک پر پھینکا
 اسے مہا تو نے ہمارا تن لافز پھینکا
 گردش دہر کے گوہن میں پھرا کر پھینکا

آپ نے خوب کیا کاٹ کے گر سر پھینکا
 تیرے گھر جاتے ہی دینا پی دل نے جوق برق
 روش برگ غزاں دیدہ گلی سے اس کی
 ہوں میں وہ سنگ کہ ہقان نلک نے مجھ کو

دل سوزوں کو مرے لے تو لیا اس نے ظفر
 ایک جب بطنے لگا ہاتھ میں لے کر پھینکا

بار کے جھوکے سے پھر شاخ پہ گل اٹا
 ہا کے مستوں نے گھر یہ قدح لٹا
 بھیر چاہے ہے تری چشم تغافل اٹا
 روش شبنم کو گلی دے تو بلبل اٹا
 دم جو شیشے کا ہنسی سے دم قفل اٹا

کب پس مگوش ترا طرہ کا کل اٹا
 لب جو دیکھ کے ساقی نے کہا جام حباب
 جنبش دست مڑہ سے یہ عیاں ہے کہ مجھے
 گل کو رورو کے کیا شرم سے تو نے پانی
 کھائی لکت جو نیاں نے تری محوری میں

بند محرم ہنسی میں جب ٹوٹا مجھ پہ غصے سے ایک غصہ ہوا
 مانگ کا کوہر اسی کی کب ٹوٹا اک ستارا ہے وقت شب ٹوٹا
 تیرے ہاتھوں سے میرا شیشہ دل روٹا ورنہ عجب ٹوٹا
 کیا کیوں اپنی گردش قسمت جام سے ہو کے لب لب ٹوٹا
 بارہ خون دل کہاں رکھے ساغر دل تو سب کا سب ٹوٹا
 خاک میں دھت زر پہ ہاتھوں تاک کر سر کو توں اب ٹوٹا
 تیرا دیوان خانے میں اس کے
 اسے ظفر آج کیا سب ٹوٹا

مرا کھیل سنبھلا سنبھلا کسی کا تھا کیا میں نے ڈالا بگاڑا
 مرے کار سر میں کیوں بھر دیا خون یہ تم نے اچھا پیلا بگاڑا
 مجھے تھے کہاں دھبے کس جاگے ہیں نیا کل کا ٹوڑھا دھالا بگاڑا
 مرے ساتھ کھاتے ہیں کر دیا کس کو بتاتے بتاتے ٹوٹا بگاڑا
 کھینچا وہ نہ مانی سے بالے کا نقش بنا کر کئی بار کالا بگاڑا
 فلم نے بڑے سر کا تمام بھینچ جنوں کو لگا کر اچھالا بگاڑا

بنا کام اپنا ظفر کب کسی سے
 کہا ہم نے جس کو ہالا بگاڑا

پہلے تو ہاتھوں سے وہ ڈوڑا چکی کا مانا پور اسی دھبے سے ہے پھر اپنا مانا

نقش لاغر کی مرصعہ وق کا کیا مانا سور کے پر لے کے تم گلری کا تھوٹا مانا
 آئے ہے وہ سرو کے سایہ میں صدقہ داد گر تو برہہ قد کے اپنے سبز کپڑا مانا
 سینہ پہ پھوڑی کا گل اپنے مجھے کھانے دو پھر شعلہ جوالہ سے پر کار لینا مانا
 گن کے اشتر کے قدم فرنگ کا کر کے حساب قیس ہے راہ زمین نہد کا کیا مانا
 تھک نکالو طوق الفت ہائے میاد ازل گردن قمری کا پہلے چاہئے تھا مانا
 گریہ وزاری کا میری آہ لکھنا ماترا کونے میں دیا ہے لانا آسمان کا مانا
 آئے گی کسی کام اے منصور یہ دار و درن طول معراج محبت کا ہے کتنا مانا
 قسمہ قسمہ کر دیا بس کاٹ کر عاشق کی کھال وہ فرنگی زاد گلشن جو سیکھا مانا
 سوچ جاہ کی ہے پٹا قصہ بھنوں کو بہت اے جنوں کس واسطے و امن صحرا مانا

محرم راز اس نے جانا تو کہا اس نے ہمیں
 اے ظفر لے کر میری محرم کا گوشہ مانا

عجب کیا چشم میں خوں اشک سے جلا نہ جم جانا
 جہاں ساقی کے ہوتا جام چشم مست کا چمچا
 بلا ہے سرزنش دلچسپ وادی محبت کی
 دکھا کر خال بنی سرو سم اندام کہتا تھا
 اٹھایا غیر کو محفل سے تو نے جی گریا عاشق
 تمہارے ماریں گلگوں پہ بھی خال نہ بیا ہے
 مے گلگنگ کا رخ سے اگر پکانہ جم جانا
 یقین ہے شرم سے اس جائے پر اصلانہ جم جانا
 سر ہر گام ہے پاؤں دل دیوانہ جم جانا
 کہ دیکھو خیم سوی پر ہے یوں پروانہ جم جانا
 بغیر از جاں لیے ورنہ یہ چھائی کا نہ جم جانا
 نہیں سیلاب سے یوں خاک میں ہے دانہ جم جانا

ہوا اس درد پہ نقش کا لجراب غیر تھیں دل
 ظفر پہلے ہی گرچہ وہ اکثر جانا نہ جم جانا

آنسوؤں سے سینہ کے یوں گھاؤ پر پانی جڑھا
 کھینچے گا فاش نقش کس کے روئے زرد کا
 کشتیاں کو کون دیوے آن کر محفل میں مسل
 کوچہ جاں میں مردم جوش زن ہے چشم تر
 آج کریہ میں میرے دلیا جڑھا ہے ورنہ کل
 جیسے ہو دلیا میں ادولی ناؤ پر پانی جڑھا
 اس قدر زکا دیا جو ناؤ پر پانی جڑھا
 دے برس کر ابراس سھراؤ پر پانی جڑھا
 بند بند صواؤ کر پلہ صواؤ پر پانی جڑھا
 یوں تو نامع شگ تھا اور پاؤں پر پانی جڑھا

مستعد ہے جنگ پر نیروں کے کہنے سے ظفر
 ہے یہ مرغ دنیا کس چاؤ پر پانی جڑھا

ہلے وہ جب ہم نے شب کو مالہ پر حسرت بھرا
 سوزناں سے غنچہ کرا ہے پریشانی بیاں
 پھرنا تھا سنگ جرات جس جرات میں مرے
 کھینچی جب تصویر زخمی کی ترے بہنو نے
 دیکھا اے حضرت عشق آنسوؤں کے جوش کو
 دھبیاں ہو کر اڑا دامن وے ناگہا کبھی
 یاد چشم مست میں بیہوش ہیں کس کو خبر
 یوں جتنا چاہ تو بھی ایک ہے فطرت بھرا
 یہ خدا جانے کہ دل ہے کس کا سو حسرت بھرا
 وہاں تک کان ملاحت تو نے ہے شمت بھرا
 رنگ کی جا خون اس نے دیے کو رنگت بھرا
 ہم نے دامن سوتیوں سے آپ کی دولت بھرا
 سوزن خادعیاں سے نہاے وخت بھرا
 زیر ساقی نے بھرا ساغر میں یا شربت بھرا

سیر گل جھٹ جہن سے کام کچھ ہم کو نہیں
 اے ظفر اس گل کا جس دن سے دم الفت بھرا

تن گل خوردہ کو عاشق کے جو کھنچا ہے گا
دل کو سمجھائے مرے کہ وہ یہ ماسح سے کوئی
تم کنارہ جو لگے کرنے یہ معلوم ہوا
جب کہا میں نے کہ ہے سبزہ خط آپ کا زہر
کتے دل لکھے ہوئے ہیں کہیں کھل کر نہ گریں
ڈر کے وہ آہ شیرد بار سے کہتے ہیں مری
جب کہا میں نے کہ ہو تم تو کوئی آتھ خو
وے تم دامن مڑگاں کو گر اپنی جنبش
جب کہ میں نے کہ آجائیں جو وہ پور زلف

اے ظفر لائے ہو تم چھین کے چھلان سے
خیر تو ہے کہو گل کیا کہیں اب کھائیے گا

شعلہ حسن تو اوروں کو دکھا کے مارا
سوئے تھے چین سے ہم خواب عدم میں لیکن
کیونکہ اللہ پہ یوسے کے نکل جائے نہ دم
مرحہ عشق کہ تو نے مجھے بھٹوں کی طرح
چین سے گھر میں پڑے کرتے تھے باتیں دل سے
مال بھی کرنے نہ پائے کہ نکلنی حسرت
یاد میں مرتے تھے ہم فخر جہاں کی آپ ہی
آنکھوں آنکھوں میں ہمیں اس بت بیورد نے آہ
طرز نظامہ میر ان سے ہے کچھ مت پوچھو
ماربوکیوں نہ مری خاک سے ہو روئیدہ
صغیر بن کی ہیں یہ باتیں کہ جو وہ روئھ گئے
ہے کفن چادر مہتاب سے میرا لازم

داد دیجئے ظفر اس غمزہ پنہائی کی
جس کو مارا اسے کافر نے جتا کے مارا

تو جو مہتابی پہ کل رات کھڑا گاتا تھا
بندھ گئی تھی یہ ہوا گانے کی تیرے کے مرا
کیا ہوں قص کا عالم عجب انداز کے ساتھ
ہاتھ کو ہاتھ پہ توروکھ کے لگا جب پلنے
کیا کہوں عالم چٹک کو ہلا آنقل دل
دامن اپنا تو اٹھا پٹا تھا اس مار کے ساتھ

دورہ مہ بھی لیے ساتھ کیے جانا تھا
ساتھ ہر مان کے جی تھا کہ اڑا جانا تھا
ساتھ تھوکر کے تری تھوکریں دل کھانا تھا
اتھ ہم ملتے تھے دل تھا کہ ملا جانا تھا
جنبش دامن مڑگاں سے وہ بھڑکا تھا
گھبرا دامن کا مجھے گھر کے لے آتا تھا

آنکھ چاہت کی ظفر کوئی بھلا چھتی ہے
اس سے شرماتے تھے ہم ہم سے وہ شرماتا تھا

تیر برقی چشم کا پھلو میں ہے ڈوبا ہوا
دل خیال رنگس جادو میں ہے ڈوبا ہوا
شل سایہ سرداب جو میں ہے ڈوبا ہوا
دل تو چاہ غنیمت گل رو میں ہے ڈوبا ہوا
اب تلک سرکاسہ زانو میں ہے ڈوبا ہوا
میرا ہر سوائے مڑہ آنسو میں ہے ڈوبا ہوا

تیرا صیدناز جلو ہو میں ہے ڈوبا ہوا
کیونہ پھولے نرگستاں میری آنکھوں کے جسے
رنگ سے اس قامت رعنا کے یارو کیا عجب
آشناؤ کیا کروں تدبیر نظے کس طرح
دیکھ کر اس کو ہوا تھا میں جو غرقاب شرم
لوگ کہتے ہیں کہ پانی میں نہیں خس ڈوبتی

رات کس گل کو لگایا تھا گلے ہم نے ظفر
پیرہن جو عطر کی خوشبو میں ہے ڈوبا ہوا

بتاؤ تو غنچہ دہن رکھو گو نگر سودا
پھر ان لہو میں ہوا شاید آپ کو سودا
ہمارے عشق کو کہتا ہے یار جو سودا
غرض نھیرتا ہے کش کا دوستو سودا
بہار آئی ہے کیوں جوش میں نہ ہو سودا
بتایا ہنرم و صفرا و خون کو سودا

تم ایک بوسہ دو اور دل کا میرے لو سودا
بلائیں زلف کی لیس میں نے وہ لگے کہنے
نہیں سکیم و ماٹویا جنونی ہے
جہیں کے بوسے پہ دیتا ہوں مانگ کو دل کو
کیا ہے اس کے خط سبز نے مجھے بھوں
ہنوں کے جوش نے تن میں تنہارے بھوں کے

ظفر بھی شعر و سخن میں ہے ایک ہی استاد
تم اپنے وقت کا رو اسے کہو سودا

پہنے پھرے ہے کان میں ہلا ہلال کا

یہ آسمان غلام ہے کس مد جمال کا

ہے بیضہ بنا پہ عجب ہونا دال کا
گویا کہ قال نامہ ہے یہ دانیال کا
کوئی اسے مرید کہو کوئی ہالکا
جو دن کمال کا ہے وہی ہے زواری کا
یارو کچھ اعتبار نہیں ملک و مال کا
سوسم رہے تمام برس برشکال کا
ہے آ رہا نظر مجھے عالم مثال کا

رکھا دتس پہ یار نے کیوں دانہ خال کا
انبوہ خال و خط سے ترا صنف عذار
دل سلما بہن زلف کی بیعت گزریں ہوا
ہونا ہے پودھوں کو ہمیشہ خسوف ماہ
مہرت کے ہے قبر سکندر کو دیکھنا
بارش سے مرے ہر مڑہ کی عجب نہیں
ہے آئے رخوں کا تصور جو آنکھ میں

منہ ہم نے پینا پینا کیا شب کو اسے ظفر

یاد آیا ان کے گال پہ رکھنا جو گال کا

غرض پوشیدہ الفت کو نہا
وہی چاہا کہ جو کچھ تو نے چاہا
کہ ہے محنوں یوسوں کا سیاہا
الہا الہا الہا
خطا بخا کرم گارا الہا
قانا تم آنا تم آنا

نہ ہر گز درد دل سے میں کرہا
محبت کے یہ معنے ہیں کہ میں نے
عیان ہے صنف رخ پر ترے خطا
فقیریوں سے تو پوچھو لذت عشق
ظفر کو باز رکھ اعمال بد سے
صرفت احمونی ہو و لعب

ظفر ہے عرض یہ ہی فخر دین سے

کہ شام دین بنا ہا کیے گا

جس گھڑی مثل ختم کیجئے گا پہلے سر میرا قلم کیجئے گا
 تم پہ ہے حضرت دل سایہ زلف پڑھ کے واپس کو دم کیجئے گا
 واہ واہ پھر سناں واہ کہ اب دخترِ رز کو حرم کیجئے گا
 گر ہے یہ سوچ تبسمِ خنجر پاک غنچے کا شکم کیجئے گا
 کامِ عاشق کا تو سر جانا ہے آپ کچھ اس کا نہ ہم کیجئے گا

ق

خدا جسے چاہو لکھو تم لیکن اتنا بندے پہ کرم کیجئے گا
 وہ جو القاب لکھا ہے مجھ کو وہ کسی کو نہ تم کیجئے گا
 اے ظفرِ دل کو وہ لیں گے بھسم بن کی یاد نہ قسم کیجئے گا
 یعنی دل لے کے نہ دیں گے وہ تمہیں لاکھ گر چشم کو نم کیجئے گا

دل نہیں دے کے تم اپنے دل پر
 اپنے ہاتھوں سے ختم کیجئے گا

دل میں اس ثابت سوزوں کا جو مضمون ہے میرا تم نے جہاں میرا دل سے وہ سوزوں ہے میرا

مطلع دانی

تو نے گریزِ دم میں جامِ مے گلگوں ہے میراے رشک سے دیدہ ہم نے بھی رشک سے آنکھوں میں یہاں خوں ہے میرا
 تر میرا کہاں ہے لبریزہ تجرہ عشق سے یہ کوزے میں جیوں ہے میرا
 غم لیلے نے لٹا کر اے مارا شاہِ خاک سمرا میں جو یک سرتن بھوں ہے میرا
 کشتہ مڑگاں کا ترے دشت میں مدھون ہے کیا اس قدر کانتوں سے جو دامن ہاں ہے میرا
 چین لٹا ہی نہیں عشق کے آواروں کو بغض کیا جی میں ترے گردشِ گردوں لٹھرا
 خاک رو رو کے کرے کوئی جی اپنا خالی لاکھ حسرت ہے ہمارا دل مخروں ہے میرا
 کون ہو تجھ سے چار آن کے خالم کر بلا تجھ میں زہر اے کہ چشم پر افسوں ہے میرا

دم داغ کی روت سے مرے لینے میں
 اے ظفرِ دیکھ کہ گنجد قاروں ہے میرا

یہ چشم تر سے دم گریہ خونِ ناب بیا کہ پانی کوپے میں تئیں جوں شہاب بیا

مطلع دانی

ہمارے آگے نہ آنسو تو اے حباب بیا مگر پہاڑے تو یونہی درخوش آب بیا

مطلع ثالث

ہماری آنکھوں سے جس وقت خونِ ناب بیا پھرے گا گنبدِ افلاک جوں حباب بیا
 ہمارے ہاتھ سے اک جامِ نوشِ کر خالم لگا کے لب سے گرمیاں پہ مت شراب بیا
 ستارے آئے نظرِ آفتاب پر ہم کو عرق جو رخ پہ ترے رشکِ آفتاب بیا

کھلا اگر کبھی واعظ پر ایک کلمہ عشق یقین ہے دیوے گا دلیا میں ہر کتاب بیا
نہ جانی آنسوؤں کی قدر حیف دیدہ تر یہ مفت تو نے دیے کوہر خوش آب بیا
سر اپنا بیچتے ہیں اک نگاہ پر عاشق کیا ہے اس کا بس اے شوخ پر حجاب بیا

ظفر برائے گی امید وصل اس گل سے
کھار آب پر لا کے گل شتاب بیا

تڑی اس زلف کافر کو جانے تھا الٹ مارا طمانچہ اس نے تیرے منہ کو کیوں الٹا الٹ مارا
لا کوہ محبت کو کس کے جب پیچے سے تو پھر چار اپنے سر پر ایک تیشا الٹ مارا
نہ نکلا مطلع اورو کا تیرے مطلع دانی کر دیوان ہلاکی ہم نے سارا الٹ مارا
جو کھوٹے پر ہوا کے تھا غرور شہسواری میں زمین پر اس کو اس گردوں نے دے پٹکا الٹ مارا
پھپھولامت سمجھا اس کو ساقی محبت نے مرے سینے پہ ساغر بھر کے ہاں دیکھ الٹ مارا

ظفر عالم میں بدستی کے کس کو ہوش اپنا ہے
جہاں پایا اے جھیرا جہاں دیکھا الٹ مارا
جب تلک سینے میں دم تھا مالہ آتشاک تھا پر جو دیکھا صاف جل کر ہو گیا دل خاک تھا

مطلع دانی

دیکھ کر حالت مری گردوں نہ کر غمناک تھا کبکشاں سے رات کو اس کا گریباں چاک تھا
جو گیا دلیائے القات میں وہ اعلیٰ آخرش دل جو میرا پیر کر نکلا بڑا بھراک تھا
لہلہائے کیوں لب جو پر نہ مرو آب جو قون یاں اس کا شبید قامت چالاک تھا
گردشت چٹم بتاں سے اس نے یہ کیسے ہیں طور ورنہ دنا کب بھلا یوں گنبد فلاح تھا
تھا شبیدوں کا ترے ماتم تحرکشن میں کیا جو سحر ہوتے ہی بلبل گل گریبان چاک تھا

جو نہ کہتا تھا کہا جھٹ منہ پہ اس سفاک کے
سچ تو یوں ہے ہیں ظفر بھی ایک عیا بیباک تھا

ہووے تمہارے در نیک اپنا کہاں سے آا جب اک قدم ہے مشکل اس باتوں سے آا
بیمار غم کو تیرے دیکھ آئے سب اطفا بھٹیں کا یک باقی ہے آسمان سے آا
کوئے عدم کو چاکر کوئی پھرا نہ ہر گز دشوار ہے نہایت شاید وہاں سے آا
لہ کر نہ دیجو برباد خاک عاشق آہستہ اے جا تو کوئے بتاں سے آا
اک آن پر ہے سودا عاشق کے جنس دل کا فرماتے آپ کیوں ہیں ماحق نیاں سے آا
کیا داخل ہے کہ آویں وہ اک کشکشاں پر آا کبھی جو شاید دامن کشاں سے آا

دم اے ظفر ہوا تھا اپنا بھی رات جوں ہی
خوشبو کا اس کی زلف خبر فشاں سے آا

تراش کوہ سے کیا کوکسی پتھر بنا دیتا
صدف کا سا اثر ہے صاف نقش پائے جلاں میں
اگر میں جانتا بن کر زمین سے لالہ نکلے گا
اگر تصویر مانی کھینچتا اس میرے کامل کی
نہ پچھو دل میں میرے کچھ خلش اس ٹوک مڑگاں کی
تصور دیدہ تر میں مرے اس روئے تاباں کا
عزیز و عاشقی میں پاس کیا ہے دین و ایماں کا
وہ زگر گر یہ خوبی ہمارا داغ سینہ کو

ظفر نکل لب شیریں مرے اس حور طلعت کا
سدا ہے چشمہ آئینہ کو کھڑ بنا دیتا

جگر کے کلرے ہوئے جل کے دل کہل ہوا
کیا جو قل مجھے تم نے خوب کام کیا
کبھی تو شیفتہ اس نے کہا کبھی شیدا
ہوں نہ رشک سے خون کیوں کر دم بدم اپنا
تہارے لب کے لب جام نے لیے ہوئے
گلی گلی تیری خاطر پھر اکھسم پر آب
تری گلی میں بہائے پھرے ہے سیل سرشک
جواب خدا کے نہ لکھتے سے یہ ہوا معلوم
منگائی تھی تری تصویر دل کی تمکلیں کو
ختم تہارے بہت اور دن حساب کا ایک

ظفر بدل کے روئیے اور تو نزل وہ بنا
کہ جس کا تجھ سے ہر اک شعر احتاج ہوا

جگر کا دور سیای میں گر حجاب بنا
یہ جوش اشک رہا زیر خاک بھی اپنا
جلال دل جو ترے شعلے نگاہ نیرت
دل شکستہ کی تو میرے کچھ درستی کر
ہوئی نہ پاؤں ملک اس کے دستر افروز
کہا تھا کشتہ مجھے کس کی چشم مست نے آہ
جو میرا آخر بخت یہ دیکھتا ہے
نہ پہچان کان ملاحت تہارے کانوں تک

ظفر جو لکھا ہے احوال دل تجھے اپنا
تو ایک رقعہ سے کیا ہووے گا کہل بنا

ایک پیلا رات سے کاند ستلا
آشناؤ دل مرا چاہ دین میں گر پڑا ۱۱
سوز الفت نے خدا جانکہ دی کس گھر کو آگ
تیری آنکھوں تو ہلا ہیں دل کو چھوڑیں ہیں کوئی
روبرو تیرے رخ روشن کے اے خورشید رو
لے دل صد چاک کو اپنے ہوا خواہوں کے تو
دامن بختوں لآخر خار نے تھانا تو کیا
مہ کو کہتا ہے نش میں روئی کا کالا اڑا
ہونہ یہ تو رز میں دلیلا اڑا لا اڑا
آسماں پر جائے ہے آتش کا پر کالا اڑا
گرچہ مڑگاں سے پھر یوں دہلا اڑا
مثل شبنم رشک سے رنگ گل لالا اڑا
اپنی شکل میں لگا کر اس کو پھٹالا اڑا
آخرش ہو کر گبولے میں تہ و بالا اڑا

اس کے گھر جانے کا مانع وہ جو ہوا تھا ظفر
شکر اللہ اب وہ بارے روکنے والا اڑا

مارا عاشق کو تو کیا کام تمہارا نکلا
روشن نکلت گل سیر کو گھر سے باہر
سارے منہ نکلے لگے گھر میں تمہارے دشمن
صدقہ شفی کے وہ دل لے کے مرا پوچھتے ہیں
بہند پھر شب کو کہاں آپ کی زلفوں کی قسم
بمیں کیا کام ہوا نام تمہارا نکلا
پھر قدم سرو گل اداں تمہارا نکلا
منہ سے کاغذ کے جو پیغام تمہارا نکلا
کیوں جی گم تھا دل نام کام تمہارا نکلا
ذکیوں جبکہ سر شام تمہارا نکلا

چلتا چلتا نہ ذرا طراز محبت میں اسے
یہ خیال اسے ظفر اب خام تمہارا نکلا

قاروں اٹھا کے سر پہ سنا گنج لے چلا
منت تھی بوسہ لب شیریں کر دل مرا
ساتی سنبھاتا ہے تو جلدی مجھے سنبھال
دوڑا کے ہاتھ چھاتی پہ ہم ان کی یوں پھرے
پھم کا لطف یہ ہے کہ جس وقت پو پڑے
دینا سے کیا بخیل بجز رنج لے چلا
مجھ کو سوئے مزار شکر گنج لے چلا
ورنہ اڑا کئے پاں نش رنج لے چلا
جیسے کوئی پودا کے ہوا رنج لے چلا
ہم بے چار بولے تو بے رنج لے چلا

جس دم ظفر نے پڑا کے غزل ہاتھ سے دھکی
آنکھوں پہ رکھ ہر ایک سخن سچ لے چلا

اشک کا قطرہ فقط کیا صاف گوہر سا بنا
مہم کلشن میں آیا میکش کو کیا وہ گل
گل سے بھی نازک بدن اس کا ہے لیکن ہوسو
رشت میں بھی تیرے بختوں کی نگر تدبیر ہے
پکا گریباں ہے بنا اس ماہ کا مثل حلال
در پر اس پردہ نقشب کے آہ وقت انتظار
کیا عجب خال سودا گر جلے مثل سپند
عشق نے کیا جانے کیا دل میں بھڑکائی ہے آگ
بلکہ لخت دل بھی ہے بے قوت امر سا بنا
ہر گل لالہ جو ہے یک دست ساغر سا بنا
یہ غضب کیا ہے دل پہلو میں پتھر سا بنا
خاروازی جنوں جو حیر نشتر سا بنا
بلکہ نکتہ بھی گریباں کا ہے اختر سا بنا
چشم کا حلقہ ہمارے حلقہ در سا بنا
سوز الفت سے دل اپنا ہے عمر سا بنا
اب جو سینے میں مرے ہر داغ افکار سا بنا

اے ظفر منظور تھا اس چشم کو عاشق کا قتل
اس لیے ہر سوئے مڑگاں اس کا پتھر سا بنا

تو عبادت کو گر نہ جائے گا تیرا بیمار سر نہ جائے گا
 گئے رہیں گر وہاں جا سوس بندہ کیا دیکھ کر نہ جائے گا
 سر سے جائے گ کہ ترا سودا جب تک میرا سر نہ جائے گا
 تو ہلا ہے غیر کو گھر میں لکی باتوں سے گھر نہ جائے گا
 قاصدا اشک کے سوا میرے کوئی وہ نام نہ نہ جائے گا
 ساتھ اپنے کوئی بھی زینہ غیر داغ جگر نہ جائے گا
 ایک کالی بلا ہے نصف تری جو کر دیکھے گا ڈر نہ جائے گا
 لے چکے لوگ خوں بہا میرا کیا وہ قاتل سکر نہ جائے گا
 شوق بوسہ رہا اگر دم نزع دم لہوں پر پتھر نہ جائے گا
 گرچہ مرجائے گا ترا بیمار تو نہ جائے گا پر نہ جائے گا

تو اگر جائے گا تو ساتھ ترے
 سایہ ساں کب ظفر نہ جائے گا

عشق میں استادیاں تک آپ کا سنتوں ہوا وشت میں شاگرد اس کا آن کر مجھوں ہوا
 حشر تک واں سے گل اورنگ سے اوگتا رہا کشتِ عشق تمہارا جسم جگر مدوں ہوا
 ایک شب وہ ماہ و ش آلیا نہ مہماں میرے گھر واہ اتنا بھی نہ تجھ سے گردش گردوں ہوا
 جی نہیں گاتا جدائی میں تو مطلق شعر پر آہ کا مصرع ولایہ کس طرح سوزوں ہوا
 ہاتھ میں تیرے لگائی شب جو مہندی غیر نے رشک سے ہے لالہ دیاں بھی یہ دل پڑوں ہوا
 اڑ گئی نیند آنکھ سے سنتے ہی بس اے قصہ خواں تیرا افسانہ مرے حق میں عجب افسوں ہوا
 جام برکف گل ہے اور غنچہ سبو بروش ہے کیا تم میں آج پھر دور بنے نگلوں ہوا
 سرخ فیس آنکھیں نٹے سے ان میں پھر کا جل دیا دیکھیے وہ آج کس کے در پے شیفوں ہوا
 دل کا یہ عالم ہوا لپٹے ہی بوسہ خال کا جس طرح بیہوش کوئی کھاکے ہوا یوں ہوا

جو کہ ہے قسمت میں ہوا ہوگا آخر کو وہی
 اے ظفر کیا شکوہ اس کا یوں ہوا یاہوں ہوا

اشک آستیں پہ میری مڑگاں سے جگر کے پہنچا اس طفل نے تو پکڑا اگلی پکڑ کے پہنچا
 ہے ضعف سے اٹھا مجھ کو قدم بھی مشکل میں اپنے صبروں تک کیونکہ پھر کے پہنچا
 کوئی گھڑی تو مجھ کو آرام وصل میں دے اے فکر ہجر ابھی جے جگو نہ دھڑکے پہنچا
 یاں تک ہوں باتوں میں پکڑو جو دامن اسکا جھٹ ہاتھ سے الگ ہو میرا اکھڑ کے پہنچا
 سیلاب اشک اپنا اس یار کی گھلی تک سچے تو سینکڑوں کے ہاں پاؤں پڑ کے پہنچا
 گر صلح اس سے ہوتی یہ رنگ تو یہ نہ ہوتا اس حال کو عزیزوں میں اس سے لڑکے پہنچا
 رستانی میں ہے قامت تیرا کوئی قیامت کب سرو بانگین کو تری اکڑ کے پہنچا
 آیا جو یار مجھ کو اس کا گلے لگا ا ا ا میں گور کے کنارے بس دم اکھڑ کے پہنچا
 طے راہ عشق ہووے آسان کب کسی سے منزل پہ جو کہ پہنچا پاؤں رگڑ کے پہنچا
 پھاڑا مہا نگلوں نے اپنا جو یوں گریباں ہے کیا پیام ایسا نکشن میں تڑکے پہنچا

پکڑا جو ہاتھ اس کا میں نے ظفر ہنسی سے
کس کس طرح چھڑایا اس نے پکڑ کے پھینکا

وہاں دل نہ لگتا جو کوئی اور سا ہوتا
مہندے ترے پاؤں میں ہو اور خون بھرا دل
زلفوں کو دیا چھوڑ مجھے مرنے تھا تمہارا
میں ہی تھا جو خاموش رہا سن کے تری بات
انصاف تو کر تو کہ مری طرح سے تیر
کچھ قدر مری تو نے ستنگار نبائی
میں تھا کہ لیا یوسر خط سبز کا تیرے
اے خراج ترے جلتے ہی پروانے نے جاں دی
دیں گالیاں تو نے ہمیں اور ہم نہ سمجھے دیکھ
تیرا اس کا لگا دل میں نہ کی آہ بھی میں نے ا

دل دے کے ظفر ہم نے کہا کچھ بھی نہ اس کو
سو فیل وہ لانا جو کوئی اور سا ہوتا

یوسر ظفر نہ مانگو کیا فائدہ اڑے کا
قبر شہید الفت لبریز ہے ہو سے
کیا عیشہ قدح سے چلتا ہے کام میرا
پلے میں تم جہیں کے رہنے دو خال لہو
ہالا نہیں فلاک پر ہے گرد ماہ شب کو
مازک ہیں تیرے پہنچے حیران ہوں کہ ان سے
دل پھر لو نہیں تو سودا گلے پڑے کا
جانے دو کھولنا اب اچھا نہیں گزریکا
ساتی تجھے قسم ہے مرنے کھول دے گھڑیکا
میزون حسن میں یہ پانگ ہے دھڑیکا
شادی کر نکس ہے یہ اس پاؤں کے کزیکا
اٹھے گا بوجھ کیونکر اے سم تن چھڑیکا

غیر از خدا ظفر یاں کوئی نہیں اٹھکا
منعم کا اور گدا کا چھوٹے کا اور بڑے کا

دے میرے ہاتھ پہ گل غنچے وہاں چھلے گا
جو گلے میں ترے عالم ہے عیاں چھلے کا
اللہ اللہ دے نزاکت تری مازک اندام
حلقہ زن دیکھ نشتے میں جو خط جام کو دلت
طوق قمری کے گلے میں نہیں شاید کہ ہے عکس
بیٹھکر کسی کسی ہوں پھریں جو تری انگلی کی
ہائے ماہ نہیں کوئی نمونہ ہے عیاں ا
بس نثانی کو یہ کافی ہے نثاں چھلے کا
گردن شیشہ میں وہ لطف کہاں چھلے کا
بوجھ انگلی کو ہو معلوم گراں چھلے کا
تو ہوا بادہ پرستوں کو گماں چھلے کا
تری انگشت کے اے سردرواں چھلے کا
ہووے کس طرح سے شیریں نہ وہاں چھلے کا
یہ تمہارے مگر اے ماہ رضاں چھلے کا

اے ظفر حلقہ گیسوئے پری رخ کے سودا
کام انگشت میں شانہ کے کہاں چھلے کا

جیسے سمجھا تو سمجھ کا شب کو دروازے کے پٹکا تھا
 جہن میں شاخ سہل کے لیے میں نے کئی بوت
 گرلیا خاک پر اے چشمِ فضل شک کو ماتم
 سزا ہے اے دل کج فہم جتنا تو بلا میں ہو
 نہ کر دریا کشوں سے ساقیا اتنی تک طرفی
 نگر یہ گری فریاد بلبل کا اثر تھا کچھ
 خدا جانے وہ سر کو کس نے در پر تیرے پٹکا تھا
 بندھا جو دھیان آنکھوں میں ترے گیسوں کی لٹکا تھا
 کر کرتا نیرہ مڑگاں پہ میرے کام نٹ کا تھا
 تری شامت تھی کیوں تو جاگئے ان زلفوں میں لٹکا تھا
 دیا ایک شیشہ سے اور مجھے درکار مٹکا تھا
 لگا جس سے کر طفل غنچہ کو گلشن میں پٹکا تھا

ظفر دل لے گیا جگو گلی میں اس پری دل کی
 ورنہ اب تک تو وہاں فرشتہ بھی نہ پھٹکا تھا

سر ہنر تیری نگاہوں نے جگر کو چھلا
 دل گم گشت نہ ہاتھ آیا بہت سا ہم نے
 اس لطافت سے ہے سرفی ترے رخ پر گویا
 پہنچے ترے لب و ہوا کی طاعت کو کہاں
 ہداری ترے ہدوں کو جو دی خالق نے
 خاک چھلا کیا مدت وہ ترے کوچے میں
 کثرت تیر نے آخر کو سپر کو چھلا
 جو صبا خاک در رشک قمر کو چھلا
 صافی نور میں رنگ گل تر کو چھلا
 ہم نے سو بار اگر شیر و شکر کو چھلا
 چار نور میں خوب آبِ مہر کو چھلا
 تو نے باتوں میں کہ جس خاک بسر کو چھلا

کرکری ہووے گی بد لوگوں کی غلی ساری
 اتھاں کر کے اگر میں نے ظفر کو چھلا

برائے یوسر جو میں نے اسے ہنسی سے کہا
 ارادہ ہے جو میرے قل کا تجھے قاتل
 پیرانیے دل عشاق کو جان دی اپنی
 قسم خدا کی تجھے قاصدا کر یہ پیغام
 اٹھائے لاکھوں ستم تیرے دے کے دل ہم نے
 صدا نہیں یہ چٹکنے کی غنچہ گل نے
 بیٹھ کرتے رہے بغیر کی طرف داری
 ہر آئے چشم اجل میں بھی یک ایک آنسو
 تو کیا کہوں مجھے کیا اس نے بے رخی سے کہا
 تو کھینچ تیغ کر میں نے بھی ہاں خوشی سے کہا
 ولے نہ درد دل اپنا کبھی کسی سے کہا
 نہ آفریں بھی کبھی تو نے دل دی سے کہا
 کہا ہے یار نے یا تو نے اپنے جی سے کہا
 بس کو دیکھ کے کچھ تیری ہنسی سے کہا
 کبھی نہ آپ نے اک حرف منصفی سے کہا
 تمہارے کشت نے کچھ ایسا نیکی سے کہا

ظفر وہ دشمن جاں ہے اسے بھونچو دوست
 ترے جتانے کو یہ ہم نے دوستی سے کہا

بھویں بنا کے جو اپنی وہ مدد جمال آیا
 کچھ ایسا راغر صہبا کاشب خیال آیا
 بغل سے لے کے وہ دل لوں بجائے سے تھکیں
 سوال پور کریں کس ادوش کر اے عی
 نمودرگ ہے زاکت سے یوں گلوں ترے کھلا یہ ہم پہ تو
 اے بحر حسن دیکھ کے زلف
 تمہارے خال کے کھنکے کی جو ہوتی برکی
 دکھا نہ جذبہ عشق اپنا دیکھ اے بلبل
 روش پہ لوٹے ہے گل اس روش ہوا سے آج
 نظر یہ رشک سے پھر چرخ پر حلال آیا
 کر پیار کاسہ مد پر مجھے کمال آیا
 کر جیسے ہاتھ کسی کم بغل کے مال آیا
 بڑھک غنچہ پھلائے ہوئے وہ گال آیا
 کہ جوں صراحی بلوری میں ہووے بال آیا
 کہ مایا گیر ہے کاندھے پہ لے کے جال آیا
 شریک فاتح ہونے کو خاص خال آیا
 یہ بیٹھے بیٹھے ترے جی میں کیا خیال آیا
 کہ بن سرو دیے جیسے کسی کو حال آیا

جو کچھ نہ کہتا تھا وہ کہہ دیا ظفر اس سے
بجز اس دل کی وہاں ساری میں نکال آیا

لاغری سے حال اپنا کیا کوس کیا ہو گیا
جل گیا گل کا جگر اس رونے آتش پاک سے
اپنے زخمی سے ترق کو تو جو بولا جنگ جو
جبکہ دریا میں پڑا ساقی کا عکس تاب رخ
آہ تھی میری کہ انہی اڑ کے کا چرخ کو
حسن جو حیرا دو چند آیا نظر تو شرم سے
پشت لعل لب پہ جب نکلا زم و قام خط
کھل گیا سارا جہاں گروں پہ اہول زمیں
نثر ترشی سے گھٹے ہے یہ الفت کا نثر
میں زمیں پہ نقش پائے سو گویا ہو گیا
قطرہ شبنم نہیں ہے یہ پھولا ہو گیا
لوٹے یوں زخموں کے تاکے اک تڑا کا ہو گیا
ساغر خورشید اک حلقہ بھنور کا ہو گیا
زہر اس کا یہ چٹھا اس کو کہ نیلا ہو گیا
ماہ کال جوں مہ یک ہفتہ آدھا ہو گیا
ساغر یا قوت پر گویا جتنا ہو گیا
چشم کے مانند جب پاؤں کا چھالا ہو گیا
ترش ہونے سے تیرے یہ نور دونہ ہو گیا

ہے یہ وحشت بھی بلا سوزی کہ تجھ کو اے ظفر
ہر قدم پر نہیں کڑ دم خار سحرا ہو گیا

جو دیکھے رشک جہن کے بدن میں تھک تا
بغل میں لے کے تجھے تھک شوخ کسک تن
سپاہی کو نہیں زبا ہے پیرہن اھیلا
نہ کیونکہ جامہ فالوں میں تھل ہو خلع
ہنوں کے ہاتھ سے میں گھر میں ہو رہا ہوں تھک
نہ اپنے رشک سے غنچہ جہن میں تھک تا
خوشی سے کیونکہ ہو اپنے تن میں تھک تا
پہنے ہے ہاں بدن تیج زن میں تھک تا
جو زہب بر ہو ترے انجمن میں تھک تا
مرے ہے ہاتھ سے دیوانہ پن میں تھک تا

گلوں اوس کی پڑ جائے اے ظفر گر ہو
مرق سے تر ہمازک بدن میں تھک تا

جس وقت نظر کوئی وہاں اور ہے آ
میرے دل ملاں کے جو مالوں سے ہولاں
اے یاس و لم جاؤ مرے خانہ دل سے
جوں جوں لب شیریں سے مجھے دے ہے تو دشنام
اس وقت مرے دل میں گماں اور ہے آ
کیا کوئی یہاں مالہ کماں اور ہے آ
مہمان کوئی اب تو یہاں اور ہے آ
اک تجھو مزا پست وہاں اور ہے آ

بولے وہ ظفر میر سے سن کر مری فریاد
لو آج تو اک گرم فقاں اور ہے آ

عارض پہ تیرے رنگ کا نگہ بن لگا
ککشن میں اس کے جلوہ قامت کے سامنے
کروٹ بدل کے سونے سے کیا خاک ہے مزا
گرنے سے تم رہا ہے تلک میری آہ سے
دم لینے کس کو دے ہے کہ دہال عاشقان
پھولا پرنگھل نہ سلا میں آپ میں
کیونکہ نہ اپنا روز خوشی ہو کہ اب ترا
جہراں ہو خال گوشہ ہر و کو اس کے دیکھ
ہو کیوں نہ شور دن دے مہ کہ گمن لگا
خند بید کاہنے سرو جہن لگا
سینے سے سینہ اور بدن سے بدن لگا
دیکھو تو کیا ستون پہ سقف کہن لگا
پھرنا ہے بہر قفل وہ ششیر زن لگا
آکر مرے گلے جو وہ گل پیرہن لگا
قیمت سے ہاتھ بوسہ سیب و قن لگا
ہے نیلو فر بناغ غزال فتن لگا

طرز سخن کا اپنی ظفر بادشاہ ہے
اس کے سخن سے یاں نکلی کا سخن لگا

نیلو فر رہنا ہے جو پانی میں ڈوبا ہوا
آئینہ کیا دیکھ تجکو اب جھلک میں ہے غرق
گردش چشم تیاں سے کیا ہو دل کی مٹھلی
دل سے کب بھولے ہے میرے اسکے زلف و رخ کی تاب
پنچہ خورشید یا رو شفق آلودہ آج
چٹائیں سی کھٹکے ہے جی میں انکی مڑکوں کا خیال
یوں ہے اس رخ کے عرق میں خال اب ڈوبا ہوا
اپنی نظروں میں تو ہے لک حطب ڈوبا ہوا
حلقہ گرداب سے نکلے ہے کب ڈوبا ہوا
دھیان میں رہتا ہوں جس کے روز شب ڈوبا ہوا
دست قاتل یہ نہیں ہے خوں میں اب ڈوبا ہوا
ہے رنگ جاں میں یہ نشتر بے سبب ڈوبا ہوا

دل سے جب کہتا ہے اپنے دہم یا بوزاب
بکر عصیاں سے ظفر نکلے ہے تب ڈوبا ہوا

گل صد برگ جو گل تو نے اٹھا کر پھینکا
اس سنگر نے مجھے نکلے جو کر کر پھینکا
سوز عشق نے ساتھ آہ کے مانند ہند
میکھی کر کے جو گلشن سے چلا وہ بدست
حرف مطلب کے قریب آئی جو میں باتوں میں
چھوڑا صیاد نے تجکو تو جب حال کیا
ذبح کے بعد مرے وہ جو بہت کچھتیا
بارغ میں اور بھی خوش رنگ ہوئی گل مہندی
مٹھند میں مرا سر دیکھ کے اس قاتل نے
گل بازی کی طرح تو نے مجھے عالم حزیں
میں نے جانا دل صد پارہ کو دلیر پھینکا
تو کہیں پاؤں کہیں ہاتھ کہیں سر پھینکا
بھر سینہ سے دل کو مرے باہر پھینکا
توڑ کر گل کا سب نے وہیں صاغر پھینکا
اس نے پھر دور مجھے بات بنا کر پھینکا
پھینکے پر نوح کے اور تود کے شہر پھینکا
توبہ کی قتل سے اور ہاتھ سے صخر پھینکا
اس نے مہندی کو جو پانوں سے چھڑا کر پھینکا
دربازی شمشیر ہے اکثر پھینکا
یاں سے دس دس سے یہاں خرچ سنگر پھینکا

ق

کیا کہیں کیسا وہ گہرائے ہیں بیٹھے بیٹھے
اٹ کے بھاگے یہی کہہ کر کوئی ہاں جاؤ شباب
میں نے شب گھر میں جوں کے کوئی سنگر پھینکا
دیکھو کس نے پس دیوار ہے پھر پھینکا

ق

کچھ نہ پوچھو دل بیتاب کا میرے احوال
پاؤں پر اس بت سفاک کے وہ یوں ترپا
میں نے پہلو سے نکال اس کو جو باہر پھینکا
کر کے جوں ذبح کسی نے ہو کبوتر پھینکا

دل کو بن جائے وہاں چین نہیں آئے کا
اے ظفر چل کے اسے یار کے تو گھر پھینک آ

تیرے بچے کو کہاں بچہ مر جاں پہنچا
 نامہ بر میرا کہاں دیکھو عزیزوں پہنچا
 اس کی پشت لب جاں بخش پہ نکلا خط سبز
 بنیہ گر کون تھا جو پاک جگر کو ستیا
 چھوڑنا شتر تلک بھی نہ تجھے اے قاتل
 غم میں اس پر وہ نقشیں کے ہے مرا مک میں دم
 آنکھ عشق سے جلا ہے مراخانہ دل
 بھانگا ہاتھ پھڑا کر تمہیں ہوتا معلوم
 دیکھتے صبح تری کون سے دن ہوئی ہے
 دیکھنا شوق کے پاؤں تلک اس قاتل کے
 جب نہ خدق کو ترے لعل بدخشاں پہنچا
 جائے جس جانہ فرشتہ وہاں انسان پہنچا
 خضر گویا کہ سر چشمہ حیاں پہنچا
 خوب بروقت تو اے ناوک جاں پہنچا
 ہاتھ بسک کا نہ پرتا سرداں پہنچا
 اور صدمہ نہ مجھے اے غم جاں پہنچا
 جلد پانی کہیں اے دیدہ گریاں پہنچا
 گرمے ہاتھ میں آجاتا مری جاں پہنچا
 میں تو مرنے کے قریب اے شب بھراں پہنچا
 سرمرادھ کے مثال در غلطاں پہنچا

اے ظفر پہنچے مرا ہاتھ کب اس دامن تک
 ضعف سے جو نہ مرے تابہ گریبان پہنچا

جب اتھواں سے یہ سو فار تیر کا ٹھہرا
 عجب ہے سوز محبت سے دل مرا ٹھہرا
 نہ ہاتھ تجھ زنی سیکھی ذرا ٹھہرا
 یہ کس کی چشم کی گردش نے اس کو دی گردش
 دکھاتے جنہش مڑگاں ہو دم دم اپنی
 گئی نہ مر کے بھی میرے نصیب کی گردش
 نہ جاسکا کوئی جب یار تک مرا قصد
 حرام میں نہیں حرمت بلا سے بھر سناں
 قلم نہ ٹھہر سکا پردم سکنت شوق
 ہر ایک دیکھ کے صورت کو میری ہنستا ہے
 کبھی دکھاتا ہے صورت ہمیں برسوں دن
 تمہاری آنکھوں کی بنار جو ہوئی ترس
 نکالا سرے کا حل اس نے چشم میگوں پر
 تو مرغ حیر ترا طائر ہوا ٹھہرا
 کہیں بھی آگ پہ سیلاب ہے بھلا ٹھہرا
 ہماری جاں کو ہلا کو وہ دوسرا ٹھہرا
 کہ آسمان نہ گردش سے اک ذرا ٹھہرا
 گئے پہ کیا مرے حشر ہے بھیرا ٹھہرا
 کہ سنگ قبر مرا سنگ آسیا ٹھہرا
 تو نیک اشک کا ناچار پہنچنا ٹھہرا
 قلعہ دختر رز سے کہیں مرا ٹھہرا
 بہت یہ چاہا لکھوں ہاتھ کو ذرا ٹھہرا
 الہی میں کوئی دیوار آہٹا ٹھہرا
 غرض وہ مہر لقا چاند عید کا ٹھہرا
 گیا جن میں نہ پھر اس سے بے عصا ٹھہرا
 عجب ہے کشتی سے پر بھی ماضی ٹھہرا

صفائی کیا کہوں میں اس کے روئے سادہ کی
 ظفر یہ پائے نگہ جس پہ ہے ذرا ٹھہرا

کون کج فروغ ہے اپنا داغ اپنا چراغ ہے اپنا
 کون کج حزن میں ہے سناں لیک دل سوز داغ ہے اپنا
 اشک غریبی ہیں بادہ مٹکوں دیدہ پرغوں داغ ہے اپنا
 وعدہ وصل ہے جو اس گل سے آج دل باغ باغ ہے اپنا
 ڈھونڈا ہے خدا کو تو زہد ہم کو قصد سراغ ہے اپنا
 جب سے اس مہ جیس کے عاشق ہیں آسمان پر داغ ہے اپنا

اے ظفر کچے سر و سعت دل
 کہ کیا باغ دریاغ ہے اپنا

ہم روئے ایسا تو نے جو ہم کو دلا دیا
اس شعلہ غم سے بزم جہاں میں لگا کے لو
ہے خاک راہ یار چنگی بھی کیا
ایسا نہ ہو کہ غیر پہ کھل جائے دعا
سب یار کوچ کر گئے میری کھل نہ آگے
غم نہ کیا نہ یار کبھی بھول کر ہمیں
پانی میں ایک دکھائی لک بلبلا دیا
مانند خج آپ کو ہم نے گھلا دیا
یہ عشق نے بتا ہمیں اک پھٹلا دیا
قاصد نے میرا خط اسے جا کر کھلا دیا
غفلت نے کیا کیوں مجھے کیا سلا دیا
ہم نے تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا دیا

کھینچا جو نقش کلم تصور سے یار کا
فناں ہیں کو ہم نے ظفر چین بلا دیا

جگر سے یوں دھواں ہے یار بار اٹھا ہوا آ
سر پہ سلطنت پر بیٹھے آ ہے تنگ اس کو
پڑا ہے خاک پر ظالم تو کیا جب سر اٹھاتا ہے
جلا کر صمغ ساں جس کو اٹھایا تو نے محفل سے
غرام باز سے تیرے سر پہ تیرے عاشق پر
اڑاتا خاک آ ہے ترا دیوانہ سحر میں
کر ہو جس طرح سے اب بہارا اٹھا ہوا آ
ترے کوچ سے ہے جو خاکسار اٹھا ہوا آ
زمین سے سوخت دل داندار اٹھا ہوا آ
وہی جاں سوخت دل داندار اٹھا ہوا آ
نظر ہے ایک فنڈ اے نگار اٹھا ہوا آ
گملا سا جو ہے یہ اک غبار اٹھا ہوا آ

عدا جانے بڑھکتی ہے ظفر کیا آگ سبز میں
کہ دم کے ساتھ ہے شعلہ سلاہ اٹھا ہوا آ

مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا تو بھی دوست بیکانہ رہا
نہ تو اپنا رہا نہ بیکانہ رہا جو رہا سو کسی کا فائدہ رہا
مرا سبز و دل مرا جان و جگر ترے حیر نگہ کا نشانہ رہا
دہی کثرت داغ بدولت حلم مرے پاس ہمیشہ خزانہ رہا
علیا موسم گردش ساغر سے نہ وہ دور رہا نہ زمانہ رہا
رہیں خانہ خرابیاں جس کے لیے وہ رقیب کا رونق خانہ رہا

ظفر اس کی تو زلف میں دل ہے مرا
مرے پاس بلا سے رہا نہ رہا

مٹ نظر آوے نہ کیونکر آگے میں اس یار کا
صفحہ قرآن پہ کھینچے ہے اک جدول سیاہ
پاس ہرو کے مرصع کارپے میں کہاں
زخم دل کو صاف کرتا ہے خیال خط سبز
دیکھنا جھانکا کہیں وہ مہروش شاید کہ ہے
آگے ابھی بن گئی ہے آئینہ دیوار کا
صحفہ رخ پر وہ سایہ زلف کا ہر تار کا
ہے میاں جتنے جڑواں یار کی تلوار کا
چارہ گر مرہم نہ رکھے بے فائدہ نگار کا
اتر صبح قیامت روزن اس دیوار کا

محو حیرت کیوں نہ ہو وہ اسے ظفر آئینہ وار
دیکھتے والا ہو جو اس آئینہ رخسار کا

دے دیا دل اور نہیں یہ یاد وہ کس کو دیا
تیرا اس ناوک قلن کا جب کیا دل سے نکال
خواہ وہ داغ جنوں تھا خواہ کوئی اشک خوں
دین و ایراں ' جاں و دل ' ہوش و خروصبر و قرار
عرصہ یک دم پہ دیا میں ابھرتا ہے حباب
میرے گریے نے نہ ڈھویا دل سے میرے ایک داغ
دیکھنا رنگِ محبت کیا دکھانا ہے بیمار
اب دل آزادی کرے وہ خواہ دلاری کرے
اے ظفر اس دریا کو ہم نے دل اب تو دیا

ہاتھ قاتل تری تلوار کا ایسا چھوٹا
چھٹ گیا ہاتھ سے دامن دم بدم تیرا
نکس چشم اس کا نظر آئے ہے یوں آکے میں
لوک مڑگاں نے تری ایسا ڈھویا نظر
سوزشِ علم ہے تراشا کوئی آسمبازی
نہیں تلکوں سے ملے دیدہ نرتونے کیوں
کو بکو چھوٹے مرے واسطے لاکھوں جاسوس
امرا کے جاسکتا نہیں نامردیوار جن
سارے جھگڑوں سے جہاں کے تراشیدا چھوٹا
پر ذراخوں ترے دامن سے نہ میرا چھوٹا
جیسے طالب میں ہو کوئی نو اڑا چھوٹا
رنگِ جاں سے مرے نوارہ لبو کا چھوٹا
نامہ کیا سینے سے نکلا مرا چپکا چھوٹا
رنگِ مہندی کا کفِ پائے نکارا چھوٹا
مجھ سر پر کوچہ جہاں کا نا جانا چھوٹا
دامِ صیاد سے چھوٹا بھی تو میں کیا چھوٹا

آخر لے ی لیا تیج نے لب کا پور
اے ظفر یہ نہ لبِ رزم سے پکا چھوٹا

جبکہ شبِ دیزِ قلمِ قرطاس پر جوال کیا
چشمِ بیا ہے تو دیکھو ہے نگلی طور کی
تو نے یارب کس رخِ روشن کی گلے کو ٹکا
لی گئی ہیں خاک میں مہات کیا کیا صورتیں
دیکھ غافلِ صالحِ قدرت کی تو صنعتِ گرمی
جلوہ فرما جب یہاں دیکھا اسی کو ہر طرف
آشنائی کر کے پیدا تم نے بحرِ عشق سے
بارِ عصیاں لے چلے ہم سر پہ دھر سوئے عدم
جب قلم و میں سخن کا اک قلم میدان کیا
دل میں اپنے جو شہر ہر رنگ نے پہناں کیا
منہ چرخ پر انجم سرسبز افشاں کیا
چشمِ نقشِ پاکو مثلِ آئینہ جیراں کیا
ایک مشت اک کو کیا صورتِ انسان کیا
رجہ در و حرم کو ہم نے پھر یکساں کیا
عزمِ رقتِ سیر کی مثل و غلطاں کیا
خاک اے عدم سفر کا ہم نے اب ساراں کیا

اپنی غفلت پر ظفر جائے ناسف ہے کہ آہ
ہم نے سب کچھ جان کر پھر آپ کو ناداں کیا

میدم کیا ترے کوچے میں میں ہو کر آیا
اس سے بازی جو لگا کھیلے میں چوڑ کی
چھڑگئی ٹپٹی تری دیورو میرے اے اشک
جس نے تجھ سے بتِ خونخوار لڑائیں آنکھیں
پوچھ خاموشی کو مت میری تو اے غنچہ بہن
چشم کا نام نہ لے لڑنے کا اب تو اے یار
تجھ کو پلایا جو نہیں خوب میں روکر آیا
مائدہِ زندگی اپنی کو بھی کھو کر آیا
تو غبار اس کے نہ دل سے کبھی دھوکر آیا
تیج مڑگاں سے اے اپنی تو روکر آیا
دل مرا جانتا ہے مجھ سے تو جو کرا آیا
کام کو اپنے تو ہے آپ ڈبو کر آیا

پیرہن سے ترے ہو آئی ہے خوشبو کی ظفر
ساتھ تو کون سے گرو کے ہے سو کر آیا

پان کھا کر سرمہ کی تحریر پھر کھینچی تو کیا
اے مہوں جبکہ زرتیرے نصیبوں میں نہیں
گر کھینچے سبز سے لاکھ روح تو غالب سے کھینچ
کھینچتا تھا پانوں میرا پہلے ہی زنجیر سے
دارے پر اس نے کھینچا جب سر بازار عشق
کھینچ اب مالہ کوئی ایسا کہ ہوا اس کو اثر
چاہئے اس کا تصور ہی سر نقش کھینچا
کھینچ لے اول ہی سے دل کی عیان اختیار
جب مراخوں ہو چکا شمشیر پھر کھینچی تو کیا
تو نے محنت بھی لئے اکبر پھر کھینچ تو کیا
اے اجل جب کھینچ گیا وہ تیرے پھر کھینچی تو کیا
اے ہنوں تو نے مری زنجیر پھر کھینچ تو کیا
لاش بھی میری لئے قفس پھر کھینچی تو کیا
تو نے اے دل آہ پہاڑ پھر کھینچی تو کیا
دیکھ کر تصویر کو تصویر پھر کھینچی تو کیا
تو نے گراے عاشق دلیہ پھر کھینچی تو کیا

کیا ہوا آگے اٹھائے گر ظفر احسان چل
اور اگر اب محنت مدبر پھر کھینچی تو کیا

مر جائے یا کچھ وہ کسے دھیان کسی کا
لے کا تجھے رہتا ہے ارمان کسی کا
لکھا نہیں اے دست ہنوں ایک بھی چھوڑا
یہ سنگ دلی اپنی تم اب چھوڑ دو اتنی
اے لالہ رفاں تم مرا گلنور وہ ہے جیسے
ہوتی ہے بری عشق کی آتش بھی دار ہے
طے منزل عشق اس سے یہ کہہ ہو سکے یا رو
الطاف و کرم غیروں پہ رہتا ہے تمہارا
سچھی مجھے رونے سے ہے دن رات کی والدہ
زلف و رخ جلاں سے جو ہے دوستی والدہ
تیرے تپ غم میں یہ سدا پہنچی ہے نوبت
پھر کیوں کہ بجا ہووے اب اوسان کسی کا
دنیا میں نہیں کوئی مری جان کسی کا
لینا ہے جو نہیں نام کسی آن کسی کا
دامن سے لے نا بگربان کسی کا
دل توڑتے کیوں ہو جو ہر آن کسی کا
ایسا نہیں یک دست گلستان کسی کا
گھر بھونک نہ دے آتش سوز ان کسی کا
لٹ جائے سر راہ جو سامان کسی کا
تم جانتے ذرہ بھی نہیں مان کسی کا
گھر دینگے ڈبو دیدہ گریبان کسی کا
ہندو نہ کسی کا نہ مسلمان کسی کا
پھر کیوں کہ بجا ہووے اب اوسان کسی کا

اب کافیہ و بحر ظفر پھر غزل لکھ
ہٹ جائے نہ جانب سے ترے دھیان کسی کا

دلا دور سے دیکھ جلا کسی کا
عزیزو مرے آگے جزو ذکر طہر
نہ سمجھا تو صبح کر محنت سبکیں ہوں
نہ ملا کرو میری جانب سے اب تم
مجھے یاد آتا ہے نہیں نہیں کے یاد
برا ہی سمجھ دل میں اچھا نہیں ہے
کبھی تو سنا کرو ذرا گوش دل سے
ترے حق میں اچھا نہیں سمجھ
مری کیونکہ خاطر نشان ہو کر دل ہے
مجھے یاد کر کے آنسو بہلا
نہ جلا کسی کا نہ جلا کسی کا
نبلا کسی کا نہ لالا کسی کا
دونا کسی کا نہ لالا کسی کا
لگا کسی کا نہ لگا کسی کا
رولا کسی کا نہ رولا کسی کا
ستا کسی کا نہ ستا کسی کا
فلا کسی کا نہ فلا کسی کا
کڑھلا کسی کا نہ کڑھلا کسی کا
بھلا کسی کا نہ بھلا کسی کا

قوافی ظفر پھیر کر پڑھ غزل تو
رہے تانہ آگے ٹھٹھا کسی کا

نہ دل توڑ یو اے سٹگر کسی کا کہا بھی تو ملا کیا کر کسی کا
نہ کیوں بھگ ہوں کشکش سے قفس کی نہ باقی رہا ایک شہر کسی کا
بھلا ہووے کسی رو سے اب غنچہ رویش کہاں نہ ہے اس کے برابر کسی کا
دل اس کا ملاؤں میں سن دل سے کیونکر کہ بس کب چلے ہے کسی پر کسی کا
کمر کا جواب اس کی عالم ہے ہم نہ دیکھا کوئی ایسا عجز کسی کا
یہ جی چاہتا ہے کہ سری سے ماریں اٹھا کر ہم اب وہ سے پتھر کسی کا

بدل بحر اور تافہ کو ظفر اب
کر خوش ہووے دل تاسر کسی کا

الفت کا ملا ہم کو مرا یار کسی کا بچا کیسی ہوتا نہیں اقرار کسی کا
گر ہم ہیں گنہگار تو کر خاک کا پیند پردہ نہ اٹھا چرخ ستار کسی کا
جو آئینہ اب حیرت دیوار سے تیرے دہتا ہے کھلا دیدہ بیدار کسی کا
رونے کا رہے گا یہی عالم تو پھر اک دن گھر دے گا ڈوبا دیدہ خونہار کسی کا
شانہ سے نہ مل کیونکہ کرے اب وہ سرسبز دل زلف بتاں میں ہے گرفتار کسی کا
کک یوں ہیں خبر برق صفت آگے لینا پہلو میں تڑپا ہے دل زار کسی کا
مستغنی تو کوئین سے رکھ اپنے ظفر کو
حاج نہ کر حیدر کرار کسی کا

عشق نے دس دم دیار دل میں آہو کا دیا مار سوزوں نے سینے میں مرے لوکا دیا
دار نہیں جلا کر کچھ تیج ستم کا اب تری غم دکھایا اس نے ہم کو اپنے اہو کار دیا
کیوں کہ ہم قاصد کے من کی لیں بلائیں و مہم جس نے لایق نام وصل اب ہم کو مہر کا دیا
خمع کی حاجت نہیں گور غریباں پر دلا تربت مجھوں پہ بس ہے چشم آہو کا دیا
قصہ سینور ہے یا قل کر عاشق کو آہ تو نے ملحقہ پہ ہے یکا اس کے لوہو کا دیا
تیرہ بختوں پر پریشانی ہوئی اک اور بھی تاروں نے توڑ جو ہیں اپنے گیسو کا دیا

اقتدار صبر و طاقت خاک میں رکھو ظفر
فوج ہندوستان نے کب ساتھ ٹپ کا دیا

سراغر جو بکف اے بت سے ٹوٹ سنہالا تو نے سگر اس دور میں اب ہوش سنہالا
دل ہووے مداح آہ بھلا کیونکہ ہم ہم قافل نے تو مٹے کو سروش سنہالا
کیفیت چشم بت بدست کو اب دیکھ کچھ ہوش نہ تو نے دل بے ہوش سنہالا
ساقی نہ جہاں اس کو سمجھ سوچ نے یہ آب رکھ کاسہ گرداب سروش سنہالا
شب ہالہ مد چرخ پہ کھانا عی رہا چرخ بلا جواہر تو نے سر گوش سنہالا
اس صید گلن نے مرے اس اہوئے دل پر کل چھوڑ کے ہرگز نہ میر گوش سنہالا

گرنا تھا ظفر رات کو وہ ٹٹہ سے
پریش نے اسے ہو کے ہم آغوش سنہالا

جو تار اشک نہیں چشم سے یہاں ٹوٹا الٹی فوج کا طوفان ہے کہاں ٹوٹا
 کئے گا پھر نہ کسی سے یہ دھند الفت کبھو جو ہاتھ سے تیرے اس بدگماں ٹوٹا
 نہیں جو غیر سے کی تو نے شب ہم آغوشی تو کیونکہ بند تھا پھر یہ میری جاں ٹوٹا
 قلم کرے گا سراغیں وہ رشک جن جو اس کے ہاتھ سے بلبل کا آشیان ٹوٹا
 نہ ٹٹکا لگ سکا زرگر سے بھی سب اس میں جو تیرے ہاتھ سے غنچے کا عطر داس ٹوٹا
 جہاز چشم حای میں آگیا جوں ہی مڑہ کا باد مخالف سے بادباں ٹوٹا
 ہمارا دھند دل گر کے تیرے ہاتھوں سے جزیرہ حیف ہے محفل کے درمیان ٹوٹا
 تمام بادہ کشی خاک میں کی ساقی بس اپنے حق میں یہ اک کوہ ہے گراں ٹوٹا
 خیال خال رخ اس کے کا دل کو کیا ہے ظفر
 یہ ہوگا دن چ ہے مرغ بوستان ٹوٹا

بعد خط لئے کا قاصد نے جو پیغام دیا سر قلم اس کا کیا اس نے یہ انعام دیا
 دل دکھائی جو نہ زلف سے قام دیا غم دیا اور درد دیا مجھے ناشام دیا
 خاک آرام مرے دل کو دل آرام دیا دل لیا ایک تو اور دھیرے سے انعام دیا
 پیش دل کو لگی آگ کر یاسب جس نے بعد مردن بھی نہ خاک نہ آرام دیا
 رشک مہ کی کیوں کیا اپنے شرارت کر بھر چرخ خودشید فلک کو بہ لب بام دیا
 یاد بھولی ہے کب اس چشم کی گویاوں نے کبھی رئیس کو دکھلایا کبھی بادام دیا
 غم کے غم پی گئے یارن سبکدوش لیکن ہم کو اس دور میں ساقی نے نہ اک جام دیا
 قطرہ اشک زمین پر نہیں مڑگاں سے گرے غل الفت نے ہمیں یہ شمر خام دیا
 جوں جس کی دل بھوں نے جو فریاد سدا جانے ملتے کو جو لیلیٰ نے نہ یک گام دیا
 دب و دامن میں جو باقی نہ رہے گا کچھ بھی نظر آئے یہ اس آغاز کا انجام دیا
 تو سدا چا کرے اور پیٹے جاؤں میں خوب اسے دست تنوں تو نے مجھے کام دیا

اے ظفر دیکھو کہ اس آہ رمانے اپنی
 گنبد کہہ فلاک کو کیا تمام دیا

یوں تو جانا تمہیں منظور جہاں ہو جانا پر جو آما ہو ادھر سے تو یہاں ہو جانا
 آنسو کا مری آنکھوں سے رواں ہو جانا اور مرا راز نہاں سب پر عیاں ہو جانا
 دوستی کے ہیں سب انداز تمہارے معلوم پر کہیں تم نہ مرے دشمن جاں ہو جانا
 مڑہ یار کو کیا جانے سکھایا کس مجھے جگر و دل میں مرے تیرو سناں ہو جانا
 دے دیا ہم نیدل اس جان جہاں کو اپنا تھا نصیبوں میں جو رسوائے جہاں ہو جانا
 عشق دم بازار اگر ہو تو عجیب کیا جوں نے استخوان کا مری لبریز فقاں ہو جانا
 یوں تو پروانہ بھی جل جائے ہے پر مشکل ہے عشق میں میری طرح سوختہ جاں ہو جانا
 دیکھتے جاؤ مری جان ہے جاتی کیونکر ابھی بالیں سے مرے جاتے کہاں ہو جانا
 رویا ہی ہے فقط نام و نشان کی خواہش اے نگیں چاہئے بے نام و نشان ہو جانا
 گھر سے عاشق کے نہ جانا تھا فضا ہو کے تجھے کر ترا جانا اور اس کو تھکان ہو جانا

ہم کو دکھلائے ہے ہر لکھ حال جاں !
 دل کا صاف اپنے ظفر آئینہ ساں ہو جانا

کیا بلا دل میں ہوئی سوزش پہناں پیدا ہے دم سرد میں بھی آتش سوزاں پیدا
 رہی افسوس سدا طوق بگردن قمری کو ہوا سروچمن صودت سواں پیدا
 اس کے حذاں میں اگر پان کی سرفی ہو نمود کان لباس میں ہو لعل بدخشاں پیدا
 وہ گئے ٹوٹ کے جو پاؤں میں خار سردشت چشم پر آبلہ ہو گئیں مڑگاں پیدا
 خاکی پر کھینچ مڑگاں کی اگر ہو گھبین جائے غنچہ سر ہر شاخ ہو چٹکاں پیدا
 حلقہ زلف میں ہالے کے کہاں ہیں سوئی دہن مار سہ میں ہوئے ونداں پیدا
 اس کے رخسار قحط کی کہوں کیا تعریف کہیں اس خطا کا جہاں میں نہیں قرآں پیدا
 اشک مڑگاں پہ ہے سو نیزے چڑھانا پانی چشم تر کوئی یہ لڑکا ہوا طوفان پیدا
 نہ گئی سرزاش خار الم خاک میں بھی میری تربت پہ ہوئے نخل مغیلاں پیدا

کون تھا بارمانت کا اٹھانے والا |

گرچہ دنیا میں نہ ہوتا ظفر انساں پیدا

دایو سرکس کا تم اور ہاتھ دباؤ کس کا سب دخل آپ کے ہیں تم کو دباؤ کس کا
 اپنے کوٹے پہ جو کی آپ نے دیوار بلند دیکھا اے پردہ نقشبتم نے دکھاؤ کس کا
 ہوئے ہم چشم مرے اشک رواں دباؤ سے دیکھیے دو میں زیادہ ہو بہاؤ کس کا
 رکھتے ہیں بیٹکروں وہ سوزن مڑگاں لیکن کوئی پوچھے کہ سا آپ نے گھاؤ کس کا
 رات دن رہتے ہو تم خانہ دل میں میرے گھر تنہا نہیں تو ہے یہ بتاؤ کس کا
 اس قدر آج جو بگڑا ہے مرا دل مجھ سے نہیں معلوم کہ دیکھا ہے بتاؤ کس کا

اے ظفر کرتے ہیں سب ان سے لگاؤ لیکن

کس کا لگا ہو وہاں اور لگاؤ کس کا

لے جاؤ جی اگر تم بیٹھے ہووے کے دھرا پر کوئے دہشتی میں واں پھر قدم نہ دھرا
 لانا نہ تو عدو سے ہم کو پڑے گا مرا ایسا ستم نہ کرنا ظالم خدا سے ڈرا
 جاتی ہے گلی میں اس نیرت جن کی برباد خاک میری پر اے صبا نہ کرنا
 جب تک نہ کشتی سے ہاتھ آئے اپنے ساتی دلیائے رنج و غم سے ہو پار کب اترنا
 چھپ چھپ کے تم ہو جاتے گھر غیر کے بیٹھ ہم جانتے ہیں ماحق ہے آپ کا کرنا
 بحر جہاں میں غافل ہستی پر ایک دم کی مثل حباب دلیا کیا چاہئے ابھرا
 مر جائیں گے ہلا سے پر تیرا دم بھریں گے ہم تو سمجھ چکے ہیں مرا اب اور بھرا
 قینچی کی طرح ظالم تیری زبان ہے چلتی کچھ بیٹھے بیٹھے میرے حق میں نہ گل کرتا

کیا کیا ہوا پریشاں دل اے ظفر ہمارا

یاد آیا اس کے رخ پر جب زلف کا بکھرا

جوش آب گرمیہ سے ہر سوئے مڑگاں گل گیا ہے یہ کیا سیلاب جس سے سب نماں گل گیا
 پہلے اشک شور پہنچے تو گلی کچھ آئیں بہ کے جب آئے گلے تک سب گرمیاں گل گیا
 مجھ سے جب دست و گرمیاں یار کے در پر ہوا یا اٹھا کیوں نہ اس دم دست دہاں گل گیا
 فصل گرما میں ہو تو اٹھا کس سے ہم بغل | میری تیرا پسینے سے مری جاں گل گیا
 دیکھئے کیا ہو کر تیز تیز کشتی کا مری بحر بے پایاں میں ہے اے شور طوفان گل گیا
 آبلوں سے پائے بچوں کے جو پٹکا آب گرم جل گیا کوئی کوئی خار دھلیاں گل گیا

اے ظفر افسوس واں ہرگز گلے اپنے نہ ڈال

کوشت سب شوراب حسرت سے مریاں گل گیا

ہم نے سبھی کو عشق میں بدھن بنا لیا
 عشق ستم رسی وی اس کی کہ جب تک
 دعویٰ تھا ایک عمر سے اسلام کا ہمیں
 آنکھوں نے تیری سحر کیا اک نگاہ میں
 قصر بہشت تجھ کو مبارک ہو زبدا
 اللہ دے تیری رنگ دلی تو نے اپنا دل
 تھو دل جو دوست اس کو بھی دشمن بنا لیا
 ہر استخوان کو میرے نہ تھو زن بنا لیا
 اس بت نے ایک دم میں برہمن بنا لیا
 دیوانہ جگو اے بت پر فن بنا لیا
 ہم نے تو کوے یار میں سکھ بنا لیا
 پتھر بنا لیا کہ آہن بنا لیا
 مگر مزاج دیکھتے کیسی ہے ظفر
 مہ اس نے یوں جو پتھر کے پتوں بنا لیا

بے ضبط فغاں دار نہاں ہو نہیں سکتا
 بے طاقی دل سے یہ عام ہے کہ اب تو
 سر تا بدم طبع صفت کو کہ نہاں ہوں
 جب تک وہ تھا مجھ سے ہیں سن لو یہ طبع
 ہم چم مری چم سے ہو ہر تو کیوں کر
 کیا جانے بلا کیا ہے ترا غزوہ کہ جس سے
 جب تک نہ قلم شہر عفا سے بنائیں
 ہدام تو عشاق ہیں سب عشق میں لیکن
 سوائے محبت میں ظفر سو ہے لیکن
 جب تک کوئی سوائے جہاں ہو نہیں سکتا

میں ہوں وہ تھو جہاں جو نگے پشت کو ہوا
 رنگیں کرو لو سے مرے اپنی انگلیاں
 غنچہ جہن میں گاتھ کا پودا ہے پر سب
 کرتی ہے تیری تیج تبسم سے باغ میں
 چل بہشت اس را سے وہ کہتا ہے اے ظفر
 ہوتی ہے جان سننے ہی چل بہشت کو ہوا

آبلہ داغ میں ہے یہ سر بیٹا اونچا
 رفعت جاہ کو ہے بہت عالی درکار
 سر بلندی کے لیے فوق ہے ہاں مجزو نیاز
 پوچھ پستی و بلندی زمانے سے یہ حال
 چشم کو سر میں لی جائے سب اعضا سے بلند
 گوش زد چرخ دلی کے ہو مری کیا فریاد
 کہ نہایت ہی یہ سنا ہے کہینا اونچا

ہم نشیں ہو سکے زرد دار کا مفلس کیوگر
 اے ظفر چاہئے اونچے کا قرینا اونچا

جس کھلکھلا کے سیاقی گل قام نہں پڑا
غنجے کا منہ ہے کیا کہ تبسم کرے گا پھر
ننداں کی تاب دیکھ کے انجم ہوئے قبل
کچھ تو خوش آئیں مجھ کو تری بدز بانیاں
تھا غنچہ دل گرفتہ نہایت عیا باغ میں
سیراب آب تج سے ہو کر برنگ گل
جس رات ٹھہری آنے کی اس برق و ش کی یاں
بارش کے وقت چمکے ہے بجلی بھی کیا ہوا

کیا بات یاد آگئی اس کو اے ظفر
وہ یک یک جو سن کے مرام نہں پڑا

وہ بہاؤ یاد لائے یوں نہ تھا تو یوں ہوا
ضبط میں کرتا تھا مالہ تاز ہوا فٹائے راز
تو نہ تھا دار اس سے ہو گیا بزار دل
وصل ظاہر تو نہ ہوا تھا ہمیں اس کا نصیب
عشق کا حاصل نہ تھا ہم کو مزا بے رزم دل
میر کر ہوا نہ میں رسوائے غلق

دے کے اس بیدرد کو دل ہوں ظفر میں درد مند

وہ دکھ بیٹھے بٹھائے یوں نہ تھا تو یوں ہوا

کوچے میں ترے تنہا ہر شب مجھے ہو جانا
بے طرح مجھے آنکھیں ہر لکھ دکھاتے ہو
وہ تم سے ملے جس کی تقدیر میں جانا ہو
کہتے ہو کہ جانا ہوں مائع نہیں میں سین
زنجیر بپا دیکھا جب سوچ سے جوہر کی طرح
اے بے خبرو ' دنیا یہ مزرع حق ہے

قلعہ

اے حضرت دل جاؤ گرزلف کے کوچے میں
اس شوخ پری رو کی تم دیکھتے ہی صورت

تو مجھ کو بھی ساتھ اپنے دنیا سے نہ کھو جانا

سوداگی نہ بن جانا دیوانہ نہ ہو جانا

نہیں آئے ظفر کیونکر یاد آئے جو شب مجھ کو

مر دکھ کے سر ڈانو اس یاد کے سو جانا

دیا ہے جس نے وہاں تک خیال کو پہنچا
مشابہت ہے اے نعل کنش پائی سے
بہت ہوا مد کفوں کا شہرہ خوبی
ہوائے گل نے جو بڑھکا دیا مجھے صیاد
تجھے بھی رنج جو پہنچا لسی سے خوب ہوا
ہر ایک کتا ہے احوال پہ مرے انوس
کیا تصور ہو اگر کبھی میں نے
ہنچ چکا ہے مرا وقت آج اے قاصد

مرے خیال میں ہے وہ کمال کو پہنچا
لکھ پہ رتبہ اسی سے ملال کو پہنچا
ولے نہ یاد کے حسن و جمال کو پہنچا
جہن میں توڑ کے میں وہیں جال کو پہنچا
افیت اور دل پر ملال کو پہنچا
غم فراق سے میں ایسے حال کو پہنچا
تو صدمہ اس گل خوبی کے گال کو پہنچا
جو تو نہ لے کے نوبہ وصال کو پہنچا

کیا ہے تو نے ظفر گرچہ دل کو یار کی لک
تو اپنے پاس نہ رکھ اس کے مال کو پہنچا

پوچھے یاروں سے کہتا یار کیا تھا کیا ہوا
نالے کرتے کرتے گومر جائیں اس کوچے میں ہم
دیکھ تو آئیے میں اپنے خطا عارض کو تو
پھرنا جس ٹافس سے یہ ہے پتلا خاک کا
کرتے تھے اخلاص دل لینے کو سو دل لے چلے
ہو گیا جو کچھ کہ ہوا تھا مری تقدیر میں
حال دل بن کر وہ بگڑے تھے مجھے امید لطف
چھٹی ہے شیریں کوئی تاثیر خون کو کہیں
کیا برا ہے درخیزت دوی دن میں دیکھ لو
مرکٹی کرتا ہے کیا کیا اپنی ہستی پر حباب

آج تک کہتا نہیں قرار کیا تھا کیا ہوا
وہ نہ پوچھے غل پس دیوار کیا تھا کیا ہوا
تیرا عالم اے پری رخسار کیا تھا کیا ہوا
پوچھا بعد از فنا وہ تار کیا تھا کیا ہوا
کیا بتاؤں میں کہ ان کا پیار کیا تھا کیا ہوا
کیا کہوں میں تجھ سے اغ غمخوار کیا تھا کیا ہوا
ہائے میں سو چادرم اظہار کیا تھا کیا ہوا
دیکھ رنگ لالہ کسار کیا تھا کیا ہوا
حال تیرا اے ہم دل پیار کیا تھا کیا ہوا
دیکھنا یک دم میں یہ پندار کیا تھا کیا ہوا

لے گیا وہ نیم فزہ میں جو دل کو اے ظفر
ہو گیا حیران میں یک یار کیا تھا کیا ہوا

مرا تو حال ہوا آپ کی فرقت میں یوں ہی تھا
رقیب اشفاق پر ان کے اگر نازاں ہیں ہونے دو
نہ بولے نہ سے کچھ غیروں میں ہم اچھا کیا ہم نے
اڑلی خاک ہم نے خوب تھی بھٹوں کیا طاقت
پہلے عرض غیروں کی ہوئی اس طرح کیا باعث
تم اچھے وقت آپہنچے وگرنہ ہم تو مر جاتے
دل پیار جب ہم نے کہا تھا کر علاج اپنا
نہ تھی جائے گریز اے دل اگر تجھ کو محبت میں
دکھا کر غیر کو صورت مجھے کیوں رشک سے مارا

مجھے کشوہ نہیں تم سے مری قسمت میں ہی تھا
کہن کا اہنگ ہم سے بھی نئی شفقت میں یوں ہی تھا
ہمیں خاموش رہنا لازم اس صحبت میں یوں ہی تھا
کہ وہ تو گیا اس وادی وحشت میں یوں ہی تھا
گزارش کرتا بندہ بھی تو واں خدمت میں یوں ہی تھا
ارادہ ہو چکا اپنا نیم فرقت میں یوں ہی تھا
کہ آیا فرق کچھ تیری ابھی طاقت میں یوں ہی تھا
تو آیا تو اے دیوانے اس آفت میں یوں ہی تھا
کہ میں تو مرد ہا دیوار کی حسرت میں یوں ہی تھا

ظفر تم دیکھتے ہو جس طرح آئینہ کو حیراں
کل ان کو دیکھ کر میں بھی رہا حیرت میں یوں ہی تھا

کیا کہوں دل مائل زلف روتا کیوں کر ہوا
جن کو محراب عبادت ہو خم ہموئے یار
دیدہ حیراں ہمارا تھا تمہارے زیر پا
نامہ برخطا دے کے اس نوحہ کو تو نے کیا کہا
خاکساری کیا عجب سکودے اگر دل کا غبار
جن کو پیکارتی کا دھوی تھا وہ مثل آئینہ
تیرے دانوں کے تصور سے نہ تھا گر آب دار
جو نہ ہنا تھا ہوا ہم پر تمہارے عشق میں

یہ بھلا چنگا گرفتار بلا کیونکر ہوا
ان کا کہے میں سہمہ ادا کیونکر ہوا
ہم کو حیرت ہے کہ پیدا نقش پا کیونکر ہوا
کیا خطا تھ سے ہوئی اور وہ خطا کیونکر ہوا
خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا
ان کو حیرت ہے کہ پیدا دھوا کیونکر ہوا
جو بھا آنسو وہ رو بے بہار کیونکر ہوا
تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا

وہ تو ہے نا آشنا مشہور عالم میں ظفر
پر خدا جانے وہ تجھ سے آشنا کیونکر ہوا

عشق کے میدان میں رزم کا منہ پھر جائے گا
منہ گلے گا وہ جہاں کے جو گلے کا تیرے منہ
دیکھ لینا تو کہ تیرے تباہ در کی طرف
حب دنیا نے جہاں مارا طمانچہ رزم کا
پھیرنے کے منہ نہیں اے شعلہ خرم سخت جاں
کھائے گا ہم کو کہاں تک فرقت جاں کا غم

ہوگا وہ فروخت جس دم تو اس کے دور
اے ظفر کیا نیر اعظم کا منہ پھر جائے

عارض پہ اس کے حلقہ خط ملک سود کا
رکتا ہے لاغری سے تلک کیا اے حیر
فرصت پہ ایک دم کی جہت اتنی سرکشی
پیرائی اس کے ہونٹ ہیں موسائی اس کا خط
یوسف کو سول لے کے زینتائی کی ہے آپ
دیا میں نیلوفر کو جو دیکھ نہ تو دیکھ
وضع بے خلاف سے یاروں کی بھی عذر
اے واقف مذاق سخن ہے یہ وہ مثل

گر آرزوئے دولت کوئین ہے ظفر
کافی ہے حیرے واسطے پڑھنا دور کا

روئے جو دل کھول کر کڑے جگر ہونے لگا
ہوئے و اور بھی ہم سے کشیدہ وہ وہ
کچھ خبر قاصد نے دی ایسی کہ نئے ہی جسے
ذلف کو چھڑا جانے اس میں کیا میری خطا
ہم نہ کہہ کر اپنا حال دل دیا سب کو رلا
مجھ سے عالم اپنے صن حیرت فزا کا نہ پوچھ

کوچہ جاں میں جانا ہی پڑے گا ہو سو ہو
کیا کروں بیتاب دل پھر اے ظفر ہونے لگا

جام و سببم سے نہ بھر ایک اس میں اس کا ایک اس میں کا
ظفرہ پکھڑے ساتی پہ ایک اس میں اس میں اس میں کا
پیسے چشم میں آنسو ہیں کب ہوتے صدف میں ایسے ہیں
دیکھو چشم غور گہرا اس میں اس میں اس میں کا
باغ جہاں میں جو ہیں دونوں نخل جفا و نخل کرم
ام نیک و بد ہے شمر ایک اس میں اس میں اس میں کا
پایا جوں سپاہ قرآن ہم نے دل کا پارہ کو
آیا ورق جب پیش نظر ایک اس میں اس میں اس میں کا
حال دل و احوال جگر کیا آہ جتا دیں اپنا ہم
بھج دیں گواہ اس کو نگر ایک اس میں اس میں اس میں کا

گھر پا کے جگہ کیا زلف میں سیماں سادکا
صفا دیکھ اس کے ہنساں کی چمن میں عارض گل پر
لب دہلیا جو اپنی سوچ میں گائے لگا ساقی
شکاف سینہ اپنا روزن دیوار کھٹن ہے
تصور میں جو اس روئے عرق آلودہ کے روئے
خجالت سے چھللا ہر میں خورشید نے منہ کو
دل عاشق بھی تیکر کر لک شب تاب سادکا
نہ ہر یک قطرہ شبنم در خوش آب سادکا
دل پر ریش جس میں سے نکل شاداب سادکا
حباب بحر تار سوچ پر مضرب سادکا
سر شک چشم اپنا کوہر مایاب سادکا
تو چہرہ زیر زلف جب مہتاب سادکا

ظفر اس خج رو کی لگ رہی ہے لو نہیں ہر دم
چراغ صبح کب داغ دل بیتاب سادکا

کیا فقط گرہے سے چشم تر پہ پانی پھر گیا
تیرا دکھ تیرا کھا کے مرغ دل کیونکر اڑے
لہو خورشید مہتاب سے دہلیا میں صبح
دیکھ کر ہنساں کی تیرے آب تاب اے رشک مر
سانے اس کے عرق آلودہ چہرے کے نسیم
خالی پیٹانی پسینے میں جو وہ آیا نظر
دیوہ دانستہ سب کے گھر پہ پانی پھر گیا
آب پیکل سے ہر اک شمع پر پانی پھر گیا
کیا خلائی سوچ کے حشر پہ پانی پھر گیا
دامن مائل سے کوہر پہ پانی پھر گیا
شرم سے کیا لالہ امر پہ پانی پھر گیا
سقف گروں کے ہر اک اثر پہ پانی پھر گیا

پشتر جیوں قبل ہے لب سے اس کے کیا ظفر
بلکہ دیکھا تو لب کوڑ پہ پانی پھر گیا

رشتہ آفہ سے ہم نے بھی دل و جاں لگا
دیکھ کنار نظر سے ہی سرسبز چراغ
لخت دل یوں ہے گلو گیر مرے اے ہم
لکڑے امن کے کیے ایسے جنوں نے یکدست
دے گیا ہاتھ سے کیا داغ جدائی دل پر
دل بکھر چاک ہیں سینے سے بھلا کیا حاصل
دھجیاں بکھیں دامن کی ولے دشت میں آہ
لگ سا تھہر نہ اے سوزن مڑگاں لگا
زخم دل پر تو لگا اب مرے یکساں لگا
جیسے یاقوت کا سنگہ بکریاں لگا
جہاں پیوند لگے اور نہ مری جاں لگا
زور گل تو نے یہ اے رشک گلستان لگا
کہ وہیں اچھا وہاں تو نے آکر پاں لگا
تو نے کب سوزن ہر خار مٹیلاں لگا

روبو تیرے نہیں تاب جو بولے کوئی
اے ظفر تو نے عجیب روئے بندھاں لگا

در خیالے سوخده

غزل غاری

نیمت از انعم شب تاب چہ امان شب گھر از شدہ نمایاں شدہ بدان شب
شب ہم ازا کا کل مشکلیں تو سودا دارد کہ شداز کا کشاں چاک گریبان شب
دل ز شوق رخ و زلف تو چہاں گشت خراب کہ نہ سامان بحر ماندو نہ سامان شب
زلف شب رنگ برضار تو پیچیدہ بہ روز صبح عشاق سے بخت بدان شب

صبح بھرش ظفر آوردہ روز سیاہ

بودر منزل آن ماہ کہ مہمان شب

ہب تلک ہوش نہ تھا کرتے تھے وہ کام خراب ہوش جب کام کا آیا تو کیا نام خراب
شیطنات سے کرے انسان تو سب کام خراب کیا قناتا ہے کہ شیطان کا ہوا خراب
اس نہ منزل خوبی کا نہ پایا کہیں کہ مثل خورشید پھر سے صبح سے ناشام خراب
دیکھے دنیا کو جو اقل سے کوئی آخر تک پائے آغاز سے وہ اور بھی انجام خراب
گر نہیں آئند تو دل ہی کو تو دیکھ اپنے عمر بے منتہی نہ کر غافل خود کام خراب
دیکھ میاد ہیروں کو نہ بھڑکا اپنے خون فشانے سے کریں گے نفس دوام خراب
تیری آنکھوں سے کرے قصد جو ہم چٹنی کا تو بکیں کوڑی کے وہ یہ ہوں بارام خراب
گردش چشم کا ساقی کے کرشمہ دیکھا خوب مستوں میں پھر ادھر تلک جام خراب
چھڑتے ہیں وقت سخن اس کی زبان سے سوتی کیوں زبان کنا ہیدے دے کہ وہ دشام خراب
کیا خرابی ہے کہ آتا نہیں وہ خانہ خراب عشق میں جس کے ہے سب راحت و آرام خراب

راہ حق پر ہو قدم اور ظفر ترا دامن

واہ قصد حرم و جامہ اہرام خراب

کیا ہم سے کیا بناہ کیا خوب صد آفریں ان کو واہ کیا خوب
آئے نہ قرار پر وہ شب کو تا صبح دکھائی واہ کیا خوب
ہو لہر کے گھر میں روز جاتے ہلا آتے ہوگاہ گاہ کیا خوب
اوروں سے اشارے کیوں جی کرتے ہم پر نہیں اک نگاہ کیا خوب
مڑگاں سے رکھے ہے چشم بد دور وہ ترک میرہ نگاہ کیا خوب
ہر صبح ہے سر برہند خورشید پوز رہے تری کلاہ کیا خوب
ظلمات کہوں میں یا شب تاری ہے زلف تری سیاہ کیا خوب
کیا کیا نہ شرم دکھائے تو نے اے عشق شرم پناہ کیا خوب
پورہ جو طلب کیا شب اس سے بولا نہ وہ رہک ماہ کیا خوب

ق

دولاب نمط پھرا وہ ہر روز کھینچے گیا دل سے آہ کیا خوب

گا ہے نہ کیا ظفر کو لاؤ ا ا ا

بس دیکھی تمہاری چاہ کیا خوب

میر جاوے تو نہ کراں کا دل زار عقب فوج مگر سینے کا کچے نہ زہار عقب
 ابھی چاہائے گی آنکھوں میں میری تاریکی پھینک شانے سے نہ تو سوئے مراے یار عقب
 کان تک اس کے پہنچ کر میں کر دل کیوکر بات آگے دس پانچ ہیں اس شوخ کے دو چار عقب
 نقش برداروں کا کیوں پاؤں نہیں اٹھتا ہے کیا جنازے کے مرے ہے وہ ستمگار عقب
 جب اکیلا کبھی اس کوچے میں میں جاتا ہوں چپکے چپکے چلے آتے ہیں تب اغیار عقب
 تو جدھر جائیگا اٹھ کر تو یقین ہے ہم بھی مثل سائی کے رہیں گے ترے ولدار عقب
 ہے نقطہ مردک دیدہ عاشق کافی شب میر اپنی لگا اے بت خوشخوار عقب
 شدت ضعف سے ناقابل پہنچا نہ گیا صورت نقش قدم رہ گئے دو چار عقب

کوچلا ہے ترے کوچے سے ظفر پر ظالم
 دیکھتا جائے ہے منہ پھیر کے ہر بار عقب

تج سے ہیں کیا سان پہ ہر دم سنگ و آتش آہن آب
 آئے تیرے قبضے میں ہم سنگ و آتش آہن آب
 کوہ میں چتر پیشہ شرارہ دیکھ تو اے فرہار تجھے
 ہیں یہ دکھاتے کیا کیا عالم سنگ و آتش آہن آب
 دیکھا دم گل گیر کو گریاں طبع نہ قانون بلور
 آہن میں ہیں جہوں ہر دم سنگ و آتش آہن آب
 سنگ مقلان شورش جہوں آبلہ و زنجیر ہنپا
 دیکھتے ہنوں میں ساتھ یہ ہیں ہم سنگ و آتش آہن آب
 کیا ہی لوہا لٹھ فزل تو نے نکھی ہے واہ ظفر
 ہوتے ہیں ہیں آہ قلم کم سنگ و آتش آہن آب

تج ہرو کی ہے یو سینہ بد حال پہ ضرب خانہ جنگی میں گئے تج کی جوں احوال پہ ضرب
 لال بے وجہ نہیں منہ ہے جہن میں گل کا سلیا با رہا سے ہے لگی گال پہ ضرب
 جنبش آہ سے صدمہ ہے یہ دل پر ہر دم خصل جیسے گئے درہم کھال پہ ضرب
 گل مرے ہار کے ہر گز نہ خزاں سے ٹوٹے کر کے کون بھلا صاحب اقبال پہ ضرب
 یوں فغاں کرتا ہے دل پوٹ سے اب الفت کی انھی ہے جیسے صدا نکلتے ہی گڑھیاں پہ ضرب
 ہجر میں ہم کف انوس یہاں ملتے ہیں بزم عشرت میں وہاں نال کے ہے نال پہ ضرب
 تج کی لے کے نکلتی ہے ہر جو سوج سرشک غورو روکتے ہیں ہم سر رومال پہ ضرب

ہوش اڑ جائیں ظفر رتم داستان کے وہیں
 گزرتے ہاتھ سے میدان میں پڑے احوال پہ ضرب

پہم پر تم کیا اٹھاوے خاک اب رتم کا رعب جب نیساں پر پڑا ہو دیدہ پر تم کا رعب
 سراپ دی کو سمجھ کر ہم دلی جاتے ہیں آپ پڑ گیا ہے جب سے دل میں کا گل پر تم کا رعب
 کامہ سر میں مرے پندار ہو تو کیونکہ ہو خوف کچھ فقور چیں کا اور کچھ وہ جم کا رعب
 کیوں نہ ہو آئینہ ہرو دیکھ کر وہ آب آب ہے طب میں بھی تری اس تج آتش دم کا رعب

خاک پائے حیدر کمر ہے تو اے ظفر
 بندھ سکے گا تیرے آگے خاک اب رتم کا رعب

نہ کہو یہ کہ ہیں یہ دیدہ پر آب حباب سے ہو سکے کیونکہ بھلا ساغر خوش آب حباب
 میکشی کے لیے کیونکر نہ ترے رشک جہن صورت جام بلوریں ہو سر آب حباب
 تیج ہر و سے تری سوج عیا کیا کانپے ہے سر پہ دکھ نہور بھی پھرنا ہے بگرداب حباب
 لعل مہر سے کیا پاٹ پہ دریا کے نسیم صمد چمکے اس مثل گل کُنوب حباب
 یاد کر اب کو ترے ہیں جو لب جو رول اشک خونیں سے بنے راسخ عتاب حباب

چشم پر اشک سے کب ہو مری ہم چشم ظفر
 گر دکھ مثل صدف کوہر خوش آب حباب

چشموں سے رواں کیوں نہ مرگاں کے تھے آب جاری رہے ہے سرو گلستاں کے تھے آب
 ہے عشق کا دریا دل پر سوز میں پہچاں حیراں ہوں کہ ہیا تفل سوزاں کے تھے آب
 پہناں ہے نہ خط وہ کہاں صن کا دریا جھگے ہے پڑا سبزہ دیاں کے تھے آب
 سوز غم پر وانہ میں جاہ یہ ہوئے اشک تھا شب قدم خج شبستاں کے تھے آب

کس پائے برہند کا ظفر آبلہ پھوٹا
 صحرا میں جو ہے خارمنیلاں کے تھے آب

شام فتنی دکھاتے نہیں جان کیا سب ل کر مسی جو کھاتے نہیں پان کیا سب
 تصویر یار تو نہیں آنکھوں کے سامنے رہتا ہوں مثل آئہ حیراں کیا سب
 شانے سے پوچھ اے دل صد چاک اگل وجہ برہم ہے اس کی زلف پریشان کیا سب
 کیا جانے کس کے عشق میں بھٹوں ہوا ہے یہ رہتا ہے چاک گل کا گریباں کیا سب
 یارب میں داغ کھا کے سر پہ تمام شب جلتا وہی مثل سرو چھان کیا سب
 اے چشم یہ تو چشم نہ تھی تجھ سے مجھ کو تو برپا کرے ہے نوح کا طوفان کیا سب
 طفل سرشک تو تو مرا نور دیدہ ہے مرگاں کا میری چور ہے دامن کیا سب
 جاہت سے تھا نہ دل تو کبھی آشنا مرا پھر کیوں ہے غرق پاہ زرخدان کیا سب

پہلو سے جا ظفر کے ٹہاٹھ کر تو میری جاں
 کیوں بیٹھتا نہیں ہے تو اک آن کیا سب

دل تیرا کس لیے نہ شوخ و شک آب و نہ پیارے ہوتے ہیں گرے سے رنگ آب
 روتی نہیں ہے خج پڑی حال دیکھ کر آتش کا ہو گیا یہ نہ زہرہ پتنگ آب
 خط سے نہ کم ہو کیونکہ رخ یار کی چمک جاتی رہے ہے آئینہ کی زبرہ رنگ آب
 یوں خط سبز کے ہیں تصور میں اشک سبز کالی سے جس طرح کہ بول جائے رنگ آب
 عارض پہ تیرے ہو عرق اشیاں کبھی جوزلف پھر جائے یک یک سر لک فرنگ آب
 میں تشہ لب ہوں جام شہادت کا معدو آئے ہے مجھ کو پیتے ہوئے مارو شک آب
 مرگاں میں مثل دل ہے کہاں شیر نیستاں آتا ہے دیکھو پینے کو بالائے گنگ آب
 تو جلد جام حلقہ جوہر سے دے مجھے اس اپنی آب تیج سے اے خانہ جنگ آب

دل کی ظفر ہے بحر محبت میں زندگی
 ہاں یعنی جی ہے یہ کہ ہے جان تنگ آب

چشم کا ہے عشق کی آتش کے چکانے کو آب
چشم تریکیر نہاپنی شک افشانی کر
خال رخ تیرا عرق سے سبز ہوتا ہی نہیں
دل کی گرمی کو نہ گھسویا آنسوؤں نے چشم کے
کام بھی آئے گی قاتل تشہ کاسوں کے کبھی
دل ہا پڑمردہ میرا شک افشانی سے آہ
جائے روغن یہ ہے اس شعلہ کے بڑھکانے کو آب
چلیے اسے مردیاں مڑگاں کے خم خانے کو آب
سبز کرنا سبز میں ورنہ ہر دانے کو آب
مرد کردتا ہے ساقی گرم پکانے کو آب
یا یونہی ہے تیج برآں تیری دکھلانے کو آب
ورنہ ہو جانا ہے منع گل کے کھلانے کو آب

تنگی کا روز محشر کی نہ کر ڈر اسے ظفر
ساقی کھڑ وہاں ہوویں گے پہنچانے کو آب

تم نے ہے طرز کلام اپنی نکالی ہے ڈھب
ہووے گا طائر دل دام محبت میں امیر
نام غورشد لقاور زبان ہے تیرا
جی نزاکت سے کلائی کی ہڑکتا ہے مرا
دل بیمار کی خاطر ہیں کھسے اسم ذات
قدم اس ڈھب سے نہ رکھ تو کر مجھے پاؤں میں
دل شامت زدہ کراس کے صدر کا گل سے
دہدم اہوئے خمدار دکھاتے کیا ہو
اوجھے کہہ کر نہیں دیتے ہو جو گالی ہے ڈھب
ترے حرم کفخر آئے ہے جالی ہے ڈھب سے پڑھتے ہیں
حضرت دل اسم جلالی ہے ڈھب
ہاتھ میں گیندا افشا تم نے اچھالی ہے ڈھب
تم نے وعدوں پہ نہیں رنج بحالی ہے ڈھب
خادساں ہے رگ برگ گل قالی ہے ڈھب
تیرے پیچھے یہ بلا لپٹی ہے کھی ہے ڈھب
جانا ہے آپ نے شمشیر نکالی ہے ڈھب

سروکب اس قد سوزوں کا ہو بلا مصرع
اسے ظفر چھتے یہ ہے مصرع عالی ہے ڈھب

یوں بے گرم آنسوؤں سے آبلہ پڑ کے حباب
منفصل ہوں عقد پر ویں دیکھ کر جبکہ پڑیں
خوں جو آلی جوش پر بعد از شہادت جب مرا
گر پڑے دلیا میں گوشت دل سوزاں مرا
آپ صابوں سے دھائیں جس طرح لڑکے حباب
تیرے حرم کے خلائی مہ جہیں جھڑکے حباب
بنکیا سر آغوش کو متصل ہڑ کے حباب
ہے یقین پانی میں شعلہ کی طرح بھڑکے حباب

یاد آئی مجھ کو حرم اس پری کی اسے ظفر
آجو میں جبکہ دیکھے نور کے تڑکے حباب

لگا نہ خط سے رخ شونخ پر عتاب کو عیب
غلاب شرم کو مستی میں دور کر مہ سے
عرق سے صن اور اس رخ کبابی پر
دل پرشت کو میرے نہ تو جلا اتا
جہان میں دل عاشق کو ہو کہیں آرام
شراب خود نہیں معیوب ساقیا لیکن
وگرنہ گلا گمن سے ہے آفتاب کو عیب
کر بے حجاب سمجھتے ہیں یاں حجاب کو عیب
وگرنہ بھینکنا پانی میں ہے کتاب کو عیب
گئے نہ سنگی سے کہیں کتاب کو عیب
سمجھتا عشق میں ہے کون اضطراب کو عیب
بروں کے پینے سے ہے لگ گیا شراب کو عیب

ظفر ہے عشق عیاں کا ہر مرے نزدیک
ہر ایک جانے ہے اس فعل ماصوب کو عیب

خال رخ سے ترے قطرے میں پسینے کے قریب سے ماوک
 آگن تری الفت نے دکھائیں آنکھیں
 ساغر عشق کو ساقی ازل نے جو بھرا
 زخم سینہ نکلتے ہیں ہزاروں شعلے
 اب تلک شہر بدری ہمیں کبھے ہیں وہ ماہ
 سینہ صافوں سے بھی تم دور جو بھاگو افسوس
 کوئی لگ جائے اترتے ہوئے شاید تھوکر
 ہے نگہاں دل پر داغ کی آہ پر درد
 خال یہ متصل ناف نہیں تیرے کر ہے
 دیکھو تم غیر سے صحبت نہ رکھو جانے دو
 لکھ غزل اور بھی تبدیل قوافی میں ظفر
 دل پر داغ کیا چشم پری رو کے قریب
 حال کیا پٹنے کیا کتا قلق سے دل کا
 متصل ماہ کے دیکھا نہ ستارا ایسا
 ہاتھ افسوسیں زانوں پہ لہکیو گر بادوں
 متصل تیغ کے لازم ہے ہر کا ہوا
 تو جو کشتن میں دکھائے قدر عتا اپنا
 تیرا بیمار الم ہائے تیری جان سے دور

یاہرے ہیرے ہیں عیلم کے گھننے کے قریب
 روزن اک نور ہوا روزن سینے کے قریب
 پہلے جا بیٹھے ہمیں واسطے پہنے کے قریب
 چاہہ گر آئے کہاں واسطے سینے کے قریب
 ہم کو یاں آئے ہوا ایک مہینے کے قریب
 کہ نہ وہ بغض کے ہیں پاس نہ کینے کے قریب
 اس تمنا میں پڑا ہوں ترے زینے کے قریب
 ہم نے یہ ساپ بٹھایا ہے فزبے کے قریب
 بحر صحن میں طاج سینے کے قریب
 بیٹھے کس واسطے اشرف کہنے کے قریب
 بیٹھے ہر شعر میں پر ساتھ قریبے کے قریب
 چیتا پہنچا ہے عجب گھات سے آہ کے قریب
 ہاتھ قسمت سے نہ پہنچا مرا چاتو کے قریب
 جوں در گوش ہے اس کے رخ نیکو کے قریب
 جبکہ ہو غیر کا زانو ترے زانو کے قریب
 حلقہ زلف ہے زینا ترے ابرو کے قریب
 چٹکے قمری پہنچیں مرد لب جو کے قریب
 انا مایوں پھرا جا کے واسطے کے قریب

رنگ آغا ہے ہم آغوش ہوگل سے بھنورا
 اے ظفر ہو نہ گزرا مرا نکلرو کے قریب

یٹا ہے وہ ہوا بروئے جلاں میں آفتاب
 وہ مہروش جو ہر کرے رنج میں بیٹھ کر
 اے سرد و مہر داغ بیاں کیوں نہ ہو عزیز
 رود جگر میں دیکھو شعلہ کواہ کے
 بجلی کو دیکھ جب پہ کرتی ہے مہروش
 انگاز ہے کہ گریہ میں نکلا ہے لخت دل
 بن جائے تاب عارض پہ نور سے ترے

کیوں تجھیں جسے میزاں میں آفتاب
 شرمندہ ہووے گنبد گرداں میں آفتاب
 گنا بھلا ہے سب کوزمستان میں آفتاب
 آکر چھپا ہے ابر کے داماں میں آفتاب
 نہ ڈنکا ہے اپنے گریباں میں آفتاب
 پوشیدہ ورنہ رہتا ہے باراں میں آفتاب
 سورج کبھی کا پھول گلستاں میں آفتاب

تر دانوں کو کیوں نہ ظفر ہووے شوق سے
 ہے بادہ روز مرہ بدایں میں آفتاب

اس طرح سے وہ وہا میری نظر سے غائب
 تل بے ظالم ترے مضمون کمر کی ٹامیر
 اڑ گئی دل کی سیای ترا منہ دیکھتے ہی
 ہنستے کیا گرم رو راہ فنا ہستی میں
 کیونکہ دل سوم کروں اس بت سگھیں دل کا
 صبر و طاقت ہوئی یوں ذول سے مرے گم جیسے
 نظر عام سے پنہاں ہونہ کہیں بندہ خاص
 پردہ غفلت کا پڑا دل پہ اسی کے ورنہ

نور جوں دیدہ محروم ہر سے غائب
 ہو گیا خط مرا قاصد کی کمر سے غائب
 ہو گئی ظلمت شب نور بحر سے غائب
 ہو گئی ظلمت شب نور بحر سے غائب
 ہو گئے ایک تبسم میں شرر سے غائب
 کہ اڑ ہے مری فریاد جگر سے غائب
 جو کہ حاضر ہیں اہر وہ ادھر سے غائب
 وہ تو اک لکھ نہیں چشم بشر سے غائب

کر گئی دل کو تری چشم پر فسون کافر
طرزِ لعین میں پہلو ہے نظر سے غائب

دیکھ کر اس مہ کو وقت ہے جابی آفتاب
تیری سے نوشی کی خاطر ساغر سبکی ہو باہ
خانہ آئینہ میں ہے اس رخ روشن کا عکس
اپنی معشوم مست کی گردش اگر دکھلائے تو
شام کا وعدہ کیا ہے اس مہ بے مہر نے
وہ ہلال ابرو اگر چکائے تیغ مغربی
آہ سوزاں گر مری گردوں پہ ہو آتش فروز
ہج ہوئے عی سدا دے ہے وہ میرے گھر سے آہ
ہو گیا منہ پہ بجائے آفتابی آفتاب
اور گزرتی کے واسطے زریں نکابی آفتاب
جلوہ گر ہے ایمان برج آبی آفتاب
رقص مستانہ کرے مثل شرابی آفتاب
یا لئی آج چھپ جائے شیبائی آفتاب
ظلمے شرق سے لیے داں آفتابی آفتاب
نسر طائر وہ کہاب اور جوں کہابی آفتاب
روز کتا ہے بھی خانہ خرابی آفتاب

دشک ہے اے ظفرِ رنگِ فتنی میں خرقِ غوں
دیکھ کر ہشاک اس مہ کی گلابی آفتاب

رات کو تریے تصور میں جو آجائے ہے خواب
وہ دل آرام بغل میں نہیں ہوتا جس رات
خواب اور مرگ یکساں کہ تماشائے جہاں
یاد قیامت میں تری میں ہوں جہاں سے غافل
ہج معشر بھی ہوئی اور نہ کھلی آنکھ مری
خواب میں گر کبھی آتا ہے وہ دشکِ یوسف
سورہا منزل دنیا میں ہے غافل کس نیند
بخت خوابیدہ نہیں جاگتے مرے ورنہ
خواب میں بھی یہ تماشائے دکھلائے ہے خواب
آن کی چشم کے آغوش میں گھبرائے ہے خواب
بند ہو جاتے ہیں بس آنکھ کے ہو جائے ہے خواب
بچ ہے یہ بات کہ سولی پہ بھی آجائے ہے خواب
چکھنے پاؤں کہاں تک ابھی پھیلائے ہے خواب
بمسر خواب زلیخا مرا بن جائے ہے خواب
آفتاب سر پر مسافر کے بہت لائے ہے خواب
اک جہاں کا میری فریاد سے اڑ جائے ہے خواب

پائے خوابیدہ جو افشا ہے ظفرِ مشکل سے
نہیں معلوم کر سکے کہیں مہلائے ہے خواب

گر ہو بہر سمرِ چشم اس کی خاکِ در نصیب
زور سے ہوتا ہے کوئی وصل مہ چکر نصیب
پھوڑ پتھر سے نصیبوں کو ترے اپنے کو بکلی
ہوئے حق میں تشہد کاہوں کے وہ آبِ زندگی
جامِ جم کی اس کی نظروں میں نہ کیف جڑھے
آپ کو پہنچائیں داں تک اس میں ہوئی ہو سو ہو
وہ رہا جب تک بہر صورت رہا حیرت زورہ
خاک ہو کر بھی گئی گردش نصیبوں کی نہا
جس کی آنکھوں کو نہ تیری خواہش دیدار ہو
مت اٹھا آسودہ خاک کو اے روزِ حشر
سارے ہم چشموں میں اپنے کیوں نہ ہو یارو نصیب
ہوں قوی طالع نہ ہو جب تک اور زور آور نصیب
ہوگا اس خارِ اشکاف سے تجھے پتھر نصیب
ہاتھ سے تیرے جو ہو آبِ دمِ حشر نصیب
ہوئے چشمِ مست ساقی سے جسے ساغر نصیب
آج ہم بھی آزمائیں اے دل مغرِ نصیب
صورتِ آئینہ یاں جس کو ہوا جوہر نصیب
خاک کو اپنی کولے میں ہوا چکر نصیب
اس کو دیدارِ خدا ہووے نہ اے کافر نصیب
اک ذرا راحت ہوئی ہے ان کو مر مر کر نصیب

آتے آتے اٹے میرے در سے پھر جاتے وہ کیوں
اے ظفرِ برگشتہ ہو جاتے نہ میرے گر نصیب

دیکھیے گر چشم تری اے گل شاداب حباب
 محو نظارہ ہے اس لہ خوبا کا تو
 میکش کے لیے کیونکر نہ تری رشک قر
 تنج ابرو سے تری موج عیا کیا کانپے ہے
 کیا تعجب ہے جو دلیا میں پھرے ہے ہر دم
 داغ دل کی جو مرے حشر میں دیکھے شورش
 چشم کیا خاک رکھے اہل کرم سے ظالم
 لہر مہر سے کیا پاٹ پہ دلیا کے نسیم
 یاد کر لب کو ترے میں جو لب جو رویا
 شب کو دلیا پہ خط رخ کے تیرے جلوے سے
 قطرہ اشک نہیں چشم کے خانہ میں بھرے

آبداری سے ظفر شمر ہیں لکھے تم نے
 جن پہ وارے ہیں سدا گوہر خوش آب حباب

کلام تلخ میں بھی گر لڑائی ہے صاحب
 نکلنے شعلے جو ہیں ساتھ آہ کے ہر دم
 نہ پہچو مجھ سے کہ دل دم بدم ہے کیوں ملاں
 برا جو مانتے ہو میرے چاہئے تم
 پسند کرنا نہیں کوئی حد پسندی کو
 ادا کرتے ہو جو مجھے روز حشر سے واعظ

ظفر جو رام محبت میں دل پھنسا تو پھنسا
 نصیب کب اسے ہوئی دہائی ہے صاحب

راقیا مست ازل کو نہیں درکار شراب
 زہر عذاب دو ابرو وہ ہیں آنکھیں بد مست
 ہم نیکی خون جگر کیونکہ نہ تنہائی میں
 فائدہ مستی کے مرے ہوجھے کوئی مفلس سے
 سے کشی کا ہے نیکی بزم محبت میں مزا
 دیں عرق کھینچ کے کتنے عیا نہ صحت وہ اسے
 گر کے ہاتھوں سے مرے جام بلا سے لونا
 چشم سائی کے کرشمے سے عجب کیا کر پئے

بات دل کی نہ کہی اس بت حیا نے ایک
 اسے ظفر ہم نے پلائی اسے سو بار شراب

کرتی ہے ہر لکھ مجھ کو میری جانکا عیا خراب
 ماہ سر گرداں ہے اور مایا نہ بار گراں
 دیکھ میرا حال کیا سوؤ و گداز عشق سے
 وانہ ہو غنچہ تو پھر کیوں نہ پریشاں اس قدر
 خطر راہ منزل مقصود کرتو عشق کو
 طفل کو راحت زیادہ ہے جو ان و بھر سے

کاہش جاں سے ہوں میں بھی عشق میں کیا عیا خراب
 خوب دیکھا تو یہاں ہے مہر نامای خراب
 بزم عالم میں ہے جو طمع بحر گاہی خراب
 کرتی ہے اس کو صبا تری ہوا خواہی خراب
 ورنہ اسے وہ رو کرے گی تنگوار گمراہی خراب
 چین نادانی میں ہے کرتی ہے آگاہی خراب

اے ظفر چاہے خرابی حیرنی جو خانہ خراب
کردے اس کو تیرا اقبال شہنشاہی خراب

رویفہ بانی قادی

اتھ کے پہلو سے ہمارے جس طرف جائیں گے آپ
مجھ کو سمجھائیں گے یا میرے ذہل دیوانہ کو
مر میں گے پر نہیں افسے کے ہم واہ سے کبھی
مانا ہے عاشقوں کو اپنی تلواروں سے کیوں
دستے زنجس کے تمہیں کیوں بھیجتے ہیں رشک جن
تم یہاں تشریف فرما بھی اگر ہوتے تو کیا
آپ کی خاطر سے ہم کرتے تھے ضبط اضطراب
کو نہ جاوے گی سواری آپ کی غیروں کے گھر

مثل سایہ آپ کے ہمراہ ہم آئیں گے آپ
حضرت ماسح سے پوچھو کس کو سمجھائیں گے آپ
ہم کو مثل نقش پا جس جا پہ بٹھلائیں گے آپ
جس پہ برو دیکھ کر تجھ کو وہ مر جائیں گے آپ
جائے گر ہم کر آنکھیں ہم کو دکھلائیں گے آپ
جب کروں گا عرض میں کچھ غصہ فرمائیں گے آپ
دیکھ کر بیتاب ہم کو اور گھبرائیں گے آپ
کھوڑے کاغذ کے پتوں سے بیٹھے روڑائیں گے آپ

دل الجھ کر زلف میں کوئی بلبلتا ہے ظفر
اور الجھے گا نیاہ بھتا سلجھائیں گے آپ

اپنا شب بھراں سے گیا شب جو بدن کاپ
آلہ جو اب جام وہ پر کاندہ آفتل
ہے خال رخ یار تہ زلف لہریاں
کشتن میں ترے قد سے جہر برپا ہے قیامت
دفن پہ قدم جس کی رکھا تو نے پھر وہ
اس اٹنی کا کل سے وہ جس دن سے اُڑا ہے
کس نے تم زلف اپنا نہاتے میں دکھایا

دیکھ اس کے جتنی شعلہ موط شمع لگن کاپ
خورشید گلیا صبح سرچرخ کہن کاپ
اے دل اے کالے کاندہ تو جان کے من کاپ
جائے روٹل پیدا بھی سرو جن کاپ
جو حلقہ فانوس گیا زیر کفن کاپ
شامت زدہ دل دیکھ کے جانا رہے من کاپ
جو سوچ کا دلیا میں گیا ہے مہر تن کاپ

تو بادشہ ملک سحابی ہے ظفر آپ
جانا ہے تجھے دیکھ کر اک اہل سخن کاپ

بے سبب چرخ ہے اک برسر کیوں آپ سے آپ
ہے نہ خاک بھی کوئی ترا عاشق جنات
ہاتھ پہنچا بھی نہیں تاسر زلف پر ہیں
بخت برکشت اگر ہوئے سیدھے اپنے
دیر کی گھر سے نکلنے میں جو تم نے تو یہاں
عشق چکائے اگر داغ جگر کو اپنے
کھینچیں ہم کلک تصور سے جو حیرنی تصویر
گر محبت نے دیا دل کی صفائی میں تر

سر پھرا اور کسی کا تو نہیں آپ سے آپ
ورنہ کب آئے ہے لڑش میں زمیں آپ سے آپ
ہوئے ہم سے وکیوں جن نہیں آپ سے آپ
تو چلے آئیں گے سیدھے وہ یہیں آپ سے آپ
تن سے جاگی نکل جان حزیں آپ سے آپ
ہوئے پھر کشور دل زیر نگین آپ سے آپ
ہوئے صورت گر چیں دیکھ کے چیں آپ سے آپ
میرے مرنے کا نہیں ہوگا یقین آپ سے آپ

کیسی تدبیر ظفر جب وہ کرے اپنا کرم
کام بگڑے ہوئے بن جائیں یونہیں آپ سے آپ

حضرت دل تلخ میری زندگی کرتے ہیں آپ
بار دنیا سے اٹھایا جائے نے جائے بھرا
کیا خط و پیغام بھیجیں ایک ڈر دونوں طرف
اس جن میں کیا کہیں کیونکر ہوا پھر جائے ہے

ہر کسی پر مفت جو طوفان لیے مرتے ہیں آپ
مل دنیا ہیں اٹھاتے آپ اور دھرتے ہیں آپ
اس طرف دتے ہیں ہم اور اس طرف ڈرتے ہیں آپ
جو مباحم بھوک بھوک اپنے قدم دھرتے ہیں آپ

اگر شراب کی سوچیں نہیں شراب میں سانپ خط شعاع سے لہرائیں آفتاب میں سانپ
خیال زلف میں کل سو گئے جو شام سے ہم تمام عزت نظر ہم کو خواب میں سانپ
نہ پاؤ گے کبھی سوڑی کو رات کی پیش پیش دیکھو کہ رہتا ہے ریح و تاب میں سانپ
جو تو نہ پاس ہوئی تو سوچ خندہ برق نہ آوے کانٹے کو بن کے کیوں خواب میں سانپ
خندہ کراے دل ماداں وہ زلف ہے ہم اثر ہو زیر میں کیا اس کے جو ہو اب میں سانپ
ضرر رساں نہ ہو بد اسل فل کے پاؤں سے نہ چھیڑ، کاٹ ہی کھاوے گا، ہے عتاب میں سانپ
رہے سلوک میں سارک کو فکر نفس کشی کہ راہ زن ہے یہی اس وہ صواب میں سانپ
بندھے جو وقت کتابت ترا تصور زلف تو خط رشتہ مسطر بھی ہو کتاب میں سانپ
دہن میں دیکھ دم زیر خندہ سوچ غضب کلا کر بند تھا درج در خوشاب میں سانپ
مقام زلف ہے یوں اس دل پریشاں میں کہ جس طرح سے رہے خانہ خراب میں سانپ

نہیں وہ سرمہ کی تحریر چشم میگوں میں
ظفر پڑا ہے کوئی کشتی شراب میں سانپ

ہوا کچھ اگر کہہ کے وہ یار چپ نہ کر ہم نہیں تو بھی تکرار چپ
جو برہم ہو لاصد وہ سن کر خبر تو ہو جائیو تو خبر دار ' چپ
جہن میں اگر ہوویں ہم مار کشت تو ہو جاوے بس لہلہ زار چپ
کراہا کیا درد سے رات بھر بحر ہو گیا تیرا بیمار چپ
طلب ان سے اک پور کرتے تھے ہم ہوئے گالیاں سن کے دو چار چپ
اڑ جائے ہر مغز صیاد کا نہ کر شور مرغ گرفتار ' چپ
کریں عرض حال اپنا سب آپ سے رہے پھر یہی اک گز گار چپ
کہا تیرے فتمگیں نے چپکے سے کیا کہ سب ہو گئے اس کے منہوار چپ
ظفر اور بحر و توبی بدل
نہ ہو پڑا کے یہ چند اشعار چپ

ہوئے دونوں کچھ ایسا سوچ کر چپ کہ وہ چپ ہیں اہر اور ہم اہر چپ
عدا جانے جواب میں اس نے دیا کیا کہ آیا وں سے مرا نامہ بر چپ
داغ گل بہت مازک ہے لہلہ نہ کر شور اتنا اے شوبیدہ سر چپ
ہمیں بھاتی ہے گپ چپ کی مطلق دم پور ہووے اے لب شکر چپ
ذرا بولا جو غنچہ تو عبا نے کہا مہر طمانچہ مار کر ' چپ
ہوئی ہے آج مدت میں شب وصل ذرا سونے دے اے مرغ بحر چپ
کہاں ہے دل جلوں کرتا ہے گنگار سراپا کو زباں سے خلع پر چپ
کیوں گر حال رسوائی ہے ' لیکن
رہا جانا نہیں مجھ سے ظفر چپ

کیا ہوا مجھ سے کشیدہ ہے وہ گر آپ سے کشش دل اے کھینچے گی اہر آپ سے آپ
اس دل آزار کا کیا جانے ہے کیا خوف مجھے دل ہڑکتا ہے مرا دو پہر آپ سے آپ
ہے ابھی رات کہاں جاتے ہو اے ماہ لقا بول اٹھتا ہے یونہی مرغ بحر آپ سے آپ
بخت ہو گشتہ جو ہو جائیں گے میرے سیدھے وہ چلے آئیں گے سیدھے میرے گھر آپ سے آپ
گل بھی دیوانے ہیں تیرے کہ جو آتی ہے بیمار کلوے کر ڈالے ہیں سب جب و جگر آپ سے آپ
آتش شوق سے اڑتا ہے برنگ سیماب لگ گئے ہیں دل بیناب کو پر آپ سے آپ
دل سے ہے راہ اگر دل کو تو ہو جائے گی بے خبر تجھ کو محبت کی خبر آپ سے آپ

جبکہ ہو جاوے گا اس زلف سے دل کا سودا ہم پہ کھل جائے گا سب سود و ضرر آپ سے آپ
 دل کے آئینہ کو تو صاف تو کر دیکھ ذرا اس کی صورت تجھے آئے گی نظر آپ سے آپ
 اے پر دیش تری آنکھیں وہ بلا ہیں جن کو دیکھ کر ہوتا ہے دیوانہ بشر آپ سے آپ
 فکر و تدبیر سے کیا ہوگا کہ جو ہوتا ہے
 ہو رہے گا تری قسمت سے نظر آپ سے آپ

روحانے لائقانہ

بھولتی لمحہ نہیں زلف دینا کی صورت خوب میں بھی نظر آتی ہے بلا کی صورت
 ماہ نو کیونکہ ہو ہم مثل ترے ہرے کہ وہ ادنیٰ ہے ترے ناخن پا کی صورت
 دیدہ تر پہ مرے ہر مڑہ خون آلود اشک کی فوج میں ہے سرخ لہا کی صورت
 دیکھے اے قاتل سفاک تری برو کو جس نے دیکھی نہ ہو شمشیر قضا کی صورت
 رو برو اس شر خوبی کی نظر آتا ہے باغ میں کامدہ بکف لالہ گدا کی صورت
 مہ کنعاں کی مرقع میں جو دیکھی تصویر پھر گئی آنکھوں میں اس ماہ لقا کی صورت
 تیرے بیمار کو دیتے ہیں دوا روز طیب پر نظر آتی نہیں کوئی شفا کی صورت
 جب سے اے قبلہ جاں تیری طرف ہے مائل دل ہے بیتاب مرا قبلہ نما کی صورت

گرچہ ہوشیار تھے ہم پر نہ رہے ہوش بجا
 اے نظر دیکھ کے اس ہوش رہا کی صورت

بیچے نہ دس میں بیٹے کے آپس کی بات چیت پیچھے گی دس ہزار جگہ دس کی بات چیت
 کب تک رہیں فوٹش کر خاطر سے آپ کی ہم نے بہت سی کس و ماکس کی بات چیت
 زیبا نہیں تمہیں اب شیریں سے حرف تلخ اس لعل شکرین سے ہو کچھ اس کی بات چیت
 کوئی نہیں سمجھتا کہ ہے بے کسی سے کیا ہمیشہ تیرے کشتے بے کسی کی بات چیت
 روپوں کو ہے اپنے گلیم و نمند سے کام سنا نہیں وہ نخل و اطاس کی بات چیت
 دیکھا گزار تیرا خوار جو پے پے جانا کہ ہے یہ چرخ مقصود کی بات چیت

قطع

مدت کے بعد حضرت صاحب کرم کیا فرمائیے عزاج مقدس کی بات چیت
 پر ترک عشق کے لیے ارشاد کچھ نہ ہو میں کیا کروں نہیں یہ مرے بس کی بات چیت

کیا یاد آگیا ہے نظر مجھ نگار
 کچھ ہو رہی ہے بند و نخس کی بات چیت

ایکدہ بنی ہم ہاتھاب و جان ہم دوست بلکہ ہم قالب و ہم روح و دان ہم دوست
 آنچہ بیرون و درون ست ہما نست ہماں راز فاش ہم او سر نہمان ہم دوست
 درہن پرده و بے پردہ دناہ از دل با نشان و سبب نام و نشان ہم دوست
 نیست ویر و حرم از شیخ و برہمن آباد ہم مہمان و مکملی بمکان ہم دوست
 اے دل آں گوہر یکسا کہ نیرز و بدوگون چشم بکشا وین زیب دکان ہم دوست
 معلہ از جنم و گل گلزار نعیم یک جلی ست کہ در جلوہ شان ہم دوست

میرزا اے نظر مرو زباغ توحید
 بچو بلبل دل شوریدہ فغان ہم دوست

ہوگئی دیکھ میری کیا صورت اب تو ظالم کہیں دکھا صورت
 نہ اگر تو دکھائے گا صورت دیکھتے ہوگی اپنی کیا صورت
 جب کہا میں نہیں سوا تو کہا مرنے والوں کی دیکھنا صورت
 گرچہ یوسف تھا خوبصورت پر تیری اس سے بھی ہے سوا صورت
 مثل آئینہ عاشق حیراں چپکے چپکے ہے تک رہا صورت
 آئینہ خانہ زمانہ میں ا ا ہے ہر ایک اپنا آشنا صورت
 درپے قتل ہے مرے قاتل دیکھتے سب ہیں آشنا صورت
 اور بھی آتی ہے ایسی اس کو میں جو رونے کی لوں بنا صورت
 اے ظفر مجھ کو اس صنم کے سوا
 نہ دکھاوے کوئی خدا صورت

مست سب جان مجھے ساقی محمود کی بات سوچتی یعنی نشے میں ہے بہت دور کی بات
 دار پرکھنچو بل قتل کرو جی سے تم حق پرستو وی بس ایک ہے منصور کی بات
 چارہ گر جان چلے ہو کہ نہ ہوگا چنگا مجھ سے کیا پوچھتے ہو زخم کے نگہور کی بات
 ناتوانی سے یہ احوال ہوا ہے اب تو کہ سناتی نصیحتیں دیتی ترے رنجور کی بات
 پیارا پیارا ترا جیسا کہ ہے انداز کلام نہ پری کا ہے سخن ایسا نہ ہے ہمد کی بات
 سہر آنا نہیں ہر میں عزیز و بے زر مجھ میں مقدور نہیں یہ تو ہے مقدور کی بات
 دولت حسن کا ہے جیسے ظفر اس کو غرور
 خالی از غرہ نہیں کچھ بت مفروضہ کی بات

ہیں وہ ہم ہی کہ جو کرلیتے ہیں اکثر برداشت ورنہ ان باتوں کی ہو کس سے ستمبر برداشت
 نقد دین و دل و جاں کھو کے یہ بختوں نے کی ہے سرکار میں اس زلف کی یک سر برداشت
 ہوتا آئینہ مکدر ہے نفس سے ہدم بات کی کس کی کریں صاحب جو ہر برداشت
 نہ تو ثابت نہ تبت نہ گھسی ہے نہ لحد اس ترے کشتہ ٹیکس کی ہو کیونکر برداشت
 اٹھ گئے ظلم اٹھا کر ترے ہم دنیا سے سنگ دل اور سوا ہووے گی پتھر برداشت
 بردباری جو دل مہر گزرتی میں ہے مرے نہ قتل یہ کسی میں ہے نہ دلبر برداشت
 کیوں نہ برداشت دل زیت سے ہوں میں کہ ظفر
 تیج بر قتل من آں لغزہ کافر برداشت

تھا جو کوٹھے پہ وہ مہ جلوہ کناں ساری رات تو ری چشم ستارہ شگراں ساری رات
 جہر میں ہم جو رہے اشک فشاں ساری رات تارے جھٹتے رہے اے ماہ وشاں ساری رات
 توڑے کس مست نے تھے جام کہ بھانے سے عرف چینی کی سی آتی ہے فغاں ساری رات
 آفریں آپ کے سونے کو نہ جاگے ور ہم پس دیوار رہے گرم فغاں ساری رات
 دیکھ انجم کو جو یاد آئے وہ در صدائیں مثل شبنم میں رہا اشک فشاں ساری رات
 شب کو اک مار کہا سوز جگر سے میں نے خیم ساں شعلہ رہا وقف زباں ساری رات
 پیارا ہے اب دم شمشیر کا تیری قاتل دیکھے ہے خواب میں اک جوئے رواں ساری رات
 قصہ میرا شب جہراں کا اگر بیٹے ذرا نیند آوے نہ تمہیں ماہ وشاں ساری رات
 یاد آیا جو تیرے کان کا جھکا تو ری ٹکلی عقد ثریا سے یہاں ساری رات
 رشک سے عارضی تپاں کی ترے اے مہوش رہتا ہے زیر زین مہر نہاں ساری رات

اے ظفر پوچھ شب غم کا نہ شور و فریاد
 نہیں تالو سے لگی میری زباں ساری رات

غضب ہے اپنا ہے اس شوخ ٹھکیں پر دانت
تمہارے منہ سے کہاں منہ جو غنچے روکشی ہو
رہا ہ شانہ صفت کش کش میں وہ اک عمر
یہ ہے عہل کی دشمن کر اس کا ہر قطرہ
جو پر فروغ ہوا لعل بے بہا پر لب
جگر کو کاٹتے تھے جس سے میری فضل سرشک
ستارے ہنستے ہیں شاید ہمارے رونے پر
کریں ہیں شہد سے آلودہ کہ وہ لب اپنے
جو چیتا ہے سدا عاشق حزیں پردانت
وہیں اگرچہ ہے چھوٹا ساہاں نہیں پردانت
رکھا ہے جس نے تری زلف عنبریں پردانت
کرے ہے حیر فلاتون خم نہیں پردانت
تو لے گئے ہیں شرف گوہر نہیں پردانت
وہ گر کے ٹوٹ گئے شاید آستیں پردانت
ٹکاتے ہیں جو شب چو خ نہیں پردانت
دکھتے ہیں جو کر ترے لعل شکریں پردانت

ظفر ہم ان کو جو شیریں کلام جانتے تھے

اب ان کے خوب ہوئے کھٹے اس زہی پردانت

آگے پہنچاتے تھے وہاں تک خط و پیغام کو دوست
دوست یک رنگ کہاں جبکہ زمانہ ہو دو رنگ
میرے نزدیک ہے ' واللہ وہ دشمن اپنا
ہوئی تھی سے جو اے دشمن آرام ہوئی
چاہتا وہ ہے بشر جس سے بڑھ عزت و قدر
جو ہے اے رشک جن کش تری آنکھوں کا
اب تو دنیا میں رہا کوئی نہیں مام کو دوست
کر وہی مہنگو دشمن ہے جو ہے شام کو دوست
جاننا جو کر ہے اس کافر خود کام کو دوست
نہ میں راحت کو سمجھتا ہوں نہ آرام کو دوست
پہلے سو قوف کر اپنی طبع خام کو دوست
دیکھتے ہیں گور پر اس کی گل باہام کو دوست

اے ظفر دوست ہیں آغاز ملاقات میں سب

دوست پر وہی ہے جو شخص ہو انجام کو دوست

کہہ بیٹھوں جو سوز غم جہاں کی حقیقت
مدیر رو کیا ہو کہ اب دست انوں نے
آنکھوں سے ہے یہ دیدہ گریاں نے دکھایا
جو حرف ہے مطلب کا وہ انکھوں سے مٹے ہے
صدکان تک صرف ہو ہر زخم میں میرے
ہو گری مضمون سے جگہ مہر کی اک داغ
کچھ بھی نہ رہے آئیں سوزاں کی حقیقت
دکھ نہ مرے کچھ بھی گریاں کی حقیقت
کانوں سے ما کرتے تھے طوفان کی حقیقت
کیا خدا میں لکھوں میں غم پنہاں کی حقیقت
حاصل نہیں کچھ ایک تنک داں کی حقیقت
گر خدا میں لکھوں میں دل سوزاں کی حقیقت

حاضر ہے دل و جاں کہ ظفر یار کے آگے

کچھ دل کی حقیقت ہے نہ کچھ جاں کی حقیقت

کہہ بتائے سے بنے ہے کوئی مدیر کی بات
جب نہانی مرے اور اس کے گئے ہوئے کلام
ساپ بن بن کے نباں کو گئے ہر سوج سخن
زلف و چشم اس کی نے پابند کیا عالم کو
آگے برو کے ترے ذکر کماں آنہ کے
ہر نے میری اڑائی روش گریہ صبح
بات دو ہی ہے کہ جہاں ہے مدیر کی بات
پر وہ جب اٹھکھا پھر کیا رہی تحریر کی بات
گر کہیں جھوٹ تری زلف گرہ گیر کی بات
نہ تو جولاں کی رہی بات نہ زنجیر کی بات
سانے تیری نگہ کے نہ چلے تیری کی بات
برق نے نیکی مرے مالہ شب گیر کی بات

تلف

ہنستا اور بولتا ہے عالم حیرت میں کہاں
دیکھا ہنستے گل قالیں کو نہ آنکھوں سے کبھی
کھلے کس طرح بھلا عاشق دلگیر کی بات
اور نہ کانوں سے سنی بلبل تصویر کی بات

خلق کے دل میں ہڑ کوں نہ کرتے تیرا سخن

سچ ہے واللہ ظفر ہے تری تاہیر کی بات

مالہ ہے برق فشاں سوز جگر کی دولت
 اتنی بیانی کہاں ہے جہ جو دیکھیں اسے ہم
 خانہ دل میں نہ ہے خج نہ مشعل نہ چراغ
 گزر اس در پہ کیا جی سے گزر کر ہم نے
 وقت نعمت کے ہوا شکر کا سجدہ واجب
 قدر ششیر کی ہوئی ہے فزوں جوہر سے
 شعر میں گئے میرے اتنی نہ تھی بارگاہ
 ہر نیساں ہے مرے دیدہ ترکی دولت
 دیکھ لیتے ہیں مگر اہل نظر کی دولت
 کچھ اجالا ہے تو ہے داغ جگر کی دولت
 پیچھے تاکہ مقصود سفر کی دولت
 شاخ سر اپنا جھکائے ہے شہر کی دولت
 عزت اہل ہنر ہے تو ہنر کی دولت
 ہوگی اب ترے مضمون کی سحر کی دولت

قیس و فرہاد کا تو شہرہ ہوا باعث عشق
 اور مشہور وہا عشق ظفر کی دولت

کہا تری زلف کے گھر میں ہوئی مہاں تھی رات
 کہکشاں سبز گروں پہ لہلیاں تھی رات
 جوش گریہ سے ترے ہجر میں اسے رشک جن
 سوزش دل کا مرے مجھ سے نہ پوچھو احوال
 طبع کی طرح مجھے دانتے جو سولی پہ کئی ۱۱
 حلقہ زلف میں دیکھا رخ روشن اس کا
 چشم پر آب کے چھینے پہچالو ورنہ ۱۱
 بل بے تاثیر ترے عشق کی ہم نے دیکھا
 حیرہ تجنی سے میری دست و گریبان تھی رات
 کس کے ماتم میں کیے چاک گریباں بھی رات
 چشم بدور یہ آنکھ اب یہاں تھی رات
 کہ میرے تجھ میں اک آتش سوزاں تھی رات
 یاد قامت تری اسے سرو حراں تھی رات
 لیے آغوش میں خورشید درخشاں تھی رات
 لائی بے طرح حرارت تپ ہجراں تھی رات
 طبع خاکستر پروانہ ہانگیاں تھی رات

رقم پر تجھ جدائی کے جھکائے دیتی
 اسے ظفر چرخ پر ہنم شے نمکوں تھی رات

سن لے او کافر بدکیش ذرا دھیان سے بات
 ہے وہ کہا بات کہ تو یوں ہے عدوئے دل و جان
 بول سکتے نہیں محفل میں تری ہم منہ سے
 قطع کرتا ہے جو گل گیر زباں کو اس کی
 یہ بھی قسمت کا لکھا پھیرے منہ وہ نو خطا
 بولتے طوطی ' تصویر کو دیکھا کس نے
 جھوٹ کہتے تھیں ہم کہیں ہیں ایمان سے بات
 ہم نے مانی تری ہر ایک دل و جان سے بات
 کوئی کہتا ہے تو سن لیتے ہیں ہاں کان سے بات
 ایسی سرزد ہوئی کیا خج شہستان سے بات
 اپنے مطلب کی کہوں گر کسی مٹوان سے بات
 کیونکہ نظے رہن عاشق حیران سے بات

اسے ظفر بیجا بنایا کرے باتیں لیکن
 اس کے بن فضل بن آتی نہیں انسان سے بات

کہتا تھا اس روز خطا کو ماہ ہلد بست رات
 شوق میں مضمون قامت کے ترے اٹھتے رہے
 وہ نہ آیا اور ہم یاں چشم آخر کی طرح
 میگوں کو کہکشاں کید کچھ کر سائی کبیر
 خج اپنے گل پہ بازیاں تھی بہت پر جل گئی
 رات ہمایوں کی ہو جاوے نہ کیونکر روز حشر
 پھرتے ہیں دن رات اس گل کی ہوائے وصل میں
 رات سے بیوستہ ہے دن دن سے ہے بیوستہ رات
 مالہ موزوں سے کیا کیا مصرع برہتہ رات
 صبح تک دیکھا کیے اس مہ جہیں کا رات رات
 آسماں سوچا بخت میں شیشہ شکستہ رات
 دست گل خوردہ کا میرے دیکھ کے گلدرتہ رات
 درد دل سے جب کرہا عاشق دل نشہ رات
 اسے ظفر نے دن سمجھتے ہیں نہ ہم وارث رات

پلانہ غیر کو جہائے شک ہو کے کھوٹ
چوے گا رشک سے خالم کوئی لہو کے کھوٹ
نہیں ہے فیض سے محروم کوئی ساتی کے
کسو کے جام نصیبوں میں ہے کسو کے کھوٹ
تھارے شربت دیدار سے ہیں سب سیراب
نہیں نصیب میں پر اس پر آرزو کے کھوٹ
سکندراب ہٹا سے پھر آیا تشنہ وہاں
ہا نہایک بھی بعد اتنی جستجو کے کھوٹ
کریں ہزار غراہوں سے منہ وہ اپنا صاف
جو ایک لیں مرے قلیاں کا بھولے چو کے کھوٹ

ظفر ہیں جمرہ زہر اب سے زیادہ تلخ
شراب الفت غولان سمہ خو کے کھوٹ

زر فراہم کر کے ماراں لے نہ تو کاروں کی ارٹ
علم کر پیدا ملے ماسو سے و ہاروں کی ارٹ
حشق میں یوں قہیں نے پانی ترے محروں کی ارٹ
جس طرح پچھلی ارکوں کو ہے افلاطوں کی ارٹ
لکھ دے مہر داغ سے اپنے یہ نامہ ہنوں
کب کہا ہم نے کہ ہے اتنی زمیں ہاؤں کی ارٹ
کیل گندم کی طرف جت میں آدم نے کہا
پہنچتی ہے ہم کو حشق صن گندم کوں کی ارٹ
جوں صدا جو خانہ زاد خلق زنجیر ہو ا ا
خانہ زنداں نہ کیوں کر ہووے اس مہوں کی ارٹ
دیکھ دوں چشم ساتی عقل پکر میں گئی
کیا ہا گردش تھی گرچہ پشت سے گدروں کی ارٹ
آل ستمنا علم نے نسلا بعد نسلا لکھ دیا
خوں فشانے ہے یہ شک دیدہ پر خوں کی ارٹ
دی سر نو اس نے کشید کو زمین سد کر تھی
نہ ہے نے زور و زور یہ نہ اس مدوں کی ارٹ
چھین لے گا طفل اشک چشم طوقاں کو ظفر
مردم آبی کا ترکہ مانی سیموں کی ارٹ

غافل کرتے ہو تم فکر کی تدبیر عبث
نہ کلا عقہ یہ اے شانہ کر ہم سے دل میں
تشہ کاسوں عی کو تیرے نہ کیا گر سیراب
فکر کرواں کی ہمیشہ تجھے رہنا ہے جاں
ایسے دیوانے کوئی نہمہرتے ہیں زندوں میں
پاؤں پڑتی ہے مرے آن کے زنجیر عبث

وہی پیش آئے گا نکلا ہے جو پیشانی میں
نامہ کرتے ہو ظفر تم سے تحریر عبث

اس لیے ڈھونڈنا پھرنا ہوں دل زار کا کھوج
چھپ گیا خال سر زلف چھپا کر دل کو
ڈھونڈھیں کیا سینہ میں تیر نگہ یار کا کھوج
جا کے پھر آئے اگر کوئی عدم میں تو بھی
تیرے دعاں سے جو روکش ہو تو مانند حباب
چھوٹے ہم دام سے صیاد کے پر کیا حاصل
بے خلل پر وہ دلدار میں سوراخ نہیں
جب وہ دو چار قدم آئے کہ جوں نقش قدم
کر ملے تو ملے خانہ دلدار کا کھوج
نہلے دھیرے میں ملا وزیر کار کا کھوج
نہ پتا ملا ہے چٹیاں کا نہ سوار کا کھوج
نہ ملا ہے نہ ملے گا کمر یار کا کھوج
صاف دیا میں ملے کوہر شہوار کا کھوج
نہ پتا گل کا ملا اور نہ گلزار کا کھوج
ہم لٹلے ہیں گئے اس روزن دیوار کا کھوج
مٹ گیا خاک لٹینوں میں سے دو چار کا کھوج

اے ظفر کیونکہ رہو ہو کر ہنوں کے ہاتھوں
ہاتھ آیا نہ گریباں میں کہیں تار کا کھوج

جیسے کہ ہیں سوزلف کے قم سے کج دوا کج
بے وجہ نہیں ہے یہ حباب آکھ دکھانا
کج روی چرخ دلا ایک جہاں سے
ٹالکس تری بے گریہ جو ٹھہری ہوں عجب ہے
بیزہب کج دوا کج ہے تری چین چینیں پر
وصف میں اس زلف کے یہ ہاتھ کوروش
ہے نہیں حراج آپ کا ہم سے کج دوا کج
پلنے لگی کچھ سوج بھی ہم سے کج دوا کج
غما نہیں کچھ یہ مرے دم سے کج دوا کج
مرتروں کے ہو جاتے ہیں تم سے کج دوا کج
رہتی ہے طبیعت اسی غم سے کج دوا کج
اب حرف نکلتے ہیں قلم سے کج دوا کج

نشد ہوں ظفر اس پہ کہ اس مست کی شمشیر
پلتی ہے عجب طرز ستم سے کج دوا کج

کلی جو لالہ امر کی مسکرتی آج
مسی یہ شوخ نے لب پر نہیں لگائی آج
نہیں ہے وجہ کدورت کوئی مجھے معلوم
بہار تنہ اورنگ ہو گئی پامال
مثال نقش قدم آہ اٹھ نہیں سکتا
عجب روش سے وہ غنچہ دہنا ہنا یارو
نہ کیونکہ پنجہ مڑگاں ہو اپنا خون آلود
برنگ شانہ کیوں کر ہو دل کشاں میں
تمہارے صن کے کوچہ میں لے کے کامے چشم

بلوہ شوخ تو بچ ہے کہ اے ظفر ہم سے
سوائے گریہ کے کچھ بات بن نہ آئی آج

ماگ میں دل کو اے زلف میرے قام نہ بھیج
میں تری چشم کا عاشق ہوں قلبی کو مری
مامہ برکوبہ کہ مشتاق لقا ہوں تیرا
بزم میں کتنوں کے منہ لال ابھی کروں گا
کہو قاصد کو نہ کھل جائے کسی پر یہ راز
نہ لٹا تو مجھے انکاروں پہ ہاں غیر کے ہاتھ
راہ ظلمات کی ہے اس کو سرشام نہ بھیج
دستہ زنجس و شانہ گل بادام نہ بھیج
تجھ کو ملنا ہے تو مل مامہ دیغام نہ بھیج
پان غیروں کو مرے آگے گل لدام نہ بھیج
سر مکتوب تو لکھ لکھ کے مرا نام نہ بھیج
بھول مرے قد پہ مرے اے بت خود کام نہ بھیج

اے ظفر آبرو اپنی جو تجھے ہے منظورے قاصد
اشک کو کہتا ہوں ذرا خام نہ بھیج

کر گئی دل میں سرایت اپنے جب آثار سوج
اس لیے پھرنا ہے سر پر خود کو رکھ کر حباب
مت ہوئے عشق میں آلا دل دیوانہ تو
یہ سرشک چشم پر عکس مڑہ مروم نہیں

چمن پیشانی نہیں اس کی ظفر دیکھو تو اب

سخت قدرت پہ ہے کھینچی ہوئی تصویر سوج

رونیف جیم فانی

سب کار جہاں سچ ہے سب کار جہاں سچ
جن نام وروں کے کہ جہاں زیر نگین تھا
مانند حباب اس نفس میں ہے خراب
ایک عمر رہے ملکہ دنیا سے گراں بار
خواب جہاں کا ہے تو کیا محو تماشا
اس بارغ میں تھوڑی سی بہار اور پھر اس پر
ہو جنس تلک ملکہ ہستی کے نہ خواہاں
آواز طرب کوش دل ٹھونکا سے
جو ہوئی ہے ہوگی نہیں اسکاں کہ نہورے
ہلا نہ بجز داغ یہ کاری یک عمر

کیا دیکھیں ظفر خانہ ہستی کا تماشا

اس وہم کدہ میں ہے بجز وہم و گماں سچ

دل مرا الجھا ہا ہے یار کے بالوں کے سچ
چشم بلبول دیکھ جس کو مائل حیرت ہوگی
جس طرح آئے نظر گرداب میں بھی ہیں حباب
روبرو ہوتے ہی دم نکلے یہ فتح صور کا
یاں تلک صحرا نوردی میں نے کی ہے بعد قس
جی جلاتے ہیں سدا شعلہ رفاں ہر ایک کا
دیکھ تیل اشک کو نظروں میں مردم کی کہا
لب تلک آتی ہے میرے جب کبھی اکراہ گرم

آپ کا چندی سے ہانا کھیل گیا شاید ظفر

آج چمچا ہو رہا تھا ان کے گھر والوں کے سچ

دیکھنا کیا آپڑے اس چشم پر گیسو کے سچ
طوق قمری کے نہیں گردن میں اس نے اے سجا
ساتھ سونے میں لپٹ کر اس طرح سے لطف ہے
جسم لاغر کو مرے دیکھے وہ تلک کھاتے ہوئے
ہے جہاں اس عرق چمن کو کس ادا سے دیکھو
پہلوان غم سے میری ہے جو کشی رات دن
آگیا دل سچ میں عاشق کا وقت سے کشی

اے ظفر ہر بات اس کی سچ سے خالی نہیں

میرے دل سے کوئی پوچھے اس بت بدخو کے سچ

لکڑے نہیں ہیں آنسوؤں میں دل کے چار پانچ
 منہ کھولے ہیں یہ زخم جو نسل کے چار پانچ
 کہنے ہیں مطلب ان سے ہمیں دل کے چار پانچ
 دریا میں گر پڑا جو مرا اشک ایک گرم
 دو چار لاشے اب بھی پڑے تیرے در پہ ہیں
 راہیں ہیں دو ہزار و حقیقت ہے چکا نام
 رنج و تپ مصیبت و غم یاس و درد و داغ
 دو تین جھکے دوں جو ہی وحشت کے روز میں
 فرہاد و قیس و واثق و عذرا تھے چار دوست
 مارو ادا و غمزہ نگہ مجھ مڑہ ۱۱
 ایما ہے یہ کہ دلوں کے نور دن کے بعد دل
 میرے کے نور تن نہیں تیرے ہوئے ہیں جمع
 بنائے نہ لکک ہے کہاں بادہ نشاط
 ماخون کریں ہیں زخموں کو دوا دو مل کے ایک
 گر انجم لکک سے بھی تعداد کیجئے
 ماریں جو سر پہ سل کو اٹھا کر قتل سے ہم

سرخاب بیٹھے پانی میں ہیں ل کے چار پانچ
 پھر لیں گے بوسے حجر قاتل کے چار پانچ
 کیا کہے ایک منہ ہیں وہاں ل کے چار پانچ
 تجانے لب پہ ہو گئے ساحل کے چار پانچ
 اور آگے دب چکے ہیں سسے گل کے چار پانچ
 دستے نہیں ہیں عشق کی منزل کے چار پانچ
 آہ دغاں رفتی ہیں یہ دل کے چار پانچ
 زندہ ہیں لکڑے ہوویں سلاسل کے چار پانچ
 اب ہم بھی ملے تو ہوئے ل کے چار پانچ
 ماریں ہیں ایک دل کو یہ پل پل ک چار پانچ
 لکھ بیچو خط میں شعر جو بیدل کے چار پانچ
 یہ پاندنی کے بھول نگر کھل کے چار پانچ
 شمشے ہیں یہ تو زہر ہلال کے چار پانچ
 تھے آٹھ دس سو ہو گئے اب چھل کے چار پانچ
 نگلیں زیادہ داغ سرے دل کے چار پانچ
 دس پانچ لکڑے سر کے ہوں اور سل کے چار پانچ

مان اے ظفر تو پختن و چار یار کو
 ہیں صدر دین کی یہی محفل کے چار پانچ

خوش نگہ لے ہیں دل گیر کو آنکھوں سے کھینچ
 صدمہ مردم پہ اپنے میں تصور کے سبب
 مری جاتا ہے جگر پر جس کے وہ ہر وہ کمان
 جی میں ہے غم میں ڈبو کر خانہ مڑگاں کو میں
 دیکھنا مردم ظلم حسن وہ ترک نگہ
 کھینچنا سینہ سے تیرا تیر کہ منظور ہے

مانی ان کی آنکھوں کی تصویر کو آنکھوں سے کھینچ
 لیتا ہوں اس یار کی تصویر کو آنکھوں سے کھینچ
 مانا ہے اک نگہ کے حیر کو آنکھوں سے کھینچ
 اس کے لعل لب کی لوں تصویر کو آنکھوں سے کھینچ
 قل کرنا ہے مجھے شمشیر کو آنکھوں سے کھینچ
 ورنہ لوں ماوک قلن اس تیر کو آنکھوں سے کھینچ

وہ کہے گا آگہ سے سرمہ لگاؤ تو ظفر
 آگہ میں وہ سرمہ کی تحریر کو آگہ سے کھینچ

اڑ گیا گل کا جو یوں رنگ گلستان کے چ
 دم میں دیکھ رہے نہیں جان نہیں جان کے چ
 سو جن چشم سے ہیں شک خدا خیر کرے
 گر پڑا کوئی یہ مست کنوئیں میں دیکھو
 عمر کہا ہوں بسر اپنی پری رویوں میں
 وہ نہ آیا ہے نہ آئے گا بلا سے اس کی
 عیسے مڑگاں ہے تری خون جگر سے رنگیں
 شوخ بد کیش ہے اخلاص سے اتنا بیزار

اے صبا کیا خبر اڑتی ہے پڑی کان کے چ
 زلف کیا کتنی ہے جھک جھک کے ترے کان کے چ
 غرق ہو کشتی افلاک و طوفان کے چ
 خال کا جل کا ہے اس پادہ نبدان کے چ
 ہوں وہ منان کے رہتا ہوں پرستان کے چ
 کوئی مر چلوے اگر حسرت و ارمان کے چ
 سرخی لکھا ہے کہاں مجھ مڑگاں کے چ
 نہ پڑھے سورہ اخلاص کو قرآن کے چ

عرش سے فرش تلک جو ہے وہ سب ہے اس میں
 دیکھ وسعت ہے ظفر کیا دل منان کے چ

تو نے رخ پہ زلف کا حلقہ بنایا ہے طرح
 دیکھیے شبنون کا کس کے ارادہ ہے کہ آج
 خط کے آنے سے تسلی دل کی ہوتی ہے پر اب
 ہے ارادہ خاک میں کس کے ملانے کا تجھ
 باغ میں جلوہ تہارے دیکھ خط سبز کا
 محو فطانہ رہے گا اپنی صورت کا وہ آپ
 دیکھ مڑگاں سے کہہ رکھا تھا یہ طفل سرکش
 بن گیا ہے سر سبز مرا آتھلکہ
 چاہ میں اس یوسف ثانی کے یارو کیا کیوں
 مرغ دل کو دام میں کافر پھنسا ہے طرح
 آپ نے ل کر مٹی کو پان کھلایا ہے طرح
 یک قلم لکھتے سے ہاتھ اس نے اٹھایا ہے طرح
 سرمہ آنکھوں میں جو اب تو نے لگایا ہے طرح
 منضعل ریناں نے ہو کر زہر کھلایا ہے طرح
 آمیزہ یارو اسے تم نے دیکھلایا ہے طرح
 آفرش سر پر مرے طوقان لایا ہے طرح
 سوز الفت نے مرے دل کو جلایا ہے طرح
 ہائے کم بختی مجھے دل نے ڈبایا ہے طرح

ہم نہ کہتے تھے ظفر دل مت لگا ہر ایک سے
 دیکھو تو اس کا سزا آخر کو پلایا ہے طرح

جو اپنے لب سے قدح کش کوئی لگائے قدح
 وہ بادہ کش ہوں کے لے کے جس کی خاک کلاں
 ہوا بتائے ہے کیا دے کے دو شراب کے گھونٹ
 پے ہیں بادہ کلرنگ اشک خوں سے ہم
 مرا یہی ہے کہ ساقی بجائے کیفیت
 سکندر آئے پر اپنے پھر نہ کرنا باز ا
 تو پہلے چاہیے منہ سے پڑھے دعائے قدح
 کبھی بتائے سب و کچھ کبھی بتائے قدح
 کہ اس ہوا میں ہے ساقی مجھے ہوائے قدح
 کہ دل بجائے سب و کچھ ہے بجائے قدح
 اتار جس کو نشے کا ہو وہ چڑھائے قدح
 صفائے دل سے اگر دیکھتا صفائے قدح

قدح کشوں پر ظفر طعن زن تو ہے صوفی
 رہیں نہ ہوش بجا آکھ گر دکھائے قدح

ہم مانتے ہیں کہ کسی مخمور کی صلاح
 اس بیوفا کی ہو نہ سکے ترک دوستی
 مر جائے نہ ہو جیسے منت کش مسک
 کاکل میں دل چھنے کہ گرفتار زلف ہو
 انکار وصل کیونکہ ہو حیرا مشورہ
 ٹھہری تھی ان کے آنے کی پھر آج اس طرف
 کہنے پر کیجئے ہر خرابات کے عمل
 برگشتہ بخت وہ ہوں کہ بچوں جو دل کو میں
 اپنی وہی صلاح کہ جو یار کی صلاح
 یہ ہم نے ہو دل نے کئی یار کی صلاح
 اب تو یہی ہے اس تر بیمار کی صلاح
 فرمائیے جو اس میں ہو سرکار کی صلاح
 ہے ان سے جو نہ دیں کبھی اقرار کی صلاح
 لیکن نہ ٹھہری ان کے طرف دار کی صلاح
 لیجئے نہ زبہ ان بیا کار کی صلاح
 پھر جائے لیجے لیجے خریدار کی صلاح

کیا ذکر اپنے منہ سے نکالیں وہ ایک بات
 جب تک کہ اے ظفر نہ ہو وہ یار کی صلاح

سب طرح داریوں کو دیکھا ہم نہیں اچھی طرح
 گر پڑھے خط بھی تو نو خط تو خطر سے غیر کے
 سرد مہری کس طرح ضیاع ہو اس بے مہر کا
 چھین کر تو لے چلے ہو گوہر دل کو مرے
 نہ گئے دیا ابھی ہم نے نیچڑی بھی نہیں
 سر مرا حاضر ہے قائل سوچتا ہے دل میں کیا
 خواب غفلت سے کوئی دم جاگ لوزیر تلک
 تو اگر غم میں محبت کے نہ ہوتا جتا
 اس پری رو سے کسی کی بھی نہیں اچھی طرح
 حرف مطلب کا نہ ہو خاطر نہیں اچھی طرح
 ہوا گر تاخیر آہ آتھیں اچھی طرح
 پر نہ کھو دینا اسے رکھنا کہیں اچھی طرح
 پونچھ کر آنکھوں کے آنسو آستیں اچھی طرح
 امتحاں لو کر لے اپنی تیج کیوں اچھی طرح
 جا کے سوا غافل زہر زمیں اچھی طرح
 کیا گزرتی اسے دل اند وہ گئیں اچھی طرح

اے ظفر کسی طرح بیٹھے خوب نقش دعا
سبز کاوی تانہ ہو مثل تلمیں اچھی طرح

عرق ہے اس گل عارض پہ کیا گلاب کی روح
نکل تو جائے ابھی اس جگر کہاب کی روح
پھڑک پھڑک کے نکلے ہے کسی طرح دیکھو
سیانہ ہو کے جو مردار خوار ہو کوئی
جو دیکھ کر دل بیتاب گم ہو برق کے ہوش
تمہاری تابلیں رخسار نے مجھے مارا
نہ کچھو وادی بھٹوں میں گردِ بادا سے
ہوائے کوچہ جلاں دی جو بعد وفات
کہ سرخی لب میگوں بھی ہے شراب کی روح
نگر ہے شب سے ترے منتظر جواب کی روح
تمہارے بسمل سرگرم اضطراب کی روح
تو جان طالبِ فنان میں غراب کی روح
تو دیکھ دیدہ تر شک ہو سحاب کی روح
خا ہوئی مری گری سے آفتاب کی روح
بھگ دی ہے اسی خانوں خراب کی روح
تو ہو گئی غلہ میں بھی بیتا عذاب کی روح

ہم زلف سے اس کے نہد سکے ہم سر
ظفر نکلے اگر کوئی ملک ناب کی روح

خود فضاں کو روکے کوئی کیا کسی طرح
سوز غم فراق سے دل اس طرح جلا
لوٹے ہزار خار غم و نشترِ الم
مالوں سے میرے آب ہوئے سنگِ بار
میں خاک ہو کے عشق میں برادر ہو گیا
سمجھایا تو نے ہم کو تو سو طرح ماسحا
بے طرح دام زلف بتاں میں ہے دل امیر
روئے ی روئے لوٹ گیا رشتہ حیات
چل نظریں پر قدم نہیں تھمتا کسی طرح
پھر ہو سکا کسی سے نہ خندا کسی طرح
بچھا نہ میرے دل کا پھپھولا کسی طرح
اس سنگِ دل کا دل نہ پہنچا کسی طرح
دامنِ تلکِ دل کا دل نہ ڈھنچا کسی طرح
لیکن ہمارا دل نہیں سمجھا کسی طرح
چھوٹے یہ اس بلا سے خدایا کسی طرح
پر آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹا کسی طرح

نہرا ہے اک زلمے سے گردوں اگر بے
اس کو ظفر بنایے سیدھا کسی طرح

ساتی جو تو نہورے بوقت شراب صبح
زلف اپنی رخ پہ دکھ ذرا لے کے آئینہ
ہیں کامیاب صبحی سے بارہ کش
یوں نصیحاں کو دے ہے مرا آبِ حقیقِ یار
کیا ناب آفتاب میں ہو اتنی روشنی
پیری میں گر حلاوتِ غفلت زیادہ ہو
ہو آفتابِ حشر مجھے آفتاب صبح
دلیا پہ گر نہدیکھا ہو تو نے سحاب صبح
زبدِ نواز صبح سے ہے فیضِ یاب صبح
مست سے شائد کو جس طرح آب صبح
جھمکے ہے حسنِ نور بھی زیرِ نقاب صبح
یارو عجب نہ کچھو کر شریر ہے خواب صبح

نورِ جمال کا ظفر اس کے نہ پوچھ وصف
عارض جواب مہر جہیں ہے جواب صبح

برگ گل باغ میں ہیں سرخ تو کیا خوب ہیں سرخ
 پر حنائی یہ ترے لاشیں پا خوب ہیں سرخ
 اے صنم غرق بنوں کیوں کر نہ ہو رشک سے لعل
 لب پاں خورہ ترے نام خدا خوب ہیں سرخ
 دل پر خوں کو کیا تو نے ہے کس کے پال
 کف پا ترے جو بے رنگ سا خوب ہیں سرخ
 رات جاگا ہے کہل لی کے شراب گلگوں آج آنکھوں تری
 اے ماہ بجا خوب ہیں سرخ
 فداق پا کو گلستان میں ہے دھوا کس نے
 پھول گل مہندی کے جو باد صبا خوب ہیں سرخ
 آیا ہے کس پہ تو گویا آگ بھوکا بن کر ۱۱
 تیرے رفسار جو اے ہوش دبا خوب ہیں سرخ
 اشک گلگوں پس مڑگاں ہیں بھوکا سے ظفر
 تار کے بنجرے میں یہ دیکھ تو کیا خوب ہیں سرخ

نظر کی اس کی جو بیشی مری نظر میں سلاخ
 عیاں ہے اشک کے قطرے میں بال مڑگاں کا
 اشارہ دار پہ ہے کھینچنے کا یہ کس کے
 وہ اپنی آنکھوں میں پھیرے جو سیل سرمہ کی
 تپ دروں سہمائی ہے مثل سیخ کباب
 شراب تند کے پیچے عیا بن گئی ساقی
 تو گز گئی وہ سراسر دل و جگر میں سلاخ
 عجب ہے گر عوض تار ہو گھر میں سلاخ
 کہاں نے گاڑی ہے لوہے کی اپنے گھر میں سلاخ
 تو کیوں نہ رشک سے ہو میری چشم تر میں سلاخ
 بیش آہ جگر شعلہ وہ شرر میں سلاخ
 گلو سے سینے تلک میرے لکھ بھر میں سلاخ

ظفر کے بالے سے اے سنگ دل حد کر تو

گزر عیا جائے ہے یہ کوہ کی کمر میں سلاخ

خاک اڑے یہ وحشت کی محنوں جو تیرا کھائے چرخ
 میرا رونا دیکھ کر ہر رات تجھ بن مد لقا
 رو برو اس شعلہ رفسار گلگوں کے ہو سرد
 گردش چشم اس مد بے مہر کی دکھائیے پھر
 گر اشارہ ہو نہ اس مد رو کے برو کا تو پھر
 جو طبع سے ہاتھ کھینچے دو ہی تیرے ہاتھ سے
 چرخ کی بے مہریوں سے ڈر ہے یہ اے مہر و ش
 ہے مزا برسات کا تجھ سے وگرنہ ساقیا
 چرخ ساغر میں بھری کس کے لئے کلرنگ حش
 جب تلک تجھ کو نہ دیکھیں دیکھئے اب کیا ہمیں
 آکھ اس خورشید و ش کی پھر نہ جائے اے ظفر
 اس کی کچھ پروا نہیں پھرنا ہے گر پھر جائے چرخ

آکھ اس خورشید و ش کی پھر نہ جائے اے ظفر

اس کی کچھ پروا نہیں پھرنا ہے گر پھر جائے چرخ

دیکھ پتلی کا دیدہ منک میں چرخ
 آہوئے دل عاشق سے مقابل مت ہو
 دیکھ تو سن کو نہ صحرا میں لگا کاوے پر
 کیا عجب نیچو سحر تار شعاع خورشید
 دل بناب سے میرے جو ہو سرزد مالہ
 کس نے کیفیت ہشامی دکھائی اے شیخ
 کھایا مہی نے بھی گرداب کے پھر چاک میں چرخ
 آہو تیری بھی جائے گی ل خاک میں چرخ
 کھاوے مچھ نہ تا حلقہ فزاک میں چرخ
 یک قلم صرف کرے یاں تری پوشاک میں چرخ
 مارے عالم بھی اس گنبد افلاک میں چرخ
 دختر زر کی جو کھانا ہے پڑا ناک میں چرخ

معل سرخ قصص یہ دل بیتاب مرا
کیونکہ کھائے نہ ظفر سبز حد چاک میں چرخ

کھیں تری نئے میں ہیں یوں بے حجاب سرخ وہ رخ ہے زیر گیسو سے پر بچ و تاب سرخ
یوں آہ سوز ناک نے جھلکا دیا جگر لب سرخ اس کے روئے کلابی میں دیکھا
ظاہر ہے یوں گل سے ترے پیک پان کی رنگ ہے جو کہ اس لب نازک کی ہم دو
رہا ہوں یاد پائے نگاریں میں آپ کے منقار طوطی ایسی نہیں سرخ جیسے ہیں
خار مڑہ مرے سبب خون تاب سرخ
کس پر غضب کیا ہے کہ غصے سے اے ظفر
ہے آج یوں جو روئے بت پر عتاب سرخ

جبکہ ہو تجھ بن مجھے خواب و خور آرام تلخ اس شکر اب کی زبانی لگتا ہے شیریں مجھے
خون دل جو تلخ کای سے پیام میں نے عام زہر چشم یاد کا کشتہ ہوں میں اے ہدم
حرف جانے کا زباں پہ لانا اے جلاں مرے
نہنگی کیوں کر نہ پھر اے بت خود کام تلخ
ورنہ لگتا ہے ہر اک انسان کو دشام تلخ
ساتی ایسی کاں ہوگی سے گھمام تلخ
غل تربت میں گلیں میری نہ کیوں بامام تلخ
ہے وہ میرے حق میں جیسے موت کا پیغام تلخ

حرف میری تلخ کای کا جو یوے ایک بار
صبح سے اس کی زباں روئے ظفر تا شام تلخ

نہ دے تو گردش طالع سے بے نوا کو چرخ سمجھتا اپنا ہے استاد کج ادائی میں
اڑاں طفل مزاحی سے ہے وہ کیا کیا خاک ترا وہ عارض ناہاں ہے اور وہ در گوش
ہزار فنڈ اٹھائے ہے ایک گردش میں یہ خاک کون سے گردش زدہ کی ہے جس نے
تمام عمر پھرا چرخ مانا لیکن نصیب ہوویں اگر ایک مشت گندم جو
بھنور سے کام ہے کیا کشتی گدا کو چرخ بیٹھ اس سرے دار کج ادا کو چرخ
زمین پہ کہتے ہیں جس پر قد دہا کو چرخ کہ جن پہ وار کے پیچھے مد و مہا کو چرخ
بجا ہے کہنے گر اس چشم سرمہ سا کو چرخ دیے بگولے کے پردے میں یوں ہوا کو چرخ
نہ لایا گھر مرے اس میرے مد لقا کو چرخ ہزار کھانے پڑیں سنگ ایسا کو چرخ

بیٹھ سنگ فساں کی طرح سے پھر پھر کر
کرے ہے حیر ظفر مخبر جفا کو چرخ

کب چشم سرمہ سا ہے تری مست خواب سرخ منہ پہ ہے ترے لال ڈوپدہ بوقت خواب
کیا دل پہ گردا آبلہ ناخن کی ہے خراش شعلہ تو کیا کہ برق بھی تھرائے دیکھ کر
رہا ہوں کس کے دس نگاریں کی یاد میں اے مست نازل دل کا مرے سوز عشق سے
ہو لعل لب سے روئے کلابی کی کیوں نہ زہب خون جوش میں ہے تیرے شبیدوں کا زیر خاک
اس جام نیکوں میں ہے رنگ شراب سرخ یادوئے مہر پر ہے فتنے سے نقاب سرخ
گویا کہ زرد خیمے کی ہے ہر طباب سرخ ہو جائے اس کا چہرہ جو وقت عتاب سرخ
آنسو ہیں میری چشم میں جیسے شہاب سرخ یہ رنگ ہے کہ جیسے ہو بھن کر کباب سرخ
ظفر سے کباب میں کچھ عی باب سرخ نکلا زمین کے پردے میں جو آفتاب سرخ

ہے میرے شک خوں سے ظفر راہ عشق میں
ہر رنگ دیرہ صورت لعل خوش آب سرخ

ہجر میں کرتا ہے شبنم کی مرے مدحیر چرخ
گردش چشم سیاہ یار دکلا کر مجھے
ایک شب گھر میں بلاؤں اپنے اس مہوش کو میں
وہ بلا چکر ترے دیوانے کے ہیں پاؤں میں
اس ہممیں تیرے ہاتھوں سے گل و غنچہ یک طرح
ہے بنائے تیرے دنیا خرابی کے لیے
قد خیمہ ہے مرگ ضعف سے مثل کماں
چرخ فانوس خیالی اور ہم حسرت زدے
کھار ہے ہیں اس میں کیا کیا صورت تصویر چرخ

خاک ہو گردش زہوں کی گر شریک گرد باد
اے ظفر ہووے نیا اک زیر چرخ ہجر چرخ

لہر میں ہے وہ صن پر انوار کے تاریخ
پہن سرور ہے تری پا کر ہے کندہ
معلوم نہیں آیا ہے کہ روز میں قاصد
قائل ہے وہی مقبرہ کشتہ کائنات
جس روز سناج ہو تو اے رشک سجا
کرتے ہیں قدم رنجہ کبھی گھر میں جو میرے
مرنے کے لیے دکھائی دیکھا نہیں جانا
من جائے ہے سب نام و نشان کچھ نہیں حاصل
محسوب ہے جو ماہ سے رنزار کے تاریخ
تکوار کے قبضے میں یہ تکوار کے تاریخ
دیکھو تو سرامہ ہے کیا یار کے تاریخ
تو دیکھے جہاں رنگ پہ بنار کے تاریخ
ہے نیک وہ حق میں دل بہار کے تاریخ
لکھ جاتے ہیں وہ طاق میں دیوار کے تاریخ
ور دیکھتے ہیں واسطے ہر کار کے تاریخ
لکھتے سے در قصر پہ زر دار کے تاریخ

آنے کا کیا یار نے قرار تو ہم سے
پھر غری ظفر وقت پہ قرار کے تاریخ

کب سنا ہے نگاہ شوخ غارت گر میں چرخ
خاک سے ہم اٹھ کے سرگرداں مثال گردباد
دیکھے اے سردنتر خوبی اگر چہرہ ترا
خواہ ہے رنگ فلاخن خواہ رنگ آسیا
گردش چشم اس کی دیکھے جوش مستی میں اگر
کردہ ہم کو جلا کر خاک لیکن آپ بھی
بزم تصویرات فانوس خیالی کی طرح
ہے بھنور دیا میں پھرتا اور گولہ رشت میں
چشم کی گردش سے اس کی آگیا پکر میں چرخ
دیکھا کھائیں گے کیا کیا عرصہ محشر میں چرخ
فرد باطل مد کو سبھے صن کے دفتر میں چرخ
چرخ دے ہے چرخ وند ہے کہاں پتھر میں چرخ
بادہ آکر جوش پر کھانے لگے ساغر میں چرخ
ہے مثال آئینہ آلودہ خاکستر میں چرخ
کھارہا ہے اک جہاں اس گنبد خطر میں چرخ
چرخ کی گردش سے کھاتے ہیں گے بحریر میں چرخ

کوئی رہ سکا زمانے کی نہیں اک طور پر
کچھ سے کچھ کڑا لہا ہے اے ظفر دم ہجر میں چرخ

دیتا ہے جو مزا ترے لب سے کلام تلخ
صیار آب و دانہ کی تو پوچھتا ہے کیا
وہ تلخ کام ہوں کے مرے وقت خشکی
کیا کیا غضب سے زیر اگلے ہو غم ولے
مقراے رنج و غم سے ہے تیرے مریض کا
دکھی ہے کب یہ لطف مئے لعل قام تلخ
ہے لب تو زندگی بھی مجھے زیر دام تلخ
ہو جاوے آب چشمہ شیریں تمام تلخ
اک حرف منہ سے کہتا نہیں یہ غلام تلخ
منہ تلخ ، حلق تلخ ، نیاں تلخ ، کام تلخ

کو حرف بند تلخ ہے پردل میں دکھ ظفر
اک روز یہ دوا ترے آئے گی کام تلخ
رو فیہ دل بہل

قدر اے عشق رہے گی تری کیا میرے بعد
دُغم پر دل کے گوارا ہے مجھے کو یہ تنک
در جاں سے مری خاک نہ کرنا برباد
خار صحرائے ہنوں یوں ہی اگر حیر رہے
میرے دم تک ہے ترا اے دل ببار علاج
اس شکر نے مجھے جرم وفا پہ مارا

اے ظفر کیونکہ محبت کو نہ ہو غم میرا
کوئی مغنوار محبت نہ ہو میرے بعد

دل کا ہو جائے یہ رنگ ترے جانیکے بعد
سب سمجھتا ہوں جو مانع مجھے سمجھاتا ہے
کوچہ یار میں جلیا کیے ہم بے کھکے
اس کمال دار ستم کیش نے بے رحمی سے
آنکھ دل پہ مری دامن مڑگاں بھرا
تم غم عشق نہ کھاؤ کہ یہ ہے منشا زہر
کیا کہوں درد دل اپنا کہ لبوں پر مری
ہم بھی کیا ڈھیٹہ ہیں واللہ کہ اس کافر سے
چھوڑ کر کوچہ تراکون طرف غلہ کی جائے
حجر نمرہ غنیمت کا ہوں میں کس کے شبید

دل کو ڈالو نہ ظفر زلف کے الجھیرے میں
دیکھو سلجھا نہ مکہ گئے اس الجھانے کے بعد

مڑگاں نہیں ہیں چشم رت پر فتن کے گرد
بھٹوں کی نذر عشق ہوا کوہ کن کے گرد
ظاہر اسی سے جوش عداوت ہوا کہ ہیں
بھٹوں کو تیرے خوف بلایا کہ دشت میں
ماشق کا خون ہے جوش میں بعد از وفات بھی
چپا کلی میں اس کے ہیں سوتی یہ کیا ظلم
توس قزح ہے اپنی کسی فوجوں کا خون
حسرت ہے اس اسیر نفس پر کہ جس کے پر

ہوتا ہے صدقے ہیں ظفر اس شعلہ خو کے دل
پروانہ جیسے پھرنا ہے خیم گلن کے گرد

لیکن آنکھوں میں سہلی رخ جاں کی نمود
ہے عجب صن سے خطا رخ جاں کی نمود
قدر عنا کو ترے دیکھ کے اے رشک جن
متصل زلف کے چمکے ہیں کہاں وہ درگوش
میں شہیداں لیلعلیں کا ہوں زخموں سے مرے
کھلکھلا کر جو بیسے بارغ میں وہ غنچہ دہن
مرحبا دست ہنوں اس تری چالاکی کو
شعلہ آہ چکر سوز جو میرا ہو بلبل

کہ نظر پر نہ چھٹی مہر درخشاں کی نمود
دیکھو کس صورت زیبا سے ہے قرآں کی نمود
لی گئی خاک میں سب سرد گلستان کی نمود
ہے سرشام مگر آخر تاباں کی نمود
شکرریزوں میں بھی ہو لعل بدخشاں کی نمود
باندھے بلبل نہ پھر اپنے گل خنداں کی نمود
نہ ہی نام کو بھی نار گریباں کی نمود
تو نہ ہو رات کو بھی خیم شیشیاں کی نمود

ایسی آنکھوں میں سہائی رخ جہاں کی نمود
ہے عجب حسن سے خط رخ جہاں کی نمود
قدر عنا کو ترے دیکھ کے اے رشک چمن
متصل زلف کے چمکے ہیں کہاں وہ درگوش
میں شہیداں اب اعلیٰ کا ہوں زخموں سے مرے
تکھلکھلا کر جو بھسے باغ میں وہ غنچے دہن
مرحبا دست ہنوں اس تری چالاک کو
شعلہ آہ جگر سوز جو میرا ہو بلند
نار ہلکو کا جو مڑگاں سے ہم اپنی باعدیوں
رخ روشن کو جوں لہلوں سے چھایا اس نے

اے ظفر خاک سے فنا کا بنا ہے پتلا

فاکساری عیا سے دنیا میں ہے فنا کی نمود

سمندر باز پہ تو ہو جو مر رکاب بلند
کچے ہے دل نہ ہو وہ چشم میگوں دیکھ
گھٹا دیا ہے اسے میرے دیدہ تر نے
غلط کہیں ہیں کہ نظر ہیں کبکشاں شب کو
نہ اچلو صورت نواہ غافلہ دیکھو
عجب ہے سینہ دیا پہ سیرے ساقی
نہیں ہے بن ترے ہرگز نمود فوج سرکش
تو شرم سے نہ ہو گروں پہ آفتاب بلند
دھرا ہے طاق پہ یہ شیشہ شراب بلند
ہوا کے دوں پہ کیا خاک ہو سحاب بلند
کھنچی ہے خیمہ گروں کی یہ طاب بلند
گرے ہے خاک پہ آخر کو ہو کے آب بلند
کہ فوج سوجو میں ہے خیمہ جناب بلند
نکل کے اے علم آہ ہوشیاب بلند

ظفر رفیقوں سے ہوتی ہے قوت بازو

اڑے ہیں شمع پرواز سے عقاب بلند

ہے لب و لہذاں سے تیرے سرخی پاں کی نمود
بے چراغ داغ دل روشن ہو کیا فائولس میں
جس طرح ہوتی ہے جدول سخی قرآن میں
دل سے پیوستہ ہوا ہے جب سے وہ حیر نگاہ
آج تک دیکھی نہیں یہ لعل و مرجاں کی نمود
یوں ترے چہرے پہ ہے زلف پریشاں کی نمود
ہے ظہور عشق سے ولہ قرآن کی نمود
جائے سو ہووے ہے میرے تن پہ پٹیاں کی نمود

دیدہ گریاں سے اپنے ہے نظر جھکو ظفر

ہو نہ جاوے رفت رفت ایسے طوفاں کی نمود

دل لینے کو ہر وقت وہ دلدل رہے سوجو
یا قتل کرو مجھے تم دار پہ کچھو ۱۱ اب آگے تمہارے یہ گنہگار ہے سوجو
تو میری طرف مال غنیمت ہو کیونکہ آئینہ ترا طلب دیدار ہے سوجو
بنیاد محبت کے یہ آثار ہیں دیکھو عاشق جو تمہارا پس دیوار ہے سوجو
روکش نہ ہو تم ہووے جو اس کی کہتا ہے خیردار یہ تلوار ہے سوجو
جز شک مسلسل نہیں کچھ پاس ہمارے یہ تیرے لیے موتیوں کا ہار ہے سوجو
کہتا ہے تصور میں دل اس زلف سیر کے میں جاؤں کدھر سر پہ شب نار ہے سوجو
تھہری کئی باران سے کہ اب ہووے نہ ٹکرا پھر دیکھو تو ہر بار یہ ٹکرا ہے سوجو

پڑھ اور غزل کوئی یہ تبدیل توانی

واللہ ظفر قافیہ بیاد ہے سوجو

سب رنگ میں اس گلی کی مرے شان ہے موجود
ہر تار کا دامن مرے مرے کر کے تھمک
عریانی تن ہے یہ بہ از خلعت شای
کس طرح لگاؤے کوئی دامن کو ترے ہاتھ
لیتا ہی رہا رات ترے رخ کی بلکیں
تم چشم حقیقت سے اگر آپ کو دیکھو
غافل تو ذرا دیکھ وہ ہر آن ہے موجود
سر بست ہر اک خار بیاں بان ہے موجود
ہم کو یہ ترے عیش میں سماں ہے موجود
ہونے کو تو اب دست و گریبان ہے موجود
تو پوچھ لے یہ زلف پریشان ہے موجود
آئینہ حق میں دل فسان ہے موجود

کہتا ہے ظفر ہیں یہ سخن آگے سمجھوں کے
جو کوئی یہاں صاحب عرفان ہے موجود

بہیر تیرے جو لب پہ دکھوں شراب کی بند
تمہارے دیکھ کے بہتان دور مرا گریہ
یہ عالم اس رخ گلریز کی ہے سرخی کا
جگر سے غول مرے لپٹے ہے یوں دم سوش
وہ بوسہ روئے عرق لاکا جو یار آیا
شہید مازو نہ ہو کس طرح سے ہاں میراب
تو صاف ہو وہ مرے حق میں غلجی ماپ کی بند
عجب نہیں ہے اگر رنگ ہو سحاب کی بند
کر قطرہ قطرہ عرق کا بنا شہاب کی بند
کر چٹکے آگ میں جوں گریہ کہاب کی بند
تو پھر گلے سے نہ اترے مرے گلاب کی بند
کر آب دار ہے اس خنجر عتاب کی بند

چہ سے اٹک ظفر ہیں صدائے دل لکھی
کر گرم تا بھرا جی کرے ہے آب کی بند

بھیجے لکھ لکھ لکھ کے اگر بند کے بندے
گر کھلے باتوں میں وہ غنچہ دہن رہ جائیں
دل تری چشم سے غائب ہو کہیں جائے کدھر
تاب رخسار تری دیکھ کے رہ جائیں گے
جامہ زیبوں کے ہیں کیا بند قبا بند بلا
اٹھنی زلف کا کاٹا نہ بچے 'کتے ہی
باندھ کر پر کبھی چھوڑ نقش سے میاں
گئے دیوانے نکل مثل صدائے زنجیر
غوث کا رتبہ رتبہ نے تیری بھٹک
کچھ نہ کچھ کہہ کیا نہیں روکتے ہم وقت عمر
لکھیں صدائے ترے ہنسنے میں تو پھر رہ جائیں
ٹھا تری تیغ تبسم میں طاعت کا وہ جوش
بند دریا کے بندھیں خاک کر ہیں توڑ دیے
جان دیں اہل جہاں گھر سے جو باہر نکلیں

بچھ یار کا شب بندھ جو گیارہ میں خیال
کر دیے ہم نے شخص کے ظفر بند کے بند

چڑھ گئی گرچہ مری خاک سے افلاک پر گرو
خاک اڑتی جو وہ حرص میں تو دور جی
نہ چھپی دل کی کدورت کہ غبار خط سے
کبھی ہے وہ سر مرگن غبار آلودہ
وہ میری گردش طالع ہے کہ جس کے آگے
دل پرا آبلہ سے گر ہو مقابل تو مبا
نہ پڑی پرکھی اس ماہ کی پوشاک پہ گرد
اہل دنیا کے سوا جامہ لاپاک پہ گرد
صاف ظاہر ہے ترے روئے غضبناک پہ گرد
دیکھ کر اپنی گلی میں شس و خاشاک پہ گرد
ہو گیا کاسہ گردش زدہ بھی خاک پہ گرد
جھاڑ دے غور انجور کی بس تاک پہ گرد

مر مر حرم و ہوا سے ہے مکدر عالم
اے ظفر سب کے پڑی ہے رخ اور اک پہ گرد

دریغ ذال مجھ

کیونکہ خسرو کو گلیں اس کے نہ دشنام لڈین
تشنہ لب جو کہ شہادت کے ہیں انکے قاتل
یہ مرا اقتد و شکر میں بھی نہیں ہے ہرگز
باد چٹم بت بدست میں ہم کو ساقی
لگ کے تو نخل محبت میں دلا ہو پخت
ہے کہاں سب وی میں بھی حلاوت الکا
جو مرا بادہ الفت میں ظفر ہے دیکھا
الکا ہوئی نہیں ہرگز کے گھٹام لڈین

چھپا یا تو نے ہے کس کا کواڑ میں کاند
لکھے جو حشر ٹوٹی کو کوکس کے عشق
کسی کو لکھتے تھے خط وہ پنک پر بیٹھے
جلے ہے جو مرا مضمون سوز دل پڑا کے
یہ کس کی خانہ خراب کے تم ہوئے روپے
کھلا نہ ہم پہ کر یہ کیا وہ زہب سند مار
اگر ہے قیس کو منظور اشتہار ہوں
گل میں اس کی ہے قاصد نجوم غیروں کا
کریں رقم بہاگر حال پارسا لیل
الکا خیر ہو پکڑا گیا ہے وہ قاصد
ری جو خط و کتابت کی پیچر ان سے ظفر
بہت یہ ہوئے اس پیچر جھاڑ میں کاند

دریغ داممل

عدیگ عشق ہوا کیا جگر کو رزو کے پار
ہزاروں روزن درہند کیجئے گا آپ
اسے نہ آنکھ میں تل سمجھو تم یہ روزن در
اور ترسکا نہیں دیائے عشق کو کوئی
لنگ سے آہ ہماری گزر گئی اس طرح
کہاں ہے اس لب مازک پہ روگتوں کی نمود
یہ تیر وہ ہے کہ جاوے جگر کو توڑ کے پار
نکاح جاوے گی دیوار و در کو توڑ کے پار
نظر کا تیر گیا ہے نظر کو توڑ کے پار
چلا ہے کس لیے فرہاد سر کو توڑ کے پار
کر جیسے تیر کوئی ہو سپر کو توڑ کے پار
ہوئے ہیں خاک سے گلبرگ تر کو توڑ کے پار

قلق سے تھا شب مہتاب میں یہ حال اس بن
ظفر ہوا ہی تھا مالہ قبر کو توڑ کے پار

نہیں دیو تو کچھ بڑی دو گھڑی بھر
ڈبو دیجے کو ہے دو عالم کے کافی
غم بھر آفت سے مر ہی گیا وہ
کوئی دیکھے ہل بھر تو اس مہروش کو
جہاں بیٹھے ہم نقتہ جاں ویاں نہ ہرگز
ترے جس نے لعل مستی زہب دیکھے
نہیں دیو تو کچھ بڑی دو گھڑی بھر
ڈبو دیجے کو ہے دو عالم کے کافی
غم بھر آفت سے مر ہی گیا وہ
کوئی دیکھے ہل بھر تو اس مہروش کو
جہاں بیٹھے ہم نقتہ جاں ویاں نہ ہرگز
ترے جس نے لعل مستی زہب دیکھے

سناں ہے ابھی میری مستی میں سستی شراب اور مجھ کو گڑی دو گھڑی بھر
کہاں تاب وہ دست نازک میں رکھی کوئی پھول کی پتھری دو گھڑی بھر
میر آہ کی گل فشانی ہے پہروں بہت گرچھے جھری دو گھڑی بھر
پروا ہے میرا گڑی بھر کا رونا
ظفر سوتیلوں کی لڑی دو گھڑی بھر

دب گیا سانس مڑگاں میں غبارِ رگ اب خط سرمہ ہے بجھتا ترا تار گر اب
آفریں میرے تصور کو مجھے زلف کے تار کر کے کس کی نظر ورنہ شمار رگ اب
لپٹے دامن کو پھٹوؤں جو ذرا بچھہ کے اشک تار دامن بھی کرنے لگے کار رگ اب
دیکھے آء میں وہ تار ترے گیسو کے جس نے دبایا پہ نہ دیکھی ہو بیمار رگ اب

مے کا سماں ہے ظفر پاس نہیں وہ ساتی
میری آنکھوں میں مجھے کیونکہ نہ خار رگ اب

جبکہ ناخن کو تراشا اس کی لال انگشت پر دست بیکہ کے لیے اڑا ہلال انگشت پر
جم گیا ہے خیم پر پروانہ پر سوند کون کہتا ہے کہ یہ شاد خال انگشت پر
وہ تارے جن ہوئے تو بازگہ کی طرح دکھ کے زخموں دے اڑا سونے کا تھال انگشت پر
شاخِ مرجاں کو کرے ہے شوقی رنگ حنا صدقے ترے اے نگارمہ جمال انگشت پر
ایک دو ساعت کا وعدہ کر کے اے وعدہ خدا ساعیں گواہیں تو نے ماہ و سال انگشت پر
رنگ مہندی کا نہیں یہ ہو نہو عاشق کا غن آج ہے اس شوقی کے سرفی کمال انگشت پر

دل پہ ناخن زن ہے میرے اے ظفر انکی اور
دیکھنا بیا ہے کیونکہ تھک کے خال انگشت پر

وقت غفلت اور ہے ہنگامِ بشاری ہے اور خواب کی سیر اور ہے اور سرمدار ہے اور
اے جھلے صنم میں صدقے حیرت شان کے حیرت شان و حسن میں طرز و ادا داری ہے اور
دردِ دندانِ محبت کا ظہور سے علاج کس طرح سے ہو سکے یارو یہ بیماری ہے اور
پھر کے کب پابند الفت کی طرح محبوس دام وہ اسیری اور ہے اور یہ گرفتاری ہے اور
دل کو نظروں میں ہی لے لینا نہ کما مٹ سے بات نیکی ان آنکھوں نے اب یہ مردم آزادی ہے اور
مے کدہ میں عشق کے جولوگ ہیں کافر تو ہیں لیکن ان کے کفر میں اندازِ دیداری ہے اور
دخم تیغِ عشق کھانے میں ہیں کیا کیا لذتیں اور نمک پاشی بھی ہو تو پھر مزہ داری ہے اور
چار عنصر کے احاطے میں ہے کچھ جلوہ عجب در و مسجد کی انگ یہ چار دیواری ہے اور

دیکھ کر ناخبر اپنے مالہ ہائے زار کی
ہم نے جانا اے ظفر یہ مالہ داری ہے اور

خواب میں پہنچے تھے جس کوچے میں بشاری سے پھر اس کے دستے کو نہ پایا ہم نے بیداری سے پھر
بندرکھنا چشم کا غصہ ہے عین مصلح اور اگر کھلے تو کھل آنکھیں خبر داری سے پھر
اے دلِ نادان گرفتارِ محبت تو نہ ہو چھوٹا ہووے گا مشکل اس گرفتاری سے پھر
دل تجھے دینا کہاں تو قول سے ہم کب پھرے تو بھی دل لے کر نہ اپنے عہد داری سے پھر
سر پہ اول تو اٹھایا ہم نے اپنے بارِ عشق اٹھ سکا لیکن نہ سر بھی اس گروں باری سے پھر
میرے ہر دھم جگر کو یہ تمنا ہے کہ لوں اس لبِ ششیر کے بوے مزے داری سے پھر

ماز اٹھانے میں اٹھائے اس کے لاکھوں ہی تہم
وہ کی ہم نے ظفر اس ماز بزداری سے پھر

میاں سے تیرا نہ حنجر اگل پڑے کیوں کر
اگر جہاں میں نہ ہووے شریک راحت ورنج
تہارا دل جو ہے پتھر پھلتا پھر اس سے
ملے تھے آنکھوں میں جو نور دیدہ ہائے سرخ
تکافہ شوخ اگر دل میں گودگدی نہ کرے
جھپکے رہتا نہیں مالہ چشم انجمن چرخ
کرشمہ ابروئے ساقی کا دیکھ کر لب جو بزم
تکافہ یار سے نکلتے اگر نہ تیغ زنی ۱۱
نہ کیوں ہوں جو ہر آمیزہ دیکھ کر حیراں
پھر آج کل کا ہوا وعدہ دیکھتے کب تک
بغیر ان کے ظفر ہم کو کل پڑے کیونکر

خاک ہو کر جو پڑا ہے ترے داماں سے دور
پاس ماسح کے نہ چمکو وہ نہیں واقف عشق
دل آشفتہ نہ تھا اتنا پریشاں خاطر
مکوش گل تک مری فریاد تو پہنچے صیاد
چاک سینے کی جو تدبیر کرے ہے ماسح
سخت جانی کومری دیکھے اگر حیر تھا
ظاہر سدہ نہیں گرچہ ہو گرم پرواز
منہ پہ چڑھتا نہیں شمشیر ختم کے آساں
میرے نزدیک نہیں جو کہ ظفر کافر عشق

اس سے ایمان ہے دور اور وہ ایمان سے دور

گردش چرخ سے ہے سب کوز میں پر چکر
دل کو یوں زلف کے حلقے میں ہے اکثر چکر
نہرنے دے ہے کسے ہمیں سے یہ گردش چرخ
تیر مڑکاں سے اگر بچ بھی گیا دل تو وہیں
دفعہ جاہ پہ بھی گردش طالع نہ گئی
ہر زہ گردی کو مری دیکھ کے کہتا ہے وہ شوخ ،
نہ سمجھ اس کو بگولہ یہ کوئی سرگرداں
شعلہ خونی پہ تری ہووے بلا گرداں برق
نہر گر چاک گریبان پہ کوئی تار رنہ
پھرنا محفل میں ہے کیا چاک پہ بھی پھرنا تھا

اشک سے دیدہ پر آب کے مثل گرداب

اے ظفر بحر تو کیا کھائے سمندر چکر

سمندر ہڈاں وہاں نور ، غلے نور ، نیاں شیریں ، عیاں نور غلے نور
سکر پر دیکھ کر زریں سکر بند کہیں ہیں سب میاں نور غلے نور
ترے آمیزہ ویش وہ جانشیں ہے کہیں نور و میاں نور غلے نور
قیامت قامت و رفتار آفت نیاں بحر و عیاں نور غلے نور

ظفر کے پاس دیکھ اس رشک مہ کو

کہیں ہیں دوستان نور غلے نور

نلک پہ ہوویں اگر ناوک شہاب کے پر
 نفس سے چھوڑے ہے صیاد جبکہ ٹوٹ گئے
 پھڑک پھڑک کے اسیر پرا اضطراب کے پر
 کبوتران حرم سے ہوں جا کے ہم پرواز
 یہ خوب وزشت سے فرق اڑ گیا کہ زیر کلاہ
 پر بنا تھے جہاں ہیں وہاں غراب کے پر
 جہاں ہے فکر ظفر کی بلند پروازی

یقین جان کے چلتے ہیں وہیں عقاب کے پر

نکھیل اس شکار گاہ میں ہر طور کا شکار
 کرنا ہے اپنے صید محبت کو تو جو غور
 دل ہے شکار گاہ اسی غور کا شکار
 کر ذبح اس کو جلد کہ مراد ہو نہ جائے
 یہ تیرے ناوک ستم وجود کا شکار
 ساقی جو ہاتھ آئے لہ سے کنار آب
 دوں چھوڑ کیونکہ ہے یہ اسی دور کا شکار
 ہر دم حدیگ آہ سے ہم اپنی اے ظفر
 کرتے ہیں چرخ پر حمل و ثور کا شکار

جو عرش سے ہے فرش نلک آدمی میں ہے
 کیا کیا نہیں ہے اس میں کسب کچھ اسی میں ہے
 دل اپنا پہلے رنگ کدورت سے صاف کر
 پھر تو بغور دیکھ کر اسی آنکھ میں ہے
 پیدا نگاہ کر کر بجلی صحن یار
 شعلے سے طور کے نہیں کم روشنی میں ہے
 کیوں کہہ وکشت میں سرمانا ہے
 تو جس کو ڈھونڈنا ہے چھپا وہ تجھی میں ہے
 جوش بہار صحن سے کل گل کے اے مبا
 مصروف اس قدر جو گریباں روی میں ہے
 ہے دور جام و صحت یاران زندہ دل
 کچھ ہے اگر مزا تو یہی زندگی میں ہے
 ہے خود پرست پوچھتا کیا ہے خدا کی راہ
 گم کردہ راہ آپ تو اپنی خودی میں ہے
 صد داغ سوز عشق سے کھا بلکہ صد ہزار
 لذت تجھے نصیب اگر عاشق میں ہے
 افشائے راز عشق نہ کر کہہ کے جی کی بات
 جی عیا میں اپنے رہنے دے جو کچھ کہ جی میں ہے

یا تو وہ رکھتے تھے سرکش ہمیں اس قدر
 ہم کو پاس اتنا نہ ہو ہر بات پر پہلو جی
 ہوش میں آؤ ہمیں کہتے ہو تم بے ہوش ہو
 کیوں میاں دل ہوش بیہوش ہمیں سے اس قدر
 لب پہ جان آئی ہمارے لب ہوئے تیرے نہ وا
 چاہیے تھی راہ خاموشی ہمیں سے اس قدر
 یاں نہ لوک جرمہ غیروں میں اڑاؤ خم کے خم
 وہ وا افکار نے نوشی ہمیں اس قدر
 جوں گل و بلبل جن میں سب ہیں ہتے بولتے
 نیکی اک غنچہ نے خاموشی ہمیں سے اس قدر
 کہتی ہیں وہ مست آنکھیں ساغر سے کہ دیکھ
 تھ میں ہے مستی و بیہوشی ہمیں سے اس قدر
 چشم داہیں حسرت دیدار میں مدت سے ہم
 اے تصور وہ روپوشی ہمیں سے اس قدر

دیکھا کھکھول کر
 پرچاہئے نظر
 ماننا آئینہ
 کیا صحن جلوگر
 سب جا ہے اشکار
 پر سنگ کا شرر
 سرگرم جھو
 پرتو ہے برفر
 ہے یہ ہنوں کا جوش
 ہر غنچہ ہر بحر
 کیفیت حباب
 باقی وہ ہے درہر
 چوہ بہت قریب
 اس سے ہے دور
 ہر داغ دل پرتو
 اے مودت ہجر
 پردہ ہی خوب ہے
 خاموشی اے ظفر

کھت گل جو سفر کرتی ہے بے رخت سفر

اے ظفر نیکی سبکدوش ہمیں سے اس قدر

ڈر گیا ہے جی تھاری بے وفائی دیکھ کر اب کسی سے ہم کریں گے آشنائی دیکھ کر
ماشق دل خوں شدہ کے آگ لکڑوں سے لگی غیر کے سینے پہ وہ پائے حنائی دیکھ کر
تھی ہوس بولے کی مجھ کو تجھ سے جوائے غنچہ لب کہتے کہتے رک گیا تیری دکھائی دیکھ کر
بوسہ خال لب شیریں ترا دل نے لیا جتنی کبھی کس طرح سے اس نے کھائی دیکھ کر

اے ظفر ہے شرم سے دیکھا رخ خورشید زرد

یار کے بازو پہ تعویذِ خلّائی دیکھ کر

کیا لچکنے میں ہے بازک شاخِ سنبل سے کم بلکہ ہے باریک تیرے سوائے کاکل سے کمر
تو نے کیوں دورے سے بیٹی باندھی اے صیاد وہ باندھی بلبل کی تھی نارگ گل سے کمر
کس کی چھائی ہے لگائے اس کے جو سینہ کو ہاتھ دیکھنے دیتا نہ ہو جب وہ کسی جل سے کمر
جی میں ہے اس ہر سے پھر میکھی پر باندھنے تیری اے جینائے سے آواز قلقل سے کمر
کیوں نہ اس میں سے روں دیائے شک ضعف ہو جبکہ موسمِ شلِ خراب درہل سے کمر
بے گز ہوں طوقِ مت پہنا کر لوٹے گی میاں ساتھ ہی گردن کے بارے حلیہ نعل سے کمر
روز و شب جوں مہر و مہ پھرتے ہیں بہرِ قرص ماں دل دنیا کھول بیٹھے کب قفل سے کمر
یک قلم نقشِ اثار اس رشک گل کا کسبجی اے مکتور خانہ منقادِ بلبل سے کمر
کیا کمر باندھے امید وصال پر عاشقِ تر ۱۱ کٹ گئی اس کی تو اب تیغِ تقاضا سے کمر
کیوں نہ اپنی زندگی کو بچ وہ سمجھے میاں جس کے ہاتھ آوے نہ وہ فکر و مال سے کمر

چاہئے کجِ خامت میں توکل اے ظفر

باندھنی سیکھے کوئی دل توکل سے کمر

پے اگر تو جو آبِ شرب کا ساغر کھلے سوچ سے دیا جا کا ساغر
مام پیتا ہوں خونِ جگر سے سے ساقی بجائے جام ہے چشم پر آپ کا ساغر
وہ کون مست ہے جس کے لیے یہ اے ساقی سببِ لک کا ہے ہونا تاب کا ساغر
فشی میں دیکھ کے بلبل کو ہر سحرِ ہر گل بھرے ہے باعثِ شبنم گلاب کا ساغر

جو مست ہر ظفر اس چشمِ مست کا اس کو

بیا دے ساقی خانہ شرب کا ساغر

دیکھ کر تیرے عذگ نگہ حیر کے پر نہ کھلے روٹل ہوا مرغِ سحر خیز کے پر
سک ہم منہ سے تیرے گل کے سخن حیر میاں من کو بس مار رہے بات کو انگیز کے پر
نفل کا نقش ہے گروں پہ نہیں ہے یہ لال ترک نازی میں لگے ہیں تیرے شبِ ریز کے پر
شعلہ خیم لگن یوں ہے فروزاں شب کو خوش نما لولہ پہ جو ہوتے ہیں انگریز کے پر
دورو اس کے اڑی خاکِ بڑ سے ساقی سوچ جا نہیں ہیں ساغرِ لبریز کے پر

اے ظفر اس تری شیریں سختی کے آگے

واقعی جلتے ہیں طوطی شکرِ ریز کے پر

لے خونِ عاشق کا وہ شوخ و شگِ عاشق پر نہ دیکھا ہم نے ویسا برگ گل کے رنگِ عاشق پر
ہلا عید ہے رنگِ فشنق میں جلو گر یارو نہیں رنگِ حنا اس شوخ کے خوش رنگِ عاشق پر
دکھائیں مجھکو زورِ عشق گر اے کوکبی اپنا اچھائیں نالک رک رک کے سو سو رنگِ عاشق پر
مرہ ہے صاف تر گریہ سے اپنے ورنہ بارش میں لگے ہیں سطر یو مضرب کے بھی رنگِ عاشق پر

ظفر تبدیل کر کے کانیز اور اک غزل لکھو

نہ دایہ تم قلم رکھ رکھ کے یوں بیڑنگ ناخن پر

حسا سے تو دکھادے اپنی آب و تاب ناخن پر
سرہو گلال اس نے ملا ہے کب یہ بولی میں
نزاکت سے تری پیارے مرا جی وہم کتا ہے
شب آنسو کس کے پونچھے نقطہ فکرف آسا جو
مرے نار رگ جاں سے صدائے درد نکلے ہے
زمانہ رفت رفت اس طرح سے رگ بدلے ہے
ہلال عید کہتا ہے جسے عالم وہ صدقے ہے
ترا شیدہ ترے اے غیرت مہتاب ناخن پر

ظفر کیا سوچ تبدیل تو فی غزل کا ہے

جو کتنے دے ہے تو کھا کھا بیچ و تاب ناخن پر

شہو کا دے ہے یوں رکھ دل کو وہ ظراف ناخن پر
کہاں رگ حسا ہے خوب میں نے غور سے دیکھا
دکھائی سیر کوہ کاف ہم کو اس پری ویش نے
خجالت کشی اسی ہلے مردک چم تان میں ہو
ظفر گر برگ گل کوڑے وہ نازک بدن میرا
نزاکت سے اڑ کئی ہے رنگ صاف ناخن پر

کو جانے ہے ہنر ادک و ریش تصویر حیرت میں ترے پر دم اندیش تصویر
شیریں کو یہ لازم ہے سربت فرہاد بخائے نفاذی کے لیے تیشہ تصویر
گرگ خاک خیال اپنے سے کچھ تو ترانہا مانی بھی وہیں چھوڑ دے بس پشہ تصویر
پہنچے ہے تحقیق کو کہاں مرد مقلد دیکھا نہ دلاور اسد ہشہ تصویر

ہے صورت جاں کا خیال اس میں بیش

گویا کہ دل اپنا ہے ظفر شیشہ تصویر

کترے میاد مجھے جب طائر محبوں کے پر
جائے پرواز نہیں قفس سبز میں اس لیے وا نہیں مرغ دل مایوس کے پر
میں جاں جا کے تجھے دور سے لیتا ہوں کھور اس جگہ جلتے ہیں ظالم ترے جاسوس کے پر
سب پہ روشن ہے یہ اے خلع کہ پروانے کے اڑتے ہیں گرد تیرے نیچے فانوس کے پر

فرش عمل پہ ظفر جس سے کہ خوب آتا تھا

اڑتے پھرتے ہیں سو وہ ہاش طاوس کے پر

نہیں لخت جگر ترے ہمارے شک گلگوں پر اتارا ہے قزلباشوں کا یہ دریائے جیہوں پر
مسی پر پان کالا کھا جھلا ہے جواب تون ارادہ آج ہے کن تیرہ بختوں کے یہ شب خوں پر
ہوا جب سے گرفتار ختم زلف سے ترا بلائے ناگہانی ہے سرسبز تیرے مفتوں پر
یہاں تک ہم نے کی صحرا نوردی بعد بچوں کے کہ اپنے دیکھنے والے کریں ہیں طعن بچوں پر
ہمارے مدد جیہیں سینے کے دیکھ آجے تو نے کہاں اس طرح کے ہیں اثر تابندہ گردوں پر
سوئے وہ داغ بردل ہو کے تیرے چاہنے والے جھلے سو جھل طاوس ان کے روز مدوں پر

ظفر آگے مرے سر ہنر ہوے کس طرح کوئی

کرے ہے ظفر ہر مصرع مرا اب سرو سوزوں پر

فرہاد مر گیا یونہی سرچر سنگ پر شیریں کی کدہ کرنی تھی تصویر سنگ پر
 زانو پہ تیرے غیر کا سر ہو تو کیوں نہ پھر پکے سر اپنا عاشق دگر سنگ پر
 لٹا نہیں کسی کے مٹانے سے اب یہ آہ شاید کہ ہے نوشتہ تقدیر سنگ پر
 رہ گئے سنگ ہوں خط مسطر اگر کریں احوال کو کہیں کبھی تحریر تک پر
 یہ دل تو کیا ہے سنگ میں روزن ہو اے ظفر

مڑگاں لگائے اس کی اگر تیر سنگ پر
 کب اشک چشم کی ہے لخت دل کو پیام پانی پر نہیں ہے صاحب کشتی کو کچھ وسوس پانی پر
 لب دلیا پہ کسی نے میکشی کی ہے کہ اے ساقی بنا ہر یک حباب بحر جو گیلاں پانی پر
 حباب آسا جو تو ابھرے ہے ہر دم دام ہستی پر مگر کچھ جس دم آیا ہے تجھ کو داس پانی پر
 دل صد چاک میرا آنسوؤں سے یوں ہے ہر وہ کہ جوں ہوتا ہے پٹمہ گل قرطاس پانی پر
 نہیں مگر صورت اخلاص اس سے تو چادے تو
 ظفر پڑھ کر قل اموزب لٹاس پانی پر

کروں میں گر یہ اگر اپنی باتوں پر لک زلمیں پہ ہو یوں جوں حباب پانی پر
 اتر نہ چاہ کا جب تک ہو طرف دانی پر تو وہ نگاہ کرے کس کی جانفشانی پر
 وفا کے بدلے جفا تم کرو ستم ہے یہ وعد آفریں ہے تمہاری بھی قدر دانی پر
 غنیمت اب تو مجھ لے یہ وصل گل بلبل نہ بھول باغ میں دو دن کی زندگانی پر
 ہمارے دورو کرتا ہے نواہی لگے ہیں تجھ کو بھی اے مرغ بوستانی پر
 خط آئے پر نہ دیکھیں یہ عارضی دولت غرور حسن نہ کر عالم جوانی پر
 نصیب تختہ مرے بعد عمر جاگے آج جو چشم یار ہے کچھ عین مہربانی پر
 ہزار جہاں کہ بلبل کا معن گلشن میں نہ چھوڑا ایک بھی سیار نے نہانی پر
 لہی کی بات نہیں ہے کہ ہر بحر خورشید تار ہے تری دستار زعفرانی پر
 کھلی ہے چشم حقیقت جنوں کی مثل حباب وہ باندھتے نہیں تکیہ جہان فانی پر
 ظفر ہم اپنے ہی قصہ میں ہیں مے آلودہ
 خیال کس کی بھلا رکھیں اب کہانی پر

دلا شب میں کہاں اتر سفیدی ہے سیاح پر عجب عالم سے بالا تر سفیدی ہے سیاح پر
 نہیں ہیں قطرہ شبنم گل سوں پہ اے بلبل جہن میں دیکھ تو نکمر سفیدی ہے سیاح پر
 لگا کر تو مٹی دانوں پر اپنی دیکھ آئینہ کہ کیا ہی طرف اب دلبر سفیدی ہے سیاح پر
 پروئے اس نے سوتی ہیں کہاں اب اپنے پاؤں میں دکھانا شوخ سبکس بر سفیدی ہے سیاح پر
 ظفر اس روئے سبکس پر جو ہے اب حلقہ گیسو
 عجب صورت سے اپنی پر سفیدی ہے سیاح پر

کون اس پہ ہے نال مہ تابان سمجھ کر دیکھوں ہوں ترے رخ کو میں قرآن سمجھ کر
 آیا ہے لب بام پہ وہ صبح نکلا تو چرخ پہ اے مہر درخشاں سمجھ کر
 انہوں کہ لگتا نہیں وہ سینہ سے میرے اس دل کو مرے آتش سوزاں سمجھ کر
 کرتے ہیں سلام آن ق ہر صبح ادب سے خوں تجھے سب خسرو خوں سمجھ کر
 اور بلکہ جھکاتے ہیں سر بجز مہ و مہر صد چند تری آپ سے اب شان سمجھ کر
 لایا وہیں تری نذر کو لخت جگر و اشک رکھ دست مڑھ پر درو مر جان سمجھ کر
 گلشن میں مرے غیرت گلزار کے آگے ہنسا تو ذرا اے گل خندان سمجھ کر
 اور تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ آنکھیں تو لڑا اس چشم سے اے ترنس حیران سمجھ کر
 کر دے نہ ظفر لال یہاں منہ کو کسی کے
 کھا ہاتھ سے غیروں کے تو اب پان سمجھ کر

کھینچ مت صید فکس تو دی تجھ سے تیر
 قل عشاق کو ہے جنبش مڑگاں کافی
 اے کماں دار میں ہاتھوں کے تیر ہوں قرباں
 آہ کیوں کر دل حیراں سے ہمارے غلے
 واہ اے جذب محبت کے مرے سینے سے
 تجھ سے سمجھوں گا قیامت کو بت کافر کیش
 اس نے کھلیا ہے کمان کا تری تھڑے سے تیر
 کیوں گے رکھے میاں ہاتھ میں شمشیر سے تیر
 جا لڑا شمشیر مرغان ہوا گمیر سے تیر
 چھوٹا بھی ہے کہیں بازوئے تصویر سے تیر
 کھینچ سکا آہ نہ ہرگز کسی مذہب سے تیر
 تو نے مارا ہے مجھے کون کی تصویر سے تیر
 سبز چرخ سبک ہو نہ کیوں کر کہ ظفر
 چلتے ہیں مرے بالہ شب گمیر سے تیر

دل سوزاں کو میرے رکھ نہ تو نے کر جھیلی پر
 خدا جانے یہ کس رشک قبر کی مزار کی خاطر
 جہن میں کون سے ٹوٹی کو آتا ہے جو اے ساقی
 خیال خال رشکار بتاں میں دل کی تسکین کو
 کوئی اس فضل سے ہنگام بازی خاک بر سر ہو
 لکھیں ان کی مت سمجھو کہ یہ اہمال لکھے کو
 قدم وہ عشق کے کوچے میں گاڑے اے ظفر اپنا
 کہ جو سر بازار اپنا رکھ لے پہلے سر جھیلی پر

دل کا اپنے آئینہ بن گیا جب پھوٹ کر ہم بہت بچھٹائے پھر پھر سے سبز کوٹ کر
 کشور دل دیکھے کیونکر مرا آباد ہو کر دیا برباد اک مدت سے تو نے لوٹ کر
 کیا جھڑے قطرے عرق کے اس کی پیشانی سے آج گر پڑے عرش بریں کے بارے مارے ٹوٹ کر
 کس طرح پست کے نہ ہوا اپنا جدا اٹھوں سے دل یہ سفر رہ گیا ہے قافلے سے چھوٹ کر
 اے ظفر ذہن مصفا نے تمہارے واہ وا
 بھردیے کیا اس غزل میں وہ معنی کوٹ کر

دیکھنا اس کے ذرا تو سن چالاک کے طور
 کرتے ہم پیشی اگر اس سے تو شوخی جھڑ جائے
 سرسبز زلف بتاں سے ہے سدا ربط اے
 برسر صید دل اپنا ہونہ کیوں وابستہ حلقہ زلف وہ ہے حلقہ فزاک کے طور
 دم بدم تیغ بکف ہوتا ہے مجھ پر وہ ظفر
 کچھ نظر آتے ہیں بیذہب رت سفاک کے طور

تیرے دیوانے کو مارے ہیں یہ روڑے پتھر
 عشق وہ سنگ گراں ہے کہ کسی سے نہ اٹھا
 ہاتھ چھلتی پہ جوئی میں نے لگایا تو کہا سخت کیا ہاتھ میں تیرے یہ گھوڑے پتھر
 کوکسی تو نہ ہوا باندھ کہ ہم نے بھی یہاں
 سنگ لاٹھ لکی غزل تو نے یہ نکلی ہے ظفر
 سن کے ہو جائیں میں جسے طبع کے گھوڑے پتھر

بے وجہ نہیں کچھ مری تھڑے گلو گمیر
 قاتل سے کروں کیا دم تکبیر سخن میں
 یہ تیکہ یا قوت نہیں تیرے گلے میں
 شب بستر کم خواب پہ آیا مجھے کم خواب
 آشفہ نہ کیوں ہو دل شامت زدہ اپنا رشتہ ہے تری زلف گرہ گمیر گلو گمیر
 میرے بت مہوش سے ہوئے شب کو جو روش
 اس چشم کے سرے کی ہے تحریر گلو گمیر
 ہے جو ہر شمشیر کے زجر گلو گمیر
 ہے قطرہ خون دل دلیہ گلو گمیر
 تیری جو ری خواب میں تصویر گلو گمیر
 صبح رہا خراج کے گل گمیر گلو گمیر

رکھے ہے شب و روز ظفر اشک مسلسل

زار صفت و بت بے چہر گلو گمیر

گل فشاں آمد ست ابر بیمار نقد بنیاد کرد بلبل زار

طرف بکشتاد منہل و ریحان چشم وا کرد زرگر بیمار

بر بزمہ قطرہ مہم تار ہر چشم دور شہوار

گل نہاد است جام سے برکت غنچہ دارد صراحی بکنار

اے ظفر جام بادہ از سر گمیر

دور عیش است و مہر یوں و کنار

یوں دلا اس شریک پر ہو فقیر جیسے رانچھا کہ پیر پر ہو فقیر

جو بھوت اپنے منہ کو دلا ہو کہ وہ بائل غیر پر ہو فقیر

مدعا کون دل کا سجھے ہے کوئی روشن ضمیر پر ہو فقیر

بیضا یوں میرے ڈھیر پر مجھوں جیسے قبر فقیر پر ہو فقیر

ماگ کو دے کے دل کسی کی ظفر

نم بھی بیٹھے بکیر پر ہو فقیر

مرا پکھلیا ہے کوکب کو یہ عشق آیا جو اتحاد پر

کہ لایا تو جوئے شیر لیکن پھنک کا دودھ آگیا نبالا پر

خدیگ دھالہ کھلیا لیکن نہ لایا ٹکڑہ کبھی نبالا پر

کہ پور اس چشم سرمہ سا کا ہے زہر گویا مری وہاں پر

اگا کہ باتوں میں من کو لائیں جو حرف مطلب کا کچھ نبالا پر

تو لکھی کہ دیں ٹھکانا جس کا لگے زینن پر نہ آساں پر

تپ محبت میں سرو قد یہ کہاں ہے فگلی مری نبالا پر

کہ شل سہاں پڑ گئے ہیں ہزاروں کاٹے مری نبالا پر

اٹھائے سو زخم ہر مٹ ہیں یہ خوں کے دعوے کوئی غلط ہیں

کہ مثل قہ گمیر خط پہ خط ہیں ہنڈ باقی ہر اشکوں پر

غلط یہی خار خار ہم کا رہا تو مرقد پہ میرے سزا

یقین ہے مانند برگر خرما بوگے کا نشتر کسی نبالا پر

کہاں یہ سودا دل کو رو کر حریف مت ترک چشم کو کر

پر آغوش لگے لگے ہو کر یہاں مڑگاں کے ہرستاں پر

وہ چشم و ابرو تمہارے زینا کہ تاب تو سین ٹھہرے اونی

یہ خال پیٹانی کیوں تمہارا نہ فوق لے جائے فرقد اس پر

تمارے سر پر بسوئے ہاسوں کیے ہے داغ ہنوں کہ چکوں

چہ داغ و حشت سرائے مجھوں کروں میں روشن چہ داغ داس پر

بنا لگوئے کو برج آسا قریب ماتہ کے قیس پہنچا

پر ہڑے محفل سے کیونکر بلایا کہ پردہ کھتا ہے سارہاں پر

جنا کی طاقت کہاں ہے باقی ظفر اٹھے ہے پھر اک صدا کی

کوئی جو آنسو کی بند مٹکی تمارے داغ دل لپاں پر

یہ قد جو آپ کا ہوتا سا دیکھ پائے بیمار تو پھول پھول کے جوں عندلیب گائے بیمار

لگا کے خدق اگر انگلیوں کو چٹکائے تو چنگیوں ہی میں غنچے کو پھر اڑائے بیمار

نشے میں ہم اے دیکھیں اگر بنتی پوش نہ کیونکہ آنکھوں میں سرسوں کی پھول جائے بیمار

ہزار حیف کہ ہم سے نہ ہو تو ہم آغوش یہ گل یہ باغ یہ ہے ہر یہ برائے بیمار

جہن میں عام ہو آمد جو تیری رونق گل تو سور کی روش طرہ سور لائے بیمار

برگ گلگون اگر عام نہ ہو تجھ کو ضرور تو بھی جھٹلے گا کہیں جا لے بیمار

ظفر نہ کیونکہ رخ زردو اشک گلگوں سے
کبھی بہت متاع کبھی متاع بہار

گلگوں سے سبز افکار کو منتقل کر دلا چمن کی تو دیوار کو منتقل کر
جہا تو اپنی بھووں میں جڑاؤ کے لیے میان جھنڈا تلواریں کو منتقل کر
نہیں ہجوم نگر عکس داغ دل نے مرے دلیا ہے گنبد دیوار کو منتقل کر
میں اپنے دیوہ خونہار لے کے پھر آیا تمام کوچہ و بازار کو منتقل کر
تو نیچے کانکے منت ہاتھ رکھ دم نھیں نہ اپنے صحنہ رخسار کو منتقل کر
کہاں ہے لالہ نگر اپنے خون سے فرہار گیا ہے دامن کھسار کو منتقل کر
نہیں ضرور ہے قالین کر نقش پا سے تو زمین کہہ غم خوار کو منتقل کر
برنگ ہیضہ نور وز عکس جھمکوں کا رکھے کوہر شہوار کو منتقل کر
وہ پہنیں بر میں دلا گر لباس پہلکاری تو داغ کھا کے تن زار کو منتقل کر
جہیں پہ غیرت گلشن تو اپنی جوں نشان بآب زر خطا گلزار کو منتقل کر

کسی کو بھیجے ہوں گر ظفر یہ چہ چھل
تو دو کو ساتھ بنا پار کو منتقل کر

کھائے بیہ میں نہ کوں چل رہا گر چکر چاک دل دیکھ رہا بھی ہے رہا در چکر
عارض و ال سے ہوں اس کے نہ روکش ہرگز کھائیں گرتا بقا مت نہ واخر چکر
مڑ طالع گردش سے مرے اے ساقی کھائے گرداب صفت بزم میں ساغر چکر
چرخ فانوس خیالی ہے کہ جس میں شب و روز مثل تصویر اک کھائے ہے اکثر چکر
گردش نہد سے ہوں کہہ کو میں چکر یوں جس طرح کھانا فلاخن میں ہے پھر چکر
دیکھ کر وہ مجھے آوارہ لگے فرمانے تیرپاؤں میں ہے یک دست مقرر چکر
غزہ مارو اور نہ گردش چنم تیر و شمشیر ہے اور نیزہ و حجر چکر
نہ دلیا مجھ کو لٹک نے پس مردن بھی قرار خاک کو روز بگولے میں ہے یکسر چکر

آسیا کی طرح اب غور سے گر دیکھ ظفر
کھاتے گردش سے زلمنے کے ہیں پھر چکر

زلف عرق آلودہ اس روئے کبابی پر سو بانی تھی طعن دیوان سحابی پر
ہاں داغ یہ سینے کے زمیندہ یہ بیٹھے ہیں کیا حرف ہوئے کندہ اس مہر خطابی پر
گردوں پہ شفق ہووے شرمندہ وہ کھلتی ہے روباں گلابی اس پاجر آبی پر
ساقی چمنستان میں شبنم کے سوا ہر گز پس ہے نہیں دیکھا غنچے کی گلابی پر

لخت جگر آلودہ مڑگاں ہے کب آنکھوں پر
سینکھیں ہیں کہاوں کی کان کبابی پر

کوروں ہے چرخ پر تیر شہاب س کے تیر پر بلا کے ہیں بے اس مالہ سرکش کے تیر
تار بارش میں کہل ساقی پردے جام کی ہیں برستے میکدے میں سر پر اس میکش کے تیر
اے منجم ہے عطار آج برج قوس میں دیکھ بیوت کماں میں اس بت مہوش کے تیر
دیکھئے کس کو ہدف کنا ہے اب یہ حسد کماں کبکشاں ہے ہاتھ میں گردن بھرم کش کے تیر
خطا کے دنبا لے سے یہ کہتے ہیں ترکان نقہ قل عاشق پر ہم تم ایک عی ترکش کے تیر
نکشی نشانی آپ کی دتا نہ میں پر کیا کروں کھینچے سینے سے مرے عالم میں نے فطش کے تیر

اپنا تیر آہ گردوں پر ظفر کرتا ہے کام

جائے تیرا انداز کا گر قصر پر نگاہ کے تیر

تیری ہے پازیب کا جھوم زمیں پہ گوہر لٹک پہ اختر
وہ نور انگوں کا ہے ہمارے نکلے مالوں میں ہیں شرارے
پھپھولے پاؤں میں ہیں ناریں تو سر پہ داغ جنوں فروزاں
ذرا جہیں عرق فشاں پر توں اپنی فشاں دکھائے چکر
نہ سبزہ گل پہ جوش شبنم نہ چمکے جگنو ہوا پہ ہر دم
ادھر تو نور سے چھٹتے ہیں وہاں ادھر ہیں اخبار پر چمکا

زمیں نہایت ہی تھی یہ مشکل ظفر ہے استاد پردہ کال

غرض دکھائی دیے بٹھا کر زمیں پہ گوہر لٹک پہ اختر

بجز انگو کب راضی ہوں ہم جنت کے جانے پر
تاسف کو کیس کے بار کوہ غم اٹھانے پر
ترا گھر میرا کاشانہ تھا اب ہے 'خیر کا سکس
تیرا دیکھا ترا لے گریہ وہ جوار کہتا ہے
کہ مجھ کو آگ لگتی ہے ترے آنسو بہانے پر

ہمارے دل کا عقدہ غنچہ لب یوں کوئی کھلتا ہے
میں تم خطا پشت لب کا اپنے جلد بوسہ دو
کمر باندھے اگر وہ بھی محبت آزمائے پر
شکر آفریں کہتے ترے مہندی لگانے پر
نہ روؤں کس طرح اے مجھ تیرے سکرانے پر
جہاں تیر مڑہ کا دل ہوا 'لے لے کماں بدو

ہوئی ظفر نساں تیری کا ناوک نشانے پر

ظفر یوں ہیں چلا جاتا تھا اپنا یار سے بٹکرا

کیا قصہ ادا اک آن میں تیج ادا نے پر

ہے تیری نزاکت میں کمر بال برابر
اک زخم ہوا چاہے ہے حراج خبر لے
خطا سرے کا اس اور وفادار پہ کب ہے
لاغر ہوں زبیں عشق میں اس سوائے کمر کے
وہ پچاسی ہے اک یہ بے بند دل عشاق
کچھ مقرب شہر نے تاکا جوا دھر سے
انگوں میں بھی مڑگاں کا وہ عالم ہے کہ بس ہے

ہو در نجف کا نہ ظفر بال برابر

ایسے شاہیں ہوئے یں مرے تیار بیئر
چھوٹیں لڑنے کو اگر یہ تو لڑیں مرغ سے بھی
چاک کرتے ہیں ریشوں کے بیروں کا جگر
مجھ یہ عشق ہے ان سے کہ کھلاؤں ان کو
تنبلیاں پلکیں ہوں اور چشم بے جوں کا بک
ہوئے اس کھیل میں دل صدیوں کے بند ایسے
اتفاقات کوئی گران میں سے گھٹ بھی جاوے
کہہ دو صیدی سے کہ تو خوش نہ ہو کیا ہوتا ہے
انہیں کیا کیف کی حاجت جو بہر کیف ہیں یہ
نسر طار بھی انہیں دیکھ کے کہتا ہے کاش
لپے شاہیں ہوئے یں مرے تیار بیئر
مرغ کیا بلکہ یہ سیرغ کو لیں مار بیئر
چاک کرتے ہیں ریشوں کے بیروں کا جگر
مجھ یہ عشق ہے ان سے کہ کھلاؤں ان کو
تنبلیاں پلکیں ہوں اور چشم بے جوں کا بک
ہوئے اس کھیل میں دل صدیوں کے بند ایسے
اتفاقات کوئی گران میں سے گھٹ بھی جاوے
کہہ دو صیدی سے کہ تو خوش نہ ہو کیا ہوتا ہے
انہیں کیا کیف کی حاجت جو بہر کیف ہیں یہ
نسر طار بھی انہیں دیکھ کے کہتا ہے کاش

بات مردوں کی ظفر ایک ہے کب سنتے ہیں

آدھا تیر کہیں ، آدھا کہیں گریار تیر

بن تڑے اے رنگ گل رنگ بہار نوک ہرزہ چشم میں ہے نوک خار
داغ بر دل ہوں میں سوز ہجر سے کیا خوش آئے مجھ کو سر لالہ زار
ہوں گرفتار دل برنگ غنچے میں ہے روٹ گل کے جگر میرا فگار
اب تمہیں ہے مثل سوج آب جو ہاتھ میں میرے خٹان اختیار
میں ہوں آوارہ برنگ بوئے گل ایک جا ہرگز نہیں مجھ کو قرار
ہوٹا اس گل کو نہیں مطلق اثر مثل بلبل کرچکا مال ہزار
دم ہے آنکھوں میں اور اس پر اب تلک مثل رگس وا ہے چشم انتظار
کب تلک تیری جدائی میں رکھوں ہر کے مانند رنگیں اشک بار
اے ظفر اس سے نہیں کہتا کوئی

جا کے اتنا بھی کہ سن اور کھدار

وہو گرہ نے چشم پر آب کے اندر دکھایا ہم کو سمندر حباب کے اندر
تکاف مست میں ساقی کی جو ہے کیفیت بھلا کہاں ہے وہ مستی شراب کے اندر
برنگ شعلہ فانوس ہو نہ پوشیدہ تہارا عارض روشن نقاب کے اندر
ذرا ہے چشم حقیقت ہو گرم فکارہ عی ہے ذرا میں جو آفتاب کے اندر
اگرچہ صاف ہے دل سادہ لوح پر اس میں جو دیکھا ہم نے نہ دیکھا کہاب کے اندر
کہاں سینہ میں پٹیاں کہ وہ تو بیٹھا ہے چھپا ہوا دل پر اضطراب کے اندر
ہمارے آنسوؤں میں یوں ہے راز عشق ظفر

کہ جس طرح سے ہو خوشبو گلاب کے اندر

دکھائے لاکھ وہ شاہ و وزیر کا مضر سند نہ رکھے گا کوئی فقیر کا مضر
بروز حشر دکھائے گا یہ دل پر داغ خدا کے آگے تہارے سر کا مضر
تلک کے صفحہ پہ جوں مہر و مد کی مہریں ہیں مگر یہ کسی روشن ضمیر کا مضر
جگر پہ اس کے نہ تو داغ یہ مجھ تکلیف ہوا ہے تجھ پہ شمع ضمیر کا مضر
ظفر نہیں ہے کسی وہ سود مضمیر

یہ چاک ہوگا تہارے ضمیر کا مضر

چھیرے پہنی کو جو اس بیدا وگر کی پشت پر کیوں گھٹیں کوڑے نہ اس آشفٹ سر کی پشت پر
بستر گل پر سو جو وہ سویا تو پھولوں کے نشان باز کی سے پڑ گئے اس سحر کی پشت پر
ماں کے پیچھے نہ دیکھا تھا کبھی ہر سیاہ پر سر کو دیکھا اس رنگ قر کی پشت پر
ماتوں ہوں مجھ کو یارو اس گل میں لے چلو تم بٹھا کر تو سن باد صبا کی پشت پر
مال اجس کے لیے گر ہو سوا یہ چاہئے اور بھی لارا زیادہ بوجھ خر کی پشت پر
پیچھے آنسو کے نہیں لخت جگر اک رہرو ہے روں ٹھٹھری کے دھت سفر کی پشت پر
کھل گیا جوڑا جو بالوں کا تو مل بے باز کی

پہنچا اک صدمہ ظفر اس سو کمر کی پشت پر

بل سے گر کوئی دنیا میں نہکا دگیر پر آشنا سے ہو یارب نہ آشنا دگیر
نہیں مرقع دنیا یہ سر کے قاتل برنگ جگر تصویر ہوں سدا دگیر
رہے ہے آئینہ روہم سے کیوں تو چین بھیں کہ ہوتے ہیں نہیں بے وجہ باصفا دگیر
ہلال عی نہیں کچھ سر بجیب گردوں پر ہر ایک ہے لب ماں کے لیے دلا دگیر
چہن میں صحبت بلبل میگل تو خندوں ہے اتنا مجھ سے مرا کیوں ہے دلہا دگیر
نہیں ہے گلشن عالم شکستگی کی جا برنگ غنچہ تصویر ہے سدا دگیر
برنگ غنچہ نہ کھلوا مرے لب اختیار مبادا تجھ کو کرے حرف مدعا دگیر

برائی اس نے تو کچھ تجھ سے کی نہیں اب تک

ظفر سے کس لیے رہتا ہے تو بھلا دیکھ

آئی گلشن میں بہار رائے دل غمناک بہار گرنے ہو وہ گل خوبی تو ہے کیا خاک بہار
جہن حسن پہ کیا بھول رہا ہے اپنے نہیں رہنے کی سدا اے بت بیباک بہار
پھولے ہے تازہ شکوہ جہن دہر میں روز وہ دکھائے ہے کیا گردش افلاک بہار
جا بجا خون شہیداں سے ہے اک تازہ جہن ہے ترے کوچے میں اے قاتل سفاک بہار
کیا بہار گل صدر چاک جہن دیکھوں میں اس سے دکھتا ہے زیادہ دل صد چاک بہار
کون کہتا ہے گلوں پر ہے جہن میں شبنم ہے ترے سامنے غلٹ سے حرکتک بہار

اے ظفر جامہ گل پر نہ کرے مار کبھی

دیکھے رنگیں اگر اس شوخ کی پشاک بہار

مڑہ ہے خنجر ہموئے لہر کے سنے خنجر ہٹایا صالح قدرت نے خنجر کے سنے خنجر
نگہ پھیرے اگر اپنی جو صیاد بنا پیش تو پھر جائے نگاہ صید مغنفر کے سنے خنجر
وہ تیری سخت جانی دیکھ کر جھنجھلا گیا ایا تو توڑا سنگدل نے دکھ کے پتھر کے سنے خنجر
ہمارا خون نہیں ایا کر چھپ جائے وہ اے قاتل چھپائے تو اگر دلمان مٹھر کے سنے خنجر
کر بھی کھول کر مرد سپاہی اس طرح سوئے بغل میں ہو اگر تلوار تو سر کے سنے خنجر
قتل سے بھر کی شب کاٹ ہی ڈالوں گلا اپنا اگر معلوم ہو دکھا ہے بستر کے سنے خنجر

ظفر اس مہروش کی دیکھنے کس کس کی گردن پر

ظفر ہر روز پھیرے چرخِ اختر کے سنے خنجر

ہر آشنا سے ایا ہے اب آشنا کا طور دو دن میں جیسے مجڑے ہے رنگ حنا کا طور
تیرے مریض عشق کی ہو کہا خطا کا طور نے کچھ روا کا اٹنگ نہ ہے کچھ دعا کا طور
ہوویں گے فتنے کتنے ہی پیدا جہان میں اگر ہے بجی تری نگہ فتنہ زا کا طور
ماند سوچ ہم ابھر آئے ابھر مجھے کس طور سے ہو ابھر فنا میں جتنا طور
دکھتا ہے تیرے زہر قدم ہر قدم پہ چشم سکھائے ہے خاک پانے تری نقش پا کا طور
واعظ جو اس پری میں ہے وہ خود میں کہیں شعل کی طرز باز کا شیدا ادا کا طور
قاتل کے پاؤں تک نہ گیا بہہ کر خون مرا ٹھہرے گا خاک عشق مرے خون بہا کا طور
پھیریں نہ نہ کسی سے کوئی خوب ہو کہ زشت یہ ہے مثال آئینہ امل وفا کا طور

دکھایا اے ظفر ہمیں اس پر فریب نے

ہر وفا کے اٹنگ میں علم و جفا کا طور

روحیہ داتے ہندی

دیکھ دل کو مرے اوکا فر بے پیر نہ توڑ ۱۱ گھر ہے اللہ کا یہ اس کی تو تعمیر نہ توڑ
نعل سدا وادی وحشت میں رکھوں گا برپا اے ہنوں دیکھ مرے پاؤں کی زنجیر نہ توڑ
دیکھ تک غور سے آئینہ دل کو میرے اس میں آتا ہے نظر عالم تصویر نہ توڑ
تاج زر کے لیے کیوں خنجر کا سرکاٹے ہے رشت الفت پروانہ کوکاکیر نہ توڑ
اپنے بسم سے یہ کہتا تھا دم نزاع وہ شوخ تھا جو کچھ عہد سودا عاشق دیکھ نہ توڑ
رقص ہبل کا تماشا مجھے دکھلا کوئی دم دست و پا مار کے دم تو جہت شمشیر نہ توڑ

بسم کر اے ظفر اس شوخ کماندار سے کہہ

کھینچ کر دیکھ مرے سینے سے تو تیر نہ توڑ

لخت دل شاخ مژہ سے مجھے اس صورت جھڑ
 ہم سوال و فریاد سے ہاں عاشق کی در جاں پہ سدا سے ہے دعا نوبت جھڑ
 طوق و زنجیر کو توڑا نہ یہ پر ٹوٹی وہ فضل زنداں کی ہے دیوانوں کی آفت جھڑ
 خانہ دل مرے آن کے تو رہوے اگر تو مکان جائے ابھی بہت مد طلعت جھڑ
 ہر و مڑگاں کے برسنے کا وہی عالم ہے جسے برسات میں کہتی ہے جسے خلقت جھڑ
 پیچھا بھوں کا کوئی چھوڑتی ہے تو لکھ جب تلک گرد نہ جاوے کی تری وحشت جھڑ
 بارے پھر مری تربت پہ ظفر یہ اس نے
 کہ گیا صدمے سے تھوڑی سر تربت جھڑ

دل مرا ڈالے یل عشق نہ کس رنگ مڑو پچہ رستم کا بھی ہو دیوے دم جنگ مڑو
 ذبح کرتا ہے تو کرلے کے چھری اے صیاد ایک مت گردن مرغان خوش آہنگ مڑو
 شکن زلف کے مانند تری اے نو خطا لکھ سکے کب قلم مانی اڑانگ مڑو
 روکش اس کے گل رنساہ سے یہ ہوتا ہے دے سب کیونکہ نگوش گل خوشترنگ مڑو
 ایک دریا ہے اٹھکوں سے بچڑے جس دم دامن تر کو ترا عاشق ہے شک مڑو
 ہاتھ پکڑوں جو تصور سے بھی تو وہ کہوے تو مرے ہاتھ کو اتکا بھی نہ بے ادھنگ مڑو
 ہم نے جوں طفل و بہتان محبت میں ظفر
 پیچھا آخر ورق دامن و فرہنگ مڑو

ردیف ذابغہ

بشر کو کیوں نہو در پیش یاں نہب و فراز کہ دم کے ساتھ ہے ہر دم یہاں نشیب و فراز
 لک عروج و منزل سے اک زلمے کو دکھائے ہے روش نردباں نشیب و فراز
 کسے ہی جائے بہراہ فنا کو طے ہر دم کبھی کبھ نہیں عمر رواں نشیب و فراز
 ضعیف اوج میں سیار ہیں ستارے بھی دکھاتا کس کو نہیں آسمان نشیب و فراز
 کہوں گو لے کو کیا خاک میں پیاں گرد کہ میری طرح سے دیکھے کہاں نشیب و فراز
 دکھائے ہے سر عاشق کو قاتل سناک ہرے تیغ و ہوک سناں نشیب و فراز
 کسی کو پشت کرے لک کسی کو بلند کہ اس ہڈولے میں ہے ہر زلہ نشیب و فراز
 ہمیں ہے راہ محبت میں ہرماں درویش رنگ کرد رہ کارواں نشیب و فراز
 زمیں کو دیکھے نہ کیونکر عصا پہ کھنکڑیں دکھے ہے عرصہ باغ جہاں نشیب و فراز
 اچھل کے دیکھ نہ چل استدر تو ویریں کہ تیرے ساتھ ہے نواہ ساں نشیب و فراز
 ظفر ہے راہ زخورد نقلی عجیب ہموار
 کہیں بھی جس کے نہیں دریاں نشیب و فراز

کھینچ کر تیغ نہ کر ظلم کے انداز سے دمر قل کرتا ہے جو مجھ کو تو اک باز سے دمر
 ہم صفیروں کی جگہ اپنی سنا ہے صغیر دیکھو صیاد کی مرغان خوش آواز سے دمر
 تیغ برو سے وہ عالم کوں یوں ہی کرتا ہے قل تاب کس کی جو کرے اس بت طراز سے دمر
 تیرے ہاتھوں سے بھی جیروں ہے سدا آمیز منہ کو دیکھو جو کرے مجھ سے نظر باز سے دمر
 بات کرتا نہیں کچھ اور کھائے کے سوا بٹلی جاتی ہے سدا عاشق صرار سے دمر
 اتنی پائی نہیں آہوئے حرم نے طاقت کر سکے ہاں جو تری چشم فسون سے دمر

شعر کے دمر سے گر تو نہیں واقف ہے ظفر
 یکہ لے تو غن حافکہ شیراز سے دمر

گرچہ تو پردہ نشیں ہے بہت بے چارہ ہنوز پر مرے دل کھینچتی ہے تری تصویر ہنوز
 خاک اب آئینے میں دیکھوں میں صورت اپنی میری نظروں میں پھرے ہے تری تصویر ہنوز
 مجھ کو بیت ہے جنوں سلسلہ مجھوں میں پاؤں پڑتی ہے میرے دیکھ لے زنجیر ہنوز
 خواب میں اس کی جوں کی بھڑکیں میں نے سچ کھاتی ہے پڑی زلف گرہ گیر ہنوز
 مہمل کیوں نہ ہو قصیر پہ اپنی قاضی خیم کے پاؤں پہ سر رکھے ہے کلگیر ہنوز
 نکتہ یاقوت کا ہے اس کے گریباں میں کہاں قطرہ خوں ہے کسی کا یہ گلوگیر ہنوز
 جلوہ گرماہ نہیں واہ رے انہی نلک منہ سے نکلتا ہے لگائے قدح شیر ہنوز
 کون کہتا ہے مطلق ہے یہ سقف گردوں کھکشاں کا ہے لگا اس میں تو ہتھیر ہنوز
 وہ بڑا طالب دیدار ہے اے صید فتن وار ہے کیوں نہ بھلا دیدہ خیر ہنوز
 کون وحشت زدہ ہے رقص کناں ننداں میں صومٹ چٹم سرپا ہے جو زنجیر ہنوز
 غیر شہید پر نہیں ہونے کا وصل دلدل
 اے ظفر تو میچھا در پے مذہب ہنوز

ہوا علم سے دل ناکام لبریز سے غم سے رہا یہ جام لبریز
 میں وہ سے نوش ہوں پی جاؤں گر ہو سبوتے چرخ جتا جام لبریز
 تری ہاتھوں سے جام بارہ عیش رہا کب گردش لام لبریز
 حنائی کیوں نہ ہووے دست صیاد کہ خون صید سے ہے دام لبریز
 ظفر ہلکوں سے اپنا کاسہ چٹم
 رہے ہے صبح سے تا شام لبریز

گر خوشی اس دل علوم سے چاہی امیر وصل میں بھر تو مت کچھ الٹی امیر
 رنگ پاں رونق ہندو مسی زب ہوا میجر لب سے یہ سرخی ہے سیاہی امیر
 تری مڑگاں کی پلٹیں میں جوں سب یکدلت قوم کا ور نہیں اس میں سیاہی امیر
 کس کا پھرنا ہے مری آنکھوں میں احنای جوتا ہو گیا رنگ جو ب اشک کا ہی کا امیر
 کبھی انکار عشق سے کبھی ہے قرار
 اے ظفر کرتا ہے ہائیں دل وہی امیر

دیدہ دل کو نہیں جس بن کچھ لب منظور چیز ہو گئی پہلو سے میرے کون سی وہ دور چیز
 ہے علاج زخم دل اس روئے روشن کی چمک دورو اس کے نہیں کچھ مریم کا نور چیز
 ہم تو ایمان تک بھی قرباں کرتے ہیں تجھ پر ابھی جان ہم تجھ کو نہ دیں ہے کیا بہت مغرور چیز
 ہم شراب شوق سے مخمور ہیں اس کے مدام اپنے آگے کچھ نہیں ہے بارہ انور چیز
 اے ظفر فرق ایک سو اس بات میں ہرگز نہیں
 زلف کے آگے سے کیا اس کی شب دیکھ چیز

خطا نہیں رخ پہ اس آئہ تمثال کے ہر آئہ نیچے ہے طوطی کے پرو بال کے ہر
 کشتہ زلف کے مدفن پہ تمہارے صاحب ہو گئے جل کے وہاں غل سے ہال کے ہر
 سایہ سال کشت سے کھلایا فتن چرخ نے زہر دیکھے کوشے جو ترے قرمزی رومال کے ہر
 خطا جاں پہ دلا تو نہو بے وجہ فقیر وہ نہ پشاک ترے نہیں گئے سب بالکے ہر
 وہی وساز ہے اے ہمدرد اپنا جس کے ہوتے کے پھلے ہیں قلیان کے مہتال کے ہر
 بوسہ خط رخ یار کا جو پوچھا حال قرعہ انداز ہوئے دیکھتے ہی قال کے ہر
 اے ظفر یار نے ہر وہ پہ لگایا ویر
 دیکھتے چیز ہیں سب ماہ میں شول کے ہر

سوئے خط کب ہیں دلاگر دیہ اس گال کے سبز
جم گیا گوشہ ابرو پہ نہیں کچھ دھڑ
کیوں پسند آئے لیشیں نہ ہمیں قوس و قزح
تیرے عارض پہ خط سبز ہے یا آمیزہ
تیرے بنار کا کیا چارہ کرے کوئی طیب
باندھی مدت میں جھڑی رونے کی بجوں نے ترے

اس زمیں میں کوئی پڑھ اور غزل بھی دلیں
ہو سخن کس کا ظفر آگے ترے قال کے سبز

سنگ سرمہ نے کیا یوں نگہ یار کو حیر
پا بربند ترا روشنی جو سرشت آئے
گل اسے دیکھ کے دیوانہ ہوا ہے قصدا
لوک سبز کی نہیں کچھ سرمہ سبز سے کم
نگہ یار غضب ناک روا دل کی نہ ہو
قیمت نیم نگہ دیتے ہیں عاشق دو جہاں
اسے ظفر دیکھتے کیا ہو وہ سفاک جہاں
آج پھر دیکھتا ہے اپنے گزدار کو حیر

اگرچہ منزل رشک فر ہے دور دراز
حدنگ باز سے کہہ دو کو نہ کلاہی
چلتے ہیں گھل سر سر کے نامر منزل
نہ روک تو ہمیں جانے دے تھ کو کیا مانع
سراغ پائے کوئی کیا کر لے گیا دل کو
کہاں ہے مالہ کی طاقت کہ دم کو سینے سے
خرام یار کے نزدیک ہے بہت نزدیک
وگرنہ فتنہ محشر ظفر ہے دور دراز

کیجئے کیا خاک جلا کر دل بے تاب کا چیز
دیکھ بچھٹائے گا تو چھوڑ نہ دل کو میرے
چشم پر آپ کو کرتی ہے مرے یہ اب تک شگ
آبرو ہے ترے ابرو کو غرق سے کچھ اور
جائے گا ہم سے نہ اس بوسہ لب کا لپکا
سوت سے دیکھ نہ غافل ہو ذرا آنکھ تو کھول
کام زخم دل عاشق کو نہیں مرہم س
رخ روشنا سے ترے کیونکہ ہو روشنی خورشید
چشم کو قدر نہیں اشک کی اپنے انہوں
خوش ہوں یوں باندھ کے مضمون کمر حیرے

بے تمیزی ہے یہاں تک کے زمانے میں ظفر
نہ وہ تعظیم کی شے ہے نہ وہ آداب کا چیز

دل مرا لے کیے کیا آپ نے واپس اتنی بس
ہم کو رخصت ہو کر بس آپ کی صحبت کے شریک
ہو چکا ہر طبیوں سے مریض غم ہجر
ضعف سے بیٹھ گیا جوں روش نقش قدم
ماحو کیجئے یہ پند و نصیحت سہوق
کیوں مقابل ہوئے تھے حضرت دل عشق کے تم
ہم بھی رکھتے ہیں نیاں منہ کو سنبھالو اپنے
پوچھو مت حضرت صبح مرا آکر احوال
تاروں نے جو باندھا تو نہ توڑا ہم نے
خاک اس در کی ہے اپنے تن مریاں کا لباس

پنچہ یار کے باندھو گئے مضامین کب تک
اے ظفر سن چکے ہم بند خمس اتنی بس

مڑگاں سے کس کی چہم مجھے نثر جگر کے پاس
کھینچا کشش نے دل کی جو قافل کے ہاتھ
پاک جگر سے آگ جو لگی تو چارہ گر
ڈھونڈھوں ہوں کیا کہ سینہ میں ہے اسکے حیر کا
دعویٰ ہے دل کے غوں کا بجا عشق سے کہ ہے
دونوں گداز عشق سے بہہ جائیں ہو کے آب
آئے شرر جگر سے نکل دل کے متصل

دل میں تو کچھ نہیں ہے دم و وعد اے ظفر
اک آہ وہ گئی ہے فقط اک جگر کے پاس

بہتی کہیں وہ زلف کے خال دہن کے پاس
اے دل کیا ہے خطر نے یہ چارہ پر گذر
دیکھے اگر ترے قد دلجو کو باغ میں
تحریر سے مسی کے و صداں میں خوشنا
دل میں ہے اپنے حسرت نظارہ چمن
ہر سیر ہے سیر چمن ہے "کنار جو
دیکھے جو خال حاض کیسی یار کو
پوچھے ہے کوئی عاشق کو ہم نہیں

گر حادثات دہر سے ہم ہے تو اے ظفر
کر جائے انتہا شر خیر شکن کے پاس

چشم کے گرد نہیں حلقہ مڑگاں اس کی
دیکھ اے ہر بیماری تو نہ کر ہم چننی
بتلا گئی پہ جو بھنورا ہو تو کچھ دور نہیں
ملکوں کیوں نہ ہو آزاد محبت تجھ پر
حلقہ زلف اس ہر کے نہ ہو کیونکر قریب

سوزش عشق میں دل کیوں نہ ہو بیتاب ظفر
جانے دیتا نہیں کوئی مجھے اس یار کے پاس

حاصل دیکھ لیا آپ کا بس بس اتنی بس
رات دن رہنے لگے سب کس واکس اتنی بس
جاؤ کی دیکھتے ہو گری مطس اتنی بس
اٹھ گیا آپ کے کوچے سے وہ بے کس اتنی بس میں دل
ہو کے ہے میرا نہیں بس اتنی بس
ہو چکا آپ کا اتنے عی میں دم کس اتنی بس
گالیاں دے چکے ایک یور پہ دس دس اتنی بس
سن کے مغموم نہ ہو خاطر اقدس اتنی بس
ہم سے ہر چند وہ کہتے رہے فہم فہم اتنی بس
ہو چاہئے کیا تحمل و اطمینان اتنی بس

مار سیاہ کھلتے ہیں اپنے من کے پاس
اس کو سمجھ نہ سہز خط اس کے تن کے پاس
قری نہ پھلکیاں کے سرو چمن کے پاس
کہا طرفہ نیلوفر ہے کھلا یامن کے پاس
سیار دکھ قلنس کو ہمارے چمن کے پاس
اس وقت پلٹے ساتی بیاں شکن کے پاس
بھنورا پھرے نہ جا کے گل یامن کے پاس
جوزر رکھے وہ جائے بت سیمس کے پاس

آتے ہیں لوگ حیات کو یہ بنار کے پاس
لعل و کوہر ہیں مرے دیدہ خونبار کے پاس
دیکھو ہے داغ جگر میرے دل زار کے پاس
قبر عاشق کی ہے ظالم تری دیوار کے پاس
رکھی قافل کو پہر چاہیے تلوار کے پاس

آبلہ پیدا ہوا داغ دل مضطر کے پاس
 زلف آشفہ نہیں خال رخ دہر کے پاس
 جیسے دل کے متصل رکھتا ہوں میں تصویر یار
 دل عہث ہم نے دیا ہے اے بت کافر تجھے
 میں تو سایہ سے بھی اس کے مانگتا ہوں اللہ
 ہر کی کیفیتیں خالی ہیں ہمیں بھائی نہیں
 زلف کے کٹنے کا تیر ہے جہاں مدفن وہاں

آفریں تجھ کو ظفر ہو کیوں نہ شاگرد نصیب

اس غزل کو جا کے پڑھ ہر ایک دانشور کے پاس

ٹھوٹھ کیوں نہ ہو مرغ تلک دماغ قفس
 قفس کے چاک میں گل رکھ کے مت اٹھا صیاد
 قفس سے چھوٹ کے پہنچوں اگر جن کے قریب
 قبال جان ہوئی مجھ کو فارغ اہلای

ظفر نہ کیونکہ اسیری کے ہاتھ سے ہوں بھگ

یہ از بہن ہے مجھے کھنڈ فراغ قفس

ہے بولگلوں جلوہ رنگ پر طاؤس
 روکش خطا سزاں کے سے ہے یہ دل پر داغ
 کیفیت داغ پر طاؤس نہ پہنچو
 کیا چاہئے ہے سورجھل اب بال ہماکا
 شاہین نگ اپنی اڑا اس پہ تو اے صیاد

لکھتا ہوں غزل ہو یہ تبدیل توانی

نظروں میں ظفر کہتا ہے رنگ پر طاؤس

چکر ہو مرا کیونکہ نہ ہم چکر طاؤس
 خال اس کے خطا سزاں سے رخ پر ہے مقابل
 ہوں کیونکہ زمیں مائل فضاہ سانی
 دیکھے ہے سوا جلوہ قدرت کا تماشا
 اے ہر شتاب آئے گمنا جی کو تو اس کے
 جو داغ بدل ہے وہ ہے سلطان محبت

دافوں سے ظفر کیوں کہ نہ ہر پر پہ ہوں مہریں

صیاد جفا پیش پہ مضطر پر طاؤس

پونچھ کر اشک وہ کہتے رہے ہر بار کہ بس
 ہم ہوئے سب کو یہ مالاں ہیں دیوار کہ بس
 خوف آتا ہے ترے جھد میں سواہ کو دیکھ
 جان و دل تاب و توان ہوش و خرد صبر و قرار
 دیکھتا ہی نہیں تصور کو جا یوسف کی
 ہاتھ پائی میں جو کل ٹوٹ گیا ہار ان کا
 ہو گیا سینہ منک ترے تیروں سے تمام
 جام و جینا و سہو کیا ہے چڑھا جائیں گے

ہم نے پر باندھ دیا رونے کا یہ تار کہ بس
 کھول کر غرق گئے کہنے وہ ناچار کہ بس
 کیا نکلے ہے زباں اپنی یہ مار کہ بس
 لے چکے اور بھی کچھ ہے تمہیں درکار کہ بس
 اس کے ہے حسن کا البتہ یہ پندار کہ بس
 اس قدر میرے گلے کے وہ ہوئے ہار کہ بس
 کہ تری مرضی ہے کیا اور بھی اے یار کہ بس
 ساقیا نہ سے نہیں کہنے کے میخوار کہ بس

اے ظفر دل ہو نہ کس طرح سے معطر، طرح

آج اس طرح کا دیکھا ہے طرحد کر بس

جائے سب جائے پر اک یاں وہ نہ آئے افسوس
خط سے بھی ہوتی ہے تسکین کہ آدھا ہے لاپ
حال سن سن کے مرا خلق ہو افسوس کہاں
رہی تیج دل کو کیا کس نے کر آہ
لگے سینے سے وہ اپنے نہ لگایا مجھ کو
گر لکھوں اس کو نہ کر آتش حسرت سے کہا
وہ تو کچھ دل میں ظفر اب ہے بغیر از غم و درد
اور نہ کچھ لب پہ بجز حیف و سوائے افسوس

کیا ہوا میں نے کیا اپنے اگر جہاں سے اس
ماوک آگن میرے سینے سے نہ تیر اپنا نکال
جی نہیں نکلنے کا گلشن میں بھی جاؤں میں اگر
طرفہ گریہ ہے ہمیشہ دیدہ تر کو مرے ۱۱
ساتھ ہی میرے رہے گا دیکھا بعد از وصال
اس پری کو کوئی بھاتا ہے ہر اک منان بھلا
تیرا مجھوں کیا کوئی دیونہ تصویر ہے
تم نہ ہو پیارے رقیب رشک خصلت سے اقیس

ہو نہ گر ریم خط پیغام ان سے اے ظفر

ان کو پھر معلوم ہووے اپنا کس منوں سے اس

برق جہاں کی آگ لگ اٹھی بدن کے پاس
کب بزم البساط بزم اس میں ہو سکے
اے دل کیا ہے خطر نے یہ چارہ پرکذر
پھولے نہ پیرہن میں سائیں گے مثل گل
اپنا ت بعد مرگ بھی ہے عالم جنوں
تخرب سے مسی کی وہ ندیاں میں خوشنما
دیکھے اگر ترے قدم دلجو کو باغ میں
ہبت سے ہو وینم وہیں سبز جس

اس بحر میں اک اور غزل پڑھئے اے ظفر

دکھتا ہے کون دل سے یہ سوتی سخن کے پاس

زلف آگئی مہا سے وہ خال وہن کے پاس
دل میں یہاں ہے حسرت فسادہ چمن
ہر کے پاس حل نہیں کا جل کا ہے بنا
کل وہ گلے جو عاشق بیمار کے لگا
بولا کہ مجھ کو تاب نہیں اب یہ حال ہے
شب جیسے جمع جلتی خیم گلن کے پاس

گر حادثات دہر سے غم ہے تو اے ظفر

کر جا کے ایجا شہر خیبر گلن کے پاس

آبلہ سینے پہ ہے میرے دل زو کے پاس
خال اور وہیں چشم بت حیار کے پاس
یارو یہ مار سیر کھیلے ہے من سے اپنے
حلقہ زلف اس ابرو کے نہ کیونکر ہو قریب

تعب ہجر سے دل کیوں نہ ہو مغفرت کا ظفر

آنے دیتا نہیں ظالم مجھے دیوار کے پاس

فرق سے وہ بے ادب اٹھ اپنے جا بستر کے پاس
پاہ میں اس یوسف ثانی کی مر جاؤں اگر
ایک کچے پر نہ رکھ سرتو ہمارے سر کے پاس
مجھ کو رکھ دیجو عزیزو تم اسی طہر کے پاس

کچھ بھی پاس آبرو ہے تجھ کو اے فضل سر شک

دامن مڑگاں سے الجھا میری چشم تر کے پاس

لب شیریں کھڑے چاٹ کے رس چشم نگس
میں وہ لاغر ہوں کہ بن جائے مرا خس خانہ
لب کا حل لفظ مقام ہے ولے پاہ دہن
تک چشمی چھہ ہو کیونکر نہ اے دل ہوس
ورنہ وہ کھاتے ہیں اس طرح چھپا کر کھانا
تک آیا ہوں ابیری زبں اے صیاد

اشک خال لب شیریں سے ظفر اس کے نہ

نگس سوائے شکر لاکہ برس چشم نگس

ردیف شین مجھ

بھولا نہ تجھے یہ کبھی اس یار کو شبلاش
ہر روز ستم تازہ ہے ہر روز نیا ظلم
گویائی اگر ہووے لب زخم جگ ر کو
نازک ہے تو کس کام کا اوصاف ہے گردل
الہیہ اللہ کہ ہوئی اتنی تو تاثیر
یہ قل کا ہے شوق کہ اڑ جائے اگر سر
مرغ ہنن قدس کو اس دام سے کیا جائے
کیا طرز وفا عشق سے سکھا ہے دلدادہ
مرمر کے ہوئے داخل جن بنی آدم
آسان نہیں سنگ پہ مرمار کے مرا

ہیں لاکھوں خیالات میں فکر سخن اپنا

تیری ظفر اس طبع عداد کو شبلاش

بلاش کہاں ہے اور کدھر شوخ سنگ فرش
بستر پہ کہوں ترپ کے نہ شب کو کوں سحر
سیکھی ہے آہ کس سے شرارت یہ خج بزم
ساقی پہنچ کر چادر مہتاب نے کیا
بھٹوں کو غیر محمل سبز میان دست
خار مڑہ سے ڈری نہیں تیری راہ میں
ہر نقش پا بہ از گل قائلن ہے تیرا آہ
پھولوں کی بیج پر مجھے بن تیرے کیا ہو چین

ہے خشت جائے نگر ہمیں اور سنگ فرش
تجھ بن دلائے ہے مجھے کیا کیا ترنگ فرش
شب کردے جو تونے جلا کر پتنگ فرش
کیا چاندنی کا چرخ پہ یہ بید رنگ فرش
بھاتا نہیں مجھے سبب مارونگ فرش
آنکھوں کو اپنی کیجئے اے خانہ جنگ فرش
ہو کیوں نہ خاک کو سے تری بارنگ فرش
مادے ہے تن میں ہر رنگ گل سے خدنگ فرش

ہیں اے ظفر جو خاک تھیمان کوئے دہر

کلائی ہے خاک کا نہیں جائے چنگ فرش

مشتعل ہو گیا خانہ حق پر آتش عشق کی ہے دل پر درد قتل پر آتش
رنگ رنگ مسی و پان سے ہے شعلہ رخسار کیا عجب جا کے گئے شام فتنی پر آتش
تو جہن میں نہ ہو سرگرم فغاں بلبل زار رکھ نہ دینا کہیں ہر گل کے ورق پر آتش
عرق آلودہ ترا دست غایت نہیں ہے یہ قربان ترے تو سن کے عرق پر آتش

ذوق قلیاں کشی اس ماہ جہیں کو ہے ظفر

مہر نکلا جو بحر رکھ کے ٹہنی پر آتش

دل کو کیا دوں تجھے اے کبرو مسلمان فروش دیکھ ہودوں کی طرح ہیں نہیں ایمان فروش
دولت عشق سے دکھتا ہوں جو ہر خانہ چشم دریا ہے مری گوہر و مرجان فروش
وہ یہ کہتا ہے کہ آہنگ شب خوں کیجئے نظر آجائے جو کوئی مسی و پان فروش
بلبل شیخو ہوں کینج قفس میں میرے شاخ گل رکھ دے ذرا اے گل بہتان فروش
ملت ہے کیجئے اگر نیم نگ مڑگاں پر اشک میں ہوں بازار محبت میں دل و جان فروش
چشم کیونکر نہ رکھے مجھ مڑگاں پر اشک مرداں ایک بجلی ہے درغلطان فروش
نقد دل لے کے دیا ہوسہ لب کیا اس نے خود لگا کہنے کہ ہوں لعل بدعشان فروش
ہدف تیر قضا جلد کہیں ہو یا لب جتنے ہیں گوہر دلدار میں پیکان فروش

روز و شب قرص مر و مہر لیے پھرنا ہے

اے ظفر کیوں نہ لٹک کو کہیں ہم مان فروش

وہ چشم ہو کیونکر بحر و شام فروش میں مست ہوں مجھ سے وہ کہاں جام فروش
ہو جس سے کہ اک بار مرا نام فروش وہ یاد و عالم سے ہوا کام فروش
کسی جہ سے جلوے یہ پریشانی دل آہ ہوتی نہیں وہ زلف سے قام فروش
لے سر پہ وبال اپنے امیروں کا نہ صیاد اتنا بھی نہو رکھ کے نہ دام فروش
جس کام کو آئے تھے یہاں لک عدم سے انہوں کہ وہ ہم سے ہوا کام فروش
اک میں بھی ترے دور میں ہوں مد سبکس تو مجھ کو نہ کر ساقی گل قام فروش
ہو یاد ترے کہہ رو کی نہ مجھے کیوں کافر ہوں جو دل سے کیوں اسلام فروش
اس بزم محمور کا دکھتا ہوں تصور ہے جیسے خیال گل با دام فروش

آرام و قرار و فرو ہوش وہی ہے

کیونکر ہو ظفر دل سے دل آرام فروش

نہیں قمری کی طرح سرو گلستان پہ فش شعل پروانہ میں ہوں اس خیم شبستان پہ فش
نہ ستو سنبھل پہ ہوں میں اور نہ دیمان عشق میں ہوں اس گل کے خط و کاکل پیکان پہ فش
جلوہ شام و فتنی خوش نہیں آیا مجھ کو دل مرا ہے ترے رنگ مسی و پان پہ فش
دیکھو تم لخت جگر سے میری مڑگاں کی نمود یارو کس واسطے ہو سرو چراغاں پہ فش
سائے اس کی نہ کے نہیں سبکس ہے خدنگ لب سقار بھی ہے اس لب خنداں پہ فش
جس نے اے شوخ ترے دست حنائی دیکھے ہو وہ کس رنگ بھلا مجھ مرجان پہ فش
روز تم باندھتے ہو مجھ پہ خوشی سے بہتان جان ہوتی ہے مری آپ کے طوفان پہ فش
رہط کچھ دست ہنوں عی کو گریباں سے نہیں خار صحرا سے ہنوں بھی ہوئے دلمان پہ فش
مر و غورشد سے کچھ بجکو نہیں ہے مطلب ہیں تو دل سے ہوں ترے عارض تابان پہ فش

ظفر مدام یہ ساقی سے اپنے کہتا ہے

بلور کا تو دکھا سا غر شراب تراش

گھر میں اس کے جا کے پھر کس کو رہے ہے گھر کا ہوش
 بیچ پر پھولوں کی واں ساتھ ہے اور کے سنا ہے وہ
 واعظا قول قیامت سے ڈرانا ہے مجھے
 نینکڑوں ساغر چڑھائے اور نہ بھکا تھی پہ وہ
 دام میں صیاد و ش وہ میرے جب سے ہے میر
 جب ہوا لے کر مقابل عشق فوج درد و غم
 نامہ اعمال پر اپنا نہیں کرنا نظر
 ظفر پڑھنے کا تجھ کو عشق کے خنجر کا ہوش

بیش بادھے ہیں ساغر شراب کو آتلی
 برشتہ دل کو نہ کراس قدر تو سوزش عشق
 جلیلا جلوے نے اس کے دل و جگر میرا
 لکھوں ذرا بھی اگر اپنی شرح سوزش غم
 فزور شک میں ہے چشم خون دل سے سرخ
 دیا ٹھہرنے نہ کوچے شعلہ خو کے ہمیں
 جلیلا اس نے مجھی کو ہے کاش کے یارب
 الہی کس نے یہ کھینچی ہے آہ آتلی ماک
 عجب نہیں کہ ظفر برق آہ آتلی بار
 لگانے دوش ہوا پر سحاب کو آتلی

جو کہ سینے میں ہے داغ دل سوزش کی پٹش
 خاک پر مرے خس و خوار نہ کیونکر جل جائیں
 ہم نے گو آنکھوں سیر و رو کے بہائے دیا
 نبض پر رکھتے ہی انگشت پھپھولا پڑ جائے
 نہیں معلوم یہ کیا عشق نے بھڑکائی آگ
 لکھ بہ تبدیل ردیف اور غزل گرم ظفر
 جس کو ہوں کے زیادہ دل باداں کی پٹش

تھر و دل میں ہے وہ نشتر مڑگاں کی خلش
 بن ترے بستر گل پر مرے حق میں اے گل
 دیکھنا جوش جنوں ہے مرے سینے پہ سوار
 تن پہ ہر سو ہے مرے نشتر زہر آلودہ
 تم ہو اور غر ہیں اب ہو ہے گل گشت جن
 کوچ ہالی کی مرے دل میں چھپی ہے جس طرح

اے ظفر نشتر لباس سے بھی ہے افزوں

دل عشاق میں خار غم جہوں کی خلش

مخاں اگرچہ ہے یہ موسم بہار تو خوش
 خوشی سے ہنستے ہیں گل گرچہ روتی ہے شبنم
 پھرا نہ لک عدم سے کوئی ہزار افسوس
 ہوئے وہ داغ جگر دیکھ کر مرے برص
 بلا سے گردل پرخوں ہوا مرا پاہل
 اگرچہ مرنے سے میرے ہے ہر اک جہاں ممکن
 تو اپنے رخ سے نہ کردور ہزار خط کو
 زمانہ ہجر کا ہے ایک خط لاکھ برس
 اخیر بادہ نہ ہوں لیک میسار تو خوش
 بلا سے ایک ہے ماخوش تو ہیں ہزار تو خوش
 کہ اس سے پوچھئے بتاؤ ہیں گئے یار تو خوش
 وگرنہ آئے ہے یاں سیر لالہ زار تو خود
 لگا کے پاؤں میں مہندی وہ ہے نگار تو خوش
 پر اس کو سن کے ہوا وہ جفا شعار تو خوش
 کہ لگتی آنکھوں میں ہے سیر سبزہ زار تو خوش
 اگرچہ وصل کے ہیں دن نہ تین چار تو خوش

غزل لکھ اور بھی تبدیلِ قافیہ میں ظفر

اس ایک بحر میں ہیں شعر آب دار تو خوش

یہاں ہے دور نلک ہو چکا جہاں تو خوش
غم و الم بھی تنہا مجھے نصیب ہے
اگرچہ ظلم و ستم ہیں بتوں میں سب ماخوش
ہزاروں ہو گئے دل خون ایک بات میں آہ
اگرچہ دل مرا جوں غنچہ تنک تھا تم سے
اگرچہ دل میں ہے عیار تیرے بے مہری
اڑا کے لے نہ گئی اس گلی میں مجھ کو عبا
رہا ہو آپ بھی گردش میں قیامت تک
کہ اس کے ہاتھ سے ہو کوئی ایک آن تو خوش
کہ اس خیال میں رہوے گی مہری جان تو خوش
بل سے آتی ہے دل کو اداس آن تو خوش
تم اپنے جی میں ہوئے ہو گئے کھا کے پان تو خوش
پر آگیا ترے ماوک کو یہ مکان تو خوش
مگر دکھانے کو لوگوں کے ہے نہاں تو خوش
ہوا تھا ضعف سے میں اپنے ماتوان تو خوش
بل کے خاک میں مجھ کو آسمان تو خوش

ظفر کلیب و توں چٹکس کر اس غم کا

کہ ہووے دل میں بل سے یہ مہاں تو خوش

قسم خدا کی وہ ہے تیری شوخ و شنگ تراش
جو اس طرح سے ہے مشق ستم تجھے منظور
اگرچہ خود پری حسن میں ہیں اب مشہور
کہاں ہیں قطرہ خوں چشم میں کہ عشق اس کا
کہ بت تراش نہ ایسا نہ کوئی رنگ تراش
قلم کی طرح مرے سر کو خانہ جنگ تراش
دلے کہاں سے تنہا سارنگ ڈھنگ تراش
یہ لایا سوئی کے دانے ہیں ایک رنگ تراش
جو اس کے ماوک مڑکاں کا وقف لکھا ہے

تو اے ظفر کوئی تو خانہ جنگ تراش

کیوں نہ یہ سن کر کھڑے ہوں باغ میں بلبل کے کوش
منہ سے کیا اپنے نکالیں بات ہم دار ہے یہاں
یا تو اے زاہد بیٹ چار قل سنتے تھے ہم
کوش براوار ہیں غار یارو رات دن
ہووے زبور کا قتل کیوں کر اس کے کان میں
چشم میگوں سے نہ اس کی ہو سکے ہم چشم دیکھ
صبح دم فہم نے بکسر بھر دیے ہیں گل کے کوش
ہیں گئے رنجہ اھر کون دونوں توکل کے کوش
یا گئے رہے ہیں اب آواز پر قتل کے کوش
ہو سکے تو بند کردو اس کے تم لی جل کر کوش
لوٹیں جس مازک بدن کے بوجھ سے کاکل کے کوش
ساقیا توکل دے محفل میں جام ولی کے کوش

اے ظفر اک بات میں مقراض فکر حیر سے

کترے ہے وقت سخن تو طالبِ آل کے کوش

نہ جھگو عشق میں ہے جان کا نہ تن کا ہوش
کیا جو مار کے دھن اس نے جھگو چوکھٹ میں
بدن پہ عاشق وحشی کے کے خاک کافی ہے
جہن ہے گریہ غولی سے تنہا دامن
ارادہ تھا کہ کہیں گے ہم اس سے خال اپنا
خبر عجز جو دے آ کے مرگ شیریں کی
اگرچہ ہے تو ہے اپنے ہی گھبن کا ہوش
غضب عا ہے مرے قال تیغ زن کا ہوش
جنوں کے جوش میں ہے کسی کو پیرہن کا ہوش
وگر نہ کس کو ہے فطانہ جہن کا ہوش
رہا نہ دیکھتے ہی اس کے پرچن کا ہوش
تو پھر کہاں سے بجا رہوے کوکبی کا ہوش

ظفر وہ ہوش رہا اک نگاہ مار کے ساتھ

اڑا کے لے گیا عشاق نشہ تن کا ہوش

ساقی نہ دکھا بزم میں تو جام کی گردش
پھرتی ہے مری خاک گبولے میں بیش
اک شب نہ مرے پاس وہ آلیا نہ تاباں
آنکھوں کے تصور میں بڑی صاف ہے لکھا
یاد آتی ہے چشم بت خود کام کی گردش
اب تک بھی مرے ساتھ ہے لایم کی گردش
گروں نے نہ کی ایک مرے کام کی گردش
خامہ نے مرے جب دم ارتام کی گردش

مے بھرتے عا سیاق کے ظفر ٹوٹ گیا جام

قسمت میں عا بھی حد سے آشام کی گردش

نہ لک پر ہے نظر اور نہ مال و زر کی تلاش
نظر کو اپنی ہے اک شوخ خوش نظر کی تلاش
بیش پیک تصور رہا مرا قاصد
کبھی ہوئی نہ مجھے مرغا مامہ بر کی تلاش
چمکتی ہر میں ہے برق سے کشتو کو جام
حریف تیج بکف ہے کروپہر کی تلاش
ہمارے طائر دل کو اڑا کے اے صدقے
جو تم کو بہر تصدق ہو جانور کی تلاش
سراغ پا سکے علقا کا کس طرح کوئی
مجال کس کی کرے جو تری کمر کی تلاش
عیاں ہیدیکہ سر نیزہ اب سر عاشق
تجھے ہے نخل محبت کے گر ثمر کی تلاش
خیال چھوڑیے دنیا کا کیجئے دین کا فکر
علاش اصر کی ہے کیا چاہیے اصر کی تلاش

جسے تلاش ہے مضمون کی جانتا ہے وہ

کر ہے تلاش سے سب کی جدا نظر کی تلاش
کرتے ہیں بہت صاحب تدبیر پس و پیش
دل پہلے پھنسا زلف میں جاں جہد کے پیچھے
پر دکھیے کیا کرتی ہے شہزادہ پس و پیش
جب تک کہ رہا دم میرے دل سے رہے رہا
روں ہوئے وادھو تیر پس و پیش
کہ دیکھو قاصد کہ نہ تھے ہوش نکالنے
آہ سحر و مالہ شب گیر پس و پیش
دم جائے گا ساتھ اس کے پرانے مرگ کوئی دم
کچھ خطا میں اگر حرف ہوں تحریر پس و پیش
لیاں ہے سرپشت سر سبز ہے سو فار
شاید ہو تری باعث تاخیر پس و پیش
ہر روز ترے ساتھ ہے اے سرو خراباں
کیا خوب رہ رہے ترا حیر پس و پیش
سائے کی طرح عاشق دلیگر پس و پیش

دل جن کا ہے روشن وہ نظر صوبت خورشید

یکساں ہے سدا باعث تحیر پس و پیش

ہر طرح لیر کی دل جوئی ہے معقول چہ خوش
ہم سے ہر بات چہ بد خوی ہے معقول چہ خوش
بات معقول کیوں میں تو کہے طرز سے وہ
تو انا لیتی مرا کوئی ہے معقول چہ خوش
دل ہوا اس کا سوا اور کدو ہم سے
گرد کیوں گریہ نے کیا دھوتی ہیں معقول چہ خوش
جو نہ کہتا تھا کہا منہ سے وہ تم نے ہم کو
وہ کیا آپ کی کم کوئی ہے معقول چہ خوش
گر یہ ہے ختم فقط سوخت جاں پر مری
کہتے ہیں شمع بھی کچھ روئی ہے معقول چہ خوش
آگے اس زلف من سا کے چہن میں منہل
کہتے ہیں مجھ میں بھی خوشبوئی ہے معقول چہ خوش

وہ ہم پہنچیں نہ عشق کو بھوں سے نظر

عمر کیا ہم نے یوں ہی کوئی ہے معقول چہ خوش

یہ فریب آئے ہمیں ساقی کم ظرف کے پیش کرنا افغان کو ہے بدلے قدح ڈرف کے پیش
 پیش آوے گا وہ نو خط کہیں خوزیری سے کہ بتاتا ہے خط نسخ میں ظفر کے حوض
 ہو دم بحث نہ کیوں زیر و زبر و جامل! کہ پڑھے زیر ہو جو قاعدہ سے صرف کے پیش
 اس نے عشاق شک دل کا جو پوچھا احوال! کر دیے ہم نے بھی وہ چار ڈلے برف کے پیش
 نار زر کے تریا طرف کل پر ہیں حرف! اور ٹانہ ہیں ان حرفوں پہ ہر طرف کے پیش
 لاکھ چکائے لکھ خط شعاع خورشید! تاب کیا ہو سکے رجب سے جو ایک حرف کے پیش

بول افغان ہے بولا بول جو کم ظرفی سے
 ظفر آ جاتا ہے آخر کو وہ کم ظرف کے پیش

روایف صادقہ

بجز ادو تم کچھ نہیں ترا اخلاص! یہی اداس چلو جس ہو چکا ادرا اخلاص
 ہسان آئید مشتاق دیدرس تیرے کچھ اور کہتے نہیں تجھ سے ہامنا اخلاص
 یہ کیا طرح ہے مرے ڈربائے ہرجائی کشیدہ ہم سے ہے تو اور جا بجا اخلاص
 گوش دل اسے تم سن لو ہے گل غولیا! برگ بلبلی شیدا ہوں یاد با اخلاص
 قسم ہے جھکو تہارے کہ منہ نہ دیکھوں گا کیا جو اور کسی سے مرے سوا اخلاص!

عجب طرح کا زمانہ یہ آ گیا ہے ظفر
 کسی کے ساتھ کسی کو نہیں ذرا اخلاص

ج دیکھے داغ دل خالوں غرب کا قرص تو جمل کے سوخت ہو جاوے قباب کا قرص
 ہمارے مردک دیدہ پر آب کو دیکھا بھند کا بحر میں کب ہے اس آب و تاب کا قرص
 ہب فراق میں اس مہ جہیں کید و جھ کو بجائے قرص طہائیر مہتاب کا قرص
 یہ ترک چشم بتاں کے پر ہے پہلو میں! نہیں ہے حلقہ گیسوئے مہتاب کا قرص

نہ کیونکہ قوت دل ہو ظفر کہ وہ گل روا
 بنا کے دے مجھے وہ مند و گلاب کا قرص

بھری تھی ساغر میں رات ساقی نے ایسا خوشبو شراب خالص
 نہ اس کو پیچھے ہے مٹک خالص نہ اس کو پیچھے گلاب خالص
 اس آرزو میں کہ اس کے پانوں کے پھلے کوئی مجھے بنا دے
 ابر تو ہے سم ماہ خالص ابر زر آفتاب خالص!!

علاو میں اس کے لعل لب کی نہ پوچھو ہوس کی ہے یہ شیرینا
 کہ جو کوئی آئینے خالص کو کھول دے لے کے آب خالص!
 دل شکست درست میرا نہوے کیونکہ ہاتھ آئے!
 تمہارے بوسہ کے خال مشکیں کی سومبائی شتاب خالص
 شیم گیسوئے عنبریں سے ترے وہ ہمسر کبھی نہ ہو گا
 ہزار عنبر ظفر رنگائے کہیں سے اے پر جاب خالص

دشہ ہے غمزہ باز ہے شمشیر کا خواص ہو کماں نگہ ہے ترے تیر کا خواص
 بیمار غم کو حلقہ گیسو میں روئے دکلا دیا ہے قرص طبائیر کا خواص
 کب قدر ذی وقار کی ہیں جانتے عوام سمجھے ہے رتبہ صاحب توقیر کا خواص
 یہ سینہ داغ داغ مرا آہ سرو سے پیدا کرے ہے گلشن کشمیر کا خواص
 دیوانہ تیرا پائے بونچیر کیا رہا دکھتا ہے وہ تو مالہ زنجیر کا خواص
 اس وقت کے مہروں سے ہو گا سوا نصیب شاہ جہان و شاہ جہاں گیر کا خواص
 ہے طفل غنچہ کے لیے دایہ جو نو بیمار شبنم کی ہند ہند میں ہے شیر کا خواص
 ظالم مرے لیے سم اتنی سے کم نہیں! تیری شمیم زلف گرہ گیر کا خواص
 نفع و ضرر غذا کا نہ جانے شکم پرست پوچھے ہے کون داغ سے انجیر کا خواص
 میرے دل گرفتہ نے گھرا دہر میں! پیدا کیا ہے غنچہ تصویر کا خواص

کتنہ کیا ہے جن کو محبت نے اے ظفر
 رکھی ہے ان کی خاک بھی اکسیر کا خواص!

نہ ہوسور کی نہ غلد کے گھراں کی حرص ہے فقط ہم کو ترے جلوہ دیدار کی حرص
 دل کو روکیں تو کرے اور علم یار کی حرص ہمت پرہیز کے بڑھ جائے ہے بیمار کی حرص
 گرچہ ہے نوک مڑگاں سے شیک سینہ دل کو اس پر بھی ہے حیر نگہ یار کی حرص
 رات دن سولی پہ ہوں یاد میں اس قامت کی کسی کو اے فاقہ ہے سروچمن زار کی حرص
 رونق اہل کو بچا سکتا نہیں ہے ہرگز! لقمہ چب سے جاتی نہیں پرغور کی حرص
 پیش نہیں نہ کرے والہ اظہار طلب ہو صدف کو نہ اگر گوہر شہوار کی حرص
 ہیں فقط داغ جگر عشق کی دولت کافی تیرے عاشق کو نہیں دردم و دینار کی حرص
 قطع سے اور بڑھا خلع کا شعلہ دیکھو! سر کے کٹنے پہ نہیں کتنی ہے زردار کی حرص

بچنے دیتی ہے کب کج قنوت میں ظفر
 ایک دمن ہے یہ دنیا کی طلبکار کی حرص!

رولیف ضاد مجملہ

لب تھکلیں گے ترے لعل میں پر امراض زلف ی کرتی ہے کیا ملک نقین پر امراض
 ہم نے کی ہے جاگتی اور اس نے کی خار کی واجبی ہے گر کریں ہم کو کہیں پر امراض
 لاکھ بیچ و تاب کھائے سوچ دیا پر کہاں کر سکے اس آستین پر چسکن پر امراض
 ہووے پھر صبح قیامت پر قیامت آشکار گر لگائے کچھ مری خاک کفن پر امراض
 شاخ سنبل سے کالے شاخسار زلف گر قدر ترا کرنے لگے سرو چمن پر امراض
 اپنے گنبد گر اک اپنی دور آہ سے! لاکھ نکلیں خیمہ چرخ کہن پر امراض

آج کسی اہل سخن کو اس قدر مقدور ہے
 کر سکے جو اے ظفر تیرے سخن پر امراض

تیری آنکھوں سے ہے گر ترغس بیمار کو فیض
 صدمہ بام پر آئے جو یہ بے مہر ذرا
 بعد بچتوں ہوں وہ میں بادیہ پٹائے جنوں
 ماہ نور شک سے گردوں پہ نہ کیوں کٹ جائے
 زلف مشکیں کے ترے تار ہیں وہ اے کافر
 آئینہ مائل نظارہ نہ کیوں ہو تیرا
 رشک سے اشک نکیوں ہار گلے کے ہوں مرے
 بعد مردن بھی رہا رنگ ظہور عاشق
 ہے مرے بھی دل پر داغ سے گلزار کو فیض
 تاب رخ سے ہے ترے مطلع انوار کو فیض
 کہ مری آبلہ پائی سے ہے ہر خار کو فیض
 ہو ترے ہروئے پر خم سے جو مادر کو فیض
 جن سے پہنچے ہے سدا نافہ تانار کو فیض
 تیرے دیدار سے ہے طالب دیدار کو فیض
 سبز یار سے ہے سوتیوں کے ہار کو فیض
 خون فرہاد سے ہے لالہ کھسار کو فیض

کیا ہے انصاف کہ اک یوراب سے تیرے
 رہے ماکام ظفر اور ہوا خیال کو فیض

دکھائیں گر ترے بیمار بے نصیب کی نبض
 مرض نہ کہیے کہ ہے وہ تو صحت کال
 جو آئے جانب مسجد وہ بت تو پھر دیکھے
 جیسے گا یا نہ جیسے گا یہ عشق کا بیمار
 ہمیں جو چاہیے بھی بڑھے تو نہ پہنچیں حال کبھی
 جو ایک جان وہ غالب ہوں عاشق و معشوق
 تو دیکھ کر نہ ٹھکانے رہے طبیب کی نبض
 حبیب دیکھے محبت سے گر حبیب کی نبض
 کوئی سوؤں مسجد کی نور خلیب کی نبض
 بنور دیکھو طبیبو تم اس غریب کی نبض
 وہ دیکھیں عالم صحت میں بھی رقیب کی نبض
 تو دیکھی جائے رگ گل سے عذیب کی نبض

ظفر ہے عالم مطلق میں اس کا یہ عالم
 رہے بجا نہ اسے دیکھ کر ادیب کی قبض

روایف طائے مہملہ

بہت کشمیر کے آیا جو نہیں طرف سے خطا
 آدھی جیاس نے کمر قتل پہ شاہد عدم
 عمر کی صرف اسی بحث میں تو نے نادوں
 ہمدرد آہ سرا دل ہے اسی غم سے غدا حال
 کھل گیا وہ میں شاید کہیں اب برف سے خطا
 لکھ کے بھیجا ہے جو خنوار نے شجرہ سے خطا
 لکھنا آتا ہے کوئی نوحہ سے اور صرف سے خطا
 نہ پڑا تن پہ جو تیج بن کم طرف سے خطا

چٹم پر خوں ستری خانہ مڑگاں سے ظفر
 دیا گلزار قلم خاں کے ما طرف سے خطا

کس طرح جا کے کیجئے جہاں سے اختلاط
مانند موج جیسے لنگھیں برہمن وہ ہے
کس روز چمکے آہ مری برق ساں کہ ہے
ہیبت مثل گل نہ کسی رنگ ہو رُو
اس روئے زیر زلف ک کیونگر پھرے نہ گرد
نکتا ہے دل مرادخ روشن کو یوں ترے
صد چاک دل یہ الجھے نہ کاکل پہ اس کی کیوں
جب تک مجھے نہ اس کے ہورباں سے اختلاط
اس آئیں کو دیدہ گریاں سے اختلاط
اس صحن کو ہے آتش سوزاں سے اختلاط
دست ہنوں رکھے ہے گریباں سے اختلاط
پروانے کو خلع شیشیاں سے اختلاط
جوں ہو پھور کو مد تاباں سے اختلاط
رکتا ہے شانہ زلف پرشاں سے اختلاط

تک تک کے شکل و صورت آئینہ طلحاں

مجھ کو ظفر رہیل حیراں سے اختلاط

میں لکھا ہے بتو کل اس تہیر سے خط
بے خط مجھ سے بیاں خط کا تو کرتے پہلے
پہنچے کشمیر میں جو کاند کشمیری پر
سوت عاشق کی تری تیج ادا سے نہ گئی
ایک انڈیا کی نزاکت ہے صنم کی ولہ
نامہ بردہاں مجھے ہم کہ خط جہلی سے
دیا وصل کے مضمون نے مرے دل کو غنی
کما عجب کاند آئینہ بن جائے
جب ہو قرآن سے تر روئے کتابی روشن
چہرہ تصویر ہر کھتا ہے شہادت تیرا
یا الہی وہاں پہنچے میری شہر سے خط
نامہ بردہاں تو اب کون کی تقریر سے خط
بت کشمیر نے بھیجا مجھے کشمیر سے خط
جسم پر اکے نہیں پڑتا ہے شمشیر سے خط
دونوں کانوں پہ پڑا زلف گرہ گیر سے خط
خط سے ملتی ہے نہ تیر سے تیر سے خط
کم نہیں حق میں مرے نمہ اکبر سے خط
میرے مضمون چہ عشق کی تاثیر سے خط
تو مقابل ہو نہ کیونگر تیرا کشمیر سے خط
اور مشابہ ہے ترا ہالہ تصویر سے خط

ہے ظفر جو کسی ماوک مڑھیں کا خیال

جو سرا سمہ لکھے ہے قلم تیرے سے خط

تجھے لکھتے ہیں تیرے دل چلے خط
تمنائے قدم ہوتی نکسی تھی
اندھیرے میں لکھا کیا خط ٹھکر
سر تن زہب عیرانی کے آگے
دم تحریر شوق آیا جو دعا
کہو قاصد کو اس نو خط سے میرے
یہاں بے عذر اور حیل سے اس کے
جہیں گے ہاتھ ہاتھوں میں نہ لے خط
تو اس نے پانوں سے میرے ملے خط
دکھا دے زرخ پہ زلفوں کے تلے خط
تری شمشیر نے کھینچے بھلے خط
تو جوں کاند کی کشش پہ چلے خط
جواب خط کالے ہی کر گئے خط
نہ آیا صبح آیا دن ڈھلے خط

غلای کا ظفر فخر جہاں کی

لکھا ہم نے تو بے آدے بے خط

آج میں نے جو لکھا تھا تجھے مذہب سے خط
اے پری رو یہ ہے خط کس ترے دیوانے کا
خط کے پڑھتے ہی پڑیں نامرے دل میں سوراخ
کردیا تیغِ نظرِ عی نے ترے کام تمام
نامہ بر خط کے جو آئے عی بھر آیا میرا دل
خط پہ خط آتے تھے اتوا تلک تو وہاں سے

شکر نو خط کہ وہ پہنچا مری تقدیر سے خط
تو نے دروازے کی باغیچا ہے جو نچر سے خط
اس کماہار نے لکھا قلم تیر سے خط
کو کہ قاتل نہ پڑا جسم پر شمشیر سے خط
کیا لکھا اس میں یہ الی جو ہے نامہ سے خط
نہیں معلوم کہ آیا نہیں کیوں بھر سے خط

اے ظفر کیونکہ نہ تجھے اے عاشق اریاں

رخ وہ صحف ہے تو کچھ کم نہیں فقیر سے خط

اس نے برہم ہو جو بھیجا اے دل لہرہ خط
قاصدوں کی ہے شہادت گاہ اس بت کی گلی
میرے سینے پر وہ دکھ دینا کفن میں بعد مرگ
نامہ جہاں کے پڑھتے عی جو یہ آنسو ہے
کو مریجا وصل کا قرار تھا مر قوم پر

شل گل ہم دیکھتے عی ہو گئے پڑمرہ خط
واں تلک لے جاپنگا کس کا ہے یہ دل گرہ خط
ہو گیا اک آن میں بس کاغذ نم خوردہ خط
قاصد ہو جاؤں میں گر پڑھتے پڑھتے مرہ خط
یوں ہوا معلوم کچھ لکھا عی ہو آزرہ خط

ہو گئی دل کی قسلی یک یک میری ظفر

قاصد ام از جانبِ دلدار چن آزرہ خط

تجھ سے یہ مجھ کو توقع ہے مری جان غلط
اسما فصل بہاری میں جنوں کے ہاتھوں
کھینچے ہر چند کہ وہ آپ کو گردوں پہ ولے
لا گئی آنکھ کسی آئینہ رو سے میری
جس کو ہو زلف پریشان سے تہا دی سرو کار
میں ہزار اپنا کروں پاک گریباں لیکن

میری دلجوئی کرے تو کسی عنوان غلط
شل گل ہو نہ مرا پاک گریباں غلط
پہنچے عارض کو ترے مہر درخشاں غلط
نہیں بے وجہ ہیں اب دیدہ حیران غلط
حال اس کا نہ ہو ہر حال پریشان غلط
پاک بیدست جنوں ہووے مری جان غلط

مہر ہر چند اے اپنی جہاں یارو

اے ظفر اے یہاں وہم ناماں غلط

تم ظفر کو جانو عاشق ہے ہمارا عی فقط
 کھینچے خال کھینچے برو کی جو اس کے ہیبہ
 کچے کیوں احسان سر پر ہمدوں ششیر کے
 کوئی دم کو دیکھنا ماریں گے سر دیوار سے
 کھول کر آگے اس نے منہ دیکھا تمہارا عی فقط
 وہ بتائے پاس ماہ نو کے تارا عی فقط
 قل کو کافی ہے اپنے وہ ایشاہ عی فقط
 ہے ابھی آکر تمہیں ہم نے پکارا عی فقط

سخت جانی سے مری شرمندہ فولا بھی
 کچھ بھی غلٹ کش نبود رنگ خارا عی فقط

خفا ہے اس رخ پہ کہ لکھا تھا دیوان میں خفا
 خوش نما داغ جگر پر ہے وہ مائیں کی ترش
 دامن دشت کو وحشت نے میری چاک کیا
 نہ کر ہستی کا بھروسہ کہ فنا میں ہے اسے
 جلوہ دکھاتے ہیں کیا کیا ہمیں اللہ اللہ
 لکھ کے بیابانی دل ہاتھ سے روں پھینک اگر
 پست گیا سن کے مرا مارہ تلک کا سینہ
 لکھتے لکھتے جو مجھے حال دل آلا دغا
 یا یہ وہ خفا ہے کہ جو لکھتے ہیں قرآن میں خفا
 ایسا ہونے کا نہیں مہر سلیمان کا خفا
 سر بسر جادہ سے ہیں یہ جو بیان میں خفا
 جیسے مٹ جائے سر آب رواں آن میں خفا
 ہیں جو یہ رنگ مٹی کے ترے میدان میں خفا
 بوٹے جو طائر بھل ابھی میدان میں خفا
 کھلکشاں کا ہے یہ کب گھنٹہ گردان میں خفا
 بہہ گیا کھل کے مرا اشک کے طوفان میں خفا

اے ظفر دہری بھی گر تجھے نکمسی ہے غزل
 پھر کر قافیہ باندھ اور عی عنوان میں خفا

زلف کے تار سے ہے رخ پہ کہاں یار کے خفا
 بہن کر ہار گلے میں جو وہ سویا شب کو
 خفا تو پکڑا عی گیا تھا مرا لیکن نظے
 خفا عارض ترا وہ ہے کہ نہوے سر سبز
 نامہ بر دیکھتے تقدیر میں لکھا کیا ہے
 یار آئی دم تحریر جو وہ زلف دراز
 کھینچے ہے تار شعاعی سے بیٹھ سر خاک
 مہر سر نامہ اگر ہوویں نہ آنکھیں قاصد
 صحن گھزار میں پڑتے ہیں پرا مار کے خفا
 پڑا مجھے گردن مارک پہ کئی ہار کے خفا
 پاس قاصد کے مرے ور بھی دو چار کے خفا
 رو برو کوئی ترے اس خفا گھزار کے خفا
 یار پڑھتا ہے مرا سامنے اغیار کے خفا
 ہو گیا ایک برابر کئی طواری کے خفا
 مہر بھی رو برو اس تابش رخسار کے خفا
 کیونکہ معلوم ہوں حسرت کش دیدار کے خفا

تج برو سے ہیں جاناہ ظفر سینہ پر
 بے اجل پڑنا نہیں دھار سے کوار کے خفا

لے تو چلا ہے واں مرا قاصد جھپٹ کے خطا
جائے نصیب الٹ جو نہ میرے تو بن پڑھے
ایسا نہ ہو کہ دیکھ لے مضمون مرا رقیب
بزرے کو دیکھ ہر میں یاد آئے ہے مجھے
قاصد کے پرزے پرزے ہوئے غم ہے یہ مجھے
یہ کھل گیا کہ جائے گا کھل میرا دعا
پر راہ میں نہ چھین لیں دشمن چٹ کے خطا
رکھ دیتے کیوں وہ ہاتھ سے اپنے الٹ کے خطا
یہ کہو نامہ برکہ پڑھے اس سے ہٹ کے خطا
اس رخ پہ نیچے زلف طہر کے لٹ کے خطا
کھڑے ہوا بلا سے اگر میرا پھٹ کے خطا
کھٹنے لگا جو ہاتھ میں میرے لپٹ کے خطا

لکھا صفائے دل سے نہ اک حرف اے ظفر
لکھ لکھ کے بھیجے اس نے ہزاروں کپٹ کے خطا

رونیف خائے مجھ

رہو اے دل تو اب اس زلف روا سے محفوظ
ہیں سداشقی ستم سے سر عشاق قلم
باغ دنیا میں جو دیکھے ہیں یہ کہتا ہے اے
ہو گیا کہک دردی آن میں پاؤں خرام تیری رفتار کی ہے کو ادا سے محفوظ
میں نے اس کا کل مشکیں کو نہیں چھوڑا ہے
گل اورنگ ہے آئینہ نبھوں حسرت سے
دست مڑگاں سے اٹھا چشم کے دل زلف میں ہے
نقد دل لے ہی لیا اس نے مرا ہاتھوں ہاتھ
حق سدا تجھ کو رکھے ایسی بلا سے محفوظ
کوئی دیکھا نہ تری تیغ جفا سے محفوظ
رہے یہ پھول زمانے کی ہوا سے محفوظ
جگو آئینہ دکھایا ہے خطا سے محفوظ
کوئی پایا نہ تری خدق پا سے محفوظ
کاش ہر درجہ رہے تیری دعا سے محفوظ
نہ رہا شوخ ترے دست سنا سے محفوظ

لوگ کہتے ہیں یہی دیکھ کے تجھو بندھا
اے ظفر رہو تو اس بت کی دعا سے محفوظ

مجھے تو وقت سخن شوخ حمد خو سے لحاظ
بھر آیا دل مرا سو بار پر نہ دغا میں
تہن میں آنکھ جھکائے کھڑی ہے کیوں رگس
وہ بے حجاب ہو گیا ایک ساغر سے
جہاں میں پانی کا کیونکر وہ کوہر مقصود
لحاظ ہے یہ فقط تیری دوستی کا ہمیں
قسم ہے مخبر قاتل تجھے مرے سر کی
تہن سے آئے نہ بے پردہ ہر بازار
اسے نہ شرم کسو سے نہ ہے کسو سے لحاظ
رہا یہ مد نظر پاس آہو سے لحاظ
اگر نہیں ہے کسی شوخ لالہ رو سے لحاظ
کہ ٹوٹے جس کا نہ سو شیشوہ و سہو سے لحاظ
جسے تلاش سے ہو شرم جستجو سے لحاظ
تہی جو یازم میں کرتے ہیں ہم عدد سے لحاظ
جو وقت ذبح کرے تو مرے گلو سے لحاظ
پور آئے گل جو نہ اٹھارہ رنگ ہو سے لحاظ

مضائی دیکھو ظفر آہیجے کے دیوے کی
نہ خور سے ہے اس کو نہ زشت رو سے لحاظ

جیسا ہاتھوں سے رہا تیرے یہ پہل محفوظ
 الہ و آہ سے خوگرہوں سدا میں غم کش
 لی گئی نعمت کوئین اسے اک ہل میں
 ہر و خاک میں لی جائے گی آئینے کی
 رقص مستانہ وہ کرتی ہے تری بڑی چشم
 پینے کی پھر نہیں لئے کا کسی دلبر سے
 کچھ نہ پائی خبر راہ نور دن عدم
 غلہ زابہ کو مبارک ہو کہ عاشق تیرا
 ایسا ہی روز جزا تو بھی ہو قاتل محفوظ
 ہووے کیا نغمہ مطرب سے مرا دل محفوظ
 ہو گیا دیکھ کے تجھ کو ترا ماہل محفوظ
 ہو گیا خاک ترے ہو کے مقابل محفوظ
 ساقیا دکھ کے ہو جائے ہے محفل محفوظ
 دے کے دل حنکوا ہوا خوب یہ بیدل محفوظ
 کہ وہ تکلیف میں ہیں یا سر منزل محفوظ
 ہے ترے کوچہ میں اسے عود شامل محفوظ

اسے ظفر چاہئے ہاں لطف سخن میں ایسا
 کہ جسے سن کے ہوں سب عالم و جاہل محفوظ

ردیف میں پہل

زلف شطابہ نے تیری کیا پری بیکر کی قطع
 تار اشک چشم سے یہ سنہ ہو سیر مرا
 بنی میں آیا ہوم پہلو ہاتھ بس خیاط کے
 بن گیا ظل سودا دل میں مانند سجد
 لائے کیا حرف شکایت تجھ سے پھر وہ روٹی
 قطرہ خون ہجر شاخ مزہ پر مردوں
 وصل کی شب ہو گئی اس عاشق معطر کی قطع
 بن گیا ہے مردوں اب یک قلم مسطر کی قطع
 کل سراپا دیکھتے ہی جامہ دلبر کی قطع
 جب بنا سوز غم جہروں سے دل عمر کی قطع
 جو زبان طبع شب گل گیر نے بکسر کی قطع
 ہیں جوید جلو گر اب لالہ امر کی قطع

لکھ بہ تبدیل قولی اسے ظفر اسے اک غزل
 مکتو تو نے تو کی ہر اک سخن پرور کی قطع

کیا نکالی شائبا نے دیکھو اس کا کل کی قطع
 چشم تر سے جبکہ ہو غیانی دلیائے اشک
 ہاتھ سے صیاد کے معلوم کل گشت جن
 ہو گئے گل باز جن میں کیوں نہ پھولے اسے صبا
 غیر سے لکھوا کے تونے قطع جب خط میں دیا
 ساقیا جوش سریشک خوں سے تجھ بن بن گیا
 شاخ کی جو باغاں نے یک قلم سنبلی کی قطع
 ہو غم امرو بھلا مردم نہ کیونکر لی کی قطع
 ہاں کھلیں کلیاں یہاں شمع ہوئے بلبل کی قطع
 ہے اڑتی فی الحقیقت اس نے میرے گل کی قطع
 ہم نے امید وا اس روز سے بالکل کی قطع
 ہے بیخہ دیدہ تر اپنا جام لی کی قطع

خوش نہ آوے مکتو کیونکر تری سب کو ظفر
 شمر میں تیرے عیاں ہے طالب مالی کی قطع

کم نہیں ہے سوزش داغ دل لگھر و خج
 کب تصور اسکا دل میں اور آہ آتھیں
 سوج شک چشم اے پروانہ کب ہے زیر پا
 اس رخ پر نور سے روشن ہو کیونکر مانتاب
 بلکہ ہمسر ہے ہمارا مالہ فکر و خج
 ہیں یہ فانوس خیالی میں ہم تصویر و خج
 سوج سودا ہے اے یام سمجھ زنجیر و خج
 ایک ہو کیونکر چراغ مہر پر تویز و خج

ہے اہل سر پر کفری یہ کل گئی شب کو ظفر
 ایک جا جوئی ہمیں آئی نظر گل گیر و خج

عشق میں رکھی ہے نسبت دیکھ تو بلبل سے خج
 سوج دور شعلہ اس کو مت بھینو دل بڑا
 شعلہ آواز قمری سے اگر جل اٹھے سرو
 آہ آئینہ کیا نکلے دل پر داغ سے
 بے سبب کب ہے لگن اپنی لگائے گل سے خج
 کھیلتی ہے رات کو اپنے سر کا گل سے خج
 ساقیا دیکھتیں اے ہم چشم جام ل سے خج
 ہم نے روشن کی ہے یارو چراغ گل سے خج

آپ ی نے یہ غزل لکھی ہے ہونہ اے ظفر
 کب ہو روشن اس طرح کی طالب عامل ہے خج

کس لیے اھنڈیں آہ ہم غنچہ و گل چراغ و خج
 یہ دل شک و دھم تن داغ بکر اور آہ گرم
 جام و گلابی شراب ساغر چشم مست مار
 خاطر شک و چاک بیب سوزش سبز و بکر
 قوی نظر میں ہے صنم غنچہ و گل چراغ و خج
 پاس ہیں اپنے دمدم غنچہ و گل چراغ و شم
 بزم میں اپنی ہیں ہم غنچہ و گل چراغ و خج
 ہیں یہ بیمار بزم غم غنچہ و گل شراب و خج

قطرہ خون و لخت دل مردک اور مزہ پرائشک
 ہیں یہ ظفر چشم نم نیچہ و گل چراغ و خج

گرچہ غرق اشک تر ہے گرے کی شدت میں خلع
کچھ ہو سراپا جدائی کی مری اس یار کو
کون ہے جی کو جلا اپنے سوز عشق سے
قبر پر میری بلا سے گر نہیں جلا چراغ
کٹ گیا سر کھل گیا تن جل گیا دل کرے
ہم تو رہیں شعلہ ساں تجھ بن ہمیشہ بے قرار
تجھ سے تاب حسن میں روشنی نہ ہوئے شعلہ گاہ
خلع کو کیا تاب اس کے دیرو سرکش رہے

جلتی ہے تہہ بھی لیکن سوزش الفت میں خلع
یوں جلے پروانے کی سوز غم فرقت میں خلع
لیک جلتا ہی کھٹا تھا یہ میری قسمت میں خلع
سوزش دل سے تو روشن ہے مری تربت میں خلع
عشق کے باعث یہ اب تو آگنی آفت میں خلع
بارپاؤں اس طرح سے یار کی خلوت میں خلع
اور نہ ہو ہسر کبھی تجھ سے قد و قامت میں خلع
کیا ہوا ساق بلوریں ہے تری صورت میں خلع

اے ظفر رکھی ہے اپنا نام روشن بزم میں
موت فلولس ہے اس کوشت عزت میں خلع

دیا بہائے گر مژہ انگبار خلع
ہوتا ہوں شب جو انجمن آرائے رنج و غم
اس شعلہ خو پہ کیونکہ نہ دوں اپنی جان میں
ہے دل ہلوں کو سوز محبت سے نازگی
گری سے تیرے حسن کی ہو وہ عرق عرق
تر ساقدم زباں ہیں لے کیا کریں بیاں
مکن نہیں کہ ہو نہ سرا جرم عشق کی
سوز غم فراق سے ہے کیا عجب اگر

تو بھی بچے ن سوز دل دافرا خلع
لیتا ہوں اپنی آہ کے خطے سے اپنی آہ کے خطے سے کا خلع
پروانہ کس طرح سے نہوے نار خلع
آفتل سے ہے گلند گل نو بہار خلع
اے شعلہ رو جو بزم میں تو ہو دو چار خلع
گویائی زباں پہ نہیں اختیار خلع
پروانے کے ہے واسطے سوجودہ وار خلع
بن جائے میرے اتار نفس مثل نار خلع

پردہ ظفر نہ سوز محبت کا ہو سکا
فلولس کیا ہوا جو ہوا پردہ دار خلع

شعلہ عشق نہیں ہے دل مایوس میں خلع
جنہش شعلہ سے پروانہ کے جل جائے پر
دیکھ کر چراغ کو شب تو نے نشے میں بدست
گورا گورا بدن اے سم بدن تیرا عاف
گھر میں درویش کے ہے روشنی دل سے چراغ
آہ پر سوز سے کر دل غم پنہاں کا چراغ

جل رہی ہے عجب اس پردہ فلولس میں خلع
ہاتھ ملتی ہے کھڑی حسرت و افسوس میں خلع
کھکشاں ہے کہ ہے اس خانہ سکوں میں خلع
ظفر آئے ہے سراپا ہمیں ملیں میں خلع
چاہئے محفل اسکندر رو کاؤں میں خلع
اس تجسس کو ہے لازم کف جاسوں میں خلع

وصل کی بات نہیں کھینچے ہے پروانے کو
کیوں ظفر شوق کنا روہوں یوں میں خلع

ایک ہے کیونکر چراغ مہر و تنویر و خیم
 ہے تصور دل میں اس کا اور نہ آہ آتھیں
 سوچ اشک چشم پر وانہ نہیں ہے زیر پا
 صبح ہوئے وہ فنا ہو یہ سدا جلا رہے
 بلکہ ہمسر ہے ہمارا مالہ عکس و خیم
 ہیں یہ فانوس خیال میں ہم تصویر و خیم
 جذب سوا ہے اسے باہم جو ہے ذخیر و خیم
 پھر میرا کیونکہ ہو داغ دل دلگیر و خیم

ہے اجل سر پر کھڑی یہ کھل گئی سب کو ظفر
 ایک جا جوئی نظر آئے ہمیں گل گیسو خیم

روایف نہیں مجھ

اس دل جلے کو چاہئے کیا کور کا چراغ
 اس رخ کے دور و مد پر نور کا چراغ
 جو دیکھے تیرے اس رخ روشن کو زیر زلف
 ہے دل کو آئینہ میں کہاں سوز عشق دیکھ
 کیونکر کہوں کہ داغ محبت ہے دل سے دور
 روشن رکھے ہے خانہ دل میں مدام عشق
 کس شعلہ غم کے کوچہ سے آئی صبا کو یوں
 جو نہیں زن ہیں رنج ہیں دنیا میں بے فروغ
 چشم و چراغ بادہ کشاں ہے یہ جام سے
 سولس ہو اور کون تپ غم میں رات بھر
 مثل سنگ گر مت ہمیشہ ہوائے نفس
 تربت پہ بے کسوں کی مناسب ہے ساقیا
 روشن اگر ہو نور حقیقت سے تیری چشم
 ہے صرصر حوادث دوراں کا غم بھی ساتھ
 ہے داغ دل ہی کشتہ رنجور کا چراغ
 تارا ساریاں ہے جیسے کوئی دور کا چراغ
 کبھے کہ چاند ہے شب دیکھور کا چراغ
 جلا ہے قہقہے میں عجب نور کا چراغ
 آتا نہیں ہے کام دلا دور کا چراغ
 سوز دلوں سے روزن ماسور کا چراغ
 مجھ کا حیات عاشق مہرور کا چراغ
 دیکھا ہے کس نے خانہ زبور کا چراغ
 روشن ہے جس دلیہ مہرور کا چراغ
 دسوز ہو نہ ہو ترے رنجور کا چراغ
 چالے ہے کاسہ سر مغرور کا چراغ
 روشن ہو جام بادہ نگور کا چراغ
 ہے ہر شرار سنگ نہاں طور کا چراغ
 کیونکہ جیسے کہیں دل مسرور کا چراغ

روشن ترے فروغ سے کیونکر نہ ہو چراغ
 تو ہی ظفر ہے خانہ تیمور کا چراغ

جگر پریش و جاں نشتہ دل فگار دروغ
 مدام داغ نصیب دل و نصیب جگر
 خواب و آب رواں لالہ زار و جوش بہار
 ہمیشہ وعدہ خدائی شعار یار غمیں
 ہم محبت و درد فراق و رشک رقیب
 صد آرزوئے وصال و حیات نیم نفس
 ہزار حسرت و صد خیف و صد ہزار دروغ
 نفس نفس نفس سرور و بار بار دروغ
 نہ جام بادہ نہ محبوب گمزار دروغ
 ہمیشہ جانب در چشم انتظار دروغ
 نجوم آفت و یک جان بے قرار دروغ
 نفس شکری و اندوہ بے شمار دروغ

ہزار مخمر الماس و یک دل صد پاک
 ظفر دروغ دروغ آہ و صد ہزار دروغ

عشق آفت ہے نہیں ماسح کافر ملا دروغ
 پھیرنے کو میرا دل کہتے ہیں یار اس کو برا
 میں کہوں اپنی کہانی سنئے سرباپائے صدق
 گل کی جھوٹی بات سن کر گل نہیں ہے آج تک
 لگ رہی ہے خلع اس کو تیری دسوزی کی لو
 کہتے ہیں قرآن سربگاندہ اے وعدہ خلاف
 ہے اس آفت میں آج جس نے یہ جلا دروغ
 بولتے ہیں معصیت آمیز یہ دلا دروغ
 قصہ خوں سے آپ کیا سنتے ہیں افسانہ دروغ
 آج بھی گل ہی سی قاصد مت خبر لانا دروغ
 عشق کا وعدہ کوئی کتا ہے پروانا دروغ
 مت سروعدہ مرے سر کی قسم کھانا دروغ

میں امور عاشقی میں اے ظفر ہوشیار ہوں
 لوگ دیوانہ مجھے کہتے ہیں دیوانہ دروغ

سدا کھاؤں جگر پر داغ پر داغ
 دیا کیا تو نے دلبر داغ پر داغ
 وہ گل کے گل بکیے پہ سوئیں
 پر طاؤس کے مانند ہے اب
 فراق یار میں یاں دست بردل
 دکھاؤں تجھ کو دلبر داغ پر داغ
 کہ میں جوں لالہ دل پر داغ پر داغ
 تو ہم کھاویں نہ کیونکر داغ پر داغ
 دل سوزاں سراسر داغ پر داغ
 ہوا گل پر گل اور داغ پر داغ

قبل ہیں داغِ لالہ کے بھی جس سے ہمارے ہیں وہ دل و داغ پر داغ
 گھنٹڑے لالہ ہر نہ کیوں مرے بھی ہیں جگر پر داغ پر داغ
 دھواں کیوں ساتھ آہو کے نہ نظر پڑے ہیں دل پہ جل کر داغ پر داغ

شب ہجراں کی کیا کہیے ظفر ہائے
 رہے کھاتے ہم اکثر داغ پر داغ

کیا لائے اس سرو کی بھلا ناب دم تیغ جو تشنہ لب آبِ شہادت ہو بیش
 ہو جائے اسے دیکھتے عیا آب دم تیغ نفاک اسے کرتی ہے سیراب دم تیغ
 تھہ بن کبھی گر بارہ کشتی کتا ہوں میں آہ لگتی ہے ہر ملک موج سے ناب دم تیغ
 کیوں کر نہ حباب اپنا سراب ہاتھ پہ رکھے بن جائے جو سر گرداب دم تیغ

کوئی کر نہ تم تیغ ظفر صودت ل ہو
 کردے جو دواں غوں کا وہ سیلاب دم تیغ

پایا نہ جائے کس کے گرفتار کا داغ کیونکر نہ میرے کعبہ دل پر لگائے لات
 پہنچے لنگ پہ کیوں نہ پھر اس یار کا داغ عرش بزمیں پہ ہے بہت عیار کا داغ
 نازک تر اس قدر ہے دل راز کا داغ نازک بہت ہے عشق کے بیمار کا داغ
 حق ہے کہ عالی ایسا ہو سردار کا داغ سبکدوشی اور ہو گیا ہر خار کا داغ
 مجھوں نے جبکہ دشت جنوں میں دکھا قدم

پایاں تک غرور حسن ہے اس کو کہ اے ظفر
 پایا نہیں ہر ایک طر حصار کا داغ

میں اگر اپنے دکھاؤں دل بایوس کے داغ
گر تجس میں پھر گا یہ شب و روز مرے
لب ساغر پہ نشان لب پاں خوردہ جو تھا
تھا بتوں کا جو مرے داغ جدائی دل میں
نہیں مٹنے کے پس از مرگ بھی ہرگز ظالم
سب کی نظروں سے گرا ہوں پر طاؤس کے داغ
پاؤں اک روز میں دوٹکا ترے چاہوں کے داغ
شوق یور سے مٹا دوں نگاہیں وہ چوس کے داغ
ہو گیا نازہ وہ پھر مٹنے ہی ناتوس کے داغ
ہیں مرے دل پہ سدا حسرت و انوس کے داغ

علم فتح و ظفر تیرا عیاں ہے وہ ظفر
دل پہ کیونکر نہ پڑیں قیصر و کاؤس کے داغ

یہ سوز دل سے جو ہے قاب بستر میں چراغ
وہ خیم رو جو مزارات کو کبھی جھانکے
پھرے ہے پارہ دل دیدہ پر آب میں یوں
صفائی دل سے نہ کیونکر نور حق ظاہر
جسے وہرات کو میں رات دن جلوہ تجھ سے
چلے وہ رات کو میں رات دن جلوہ تجھ سے
تلاش دولت دنیا ہے دیکھ چشم با
فروغ عقل ہو گیا نور عشق کے آگے
کیا ہے عشق نے روشن اندھیرے سے گھر میں چراغ
تو ہووے روزن و در کس طرح نہ در میں چراغ
جلا کے چھوڑے جیسے کوئی بھنور میں چراغ
چھپے ہوئے مہر کا کب دامن عمر میں چراغ
ہوا ہے دیدہ غول اس کی رنگور میں چراغ
کرے مقابلہ کیا سوزش جگر میں چراغ
کہ چشم مار سیر سے ہے منج زر میں چراغ
سدا حیر ہے خورشید کی نظر میں چراغ

جو آئے رات کو مہماں وہ ناز بزم فروز
تو کیوں نہ گئی کے مجلس خانہ ظفر میں چراغ

دکلائے اگر سوچ سرکش آب دم تیغ
جب جنبش ابرو سے تری قفل ہو عالم
اے طفل سرش تو ہی بہادر ہے کہ سب میں
جلا دو کھا اپنی تو شمشیر تو مجھ کو
در کار نہیں تشنہ ک ہے آب شہادت
ہو جائے لب تشنہ کو سیراب دم تیغ
پھر شرم سے ہو جائے نہ کیوں آب دم تیغ
دکھانا ہے وہ تیر نگہ تاب دم تیغ
کشت ہوں میں ابرو کی جو ہے آب دم تیغ
لے کر نہ نکل سوچ مگر داب تیغ

دم کیونکر ظفر اس کا نہ ہر دم میں بھروں لب
ہے گرد رواں خوں کا وہ سیلاب دم تیغ

ہوتا ہے روغن بھلا دل کی طرح کب چراغ
تجھ ساک کوئی مہ جمیں پائے نہ ہرگز کہیں
خانہ دل میں رہے روغن داغ عشق
کر کے اظہار ہم اس سے نہ سوز جگر
دل تو ہے پر آرزو کیونکہ بجھے گی ہوس
داغ ترے عشق میں کھاتے ہیں ہر روز داغ

غیرت خورشید ہے یہ گھر شب چراغ
اچھڑا جیسے لیکر اگر دیدہ کو کب چراغ
بجھنے نہ پائے مرا یہ کبھی یا رب چراغ
ہو گئے گل محل کے یہ سر مطلب چراغ
ہے ابھی روغن ہے یہ خوب لہا لب چراغ
بجٹے ہیں گھی کے ترے گھر میں جو ہر شب چراغ

کیوں نہ بجھے سوز دل دیکھ کے اس زلف کو
کالے کے آگے ظفر چٹا ہے ہاں کب چراغ

دلیف وفا

مجھ میں نور گل میں باہم مفلک کو تھی صاف صاف
فلکوں کا اس بے وفا کی بد نیاں کا کروں
یار کے نزدیک میں بھڑور ہوں یاں تک کہ شب
کھلت گل لے گئی دل کو ہمارے باغ میں
رو برو اس مہروش کے اڑ گیا سب رنگ و
خندہ گل نے دلا دلا مثل شبنم محمد

بات کی لغزش نہ تھی واللہ جو تھی صاف صاف
رات کو جو بات تھی بے پردہ سو تھی صاف صاف
گالی عی بر دم نیاں پر رو برو بھی صاف صاف
تیری عی کا اے سراپا باز بو بھی صاف صاف
دیکھنے میں چاند کی صورت بھی کو تھی صاف صاف
ہنسنے کی تیری عی کا اس میں بھی جو تھی صاف صاف

خج کی مانند جو آنسو بہاتے ہو ظفر
ساق سبیں کس کی دیکھی رات کو بھی صاف صاف

پھرے نہ کیونہ سراپا لے حباب بکف
نہیں ہیں اشک کے قطرے یہ صاف اے مردم
ہمیں وہ گردش چشم اس کی یاد آتی ہے
ہے تیرے صن کا درخشاں گر بت بے مہر
نہ کچھ لے کے مرے دل کو ہاتھ میں برباد
ہمیں خیال بھی ہے سدا سے اے یارو

سوج زن دلیائے خوں پہنے گا نیکر بکف
مثل رنگیں کیوں شہرکوں روز شب ساغر بکف
دست سڑکاں لے لیا ہے یہ گل انر بکف
مثل گل ہوتا ہمارے بھی اگر کچھ زر بکف
دام الفت سے نہ لے اب تو میرے شہر بکف
جو ہری بازار میں آوے نہ پھر کو ہر بکف

اے ظفر تیرے غن کی دیکھ کر حیرت کا دم
ذکر کیا رستم جو دکھ ہو برو ہمدرد بکف

جو کبھی آپ کا دل یار ڈلا اور طرف ہم نکل جاویں گے بس سر کو کٹنا اور طرف

مطلع دہانی

جان من جب سے ترا دھیان بنا اور طرف
مت گھٹا دل کو مرے لب سے لگا ساغر سے
مثل زنجیر کھلی رہ گئیں آنکھیں جس دم
لو میں پروانہ کی دسوزی سے بن جو گن طبع
شعلہ آہ میرا یوں جو پلٹے نہ لٹک
کیوں نہ روؤں میں تیری جان کو اسے قاصد اشک
ہائے تقدیر کے کلمے نے دکھائے یہ دن
دل مرا پھٹ گیا اور جی بھی بنا اور طرف
کر چلی یاں سے برس کر یہ گھٹا اور طرف
تم مجھے آپ دم تنج چٹا اور طرف
شب کو بھٹی ہے کھڑکی کھولے جٹا اور طرف
برق چمکائے نہ روشنی ہو پٹا اور طرف
حیف مکتوب مرا جا کے پٹا اور طرف
ایک دن تھا جو ابھر سو بھی بنا اور طرف

لکھ اسی قافیہ میں اور غزل ایسی ظفر
فکر کو اپنی ابھر سے نہ بنا اور طرف

کل تک دیکھے ہی جاؤ گے سدا اور طرف
پہنچے ہو کہ جو تم رات کو جا اور طرف
یوں جب مانگا تو بولے وہ بھی جھنجھلاک
جانب ہروئے دلدار سدا رہ اے دل
زخم دل دیکھ مرا تجھ پہ پیسے کا چراغ
کبھی دیکھا تو کرو ایک ذرا اور طرف
دل لگایا ہے کہیں آپ نے کیا اور طرف
جاؤ جی جاؤ چلو کھٹاؤ ہوا اور طرف
چھوڑ کر قبلہ نہ پھر قبلہ ترا اور طرف
ٹانگے مت سوزن مڑگاں سے لگا اور طرف

دل گرفتہ جو گیا بزم میں اس کی شب کو
 مسکرا ہوا ہاتھ میں لے ہاتھ لگے یوں کہنے
 مانگی زلف بٹاں کی یہ عجب کافر ہے
 سر جھٹھلا نہ دلا اس کو رب کعبہ
 جی میں جب آگیا مت اٹھ کے چلا اور طرف
 مری جاؤں گا جو تو یاں سے گیا اور طرف
 کاٹ کے بیٹھی ہے یاں ہو کے دھکا اور طرف
 ہلتی سر کی ہے وہ اپنی بلا اور طرف

لکھ نظر تیری تبدیل قوتی میں غزل
 تو سن فکر کی مت جاگ اٹھا اور طرف

یاں سے ناچار نکل جائیں گے ہم اور طرف
 دیکھ کر آپ کے الطاف و کرم اور طرف
 مطلع دینی

یوں نہ کہتا کہ چلے کس کی بزم اور طرف
 گردش چرخ کے ہاتھوں سے بھی امیہات چلے
 ان دونوں وہ جو نہیں گری صحبت ہم سے
 دھاتی جوڑے سے لگا تو جو لگے آمیرے
 بے قراری نہ کوئی پہنچو عزیزو میری
 رات کو گھر میں مرے آپ کے آنے سے لوگ
 روکے کہتے ہیں کہ کس آنکھ سے دیکھیں ملتے
 ہائے تقدیر کے لکھے نے دکھائے یہ دن
 تم ہوئے اور طرف ہو گئے ہم اور طرف
 ہم بھی پیدست ہو بادیدہ ہم اور طرف
 دل لگایا بننا تو نے منم اور طرف
 کھا کے سب مر گئے اختیار بھی سم اور بھی
 شب سے اٹکا ہوا ہے سینے میں دم اور طرف
 جا کے کرتے ہیں بیاں وصل کا غم اور طرف
 یہ غضب عیش یہاں جو دوئم اور طرف
 ایک دن تھا جو ادھر سو بھی بنا اور طرف

مٹے دل پہ لکھو لے کے قلم اور طرف

دل اگر لاکھ رکھے اب تک و دو اور طرف
 اصحا منع کیے سے کوئی چٹا ہوں میں
 شعلہ رو کو مری دسوزی پہ آیا نہ خیال
 رشک سے ناخن پا کے ترے اے لعل مر
 بن کیے آہ یہ آب دم تیج اے قاتل
 اس طرف کا جو تہاڑے نہیں ہے دل میں خیال
 کیونکر اس ترک پہرے کروں بوسے کا سوال
 ناز و انداز و ادا عشقہ اشارت چٹک

پر بھی جوں خلع لگے چاہئے لو اور طرف
 دل ہے کو ایک طرف گرچہ ہیں سو اور طرف
 دل گدازا اپنا ان کی لگی لو اور طرف
 شب کو مغرب سے گیا ہے مر نو اور طرف
 کوئی بچھتی ہے میری پیاس سے چھو اور طرف
 دل بنا رہتا ہے بس آپ کا تو اور طرف
 تجھ کو کہتا ہے دہن سیکہ ہو اور طرف
 غمزہ طواف و کرم ہیں سبھی نو اور طرف

اپے شکر سے بچے کیونکر بھلا کشور دل
 جانی کب عشق کے دیا کی ہے دو اور طرف

دکھلا نہ رخ پہ صید قلن تو کند زلف
 جو شانہ اس کو اے صد چاک تو نہ چھتر
 خال سیاہ اس رخ گھٹار پہ نہیں
 آفتاب مجھ سے کس لیے ہوتا ہے میری جان
 ہر صہدم ہے پاؤں کے کھوٹے پہ سو
 کیونکر نہ اس کو دام گرہ گیر اب کہیں

باد عمر ہوں میں تو گرفتار بند زلف
 مارپہ سے کم نہیں ہرگز گزند زلف
 آفتاب سے رہ گیا ہے یہ جل کے پسند زلف
 خاص یہ میرا دل ہے اگر ہو پسند زلف
 لیر از نسیم کون ہے دیکھ اب سمنہ زلف
 خالی نہیں گرہ سے دلا بند بند زلف

عاشق کے لک دل پہ چڑھی ہے ظفروں
 لے کر سیاہ حسن و نشان بلند زلف

شانے کی ہر نیاں سے نے کوئی لاف زلف
 جس طرح سے کو کعبہ پہ ہے پوشش سیاہ
 برہم ہے اس قدر جو مرے دل سے زلف یار
 مطلب نہ کفر و دین سے نہ دیر و حرم سے کام
 ناف غزال ہیں ہے کر ہے ہاتھ تار
 آپس میں آج دس و گریباں ہے روز شب

چیرے ہے مہر دلت کو یہ سوشکاف زلف
 اس طرح اس صنم کے ہے رخ پر غلاف زلف
 شامت زدہ نے کیا کیا ایسا خلاف زلف
 کرتا ہیل طواف غذا دو طواف زلف
 کیونکر کہیں کر ہے گرہ زلف ناف زلف
 اے مہروش زری کا نہیں سوائے ناف زلف

کہتا ہے کوئی جیم کوئی لام زلف کو
 کہتا ہوں میں ظفر کو سطح ہے کاف زلف

وسل کی ہونے نہیں دیتے جو تہید حریف
 دل پہ یوں وار کیا تیج نگہ کا اس نے
 ہل ہرو مڑگاں ہوں کسی قاتل کا
 دشت و حشت کو اردہ ہے کہ آباد کرو
 نامہ یار کو قاصد سے اڑائیں گے غیر
 دوستی میں تیری دشمن ہوئی یہ خلق مری

ان کی تصویر نہیں ہے مری تصویر حریف
 جس طرح کھینچ کے مارے کوئی شمشیر حریف
 نہ مری تیج ہے دشمن نہ مرا تیر حریف
 کھول دے کاش مرے پاؤں کی زنجیر حریف
 دیکھو لے بجائے ہیں کیا نہ اکسیر حریف
 ہدف تیر بنائیں میری تصویر حریف

ہم کو پرواہ نہیں گر کرتے ہیں عکس حریف
 ہم کو پرواہ نہیں گر کرتے ہیں عکس حریف

خج ساں رکھتے ہیں ہر چند نیاں اپنی دواز
 اے ظفر دیکھیں تو کیا کرتے ہیں تقریر حریف

ہے جو پیڑائی عشاق بد احوال پہ حرف
 خط کے لکھنے کی تو فرص نہیں پر جلدی میں
 آنکھ کا سرمہ جو رومال سے پونچھا اس نے
 گر نہ ہووے گا غلط نسخہ سودا میرا
 کیا خبر ہے کہ بنا کھد گروں کب سے
 ہائے کیا بے ادبی ہے کہ ترے نام سے ہے
 قال میں بھی وہی لفظ ہے سر قال پہ حرف
 لکھ دوں دو چار کھوت کے پر و بال پہ حرف
 بن گیا سرمہ سے اک صاف کا رومال پہ حرف
 آئے گا اس بت فو خط کے خط و خال پہ حرف
 نہیں تاریخ کے اس کاغذ کہن سال پہ حرف
 کدہ عاشق کے تکیں دل پامال پہ حرف

ہر رحمت کو بھی سایہ نے کیا جن کے سایہ
 اے ظفر ہیں وہ مرے نامہ اعمال پہ حرف

ذبح کرنا کہ ہواک دم ہی کی قابل تکلیف
 ہائے وہ چاند کی صورت مجھے یاد آتی ہے
 یہ ہمیں ہیں جو ترے رنج و لم سہتے ہیں
 عیش کی بات تو کی جائے تم کچھ اس کو
 کہ ترپے میں اٹھائے گا یہ شکل تکلیف
 تیرے دیکھے سے مجھے ہے مدد کامل تکلیف
 جھلنی وند بڑی سخت ہے مشکل تکلیف
 غم جہراں کی نہیں لکھنے کے قابل تکلیف

اے ظفر پوچھ نہ تو مجھ سے کون کیا خیال
 عشق میں جو کہ اٹھاتا ہے مرا دل تکلیف

ملیں گے اس سے گر ہم بے تکلف
 کہیں گے منہ سے جو ہم بے تکلف
 بزرگ زلف ہم سودا ازروں پر
 دل اپنا دے جو اس جان بجاں کو
 مرے زخموں میں بھر دو چارہ سازو
 ہمارا خانہ دل ہے مصفا
 تکلف سے صفا ہائی میں ہے غم
 تکلف آشنا ہیں آشنا سب
 اگر اک دم بھنی وہ مجھ سے جدا ہو
 کیا محفل میں اس کی تو نے رسوا
 گئے ہوویں گے باہم بے تکلف
 نکلیں گے خط میں پیہم بے تکلف
 نہ ہو جے ایسے برہم بے تکلف
 وہ ہو رسوائے عالم بے تکلف
 تک تم جائے مرہم بے تکلف
 رہے اس میں سدا ہم بے تکلف
 ترے برو میں ہے غم بے تکلف
 مگر ہے مالہ ہم بے تکلف
 نکل آئے مرا دم بے تکلف
 مجھے اے چشم پر غم بے تکلف

ظفر تم جام سے پتھوں سے اپنے
 چلاؤ اس کو جم جم بے تکلف

پروہی رہ جائی جو مطلب کا ہووے وائے حرف
 تاب کیا سوز محبت کا زباں پر لائی حرف
 ہم نے شوق وصل میں وصلی پہ کچھ لکھوویئے حرف
 اپنی شرح سوزش دل کا نہ لکھئے پائی حرف
 لکھ کے جو نیک شکتہ میں اُسے دکھلائی حرف
 تیری تنگی وہاں میں تک ہے پر جائی حرف
 کیا تعجب گر تکیں لعل پر بھی آئی حرف
 لوح پیشانی سے کیا ممکن کوئی مٹ جائی حرف

یوں تو نامے کا مرے اک ایک وہ پڑھ جائے حرف
 خیمہ ساں یہ نقشہ جاں ہو گرچہ سرتا پانیاں
 خطا اگر ہوتے قلم جے بہت دفتر سیاہ
 بل بے گری جمل گئے کتنے قلم ہم ایک بھی
 تھا ہمیں منظور دکھانا شکست دل کا حال
 رکھی ہر راز نہانی میں ہے وسعت گفتگو
 دیو تیرے لب نو خط کے اب یا قوت لب
 آب تو گریہ سے گزرے پہ نوشتہ کا مرے

چشم اس کی مادہ و نون ہے دیکھ اے ظفر
 کاتب قدرت نے لکھا حرف کیا بالائے حرف

دور یا منہ میں یہ اُٹھی کے ہیں زہراب کے کف
 لائے کیا کیا نہ وہ پیچھے خم محراب کے کف
 منہ سے علیے روں عاشق دہاب کے کف
 کھول دے اپنا جکو تو سامنے مہتاب کے کف
 شک جو چشم مری ہیں گر ہیں گرداب کے کف
 جھوک کر پیچھے نہ منہ پر گل شاداب کے کف

عرق اس زلف میں یا سوج پہ ہیں آب کے کف
 دکھ زہد ترے ہیرو کو اگر وقت نواز
 کیا بلا زہر محبت کی ہے ظالم ناصر
 بدبضا کا ترے ماہ سے ہو نور دو چند
 خون دل بحر ہے نور چشم ہے میری گرداب
 تو بہار اپنی دکھائے تو جہن میں شبنم

بل بے مستی کر ظفر بزم میں جائے پیر
 منہ میں بھرا آئے ہے چنائے سے تاب کے کف

رونیف کاف

ہر گزری اڑتے ہیں یہ دل کے ورق
 راج و الم غم سے ستن برستق
 لی گئے سب ارض و سما کے طبع
 تن بے جان میں باقی ہے رفق
 زلف آفتہ جہیں زیر عرق
 ہے بجم جلوہ شام مشق

ہر نفس حسرت و ہر دم قلق
 دے ہے یہ استاد محبت مجھے
 ایک ہی بے تاباں دل سے مری
 جلد آ کر جان محروں
 آج اس مست پہ ہر طرف بہار
 لب پہ نگ مسمی و سرخی پیاں

رد حاسد ہے جو منظور ظفر
 پڑھو قل اموز یرب اقلق

چک پڑا نہیں اس زلف کی شکن سے عرق
پیام کس کا یہ لایا کہ اتنا گرم آیا
کہن پہ اوں کی پڑ جاوے دیکھ کر اک بار
نہ سمجھو شبنم اے دامن اپنا چھوڑ دیا
مریض عشق کو بتا رہی ہے شربت سبب
عرق عرق ہے خجالت سے دیکھ کر کس کو

ظفر سناؤں جو یاروں کو میں بھی گرم غزل
تو آئی جائے انہیں گرمی سخن سے عرق

یوں تو مدت سے ہے الطاف و عنایت میں فرق
پہنچے کیا حسن کو اس مہر لقا کے لیلیٰ
دونوں میں جائے قاشا جو قاشا دیکھو
دل و جاں اس میں اگر جائے بلا سے جائے
رابطہ دو دل میں ہو پست جہاں مثل دولہ
تیری شوخی کے ہیں نواز سمجھنے مشکل

اے ظفر چاہئے درویش کو ضبط اوقاس
ذکر اور شغل کاس جبکہ ہو بوقات میں فرق

نہ رنگ ہاں مسی کردو چار شام شبنم
نشے میں چشم یہ دیکھ کر نہ ہو
قریب زلف و رخ یار کب ہے کوہر کوش
شراب سرخ جو ہو جام لا جوہر دی میں

نہیں ہے سرخ وہ سہاگ جہد مشکلیں پر
بغور دیکھ ظفر ہے بیمار شام شبنم

کب عشق میں دل کیوں کر نہ لے روز سستی
غنیچے بے وجہ نہیں برگر بیاں یہ جا
کون اس سر حقیقت سے ہو آگاہ ولے
ما پاں لعل مسی زہب یہ ہے تیری کہاں
قطرہ فشاں ہو سحر جوں گل تر سے شبنم
گرمی جوش نہ کرو غیروں سے تم بہر خدا

سودہ نور کے رخسار ترے ہیں دو ورق
ظفر میں اس دہن ت گگ کی ہے مستغرق
دار پہ کھیلچا ہے منصور کو کیوں کہنے سے حق
مہروش دیکھ سر شام یہ پھولی ہے شبنم
یوں ترے عارض گلگوں سے چلتا ہے عرق
ہم بھی الطاف و کرم کے ہیں تمہارے ذی حق

سودہ صادق ہے چشم اس کی کہ جس پر یہ ظفر
خال سے کاتب قدرت نے بنایا مطلق

ہوا ہے جس سے کہ گرداب چٹاب میں غرق
ہوئے ہیں یہ کسی عاشق کے خون ناب میں غرق
کہ عکس لب ہے ترا ساغر شراب میں غرق
میں دیکھتا ہوں اسے رات دن شراب میں غرق

ہوا ہے کون گرفتار زلف آب میں غرق
حنا سے سرخ نہیں دست و پاڑے قاتل
دو ہند کیونکہ نہ کیفیت اس میں ہو ساقی
کسی کے سامنے کرنا نہیں ہے آہ آنکھیں

تھام خون جگر کیوں نہ لے وہ کہتا ہے
ہوا ہے کوہِ دامن مرا شہاب میں غرق

تک وہ ہے تری کافر کہ جائے رنگ روق
تو جائے رشک سے کیونکہ نہ جام رنگ روق
کہ جائے دو رخ تصویر کا بھی رنگ روق
تو جائے زہرہ رستم بھی وقت جنگ روق

گیا نہیں مرا سبز عی بیدنگ روق
اگر ترے خطِ عارض کی دیکھ لے سبزی
نہ کیوں وہ دھوپ میں چہرے کا رنگ ہو تبدیل
کرے مقابلہ گ ترک چشم سے اس کی

ظفر وہ مالِ آنقل نشان ہے یہ اپنا
کہ جائے سن کے جسے سبز تنگ روق

یہ بھی کوئی ہے بھلا اے بت نادان طریق
زائد اس دل صد چاک کا پہچان طریق
کیا کروں دیکھ کے میں عقلمن لیان طریق
اپنا اپنا اب اے سبزو مسلمان طریق
طبع زر کے لیے مذہب و ایمان طریق

روز گھر غیر کے رہنا تجھے مہمان طریق
شانہ ساں سلسلہ زلف میں بیعت ہے سے
وصل کہ اس سے مرا ہوگا یہ بھلا رمال
شیخ ہے سبزو بکف میرے گلے میں زار
امل دیا میں وی جو کہ بدلتے ہیں یہاں

اے ظفر اس سے محبت کی توقع مت رکھ
آدیت کا جو رکھتا نہیں زمان طریق

بلکہ دی اس نے گٹھا سب عزت و توقد برق
زد و بخت سے ہے رنگ چہرہ تغیر برق
دم بدم ہر بیماری کھینچے ہے شمشیر برق
خاد وادی کا ہمارے گر ہو دامن گیر برق
ہر کو کہ روک سکتی ہے بھلا زنجیر برق
مٹنے قرطاس پر غم کے نہ یہ تصویر برق

میری آہ آنکھیں رکھی ہے اب تاخیر برق
دیکھ کر شرارت صن کی خورشید رو
ساقیا دے ہاتھ میں مسوں کے ساغر سے پر
دھیاں دم میں اڑا دیں برق کی ہے یہ یقیں
گرم رو کو محنت کی دل کی پلش دے ہے اڑا
شوخی چٹک سے تیرے دسجے گر تہیہ کچھ

مطلع خورشید مطلع اس غزل کا ہے ظفر
چٹکے اس کے رویہ کیا روئے پر تصویر برق

چند دن کی زندگی کس کو کریں باہم رفتی
عیش و عشرت کی رفاقت پر دلا ہرگز نہ بھول
نام میرے قتل کا منہ پر نہ قاتل لائیو
میرے دامن سے لگے رہویں نہ کیونکر خادومت

دل عی سولس ہے ہمارا اور یہ اپنا دم رفتی
یہ رفاقت ہے دو روزہ ہاں نگر ہے ہم رفتی
سر کو دینے کو ہے میرے ساتھ اک عالم رفتی
جوش و حشمت میں بھی تو ہیں میرے اب ہم رفتی

غیر کو جب دوست اپنا جانتا ہے وہ ظفر
اس کے کاہے کو لگے ہوئے بھلا ہم رفتی

پارہ ساغر و شیشہ نہیں درک کے ورق
چار چشم ایسا بھی کم نہ ہوگا اتارے صدقے
یوں ہیں تخت دل بیپارہ مرے اشک کے ساتھ
انجواں کو مرے اس طرح تراشا اس نے
غیر مالع جو ہوا پڑھنے کو میرا قصہ
گلے لگے دل صدر خند کے کب آہ کے ساتھ

ساقیا کیونکہ کہیں عیشے کو نیک کے ورق
میری تصویر کالے ساتھ وہ پتک کے ورق
جیسے قرآن سے ہو ہاتھ میں کودک کے ورق
جیسے بادیک اتارے کوئی زردک کے ورق
تم نے گردان دیا ساتھ ہی پتک کے ورق
کھنڈ گئے باد سے قدیل مہتک کے ورق

تیرہ بختی کا ظفر حال میں کیا لکھواؤں
کیوں یہ اتنا کروں عشق میں بلیک کے ورق

نہ لگیسے فرق افشاں میں اور سحاب میں فرق
نہ فرق یکسر مہتک دیوے کا کل میں
نہ کچھ شراب و نگہ میں تیرے کی بستی
نہ قیامت اور قیامت میں کچھ تفاوت ہے
نہ فرق تیرے بنا گوشت صبح میں ہرگز
نہ برق اور نگاہ غضب میں تیری دوتی

نہ تاب رخ میں ترے اور نہ آفتاب میں فرق
نہ کچھ پسے میں عارق کے نور گلاب میں فرق
نہ تیری چشم میں اور ساغر شراب میں فرق
نہ فند و نگہ چشم میں اور ساغر شراب میں فرق
نہ کچھ جہیں میں تری نور المہتاب میں فرق
نہ کچھ ہے غلطے میں اور حسن بے حجاب میں فرق

ظفر یہ وصف میں اس کے فزل نکھی تون
اب اپنے وصف میں لکھ نا نہ ہو جواب میں فرق

نہ فون دل میں مرے اور نئے شراب میں فرق
نہ مرے اشک میں بورت ارچنگ میں دوری
نہ لعل و پارہ دل میں مرے تفاوت کچھ
نہ داغ سبز میں نہ آفتاب میں ہے دوتی
نہ رنگ زرد میں اور شعلہ چراغ میں دور
نہ ہے جدائی مرے اشک و جوش دلیا میں

نہ میرے سینہ بریاں میں اور کباب میں فرق
نہ میرے نالے میں اور مالہ باب میں فرق
نہ آنسو میں مرے اور دروغ شتاب میں فرق
نہ دور دل میں مرے اور کچھ سحاب میں فرق
نہ درد خیم میں اور دل کے بیچ تاب میں فرق
نہ سرے کاسہ سر میں ہے اور سحاب میں فرق

نہ سوز سینہ میں اور برق میں فرق ظفر
نہ کچھ ہے پارہ میں اور دل کے مہتراب میں فرق

نہ کیجئے ہم سے بہت مٹھکو ترقاق پڑاق
چٹک کے بول نہ اتنا جہن میں غنچہ و گل
الہی محتسب رنگ دل کے ٹوٹیں ہاتھ
وہ دیے پائے نہ گالی کر لے لے ہم نے
جو کچھ وہ پوچھے تو رک جائے نہ اے کا صد
ذرا بھی سینہ صد چاک میں جو تڑپا دلگ
جو ایک بات ہوں تو جواب میں اس کے
سزا ہے دل کی اگر اس کو باندھ کر زنجیں

وگرنہ ہووے گی پھر دو بدو ترقاق پڑاق
نے کلام جو تیرے کھبو ترقاق پڑاق
کر تو ٹٹا ہے یہ جام و سید ترقاق پڑاق
ہزار ہوسر روئے کو ترقاق پڑاق
تجھے خدا کی قسم کہو تو ترقاق پڑاق
تو ٹوٹ جائیں گے نار رو ترقاق پڑاق
سنائے تو مجھے وہ سمہ خو ترقاق پڑاق
لگا لے کوڑے تیرے روہو ترقاق پڑاق

ظفر عروج جو شفیٰ پسند ہے اپنا
تو چاہتا ہے کوئی خوب رو ترقاق پڑاق

ردیف کاف

سورقم ہیں تازہ مرے زہب دن رنگ
کیا کیا گل شبنم زہ ہو فرق نبات
نفلے رنگ بھوں سے دم فیصد ہو کیا
غربت میں اگر آپ ہٹا بھی ہو تو اس سے
مشر میں بھی آویں تو وہ ڈوبے ہوئے آویں
پیارا ہے تیرا تیر بتا کس کے لہو کا

ہے طرف گل تر سے بہار جہن رنگ
تر ہو جو پسینے میں تیرا پیرہن رنگ
کاکا سا بنا اس کا تو وحشت میں تن رنگ
بہتر مرے نزدیک ہے خاک وطن رنگ
نیا ہو شہیدوں کو نہ تیرے کفن رنگ
کھلا دے ہے سوار مریجا دہن رنگ

سوزاں ہے تری آہ ظفر آقل دل سے
یوں جیسے جلے آگ میں کوئی دن رنگ

سوز دل سے کیا گلوئے عاشق مضطر ہے رنگ
جسم بھوں گری سوزاں سے کیا یکسر ہے رنگ
جوش باراں ہے تو کیا ساقی نہیں ہے بارہ لطف
اس طرح اہل صفا دنیا میں ہیں دنیا سے پاک
بھگ خوں مرگاں پہ میری دیکھو اے مردماں
بل بے گری تیری اے سوز محبت بعد مرگ
کاسہ گردوں میں اے تشہ لہو پانی کہاں
جب سے دکھلاتی ہے تو نے تابش خورشید صن

دیکھ کر ہوتا جسے قاتل دم بھر ہے رنگ
بلکہ مغرا اتھون بھی ہو گیا جل کر ہے رنگ
رنگ ہے جیتا ہوا الٹا پڑا ساغر ہے رنگ
جس طرح رہتا ہمیشہ ب میں گوہر ہے رنگ
کس طرح سیراب ہے گل شاخ گل کیونکر ہے رنگ
عین بارش میں بھی اپنی گور کا پتھر ہے رنگ
لگ رہی اس میں تو کچھ تھوڑی سی خاکستر ہے رنگ
چشمہ آئینہ میں آب اے پری پیار ہے رنگ

اے ظفر کشتی ہیں راتیں مجھ کو دوتے بحر میں
کون سی شب جوش گریہ سے مرا بہتر ہے رنگ

بلا سے جوں گل کاغذ جگر کتر کر پھینک
جہن میں یہ جو گل و برگ تر پریشاں ہیں
جو دیکھے رو زہار کو نلک تیرے
تصور خلع سے سرور ہوا تھا کیا گل گیر

ہمارا نامہ نہ لیکن کتر کتر کر پھینک
دیئے ہیں یا کس بلبل کے پر کتر کر پھینک
خلوط مہر کی دے نار زرد کتر کر پھینک
کر تو نے اس کے دیئے سوئے سر کتر کر پھینک

نہاں چلتی ہے قینچی سی اس ستم گر کی
کہیں نہ دے ورق دل ظفر کتر کر پھینک

ستارے ہیں یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک
 لگائے ہر روش پر ہیں شجر نزدیک نزدیک
 پڑے دس پانچ ہیں گلبرگ تر نزدیک نزدیک
 نکلیں سحریں ہیں میں نے استدر نزدیک نزدیک
 ترے تیروں کے میرے دل میں گھر نزدیک نزدیک
 جو غل عشق ک پیچے کچھ شمر نزدیک نزدیک
 چھوئے دل میں سو سو بیشتر نزدیک نزدیک
 ترے کشتوں کے اے قاتل میں سر نزدیک نزدیک

کہاں ہے رخ پہ بالے کے گر نزدیک نزدیک
 مرا سبز ہے باغ عشق جس میں مالہ قاہ
 خیال ناخن پازیر مرو قامت یار
 مرے خط سے کھلے گی اس پہ میری خواہش وصل
 برگ خانہ رنبو رہیں اے ناوک انداز
 نہ پہنچا ابو الہوس کا داں تلک دست کواہ
 دکھا کے دور سے وہ جنبش مڑگاں کو یک بار
 مثال دانہ شمع زہب سبز عشق

کہاں قرب اس کو حاصل ہو جو کھینچے آپ کو دور
 کہ کج ہے دور ہے اے ظفر نزدیک نزدیک

خال رخ سا ہے تری رنگ سیاہ مردک
 یک قلم ہے دس صف مڑگاں سیاہ مردک
 دیکھ چشم تر میں مرے جلوہ گاہ مردک
 سر پہ یک رکھ لے اگر اپنے کلاہ مردک
 جلوہ گر ہے جس پہ یہ مہر گواہ مردک
 چشم پر غوں میں مری رنگ سیاہ مردک
 ہے نگاہ چشم کو لازم پناہ مردک
 چشم پر غوں میں تجھے ہے اہناہ مردک

کیوں نہ ہو آنکھوں میں اپنی عزو ہاہ مردک
 چشم قاتل سے دلا ہوا مقابل دیکھ کر
 نیلوفر دیلا میں ڈوبا رشک کھا کر مردیاں
 ہل میں بن جائے فرنگ زاد یہ طفل سرشک
 چشم کا صفحہ ہمارے کچھ نہیں مضمر سے کم
 داغ بزدل رشک سے کیونکر نہ ہووے دیکھ کر
 ساتھ رکھتا ہے سپاہی تیغ کے یعنی سپہ
 ہے گل اہر سے یہ بھنورا کوئی لپٹا ہوا

لکھ بدل کر تافیہ لکی غزل تو اے ظفر
 جس پہ بسم اللہ ہو مد نگاہ مردک

نہ کیا ایک مہوں نے بھی سیلاب کو خاک
 روک سکتی ہے کوئی بچتے ہوئے آب کو خاک
 نور وہ جانتے ہیں مسند کثواب کو خاک
 خاک پر لگتی نہیں چادر مہتاب کو خاک
 عاقبت کھا ہی گئی رستم و سہراب کو خاک
 گر گئے جا کے مرے دامن احباب کو خاک

بار کر ہم نے کیا اس دل بیتاب کو خاک
 ایش تھمنے کے نہیں گرچہ ہے آنکھوں میں غبار
 خاک کو مسند کثواب سمجھتے ہیں فقیر
 صاف دنیا سے ہیں دنپا پہ کوئی روشن دل
 سطح خاکی پہ بہت زور دکھائے لیکن
 خاک ہوتا ہوں میں اس پر کہ جھٹک دے دو ہیں

تاب دلداس سے ظفر اس کے گرے گر بجلی
 کرے اک دم میں جلا کرو خوش آب کو خاک

جو پھینکے بھی تو سرداہ اپنی کاش کے پھینک
 زمیں پہ خن پا تو جو دے تراش کے پھینک
 کوئی بچھے ہے یہ دانے نہ پڑھ کے ماش کے پھینک
 جو ہاتھ میں بھی وہ بعد سو تلاش کے پھینک
 نہ کیوں ہو مالہ کے ساتھ آہ لجرش کے پھینک
 کہیں سے دے ہے کہیں واسطے سحاش کے پھینک

نہ نگرے خاک پہ دہائے پاش پاش کے پھینک
 ہلال عید تلک پر ہو منغل کیا کیا
 ڈسا ہے زلف کی مانگن نے دل کو افسوں کو
 مہوں آپ تو ہو خاک ڈھونڈ مت اکیر
 مہیکت بار گاہ عشق میں ہیں یہ دونوں
 وطن میں کیونکہ رکھے چین سے بشر کو تلک

سوائے لخت دل و انداز دیکھ ظفر
ورق نہ گنجد عشق میں قماش کے پھینک

نہیں ہے گیند کر تو جس کو دے اچھا کے پھینک
جو ہے نصیب میں رہا وہ ہی ہوگی عمل
کرے جو مجھ سے وہ شوقی سے قصہ ہم چٹنی
ذکر بجز دل عاشق ہدف کسی کا جگر
ہوا میں نامہ اڑے مرغ نامہ بر کی طرح
بہت میرے نصیبوں میں ہو تو مجھ کو دست
یہ کیا ستم پہ ستم ہے خدا سے ڈر صیاد
مجھ نہ طائر دل زیر زلف خال اس کے

ظفر کمال ہے تکلیف کے دل کے ہاتھوں سے
جو میرا بس ہو تو سینے سے نکال کے پھینک

لگی ہے اس ترے وحشی کے یہ بدن سے خاک
کہاں رہا ہے زر گل خبر تو لے بلبل
ہوئے نہ ہم ہیں فقط راہ عشق میں بر باد
ڈرے جو سوز محبت سے دل میں پروان
ہر ایک شخص ہجو زیر لکھ مکدر ہے
بچا نہ خاک سے دامن کہ ہاں کرے گا کیا

ظفر ہے تو بھی وہ آئینہ زباں کہ ہو جل کر
دل صورت تری گری سخن سے خاک

کھلے جو اس بات بے مہر کی جھلک سے پلک
کبھی بھی خار پہ ٹھہرا ہے قطرہ شبنم
اٹھا کے دست دعا مانگتا دہائی یہ
دلا وہ طفل فرنگی کہیں نہ بولے فیر
گھٹا کا سن کے گھٹا دل برائے برق یہ بات
ترے فراق میں کھانا میں اس قدر سبز

ظفر ملے کے کیا کوئی ہم سے انسان آکھ
بروز جگ نہ جھپکائیں ہم لکھ سے پلک

قطرہ خوں مت سمجھنا یہ بدایہ مردک
چشم کے دریا میں ہر دم اب تو مانند حباب
عاشق شیدا تصدق کو ترے اے جان من
اتک زہر آلودہ میری چشم تر میں روز شب
کچھ کنول سے کم نہیں ہے دیدہ پر خوں مرا
خال ہے اس رخ پہ یا اے دیدہ ہائے انتظار

فرت گل رو سے عمل لادہ ہر ظفر
چشم پر خوں نیری کھلایا ہے دماغ مردک

یوں ہوا خاک میں پنہاں تہ زار باریک
سوسل سے گھر یار کی تصویر نہ کھینچ
سرخ ڈورے ہیں فاش ازل نے کھنچا
دامن یار پہ لائے نہ گرائی یہ نسیم
میں ہوں جو ہاتھ سے گر کر کوئی تار باریک
اے مصور یہ بہت دیکھ ہے کار باریک
صنہ چشم پہ داں نقش و نگار باریک
چہان لے خاک سے تیرے تو غبار باریک

حاجت نقد نہیں دشت میں دیوانوں کو
لوگ نشتر ہے ظفر بر سر خاک باریک

ردیف کاف قافیہ

ہے وہ سوز عشق سے میرے دل مغر میں آگ
داغ دل میں آگ لخت دل میں چشم تر میں آگ
ہو گیا میں خاک جل کر پروی ہے سوز دل
خط میں ہے مضمون دل میرا ڈرا جانا ہے دل
داں کف پائے حنائی تک جو پہنچا دست غیر
یار بن ہوتا ہے سے ٹوٹی سے دل میرا کہاب
شعلہ جوالا مت سمجھ کہ یہ اے بھم
یہ لگا اور بھلا تجھ پہ ظالم ختم ہے
نے کسی مقل میں ہے وہ نے کسی بحر میں آگ
عشق کی سوزش سے ہے جھلکی ہوئی گھر گھر میں آگ
اپنے دامن کو بچائے میرے خاکستر میں آگ
شعلہ زن ہووے کبوتر کے نہ ہال و پر میں آگ
یاں لگی کووے ایسی جانتھی بس سر میں آگ سے سوز جہراں
سے پانی بحر مرے ساغر میں آگ
آگنی ہم دل جلوں کو دیکھ کر چکر میں آگ
ہوئے تو دم بحر میں پانی بھی تو ہودم بحر میں آگ

جی جلائیں کیوں نہ میرا یہ بتان سنگدل
دل ظفر ان کا ہے پتھر اور ہے پتھر میں آگ

میرے ان کے لئے سے گر رشک یاں کھاتے ہیں لوگ
جو کہا تم نے سو بچ میں غیر سے ملنا نہیں
مجھ کو لکھا تھا جو ہے اس سبز خط نے ہم نہیں
تو بھی در پر جانے سے اس کے وہ باز آتے نہیں
غصہ بھی کھاتے ہیں اور ہم خون دل پیتے ہیں نیت
کچھ تو ہے ان کو مزا اس میں بھی ہائے شیریں دہن
کیا مرا کر سکتے ہیں اپنا عی سر کھاتے ہیں لوگ
جھوٹی تسلیں کیا یہاں پھر آن کر کھاتے ہیں لوگ
ذہر کیا کیا دیکھئے اس بات پر کھاتے ہیں لوگ
جھڑکیاں دہاں کی اے دال استدر کھاتے ہیں لوگ
ساتھ کھانا ان کے جب واپس بیٹھ کر کھاتے ہیں لوگ
کالیاں جو تلخ تیری آن کر کھاتے ہیں لوگ

کیوں نہ اب بد ہو وہ مجھ سے ہے یقین وہ بد گماں
چٹلیاں جا جا کے میری اے ظفر کھاتے ہیں لوگ

ردیف لام

بنا جو خون جگر عشق میں شراب کے سول
گلابی رنگے عرق چین اگر وہ غیرت گل
عرق کا قطرہ ترے رخ سے اے گلستان رو
ہوا کے گھوڑے پہ وہ شہسوار جس ہے آج
جسے وہ جان سے مارے وہ طرہ مشکیں
عجب پھر محبت کا جوہری بازو
گڑک میں لخت جگر یک جگے کہاب کے سول
تو پیچیں خون جگر ہم ابھی شہاب کے سول
جو ہاتھ آئے تو لوں شیشہ گلاب کے سول
کہ بلہ نو کو بھی لیتا نہیں نکاب کے سول
پھر اس کی خاک بھی کبھی ہے مہتاب کے سول
کچے ہے اشک کا قطرہ درخشاں آب کے سول

ظفر وہ روئے کتابی ہے صحیفہ عشاق
کسی کتاب کا کیا آگے اس کتاب کے سول

خوشنما ہیں شاخ میں کیا سر پاس آہو کے بل
 سر گیا جو دیکھ کر اس زلف عنبر بو کے بل
 ہستے ہستے چہنہ میں پڑتے ہیں اس نگارو کے بل
 پہلے پہلے جس طرح لڑکے چلیں زانو کے بل
 یاد آئے شعلہ رو مجھ کو ترے گیسو کے بل
 رابند بھری سی کعبہ کو گئی پہلو کے بل
 دیکھے ملتے پر اگر اس شوخ آتش خو کے بل
 سر کے بال پاؤں کے بال سینے کے بل بازو کے بل
 کس طرح کوئی ٹکالے سوچ آپ جو کے بل

دیکھو چشم شوخ پر چین سر آہو کے بل
 سہل بچاں آگے کیونکر نہ اس کی خاک سے
 روکش موج تبسم ہے موج بوئے گل
 شک یوں مڑگاں سے آتے ہیں ڈھلک کر چشم سے
 دیکھا بل کھائی جو رود خرم کو محفل میں رت
 واہ وا اے جذبہ شوق محبت واہ وا
 بل بے گری شب بکلی بھی تھرانے لگے
 جائے ہیں کیا کیا گھسیٹے رہبر وا راہ وفا
 سیدھے کب ہوتے ہیں جن کی ہے طبیعت میں کجی

اے ظفر شانے سے بل نظر نہ زلف یار کے
 بلکہ اور افزوں ہوئے اس کافر خم کے رو کے بل

تجھ کو جو اس نے کہا دور ہو گھر سے نکل
 جیسے نظر جائے صاف روزن در سے نکل
 لیک نہ تنہا نکل بلکہ اڑ سے نکل
 گری پڑا اشک تر دیدہ تر سے نکل
 بھاگ گیا آفتاب صبح کو گھر سے نکل
 یہ وہ بلا تیر ہے جائے پر سے نکل
 شعلہ دل شمع ساں جائے ہے گھر سے نکل
 اشک میری چشم سے آئے ہے گھر سے نکل

نہا یہ گرا قاصد کس کا کمر سے نکل
 تیر گیا اس کا یوں زخم جگر سے نکل
 کون کہے ہے کہ آہ تو نہ جگر سے نکل
 ضبط کیا گریہ پر رک نہ سکا کب کیا کروں
 نکس رخ مہ جہیں شب جو لنگ پر گیا
 پار جگر کے ہوا تیر غم یار کا
 غلام سوزاں سے کو ہم ضبط کریں گے تو کیا
 من دہداں کا جب آکے تصور بندھا

پہرے میں کیا تاک بھانک کتا ہے پرہ نہیں
 سینے سے مہیہ بھڑا اپنے ظفر سے نکل

جو نظر چشم سیائے شک آہو سے نکل
 کر جیسے جام میں آجائے سے سہ سے نکل
 کر طوق قافض کے جائے کب گلے نکل
 دہک کے جائے اہل جسکے روبرو سے
 بلا نہ تھری کسی کو نہ کہہ کس سے نکل
 کر یہ تو اور بھی جائے ہے سوزو سے نکل
 نہ جائے آئینہ نا قید آہو سے نکل
 نہ جائے سلسلہ زلف مشک بو سے نکل

جو نظر چشم سیائے شک آہو سے نکل
 بھرا ہے چشم میں غول دل سے اس طرح آکر
 اسیر عشق کے ہے سر کیا تھ قید بلا
 تری ہے چشم مقلی وہ قاتل سفاک
 مثال آئینہ یکماں سمجھ تو خوب اور زشت
 رو کرے مراجیب جگر رو گر گیا
 اگرچہ دل ہو مرا وہ جہان سے آزاد
 بنایا حلقہ جوہر کو اس لئے زنجیر

۱۷ غرور تھا تقریر کا ظفر جکو
 وہ اک سخن میں گئے تیری مہنگو سے نکل

نظر تلے کی طرح سے اگر اک آدکاں !
 توکل جائے ابھی طرہ شمشاد کاں !
 نہ کیا ہم سے نہیں تم ایجاد کاں
 مارکھا جائے ہے جس طرح سے فولاد کاں
 ہائے کھانا تھ شوخ پری زاد کاں
 اے تم کیش عجب آفت ویداد کاں
 دود دل کھائے تیرے عاشق ناشاد کاں
 رشتہ دام بہت دکھتا ہے صیاد کاں

نہ رکھیں غیر پھر اتنا تریداد کاں !
 دیکھے گر گیسوئے خوبان پری زاد کاں !
 بل بے نفرت کہ رہا ہیں بجیں وہ ہر وقت
 سخت دل طول ال سے ہے خم و بیچ میں یوں
 گدگدی کیوں نہ کروں میں کھوش آنا ہے مجھے
 کیونکہ سیدھا ہو کہ ہے تیر مڑہ میں تیری
 رشک ہو سہل بچاں کو ہوا سے جس دم
 پھڑک اے مرغ گرفتار اڑا دے نکلے

اے ظفر اپنی ریاضت کا محبوب تکبل ہو
 نہ توکل پھر کا کام آوے نہ استاد کاں !

اے وفا کیش نہ اس یار جفاکار سے ل
 طرف قسم یہ گیا ہے درگھوڑار سے ل
 آج یہ نہچے گیا ترس بیمار سے ل
 پاٹ دامن کیا گیا تیرے گھڑار سے ل
 عطلہ آہ مرا برق شرر بار سے ل
 آبرو پانی مری جہم گہوار سے ل
 اے دل زار نہ تو اس بت خوشنوار سے ل
 داغ دل اپنا گیا لالہ کھسار سے ل
 زلف یوں تیری گئی ہے گل رخسار سے ل
 لب زخم جگر اپنا لب سوار سے ل

دل نہ پہلو سے مرے اٹھ کے دل آزار میل
 رنج خداں پہ اے شیخ مسی کے کہہ ہے
 چشم کمور تری دیکھ کیدل کیوان ہو خوش
 مرد ماں دیدہ غولہار کی دولت اپنی
 دامن چرخ جلاوے نہ کہیں دیکھ اے ہر
 روشنی کرنے کوایا تھا ولے نیساں بھی !
 تیغ ہو سے کریکے تھے اک دم میں شکار
 چمن سینہ میں میرے نہ ہو کس طرح بیمار
 جس طرح مارمید گل سے لپٹ جاتا ہے
 تیر کے نکتے ہیں اک ہل میں گیا ہے دیکھو !

اے ظفر آج عجب اہو ہوا ہے تو بھی
 سے کشی کرنے کو اس سانی سرشار سے ل

جھڑے یاں نکل دل سے صدم
خجالت سے ہوئی خج حرم گل
رہے ہے جیسے شبنم سے بہم گل
یہ لالہ کے ہیں میں چم غم گل
تو چمے شوق سے تیرے قدم گل
نہ کیونکر سبز میں اب کھاویں ہم گل
تقلے شاخ زرخس یک قلم گل
کسی نے ایسے دیکھے ہیں گے کم گل
سدا اس پر تو کتا ہے ختم گل
کچھ ایسا زود دے ہے چھ کو دم گل
رہے زرخس کی گردن کیوں نہ غم گل

وہاں کیا پہنے آئے اے صنم گل
دکھایا شعلہ و عارض جو تو نے
ترا رخ ہے پیچے میں نہیں تر
مرے دامن میں کب لخت جگر ہیں
اگر تو سر کر مکش میں جاوے
رہے ہے غیر کے بر میں تو گرو
نہیں تر خون سے مڑگاں ہے حیرت
مرے دل کے ہیں جیسے داغ رنگیں
دل بلبل سے نظے کیوں نہ مار
مبا اس کا بھی بس تو دم بھرے ہے
بھکے دل سے نکلیں وہ ہیں دیکھیں

ظفر خون جگر پیتا ہے سب وہ
نہیں رکھتا جو بلبل کا لم گل

تو آئے گل بھی نظروں میں صنم گل
کھلائے خوب میں اے ہمیشہ نم گل
بکے ہے کب چراغ صدم گل
عجب جھاڑے ہے زک یک قلم گل
تصدق ہوتے ہیں ہر ہر قدم گل
ہوا یک دست یہ فرش کلم گل

یہ ممکن کیا جو رخ سے ہو بہم گل
مرے دامن پہ اشک خوں کے تو نے
نیم باد سے مکش میں گل کا
مڑدہ سیاشک کرتے یوں ہیں سو جا
جہن میں گل نمط چہرہ ترا دیکھ
جو روئے اشک خوں سے بیٹھ کر میں

ظفر گھروں کیا نکلی غزل ہے
عجب مکش ہے تو سب میں ختم گل

سوچ جھاتی پہ مری شوق سے دل پاؤں کے بل
نعل حلق سے چوں خج پگھل پاؤں کے بل
اس لڑکھن سے بس اب تو نہ چل پاؤں کے بل
دیکھ بس اس کو مری جان نہ ل پاؤں کے بل
رو برو اس کے نہ چال سے چل پاؤں کے بل
بولا ست دور کیا لیجے دل پاؤں کے بل
ساقیا تھمے سے ہے نہ اچھل پاؤں کے بل
یا یہ چلتا خاترے کوچے میں گل پاؤں کے بل

اے جفا کیش تو اب گھر سے نکل پاؤں کے بل
مجھ کو سوچھے ہے کہ اک روز میں گر جاؤں گا
سر پہ عاشق کے نہ کر شور قیامت برپا
وقت کا تو ہے سلیماں یہ مرا دل ہے سو
اس کی پابلائی کرے گی تری اے کبک خرام
وہ فرنگی کا پسر دیکھ مری فوج سرکش
شیشہ و جام لے تو ہاتھ میں اپنے اٹا
سر نہیں آج اٹھاتا دل بے تاب مرا

لکھ ظفر اور غزل لکی کر جاتی ہے زمیں
سب غزل خوں ترے اب آگے سے گل پاؤں کے بل

چشم سے مت شک نکل پاؤں کے بل
 خج کے سر سے گئے الفت پروانہ میں آگ
 آبلہ سمجھوانہ اے رشت نور دن جنوں!
 زلف یوں چہرے پہ ملتی ہے سہا سے اس کی
 باغ میں دیکھ کے رفتار ترے خوش قد کی
 آنکھ عشق میں میرے دل بے تاب کو دیکھ
 طفل و تر نہ رہ عشق مری چل پاؤں کے بل
 ہر ترے عشق مری یونہی گئے چل پاؤں کیب ل
 ہم نے اس راہ میں پایا ہے پھل پاؤں کے بل
 جس طرح مار سیر کھائے ہے بل پاؤں کے بل
 گ گیا سرو چمن خاک میں کل پاؤں کے بل
 اڑ گیا رشک سے بہاب اچھل پاؤں کے بل

اے ظفر آہ نے کل جن کے عصا تھام لیا
 ورنہ ہم صنف سے جاتے نہ سنبھل پاؤں کے بل

حال کا اس کے جو دیکھے متھل کاکل کے گل
 سر پہ اس غم سے دکھ کیوں کر نہ وہ کالی کلاہ
 شک کے قطرے نہیں ہیں دامن مرگاں کے ساتھ
 نے ہے قرص ماہ تاباں نے ہے قرص آفتاب
 نیلوفر کا کب کھلے پھر پاس پھر ہر سنبھل کے گل
 جب کہ عائب ہو نظر سے باغ میں بلبل کے گل
 بکتے ہیں در پر چمن کے سوتیلے گل کے گل
 چرخ مینا غام پر ہیں نکس جام ل کے گل

اے ظفر باغ سانی ہے ترا ہر اک غن
 بھتے ہیں تحسین کے منہ سے ظہا آمل کے گل

ہے نہ قرباں ہی رخ قاتل خون دین پہ گل
 کوئی اس طفل فرنگی سے یو پوچھے کہ دھرا
 ایک دن ہوگی صبا اس کی فزاں دامن کش
 تنہ لالہ ہے دامن چمن میں پھولا
 لب پاں خوردہ سے ہو تیری نہ کیوں رخ پہ بہار
 چشم مست بہت سے نوش پہ یہ خال نہیں
 کھاتی سنبھل بھی ہے اس زلف دلاویز یہ گل
 ساغر بادہ گل رنگ ہے یا میز پہ گل
 صبح ہوتا تو ہے بلبل کی سدا دین پہ گل
 یاسا کے ہیں یہ تیرے قن شہد پہ گل
 ارنوں کا ہے کلا سبزہ نوخیز پہ گل
 نیلوفر کا ہے دھرا ساغر لبریز پہ گل

جان شیریں دی ظفر کوہ میں فرہاد نے بیف
 کھائے شیریں نے سدا الفت پروانہ پہ گل

کیا اشک تر ہیں اپنے چشم پر آب کول
 دل میں مدام چشم بتاں کا ہے یہ خیال
 لاتا ہے اپنے بچ میں ہر امل بزم کوا
 گری سے زلف یوں ہے تمہاری عرق فشاں
 وزدی سے اس نے گرم یہ گولا اٹھایا ہے
 دیکھے صدف میں ایسے نہ درخشاب کول
 ساقی دکھا نہ ہم کو سبو سے شراب کول
 حمامہ ج کے شیخ فضیلت باب کول
 بر سائے جوں جگر زمی پر حباب کول
 دست نلک میں صبح نہیں آفتاب کول

اقرار وصل میں بخدا دیکھو وہاں
باتیں کرے ہے کیا ہی وہ خانہ خراب کول

دیکھ ان کچوں کو عاشق محرم کہے ہے یہ
دلیائے حسن میں ہے ظفر گیا حباب کول

آج گلشن میں ہیں کس عاشق دل گیر کے پھول
حلاوت گل نمی مرقد پہ کچھ اس کے گلرو
گل رنگیں سے نہیں کم ترا ہر ایک سخن
فندق شام جہل ہوگی نہ لا کے پرو
پھرتے ہیں دامن فزاک میں اس قاتل کے
داغ جیسے میرے سینے کے ہیں ویسے کب ہیں
یوں ہیاس غنچہ وہی کا دل حیراں کو خیال
شاخ غنچہ ترے ماوک و پکاں سے جہل

غمزدہ ہیں جو گریباں کو صباح چہر کے پھول
تن پہ ہیں زخم حیرے کشتہ شمشیر کے پھول
منہ سے جھرتے ہیں ترے کشتہ شمشیر کے پھول
دیکھ بالوں میں تو اب زلف مگر گیر کے پھول
آج اک دام میں یہاں خون سے نچرے کے پھول
خوشنما یہ سپر قاتل بے پیر کے پھول
آگے رکھ دے کوئی جوں بلبل تصویر کے پھول
اور پر شرم ہے سو فار سے اب تیر کے پھول

جہن غلہ جنہیں دیکھ کے ہو سرو ظفر
ہیں ترے باغ میں وہ گلشن شمشیر کے پھول

نہ دور شام کو اتنی بد خوئی سے کیا حاصل
دل آزاری نے حیر کر دیا بالکل مجھے بیدل
نہ جاب تک چاک ہو دل چانس کب دل کی نعلی ہے
برائی یا بھلائی کو ہے اپنے اوسے لیکن
نہ کر فکر خطاب اے شیخ نو پیری میں جانے دے
چڑھائے آستیں خنجر بکف وہ یوں جو پھرنا ہے
عبث پس نہ رکھ داغ دل سوزاں پہ تو میرے
شیم زلف ہو اس کی تو ہو فرحت مرے دل کو

قصہیں دنیا ہی ہوگا بوسہ ختم روئی سے کیا حاصل
نہ کر اب میری دلجوئی کہ دلجوئی سے کیا حاصل
جہاں ہو کام خنجر کا وہاں سوئی سے کیا حاصل
کسی کو کیوں کہیں ہم بد کہ بد کوئی سے کیا حاصل
جوں ہوتا نہیں ممکن یہ روئی سے کیا حاصل
اے کیا جانے ہے اس عریضہ جوئی سے کیا حاصل
کہ انگارے پہ ہوگا چارہ گر روئی سے کیا حاصل
صبا ہووے گا سٹک چمن کی خوشبوئی سے کیا حاصل

نہ ہوئے جب تک فناں کو دل سے سل یک جانب
ظفر لوگوں کے دکھانے کو یک سوئی سے کیا حاصل

گر شک رواں ہووے مرنا نہ ہر دل
ما قاصد دل ہے نہ کوئی نامہ ہر دل
کنا نہ شکست اے تو سنگ ختم سے
سودائے محبت میں نہیں سود کی امید
وہ دل میں بھری میرے غم عشق نے آفتل
کیا ٹھہر سکے آگے تجھ ختم کے

لکھوں ورق پارہ دل پر خبر دل
ہو چاوے ہے کچھ آپ ہی دل کو خبر دل
مقتدر جو ہوتی تجھے قدر گھر دل
یا جی کا نیاں اس میں یا ہے ضرر دل
جہل جائے دو عالم جو گرے یک شرر دل
ہووے نہ اگر داغ محبت سپر دل

دیتا ہے دل اپنا وہی اس آفت جاں کو نے جانے کا ہے خوف نہ جی کو خطر دل
دل جائے گراں کوچے کو ہے جان بھی ہمرہ وقت سفر دل ہے بھی ہم سفر دل
نامنزل مقصد پہنچنا نہیں ممکن! ہووے نہ اگر شوق ترا رہبر دل
جب تک نہ کھلے یارِ تری زلف کا عقدہ کیا دل ہے کہ وہو وے مرا قفل درد دل

منت کشی بیٹے نہیں میرا دل بیمار
ہے دولت جاں بخش ظفر چارہ گر دل

بات نہ کر ساقیا ہم سے تو چل بہشت کول! ہووے گا ساغر سے کیا سول لئے یکمشت کول!
چرخ پہ کیا کیا ہوا شب نہ کال قبل دیکھ کے اس یار کا ناخن انگشت کول!
ناکوئی جانے ہوا یہ نہیں وابستہ خوں آپ وہ بن جائے ہے وقت زور وکشت کول!
اشک کا دیا مر وہ ہے کہ غم لکھا ہے روٹ لاک پشت اک عیاں پشت کول!
زلف کے حلقے میں ہو گر وہ رخ آتھیں! بچ ہو آقل کدہ غمب زردشت کول!
آئے ہے کس دج سے آج دیکھو وہ جنگجو تیغ خیمہ بکف احوال پس پشت کول!

ہر گل رنگ ہو قطرہ خوں اے ظفر
دیکھے گر اس شون کی خدق انگشت کول

اس گلبدن کی ہو ہے جو عطر قبائے گل! پھر کس طرح سے باغ میں ترا نہ جائے گل
گرکان بھی ذرا ترے آگے ہلائے گل کیا کیا طلبا نچے بار بیماری کے کھائے گل
مددے جو تیرے دست نگاریں کے جائے گل قرباں ہوں ناخون کے نہ کیوں برگہائے گل
زینا ہو کیوں نہ ہاتھ میں ساقی کے جام سے ہے وہ برنگ شاخ تو یہ ہے بجائے گل
گروں نہ سوز عشق سے معجز نہایاں! اے خیم کیونکہ پرورش آقل سے پائے گل
آ جائے گر ہوائے گلستان نفس تلک! بلبل کا دم ہوا ہو یہ کہہ کر کرہائے گل
بے اشک لخت دل کے ثمر کا نہ ہو نمودا آئے ثمر نہ شاخ میں جب تک نہ آئے گل
ڈنٹا ہے میرے سر صراخ سے آسماں! خورشید کا چراغ کہیں ہو نہ جائے گل

ہے ربط صن و عشق کو آپس میں اے ظفر
گل ہے برائے بلبل و بلبل برائے گل!

تو لاکھ اٹھائے ہوئے جلد اپنا قدم چل! ہو گا وہی قاصد جو شکی پہلے قلم چل
ہے فوج سرکش آج رواں چشم سے اپنی اے مالہ دل تو بھی وہاں لے کے علم چل
پھر بزم میں اس جنبش مرگاں کا چلا ذکر! باتوں میں کہیں جائے نہ تلوار بزم چل
وحشت مجھے کہتی ہے کہ زنداں بھی یہ تم سے کیوں ٹھک ہے یاں جانب صحرائے عدم چل
گردن پہ مری دیکھو تو اے حنجر قاتل! رک رک کے نہ یوں تجھ کو مرے سر کی قسم چل!

ہر چند کہا تو نے کہ آسوائے حرم چل
ساتھ اس کے بھلا تو بھی تو دو چار قدم چل
تھ جائے گا تولے کہ ذرا راہ میں دم چل

چھوڑا نہ محبت نے مجھے دیکھ کے زہد
جانا ہے ترے کثر رفتار کا ثابت
ہینے سے جو دم آئے لبوں تک تو کہے ضعف

کچھ بات جو کہتا ہوں ظفر اس سے تو واللہ
کہتا ہے عجب ناز سے مجھ کو وہ صنم چل

نا ہے پہلے نا ہو کر بٹا حاصل
کہ ہو رہے گا ثواب اس اس نواز کا حاصل
کے ہے خاک سے دیکھ آئینہ صفا حاصل
جواب نامہ نہ قاصد کو وہاں حاصل
ہوا نہ پر ہمیں کچھ رنج کے سوا حاصل
مریض عشق کو تیرے نہ ہو خفا حاصل
تک وہ دم پہ پھڑے کہ تو ہو مزا حاصل
ہزار شکر ہوا دل کا مدعا حاصل

نا ہے ساتھ تو پھر زندگی سے کیا حاصل
بھکا دے جدے میں آنکھوں کو سوئے کعبہ دل
جو دل کو صاف ہو کرنا تو خاکساری کر
دیا جواب مجھے زندگی نے یاں لیکن
مجھ کے راحت جاں اس کو دل دیا ہم کئے
زمیں پر آئے اگر آسمان سے بیٹیں بھی
نہیں خوش آیا ہمیں رزم ہے تک کھلا
ہزار پانہ کیا اس نے تیغ سے دل کو

بہنا آپ کو ہے خا پائے فخر الدین
کیا ظفر نے یہ کیا علم کیا حاصل

دنیا ہے چل چلاؤ کا رستہ سنہل کے چل
مانند جوش غم نہ نیاہ اہل کے چل
اس پر پسند وار نہ اٹا اچھل کے چل
سائے سے فح کے اہل فریب و غل کے چل
ہل ہے تو ہل کے ہل پہ تو کچھ اپنے ہل کے چل
ور آپ ہی وہ کہتا ہے پتلے کو کل کے چل
کہتا ہے کون تجھ کو نہ چل ' چل سنہل کے چل
آنکھوں کے روبرو سے تو لوگوں کے ٹل کے چل
تو لاکھ اپنی چال کو ظالم بدل کے چل
پروانہ اپنے دل سے یہ کہتا ہے جل کے چل
گلشن میں میرے ساتھ ذرا عطر ل کے چل
دو چار تیر یک سے آگے اجل کے چل

اٹا نہ اپنے جامے سے باہر نکل کے چل
کمر ظرف پر غرو ذرا اپنا ظرف دیکھ
فرصت ہے اک صدا کی ہلی سوز دل کے ساتھ
یہ غوں وٹ ہیں ان کو سمجھ تو نہ رہنا
وروں کے ہل پہ ہل نہ کر اٹا نہ چل نکل
انسان کو کل کا پتلا بتایا ہے اس نے آپ
پھر آنکھیں بھی توڑ دیں ہیں کہ رکھ دیکھ کر قدم
ہے طرفہ امن گاہ نہاں خانہ عدم
کیا چل سکے گا ہم سے کہ پہچانتے ہیں ہم
ہے طبع سر کے بھل جو محبت میں گرم ہو
بلبل کے ہوش گھٹ گل کی طرح اڑا
گر قصہ سوئے دل ہے ترا اے نگار

جو اتحاد طبع کرے اپنا اے ظفر
تو کہہ دو اس کو طور پہ تو اس غزل کے چل

چمکے تھے چار سو سپر یار کے پھول
تنہ ہے سوتیلوں کا جو انجم سے آسمان
گلچیں بنا تصور بوسہ کی لائق ہے
بچوں ک ہیں جو خون کف پائے خادرخ
شچی پھر ایک دم میں جھی جھی کی رات
ہوں وہ گلے کے ہار اگر اسی سے پوچھئے
کردی مہا نے ڈھیری میرے سامنے نو کیا
احسان کرے جولائے نکس تک مرے مہا

خرہیفہ وند یہ دو ہیں انہیں چار میں کے پھول
بکھرے ہیں کس کے طرہ دستار میں کے پھول
جن جن اس کے گلشن دمنار میں کے پھول
ہیں یہ ہنوں کے وادی خرد میں کے پھول
جھاڑے جو ہم لئے آہ شربار میں کے پھول
بکھرے ہوئے پڑے ہیں یہ کیوں بار میں کے پھول
لے لیتے گل فروش سے بازار میں کے پھول
وہ چار تازہ تور کے گلزار میں کے پھول

دلیں ہوئے ہیں خون سے فریاد کے ظفر
سب لالہ زار دامن کہنار میں کے پھول

لے کر کڑک داغ لوں کیونکر دل مضطرب سے جھیل
کھدے حوائی کو پھینکے سنگ پا کو ہاتھ سے
جو ہے شے اصلی وہ ہرگز دور ہو سکتی نہیں
ماخن دست ہنوں کی یوں نمایاں ہے خراش
کوئی میل گر نہیں ایسا زمانہ میں کردے
جائے ہے دشت مغیلاں مری اگر بچوں تو خار

یہ نہیں وہ نقطہ لیجے جس کو کافد پر سے جھیل
پائے نازک کو نہ دتیرے کہیں پتھر سے جھیل
کیونکہ لے جوہر کو کوہ تیج پر جوہر سے جھیل
میرے سینے کو دیا کو یا کر ہے پتھر سے جھیل
زیگ کہیں آئینہ گردون بدختر سے جھیل
پست اس کا ڈالتے ہیں یوں جن لاغر سے جھیل

جس طرح کوئی پکڑ کر اکیوں میں اے ظفر
لے سرسرم چمال پنجہ شک کے اوپر سے جھیل

ہو بدل ہوا اسی سے دیکھ کر ہلاں کی شل
ضر سوچ تبسمے ہوں زخمی کس کے ہیں
گرزینا دیکھ تیری صورت مد جہیں
جیسے ہے اس مصحف روئے کتابی کا خیال
کو نہیں کہنے کی طاقت حال دل پر اے حبیب
اشک خوں سے یاد ہیں دست حنائی کے ترے
چشم آہو حلقہ زنجیر آئے ہے نظر

چشم و اشل وہیں ہو اشک ہو خداں کی شل
ہے جوہر اک رخم دل میرا گل خداں کی شل
پھر کبھی ہرگز نہ دیکھے وہ مد کناں کی شل
ہے دل بیپادہ بھی بیپادہ قرآن کی شل
سب کہے درتی ہے بیمار غم جہراں کی شل
پنجہ مڑگاں ہے دیکھیں پنجہ مرباں کی شل
دیکھتا زہد جو اس غایت گرایاں کی شل

ہو نہ انسانیت فناں میں تو پھر فناں ہے کب
اے ظفر گرچہ ہوا ظاہر میں وہ فناں کی شل

خوش آوے باغ میں کیا مجھ سے بے دماغ کو گل
عجب نہیں ہے کہ ہو باغ باغ اے بلبل

کر میں سمجھتا ہوں اپن عی دل کے داغ کو گل
جو دیکھیں باغ میں گل پوش دیکھ باغ کو گل

سوئے مرغ جہن خوش نہ آوے زاغ کو گل
نہ پائے رنگ پریدہ کے پر سراغ کو گل
کرے لکھ پہ نہ خورشید سے چراغ کو گل
بچھے غنچہ گلآبی کو اور لیاغ کو گل

نہ بد خصال کو ہو قدر حسن جز عاشق
جہن سے ڈھونڈنا ہوے ہزار تا ہزار
مجھے یہ ڈر ہے کہیں میرا سرور مالہ
جہن سے کم نہیں مستوں کی محفل رنگیں

ظفر ہے کام دل تک کو جہن سے کیا
پسند آئے ہے دل ہائے باغ کو گل

ردیف

وہ گل ہو پاس تو ہ کیا ہی عین کا موسم
کر کس طرح کا اب آیا ہے اے سدا موسم
ہا ہے اور یہ برسات کا ہے کیا موسم
ہر ایک چیز کا ہے یاں جدا جدا موسم
تہارے عشق میں اپنا ہے ایک سا موسم
اباڑ کا ابھی یاد نہیں گیا موسم

بہار کا مرے سر پہ ہے آگیا موسم
سریک گل نہیں ہوتی کھنگلی دل کو
گمنا نہ دل کو مرے جام سے پلا ساقی
رہو گر یہ ہے اور آہ سر رو سوز دل
ہوا نہ مرغ یہ چہرے کا رنگ زرد مرے
جہن میں کیونکہ نہ زنجیر پا ہو سوج نسیم

دل کے تانہ لکھ دوسری غزل بھی ظفر
بہار باغ جس کا تو ہے سدا موسم

خوش آئے کیونکہ ہمیں لالہ زار کا موسم
مبادا آگ لگا دے چٹار کا موسم
پلا سے میری گر آیا بہار کا موسم
سدا رہے ہے دل داغ دار کا موسم
شکوہ بھولا ہے ہے برگ و بار کا موسم
بہار تو گئی آیا ہے خار کا موسم

ظفر میں ہے وہ شباب رنگ کا موسم
دلاؤ یاد نہ اس مجھ سہلی کی
ایسے کج قفس ہوں میں اے نوانو
نہ وہ گلوں کا رہے تیرے نہیں ہے جس کو فزاں
نہیں یہ لبت جگر سے ہے شاخ مرگاں تر
نمو خط کی نہ کیونکہ ہو تیرے چہرے پر

ظفر دکھائے ہے برسات کی ہوا ہم کو
ترے یہ گریہ بے اختیار کا موسم

کی تو یہ صیاد رشتہ سے دگ ہر گل کے رزم
وہ گیا تیر کا تیرے وہ دل پر کھل کے رزم
لایا پھر انگو تیرے ملتے ہی بزم کے رزم
تو ابھی بھرا میں تیرے کشتہ کاکل کا رزم
جس سے پڑتا ہے جگر پر طالب آمل کے رزم

دیکھتے ہیں ہانکوں کی پروا کب بھلا بلبل کے رزم
رشتہ کھانا ہے لب سقار جس کو دیکھ کر
نوشدار و سے نہیں کم حق میں یہ ساقی مرے
رکھ دے گر سوا ف اپنا اس پہ پوچھائے کی جا
آج وہ تیغ سخن میں تیرے برٹل ہے ظفر

اپنی دہشت میں چمکے نہیں تدبیر سے ہم
روز رچے ہیں ترے بھرم میں دل گیر سے ہم
بھدا دل سے گیا صبر و قرار و آرام
سر بسر دام بلائے دل آشفست ہے وہ
یوں تو کہہ نا ہے اے شونخ کہاں ہو پ
دھیان سونے کا نہیں چشم کو اپنی عیب سے
قتل منظور ہے گر تجھ کو تو بسم اللہ
تشد لب جان کے دکھلا نہ عرق ہر کا

کیا کریں بس نہیں ناچار ہیں تقدیر سے ہم
کام رکھتے ہیں سدا مالہ شبگیر سے ہم
جب سے واقف ہوئے یار ویت بے پیر سے ہم
بس غدر کیوں نہ کریں زلف گرہ گیر سے ہم
کھینچ لائیں گے تجھے آہ کی تاثیر سے ہم
جب سے وابستہ ہیں اس سونے کی زنجیر سے ہم
آرزو وصل کی اب رکھتے ہیں شبگیر سے ہم
اور یہاں سر ہیں اب دم شمشیر سے ہم

گردش چرخ کے ہاتھوں سے ظفر چکر میں
آہ فالوس خیالی کے وہ تصویر سے ہم

مر گئے اے واہ ان کی باز برداری میں ہم
سب پہ روشنی ہے ہماری سوزش دل بزم میں
یاد میں ہے تیرے دم کی آمد و شد پر خیال
جب ہنسلا گردش گروں نے ہم کو شکل گل
چشم و دل دیا ہے اپنے روز شب اے مردماں
روش پر رخت سفر باندھے ہے کیا بچے صبا
کب تک بے دید سے یارب رکھیں چشم وفا
دیکھ کر آئینہ کیا کہتا ہے یارو اب وہ شونخ

دل کے ہاتھوں سے پڑے کہیں گرفتاری میں ہم
خمع سال بچتے ہیں اپنی گرم بازاری م یہ ہم
بے خبر سب سے ہیں اس دم کی خبر داری میں ہم
مثل شبنم میں بیٹھ گریہ وزاری میں ہم
گرچہ سوتے ہیں ظاہر پر ہیں بیداری میں ہم
دیکھتے ہیں سب کو یاں جیسے کر تیاری میں ہم
لگ رہے ہیں آج کل تو دل کی ٹم خوری میں ہم
ماہ سے صد چند بھتر ہیں ارا داری میں ہم

اے ظفر لکھ تو غزل بخرو تو فی پھر کر
خامہ در ریز سے ہیں اب گم بازی میں ہم

دیوانگی میں ہم نے کیا کب وطن میں دم
دم میں نہیں فراق بہت سیسپن میں دم
مانند ہوئے گل نہ پریشاں مزاج کر
میں اس پری کا کشتہ کا کل ہوں دوستو
محفل میں اس کی تھل پٹا کی طرح آہ
خط کیا لکھوں پیام کیوں کیا کر اب مرا

میتوں کا اپنے آگے نہ ٹھہرا ہے بن میں دم
جز مالہ کب ہے نے کی طرح سے بدن میں دم
لینے دے باوصح ہمیں تک جہن میں دم
واپس پڑھ کے کچھ مجھ پر کفن میں دم
انکا گئے میں آن کے ہر سخن میں دم
جوں ہوئے گل سائے ہے کب پیرہن میں دم

ہنگامہ جزا کا نہیں غم مجھے ظفر
بھرتا ہوں دل سے دوئی بختن میں دم

جو منہ سے لے مرے کوئی جگر کے داغ کا نام
 بہار اس تن گل خورہ کی اگر دیکھو
 نہ ہوتا گریہ ترا خط ہنر خال سیاہ
 ہمارے سبز سوزاں میں ہے وہ آگ بھری
 برنگ طائر علقا جہاں سے اڑ جائے
 پھر ہے زیر نظر جب کسی کی گردش چشم
 وہ بھوک مارے تو ہو جائے ہم چراغ کا نام
 تو پھر زباں سے کہیں لو نہ سیر باغ کا نام
 نشان نہ طوطی کا ہوتا کہیں نہ زاغ کا نام
 کہ اس کے سامنے روشن نہ ہوا زاغ کا نام
 جو کوئی لے دل ہم گشت کے سراغ کا نام
 بلائیں لیتے ہیں لے لے کر ہم لایح کا نام

ہزار غنچے گلستاں میں ہو رہے ہیں تھک
 ظفر جہاں میں نہیں ہے کہیں فراغ کا نام

تیرے جس دن سے خاک پا ہیں ہم
 جس طرح چاہے ہم کو لے جائے
 جو کہ منہ پر ہے وہ ہی دل میں ہے
 ہمیں مثل صورت تصویر
 تیرہ بختی میں ہیں یہ بخت سفید
 تو جو ما آشنا ہوا ہم سے
 ہم ہیں جوں زلف عارض خوں
 خوں بہا ایک باز میں ہے اور
 خاک ہیں ٹیک کیا ہیں ہم
 جانے دل کو رہنا ہیں ہم
 مثل آئینہ با صفا ہیں ہم
 کیا کہیں تم سے صدا ہیں ہم
 کیا مگر سایہ بیا ہیں ہم
 یہ مہم ہے کہ آشنا ہیں ہم
 گو پریشان ہیں خوشنا ہیں ہم
 کشتہ خنجر اور ہیں ہم

اے ظفر پوچھتا ہے مجھ کو صنم
 کیا کہیں بندہ خدا ہیں ہم

کرتے غرہ سے جو یہ دعویٰ ایمان ہے ہم
 چشم دہم جو ہیں اس باغ میں مثل زخم
 کیونکہ کچھ لے سکیں ہم وہ ہی نہ دیوے جب تک
 باوجود یکہ ہیں اک سحر سے بھی ہم کم زور
 نہ تو ہیں نکلت گل نور نہ ہم دور چراغ
 داغ سینے کا چھبے کیونکہ برنگ خورشید
 کھر یہ ہے اسے توڑیں تو مسلمان ہیں ہم
 نہیں معلوم کسے دیکھ کے حیران ہیں ہم
 صاحب خانہ یہاں نور ہے مہمان ہیں ہم
 پر ہوا بلند ہے ہیں یہ کہ سلیمان ہیں ہم
 پر یہ ہے حال کہ باحال پریشان ہیں ہم
 رکھتے مانند بحر چاک گریبان ہیں ہم

اے ظفر اس نے تو انسان کو بنایا ضعیف
 ضعف سے الے کریں کیونکہ انسان ہیں ہم

دل اگر مانگو گے تم کو اے صنم دیوں گے ہم
 کارونگن کا کریں گے اٹھک دل کی آگ پر
 جانتے ہو آپ سادہ ساز جہازوں کو بھی
 پر نہ دنیا اور کو یہ بھی قسم دے دیں گے ہم
 نور بھڑکے گی جو چھینٹا چشم نم دے دیں گے ہم
 دم ہی سمجھے جاؤ گے گرا اپنا دم دیدیں گے ہم

زائد بے مغز کو ہوگی نہ کیفیت نصیب
 مش نہ سوڑیں گے تری تیغ ستم سے دیکھا
 گر کیوں دو گے نساں کیا تم دم رخصت مجھے
 یہ بھی تھا تقدیر میں لکا کر اے نوحہ بچے
 سب نکل جائیں گی اے قاتل ہماری حسرتیں!

جام سے کیا گرچہ اس کو جام جم دیں گے ہم
 سرنگ بھی عشق میں اے پرستم دیں گے ہم
 فہم کے کہتے ہیں کہ کچھ درد و لم دیں گے ہم
 یوں دل و جاں دین و ایمان یک قلم دیں گے ہم
 جب ترپ کر دم ترے زیر قدم دیں گے ہم

کندہ ہے دل کے تھینے پر ہمارے نام دوست
 اے ظفر کیونکر کسی کو یہ قلم دیں گے ہم

یونہی آنکھوں سے رواں آنسو اگر رکھیں گے ہم
 بعد جس دم محبت میں قدم رکھیں گے ہم
 گر نہیں صودت دکھاتے بھید و تصویر
 تجھ کو بھی وسنے نہ دیں گے رات بھر اپنی طرح
 جان و دل تاب و تون یونہی بھی دکھانے پاس
 گزرے ہم اس سر سے قاتل کیا کریں گے دکھ کے سر
 یہ دل دیوانہ واں بن جائے رہنے کا نہیں
 وہ بہت سرکش نہ دکھے گا ہمارے گھر میں پاؤں

سوسم اک برسات کا سا سال بھر رکھیں گے ہم
 دیکھ لینا اس کو بھی اپنا سا کر رکھیں گے ہم
 خیر اسی کو ہر میں پیش نظر رکھیں گے ہم
 شہوغل کو بچے میں تیرے اس قدر رکھیں گے ہم
 یاں جہوم غم سے کس کس کی خبر رکھیں گے ہم
 ایک سر کے ساتھ سو کیوں درد سر رکھیں گے ہم
 گرچہ زنجیروں سے اس کو باندھ کر رکھیں گے ہم
 سر بھی اپنا گرہ اس کے پاؤں پر رکھیں گے ہم

کرچکے ہیں امتحان جس بے وفا کا لاکھ بار
 اس سے امید وفا کیا اے ظفر رکھیں گے ہم

خوں جو کما ہو رگ عاشق ناشاد سے کم
 دم جو بھرتے ہیں بہت تیری محبت کا رقیب
 کچھ امیران نفس میں نہ رہا دم شائد
 رنجے مسائے بہت شب کو ہیں مجھ سے ملاں
 خوبرو اور بھی ہیں تو ستار بہت
 قتل کرنا ہے تمہارا لب جاں بخش مجھے
 دے جو وحشت کا سبق مجھ کو گلستان میں یار
 جوہر ظلم و ستم دیکھ کر معلوم ہوا

تک یار نہیں نشتر فساد سے کم
 بھی واقف ہیں ترے شیعہ بیدار سے کم
 آتی آواز ہے جو خانہ صیاد سے کم
 آنکھ لگتی ہے جو ان کی مری فریاد سے کم
 لیکن انصاف یہ ہیں اس ستم ایجاد ہے کم
 نہیں جیسے بھی مرے واسطے جلا دے کم
 تو نہ ہو سوچ جا ملتا استاد ہے کم
 کہ دل سخت نہیں یار کا فولاد سے کم

اے ظفر معرکہ عشق و ہنوں میں اب ہم
 نہ تو مجھوں سے ہیں کم اور نہ فرہاد سے کم

جو نکلیں خطا نہیں پیہم ادھر سے وہ ادھر سے ہم
 نہ ہونے دیں محبت کم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

کہاں قسمت کر بزم عیش میں دے جام بھر بھر کر
 سے گل رنگ کے ہر دم ادھر سے ادھر سے ہم
 کچھ اس کے آگے بولیں حضرت دل ہم سے کیا قدرت
 اگر ہم چشم ہوں بادل ہمارے دیدہ تر سے
 کریں سیراب اک عالم ادھر سے وہ ادھر سے ہم
 اڑائی خاک کیسی رشت کی مجھوں نے اور ہم نے
 چلے وحشت زدہ جس دم ادھر سے وہ ادھر سے ہم
 تری محفل میں ہیں پروانے پر ہم دل جے بھی ہوں
 کریں تاثر سوز غم ادھر سے وہ ادھر سے ہم
 ظفر گھرا رہا ہے دل نہیں دو چار بھی ہم
 کرتا ہے اس کو دے کر دم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

دیفانوں

کس نے دیکھا تم ہو کو ہے بیانے میں
 یوں اچھ پڑتے نہیں دیکھ کے بکلی کی چمک
 دید مجھوں کے تھے کیوں نہ ہو بکیر تیرا
 ہونٹ چاٹا کیے ہم رام سے چھوٹے پر بھی
 گد گدی کس لیے کی ہم سے کہ ٹوٹے یکدم
 رات کو نیند نہ اس بلہ جیس کو آئی
 کیا نزاکت ہے کہ کل نکس در گوش سے آہ
 خیم نے عشق کے سرشت سے شب محفل میں

چل رہی آج جو گوار ہے میخانے میں
 اڑ گئے ہوش ہمارے ترے ڈر جانے میں
 عشق نے پھینکا ہے مجھوں تجھے ویرانے میں
 دی تھی صیاد نے کیا چاٹ ملا دانے میں
 بند محرم کمر یار کے بل کھانے میں
 پھونکا انہوں تھا جب ہم نے بھی فسانے میں
 یہ پڑا بوجھ کہ درد اس کے ہوا شانے میں
 کاڑھیں الفت کی ہیں کلیں پر پروانے میں

اے ظفر سوچ کے آرام سے ہا پاؤں بہار
 سو قیامت ہوئی آک آگھ کے لگ جانے میں

تمہارے عشق میں ہم اے ہو کیا کیا نہ رکھتے ہیں
 خدا کی یاد میں ہر دم دم اپنے کو رکھ اے زبد
 چھپاؤں کس طرح سے اپنی اور اس کی میں الفت کو
 نہ کیونکر قبر پر مجھوں کی پہلے فاتح پڑھ لیں
 کوئی دم بھر کی ہستی میں غنیمت ہے ہمیں رہنا

جگر صد چاک رکھتے ہیں دل دیوانہ رکھتے ہیں
 جو دلا ہیں نہیں وہ سحر صد دانہ رکھتے ہیں
 یہی مذکورہ دائم قاتل و فرزانہ رکھتے ہیں
 کہ ہم بھی عزم رفتن جانب دیوانہ رکھتے ہیں
 جناب آسا لبالب عمر کا بیانہ رکھتے ہیں

فراق یار میں ہم ہو رہے ہیں آپ ہی حیراں
مخاں سے ہم کو ہیبت ہے کوئی کہہ دیوے زہر سے
برنگ طائر قبلہ نما مت پوچھ کچھ ہم
نیاں پر دامن و عذر اکا کب افسانہ رکھتے ہیں
کہ ہم اب نکر کہ اپنا درد سے خانہ رکھتے ہیں
کہ تنہائی میں ہم کیا حال بیجا کا نہ رکھتے ہیں

غزل اک اور پر مضمون پرچیں کیونکر نہ محفل میں
ظفر کہتے ہیں ہم بھی وضع استادانہ رکھتے ہیں

ہمارے سن کے مالے کیا سدا عسائے مالاں ہیں
مقابل تو ہمارے شاخ گل کے باغ میں مت ہو
کچھ لوں گا میں مت رو کو مجھے صحرا انوردی سے
یہی ہے روتی کا اب مزہ آپس میں اے یاد
ہنسا ہے کون ایسا کھلکھلا کر اے جا بجا کہہ
نہ قرباں کیونکہ ہم ہوویں کہ اپنا دل بھی قرباں ہے
کہیں طوفاں نہ برپا ہو کہ یہ آنکھیں بھی گریاں ہیں
تن پر داغ سے ہم غیرت سرو چھانیاں ہیں
کہ اپنی ابلہ پائی ہے اور خار مغیلاں ہیں
جو اپنے قدر دال وہ ہیں تو ہم بھی ان پر قرباں ہیں
جہن میں مسجد غنچے جو سب سرور گریاں ہیں
کو وہ سینے میں اب ہم لگاتے تیر مڑگاں ہیں

پروئے تو نے کیا نارغزں میں کوہر معنی
ظفر جنسیں کہاں محفل میں اب سارے سخاں ہیں

بھلا ان کو کہیں کیونکر نہ ہم کیاں دو قالب ہیں
نوائے عشق میں وہ اور ہم کیاں دو قالب ہیں
ظاہر گرچہ دوری ہے عزیز چشم عالم میں
تہارے ساتھ سایہ دار رہتا ہوں سدا ہم
کھلے چشم حقیقت میں تو اس دم یہ نظر آوے
نیا ویر مرقسی یا دو ہم کیاں دو قالب ہیں
وہ نے بچے ہیں جوں ہم ہم کیاں دو قالب میں ولے ہم
اور وہ اپنا صنم کیاں دو قالب ہیں
جدلی کس طرح ہوا یکدم کیاں دو قالب ہیں
کہ کس صورت حباب سوج ہم کیاں دو قالب ہیں

ظفر ہے ایک ان آنکھوں میں دوی نور دنیا
اجید یہ ترے سر کی قسم کیاں دو قالب ہیں

دیکھ جو ہمارے بہت مفرور کی گردن
شب تاج زر آلود پہ مازں تھی عبث خرم
دیکھا جو تری چشم معنی کو جہن میں
بالیں پہ جو تو آئے مری جان تو اچھے
سو فار ہے یوں سینے سے باہر کو وہ جیسے
یکدم میں لگا مت سے میں پی جاوں جو ساقی
ہو کون مقابل بل گردوں کے کہ جس نے
غلان کے تن سے ہو جدا خود کی گردن
کھلکیر نے اکدم میں وی دور کی گردن
ثبوت سے جنگی زخمیں بخور کی گردن
بچے سے ترے عاشق زنجور کی گردن
نقل پڑی ہے خانہ سے زنجور کی گردن
ہاتھ آئے خم بادہ انگور کی گردن
توڑی ہے دلا قیصر و قنطور کی گردن

تبدیل قولی سے عزل لکھ ظفر لکھ
تاجس سے بچکے جرات و مجہد کی گردن

اس بات میں کٹ جائے گی دو چار کی گردن
اک یار بھی ہر گز نہ ملے یار کی گردن
یوں پان سے دھکیں ہوئی دلداد کی گردن
ڈالے کی بلا میں تیرے بیمار کی گردن
خشتی عیا نہیں ساقی سر شاد کی گردن
دل نکلی نہیں اب ترے بیمار کی گردن

تہمت نہ رکھو اپنے گرفتار کی گردن
یہ غولہ قسمت ہے کہ قرار و قار
بنائے بلوریں میں ہو جوں بادہ گلگوں
مشر میں یقین ہے کہ یہ زلف سیر اے یار
خالی ہوا بیٹا تو خجالت سے سر بزم
خیرت کا یہ عالم ہے کہ جوں گردن تصویر

تبدیل تو فیضِ نزل پڑھ ظفر الہی
تحسین پہ ملے سامع اشعار کی گردن

بے جرم کا خون ہوتا ہے جلاد کی گردن
خون ہوئے کا ملاح مرا نضاد کی گردن
زانوں سے نہ پھر اٹھ سکی بہراد کی گردن
گر تو نے مرے حق سے یہ آزاد کی گردن
اور اس کے گئی عشق میں فرہاد کی گردن
دیکھے اگر اس بھرت شمشاد کی گردن

کیونکہ نہ قلم عاشق شاد کی گردن
مت نقد کرو میرا ہو ورنہ بے گار
گردن کے جو نقش کا گیا سوچ میں تیری
اے تیغ بگ مشر کو ہوں کا میں گلو گیر
نیریں نے تو جاں الفت پرویز میں کھولی
باندھے نہ ہوا باغ میں ہر سرو پھر اپنی

انہوں ظفر دیکھنے کو حال کے تیر
اٹھی نہ کبھی اس ستم ایجاد کی گردن

بھلا کیوں رنگدان جہاں مستی پہ ہنستے ہیں
وہ اے زہد تری اس آرسی جنتی پہ ہنستے ہیں
تمنا ہے کہ وہ اس جنس دل سستی پہ ہنستے ہیں
عجب دھڑ ہے سب عالم مستی پہ ہنستے ہیں

انہیں دیوانہ ہم سمجھیں ہیں جو مستی پہ ہنستے ہیں
صفا دیکھتے ہیں جو آئینہ دل کو یہاں اپنے
نہیں لیتے ہیں اک پورے پہ دل اور مسکراتے ہیں
شراب عشق کی کب اہل دنیا سمجھیں کیفیت

دلاور ہیں بہادر ہیں ظفر و جو دہم میدوں
وہ اعدا کی سدا شمشیر رو دتی پہ ہنستے ہیں

رقم نہ کر کے پیام عتاب دو خط میں
 خدا خواست آزر دگی نہیں تم سے
 اشارہ قتل کا ظفر سے نہ کیوں کر لکھے
 تمہارے روئے فقط پہ پا کر ہے ابرو
 عزیزو کاتب عصیاں جو ہیں انہیں کہہ دو
 ہمیشہ غیروں کو دیتے ہو تم سے القاب
 مرے سوال کا لکھ کر جواب دو خط میں
 جو لکھ کے اور بھی تہمت شتاب دو خط میں،
 عزیزو وہ بہت خانہ خراب دو خط میں
 نکلیں ہے یا یہ خدا نے کتاب دو خط میں
 رقم یہ کھینچ میرا حساب دو خط میں
 مجھے بھی ایک تو لکھ کر خطاب دو خط میں

نثانی پارہ دل ملے گرفتار قاصد
 تو رکھ کے تم کوئی برگ گلاب دو خط میں

وہ اپنے گھر میں واں پھولوکی جب چادر پہ سوتے ہیں
 نہ پتھر سے کس طرح مڑگاں پہ میری انگ کا قطرہ
 ہلایا برگ گل کا یہ صبا نے صبح دم چٹکا
 بلائے تم جو گھر میں ہم کو آدھی رات کو اپنے
 ہمیشہ معماں دہر ہیں یاں مائل غفلت
 میسر فرش کیا ہونا کہاں ٹھنڈی ہوا کھاتے
 تو ہم یاں غم سے یا رو خاک کے بستر پہ سوتے ہیں
 یہاں جو کہ ہیں وہ دار اور بخت پہ سوتے ہیں
 مرانا دھر کے مرغان جن شہر پہ سوتے ہیں
 ہم آویں کس طرح دیاں تمہارے در پہ سوتے ہیں
 عیش بھولے ہوئے یہ فرشائے زر پہ سوتے ہیں
 عدم کے سب مسافر دکھ کر سر پر سوتے ہیں

نہیں کچھ دین و دنیا کی خبر ہے اے ظفر ان کو
 جو اپنے سر کو رکھے زانوئے دلبر پر سوتے ہیں

خاک تم سے لی سکیں اے مصیبتان جن
 سینہ پر داغ میں مالاں رہے کیوں کر نہ دل
 دیکھ کر دست حلال اس کا مڑ جاؤں نہ کیوں
 شبنم و زنجیں نہیں سبکا غم بلبل میں آہ
 عرس ہے کس کے شہیدوں کا بتا اے باغباں
 زلف و خطا کا اس کی کس صورت یہ دل ہووے اسیر
 ہم گرفتار قفس تم زہب ایوان جن
 نغمہ نیکی سے نہیں خالی ہیں مرغان جن
 رویو جس کے تھیل ہے دست مرجان جن
 آج ہے سرگرم زاری چہم گریان جن
 لالہ و گل سے جو ہے سرد چہر اغان جن
 منضعل جس سے ہے سہل اور دیجان جن

اے ظفر میں ہوں غلام طوطی ہندوستان
 کب مقابل ہوویں میرے عندلیبان جن

چھائی پہ تری نقش ہیں گل زیر گریباں
ہوتوں سے اٹھلی آئی ہے گل زیر گریباں
لخت جگر آیا نہیں اٹھل زیر گریباں
سینے میں رہے ہیں مرے گل زیر گریباں

شب کیونکہ دیے ہار کے گل زیر گریباں
دے جام نہ سائی کر میں ہوں چور نشے میں
یہ تکمہ یا قوت ہے چشموں سے ہماری
لینے کو ترے ہر ماوک کے لب زخ

کھتا ہے بھی پردہ کوئین ظفر دیکھ
منہ کھلتے ہیں جہں غنچہ گل زیر گریباں

عجب ہے شکوہ رقیب کا یاں ہزار منہ میں ہزار باتیں
گولہ بن کر یہاں لٹک سے کرے ہے اپنا خبار باتیں
ہوئی کسی کے ہے آگے عدم یہ سب ہیں کئے کی یاد باتیں
کچھ ایسی یاد داتا کے لکھو ہمارے لوح ہزار باتیں
کیوں ہیں دیوار و دست ہم یاں تری عیسیٰ لیل و نہار باتیں
جتائیں پردے میں اب بجا کر یہ اس نے مطرب ستار باتیں
ہر ایک تصویر فرش قالی کرے جو بے اختیار باتیں
تمہار پر لکھت نیاں کی دلائی کیا کیا پیار باتیں

کبھی تو آؤ ہمارے گھر میں سنو ہماری بھی چار باتیں
چڑھا ہے کوٹھے پہ کون اپنے کہہ دیکھنے کو اب آہ جسکے
نہ ہم کو دیکھئے گا آپ ہر دم بھریں گے الفت کا تیرے ہی دم
چڑھ جاؤ مت پھول کوئی لا کر ہنستا ڈوبک اس کو کھلکھلا کر
کریں ہیں سرگرم گفتگو داں ہم اپنے محفل میں شعلہ خویاں
خیال ہم کو رہے مقرر رقیب بیٹھے ہیں یاں سرسرا
تمہارے انکار پائے کیا ہے عجب نہیں اس سے رشک بھی
ادا خوبی تو ان جاں کی پسند خاطر ہے اک جاں کے

مجھے ظفر کل جو اس کے ہم گھر کھلا یہ شکوے کا آگے مٹھ
گزر گئی شب تمام تم پر نہ ہو چکیں نہ ہمار باتیں

ہم اس چشم حقیقت ہیں کی بنیائی سے پھرتے ہیں
بسان آبیائی دن و رات سے پھرتے ہیں ے جو ہم سوئے میں
ان زلفوں کے سودائی سے پھرتے ہیں
جو ہم سوئے میں ان زلفوں کے سودائی سے پھرتے ہیں
کر چکا کے وہ جس وقت انگریزی سے پھرتے ہیں
کہیں سوداؤ دے بھی کوئی رسوائی سے پھرتے ہیں
ے جان بند خود بینی سے خود رانی سے پھرتے ہیں
کر خار ستاں میں اب ہم آبلہ پائی سے پھرتے ہیں
کوئی ہم مل وحشت رشت بیکائی سے پھرتے ہیں
جدھر یہ مدد جہاں جلوہ آرائی سے پھرتے ہیں
یہ خوش قامت جہاں انداز رعنائی سے پھرتے ہیں

عجب وہ ہیں جو دل کی ناہکیبائی سے پھرتے ہیں
یہ دانہ وہ ہے جس کی جنمو میں روز شب یاد
وہ کیا جانے کیا آفتگی لائے گی اب سر پر
چمن میں وہ کے روکش شاخ گل کیسے ہے خمیازہ
عبث تو درپے تدبیر ہے اے ماسح مشفق
صف عشاق کا ہے خاک میں دم ان کے ہاتھوں سے
ایسی جلوہ فرماکون ہے یاں روز شب ایسا
قدم آنکھوں سے چومے کیوں نہ بھنوں آن کر اپنے
عبث دامن کشاں خریلاں ہنوں تو ہے
گل خورشید نقش قدم سے ان کے آگتا ہے
دلاتا ہے آشوب قیامت اس جگہ برپا

ظفر تبدل بحر و قافہ کی یہ غزل سینے
یہاں دانشوران ہند دلائی سے پھرتے ہیں

آکے تب گردِ صوف سے کم پھرتے ہیں
یاں بھیلی سی پسر کو لئے ہم پھرے ہیں
وہں خوش ہو کے وہ غیروں سے ہم پھرتے ہیں
جو سدا ساتھ لئے لشکرِ غم پھرتے ہیں
جسجو سی میں سدا تیری صنم پھرتے ہیں
نک جو ہم لئے کے یہاں دیدہ نم پھرتے ہیں

اس کے کوچ میں دلا جا ک جو ہم پھرتے ہیں
وان جو ہر دم وہ کئے تیج علم پھرتے ہیں
ہم جدائی میں یہاں بیٹھے ہیں جن کے غمگین
جائے گردوں نے نہ دی بزم میں ان کو انوس
رات دن پوچھے ہے کیا ہم قوم و خور کی طرح
لہا میں بہہ جاوے گا غفلت سے وہیں بونٹک

ہے سراپا وہیں رہنے کی ظفرِ جی میں ہوس
کوئی اس کوچ میں ہم رکھ کے قدم پھرتے ہیں

شعلہ ساں تب کفِ انوس سے ملتے ہیں ہم
مثلِ خورشید تب عشق میں جلتے ہیں ہم
دیکھ سینے کی سفا کوئی کھلتے ہم ہیں
سوگ چھائی پر ترے ہاتھ میں دلتے ہم ہیں
سرننگ بھی تو نہیں دیتے سے ملتے ہم ہیں
دیکھ جوں سایہ ترے ساتھ سی ملتے ہم ہیں
دیکھیری سے سدا جس کے سنہلتے ہم ہیں
زہر اب آپ اگلے کر اگلے ہم ہیں

طبعِ روجب کہ ترے گھر سے نکلے ہم ہیں
نگہ مہر سے دیکھ اے بت بے مہرِ ذرا
سارہ رو لیرت آئینہ ہے ہر چاندولے
اثرِ زہرِ الم سے یہ نہیں آنسو سبز
سنگِ درین کے ترے در پہ قدم گاڑا ہے
تو جدا لاکھ کرے ہم کوہِ اے خانہِ ظراب
اپنی آہ سحری بھی ہے عصائے سحری
میلے بائیں کرو کچھ تلخ پہ دشام نہ دو

لکھ پکے یہ تو غزل لیکن اسی بحر میں اب
کافیہ اور ظفر لکھتے بدلتے ہم ہیں

خام کر اپنا کلیجہ وہیں ہم جاتے ہیں
ای باعث سے ترے گھر میں کم آتے ہم ہیں
لعلِ دل دستِ عزم میں جو دکھاتے ہم ہیں
دیکھنا کوچے کی کیا خاک اڑاتے ہم ہیں
سنگ سے شیشہ دل دیکھ بھڑاتے ہم ہیں
رشتہ فکر سے اب غوطہ میں جاتے ہم ہیں
تجھ سے بے مہر کوئی آکھ چراتے ہم ہیں
دیکھ جوں سرمہ اب آنکھوں سے لگاتے ہم ہیں
کوڑی کوڑی کاسب اسباب لٹاتے ہم ہیں
مفت میں جان و جگر اپنا گناتے ہم ہیں
کہتے ہیں گے اسی باعث نہیں آتے ہم ہیں

رخ نہیں سیدھا جو بس آپ کا پاتے ہم ہیں
جب تمہیں غیر کے گھر دیکھ کے آتے ہم ہیں
ہاتھ کا پکے ترا یہ یعنی ہوگا قفل
پاؤں گے کھوڑے پہ اب تو تو جہاں گروہوا
کام ہے تم سے بنو دل کا لگا بخدا
خج روکا بچے ہیں بوسے تری مثلِ چنگ
مثلِ خورشید اگر لاکھ لڑا تو آنکھیں
خاک یا کوڑی ہم خاک شفا جان کے بس
نرک شای کو کر اب طرزِ گدائی لے کر
جی میں کچھ ہوئے محبت نہیں اس کی خاطر
پھر کر منہ پر غضب دیدہ و دانستہ مجھے

چشم کیا خاک رکھیں اس سے ظفر لئے کی
جب کبھی قصہ غم ان کو سناتے ہم ہیں

پارچہ لباس کے گھر میں جڑے نیلم کے ہیں
وہی وہر گل کی ڈوبی جو مباحثہ کے ہیں
اس تن ہر زخم پر پھائے گئے مرہم کے ہیں
سب جلاتے آپ یاں مانند یہ ہیزم کے ہیں
لعل و گوہر سے بھلا قیمت میں یہ کیا کم کے ہیں
سب یہ گل بوٹے بنائے میری چشم غم کے ہیں
دور میاں مارے ہوئے ہم امرو نے پرغم کے ہیں
تیرے سنگ آستان بن بیٹھے کیا ہی جم کے ہیں
سادے اپنے آہ دشمن جان کے اور دم کے ہیں
ہم جڑے نظروں میں یاد آہ اک عالم کے ہیں

یہ ترے ہنساں نہیں رنگ مسی میں چٹکے ہیں
موج آوے گا جہن میں کیا مباحثہ گل
تن یہ گل خوردہ نہیں اپنا ہے اے رشک جہن
اے خریدارو میں کیا ہی جنت ہوں لیکن کر آ
مرد مان اشک و لخت دل کی کچھ جانی نہ طرز
فرش قالین پہ کہاں تھے گل انہوں کے ہم نصیب
تیغ سے قاتل تری کب زخم دل پر لگ سکے
کب اٹھائے سے کسی کے آہ اٹھ سکتے ہیں ہم
دیکھ کر لطف و کرم ہم پر تمہارے جان من
فکر ہے یہ ہی مجھے کیوں کر بچھن گئے ان دنوں

ہر کسی کو دل نہ اپنا اے ظفر دے کے گنوا
کون ہے اپنا یہاں جتنے ہیں جیتے دم کے ہیں

جہدم دل پہ لگائی ہے یہ خنجر مڑگاں
ظائر دل کو اپک لے گی یہ کافر مڑگاں
دور ہوں آہ وہ دل سے مرے کیوں کر مڑگاں
رگ پناہ سے مرے کیوں نہ ہو ہمسر مڑگاں
بن گئی سنتے چوٹاں کی ہے نیکس مڑگاں
ماوک اندازی نے توڑا اے مرے پھر مڑگاں
مارے جن کی یہ رگ جان پہ نشتر مڑگاں
شیر کے بال سے کیا کم ہے یہ دلیر مڑگاں
باد کش جھلکی ہے دامن کا بنا کر مڑگاں
سختی دل پہ مرے کرتی ہے مسلر مڑگاں

تجھ سے کب آکھ لے ہے وہ سحر مڑگاں
چنگل باز سے کب ہے تری کٹر مڑگاں
خار سے کھٹکے ہیں جو سبز میں اکثر مڑگاں
قطرہ اشک نہیں جھاڑے ہے کھر مڑگاں
دورو آکھوں کے یہ لخت جگر کی دولت
منہ سے کیا آمیزہ کا ہووے جو تک سبز پھر
پانی مانگے نہ الٹ وہ کبھی پھر کر اس دم
لکڑے کر دے ہے بس اکدم میں ہزاروں دل کے
کووک اشک کو آکھوں میں بٹھا کر مردم
بندھ رہا تاریہ انکوں کا نہیں چشموں سے

مرغ جاں سمیں نہ کسی طرح ظفر سنتے ہی
مارے اب تیر جو وہ دل پہ سراسر مڑگاں

سید سوزاں بھی ہے اپنا اجاغ آتھیں
خج سوزاں کا نلک پر ہے دماغ آتھیں
جو غلیل اللہ دیکھی سیر باغ آتھیں

داغ دل ہی کیا فقط ہے یہ چراغ آتھیں
سرخ کئی ہے کیا پروانہ جاں سوز سے
دل نے بھی عاشق ہو میرے سبز پر داغ میں

کیوں نہ گلشن میں کریں مے نوشِ مافریاں
ہاتھ میں لالا کے ہے ساقیِ لایخِ آنکھیں
لالہ خود رو کہاں ہے دامنِ کھسار میں
کوکب کے آنکھِ غم سے ہے داغِ آنکھیں

کون پکستا تھا میرے اس دلِ محکھ کو
آہ سے پاپظفر لیکن سراغِ آنکھیں

مد و خورشید نے واجب سے لگ کی آنکھیں
یاد میں اس ترے صنِ نکلیں کی ہم نے
حلقہ ناف ترا دیکھ کے پروں نے نثار
شب کو ہے ماہِ جنینِ انجمِ افلاک کے بند
سانے ان کے نہیں آج تک کیس آنکھیں
کثرتِ رشک سے ہیں کانِ نمک کیس آنکھیں
اپنی اے غیرتِ صمدِ خود و ملک کیس آنکھیں
دیکھتے ہی ترے دوس کی چمک کیس آنکھیں

اس کا یہ آنکھ چمکا نہیں بے جا بے ظفر
ہم سے رکھے ہیں وہ بے شب و رشک کیس آنکھیں

ہیں لختِ جگر پچھ مڑگان کے بس میں
صیادِ سرا رکھ دے نفسِ جا کے جن میں
ایسا بھی تو میں موردِ تقصیر نہیں ہوں
پروانہ صفت کیونکہ جلعِ خیم کے اب گرد
بچوں کی طرح ماتہِ بلا ہی نہ جاتا
کیا کہنے دلا سیراب اس بحرِ جہاں کی
یا سرخ لڑانے کو یہ چھوڑے ہیں نفس میں
وہاب ہوں غلامِ گلشن کی ہوس میں
کیوں گالیاں دیتے ہو مجھے بیٹے کے دس میں
کب اس طرح جل جانے کی طاقت ہے کس میں
ناشر نہ ہوئی اگر آوازِ جرس میں
ہستی ہے ہوا مثلِ حبابِ ایک نفس میں

جانے ہے ظفرِ وعدہِ عذابی کو تنہاری
بے فائدہ جھوٹی حبتِ اب کھاتے ہو حسیں

کیوں کیا عالم ہستی میں منہ سے جھاگ جاتے ہیں
نہیں ٹکڑہ کچھ ان سے ہے ہمارے بخت کی خوبی
شرارت کیا کیوں ان کی کر میرے خرمنِ دل میں
نہ ہو پامال اب کیوں کر بھلا یاروں دلِ عاشق
نہ دھڑکا دزدکا ان کو نہ کچھ غطرہ ہے دبزن کا
تراکیوں کر خیال اب دل سے اے مطربِ پسر جاوے
گلی اس طفلِ ہولی باز کی کیا برج سے کم ہے
کبھی سوتے ہیں محموری میں گاہے جاگ جاتے ہیں
ہمیں جب دیکھتے ہیں وہ تو کھر میں بھاگ جاتے ہیں
سدا برقِ تبسم سے لگا کر آگ جاتے ہیں
مسندِ ماز کی اپنے وہ چھوڑے جاگ جاتے ہیں
عدم کے جانے والے دیکھو کیا بیجا جاتے ہیں
جب آتے ہیں نیا سنتے ہوئے اک راگ جاتے ہیں
جو عاشق کھیلنے ہر رنگ سے وہاں پھاگ جاتے ہیں

قدم کس منہ سے راہِ عشق میں وہاں بولہوں رکھے
ظفر اس جا تو قیس و کوکب سے دھاگ جاتے ہیں

یاد کیا تم نے کیا شب اپنے گھر میرے تیں
کیوں رلاتے نہیں کے ہو تم اس قدر میرے تیں
پچکیاں آتی رہیں یاں ناصر میرے تیں
آبرو ہے آپ کی مد نظر میرے تیں

واہ سائی ازل ساغر میں تونے بھر دیا
نٹا کو پشت لب دہن کی دیکھ کر کہتا ہے دل
کشتی دل کا خدا حافظ کر اب نکلتے ہی آہ
اب کہاں سے طاق پر واز تا بام قفس
اس جھوم خال کا دل سے نہ جاوے گا خیال
ہے کہاں اشک مسلسل عشق کی سرکار سے
کردیا خانہ خراب اس خانہ دل کا مرے
اس کے کوچ کا تو رستہ دل میں ہے کہتے ہیں لوگ

بائے باب اس کو نور خون جگر میرے تئیں
لی گئے کوڑ پہ دیکھو اب خطر میرے تئیں
جہن پیشانی تر موج خطر میرے تئیں
کردیا صیاد نے بے بال و پر میرے تئیں
دو اڑیا روت کے تو دو کہیں گھر میرے تئیں
یہ طے خلعت میں ہیں سک گھر میرے تئیں
خاک تجھ سے چم و ہا اے چم تر میرے تئیں
لے چلی ہے بے خود تو اب دگر میرے تئیں

زندگانی کی خلوت تب اچھے گی اے ظفر
ایک پور دے اگر وہ لب شکر میرے تئیں

رکھے ہے مجھ کو یوں زیر لک تقدیر چکر میں
کہیں دیکھا ہے شاید اس نے تیری ناف کا حلقہ
مجھ کو مہر تاج زر سرا اس کا تو قلم کنا
بیاباں گرد تھا تنہا نہ مجھوں عشق لیا میں
رہے ہے روز شب گروں پہ تیرے حسن کے آگے
گولا یہ نہیں مرائے وحشت میں ہے اے یارو

کر فانوس خیال میں جوں تصویر چکر میں
بھنور کی طرح جو ہے عاشق دلگیر چکر میں
کر تھا رانجھا بھی تیرے واسطے اے ہیر چکر میں
کر پروانہ ہے گرد خنجر اے گلگیر چکر میں
مر تابندہ خورشید پر تیرے چکر میں
رکھے ہے خاک میری عشق دانگیر چکر میں

کروں گرام و افغان ظفر میں تو اسی دم یاں
جہاں آسا ہو کاغذ چرخ کی تعمیر چکر میں

ہم شعل اور روتے یا چشم زار میں
دخ پہ زلفت مہر میں کے کب سرا سر ہار ہیں
ایک تو دست ہنوں سے تھا گریباں نار نار
پھونک روں آتش لکک پر شرط ہے طبع رما
حق ہے کہا منصور کی تھی دار پر خرسنگی
زلف و خال و خط سے اس کے کیونکہ دل اپنا بچے

گالیوں کی وہ ہمیں دیتے وہاں بوچھاڑ ہیں
خرمن گل پر بٹھائے تونے کالے مار ہیں
دوسرے دامن کشاں صحرا کے بیکر خار ہیں
آہ کے شعلے مرے جوں برق آتش بار ہیں
اشک مڑگاں پر مرے منصور سے سردار ہیں
پور اس جنس گراں کے اب یہی دو چار ہیں

اور جلدی سے ظفر لکھو غزل رنگیں تم
ہے زمیں خاصی گلند قائلے بیار ہیں

وہ ہیں اپنے گھر میں بیٹھے ہم ہیں دیوار ہیں
مر کے دینے کو یہاں ہم دمدم تیار ہیں
لی سکیں کیونکہ کہ وہ مجبور ہم لاچار ہیں

وائے قسمت انہیں لئے کے کیا آثار ہیں
ہاتھ میں کھینچے ہوئے وہ اپنی واپس تلواریں
خوف انہوں کا سے ان کو ہم کو بیگانوں کا ڈر

کیا مصیبت ہے بھلا کیونکر نہ ہوئیں زار زار
 لے خبر لہ جا کر اب توں کی اے منم
 لخت دل اور اشک کہ جھٹے ہیں آنکھوں سے مرے
 ہم نے کیا تعمیر کی ہے کیا گن ہ سرزد ہوا
 ہم توں کو چاہتے ہیں جان و دل سے عشقیں
 ہم سے وہ بزار ہیں اور ہم انہوں پر زار ہیں
 آج مرتے ہیں ترے دو چار جو بزار ہیں
 لعل کے لکڑے ہیں یہ اور وہ در شہوار ہیں
 گالیاں کیوں آپ دیتے اب ہمیں ہر بار ہیں
 ہم کو وہ چاہیں نہ چاہیں اس کے وہ مختار ہیں

دکھیے آویں نہ آویں ہم کو کیا معلوم ہے
 لیک آنے کا ظفر وہ کرے قرار ہیں

ہجر کے ہاتھ سے اب خاک پڑے جینے میں
 خون دل پینے سے جو کچھ ہے عداوت ہم کو
 دل کو کس شکل سے اپنے نہ مصفا رکھوں
 اشک ولخت جگر آنکھوں میں نہیں ہیں میرے
 درد اک اور اٹھا آہ نیا سینے میں
 یہ مزا اور کسی کو نہیں سے پینے میں
 ہلوہ گر یار کی صورت ہے اس آئینے میں
 ہیں بھرے لعل و گہر عشق کے جھینے میں

شل آئینہ ظفر سے تو نہ رکھ دل میں خیال
 کچھ مزا بھی ہے بھلا جان میری لپٹے میں

موج دلیا سے نہ ہو کس وجہ ہسر آئیں
 سرو ہسر ہو سک سے تیرے قد دلو سے کیا
 موج طوفان خیر اس کو دیکھ کو کتنی ہے غلظ
 کیا بنے یہ دیدہ تر اپنے ہم چشم حباب
 روز شب انکوں کی دولت ہر چہ کی یں
 خار صحرا نے اڑائیں دھبیاں دامن کی کا
 یہ بہنور خورشید سے ہے کار چوبلی دیکھ لو
 روز شب رہتی ہے میری چشم تر پر آئیں
 کیا چڑھاتا ہے تو اے رشک صنوبر آئیں
 اس نے ہلکا ہے تبا کی این چن کر آئیں
 موج دلیا بن گئی اب اے شکر آئیں
 چشم تر بھرا بنا ہے اکرو چادر آئیں
 چاک ہے دست انوں سے بھی سراہر آئیں
 بن گئی ہے موج دلیا کی مہجرا آئیں

دھری کھو غزل تم اے ظفر نکھڑ چیں
 چھو سکے تری نہ یہ خوف ظفر گرا آئیں

دیدہ تر کو جو پونچھا میں نے رکھ کر آئیں
 آئیں کو کون تیری چھو سکے اے جامہ زیب
 چمکے ہے ساعد پہ تیرے جوں تریا تو رتن
 اشک اپنا بھی کوئی اے مرد ماں طوفان ہے
 پھر نہ عالم میں کہیں یک دست طوفان ہو چا
 تیج کو تکتے ہیں اس دم اس کے جاہاز ان عشق
 دیدہ سے آئینہ روئی رہ گیا اے مرداں
 بن گئے شکر حباب اور موج نکسر آئیں
 مار بیچان کی ہے صورت ہر شکن پر آئیں
 تیری رشک کھلٹاں ہے ماہ جگر آئیں
 چھوڑنا ہرگز نہیں یہ غفل رتر آئیں
 اسلئے رکھتا ہوں یارو چشم تر پر آئیں
 جب القا کہہ کے ہے اللہ اکبر آئیں
 چشم تر پر بن گئی سد سکندر آئیں

مجھ کو یہ ڈر ہے مہادا کو دامن گیر ہو خوں سے آلودہ ہے تیری اے سنگر آستیں

ہر نیساں کیوں نہ غفلت سے پائی اے ظفر
طرفہ تیرے گل کی جھاڑے ہے گوہر آستیں

گر قلم تو لے دم تحریر سیدھے ہاتھ میں یک قلم گل گاؤں میں تصویر سیدھے ہاتھ میں
طاہر دل دوں ہوں تجھ کو پر کہیں جائے نہ چھوٹ خام تو مضبوط یہ پتھر سیدھے ہاتھ میں
ماہب مجنوں ہوں میں دوستوں بہر شکن لے کے پہناؤ مجھے زنجیر سیدھے ہاتھ میں
اے ترے قربان کو ذبح کرنا ہے اگر لے پھری پڑھ کر بھی تکبیر سیدھے ہاتھ میں
دست چپ عیاں میں مابین چوری غضب میں نے کی کچھ ہے چلائی یہ تری تصویر سیدھے ہاتھ میں
پاؤں پلاں چوم لے مائی ترا نقش اگر کھینچے گر لے کر قلم تصویر سیدھے ہاتھ میں
دے نثانی اب تو چھلا اپنے سیدھے ہاتھ کا کھائے گل رانجھا بھی تا اے ہر سیدھے ہاتھ میں
کچھ ہوئے طالع مرے سیدھے جو خط اس نے لکھا کہہ کے بسم اللہ بے تاخیر سیدھے ہاتھ میں

دے غداں اس کو ظفر بازی کا کیوں کرنا ہے سوچ
دست چپ ہیں ہے وزیر و مرے سیدھے ہاتھ میں

ایک تو مہندی کی ہے تحریر دونوں پاؤں میں دوسرے ہے کنش بھی تصویر دونوں پاؤں میں
آکے پاپی کریں کیونکر نہ عشاقان جہد ہے پدم تیرے بت بے ہجر دونوں پاؤں میں
اشک یوں نار سڑہ پر ہے رواں بے لخت دل جوں چڑھے نٹ بانڈھ کر ششیر دونوں پاؤں میں
قل کر ی دل مرا قاتل کی پاپی کو آہ لوٹا ہے صورت تجھے دونوں پاؤں میں
سوتے دپے کی نہیں رانجھا کو پھر اس کی صدا مت بچھ غفلت ذرا اے ہر دونوں پاؤں میں

دست گردی خاک کیجے بعد مجنوں اے ظفر
مارے ہے خار بیاباں تیر دونوں پاؤں میں

ہوئی پھر آمد و رفت سب کیا کوئے جاں میں گئی جو پھوٹے ہو عشق کی دست و بیاباں میں
کہاں ہے عکس سوئے زلف سیدھا خط جاں میں نثانی کے لئے سر خط دکھا کافر نے قرآن میں
نہیں ہلکا ہوا بیٹا وہ سوئے سر سے ہو پرا نکل کر سنبھلے سے آفتاب آیا ہے میزوں میں
بھرے گر آہ سوزوں عاشق گل خوردہ تن دل سے تو ہوک شاخ پیدا اور اس نخل چراغاں میں
نہ لکھے طوق قمری کے گلے گل خوردہ تن دل سے وگرنہ سر سے تو سواں کی صورت ہے گلستان میں
کبھی جو چہرہ اپنا انکا میں ہاتھ کی دیکھا تو وہ محمور سمجھا ماہ کنساں پاد کنساں میں
حیات جاوداں کیونکر نہ ہو تیرے شہیدوں کی کبھی قاتل تری تیج تبسم آب حیاں میں
غدا جانے کیا کیا حال دل کا آتش غم نے کہ ہے ہوئے کہاب سوخت ہر آہ سوزاں میں

جہاں میں اے ظفر ہم جنس کا ہم جنس دشمن ہے
نکل کر شعلہ نے سے آگ لگتی ہے نیساں میں

نو نصیب آگے تھے اپنے وہ نصیب اوروں کے ہیں
حضرت لقمان بھی گر ہیں وہ طیب اوروں کے ہیں
سجھل سے کہہ دو کہ حضرت آپ اوروں کے ہیں
کرتے یہ دل میں اترے عندیہ اوروں کے ہیں

یا تو اپنے پاس تھے یا وہ قریب اوروں کے ہیں
دردندان محبت کا سہاگ کون ہے
عشق کی تعلیم ہے ہم کو جنوں کی تربیت
تیرے مالے وہ بلا جائگاہ ہیں اے گل تو کیا

اپنے بنت اپنے کہاں آئے ہمارے گھر وہ ماہ
اے ظفر اس امر میں طالع عجیب اوروں کے ہیں

ور ویاں ہم سے بہت راہ رواں بیٹھے ہیں
آئے کس جائے سے ہم اور کہاں بیٹھے ہیں
ہاتھ پر ہاتھ دھرے بارہ کشاں بیٹھے ہیں
صورت نقش قدم جم کے جہاں بیٹھے ہیں
اپنا کھڑے میں لے نام و نشان بیٹھے ہیں
کہ تری بزم میں ہم سوخت جاں بیٹھے ہیں
سارے برداشت دل بھر و جواں بیٹھے ہیں
جہاں ان کو بٹھایا ہے وہاں بیٹھے ہیں

تھے کے ہم راہ محبت میں جہاں بیٹھے ہیں
نثر غفلت کا ہے اثنا کہ نہیں سوچتا کچھ
ساقیا شیشہ و ساغر ہے کہاں لاہلہدی
اک قدم صوف سے ہم اٹھ کر نہیں جاسکتے
یاں رہا نام و نشان کس کا بہت سے ماں
پاس آداب سے کیونکر نہ رہے شیخ کفری
استقامت کی نہیں جا ہے یہ منزل کہ یہاں
اٹھے حیرت زدہ اس بزم سے کیا جوں تصویر

اے ظفر بارش گریہ ترا کیا طوقاں ہے
آن اس کوچے کتنے عیاں نکاں بیٹھے ہیں

تصویر کو کس طرح سے تصویر سے بدلوں
میں حضرت یوسف کی نہ تصویر سے بدلوں
میں اس کو نہ ہرگز شکر و شیر سے بدلوں
بستر پہ جو کروٹ کسی مذہب سے بدلوں
میں خاک دیوار نہ اکسیر سے بدلوں
اس بات پہ شرط اک لنگ بھر سے بدلوں
اس گھر کو اگر خانہ زنجیر سے بدلوں
میں اس کو نہ آب دم شمشیر سے بدلوں

مدیر کو سو طرح کی مذہب سے بدلوں
ہاتھ آئے جو تصویر تری عالم تصویر
زہر اب محبت میں عداوت ہے کچھ امکا
ہماری جہراں سے اب اتنی نہیں طاقت
آنکھوں میں چڑھی کھل جواہر ہے مری خاک
انجم سے مرے داغ سوا ہیں جو کہو تو
تھک آیا ہوں میں گھر میں یہ عیسین کی بجا ہے
گر آب بٹا بھی میرے ہاتھ آئے تو اے خطر

واشد ہے نہیں دل کو ظفر آہ جو بس ہو
اس غنچے کو میں غنچے تصویر سے بدلوں

کہ سوا اس کے محبت کا کمال اور نہیں
کہ بجز تیرے کہیں جائے وصال اور نہیں
سب میں سے نور وہی نور جمال اور نہیں
ہے کیا رنج مجھے رنج و ملا اور نہیں

رات دن تیرا تصور ہے خیال اور نہیں
آپ میں ڈھونڈ اے اور کہاں ڈھونڈتا ہے
گل میں کیا شعلہ میں کیا ماہ میں کیا مہریں میں
مجھ میں تو رہتا ہے اور مجھ سے چھٹا رہتا ہے

دل انسان کے آئینے میں دیکھ اس کو ظفر
کہ ظفر اس کا نہیں اس کا مثال اور نہیں

نہاں پر وہی آتے ہیں سخن جو میں ہوتے ہیں
 کہ شب معلوم دھبے سے مد کافل میں ہوتے ہیں
 تو کیا کیا جوش پیدا اس دل بزم میں ہوتے ہیں
 دلا چل دیکھ کیا کیا رنج اس منزل میں ہوتے ہیں
 ہزاروں خون ناحق کچھ قافل میں ہوتے ہیں
 ازل سے دلویے یہ جسکے آب و گل میں ہوتے ہیں

صنم اور ہم بہم سر مست جب محفل میں ہوتے ہیں
 ترے روئے مصفا سے اسے تشبیہ دو کیوں کر
 ہوس آتی ہے جس دم پائے قافل پر ترپنے کی
 ابھی اس منزل القات کے طے کرنے میں تھک بیٹھا
 اٹھی خیر کچھ میرے قاصد کی کہ سنتا ہوں
 کوئی شور ہنوں ہوتا ہے سب سے اس سے ہوتا ہے

برا تو مانتے ہیں اے ظفر وہ میری باتوں سے
 ولے جب سوچتے ہیں خوب قافل دل میں ہوتے ہیں

اے بتو بندہ خدا کا ہوں گنہ گار میں ہوں
 خواہ ہوں میں کافروں میں خواہ رنداروں میں ہوں
 یا سیر دیوں میں ہوں میں یا سیر کاروں میں ہوں
 اس چمن کے نئے گلوں میں ہوں نہ میں خاروں میں ہوں
 کچھ نہ بدوشوں میں میں ہوں اور نہ ہشیاروں میں ہوں
 ہم مرا مخمور ہے میں غم کے غم خواروں میں ہوں
 میں عجب اک جٹس ناکاہ خریداروں میں ہوں
 پر نہ آزاروں میں ہوں نے اور گرفتاروں میں ہوں

صوفیوں میں ہوں نہ بدوں میں نہ میخواروں میں ہوں
 میری امت ہے محبت میرا مذہب عشق ہے
 سنی عالم پہ مانند نگیں مثل قلم
 نے چڑھوں سر پر کسی کی اور نہ میں پاؤں پڑوں
 صورت تصویر سے کش سے کدہ میں دہر کے
 نے مرا سولس ہے کوئی اور نہ کوئی نمکسار
 جو مجھے لیٹا ہے پھر وہ حکمر دیتا ہے مجھے
 خانہ صیاد میں ہوں طائر تصویر دار

اے ظفر میں کیا باتوں تجھ سے جو کچھ ہوں سو ہوں
 لیکن اپنے فخر دین کے کش برداروں میں ہوں

مجھے سچ ہے محبوں کو وہ مستانے ایسے ہیں
 کہو تو خانہ زہود میں کب خانے ایسے ہیں
 نگین لعل ایسے سوتیوں کے دانے ایسے ہیں
 خدا کی شان یہ ہے آہوکی ایسے ہیں
 دم شمشیر قافل پر ہڈانے ایسے ہیں
 نہ شیشے ہم نے دیکھیں ہیں گے نہ پیانے ایسے ہیں

میاں لیل و شوں کے عشق میں دیوانے ایسے ہیں
 جوان کے نہیں زن پلگوں کے ہیں سوراخ سینے میں
 صفا ہندوں لب رنگیں کیوں کیا وصف میں اس کا
 سنوار ہیں پچھ مڑگاں ہمارے اس کی زلفوں کو
 برا ہوں سخت جانی کا کہ آربے سر پہ پڑتے ہیں
 صراحی دار جو گردن ہے اس کی اور لپ میگوں

ظفر کی داستان غم کو وہ سن سن کر کہتا ہے
 رہو چپ بس نے ہم نے بہت افسانے ایسے ہیں

قبلہ و کعبہ جہاں فخر الدین
 پر ہے فخر دو جہاں فخر الدین
 جاؤں اس در سے کہاں فخر الدین
 از کراں کبراں فخر الدین
 میں ہوں بے تاب و توں فخر الدین
 میرا سب راز نہاں فخر الدین

مرشد پاک رواں فخر الدین
 اک جہاں فخر جہاں کہتا ہے
 میں گدا ہوں ترے دروازے کا
 سوجھن ہے ترا دیئے کرم
 ہے مدد تیری توانائی بخش
 کیا کروں عرض عیاں ہے تم پر

رکھ ظفر ہر نفس و راحت
 مٹل دل درد زباں فخر الدین

ہم سے کچھ چیں برہیں رہتے ہیں آزرہ سے ہیں
 دیکھ کر ہم خون گل شب ماندہ پڑ مزدہ سے ہیں
 کیا ترے عاشق کے بہتر دست گل خوردہ سے ہیں
 پھول مڑ مردہ سے ہیں مرغ چمن مردہ سے ہیں
 دیکھ تو ہم کو کہ آگے کس دل گردہ سے ہیں
 فخر و ہنگامہ دونوں جس کے آوردہ سے ہیں

چیدہ چیدہ مد جہیں اچھے جو دل پردہ سے ہیں
 منہ بنائے تو مزہ اے غنچہ لب بہر خدا
 اپنے ہاتھوں میں گل لالہ کے گلستے نہ رکھ
 نیک پھیرا فزاں کا کیا پھر آلیا باغ میں
 عشق کے میدان میں زہرہ ہوتا ہے رستم کا آب
 تیرا قامت و قیامت ہے کہ اے محشر غرام

شعر امرہ ظفر کے مت سناؤ بزم میں
 عشق کے مارے ہوئے جتنے ہیں امرہ سے ہیں

چشم کو ساغر زہر اب کہے تو کہہ دوں
 ہاں جو درج خوش آب کہے تو کہہ دوں
 اب اے لالہ سیراب کہے تو کہہ دوں
 ساقی اس کو گل مہتاب کہے تو کہہ دوں
 لینے تاب میں سرخاب کہتے تو کہہ دوں
 کیوں ابھی اے دل بے تاب کہے تو کہہ دوں
 بلکہ خورشید جہاں تاب کہے تو کہہ دوں
 اے دلیا اے گردان کہے تو کہہ دوں
 مچھلیاں دو ہیں نہ آب کہے تو کہہ دوں
 میں اب اس پتہ کو عناب کہے تو کہہ دوں
 اس سے یہ قصہ دم خواب کہے تو کہہ دوں

لب کو میں تیرے لئے تاب کہے تو کہہ دوں
 لکھوں غنچہ و شبنم دہن و ہواں کو
 غوں کی سرشتی سے ہے کیا دے جگر میں رنگت
 چمکے سے ماہ کے پر تو سے جو دلیا میں بھنور
 چشم پر آب میں ہے میرے کہاں لخت جگر
 لے کے نام اس کا بہت آہیں بھرا کرنا ہوں
 رخ کو تیرے نہ کہوں برق نہ شعلہ نہ قر
 نہ کہوں سینے کو سینہ نہ کہوں ناف کو ناف
 عکس آئین نہیں آئینہ میں کانوں کے سگر
 نا پاں لے لب تو خط کو ترے لال کیا
 یوں تو افسانہ مرا وہ نہیں سنا اے دل

اے ظفر چرخ میں سب کہتے ہیں مہتاب کو بھی
 ماہ نو ساغر سباب کہے تو کہہ دوں

سوس گل کی چمن میں کب خبر اڑتی نہیں
یوں تو اپنی جوش و خروش کی خبر اڑتی نہیں
کون کا شب ہے کہ تجھ بن اس مری فریاد سے
ہاتھ سے اس شوخ کے اڑ جائے ہے رنگ حنا
دام حیرت شباب اڑا دے ہے ہوش پرواز کی
اس رخ نامودہ پر قطرے عرق کے دیکھنا
کاروان عمر جانا ہے کدھر پائیں کہاں
زلف کو پھٹا ہوا سے دیکھے اپنے رخ پہ تو
اور جتنے رنگ ہیں دو دیکھیں اڑ جاتے ہیں
پر چھاؤں دل میں میرے وہ جوتی آہ کی
وہ گرمی بارِ محبت ہوں کہ میری خاک بھی
ہے دم نکل بھی عاشق کو ترا کتنا غاظ

پر نقش سے بلبل بے بال و پر اڑتی نہیں
دھجیاں ہو کر تباہ سر بسر اڑتی نہیں
نیز مسایوں کی اے رشک قمر اڑتی نہیں
پر ہماری سرخی خون جگر اڑتی نہیں
بلبل تصویر پر رکھے ہے پر اڑتی نہیں
ہے عجب خورشید سے شبنم اگر اڑتی نہیں
گرد بھی اس کی سر راہ سفر اڑتی نہیں
شپرک مہتاب میں دیکھی اگر اڑتی نہیں
پر رخ عاشق کی زردی عمر بھر اڑتی نہیں
جل چکی تو تو سرے تلخ نظر اڑتی نہیں
کوچہ جاں سے اے بادِ سحر اڑتی نہیں
چھینٹ خوں کی اک بت بیدارگر اڑتی نہیں

ان کو دنیا کی نہیں خواہش نظر ہے جن کی دورک
شہد پر بندوق کی کمی ظفر اڑتی نہیں

ترا صن ہم جلوہ گر دیکھتے ہیں
کریں کیونکہ دل کی نہ ہم پاس داری
نہیں دیکھتے نام نور کو وہ جو اپنے
ترا رخ ہے یہ صاف حیران ہو کر
قدم کیوں کہ بحرِ محبت میں ڈالیں
دھواں آگ سے آگ چہر سے نکلے

جہاں دیکھتے ہیں جدھر دیکھتے ہیں
کہ ہر دل میں ہم ترا گھر دیکھتے ہیں
گرمیاں میں منہ ڈال کر دیکھتے ہیں
ترے منہ کے آئینہ گر دیکھتے ہیں
کہ ہر موج موجِ ظفر دیکھتے ہیں
محبت کا سب میں اڑ دیکھتے ہیں

کہاں ہیں وہ آنکھیں ہماری کہ دیکھیں
ظفر ان کو نکل نظر دیکھتے ہیں

کہیں میں فنیہ ہوں داشتد سے اپنی خود پریشاں ہوں
کہیں میں ساغر گل ہوں کہیں میں شیشہ لی ہوں
کہیں میں جوش و خروش ہوں کہیں میں جو حیرت ہوں
کہیں میں برقِ خرمن ہوں کہیں میں ہر گلشن ہوں
کہیں میں عقل آرا ہوں کہیں بچوں رسوا ہوں
کہیں میں دستِ قاتل ہوں کہیں میں حلقِ بکل ہوں

کہیں کوہِ ہر ہوں اپنی موج میں میں آپ غلطاں ہوں
کہیں میں شور و فکھل ہوں کہیں میں شورِ مستاں ہوں
کہیں میں آبِ رحمت ہوں کہیں میں داغِ عصیاں ہوں
کہیں میں اشکِ دامن ہوں کہیں میں چشمِ گریاں ہوں
کہیں میں پیرِ دانا ہوں کہیں میں طفلِ نادان ہوں
کہیں میں زہرِ پلائی ہوں کہیں میں آبِ نیواں ہوں

کہیں میں سرو سوزوں ہوں کہیں میں بیدِ بچوں ہوں
کہیں گل ہوں ظفر میں اور کہیں خارِ بیاباں ہوں

دائے اے بے خبر و تم کو خبر خاک نہیں
تیرے بیمار کی کیا خاک کرے کوئی دوا
برسوں کدوے کہ ہوئی خاک ہماری برباد
جل کے ہم خاک ہوئے عشق میں اس کے لیکن
ذوے ذرے میں ہے یاں خاک کے پیدا خورشید
دک ہے تقدیر سو ان کو نہر مندوں سے
خاک میں آنسوؤں کو میرے ملانا کیا ہے
گر جو جوشی جو ہے اس بستی سوہوم پہ یہ
ہر مڑگاں سے رکھا میں نے ہمیشہ سیراب

کہ سفرِ سر پہ ہے ساماں سفرِ خاک نہیں
ہوتا اکسیر کا بھی اس کو اڑ خاک نہیں
اب تو اس کو بچے میں اے بدھر خاک نہیں اس کو اب تک
اڑ سوز جگر خاک نہیں
لیکن آہ تجھے غفلت سے نظرِ خاک نہیں
جن کو جڑے ہماری آنا ہنرِ خاک نہیں
تجھ کو اے دیدہ ترِ قدرِ عمرِ خاک نہیں
اور فرصت ہمیں مانندِ شررِ خاک نہیں
لیکن اس نخلِ محبت میں شررِ خاک نہیں

ہم سے ظاہر وہ ہوئے صاف تو کیا ہوتا ہے
دل تو صاف ان کا ہوا ہم سے ظفر خاک نہیں

ظفر نہیں ہے تری دشمنی سے یار نہیں
برنگ آئینہ منہ پر وہ صاف ملتے ہیں
نہ پوچھ ہم سے کھل کیوں ہے چشم زگیں وار
ہم ایک مالے میں بلبل ہو ش اڑا دیں گے
جو کچھ مڑ ہے ہمارے بھی وقت میں اے عاشق
یہ دل کے لپٹنے کی باتیں ہیں جانتے ہیں ہم
کر سڑنا تجھے آوے ہے اور اتار نہیں
دل ان کا دیکھا تو آیا نظر غبار نہیں
بتائیں کیا تمہیں ہے کس کا انتظار نہیں
سائیں باغ میں وہ چبے ہزار نہیں
وہ منتوں سے بلائیں گے لاکھ بار نہیں
نہیں ہے پیار کا کچھ ان کے انتظار نہیں

ہماری ان کی ہو صحبت برادر کیوں کر ظفر
خوش آئے ہے وہ انہیں جو ہے ناگوار نہیں

قل کریں اک عالم کو وہ ہرو کے غم ایسے ہیں
اتنا کھلایا غم دنیا میں غم کے پتلے بن گئے ہم
برتر کو ہل میں رولائیں طوفاں پر اک طوفاں لائیں
گل ہے کہیں اور خار کہیں ہے نور کہیں اور مار کہیں ہے
نیر کے گھر میں تو ہے خداں ہم ہیں اپنے گھر میں گریاں
جیسے گل رخسار پہ ان کے طرفہ عرق کی بندیں ہیں
واں ہے پیش و عشرت با ہم یاں ہے آہ و مالہ ہر دم
ان شمشیروں کے ہیں مقابل دیکھوں ہاں ہم ایسے ہیں
اس پر بھی کچھ غم نہیں غم کا ہم بھی بے غم ایسے ہیں
وقت و نذر دگر یہ اپنے دیدہ پر غم ایسے ہیں
ایک عی عالم کیا ہے ہزاروں اسکے عالم ایسے ہیں
مید کدہ وں ایسے ہیں یہاں خانہ ماتم ایسے ہیں
دیکھے گل لالہ پر کس نے قطرہ شبنم ایسے ہیں
ان کے ہدم ویسے ہیں اور اپنے ہدم ایسے ہیں

بیت کرتے رہیں گے ظفر سے دنیا کے عاشق تمام
واقعی ہوتے عشق میں کال عاشق ہاں کم ایسے ہیں

اشک کب پیوست مڑگاں تر کی شاخ میں
کیا مجب گر ہووے چشم شونخ پر ہووے کج
دیکھنا انگشت میں اس گل کی انگشت ششم
اس کے ہووے کشیدہ پر نہیں کا جل کا خا
کیا مجب جھک جائیں مڑگاں آنسوؤں کے بوجھ سے
خون عاشق سے نہیں اس تیر کا سوار سرخ
سوتا کے پھول ہاندھے نیلوفر کی شاخ میں
ہوتی ہے اکثر کئی آہو کے سر کی شاخ میں
ٹھیکر کی شاخ پھوٹی بیفکر کی شاخ میں
ہے گل سوسن کمان فتنہ گر کی شاخ میں
سرکشی ہو کیونکہ گل پر شر کی شاخ میں
گل کھلا ہے طرفہ تر سوکھے شجر کی شاخ میں

اے ظفر گلہائے دہلیں کے عرض آقل کے پھول
خوشنا ہیں گل آہ شعلہ و ر کی شاخ میں

کیونکہ ہم دنیا میں آئے کچھ سب کھلتا نہیں
پوچھتا ہے حال بھی گر وہ تو مارے شرم کے
شاہد مقصود تک پہنچیں گے کیونکر دیکھتے
بند ہے جس خانہ زاداں میں دیوانہ ترا
دل ہے یہ غنچہ نہیں ہے اس کا عقدہ اے سب
عشق نے جن کو کیا خاطر گروڑ ان کا دل
اک سبب کیا بھیدوں کا سب کا کھلتا نہیں
غنچہ تصویر کے مانند لب کھلتا نہیں
بند ہے باب تمنا ہے غضب کھلتا نہیں
اس کا دروازہ پری رو روز شب کھلتا نہیں
کھولنے کا جب تلک آوے نہ ڈھب کھلتا نہیں
لاکھ ہووے گرچہ سامان طرب کھلتا نہیں

کس طرح معلوم ہووے اس کے دل کا دعا
مجھ سے باتوں میں ظفر وہ غنچہ لب کھلتا نہیں

در بھی بند ہو تو دیوار اچھل کر کودوں
ہو کے میں خواب سے بیدار اچھل کر کودوں
میں وہ عاشق ہوں سردار اچھل کر کودوں
دل یہ چاہے کہ کہ دلدار اچھل کر کودوں
کیوں نہ اے سرزلف خاں اچھل کر کودوں
سرمزگاں عمر بار اچھل کر کودوں

مژدہ دل سے گریار اچھل کر کودوں
نہ کہتا ہے اگر خواب میں آجاوے وہ شوخ
دعا پا کوئی منصور فقط دار ملک
کیونکہ اچھلے نہ ترے چاہ دُش کا دُعا
گدگدی کرتی ہے تلوے میں مرے تو ہر گام
دیکھ نوارے یہ کل دل نے کہاں یوں میں بھی

اپنی گر سوخت جاتی پہ ظفر بند کروں
جو پسند آگ پہ یکبار اچھل کر کودوں

مہبت سرو کی ڈالے ہوئے ہے ہاتھ گلشن میں
برستے اس طرح بادل نہ دیکھے ہم نے ساون میں
بجائے نار ہے اٹھکوں کا نار اب چشم سوزن میں
نگر پتنگاں کی اڑ رہا ہیں رود گن میں
کہ اٹھو تو پناہ نار ثابت جب و دامن میں
تو پڑتی ہے گل سون پہ کیا کیا اور گلشن میں

نہیں زہب گلوئے فاختہ یہ طوق گردن میں
تجھے اے ہر مڑگاں آفریں خوب شک بر سائے
بھرا نا ہے دل آہن کا میرے دُش سینہ پر
نہ کھو پارہ دل مار پر رود میں میرے
اڑائیں دھجیاں کس کس طرح سے دشت وحشت نے
مسی آلودہ ہواں جب کہ وہ فہس کر دکھاتے ہیں

عدا نے کیا ہٹا اے ظفر دل سخت اس بت کا
نہ وہ سختی ہے پھر میں نہ وہ سختی ہے آہن میں

تم اپنے دھیان میں ہو ہم اپنے دھیان میں ہیں
پر جانتے نہیں ہم یہ کس کی شان میں ہیں
آویزے لعل کے کہ اس گل کے کان میں ہیں
سب بد آشنا ہیں جتنے جہان میں ہیں
سو پڑے پھپھولے ووں ہی زباں میں ہیں
ساری لالچی کو جو رکھتے پان میں ہیں
لعل سفید رکھ سبز کے خوان میں ہیں
سو تیراک طرح کے جوڑے کمان میں ہیں

سب حرکتیں سمجھتے ہیں آن آن میں ہیں
قرآن کی آیتیں ہیں وہ خط مصحف رخ
یہ مار زلف نے لہانی پہ من کو اٹکا
بت اہب ہے ساقی وہ فاحش کر جس کے
اس شعلہ رو کا آیا مذکور جب زباں پر
کھا جائیں گے وہ دل کو ہے اس کا یہ نمونہ
انم لک پہ ساقی سوچے نئے میں ہم کو
مڑگاں ہیں زیر ہوا یا ترک جنگ جو نے

میں کیوں نہ خانہ دل اپنا رکھوں مصفا
رہے ظفر بیش وہ اس مکان میں ہیں

بیاد کی آنکھ اور الفت کی نظر چھپتی نہیں
بے خبری کیوں کر چھپے دل کی خبر چھپتی نہیں
دل کی سوزش اپنی اے رشک قمر چھپتی نہیں
پر ہماری ترفنی خون جگر چھپتی نہیں
اس کی بوئے زلف اے باد سحر چھپتی نہیں
زردی رخسار اے صبح نگر چھپتی نہیں
زیر سوئے زلف و تاب سحر چھپتی نہیں

لاکھ جاہت کو چھپائے کوئی پرچھتی نہیں
ہو گیا ہر شک قاصد بن گیا ہر مالہ یک
کیا کریں زیر کفن بھی شعلہ فانوس وار
پردہ رنگ حا میں تو چھپاتا ہے نگار
گرچہ عطر و مشک و عنبر کا ہے مجموعہ تو کیا
اشک بھی ہم پی گئے اور آہ بھی کی ہم نے ضبط
برقی عی تھی جو چمک کر ہر میں پھر چھپ گئی

لک فدا اور ہے لک بٹا اور ہے
زندگی و مرگ کا ذائقہ میں کیا کیوں
قلب مصفا سے کیا آئینہ روکش ہو خاک
ہوڑے بیمار کا چارہ طبیوں سے کیا
میرا لہو پاؤں سے لی کر چھٹاتے ہوئے کیا
مار نے میں کہاں دل کو فغاں کا ہر

یاں کی ہوا اور ہے واں کی ہوا اور ہے
اس کا مزا اور ہے اس کا مزا اور ہے
اس میں صفا اور ہے اس میں صفا اور ہے
اس کو مرض اور ہے اس کا روا اور ہے
سرخی خول اور ہے رنگ حنا اور ہے
اس کی صدا اور ہے اس کی صدا اور ہے

اس کے ستم کو ظفر کیوں کہا دا چاہئے
طرز ستم اور ہے طرز ادا اور ہے

لپٹی ہے جو آتش عصیاں وجود سے
مٹ جائے گی سود تری دم میں اے حباب
ظالم نہ کھول تو رخ روشن پہ اپنی زلف
سوائے عشق میں وہی ہوتا ہے کامیاب
دیکھی ہے جس نے گردش چشم سیر تری
میں وہ سیاہ کار وسیہ رو ہوں جوں نکلیں

ٹھنڈی نہ ہووے گی مگر آبِ جہود سے
کیوں باغِ صفا ہے اپنی ہوا تو نمود سے
تاریک کر جہاں نہ مرے دل کو رود سے
بہتر نیاں کو اپنے جو سمجھے ہے سود سے
ڈنٹا نہیں وہ گردشِ چرخِ کبود سے
سہدے کی جاسیاد ہو جس کے جہود سے

ہاں کی ہے اے ظفر کہ حسد ہے بری بلا
رکھے خدا پنہ میں چشمِ صود سے

یہ نفس کی آمد و شد اک ہوا کا کھیل ہے
جان پر جو کھیلے اے دل چھیرے وہ کس زلف کو
بس اٹھا چہر کہ دنیا سے اٹھے جاتے ہیں ہم
مجمعِ طغلاں جو دیکھ چشمِ غور سے
سمجھتین مہر و مہ کو دیکھ چشمِ غور سے
شوق ہے اس جیگہ کو بازی شمشیر سے

اس ہوا بندی میں پر قدرت کا کیا کیا کھیل ہے
کیا کھلا ساپ کا تو سہل سمجھا کھیل ہے
ہوتا آخر کھیل میں تیرے ہمارا کھیل ہے
ہولے وہ یہ حشق تو لڑکوں کا کیا کھیل ہے
خستہ نرو آسماں سے کیا تماشا کھیل ہے
کچھ کا اس لئے اب اس نے سیکھا کھیل ہے

ہوشیاری سے سمجھ کر چال چلنا چاہئے
کار دنیا بھی ظفرِ شہرِ نج کا سا کھیل ہے

خار صحرائے ہنوں بڑھ کر قدم چلنے لگے
 جب مرے ہم بند کر کے چٹم نم چلنے لگے
 سانس جو ہم ٹھنڈی ٹھنڈی مہم چلنے لگے
 یوں پت کر پور تیج دو دم چلنے لگے
 سول اپنے واسطے سورج غم چلنے لگے
 دشت میں ہر خار سے کار قلم چلنے لگے

راہ صحرائے ہنوں کی جبکہ ہم چلنے لگے
 ڈانٹے سب ہو گئے معلوم دل کی لاگ سے
 اور بھڑکی آتش غم اور دل جلنے لگا
 کیا طاقت ہے کہ جو دونوں لب زخم جگر
 دیکھو ماوا فی کہ دے کر دل ہم اس بے ہر سے
 اے پری رو تیرے دیوانے کی یہ مشق ہنوں

اے ظفر کج ہے کا نہیں کچھ اعتبار
 عاشق و معشوق جب باہم قسم چلنے لگے

پرو غم الفت میں ظفر کچھ نہیں اپنی
 خوبان جہاں میں سے چٹا ہم نے تمہیں کو
 مدحیر تو کرتے ہیں سدا وصل کی اس کے
 پچ ان کی کمر کو جو کہا جس کے وہ بولے
 کیوں خاک میں اے چٹم ملائے ہے در شک
 جو عرش سے تا فرش ہے سب اس میں ہے لیکن

پرو غم الفت میں ظفر کچھ نہیں اپنی
 خوبان جہاں میں سے چٹا ہم نے تمہیں کو
 مدحیر تو کرتے ہیں سدا وصل کی اس کے
 پچ ان کی کمر کو جو کہا جس کے وہ بولے
 کیوں خاک میں اے چٹم ملائے ہے در شک
 جو عرش سے تا فرش ہے سب اس میں ہے لیکن

تاخیر نہ کی دل میں ظفر رنگ دلوں کے
 جس دیکھ چکے آہ جگر کچھ نہیں اپنی

جس کے باعث سے مصفا دل آئینہ ہے
 کو ان کہتا ہے کہ وہ ماہل آئینہ ہے
 روکش منزل نہ منزل آئینہ ہے
 پھر تو ہر رنگ یہاں قائل آئینہ ہے
 ہاں نگر چین جہیں حاصل آئینہ ہے
 اس سے بہتر ہے کہ جو شامل آئینہ ہے

کس کے حاض کی صفا شامل آئینہ ہے
 خود پسند اپنی عی صورت پہ ہوا ہے ماہل
 جلوہ حاض تا بال سے ترے رنگ قر
 گر ظفر قائل دیوار ہو تیری غافل
 اپنے جوہر سے ہوا آئینے کو خاک حصول
 فضل میں دل کے جو مشغول ہے اپنے ہر دم

اس کا رخ آئینہ میں دیکھ کر حیراں ہوں میں
 کیونکہ آئینہ ظفر داخل آئینہ ہے

ہوش باطن میں رہا ظاہر مجھے غفلت رہی
صورت آئینہ اس کو مدتوں حیرت رہی
جس نے اس کی چشم کو دیکھا اسے حیرت رہی
بات کرنے کی بھی اسے ہم نہ جب طاقت رہی
جب تلک اس خلع رو سے گری صحبت رہی
اس جماعت سے مرے دل کو جب راحت رہی

یاد چشم مست میں اس کی یہ کیفیت رہی
جس کے پیش چشم تیری ایک دم صورت رہی
جس نے اس کی زلف کو چھیڑا اسے سودا ہوا
کیا کیوں اس وقت پوچھا تو نے آکر حال دل
کیا کیوں کیا کیا رہی سرگرمی عیش و نشاط
زخم تیغ عشق تازہ ہی رہے یا رب مدام

عرصہ ارض و سما دیوں ہیں جس کے یار مدام
ہم سے اس کے خانہ دل میں ظفر خلوت رہی

ہو نہ بناب کہ حاصل تجھے کچھ ہوا ہے
اس کا بدلہ کبھی حاصل تجھے کچھ ہوا ہے
کہ اسی خاک میں بسمل تجھے کچھ ہوا ہے
اس میں نقصاں نہ کامل تجھے کچھ ہوا ہے
ہو تو ہوشیار جو غافل تجھے کچھ ہوا ہے
نہ ہو اے نہ نہ گل تجھے کچھ ہوا ہے

میر کر میر تو اے دل تجھے کچھ ہوا ہے
تو نے بے جرم کیا قل تو ہے عاشق کو
خاک پر کوچہ کامل کو پڑا شوق سے لوٹ
روٹھی کرنا ہے تو ماہ جبین سے لیکن
خواب غفلت میں پڑا سوئے گا کب تک بدست
خاک ہونے سے دلا پہلے ہو تو خاک کہ پھر

اے ظفر پیش نظر یار کی تصویر کو رکھ
اس کے ہونے سے مقابل تجھے کچھ ہوا ہے

جو یہاں ہشیار آتا ہے وہ دیوانہ سا ہے
یہ جو گردوں رات دن گردش میں پکانا سا ہے
آشنا نا آشنا ہے اپنا بے بے گانہ سا ہے
گرد پھرنا تجھ پہ تجی سے گرد پروانہ سا ہے
یہ ہمارا پنچہ مڑگاں بھی اک شانہ سا ہے
یہ جو سینے میں ترے دل ہے کب خانہ سا ہے

یہ جہاں کا آنکھ خانہ پری خانہ سا ہے
کوئی اس سے بارہ کش ہے کوئی ہے خوننا بہ نوش
آشنائی گر نہ ہو تجھ سے تو ہے کون آشنا
جس کو تو نے اپنا جلوہ خلع رو دکھلا دیا
تو کہے تو زلف آنکھوں سے تری سلجھائیں ہم
علم سیز ہو تر رشک بولی سینا ہے تو

اے ظفر دعا پڑے دولت سے اس کے عشق میں
جو ہے قطرہ شک کا سوتلی کا اک دانہ سا ہے

مانند نقش پا سر رہ جم کے بیٹھ جائے
 اس رخ پہ وہ میری نگہ جم کے بیٹھ جائے
 گروں کے نہ ورق کی بھی نہ جم کے بیٹھ جائے
 گر زخم دل پہ اس کی مڑہ جم کے بیٹھ جائے

اس راہ پر جو ایک جگہ جم کے بیٹھ جائے
 دیتی نہیں صفائی ٹھہرنے نگاہ کے پاؤں ا
 لم گر پے کی ہمارے جو پہنچے تو پھر بھی ا
 خیاط تو بیمار کی صنعت نہ ہو تو پھر
 اٹکے سے چوڑے کے وہ بہتر ہے چاہہ گر ا

اس رخ پہ حلقہ زن خطا مشکیں ہے یوں ظفر
 دولت پہ جیسے مارے جم کے بیٹھ جائے

کچھ نہ دیکھا پھر چلے آخر وہ بچھٹائے ہوئے
 خاک پر سوتے ہیں اب وہ پاؤں پھیلائے ہوئے
 ہوتے ہیں اول عی سے پیدا وہ کفنائے ہوئے
 جب جن میں دیکھتے ہیں پھول کھلائے ہوئے
 سوچ کی مانند کیوں پھرتے ہو بل کھلائے ہوئے
 آپ سے بیٹھے نہیں بیٹھے ہیں بھلائے ہوئے

جو تماشا دیکھنے دنیا میں تھے آئے ہوئے
 فرشِ گل پر بھی مشکل سے نہیں آیا تھا خواب
 جو مہیا یوں مانستی میں ہیں مثلِ حباب
 فٹپے کہتے ہیں کہ ہوگا دیکھنے کا اپنا رنگ
 غافلہ اس اپنی ہستی پر کہ ہے نقشِ بر آب
 بے قدم نقشِ قدم کب بیٹھ سکتا ہے کہ ہم

اے ظفر بے آب رخت اس کے کیونکر بچھ سکے
 نفس سرکش کے جو یہ شعلے ہیں بھلائے ہوئے

کہ تصور ترا اے راحت جاں ایک سا ہے
 ہو گیا لی کے مکین اور مکاں ایک سا ہے
 جلوہ حسن تراب سب میں عیاں ایک سا ہے
 کہ مجھے رنگ بہاراں و خزاں ایک سا ہے
 جتنا دن رات ترا سوخت جاں ایک سا ہے
 میرا اور تیرا نہیں وہم و گماں ایک سا ہے

ہر کہیں مجھ کو تماشائے جہاں ایک سا ہے
 خانہ دل میں مرے ایسا سلا وہ یار ا
 مہ میں کیا مہر میں کیا شعلہ میں کیا برق میں کیا
 جہن دہر میں وہ بلبل تصویر ہوں میں ا
 طمع گر رات کو جلتی ہے تو دن کو بجھتی
 وہم کچھ اور تجھے مجھ کو گماں ہے کچھ اور ا

اے ظفر ساغر جم سے نہیں کم ساغر دل
 دیکھا دونوں میں تماشائے جہاں ایک سا ہے

یہ عکس زلفِ جلاں کب خطا لبر کے اوپر ہے
 یہ کب عکس مڑگاں اس رخِ دلبر کے اوپر ہے
 کسی سرِ بازِ تشہِ لب کی آنکھ آپ خنجر چر
 جگر کے آبلوں کی خیمہ گر کوئی تماشا ہے
 دلوں میں بات یہ سنگین دلوں کے آہِ راتی ہے
 سر ہستی ہے شہرتِ حسن کے وہ داغِ چمک کا
 اب رنگین پہیوں ہے خال گویا چشمِ ساقی کا
 سرِ بئی کہاں ہے ہر وہوں میں خال کا جل کا

جہن میں لونا کا لا گیا ہر کے اوپر ہے
 یہ پر چھائیں چکوروں کی مہا نور کے اوپر ہے
 فہمیں یہ طلق جو ہر ترے خنجر کے اوپر ہے
 عجب رونق پیدا دے غم کے اس لشکر کے اوپر ہے
 کہ جیسے نقش آ جانا کوئی پتھر کے اوپر ہے
 دھرا طبل سکندر سند اسکندر کے اوپر ہے
 یہ عکس مردک جامِ مے اصر کے اوپر ہے
 ہال آیا نگر مسجد میں یہ منبر کے اوپر ہے

تمنا تن شاعری کی نہ کر ہے بوجھ دنیا کا
 کفایتِ سایہ حق اسے ظفر بس مر کے اوپر ہے

کہاں ہے چشم میں دنالہ اس ترک پری روکی
کرے صد قے ہلال وید کوہ کر بلا گرداں
پھپھو لے اشک شوریدہ سے ہوں کیونکہ کانٹوں پر
خدا کو یانی دے گر رات دن کو تو قسم کھائیں
مقرر اس کو کاٹا ہے مرے آلے کے آفتی نے
طبیعیات کے واسطے مجھ کو سنگھاتے ہو
برنگ گلشن تصویر گلشن کو عبرت ہے
عجب کیا وہ نگاہوں میں جو تو نے ایک عالم کو
نہیں کوئی عزیز اصلا سوائے رب عزت کے

نکل آتی نیاں ہے منہ سے باہر مست آہو کی
لنگ پر چھائیں بھی دیکھے گران رخسار ویرو کی
نہیں حیراب سے کم کچھ ہماری ہوتا آنسو کی
تمہارے عارض پر نور کی اونٹاب گسو کی
کر جس کے زہر سے نیلی ہے رنگت چرخ مینو کی
مری تفریح کو کافی ہے یوزلف سخن ہو کی
اگر تصویر دھروں باغ میں میں اپنے گلرو کی
جینے چشم ویرو ہیں وہ ہم صورت ترازو کی
سفید اب ہو گئی رنگت عزیزوں کے ہے لوہو کی

خوشی بے سبب تیری نہیں ہے نظر اتنی
نکرتو چپکے چپکے دیکھتا ہوا تھا تو کی

ذہبا چرخ کا کیا چشم نم پیچھے نہیں پڑتے
وہ کس دن لے کے شیریں تم پیچھے نہیں پڑتے
بھویں تو بونہ سے میں ہمارا دم لگتا ہے
خوشی سے دے اگر پور تو بہتر ہے مروت میں
ستم تیرے کہاں تک ہے اپنی جان جاتی ہے
انھارے ہیں وہ مجھ پر تیغ جل کر دست مازک سے
تمہارے پاس رسوائی سے میں مالہ نہیں کرتا
ترکوشی ترے کوچے کے بویوں گرد رہتا ہے
بدل شیشے سے بھی مازک ہے با حق ٹوٹ جائے گا
ہوئے جاتے ہیں فتنہ داغ چرخ اے عشق دل ہی میں
کہاں طاقت پڑے جد جے ترے دلیر کے آگے

کسی کے دھوکے اتنے ہاتھ ہم پیچھے نہیں پڑتے
پر اپنے عشق میں بڑھ کر قدم پیچھے نہیں پڑتے
کسی کے لیے کے یوں تیغ و دم پیچھے نہیں پڑتے
وگر نہ ہم ترے سر کی قسم پیچھے نہیں پڑتے
کسی کی جان کے اسے پر ستم پیچھے نہیں پڑتے
کبھی منہ پر اس کے کلمہ ہم پیچھے نہیں پڑتے
وگر نہ کب مرے دروہ ہم پیچھے نہیں پڑتے
مجھ کر لوگ اسے صید حرم پیچھے نہیں پڑتے
بہت اے عشق لے کر رنگ تم پیچھے نہیں پڑتے
جگر کووں کہاں سے کچھ دم پیچھے نہیں پڑتے
کبھی دیوار کے بھی اے صنم پیچھے نہیں پڑتے

غزل بیاک کیا کتنی ہی ایسی پھینک دیں لکھ کر
ظفر ہم لے کے قرطاس و قلم پیچھے نہیں پڑتے

ابنا زونگہ در پہ آزاں ہیں رونے
کس دن ہوئے سیراب ترے چاہ قریں سے
جوں جوں کر انھیں پیار جتنا ہوں میں اپنے
گن ان کی ہر ہر ستاروں کو لنگ کے
بدست رہیں یکدہ عشق کے مے خوار
ہند کر کے کس کام کر اس سے
غرا غم ورنہ جدائی میں نہ پوچھو
زلفوں سے تری ہو دے گا سودا دل کا

بنار تری آنکھوں کے بنار ہیں رونے
ہم روز ترے تشنہ دیدار ہیں رونے
ہوئے مری صورت سے وہیزار ہیں رونے
سینے کے میرے داغ سودا رہیں رونے
بیوقوفی میں تو اور بھی ہشیار ہیں رونے
شیریں پیتے لعل شکر بار ہیں رونے
شب چو گئے ہیں دن کو اگر یار ہیں رونے
۳۱ جنس کے دام اب مجھے دکا رتس رونے

جتنی کہ ہے کیا بظفر جنس بہت
ہم اجے ہی وراس کے فریدار ہیں رونے

جان دے پائی جو ماہ صمیں کے واسطے
اس قدر ہے لاغری اس تشنہ تن کے واسطے
واسطے اس جنبش مڑگاں کے جو پہلوک جھوٹک
چہین اور ہر تری کا فر نہیں کچھ خوشنا
ہوں تو غل بٹھریں جو مہ میں اے غل ہند
اگر جاو تو اس کے چشم جاو کے لیے
خاک سے شک چمکدہ کی طرح اٹھتا ہے کب
ہر شرارتنگ توڑے عشق سے ہے اک چراغ

چار در بہتاب ہواں کے کفن کے واسطے
کم نہیں اک برگ گل رو بہر ہن کے واسطے
وہ کہاں ہے نہ ہا زان دکن کے واسطے
چہن زبا پہلہ زلف پر چمکن کے واسطے
پھر لگا رکھو مجھے زہب چمن کے واسطے
عمر ہے تو اس نگاہ تیغ زن کے واسطے
خاک غربت ہے وطن جس پہ وطن کے واسطے
چاہیے کیا خیم کو رو کوہ کن کے واسطے

نہ سہر و ملت اختر چادر صر شش بہت
اے ظفر جو کچھ بنا سو پنج تن کے واسطے

کسی عاشق کا تر ہلکوں سے یہ خوب دیدہ ہے
بجائے رہ بھر کر خون دلچا ہوں آنکھوں میں
مرے ہلکوں کا دریا کر رہا تھی ہے طغیانی
نہ آیا ماہوش اور انتظار اس کا کیا یاں تک
دل بہتاب سے میرے جو ہسر ہو کے اڑتا ہ
نہ پوچھو شوق دیدار اس پریوش کا کر آنکھوں میں
میا ہی مردک کی داغ لالہ سے مشابہ ہے
ہمارا جوش گر یہ بھی عجب با وقتا مشابہ ہے

گل زخم جس جو شہنم سے چمن میں آب دیدہ ہے
کر دل شیشہ ہے ورجا مہر آب دیدہ ہے
نظر آتا برنگ حلقہ کر آب دیدہ ہے
سفید اپنا ہولیاں صورت بہتاب دیدہ ہے
ہوائی ہو گیا کیوں تیرا اے سہاب دیدہ ہے
ہر ایک اشک اور ہر اک قطرہ خوناب دیدہ ہے
کہ ہر ایک لخت دل سرخاب پہلا اب دیدہ ہے

ظفر اس کی جدائی میں ہے یہ حال دل دیدہ
کر ہزارات دن بہتاب دل بیو اب دیدہ ہے

کہاں طاقت عزیز وزیر چرخ ہیر پھرتی ہے
نہ چرخ ایسا ہوں نے بھنور ہوں نے گولا ہوں
نہ چھوڑا ساتھ مرکز بھی کہ تیری ساتھ ہے لپٹی
ہوئی ہے جوش گل سے جوش و حشر استعد پیدا
تمہیں آتے ہندو چرخ خواب اے غافل کیونکر
اڑتے ہیں گلے میں کھوٹ آب زندگانی کے

یہ قانون خیالی میں ہر ایک تصویر پھرتی ہے
مجھے تو کیوں لیے اے گردش تقدیر پھرتی ہے
ہر اک سائے پر روج عاشق دگر پھرتی ہے
کہ ہر سوچ ہوا اپنے ہوئے ذخیر پھرتی ہے
کہ شب کو کبکشاں کھینچے ہوئے شمشیر پھرتی ہے
چھری جب قتل پر قاتل دم نکیر پھرتی ہے

ظفر کو نزل مقصود تقدیر لے چکی
کدھر بھٹکتی ہوئی کی عمل بند ہیر پھرتی ہے

جن خواب اور سچہ ہیر پہلے اور تھی
میں کروں کیوں کر نہ اپنے مالہ دے دل کو ضبط
روز روز وصل تھا اب شب جہراں جدوز
زلف سے چھٹ کر ہوا دل خدا کے طعنے میں اسیر
میرے دل نے کر دیا مجھ کو ہک یاں ورنہ یار
خاک ہو کر عشق میں ہم و گئے اکسیر آپ
اس دنا کا کیا بھروسہ ہے کہ منم جہاں
ہو گئی قسمت سے میری کد تیرے وقت قتل

مفت خواب اور ہے تقدیر پہلے اور تھی
اور ہے افسانہ اب تا حیر پہلے اور تھی
یا اسی کیا مری تقدیر پہلے اور تھی
طوق بے پیچھے ہوا ذخیر پہلے اور تھی
تیری محفل میں مری تو قیر پہلے اور
ورنہ ہم کو خواہش اکسیر پہلے اور تھی
سچہ تی قیرواں قیرواں قیرواں پہلے اور تھی
حیر اے قاتل تری شمشیر پہلے اور تھی

دیکھ کر ہم کو ظفر بدلا ہے تو نے یہ ورق
ورنہ تیرے ہاتھ میں تصویر پہلے اور تھی

بھوں کی جنبش سے اگر چین جیس مل جائے گی
پر وہ کھل جائے گا مرد مگر بیخاوش کا
خسوع سوز عشق میں ہر چند ہے ثابت قدم
تاب عارض سے ترے بگلی کی ایک جاوے گی کوہ
مضطرب دل کو نہ کر دور کی سوچھی تجھے
کلیا بار یک روئے منہ پہ موج دور دل
لی جو زیر خاک کروٹ عاشق بے تاب نے
دیکھنا کیا کیا جھریں گے بھول بھکوں کے اگر
اب تو پھڑکے ہے نفس میں بلبل نازہ اسیر

چین کی بھونچال سے یکسر زمین مل جائے گی
چشم تر پر ہے جو میری آستیں مل جائے گی
دیکھ کر پر میری آہ اتھیں مل جائے گی
غرفے سے چلون جو اسے پر وہ نشیں مل جائے گی
کیونکہ ٹھہرے گی نظر گرد و ورین مل جائے گی
گر ہوا سے رخ پہ زلف عنبریں مل جائے گی
رخ خارا سے دل لدا و بگیں مل جائے گی
شاخ مرگال گر تیری اے منہ جیس مل جائے گی
کوئی دن کو دیکھنا اس کو کہیں مل جائے گی

اے ظفر زیر وزیر ہوگا دو عالم دیکھنا
گر صف مرگان چشم ختم گیں مل جائے گی

اے ظفر سبز بہ سبز تو سمجھ کر ہو جو
خطا کی صاف یہ اس مازن کا سانپ ہے

تہا نہ عشق میں دل مائل پہ بن گئی	جی پر بھی ہو سی بن گئی جو دل پہ بن گئی
دل عی سے پوچھو عشق میں جو دل پہ بن گئی	بہل سی جانتا ہے جو بہل پہ بن گئی
کیوں سوچ گل سے پائے نہ ذخیر سے بیا	دیوانہ کس کے حسن و شہاں پہ بن گئی
خوش ہے جسے کرم نہیں انجام کا رکا	عذیر مال میں مائل پہ بن گئی
برپا ہو کیوں نہ فنا نہ زنداں میں روزفل	میرے جنوں سے اب تو سلاسل پہ بن گئی
پنچا نہ رفتگان حد میں جو کچھ خبر	کیا جانے کہیں جاتے ہی منزل پہ بن گئی
ماخون پدفتہ رفتہ تیری سرخی سنا	تصویر ماہ نوم کا ل پہ بن گئی
پتھر کے دل میں بیٹھ گیا نقش کوہ کن	خیر میں کی صورت اس سے نہیں سل پہ بن گئی
تو زمین جو دی وفا نے تو میرے ہو کی چھینٹ	ہوئی سی ایک دامن قائل پہ بن گئی

ہستی کے باغوں کی ظفر پہ چھتا ہے کیا
جو کچھ جن میں جان و نال پہ بن گئی

کشن دل سے جو کچھ گل چیدہ چیدہ آئیں گے	لخت دل قطرہ خون چکیدہ آئیں گے
دل میں ہے کیا کیا کدورت پر وہ منہ پر دیکھنا	آئے کی طرح ہو کر صاف دیدہ آئیں گے
وشیوں کو اپنے رکھو امگر دم کر گئے	ہاتھ تیرے یہ نہ آئے رسیدہ آئیں گے
منت حشر نہ کھنچیں گے تیرے سرا ز عشق	مثل مای سید کر میں سر بریدہ آئیں گے
میں نہ ہوں ان کا خاک رہ جو ہوتی یہ خبر	خاک پڑی میری وہ دامن کشیدہ آئیں گے
اس جان میں مثل زخم آکھو وے گی جنہیں	جب یہاں آئیں گے وہ گر دن فیدہ آئیں گے

اے ظفر جس دم کی آمد غم دل داری
پہلے استقبال کو آنسو دے دیدہ آئیں گے

ہم بتوں کو اپنے جذب دل سے کھنچے جائیں گے	پر بڑے پھر ہیں یہ مشکل سے کھنچے جائیں گے
بھاگ کر جائیں گے محفل سے ہماری وہ کہاں	ہوں گے جس محفل میں اس محفل سے کھینچے جائیں گے
ایک دفعہ اس کے کاشانے کا کھینچ لپٹاے گا	میں
لکھتے جو حرف انیت ہیں وہ منصور دار	سیکڑوں نقشے مد کا ل سے کھینچے جائیں گے
کشتہ کیوں ہونے ترے عشاق کر یہ جانتے	دار پر اس حرف لا طائل سے کھینچے جائیں گے
ہل مد کر جذب الفت وہ دیکھیں کب تک	لاشے آخر کو چر قائل سے کھینچے جائیں گے
	آپ کو دور اپنے اس مائل سے کھینچے جائیں گے

اے ظفر ان کو طیش دل کرے گی ہر
ہم جو یوں مالے دل بہل سے کھینچے جائیں گے

کہیں کس وجہ ہم منہ سے نہیں کچھ کام ان سے ہے
حوالے ان کے زلفوں کے چہا پنا ملت وینہ جب
رقیب اور ہم ہیں دونوں اس کو یکساں ہائے اے
قسمت

کچھ پختہ مغز ان جنوں ہیں کن کے سمجھائے
نہیں مہرچہ رخ پر ٹکلا چڑھے وہ اپنے کو غم پر
جوشیل طائر تھویر سب سے بے تعلق ہیں
غیر ان کے کہاں بستر آرام پر راحت
کبھی ہم کو کبھی اوہوں کو دیتے ہیں دلا سے وہ

ہو لبو نام عالم میں ہمارا نام ان سے ہے
تعلق رکھتا اپنا کفر و اسلام ان سے ہے
کرافت صبح ہم سے ہے محبت شام ان سے ہے
ارکھا صبح تجھے یہ کیا خیال خام ان سے ہے
کرید و شنی کی ہے کنا بل نام ان سے ہے
نزدیب بل نام ان سے ہے نزدیب نام ان سے ہے
مرے آرام جاں وہ ہیں مجھے آرام ان سے ہے
اھر بیقا نام ہم سے ہے اھر بیقا نام ان سے ہے

بھرے پیٹھے ہیں وہ غصے میں بو سے مانگتے ہو تم
ظفر شاید کہ تم کو خواہش و شام ان سے ہے

جب کوئی کہتا ہے سستی کو کہ سستی خوب ہے
تو باے سائی نہیں پینے کا میں ہا شرب
جس طرح مڑگاں سے میری ہیں ہندھے انھوں کے
تار
خواب میں جلوہ دکھا دیتا ہے وہ مہوش کے
راہ بہتر ہے وہ ہموار ہوو کے لیے
خود پرستی چھوڑ دو یہ ریت پرستی ہے سرتاج
ایک عالم کشتہ ہوو ہے اس سفاک کا
ملک دنیا کی تو آبادی ہے پور اترتا

اس کی غفلت پر فنا اس وقت ہستی خوب ہے
مجھ کو اپنی باوہ وحدت کی مستی خوب ہے
اس طرح بدی نہیں کوئی برستی خوب ہے
چشم میری دیکھنے کو جب ترستی خوب ہے
نہ بلندی ہے بہت اچھی نہ پستی خوب ہے
ظالموں میں تمہارے حق پرستی خوب ہے
ان دنوں میں چل رہی تیغ و دہشتی خوب ہے
اور ہستی ہے جہاں ایک فطرتی خوب ہے

دین و دنیا دونوں ہوں قسمت محبت کی اگر
میں کہوں گا اس ظفر یہ جس سستی خوب ہے

لوٹا کیا دل پہ آہ آتشیں کا سانپ ہے
کھکشاں کا خطا نہیں ہے جوش انجم میں نمود
ہنر چوڑی ساعنا زک پہ اس گل کے نہیں
دیکھ کر آہینے میں وہ زلف کو ہنسنے لگے
پور پشانی کا لیس کیونکر کر رہے جان کا
روزن تریت سے دل تھوں کا کیا لفظ ہے دور

بلکہ رات شک بھی اک آسمیں کا سانپ ہے
کٹکروں میں یہ بڑا چمخہ یں کا سانپ ہے
شاخ گل پر صاف لپٹا آسمیں کا سانپ ہے
ہندپانی میں پڑا طرفہ کہیں کا سانپ ہے
کائے کو روڑنا ہے چین جس کا سانپ ہے
یہ کوئی کا لاغضب ہزار چین کا سانپ ہے

اور تو سوت کی خواہش میں نکل ہاتھ ملتا ہے
 تمنا ہے جسے تیرے سب شیریں کے پوسے کی
 کسی کا دل جو لے کر اپنے تو ملتا ہے پاؤں سے
 چلا محفل سے کس کو چھوڑ کر بے تاب تو ایسا
 قدم اٹھتا نہیں جب ضعف سے صراحتا قدم کے
 کف افسوس تو ملتے ہیں ہم کو تصور میں
 ہوا سے برگ گل ملتے نہیں اے غیرت گل اب
 رکھا ہے عشق میں اس راہ پر ہم نے قدم اپنا
 دیا اللہ نے ایسا کمال عشق فناں کو

اور کو نیم نکل چھوڑا قاتل ہاتھ ملتا ہے
 نگس کی طرح اے شیریں شائل ہاتھ ملتا ہے
 تو کیا کیا صورتوں سے تیرا بیدل ہاتھ ملتا ہے
 کہ شعلہ خیم کا اے زہب محفل ہاتھ ملتا ہے
 تو مجھوں دیکھ کر کیا سوئے محفل ہاتھ ملتا ہے
 فضا ئے شغل میں جس طرح شائل ہاتھ ملتا ہے
 جان میں گل بھی تھہرے ہو کے ماہل ہاتھ ملتا ہے
 کہ جس وہ میں خنجر سامبر منزل ہاتھ ملتا ہے
 فرشتہ دیکھ کر فنان کا ل ہاتھ ملتا ہے

ظفر مشکل پسندی تیری اب کس کو آتی ہے
 سخنور دیکھ کر یہ طرز مشکل ہاتھ ملتا ہے

دلائے دل کو جو مژگان لہ رہا تھکے
 دیا نشے میں جو گیسو کا نا رہا تھکے
 ہزار بھر بے ہاتھ اس رخ خط پر
 ہمیں رہے گی نشانی جو تم چھپاتے ہو
 جدا نہ کیوں خطا دہلہ سے ہو دست مڑا
 کسی کے عارضہ زک پہ پیسے پھیرا ہاتھ
 لٹک کے دست تصرف میں کبکشاں ہے یوں
 تو نگروں میں بھی ہو وہ گدا نہ بالادست

اچھل پڑے کر یا شکار ہاتھ کے
 جھجک کے بولے کہ شاید ہے مار ہاتھ کے
 کوئی مٹے ہے یہ خطا غبار ہاتھ کے
 رکھا چپا پ نے چھلانا رہا تھکے
 تجھے ہے جھڑکی سے خنجر کی دھار ہاتھ کے
 گلے پہنا رنگ گل بھی خار ہاتھ کے
 عدا کو پیسے رکھے شہباز ہاتھ کے
 کہ ایک ہاتھ ہو جس کا ہزار ہاتھ کے

دکھائے دست حنائی جو وہ تو دیکھ بھار
 ظفر ہے یا رنگ بھار ہاتھ کے

جام چشم یار ہے ساغر کے دھکا رہے
 سرمہ تحریر سے کب زہب چشم یار ہے
 مسجد و میخانہ میں کیا فرق ہے دونوں ہیں ایک
 بے گلوگیر اپنی جس دن سے بتوں کی دوستی
 عشق کے آنے کو مانع ہے ہوس دل سے اٹھا
 دیکھنا اس مہ جبین کی مانگ بینی کے قریب

اور علاوہ اس کے گردن بھی مرا جی وار ہے
 سرمہ کی ڈور سے باندھا آہوئے ناٹا رہے
 ایک سے ہیں سنگ و خشت و در ایک ہی دیوار ہے
 نا رشتک اپنے گلے میں رشتہ زار ہے
 پہلے دروازے پوئل کے یہی چوکیدار ہے
 لکھ دل کی مست روئے آخر و مدار ہے

آمد و شد نے نفس کی دی ظفر ساری خبر
 سوئے ہستی و عدم کا صمد کے درکار ہے

مہاراجہ خطا خطا رہا دلبر کے نیچے ہے
تصویر اس کی مڑگاں کا مجھے سونے نہیں دیتا
طلب کرنا ہے اب خطر آب تیغ کا حل ہے
بنایا خال ماریں کے تھے حل اس نے کا جل کا
ہو اسے جیسیھا رخ گل بلے اس طرح سینے میں
مری آواز زیر ہا مہنتا ہے تو پھر وہ ہیں
قلق سے وہ دم گردن ترے صید محبت کی
خیال بالٹش سے پر پری روئند اڑتی ہے

لیے بیٹھے کوٹھلی اپنے بال دیر کے نیچے
بچا دیتا کوئی نشتہ سرے ستر کے نیچے ہے
غرض جو بزر بخت اس گنبد خطر کے نیچے ہے
ہوا پیدا اک اختر اور اس اختر کے نیچے ہے
کف مائی کو دھندلے وہ دم ساغر کے نیچے ہے
اتر جانا وہ کوٹھے سے یہاں کر کے نیچے ہے
کبھی شمشیر کے اوپر کبھی خنجر کے نیچے ہے
ترے جو آستان کا سنگ میرے سر کے نیچے ہے

ظفر شیریں سنگین دل سے کیا چالاک دیتی ہے
کہ دست کون کن تو دب گیا پھر کے نیچے ہے

کس کے ہر وہ کی مری تصویر آنکھوں میں پھری
اس پری رہا رنے کھولی جو اپنے منٹ پہ زلف
خواب میں دیکھا کہا میں قصر جنت رات بھر
شرح کیا خود شید سے بھی بھر گئی مری نظر
جب پھر آیا وہ شکار آئین کہ سکتے سکتے راجا
بجز خطا دیکھ کر رخ پر ترے اسے سر دہرا

سبیل مرد کی جگہ شمشیر آنکھوں میں پھری
وحشیوں کی صورت زنجیر آنکھوں میں پھری
اس کے گھر کی جو مری تصویر آنکھوں میں پھری
جب کہ اس کی شکل پر تنویر آنکھوں میں پھری
پتلی آنکھوں کی تری پھیر آنکھوں میں پھری
اک بہار گلشن شمشیر آنکھوں میں پھری

الہ دل سے ظفر کے اک ملائی نسل کی
تیری آفراسان پیر آنکھوں میں پھری

جہاں میں ہم تو غم آلودہ اک جہاں کے رہے
شب فراق نہ ہو چھو کہ کس طرح گزری
نہ عزم کہہ کیا اور نہ قصد رت خانہ
ہنچ گئے سر منزل تو ہم سفر اور ہم
برنگ غنچہ تصویر کچھ نہ بولے ہم ا
غرض ہی نہ ہمیں کچھ بھی دینا ایماں سے

رہے ہی میں یہاں کے رہنے والوں کے رہے
ستارے گھنٹے ہم آنکھوں سے آستان کے رہے
کہ ہم تو خاک نشیں اس کے آستان کے رہے
بھٹکتے گرد و ہفت پیچھے کارواں کے رہے
سدا فموش تصور میں اس وہاں کے رہے
فریختہ جو رخ و زلف پریتاں کے رہے

ٹھٹکا جب نہ رہا کوٹھلی میں اپنا
تو اسے ظفر یہ تا ہم کو ہم کہاں کے رہے

اگر غفلت کا پردہ ہم اٹھاتے اپنی آنکھوں سے
 ہمیں رونے سے تو کیوں روکتا ہے دسمہ مہاراج
 بلا سے آپ کا یہ فیما بر ہم اپنے ہو جاتے
 ملائیں گے نظر کس سے کروہ بے دید ہیں ایسے
 شب فرقت ہمیں اسماں آنکھیں دکھاتا ہے
 برنگ اشک سرمد آلودہ ہم اب اے سیرہ بختی
 تنہا رہی شوخ چشمی سے چنے آہونہ کیوں نکلے
 جو وہ آنکھوں میں آیا کون اس کو دیکھ سکتا تھا

تو جو اس دیکھتیاں دیکھ جاتے اپنی آنکھوں سے
 تجھے کیا ہم ہیں اشک خوں بہا رتے اپنی آنکھوں سے
 کر جاتے واں نور اس کو دیکھتا ہے اپنی آنکھوں سے
 نہیں آجئے میں آنکھیں ملائے اپنی آنکھوں سے
 ستارے یہ نہیں ہم کو ڈراتے اپنی آنکھوں سے
 نظر کس کی ہے ہمیں ہیں سب گراتے اپنی آنکھوں سے
 کرتی مٹاں کو خوشی ہو جاتے اپنی آنکھوں سے
 قسم آنکھوں کی ہم اس کو چھپاتے اپنی آنکھوں سے

ظفر گر یہ ہمارا کچھ نہ کچھنا غیر دکھتا ہے
 انہیں ہم دیکھتے ہیں مسکراتے اپنی آنکھوں سے

آکھ اس قافل کی سواری دم کشن پھری
 صید گشت میں جب سواری تیری صید گلن پھری
 ہو چکا موسم خزاں کا آتی گلشن میں بہار
 لگ چکے کمرے دھم جگر پر چارہ گرا
 جوں نظر تیری پھری ہم کو ہوا میں اٹھیں
 کوئی گل ایسا نہ پایا جس میں ہو بے وفا
 ہے یہ خوبی حجت بر گشتہ کی جویوں مجھ سے آہ
 خاک مجھوں سے ہوئی اتنی مکد تو صبا

پر نہ بدیر تیج اس سر با ز کی گردن پھری
 وہ تجھی ہر صید کی تیری طرف گردن پھری
 کیا تری تقدیر پچھلے سارا گلشن پھری
 بخت کی گھنٹکیں سے آگے ہی سوزن پھری
 کچھ طبیعت دوستوں سے تیری اے دشمن پھری
 ڈھونڈتی ہر چنداں صبح سو گلشن پھری
 صف کی صف مڑگاں کی تیری اے بت پر فن پھری
 مدتوں صحرانہ صحرانہ اجماعی دامن پھری

تیری جانب سے ظفر شایہ دل اس کا پھر گیا
 ورنہ کیا باعث کر آئے یہ نظر نہ توں پھری

ظاہر ہیں کیا ظہور کے مظہر سے
 ہوں دھم مہر سے دل پہ نہ کیوں کرتے
 صیاد یا سیر نہ تو ہیں تو کیا کریں
 ما زدا و مہر تو ہیں شیدا و قدیم
 جن جن کے یہ پرانے پرانے ہیں مقبرے
 دل ٹوٹے بھرتسب کا الٹی کر اس نے آج
 آغا ز خط سے کیا ہی نکالے ہیں دیکھنا
 کل کل کے لکڑے کھانکوا کیا امیر کو آج
 اک ذرا دل کا کہن ہو ایہ تو پھر بھرے
 کرتیجے تا زہ قند پیاز گردش ملک

ہلوے ہیں اس کے پردے کے اندر سے
 نور امتحاں وہ کرتے ہیں مخبر سے
 ہیں دامن میں پھنسے ابھی آ کر سے
 لیا اذن کے نور ہیں اکثر سے
 تجھ ان کے واسطے بھی یہاں گھر سے
 کیا بت کدے میں توڑے ہیں ساغر سے
 طوطی باغ حسن نے یہ پر سے
 کترے ہے روز گل یہ تم گر سے
 پید ہزار داغ جگر پر سے
 لاتی ہے ہم سے روز یہ چکر سے

اک دل ہے اس کو دے تجھے کس کو اے ظفر
 آئے ہر ہیں ہنگڑوں دلبر سے

مریض عشق ترا کیا دوا سمجھ کے پئے
جگر کے کرتے ہیں لکڑے یہ پارہ الماس
کہاں نصیب کر قلیاں ہمارے ہاتھوں سے
مرے لہو کا وہ پیا سا ہے پر اسے کہہ دو
شراب عشق سے کیفیت نکالے ہو
تہا رے تھکے ہو سر کو دیں جو شربت قدر
تہا رے پاؤں بھی دھو کے پئے یہ عاشق زار

جو کھونٹ زہر کتاب بھانجھ کے پئے
پئے جو خشک کوئی جتنا سمجھ کے پئے
ہمیں بھی اپنا کوئی آشنا سمجھ کے پئے
یہ خون سدفہ جاں ہے ذرا سمجھ کے پئے
وہ دیکھے آپ کو جلیاں فنا سمجھ کے پئے
تو ہے یقین کہ نہ وہ بے مزا سمجھ کے پئے
پر اس کو فائدہ کیا ہو کیا سمجھ کے پئے

نہ اس کو ہم کلام ہو نہ تجھ کو صبا کلام
کہ ظفر سے پئے گزشتہ سمجھ کے پئے

آکھ دیہ ارکی بندوق دکھا تو داہے
لوٹے مرادل بہتا بترے پاؤں پہ حیف
سر مڑگاں پہ کہاں خیمہ نکلیں پارہ دل
نہیں دیکھے تڑے بنا دمیت کی آگر
قسمت اس صید ختم دیدہ کی جس کو دم خون
پنچہ شانہ کے قائل ہوں سازی کا
اکیں ہزے کی جگہ خاک اسے پھر نشتر نثار

کیا کرے دشت میں گر کان نہ آہو داہے
دم آئے نہ تجھے پاؤں تلے تو داہے
کر چلے آتے ہیں بے ساختہ آنسو داہے
اگل دانوں کے تلے اپنی ارسطو داہے
جڑھ کے سینے پہ وہ قاتل تزا نو داہے
تل بے فاسوں کر ترے نئی گئے سو داہے
اپنے بچوں کی اولو قصدا کو ہو داہے

جو کہ ہے خاک نعیش اور ہے یہ خانہ ظفر
مسند جاہ پہ جمشید کے پہلو داہے

کر ان کے دیکھتے ہی اپنی حالت ایسی ہوتی ہے
دکھا دے باغ میں گل روگ گل کو کمر اپنی
نہر کے دل میں حال خوب و زشت سب منہ پر
سے ظکلوں بلوریں جام میں وہ مہر کے کہتے ہیں
نہ ہوتا اس کا پاس آبر و تواہر سے کہتے
غبار آلودہ خطا سے رخ کا آئینہ ہوا نہ کھا
دکھا کر وہ مجھے تصویر بچوں کی یہ کہتے ہیں
اٹھا جو برقع فانوش منہ سے خرچ محفل کے

کر سب کہتے ہیں تو بھائے جاہت ایسی ہوتی ہے
کنا رک اس کو کہتے ہیں زنا کرت ایسی ہوتی ہے
بجز آویزہ کس کی صاف طینت ایسی ہوتی ہے
نشتے میں اپنے بھی چہرے کی رنگت ایسی ہوتی ہے
کر گر یہ اس طرح کرتے ہیں رقت ایسی ہوتی ہے
کر رکھی دل میں عاشق کے کدورت ایسی ہوتی ہے
کر جو ہوتے ہیں عاشق فن کی صورت ایسی ہوتی ہے
ہوا پروانہ جل کر خاک غیرت ایسی ہوتی ہے

ظفر مت پوچھو جو کچھ ہم میں میں رابطہ ہے باہم
کرنے یا رہے ہوتے ہیں نہ الفت ایسی ہوتی ہے

خراج رو جس کو ترے وصل کی لہو ہووے گی
 اس کو پروانہ صفت کچھ تک درد ہووے گی
 چاندی اس کی بنی ہے جو صورت تصویر
 تنگل وویں ہوش بھر دشت میں ہم چچے
 دیکھا دان نہ تو تم کوئی کے سوا
 لاکھ تم منع کرو جب کہ بھرائے گا یہ دل
 سنتے ہیں ان کی رقبوں سے ہوئی جب فنگلی
 ہے یقین لوگ جو یوں کہتے ہیں تو ہووے گی

اے ظفر ہے زباں غلج کی نقاد حق
 یعنی وہاں کہیں گے جسے سو ہووے گی

عجب کیا گرچہ دیا صرف ساغر ہو تو پلی جائے
 یہ ہے آٹام دیا کیا مسند ہو تو پلی جائے
 اگرچہ آب تنجیلا آب زندگانی ہے
 بچے پر کس طرح عاشق پیسر ہو تو پلی جائے
 جو آسو چشم میں بھر لاؤں تو ہنس کر وہ کہتا ہے
 کہ کہہ دو آبرو کا اپنی کوڑا ہو تو پلی جائے
 ترے ہاں سوخت کی خاک ہے وہ تشنہ پا رہاں
 کہ گر یک قطرہ سو دیا کے ہمسر ہو تو پلی جائے
 طیبہ در دل تو ہو تو ظالم تلخ دارو دے
 ترے سوسے کوئی زہر بھی گر ہو تو پلی جائے
 جو ہووے تشنہ پور ترے چاہ زندہ اس کا
 بھلا افساف کر وہ آب کوڑا ہو تو پلی جائے
 سبیل عشق پر ہر دم ہی آواز سنتا ہوں
 کسی کو تنگی آب حنجر ہو تو پلی جائے
 سکندر پلی سکے اے خضر کیونکہ آب حیاں کو
 نصیب اس کا تیری سا سکندر ہو تو پلی جائے
 کہے کھول کر وہ زلف انبی ساغر سے میں
 کوئی آشفیہ زلف معصم ہو تو پلی جائے
 تلک اب اس قدر مت جان چشمے کو بہت کے
 دلا تو ایک کیا اگر ایک لشکر ہو تو پلی جائے
 کہیں ہیں جس کو جب جاہ تیغ تشنہ خوں ہے
 عزیز و بے اگر خون برادر ہو تو پلی جائے

ظفر غصے کو دل میں کون پلی سکتا ہے کیا قدرت
 کسی کا ظرف تیرے ہی برابر ہو تو پلی جائے

اک نگہ دیکھ نکلا مجھے
 کم تنگی نے مارا مجھے
 شربت دیدار کی امید پر
 تنگی جہوں سے گوارا مجھے
 اس نے پکارا تھا کسی اور کو
 میں نے یہ جانا کہ پکارا مجھے
 خال رخیا دکا سرگشتہ ہوں
 لایا ہے گردش میں ستارا مجھے
 نفع کی امید تھی لیکن ہوا
 زلف کے سودے میں خسارا مجھے
 آج اگر آکھہ چلی تو کیا
 یاد ہے کل کا اشارا مجھے
 سیر دو عالم سے غرض کچھ نہیں
 ایک تصور ہے تہہ دارا مجھے
 ہوتے ہوا کہ بات پر تم کیوں تھا
 حال ابھی کہتا ہے سارا مجھے
 ہم نفوس دلیبر عی نفس
 کیوں نہ لگے دل سے پیارا مجھے
 جس نے کہ نکھرا کے مری نفس کو
 زندہ کیا آج روباہ مجھے

سچ تو ظفروں ہے کہ جہ فخر دیں
 اور نہیں کوئی سہارا مجھے

شاخ مڑگاں میری کب انگوں سے تڑپاؤں میں ہے
جوش گر یہ نے مرے کھینچا ہوا تک باجر
بکیر ویر خالی نہیں گردش زووں سے دیکھ لو
آنکھ دل سے ڈر میرے سمندر اس قدر
دیکھ کر تیرے اب وہاں کو مارے شرم کے
میری آہ و اشک سے چرخہ زمیں کا ہے یہ حال
خشت میں اس سنگدل کے اس قدر رویا ہوں میں
آجے میں اس کے روئے آنکھیں کو دیکھنا
یہ خشت و بحر کا دیکھو تڑپاؤں میں ہے
گنبد نیلے رنگ نیلوفر پانی میں ہے
ہے خوشگلی میں گہلا کو بھنڈو پانی میں ہے
چاہتا مانند ماہی اپنا گھر پانی میں ہے
لعل پتھر میں چھپا جا کر گھر پانی میں ہے
وہ ادھر آنکھ میں ہے وہ یہ ادھر پانی میں ہے
کوہ بھی انگوں سے میرے کمر پانی میں ہے
کیا اتنا شاہ ہے کہ آنکھ ملو گھر پانی میں ہے

ہیٹے میں صافی دلوں کے کب جہاب صن روست
عکس خورشید درخشاں اسے ظفر پانی میں ہے

جدھر آنکھ پڑتی ہے تو وہ پرو ہے
رکھو آنکھ کیوں نہ پیش نظر میں
مری چشم میں کیا ہے؟ حیرت تصور
بدن میں ہمک ہے تری کیا سخن کی
صد پر دہ ساز کی نہیں ہے
کوئی چھوٹا ہے یہ دامن سے قائل
ترا ملوہ سب میں ہے سب جائے تو ہے
مری آنکھ میرا آئینہ رو ہے
مرے دل میں کیا ہے تری آرزو ہے
تری زلف مشکیں میں مہر کی بو ہے
کوئی پردے ہیں کر رہا مھنگو ہے
شبید محبت کا آنکھ لہو ہے

ظفر آپ کو اصغر دست با صفا اس کو
وہ چھ میں ہے جس کی تجھے جھو ہے

خشت میں کیا ہم بھی اسے شہر سیدھے ہو گئے
آنکھ سوزاں نے میرے کر دیا آنکھ کو موم
تو ہوا ہم سے نہ سیدھا اور دست شانہ سے
کج والی سے تری قائل تعجب ہے مجھے ا
چرخ نیلے حاشی رہا وہ بنگلوں باکے جواں
دستی پر کس کی قامت کہو اب جو بعد مرگ
سر نوشت اپنی نہ بچتی اور کھٹکوں کے
سیدھے وہ آئیں گے گر بیطالع واڑوں مرے
کتے اس قالب میں نیلے حاشی سیدھے ہو گئے
کھل کے میرے حلقہ زنجیر سیدھے ہو گئے
بال بل کھائے تیرے تصویر سیدھے ہو گئے
تن پندرے کیوں خطا شیر سیدھے ہو گئے
نیلے حاشی ہو کر زیر چرخ سیدھے ہو گئے
دست و پائے عاشق لکھ ہو گئے
حرف جوائے ہوئے تحریر سیدھے ہو گئے
اک ذرا اے آہ بے جا سیدھے ہو گئے

میری سیدھی بات پر ہوتے ہیں نیلے حاشی ظفر
جب کہ نیلے حاشی میں نے کی تحریر سیدھے ہو گئے

اس کے کل کوچے میں ہم ایسے ہنر سے گزرے
 کیا عجب تیرنگ میرے جگر سے گزرے
 اس سار میں تو بہت آئے سفر لیکن
 جوش گریہ سے مرے ہو جو طوفاں برپا
 آج تک وہم و گماں میں نہیں آتا اپنے
 دل کے آئینے میں جو کچھ عیاں ہیں جو ہر
 چشم نقش کف پا راہ میں حیراں ہوں کیوں
 بوسہ تیرے لب شیریں کا ہے کوئی شکر

ایک نے دیکھا نہیں سب کی نظر سے گزرے
 پروہ ہے تیر کر آہن کی پہر سے گزرے
 جو ہے کیا جانے کہاں سے وہ کدھر سے گزرے
 اب ہو پیر تلک کے ابھی سر سے گزرے
 کیا کریں ہم ترے مضمون کمر سے گزرے
 ہیں وہ پہلے نظر آئیں گے گزرے
 راہ روکتے ہی اس راگزر سے گزرے
 تلخ آنجن ہو ہم بند و شکر سے گزرے

دعایا زنی کے تماشے کا نہ ہو چھو عالم
 کر تماشے ہیں بہت چشم ظفر سے گزرے

جو دل کے ارادے کو ادھر کھینچ کے باندھے
 اے ہم نقشو کہہ دو یہ جو اس کو میرے
 جاتا ہے اڑا رخ نظر تا سرافلاک
 سکا مرے دل پر لگے ہے اس سے یہ کہہ دو
 آجائے نظر ہر کا کلو اپس غور شدہ
 پھر کون چھڑا سکتا ہے دل کی میری مشکلیں
 ڈنٹا ہے ہزار اکت سے مراد دل سے کہہ دو
 جو راک دنیا ہو کمر کھول کے بیٹھے

وہ راہ میں بہت کی کمر کھینچ کے باندھے
 پٹی نہ سر زخم جگر کھینچ کے باندھے
 اس کے کوئی کس طرح سے پر کھینچ کے باندھے
 جوڑے کو نہ وہ رشک تر کھینچ کے باندھے
 تو پیچہ پر اپنے جو پہر کھینچ کے باندھے
 تو طرہ مشکلیں سے اگر کھینچ کے باندھے
 تعویذ نہ ہیں بازوؤں پر کھینچ کے باندھے
 لازم ہے پانی کو کمر کھینچ کے باندھے

پڑ جائیں ہزار اکت سے نساں کیوں نہ ملے
 دستار کو وہ جب کر ظفر کھینچ کے باندھے

ہوتے ہوئے چشم سے آج ہلکاری رہ گئی
 آئے آئے اس طرف ان کی سواری رہ گئی
 ہم کو خطرہ تھا کہ لوگوں میں تھاجہ چا اور کچھ
 نکلے نکلے ہو کے اڑ جائے گا سب سنگ مزار
 اٹیہیلے اک میں جو خاک میں ڈھونڈے کوئی
 آؤ گرا ہے کیوں گن گن کے رکھتے ہو قدم
 ہو گیا جس دن سے اپنے دل پر اس کو اختیار
 جب قدم اس کا فرید کیش کی جانب بڑھے
 کھینچتے ہی تیغ اداس کے دم ہوا اپنا ہوا
 اور تم غم خوار سارے کر چکے غم خوارگی

آہ و باری ہر بیماری رہ گئی
 دل کی دل میں آؤئے جاں نثاری رہ گئی
 بات بھلا آئے سے تیرے پر بیماری رہ گئی
 دل میں بعد از مرگ کچھ کرے بے قراری رہ گئی
 خاک کساری خاک کی گر خاک کساری رہ گئی
 او کوئی دم کی ہے یا دم نثاری رہ گئی
 اختیار اپنا گیا بے اختیار رہ گئی
 دور پہنچے سو قدم پر ہی زگاری رہ گئی
 آہ دل میں آؤئے زخم کا ریرہ گئی
 اب فقط ہے ایک غم کی نمکساری رہ گئی

فکرو عیاری کا یاروں سے بجا ہے اے ظفر
 اس زلزلے میں ہمیں ہے ہم یاری رہ گئی

ہلا مت خاک میں یہ کیا تم ہے
کریاں سے اٹھ نہیں سکتا قدم

برنگ نقش پا تو در پہ ہم کو
زمین نے پاؤں سے پکڑے ہیں اپنے

ظفر پیروں کا تجھ کو جگا سا یہ
کہ جن کی یاد میں تو چشم نم ہے

کوئی کہتا ہے یہ ہر ٹھکس باب سکندر ہے	کوئی کہتا ہے یہ چین جیسے سوج سمندر ہے
کوئی کہتا ہے بیٹائی کو اس کی ماہ انور ہے	کوئی کہتا ہے اس کی مانگ کو ہے بکشاں کا خط
کوئی کہتا ہے اس کے رخ کو یہ خورشید محشر ہے	کوئی کہتا ہے اس کی جعد کو ہے یہ شب یلدا
کوئی کہتا ہے بووے زلف کیا ہے بوئے عطر ہے	کوئی کہتا ہے جوڑا نہیں مشکل ما فہ ہے
کوئی کہتا ہے چشم سر کیسے ہم چشم عطر ہے	کوئی کہتا ہے بنی کو کر ہے چہ شک گل زنبق!
کوئی کہتا ہے اس کی چین ہر قطر عطر ہے	کوئی کہتا ہے کہ اس قاتل کی چٹک تیغ تران ہے
کوئی کہتا ہے جوڑاں ہے عودا زک سے ہسر ہے	کوئی کہتا ہے اک سیف کشیدہ ہے وہ درہالہ
کوئی کہتا ہے اس کا کوش کیا ہے چشم ساخ ہے	کوئی کہتا ہے وہ مگر دن مصفا اک ہراتی ہے
کوئی کہتا ہے وہ درکان کا تاندہ آخر ہے	کوئی کہتا ہے وہ شفاف ماضی صبح صادق ہے
کوئی کہتا ہے دانتوں کو جب یہ مسک گوہر ہے	کوئی کہتا ہے ہونٹوں کو کہ ہیں وہ لعل کے کلوے
کوئی کہتا ہے اس چادر دن میں آب کوڑ ہے	کوئی کہتا ہے گویا وہ رہن ہے خضر کا پشیر
کوئی کہتا ہے رنگین پنچہ مراں کے برہ ہے	کوئی کہتا ہے وہ دست حمایت ہے شاخ گل
کوئی کہتا ہے سینو کو آئینہ مکدر ہے	کوئی کہتا ہے پہاں کو حباب آسمان صفا ہے
کوئی کہتا ہے نری میں شکر لعل سے بہتر ہے	کوئی کہتا ہے وہ تکی کرتا درگ گل ہے
کوئی کہتا ہے سلی شاخ نسریں اک سراہر ہے	کوئی کہتا ہے اس کی مانگ کو ہے گل نسریں
کوئی کہتا ہے ساق سے لگوں شمع مند ہے	کوئی کہتا ہے وہ زانو عجیب ہے صاف آئینہ
کوئی کہتا ہے جھانسن ہے برگ گل تر ہے	کوئی کہتا ہے ہر انگشت پا ہے شاخ گل ہندی
کوئی کہتا ہے وہ قامت قیامت سے بھی بہتر ہے	کوئی کہتا ہے اس قد کو قیامت کا نمونہ ہے
کوئی کہتا ہے جو خمرہ ہے اس کا اک نمونہ گر ہے	کوئی کہتا ہے اس کی ہر اداسے اک بلافت

ظفر جو اس سراپا زکی تعریف کی تو نے
مقرر ہے مقرر ہے مقرر ہے مقرر ہے

لخت دل اور اشک کو کیونکر کیوں یکساں ہے
 مار کا کل زلف سبیل رخ ہے رشک یا سخن
 چشم و رخ کو دیکھ کر تیرے سداے سادہ رو
 ابر میں درخشندہ کب ہے برق اسے پیر تلک
 دیکھ کر خال زنجیراں کیوں نہ ہو وے داواں ڈول
 ہاتھ غیبی سے کل آئی ندا مجھ کو ظفر
 وہ در غلطاں ہے تو یہ ہمسر مر جان ہے
 سرو قد ہے بگڑ اپ ہے خود گل خندان ہے
 رنگ ہے زنگس یہاں اور آئینہ حیران ہے
 وہ مار اور بول یہاں سوزان ہے
 چاہ کنعاں وہ ہے اور یہ یوسف کنعاں ہے
 فکر میں تاریخ کے رہتا تو کیوں حیران ہے

وہ ہیں صد رشک جہن مصرع یہ مجھ سے ڈھل گیا
 زور اب رنگین یہ اپنا سر بسر دیوان ہے

عشق میں بازی اگر چوڑی دل پر کھیلتے
 کیونکہ فضل رشک کو آنکھوں میں رکھوں روک روک
 پنجہ مڑگاں میں ہیں اسے مرد دل کب اشک سرخ
 ہر چہ نور و ف سے لٹا آ کے قلم و ج میں
 شیخ کی اگر دن ہلا کر تم جواب کرتے ہو بات
 آئینہ غماز ہے کہ رو سے کا منہ پر کج کوا
 نر دل ہم بھی بٹھاتے اور دل پر کھیلتے
 یہ نکل جاتے ہیں لڑکے گھر سے باہر کھیلتے
 ہیں گل بازی یہ لے کر دیہ ہر کھیلتے
 ہیں گل بازی یہ لے کر دیا مقرر کھیلتے
 شیخ سدا ہیں تہا رے اب یہ سر پر کھیلتے
 کھیل کس سے کنگی کا تم ہوا کثر کھیلتے

اسے ظفر اس خال رخ پر بال زلفوں کے نہیں
 من سے اپنے ہیں یکا لیلہ کھا کر کھیلتے

قطعہ

یہ دیواں رشک گلشن کیوں نہ ہو گلہائے مضمون سے
 کراسا جو ورق ہے سو خیال ان ساقی ہے
 ظفر یہ بتا لے مصرع تاریخ لکھ اس پر
 مرا اب یک قلم دیوان بستان ساقی ہے

تمہیں پیش و طلب و اس جذبہ ہے
 جو آتا آج وہ اپنے بچم ہے
 نہ کیوں دل کا ہوا اس کا کل سے سورا
 مجھے سوچتے ہے کیفیت جہاں کی
 لباس اپنا نہ کراے شوخ تو سبز
 تری مڑگاں کے آگے اے گل اندام
 جہاں دیتا ہے تو جنبش بھصوں کو
 بنا داغوں سے دل ہے رشک گلشن
 سر سحر انور دی دیکھ کر وہ
 پھرے ہے جو تو ڈاواں ڈول ایسا
 یہاں سبز زنی ہے اور علم ہے
 تو یہ روچین ہے شادی کا دم ہے
 کراس کی گاتھ میں دام و درم ہے
 وہ چشم مست ساقی جام جم ہے
 کہ بر صورت یہ میرے حق میں سم ہے
 قلم زنگس کی مرفوع اقلیم ہے
 وہاں بھونچال کا چہ چا منم ہے
 بیان لالہ رخوں کا بس کرم ہے
 لگے کہنے کہ سچ کہہ کیا تم ہے
 کسی کی چاہ کا تھکوا لم ہے

پائی نذرانگی میں نظر ہوئے بہت
جوں با دگر گر چہ بہت سیر جہاں کی

ہمارا دل نہیں اس کے سرپشت زنجہاں ہے
کہیں ہے خرمن گل اسے مباح شہید اس ہے
نہیں زنجیں جو رخ پر سے انہوں کی بس وہیں ہو جھا
جہاں سودا لب لہر سے پوسے کا کیا ہم نے
ہوس ہو سیر گلگشت جہن کی کس کو اے ہدم
دکھاؤں کس کو میں دست جنوں کی دستکاری کو

عزیز و چاہ کنعاں ہے یا وروہ ماہ کنعاں ہے
جو ہر یک شمعہ بلبل ہمدست فاتح خواں ہے
کہ نکلا پر وہ ہر سب سے ماہاں ہے
بکا عتاب کی قیمت وہاں لعل بدخشاں ہے
تو گل خوردہ اپنا یک قلم سخن گستا ہے
نٹا برت تخت دامن ہے نے ناگرہاں ہے

نظر اس آلمہ پائی کیدولت سے ہے ہر کا نکا
سر اسرا نکتا سوتی بدامن بیلاں ہے

تپ غم میں مجھے بھرتے جو دیکھا سانس ٹھنڈی سی
لڑانا ہے ہر تک چشم کو مڑکاں کی گولی سے
مجھے دریاں ترے ہیں روکتے ظالم بھی ڈر ہے
عجب ڈھب سے لگی جا رفته رفتہ اس کے پاؤں تک
نہ کیوں اس گنبدن کے ساتھ سونے کی رہے خواہش
نظر کے سن کے شعروں کو ہند اس سارے کہتے ہیں
ہم ایسے سوز غم جہاں سے ہیں بے
کریں گے ذبح ہمیں لہران کافر کیش
نہ پوچھو حال ہمارا کہ اس کے کوپے میں
گلے کے ہار ہیں گے تیار لہکوں کے
جد اہوں حسرت و اندوہ کس طرح ہم سے
وہ میرے دشمن جاں ہیں یہ جان لیو کا

تو ہر دم ہاتھ بالیں پر مرے لئے لگا عیسی
قرلباشوں سے نیکی ہے لڑا کی کیا فراموشی
نہ ہو جاوے کہیں در پر ترے لب خانہ جنگی سی
حسب کی کا مہا نے میں بہت کی ہے اور دوشی
کہ دیکھی باغ عالم مسی وی اک شل اچھی سی
بدل کر قلعے کوئی نزل لکھنے جی کی سی
کہ داغ دل کے گل نو بہار سے ہیں بے
ازل سے ہم تو انہیں کے شکار سے ہیں بے
نیا وہ ہم تو پریشاں غبار سے ہیں بے
کمر سے واسطے پھولوں کے ہار سے ہیں بے
کہ کج غم میں بھی اپنے یار سے ہیں بے
تمہارے آن کے جو دوستدار سے ہیں بے

تصور اس دردناک کا ہے جو ہم کو ظفر
نخن ہمارے درشا ہوار سے ہیں بے

تری چشم منظر ہیں وہ جاو گیر سحر آئی
کرے نعل کیوں نہ برپا قیس ہر دم دشت و شست سے
نہ پوچھو نقش پائے ناقد لیے کے نقشے کو
کوئی میری طرف سے کہ دو یہ خطر خست کو

کہ جس کی دید کو ظہر ہے یہ پیمیز سحر آئی
گولا طوق ہے سوج ہوا زنجیر سحر آئی
کہ بچوں کی پرستش کو ہے یہ تصویر سحر آئی
بجز ایساں میر اکون ہے اب میر سحر آئی

نظر کیا خاک کچے بن کے بچوں دشت پائی
کہ ہر خار مغیلاں ہے نظر میں تیر سحر آئی

نہ کیوں ہو قد ریم چشموں میں میری چشم گریاں کی!
 کہ کتنی جھوٹکی اک ہل میں جس سے ہر نیساں کی
 کنار بحر آب رواں میں تو اگر نائے
 حباب، بکھرے کیا نظر میں مایا ہاں کی
 نکستی تغیر ہے صدف کی یا روحا شے پر یا
 نیا وہ کیوں نہ ہو اب خط سے خوبی روئے جاہاں کی
 چمکتے ہیں، صوب چرخ متافہ پر اختر
 دکھا دستا بک فہم کر مئی اودہ ہندال کی
 میان ذوالفقار میر وئے شمار سے تیرے
 دو عالم کل ہوتا ہے قسم ہے شاہ مرداں کی
 پری رود کچھ کوٹھے پر نہ چڑھ یوں بے ہرگز
 توبہ لا بھی ہو جائے گی خلقت پرستوں کی
 خیال مادی جس کو اسے عزیز و اب ہوا م ہو
 حقیقت ہو بسوہ کیا کہے حال پریشاں کی
 جنوں صد آفریں اور درجہ تیری رفاقت کو
 اڑائیں دھجیاں تو نے ہمارے جیب وردیاں کی
 اسی باعث سے میں شب کوڑے گھر میں نہیں آتا
 ترے در پر جو چوکی رات دن راتی ہے دہلیاں کی
 یہ اس کو منع کر دینا کہ وہ روئے نہیں مجھ کو
 وگر نہ اس گھڑی نہیں سگی اس میں ہم میں تو ناں کی

ظفر گرداب دریا نے سخن کا تو شاہور چہا
 بدل اب، جزا خوش ہو طبیعت ہر سخن داں کی!

بیعت نہ کریں کیونکہ بھلا پیر سخاں کی
 پہنچی ہے صد کیا مری فریا و وفاں کی
 کی تن پہ مرے قطع تبا آب رواں کی
 لے لے کے بلائیں ترے ہند ان وہاں کی
 کہتے ہیں کہ گلشن میں اب آمد ہے تھاں کی
 جوں خراج جو محفل میں کبھی تو نے زباں کی
 چھائی نہ برق جاوے بھلا کیونکہ کتاں کی
 اک شخص نے کل میری کہانی جو بیاں کی
 اس بہت کو خبر کیا ہے مرے دروہیاں کی
 آئی ہے مرے ہاتھ جو یہ خاک وہاں کی

ہے کچھ لگی زرد سے یہاں بادہ کشاں کی
 باعث فکلی کا نہیں معلوم ہتاں کی
 اس شک کے قربان کہ قراض مڑہ سے
 ہنسنے کا یہ عالم ہے کہ ہوتا ہوں میں بیہوش
 مرجھائے ہے کیونکہ یہ گل زخم دل اپنا
 جیزار کی مثل سے ہو جاؤں گا مہج!
 ہو شب کو جو آمد کمال سے یہ روش
 ہوئے کہ کہیں تم نہ کریں راہ مسافر
 سچ ہے کرو ہی جانے کہ جس شخص پہ گز رہے
 آنکھوں سے لگا کیونکہ بھاس کو نہ رکھو

آؤ گئے آج گھر میں بتا دو کہیں مجھے!
کیا پوچھتا ہے مجھ سے کہ عاشق ہوں میں ترا
قربان تیرے اے بہت ماؤک قلن کر آہ
کیونکر نہ عرق کشتی دل ہو کر اے منم
اس کی گلی میں بیٹھ کے رویا ہوں اشک سرخ
صورت سے میری کیونکہ نہ آ زردہ ہو وہ شونخ
تو ظلم کرو اور اس کے عوض میں وفا کرو لوگ
حاکم کا قسم کہے ہے کہ آؤں گا رات کو

بھاتی نہیں یہاں تھہہ بہر کی نہیں مجھے!
دنیا کی ہے طلب نہ تمناؤں دیں مجھے
تیر مرثہ دکھائے کیا سہم گئیں مجھے
سوج بلا ہے یہ تری چین جس میں مجھے
آئی نظروہاں کی گلستاں زمیں مجھے
تو نے لکھ دیا ہے اندوہ گئیں مجھے
تجھ کو تو مر جا کہیں اور افریں مجھے
پر اس کی بات کا نہیں ہرگز یقین مجھے

لیجئے یہ سراسر لب خیریں کا اظہار
آئی طاہرات شکر و انجمن مجھے!

تو رخ سے مجھ کو جوا تھا تک شباب دے
 مکتوب شوق اس کو میں اے امہ برکھوں
 اب بہا دل رخ ہے ہنر ہے ساقیا
 گر تیغ سوچ اشک دکھاؤں تو آہ چھوڑ
 زنجیر سوچ کز حوادث میں ہوں بھٹنا
 مخلص میں فضل غنچہ کو چپا لگا ہے دیکھ
 پردے سے برق کو نہ نکلے شباب دے
 فرصت جو تک بھی رونے سے چشم پر آب دے
 بھر کر مجھے تو ساغر گل میں شراب دے
 دریا دلوں سے آنکھ لڑائی شباب دے
 اس سے نجات اب مجھے یا پتہ اب دے
 شبنم بجائے آب اے تو گلاب دے

یو سر کی اس سے کیونکہ تیرا دھمیں خضر
گالی بھی منہ سے جو کہ ہو بے حجاب دے

رفاقت کیا کیوں آہ بکھر اور داغ سوزاں کی
 بھلا کس واسطے دیکھوں میں اب صورت گلستاں کی
 بیان کیونکر بھلا ہووے حدیث اس زلف بچپاں کی
 تنہا رہے پا کے گری رات کو اسے شاید محفل
 جو سودا اس اب ہال خوردہ کے بوسے کا پیتا ہے
 فراق یا رہیں رفا ہے بیتا بی بے وحشت ہے
 ہمارے لخت دل کو دیکھ کر مڑگاں میں یوں مردم
 کہا تھا صد نے کیا معلوم پر اس کی زبانی ہے

ہماری قبر پر حاجت نہیں ہے شمع گریاں کی
 مجھے اب سادہ چین کی اس کی بھاتی ہے دوش بانی
 نہ جب تک چل کے کچے سیر تکسر مہلباں کی
 زباں لغزش میں آ جاوے نہ کیوں شمع شیشیاں کی
 تو قیمت خاک میں ملتی ہے پھر لعل بدخشاں کی
 خبر مجھ کو نہیں ہے آہر گزدین وایاں کی
 گلے کہے کہنی روک دی کس نے چہ اعلاں کی
 وہ غافل آ کہا جانے ہمارے درد پنہاں کی

غزل ان تاقیوں میں بود بھی لکھو نظر ایسی
کہ ہو ہر بیت جس میں دشمن فرہوی کے دیواں کی

رو کے میں کہتا ہوں اور تم نہیں جس کے سنتے
ہم صغیر و مری فریا و وفاں گلشن میں
گمراہ قلیلے ہمارے کو شاید
رند کو شب جو کہیں دختر روز سے پکڑا
ہمدہوں کا مرے اک شب میں ہوا کا مہنام
دیکھو ہو جاؤں گا بدنام میں دہی کے سنتے
آہ کیا ہونا جو پاس آ کے نفس کے سنتے
دم بد ہم جو یہاں ہیں جس کے سنتے
رنگ فق ہو گیا ہر بات عیس کے سنتے
قہر تھا لے جو چار برس کے سنتے

حشق کے ذکر میں مست مظفر کا بچو
دیکھو ہو جاؤں گا بدنام میں اس کے سنتے

رو رو کے گر چکیاں میرا دل مجنون لے
ہو گیا ہر رشتہ صدمہ شک گلستاں عندلیب
حشق ہے رنگ گری تھہ سے دلا اٹھتا نہیں
کس لیے حشق تباں میں تو پھرے ہے بیٹھو
مفت میں بدنام ہو گا دیکھ اسے کا حل مجھے
کی جو کچھ عرض تھا ان سے میں تو یہ کہا
داغ سینے پر بھروسے کیوں نہ پھرتے مجنون لے
کل جو سحر میں گئے ہم دیہہ پر خون لے
چوہم کس چھوڑ دے سر پر نہ یہ ہامون لے
ہاتھ میں زہد اک اپنے سچے زیتون لے
بے گزشت کل کر سر پر نہ اپنے خون لے
بیٹھو چل جا یہاں سے عقل کے کما خون لے

خاک کے ڈالے سے چھپتا ہے کہیں بھی مانتا
شعر کا تیرے مظفر کیا جان جو مضمون لے

اسلام کو کھر سے پھر وکا رکھا مجھے
کب دسترس ہوتا سر زلف دہتا مجھے
میں ہوں مریض حشق نہ کیوں ہو خلا مجھے
کو چے سے تیرے اٹھ کے میں جاؤں بھلا کدھر
میں کس طرح بتوں کے نہ جو رو ختم ہوں
ہو کر اسیر زلف کبے ہے یہ دل مرا
میری نظر میں رہتا کسیر خاک ہوا
ترسانہ اب تیغ سے ظالم تو کر شہید
پیکر مبانے آن کے کو چے سے اس کے کل
میں آپ سے گزرتے نہیں کرنا ویسے آہ
ہے بس تصور رخ و زلف دہتا مجھے
اس بختا رسا نے دکھانا اس مجھے
تو بے درد ہے تر افش ہا مجھے
سوچ کر شک چشم ہے زنجیر ہا مجھے
حق نے بنا دیا ہے کو جو رو جفا مجھے
دام بلا سے کج و یا رب رہا مجھے
اس ہم جن کا وصل ہے بس کیا مجھے
کو چہ نہیں ہے ہے تیرا کم از کر بلا مجھے
اپنا کہا مجھ کے ہوا خواہ کیا مجھے
لے جاوے ہے کچھ آہ مراد لڑا مجھے

جلدی بدل کے قافیہ بس اسے مظفر کہیں
اب تو غزل نئی کوئی اچھی سنا مجھے!

سرسوںے تو نے ہیں اس جہ سے بکسر گندھے
 چشم نے جوگ کسی کے ہے تصور میں لیا
 موج دریا پہ ہے یوں پڑتی شعاع خود شید
 کبکشاں لکھی شب تیرہ میں ہے اے ہدم
 داغ حسرت سے یہاں بھر گیا سبز میرا
 اشک کو لخت جگر سے ہے علاقہ اپنے
 جیسے شیرازہ صحف کو ہے لہر گندھے
 سناں در شک اب نہ وہ کیونکر گندھے
 جیسے زنجیر طحانی کوئی زرگر گندھے
 مانگ میں اس مدت مہوش نے ہیں کو ہر گندھے
 ہار بھولوں کے جوتو نے رت کا فر گندھے
 چشم کس طرح سے جو ہر کا نہ زیور گندھے

ہو ظفر کیونکہ نہ کو نہ شب جہاں میری
 اپنے وہ شوخ فتح جہاں جو ہر پر گندھے

یہ بند ہے بہت عزت باب کے پیچھے
 دل اس کی چشم سے کیونکر بچے بھلا اپنا
 برب کعبہ ہوئے آہ ایسے ہم رسوا
 سر شکرت سے مری آستین مڑ گانے
 نہ ایک گام لگا تو میں جا ہر ادا
 رکے ہے چشم کے رو کے سے کہ یہ طفل مر شک
 نمودار مکی پہلے ہے رات سے یارو
 سو اوشام جہاں آفتاب کے پیچھے
 کہ ہر صید ہے شاہیں عقاب کے پیچھے
 جہاں میں اس بت خانہ غراب کے پیچھے
 گہر کے تکتے ہیں اے کے مہاب کے پیچھے
 جہن میں رہ گیا اس مدد کاب کے پیچھے
 ہزار اس کو رکھے داب داب کے پیچھے
 نہ کیوں ہو زلف کا شک باب کے پیچھے

ہزار جو رکھ سہرا نہ بان ظفر
 رقم کر اس کا لگی فرد حساب کے پیچھے

وہ عرق سے رخ گل رنگ طروت پر ہے
 دل کہے کیونکہ نہ اس کے لب پاں خودہ کو دیکھ
 کچھ جہل پر ہی نہیں لالہ امر بھولا
 عکس سے فندقی پا کے ترے اے بلہ حسن
 کچھڑ اول مری جانب سے بجا شادی
 شب کے کمالے لڑے گلشن میں ہر اک گل کا داغ
 اشک باری سے مری چشم کی دات دات زمیں
 رات بے سنگی ہوئی شبنم ہی نہیں ہے دیکھو
 تو کب سے غنچہ دل تک طروت پر ہے
 روز بر گل خوش رنگ طروت پر ہے
 خون فراہ سے ہر رنگ طروت پر ہے
 باغ میں توت اور گل طروت پر ہے
 آج آئینہ ہر رنگ طروت پر ہے
 صبح اے مرغ خوش آہنگ طروت پر ہے
 مرد ماں بے سگڑوں فرسنگ طروت پر ہے
 یارگی سخیل خوش رنگ طروت پر ہے

ظفر اس بحر میں نکلی ہے غزل یہ تم نے
 ہر گل کا فیر تک طروت پر ہے

بس اپنی قسمت پر رہ تو شاکر وہ خواہس یہی ہو خواہائی
 عمل کر اس پر جدا کی پہنائیں رکوں سے ہے ہمیشہ
 کھو نہ منزل تلک وہ پہنچا چلا ہے جو کوئی راہ اپنی
 رکھو غیروں سے روز صحبت نہ پوچھو ان کو کہ جو ہیں عاشق
 کہنے نہ کیونکر تمام عالم تھاری ہاں کی جدا ہو اپنی!

تمارے دشمن مدام ہو میں ظفر ہے تم پر نگاہ ویر و
 نہ ہوں گے سر سبز بھی وہ ہرگز کو اسی دے ہیں گواہ اپنی

ہو رہا ہے شہ جام سے گل کوں تھے ا
 پوچھتا ہوں شہر عشق میں مجھوں تھے ا
 خاک میں مل جائے گا اسے سرو گلشن تو ابھی
 ایک عالم تھا تر امان لے لے اے سادہ رو
 رشک سے کیونکر نہ اپنے ہونٹ چائیں مدلی ا
 تو بھی آنکھوں سے لہو رو دے گا سن اے افسانہ
 میں خفا ہوں تو بلا سے تو خوش رہ جان من
 چشم دید با رے روکش تو ہوتا ہے ہر کے
 شیشہ دل ہے بہت مازک وہ کیونکر دہوں تھے
 اک دیا تقدیر نے ہے گوشہ ہاسوں تھے
 گرد دکھا دیو سے روہ قامت ہوزوں تھے
 آنے نے کر دکھا ہے اپنا اب منتوں تھے
 حق تعالیٰ نے دیا ہے وہ لب میگوں تھے
 میں سناؤں گا اگر حال دل پر خوں تھے ا
 وہ نہ مریاؤں گا دیکھوں گا اگر مخروں تھے
 میں دکھاؤں گا تماشا ملی میں اے جوں تھے

جب سے ہے اس کی کمر کا اے ظفر تجھ کو خیال
 سوچے ہیں با ریک کیا کیا اب سے یہ مضمون تھے

خط آزادی نہ لکھ اے راپنے ہاتھ سے ا
 نہ بھیجا کر مخروں خوار اپنے ہاتھ سے
 عشق سے واقف نہ تھے جب تک نہ تھا رنج و تپ
 دیکھ کر یہ ہیں تری ہوشاک دھانی جان من
 ایک دن دل میں ہے اپنے نقد جاں کا کیجئے ا
 جنبش ابرو ہے کافی بس ہمارے قل کو ا
 آفریں صد آفریں و مر مر ہاتھ کو جنوں
 یہ وصیت ہے مری قاصد تھے اب آخری
 یورپی کہنا کہ کس نے دل میں ڈالا تفرقہ ا
 دے نہ دستاویز یہ یک با راپنے ہاتھ سے
 کام آ جاویں گے پھر رو چا راپنے ہاتھ سے
 اے سیوا دم لیا آزاد اپنے ہاتھ سے
 زیر بس کھانا پڑا چا راپنے ہاتھ سے
 جا کے اب سو داس رہا زار اپنے ہاتھ سے
 کھینچ کر مت مار تو کوار اپنے ہاتھ سے
 چھوڑا جاے میں نہیں اک بار اپنے ہاتھ سے
 خط اے دینا سر با زار اپنے ہاتھ سے
 خط نہیں لکھتے ہوگا ہے با راپنے ہاتھ سے

ہے عجب ظفر و اللہ اب اس چیز کا
 کھو دیا آپ ہی جسے یک با راپنے ہاتھ سے

نظروں وہ خواب میں ہم کو مقرر آوے ہی آوے
یقین ہے کہ یہ کا صفا مرنے کر آوے ہی آوے
خیال زلف ہو جس کو پریشاں کیوں نہ وہ ہو
ہمیں ڈر ہے مجھے ملی میں ڈیڑھ است دو عالم کو
نہیں دیکھی ہے اسے ہر وکماں تو نے کشش دل کی
یہ سب جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں راز عشق چھپتا ہے
یہ سب وہ عشق کا میدان کوئی کیا خاک خم صوف کے
غافل کرنا نہ کر تو دمبد ہر شتر مڑ گاں!

طلب جس چیز کی ہو وہ پھر آوے ہی آوے
کل آوے پرسوں آوے پر مقرر آوے ہی آوے
ضرر اس کو اسی سودے میں پھر آوے ہی آوے
ترے رونے سے طوفاں دیدہ تر آوے ہی آوے
نہ نہ ہو اگر کوئی تو کھینچ کر آوے ہی آوے
جو ہو وہ بات دل میں سودہ منہ پر آوے ہی آوے
کہ اس جا گیور رحم کو بھی اب را آوے ہی آوے
خراش دل سے میرے خون اب تر آوے ہی آوے

نظر اب یاد ہے ہم کو وہ تخیل سلیمانی
پری بھی ہو پرستیں میں تو اڈ کر آوے ہی آوے

جتنے ہیں ہر اک رشتہ ممکن میں رہے
داغ مت سمجھو کوئی ان کو کہ یہ یوں مومن
دھوئے ہاتھوں سے دلا شہ کو نہ کیوں خیمہ م
ہوا تھا غیر مجھے دیکھ کے نیلا پیلا
اشک سے کچھ رہے دوسری لخت جگر آہ
داغ بر دل جو ہوا تیرا شہید الفت! ا
اے نظرسشتہ و رفتہ پڑھتا ہوں
داغ کے دیکھ دل لعل نظر پر رہے! ا
کس کا خوں تو نے کی اپنے در دولت پر
دیکھنا بندگی ارض جاں شہ م
جوش زن خوں ہوا ہجر میں اس کے ایسا! ا
ہم تن میں ہوں وہ بخروج کہ خوں سے قاتل! ا
چشمہ چشم کی دولت سے ہے رشتہ کلزار

کب ہیں اس رنگ کے مہاسی کے تن میں رہے
خوشنما ہیں پر طاؤس مہمن میں رہے
خون پر وند سے دامن لگن میں رہے! ا
بعد مردن بھی رہے اسکے کفن میں رہے! ا
یہ تعجب ہے کہ ہیں لعل مہمن میں رہے! ا
لالہ ساں پڑ گئے ہیں اس کے کفن میں رہے
جس سے پڑ جائیں دل الی غن میں رہے
ویسے ہی پڑ گئے لالے کی نظر پر رہے
شاہ قتل ہیں دیباغے گز پر رہے
پڑ گئے رشتہ سے ہیں دوئے غم پر رہے
آجے دل پہ پونے وور بکھر پر رہے
خیر کے سے ہیں مرد پشت کمر پر رہے
اشک خوں سے پڑے دامن تر پر رہے

اے نظرسنتے ہی اس حیرتی غزل کو و اللہ
پڑ گئے اب دل ہر ایک بشر پر رہے

سکھائی تم کو جو ہنسی بائیں ہماری جانب سے آہ الٹی! ا
اسی سب سے ہے میرے صاحب تھا رہیم سے نکلا ہائی
ہوا ہے پھر کے دوبارہ پھر یہ تیرہ بخنوں کا روز روشن! ا
تہوارے درخت سے جواڑ کے شب کو ہوا سے زلف سیاہ الٹی
کیا ہے خود رشید خاوری کو سپر گر داں کے سر پر ہند! ا
سحر تمانی کی اپنے سر پر جو رکھ کے اس نے کلاہ الٹی! ا
نہ کر تو کچھ دل میں اپنے ہر گز خدا جو چاہے گا دوی ہوگا!

لاکھ عیارتے کوچے میں غم ٹھوکیں گے
 منع دربان کو کر دے کر نہ رو کے ہم کو
 نام لکھ رکھیں گے ہم تیرا نگین دل پر
 کہکشاں سے نہیں تھمنے کی دلاشتہاں لک
 اپنے ہوتے تھے گھر آئیں گے اختیار اگر
 تو چھڑا ہی رہے گا پہنچھوڑیں گے ولے
 کوئی ملتے ہیں وہاں سے انہیں ہم ٹھوکیں گے
 ورنہ اک روز تیرے سر کی قسم ٹھوکیں گے
 نقش سنا نہیں بروئے ورہم ٹھوکیں گے
 گر پڑے گی یہ جو ہم آہ کا غم ٹھوکیں گے
 ہم کہہ دیتے ہیں ان کو اسی دم ٹھوکیں گے
 ہاں بہت کہنے سے تیرے اسے کم ٹھوکیں گے

یوں تو لڑتے نہیں پھرتے ہیں ظفر لیکن آہ
 کوئی الجھے گا جو ہم سے تو منم ٹھوکیں گے

آ نکلیں ہیں یہ وہ بس میں دل آئے انہیں رو کے
 مارے سے دو عالم بھی مرجائے انہیں رو کے
 کب واعظ و فاضل اب چپ رہتے ہیں بکے سے
 لئے سے ہم اس کا رول آئے انہیں رو کے
 گو گوہ کن و بختوں تھے عشق کے کوچے میں
 پر ہم بھی تو رہتے ہیں مسائے انہیں رو کے
 بے عجز کی زلفیں ہیں دام بلا یک سرا
 پھندے میں یہ مرغ دل الجھائے انہیں رو کے
 اکھوں نے نہ بتلایا اس چاہ رنجد میں کیا
 ہم ڈوب گئے یہ رو بہکا ئے انہیں رو کے
 جنبش میں ہنویں اپنی متلا کر میں ڈاکا ہوں
 بھونچال نہٹنے سے آجائے انہیں رو کے
 میرا دل صد چاک اب رکھ جانے سے ہم تو
 کا کل تری سلجھ گئی سلجھائے انہیں رو کے
 اٹھنے نہیں دیتے ہیں یہاں لہ و افلا اب
 در پر پڑے بیضا ہوں بھلائے انہیں رو کے
 یہ عشق و محبت کا ہے کا مظفر پوچھا
 واللہ تم اتنے ہو سکھلائے انہیں رو کے

ہماری آہ دل سے اٹھ لے کر آوے سی آوے
 زمیں سے جو لکھ دیکھے ستون آہ گر میرا
 بنایا اس کا بھگد اب ہماری نکل مرگاں نے
 نہ آیا امیر تو کیا ہوا اس کے کوچے میں
 تباہے نکل سے سا رک تڑپوہ شبنم کی اسے خالقا
 تمہارے کائنات کو اگر دیکھے تو حیرت سے
 سمندر سے جواترے ہاتھ گوہر آوے سی آوے
 فجاہت میں وہیں سد سکندر آوے سی آوے
 برائے آب پاشی دیدہ ہزار آوے سی آوے
 جواب خطا ولے لے کر کہوڑ آوے سی آوے
 کتل کو بھی سرا سر رشک جس پر آوے سی آوے
 مرنو کو فجاہت آسمان پر آوے سی آوے

ظفر ایسی غزل پڑھتا ہوں میں اب جس کے سننے کو
 ہر اک دل سخن و شاق ہو کر آوے سی آوے

زلف یوں روئے عرق آلود پرہرائے ہے
سج جوں مانگن گلوں پر چائے آئے ہے
سبب اشک تر میں ہے یہ لخت دل اے مردماں
عشق یا سیرجے اغان گھاٹ پر دکلائے ہے
ہے قیامت کا نمونہ یہ قد سوزوں ترا
دیکھ کر بس مرد جس کو خاک میں گڑ جائے ہے
آہ کیا جانے طعرب عشق کس کی یاد میں!
ہوک ہی اٹھ کر کیجے میں مرے رہ جائے ہے
یہ دل پر آبلہ دیکھا ہے جس کے خوف سے
لے کے تنکا رانت میں گم ہو گئی رہ جائے ہے
کچھ خدا کا بھی نہیں ترس اس بت ہے ترس کو
وہ ترسائیں دیا اکوڑ سائے ہے

جان شیریں دے ہے کس فرہاد کب شیریں پاہ
کون مرتے کے کفر پیچھے بھلا مر جائے ہے

لخت دل یوں چشم میں پھرتے تھے کل تر تے ہوئے
جوں کف دریا پہ چلتے ہیں کنول تر تے ہوئے
ساحل الفت تلک پہنچے نہ ہم مانند کاہ
جسم لاغر ہو گیا یہ اپنا شل تر تے ہوئے
دل جگر دریا نے غم میں جب کہ بدم ہو گئے
تا کہتا وصل پہنچے بے غل تر تے ہوئے
اکر الفت کے سلاطین سے خطر ہے کیا ہمیں!
اوب جانا بکولی کب بیا جلتے ہوئے
سوج دریا سے حباب آکھو رکھر پہ خود
بے طرح کتا ہے کچھ جگ ویدل تر تے ہوئے
بحر غم میں آگیا یوں اس دل بے دم میں دم
جس طرح جاوے شاد و سحر سنجل تر تے ہوئے

پڑا ہ کے بسم اللہ بھر سیاہ و سرہا ظفر
دم میں بحر غم سے ہم آئے نکل تر تے ہوئے

نہالہ پر مرے ساق کیو صیا کو کو توڑے
مہا دامہ دہن کر اس مری فریا کو کو توڑے
جراحت سے ہمارا جسم ہے کہا بن گیا جوشن
نگہ تیری یقیں ہے سکتا توڑا کو کو توڑے
تعب کیا ہے گلشن میں اگر وہ قاسم سوزوں
کرے ہر سر و کوبید حادثہ شمشاد کو توڑے
بتو! اس خانہ دل پر نہ دست انداز جو دیکھو
تمہارے ہاتھ کیا خاک آوے گا اس دنیا کو توڑے
ہماری دست گیری اگر اس منظور خاطر ہے
نہ رکھے ہاتھ میں کہہ دو ستم ایجا کو توڑے
عہد خارا تراشی میں کرے ہے ہر کوشا نفع
جو کچھ چاہتا کوہ غم کیون پر ہا کو توڑے

ظفر لئے نہ لئے کا تو ہر گز نا نہیں اس کے
پر اپنے دل سے وہ قاتل نہ مری لا کو توڑے

دور فرقت ہے نہ ہاں منہ سے نہ ہوں نظے ہے
آہ کے ساتھ جگر سے مرے خوں نظے ہے
چھوڑ پیکاری مڑگاں کو ہر اک طفل مر شک
بر میں گر بھر ہن بولمیں نظے ہے
سر پہیلی پہ دھرے پھرتے ہیں اس دم عاشق
لے بکف تیج جو وہ کما کے دنوں نظے ہے
ایک عالم کے کیا اس نے ہے دل کو تنہا
آہ کیا جاوے یہ کیا جڑھ کے فسون نظے ہے
ماخن پا کوڑے دیکھ کے اسے رشک فر
منوچہ خپ ہو فرق گوں نظے ہے
غیر تو خوش ترے کوچے میں ہیں پھرتے ملتے
ایک یہ عاشق با حال زہوں نظے ہے

ہم نہیں عشق میں اس بت کے بقول ظفر اب
آہ کے ساتھ جگر سے مرے خوں نظے ہے

نے فتح کوہ الم کا اس بدن پر بار ہے
 کب عرق سے عارض غنچہ دکن پر بار ہے
 کچھ تو اپنے دل پہ ہے کچھ اس کے تن پر بار ہے
 کب دوشیریں سے کہ اپنا رکھ قدم تک آن کر
 قطرہ چشم سے کیا برگ سخن پر بار ہے
 جنش ابرو ہی کافی ہے ہمارے قل کو
 تچ کے لپٹے سے دست تچ زن پر بار ہے
 تھ کفرش چاندنی پر دیکھ کر اے رشک ماہ
 پھر دکھا چلچل چرخ کمن پر بار ہے
 با رہا سب جہاں سے کب ہے آزاروں کو کام
 دیکھ اسے پروانہ دل سوز تیرے عشق میں
 کس نے دیکھا گردن سرو چمن پر بار ہے
 سر کا دینا کچھ بھیش مع انجمن پر بار ہے

اے نظر کب تک کہوں اس بیوفا سے بار بار
 یاں تلک آتا بت بیاں چمن پر بار ہے

کب سناں میں اور دلا مڑگان تر میں فرق ہے
 تیرے ہی پر تو سے اس کی روشنی ہے رشک مہر
 ایک سال سمجھے نہ جو اس کی نظر میں فرق ہے
 عارض ناہاں میں ورنہ ورنہ میں فرق ہے
 کون کہتا ہے کہو جان و بکر میں فرق ہے
 کیا فم ہر و میں اور سمجھ کے در میں فرق ہے
 جن دنوں کچھ آہ کی میر سے تر میں فرق ہے
 حیرے بچپانے میں وں وں میں فرق ہے
 اس اب شریں میں اب کو نہ بھکر میں فرق ہے
 یہ دریا بارش و چشم تر میں فرق ہے
 کب سناں میں اور دلا مڑگان تر میں فرق ہے
 تیرے ہی پر تو سے اس کی روشنی ہے رشک مہر
 اپنے تو نزدیک اسے رو یہ دونوں ایک ہیں
 کیوں نہ خراب عبادت اس کو ہم سمجھیں دلا
 جو اڑ کئی فہم دل میں کسی کے ہم نہیں
 جلد تر امد مرالے ہا تو اسے یک ماہ
 جو طاوت اس میں ہے وہ ذائقہ اس میں کہاں
 اشک بارہی وہ کرے دور سے یا لے بپائے

جو کہہ رو کہتے ہیں تم کو وہ کسی لاکن نہیں!

اے نظر و اللہ اب ان کی نظر میں فرق ہے

سبز و کھاسے ترے کب دل کا مو ہے
 مکتب آج جو بٹانے کی دیوار گری
 بیوہ طائر ہے کہ ہرگز نہ دام دے
 سینکڑوں شیشے دے پتنگڑوں ہی جا مو ہے
 خاک میں جبکہ پڑے زخمس و بادام دے
 زیر عارض ترے گرد زلف سیسفا مو ہے
 کیوں نہ پھر تجھ سے ہر اک اے بت خود کا مو ہے
 سینکڑوں گور میں کیا کیا نہیں بہرا مو ہے

اے نظر راحت مضمون سے قلم رو میں ترے
 زیر داں کیونکہ بس تو سن شگامو ہے

کہوں کیا حال چشم و دل شکایت اس میں روکی ہے
 بیان عشق ہے مشکل شکایت اس میں روکی ہے
 جگر اور دل کی کیا پوچھے ہے بس یہ کر جانے دے
 کہوں کیا خاک اے غافل شکایت اس میں روکی ہے
 اہم و غم سے جو گزرے جگر پہ نہ بکھلو او!
 نہ پوچھو آہ کیا حاصل شکایت اس میں روکی ہے
 کہوں کیا خرم و دل گیر کا نکور میں تجھ سے!
 سر پا شاید محفل شکایت اس میں روکھے
 حقیقت ابر و موثر گاہ کی اپنی پوچھ مت عدم!
 نہیں لکھنے کے یہ قائل شکایت اس میں روکی ہے
 کیا جو تیغ و خنجر نے ترے سود ہی جانے چا!
 زباں سے کیا کہوں قائل شکایت اس میں روکی ہے

دلدار کے صدق اس گفتگو کے صدقے	ایسا رے صدق اس گفتگو کے صدقے
ہر وہی دیکھی جنم کہتا ہے چل پرے ہٹ	تکوار کے صدق اس گفتگو کے صدقے
دیتا ہے گالیاں وہ میرے لہو کا پیاسا	خونخوار کے صدق اس گفتگو کے صدقے
مطلب کے عرض پر وہ کیا کیا کرے پہلو تیں	تکوار کے صدق اس گفتگو کے صدقے
منصور دار پر بھی کہتا رہا انا الحق!	سردار کے صدق اس گفتگو کے صدقے
لے نام اس کا مجھ کو غرض میں کوئی پکارا	منخور کے صدق اس گفتگو کے صدقے
دل لے کے جو کہے ہے تجھ سے نہ میں ملوں گا	عیار کے صدق اس گفتگو کے صدقے
مے کے نشے میں بھی وہ بوس نہیں ہے دیتا	ہشیار کے صدق اس گفتگو کے صدقے

سن کر غزل ظفر کی دل غن کہیں ہیں
 اشعار کے صدق اس گفتگو کے صدقے

رنج پہ کیا زلف ترے غنچہ دہن چھوٹے ہے	ہم یہ بختوں سے آخر کو وطن چھوٹے ہے
کیونکہ دل بچہ مڑ گاں سے رہائے پاوے	پنگل باز سے کب مرغ چمن چھوٹے ہے
کب تلک روئے گی دل سوزی پروانہ پر	کووی اس دل کی لگن طبع لگن چھوٹے ہے
سچ ہے ہوتی ہے بری آہ عزیز و چاہت	آہ یوسف سے وہ کب چاہ دکن چھوٹے ہے
روبر و اسرت کافر کے ہوائی شب پر	منہ پہ مہتاب کے اے چرخ کمن چھوٹے ہے
لاکھو مجھ سے نہ ل پر تری الفت واللہ	کب مرے دل سے بت مہر شکن چھوٹے ہے

رشک مہ شب کو ظفر سے پہا مدت میں
 کیوں تجھے دیکھ کے اے خرم جلن چھوٹے ہے

شرط رونے کی جو اس چشم سے جھٹ پت بدلی
اس نے شب کو یہ مرے ساتھ رکاوٹ بدلی
ہمسری زلف پریشان سے کسکی اب ہے
آبروتیری ابھی خاک میں لی جائے گی!
دید و تڑپ مرے سایہ مڑگان کو دکھایا
ہندش اس دھنک قمر کی کہوں کیا جوڑے کی
پڑھ کے میں سورہ اخلاص نہ دم کیوں نہ کروں
شوق سے گھر میں مرے رات کو آیا کچے!

دل برسنے سے گھٹا کر گئی پھر مٹ بدلی
بائیں کوٹ سے نہ پھر دائیں کروٹ بدلی
ان دنوں آہنہایت ہی گئی لٹ بدلی
دید و تڑپ سے نہ روکش ہو پرے ہٹ بدلی
مردماں ہو لے کر آئی شب بگھٹ بدلی
چاند کے پیچھے ہے مارے ہوئے بھر مٹ بدلی
روز اس صحت روکی ہے جاوٹ بدلی
برق کی ہے یہ لپے ہاتھ میں ڈیوٹ بدلی

زلف اس رخ سے جو سر کی تو یہ سوچا شب کو
اسے ظفر نہ نکل آیا جو گئی ہٹ بدلی

عقل پر پڑ گئے اسے بہت ترے کیا پھر تھے
میں کسی زلف میرے قہار کا دیوانہ تھا
مر گئے تھو کریں کھا کھا کے ہزاروں عاشق
شائع دشر ہمارا ہے وہ انکا زانا
سنگ دل آن کے دن بھی نہ پوچھا تو نے
صدمہ عشق سے اپنا دل مازک نہ بچا

مارنے شیشہ دل ہی پڑا پھر تھے
زیر سر قبر میں بھی میرے بجا پھر تھے
کوچہ عشق میں معلوم ہوا پھر تھے
بولے حکم سے جس کے کھنڈ پھر تھے
سر عاشق تھا اھ اس در پہ سد پھر تھے
دل جنوں کے بھی جو دیکھے تو دلا پھر تھے

اسے ظفر مختلف الفاظ لکھا اور غزل
سنگ راخ ایسے یہ کیا شعر بھلا پھر تھے

گولیاں ہوں وے اس بہت بیباک میں دم ہے
دم تیری ہی الفت کا بھرے جاؤں گا قاتل!
کیوں روتے ہو بالیں پہ مری آہ عزیزو
دریا نے بہت کے گئے ہم تو کنارے
ہم دعوے صنعت کریں کس منہ سے کہ یارب
سو کوس مری خاک کو رعدا ہے ولیکن

لبا تھیں سے جدائی کے مرناک میں دم ہے
جب تک کہ مرے سیر صمد چاک میں دم ہے
اب تک تو مرے دیہ و نمناک میں دم ہے
میرا سا کہاں اب کسی تیراک میں دم ہے
مدت سے تری کا بعد خاک میں دم ہے
اتنی تر سکتوں چالاک میں دم ہے

فروائے قیامت کا ظفر خوف نہ کرو
ہر دم تر یا دشت لاک کا ظفر میں دم ہے

شبم تڑپ کب شک نشانی سے بچھے ہے
کب حرص تڑپ اب دم تنگ سے قاتل
بیار ہوں یہ عشق میں سے خواہ پس رکھا
کس طرح نہ بوسے لوں عزیز و کر مری بیاس
درمان تپ عشق عزیز و نہ کرو تم
سوزش کوئی جاتی ہے یہ بخوار کی دل سے

کیا آتش گل ہے نہیں پانی سے بچھے ہے
میری نکتا اس تشدد پانی سے بچھے ہے
پانی مرا لوہے کی نہانی سے بچھے ہے
چاہہ تین یوسفی نہانی سے بچھے ہے
دل کی طیش اس طر جانی سے بچھے ہے
اے بہتر فیض رسائی سے بچھے ہے

وہ ماہ لقا کیوں نہ ظفر ہو عرق آلودا
ہوتا ہے غلا گر متو پانی سے بچھے ہیا کے ظفر مختلف

دل کے ہمراہ مرے کیوں کہ نہ نکلیں آنسو جو کہ مرنا ہے لٹھ حاد ہے ہیں گھر کا پانی

زخمی اس تیغ نلکا ہے نہ مر جائے کہیں!
ہمدرد جلد کرو ہند ظفر کا پانی

سیوئے چشم سے اپنی جوگر گیا پانی
صد آفریں ہے دلا تھ کو چاہ میں اسکی
شکستہ قلب چشم اپنا ہو گیا شاید!
وہ ہے ظالم امواج سیل اشک اپنا
تمام خانہ مردم پہ پھر گیا پانی
شناوری کے ہزار پے سر گیا پانی
یہاں جو ہر بن مڑ گاں سے جھڑ گیا پانی
کہ آبشار کا ہو منتشر گیا پانی!
عیاں ہے لشکر حسرت کا گھر گیا پانی
رہا جو چشم سے میں پھڑ گیا پانی

ظفر جہان میں اس کی ہی سر مہری سے
پڑا ہے پالا اب ایسا کہ پھڑ گیا پانی!

دکھ ہاتھ کو پہنچے گا فنجی کے جھلکے سے
میں تیغ ادا کا ہوں کشیدہ اسے قاتل
کاکل کی کشاکش سے ہے کام سدا دل کو
گر ہووے فلک پر وہ تو بھی اسے دھڑکھچیں!
کیوں صید کو پھینکے ہے سرچ کے جھلکے سے
مروارہ نہ کر لاشہ شمشیر کے جھلکے سے
ڈانٹا نہیں دیوانہ رنج کے جھلکے سے
ہم آؤ کے رشتے کی تاثیر کے جھلکے سے
کٹ جائے گا سر تیرا گل گیر کے جھلکے سے
مخمل میں ہمیں کھینچا صاف چیر کے جھلکے سے
تو مات زرا اپنے پر اسے شمع نہ ہونا زراں!
بچ ہم نے سکا اسکی طروں کے بس آگے سے

سینے سے ظفر کے کیوں سوا کو کھینچے ہے
ڈر ہے نکل آوے دل تیر کے جھلکے سے

جہن حسن کی رنگت گئی بازی بولی!
منہ کیا کہے کے رخ ہروئے جاں نے پھیرا
کیوں نہ اوراق دل اب میرے ہوں اجر یکدست
کوئی دکھتا ہے پھلا صاف دلوں سے بھی غبار
لگبدن تو نے جو پشاک بازی بولی!
جائے سجد سکی عہد تو نے نازی بولی
تھمھے میں جو کچھ اس شوخ نے بازی بولی
شیشہ گر کیا روش آئینہ سازی بولی
تیری ہر شمع تھی شوق بازی بولی
خیم محفل کے نہ پر دل کی گدازی بولی
گر چہ پروانہ ہوا رات کو دل سوزی سے

لکھ بہ تہلیل تو قافی غزل اک اور ظفر
ہم نے سلک در مضمون کی درازی بولی

یہ عکس زلفِ جلاں کب خطا لبر کے اوپر ہے
 یہ کب عکس مڑگاں اس رخِ دلبر کے اوپر ہے
 کسی سرِ بازِ تشہِ لب کی آنکھ آپ خنجر چر
 جگر کے آبلوں کی خیمہ گر کوئی تماشا ہے
 دلوں میں بات یہ سنگین دلوں کے آہِ راتی ہے
 سر ہستی ہے شہرتِ حسن کے وہ داغِ چمک کا
 اب رنگین پہیوں سے خال گویا چشمِ ساقی کا
 سرِ بٹی کہاں ہے ہر وہوں میں خال کا جل کا

جہن میں لونا کا لا گیا ہر کے اوپر ہے
 یہ پر چھائیں چکوروں کی مہا نور کے اوپر ہے
 فہمیں یہ طوقِ جوہر ترے خنجر کے اوپر ہے
 عجب رونقِ پیار سے غم کے اس لشکر کے اوپر ہے
 کہ جیسے نقشِ آجانا کوئی پتھر کے اوپر ہے
 دھڑا طبلِ سکندر رسدِ سکندر کے اوپر ہے
 یہ عکسِ مردکِ جامِ مے اصر کے اوپر ہے
 ہال آگھر مسجد میں یہ منبر کے اوپر ہے

تمنا تن شاعری کی نہ کر ہے بوجھِ دنیا کا
 کفایتِ سایہ حق اسے ظفرِ بسِ سر کے اوپر ہے

کہاں ہے چشم میں دنالہ اس ترک پری روکی
کرے صد قے ہلال وید کوہ کر بلا گرداں
پھپھو لے اشک شوریدہ سے ہوں کیونکہ کانٹوں پر
خدا کو یانی دے گر رات دن کو تو قسم کھائیں
مقرر اس کو کاٹا ہے مرے آلے کے آفتی نے
طبیبوں کے واسطے مجھ کو سنگھاتے ہو
برنگ گلشن تصویر گلشن کو مہرت ہے
عجب کیا وہ نگاہوں میں جو تو نے ایک عالم کو
نہیں کوئی عزیز اصلا سوائے رب عزت کے

نکل آتی نیاں ہے منہ سے باہر مست آہو کی
لنگ پر چھائیں بھی دیکھے گران رخسار ویرو کی
نہیں حیراب سے کم کچھ ہماری ہوتا آنسو کی
تمہارے عارض پر نور کی اونٹاب گسو کی
کر جس کے زہر سے نیلی ہے رنگت چرخ مینو کی
مری تفریح کو کافی ہے یوزلف سخن بو کی
اگر تصویر دھروں باغ میں میں اپنے گلرو کی
جینے چشم ویرو ہیں وہ ہم صورت ترازو کی
سفید اب ہو گئی رنگت عزیزوں کے ہے لوہو کی

خوشی بے سبب تیری نہیں ہے نظر اتنی
نکرتو چپکے چپکے دیکھتا ہوا تھا تو کی

ذہبا چرخ کا کیا چشم نم پیچھے نہیں پڑتے
وہ کس دن لے کے شیر ستم پیچھے نہیں پڑتے
بھویں تو بونہ سے میں ہمارا دم لگتا ہے
خوشی سے دے اگر پور تو بہتر ہے مروت میں
ستم تیرے کہاں تک ہے اپنی جان جاتی ہے
انھارے ہیں وہ مجھ پر تیغ جل کر دست مازک سے
تمہارے پاس رسوائی سے میں مالہ نہیں کرتا
تروشی ترے کوچے کے بویوں گرد رہتا ہے
بدل شیشے سے بھی مازک ہے با حق ٹوٹ جائے گا
ہوئے جاتے ہیں نقد داغ چرخ اے عشق دل ہی میں
کہاں طاقت پڑے جد جے ترے دلیر کے آگے

کسی کے دھوکے اتنے ہاتھ ہم پیچھے نہیں پڑتے
پر اپنے عشق میں بڑھ کر قدم پیچھے نہیں پڑتے
کسی کے لیے کے یوں تیغ و دم پیچھے نہیں پڑتے
وگر نہ ہم ترے سر کی قسم پیچھے نہیں پڑتے
کسی کی جان کے اسے پر ستم پیچھے نہیں پڑتے
کبھی منہ پر اس کے کلمہ ہم پیچھے نہیں پڑتے
وگر نہ کب مرے دروہ ہم پیچھے نہیں پڑتے
مجھ کر لوگ اسے صید حرم پیچھے نہیں پڑتے
بہت اے عشق لے کر رنگ تم پیچھے نہیں پڑتے
جگر کووں کہاں سے کچھ دم پیچھے نہیں پڑتے
کبھی دیوار کے بھی اے صنم پیچھے نہیں پڑتے

غزل بیاک کیا کتنی ہی ایسی پھینک دیں لکھ کر
ظفر ہم لے کے قرطاس و قلم پیچھے نہیں پڑتے

ابنا زونگہ در پہ آزاں ہیں رونے
کس دن ہوئے سیراب ترے چاہ قریں سے
جوں جوں کر انھیں پیار جتنا ہوں میں اپنے
گن ان کی ہر ہر ستاروں کو لنگ کے
بدست رہیں یکدہ عشق کے مے خوار
ہند کر کے کس کام کر اس سے
غرا غم ورنہ جدائی میں نہ پوچھو
زلفوں سے تری ہو دے گا سودا دل کا

بنار تری آنکھوں کے بنار ہیں رونے
ہم روز ترے تشنہ دیدار ہیں رونے
ہوئے مری صورت سے وہیزار ہیں رونے
سینے کے میرے داغ سودا رہیں رونے
بیوقوفی میں تو اور بھی ہشیار ہیں رونے
شیریں پیتے لعل شکر بار ہیں رونے
شب چو گئے ہیں دن کو اگر یار ہیں رونے
۳۱ جنس کے دام اب مجھے دکا رتس رونے

جتنی کہ ہے کیا بظفر جنس بہت
ہم اجے ہی وراس کے فریدار ہیں رونے

جان دے پائی جو ماہ صمیں کے واسطے
اس قدر ہے لاغری اس تشنہ تن کے واسطے
واسطے اس جنبش مڑگاں کے جو پہلوک جھوٹک
ہمین اور ہر تری کا فر نہیں کچھ خوشنا
ہوں تو غل پٹیر جوں مرہ میں اسے غل بند
اگر جاو تو اس کے چشم جاو کے لیے
خاک سے شک چمکدہ کی طرح اٹھتا ہے کب
ہر شرارتنگ توڑے عشق سے ہے اک چراغ

چار در بہتاب ہواں کے کفن کے واسطے
کم نہیں اک برگ گل رو بہر ہن کے واسطے
وہ کہاں ہے نہ ہا زان دکن کے واسطے
ہمین زبا پہلو زلف پر چمکن کے واسطے
پھر لگا رکھو مجھے زب چمن کے واسطے
حر ہے تو اس نگاہ تیغ زن کے واسطے
خاک غربت ہے وطن جس پہ وطن کے واسطے
چاہے کیا خیم کو رو کوہ کن کے واسطے

نہ سہر و ملت اختر چار فضر شش بہت
اسے ظفر جو کچھ بنا سو پنج تن کے واسطے

کسی عاشق کا تر ہلکوں سے یہ بخواب دیدہ ہے
بجائے رہ بھر کر خون دلچا ہوں آنکھوں میں
مرے ہلکوں کا دریا کر رہا تھی ہے طغیانی
نہ آیا ماہوش اور انتظار اس کا کیا یاں تک
دل بہتاب سے میرے جو ہسر ہو کے اڑتا ہ
نہ پوچھو شوق دیدار اس پریوش کا کر آنکھوں میں
میا ہی مردک کی داغ لالہ سے مشابہ ہے
ہمارا جوش گر یہ بھی عجب با وقتا مشابہ ہے

گل زخم جس جو شہنم سے چمن میں آب دیدہ ہے
کر دل شیشہ ہے ورجا مہراب آب دیدہ ہے
نظر آتا برنگ حلقہ کرد آب دیدہ ہے
سفید اپنا ہولیاں صورت بہتاب دیدہ ہے
ہوائی ہو گیا کیوں تیراے سہاب دیدہ ہے
ہر ایک اشک اور ہر اک قطرہ خوناب دیدہ ہے
کہ ہر ایک لخت دل سرخاب پہلا اب دیدہ ہے

ظفر اس کی جدائی میں ہے یہ حال دل دیدہ
کر ہزارات دن بہتاب دل بیواب دیدہ ہے

کہاں طاقت عزیز وزیر چرخ ہیر پھرتی ہے
نہ چرخ ایسا ہوں نے بھنور ہوں نے گولا ہوں
نہ چھوڑا ساتھ مر کر بھی کہ تیری ساتھ ہے لپٹی
ہوئی ہے جوش گل سے جوش و حشر استعد پیدا
تمہیں آتا ہے وزیر چرخ خواب اے غافل کیونکر
اڑتے ہیں گلے میں کھوٹ آب زندگانی کے

یہ قانون خیالی میں ہر ایک تصویر پھرتی ہے
مجھے تو کیوں لیے اے گردش تقدیر پھرتی ہے
ہر اک سائے پر روج عاشق دگر پھرتی ہے
کہ ہر سوچ ہوا اپنے ہوئے ذخیر پھرتی ہے
کہ شب کو کبکشاں کھینچے ہوئے شمشیر پھرتی ہے
چھری جب قتل پر قاتل دم نکسیر پھرتی ہے

ظفر کو نزل مقصود تقدیر لے چکی
کدھر بھٹکتی ہوئی کی عمل بند ہیر پھرتی ہے

جن خواب اور سچہ ہیر پہلے اور تھی
میں کروں کیوں کر نہ اپنے مالہ دے دل کو ضبط
روز روز وصل تھا اب شب جہراں جدوز
زلف سے چھٹ کر ہوا دل خدا کے طعنے میں اسیر
میرے دل نے کر دیا مجھ کو ہک یاں ورنہ یار
خاک ہو کر عشق میں ہم و گئے اکسیر آپ
اس دنا کا کیا بھروسہ ہے کہ منم جہاں
ہو گئی قسمت سے میری کند تیرے وقت قتل

مفت خواب اور ہے تقدیر پہلے اور تھی
اور ہے نا فیر اب نا فیر پہلے اور تھی
یا اسی کیا مری تقدیر پہلے اور تھی
طوق بے پیچھے ہوا ذخیر پہلے اور تھی
تیری محفل میں مری تو فیر پہلے اور
ورنہ ہم کو خواہش اکسیر پہلے اور تھی
سچہ تی تعمیر وہاں تعمیر پہلے اور تھی
حیر اے قاتل تری شمشیر پہلے اور تھی

دیکھ کر ہم کو ظفر بدلا ہے تو نے یہ ورق
ورنہ تیرے ہاتھ میں تصویر پہلے اور تھی

بھوں کی جنبش سے اگر چین جیس مل جائے گی
پر وہ کھل جائے گا مرد مگر بیخاوش کا
خضع سوز عشق میں ہر چند ہے تابت قدم
تاب مارض سے ترے بگلی کی ایک جاوے گی کوہ
مضطرب دل کو نہ کر دور کی سوچی تجھے
کلیا بار یک روئے منہ پہ موج دور دل
لی جو زیر خاک کروٹ عاشق بے تاب نے
دیکھنا کیا کیا جھریں گے بھول بھکوں کے اگر
اب تو پھڑکے ہے نفس میں بلبل نازہ اسیر

چین کی بھونچال سے یکسر زمین مل جائے گی
چشم تر پر ہے جو میری آستیں مل جائے گی
دیکھ کر پر میری آہ اتھیں مل جائے گی
غرفے سے چلون جواسے پر وہ نشیں مل جائے گی
کیونکہ تھیرے کی نظر گر دور بین مل جائے گی
گر ہواسے رخ پہ زلف عنبریں مل جائے گی
رخ خارا سے دل لادو بگیں مل جائے گی
شاخ مرگال گر تیری اے منہ جیس مل جائے گی
کوئی دن کو دیکھنا اس کو کہیں مل جائے گی

اے ظفر زیر وزیر ہوگا دو عالم دیکھنا
گر صف مرگان چشم ختم گیں مل جائے گی

اے ظفر سبز بہ سبز تو سمجھ کر ہو جو
خطا کی صاف یہ اس مازن کا سانپ ہے

تہا نہ عشق میں دل مائل پہ بن گئی	جی پر بھی ہو سی بن گئی جو دل پہ بن گئی
دل عی سے پوچھو عشق میں جو دل پہ بن گئی	بہل سی جانتا ہے جو بہل پہ بن گئی
کیوں سوچ گل سے پائے نہ ذخیر سے بیا	دیوانہ کس کے حسن و شہاں پہ بن گئی
خوش ہے جسے کرم نہیں انجام کا رکا	عذیر مال میں مائل پہ بن گئی
برپا ہو کیوں نہ فنا نہ زنداں میں روزفل	میرے جنوں سے اب تو سلاسل پہ بن گئی
پہنچا نہ رفعتاں حد میں جو کچھ خبر	کیا جانے کہیں جاتے ہی منزل پہ بن گئی
ماخون پدفتہ رفتہ تیری سرخی سنا	تصویر ماہ نوم کا ل پہ بن گئی
پتھر کے دل میں بیٹھ گیا نقش کوہ کن	خیر میں کی صورت اس سے نہیں سل پہ بن گئی
تو زمین جو دی وفا نے تو میرے ہو کی چھینٹ	ہوئی سی ایک دامن قائل پہ بن گئی

ہستی کے باغوں کی ظفر پہ چھتا ہے کیا
جو کچھ جن میں جان و نال پہ بن گئی

کشن دل سے جو کچھ گل چیدہ چیدہ آئیں گے	لخت دل قطرہ خون چکیدہ آئیں گے
دل میں ہے کیا کیا کدورت پر وہ منہ پر دیکھنا	آئے کی طرح ہو کر صاف دیدہ آئیں گے
وشیوں کو اپنے رکھو امگر دم کر گئے	ہاتھ تیرے یہ نہ آئے رسیدہ آئیں گے
منت حشر نہ کھنچیں گے تیرے سرا ز عشق	مثل مای سید کر میں سر بریدہ آئیں گے
میں نہ ہوں ان کا خاک رہ جو ہوئی یہ خبر	خاک پڑی میری وہ دامن کشیدہ آئیں گے
اس جان میں مثل زخم آکھو وے گی جنہیں	جب یہاں آئیں گے وہ گر دن فیدہ آئیں گے

اے ظفر جس دم کی آمد غم دل داری
پہلے استقبال کو آنسو دے دیدہ آئیں گے

ہم بتوں کو اپنے جذب دل سے کھنچے جائیں گے	پر بڑے پھر ہیں یہ مشکل سے کھنچے جائیں گے
بھاگ کر جائیں گے محفل سے ہماری وہ کہاں	ہوں گے جس محفل میں اس محفل سے کھنچے جائیں گے
ایک دفعہ اس کے کاشانے کا کھینچ لیا جائے گا	میں
لکھتے جو حرف انیت ہیں وہ منصور دار	سیکڑوں نقشہ مد کا ل سے کھنچے جائیں گے
کشتہ کیوں ہونے ترے عشاق کر یہ جانتے	دار پر اس حرف لا طائل سے کھنچے جائیں گے
ہاں مدد کر جذب الفت وہ دیکھیں کب تک	لاشے آخر کو چر قائل سے کھنچے جائیں گے
	آپ کو دور اپنے اس مائل سے کھنچے جائیں گے

اے ظفر ان کو طیش دل کرے گی ہر
ہم جو یوں مالے دل بہل سے کھنچے جائیں گے

کہیں کس وجہ ہم منہ سے نہیں کچھ کام ان سے ہے
حوالے ان کے زلفوں کے چہا پنا ملت وینہ جب
رقیب اور ہم ہیں دونوں اس کو یکساں ہائے اے
قسمت

کچھ پختہ مغز ان جنوں ہیں کن کے سمجھائے
نہیں مہرچہ رخ پر نکلا چڑھے وہ اپنے کو غم پر
جوشیل طائر تھویر سب سے بے تعلق ہیں
غیر ان کے کہاں بستر آرام پر راحت
کبھی ہم کو کبھی اوہوں کو دیتے ہیں دلا سے وہ

ہو لبو نام عالم میں ہمارا نام ان سے ہے
تعلق رکھتا اپنا کفر و اسلام ان سے ہے
کرافت صبح ہم سے ہے بہت شام ان سے ہے
ارکھا صبح تجھے یہ کیا خیال خام ان سے ہے
کہ یہ دوشی کی ہے کنا بل نام ان سے ہے
نزدیب بل نام ان سے ہے نزدیب نام ان سے ہے
مرے نام ہاں وہ ہیں مجھے آرام ان سے ہے
اھر بیقا نام ہم سے ہے اھر بیقا نام ان سے ہے

بھرے پیٹھے ہیں وہ غصے میں بو سے مانگتے ہو تم
ظفر شاید کہ تم کو خواہش و شام ان سے ہے

جب کوئی کہتا ہے سستی کو کہ سستی خوب ہے
تو باے ساقی نہیں پینے کا میں ہا شرب
جس طرح مڑگاں سے میری ہیں ہندھے انھوں کے
تار
خواب میں جلوہ دکھا دیتا ہے وہ مہوش کے
راہ بہتر ہے وہ ہموار ہوو کے لیے
خود پرستی چھوڑ دو یہ ریت پرستی ہے سرتاج
ایک عالم کشتہ ہوو ہے اس سفاک کا
ملک دنیا کی تو آبادی ہے پور اترتا

اس کی غفلت پر فنا اس وقت ہستی خوب ہے
مجھ کو اپنی باوہ وحدت کی مستی خوب ہے
اس طرح بدی نہیں کوئی برستی خوب ہے
چشم میری دیکھنے کو جب ترستی خوب ہے
نہ بلندی ہے بہت اچھی نہ پستی خوب ہے
ظالموں میں تمہارے حق پرستی خوب ہے
ان دنوں میں چل رہی تیغ و دہشتی خوب ہے
اور ہستی ہے جہاں ایک فطرتی خوب ہے

دین و دنیا دونوں ہوں قسمت محبت کی اگر
میں کہوں گا اس ظفر یہ جس سستی خوب ہے

لوٹا کیا دل پہ آہ آتشیں کا سانپ ہے
کھکشاں کا خطا نہیں ہے جوش انجم میں نمود
ہنر چوڑی ساعدا زک پہ اس گل کے نہیں
دیکھ کر آہینے میں وہ زلف کو ہنسنے لگے
پور پشانی کا لیس کیونکر کر رہے جان کا
روزن تریت سے دل تھوں کا کیا لکھے ہے دور

بلکہ رات شک بھی اک آسمیں کا سانپ ہے
کنگروں میں یہ بڑا چمخہ یں کا سانپ ہے
شاخ گل پر صاف لپٹا آسمیں کا سانپ ہے
ہندپانی میں پڑا طرفہ کہیں کا سانپ ہے
کائنات کو دوڑتا ہے چین چین کا سانپ ہے
یہ کوئی کا لاغضب ہزار چین کا سانپ ہے

اور تو سوت کی خواہش میں بھل ہاتھ ملتا ہے
 تمنا ہے جسے تیرے سب شیریں کے پوسے کی
 کسی کا دل جو لے کر اپنے تو ملتا ہے پاؤں سے
 چلا محفل سے کس کو چھوڑ کر بے تاب تو ایسا
 قدم اٹھتا نہیں جب ضعف سے صراحتا قدم کے
 کف افسوس تو ملتے ہیں ہم کو تصور میں
 ہوا سے برگ گل ملتے نہیں اے غیرت گل اب
 رکھا ہے عشق میں اس راہ پر ہم نے قدم اپنا
 دیا اللہ نے ایسا کمال عشق فناں کو

اور کو نیم نکل چھوڑا قاتل ہاتھ ملتا ہے
 نگس کی طرح اے شیریں شائل ہاتھ ملتا ہے
 تو کیا کیا صورتوں سے تیرا بیدل ہاتھ ملتا ہے
 کہ شعلہ خیم کا اے زہب محفل ہاتھ ملتا ہے
 تو مجھوں دیکھ کر کیا سوئے محفل ہاتھ ملتا ہے
 فضا ئے شغل میں جس طرح شائل ہاتھ ملتا ہے
 جان میں گل بھی تھہرے ہو کے ماہل ہاتھ ملتا ہے
 کہ جس وہ میں خنجر سامبر منزل ہاتھ ملتا ہے
 فرشتہ دیکھ کر فنان کا ل ہاتھ ملتا ہے

ظفر مشکل پسندی تیری اب کس کو آتی ہے
 سخنور دیکھ کر یہ طرز مشکل ہاتھ ملتا ہے

دلائے دل کو جو مژگان لہ رہا تھکے
 دیا نشے میں جو گیسو کا نا رہا تھکے
 ہزار بھر بے ہاتھ اس رخ خط پر
 بکری رہے گی ناشانی جو تم چھپاتے ہوا
 جدا نہ کیوں خطا دہلہ سے ہو دست مڑا
 کسی کے عارضہ زک پہ پیسے پھیرا ہاتھ
 لٹک کے دست تصرف میں کبکشاں ہے یوں
 تو نگروں میں بھی ہو وہ گدا نہ لادست

اچھل پڑے کر یا شکار ہاتھ تھے
 جھجک کے بولے کہ شاید ہے مار ہاتھ تھے
 کوئی مٹے ہے یہ خطا غبار ہاتھ تھے
 رکھا چپا پ نے چھلانا رہا تھ تھے
 تجھے ہے جھڑکی سے خنجر کی دھار ہاتھ تھے
 گلے پہنا رنگ گل بھی خار ہاتھ تھے
 عدا کو پیسے رکھے شہباز ہاتھ تھے
 کہ ایک ہاتھ ہو جس کا ہزار ہاتھ تھے

دکھائے دست حنائی جو وہ تو دیکھ بھار
 ظفر ہے یا رنگ بھار ہاتھ تھے

جام چشم یار ہے ساغر کے دھکا رہے
 سرمہ تحریر سے کب زہب چشم یار ہے
 مسجد و میخانہ میں کیا فرق ہے دونوں ہیں ایک
 بے گلوگیر اپنی جس دن سے بتوں کی دوستی
 عشق کے آنے کو مانع ہے ہوس دل سے اٹھا
 دیکھا اس مہ جبین کی مانگ بینی کے قریب

اور علاوہ اس کے گردن بھی مرا جی وار ہے
 سرمہ کی ڈور سے باندھا آہوئے نا نار ہے
 ایک سے ہیں سنگ و خشت و در ایک ہی دیوار ہے
 نا رشتک اپنے گلے میں رشتہ زار ہے
 پہلے دروازے پڑل کے یہی چوکیدار ہے
 لک دل کی مست روئے آخر و مدار ہے

آمد و شد نے نفس کی دی ظفر ساری خبر
 سوئے ہستی و عدم کا صمد کے درکار ہے

مہاراجہ کا خط رخصت دیکھ کر کے نیچے ہے
تصویر اس کی مڑگاں کا مجھے سونے نہیں دیتا
طلب کرتا ہے اب خطر آب تیغ کا حل ہے
بنایا خال ماریں کے تھے حل اس نے کا جل کا
ہو اسے جیسا ہمارے گل بلے اس طرح سینے میں
مری آواز زیرِ ماہنتا ہے تو پھر وہ ہیں
قلق سے دہم گردن ترے صید محبت کی
خیالِ بالشت سے پر پری روئند اڑتی ہے

لیے بیٹھے کوٹھلی اپنے بال دیر کے نیچے
بچا دیتا کوئی نشتِ سرے ستر کے نیچے ہے
غرض جو بڑ بخت اس گنبدِ خطر کے نیچے ہے
ہوا پیدا اک اختر اور اس اختر کے نیچے ہے
کف مائی کو دھند دہم سا فر کے نیچے ہے
اتر جانا وہ کوٹھے سے یہاں کر کے نیچے ہے
کبھی ششیر کے اوپر کبھی خنجر کے نیچے ہے
ترے جو آستان کا سنگ میرے سر کے نیچے ہے

ظفر شیریں سنگین دل سے کیا چالاک دیتی ہے
کہ دست کون کن تو دب گیا پھر کے نیچے ہے

کس کے ہر وہ کی مری تصویر آنکھوں میں پھری
اس پری رخصت نے کھولی جو اپنے منٹ پہ زلف
خواب میں دیکھا کہا میں قصرِ جنت رات بھر
شرح کیا خود شید سے بھی بھر گئی مری نظر
جب پھر آیا وہ شکارِ آئین کہ سکتے تکتے راجہ
بڑا خطا دیکھ کر رخ پر ترے اسے سر دہرا

سبیلِ مرد کی جگہ ششیر آنکھوں میں پھری
وحشیوں کی صورت زنجیر آنکھوں میں پھری
اس کے گھر کی جو مری تصویر آنکھوں میں پھری
جب کہ اس کی شکل پر تنویر آنکھوں میں پھری
پتلی آنکھوں کی تری پھیر آنکھوں میں پھری
اک بہارِ گلشنِ ششیر آنکھوں میں پھری

اے دل سے ظفر کے اک ملائی نسل کی
تیری آفراسان پیر آنکھوں میں پھری

جہاں میں ہم تو غم آلودہ اک جہاں کے رہے
شبِ فراق نہ ہو چھو کہ کس طرح گزری
نہ عزم کعبہ کیا اور نہ قصدِ بیت خانہ
ہنچے مجھے سر منزل تو ہم سفر اور ہم
برنگِ غنچہ تصویر کچھ نہ ہو لے ہم ا
غرض ہی نہ ہمیں کچھ بھی دین و ایمان سے

رہے ہی میں یہاں کے رہنے والوں کے رہے
ستارے گھنٹے ہم آنکھوں سے آستان کے رہے
کہ ہم تو خاکِ نشیں اس کے آستان کے رہے
بھٹکتے گردِ وقت پیچھے کارواں کے رہے
سدا فموشِ تصور میں اس وہاں کے رہے
فریختِ جو رخ و زلف پریتاں کے رہے

ٹھٹھا جب نہ رہا کوئی دہلیز میں اپنا
تو اسے ظفر یہ بتا ہم کو ہم کہاں کے رہے

اگر غفلت کا پردہ ہم اٹھاتے اپنی آنکھوں سے
 ہمیں رونے سے تو کیوں روکتا ہے دہم ہما صبح
 بلا سے آپ ہی عیاں ہر ہم اپنے ہو جاتے
 ملائیں گے نظر کس سے کروہ بے دید ہیں ایسے
 شب فرقت ہمیں اسماں آنکھیں دکھاتا ہے
 برنگ اشک سرمد آلودہ ہم اب اے سیرہ بختی
 تنہا رہی شوخ چشمی سے چنے آہونہ کیوں نکلے
 جو وہ آنکھوں میں آیا کون اس کو دیکھ سکتا تھا

تو جو اس دیکھتیاں دیکھ جاتے اپنی آنکھوں سے
 تجھے کیا ہم ہیں اشک خوں بہا رتے اپنی آنکھوں سے
 کر جاتے واں نور اس کو دیکھتا ہے اپنی آنکھوں سے
 نہیں آجئے میں آنکھیں ملائے اپنی آنکھوں سے
 ستارے یہ نہیں ہم کو ڈراتے اپنی آنکھوں سے
 نظر کس کی ہے ہمیں ہیں سب گراتے اپنی آنکھوں سے
 کرتی مٹاں کو خوشی ہو جاتے اپنی آنکھوں سے
 قسم آنکھوں کی ہم اس کو چھپاتے اپنی آنکھوں سے

ظفر گر یہ ہمارا کچھ نہ کچھنا غیر دکھتا ہے
 انہیں ہم دیکھتے ہیں مسکراتے اپنی آنکھوں سے

آنکھ اس قافل کی سواری دم کشن پھری
 صید گشت میں جب سواری تیری صید آگن پھری
 ہو چکا موسم خزاں کا آتی گلشن میں بہار
 لگ چکيا کے مرے دھم جگر پر چارہ گرا
 جوں نظر تیری پھری ہم کو ہوا میں اٹھیں
 کوئی گل ایسا نہ پایا جس میں ہو بوسے وفا
 ہے یہ خوبی حث برد گشت کی جویوں مجھ سے آہ
 خاک مجھوں سے ہوئی اتنی مکد تو صبا

پر نہ نہ پر تیج اس سر با ز کی گردن پھری
 وہ تجھی ہر صید کی تیری طرف گردن پھری
 کیا تری تقدیر پچھاسے مار گلشن پھری
 بخت کی گھٹکیں سے آگے ہی سوزن پھری
 کچھ طبیعت دوستوں سے تیری اسے دشمن پھری
 اوصاف تی ہر چند با وجہ سوا گلشن پھری
 صف کی صف مڑ گاں کی تیری اسے بت پر فن پھری
 مدتوں سحر ہا صحر ا جھاڑی دامن پھری

تیری جانب سے ظفر شایہ دل اس کا پھر گیا
 ورنہ کیا باعث کر آئے ی نظر نہ توں پھری

ظاہر ہیں کیا ظہور کے مظہر سے سے
 ہوں دھم میرے دل پہ نہ کیوں کر سے سے
 صبا دیا سیر نہ توں چلن تو کیا کریں
 ما زدا و مہرہ تو ہیں شیدا و قدیم
 جن جن کے یہ پرانے پرانے ہیں مقبرے
 دل ٹوٹے ہمتب کا الٹی کر اس نے آج
 آغا ز خط سے کیا ہی نکالے ہیں دیکھنا
 کل کلے کلے لکھ لکھ کو کیا مہر کو آج
 اک ذرا غل کا کہنہ ہو ایہ تو پھر بھرے
 کرتیجے تا زہ قند پیاز گردش ملک

ہلوے ہیں اس کے پردے کے اندر سے سے
 نور امتحاں وہ کرتے ہیں مخبر سے سے
 ہیں دامن میں پھنسے ابھی آ کر سے سے
 لیا اذن کے نور ہیں اکثر سے سے
 تجھ ان کے واسطے بھی یہاں گھر سے سے
 کیا بت کدے میں توڑے ہیں ساغر سے سے
 طوطی باغ حسن نے یہ پر سے سے
 کترے ہے روز گل یہ تم گر سے سے
 پید ہزار داغ جگر پر سے سے
 لاتی ہے ہم سے روز یہ چکر سے سے

اک دل ہے اس کو دیتے عکس کس کو اے ظفر
 آئے طر ہیں ہنگڑوں دلبر سے سے

مریض عشق ترا کیا دوا سمجھ کے پئے
جگر کے کرتے ہیں لکڑے یہ پارہ الماس
کہاں نصیب کر قلیاں ہمارے ہاتھوں سے
مرے لہو کا وہ پیا سا ہے پر اسے کہہ دو
شراب عشق سے کیفیت نکالے ہو
تہا رے تھکے ہو سر کو دیں جو شربت قدر
تہا رے پاؤں بھی دھو کے پئے یہ عاشق زار

جو کھونٹ زہر کتاب بھانجھ کے پئے
پئے جو خشک کوئی جتنا سمجھ کے پئے
ہمیں بھی اپنا کوئی آشنا سمجھ کے پئے
یہ خون سدفہ جاں ہے ذرا سمجھ کے پئے
وہ دیکھے آپ کو جلیاں فنا سمجھ کے پئے
تو ہے یقین کہ نہ وہ بے مزا سمجھ کے پئے
پر اس کو فائدہ کیا ہو کیا سمجھ کے پئے

نہ اس کو ہم کلام ہو نہ سمجھ کو صبا کلام
کہ ظفر سے پئے گزشتہ سمجھ کے پئے

آکھ دیہ ارکی بندوق دکھا تو داہے
لوٹے مرادل بہتا بہتے پاؤں پہ چہرے
سر مڑگاں پہ کہاں خیمہ نکلیں پارہ دل
نہیں دیکھے تڑے بنا دمیت کی آگر
قسمت اس صید ختم دیدہ کی جس کو دم خون
پنچہ شانہ کے قائل ہوں سازی کا
اگلیں ہزے کی جگہ خاک اسے پھر نشتر خمار

کیا کرے دشت میں گر کان نہ آہو داہے
دم آئے نہ تھے پاؤں تلے تو داہے
کر چلے آتے ہیں بے ساختہ آہو داہے
اگلے دانوں کے تلے اپنی ارسلو داہے
جڑھ کے سینے پہ وہ قاتل تڑا نو داہے
تلے بے فاسوں کر تڑے نئی گئے سو داہے
اپنے بچوں کی آہو فصد کا لو ہو داہے

جو کہ ہے خاک نعیش اور ہے یہ خانہ ظفر
مسند جاہ پہ جمشید کے پہلو داہے

کر ان کے دیکھتے ہی اپنی حالت ایسی ہوتی ہے
دکھا دے باغ میں گل رو رنگ گل کو کمر اپنی
نہر کے دل میں حال خوب و زشت سب منہ پر
سے ظفروں بلوریں جام میں وہ مہر کے کہتے ہیں
نہ ہوتا اس کا پاس آبر و تواہر سے کہتے
غبار آلودہ خطا سے رخ کا آئینہ ہوا نہ کھا
دکھا کر وہ مجھے تصویر بچوں کی یہ کہتے ہیں
اٹھا جو برقع فانوش منہ سے خرچ محفل کے

کر سب کہتے ہیں تو بے ہائے جاہت ایسی ہوتی ہے
کنا رک اس کو کہتے ہیں زنا کرت ایسی ہوتی ہے
بجز آئینہ کس کی صاف طینت ایسی ہوتی ہے
نئے میں اپنے بھی چہرے کی رنگت ایسی ہوتی ہے
کر گر یہ اس طرح کرتے ہیں رقت ایسی ہوتی ہے
کر رکھی دل میں عاشق کے کدورت ایسی ہوتی ہے
کر جو ہوتے ہیں عاشق فن کی صورت ایسی ہوتی ہے
ہوا پروانہ جل کر خاک غیرت ایسی ہوتی ہے

ظفر مت پوچھو جو کچھ ہم میں میں رابطہ ہے باہم
کرنے یا دے ہوئے ہیں نہ الفت ایسی ہوتی ہے

خراج رو جس کو ترے وصل کی لہو ہووے گی
 اس کو پروانہ صفت کچھ تک درد ہووے گی
 چاندی اس کی بنی ہے جو صورت تصویر
 تنگل وویں ہوش بھر دشت میں ہم چچے
 دیکھا دان نہ تو تم کوئی کے سوا
 لاکھ تم منع کرو جب کہ بھرائے گا یہ دل
 سنتے ہیں ان کی رقبوں سے ہوئی جب فنگلی
 ہے یقین لوگ جو یوں کہتے ہیں تو ہووے گی

اے ظفر ہے زباں غلج کی نقاد حق
 یعنی وہاں کہیں گے جسے سو ہووے گی

عجب کیا گرچہ دیا صرف ساغر ہو تو پلی جائے
 یہ ہے آٹام دیا کیا مسند ہو تو پلی جائے
 اگرچہ آب تنگ را آب زندگانی ہے
 بچے پر کس طرح عاشق پیسر ہو تو پلی جائے
 جو آسو چشم میں بھر لاؤں تو ہنس کر وہ کہتا ہے
 کہ کہہ دو آبرو کا اپنی کوڑا ہو تو پلی جائے
 ترے ہاں سوخت کی خاک ہے وہ تشنہ راں
 کہ گر یک قطرہ سودیا کے ہمسر ہو تو پلی جائے
 طیبہ در دل تو ہو تو ظالم تلخ دارو دے
 ترے سوسے کوئی زہر بھی گر ہو تو پلی جائے
 جو ہووے تشنہ پورے ہے چاہ زندہ اس کا
 بھلا افساف کر وہ آب کوڑ ہو تو پلی جائے
 سبیل عشق پر ہر دم ہی آواز سنتا ہوں
 کسی کو تنگی آب حنجر ہو تو پلی جائے
 سکندر پلی سکے اے خضر کیونکہ آب حیاں کو
 نصیب اس کا تیری سا سکندر ہو تو پلی جائے
 کہے کھول کر وہ زلف انبی ساغر سے میں
 کوئی آشفیہ زلف معصم ہو تو پلی جائے
 تلک اب اس قدر مت جان چشمے کو بہت کے
 دلا تو ایک کیا اگر ایک لشکر ہو تو پلی جائے
 کہیں ہیں جس کو جب جاہ تیغ تشنہ خوں ہے
 عزیز و بے اگر خون برادر ہو تو پلی جائے

ظفر غصے کو دل میں کون پلی سکتا ہے کیا قدرت
 کسی کا ظرف تیرے ہی برابر ہو تو پلی جائے

اک نگہ دیکھ نکلا مجھے
 کم تنگی نے مارا مجھے
 شربت دیدار کی امید پر
 تنگی جہوں سے گوارا مجھے
 اس نے پکارا تھا کسی اور کو
 میں نے یہ جانا کہ پکارا مجھے
 خال رخیا دکا سرگشتہ ہوں
 لایا ہے گردش میں ستارا مجھے
 نفع کی امید تھی لیکن ہوا
 زلف کے سودے میں خسارا مجھے
 آج اگر آکھہ چلی تو کیا
 یاد ہے کل کا اشارا مجھے
 سیر دو عالم سے غرض کچھ نہیں
 ایک تصور ہے تہہ دارا مجھے
 ہوتے ہوا کہ بات پر تم کیوں تھا
 حال ابھی کہتا ہے سارا مجھے
 ہم نشو و نما بر عی نفس
 کیوں نہ لگے دل سے پیارا مجھے
 جس نے کہ نکھرا کے مری نفس کو
 زندہ کیا آج روبرو مجھے

سچ تو ظفروں ہے کہ جہ فخر دیں
 اور نہیں کوئی سہارا مجھے

شاخ مڑگاں میری کب انگوں سے تڑپا ئی میں ہے
جوش گر یہ نے مرے کھینچا یہاں تک با حصر
بکیر ویر خالی نہیں گردش زووں سے دیکھ لو
آنکھ دل سے ڈر میرے سمندر اس قدر
دیکھ کر تیرے اب وہاں کو مارے شرم کے
میری آہ و اشک سے چرخہ زمیں کا ہے یہ حال
خشت میں اس سنگدل کے اس قدر رویا ہوں میں
آہنے میں اس کے روئے آنکھیں کود دیکھنا

یہ خشت و بحر کا دیکھو ٹھہرا ئی میں ہے
گنبد نیلے رنگ نیلوفر پا ئی میں ہے
ہے خوشگلی میں گم لا کو بھنور پا ئی میں ہے
چاہتا مانند ماہی اپنا گھر پا ئی میں ہے
لعل پتھر میں چھپا جا کر گھر پا ئی میں ہے
وہ ادھر آنکھ میں ہے اور یہ ادھر پا ئی میں ہے
کوہ بھی انگوں سے میرے کمر پا ئی میں ہے
کیا اتنا شاہ ہے کہ آنکھ جلوہ گر پا ئی میں ہے

ہینے میں صافی دلوں کے کب جناب صن روست
عکس خورشید درخشاں اسے ظفر پا ئی میں ہے

جدھر آنکھ پڑتی ہے تو برو ہے
رکھو آنکھ کیوں نہ پیش نظر میں
مری چشم میں کیا ہے؟ حیرت تصور
بدن میں ہمک ہے تری کیا سخن کی
صد پر دہ ساز کی نہیں ہے
کوئی چھوٹا ہے یہ دامن سے قائل

ترا جلوہ سب میں ہے سب جائے تو ہے
مری آنکھ میرا آئینہ رو ہے
مرے دل میں کیا ہے تری آرزو ہے
تری زلف مشکیں میں مہر کی بو ہے
کوئی پردے ہیں کر رہا مھنگو ہے
شبید محبت کا آنکھ لہو ہے

ظفر آپ کو اصغر دست با صغیر اس کو
وہ چھ میں ہے جس کی تجھے جھو ہے

خشت میں کیا ہم بھی اسے شہر سیدھے ہو گئے
آنکھ سوزاں نے میرے کر دیا آنکھ کو موم
تو ہوا ہم سے نہ سیدھا اور دست شانہ سے
کج گواہی سے تری قائل تعجب ہے مجھے ا
چرخ نیلے حاشی رہا اور بنگروں باکے جواں
دستی پر کس کی قامت کہو اب جو بعد مرگ
سر نوشت اپنی نہ بچتی اور کھٹکوں کے
سیدھے وہ آئیں گے گر بیطالع واڑوں مرے

کتے اس قالب میں نیلے تیرے سیدھے ہو گئے
کھل کے میرے حلقہ زنجیر سیدھے ہو گئے
بال بل کھائے تیرے تصویر سیدھے ہو گئے
تن پندرے کیوں خطا شیر سیدھے ہو گئے
نیلے ہو کر زیر چرخ سیدھے ہو گئے
دست و پا ئے عاشق لکیر ہو گئے
حرف جوائے ہوئے تحریر سیدھے ہو گئے
اک ذرا اے آہ بٹا شیر سیدھے ہو گئے

میری سیدھی بات پر ہوتے ہیں نیلے اے ظفر
جب کہ نیلے میں نے کی تحریر سیدھے ہو گئے

اس کے کل کوچے میں ہم ایسے ہنر سے گزرے
 کیا عجب تیر نگہ میرے جگر سے گزرے
 اس سار میں تو بہت آئے سفر لیکن
 جوش گریہ سے مرے ہو جو طوفاں برپا
 آج تک وہم و گماں میں نہیں آتا اپنے
 دل کے آئینے میں جو کچھ عیاں ہیں جو ہر
 چشم نقش کف پا راہ میں حیراں ہوں کیوں
 بوسہ تیرے لب شیریں کا ہے کوئی شکر

ایک نے دیکھا نہیں سب کی نظر سے گزرے
 پر وہ ہے تیر کر آہن کی پہر سے گزرے
 جو ہے کیا جانے کہاں سے وہ کدھر سے گزرے
 اب ہو پیر تلک کے ابھی سر سے گزرے
 کیا کریں ہم ترے مضمون کمر سے گزرے
 ہیں وہ پہلے نظر آئیں گے گزرے
 راہ روکتے ہی اس راگزر سے گزرے
 تلخ آنجن ہو ہم بند و شکر سے گزرے

دعایا زنی کے تماشے کا نہ ہو چھو عالم
 کر تماشے ہیں بہت چشم ظفر سے گزرے

جو دل کے ارادے کو ادھر کھینچ کے باندھے
 اے ہم نقشو کہہ دو یہ جو اس کو میرے
 جاتا ہے اڑا رخ نظر تا سر افلاک
 سکا مرے دل پر لگے ہے اس سے یہ کہہ دو
 آجائے نظر ہر کا کلو اپس خورد شیدا
 پھر کون چھڑا سکتا ہے دل کی میری مشکلیں
 ڈنٹا ہے ہزار اکت سے مراد دل سے کہہ دو
 جو راک دنیا ہو کمر کھول کے بیٹھے

وہ راہ میں بہت کی کمر کھینچ کے باندھے
 پٹی نہ سر زخم جگر کھینچ کے باندھے
 اس کے کوئی کس طرح سے پر کھینچ کے باندھے
 جوڑے کو نہ وہ رشک تر کھینچ کے باندھے
 تو پیچہ پر اپنے جو پہر کھینچ کے باندھے
 تو طرہ مشکلیں سے اگر کھینچ کے باندھے
 تعویذ نہ ہیں بازوؤں پر کھینچ کے باندھے
 لازم ہے پائی کو کمر کھینچ کے باندھے

پڑ جائیں ہزار اکت سے نٹاں کیوں نہ میں پر
 دستار کو وہ جب کر ظفر کھینچ کے باندھے

ہوتے ہوئے چشم سے آج ہلکاری رہ گئی
 آئے آئے اس طرف ان کی سواری رہ گئی
 ہم کو خطرہ تھا کہ لوگوں میں تھاجہ چا اور کچھ
 نکلے نکلے ہو کے اڑ جائے گا سب سنگ مزار
 اٹیہیلے اک میں جو خاک میں ڈھونڈے کوئی
 آؤ گرا ہے کیوں گن گن کے رکھتے ہو قدم
 ہو گیا جس دن سے اپنے دل پر اس کو اختیار
 جب قدم اس کا فرید کیش کی جانب بڑھے
 کھینچتے ہی تیغ اداس کے دم ہوا اپنا ہوا
 اور تم غم خوار سارے کر چکے غم خوارگی

آہ و باری ہر بیماری رہ گئی
 دل کی دل میں آؤئے جاں نثاری رہ گئی
 بات بھلا آنے سے تیرے پر بیماری رہ گئی
 دل میں بعد از مرگ کچھ کرے بے قراری رہ گئی
 خاک کساری خاک کی گر خاک کساری رہ گئی
 او کوئی دم کی ہے یا دم شاری رہ گئی
 اختیار اپنا گیا بے اختیار رہ گئی
 دور پہنچے سو قدم پر ہی زگاری رہ گئی
 آہ دل میں آؤئے زخم کا ریرہ گئی
 اب فقط ہے ایک غم کی نمکساری رہ گئی

فکرو عیاری کا یاروں سے بجا ہے اے ظفر
 اس زلزلے میں ہمیں ہے ہم یاری رہ گئی

ہلا مت خاک میں یہ کیا تم ہے
کریاں سے اٹھ نہیں سکتا قدم

برنگ نقش پا تو در پہ ہم کو
زمین نے پاؤں سے پکڑے ہیں اپنے

ظفر پیروں کا تجھ کو جگا سا یہ
کہ جن کی یاد میں تو چشم نم ہے

کوئی کہتا ہے یہ ہر ٹھکس باب سکندر ہے	کوئی کہتا ہے یہ چین جیسے موج سمندر ہے
کوئی کہتا ہے بیٹائی کو اس کی ماہ انور ہے	کوئی کہتا ہے اس کی مانگ کو ہے بکشاں کا خط
کوئی کہتا ہے اس کے رخ کو یہ خورشید محشر ہے	کوئی کہتا ہے اس کی جعد کو ہے یہ شب یلدا
کوئی کہتا ہے بووے زلف کیا ہے بوے عطر ہے	کوئی کہتا ہے جوڑا نہیں مشکل ما فہ ہے
کوئی کہتا ہے چشم سر کیسے ہم چشم عطر ہے	کوئی کہتا ہے بنی کو کر ہے چہ شک گل زنبق!
کوئی کہتا ہے اس کی چین ہر قطر عطر ہے	کوئی کہتا ہے کہ اس قاتل کی چٹک تیغ تران ہے
کوئی کہتا ہے جوڑاں ہے عودا زک سے ہسر ہے	کوئی کہتا ہے اک سیف کشیدہ ہے وہ درہالہ
کوئی کہتا ہے اس کا کوش کیا ہے چشم ساخ ہے	کوئی کہتا ہے وہ مگر دن مصفا اک ہراتی ہے
کوئی کہتا ہے وہ درکان کا تاندہ آخر ہے	کوئی کہتا ہے وہ شفاف ماضی صبح صادق ہے
کوئی کہتا ہے دانتوں کو جب یہ مسک گوہر ہے	کوئی کہتا ہے ہونٹوں کو کہ ہیں وہ لعل کے کلوے
کوئی کہتا ہے اس چادر دن میں آب کوڑ ہے	کوئی کہتا ہے گویا وہ رہن ہے خضر کا پشیر
کوئی کہتا ہے رنگین پنچہ مراں کے برہر ہے	کوئی کہتا ہے وہ دست حمایت ہے شاخ گل
کوئی کہتا ہے سینہ کو آئینہ مکدر ہے	کوئی کہتا ہے پہاں کو حباب آسمان صفا ہے
کوئی کہتا ہے نری میں شکر لعل سے بہتر ہے	کوئی کہتا ہے وہ تکی کرتا درگ گل ہے
کوئی کہتا ہے سلی شاخ نسریں اک سراہر ہے	کوئی کہتا ہے اس کی مانگ کو ہے گل نسریں
کوئی کہتا ہے ساق سے لگوں شمع مند ہے	کوئی کہتا ہے وہ زانو عجیب ہے صاف آئینہ
کوئی کہتا ہے جھانسن ہے برگ گل تر ہے	کوئی کہتا ہے ہر انگشت پا ہے شاخ گل ہندی
کوئی کہتا ہے وہ قامت قیامت سے بھی بہتر ہے	کوئی کہتا ہے اس قد کو قیامت کا نمونہ ہے
کوئی کہتا ہے جو خمرہ ہے اس کا اک نمونہ گر ہے	کوئی کہتا ہے اس کی ہر اداسے اک بل آفت

ظفر جو اس سراپا زکی تعریف کی تو نے
مقرر ہے مقرر ہے مقرر ہے مقرر ہے

لخت دل اور اشک کو کیونکر کیوں یکساں ہے
 مار کا کل زلف سبیل رخ ہے رشک یا سخن
 چشم و رخ کو دیکھ کر تیرے سداے سادہ رو
 ابر میں درخشندہ کب ہے برق اسے پیر تلک
 دیکھ کر خال زنجیراں کیوں نہ ہو وے داواں ڈول
 ہاتھ غیبی سے کل آئی ندا مجھ کو ظفر
 وہ در غلطاں ہے تو یہ ہمسر مر جان ہے
 سرو قد ہے بگڑ اپ ہے خود گل خندان ہے
 رنگ ہے زنگس یہاں اور آئینہ حیران ہے
 وہ مار اور بول یہاں سوزان ہے
 چاہ کنعاں وہ ہے اور یہ یوسف کنعاں ہے
 فکر میں تاریخ کے رہتا تو کیوں حیران ہے

وہ ہیں صد رشک جہن مصرع یہ مجھ سے ڈھل گیا
 زور اب رنگین یہ اپنا سر بسر دیوان ہے

عشق میں بازی اگر چوڑی کی دل پر کھیلتے
 کیونکہ فضل رشک کو آنکھوں میں رکھوں روک روک
 پنجہ مڑگاں میں ہیں اسے مرد دل کب اشک سرخ
 ہر چہ نور و ف سے لٹکا آ کے قلم و ج میں
 شیخ کی اگر دن ہلا کر تم جواب کرتے ہو بات
 آئینہ غماز ہے کہ رو سے کا منہ پر کج کوا
 نر دل ہم بھی بٹھاتے اور دل پر کھیلتے
 یہ نکل جاتے ہیں لڑکے گھر سے باہر کھیلتے
 ہیں گل بازی یہ لے کر دیہ ہر کھیلتے
 ہیں گل بازی یہ لے کر دیا مقرر کھیلتے
 شیخ سدا ہیں تہا رے اب یہ سر پر کھیلتے
 کھیل کس سے کنگی کا تم ہوا کٹر کھیلتے

اسے ظفر اس خال رخ پر بال زلفوں کے نہیں
 من سے اپنے ہیں یکا لیلہ کھا کر کھیلتے

قطعہ

یہ دیواں رشک گلشن کیوں نہ ہو گلہائے مضمون سے
 کراسا جو ورق ہے سو خیال ان ساقی ہے
 ظفر یہ بتا دل مصرع تاریخ لکھ اس پر
 مرا اب یک قلم دیوان بستان ساقی ہے

تمہیں پیش و طلب و اس جہد م ہے
 جو آتا آج وہ اپنے بچم ہے
 نہ کیوں دل کا ہوا اس کا کل سے سورا
 مجھے سوچتے ہے کیفیت جہاں کی
 لباس اپنا نہ کراے شوخ تو سبز
 تری مڑگاں کے آگے اے گل اندام
 جہاں دیتا ہے تو جنبش بھصوں کو
 بنا داغوں سے دل ہے رشک گلشن
 سر سحر انور دی دیکھ کر وہ
 پھرے ہے جو تو ڈاواں ڈول ایسا
 یہاں سبز زنی ہے اور علم ہے
 تو یہ روچین ہے شادی کا دم ہے
 کراس کی گاتھ میں دام و دم ہے
 وہ چشم مست ساقی جام جم ہے
 کہ بر صورت یہ سرے حق میں سم ہے
 قلم زنگس کی مرفوع اقلیم ہے
 وہاں بھونچال کا چہ چا منم ہے
 بیان لالہ رخوں کا بس کرم ہے
 لگے کہنے کہ سچ کہہ کیا تم ہے
 کسی کی چاہ کا تھکوا لم ہے

پائی نذرانگی میں نظر ہوئے بہت
جوں با دگر گر چہ بہت سیر جہاں کی

ہمارا دل نہیں اس کے سرپشت زنجہاں ہے
کہیں ہے خرمن گل اسے مباح شہید اس ہے
نہیں زلفیں جو رخ پر سے انہوں کی بس وہ ہیں سو جھا
جہاں سودا لب لہر سے پوسے کا کیا ہم نے
ہوس ہو سیر گلگشت جہن کی کس کو اے ہدم
دکھاؤں کس کو میں دست جنوں کی دستکاری کو

عزیز و چاہ کنعاں ہے یا وروہ ماہ کنعاں ہے
جو ہر یک شمعہ بلبل ہمدست فاتح خواں ہے
کہ نکلا پر وہ ہر سب سے ماہا باں ہے
بکا عتاب کی قیمت وہاں لعل بدخشاں ہے
تو گل خوردہ اپنا یک قلم سخن گستا ہے
نٹا بہت تخت دامن ہے نے ناگرہاں ہے

نظر اس آلمہ پائی کیدولت سے ہے ہر کا نکا
سر اسرا نکتا سوتی بدامن بیلاں ہے

تپ غم میں مجھے بھرتے جو دیکھا سانس ٹھنڈی سی
لڑانا ہے ہر تک چشم کو مڑکاں کی گولی سے
مجھے دریاں ترے ہیں روکتے ظالم بھی ڈر ہے
عجب ڈھب سے لگی جا رفته رفت اس کے پاؤں تک
نہ کیوں اس گنبدن کے ساتھ سونے کی رہے خواہش
نظر کے سن کے شعروں کو ہند اس سارے کہتے ہیں
ہم ایسے سو زخم جہاں سے ہیں بے
کریں گے ذبح ہمیں لہران کافر کیش
نہ پوچھو حال ہمارا کہ اس کے کوپے میں
گلے کے ہار ہیں گے بنا راہلوں کے
جد اہوں حسرت و اندوہ کس طرح ہم سے
وہ میرے دشمن جاں ہیں یہ جان لیو کا

تو ہر دم ہاتھ بالیں پر مرے لئے لگا عیسی
قرلباشوں سے نیکی ہے لڑا کی کیا فراموشی
نہ ہو جاوے کہیں در پر ترے لب خانہ جنگی سی
حسب کی کا مہ اپنے میں بہت پکی ہے اور دوشی
کہ دیکھی باغ عالم مسی وی اک شل اچھی سی
بدل کر قلعے کوئی نزل لکھ اپنے جی کی سی
کہ داغ دل کے گل نو بہار سے ہیں بے
ازل سے ہم تو انہیں کے شکار سے ہیں بے
نیا وہ ہم تو پریشاں غبار سے ہیں بے
کمر سے واسطے پھولوں کے ہار سے ہیں بے
کہ کج غم میں بھی اپنے یار سے ہیں بے
تمہارے آن کے جو دوستدار سے ہیں بے

تصور اس دردناک کا ہے جو ہم کو ظفر
نخن ہمارے درشا ہوار سے ہیں بے

تری چشم منظر ہیں وہ جاو گیر سحر آئی
کرے نکل کیوں نہ برپا قیس ہر دم دشت و شست سے
نہ پوچھو نقش پائے ناقد لیے کے نقشے کو
کوئی میری طرف سے کہ دو یہ خطر خست کو

کہ جس کی دید کو ظہر ہے یہ پیمیز سحر آئی
گولا طوق ہے سوچ ہوا زنجیر سحر آئی
کہ بچوں کی پرستش کو ہے یہ تصویر سحر آئی
بجز الیاس میر اکون ہے اب میر سحر آئی

نظر کیا خاک کچے بن کے بچوں دشت پائی
کہ ہر خار مغیلاں ہے نظر میں تیر سحر آئی

نہ کیوں ہو قد ریم چشموں میں میری چشم گریاں کی!
 کہ کتنی جھوٹکی اک ہل میں جس سے ہر نیساں کی
 کنار بحر آب رواں میں تو اگر نائے
 حباب، بکھرے کیا نظر میں مایا ہاں کی
 نکستی تغیر ہے صدف کی یا روحا شے پر یا
 نیا وہ کیوں نہ ہو اب خط سے خوبی روئے جاہاں کی
 چمکتے ہیں، صوب چرخ متافہ پر اختر
 دکھا دستا بک فہم کر مئی اودہ ہندال کی
 میان ذوالفقار میر وئے شمار سے تیرے
 دو عالم کل ہوتا ہے قسم ہے شاہ مرداں کی
 پری رود کچھ کوٹھے پر نہ چڑھ یوں بے ہرگز
 توبہ لا بھی ہو جائے گی خلقت پرستوں کی
 خیال مادی جس کو اسے عزیز و اب ہوا م ہو
 حقیقت ہو بسوہ کیا کہے حال پریشاں کی
 جنوں صد آفریں اور درجہ تیری رفاقت کو
 اڑائیں دھجیاں تو نے ہمارے جیب وردیاں کی
 اسی باعث سے میں شب کوڑے گھر میں نہیں آتا
 ترے در پر جو چوکی رات دن راتی ہے دہلیاں کی
 یہ اس کو منع کر دینا کہ وہ روئے نہیں مجھ کو
 وگر نہ اس گزری تھمرے گی اس میں ہم میں تو ناں کی

ظفر گرداب دریا نے سخن کا تو شاہور چہا
 بدل اب، جزا خوش ہو طبیعت ہر سخن داں کی!

بیعت نہ کریں کیونکہ بھلا پیر سخاں کی
 پہنچی ہے صد کیا مری فریا و وفاں کی
 کی تن پہ مرے قطع تبا آب رواں کی
 لے لے کے بلائیں ترے ہند ان وہاں کی
 کہتے ہیں کہ گلشن میں اب آمد ہے تھاں کی
 جوں خرم جو محفل میں کبھی تو نے زباں کی
 چھائی نہ برق جاوے بھلا کیونکہ کتاں کی
 اک شخص نے کل میری کہانی جو بیاں کی
 اس بہت کو خبر کیا ہے مرے دروہیاں کی
 آئی ہے مرے ہاتھ جو یہ خاک وہاں کی

ہے کچھ لگی زرد سے یہاں بادہ کشاں کی
 باعث فکلی کا نہیں معلوم ہتاں کی
 اس شک کے قربان کہ قراض مڑہ سے
 ہنسنے کا یہ عالم ہے کہ ہوتا ہوں میں بیہوش
 مرجھائے ہے کیونکہ یہ گل زخم دل اپنا
 جیزار کی مثل سے ہو جاؤں گا مہج!
 ہو شب کو جو آمد کمال سے یہ روش
 ہوئے کہ کہیں تم نہ کریں راہ مسافر
 سچ ہے کرو ہی جانے کہ جس شخص پہ گز رہے
 آنکھوں سے لگا کیونکہ بھا اس کو نہ رکھو

آؤ گئے آج گھر میں بتا دو کہیں مجھے!
کیا پوچھتا ہے مجھ سے کہ عاشق ہوں میں ترا
قربان تیرے اے بہت ماؤک قلن کر آہ
کیونکر نہ عرق کشتی دل ہو کر اے منم
اس کی گلی میں بیٹھ کے رویا ہوں اشک سرخ
صورت سے میری کیونکہ نہ آ زردہ ہو وہ شونخ
تو ظلم کرو اور اس کے عوض میں وفا کرو لوگ
حاکم کا قسم کہے ہے کہ آؤں گا رات کو

بھائی نہیں یا ٹھہرہ میری نہیں مجھے!
دنیا کی ہے طلب نہ تمناؤں دیں مجھے
تیر مرثہ دکھائے کیا سہم گئیں مجھے
سوج بلا ہے یہ تری چین جیس مجھے
آئی نظروہاں کی گلستاں زمیں مجھے
تو نے لٹکے تانا ہے اندوہ گئیں مجھے
تجھ کو تو مر جا کہیں اور افریں مجھے
پراس کی بات کا نہیں ہرگز یقین مجھے

لیتے ہی پورا اس لب خیریں کا اظہار
آئی طاوت شکروا تمہیں مجھ!

تو رخ سے مجھ کو جوا تھا نگ شباب دے
 مکتوب شوق اس کو میں اے امیر رکھوں
 اب یہاں رخ ہے بہرہ ہے ساقیا
 گر تیغ سوچ اشک دکھاؤں تو آہ چھوڑ
 زنجیر سوچ کر حوادث میں ہوں بھٹکا
 مکش میں فضل غنیہ کو چپا لگا ہے دیکھ
 پردے سے برق کو نہ نکلے شباب دے
 فرصت جو تک بھی رونے سے چشم پر آب دے
 بھر کر مجھے تو ساغر گل میں شراب دے
 دریا دلوں سے آنکھ لڑائی شباب دے
 اس سے نجات اب مجھے یا بھڑاب دے
 شبنم بجائے آب اسے تو گلاب دے

یو سر کی اس سے کیونکہ تیرا دیکھیں غفر
گالی بھی منہ سے جو کہ ہو بے حجاب دے

رفاقت کیا کیوں آہ بکھر اور داغ سوزاں کی
 بھلا کس واسطے دیکھوں میں اب صورت گلستاں کی
 بیان کیونکر بھلا ہووے حدیث اس زلف بچپاں کی
 تنہا رہے پا کے گری رات کو اسے شاید محفل
 جو سودا اس اب ہال خوردہ کے بوئے کا پٹا ہے
 فراق یا رہیں رفا ہے بیتا بی بے وحشت ہے
 ہمارے لخت دل کو دیکھ کر مڑگاں میں یوں مردم
 کہا تھا صد نے کیا معلوم پر اس کی زبانی ہے

ہماری قبر پر حاجت نہیں ہے شمع گریاں کی
 مجھے اب سادہ بین کی اس کی بھاتی ہے دوش بانی کی
 نہ جب تک چل کے کچے سیر تکسر مہلباں کی
 زباں لغزش میں آ جاوے نہ کیوں شمع شیشیاں کی
 تو قیمت خاک میں ملتی ہے پھر لعل بدخشاں کی
 خبر مجھ کو نہیں ہے آہر گزدین وایاں کی
 گلے کہے کہنی روک دی کس نے چہ اعلاں کی
 وہ غافل آ کہا جانے ہمارے درد پنہاں کی

غزل ان تاقیوں میں بود بھی لکھو نظر ایسی
کہ ہو ہر بیت جس میں دشمن فرہوی کے دیواں کی

رو کے میں کہتا ہوں اور تم نہیں جس کے سنتے
ہم صغیر و مری فریا و وفاں گلشن میں
گمراہ قلیلے ہمارے کو شاید
رند کو شب جو کہیں دختر روز سے پکڑا
ہمدون کا مرے اک شب میں ہوا کا مقام
دیکھو ہو جاؤں گا بدنام میں اس کے سنتے
آہ کیا ہوتا جو پاس آ کے نفس کے سنتے
دم بد ہم جو یہاں ہیں جس کے سنتے
رنگ فق ہو گیا ہر بات عیس کے سنتے
قہر تھا لے جو چار برس کے سنتے

حُش کے ذکر میں مست مظفر کا بچو
دیکھو ہو جاؤں گا بدنام میں اس کے سنتے

رو رو کے گر چکیاں میرا دل مجنون لے
ہو گیا ہر رشتہ صدمہ شک گلستاں عندلیب
حُش ہے رنگ گری تھہ سے دلا اٹھتا نہیں
کس لیے حُش تان میں تو پھرے ہے بیٹھو
مفت میں بدنام ہو گا دیکھ اسے کا حل مجھے
کی جو کچھ عرض تھا ان سے میں تو یہ کہا
داغ سینے پر بھروسے کیوں نہ پھرتے مجنون لے
کل جو سحر میں گئے ہم دیہ و پر خون لے
چوہ مکربس چھوڑ دے سر پر نہ یہ ہامون لے
ہاتھ میں زہد اک اپنے سچے زیتون لے
بے گزشت کل کر سر پر نہ اپنے خون لے
بیٹھو رہ چل جا یہاں سے عقل کے کما خون لے

خاک کے ڈالے سے چھپتا ہے کہیں بھی مانتا
شعر کا تیرے مظفر کیا جان جو مضمون لے

اسلام کو کھر سے پھر وکا رکھا مجھے
کب دسترس ہوتا سر زلف دہتا مجھے
میں ہوں مریض حُش نہ کیوں ہو خلا مجھے
کوچے سے تیرے اٹھ کے میں جاؤں بھلا کدھر
میں کس طرح بتوں کے نہ جو رو ختم سہوں
ہو کر اسیر زلف کبے ہے یہ دل مرا
میری نظر میں رہتا کسیر خاک ہوا
ترسانہ اب تیغ سے ظالم تو کر شہید
پیکہ مبانے آن کے کوچے سے اس کے کل
میں آپ سے گزرتے نہیں کرنا ویسے آہ
ہے بس تصور رخ و زلف دہتا مجھے
اس بختا رسا نے دکھانا اس مجھے
تو بے درد ہے تر افش ہا مجھے
سوج سر شک چشم ہے زنجیر ہا مجھے
حق نے بنا دیا ہے کو جو رو جفا مجھے
دام بلا سے کج و یا رب رہا مجھے
اس ہم جن کا وصل ہے بس کیا مجھے
کوچہ نہیں ہے ہے تیرا کم از کر بلا مجھے
اپنا کہا مجھ کے ہوا خواہ کیا مجھے
لے جاوے ہے کچھ آہ مراد لڑا مجھے

جلدی بدل کے قافیہ بس اسے مظفر کہیں
اب تو غزل نئی کوئی اچھی سنا مجھے!

سرسوںے تو نے ہیں اس جہ سے بکسر گندھے
 چشم نے جوگ کسی کے ہے تصور میں لیا
 موج دلیا پہ ہے یوں پڑتی شعاع خود شید
 کبکشاں لکھی شب تیرہ میں ہے اے ہدم
 داغ حسرت سے یہاں بھر گیا سبز میرا
 اشک کو لخت جگر سے ہے علاقہ اپنے
 جیسے شیرازہ صحف کو ہے لہر گندھے
 سناں در شک اب نہ وہ کیونکر گندھے
 جیسے زنجیر طحانی کوئی زرگر گندھے
 مانگ میں اس مدت مہوش نے ہیں کو ہر گندھے
 ہار بھولوں کے جوتو نے رت کا فر گندھے
 چشم کس طرح سے جو ہر کا نہ زیور گندھے

ہو ظفر کیونکہ نہ کو نہ شب جہاں میری
 اپنے وہ شوخ فتح جہاں جو ہر پر گندھے

یہ بند ہے بہت عزت باب کے پیچھے
 دل اس کی چشم سے کیونکر بچے بھلا اپنا
 برب کعبہ ہوئے آہ ایسے ہم رسوا
 سر شکرت سے مری آستین مڑ گاں نے
 نہ ایک گام لگا تو میں جا ہر ادا
 رکے ہے چشم کے رو کے سے کہ یہ طفل مر شک
 نمود نامی پہلے ہے رات سے یارو
 سو ادا نام جہاں آفتاب کے پیچھے
 کہ ہر صید ہے شاہیں عقاب کے پیچھے
 جہاں میں اس بت خانہ غراب کے پیچھے
 گہر کے تکتے ہیں اے کے مہاب کے پیچھے
 جہن میں رہ گیا اس مدد کاب کے پیچھے
 ہزار اس کو رکھے داب داب کے پیچھے
 نہ کیوں ہو زلف کا شک باب کے پیچھے

ہزار جو رکھ سہرا نہ بان ظفر
 رقم کر اس کا لگی فرد حساب کے پیچھے

وہ عرق سے رخ گل رنگ طراوت پر ہے
 دل کہے کیونکہ نہ اس کے لب پاں خودہ کو دیکھ
 کچھ جہل پر ہی نہیں لالہ امر بھولا
 عکس سے فندقی پا کے ترے اے جہ حسن
 کچھڑ اول مری جانب سے بجا شادی
 شب کے کمالے لڑے گلشن میں ہر اک گل کا داغ
 اشک باری سے مری چشم کی دات دات زمیں
 رات بے سنگی ہوئی شبنم ہی نہیں ہے دیکھو
 تو کب سے غنچہ دل تک طراوت پر ہے
 روز بر گل خوش رنگ طراوت پر ہے
 خون فراہ سے ہر رنگ طراوت پر ہے
 باغ میں توت اور گل طراوت پر ہے
 آج آئینہ ہر رنگ طراوت پر ہے
 صبح اے مرغ خوش آہنگ طراوت پر ہے
 مرد ماں بے سگڑوں فرسنگ طراوت پر ہے
 یارگی سخیل خوش رنگ طراوت پر ہے

ظفر اس بحر میں نکلی ہے غزل یہ تم نے
 ہر گل کا فیر تک طراوت پر ہے

بس اپنی قسمت پر رہ تو شاکر وہ خواہس یہی ہو خواہائی
 عمل کر اس پر جدا کی پہنائیں رکوں سے ہے ہمیشہ
 کھو نہ منزل تلک وہ پہنچا چلا ہے جو کوئی راہ اپنی
 رکھو غیروں سے روز صحبت نہ پوچھو ان کو کہ جو ہیں عاشق
 کہنے نہ کیونکر تمام عالم تھاری ہاں کی جدا ہو اپنی!

تمارے دشمن مدام ہو میں ظفر ہے تم پر نگاہ ویر و
 نہ ہوں گے سر سبز بھی وہ ہرگز کو اسی دے ہیں گواہ اپنی

ہو رہا ہے شہ جام سے گل کوں تھے ا
 پوچھتا ہوں شہر عشق میں مجھوں تھے ا
 خاک میں مل جائے گا اے سرو گلشن تو ابھی
 ایک عالم تھا تر امان لے لے اے سادہ رو
 رشک سے کیونکر نہ اپنے ہونٹ چائیں مدلی ا
 تو بھی آنکھوں سے لہو رو دے گا سن اے افسانہ
 میں خفا ہوں تو بلا سے تو خوش رہ جان من
 چشم دید با رے روکش تو ہوتا ہے ہر کے
 شیشہ دل ہے بہت مازک وہ کیونکر دہوں تھے
 اک دیا تقدیر نے ہے گوشہ ہاسوں تھے
 گرد دکھا دیو سے روہ قامت ہوزوں تھے
 آنے نے کر دکھا ہے اپنا اب منتوں تھے
 حق تعالیٰ نے دیا ہے وہ لب میگوں تھے
 میں سناؤں گا اگر حال دل پر خوں تھے ا
 وہ نہ مریاؤں گا دیکھوں گا اگر مخروں تھے
 میں دکھاؤں گا تماشا ملی میں اے جوں تھے

جب سے ہے اس کی کمر کا اے ظفر تجھ کو خیال
 سوچے ہیں با ریک کیا کیا اب سے یہ مضمون تھے

خط آزادی نہ لکھ اے راپنے ہاتھ سے ا
 نہ بھیجا کر مخروں خوار اپنے ہاتھ سے
 عشق سے واقف نہ تھے جب تک نہ تھا رنج و تپ
 دیکھ کر یہ ہیں تری ہمشاک دھانی جان من
 ایک دن دل میں ہے اپنے نقد جاں کا کیجئے ا
 جنبش ابرو ہے کافی بس ہمارے قل کو ا
 آفریں صد آفریں و مر مر ہاتھ کو جنوں
 یہ وصیت ہے مری قاصد تھے اب آخری
 یورپی کہتا کر کس نے دل میں ڈالا تفرقہ ا
 دے نہ دستاویز یہ یک با راپنے ہاتھ سے
 کام آ جاویں گے پھر دو چار اپنے ہاتھ سے
 اے سیوا دم لیا آزاد اپنے ہاتھ سے
 زیر بس کھانا پڑا چار اپنے ہاتھ سے
 جا کے اب سو داس رہا زار اپنے ہاتھ سے
 کھینچ کر مت بار تو کو اراپنے ہاتھ سے
 چھوڑا جاے میں نہیں اک بار اپنے ہاتھ سے
 خط اے دینا سر با زار اپنے ہاتھ سے
 خط نہیں لکھتے ہوگا ہے اراپنے ہاتھ سے

ہے عجب ظفر و اللہ اب اس چیز کا
 کھو دیا آپ ہی جسے یک با راپنے ہاتھ سے

نظروں وہ خواب میں ہم کو مقرر آوے ہی آوے
یقین ہے کہ یہ کا صفا مرنے کر آوے ہی آوے
خیال زلف ہو جس کو پریشاں کیوں نہ وہ ہو
ہمیں ڈر ہے مجھے ملی میں ڈیڑھ است دو عالم کو
نہیں دیکھی ہے اسے ہر وکماں تو نے کشش دل کی
یہ سب جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں راز عشق چھپتا ہے
یہ سب وہ عشق کا میدان کوئی کیا خاک خم صوف کے
غافل کرنا نہ کر تو دمبد ہر شتر مڑ گاں!

طلب جس چیز کی ہو وہ پھر آوے ہی آوے
کل آوے پرسوں آوے پر مقرر آوے ہی آوے
ضرر اس کو اسی سودے میں پھر آوے ہی آوے
ترے رونے سے طوفاں دیدہ تر آوے ہی آوے
نہ نہ ہو اگر کوئی تو کھینچ کر آوے ہی آوے
جو ہو وہ بات دل میں سودہ منہ پر آوے ہی آوے
کہ اس جا گیور رحم کو بھی اب را آوے ہی آوے
خراش دل سے میرے خون اب تر آوے ہی آوے

نظر اب یاد ہے ہم کو وہ پنجر سلیمانی
پر کی بھی ہو پرستیں میں تو اڑ کر آوے ہی آوے

جتنے ہیں ہر اک رشتہ ممکن میں رہے
داغ مت سمجھو کوئی ان کو کہ یہ یوں مومنوں
دھوئے ہاتھوں سے دلا شہ کو نہ کیوں خیمہ م
ہوا تھا غیر مجھے دیکھ کے نیلا پیلا
اشک سے کچھ رہے دوسری لخت جگر آہ
داغ بر دل جو ہوا تیرا شہید الفت! ا
اے نظرسخت و رفت پر دھتا ہوں
داغ کے دیکھ دل لعل نظر پر رہے! ا
کس کا خوں تو نے کی اپنے در دولت پر
دیکھنا بندگی ارض جاں شہ م
جوش زن خوں ہوا ہجر میں اس کے ایسا! ا
ہم تن میں ہوں وہ بخروج کہ خوں سے قاتل! ا
چشمہ چشم کی دولت سے ہے رشتہ کلزار

کب ہیں اس رنگ کے مہاسی کے تن میں رہے
خوشنما ہیں پر طاؤس مہمن میں رہے
خون پر وند سے دامن لگن میں رہے! ا
بعد مردن بھی رہے اسکے کنن میں رہے! ا
یہ تعجب ہے کہ ہیں لعل مہمن میں رہے! ا
لالہ ساں پڑ گئے ہیں اس کے کنن میں رہے
جس سے پڑ جائیں دل الی غن میں رہے
ویسے ہی پڑ گئے لالے کی نظر پر رہے
شاہ قتل ہیں دیلائے گز پر رہے
پڑ گئے رشتہ سے ہیں روئے غر پر رہے
آجے دل پہ پونے وور بکھر پر رہے
خیر کے سے ہیں مرد پشت کمر پر رہے
اشک خنیں سے پڑے دامن تر پر رہے

اے نظرسختی اس میری غزل کو و اللہ
پڑ گئے اب دل ہر ایک بشر پر رہے

سکھائی تم کو جو ہنسی بائیں ہماری جانب سے آہ الٹی! ا
اسی سب سے ہے میرے صاحب تھا رہیم سے نکلا ہائی
ہوا ہے پھر کے دوبارہ پھر یہ تیرہ بخنوں کا روز روشن! ا
تہوارے رخ سے جواڑ کے شب کو ہوا سے زلف سیاہ الٹی
کیا ہے خود رشید خاوری کو سپر گر داں کے سر پر ہند! ا
سحر تمانی کی اپنے سر پر جو رکھ کے اس نے کلاہ الٹی! ا
نہ کر تو کچھ دل میں اپنے ہر گز خدا جو چاہے گا دوی ہوگا!

لاکھ عیارتے کوچے میں غم ٹھوکیں گے
 منع دربان کو کر دے کر نہ رو کے ہم کو
 نام لکھ رکھیں گے ہم تیرا نگین دل پر
 کہکشاں سے نہیں تھمنے کی دلاشتہاں لک
 اپنے ہوتے تھے گھر آئیں گے اختیار اگر
 تو چھڑا ہی رہے گا پہنچھوڑیں گے ولے
 کوئی ملتے ہیں وہاں سے انہیں ہم ٹھوکیں گے
 ورنہ اک روز تیرے سر کی قسم ٹھوکیں گے
 نقش سنا نہیں بروئے ورم ٹھوکیں گے
 گر پڑے گی یہ جو ہم آہ کا غم ٹھوکیں گے
 ہم کہہ دیتے ہیں ان کو اسی دم ٹھوکیں گے
 ہاں بہت کہنے سے تیرے اسے کم ٹھوکیں گے

یوں تو لاتے نہیں پھرتے ہیں ظفر لیکن آہ
 کوئی الجھے گا جو ہم سے تو منم ٹھوکیں گے

آ نکلیں ہیں یہ وہ بس میں دل آئے انہیں رو کے
 مارے سے دو عالم بھی مرجائے انہیں رو کے
 کب واعظ و فاضل اب چپ رہتے ہیں بکے سے
 ملنے سے ہم اس کا رول آئے انہیں رو کے
 گو گوہ کن و بختوں تھے عشق کے کوچے میں
 پر ہم بھی تو رہتے ہیں مسائے انہیں رو کے
 بے عجز کی زلفیں ہیں دام ہلا یک سرا
 پھندے میں یہ مرغ دل الجھائے انہیں رو کے
 اکھوں نے نہ بتلایا اس چاہ رنجد میں کیا
 ہم ڈوب گئے یہ رو بہکائے انہیں رو کے
 جنبش میں ہنویں اپنی متلا کر میں ڈاکھوں
 بھونچال نہ ملنے سے آجائے انہیں رو کے
 میرا دل صد چاک اب رکھ جانے سے ہم تو
 کا کل تری سلجھ گئی سلجھائے انہیں رو کے
 اٹھنے نہیں دیتے ہیں یہ لالہ و افلاں اب
 در پر پڑے بیضا ہوں بھلائے انہیں رو کے
 یہ عشق و محبت کا بچکا مظفر پوچھا
 واللہ تم اتنے ہو سکھلائے انہیں رو کے

ہماری آہ دل سے اٹھ لے کر آوے سی آوے
 زمیں سے جو لکھ دیکھے ستون آہ گر میرا
 بنایا اس کا بھگد اب ہماری نکل مرگاں نے
 نہ آیا امیر تو کیا ہوا اس کے کوچے میں
 تباہے نکل سے سا رک تڑپوہ شبنم کی اسے خالقا
 تمہارے کائنات کو اگر دیکھے تو حیرت سے
 سمندر سے جو اترے ہاتھ گوہر آوے سی آوے
 فحالت میں وہیں سد سکندر آوے سی آوے
 برائے آب پاشی دیدہ ہزار آوے سی آوے
 جواب خطا ولے لے کر کہوڑ آوے سی آوے
 کتل کو بھی سرا سر رشک جس پر آوے سی آوے
 مرنو کو فحالت آسمان پر آوے سی آوے

ظفر ایسی غزل پڑھتا ہوں میں اب جس کے سننے کو
 ہر اک دل سخن و شاق ہو کر آوے سی آوے

زلف یوں روئے عرق آلود پرہرائے ہے
سج جوں مانگن گلوں پر چائے آئے ہے
سبب اشک تر میں ہے یہ لخت دل اے مردماں
عشق یا سیرجے اغان گھاٹ پر دکلائے ہے
ہے قیامت کا نمونہ یہ قد سوزوں ترا
دیکھ کر بس مرد جس کو خاک میں گڑ جائے ہے
آہ کیا جانے طعرب عشق کس کی یاد میں!
ہوک ہی اٹھ کر کیجے میں مرے رہ جائے ہے
یہ دل پر آبلہ دیکھا ہے جس کے خوف سے
لے کے تنکا رانت میں گم ہو گئی رہ جائے ہے
کچھ خدا کا بھی نہیں ترس اس بت ہے ترس کو
وہ ترسائیں دیا اکوڑ سائے ہے

جان شیریں دے ہے کس فرہاد کب شیریں پاہ
کون مرتے کے کفر پیچھے بھلا مر جائے ہے

لخت دل یوں چشم میں پھرتے تھے کل تر تے ہوئے
جوں کف دریا پہ چلتے ہیں کنول تر تے ہوئے
ساحل الفت تلک پہنچے نہ ہم مانند کاہ
جسم لاغر ہو گیا یہ اپنا شل تر تے ہوئے
دل جگر دریا نے غم میں جب کہ بدم ہو گئے
تا کہنا رومل پیچھے بے غل تر تے ہوئے
اکر الفت کے سلاطین سے خطر ہے کیا ہمیں!
اوب جانا بکولی کب بیا جلتے ہوئے
سوج دریا سے حباب آکھو رکھر پہ خود
بے طرح کتا ہے کچھ جگ ویدل تر تے ہوئے
بحر غم میں آگیا یوں اس دل بے دم میں دم
جس طرح جاوے شاوہر سنبھل تر تے ہوئے

پڑا ہ کے بسم اللہ بھر سیاہ و سرہا ظفر
دم میں بحر غم سے ہم آئے نکل تر تے ہوئے

نہالہ پر مرے ساق کیو صیا کو کو توڑے
مباراد وہ بن کر اس مری فریا کو کو توڑے
جراحت سے ہمارا جسم ہے کہا بن گیا جوشن
نگہ تیری یقیں ہے سکتا توڑا کو کو توڑے
تعب کیا ہے گلشن میں اگر وہ قاست سوزوں
کرے ہر سر و کوبید حادثہ شمشاد کو توڑے
بتو! اس خانہ دل پر نہ دست انداز جو دیکھو
تمہارے ہاتھ کیا خاک آوے گا اس دنیا کو توڑے
ہماری دست گیری اگر اس منظور خاطر ہے
نہ رکھے ہاتھ میں کہہ دو ستم ایجا کو توڑے
عہد خارا تراشی میں کرے ہے ہر کوشائے
جو کچھ چاہتا کوہ غم کیوں ہا کو توڑے

ظفر لئے نہ لئے کا توہر گز انہیں اس کے
پر اپنے دل سے وہ قاتل نہ مری لا کو توڑے

دور فرقت ہے نہ ہاں منہ سے نہ ہوں نظے ہے
آہ کے ساتھ جگر سے مرے خوں نظے ہے
چھوڑ پیکاری مڑگاں کو ہر اک طفل مر شک
بر میں گر بھر بن بولمیں نظے ہے
سر پہیلی پہ دھرے پھرتے ہیں اس دم عاشق
لے بکف تیج جو وہ کما کے دنوں نظے ہے
ایک عالم کے کیا اس نے ہے دل کو تنہا
آہ کیا جاوے یہ کیا جڑھ کے فسون نظے ہے
ماخن پا کوڑے دیکھ کے اسے رشک فر
منوچہ خپ ہو فرق گمیں نظے ہے
غیر تو خوش ترے کوچے میں ہیں پھرتے ملتے
ایک یہ عاشق با حال زہوں نظے ہے

ہم نہیں عشق میں اس بت کے بقول ظفر اب
آہ کے ساتھ جگر سے مرے خوں نظے ہے

نے فتح کوہ الم کا اس بدن پر بار ہے
 کب عرق سے عارض غنچہ دکن پر بار ہے
 کچھ تو اپنے دل پہ ہے کچھ اس کے تن پر بار ہے
 کب دوشیریں سے کہ اپنا رکھ قدم تک آن کر
 قطرہ چشم سے کیا برگ سخن پر بار ہے
 جنش ابرو ہی کافی ہے ہمارے قل کو
 گل کے رکھے سے مزا کوہ کن پر بار ہے
 تھ کفرش چاندنی پر دیکھ کر اے رشک ماہ
 تیغ کے لپٹے سے دست تیغ زن پر بار ہے
 تھ کفرش چاندنی پر دیکھ کر اے رشک ماہ
 کس نے دیکھا گردن سرو چمن پر بار ہے
 پھر رکھا پلندہ چرخ کمن پر بار ہے
 با رہا سب جہاں سے کب ہے آزاروں کو کام
 سر کا دینا کچھ بھیش مع انجمن پر بار ہے
 دیکھ اسے پروانہ دل سوز تیرے عشق میں

اے نظر کب تک کہوں اس بیوفا سے بار بار
 یاں ملک آتا بت بیاں چمن پر بار ہے

کب سناں میں اور دلا مڑگان تر میں فرق ہے
 تیرے ہی پر تو سے اس کی روشنی ہے رشک مہر
 ایک سال سمجھ نہ جو اس کی نظر میں فرق ہے
 عارض ناہاں میں ورنہ ورنہ میں فرق ہے
 کون کہتا ہے کہو جان و بکر میں فرق ہے
 کیا فم ہر و میں اور سمجھ کے در میں فرق ہے
 جن دنوں کچھ آہ کی میر سے تر میں فرق ہے
 حیرے بچپانے میں وں اور اندر میں فرق ہے
 اس اب شریں میں اب کو نہ بھکر میں فرق ہے
 یہ دریا بارش اور چشم تر میں فرق ہے
 جلد تر اندر لے جاتا تو اسے یک ماہ
 جو طاوت اس میں ہے وہ ذائقہ اس میں کہاں
 اشک باری وہ کرے دور سے یا لے بپائے

جو کہہ رو کہتے ہیں تم کو وہ کسی لاکن نہیں!
 اے نظر و اللہ اب ان کی نظر میں فرق ہے

سبز و کھاسے ترے کب دل کا موہ ہے
 مکتب آج جو بٹانے کی دیوار گری
 بیوہ طائر ہے کہ ہرگز نہ دام دے
 سینکڑوں شیشے دے پتنگڑوں ہی جا موہے
 خاک میں جبکہ پڑے زخمس و بادام دے
 زیر عارض ترے گرد زلف سیسفا موہے
 کیوں نہ پھر تجھ سے ہر اک اے بت خود کا موہے
 سینکڑوں گور میں کیا کیا نہیں بہرا موہے
 سبز و کھاسے ترے کب دل کا موہ ہے
 مکتب آج جو بٹانے کی دیوار گری
 کر سکے کون تری چشم سے پھر ہم چشمی
 ہجر کی رات سو جاوے مجھے روز وصال
 تیغ ابرو کا تری جو جہاں میں شہرہ
 سنم اس دولت دنیا پہ نہ کر دیکھ غرور

اے نظر راحت مضمون سے قلم رو میں ترے
 زیر داں کیونکہ بس تو سن شگاموہے

کہوں کیا حال چشم و دل شکایت اس میں روکی ہے
 بیان عشق ہے مشکل شکایت اس میں روکی ہے
 جگر اور دل کی کیا پوچھے ہے بس یہ کر جانے دے
 کہوں کیا خاک اے غافل شکایت اس میں روکی ہے
 اہم و غم سے جو گزرے جگر پہ نہ بکھلو او!
 نہ پوچھو آہ کیا حاصل شکایت اس میں روکی ہے
 کہوں کیا خرم و دل گیر کا نکور میں تجھ سے!
 سر پا شاید محفل شکایت اس میں روکھے
 حقیقت ابر و موثر گاہ کی اپنی پوچھ مت عدم!
 نہیں لکھنے کے یہ قائل شکایت اس میں روکی ہے
 کیا جو تیغ و خنجر نے ترے سود ہی جانے چا!
 زباں سے کیا کہوں قائل شکایت اس میں روکی ہے

دلدار کے تصدیق اس گفتگو کے صدقے	ایسا ر کے تصدیق اس گفتگو کے صدقے
ہر وہی دیکھی جنہیں کہتا ہے چل پرے ہٹ	تکوار کے تصدیق اس گفتگو کے صدقے
دیتا ہے گالیاں وہ میرے لہو کا پیاسا	خونخوار کے تصدیق اس گفتگو کے صدقے
مطلب کے عرض پر وہ کیا کیا کرے پہلوئیں	سنگسار کے تصدیق اس گفتگو کے صدقے
منصور دار پر بھی کہتا رہا انا الحق!	سردار کے تصدیق اس گفتگو کے صدقے
لے آں اس کا مجھ کو غیش میں کوئی پکارا	منخور کے تصدیق اس گفتگو کے صدقے
دل لے کے جو کہے ہے تجھ سے نہ میں ملوں گا	عیار کے تصدیق اس گفتگو کے صدقے
مے کے نشے میں بھی وہ بوس نہیں ہے دیتا	ہشیار کے تصدیق اس گفتگو کے صدقے

سن کر غزل ظفر کی دل غن کہیں ہیں
 اشعار کے تصدیق اس گفتگو کے صدقے

رخ پہ کیا زلف ترے غنچہ دہن چھوٹے ہے	ہم یہ بختوں سے آخر کو وطن چھوٹے ہے
کیونکہ دل بچہ مڑ گاں سے رہائے پاوے	پنگل باز سے کب مرغ چمن چھوٹے ہے
کب تلک روئے گی دل سوزی پروانہ پر	کووی اس دل کی لگن طبع لگن چھوٹے ہے
سچی ہے ہوتی ہے بری آہ عزیز و چاہت	آہ یوسف سے وہ کب چاہ دکن چھوٹے ہے
روبر و اسرت کافر کے ہوائی شب پر	منہ پہ مہتاب کے اے چرخ کمن چھوٹے ہے
لاکھو مجھ سے نہ ل پر تری الفت واللہ	کب مرے دل سے بت مہر شکن چھوٹے ہے

رشک مہ شب کو ظفر سے پہا مدت میں
 کیوں تجھے دیکھ کے اے خرم جلن چھوٹے ہے

شرط رونے کی جو اس چشم سے جھٹ پت بدلی
اس نے شب کو یہ مرے ساتھ رکاوٹ بدلی
ہمسری زلف پریشان سے کسکی اب ہے
آبروتیری ابھی خاک میں لی جائے گی!
دید و تڑپ مرے سایہ مڑگان کو دکھا
ہندش اس دھنک قمر کی کیوں کیا جوڑے کی
پڑھ کے میں سورہ اخلاص نہ دم کیوں نہ کروں
شوق سے گھر میں مرے رات کو آیا کچے!

دل برسنے سے گھٹا کر گئی پھر مٹ بدلی
بائیں کوٹ سے نہ پھر دائیں کروٹ بدلی
ان دنوں آہنہایت ہی گئی لٹ بدلی
دید و تڑپ سے نہ روکش ہو پرے ہٹ بدلی
مردماں ہو لے کر آئی شب بگھٹ بدلی
چاند کے پیچھے ہے مارے ہوئے بھر مٹ بدلی
روز اس صحت روکی ہے جاوٹ بدلی
برق کی ہے یہ لپے ہاتھ میں ڈیوٹ بدلی

زلف اس رخ سے جو سر کی تو یہ سوچا شب کو
اسے ظفر نہ نکل آیا جو گئی ہٹ بدلی

عقل پر پڑ گئے اسے بہت ترے کیا پھر تھے
میں کسی زلف میرے قہار کا دیوانہ تھا
مر گئے تھو کریں کھا کھا کے ہزاروں عاشق
شائع دشر ہمارا ہے وہ انکا زانا
سنگ دل آن کے دن بھی نہ پوچھا تو نے
صدمہ عشق سے اپنا دل مازک نہ بچا

مارنے شیش دل ہی پڑا پھر تھے
زیر سر قبر میں بھی میرے بجا پھر تھے
کوچہ عشق میں معلوم ہوا پھر تھے
بولے حکم سے جس کے کھنڈ پھر تھے
سر عاشق تھا اھ اس در پہ سد پھر تھے
دل جنوں کے بھی جو دیکھے تو دلا پھر تھے

اسے ظفر مختلف الفاظ لکھا اور غزل
سنگ راخ ایسے یہ کیا شعر بھلا پھر تھے

گولیاں ہوں وے اس بہت بیباک میں دم ہے
دم تیری ہی الفت کا بھرے جاؤں گا قافلہ
کیوں رو رہے ہو بالیں پہ مری آہ عزیزو
دریا نے بہت کے گئے ہم تو کنارے
ہم دعوے صنعت کریں کس منہ سے کہ یارب
سو کوس مری خاک کو رعدا ہے ولیکن

لبا تھیں سے جدائی کے مرناک میں دم ہے
جب تک کہ مرے سیر صمد چاک میں دم ہے
اب تک تو مرے دیہ و نمناک میں دم ہے
میرا سا کہاں اب کسی تیراک میں دم ہے
مدت سے تری کا بعد خاک میں دم ہے
اتنی تر سکتوں چالاک میں دم ہے

فروائے قیامت کا ظفر خوف نہ کر تو
ہر دم تر یا دشت لاک کا ظفر میں دم ہے

شبم تڑی کب شک نشانی سے مجھے ہے
کب حرص تڑی اب دم تنگ سے قافلہ
بیار ہوں یہ عشق میں سے خواہ پس رکھا
کس طرح نہ ہوے لوں عزیز و کر مری بیاس
درمان تپ عشق عزیز و نہ کرو تم
سوزش کوئی جاتی ہے یہ بخوار کی دل سے

کیا آتش گل ہے نہیں پانی سے مجھے ہے
میری نکتا اس تشنہ دہانی سے مجھے ہے
پانی مرا لوہے کی نہانی سے مجھے ہے
چاہہ تین یوسفی سے مجھے ہے
دل کی طیش اس طر جانی سے مجھے ہے
اے بہتری فیض رسائی سے مجھے ہے

وہ ماہ لقا کیوں نہ ظفر ہو عرق آلودا
ہوتا ہے غلا کر متو پانی سے مجھے ہیا کے ظفر مختلف

دل کے ہمراہ مرے کیوں کہ نہ نکلیں آنسو جو کہ مرنا ہے لٹھ حاد ہے ہیں گھر کا پانی

زخمی اس تیغ نلکا ہے نہ مر جائے کہیں!
ہمدرد جلد کرو ہند ظفر کا پانی

سیوئے چشم سے اپنی جوگر گیا پانی
صد آفریں ہے دلا تھ کو چاہ میں اسکی
شکستہ قلب چشم اپنا ہو گیا شاید!
وہ ہے ظالم امواج سیل اشک اپنا
تمام خانہ مردم پہ بھر گیا پانی
شناوری کے ہزار پے سر گیا پانی
یہاں جو ہر بن مڑگاں سے جھڑ گیا پانی
کہ آبشار کا ہو منتشر گیا پانی!
عیاں ہے لشکر حسرت کا گھر گیا پانی
رہا جو چشم سے میں بھڑ گیا پانی

ظفر جہان میں اس کی ہی سر مہری سے
پڑا ہے پالا اب ایسا کہ ٹھہر گیا پانی!

دکھ ہاتھ کو پہنچے گا فنجی کے جھلکے سے
میں تیغ ادا کا ہوں کشیدہ اسے قاتل
کا کل کی کشاکش سے ہے کام سدا دل کو
گر ہووے فلک پر وہ تو بھی اسے دھڑکھچیں!
کیوں صید کو پھینکے ہے سرج کے جھلکے سے
مروارہ نہ کر لاشہ شمشیر کے جھلکے سے
ڈاکٹریں دیوانہ زنجیر کے جھلکے سے
ہم آؤ کے رشتے کی تاثیر کے جھلکے سے
کٹ جائے گا سر تیرا گل گیر کے جھلکے سے
مخمل میں ہمیں کھینچا صاف چیر کے جھلکے سے
تو مات زرا اپنے پر اسے شمع نہ ہونا زراں!
بچ ہم نے سکا اسکی طروں کے بس آگے سے

سینے سے ظفر کے کیوں سوا کو کھینچے ہے
ڈر ہے نکل آوے دل تیرے جھلکے سے

جہن حسن کی رنگت گئی بازی بولی!
منہ کیا کہے کے رخ ہروئے جاواں نے بھیرا
کیوں نہ اوراق دل اب میرے ہوں اجر یکدست
کوئی دکھتا ہے پھلا صاف دلوں سے بھی غبار
لگبدن تو نے جو پشاک بازی بولی!
جائے سجد سکی عہد تو نے نازی بولی
تھمھے میں جو کچھ اس شوخ نے بازی بولی
شیشہ گر کیا روش آئینہ سازی بولی
تیری ہر شمع تھی شوق بازی بولی
خیمہ محفل کے نہ پر دل کی گدازی بولی
گر چہ پروانہ ہوا رات کو دل سوزی سے

لکھ بہ تہلیل تو قافی غزل اک اور ظفر
ہم نے سلک در مضمون کی درازی بولی

قاتل سے ہمیں اپنی شہادت ملتی ہے
 آرام مجھے دن کو نہ دیتے ہو نہ شب کو
 اس دور میں کیا خاک کرے عیش کوئی آہ
 ہے مریم کافور کہاں داغ جگر پرا
 وہاں آب دم تیج ہے یا تشنہ لبی ہے
 کیا کہتے تمہیں حضرت دل بے ادبی ہے
 نہ جام نہ سالی شراب معنی ہے
 اعجاز سے سینے میں یہاں آگ دلی ہے

دل توڑ ظفر کا نہ تو اب سنگ جفا سے
 اے کافر بد کیش یہ شیشہ علی ہے

تیری نگاہ جویت بے چہر پھر گئی
 ہم مر گئے تونل کے صا و نسیم سے!
 دیکھا جو کل اک عاشق و معشوق کو بھرا
 قاتل ترا جو ہاتھ دکا میرے قل سے
 قسمت مری الٹ گئی، تقدیر پھر گئی
 خاک اس گلی میں اپنی بہ تدبیر پھر گئی
 اپنی نظر میں بس تری تصویر پھر گئی
 ہو کر قضا بھی میرے گلوگیر پھر گئی

خطا کا مرے جواب نہ اس نے لکھا ظفر
 کیا سر نوشت کی مری تحریر پھر گئی

بحر خم عی نے دیا دیوہ تر کا پانی
 خانہ دل جو مرا ادب گیا اے یاد
 بارش گریہ سے ہے چشم کا دالاں پکارا
 اس روش گل ہے بھرا دیکھ صبا شبنم سے
 چشم کی راہ بیا دل تو مرا ہوا پانی
 چشمہ مہر سے چمکے ہے دیا تو نے صبا
 جو نظر آئی مرے چشم کے قطرے کی آب
 بجائے مردم مجھے کیا اور اس کے گھر کا پانی
 تمہیں معلوم یہ آیا ہے کدھر کا پانی
 جلد ہا روپ سڑہ یاں سے تو سر کا پانی
 جس طرح دیکھتے ہیں چھاگل میں سدا کا پانی
 نظر ہے شام و سحر اب یہ جگر کا پانی
 ساغر گل پہ بڑھایا ہے یہ زر کا پانی
 شرم کے مارے ہوا دل تو گھر کا پانی

یہاں سے کون گیا جو جہان میں نکل ہے
 عربو آج جو یہ کاروان میں غسل ہے
 کہ چپ ہیں بیٹھے ہوئے اور کان میں نکل ہے
 کہ آن میں ہے خموشی تو آن میں نکل ہے
 یہ خیمہ کمن آسمان میں غسل ہے
 ہنوز آہ وہی اپنے دھیان میں نکل ہے

ہر ایک جا ہے فغاں ہر مکان میں نکل
 ہوا ہے آہ کہیں گم وہ یوسف مصری
 یہ کس کی آمد آمد سے رگلی ہے یہاں
 یہ دلوازی مطرب پر ہے مجلس میں
 رہے ہے آہ سدا دست امل وہ بلند
 سنا ہے ہم نے یہ قال و مقال روز است

ہوئی نہ فتح و ظفر بادشاہ اکبر شاہ
 ہر اک طریق پہ ہندوستان میں نکل ہے

جو فضل روڑ چلے کیوں نہ وہ شباب گرے
 جہان لینے کو پھر پھر رکاب گرے
 جو جام چھلکے تو کیوں کر نہ پھر شراب گرے
 ترا یہ دیکھ دغ رشک آفتاب گرے
 فغل ہو اب سے برق پر اضطراب گرے
 زمیں پر در نجف کیا علی الحساب گرے
 عجب نہیں کہ لک پر سے ماہتاب گرے
 نظر ہے تیری جو ہو مورد عتاب گرے

بجائے اشک اگر دیدہ پر آب گرے
 جدھر کو جاوے تو گلگون باز کو چمیز دے
 دوز گر یہ سے لبریز ہے یہ کارشم
 لک سے بن کے مدھر گھنٹے کے ورق
 دکھا دیا ہے جو تو جلوہ تبسم کوا
 ہوا جواشک فشاں یاد یوتاب میں میں
 ہمارے دیکھے اگر داغ دل ہو غلت سے
 سنہالے کون اسے پھر برنگ فضل سرشک

دل نظر کو نہ رکھ تو نہ تم ابرو
 مہا با طاق سے یہ شیش گلاب گرے

وہ ہاتھ میں آمیزہ ہے گل پھڑپھڑی ہے
 فریاد و فغاں دن کو ہے شب نعرہ زنی ہے
 اپنی تو نظر میں یہ جگہ بے وطنی ہے
 کیا جائے ہے جس جائے نہ کچھ دم زدنی ہے
 اس تار سے وہ رشتہ عشق یعنی ہے

یاں خاک کا بستر ہے گلے میں کفنی ہے
 ہاتھوں سے ہمیں عشق کے دن رات نہیں ہیں
 ہشیار ہو غفلت سے تو غافل نہ ہو اسے دل
 کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں نیاں سے کر ورا دیکھ
 مڑگاں پہ مرے لخت بکری نہیں یارو

لکھ اور غزل قافیے کو بھیر نظر تو
 اب طبع کی دریا کی تری موج زنی ہے

چاندنی کی سر خوں تا سر دیکھا کے
 کیا کیوں کیونکر تجھے رشک قر دیکھا کے
 شب تجھے کیا ہم عا اے رشک قر دیکھا کے
 کچھ ہوئی تنکلیں نہ تجھ بن اس دل حیران کو
 آہ آتش باز سے دل اور جگر چلتے رہے
 تم نظر آ جاؤ شاید اس ہوس میں آج ہم
 ہم تو خاک و خوں میں غلطاں عی رہے بس آؤ ہاں
 صبح اے گل روڑی آنکھوں کو چشم شوق سے
 لالہ و گل بھی ترے رضادہ رنگین کوا

گر نہیں ہے بھر کچھ بزم تو پھر محفل میں شب
 تم انہیں اور وہ تمہیں کیوں اے ظفر دیکھا کے

عجب ہے دل کا سمجھنا جدھر کا ہے ادھر کا ہے
 پری رو ہے یہ دیوانہ جدھر کا ہے ادھر کا ہے
 تری اور کے جانب دل ہے جوں قبلہ ناپنا
 ادھر پھر پھرتا آ جا جدھر کا ہے ادھر کا ہے
 مری اس خیم رو سے کوئی چھوٹی ہے گن بیا روا
 لگا چتو یہ پروانہ جدھر کا ہے ادھر کا ہے
 وہ آنکھیں دیکھ اے ساتی یہ بٹانے کو کیا سمجھا
 دل عاشق ہے ستانہ جدھر کا ہے ادھر کا ہے
 دل آفت رسیدہ کو میں اپنے کیونکر سمجھاؤ
 مری قسمت میں تم کھانا جدھر کا ہے ادھر کا ہے
 یہ بختوں چھوڑویر ان پھرے بستی میں کیا صبح
 بجا ہے تیرا فرما جدھر کا ہے ادھر کا ہے
 ظفر کو دیر سے مطلب نہ کہے کی ہے خواہش کچھ
 مجھے کیا ہے یہ کاشانہ جدھر کا ہے ادھر کا ہے

بھلا ہے گر ہوس عشق بوالہوس نہ کرے
 نہیں ہے طاقت پرواز آہ اے صیاد
 دوس ہے قائلہ اشک سوئے لگ عدم
 یہ کون بادہ پرستی ہے ساتی گل قام
 فراق یار میں تنکا بنا ہے سوکھ کے تن
 جو اس کی جان پہ گزرے ہے وہ عیا جانے ہے

کند زلف بتاں میں پھنسا یہ دل بے وجہ
 ظفر وہ کیونکہ رہائی کی اب ہوس نہ کرے

ہے تب سے جنوں دست و گریبان ہمارے
س رکھے رہے دل ہی میں ارمان ہمارے
خوابن جہاں جاتے ہیں قربان ہمارے
یہ سنتے ہی بس اڑ گئے اوران ہمارے
یہ لعل ہیں وہ گوہر غلطان ہمارے
کیوں ضد میں پڑی زلف پریشان ہمارے

آیا ہے ظفر چمک کے پوشاک وہ نگلوں
قاتلے کئے قتل کے سامان ہمارے

جب سے وہ چھٹا ہاتھ سے دامن ہمارے
بالیں پہ دم نزع بھی آیا نہ ستم گرا
ہم بنگہ ہیں کشتہ تیرے اس تیرنگہ کے
کہتے ہیں کہ بیٹے کو ہرا سان پہ اس نے
لخت جگر و اشک ہیں حاضر ترے آگے
جمعیت دل تیرے سبب سب وہ ہیں برہم

ڈنڈا ہوں کہ دل اسکے نہ کچھ کان میں پھوٹے
کیوں حق کی آفتل نہ دل و جان میں پھوٹے
آفتل نہ کہیں معن گلستان میں پھوٹے
دامن تلک کو نہ کہیں آن میں پھوٹے

افسوں سرسبز دل مالان میں پھوٹے
شکس نہیں دے چین ہمیں سبز سوزوں
بلبل کے خطر ہے مجھے آفتل نفسی سے
ظالم نہ ستا مجھ کو بہارا یہ مری آہ

ہو جس سے ظفر نرم کہیں سنگدل اس کا
اس طرح کے افسوں کوئی جا کان میں پھوٹے

خاندل ہے یہ حاضر اس میں آؤ کون ہے
چاہنے والا ہمارا کج بتاؤ کون ہے
جان من میرے سوا مت خوف کھاؤ کون ہے
آپ کا یاں طالب دہدار جاؤ کون ہے
لپٹے اب چہرے سے تم زلیخا اٹھاؤ کون ہے
مجھ کو سوتے سے عزیزو مت جکاؤ کون ہے
آپ کی باتوں میں اڑنے کو اڑاؤ کون ہے
اب یہ کہنا تک ہمارے پاس آؤ کون ہے
نام اس کا ہم کو بھی صاحب سناؤ کون ہے

کس لیے روپوش ہوتے ہو بتاؤ کون ہے
دیکھ کر بولے مجھے یاں اس کو لاؤ کون ہے
کیا ہوا پتا ہلا آیا یہاں کوئی نہیں
ہم بھی آئیے کو اب دیکھا کریں گیرات دن
کس سے پردہ ہے تمہیں کیا وجہ روپوشی کی ہے
دیکھتا ہوں خواب میں اس یوسف بانی کو اب
کر کے وعدہ گھر کے آنے کا نہ دم دیجئے مجھے
پاؤں میں مہندی لگی ہے گر تمہارے خیر خوب
کس پہ جی مائل ہوا بیمار جب تم ہو گئے

اس زمیں میں دور پڑھتا ہے غزل اب تو ظفر
سانے اس کے کسی کو تم بلاؤ کون ہے

شوق سے آؤ پٹنگ پر لیت جاؤ کون ہے
میرے عاشق کو ذرا مجھ کو دکھاؤ کون ہے
آپ کا ہو گا اسے دیکھو بلاؤ کون ہے
یارو اس کے رچ سے مجھ کو چھڑاؤ کون ہے
یاں بڑا دل سوز میرا اب بتاؤ کون ہے
اب تو بے وسوں میرے پاس آؤ کون ہے

شب تو آدھی رک گئی خطرہ نہ لاؤ کون ہے
پوچھتے پھرتے ہیں یہ وہ ہم لہینوں میں میرے
ہے ہلا حلقہ زنجیر کوئی آشنا
رشتہ لفت میں جو باندھے لیے جاتا ہے وہ
جو مجھے اس خیم رو سے آن میں دیوے ہلا
آشنا اور غیر کی صورت نہیں رکھتا کوئی

جہنم کر کے ظفر کو پوچھتے ہے لوگوں سے وہ
کنے میرے دو پہ دی دستک بتاؤ کون ہے

اسے لادوں میں نہ ہوں چشم تر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے
 جو وہ آوے میں نہ کروں نظر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے
 کبھی دل یہ چاہے کہ پور لوں کبھی جی میں ہے کہ گلے لگوں !
 ولے کیا کروں بت لب شکر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے
 وہ جو روئے غبروں کے جا کے گھر میں ادھر خراب ہوں در بدر
 کروں کیونکہ یا رو میں درگزر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے
 مری اور اس کی ابھی تلک یہ موافقت ہے کہ کیا ہوں
 پھر سے وہ ادھر رہوے میں ادھر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے

سنا رہا چشم یوں یک لخت آ لخت جگر بیٹھے
 ٹھہرا یہو ہے اپنا اشک دل سے آ کے آنکھوں میں
 نئے قلیان نمط جب وہ پلاوے سب تو کچھ پہنچیں
 یہ طوفاں چشم دریا بار نے اپنے اٹھائے ہیں
 جلال شعلہ یک مالہ سے صد جانہ مردم
 نہ دے تکلیف رفتن طاقت پا اب نہیں باقی

قرلباشوں کے دستے گھاٹ سے بیٹھے تر بیٹھے
 غریق بحر الفت جوں لب کشی تر بیٹھے
 وگرنہ ہم رہیں خاموش عی آھوں پہر بیٹھے
 کہ مسایوں کے جاتے ہیں دلا اب گھر کے گھر بیٹھے
 قیامت حضرت دل کی یہ تم کیا کام کر بیٹھے
 دیار حلق میں ہم تھک گئے اے ہمسر بیٹھے

طریق حلق پر ثابت قدم ہیں روز ول سے
 برنگ نقش پا اچھتے ہیں کب جس جا ظفر بیٹھے

یاد آتی ہے اس آئینہ رو کی کمر مجھے
 کس نگہ بن کی یاد مرے دل میں تھی جو رات
 ترس میں میر چشم ہوں بہان دہر میں
 کچھ ہوش میں بھی آنے دے مجھ کو خدا سے دار
 مرنا ہوں دے تو پور لب کچھ نہ بات پوچھ
 روز وفات کا تو خطر کچھ نہیں مجھے
 دریا کا پاٹ تنہ دامن تو بن گیا
 چاک نقش سید کچھ رہا ہوں رخ چین

کس طرح سے نہ ہووے دم کا سر مجھے
 آیا نہ خواب سند کثواب پر مجھے
 تیری طرح نہیں ہوس سم و زر مجھے
 اے بخودی چلی ہے تو لے کے کدھر مجھے
 بھانا نہیں ہے شربت قدو شکر مجھے
 اے ہم نفس ہے پر شب بھراں کا دار مجھے
 نور اس سے کیا دکھائے گی اے چشم تر مجھے
 صیاد ہے نہیں ہوس بال و پر مجھے

جلوہ اسی کا دیر ورم میں ہے اے ظفر
 آتا نہیں ہے اس کے سوا کچھ نظر مجھے

حیف یاں رہا ہوں میں رومال اب رو پر دھرے
 نام چن چن کر ہزاروں عیا وہ مہر و پر دھرے
 یہ دیکھ کس نے جلا کر ہیں لب جو پر دھرے
 وہ نگہ جاتی ہے ہر دم آہ چا کو پر دھرے
 گال وہ اپنا اگر اب میرے قابو پر دھرے
 دیکھتے کا جو ارادہ ہو میرے لہو پر دھرے
 بانزاکت وہ پھرے ہیں ہاتھ پہلو پر دھرے

تو وہاں خوش ہو کے سرغیروں کے زانوں پر دھرے
 دیکھ لے جو کوئی تیرے مہ جیسے رخسار کوا
 لخت دل مڑگان تر میں دیکھ مردم نے کہا
 چہر کر پہلو سے دل کس کا ٹکالے دیکھتے
 لے عیا لوں کا آن کر بوسہ جھٹ کر دیکھنا
 الجھد مانگیں نہ کیونکر تجھ سے ہم قاتل کر تو
 آہ یارو دیکھتے کیونکر بھی غم سے ہم!

لکھ غزل ایسا ظفر جس کا ہر اک مصرع یہاں
 طعن سو سو خونخو کے لب اور ہر و پر دھرے

دل نہ تو اس چال سے پامال کرو چار کے
 کاش کر ہوتا وہ منظور نظر دو چار کے
 سینہ سوزاں پہ تو مت ہاتھ دھر دو چار کے
 گوشہ دامن کو تو مت خوں میں دھر دو چار کے
 کر دیکھتے تن سے جدا اک دم میں سر دو چار کے
 جان من اس رو سے ہے اب دل میں ڈر دو چار کے
 کھول سے صیاد اب تو نے بال و پر دو چار کے
 گھر ڈبا دے گی کہیں اے چشم تر دو چار کے
 دیکھتے اے لالہ رو داغ جگر دو چار کے
 اے صمم تو سامنے اس کو نہ کر دو چار کے

رفتہ رفتہ عزیمت کو کل پر دو چار کے
 روشنائی سب کو اس آئینہ رو سے ہے یہاں
 یہ وہ جا ہے جس میں ایک آفتل کا پر کالا ہے دل
 ہو گریباں گیر تیرا تانہ اے قاتل کوئی
 برق بھی مانگے ہے اس تیغ نگہ سے الاماں
 سر پہ لائے گی بلا اک دم میں وہ زلف سیاہ
 بیضہ فولاد سے کچھ کم نہیں کج تقصیر
 سو جھتا ہے روز و شب کے تیرے رونے سے مجھے
 خواہش میر جہن گر ہے تو مت تکلیف کر
 زلف و خال و چشم و ہر و سے بچاؤ دل کو اب

اس لیے نکلی یہ تبدیل قوانی اور غزل
 ہوش نا اڑ جائیں سن کر اے ظفر دو چار کے

ہیں صید خوش ایجاں نہیں پر کھول اڑا دے
 تو عدا تھا رشک قر کھول اڑا دے
 غنچے کی طرح گاتھ سے زر کھول اڑا دے
 تو بند قفس سے مرے پر کھول اڑا دے
 اے باد صبا پردہ در کھول اڑا دے
 کیا خوب ہو پر اس کے اگر کھول اڑا دے

صیاد قفس کا کہیں در کھول اڑا دے
 ہے آج شب وصل در شرم کو دل سے
 کیا گلشن دنیا سے تو لے جائے گا صمم
 صیاد سزاوار عقوبت ہوں ازل سے
 ہم منتظر جلوہ دیدار ہیں اس کے
 لایا ہوں تصدیق کو ترے مرغ دل اپنا

اس بیت کا کہا مان نہ تو راہ خدا میں
 دروازہ خزانے کا ذرا کھول اڑا دے

ہے یہ طوفاں کئی ہمایوں کے گھر بیٹھے گئے
 جس گھڑی در پر ترے کھول کر بیٹھے گئے
 تیرے پہلو میں ذرا رشک قر بیٹھے گئے
 آبلے پاؤں کے یہ میرے اگر بیٹھے گئے
 قدموں میں اٹھ گھیب الہ ہر بیٹھے گئے
 آہ انکوں میں کہیں لخت جگر بیٹھے گئے
 ہر سے ہم بھی اے دیکھ کے پر بیٹھے گئے

جوش گریہ سے نہ کچھ دیدہ تر بیٹھے گئے
 دیکھنا ہم نہیں اٹھنے کے میاں حشر تک
 کیا ہوا مت ہو خفا اول پر داغ جو ہم
 دشت وحشت کو کروں گا وہیں میں سر بکدست
 کیا کریں صاحب فن یارو بتاؤ مجھ کو
 ترے آتے نہیں اب جو نظراے دیدہ ترا
 چھوڑنا جان سے کہ تیر نگہ وہ ہم کو

منزل عشق بہت دور ہے اللہ اللہ
 ایک عیا کام میں تم تک کے ظفر بیٹھے گئے

پاس داغ دل کے سو ڈھم سے ہیں پھلکے پڑے

دیکھے گر اے مردماں اس ہر مڑگاں کو مری!
اپنا ہے وہ سبز سوزاں کہ جس کی رشک سے
کیونکہ میں آغوش میں کھینچوں اے جس کی کمر
میں ہوئے سیراب آبِ تیج اے قافلِ ولے
تو ہی گرہم خواب ہو ہم سے نہ اے آرامِ جاں!
ستِ حباب ان کو سمجھ گرتے ہیں میرے اشکِ گرم
فیض سے خون کفِ پا کے ہمارے اے ہنوں
جب کہا میں نے چھپاؤ ست مجھے معلوم ہے
بولے مانھا کوٹ کر آخر کہا ہی پر کہا

متصلِ ساغر کے شیشے ہیں یادِ حلقے پڑے

ہیں میں پانی ابھی کیونکر نہ بادل کے پڑے
داغِ انگاروں کے ہیں سینے میں منتقل پڑے
بوجھ سے بچے یہاں ہر لحظہ دھلک کے پڑے
تغلب اک دریاں ہیں ہم ہی عقل کے پڑے
کل ہمیں تو فرش پر کس طرح عقل کے پڑے
آبلے دریا کی چھائی پر ہیں یہ جل کے پڑے
پارہِ یاقوت ہیں دامن میں جھلک کے پڑے
اب تلک سوتے تھے پیارے تم جہاں کل کے پڑے
فوجِ تیرے کان بات اے ہیں کے ہلکے پڑے

سبز کوہِ کی کہ خواہش ہے ہم کو اے ظفر

ہیں گلے میں یوں اپنے یوں مسلسل کے پڑے

ہمیشہ کیونکہ پھر اپنی وہاں وقت کے

زندگی کیونکہ بغیر اس کی ملاقات کے
یا ابھی کہیں آرام سے دن رات کے
کہ جہاں سر ہو قلم پاؤں کے، بات کے
کیونکہ اے خطر بھلا اب وہ ظلمات کے
زندگی جہن سے اب کیونکہ یہ بیہات کے

جس نگہ منہ سے نکلتے ہی مری بات کے
صبحِ محشر سے نہیں کم شبِ بھراں یا رب
بے طرح زلف و رخِ یار کا رہتا ہے خیال
نامہ ہر کیونکہ قدم رکھے اب اس کوچے میں
زلف سے چھوٹ کے کہتا ہے تری مانگ میں دل
وہ تو اک روز بھی ملتا نہیں مجھ سے گاہے

ہے تنہا یہ ظفر کی کر منم سے یارب

وسل کی شبِ مری باہم نکالیت کے

پرچب ہیں نرم اس گلِ چہرہ کے روئنے
اس نے تنِ تن کے دکھائے اپنے تن کے روئنے
بن گئے نشترِ سرے نیچے گفن کے روئنے
عکس آگن ہوں اگر تیرے بدن کے روئنے
رہچہ کے سے بال ہیں زائد کہن کے روئنے

کو ہیں بزرے سے عیاں تن پر مہن کے روئنے
نارِ ارش کا تماشا بندھ گیا جب وقتِ فصل
کاوشِ مڑگاں جو یار آئی تمہاری وقتِ مرگ
ہو ترشحِ چشمہ آئینہ میں فوارہ ساں
ٹوڑ کر تعویذِ حرز جاں بناتے ہیں مریدان

جوں دگ گلِ مسجد ہو شبنمِ آلودہ ظفر

یوں پسینے میں ہیں فرشِ گلاب کے روئنے

دل بھی سو سو نام جن کر شاخِ آہو پر دھرے
گر صدف تو اپنی آنکھوں کے ترازو پر دھرے
ارہِ شمع کا وہ ہر سرو لب جو پر دھرے
دن رکھے دن پر بازو کو بازو پر دھرے
دھیان وہ تیرے عرقِ آلودہ گیسو پر دھرے
آج تیرے رویہ ہے سر کو زانو پر دھرے
آبداری دیکھنے کو تیجِ آہو پر دھرے

مگر بہم چٹخی نگہ وہ تیری آہو پر دھرے
لگ سکے سوئی نہ تیرے میرے پاسنگ اشک پر
تیرے قدم سے ہمسری کرتے جو دیکھے فاقہ
شب کو ساتھ اس سمِ تن کے جب ہوسنے کا مزا
بھیکتا دیکھا نہ ہو جس نے شبِ تاریک کو
ماشوقِ جانناز تیرا زندگی سے ہاتھ دھوئے
اپنی ترکِ چشم سے کہدے کہ انگشتِ مڑدا

بھر نظر دیکھے نہ گل کو باغ میں پھر اے ظفر

صبحِ بلبلِ کان کس تقریرِ گلِ رو پر دھرے

سوج کیوں نہ پہ طمانچہ نہ جڑے پانی کے
پڑ گئے لاکھوں ہیں غنچے پہ گھڑے پانی کے
آبلے سے ہیں یہ کچھ دل پہ پڑے پانی کے
یعنی خس نہ پہ بھلا کیونکہ اڑے پانی کے
دوبیاں آن کے شایہ ہیں گھڑے پانی کے
ہیں پڑے پاؤں میں مٹی کے کڑے پانی کے

جبکہ دلیا میں تو چھینٹوں سے لڑے پانی کے
عرق آلودہ ترے دیکھ وہیں کو کھرو
مرد ماں ہیں یہ کہاں سینہ دلیا میں حباب
روکے مڑگاں سے کہاں جوش و نور گریہ
عکس خط آئینہ میں تیرا نہیں حضرت خطر
ہیں کہاں بحر میں مردم سرگرداب حباب

تو وہ لب شیر ذیباں بحر سخن میں ہے ظفر
جز ترے کون جڑھے نہ پہ کڑے پانی کے

پھر ملاقات ظفر اس سے کس منواں ہو گی
رنگ پرگر اس کے کھلی زلف پریشاں ہو گی
خاک رنگت تری ہے اسے لعل بدخشاں ہو گی
ہم سے لکھی نہ خطا پھر کبھی جاہاں ہو گی
اس روش تو نے نہ کی سیر چراغاں ہو گی
دوخت لب تیری جہاں یہ صف مڑگاں ہو گی

راہ دریاں سے مری ان کے جو پنہاں ہو گی
شب تاریک نظر آوے گی ہر صبح ہمیں
بہسری کرنے سے اس کے لب پاں خوردہ کی
زلف مشکیں کو ہوئی چھو کے گرفتار بلا
دل پر داغ کی دکھائی جو پاں تجھ کو بہار
ایک ہلے ہی میں الٹ دے گی ہزاروں عشاق

وعدہ وصل سے الٹا کرے ہے وہ ظفر
منہ سے اس بت کے خدا جانے کب پاں ہو گی

پانی طہارت سے دو ہیں پارہ سیلاب بھرے
ہم نے دیکھے نہیں اس نعل سے نالاب بھرے
رنگ کے آگے ترے پانی گل شاداب سے بھرے
تو گئے لگ کے جو سوئے تو مزے خواب بھرے
ساتھ پھرتے ہیں لیے شربت عتاب بھرے
کاروں عمر کا جانا ہے سب اسباب بھرے
شرم سے آب قباے گل کنو اب بھرے
دم تری زلف کا کیا عاشق بیتاب بھرے
ہیں یہ گنجینہ میں یارو دنیاب بھرے
تو اگر جام میں اس وقت سے ناب بھرے

بیقراری کا جو دم یہ دل بیتاب بھرے
جس روش رہتے ہیں یہ دیدہ پر آب بھرے
تو اگر سرو ماہن باغ میں جاوے تو وہیں
شام کھج تنک کیونکہ نہ بے ہمیں دھوں
یاد میں اس گل رنگیں کے ہیں ایسے بیمار
ساتھ یوں کیوں نہ رہے لک عدم کا توشا
گلابن گر تن گل خوردہ دکھاؤں تجھ کو
گاتھ جس میں جس کی نہ ہو دام و دم کہ تو سہی
صدف چشم میں اپنی مگر اشک نہیں
دور میں اب کے ساقی ہو عجب کیفیت

ہاتھ سے گالیوں کے پھرتا ہوں میں لیے ظفر
دل میں بس خون بھرے چشم میں ہیں آب بھرے

ڈال آگے نہ کسی کے منوان گلے
کس لیے پھرتی خاطر کوئی منان گلے
ہم شب بھر میں جوں خج شہستان گلے
لے کے کائے ہیں یہاں صخر بران گلے
لب تو بے وجہ پڑی زلف پریشان گلے
کیوں نہ ہر چیز تنک کی ہو جہاں کان گلے
اس نے کھونٹے ہیں بہت اسے دل مالان گلے
یا پڑا ہے یہ ترے طوق گریبان گلے

یوں ہی لپٹا رہے تو میرے اگر جان گلے
تو تو لگتا ہی نہیں آ کے مری جان گلے
سر سے لے پاؤں تنک آہ بدل سوزی عشق
کون دم مارے ترے آگے کہ تو نے قافل
کیجئے کیا اس دل سودا زور کی خاطر جمع
چھوڑنا دل کو مرے کب ہے ترا صن طبع
مردم سا چشم میں دیکھ اس کے کہ دم رکھا ہے
تب ہی قمری تجھے باندھا ہے جو نیلا گندا

نعمہ سخی ہی تری ہے وہ خدا ساز ظفر
مطریوں کے ہیں کہاں خوب و خوش الحان گلے

ہو کیہ دست جو تو چشم پر افسوں بدلے

صفحہ دہر پہ مانند گئیں کیجئے نام
ہے کہاں توں قزح و سر میں ظاہر
ماتوئی سے جو تک سانس نہ لے سکا ہوں
مرے پروانے تو کس طرح سے دی خج نہ جان
وہ نہیں ہم جو مل جائیں یہاں سے بھوں
زلف کو کھول کے آمیزہ جو دیکھا تو نے
ہن لیے پور نہیں چھوڑنے کا میں تم کو
جو فنا یہ نہیں ممکن ہے کہ اس کوچے میں
کھینچتا اپنا ہوا پر ہے بہت اب یہ دماغ

تب مرا نام ظفر اب جو نہ میں بدلے لوں

دشمنو تم نے ہیں یاں اپنے لیے یوں بدلے

تو دی جام پہ سوچئے گلگوں بدلے

کچھ تو تاخیر تو اے طالع وازوں بدلے
رنگ گرگٹ کے سے یہ تو نے ہیں گردوں بدلے
کیونکہ بستر پہ وہ پہلو ترا مقنوں بدلے
ہے مثل لیتے ہیں غوں کے جو یہاں غوں بدلے
شرط اب ہم سے تو ہاسوں سے تو ہاسوں بدلے
رنگ بدلی نے بھی کیا کیا اب جیوں بدلے
دل و دیں کہیے تو میں اس کے تمہیں دوں بدلے
اب رگاں پور ترا عاشق محضوں بدلے
صید تک اب سے تو دیدہ پر غوں بدلے

کان سے نکلا ہے یہ الماس منہ میں ڈال لے
بیٹھ کر تو آہ میرے پاس منہ میں ڈال لے
طرہ شبنم تو بے وسوس منہ میں ڈال لے
نکڑے نکڑے کر کے کچھ قرطاس منہ میں ڈال لے
تو اگر چہینے سے ہے بے آس منہ میں ڈال لے
تجھ کو آئی ہے دوا یہ داس منہ میں ڈال لے

آئے گر وسوساں ہی میں تو سر قلم ظفر

پڑا قل امود برب الناس منہ میں ڈال لے

اشک غلاں کو دل پر یاس منہ میں ڈال کے
کیوں نہ کھاؤں زہر جب کچھ چیز دست غیر کی
پھول تھے بلبل کے اے گل ہیں یہ نقل قاتح
اشک لخت دل ہیں یوں فضل و برتاں جو کوئی
قطرہ سے زابدا ہے غیرت آب حیات
پوستا اس لعل لب کا لوش وارد ہے دلا

ہمارے دل کو لے جا اور مت جا اے صم خالی
اگر تم ہو تو تم کے تم کریں ہم دم خالی
مثل مشہور ہے ہندی کہ منہ پکنا شکم خالی
نہیں جلوے سے اس کے یاد رکھ بیت الحرم خالی
چلو کوچے میں اس کے دل کریں ہم اکدم خالی

چاہا قلہ منزل کے پیچھے

چلے آؤں شمع محفل کے پیچھے
نہ جاؤ کوئی میرے قافل کے پیچھے
میں دیوانہ ہوں تجھ سلاسل کے پیچھے
نہیں چین اس بدر کمال کے پیچھے
اک ایوہ ہے تیرے گھائل کے پیچھے
نہ چھوڑ اس کو خوا حواصل کے پیچھے
بٹھا لے ذرا اپنی محفل کے پیچھے

مروت یہ نہیں تو اے بھیجیں تجھ کو ہم خالی
تسلی جام سے سے ساقیا ہوتی ہے کب ہم کو
نہ جا ظاہر پہ زابدا کے کہ باطن کچھ نہیں اس کا
نہ بھولا پھر فقط بیت الحرم کو روز و شب عابد
چلا جاتا ہے گر یہ اے ظفر آنسو نہیں جھستے

رواں اشک تازہ ہیں یاں دل کے پیچھے
ہماری ذرا اس کو پرواہ نہیں چلا
قصاص اپنے غوں کا قیامت کو لوں گا
کدھر ہے تو اے سوچ باد بیماری
رہوں آہ تا چند گردش میں یارب
تراشا ذرا تو بھی تو دیکھ عالم!!
بیاباں میں ماتے کو تک تخام لیلی
رہا جائے ہے رشت غربت میں بھوں!

ظفر ہے یہ ہی میں کہ تصویر اس کی

لگ رکھے آمیزہ دل کے پیچھے

جام الفت کے پے سے ہے یہ مدہوشی مجھے
یاد میں تیری جو میں خود رفتہ ہوں آرام جاں
کیا کہوں میں حال یہ اپنا کر اس کے ہجر میں!
جو نہ ہوا تھا سو اپنے دور میں تو کر چکا
جی نکل جانا ہے پھر اس دم شب مہتاب میں
ہے تصور کس پری رخسار کا یارب مدام

گردشِ لایم کے ہاتھوں سے اب کے اے ظفر
راحت تیرے یہ میسر کب ہے مے نوشی مجھے

سک کوہر جو بفرق بت بے پیر بے
دبے پاؤں اسی باعث نہ تیرے گھر کو جاؤں
آپ کیوں دیتے ہیں بے جد بھوؤں کو جنہاں!
دل کو گردش نہ ہو تب رات کو محفل میں ترے
چاہیے ہے تجھے اے ضعف جگر بس ہر دم
دھاپ لے منہ کو قمر کے وہیں دامنِ سحاب

یہ فزل پڑھتے اگر یزید خنداں میں ظفر
کیونکہ تمہیں کے لیے پھر نہ سر میر بے

ورق کیا دل کے مالے دیکھنا حکیم الہا ہے
شب تاریک ہو جاتی ہے صبح عید آنکھوں میں
نہ و ہلا نہ کیونکر ہوں زمین و آسمان یاد
کہوں کیا صبراں احوال میں درد جدائی کا!
لے گر چہنے کو سنگ کوئے یاد تو یہ دل!

ظفر ہم جوتوں سے مار ڈالیں جب اسے دیکھیں
یہ کیونکر کاٹ کر انہی سر مقدم الہا ہے

ہم پر یہ چپ عشق سے اب آن بانی ہے
لی کسی نے نہیں چال تری دیکھ تھیری
شب تاج زد آلودہ یہ نازاں ہے جو اے خج
کلیبرگ ہی گلشن میں قبل ہے نہیں تنہا
سہم ہے صدا سینے میں یہ مرغ دل اپنا
گلشن میں سحر بن ترے اے نو گلِ خولہ!

اگر کوئی پانگڑی ہے اعدا شکنی ہے
ہر کبک درنی کے بھی گلے میں کفتی ہے
اس واسطے تو لائق گردن زدنی ہے
شرمنہ ترے لب سے بھی لعلِ یمنی ہے
یادیں مجھ کو تری ناوکِ نکلن ہے
ہر قطرہ شبنم مجھے بہرے کی کئی ہے

جوں غنچہ عیث سر بگریاں ہے ظفر تو
کچھ فکر نہیں دل میں کہ اللہ غنی ہے

کیوں مٹکھی سے ہر دم کیجئے حجاب ساقی!

دے جام گل میں بھر کر صبا کے تاب ساقی
اس ہر میں خوش آوے کیونگر نہ سر دریا
لخت دل برشت مڑگاں پہ یہ نہیں چہا
ہرو کا تیرے جلوہ دیکھا ہے شاید اس نے
سنبھل عیا کیا پریشاں ہے دیکھ زلف تیری
ساغر کشتی ہماری مست پوچھ تو کہ تجھ ہوا
جو زلف و رخ کو تیرے دیکھے ہے یہ کہے ہے
اس ہر اس ہوا میں دل کو گملا نہ میرے
تجھ ہن چمک رہا ہے پھر پہ سر کو شیشما

ہے اپنا ان دنوں میں مہر شباب ساقی

آنکھوں میں محو کر دیں ہم آفتاب ساقی
کیفتیوں سے پر ہے جام حباب ساقی
لایا ہوں تیری خاطر جام شراب ساقی
جو ماہ نو ہے شب کو پاور نکاب ساقی
سوج نسیم کو بھی ہے سچ و تاب ساقی
پیتے ہیں خون دل ہم جائے شراب ساقی
کیا جلوہ گر ہیں باہم برق و سحاب ساقی
پیک صبا یہ کہتا اب آفتاب ساقی
ساغر عیا ہے نہ خفا چشم پرآب ساقی!

ساغر کشتی ظفر میں اس دور میں کیا کروں

شیشے پڑے ہیں خالی ہے مست خواب ساقی

کیا روکے مڑہ دیدہ نمناک سے پانی

بہہ جائے نہ گری سے مری خانہ مردما
ہر وہ سے ہو شرم زدہ خانہ خورشید
ماضی کسی صورت سے نظر عیا نہیں آتی
طوفاں سے مرے اشک کے یہ کیا ہے تعجب
جواب دم تیغ کے دینے میں کرے شد
سے دانہ انگوڑ سے چمکا نہیں جاری
کیوں مردم دیدہ سے کریں اشک نہ کاوش

سچ نہیں حسنا خس و خاشاک سے پانی

کھتا ہے عدوت سے بدل خاک سے پانی
بھرتا ہے ترے روئے عرقاک سے پانی
فرمت ہمیں حقیقت بت بیاک سے پانی
گر جائے گزر گنبد افلاک سے پانی
کیا مانگئے اس شونخ غضبناک سے پانی
ہے آلودہ ہائے دل صد پاک سے پانی
بل کرتا ہے گرداب میں تیراک سے پانی

وہ شیر نیساں فطاعت ہے ظفر تو

زہرہ ہوا رستم کا تری دھاک سے پانی

عرق سے وہ نہ خطا شک تاب کو پانی

ولور اشک سے کب چشم تر کو میرے ہو
سوائے جوہر اصلی نہ ہو جو ظاہر میں
جو تیرے گوہر ہذاں میں آبداری چہا
ہمارے گریہ سے ہو کیوں نہ حسن یار فزوں
تو ہے وہ کافر بے رحم آب حیح سے بھی
جو نکلے خط وہاں لازم ہے آب بھر لانا
کہ دن خسوف کے بتلائے دے ہے ساغر سے

مٹائی دے ہے حروف کتاب کو پانی

نہ بھر سکا کبھی جام حباب کو پانی
سمجھ کے ٹپکے ہے پیارا شراب کو پانی
نہیں ہے آب وہ در خوفآب کو پانی
بوحانا یعنی ہے غل گلاب کو پانی
دیا نہ عاشق پر اضطراب کو پانی
یہ چشم میں دل خانہ خراب کو پانی
شباب نقص رخ آفتاب کو پانی

ہمارے ہر مڑہ نے ہرور میل سرشک

کیا ظفر یہاں ملی میں سحاب کو پانی

دل کیوں نہ گلستا ہو تو بھی گل شداں ہے
 پرواز میں نہ ہوں تو خلع شیداں ہے
 چٹھٹ میں یہ اے مردم کیا سیر چہانوں ہے
 دیکھے سے قبل جس کو ہر لعل بدشاں ہے
 سربستہ جہاں دکھو ہر خار مہیاں ہے
 یہ خانہ عظیم میں الماس نمایاں ہے
 تو ہی مرا جہاں ہے اور تو ہی مری جاں ہے
 یہ گرم شرارت میں آہ دل سوزاں ہے

اے غنچہ دہن میرے تو سرو گلستاں ہے
 دل سوز ہے اک عالم روشن ہے سبھی تجھ پر
 پھہرے بن مڑگاں میں یہ لخت جگر اپنے
 کیا پان کی سرخی ہے لب پر ترے اے کافر
 اس آبلہ پانی کی دولت سے مرے یارو
 کیا اس کے چمکتے ہیں دلوں میں آلودہ
 جانا مرے پہلو سے ہر دم نہ درا کہنے
 دیکھ ہر کے پردے میں پنہاں ہے نہیں بھلی

وہ غنچہ دہن اپنا ایسا ہے جھد خوبی
 الفت میں ظفر جس کی دل چاک گریباں ہے

کہ جو دیکھے ہے سو کہتا ہے یہ اسم جلالی ہے
 بحر تحت لڑی سے بھیکڑا خورشید تھالی ہے
 الف ہے سرو ہے یا مصرع دیوان عالی ہے
 انجی دلیا کی جانب کو گھٹا کچھ آج کالی ہے
 بندھی مٹھی ہے اپنی اور جانا ہاتھ خالی ہے
 کبوتر سمکھ سے اے پیارے اگر دینی جو گالی ہے
 نہیں کم ساقیا سوچ شراب پر تھالی ہے
 نہایت رشک ہم کو تجھ پہ اے تصویر تالی ہے

مرے خورشید رونے وضع یہ اپنی تھالی ہے
 تاشا مجھ کو دکھانے کو مہر و مثل بازی گر
 تھکر میں ہوں میں کب سے ترے مضمون قامت کے
 نہ سمجھو ان کو مڑگاں دیدہ تر پر مرے ہر دم
 بزرگ غنچہ باغ دہر میں کیا فکر زر کیجے
 مجھے کیوں دیکھ کر تم ہر گھڑی اب لب ہلاتے ہو
 ہمارے ہمیں تجھ بن آہ تنہا پر تھالی ہے
 کرے پاپی جہاں سدا تو اور ہم ترسیں

ظفر کس طرح کوئے یار میں جاؤں کہ پاؤں میں
 مرے ہر ایک سوچ اشک نے زنجیر ڈالی ہے

بھڑوٹے شباب، مجھ کو جام شراب ساقی
 شیشہ میں وہں جو بھرے تو جس دم شراب ساقی
 ہے اضطراب لائق اور اضطراب ساقی
 بدست کا نہ دیجئے مجھ کو خطاب ساقی
 شیشے شکستہ دل ہیں اور تم خراب ساقی
 جلد آ کے مجھ کو تجھ بن ہے رنج و تاب ساقی
 دے جام سے کے ان کو جام شراب ساقی
 دوس کے کھل جانے وہ انقلاب ساقی
 گتا ہے تار تار بارش تار باب ساقی

بدلے ہے رنگ ہر دم کیا کیا صاحب ساقی
 یاں چشم کا یہ ساغر چھلکے نہ کیونگر خوں سے
 وعدہ کیا ہے جب سے آنے کا تو نے مجھ سے
 مستی مری تمہاری اس چشم مست سے ہے
 ایک دست میکہ کو کس نے ترے پاؤں سے
 یک لخت یاد تیری یاں بھولتی نہیں ہے
 لے لے کے پتکیاں دل ریتا ہے شعل جتا
 جس کی ن ظر میں گردش جام شراب کی ہے
 مت چھیڑ کر سنا تو قانون و بین مجھ کو

سے کے نیشے میں لکھو اور اک غزل ظفر آب
 ہر شعر جس کا کچھ باب و تاب ساقی

لب شیریں جو ترے خواب میں دہر چائے
زندگی سے ہو وہ کیوں سر کر جس کا یاد
ہوں دل اس کو نہ ہرگز ہو کھو اے پیارے
انہی زلف نے کانا ہو تیرے جس کو منم
یاد کر خاکہ ہونٹ سے اپنے مکہ چائے
ہر لب رخم وہ آب دم تاجر کا چائے
جان کر لغم جو در کے ترے پتھر چائے
زہر مہرہ بخدا کیوں نہ وہ کھس کر چائے

اے ظفر بزم خندان میں ترے بن اشعار
اپنے لب کیوں کر نہ ہر ایک سخود چائے

خود سینہ میں باہم دل بیتاب و آتش ہے
درخ گنار پر تیرے کہاں ہے زلف خم گشت
دل بیمار اس لب پر نہیں ہے پان کی سرفی
نمایاں برگ گل پر قطرہ شبنم نہیں یاد
نہیں جام بلوریں میں شراب لعل اے ساقی
بن مڑگاں ہے کب اے مرد ملیخت دل سوزاں
تعب ہے کہ یک جا پاہ بیتاب و آتش ہے
بہم اے بحر خوبی حلقہ گرداب و آتش ہے
سمجھ کر لہجہ یوسر سر عتاب و آتش ہے
یہ نگار بیمار گل سے کیجا آب و آتش ہے
شب جہراں ہے تجھ بن ساغر بیتاب و آتش ہے
رواں آنکھوں سے میرے قطرہ خوناب و آتش ہے

بچائی اس کی خاطر شب کو ہے کیا بیج بھولوں کی
ظفر بن یار کے یاں بستر کثواب و آتش ہے

پہلو سے اگر اٹھ کر وہ رشک چمن جاوے
کتنی ہے جو ہر اک ہل ماک نگی مڑگاں
واقع نہیں تم میری آہ شرر افشاں سے
اس چشم معصی کی کس منہ سے صفت کیجئے
تو شب کو جو محفل میں یوں اچمن آرا ہوا
یہ جاہ وہ ہے جس میں یوسف سے کئی داوے
دل سرو چہ نغاں ہی ہر داغ سے بن جاوے
غریب صفت سینہ یاں کیونکہ نہ چمن جاوے
کچنوں تو ابھی سارا جل چرخ کہن جاوے
کرنے کو نہ ہم چنشی آہوے نقن جاوے
کیونکہ نہ تری لیل یہ خلع گلن جاوے
دل کیونکہ بھلا اپنا پھر گرو وقتن جاوے

میدان سخن میں وہ گر تجھ سے ظفر بیخ
بھول اپنا قصی بھی یاں طرز سخن جاوے

بچ کیو آئے کہاں سے ہو منم بھولے ہوئے
ہم رہاں پہنچے کبھی کے منزل مقصود پر
یہ تن گل غورہ جس جس کے پرا میرا نظر
جس نے دیکھی ساقیا وہ گردش چشم بتاں
کہہ گئے تھے تم جو ہم کو آؤں گا میں وقت شب
وعدہ کر کے رات کا اوے سحر جو اپنے گھر
آپ کے پڑتے زمیں پر ہیں قدم بھولے ہوئے
بس اکیلے رہ گئے ہیں راہ ہم بھولے ہوئے
حشریک سوویں گے وہ باغ ارم بھولے ہوئے
ہیں بے کعبہ وہ بھی جام ہم بھولے ہوئے
آئے کیا جانے کہاں سے صبح دم بھولے ہوئے
ایسے ہی شخصوں کو کہتے رہیں گے کم بھولے ہوئے

جن سے اپنا تھا خطا و پیغام جاری اے ظفر
اس قدر ہیں وہ تو ہم کو یک قلم بھولے ہوئے

رویف یا تختانی

پر اشک مڑہ یاں ہے آہ دل سوزاں ہے
خال اس کے نہیں رخ پر ہے جلوہ کناں دیکھو
تیری نگہ و مڑگاں کیونکر نہ ہوں اب قائل
کہ خال زخماں میں اب اس کے جھمکتا ہے
لخت دل و اشک اپنے آنکھوں سے رواں کہ ہیں
کیا کہے دلا کیا ہے اس کا دہن و قامت
وہ سر و چراغاں ہے وہ خجّ شعشبتاں ہے
وہ انجم افلاکی اور وہ مدّ ثاباں ہے
وہ باوک پراں ہے وہ خجّر براں ہے
یہ یوسف مصری ہے اور وہ مدّ کناں ہے
وہ تامل بادشاں ہے وہ گوہر غلطاں ہے
وہ غنچہ گلستاں ہے وہ سرو گلستاں ہے

زلف و رخّ جااں کا مت پوچھ ظفر مجھ سے
وہ ہر بیماراں ہے وہ برق درخشاں ہے

خال رخّ پر زلف کہ واں سر ہر جہیدہ ہے
دھمیں ملتا ہے اس کا میری آہ سرد سے
عین گروں نہیں مانگے نہ کیونکر الاماں
اشک کے قطرہ سے مڑگاں اس طرح کھاتی ہے جھوک
ہو گیا آخر ہی رشتہ عمر کا دیکھ اے چنگ
گر پرے گا سوچ دلیا دیکھنا جامِ حباب
شاخ سنبل نیلوفر پر یہ شجر جہیدہ ہے
باد سے وہ غنچہ ہنگام سحر جہیدہ ہے
میرے مالوں سے لٹک دو دوہرہ جہیدہ ہے
جس طرح شاخ شمر دار شجر جہیدہ ہے
خجّ کے شعلہ کا شب میں دل پہ سر جہیدہ ہے
ہاتھ دشت سے ترا شام و سحر جہیدہ ہے

قوش لک سخن وہ ہے کہ جس کی حرص میں
دل ہر اک مل سخن کا اے ظفر جہیدہ ہے

پھینک دے اہل باغ سے چمن کرکائے
رگ گل میں نہ لگائیں کہیں نشتر کائے
کس گل اندام کے مڑگاں کا ہے اس دل میں خیال
تنگی سے جو پرے میری نیاں پر کائے
فیض سے آبلہ پانی کے مرے جوش فضاں
ہاں پروتے ہیں سدا دشت میں گوہر کائے
دل صد چاک پہ مڑگاں کا نہیں اس کے جھوم
دامن گل میں یہ لہجے ہیں پت کرکائے
ماخون شیر نہ کر اپنی مڑ کا لب تو ا
ہائے دل کے یہ بگڑنے کے ہیں دل پر کائے
البتہ دشت نور دی ہے یہاں تک کرکائے
جائے سبزہ بگی مری خاک پہ کمر کائے
اس روش کتنی ہے تھری سے چمن میں بلبل
حق پہ سکتے ہیں یہ بگڑن تو مجھ پر کائے
گلشن دہر میں گلچیں خزاں کا ہو ا
جس نے بوئے ہیں مرے حق میں سرا سر کائے
ساتھ اس یار کے ہوں کیونکہ نہ اغیار مدام
پاس ہوتے ہیں ظفر گل کے مقرر کائے

جو بیٹھتا ہے تو اے دل زمیں پکڑ کر بیٹھ
گیا سر اپنا وہ اندوہ گئیں پکڑ کر بیٹھ
نہ اتنا فکر میں ماسق جہیں پکڑ کر بیٹھ
وہا وہ جائے جو ششیر کہیں پکڑ کر بیٹھ
مجھے جگر کوم رے ہم نقشیں پکڑ کر بیٹھ
عجب ادا سے کہا آئیں پکڑ کر بیٹھ
نگر تو ایک ٹھٹھا کہیں پکڑ کر بیٹھا

نہ پردہ در پردہ نقشیں پکڑ کر بیٹھ
نہ کوکبی سے اٹھی ضرب بیشہ غم عشق
پکڑ تو راہ رضا حق ہے جو ہے مرضی حق
پکڑ بٹھائے قضا کتنے خوں گرفتوں کو
جگر سے آہ جگر روز بھر کے میں اٹھا
ہم اٹھے جھاڑ کے دامن تو اس نے مستی میں
جگر میں بیٹھ کر دل میں حدیگ غمزہ مار

اگر غن کا ہے دعویٰ ظفر کے سامنے تو
قلم کو ہاتھ میں لے لکھ چیں پکڑ کر بیٹھ

کر جہاں دل تھا وہاں سینہ میں داغ آیا ہاتھ
آیا کیا ہاتھ ترے آئینہ داغ آیا ہاتھ
عشق کے داغ سے اک ایسا چراغ آیا ہاتھ
دست ساتی سے جہاں اپنے داغ آیا ہاتھ
واسطے صدقے کے جب کوئی نہ داغ آیا ہاتھ
یاں نہ بہت کوئی کج فراغ آیا ہاتھ

ہے دل سوختہ گم پر یہ سراغ آیا ہاتھ
دیکھ اے شوخ بیمار گل رخسار اپنی
ڈرتے واعظ نہیں ہم کور کی تاریکیاں سے
دیکھتے بھی نہیں ہم جام جہاں ہیں کی طرف
ہوا اڑ کر یہ یہ بہت نقد ان کے
ماہیت کور میں آرام سے پھیلائے پاؤں

دوہ آبلہ سے پونچھے کوئی اشک ظفر
جوش وشت میں مرے دامن داغ آیا ہاتھ

یہ کیا بات ہے نہیں غمگینی خیال میں کچھ
نہ ہو تیز اس آہو میں اور حلال میں کچھ
کبھی فراق میں کچھ ہے کبھی وصال میں کچھ
نہیں ہے فائدہ واعظ کی قیل و قال میں کچھ
کر جان بھی ہے گرفتار اس وبال میں کچھ
اگرچہ زہر اگتا نہ میں سوال میں کچھ
اگرچہ دم نہیں سرخ شکستہ بال میں کچھ
ہمیں تو خوش ہیں آنا علم و مال میں کچھ

وہ رنگ امانک میں کچھ اور بول چال میں کچھ
نہ اس کی مانگ میں اور کہشیاں میں ہو کچھ فرق
نہیں ہے عشق میں اکال کچھ نہ پوچھو حال
کسے دماغ نے کون درد سر کے سوا
نہیں ہے دل ہی فقط زلف میں اسیر مدام
نہ دیتے وہ لب شیریں سے ایسے تلخ جواب
نفس کے کھڑے اڑا دے جو پھڑکے اے صیاد
سوائے مال فریاد و گریہ و زاری

جو سر نوشت میں ہے اے ظفر جزا اس کی
نہ استخارے میں معلوم ہو نہ قال میں کچھ

روں چکا روں سوئے عدم آہستہ آہستہ
 نہ رکھو باز سے اپنا قدم آہستہ آہستہ
 چھری پھیرے ہے جب وہ پوچھم آہستہ آہستہ
 گھلوے گا یہ میرا سوز غم آہستہ آہستہ
 ملاقات اس قدر کی اس نے کم آہستہ آہستہ
 ذرا جانا نسیم صبح دم آہستہ آہستہ
 کر چلتی ہے نیاں جلد اور قلم آہستہ آہستہ
 اگر کچھ کان میں کہتے ہیں ہم آہستہ آہستہ

نہیں رہنے کا باقی دل میں خوں کا ایک بھی قطرہ
 بہا دے گی ظفر جب چشم غم آہستہ آہستہ

نہیں اے ہمدوں چٹا یہ دم آہستہ آہستہ
 کوئی دنیا سے جانا ہے اگر آتے ہو جلد آؤ
 مرے لیتا ہے صید عشق کیا کیا ذبح ہونے کے
 شبِ فرقت میں اس کے مجھ کو مثلِ خیم سرٹاپا
 وہ دو دو دن نہیں آتا ہے یا ہر روز آتا تھا
 نہ کچھ خاک کو بر باد میری اس کے کوچے سے
 ہوا کہنے سے لکھنا معجزِ باعثِ نال کے
 جواب ایسا وہ دیتے ہیں کہ کھل جاتا ہے سب مطلب

شرم سے زکس کی گلشن میں نہ کیوں جھک جائے آکھ
 ساغر سے دیکھ کر جس کو تری یاد اے آکھ
 پھیر لی یکبارگی اس نے جو مجھ سے جائے آکھ
 کیا خیال اک ہل کی کسی کی شب بچھکے پائے آکھ
 اپنے کے دیوہ کسی کی بھلا شرمائے آکھ
 کیا تماشہ ہو اگر ان کی کہیں نگ جائے آکھ

وہ در ہڈیاں رہیں پیشِ نظر جب اے ظفر
 کیا عجب آنکھوں کی جا سوتی اگر برمائے آکھ

عینِ مستی میں جو تو اپنی ذرا دکھلائے آکھ
 اشکِ خوں آنکھوں میں اپنی کیوں نہ وہ بھر کر پئے
 تو بتا اے بختِ برگشتہ کر میری کیا خطا
 میرے ہمسائے مرے مالوں سے ملاں ہیں سدا
 جن کا دیدہ صاف بیان کو نہیں ہرگز جواب
 جو مجھے کہتے ہیں تو اس کا تماشائی نہ ہو

دیکھنا جائیں گے غم اور یہ دم ساتھ ساتھ
 دونوں لے جاؤ تمہیں میری قسم ساتھ ساتھ
 دونوں آتے ہیں یہ اے دیدہ غم ساتھ کے ساتھ
 کہ انگ کے ہیں انگ اور ہیں ہم ساتھ کے ساتھ
 خط میں ہو جاویں گے اس وقت قلم ساتھ کے ساتھ
 یعنی موجود ہیں ہستی و عدم ساتھ کے ساتھ
 صاف یکبار ہوں گر دیر و نرم ساتھ کے ساتھ
 جا کے پھر آتے ہیں دو چار قدم ساتھ کے ساتھ

جب تک دم بہد ہیں گے پونہی غم ساتھ ساتھ
 دل لیا تم ن سے تو پھر جان کو کیوں چھوڑتے ہو
 اشکِ مڑگاں پہ نہیں دوڑتے بے خون جگر
 روشِ سایہ ہے ربطِ من سے ہمارا اس طرح
 لکھ کے حال اپنا لکھیں ان کے گلے بھی قاصد
 آمد و شد سے نفس کی ہمیں معلوم ہوا
 نہ رہے کافر و مومن کے کدورتِ دل میں
 کوچہ یار سے جانا ہے نہ دل اور نہ ہم

تیرے عشق ہے دل دیکھ پئے کلک خیال
 ہیں ظفرِ دونوں یہیں لوح و قلم ساتھ کے ساتھ

جائے اے قاصد اگر تو اس قدم برداشت
آفریں بہت کو انسان کی یہ پتلا خاک کا
جب رواں ہووے ہے آنکھ سے ہماری فوج شک
ہاتھ میں رکھتے ہیں جو زر پنجہ خورشید وار
کفر اور اسلام سے کیا کام عاشق کو ترے
اے ستم گر قل کا کس کے ارادہ ہے کہ آج
ہووے خورشید قیامت سے بھی وہ ہرگز نہ تلک
منزل ہستی میں رہنا چاہیے ہر دم تجھے

ایک خط کیا نکلیں ہم سو خط قلم برداشت
عشق میں پھرتا ہے سر پہ بار غم برداشت
ماہ دل آگے چلتا ہے علم برداشت
رجح ہیں دنیا سے وہ دست کرم برداشت
ہے یہ دیوانہ دل از دیو و حرم برداشت
ہے جو یوں غمزہ ترا تیغ ستم برداشت
ہو اگر دامن ترے سائے سے غم برداشت
اے مسافر توش راہ عدم برداشت

پاؤں پر اس سرو قد کے گر پڑیں گے سایہ دار
اے ظفر جیتے ہیں سر نخل قدم برداشت

دیکھے گر وہ ہو کیا پتا محو حیرت آئے
دیکھتا ہوں رویو اس رخ کی آب و تاب کے
ہے اگر شوق جمال اس کا تو اس کو صاف کر
حال کچھ ایسا ہے کہ سکنا نہیں میں اے طیب
جو کہ خوب و رخت سے یکساں ملے ہے سبز صاف
کور باطن خاک سمجھیں عزت الل صفا
صن پر اپنے ہے کیا کیا خود پسندوں کو غرور
خانہ آبی میں گر دیکھا نہ ہووے آفتاب

آنکھ میں دیکھے گویا اپنی صورت آئے
داغ بر دل راہ و غرق آب بخت آئے
یہ جو ہے دل کا پر از رنگ کدورت آئے
جان کر سکتے عیث مجھ کو دکھا مت آئے
ہے وہ شخص پاک جو ہر صاف طینت آئے
رو برو ندھوں کے ہے بے قدر و قیمت آئے
یاد ایں ہو کہیں دنیا سے غارت آئے
دیکھو تم دیکھے ہے وہ خورشید طلعت آئے

دیکھ اس کے صحنہ رخسار کی دولت ظفر
ہر حرکت کا ہے قراں کی خلوت آئے

لائے کس وجہ تری تاب نظر آئید
تاب رضا سے اس پردہ نقی کے جانا
خاک میں الل صفا کو ہے ملنا گروں
سوج جوہر سے جو ہے یار ہے پر بحر سیدا
رات دن کہنے لگے محو خود آرقی تم
سینہ صافوں کا وطن میں ہے زمانہ دشمن
میں بھی حیرت زدہ ہوں میری بھی دیکھو صورت
پاک دنیا سے ہیں دنیا میں ہیں کو الل صفا

دیکھو فلاں کا جب تک نہ بکرا آئید
ہے دکھا کوئی پس روزن در آئید
کیا عجب ہے کہ رہے خاک ہر آئینہ
تیری صورت کا ہے دیوانہ مگر آئید
دیکھتا ہاتھ میں ہوں آٹھ پہر آئید
کرتے ہیں الل صفا شہر بدر آئید
دیکھو گر دیکھو آئے تم ماہ صفر آئید
غرق ہے آب میں لیکن نہیں تر آئید

صورت یار کو ہو دیکھنے کی کیا صورت
صاف جب تک کہ نہ ہووے گا ظفر آئید

دشت میں جو اٹھا غبار ہے وہ

کوئی بھون خاکسار ہے وہ

کون کہتا ہے دوست دار ہے وہ
بہرہ جل جائے ہے جہاں اکثر
کیوں نہ دوں جاں اس آفت جاں پر
ایک تیر تگاہ سے اپنے
دل جو بے تاب ہے نہیں معلوم
جاں باب ہے مریض غم جلد آ
دل ہے مڑگاں تری دلتا یاد
عشق کا راز اب چھپاؤں کیا
ہے جو ہو تری عرق آلود

دشمن جان بے قرار ہے وہ
تغیر دل کا ترے مزار ہے وہ
جاننا مجھ کو جاں نثار ہے وہ
دل کو کرنا مرے شکار ہے وہ
کوئی شعلہ ہے یا شرار ہے وہ
کر رہا تیرا انتظار ہے وہ
بول رہا میرے حق میں خار ہے وہ
ہو چکا سب پر آشکار ہے وہ
صاف شمشیر آبدار ہے وہ

اے ظفر جو ہے مست بادہ عشق

کب ہے بے ہوش، ہوشیار ہے وہ

یہ جب تھک نفس رشتہ ہے ہزار کے ساتھ
نکل کے روح رواں ہے ہوا کے گھوڑے پر
ہوا جدا نہ کبھی غم تری جدائی کا
ملا لیا خاک میں مانند نقش پا تم نے
کہاں ہوئے غلغلہ نیش عشق دل میں داغ
لگا نہ دامن دلداز سے کبھی انہوں
برنگ گلشن تصویر باغیاں ہم کو
کھلی رہیں گی پس از مرگ بھی مری آنکھیں

ہزار دانہ بید ہیں ایک تار کے ساتھ
بیادہ جائے کوئی کس طرح سوار کے ساتھ
رہا بیٹھ مری جان بے قرار کے ساتھ
سلوک خوب کیا اپنے خاکسار کے ساتھ
کہ گل جو باغ میں پیدا ہوا تو خار کے ساتھ
عبا نے لاگ یہ باندھی مرے غبار کے ساتھ
غزوں کے ساتھ نہ مطلب نہ ہے بہار کے ساتھ
کہ ایک عمر سے غمگین ہوں انتظار کے ساتھ

ظفر سے مری دلاگر بے میں پھنسا

البتہ کیوں ہے یہ دیوانہ زلف یار کے ساتھ

وا ہے یوں باعث حیرت تری دلگیر کی آنکھ
ہے مگر نحو تراشا ترے دیوانے کی
دیکھے ہے خال رخ یار کو یوں طائر دل
شوق فطارہ میں اس ماہ لقا کے ہر شب
دم بدم دیکھے ہے حسرت سے ترے بھل کو
دیکھتا کیا ہے لگا تیر کہاے صید آگن

جس طرح سے کہ جھپکتی نہیں تصویر کی آنکھ
بند ہوتی جو نہیں حلقہ زنجیر کی آنکھ
دانہ پر پیسے پڑے مرغ ہو آگیر کی آنکھ
جو ستارہ ہے وہ ہے اس لک بھر کی آنکھ
حلقہ جوہر کا نہیں ہے تری شمشیر کی آنکھ
تری آنکھوں کو سکے ہے ترے نچیر کی آنکھ

جس کا ہے سرمہ ظرف خاک در فخر الدین

چشم بدور وہ ہے مور عی ناصر کی آنکھ

جاؤں لئے کو جو دلیز صم کا پور
کس صلاوت سے لب زخم جگر اے قاتل
اوزگی آئے ہے رونا جو بہ عین لطاف
چاہت جی سے بھی اپنا کر لیجئے ساقی
قرح نگلوں پہ نہیں بار کے یہ خال یہ
شریت حشر سے ہے حق میں مرے شیریں تر
شوق ہر گام پہ لے میرے قدم کا پور
دم بدم لے ہے تری تیج ستم کا پور
آئیں لے ہے مرے دیدہ غم کا پور
سر ہر جام ترے دگرم کا پور
لے ہے بھورا گل گلزار ارم کا پور
ہے لب سحر زہرا پہ غم کا پور

مام احمد کو جو لکھے تو عجب کیا ہے ظفر
لے قلم لوح کا اور لوح قلم کا پور

کہاں نگہ پہ ہو سرے کا رنگ پیوست
اگرچہ صووت سواں ہے سر وائے قمری
نہیں وہ آئینہ میں کان کے نگر کا عکس
سراپنا ہجر میں دیوار سے جو نگرؤں
بہم ہوں سامنے رو ماہ تو قرشا ہو
تو اب تو ہاتھ اٹھا قل سے کر قہر تیجا
بدن سے مرد دلاور کے حلقہ ہائے زہ
وہ کہ لکھا ہے جب تک نہ دم مرا لکھے
یہ تیج وہ نہیں جھیں ہو رنگ پیوست
گلے میں حیرے ہے پر طوق تک پیوست
ہوا ہے بحر کی ت میں نہنگ پیوست
جدا جدا ہوں وہیں خشت و سنگ پیوست
بھویں دکھا دے جو وہ شوق و شک پیوست
ہوا ہے ہاتھ میں اے خانہ جنگ پیوست
رہیں ہیں صووت داغ پلنگ پیوست
جگر میں ایسا ہے تیرا خدنگ پیوست

ظفر مجھ نہ لے زلف دوائے جاں پر
یہ ہے فرنگ سے سرحد رنگ پیوست

شدت گریہ سے ہے دیدہ تر پر صدمہ
گرم نظارہ کوئی کیا ترا مہر لقا
برق نہ مری شمشیر ہے وہ آفتل دم
بھوں جو بیتی ہے تری آئے ہے ظالم بھونچال
رنج فرقت سے جو کچھ گزری ہے مجھ پر مت پوچھ
مثل زنجیر دراے بار پکٹتے سر ہیں
کو کہیں عی کے وہ دل سے کوئی پوچھے اے عشق
پہنے کیا بار وہ بھولوں کا نزاکت کے سب
آہ سے دل پہ بے حال سے جگر پر صدمہ
تا غور شد سے پہنچے ہے نظری صدمہ
پہنچے ہے جس سے لک کے بھی سر پر صدمہ
کہیں پہنچے دل عاشق کے نہ گھر پر صدمہ
مر عی جائے جو یہ ہو نور بشر پر صدمہ
ہم افحات ہیں یہ آ کر ترے در پر صدمہ
ضرب پیشہ سے ہوا اں کے جو سر پر صدمہ
سایہ زلف سے جب پہنچے کمر پر صدمہ

کیا کہیں ہم سے ہیں وہ بھی نہیں ہو سکتا
ہے عدلی میں کسی کے جو ظفر پر صدمہ

ایک رہا ہے یہ دم کیوں مجھے ہے دم سے گل
 نہ بھگو رنج سے شکوہ ہے نہ الم سے گل
 مجھے ہو کیونکر نہ یہ اپنی چشمِ غم سے گل
 کہ خارِ خاکو ہے اب مرے قدم سے گل
 جہن میں ہم کو ہے یہ یادِ محمدم سے گل
 کیا نہ ہم نے کبھی اس کا اس ستم سے گل
 نبال پہ لائے نہ ہم اپنے سوزِ غم سے گل
 جو ہم کو دل سے گل ہے تو دل کو ہم سے گل

نہیں گلے کو مرے تجلہ رستم سے گل
 ہزار رنج و الم ہوں تری محبت میں
 ملائی خاک میں سہاس نے آبرو میری
 کیا ہے میں نے یہ وحشت میں دشت کو پال
 ہزار غنچے کلائے کیا گلزار نہ دل
 سچے ستم پہ ستم روز لیک شکرِ خدا
 بزرگِ خلعِ جلے سر سے پاؤں تک لیکن
 دل اس کو ہم نے دیا دل نے دی ہمیں تکلیف

ظفرِ نوشتہ شہید بر جو رانی ہیں
 نہ ان کو لوح سے شکوہ نہ ہے قلم سے گل

کر کے میرا خون نہ لے وہ مازیں گردن پہ بوجھ
 باعثِ تعویذِ سنگیں ہے سدا مدفن پہ بوجھ
 گرچہ دامن پہ پڑے معلوم ہو دامن پہ بوجھ
 ماقولی سے ترے بھوں کے ہے وہ تن پہ بوجھ
 لادنے ہیں کب گدھوں کی طرح سے توں پہ بوجھ
 تازگی سے ہو نہ پھر اس غیرتِ گلشن پہ بوجھ

ہے سنا کا رنگ بھی دستِ بہت پر فن پہ بوجھ
 بار دنیا ساتھ ہے ستم کے بعد از مرگ بھی
 وہ گراں بار الم ہوں میں کر میری خاک بھی
 دشتِ وحشت سے رہا باقی جو تارِ بزمین
 بادکشِ دنیا کے ہوں مائل نے مل تمیز
 اس نے کیا سر پر رکھا پرچی دھڑکا ہے مرا

لاکھ سرکش ہو و با ہی وہ رہے گا اے ظفر
 بارِ احساں سے اگر دیکھے میر دشمن پہ بوجھ

قسم ہے کچھ بے بیقا سے کم نہیں ہیں ہاتھ
 تو سر کھین ہے کہیں پاؤں ہیں کہیں ہیں ہاتھ
 بیجا ہے عشق کی دولت در نہیں ہیں ہاتھ
 کہ نرم نرم ترے شوقِ مہ جہیں ہیں ہاتھ
 اٹھاتے پھینے سے ورنہ ترے نہیں ہیں ہاتھ
 قلم سے کھینچے صودتِ گران بہن ہیں ہاتھ
 وہ گورے گورے ترے زیرِ آستین ہیں ہاتھ
 کہ لی رہے ہیں مری بالیں پہ ہم نہیں ہیں ہاتھ

نہ بوجھ جو تری غولبی میں مہ جہیں ہیں ہاتھ
 کئے ہیں نکلے جو عاشق کے تونے اے قاتل
 ملا نہ خاک میں انگلیوں کو دیکھ دیدہ ترا
 پھری گلے پہ نہ تو پھیر سخت جانوں کے
 جو پاؤں جلد اٹھا کے پہنچ سکے تو پہنچ
 قلم سے کھینچ کے تصویرِ تیرے ہاتھوں کی
 کئے ہے دیکھ کے محفل میں خلعِ فانوسی
 یہ حال ہے عمِ فرقت کے ہاتھ سے بیات

ظفر وہ دولتِ املاں سے رنج ہیں محروم
 جو دیتے ہاتھ میں مرشد کے بے یقین ہیں ہاتھ

لیکن ہے وہیں مادر و نایاب زمانہ
 ہے ایک بلا گردش گرداب زمانہ
 صد پارہ ہو گر چادر مہتاب زمانہ
 کو رستم دوروں ہو کہ سہراب زمانہ
 ہمیر نہ ہو صدمہ کن سیماب زمانہ
 ہے تشہ خوں ہرزہ سہراب زمانہ

ہے یوں تو وہ رخ بھی گل شاداب زمانہ
 دیتی ہے نکلنے یہ کوئی کشتی مفقود
 کچھ دور نہیں پر وہ دریا سے تری اے چرخ
 پہنا ہے لہا مرگ کے کہ سچ سے کوئی
 پہلو میں مرے وہ دل عتاب ہے جس سے
 کیا ہزر کرے کوئی کہ جوں ہرزہ ششیر

ہو کیونکر کسی سے ظفر امید محبت
 ہم جانتے ہیں جیسے ہیں احباب زمانہ

جن سب غلہ ہوں دے ختم سے سب میں گرہ
 قرص مہ سے کیا لگی ہے دامن شب میں گرہ
 غنچہ سان پیدا ہوئی انساں کے قالب میں گرہ
 اہل کر نگر لگائے پائے کو کہ میں گرہ
 ہے حباب سے تو اک جام لہاب میں گرہ
 کھل گئی ہے زہر کی کیا نیش عقرب میں گرہ
 ہو یہ جوں مرد کمر چشم کو کہ میں گرہ
 پڑتی ہے میری نبالاں پر حرف مطلب میں گرہ

خال کے دانے سے دیکھ اس سب غیب میں گرہ
 زلف کے حلقے میں وہ تابندہ اختر دیکھنا
 دل کی واشد سے کھلتا ہے کہ شاید دل کی جا
 دل گرفتوں کے بگولا خاک کا اے شہسوار
 عکس چشم مست ساقی سے ہے کیا نسبت اسے
 لونچ ہالے کی تنہا سے ہی ہلانے سے ہے کیا
 صبح دور آہ سے میری لک پر کیا عجب
 بینکڑوں قصے کہوں میں دورو اس کے ولے

دیکھتے ہیں رشتہ محبت کا ظفر جو دل میں صاف
 دانہ صبیح بھی ہے ان کے غیب میں گرہ

دل کی مشکیں مری باغی ہیں اگر کھینچ کے باغ
 تو کمر بند سے ہمت کی کمر کھینچ کے باغ
 دے گا بالی میں وہ مہوش جو گرہ کھینچ کے باغ
 لاکھ پٹی تو سر زخم جگر کھینچ کے باغ
 گردن دل میں ذرا نار ظفر کھینچ کے باغ
 دیے صیاد نے اس صید کے پر کھینچ کے باغ

جہد مشکیں کو تو اے رشک فر کھینچ کے باغ
 دکھتا ہے راہ محبت میں قدم گر اے دل
 ہالہ گرد ماہ کے گرد آئیں گے کھینچ انجم چرخ
 چادر گر خون نہیں تھمنے کا ہوں زخمی عشق
 گر ہو منظور پھرے ساتھ گرفتار کھینچا
 جب پھڑک بھی نہ سکے طاقت پرواز کہاں

کیوں نہ تو سر بھٹک کھینچ کہ فخر الدین نے
 دی ہے دستار ترے سر پر ظفر کھینچ کے باغ

جہاں میں ہو نام کیونکہ پیدا اگر نہ ہوتا سور پہ صدمہ
 ۱۰۱۴ کے سے تیرے جوڑے کے دل پہ صدمہ بکر پہ صدمہ
 لا سے گر خطا کو لکڑے کر کر ملے کف پا سے وہ ستم گر
 جنوں کی گری سے اپنے خوں کی پلش کیوں کیا کوئی بلا ہے
 جو تو ہے باریک ہیں زیادہ جڑھالے دولے کے جام بارہ
 جو کوئی صدمہ کو عاشقی کے جہاں میں پوچھے تو کوہ کن سے
 نہ پہنو پھولوں کی دیکھو بدلی کر ہے نزاکت سے ڈرو باجی

خود کب ہوں حروف سک نہ پہنچے جب تک کر زہ پہ صدمہ
 کہ پہنچا آہ دل و جگر سے تلک پہ صدمہ قمر پہ صدمہ
 خطر ہے مجھ کو کہ اس خطا پر نہ پہنچے کچھ نامہ بر پہ صدمہ
 کہ رگ دم نقد اپنی تڑپلی پہنچ گیا پیشتر پہ صدمہ
 بغیر عینک نہ کر ارادہ وگر نہ ہو گا نظر پہ صدمہ
 کہ ضرب پیشہ سے آہ اس نے اٹھا لیا اپنے سر پہ صدمہ
 کہیں گرائی سے ان گلوں کی پہنچ نہ جائے کمر پہ صدمہ

اکیلا تم چھوڑ کر ظفر کو سدھارے جس جلت اپنے گھر کو
 تو اس نے لکرایا اپنے سر کو کہ پہنچا دیوار و در پہ صدمہ

لوگ تو روز سناتے ہیں خبر کچھ کی کچھ

سرد مہری سے تری سرد ہے دل اس پر بھی
 چھپ سکے عاشق و معشوق سے کیا راز ہم
 ہو گئی مثل حیرے صید کی اسے عید گلن
 پڑتے ہی آئینہ چرخ میں نکس رخ بار
 آگے ہوتا تھا کبھی حال دگر کوں دل کا
 رات بھر گر ترے بنار کی یہ مثل ری
 کچھ کہیں بھی ہم اگر دل سے حقیقت اپنی

پر ہمیں موری آتی ہے نظر کچھ کی کچھ

ہے مری گری بازار جگر کچھ کی کچھ
 کچھ سے کچھ حال ادھر مثل ادھر کچھ کی کچھ
 نکلتے ہی ایک ترا حیر نظر کچھ کی کچھ
 ہو گئی روٹی خس و قمر کچھ کی کچھ
 حالت اب رہنے لگی آٹھ پہر کچھ کی کچھ
 دیکھا صودت امید سحر کچھ کی کچھ
 فی الحقیقت نہ کہی جائے سحر کچھ کی کچھ

ان سے کہتا ہو جو کچھ تم کو مجھ کر کہتا
 کہ بنا لیتے ہیں وہ بات ظفر کچھ کی کچھ

نہ دکلا مجھ کو مانی کھینچ کر ورق میں غنچہ
 ہنسا جو دیکھ کر وہ غنچہ لب مجھ کو محبت سے
 نزاکت سرگراں وہ بھی ہو وقت قص گر باندھے
 گرفتہ دل مرا اس چشم و ابرو میں ہے کیا باعث
 کیوں کیا تیرا رنگ صدق پا اسے گل خوبی
 ترا پہچان تیرے اے اوک گلن غرق ہے خوں میں

نہیں خوب اس دہن سے دیدہ مشتاق میں غنچہ
 ہوا گویا گلشن گلشن اشفاق میں غنچہ
 بجائے رنگ تو اپنی سسکیں راق میں غنچہ
 گلابی کی جگہ سے میکہ کے طاق میں غنچہ
 نہیں خوش رنگ ایسا گلشن آفاق میں غنچہ
 یہ لایا رنگ کیا باغ دل عشاق میں غنچہ

نہیں دکلا ظفر عقدہ ہمیں اس کی نموش کا
 خدا جانے کہ اتنا کیوں ہے استغراق میں غنچہ

بے بادہ مرے سر پہ ہے شمشیر کا سایہ
 ہے دل کوم دے زلف گرہ گیر کا سایہ
 پاؤں پہ گراں جس کے ہو زنجیر کا سایہ
 اس پر بھی پڑا کیا کسی دل گیر کا سایہ
 سایہ ہے ترا بلکہ تری تصویر کا سایہ
 ہے سایہ طوبیٰ تری تعمیر کا سایہ
 اس طرح کہ جیوں مرغ ہوا گیر کا سایہ
 جوں تیر کے ہوساچھ رواں تیر کا سایہ

سائی ترے اس دست قدح گیر کا سایہ
 نے جن کا ہے آسیب نہ پریوں کا جھینٹا
 بھٹوں کو ترے ضعف سے کیا حاجت زنجیر
 کھانا جو نہیں بادِ عبا غنچہ تصویر
 تو بھی ہے وہ تصویر کہ یوسف ترے لگے
 فروس ہے کوچہ ترا اے خود شامل
 وحشی ہے ترا دھوپ میں بھاگا ہوا پھرنا
 یوں پیکارِ اجل ہے نگیار کے صہرا

میں ڈھنڈھوں ظفر اور کا کیوں غلِ حمایت
 کافی ہے مجھے حید و شہر کا سایہ

اب سے بچیں گے اک اور فریدار کے ہاتھ
 ہنسا اس یار کا زانو پہ ترے مار کے ہاتھ
 آبرو اپنی ہے اب دیدہ خونہار کے ہاتھ
 اے حنا باندھ دیجے تو نے جو اس یار کے ہات
 کاٹنے چاہیں اس دردِ میرہ کار کے ہات
 چوم تو لینے دے اس قاتلِ خونوار کے ہات
 کیوں دیا آئینہ اس آئینہ دُساار کے ہاتھ
 عاف کرنے ہیں اگر آپ کو کوار کے ہاتھ

دل کو ہم دیکھ چکے رنج کے دو چار کے ہاتھ
 رہا ہوں کوٹ کے میں سینے کو یار آتا ہے
 ہر چاہے ہے کہ ہم چشم ہمارا ہووے
 ہاتھ پائی کے لئے خوب مری بن آئی
 میں نے چوڑی سے جو شب زلف کو چھیڑا تو کہا
 بسکل تنقِ محبت نے اجل سے یہ کہا
 ہو گیا روئے مصفا پہ اسے اور غرور
 دل جگر سینہ و پہلو مرا کیجئے رنگ چو

ہوں گنہگار ظفر پر ہے بھروسا اس پر
 کہ خلافت سے تیری اہمّ بخار کے ہاتھ

ذکر یہ کرتا ہے ان کا دل لا اللہ لا اللہ
 جس نے کہا باصدق یقین لا اللہ لا اللہ
 پڑھتے ہیں دل سے آٹھ پہر لا اللہ لا اللہ
 رکھے ہمیشہ وہ زبان لا اللہ لا اللہ
 چاہیے کہتا دل سے سدا لا اللہ لا اللہ
 دل سے بھرا کر تو یہ دم لا اللہ لا اللہ

کہتے ہیں مردِ دانا دل لا اللہ لا اللہ
 دولتِ دنیا دل و ت دیں ہوگی حاصل دوہیں
 ارض و خورشید و قمر و لک و لک اور جن و بشر
 وہی یہاں ہے وہی وہاں ہے وہی نہاں ہے وہی عیاں
 عقد اس سے ہوں وا جملہ امراض کو اس سے خلا
 جب تک تیرے دمیں ہے دم ہر لکھ ہر پل ہر دم

ہے یہی اس کے لئے کی راہ و در ظفر کر شام و پکاہ
 لا اللہ لا اللہ لا اللہ لا اللہ لا اللہ

تو ہم بھی نور بھر مجھ کر لیا کریں ہیں جنیں کا بوسہ
جو ڈالنا ہے تو خیر ورنہ شباب دیجئے کہیں کا بوسہ
عجب نہیں ہے جو لے لٹک بھی جھٹکا کے سر یاں زمیں کا بوسہ
یہ منہ ہے کس کا گلے لپٹ کے جو یوے اس مازنیں کا بوسہ
عجب ہی صورت سے لے رہا ہے ترے لب آتشیں کا بوسہ
کہ ہو رہا ہوں میں محو حیرت مکان کا لوں یا نکلیں کا بوسہ

گل کے آگھوں سے اٹک لے ہے ہماری جیب آئیں کا بوسہ
لب و دہان و رخ زنجہاں تمہارے ہر وجہ سے ہیں بہتر
خرام تو نے یہاں کیا ہے طریق ماز و ادا سے ظالم
ہسان ماز میر ہیں زلفیں رخ مصفا پہ اس سے یارو
بلاق تیرے کا ہے پہ موتی کر قائم اتار ہے یہ پارا
وہ اپنی صورت کو آئینے میں کہے ہے کیا دیکھ کر پری رو

ظفر یہ کیوں کر کیوں زباں سے کہ اس کے دل تک نہ ہو رسائی
ہماری آہ جگر نے ہر دم لیا ہے عرش بریں کا بوسہ

کہے ہے خلق کر ڈوبا ہے ماہ درتہ چاہ
کہیں بھی بھولے ہے خواہں راہ در تہ چاہ
پڑے اگر ترا نکس کلاہ در تہ چاہ
اگا ہے نیلوفر اک زور واہ در تہ چاہ
جواب دے بھی کوئی جیسے آہ در تہ چاہ
تجھے بھی کھینچ ہی لائی ہے چاہ در تہ چاہ

نہ ڈال نکس تو کرک سے نکلاہ درتہ چاہ
تو چاہ عشق میں دل کیوں پھرے ہے ڈالوں ڈول
جہاں شرم سے بس وہ ہیں پانی پانی ہو
کہے ہے خلق ترے دیکھ چاہ غنچ کو
غریقی چاہ محبت کی یوں صدا ہے ضعیف
نکلا ہوئی نہ زینقا ہی باولی یوسف

وہ ہوئے خطا ہے زنجہاں میں یا ظفر کاٹی
جی ہوئی ہے یہ ہم رنگ کاہ در تہ چاہ

دل سے مازک نہیں دیکھا تو زیواہ شیشہ
ماتی لہریز کر ب لے کے تو بارہ شیشہ
سرنگوں ہے قدم ٹم پہ نقادہ شیشہ
سر پہ کیا اپنے بھراتا ہے تو سادہ شیشہ

روشنی کا کرے کس منہ سے ارادہ شیشہ
اے و بارہاں ہے گلستاں ہے ہوا اور ہرزہ
خاک اس دور میں کیفیت سے روشنی ہو
شیشہ بازوں کی طرح دکھ کے جہاں دریا

مخشب پر ہو ظفر کیوں کر یہ ماوک انداز
سوج صہیا نہیں کھینچے ہے کیا وہ شیشہ

دیکھتے نہیں ہم صحبت اغیار میں کھس بیٹھ
اک آفت جاں صبر و تواس نے کیا مردم
سب عیش کیا ہم نے بزمِ دخترِ رُز ہے
لے تاک کسی صہ سے اس پردہ نقیص کو
ہیں مالہ کناں مرغِ چمن موسمِ گل میں
صیادِ ختم پیشِ خدا سے تو ذرا ذرا

کاوشِ دل صد چاک سے اب کتا ہے شانہ
کا کلکے ظفر اس کے ہراکِ نار میں کھس بیٹھ

یوں نہ جا اس عاشقِ دل گیر کے پہلو سے اٹھ
گر نہیں اے سیدِ گلنِ قابلِ فزاک یہ
جو کوئی ہے سربکف وہ مرنے سے ڈرتا نہیں
یارو میں حیراں ہوں اس آئینہ رو کی بزم میں
دل کو ہے وابستگیِ حلقے سے تیری زلف کے
ہوکِ سی اُٹتی ہے رانچے کے وہیں سینے میں آہ

ایک مت میں خدا نے دن دکھایا ہے یہ پھر
اے ظفر مت اس بت بے خبر کے پہلو سے اٹھ

پڑا ہمارا جو اس ہم بر کے ہاتھ پہ ہاتھ
ہزار جالسے قربان اس ادا کے ہائے
نہ اعتبار سے قول و قرار کا جس کے
رقیبِ خاکِ ہر ہوں گے مثلِ نقشِ قدم
کچھ اس کے ہاتھ لگا کچھ ہمارے ہاتھ لگا
رقیبِ تیری تمنا حصول ہوگی آہ

ہزار طوے کے لوگوں کو پھر گماں ہوویں
ظفر نے جب کہ دکھا نامہ بر کے ہاتھ پہ ہاتھ

دل بیتاب کی کچھ ہمدردی ہو صورت تنکلیں!
 جو ہیں تفسیر کے سائے میں وہ تدبیر والوں کو
 نہ سوچھے راہ گمراہوں کو یاد دہانہ بختی سے
 بلائے ناگہانی پر اثر سبقت نہیں کرتی
 کہے ہیں اور وحشت میری دیوانوں سے زنداں میں
 اگر وہ روئے تو خطا دیکھ لو تم و اعتلو پھر تم
 عزیز و مگر نہ حکم دے وہ اس کے کوچے میں
 اگر سینے پھرے یا رکی تصویر کو رکھ دو
 یہ کہتے ہیں کہ چھپر پر تم اس تدبیر کو رکھ دو
 سر رہ کر چراغ مہر پر تنویر کو رکھ دو
 تم آگے حضرت دل نہ بے تاثیر کو رکھ دو
 چلو یاں سے کنارے نور کر زنجیر کو رکھ دو
 اٹھا کر طاق پر قرآن کی تفسیر کو رکھ دو
 امانت ہے کوئی دن عاشق دلگیر کو رکھ دو

تمہارے ہاتھ دولت آگئی ہے خاکساری کی
 ظفر تم کیوں نہ لے کر ہاتھ میں اکسیر رکھ دو

رویف ہائے ہوز

پیدا ترے انگوں کے ہے قطرات میں سب کچھ
 دیجے دل و دیں کیوں نہ تجھے اے بت کافر
 زلف اس کی دکھا دیکھے اے خضر تصور
 حاصل ہیں کچھ مزرع دنیا سے کسی کو
 نقد دل و دیں کیوں نہ کیوں پیش کش اب میں
 انداز و ادا سے نہیں کچھ اور کے مطلب
 حاصل ہے ہر اک دانے سے برسات میں سب کچھ
 جلوہ یہ عذقی کا تری گات میں سب کچھ
 کہتے ہیں کہ ہے پردہ ظلمات میں سب کچھ
 ہے کشور دل کے مرے دیہات میں سب کچھ
 لازم ہے کہ ہو اس کی مدارات میں سب کچھ
 ہوتا ہے ادا تیرے اشارت میں سب کچھ

قطعہ

یور جو مطلب اس سے کیا میں نے تو بولا
 سائل سے کبھی آج تک نہ نہیں سوڑا
 موجود ہے بس اپنی ملاقات میں سب کچھ
 حاصل ہے ہر اک کو مری خیرات میں سب کچھ

بیتابی و زاری کی شکایت ہے عیث اب
 ہوت ہے ظفر عشق کے حالات میں سب کچھ

کھلا اس پر مری الفت کے جب آثار کا پردہ
 مری چاہت محبت فطرت جانے ہے تو دے پور
 نہ کس صورت سے پھوڑے زلف کو اپنی وہ عارض پر
 کبھی تو بے حجابی سے ہمارے پاس آ بیٹھو
 افسانہ تب بلند اس نے وہاں دیوار کا پردہ
 بھلا تجھ کو رہا ہے اب تک افیاء کا پردہ
 رکھے ہے نہ پہ پہلی ابر گوہر بار کا پردہ
 نکالا ہے کہیں سے تم نے سو سو بار کا پردہ

بے سب کب ہے جہیں کے دیکھو قاتل میں گرہ
 ہائے وہ دل کو ترپتا صید قلن لے چلا
 نقش ہستی کو اپنے کب کوئی پاوے گا پھر
 دیدہ و دانستہ اب تک سوچتا کچھ بھی نہیں
 کس سے ہو عقدہ کشائی جو پڑے دل میں گرہ
 دے کے اب فتراک سے اس نیم نعل میں گرہ
 کھل گئی جس دم یہ دم کی شہر باطل میں گرہ
 پڑ گئی ایسا کہاں کی چشم قاتل میں گرہ

ایک دن ہوں گے ظفر تیرے عود سارے اسیر
 ذیل بندی کچھ دے کر سلاسل میں گرہ

بدلتا تو ہو چکا میں بس کمان و تیر کو دکھ دو
 اٹھا دے اے جاگر اس کے سرخ سے تو دوپٹے کو
 کتنے میں شوق سے آواز مار جتنا ہر گز
 مرا منہ سامنے لوگوں کے کہتا ہوں نہ کھلو
 مری گردن پہ اب تم کھینچ کر ششیر دکھ دو
 تو کھل جاوے یہ مجھ پر اس پری دھار کا پردہ
 بہت مازک ہے بلبل دیکھ کوش یار کا پردہ
 ابھی کھل جائے گا جو کچھ کہ ہے سرکار کا پردہ

دکھ ہے اشک کو یوں اے ظفر یہ چشم پردے میں
 صدف ہے جس طرح سے گوہر شہوار کا پردہ

سوتا تھا جو شب دکھ کے ترے سر کے تھے ہاتھ
 فرہاد ہر آن ہے اس عشق سے شیریں
 اس سے نہ ملے ہائے دعا کے لئے ہر جہد
 یگدست ہے یوں زیرِ مد اس کے دل اپنا
 ہے جی میں تمنا یہ کہ سوتے میں تو گاہے
 پڑ جائے اگر ہاتھ مرا سینے پہ اس کے
 بیٹھا ہے زخماں کے سو وہ ڈھیر کے تھے ہاتھ
 پڑ کیا کرے جو دب گیا پتھر کے تھے ہاتھ
 پھیلائے بھی اس چرخِ ستم گر کے تھے ہاتھ
 نفاذ کے جس طرح ہو نشتر کے تھے ہاتھ
 آ جائے مرا عارضِ دلہر کے تھے ہاتھ
 وہ ہیں رہے نا حشر نہ پھر سر کے تھے ہاتھ

دل ہاتھ میں اس کا لیا پرے یہ ظفر حال
 جنبش میں رہے جیسے کہ ساغر کے تھے ہاتھ

کھینچ کر آہ گیا میں تو نہ یاں ہاپ کے بیٹھ
 کرے رونے کا گمل غیر نہ کوئی اے یار
 وہ بلا زلف ہے کالی تری وہ سم ولی
 دم مرا بیٹھ گیا صدمہ عم سے اس شکل
 زلزلے سے گیا یہ چرخِ دلی کاپ کے بیٹھ
 پاس مت میرے جنازے کے تو منہ ڈھاپ کے بیٹھ
 دیکھ کر جس کو مجھے دانت یہاں ساپ کے بیٹھ
 جس طرح جائے چڑھاؤ سے کوئی ہاپ کے بیٹھ

مد سب بیٹھے ہوئے تھے دوسے خانہ پر
 دگر رز کو ظفر ہم بھی مجھے بھاپ کے بیٹھ

اچھالے دستِ مڑگا آپ دورو ہاتھ
 سدا میں اپنے ہوں دسازِ مالہ دل سے
 لپٹس سے دردِ جدائی کے میرے پہلو میں
 لیا جو اس لب شیریں کے خال کا بوسہ
 پتا لا دے اُرق سامنے تو لوں
 جن میں کیونکہ نہ ہو عندیہ نغمہ سرا
 تپِ فراق سے اس رشکِ مد کے لرزاں ہے
 غریقِ بحرِ گز ہوں مدام میں تم سے!
 ہو ایہ خوف سے کانپے صاب دورو ہاتھ
 نہ پھیرو مطربِ نارِ لباب دو دو ہاتھ
 اچھلتا ہے دل پر اضطراب دو دو ہاتھ
 گس نے پیٹ لیا سرِ شباب دو دو ہاتھ
 پہرنا کے میں جامِ شراب دو دو ہاتھ
 بجا نا مال ہے برگِ گلاب دو دو ہاتھ
 لنگ پہ صبح سدا آفتاب دو دو ہاتھ
 کبھی نہ جاوے گا یلِ بوڑب دو دو ہاتھ

ظفر کا آپ کی بدخولی سے قسم ہے دل
 بتا ہی جاتا ہے خانہ خراب دو دو ہاتھ

آن و انداز و ادا ساز و نگہ وہ یکہ تاز
دیکھو تم گر ترک تازی اپنی چشم میت کی
وقت میدان منتخب جن کو ہزاروں میں گنو
تو یقین ہے اس کو بھی پانچوں سنواروں میں گنو

اے ظفر تسبیح کو چھوڑو طریق عشق میں
اشک کے دانوں کو تم مڑگاں کے باروں میں گنو

خواہ کر اضافہ ظالم خواہ کر بیدار تو
دم بدم بھرتے ہیں ہم تیری ہوا خواہی کا دم
کر نہ بدخوؤں کے کہنے سے ہمیں برباد تو
بن گیا جو اس طرح حق میں مرے جلا تو
کیوں قفس میں تنگ کرنا ہے ہمیں صیاد تو
یاد کرتے ہیں کرے یوں عیا ہمیں بھی یاد تو
صاف یکہاری نے میری اگر روداد تو
دل ترا نولاد ہو تو آہیہ آئینہ در

شاد و خرم ایک عالم کو کیا اس نے ظفر
پر مہلبا ہے کہ ہے دہیدہ ہا شاد تو

پوچھتے ہو آج آ کر ہم سے کیا اچھے تو ہو
ہم غم دوری سے جس کے پیچھے مرنے کے قریب
دیکھی ہماری تری جا کام کر اپنا طیب
ہو گئی پرسوں کی پرسوں تم نہ آئے کیا سب
اپنے بناروں سے کتنی ہے ڈرا کر چشم یار
کون کہتا ہے تمہیں پیارے کہ تم اچھے نہیں

رغم میرے چاہے ہیں اے ظفر جب تازگی
میں نہیں کہتا ہوں کم بخنو ذرا اچھے تو ہو

غم گیسو میں ڈھونڈو دل جو پایا ہو تو یاں سے ہو
عیمہ جان تو اے مرغ دل یہ چشم میں اٹو
ہوئی ماجیز دنیا چیز جب قدرت نے یہ پایا
مری آنکھوں میں جو آنکھ رواں ہے ایک طوقاں ہے
دل پر داغ کا ہونا بڑی دولت ہے بیدرو
جناب عشق کے صدقے کہ یہ وہ آستانہ ہے
کہ اس گم گشت کا پیدا ٹھکانہ ہو تو یاں سے ہو
تری قسمت میں شاید آب و دانہ ہو تو یاں سے ہو
صدقہ کا جو ظاہر کارخانہ ہو تو یاں سے ہو
کوئی قاصد اگر واں کو روانہ ہو تو یاں سے ہو
نصیبوں میں کسی کے گر خزانہ ہو تو یاں سے ہو
کوئی گر صدر آرائے زمانہ ہو تو یاں سے ہو

ظفر ان کو یہاں جانا وہاں سے دیر کر آنا
مگر یہ میر ہے جب جلد آنا ہو تو یاں سے ہو

کہیں عے حال دل اس دل سے کچھ ہی ہو
 ہمارا حال تہاری جفا سے کچھ ہی ہو
 قدم رکھیں سرمیدان عشق جب سرباز
 دکھاؤں صدف سے گرمیں خیدہ قد اپنا
 دل آشنا ہو کر آشنا گئی میں تری
 اڑا خاک پھروں یا پھروں گریباں چاک
 کسو کی جان پر آفت کسو کا دل غارت
 جو پہننے دے گانہ سے مقرب تو یہ سے خوار

وہ سن کے خوش ہو کر خوش بلا سے کچھ ہی ہو
 نہ ہاتھ اٹھائیں گے پر ہم بلا سے کچھ ہی ہو
 نہ پھروں نہ کبھی تیغ جفا سے کچھ ہی ہو
 تو فرق آپ کی زلف دہا سے کچھ ہی ہو
 پرآج دیں گے اے دم دلا سے کچھ ہی ہو
 کوئی تو کام دل ان دست و پا سے کچھ ہی ہو
 انہیں تو کام ہے بازو دا سے کچھ ہی ہو
 رہیں گے اس کے لبو کے پیاتے کچھ ہی ہو

بلا سے کفر ہو یار میں ہیں دونوں ایک
 ظفر ہو دل کو محبت خدا سے کچھ ہی ہو

ہمسراں زلف سے ملک تفتی ہووے تو ہو
 وار ہوئے ہیں جو اس تیغ ننگ کے دل پر
 صدقے اے رشک جن اس قدموں کے ترے
 جوتری نوک مڑہ رکھی ہے حیزی ظالم
 جاں کنی عشق میں ہو میری طرح کیا طاقت
 راز دل فاش کرے کون بجز فضل سرشک
 درد دل ماسخ ہے درد مرا کیا جانے
 پہنچے منزل مقصود زینتا اے عشق

روکش اس لب سے متقی یعنی ہووے تو ہو
 یہ کسی معرکہ میں تیغ زنی ہووے تو ہو
 سیدھا ایسا کوئی سرو چینی ہووے تو ہو
 حیر ایسا کسی برچی کی اپنی ہووے تو ہو
 قیصر فرہاد کا گرکھ کئی ہووے تو ہو
 ایسا غماز وی ماسخ دینی ہووے تو ہو
 اس کو معلوم جو کچھ جی پہنی ہووے تو ہو
 اس میں یوسف کو نگر بے وطنی ہووے تو ہو

نہیں ظاہر تو ظفر باعث خاموشی یار
 کوئی پنہاں سب کم تفتی ہووے تو ہو

نہ میں خوش مافادل سے کوئی یوں ہو تو یوں بھی
 یہ پھیرے زلف مشکیں کو تو بادھے اس کی وہ مشکیں
 بغیر از آگئی دل ہو کسی کو کیا خبر دل کی
 لبوں میں ہو اثر میری تو شاید دل پھرے اس سے
 جو ہووے مثل دل غنچہ رکھے پکڑے جگر غنچہ
 بغیر از جاں نثاری کب کرے ہے یار دلدار
 کرے خمخوار کیا داں اگر ہو غم نصیبوں میں
 ہیں شاکی چلش سے اس کی میں یہ کیوں ہے آرزو

سبب کیا کام کیا دل سے کوئی یوں ہو تو یوں ہو
 اگر سرزد خطا دل سے کوئی یوں ہو تو یوں بھی ہو
 اگر چہ آشنا دل سے کوئی یوں ہو تو یوں بھی ہو
 اگر ماسخ و عادل سے کوئی یوں ہو تو یوں ہی ہو
 مشابہ اے مبادل سے کوئی یوں ہو تو یوں ہی ہو
 جو اس پر جھلا دل سے کوئی یوں ہو تو یوں ہی ہو
 پڑا باتیں بنا دل سے کوئی یوں ہو تو یوں بھی ہو
 اگر مجھ کو نگر دل سے کوئی یوں ہو تو یوں بھی ہو

کشش میں ہو اثر دل کی تو خاطر ہو ظفر دل کی
 کر حاصل مبادل سے کوئی یوں ہو تو یوں بھی ہو

صفائی تجھ کو نہ منظور ہو تو کیوں کر ہو
جو تو نہ عشق کا رنجور ہو تو کیوں کر ہو
دل اپنا باغ میں مسرور ہو تو کیوں کر ہو
اپنی ہند یہ ماسور ہو تو کیوں کر ہو
یہ حسن آپ کا مشہور ہو تو کیوں کر ہو
نصیب رتبہ منصور ہو تو کیوں کر ہو
تمام خانہ زبور ہو تو کیوں کر ہو
وہاں ہمارا جو مذکور ہو تو کیوں کر ہو

غباروں کا مرے دور ہو تو کیوں کر ہو
ہمارے درد محبت سے واقف اے اسح
نہ مے نہ جام نہ جتا نہ ساقی علقام
بیش دیدہ نمناک سے ہیں جاری اشک
نہ ہووے باعث شہرت اگر ہمارا عشق
چڑھائیں دار پہ جب تک نہ دل کو وہ مڑگاں
جو دل میں ایک ہو روزن تو کچھ ہواں کا علاج
برا کہیں نہ اگر یار کیا کہیں ہم کو

ہمارے داغ کو سوزش سے ہے ظفر بہبود
مفید مرہم کالور ہو تو کیوں کر ہو

باطن میں کیا ستم ہے کہ دشمن بنے رہو
غیروں میں ایک غیرت گلشن بنے رہو
ہوا اب اسیر طوق پہ گردن بنے رہو
خادم ہمارے تم سرمد فن بنے رہو
دونوں تمہارے واسطے مسکن بنے رہو
ایسا نہ ہو کہ سنگ فلاخن بنے رہو
تم غافلوں نہ رستم ویزن بنے رہو
دیکھو ملو نہ فن میں مشین بنے رہو
دلائی اب یہی ہے کہ کو دن بنے رہو
تم واسطے اس آگ کے روشن بنے رہو

ظاہر تو دوست اے بتا پر فن بنے رہ
گل کھاؤں کیوں نہ میں کہ جو گل پش ہو کے تم
حلقے میں تم ہو حضرت دل زلف یار کے
اے یاس و غم ہے شرط رفاقت کے بعد مرگ
جاؤ مکان دیدہ و دل چھوڑ کر نہ تم
گردش سے آسمان کی سنگین دلو اورو
چلتا ہے زور مرگ سے اب اپنے زخم میں
دیں گے بگاڑ بد معیشت کو شیخ جی
دلا سے یہ زمانہ مخالف ہے دوستو
اے آنسوؤ بچھے نہ مری سوزش جگر

ظفر سے کہتا ہے ہنوں کہیں درد دل محروں
جو غم سے فرصت اب اک دم ہمیں بھی ہو تمہیں بھی ہو

بھتا ہووے ظفر پیدا سب زنگاری پیدا ہو
عین حکمت ہو وہ مجھ کو جو بیماری پیدا ہو
کیونکہ نہ آتش خاک سے جائے لالہ ہماری پیدا ہو
درد جگر سے ان کے لہکے ہر بیماری پیدا ہو
یاری بنت کریں تو شاید اس سے یاری پیدا ہو
حاصل کیا اکسیر بھی گر قسمت سے ہماری پیدا ہو
پھر تو ناف میں ہو آہو کے تنگ ستاری پیدا ہو
روٹی آہ وزاری سے جب واں ہزاری پیدا ہو

دیکھ کے کھا سبز کو اس کے یہ بیماری پیدا ہو
ہوووے اگر آزار مرا تم سے نہ بیماری آنکھوں کو
بعد فنا بھی ہیں وہ سوزی دل میں داغ محبت کے
یاد بہار حسن میں تیرے آہ بھر میں گرسافت جاں
یار ہوں یا عیار کسی کا وہ عیارہ یار نہیں
ہووے حرمہو گر چہ غمی دل دولت سے نہ قناعت ہے
وقف زلاں ہزہ تربت ہو جو زلف کے ماروں کا
جانے دو اے حضرت دل کیا فائدہ آہ وزاری سے

مجھ کو تیغ عشق ظفر لگاری اپنی دکھائی ہے
سینہ و دل میں میرے یہ کیونکر زخم کاری پیدا ہو

وہ کہتے ہیں بے ہوش نہ ہو ہوش میں آؤ
کہتے ہیں نہ اس فوج زرہ ہوش میں آؤ
تم دیکھو نہ پندرا تن و توش میں آؤ
کچھ فکر کریں وصف ہو ہوش میں آؤ
نک محفل عدان قدح نوش میں آؤ
مانند خم سے نہ بہت جوش میں آؤ

ہم کہتے ہیں بے ہوش ہیں آغوش میں آؤ
وہ حلقہ سوکرتے دلوں پر ہیں ترم
اے بیل تنو سوت سے چٹنے کانٹیں زور
اے حضرت دل باندھ چکے زلف کے مضمون
کیا کرتے ہو گوشے میں ایچ شیخ جی صاحب
کچھ مہ سے نکل جائے نہ اے بارہ پرستو

کہتا ہوں ظفر ان سے جو اشعار ہیں بے ربط
تم لب پہ نہ لاؤ نہ کبھی ہوش میں آؤ

ماٹن تیج کو خون شہدا میں رگو
حضرت دل نہ غم ماہ لقا میں رگو
تم جو پوشاک سیر اپنی عزا میں رگو
کپڑے مٹی سے نہ حل کر فقرا میں رگو
عالمو ریش نہ اس رنگ دغا میں رگو
تم گلابی جو گل سرد ہوا میں رگو

اپنے ہاتھوں کو جو تم رنگ حنا میں رگو
خیمہ چرخ کو آہوں کے رکھو میں اپنے
ہیں شہیدوں مہبت کے نصیب اسے کہاں
چیتے جی خاک میں لی جاؤ فقیری یہ ہے
پڑے تم نہیں ہونے کے جوں کر کے خطاب
ہو نزاکت سے وہیں وہ دتھارے سر میں

جیب و دامن کو ظفر اپنے سرشک خوں سے
دیکھو اس رنگ نہ مجبوش بنا میں رگو

دوستو اس کو جو پوچھو تو ہمیں سے پوچھو
کس سے ہنواب تھا اس ماہ جنیں سے پوچھو
اس سکاں کا ہے جو احوال کیس سے پوچھو
اپنے کوچے کے کسی خاک نشین سے پوچھو
بے نال یہ بتائے گا کہیں سے پوچھو
اس میں حاصل تجھے کیا ہوگا کہیں سے پوچھو
اک ذرا اپنے عی حسن نکلیں سے پوچھو
ہم دوا ہم سے نہ تم پوچھو انہیں سے پوچھو

رسم الفت نہ دعائے دل و دیں سے پوچھو
رات آنکھوں میں کئی مجھ کو ستاروں کی طرح
ہے غم پار کو معلوم حقیقت دل کی
روشن نقش قدم خاک میں لئے کا مزا
دل کو آزر ہیں محبت کے مطالب سارے
سینہ کا وی سے تری کوئی ہوا گر مانی
مجھ سے کیا پوچھتے ہو تم سب سوزش عشق
کیا بتائیں تمہیں ہم باعث رنجش ان کا

اس کے انجم ہیں بہت یا مرے دل کیروزن
اے ظفر دے کے قسم چرخ برس سے پوچھو

ہم تے تم کیا پوچھتے ہو مہرباں اچھے تو ہو
 تم برے کا ہے کو ہو تم کو برا کہتا ہے کون
 حضرت دل چاہئے پرہیز کیوں کھاتے ہو غم
 کیسے باطن میں تم اللہ جانے اے تو
 درد مندوں سے کبھی بے درد تو اتنا تو پوچھ
 دل ہوا یاد کمر میں گم مری پائی نہ بات
 اچھے ہو جائیں ابھی بیمار غم اس کے اگر
 کہتے ہو کیا چارہ گر سے بھر گیا مرہم سے دل

کہتے ہو داراشفا اس کی گلی کو تم ظفر
 پھر بھلا یہ ہم بھی کو دیکھیں اے میاں اچھے تو ہو

ایسا ہو گر کلام نہ ہو کچھ نہ کچھ تو ہو
 قاصد وہاں سے کوئی نثانی تو لائیو
 اس تند خو کو گرچہ ہو منظور کشت و خون
 کہ صرف ایک جرم کا ساقی نہ ہم سے تو
 وہ کون ہو تو اترے دیوانے کے جسے
 تو چاہے اگر کہ نہ ہوں لک دل خراب
 دو چار گالیاں ہی ہمیں خدا میں لکھ کے بھیج
 جا سکتا کوئی اس بت خود کام تک نہیں

تسکین دل تمام نہ ہو کچھ نہ کچھ تو ہو
 گرم و پیام نہ ہو کچھ نہ کچھ تو ہو
 بالقرض قفل عام نہ ہو کچھ نہ کچھ تو ہو
 گرچہ سپور جام نہ ہو کچھ نہ کچھ تو ہو
 پروائے تنگ عام نہ ہو کچھ نہ کچھ تو ہو
 کس طرح انتظام نہ ہو کچھ نہ کچھ تو ہو
 گرچہ دعا سلام نہ ہو کچھ نہ کچھ تو ہو
 جاوے کیوں کام نہ ہو کچھ نہ کچھ تو ہو

وہ تار زلف طائر دل کے لئے ظفر
 پھندا تو ہو جو دام نہ ہو کچھ نہ کچھ تو ہو

گر ہو پاس مہر بشر کو جس کا ہووے اسی کا ہو
 دل کے مکان میں کون کیس ہو تیرے سوا کس طرح کوئی
 گر یہ نے گرا شیر نہ کی تو مالہ ہی کچھ تار کرے
 ترنگہ کا گر نہ ہدف ہو ہووے حدنگ مڑگ اس کا
 ہم نہیں دیتے اس کو دل جو سولس جاں ہو ہزاروں کا
 راہ وفا پر ہو جو قائم اس کو نہیں ہے لغزش

پھیرے نہ سوائے غیر نظر کو جس کا ہووے اسی کا ہو
 کر لے اپنا اور کے گھر کو جس کا ہووے اسی کا ہو
 پر ہو اثر اس غارت گر کو جس کا ہووے اسی کا ہو
 پروہ نثار کرتے جگر کو جس کا ہووے اسی کا ہو
 چاہئے ہے اس رشک فر کو جس کا ہووے اسی کا ہو
 تن سے اڑدے گر کوئی سر کو جس کا ہووے اسی کا ہو

گرچہ ہزاروں لالہ رضا ہوں باغ جائیں جلوہ نما
 لیکن شوق دید ظفر کو جس کا ہووے اسی کا ہو

کیا دل کو تاب ہویت سرکش کے روبرو
 کیا کیا جلی ہے رشک سے شب ہو کے فروغ
 رتبہ خطوط مہر کو کب آسمان پر
 زائد مگر دعائے قدح کچھ چلے نہ ذکر
 دل ہے وہ داغ داغ کو سوخانہ باغ ہو
 گر نغمہ ناط ہو شبیوں سے کم نہیں
 سیلاب کوئی ٹھہرے ہے آتش کے روبرو
 محفل میں خلع عارض مہوش کے روبرو
 اے ترکش کہاں تری ترکش کے روبرو
 محفل میں دیکھ بد قدح کش کے روبرو
 بے رنگ اس مکان منتقل کے روبرو
 آفت دیدگان مشوش کے روبرو

ملا جو جب مذاق سخن بھی نہ ہو ظفر
 کیا پڑھے شعرا اس بڑا نقش کے روبرو

دکھاؤں میں اگر اپنے فروغ داغ بھراں کو
 چھپائی ہے کیوں وہ زلف کافروں کے جاں کو
 ہوئی وحشت میں سوز دل سے یہ کثرت پسپو لوگی
 سرہنگام صحرا میں ہمارے تار دامن سے
 خیال اس زلف کا ہے کیوں نہ میرے داغ دل چکیں
 جب دیوانے ہیں وہ جو کھلا جادو سمجھتے ہیں
 نہ دیکھی ہووے جس نے غنچہ نعلکھ میں شبنم
 جگر سہکڑے ہووے ایک دم میں صبح مہر کا
 نظر بھراں کو دیکھا جس نے وہ چٹا پھر پتنگے
 ہوا خواہی سے دل سوزی کے کب ہوں دل بے خندے
 رہے جا نہ دکھانے کی نہ خود شید درخشاں کو
 تعجب ہے رکھے ہندو بغل میں اپنی قرآن کو
 کہ پھلکاری کا پیرا ہن ملا ہے جسم حریاں کو
 جنون بندھو اے ہے دستار ہر خار مغیلاں کو
 کہ ہوئی ہے شب تاریک میں رونق چراغاں کو
 کیا وحشت نے میرے چاک دامن عیباں کو
 دہن میں وہ ترے جلت تبسم دیکھے ہداں کو
 ترے عاشق دکھائیں اپنے گر چاک گریباں کو
 فسون کوئی بلا ہے یاد تیری چٹم مڑگاں کو
 پر پروانہ کیا چکھا جھلے طمع شہبازاں کو

ظفر مشتاق ہوں میں جلوہ رخ تجازی کا
 بھلا دیکھوں کن آنکھوں سے جمال بلکہ کناں کو

رہب مہتابی اگر وہ رخ پر نور نہ ہو
 تاک کر عقد ٹریا کو نشے میں ساقی
 لب جلاں کو ہو دھوے تو سیلابی کا
 ہم کو اس دور میں ہو کیوں طلب ساغرے
 دل کا ٹھہرا ہے تری نیم نگر کا سودا
 داغ پروانہ دل سوز پہ حسرت ہے اگر
 ضعف سے ہاتھ میں بیمار الم کے تیرے
 اے ستم کیش ترا زخم حدیگ مڑگاں
 شب مہتاب مجھے کیوں شب دیگور نہ ہو
 سوچا یہ کوئی خورشید انگور نہ ہو
 اور ستم ہے کہ علاج دل رنجور نہ ہو
 یہ تو جب ہے کہ تری ترکش محمور نہ ہو
 پر کریں کیا کہ جولیہا مجھے منظور نہ ہو
 اشک اے خلع ترا مرہم کا نور نہ ہو
 گر عھا بھی ہو تو غیراز مژدہ ممور نہ ہو
 کوئی دل میں نہیں ایسا کہ وہ ماسور نہ ہو

اس پری رو کو دکھائے ہے شتاب آمیز
 اے ظفر حسن پر اب کیونکہ وہ مغرور نہ ہو

خط مرا شوق سے غیروں میں مری جاں کھولو
 میرا کھونٹے ہے گلا وحشت دل جاں ہے ٹھک
 سر پہ ہر آبلہ پائے تمہاری منہل
 تو سن مار کو گرا اور ہے کوڑا منظور
 دل بیتاب ہے آنکھوں کا تمہارے بنار
 زلف کو مصحف رخسار ہے تم سر کاؤ
 غافلہ دیکھو تم اپنے ہی میں اس کی صورت
 وہ ہی پاؤ گے جو قسمت میں ہے دنیا طلبو

اے ظفر بادِ حق ہو گر کمر بہت کو
 شرط یہ ہے کہ نہ تم پھر کسی منوں کھولو

جن آنکھوں نے دیکھا ہے حسن رخ جلاں کو
 ذرہ جو دکھانا ہوں داغ دل سوزاں کو
 کیوں رنگ مٹی سے ہو زیب اس کے نہ دہاں کو
 ہے دیدہ تر آہو زنجیر کا حلقہ سا
 سوئے خوابیدہ بیدار ہوں اک پل میں
 لگ جائے جھڑی برسوں پھر اتنے جھڑیں آنسو
 سیز تو سینے اس کو گر پاک ہو یا
 وہ رنگ کا گھوایا گل برگ سے بھی نازک
 یہ کہہ کر ترا بھل ترپا کہ لگائے گا
 ہے چشم میں بھر لانا پھر زخم بھر آنسو

ہو زیرِ لنگ راحت کس طرح ظفر ہم کو
 آرام نہیں آپ ہی اس گنبد گردوں کو

کیوں ملتا ہے سامنے کاٹل کے ہاتھ پاؤں
 لڑ کے پہنچے ہم ترے کوچے میں اس طرح
 کس کس مرے سے رات کو مٹی میں دم بدم
 رہا قفسِ راجتے ہیں خادوں کی طرح
 کیا سنا رہا ہاتھ نہ دیئے عشق کا
 لکھی جو ہاتھ پائی ترے ساتھ لیر کی
 خط بھی لکھے گا آپ بھی آئے گا تیرے پاس
 شب کہاں پر ہی کو کر دھلوئے جوں سیرا

کونائے اس گز نے بھل کے ہاتھ پاؤں
 مارے بو لہان ہیں چھل چھل کے ہاتھ پاؤں
 ہم چوتے تھے ساقی محفل کے ہاتھ پاؤں
 منزل میں عاشقی کے مرے ل کے ہاتھ پاؤں
 اور تھک گئے مشہور کافل کے ہاتھ پاؤں
 ہوں سرد کیوں نہ عاشق بیدل کے ہاتھ پاؤں
 پٹے ہیں جب تلک ترے مائل کے ہاتھ پاؤں
 مہندی بھرے وہ حور شائل کے ہاتھ پاؤں

بے دست و پائی ان سے بھی بھتر ہے ظفر
 بے کار کاٹلی سے ہوں کاٹل کے ہاتھ پاؤں

عارض روغن سے روکش ماہ کائل ہو تو ہو
تم کو کیا پروا کسی کو رنج حاصل ہو تو ہو
جس طرح رہتا ہے تجھ بن میرے دل کو خطر اب
کب دل دیوانہ آتا ہے کسی کی قید میں
ہم وفا سے منہ نہ موڑیں یہ ہے شرط دوستی
کیوں کر ہوں اس شمع روغن بزم آرائے نشاط
عشق کے نزدیک ہے آسان وہ دشوار غم
وہ تو ہے دکھلا رہا ہے پردہ صاف اپنا جمال
جب تلک ہے دم میں دم تیرا بھرے جاپنکا دم
ہووے یوں معلوم کیا یاروں کو قدر عافیت

ماہ نو تھوڑا سا ایرو کے مقابل ہو تو ہو
تم تو دل لے لو بلا سے کوئی بیدل ہو تو ہو
مضطرب اس طرح کوئی مرغ بھل ہو تو ہو
پر تری زلفوں میں پابند سلاسل ہو تو ہو
وہ وفا دشمن ہمارا گرچہ قائل ہو تو ہو
روشن محفل مرے وہ زہب محفل ہو تو ہو
آدنی بہت نہ ہمارے دور منزل ہو تو ہو
کچھ تری غفلت کا غافل پردہ حائل ہو تو ہو
دم کا لینا ضعف سے عاشق کا مشکل ہو تو ہو
جب کہیں دل ان کا میری طرح مائل ہو تو ہو

اب گریہ سے بچھے کیا آتش غم اے ظفر
بلکہ اس سے زور افزوں سوزش دل ہو تو ہو

جو کوئے عشق میں ہم نے ذرا جمائے پاؤں
جو آگے عشق کے میدان میں بڑھائے پاؤں
گزا ہووے گا ہم دل ہلوں کا خاک پہ کیوں
بہت پھرے حرم و در میں کہیں اس کو
دلائے اس لئے عاشق کو بچہ ترگاں
پری کو صحن سے اس حور روش کے کیا نہایت
بلا سے آنکھیں پلپس میرے تو نے کدوے سے
عجب نہیں کہ مجھے تیرے زیر پا گلبزرگ

تو چھل و ہوش نے کیا جلد جلد اٹھائے پاؤں
تو شرط ہے کہ پیچھے نہ پھر بٹائے پاؤں
غرض ہے کیا اسے اتنی جو وہ ہلائے پاؤں
نہ پلایا شیخ و برہمن نے کیوں تھکائے پاؤں
کہ تا وہ آنکھوں سے اپنی ترے دہائے پاؤں
کہ وہ پری سے نہ اپنے کبھی دھلائے پاؤں
کہ اپنی آنکھوں سے میں نے ترے لگائے پاؤں
خدا نے ایسے ہی نازک ترے دھائے پاؤں

سنجھل کے کچھ فکراہ اے ظفر اس کا
صفائے رخ سے نگہ کا پھل نہ جائے پاؤں

جو دیکھا میں جوش غم میں میرے شک پیئے کو
گل خود شہد پر اک ہوس کی پڑ جائے گلش میں
نظا نام و نشان کے آروز کاوش میں لائی ہے
لب شیریں سے ہے تیری حلاوت زندگانی کی
لگا ہوں جو دل اس سنگدل سے دل یہ کہتا ہے
نہ دی محفل میں مجھ کو جائے پر یہ بھی غنیمت ہے

تو بیا خوب دست سوج سے دلیا نے پیئے کو
ترے رخسار پر گر یک نظر دیکھے پیئے کو
وگرنہ سبز کاوی سے غرض کیا تھی سمجھنے کو
کلام تلخ لیکن تلخ کر دیتی ہے جینے کو
کہ چھر سے بھڑا کیوں ہے خالم آگھنے کو
کہ اپنے دل میں تو اس نے جگہ دی میرے کیئے کو

ظفر بخت داما اپنا کرے گرد بہری میری
تویاں سے جائے کئے کو کئے سے پیئے کو

غفلت کا ظفر پردہ اٹھ جائے جو آنکھوں سے
آ جائے تاشا پھر کیا نظر ہو

وہ مری جاں میرے پاس آئے تو کیا اچھا ہو
نہیں معلوم کہ میں کون ہوں اچھا کہ برا
خواب میں جو کہ دکھا جاتا ہے صورت اپنی
ساغر جم میں جو آئی تھی نظر کیفیت
اے مسیحا نفس اٹھ بیٹھے ترا کشتہ باز
کوچہ تک ہے دنیا نہیں آرام کی جا
جو برا آپ کو سمجھے تو وہ ہووے
ہے بڑا وصل مریض غم جہراں کا علاج

اور نہیں جان نکل جائے تو کیا اچھا ہو
کوئی اس صید کو بتلائے تو کیا اچھا ہو
شل ظاہر بھی وہ دکھائے تو کیا اچھا ہو
وہ نظر دل ہی میں آجائے تو کیا اچھا ہو
ابھی تم سے جو فرمائے تو کیا اچھا ہو
یاں کوئی پاؤں نہ پھیلانے تو کیا اچھا ہو
کہ برا اور کونھرائے تو کیا اچھا ہو
یہ دوا ہاتھ نہ جب آئے تو کیا اچھا ہو

آئے سب ایک نظر گریہ روئی کا پردہ
اے ظفر رخ سے اٹھ جائے تو کیا اچھا ہو

ہو ہیں تاشا ترے اے رشک قمر دو
اک ہر دندان مصفا مجھے گرو
پالے ہیں ترے صن کے دیبا میں بہنور دو
آنکھوں سے دو چاراس کے ہوا ہے دل عاشق
اے آنسو کچھ جلد روی اپنی دکھا دو
ہے طرفہ ظلم ہروں میں تیرے جو چپے
ڈرتا ہوں کہیں جنبش سگاں سے تم اپنے
پھر زیست کا عرصہ ہو کہاں منزل آرام
دکھا دے وہ بت اپنا اگر طاق دو ہو

اک جامہ نورانی آتے ہیں نظر دو
کویا کہ دہن سوتیوں سے تم مرا بھر دو
ہو اس پہ غصہ یہ ہے کہ ہیں ان میں نگر دو
پر دیکھئے کیا ہو کہ ادھر ایک ادھر دو
جلدی ہے مجھے لا کے مرے دل کی خبر دو
اک جھڑ تلواریں ہیں عرصہ گرو
زیر وزیر اک ٹپا میں دو عالم کو نہ کرو
ہر آمد شد میں جو نفس کے ہوں سطر دو
اے زہر و ایمان تم بھی طاق پر دھر دو

ہر ایک میں آتا ہے نظر ایک ہی ہم کو
جس کہ ہے روئی دل میں وہ سمجھے ہے ظفر

مجھ کو غم شلباش ہے یہ وقت شلباشی کرو
منزل دنیا کو اے یارو نہ سمجھو عیش گاہ
اس کا نقشہ کھینچا وہ کلک تصور نے مرے
دل کی گری کو ہے بس پتھوں بھری بانگی جھوک
حکم فوج اشک کو دیتا ہے یہ سلطان عشق
یہ نزاکت ہے کہ معدے میں گرانی ہو وہیں

میرا دیکھو میرا زلفوں پہ تمک پاشی کرو
یہ مقام رنجو غم ہے یاں نہ عیاشی کرو
دیکھو باق شو اگر تم ترک فحاشی کرو
اے ہوا خواہو نہ پٹکھا مجھ کو فراشی کرو
قطرہ خوں سے کلاہیں تم قزلباشی کرو
رنگ تم پشاک کا اپنی اگر ماشی کرو

کرتے ہو کیوں غم کہ دنیا چند روز ہے ظفر
زندگانی تم بہ حشاشی و بپاشی کرو

رونا میرا پوچھتے کیا ہو چشم سے آنسو پہنے ہو
 چاہو پہنو زیور دنیا چاہو پہنو زیور دین
 میں تو بکے عی جاؤں گا جوڑ میں اپنی کہتا ہوں
 ہوئے گا اور عی حسن وہ بلا تیرا ساریے سینوں میں
 تیغ جفا سے وار کرے تو ہاتھ نہ روکو قاتل
 قاتل ملاح سے اپنی پیچہ بازک رنج نہ کر
 مجھ کو تصور اور بندھا ہے ایک ذرا چپ رہنے دو
 کر لو پسند ایک اس میں سے یہ دیکھو بنے ہیں کہنے دو
 اس یہ مجھے سودا کی وحشی کوئی کہے تو کہنے دو
 کانوں میں اے کان ملاح تو نے جو بالے پہنے دو
 اس کو سینے لگانے دو اور مجھ کو جفا کس پہنے دو
 کر دیئے میرے دل کے لکڑے تیری ایک نگہ نے دو

دل نے جو ماکانات ظفر اک پور خال عارض کا
 ہو کر یرہم مارے کوڑے وہ ہیں زلف میرے نے دو

نصیب ایسا تو سوز جگر کی کو نہ ہو
 جلتے رقیب دل اس کا نہ سوم ہو اے آہ
 جو ایک عیب ہو دیکھیں ہزار غور سے یار
 تمام سود ہے سودا دکان ہستی کا
 ہزار رنج و الم ہوں تو سب گورا ہیں
 بجائے کہہ روزخ کے گر ہو طوبی غلد
 کر جمل کے خاک ہو دل اور خبر کسی کو نہ ہو
 یہ کیا کسی کو تو ہووے اثر کسی کو نہ ہو
 ستم ہے لاکھ ہنر پر نظر کسی کو نہ ہو
 جو تجھ سے نفع ہو سب کو خرد کسی کو نہ ہو
 کسی کا درد جدائی نگر کسی کو نہ ہو
 وہ نخل جس سے کر حاصل ثمر کسی کو نہ ہو

جو داغ دل پہ ہو تو رخم ہو جگر پر بھی
 کر ہو تو اس کو نہیں اے ظفر کسی کو نہ ہو

یہ تو رک سکتا نہیں روکوں تو کیونکر آنسو
 تیرے دیوانے کا ہے دشت نوردی سے یہ حال
 خانہ چشم میں ٹھہرے ہے کوئی اس کا پاؤں
 منہ میں ہے بیض لے سود چہ اپنے دیکھو
 رفا آنا نہیں جب تک نہ ہو دل پر صدر
 کان بالوں کے لئے کان ملاح تیرے
 خانہ بردوش ہے شرکوں یہ سر اسر آنسو
 منہ پہ ہے خاک پڑی آگے کے اندر آنسو
 ایک طوفان ہے یہ کودک اتر آنسو
 آگے ٹھہرا ہے کہاں لوک مڑہ پر آنسو
 خون دل آگے سے لکلا مرے بن کر آنسو
 کاش آویں نہ مرے دانہ گوہر آنسو

قدر ہر اشک ظفر کیوں نہ ہو مردم میں تیری
 ہیں بچہ ترے سوتی کے برہم آنسو

کیا رنگ دکھاتی ہے یہ چشم ترا ابو ہو
 اسی ہستی یکدم پر اف بل لے تری گری
 مرغان جن تم کو مدہ ہو کر گلشن میں
 اک وار میں دو لکڑے کرتی ہے مرے دل کے
 پروانہ سر شعلہ جلتے سے نہیں جلتا
 چھڑکے ہے تمک قاتل لے لے کے ننداں سے
 ہستی کو عدم سے ہم مرمر کے پہنچتے ہیں
 ہر مار جو زلفوں کا ہے بار نزاکت سے
 کیا شور شراب ہے مے خانہ عالم میں
 یہ خاک کا پتلا ہو مسجد ملائک کا
 خون جگر آہا ہا لخت جگر ابو ہو
 بنتا ہے شرارت سے کیا کیا شرار ابو ہو
 پھر موسم گل کی تو آئی برہم ابو ہو
 کیا حیر ہے قاتل کی تیغ نظر ابو ہو
 رکھی ہے محبت کی لو کیا اثر ابو ہو
 لیتے ہیں مرے کیا کیا رخم جگر ابو ہو
 اک دم کی مسافت پر اتنا سفر ابو ہو
 بل کھائے ہے بس کیا کیا وہ سوائے سر ابو ہو
 ہر دم ابر آہا ہا ہر دم ابر ابو ہو
 کس مسند عزت پر پہنچا بشر ابو ہو

ہمیں بھڑکا کے تم اٹھ جاتے کیوں ہو
 نہیں ہستی مقام خواب راحت
 رنگ گل ہنساتے گر نہیں تم
 یہ دل کافر نہیں میرا سمجھتا
 نہ ڈالو باز کے کتے پہ آنسو
 گرہ الفت کے رشتہ میں نہ پڑ جائے
 وہ مجھ پر آگ یوں عیا بن رہا
 ابھی ہے دور اب سے حرف مطلب
 بہت بھڑکائے گا صیاد تم کو
 پرانے سر کو ہیں قرآن کہتے
 بھٹے ہو کر برے کھلاتے کیوں ہو
 بس اتنے پاؤں یاں پھیلاتے کیوں ہو
 تو شبنم کی طرح دلو اتے کیوں ہو
 مجھے تم نا سحو سمجھاتے کیوں ہو
 شہیدوں کو بھلا نہاتے کیوں ہو
 جو سلجھاتے نہیں ابھاتے کیوں ہو
 رقیبوں اور اسے بھڑکاتے کیوں ہو
 مجھے کہنے تو دو جھنجھلاتے کیوں ہو
 ایران قلص گھبراتے کیوں ہو
 تارے سر کو تم ٹھکراتے کیوں ہو

نہیں پہچانتے چاہت کی گر آنکھ
 ظفر کو دیکھ کر شرما تے کیوں ہو

ہم سا جاہاز ہے وہ کون بشر دیکھیں تو
 ذرہ گر اس رخ پر نور سے اٹھ جائے غائب
 جن کو دہوی ہے بڑا اپنی جگر داری کا
 خندہ یار نے تو برق پہ مارا چھاپ
 وہ نظر باز ہیں اک عمر نظر میں رکھیں
 دل کھینچے اس کا ابھر ہے وہ کشیدہ خاطر
 ساعتوں خون بڑھے چشم میں عاشق کے جواب
 گل میں کیا خار میں کیا سب میں ہے یک رنگ بہار
 رکھ دے اس تیغ بجا کے تلے سر دیکھیں تو
 روکش کیوں کریں خمیہ فقر دیکھیں تو
 ان سے کہہ دو کہ مرا زخم جگر دیکھیں تو
 کرتے ہیں کہ سے کیا دیدہ تر دیکھیں تو
 ان کی صورت ہم اگر ایک نظر دیکھیں تو
 ہاں ترا سے کشش عشق اثر دیکھیں تو
 یک نظر چشم حمایت سے ابھر دیکھیں تو
 کھول کر چشم حقیقت کو اگر دیکھیں تو

عشق میں ہم ہیں جھیلی پہ لئے سر پھرتے
 ایسا سرباز ہے یاں کون ظفر دیکھیں تو

نہیں درکا کچھ محضر ہماری داغ دہائی کو
 کمر بستہ ہو دل کیوں کرنے میدان محبت میں
 گئی افسوس عمر اپنی یونہی مامہ سے کرتے
 غبار کوئے جاں ہوں کیوں کیا خاک حال اپنا
 جہن میں سبزہ سیراب کو کیا دیکھتے ہو تم
 محبت کا ہوں دیوانہ مجھے اک رٹ ہے بکنے کی
 وہ دولت دے خدا ہوں ناجور جس سے دو عالم میں
 وہ رکھ لٹ زلف کی اور پہ ظفر اپنی روز کہتے ہیں
 نکافی اپنے داغ دل کی کافی ہے کوئی کو
 کمر کا کھلنا دنیا نہیں مرد بیای کو
 قلم کی طرح سے روتے ہیں ہم اس رو بیای کو
 تہا سے کوئی پوچھے مرے حال تہا کو
 دم گریہ ذرا دیکھو ہمارے رنگ کای کو
 بٹھالے کیونکہ وہ محفل میں اپنی مجھ سے وای کو
 نقطہ دنیا میں زیبائش ہے تاج بادشاہی کو
 لپٹا سانپ نے کس بیچ سے دنیا میں مای کو

ظفر ساری خدائی ہووے ان کے تابع فرماں
 بجالائیں جو صدق دل سے فرمان الہی کو

کچے مدھیر کر کر لاکھ مٹاں یہ نہ ہو وہ ہو
 نہیں گرا مالہ ہم آہ عی دم ساز ہو اپنے
 گلستہ دل ہو غنچہ اور میرا دل رہے غمگین
 جو نکلے گھر سے وہ شب ماہ ویش اور چاند بھی نکلے
 کرے فطابہ گل تو نہ دیکھے داغ دل میرے
 جگر دل دونوں اب تو آرزو مند جرات م میں
 سدا گردش میں ہم ہوں اور نہ اک دم دور ساغر ہو
 بھرے مالے سدا بلبل رہے خاموش پروانہ
 مزاجب میکھی کا ہے کہ ساقی ہووے یار اپنا
 ترے آگے تو ترپے گونہ لوٹپاؤں پر تیرے جو ہوا آھ
 زلف اس کی سرا سیمہ نہ کیوں دل ہو
 تر زہر اب پیناں ہے زلاں حضرت سے خوشتر
 کرے غرق اک جہاں کوور بجھے میرا نہ سوز دل
 لگائے تو جو تکمل لعل کا دل خوں نہ ہو کیوں کر
 ادا ہو یا نگہ ہو دل کے میں دینے کو حاضر ہوں
 اسی شام غربت عی ہو بدلے شامیانے کے
 ستم ہو تیرا عاشق پرکرم ہو غیر پر تیرا
 کہا میں نے کہ سوت آئی نہ جانے یار پر یارب
 زینا گر تجھے دیکھے نہ دے یوسف کو دل اپنا
 ہوئی ہے سگر مادم دلا میں قاتل کو نہیں پروا

بجز تقدیر لیکن کب ہے امکاں یہ نہ ہو وہ ہو
 کوئی تو ہو انیس کچھ اجڑاں یہ نہ ہو وہ ہو
 ہزار افسوس بس نکلاں میں شاداں یہ نہ ہو وہ ہو
 خدا شاہد ہے ہر عالم میں ٹاپاں یہ نہ ہو وہ ہو
 تجھے منظور اے رشک گلستاں یہ نہ ہو وہ ہو
 یہ ہو کیونکر نشان تیر مڑگاں یہ نہ ہو وہ ہو
 یہ کیا انصاف ہے اے چرخ گرداں یہ نہ ہو وہ ہو
 عجب ہے عشق کے ہاتھوں سے مالاں یہ نہ ہو وہ ہو
 نہیں کیا لطف میرا ہر وادیاں یہ نہ ہو وہ ہو
 کر نکلے کچھ تو اس نعل کا ارماں یہ نہ ہو وہ ہو
 کہ امکاں عی نہیں میر گز پریشاں یہ نہ ہو وہ ہو
 گودا مجھ کو کیوں کر تیرے قرباں یہ نہ ہو وہ ہو
 تعجب ہے کہ تجھ سے چشم گریاں یہ نہ ہو وہ ہو
 کہ ہے حیرت کی جازیب گریاں یہ نہ ہو وہ ہو
 کوئی ہو پر ہو وہ اس دل کا خواہاں یہ نہ ہو وہ ہو
 بلا سے برسر گود غریباں یہ نہ ہو وہ ہو
 غضب ہے واں ن ہو وہ اور بھلا یاں یہ نہ ہو وہ ہو
 تو آ میں کر کے دل بھی یوں اٹھا یاں یہ نہ ہو وہ ہو
 کہے ایسا نہ ہووے ماہ کنعاں یہ نہ ہو وہ ہو
 غضب ہے مار کر مجھ کو پشیاں یہ نہ ہو وہ ہو

ظفر جاں عی نیا ناز کر کے دل دیا تو نے
 کہیں ایسا نہ ہو منظور جاں یہ نہ ہو وہ ہو

مدت میں ملاقات اگر ہووے تو یوں ہو
 وں تیر نظر ہو یہاں داغ جگر ہو
 جب تک کہ نہ شک آئے لئے پارہ دل کو
 دھار سے تو اپنے وزا زلف اٹھا دے
 جیسے میں کھینچے دل سے یہاں آئیں وہ کھینچ کر
 گر چہ کے پہلو کو نکالیں تو نہ نکلے

کیا کہئے ظفر کیسے لب یار میں ناوک
 شاید کوئی برگ گل تر ہووے تو یوں ہو

ارادہ اور کچھ ہے یار جانی اور کہتے ہو
جو ان سے حال دل کہتے تو کہتے ہیں ہٹا ہو کر
بھروسہ کیا تمہارا تم نہیں اک بات پر قائم
نہیں کہتے ہو تم کیا کیا مجھے اس جانفشانی پر
نہیں ہے داغ دل سے بھروسہ کوئی نشان بہتر
کہی جانی نہیں اے حضرت دل بات بھی تم سے

خلوں میں اور لکھتے ہو زبانی اور کہتے ہو
کہ کہہ تو ہو بھی گر کچھ کہانی ہو کہتے ہو
دم قہر اور وقت مہربانی ہو کہتے ہو
جو کتا ہوں زیادہ جانفشانی اور کہتے ہو
نہیں معلوم تم کس کو نشانہ ہو کہتے ہو
پھر اس پر اپنا حال ناتوانی اور کہتے ہو

ظفر جب شعر کہہ کر اور شاعر بند ہوتے ہیں
دکھا کر تم طبیعت کی روانی ہو کہتے ہو

میرے قاصد سے پیام اے یار جانی سن تو لو
میں بھی تو دیکھو کہ تم کو کس طرح آتی ہے نیند
داد میری جانفشانی کی نہیں دیتے نہ دو
حال دل میرا نہیں سننے تو میرے حسب حال
میں نہیں کہتا کرو تم رجم میرے حال پر
جاننا ہوں میں کہ ہو غیروں ہی کے تم راز دار

پاک کسا پیچھے خدا پہلے زبانی سن تو لو
اک ذرا میری مصیبت کی کہانی سن تو لو
پر کروں جو کچھ بیاں میں جانفشانی سن تو لو
مجھ سے کوئی شعروقت شعر خوانی سن تو لو
ایک میں کتا ہوں کیونکہ زندگانی سن تو لو
پر کیوں میں بھی جو کچھ راز نہانی سن تو لو

اے ظفر گرچہ سنا ہے ہو یہ وہ تم کو گالیاں
گالیوں میں بھی ہے لیکن مہربانی سن تو لو

منہ سے میں کیا کہوں کیا ہوں کیا ہوں متا ہلا ہو
ہوں جو اس زلف کے سودے میں پریشاں احوال
مرض عشق کی تدبیر اطلبانے نہ کی
کفر کچھ حق پرستی نہیں اے زہد اپک
خندہ وگریہ کا کیا پوچھتے ہو مجھ سے حال
میں ہوں وہ خاک کا پتلا کہ گولے کی طرح
نظر ہے نار نفس سے مرے اک نغمہ شوق
ہوں تو زنجیر م میں پر خانہ زنجیر سے میں

میں کسی درکا گدا ہوں متا ہلا ہو
میں گرفتار ہلا ہوں متا ہلا ہو
اصحنا پھرنا روا ہوں متا ہلا ہو
دیکھتا نور خدا ہوں متا ہلا ہو
مست سرشار ہوں متا ہلا ہو
دشت پیائے فنا ہوں متا ہلا ہو
ہر نفس نغمہ سرا ہوں متا ہلا ہو
بجائے عشق صدا ہوں متا ہلا ہو

مرشد پاک مرا فخر جہاں ہے اس پر
اے ظفر دل سے خدا ہوں متا ہلا ہو

کان دھر کر وہ سنے تقریر ہو اتنی تو ہو
تو نے قائل اک نگہ میں دل کے دو کھڑے کئے
خط مرا وہ دیکھ کر قاصد کو دیں جس کر جواب
یو سے کیے لپٹے عیا مارا تانیا نہ زلف کا
بن گئے تصویر سب دیکھ کر تصویر یار
اللہ اللہ خط مسکیں اس کے روئے خوب پر

بات ہو ایسی تو ہوتا تاثیر ہو اتنی تو ہو
وہ رہے برش اگر شمشیر ہو اتنی تو ہو
نامہ ہو ایسا تو ہو تحریر ہو اتنی تو ہو
اس خطا پر ہاں اگر تقدیر ہو اتنی تو ہو
واقعی صورت اگر تصویر ہو اتنی تو ہو
سورہ یوسف کی گرفتیر ہو اتنی تو ہو

ان کے آئے آئے یاں آئی لہیں پر اپنی جاں
خواب وہ آئے ظفر تاثیر ہو اتنی تو ہو

ہم وہ بے کھٹے ملیں مذہب ہو ایسی تو ہو
جس نے تصویر اس کی دیکھی بن گیا تصویر وہ
نیم فزہ نے کیا ایک دار میں دو کھڑے دل
خط کا عالم دیکھنا اس مصحف رخسار پر
وہ وائم کھانا غیروں کے نصیبوں کی قسم
جس قدر کھینچے ہے وہ اتنا ہی کھینچا جائے
گنبد گردوں نہ ٹوٹے گا قیامت تک کبھی
دیوہ درہند ہوں بے دل ہے پابند ہوا

کھل نہ جائے راز دل تقریر ہو ایسی تو ہو
اے تصور ہاں اگر تصویر ہو ایسی تو ہو
ہاتھ ہو ایسا تو ہو شمشیر ہو ایسی تو ہو
گر وقرآن کے اگر تقریر ہو ایسی تو ہو
اے زہے تقدیر گر مقرر ہو ایسی تو ہو
جذبہ الفت کی گرفتیر ہو ایسی تو ہو
ملی بے انتہام گرفتیر ہو ایسی تو ہو
قل ہو ایسا تو ہو زنجیر ہو ایسی تو ہو

غفلت دنیا کا شرہ دیکھا عقلمندی ظفر
خواب ہو ایسا تو ہو تعبیر ہو ایسی تو ہو

آپ کے مشتاق صورت ہم نہ ہوں کون ہو
ہم نے اس ایروکماں کو دے دیا کیوں اپنا دل
کہتے ہیں وہ آئینہ میں جلوہ اپنا دیکھ کر
ہم ہیں عاشق ہم کو آپ تیغ ہے آب ہتا
جب نہ ہووے آشنا کوئی حقیقت آشنا
آکے ہائیں تک ہمارے جبکہ پھر جاوے وہ یار
دیکھ کر آہ کو یاد آیا کوئی آہ نگاہ
شیفتہ ہیں ہم نہیں ہم اس دہان تک پر
ساتھ غیروں کے لگاتے ہیں وہ غوطے حوض میں

آئینہ سال محو حیرت ہم نہ ہوں تو کون ہو
تو وہ یہ ہلاکت ہم نہ ہوں تو کون ہو
یاد بیکر مہر طلعت ہم نہ ہوں تو کون ہو
تشنہ جام شہادت ہم نہ ہوں تو کون ہو
فی الحقیقت بے حقیقت ہم نہ ہوں تو کون ہو
واقعی برگزیدہ قسمت ہم نہ ہوں تو کون ہو
دشت میں سرگرم وحشت ہم نہ ہوں تو کون ہو
تک اے حضرت سلامت ہم نہ ہوں تو کون ہو
غرق دریائے خیالات ہم نہ ہوں تو کون ہو

ہے گنہگاروں کی خاطر اس کی بخشش اے ظفر
مستحق عفو رحمت ہم نہ ہوں تو کون ہوا

وہ زلف و روئے نورانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
وہ جداں کیا کر ملک در آہا ہا ہا آہا ہا ہا
تمہارے روئے روشن سے نقاب اک دم اگر اچھے
دیا دل اس کو جس کو قدر مطلق ہی نہیں دل کی
ہمارے اشک دلیہ کی یہ تم کو سیر لازم ہے
صنم کا نقش کھینچو ہم نے وہ ملک تصور سے
کسی کی بادِ خدق میں لبو کا قطرہ مڑگاں پر
وہ پورا دوستی میں ہوں کہ ہر دم میرے پاؤں پر

وہ ابرو اور پیشانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
وہ لب کیا لہجہ رمانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
کے پھر ماہ کنعانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
سوئی کیا ہم سے نادانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
کرے ہے سوچ طفیلی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
کہ مانی نے بھی چیں مانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
بنا لعل بدخشی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
گرا وہ دشمن جانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو

ظفر نامہ فخر دیں سے میرے کام کا عقدہ
کلا کیا ہی آسانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو

جگر خداداد نکل کی ہوا ہوس میں لبو
ہے اس قدر آنکھوں سے یک نفس میں لبو
کہاں ہے دل کا یہ مڑگاں کے خارخس میں لبو
ملایا رشک نے لعل تمک فشاں کے ترے
یہ کس شہید کی تم نفس روند کر آئے
کرے جو میرے طرح مالہائے سبز خراش
دلا نہ بن نگس قاب صحران جہاں
رواں ہو چشم سے غول کیوں نہ وقت بیابانی
نہ لاؤ غیروں میں ہاتھوں کی خدقوں کا ذکر
اڑنے پالپا گلے سے نہ میرے جڑے سے
تمہارے تلے کوئی بخون زار کی کیا قصد

نہ روؤں آنکھوں سے میں کس طرح نفس میں لبو
کہ اتنا ہووے نہ پیدا کئی برس میں لبو
چلتا شیر کی آنکھوں سے ہے نفس میں لبو
تمک شراب میں اور بیفکر کے دس میں لبو
کہ لگ رہا ہے تمہارے ہم فرس میں لبو
تو سوچ زن ہوا ابھی سبز جس میں لبو
یہ کبھی چوس نہیں چوڑے نگس میں لبو
کہ اپنے بس میں نہ دل ہے نہ اپنے بس میں لبو
کہ شگ ہوتا ہے غیرت سے میرا دس میں لبو
کہ شب اترنے لگا دیدہ صس میں لبو
نہ ایک عضو میں دم ہے نہ ایک لیس میں لبو

ہوا نہ پائے نگاروں کا اس کے پور نصیب
دل اپنا کیونکہ ظفر ہو نہ اس ہوس میں لبو

نہ جب تک غورتری اے کجکلمہ ائی سے سیدھی ہو
یقین ہے رت کا پردہ الٹ کر صبح روشن میں
عبا کھولے ہزار اے عنالیو رخت غنچے کو
ہر اسراں ہے دل عاشق کبھی سے فوج مڑگاں کی
اگر ہے سرنوشت ائی جھکا سر کو عبادت میں
کبھی سیدھا نہ ہوتے ہم نے دیکھا نیش کثردم کو
کبھی اور راستی جو ہے سو ہے خلقت میں انسان کی

کہاں برگشتہ بخونوں سے نگہ ائی سے سیدھی ہو
ہوا اے رخ پرگزلف میرا ائی سے سیدھی ہو
جو ت ائی ہو اس میں وہ نہ ائی سیدھی ہو
کچھ ایسا ہو یہ برگشتہ پہ ائی سے سیدھی ہو
کہ بے سجدہ نہ میراے روسیہ ائی سے سیدھی ہو
تری کس طرح سے نوک مڑہ ائی سے سیدھی ہو
نہ مگر سیدھی سے ائی ہو نہ مگر ائی سے سیدھی ہو

ظفر تقدیر سیدھی جس کی ہوش کی عبارت سے
کرے وہ بات ائی جس جگہ ائی سے سیدھی ہو

صبح تک فحش میں رہا ہوش نہ آیا مجھ کو
تو نے کیوں دشمن آرام بگایا مجھ کو
تپا ہجراں نے ترے ایسا جلیا مجھ کو
دکھ اٹھانے کے لئے تیرا بتایا مجھ کو
جذبہ شوق ترا کھینچ کے لایا مجھ کو
اس نے آنکھوں ہی سے جوں اٹک گرایا مجھ کو
راہ میں نقش قدم ایک نہ پایا مجھ کو

خواب میں جلوہ جو شب اس نے دکھنا مجھ کو
ہمکن تھا خواب عدم میں مجھے اے شور ظہور
جمل اٹھا بغض کی گری سے مری دست طیب
دل دکھانے کے لئے تجھ کو بتایا میرے
دل پیچیر سے تیرا اس کا یہ کہتا ہے کہ لے
میں نے جانا تھا کہ آنکھوں میں رکھے گا وہ مجھے
لے گیا خضر تصور تجھے اس راہ سے واس

گردش چشم ظفر اس نے دکھا کر آخر
چرخ کی طرح سے دن رات پھرایا مجھ کو

پلٹ سکے نہ کسی کے کوئی مقدر کو
ہزار چٹکے اگر سنگ پر کوئی سر کو
نہ واں لٹک کو ہے طاقت نہ تاب اثر کو
کہ روز دور سنا ہے لٹک کے ساغر کو
کب اعتبار ہے مہر دروغ مضمر کو
نہ بچول باندہ کے اے غنچہ کاتھ میں زر کو

اگرچہ عقل سے اٹے ہزارا دُختر کو
منا سکے نہ کوئی سرنوشت کا اک حرف
جہاں دکھائے تماشا ظہور قدرت حق
حال ہے کہ رہے ایک طرح پر یہ جہاں
جلانہ ہاتھ کو گل کھا کے بواہیں بے عشق
یہ جمع دے گی تجھے آخر ش پریشانی

مجھے جو اور کے در پر وہ در بدر ہیں خواب
ظفر نہ چھوڑو تو آستان حیدر کو

دیکھیں تو کرتے ہوں دن سے رات کیونکر کر تو دو
ہم کو اور ان کو اکیلا ایکدم بھر کر تو دو
ہر گل زخم کہن کو تازہ و تر کر تو دو
حال سے آگے مرے تم اس کو جا کر کر تو دو
تو عوض شبنم کے پیدا گل میں کوہر کر تو دو
دوستی میں کس طرح کرتے ہو ہمیں کر تو دو
انگلیاں ہاتھوں کی تم پانچوں برابر کر تو دو

داغ میرا اور لالے کا برابر کر تو دو ا
ان کا قرار اور انکار آج سب کھل جائے
دیکھیں خنجر کی تمہاری آب ہم پھر ایک بار
دوستو آئے نہ نہ آنے کا اے ہے اختیار
شدہ ہواں تم سے تم ہو گر معجز نما
ہم کو تو غیروں سے اور غیروں کو ہم سے مہرباں
ایک بے ہے ایک بالاسب برابر کیونکہ ہوں

اے ظفر ہے جام گل میں بادہ رنگیں بہار
تم بھی خون توبہ سے سرسبز ساغر کر تو دو

چشم و دل میں مرے رتے نے دو
کیوں ستاتے ہو ماسکو مجھ کو
بعد مدت وہ لالہ رو آیا
مجھ کو رونے دو آج گریہ سے
سر کی پرواہ نہیں ہے خلع صفت
وہیں اس رنگ دل کو ہوگا اثر

تیر مرگیاں اے لگانے دو گریستوے وہ تو ستانے دو
داغ دل مجھ کو تم دکھانے دو
بخت خوابیدہ کو چکانے دو
گر جلوے مجھے جلانے دو
آجکو میری لب تک آنے دو

اے ظفر رہا خشن ہے مشکل
اس سے تم باز آؤ جانے دو

مجھے ہر بات پر دیتے ہو لاکھوں گالیاں اوہو
دلا صد آفریں سر پر اٹھایا بار غم تو نے
دم آیا میرا آنکھوں میں نہ آیکھا آکھ بھر تو نے
گٹھا بھی گھٹ گئی دیا بھی اترا یہ نہیں رکھا
یہاں تک ناتوانی ہے کہ دم گھٹتا ہے سینے میں
مرا کہتا کہ کیا عالم ہے تجھ پر واہ واہ صدقے

تصدق اس زباں کے تم بھی یہ سیکھے زباں اوہو
کہ تو یہ ناتواں ہے اور یہ بار گراں اوہو
تغافل اس قدر افراز اتنا مہرباں اوہو
مری آنکھوں سے بھی ہیں کس قدم آسو رواں اوہو
ہزاروں کوس بھی پہنچوں گا میں کہ تک کہاں اوہو
ورن کا باز سے فہم فہم کے یہ کہتا کہ ہاں اوہو

ظفر مت پوچھو مجھ سے کہ کیا کیا لطف دیکھا ہے
وہاں تمہیں یہاں وہ وہ یہاں ہے ہے وہاں اوہو

دل کو مارا پارہ دل دوں نگاہ باز کو
بن کے پا جائے جیدہ میرے دل کے باز کو
دے کے سرافقت میں اس نے تازہ سر پید کیا
وہ قیامت ہے مرا مالہ کہ دم میں ہمدرد
ہے اب زخم جگر کو یہ جنبش دم بدم
زردی رخسار نے تیرے مریض خشن کو
ہاتھ سے صیاد کے اڑ جاؤں جوں رنگ حنا

پا بجے ہے طمع بعد از صید رتا باز کو
وہم نے اس کے بٹھایا ہے بڑے غماز کو
دیکھا روشن دلو تم خلع کے اعجاز کو
بند کردوں صودہ سرافیل کی آواز کو
دے ہے اے قائل دعا کی تیری تیغ باز کو
کر دیا فتن چننے عی مبتاب آفتل باز کو
ہاں وپر کی کچھ نہیں حاجت مری پرواز کو

سامری کہتا ہے دعوی ساری کا اے ظفر
یک نظر دیکھا نہیں اس چشم انسوں سر کو

کیا خاک ہے آہ وہ بیمار بھلا اب
جس کو کہ ظفر عشق کا آزاد لگا ہو

جہن میں مجھدم تک سیر فرماؤ ہوا کھاؤ
ذرا ایوان کے پردوں کو اٹھاؤ ہوا کھاؤ
نہ پیو وہ کیونتم یوں سے بس جاؤ ہوا کھاؤ
گلستاں میں ذرا تشریف تک لاؤ ہوا کھاؤ
جہن عی میں دل پر داغ کے آؤ ہوا کھاؤ
تبا کے کھول دو بند اب نہ شرماؤ ہوا کھاؤ

یہ کہہ دے اے جان سے کہ یہاں آؤ ہوا کھاؤ
مجھے ڈر ہے کہ گری میں دل مارک نہ گھبرائے
کیا پوسر طلب جس دم تو وہ جھنجھلا کے یہ بولے
نسیم اس یار سے کہہ دے کہ تم بیٹھے ہو کیا گھر میں
نہیں کم آہ سرد پانی نسیم صبح سے پیارے
یہ ہے ہنگام گری بے حلاوت ذرا بیٹھو

جوں کے کال کو پھیرا تو کالی دے کے یوں بولا
چلو بس اے ظفر مت گالیاں کھاؤ ہوا کھاؤ

یہ کہتے کیونکہ نار شب کو ہلال میں ہو
بے جہہ مہنتے تم تو زلفوں کے جال میں ہو
یا رب وصال اس کا روز وصال میں ہو
لکی کہاں سے لذت آب زلال میں ہو
ہاں تم تو شیخ صاحب مست اپنے حال میں ہو
کیونکہ نہ چلبلاہٹ اب تیری چال میں ہو
ہمسرنہ تو بھی تم سے حسن جمال میں ہو
نکتے مجھے تم ایسے اس سرخ ٹال میں ہو

جب یہ چمک تمہارے ہرو کے خال میں ہو
اے حضرت دل اب تو فکر رہائی کیجے
فرقت کی رات جس نے کائی ترپ ترپ کر
آگے لبوں کے تیرے بھرتا ہے قدر پانی
مجلس میں سے کشوں کی کیا کام ہے تمہارا
کبک دری کو تو نے پال کر دیا ہے ا
کو چرخ پر بھرا وے نہ آپ کو ولیکن
نظر ہے مہر تاباں جو مجھدم عشق میں

تھو کہیں ظفر اب بیٹھے عبث ہو درپر
وہ خواب مار میں ہے تم کس خیال میں ہو

شکر درد و الم بھیج نہ اے جن تو
 کیا ہے ارادہ ترا شوق شکر تا
 اس میں چھٹا ہے مرا طائر دل رات سے
 تنگ پکڑ ہاتھ میں سب سے ملنا ہے آنکھ
 شک کے قطرے مرے ہیں گے بہت آبدار
 دافوں سے ہے بھر گیا سینہ مرلیاں جو آہ
 چھید دیئے سب کے دل تیر مڑہ چھوڑ کر
 کیونکہ ہو روشن ترا عشق کے کشور میں مام
 خانہ دل چھوڑ کر لبتا ہو ممکن
 کیونکہ جہاں اب نہ ہو زیر و زبریک قلم
 اس قدموں سے کیا کی ہے کہیں سرکشی
 وصل تب اس کا دلا ہو وے کا حاصل تجھے
 مجھ سے بھی یاں بات ہے غیروں سے بھی سے پیام
 میں جو ہوں عاشق ترا مجھ کو نہ دیکھے تو حیف
 کہنے کو شاعر ہیں یاں کہتے ہیں ہر بات میں

کشور دل کو نہ کر اب مرے ویان تو
 چھڑے ہے آکر مجھے جوہر گھڑی ہر آن تو
 اے بت سرکش نہ کر زلف پریشان تو
 آج کرے گا یہاں پھر کہیں گھسٹان تو
 لینے اگر ہیں تو لے یہ درغلطان تو
 وہاں کہیں کیا دیکھے ہے سروچھاں تو
 تھوڑے عی دن میں ہوا تو وہ طوفان تو
 روز کٹاتی ہے سر خنچ شہستان تو
 نور کے گھر میں نہ جا میں ترے قربان تو
 سب کو دکھانا ہے یار جنبش مرگان تو
 خاک میں جو گڑ گیا سرو گلستان تو
 پہلے تو وہاں لاگھ لے عشق کے میدان تو
 روتی میں جان من ہے نہیں یکساں تو
 غیر سے الفت رکھ خاک ہے فنان تو
 شاعری کے فن میں ہے نیاں دان تو

مثنیٰ تجھے شمر کی ہے گی جو اب یک قلم
 کہتا کہ ہوائے ظفر صاحب دیوان تو

لخت جگر نہیں ہیں مرگان ترستے دو
 آنکھوں کو دیکھ اس کے دم میں حباب دہلا
 برو پہ اس کی زلفیں کیا اڑ کے آگئی ہیں
 یارو قدم مجھ کر رکھنا تک اس کے گھر میں
 اس قل کو ہے میرے برو کا اک اشارہ
 یارو نہ اب گھٹاؤ دل کو گھٹا دکھا کر
 شبیہ قریب ساغر کس نے دھرے ہیں ساقی
 کانوں میں یہ نہیں ہیں اس رشک مرے کے سوتی

کبرگ تر بڑی ہے شاخ شجر سے دو
 تک شرم سے ہو پانی بیٹھے او بھر سے دو
 جاسوں تک رہے ہیں دیوار و در سے دو
 ظالم کی تنگ سے ہیں وابستہ پرستے دو
 نکو ہاتھ سے تم رکھو اب ہر سے دو
 یہ وقت سے نکلی ہے ساغر نہ دھرتے دو
 یہ آبلے نہیں ہیں داغ جگر سے دو
 تارے سے ہیں چمکتے اپنی نظر سے دو

ہند آگئی ظفر کو زانو سے یار پر اب
 اے یارو کوئی تکیہ رکھ اس کے سر سے دو

جب اب پہ ترے رنگ مٹی جلوہ نما ہو
 ترس کی روش ہاتھ میں لے کیوں نہ عصا وہ
 عکس رخ دلدار وہیں ہووے نلیاں
 جب کھولتے ہو کا کل پچاں کو تم اپنے
 کیوں دیدہ و دانستہ نہ ہم خاک میں لی جائیں
 ہوس جو طل میں نے کیا اس سے تو وہ ہیں
 وحشت سے گریہاں کو کرے کیونکہ نہ ل چاک
 بحر اب حرم کیونکہ نہ سمجھے وہ بہر شعل
 جب اس کو تو پال کرے یوں تو پھر اے شوق
 میں تم پہ دل و جاں سے مری جان فدا ہوں

تب چشمہ میواں پہ نمودار گھٹا ہو
 آنکھیں جو تری دیکھ کے بیمار ہوا ہو
 جوں آئینہ کچھ دل میں اگر اپنے صفا ہو
 تب سر پہ مرے ایک نئی لائے بلا ہو
 اے شوق جو سرمہ تری آنکھوں میں لگا ہوا
 جھنجھلا کے لگا کہنے کر چل یاں سے ہوا ہو
 زنجیر چمن میں جو لئے سوچ صبا ہو
 سر جن کا خم ہروے جاں میں جھکا ہو
 باد صحرے ہوئے ہاتھ آگے ترے کیوں نہ صبا ہو
 بچکانے سے غیروں کے نہ تم مجھ سے خفا ہو

درگوش اس کے رخ سے متصل ہے جلوہ گر دیکھو
تمہارے نحسی کا دریوزہ گر ہے مہر کیا تھا
مرے ہر سوائے تن سے چھوٹے ہیں خود کے فوارے
تمہیں کچھ قد بھی ہے شک لخت دل کی اے آنکھو
تمہارے دل سے اپنے دل کو رکھتا ہوں میں ہم پہلو
نہیں کم نار بارش سے لڑی شک مسلسل کی
سراسر خاک ہیں اے غافلوار ہستی کے
نظر آئے گی تم کو سچ یہ سب زندگی اپنی

نمود آخر تاباں ہے نزدیک قمر دیکھو
پھرے ہے ماہ بھی کار لئے شب دربور دیکھو
رگ جاں میں لگا ہے اس مہ کا بیشتر دیکھو
لگاؤ تم نہ اس صورت سے یہ لعل و گہر دیکھو
بھڑیا رنگ سے شیشے کو ہے میرا جگر دیکھو
رگ امیر ہے یہ مری مڑگاں تر دیکھو
حباب آسا ہوا پر ہے یہ بنیاد بشر دیکھو
تم اس کا شاعر و باندھو نہ مضمون کمر دیکھو

بچاؤ کشتی دل کو شیبائی اے ظفر اس سے
فلا جہن جہن یار ہے موج خطر دیکھو

جب کہ پہلو میں ہمارے بت خود کام نہ ہو
لے گیا دل کا جو آرام ہمارے یارب
جس کو سچے لب پاں خوردہ وہ مالیدہ مسی
آج تشریف گلستاں میں وہ سے کش لایا
کر مجھے قتل وہاں اب کہ نہ ہو کوئی جہاں
دیکھ کر کھویو تو کاکل بچاں کی گرہ
بن ترے اے بت خود کام یہ دل کو ہے خطر
آج ہر ایک جو یارو نظر آتا ہے مڈحال
ہے مرے سوخ کی بالیدہ وہ کافر آنکھیں
سج ہوتی عی نہیں اور نہیں کشتی رات

گر بے سے شام و صبح کوئی کہ نہیں کام نہ ہو
اس دلارام کو مطلق کہیں آرام نہ ہو
مرو باں دیکھو پھولی وہ کہیں شام نہ ہو
کف زرخس پہ دھرا کیونکہ بھلا جام نہ ہو
نامری ہاں تو کہیں خلق میں بدنام نہ ہو
کہ مرا طائر دل اس کے نہ دام نہ ہو
تیرے عاشق کا تمام آہ کہیں کام نہ ہو
اپنی امرو کی وہ کھینچے ہوئے صمصام نہ ہو
جس کے ہم چقم ذرا زرخس بادام نہ ہو
رخ پہ کھولے وہ کہیں زلف سیاہ قام نہ ہو

اے ظفر چرخ پر خورشید جویوں کا پنے ہے
جلوہ گر آج کہیں یارب بام نہ ہو

دل سوزاں کو مرے اے بت خونخوار نہ چھو
اے طیب آلے پڑ جائیں گے ہاتھوں میں ترے
دار قف آہ امیرن قفس سے صیاد
وادی قفس میں پھر آگ نہ لگ جائے کہیں
دل نہیں بیٹے میں میرے وہ دہلی آتش سے
کہیں لگ جائے نہ اس سقف کہن میں آتش
صورت شانہ یہ ہوتا نہ دل اپنا حد پاک
کر نہ اے باد صبا خاک شہیدوں برباد

انگر عشق ہے یہ تو اے زہار نہ چھو
نعل بیمار چپ عشق کو ہر بار نہ چھو
ہر گھڑی بال و پر مرغ گرفتار نہ چھو
دامن گرم رو عشق کو اے خسار نہ چھو
ہاتھ ہرگز نہ لگا اس کو خبردار نہ چھو
قصر افلاک کو اے آہ شرر یار نہ چھو
زلف کا اس کی اگر لیتے ہر اک تار نہ چھو
دامن گرد رہ کوچہ دل دار نہ چھو

وہ برہمن بچہ ہر دم تجھے کہتا ہے ظفر
تو مسلمان ہے سرور زار نہ چھو

نہیں اس دل میں دل اس پر بھی ہے بند جادو
مہ کو کیونکہ نہ جانی وہ کہیں ہم سوزن
سامری حلقہ بگوشوں میں ہے اس ساحر کے
زلف کے مارے کو مارو نہ کبھی پڑھ کر ماش

ہو گیا ہائے گرفتار کند جادو
چشم فغان بھی ہے خوبان کی پسند جادو
جس کا خط دم افسوں خال پسند جادو
نہیں افسی کا یہ کاہ ہے گزند جادو

مٹھیں کیونکہ ہو اس دل کی ظفر زلفوں سے
ہو گیا ہائے گرفتار کند جادو

کریں ہیں غرق اک دم میں تمام عالم کے کھ دیکھو
دل سوزاں کا ہر لکڑا کنار چشم تر دیکھو
لو تھمتا نہیں اک دم بھی زخم چشم عاشق سے
کسی لعل مسی آلودہ پر خود ہے دل بیخوں
طرح منصور کی ہو چشم حق میں مردماں تو یہاں
گئی شب باتوں ہی میں اب تو چھوڑو جنگ بیک لہو
لک ہے وہ تو رہتا نہیں ہے چرخ میں اس کو
تم از خود طبر برو کہاں آئے اھر کب تھے
دلانا کون ہے تجھ کو سم غیروں کے لئے کی
ابھی یہ ذوالفقار اک دم میں قتل عام کرتی ہے
تمہارے آفتیں رخسار جوں شعلہ فروزاں ہیں
کسی کا دل جلانا شعلہ رویاں کیا بھلا ہے گا
نہیں ہے وہ لاکھا رنگ پاں کا اس کے ہونٹوں پر

بڑی ہے جوش پر مردم ہے بحر چشم تر دیکھو
چہ انکس کا تماشا بر لب جو آن کر دیکھو
تھمارا کیا کیا تاریک کار دگر دیکھو
نہیں ہوتی فتن ہر شام یہ افلاک پر دیکھو
نمایاں وار ہر رنگاں پہ ہے لخت جگر دیکھو
یہی خطرہ ہے ہم کو دم میں ہوتی ہے بحر دیکھو
ترنفل میں رکھے ہے مالہ کا میرے اثر دیکھو
کشش دل کی ہماری کھینچ لائی ہے اھر دیکھو
طوب سے پر الفت کی نہ ہواں پر نظر دیکھو
میاں برو کی اپنی کھینچو مت تیغ دھر دیکھو
جو اشک گرم ہے میرا وہ ہم رنگ شرر دیکھو
کئے ہے شمع کا سراہ کس تصویر پر دیکھو
ہوا وہ مستعد تازہ کسو کے خون پر دیکھو

شبابی اس زمین میں اور لکھو اک عزل تازہ
تکلف مت کرو اچھا نہیں ہے اے ظفر دیکھو

رکان چشم کو میرے ذرا تم آن کر دیکھو
وہاں ہالے کے حلقے میں ہے عارض جلوہ گر دیکھو
خدا کے واسطے دکھاؤ مت یہ جنبش مڑگاں
عجب صورت سے اس کے حسن کا ہے جلوہ اے مارو
نہ چھوڑا پنچہ مڑگاں سے چشم یار نے دل کو
نہیں موقوف شیخ ویرہن کچھ دیر و کعبہ پر
جہن میں تم سے چشم لطف کی رکھی تمنا ہے
بہار ابرو سے باغ میں دو چہد ہوتی ہے

کیا ہے صاف کیا چاروب مڑگاں نے یہ گھر دیکھو
عزیزو دن ہی کو نکلا ہے ہالے میں قمر دیکھو
دو عالم کو نہ اک ہل میں کو زیر دیکھو
اسے آئینہ ساں ہر دم با آئین دگر دیکھو
گری شاہین کبوتر پر ہے کیا باندھ کر دیکھو
ہر ایک سوجلوہ گر حق ہے جادو چاہو اھر دیکھو
تمہاری مژد کو ترس لئے ہے سم وزر دیکھو
ذرا تم چھوڑ کر چہرے پر زلفیں سرسبز دیکھو

عزل اک اور لکھو اس زمین میں لکی دیکھو
تکلف کو ہاتھ سے رکھ دو نہ تم اب اے ظفر دیکھو

نہ نکلے روزن فانوس سے چراغ کی لو
نہ کیونکہ دیکھ کے کانپے اے اجاغ کی لو
فرو ہو کیونکہ تری سوزش دماغ کی لو
نہ کیونکہ دل کو لگے اپنے اب لیاغ کی لو
چم رہی ہے عجب گوش خوش دماغ کی لو
ہمارے دل سے مٹی تخت ہائے باغ کی لو

دکھاؤں آہ سے گر اپنے دل کے داغ کی لو
نفل ہے شعلہ دل سے مرے چراغ کی لو
ہلائے ہے پر پروانہ باد کش اے خج
بھری ہے تو نے شراب دو آصف ساقی
بغور دیکھ دلائب در سے کیا سکر
بدن میں دیکھ کے اس کے قبائے پھلکاری

ظفر نہیں ہے خط پشت لب پہ اس کے وہ خال
لگی ہے طوطی شکر شکن سے زاغ کی لو

پتلیاں مٹ سیاں وہ سرخس آہ ہو
جوں سرو آب جو یہاں تو قہر آہ ہو
حیرن دیکھ عالم تنہو آہ ہو
مانی جو کھینچے تو مری تصویر آہ ہو

شعلہ جو سوز دل سے گلو گیر آہ ہو
تیل سرشک چشم بھی ہوا ہو اگر
دکلائے ہے جو سوزش دل کو تو برق بھی
کھل جلی تو طمع جگر سوز سے بنا

مالاں ہیں ایک عمر سے ہم اس لئے ظفر
کہ اس کے دل میں دیکھئے تا قہر آہ ہو

کریں گے الفت نہ یہ کبھی کم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو
کبھی نہ ٹھہرے گی خود پہ شبنم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو
رہے گا یہ ہی رہے گی دائم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو
لگانے دیں گے نہ اس پہ مرہم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو
شرار و خاشاک ہوں نہ باہم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

یونہی بنا ہیں گے روٹی ہم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو
عرق جو داغ پر ہے یہ تھا رے بڑا تعجب ہے ورنہ پیارے
کب افسانہ حق مان لیا تیرے ہمیں کہ پھرتے نہیں ہے پھرتے
یہ رقم چھاتی پہ ہے ہماری کسی کے تھنری یاد گاری
یہ ہیں جو لخت جگر مڑہ پر مجھے تعجب ہے دیدہ تر

تم اس کے پھر صن ماضی کا ظفر بھروسہ نہ کیجے گا
رہے گا ہرگز نہ یہ تو عالم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

خدا سے تو ڈرو تم اے بنو ایمان سے بولو
گرہ دل کی کہیں کھولو ذرا ایمان سے بولو
لیاقت میری کچھ کچھو اور اپنی شان سے بولو
وہی دیوانہ ہم ہیں گے کسی انسان سے بولو
سر بازار تم جا کر ہر اک دکان سے بولو
نہ تہمت مت دھرو مجھ پر نہ اس طوفان سے بولو

مرے دکھ ہاتھ سر پر جھوٹ مت قرآن سے بولو
کہاں تک میری جانب سے رہے گی بستی تم کو
سب باتیں نہ مجھ سے اس قدر ہر دم کیا کہے
وہ دن تھے کون سے ہوتے پہ جو ہم کو جھڑکتے تھے
مجھے ہر دم جو کہتے ہو کہ تو غیروں سے ملتا ہے
ڈرو رونے سے میرے تم کہیں طوفان نہ برپا ہو

اگر روکیں تو رک جاا ظفر تم اس کے کوچے میں
تمہیں میری قسم ہے جو کبھی دیوان سے بولو

گر قل کا ہے عزم تو شمشیر دکھا دو
ناشر نہ ہو خواہش فطارہ منیل
پھر انگلیں آنکھیں اسی حسرت میں عزیزو
یاں تک کشش دل تمہیں لائی ہے یہاں کھینچ
اپنی عیا ہے یہ آہ کر بچھی ہے لکک تک
تم تیغ بکف پھرتے ہو کیوں کس لئے کیا ہے

یا آکے تم اپنی مجھے تصویر دکھا دو
تم ہم کو اگر زلف گرہ گیر دکھا دو
تک مجھ کو دیار کی زنجیر دکھا دو
ہے مجھ سا کوئی صاحب تاثیر دکھا دو
ورنہ کوئی ایسا تو ہمیں تیر دکھا دو
ہے آج قضا کس کی گلوگیر دکھا دو

تبدیل قوائی سے ظفر دیکھیں تو اس دم
ایک اور عزل کر ہمیں تحریر دکھا دو

دکھا کر گرمی آلودہ ہواں وہ بے شب کو
قلم مشق ستم سے یک قلم سر کو مرے مت کر
یہ سوچ بادہ گلریگ بحراب عبادت ہے
برنگ بیٹھکر سمجھیں اسے بس حق میں ہم اپنے
سدا سے خانہ زنجیر ہے جاگیر بھٹوں کی
کرے ہے خندہ ہواں نرا اب زابو تجھ پر
نیں لخت دل سپاہ رہ ہم پہلو یہ اٹکوں کا
نہیں اس کان کے بالے پہ ہر دم زلف بقی ہے

فجائ کش کرے تا مسجد عیا چشم کو کب کو
قلم آسا زباں پر کب ہیں لائے حرف مطلب کو
نہیں کم ساقیا ہر ایک ہند امل شرب کو
لگا دے گرتے قلیاں سے تو شیریں دہن لب کو
جو ہو اس سلسلے میں پائے ہے وہ ایسے منصب کو
پڑی ہے سوچ میں الماس تیرے دیکھ مذہب کو
بغض میں داب سپاہ چلا ہے طفل تنگ کو
ہم گرمی سے دیکھا آج تم نے ما و مقرب کو

ظفر جس شکل سے چاہ قس سے اس کے دل نکلا
نکلے یوں نہیں دیکھا کنویں سے ماہ نخب کو

خطا بخشو کہیں دل کی بس اب زلف بھٹا کھولو
حجاب اتنا بھی کیا لازم ہے عقدہ بحر عالم
سحر خون شمع میں پنچہ غور ڈوبے غفلت سے
بتو اک عقدہ دانستہ ہے چان خریں میری
نہیں وہ تو دکھانا ہے ہمیں یا قوت لب اپنے
برنگ غنچے ہو لب بستہ تم جو یوں کئی دن سے
لکایا اور تو سب کھینچناے تو صل میں

یہ قیدی مر نہ جائے اس کی تم مشکیں ذرا کھولو
حباب آسا ذرا تم آنکھ لے امل ذرا کھولو
جو تم دست چم بستہ کو اپنے مد لقا کھولو
تم اس کو ماخن شمشیر سے بہر عدا کھولو
تمہیں لے دیکھ تر درج ڈربے بہا کھولو
ارادہ محضت دل آپ کا ہم سے ہے کیا کھولو
دعا ہے ایک جاں اس کو بھی بہر مدعا کھولو

ظفر کر عرض پہ اپنی جناب شاہ دس سے
شبابی عقدہ مشکل مرا مشکل کشا کھولو

تم ہر مڑ گاہ مجھے یک بار دکھاؤ
یارو مجھے اب نشانہ خمار دکھاؤ
تم خواب میں بھی گر مجھے دیدار دکھاؤ
گر لہو دے کوئی اس کا خریدار دکھاؤ
یک دست جو تم کا کل خمار دکھاؤ
تسبیح جو بے رشتہ زار دکھاؤ

حجر عی نہ دکھاؤ نہ گوار دکھاؤ
پھرنا ہوں میں جوں ساغرے تشہ لہی سے
خود ان بہشتی کا بھی دل میں نہ خیال آئے
موجود ہے یاں جنس دل اے حضرت عشق اب
سہیل کی لہر سے نہ رہے پھر ہمیں مطلب
بجیت کروں پھر تم سے میں اے حضر واعظ

کہ قافیہ تبدیل ظفر اور عزل بھی
لکھ سنو قرطاس پہ یک بار دکھاؤ

مارا مجھے مت ایک سرشام دکھاؤ
لا لاکے نہ مجھ کو گل بادام دکھاؤ
ہردم نہ بس اب کھینچ کے صمصام دکھاؤ
اے کاش تم اپنا ہمیں ہمام دکھاؤ
مجھ سا بھی جہاں میں کوئی بدام دکھاؤ
مت طائر دل کو یہ مرے دام دکھاؤ

خال اب نہ تہ زلف سید قام دکھاؤ
اس زکس بیمار کا بیمار ہوں میں آہ
معلوم ہوئے آپ کے جوہر ہمیں صاحب
اس کی عی بلائیں کہیں لے لے کے چھین ہم
پہنچا نہ کبھی قافلے تک آہ عزیزہ
بے وجہ نمود اب ہے خطا رخ پہ تمہارے

کہتے ہیں بخند ظفر اک اور عزل تم
تغیر قوافی سے کر ارقام دکھاؤ

جس قامت سوزوں کی ہ اب یار دکھا دو
گر لاکھ مجھے نشتر صیاد دکھا دو
کشت کوئی ایسا ہو جو جلا دکھا دو
گر مجھ کو ذرا صورت صیاد دکھا دو
تم لا کے اگر مائی و ہمزاد دکھا دو
یارو مجھے وہ شوخ پری زار دکھا دو
تم چل کے مجھے مرقد فرہاد دکھا دو
یک تم مجھے وہ حسن خداداد دکھا دو

یارو نہ مجھے سرو نہ شمشاد دکھا دو
جاوے گا نہ اس کاوش رگاہ کا تصور
دل نیم نگہ سے ہوا اس یار کے بسمل
مرغاں تہن دام میں ہرگز نہ پھنسون میں
سودل سے میں قرباں ہوں جو دہلی کوئی تصویر
دیوانہ صفت جس کی تمنا میں ہوں پھرنا
شیریں نہ ہو کہ کئی میں بھی تو دیکھوں
مے خانے میں کیا برہمنو جا کے کروں گا

خاک قدم فخر جہاں ہے ظفر اس کو
بدل نہ دکھاؤ نہ اداؤ دکھا دو

مثل گل شوق سے اک بند تبا کو کھولو
خون دل ہوتا ہے یاں جلد خنیا کو کھولو
جان من رخ پہ تم زلف دوتا کو کھولو
راز پچھنوں میں مت مانو عدا کو کھولو
گلے لگ جاؤ بس آغوش وفا کو کھولو
یا اہل کھیل جلد سے ہو کو کھولو

ہم سے شرمناؤ نہ تم چشم حیا کو کھولو
پاؤں میں ہندی لگا بیٹھے ہو تم واں بہات
مار رکھے گی سرسری یہ کافر دل کو
مجھ کو رومنا نہ کرو رو کے تم اے آنکھو
غنیچے ساں دل میں گرہ ہم سے نہ دھو اب تم
شدت گری سے دم اپنا بہت رکھا ہے

بھدا یارو ظفر سے وہ بہت رکھا ہے
کوئی باتوں میں بت ہوئی رہا کو کھولو

کیوں نہ پکڑے اسے زخمیں بیمار سے ہو
دام حیرت میں گئے ہم ہی گرفتار سے ہو
روکش اسے ہر نہ اس چشم گہر بارے ہو
فائدہ کیوں نہ تجھے مرہم زنگار سے ہو
سوع ظلمات چلا کٹور ناتارے ہو
دورو اس کے کفرے وہ گئے ناچار سے ہو
جب مقابل وہ مرے آہ شرد بار سے ہو
کیوں نہ سیلاب رواں چشم کہار سے ہو

کام دن رات جسے چشم گرفتار سے ہو
محو نظارہ آئینہ فقط وہ ہی نہیں
آبرو خاک میں تیری ابھی لی جائے گی
زخم دل پر ہے مرے عکس خطا ہزار کا
زلف کو چھوڑ گیا مانگ کا رستہ دل نے
کر سکے دل کی نہ اس آئینہ رو سے کچھ بات
منہ پہ مہتاب کے گر شب کو ہوئی چھوٹے
سنگ کا بھی غم فرہاد سے ہے زہرہ آب

اے ظفر ایسا ہی اک ور عزل ہم کو سنا
تاکر محفوظ طبیعت تری گفتار سے ہو

آہ تر سالتے مجھے شربت دیوار سے
کار کیونکر نہ اس رشتہ زار سے ہو
پاٹ دامن کے گئے تیرے گلزار سے ہو
روکش اسے مہر نہ اس آئینے زنگار سے ہو
کام برہم نہ مرا کیوں شب تار سے ہو
لپٹے رہے جو سدا رشتہ دیوار سے ہو
خواہش ہو جسے لعل گہر بار سے ہو
سر کو نکراتے جو اس کے درو دیوار سے ہو

حال دل پوچھتے اپنے نہیں بیمار سے ہو
بھدا جس کو محبت بت عیار سے ہو
خوں فشاں چشم ہوئی ہجر میں یہ گل رو کے
تری تابندگی رہنے کی نہیں یک ذرہ
سربرداشتاں لیا زلف سے اس نے رخ کو
جھانک تاک اور کسی سے ہے تمہیں کیا منظور
زندگانی کی طاوت وہی سمجھے ہے تری
کیا عدا سے وہ ملا دے گاہت خانہ خراب

اے ظفر اس سے بھلا کیا ہے لگا دل کا
جو کرواقف نہ کبھی عشق کے آزار سے ہو

میں نہ ہر دم زہرہ اس کا یار جانی آپ ہو
 بہ چلی آنکھوں سے اپنی سب نشانی آپ ہو
 جس کو اس دردِ نجف کی آہ پانی آپ ہو
 لیے و بھوں کی پھر اس جا کہانی آپ ہو
 کیوں نہ پھر جامِ شرابِ ارغوانی آپ ہو
 جس کو پھر ایسے بھینے کی مٹانی آپ ہو

تجِ ابرو کی نہیں جس کو دکھانی آپ ہو
 وصل سننے ہی صنم کا کاروانِ ہجر کا
 قدر جانے ہے ہمارے اٹک وڑگاں کی دلا
 حال دردِ عشق اپنا گر کہیں وہ چار میں
 چشم پر خوں کو ہماری دیکھ کر ساقیِ مدا
 نقش وہ کندہ کرے گا ان بتوں کا دل کے رنج

بھینچ کر تینہ جو گلے چشم سے یاں نوج اٹک
 اظفر خبات سے تجھ امنبائی آپ ہو

گمنا ہے کیا ہی مسند کا ایک بار چڑھاؤ
 تم اپنی تیج کو اب چرخ پر ہزار چڑھاؤ
 بلا کو سر پہ نہ تم اپنے نہ ہمار چڑھاؤ
 لنگ تلک نہ مری خاک کا غبار چڑھاؤ
 بھانہ کہہ کے نہ تم آپ کو بخار چڑھاؤ
 بھانا رعد ہے مردنگ تم ستار چڑھاؤ

ہمارے دیکھ کے دیائے دل کا یار چڑھاؤ
 ہمیں تو ایک ہی کافی ہے برش ابرو
 خیال زلفِ بیاں آؤ چھوڑ دو بندھا
 گلی میں رہنے دو اپنی اڑا کے تم یکمشت
 جلی سے آتشِ الفت کی دیکھو تم ہر دم
 بجائے مطرب اس وقت تارِ بارش کیے

ہنگ وار ظفر روز تارِ الفت پر
 وہ اڑ کے آوے جو تم چنگ ایک بار چڑھاؤ

نخشب میں جلوہ گر یہ ہوا مہتاب نو
 دیوے ہے ایک روز مجھ کو خطاب نو
 بدلے ہے اب یہ تو سن گردوں رکاب نو
 کرتا ہے جمع تیرا پریشاں کتاب نو
 لے کر سیوئے غنچے کشیدہ گلاب نو
 یار از شراب کہہ دیا از شراب نو
 بدلے ہے کیا یہ دور تلک انقلاب نو
 ایجاد روز تم نے کیا یہ حساب نو

پیدا کی دل میں داغ نے اک آب و تاب نو
 سودائی و ہنونی و شیدا و شیخ نو
 اس کو نہ ماہ نو کہو ہر ماہ دوستاں نو
 کہ تارِ زلف سے دل صد پارہ ہے بندھا نو
 شبنم نے صبح آتشِ گل سے جہنم کی
 بھر بھر کے مجھ کو جام تو ساقی دیے ہی جا
 کیا جائے کہ عرصہ یک دم میں پھر یہاں
 تو یوسر روز لپٹے لگا میں تو یوں کہا

لکھتے ہیں خط ہم اس بت نو خطا کو جب ظفر
 ایجاد کر کے بھیجے ہے وہ اک جواب نو

آنکھیں تر تراق ہیں وہ دور سے لوئیں
صوفی کو جو وینرکس مخمور سے لوئیں
خالم لے دوشنبہ و ساطور سے لوئیں
لوئیں جسے باہر حد مقدور سے لوئیں
تیرے ہی گل عارض پر نور سے لوئیں
لوئیں وہ اگر زور سے یہ زور سے لوئیں

پاس آئیں نہ دل لوٹ کے دستور سے لوئیں
نے بریں رہے فرقہ نہ سر پہ رہے دستور
کیوں کرنے لئے دل جو ڈرا کر تری مرگاں
حکم شر خواہاں ہے کہ غارت گر عشاق
لوئیں گل مہتاب یک شب ہم جو بہاریں
سم رہزنوں سے نہیں سکار و مزور

کھل جائے کہیں ہم سے وہ جلدی کہ ظفر ہم
باتوں کے مزے اس بت مغرور سے لوئیں

تو میری زمیں سے نہ گئے پشت کفن میں
اٹھ جائے شہادت کو جو انگشت کفن میں
ہر کشت ترا بعد زور و کشت کفن میں
خوشبو نہ لگا تو مرے چل ہشت کفن میں
بھڑکائے ہے اک آتش زر دشت کفن میں
دانتوں کے کئے دابے سرا انگشت کفن میں

اس در کی نہ ہو خاک جو یک شت کفن میں
اعجاز شہادت سے شہیدوں کے عجب کیا
دیکھا جو گل زخم تو پھولا نہ سلا
ہم ہے میر کفن اس در کی مجھے خاک
اس منہجے کا سوز غم عشق پس از مرگ
دیکھا ترے حسرت زدہ کو بعد فنا بھی

مقدور حریفوں کو ظفر ہو تو زر ہم
لیں باندھ پس از مرگ بھی یکشت کفن میں

نہ غلام اپنا صنم لکھ کے بھیج دوں
 اڈا ہوں وہ قلم نہ کرے ہاتھ ورنہ میں
 ظالم ہزار دست و کاغذ سیاہ ہوں
 آسکتا رشتاں کا نہیں کوئی بھی جواب
 معلوم ہوتا اس کو مری آرزوئے وصل
 جا کر دکھاؤں دل پہ ہے جو داغ بے حساب
 یہ کیوں لکھوں کہ میں ہوں یہ روز تیرہ بخت
 باور نہ ہو تجھے کبھی اسے شوخ بے وفا

یہ جو کہے خدا کی قسم لکھ کے بھیج دوں
 جو جو کہے ہیں اس نے تم لکھ کے بھیج دوں
 گر ایک قصہ وہب غم لکھ کے بھیج دوں
 خطا کس کے ہاتھ سوئے عدم لکھ کے بھیج دوں
 وصلی پہ حال رنج و الم لکھ کے بھیج دوں
 گر ہو حیلہ دام و دم لکھ کے بھیج دوں
 مضمون خطا و خال بھم لکھ کے بھیج دوں
 سو مہر نامہ گر بقسم لکھ کے بھیج دوں

پڑے پہ میں جگر کے ظفر اس کو حال دل
 مڑگاں تری اگر ہو قلم لکھ کے بھیج دوں

یار ہو پیش نظر یہ کبھی ہونے کا نہیں
 آہ دکلائے اثر یہ کبھی ہونے کا نہیں
 کھینچ کر تیغِ ستم ہو وہ مقابل جس دم
 ضبطِ گریہ کا نہ لے نام تو ہم چشموں میں
 دل حیرت زدہ ہے غنچے تصویر اپنا
 غرق ہو جائے گا گریہ سے مرے ایک جہاں
 گھر میں اس نے ہمیں اپنے بلایا لیکن

ہو تو دیکھیں نہ ادھر یہ کبھی ہونے کا نہیں
 سرو میں آئے اثر یہ کبھی ہونے کا نہیں
 دل ترا سوم ہو پر یہ کبھی ہونے کا نہیں
 ہوں نہ میں سینہ پر یہ کبھی ہونے کا نہیں
 تجھ سے اسے دیدہ تر یہ کبھی ہونے کا نہیں
 پرچھے سوز جگر یہ کبھی ہونے کا نہیں
 چاہے دل میں ہو گریہ کبھی ہونے کا نہیں

میر مشکل ہے نہ کر میر کا دھواں ہرگز
 عشق میں تجھ سے ظفر یہ کبھی ہونے کا نہیں

رہیں ہیں سوچ زن یہ اشک غوں آمیز آنکھوں میں
 کرتے ہے ضبط کچھ گر یہ کو پاس آرو ورنہ
 الٹی دیکھنے کیا ہو کر سنگ سرمہ سے قاتل
 تماشا ہو جو سوز دل سے ہوں پھول آگ سے پیدا
 تری تیغِ ننگ کے سر چڑھا خوں بے گناہوں کا
 مجھے آئے نہ رونا دیکھ کر کیوں سنبھل کر کو

کہ ہے ہر سوچ جن کی سوچ طوفاں خیز آنکھوں میں
 بھرے ہیں اشک مثل ساغر لہریں آنکھوں میں
 کرے ہے آج پھر تیغِ ننگ کو حیرت آنکھوں میں
 بجائے اشک خود گلریں ان گلریں آنکھوں میں
 نہیں سرخی نشے کی قاتل خود ریز آنکھوں میں
 کہ پھر جائے ہے اسکی زلف دل آویز آنکھوں میں

ظفر دیوانہ ہوں میں نو خطوں کے ہنر خطا کا
 لگے ہے خار میرے سبزہ نو خیز آنکھوں میں

مانند خلع عشق میں گردن بریدہ ہوں
مطلب نہ آشنا سے نہ دام و قفس سے کام
بدلے زلال خضر نہ منہ کارے مرا
مفقور کیا کہ چشم سے اک ہونڈ بھی گرے
وحشت کید و عی ڈھنگ ہیں ہستی سے ناصح
ناخج انجمن ہوں نہ میں لالہ چمن

پرٹا بے سرکشی کے وہی سرکشیدہ ہوں
میں اس چمن میں طائر رنگ پریدہ ہوں
میں تلخ کام زہر محبت پوشیدہ ہوں
رکھتا مثال آئینہ گو آب دیدہ ہوں
میں وحشی دمیہ کہاں آرمیدہ ہوں
پھر کیوں جہاں میں داغ بدل آفریدہ ہوں

ہوں خاک بھی خو خاک رہ پرے فروش
میں بد مشریوں میں ظفر خوش عقیدہ ہوں

سو بار کی بغور نگ آفتاب میں
خالی اس کے رخ پر ہے کہ سیاحی کی رات کی
دکلاؤں دل کا داغ تو لکھ دیا نہ فرق
آئے اگر عرق ترے رخ پر تو کیا عجب
اک تیرہ آہ خانہ زہور کی طرح
وہ جائے زہر سایہ دیوار دے کے
جیراں ہوں میں خطوط شعاعی کو دیکھ کر
تو جام سے میں مرد نک چشم مست دیکھ

ترا سا جلوہ دیکھا نہ مگر آفتاب میں
کھا کل گزہ گئی ہے یہ رہ آفتاب میں
کچھ اس میں اور لغت مد آفتاب میں
شبنم سے جائے آب جو یہ آفتاب میں
روزن پڑے ہزار جگہ آفتاب میں
بیضا رہے کوئی سرور آفتاب میں
کس نے لگائے چیرہ آفتاب میں
ہے شل ماہ داغ سیر آفتاب میں

شاہان عصر میں ہے ظفر تو وہ سر بلند
پڑتا ہے نکل نازک آفتاب میں

ہوئے واقف نہ جو دنیا کے علم سے وہی اچھے ہیں
جھڑے یوں تو ہزاروں گوہر خوش آب نسیان سے
برابر ہیں پریشانی میں ہم اور بال زلفوں کے
جو پوچھتے کوئی اچھے کون ہیں گہو مسلمان میں
بڑے جتنے زمانہ میں ہیں سب ہیں ہم نہیں اکے
ترا کیا نم ہے اچھا کہ جتنے حرف ہیں اس کے
بہادر اچھے اچھے ہیں مگر میدان الفت میں
جو داغ عشق دیں تو کہا کروں میں منج زلے کے

جو ہستی میں نہیں آئے عدم سے وہی اچھے ہیں
مگر جو اشک بچے چشم نم سے وہی اچھے ہیں
وہ اکثر تیرے منہ نکلتے ہیں ہم سے وہی اچھے ہیں
کیوں جو آشنا ہیں اس صنم سے وہی اچھے ہیں
مگر اس بزم میں اک اپنے دم سے وہی اچھے ہیں
نکلتے ہر جگہ میرے قلم سے وہی اچھے ہیں
جو ہیں سبز ہر تنقہ ستم سے وہی اچھے ہیں
مرے نزدیک دنیا رو دم سے وہی اچھے ہیں

ظفر یوں تو سب اچھے ہیں برا کہنے کے لیکن
بے اچھے ہیں جو اس کے کرم سے وہی اچھے ہیں

ماحق یہ عدو ہم پر طوفان اٹھاتے ہیں
معلوم نہیں ان کو کیا غیر پڑھاتے ہیں
پر اشک مرے دل میں اور آگ لگاتے ہیں
ہر رات مرے اُلے سوتوں کو جگاتے ہیں
ہم خوب سمجھتے ہیں یہ ہم کو سناتے ہیں
ماسح یونہی ہک ہک کے سراپنا اٹھاتے ہیں
اب حال ہے یہ اپنا ہمتوں کو دلاتے ہیں
یہ حضرت خشق آنکھیں درپرہ وہ ملاتے ہیں

ہم بیٹھے کے اس در پر کب آنسو بہاتے ہیں
قاصد وہ مرے خط کے پڑے جو اڑاتے ہیں
گلٹی ہے اگر آنٹل پانی سے بجھاتے ہیں
ہیں بخت جو خوابیدہ وہ بھی تو کبھی جاگیں
جو بات کر غصے سے کہتے ہیں وہ آویں کو
دل اس بت کافر سے پھرنے کا نہیں اپنا
ہم ہیں وہی جو آگے روتوں کو نہاتے ہیں
کب داغ ہیں سینے میں سوز خم جہراں سے

انوار ظفر ان سے کس طرح کہیں اپنا
ہو جاتے ہیں ہم بے خود جس وقت وہ آتے ہیں

روز ہے اک درد نازہ سبز صد چاک میں
رہ گیا لہو کا دھبہ دامن فزاک میں
ہو گئے روزان ہیں کسر سبز فَلَاک میں
لگ دی جس طرح ہو آنٹل خس و خاشاک میں
دیکھ تو بیٹھے ہیں کب سے مست تیری تاک میں
ل گئی بس آئینے کی آبرو سب خاک میں

روز ہے اک غم نیا میرے دل غمناک میں
تیرا صید بست فزاک کھل کر گر پڑا
اکو انجم مت سمجھنا میرے تیرا ہ سے
اشک خود مرگاں سے ہیں اس طرح سے لپٹے ہوئے
پروہ بیناے تو جلدی نکل اے دھڑر
اس کے رنار مصفا کی جو دیکھی آب تاب

عشق کے دیا میں تیرے کون عاشق کے سوا
اے ظفر اتنی کہکشاں کس تیرا کم یں

تجھے دل دے کے وہ دنیا سے پہلو کے بیٹھے ہیں
سنا ہم نے انہیں میں پھر وہ سٹائل ہو کے بیٹھے ہیں
کبھی بیٹھے ہیں تو میرے قائل ہو کے بیٹھے ہیں
ایسی میری چھائی پر یہ کیوں سل ہو کے بیٹھے ہیں
ترے کوچے میں ہم تو ایسے کال ہو کے بیٹھے ہیں
نہ ٹھہرے ہو کے ناقص ورنہ کال ہو کے بیٹھے ہیں
مری جانب سے کیوں آپ اتنے غافل ہو کے بیٹھے ہیں
وہ محفل میں جو زہب فزائے محفل ہو کے بیٹھے ہیں

جو تیرے آستان پر تیرے مائل ہو کے بیٹھے ہیں
اُنہیں نہیں آفتیں آگے ہزاروں جن کی صحبت میں
مرے پہلو میں وہ کس وقت بیٹھے مہرباں ہو کے
کچھ ایسا ہو کر ٹل جائے رقیب سنگدل یاں سے
برنگ نقش پا اُنہیں یک کیا مل بھی نہیں سکتے
ہلال بدرساں سب چرخ میں ہیں چرخ کے ہاتھوں
تھو اور آؤ دیکھو حال اس بنار جہراں کا
کفری اک پاؤں سے ہے خیم محفل کس طرح دیکھو

تمنا ہے نہیں ہیں بات کرنے کے بھی جو قائل
ظفر سے شعر کہنے کو مقابل ہو کے بیٹھے ہیں

تو کچھ ہیں بہت اور چراغ ہیں دو تین
 بھی تو عشق کے چم و چراغ ہیں دو تین
 ہم اس شراب کے پیچھے لاٹھ ہیں دو تین
 قریب بیٹھے یہ طوطی کے زاغ ہیں دو تین
 جو احمقوں اس کے مقام سراغ ہیں دو تین
 وہ باتیں اسے بت مازک داغ ہیں دو تین

بھپھولے دل پہ جو دس ہیں داغ ہیں دو تین
 نمود سینہ پہ اپنا جو داغ ہیں دو تین !
 رہیں نہ ہوش بجا جس کے ایک حمد سے
 نہیں ہیں اس کی دو سرہ خال خط ہز کے پاس
 وہ پائے آنکھوں میں یا سینہ و دل و جاں میں
 جو تو نے تو زیادہ نہیں مرا مطلب

ظفر لہانے میں آرام کا ہے یہ احوال
 ہزار تک ہیں گرہ فراغ ہیں دو تین

وہ تو سکی ہے پر تقدیر پھر سکی نہیں
 پھر یہ جنس ابے عاشق لکیر پھر سکی نہیں
 درخیز گردن خنجر پھر سکی نہیں
 ورنہ ہم پھریں تو کیا تقدیر پھر سکی نہیں
 اٹھ گئی اسے خار دامن گیر پھر سکی نہیں
 آکھ مثل دیو تصور پھر سکی نہیں
 تجھ سے اسے قاتل دم تکبیر پھر سکی نہیں

ہے غلط کہنے اگر تقدیر پھر سکی نہیں
 دل کا سودا ہو گیا جس وقت زلف یار سے
 اس قدر اسے سیدالغن ہے ترپاس ادب
 ایک ہے اپنا سخن جو کہ چکے سو کہ چکے
 دشت میں اب تو ہمارے تو سن وحشت کی باگ
 اس قدر ہوں محو حیرت میں کہ عارض سے ترے
 باغیچہ جذبات مہمت حلق پر میرے پھری

خط کے لکڑے ہوں کہ پرزے اندر کے اسے ظفر
 جو نوشتے میں ہوئی تحریر پھر سکی نہیں

یہ آنکھیں پھوٹ جائیں گر چہ ان آنکھوں سے ہم دیکھیں
 کہاں سے لائیں وہ آنکھیں کہ جن آنکھوں سے ہم دیکھیں
 جو گل کو اس گل رشاد بن آنکھوں سے ہم دیکھیں
 غافل کے تماشے رات دن آنکھوں سے ہم دیکھیں

تجھے دیکھیں تو پھر اوروں کو کن آنکھوں سے ہم دیکھیں
 دکھانا یار ہے ہر رنگ میں جلوہ ہمیں لیکن
 لگے نادر گل سے بزدل خار آنکھوں میں
 تصور میں بتوں کے کیا تماشا ہے کہ گھر بیٹھے

وہ گھر کیا ہے نہ ہو مہمان جس میں
 کیا وہ کام جاوے جان جس میں
 کہ ہیں سب چاہہ گر حیران جس میں
 بہت رہے ہیں سرگردان جس میں
 اتے سمجھے کہ ہے نقصان جس میں
 وہ انسان ہو کر ہو اک آن جس میں
 پھرے ہیں سیکڑوں ارمان جس میں

وہ دل کیا ہے نہ ہو چٹکان جس میں
 نہ دنیا تھا دل اس کو ہائے ہم نے
 علاج درد بھراں ہے وہ مشکل
 وہ ہے اس زلف کا کوچہ کہ مجھ سے
 کمال عہل اپنا اہل دنیا
 نہیں مطلب نہیں جو روپری سے
 ہمارا دل عجب حسرت کدہ ہے

کبھی کچھ سمجھ لیکن نہ کچھ ا
 کہ جاوے اے ظفر ایمن جس سے

محل بلبل کیوں تڑپ کرہ جان کھوتے عشق میں
 دیکھ تو کیا کیا ہیں ہم سوتی پروتے عشق میں
 جان سے اپنی نہیں جو ہاتھ دھوتے عشق میں
 آپ اپنے ساتھ ہیں مجھ کو ڈھوتے عشق میں
 پر کریں کیا بت عاشق کے ہیں سوتے عشق میں
 کانٹے اپنے واسطے ہیں آپ بڑتے عشق میں

اے ستم گھر ہم جو ضابطہ دل پہ ہوتے عشق میں
 شعر تر پڑھ پڑھ کے ہیں ہر بار دھوتے عشق میں
 ہوتے دست انداز غوان نعمت غم پر نہیں
 واہ دیکھی حضرت دل آشنائی آپ کی
 دائے کیوں فریاد دل فسانہ خواب اس کی کی
 دل میں رکھتے ہیں میرے خار مڑگاں کا خیال

اے ظفر فریاد و بھون اس زمانے میں نہیں
 اور اگر ہوتے مرے بیروہ ہوتے عشق میں

پینے ہم سر نہیں یا کوٹنے چھاتی نہیں
 دو طمانچے بار کر تو اس کو سمجھاتی نہیں
 پر نیاں پر ٹھکڑے سوز چکر لاتی نہیں
 باغ میں بلبل کی آج آواز بھی آتی نہیں
 دل میں تیرے ٹھکانے جاں کے آگ بھڑکاتی نہیں
 میں کیوں کیونکہ کر وحشت پاؤ پھیلاتی نہیں

تجھ بن اے آرام جاں کب جان گھبراتی نہیں
 ہسری کرتا ہے گل عارض سے اس کی اے مبا
 ہے جو مرغان چمن کو تیرا کھٹکا باغ میں
 ضعیف بل بے حوصلہ تیرا کہ جمل جاتی ہے تو
 جنبش دامن مڑگان تیری کس دم شعلہ خ
 پہنچے ہے چاک گریباں تا بدامن ہر گھڑی

یاں تو ہم بائیں بناتے ہیں بزاویں اے ظفر
 جا کے وہ کوئی بھی ہم سے بات بن آتی نہیں

کہ خال لب کے اک بوسہ پہ سوکتے پکڑتے ہیں
 زمین دانتوں سے اپنے جب وہ ہیں جھکتے پکڑتے ہیں
 محبت سے جب ان کے دل نہیں سکے پکڑتے ہیں
 تو ہم دامن پکڑنے سے نہیں رکھتے پکڑتے ہیں

وہ پھر یوں بات دل کی جب ہے لے چکے پکڑتے ہیں
 نہ جائیں یاں سے یہ چاہیں ہیں پیران دہا قاست
 شکر رستہ اپنے گھر کا عاشق تیرے کوچے سے
 نہیں جب روکنے سے رکھتے وہ اور دل میں کہتے ہیں

ظفر مانند چوب آتش سے ہوں کیونکر نہ خاکستر
 کہ صورت وری ہم جب کہ ہیں پھٹے پکڑتے ہیں

تو ہو یک گام سے کم راہ صد فرسنگ صحرا میں
 تو ہو سنگ حراحت پاؤں ہر سنگ صحرا میں
 اگر دیکھے ہمیں رہ جائے مجھوں رنگ صحرا میں
 بہر سو مثل آواز دراز ہو رنگ صحرا میں
 وہ ہے اب شہر میں یا عاشق بے شک صحرا میں
 بڑیوں بولتے ہیں مرغ خوش آہنگ صحرا میں
 کہ نکلاں سے زیادہ وہ رہے ہے تنگ صحرا میں

جو ہوں میں جوش و خروش سے شباب آہنگ صحرا میں
 کرے ہے چادر سازی عشق کچھ مجھوں کے زخموں کی
 اڑائی خاک ہم نے ایسی بس صحرا نوردی میں
 تمہارے عشق میں دونوں جہاں سے جا چکا وہ تو
 گیا ہے قافلہ آگے نکل اور ہم بھٹکتے ہیں
 نقش میں چپ ہیں اے صیاد ہم اور آہ ان روزوں
 نہیں دیوانے کو تیرے کہیں بھی جائے آسائش

جن ہی پر فضا موقوف کیا ہے اس کی قدرت سے
 بڑیوں میں ظفر گھمائے رنگا رنگ صحرا میں

ہوتی ہے باہم ہر وقت سے دو آنکھوں کی چار آنکھیں
 کیوں نہ ہماری خاک سے پیدا ہوویں زرخس و آکھیں
 ابرو ہے عراب عبادت اور تری سے خوار آنکھیں
 زیر قدم ہوں تیری سر راہ اپنی دم رفتار آنکھیں
 کشتہ تیغ نگاہ کی اپنے ہیں وہ ماتم دار آنکھیں
 مرا اصر بنار ہے دل اور تیر اصر بنار آنکھیں

عین محبت میں ہیں ملا تے باہم جب دو چار آنکھیں
 بعد فنا بھی ہم ترے دیدار کی حسرت باقی ہے مسجد میں
 بدستوں کا کیا کام ہمارے ہوش میں غم
 ہے یہ ہماری عین تمنا گرچہ رنگ نقش قدم
 دیکھا ہم نے یہ ہوش اکثر سرمہ سے یا کاجل سے
 کو کو تجھ کو رشک سبھا کہتے ہیں لیکن فائدہ کیا

سب میں وہی ہے جلوہ ناز خورشید سے لیکر ذرے تک
 پر جو ہوں اس کی گرم فضاہ ہیں وہ ظفر درکار آنکھیں

داغ پر بھی مرے چھا کبھی ہونے کا نہیں
 سبزہ وں خاک سے پیدا کبھی ہونے کا نہیں
 تیرا بنار غم اچھا کبھی ہونے کا نہیں
 جو نوشتے میں نہ ہوگا کبھی ہونے کا نہیں
 خالی اس سے سے یہ جیتا کبھی ہونے کا نہیں
 بچ گئی کام پھر ایسا کبھی ہونے کا نہیں
 پھر میسر یہ تماشا کبھی ہونے کا نہیں
 جانتا ہوں کہ وہ سچا کبھی ہونے کا نہیں

پر وہ اس سوز جگر کا کبھی ہونے کا نہیں
 دُہن ہووے گا تڑا کوئی جہاں سوختہ جاں
 ہیں افکار تو یہ کیا آئے سبھا بھی اگر
 لکھ دیا جو تری تقدیر میں ہووے گا وہی
 آسمان کینہ عالم سے نہ ہوگا لبریز
 دے کے دل اپنا پشیمان ہوں کہ گر جاں اب کی
 کر لے فضاہ گھرار جہاں اے غافل
 وعدہ وصل سے ہو اس کے مجھے کیا تسکین

اے ظفر آئے گا جب تک کہ نہ وہ رشک بنار
 غنچے دل یہ مرا وا کبھی ہونے کا نہیں

نہیں گل تن پہ عشق دلہا میں پھول کرتے ہیں
گرے ہیں خاک پر لخت جگر کب دست مڑاں سے
خجائ کش ہیں جن سے تنہ گل لے گل خوبی
لکھا حال دل صد پارہ جب میں نے تو کاغذ کو
شفتی کے دیکھ کر لکڑے نشے میں ہم کو یہ سوچا
تسا ہم نے یہ بچ و بلا میں پھول کترے میں
میری آنکھوں نے یہ جوش و بکا میں پھول کترے ہیں
عجب خیاط نے تیری تبا میں پھول کترے ہیں
ٹھا کر یار نے دست جفا میں پھول کترے ہیں
یہ کس نے دامن چرخ دغا میں پھول کترے ہیں

ظفر تیج جفا نے اس کی میرے تن پہ زخموں سے
کیوں میں کیا جو میدان وفا میں پھول کترے ہیں

در مڑاں جو خوبان سببیں تن ہلاتے ہیں
اگرچہ کان بھرتی ہے سب پر گل ترے آگے
جھلک رخسار آنکھ مالک کی بجلی کی کھدی ہے
اگرچہ ناتوانی ہے نہیں مل سکتے ہستر پر
مری زنجیر کی جھکار ہے وہ روز وشت سے
پھرے ہیں دل میں ٹھکڑے پتھروں پر رو برو تیرے
تو کیا کیا آنکھ دل پر مرے دامن ہلاتے ہیں
نہیں گلشن میں کان اے غیرت گلشن ہلاتے ہیں
ہوا کے جہر کے اس غریف پہ جب چلن ہلاتے ہیں
ولے نہ آسماں کو ہم دم شیون ہلاتے ہیں
کوئی جانے کہ لیزم رستم و جیزن ہلاتے ہیں
کبھی گلاب بھی ہم اے بت پر فن ہلاتے ہیں

دال گردن اپنی زندگی ہ جائے ہے ہم کو
ظفر انکار پیر پر جو وہ گردن ہلاتے ہیں

زیر صر ترے بھل جو یہ دم توڑتے ہیں
دل مرا لے کے جو وہ سنگ ستم توڑتے ہیں
ہر قدم پر ترے دیوانے سر دشت جنوں
در مڑاں سے بندھی رہتی ہے ہٹکوں کی جھڑی
دل شکستوں کے جو لکھتے ہیں کبھی خط کا جواب
جام ل دینے میں تو کسراہ نال ساقی
ہیں ہمیں بس و نار بربر دونوں
آتے ہیں پھر سر کاوش جو کبھی حضرت عشق
کوچہ غم میں پھر آنے کی قسم توڑتے ہیں
کیا ستم کرتے ہیں کیوں ساغر جم توڑتے ہیں
پتھروں خار سدا زیر قدم توڑتے ہیں
نار رونے کا نہیں دیدہ نم توڑتے ہیں
تو وہ جھنجھلاتے ہیں اتنا کہ قلم توڑتے ہیں
توچہ ہم آج ترے سر کی قسم توڑتے ہیں
نہ وہ ہم جوڑتے ہیں اور نہ یہ ہم توڑتے ہیں
پتھروں دل میں مرے نشتر غم توڑتے ہیں

نفس سرکش کو ظفر توڑتے ہیں جو اپنے
میرے نزدیک بڑا ہی وہ صنم توڑتے ہیں

دھت زرد کو کوئی بھاتا جز خرابانی نہیں
کب بھوم غم سے میری جان گھبراتی نہیں
کون ہے جس کو نہیں ڈر آہ سوزاں کا مری
کیا ہوا بد اسل گر ظاہر میں ہیں نیکو صفات
ساقیا فرقت میں تیری نار بارش سے گھٹا
صاف خوب وزشت کہہ دیتا ہے منہ پر آئینہ
آسمان لانا ہے وہ چکر کہ جس کو دیکھ کر
چشم مشتاقوں کی تیری حسرت دیدار میں
اس سے خفی صحبت تلخ منا جاتی نہیں
میں تو مر جاؤں کروں پر کیا کہ سوت آتی نہیں
کاہنا شعلہ نہیں بل برق تھراتی نہیں
جو ہر ذلتی پر ان کا غیر بد ذلتی نہیں
مٹکیوں کے سر پہ کیا کیا تیر برساتی نہیں
مل بے دیدے کی صفائی آکھ شرماتی نہیں
کون ہے ایسا کہ اس کی پھل چکرتی نہیں
جنش مڑاں سے کس دن کوئی چھاتی نہیں

اے ظفر ہے دیکھ کھلا باغیاں کا کس قدر
باغ میں بلبل کی آج آواز بھی آتی نہیں

عجب ہے ہو محرم چار باری ہر مہینے میں
تو ل جائیں گے ہم چار باری ہر مہینے میں
لکھے خط چار حکیم چار باری ہر مہینے میں
اگر بدلتے وہ مرہم چار باری ہر مہینے میں
کر چھوٹیں قید سے ہم چار باری ہر مہینے میں
ارادہ خط معصوم چار باری ہر مہینے میں
جو ہم ہوں چشم پر ہم چار باری ہر مہینے میں
اگرچہ ہو لہو کم چار باری ہر مہینے میں

ہوا کیوں ہجر کا غم چار باری ہر مہینے میں
اگر وہ آٹھویں دن بھی قدم رنجہ کریں گھر میں
نہ بھیجا ایک بھی اس نے جواب اے مامد برہم نے
مہینوں میں نہ اچھا زخم دل ہو چارہ سازوں سے
نہیں ہے روز جمعہ کا دبستان محبت میں
ہوا پختہ مہینے بھی نہ جانا واں کا اک باری
رہیں بارہ مہینے یاں چڑھے برسات کے مالے
نہ ہو جوش ہنوں کم تو بھی ہر گز تیرے بھٹوں کا

جو بعد از چار سال آئے ظفر وہ دو مہینے کو
تو ہووے مجھ سے برہم چار باری ہر مہینے میں

وہ اگر آہو ہیں تو یہ پسلیاں آہو کی ہیں
کیا کیوں یاد نہیں آنکھیں مری کاہو کی ہیں
یا پڑیں ہمدیں کس بذلوح کے لو ہو کی ہیں
دخ پہ وہ پر چھائیاں جو زلف اور گیسو کی ہیں
رہتی آنکھیں خنجر دو دو پہر آنسو کی ہیں
یہ غرائیں دل پہ جو اس ناخن اہو کی ہیں

چشم و مژگاں کیا کیوں کیا اس بت دلجو کی ہیں
سول لیتی ہیں لڑائی یار سے لڑ لڑ کے یہ
گھنٹیاں یا قوت کی ہیں آستین یار پر
چاند کے منہ پر پڑیں ہیں چھائیاں کی رشک سے
ور آوے کون یاں دعا بھی اب آتا نہیں
میرے حق میں کم نہیں اک اک ہلاک عید سے

ہنگڑوں ہر سطر مژگاں میں ہیں نئے سرے کے
آنکھیں وہ کیا ہیں بیاضیں اے ظفر جاہ کی ہیں

دگر

یہ دل محبت اگر واں نہیں تو یاں بھی نہیں
کسی کا خوف و خطر واں نہیں تو یاں بھی نہیں
یہ کیا غضب ہے اڑواں نہیں تو یاں بھی نہیں
دنگ عریذہ گرواں نہیں تو یاں بھی نہیں
پھرا کسی کا جو سرواں نہیں تو یاں بھی نہیں
اگر مزاج میں شرواں نہیں تو یاں بھی نہیں
جو اس میں تجھ کو خرواں نہیں تو یاں بھی نہیں
وہ تیرے پیش نظر واں نہیں تو یاں بھی نہیں

جو دل کو دل کی خبر واں نہیں تو یہاں بھی نہیں
وہ آپ آتے نہیں تو ہمیں بلا بھیجیں
جلائے آہ مجھی کو جو سنگدل ہو نہ سوم
جو آج تیغ بکف تو ہے سر بکف ہیں ہم
علاج کار نہ ہک ہک کے سر پھرائیں عبث
وہی صلاح ہماری ہے جو ہے ان کی صلاح
جو طاقت کا ہے سودا وہی ہے دنیا کا
نہ دیکھا دیر میں تو کیا حرم میں دیکھے گا

ادھر وہ پورے عتابت کریں ادھر لیں دل
جو کوئی عذر ظفر واں نہیں تو یاں بھی نہیں

یہ ہاں سج ہے کہ جو کچھ ہیں کچھ وہ کھو کے کچھے ہیں
مگر یہ ہاتھ اپنی جان سے ہم دھو کے کچھے ہیں
خدا جانے کھائے سے وہ کس بدگو کے کچھے ہیں
برگ خج لیکن ہم بہت رو رو کے کچھے ہیں
مگر انداز کچھ اس شوخ آتقل خو کے کچھے ہیں
اڑائی خاک جس سے یہ ہوا کے جھوکے کچھے ہیں

ترے پانے کا ڈھب اے یار ہم کم ہو کے کچھے ہیں
لگا غوطہ دلیائے محبت میں نہیں آساں
سنا تھا آج تک منہ سے نہ ان کے حرف بدہم نے
کھلایا تو سنا لہو زو گداز دل محبت نے
کہاں آتی ہے شوخی و شرارت برق کو ایسی
مٹھی سا کوئی ہوگا باولا صحرائے وحشت میں

کھائیں سب ہمیں جاں کا دیاں عشق و محبت نے
ظفر کچھے ہیں جو ہم فیض سے اس در کے کچھے ہیں

آوازہ حق ہے تو کسی اور عی شے میں
نے گل میں رہے رنگ نہ مستی رہے میں میں
یاں اور عی عالم ہے مرے آہ کی لے میں
وہ جان ہے اور جان ہے ساری رگ و پے میں

ماقوس و جس میں ہے نہ یہ مالہ ہے نے میں
دکھلائے اگر اپنے وہ لعل لب میگوں
اے سطر یوس نغمہ سلائی نہ کرو تم
کچھ دیدہ دل عی میں نہیں یار سلا

ہردگی دل ہے بیمار چمن اپنی
جوش گل اردی ہے ظفر موسم دے میں

مرغ آبی نے دیے دیکھے ہیں کیا نالاب میں
یہ زینقا نے کبھی دیکھا نہ ہوگا خواب میں
خج ساں کیا کیا جٹے ہم محفل احباب میں
سایا دیکھی نہ یہ مستی شراب ناب میں
کچھ سبب بھی چاہئے اس عالم اسباب میں
کون پھر سہہ کرے گر غم نہ ہو عراب میں

اشک چشم سرمہ سا دیکھ آئینے کی آب میں
صن یوسف کو ہے کیا نہت جمال یار سے
گرم جوش یار جو آتی تری اے شعلہ غر
اس نگاہ مست کی کچھ مجھ سے کیفیت نہ پوچھ
کام سب تقدیر پر ہے شکر تدبیر شرط
پیش آنحضرت سے جو سب جھکیں تیری طرف

سوز غم سے کیا کہوں حال دل پر اضطراب
اے ظفر آتقل لگی ہے معدن سباب میں

یا عیاں ہے کھکشاں کا خطا ادھیری رات میں
اب تلک وہی شرارت ہے تری ہر بات میں
ہے زیادہ مار میں شوخی میں چھب میں گات ہے
نگ رہے ہیں ایک مدت سے ہم اس کی گھات میں
تو شبیر یوسف کنعاں کو تصویرات میں
ہزہ ہو جاوے ہے پیدا جس طرح برسات میں
دیدہ و دانستہ کیوں پھنستا ہے تو آفات میں
مر گئے کتنے عی اس دنیا کی بدرو مات میں

ماگ ہے یا کوئی سیدھی راہ ہے ظلمات میں
بچنے ہم جل کے خاکستر بھی پر اے شعلہ خو
اے صنم ساری پر رویوں سے تو نام خدا
دیکھیے کب دائوں پر پھڑپھا ہے وہ آہ نگاہ
اپنی صورت دیکھ کر آئینے کو دیکھے ہے کیا
یوں مرے گرے سے اس کے رخ پہ نکلا خط ہز
آفت جاں ہے دلاوہ غمزہ و بازو دلا
مہرہ شہر خج کی صورت بساط و ہر پر

کیا حقیقت و اصلان حق کی پوچھے ہے ظفر
ہو گئے ہیں محو بالکل وہ تو اس کی ذات میں

کہ خراب عبادت اپنی وہ اہوے پر خم ہیں
ہمارے استخوان کو کچھ تنگ بزم سے نہیں کم ہیں
مگر درد جگر ہمدرد و آہ مالہ ہمد ہیں
ہلال اس کو سمجھتے ہیں قریب چاہ زمزم ہیں
ارے دم باز بھرتے دیکھ ہم یوں عشق کے دم ہیں
تہاری ہر دوں کے و میاں کچھ اور عی خم ہیں
وہو رشک خوں سے جیب و دامن اب تلک خم ہیں
کہ لیتے زخم دل پر جو تنک سے کار مرہم ہیں

بہ کتبہ کعبے سے غرض رکھتے نہیں ہم ہیں
لیادہ عشق کی آتش اگر بڑھکے تو جلنے میں
نہیں ہے کچھ تنہائی میں اپنا کوئی بھی سولس
بناتے ہیں ذہن کے پاس جب وہ خال کا جل کا
دم تنج محبت پر تری دیتے ہیں دم اپنا
دم تنج صفا ہائی کو ان کے آگے کیا رتبہ
شب فرقت کا رونا کیا کہوں میں اس قدر رونا
محبت کے مرے کو جانتے ہیں بس وہی عاشق

تصور ہونے دیتا ہے جدا کب اسے ظفر دم بھر
یہاں ہم ہیں وہاں وہ ہیں جہاں وہ ہیں وہاں ہم ہیں

خیال سے تری تصویر بے قلم کھینچوں
دل پریش سے جو آہ دم بدم کھینچوں
نہ یوں دھڑکنے میں ایسا دم کھینچوں
تو بہت تیرا میں اسے لالہ دم کھینچوں
جا جو میں نفس سرد صبح دم کھینچوں
کہ اس صیغہ پہ کیا خبر ستم کھینچوں

کشش سے دل کی جو میں تم کو اسے صنم کھینچوں
پھپھولے سبز سے پڑ جائیں کیوں نہ تابہ گلو
اگر وہ مجھ سے کشیدہ ہو بولنے سے میرے
جو اس کے تو گل رخسار سے مقابلہ ہو
تمام روز نہ ہو آفتاب میں گرمی
نہ آلا دم تجھے دل پہ بہن اہوئے یار

جو کھینچوں تلک تصور سے یار کی تصویر
ظفر مرقع مانی پہ میں قلم کھینچوں

شرر کی جائے شعلے در کے پتھر سے نکلتے ہیں
کہ تن پر روکتے بھی میرے نشتر سے نکلتے ہیں
اسی میں وہ چمکتے دانت گوہر سے نکلتے ہیں
تو وہاں کے کلر یا قوت اہر سے نکلتے ہیں
کہ اشک آنکھیں اس دیدہ تر سے نکلتے ہیں
علم بردار یہ وحشت کے تفکر سے نکلتے ہیں
بجائے دانہ اسپند بھر سے نکلتے ہیں

یہ دل نفع جو مالے کھینچتے گھر سے نکلتے ہیں
جگر میں اس قدر کرتے ہیں کاوش خار خار غم
جھل کیونکر نہ ہووے بچہ بھگتہ میں مہم
بنا کرتے ہیں ہم جس سرزمین پر رشک خونیں سے
عجب کیا سوئے آتش دیدہ مڑگاں میرے بن جائیں
میرے پاؤں کے چھالے ہیں ہوئے خار کب سرکش
نکلتے چشم سے ہیں اشک خوں یا لالہ انگارے

ظفر شعر و سخن سے راز دل کیونکر نہ ظاہر ہو
کہ یہ مضمون سارے دل کے درد سے نکلتے ہیں

دیکھے حسن اپنا جو وہ آئینہ لے کر ہاتھ میں
 ہوش اڑے صیاد کے جس دم پھڑک کر ہاتھ میں
 تیری مڑگاں وہ چھلوا ہیں جنہوں نے رات بھر
 مار بیٹھو کب بٹے ہے ناف کی سلا سے ہاتھ
 مڑو اے صید محبت ذبح کرنے کو ترے
 طائر رنگ حنا بھی کچھ دبا تو اے تھک
 ہاتھ رکھے بعض پر گر اس تپ غم میں طیب
 تل بے تاثیر محبت ہو رواں بھجوں کا خون
 اے پری ہے تیرے دیوانے کو پھر جوش و خروش
 پاس ہے سرمایہ خواہی دلیائے عشق
 ہو رنگ گل زرافشاں کچھ اسی میں ہے بیمار

روشنی پائے بیٹھا سے بہتر ہاتھ میں
 چھٹ گئے ہم ہاتھ سے اور وہ گئے ہر ہاتھ میں
 ایک خونیں سے اچھالے لیکر انگڑ ہاتھ میں
 سانپ کو پکڑا ہے ہم نے پڑھ کے منتر ہاتھ میں
 آئیں اس نے جڑھائیں لے کے حجر ہاتھ میں
 پر دبا مرغ دل وحشی نہ دم بھر ہاتھ میں
 آجے پڑ جائیں گری سے مقرر ہاتھ میں
 گر گئے لیلیٰ کے اے فساد نشتر ہاتھ میں
 ہر طرف لڑکے لئے سحرے ہیں پتھر ہاتھ میں
 سگریزے ہوں اگر آجائیں گوہر ہاتھ میں
 مت دبا رکھ غنچہ ساں اے نکدل زر ہاتھ میں

یہ غزل کیا یک قلم تو کبھی لکھی اے ظفر
 منہ ہے کیا پکڑے قلم کوئی ستور ہاتھ میں

عیاں آئینے میں کب وہ مہارے زیر ہو ہیں
 تڑی آنکھوں میں ہے وحشی نگہ تحریر سرے کی
 تماشا ہے نگے ہیں سوتیلے کے بھول سنبھل میں سے جن
 جاؤں کیا تجھ بن بڑے آسیب پیچھے ہیں
 دل شامت زردہ آؤ جائے ہے جو ریح میں ماکے
 غضب ہے زہر آنکھوں میں ترے تاثیر سے جن کی

نگر بیٹے وہ سینے کے لیے دلیا میں رو ہو میں
 کہ رکھی سرخی ڈورے گلے میں بہر جاو ہیں
 پڑے قطرے جو پانی کے سر زلف سخن ہو ہیں
 کہ آتے بن ترے سکر نظر سرو لب جو ہیں
 تو اپنا ہی سمجھ کر کھیلتے وہ مار گیسو ہیں
 جو انہی سرے کا دہالہ ہے مڑگاں بھی بچو ہیں

ظفر ہار دت کوٹا تھا کیا اور سامری کو کیا
 سکھائے زگنس جاو نے اس کی سب کو جاو ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ وہ تم سے قریں رہتے ہیں
 کیا خطا میری کہ جو ترے خطا ہمیں جنیں
 رہتے اک جانتیں آوارہ ترے جوں خورشید
 جلوہ دکھاوے کبھی اپنا اٹھا کر پردہ
 دل میں بٹتے ہیں ہمارے منم کافر کیش
 ساتھ لے جاتے ہیں جو خاک میں بیٹائی دل
 وسعت آباد جہاں میں ہے جنہیں خواہش نام
 بحر پر موج کو کیا خاک گھسی دلیا دل
 پتلیاں لیتی ہیں دل میں تری کافر نگہیں
 تم کبھی راہ پر بھی آؤ کہ جو نقش قدم

وہ دی بے خبری ہم بھی مانگیں رہتے ہیں
 کھینچتے تھج ستم مخمخ کیوں رہتے ہیں
 صبح رہتے ہیں کہیں شام کہیں رہتے ہیں
 تیرے مشاق ہم اے پردہ نشیں رہتے ہیں
 خانہ کعبہ میں یہ دشمن دیں رہتے ہیں
 خاک آرام سے وہ زیر زمیں رہتے ہیں
 گھر میں بھی تھک و ماند لگیں رہتے ہیں
 دل بخشش بھی کہیں چیں بھیں رہتے ہیں
 ہاتھ نچلے کبھو مڑگاں کے نہیں رہتے ہیں
 چشم بر راہ کئی خاک نشیں رہتے ہیں

شور و فریاد سے دہائے ستم کش کے ظفر
 روز جھنگے سر چرخ بریں رہتے ہیں

جی عی جانے ہے کہ جیسے مشتاق من آپ ہیں
 پر فریب و پر وفا پر نگو پر فن آپ ہیں
 دشمن دل دشمن جان دشمن تن آپ ہیں
 جع زن دشمن گزار و ناوک آگن آپ ہیں
 کافر بغالی و قزاق دین آپ ہیں
 گرم جنگ و گرم کشن آپ ہیں
 بد طریق و بد نیاں بد مہر و بد کن آپ ہیں
 میرے قاتل میرے حاسد میرے دشمن آپ ہیں

مجھ سے تم کیا پوچھتے ہو کیسے ہیں ہم کیا کہیں
 پر غرور و پر تکبر پر جفا و پر ستم
 لم پیٹہ ، ظلم شیعہ ، ظلم دان و ظلم دست
 یکہ ناز و نیزہ باز و عریذہ جو ستم خو
 ستم کش طراز و غارت گرا راج ساز
 نڈہ جو بیدار گر سفاک و ظلم کینہ ور
 بد مزاج و بد دماغ و بد شعار و بد سلوک
 بے مروت بے وفا ، مہرباں ، آشا

اے ظفر کیا پائے قاتل کے ہے بوسے کی بوس
 یوں سہل ہو کے سرگرم طغیان آپ ہیں

نظر آلی عدائی کا تماشہ بت پرستی میں
 کہ میں گل گل تصویر ہوں اس باغ ہستی میں
 نہ ورنے میں دل لگتا ہے اس کا اور نہ ہستی میں
 کہ لائے گی یہ تیری سر بلندی تجھ کو ہستی میں
 کہ ہے تھکان حاکم ملک کی بے بند ہستی میں
 نہیں ہونے کا ہرگز بنگل وہ بنگلہ ہستی میں

دکھائی دی ہمیں کیفیت کوئین ہستی میں
 نہ کچھ بار فزاں سے کام نے بار بیماری سے
 پتا تو اے پری و ش تیرا دیوانہ کہاں جائے
 نہ کر تو سرکشی غافل بڑیگ آب نواہ
 نہ ہوا تندرستی کا کرے مصحح جہاں کو
 خدا نے وضع دامن بہت کی عطا جس کو

کرے صوفی بھی کیا کیا اے ظفر پھر قصہ مستان
 دکھائے گردش چشم اپنی گروہ عین مستی میں

کوچہ میر سے ڈر ہے نہ ٹلے جاویں
 اور وہ غیر کو یوں گھر سے بلالے جاویں
 آنکھوں آنکھوں ہی میں جو دل کو چالے جاویں
 کہ گلوں کے نہ کہیں ٹوٹ پیلے جاویں
 میرے آنسو ہی شکر مجھ کو بہالے جاویں
 ترے قربان تیرے چاہنے والے جاویں
 کہ جو مرضی ہو تو ہم آکے منالے جاویں
 تو ابھی عرش پر ہیں تک مرے مالے جاویں
 گل بازی کو نہ ہاتھوں سے اچھالے جاویں
 دست گل خورہ سے گلہ دست بنالے جاویں

دل بناب کو ہم کیونکہ سنبھالے جاویں
 ان کے گھر جائیں اگر ہم تو ٹلے جاویں
 ہیں یہ دزد دیدہ نگاہیں تری کافر وہ چور
 پھر وہ بوست گیا باغ میں ڈر ہے مجھ
 یوں تو جاسکتا نہیں ضعف سے میں نادریار
 اے کہاں دار لگا حیر محبت ایسا
 ہم سے وہ روٹھ گئے ہیں کوئی ان سے پوچھو
 آج میں اپنی محبت کو اگر دکلاؤں
 صدمہ پہنچے نہ پہنچے کوئی ان سے کہہ دو
 ہال شکر جی میں ہمارے بھی آتا ہے کہ ہم

کر کے گلگشت گلستان محبت کا ظفر
 تجھ اس گل کے لیے اور تو کیا لے جاویں

دل جلاتے شعلہ رخ سے ہیں گیسو آگ میں
آب گریہ سے نہیں بچنے کا مرا سوز دل
یہ ہمیں ہیں عشق کی آتش میں جو یوں گر پڑے
گری مفوس سوز دل ہے ماسے میں مرے
روئے آتش لاک پر زلف معصوم کی شیم
ہے تن لاغر کا میرے آتش غم میں یہ حال
ہے دل بے تاب سوز عشق سے سرگرم چست
خج کی لو کھینچ کر لے تو گئی پر خوف سے
آہ سوزوں سے دل پر سوز میں اتناز عشق
سو جو لیلی دشت میں آتش فشاں بھٹوں کی آہ
لوٹا بھہ بن ہوں انکاروں پہ جو سیخ کہاب

زندہ کو جوں مردہ کیوں پھوٹے ہیں ہندو آگ میں
کام روغن کا کریں گے پلکے آنسو آگ میں
کودنے کا ہر کسو کو کہ ہے قابو آگ میں
اے کبوتر تیرا جل جاوے نہ بازو آگ میں
یوں کھلے جس طرح سے خبر کی غولبو آگ میں
کھائے ریح و تاب جل کر جس طرح سو آگ میں
لگ گئے سیماب کو پر اے پریو آگ میں
ہو گیا تھا شگ پر ویسے کا لوبو آگ میں
ورنہ پیدا کیونکر و سرو لب جو آگ میں
ماتہ آتش قدم ہوتا بنو آگ میں
کس مرے سے میں بدل کر اپنا پہلو آگ میں

وہ کے مائل خج رخساروں پہ کیوں بے فائدہ
دیدہ و دانستہ گرتا ہے ظفر تو آگ میں

لپٹے پور خال لب جو پاس ہم ان کے آتے ہیں
ہوتے تو وہ دیتے نہیں پر کالے حل پہناتے ہیں
دام خطا ہر میں تم مت آنا سبز رنگوں کے
یہ تو باغ سبز ہمیں اے حضرت دل دکھاتے ہیں
شب کو گرچہ ہوا سے بھی دیوار ان کا کھڑکے ہے
کیا کیا اپنے دریاں کو وہ اٹھ کے سرکھڑکاتے ہیں
دل میں نگاہ کرم سے اپنی آگ لگا کر آتش فر
جنش دامن مڑکاں سے پھر ویر سوا بھڑکاتے ہیں
یوں تو سوا وہ گھر سے باہر جاتے نہیں اک مدت سے
لیکن کھوڑے کاغذ کے گھر بیٹھے وہ دواڑتے ہیں
تار زلف میں ہیں کیا کافر ریح و تاب محبت کے
دل ہے الجھتا اور زیادہ جوں جوں ہم سلجھاتے ہیں
مارتے ہیں پر دام و نقش کو ایک ذرا جو ہم تو ابھی
ہاتھوں سے صیاد کے گویا طوطے سے اڑ جاتے ہیں
تار ہر میرے حق میں یارو مار ہر ہر ہے
کیونکہ کاٹوں رات کر مجھ کو یہ تو کالے کھاتے ہیں
بازو غمزہ آفت گر ہیں تیغ درا کے جھل گر
کیا کیا قل عاشق پر وہ اس کو ظفر چکاتے ہیں

فلس ہی کو بتاتے ماہ روشن آپ ہیں
خار ہم سینے میں اپنے مثل سوزاں آپ ہیں
مارتے تیغ ستم سے مجھ کو گردن آپ ہیں
کرتے پیدا سر سے زنجس میں سون آپ ہیں
پھر جو بچا تو بولا حضرت من آپ ہیں
سیج پر بھولوں کی کرتے قصد نصرتیں آپ ہیں
آن کر اس پر رگڑتے اپنی گردن آپ ہیں

جب کبھی دلیا میں ہوتے سایہ فلن آپ ہیں
سیتے ہیں سوزن سے چاک سبز کیا اے چارہ ساز
پیار سے کر کے محافل غیر کی گردن میں ہاتھ
کھینچ کر آنکھوں میں اپنی سرمہ و بنالہ دار
دیکھ کر صحرا میں مجھ کو پہلے گھیر لیا تھا قیس
جی دھڑکتا ہے کہیں تارک گل چھ نہ جانی
کیا مزا ہے تیغ قاتل میں کہ اکثر صید عشق
مجھ سے تم کیا پوچھتے ہو کیسے ہیں ہم کیا کہیں

اتنی تو تاثیر رکھ عشق بلبل باغ میں
 زلف اس کی پرشکن سے کیا بلا کرتی ہے بل
 نیم وا ہونے ہی تیرے لب کے اے غنچہ دہن
 رو برو اس بارہ کش کے جوش کیفیت سے آج
 پہنچے اس گل تک مری رگ رگ کی یارب باسرد
 جلوہ قامت کو تیری دیکھ کر اے سرو باز
 جا بجا ہے یہ جو گل طرے کے پھولوں کا جہوم
 دیکھتے ہیں اس گل خوبی کی ہم شان جمال

یاں تقس میں پر جھریں تو واں جھریں گل باغ میں
 دیکھ کھائے گی شکستیں شاخ سنبھل باغ میں
 غنچہ ہائے گل کے عقدے کھل گئے گل باغ میں
 سرو جتا ہے تو گل ہے ساغر گل باغ میں
 نور صبا جاوے ہمیشہ بے نال باغ میں
 کیا قیامت ذاتی ہیں قمر یاں گل باغ میں
 فتن ہیں کیا کشمکش زلف و کاکل باغ میں
 کیا دکھائی ہے بیمار اپنا تجھسمل باغ میں

کر دیا باد بیماری نے زرگل لا کے دھیر
 جبکہ وہ رشک چمن بیجا ظفر ل باغ میں

جس نے کر دیکھی ہو وہیں نگہوں کی پتلیاں
 صدمے سے میرے مالے کے آخر نکل پڑیں
 ہے رنگ دشت پر جو خط سوج سے تو
 لہروں کو دیکھ دیکھ کر پانی کی باہ کش
 مائل کو کوشش میں بھی کرتے تھک گر لک
 ہیں گنج و زرو مال سرد روش تا بشر
 تھا جس زمیں پہ قبض و تصرف وہی زمیں
 لاغر ہے یہ کہ جوں خطا مسلم جدا جدا
 دم اس تن حقیر پہ شیشہ کی تختہ
 دل کی پیش بلائے ہے مڑگاں کی طرح سے

دیکھے وہ تیرے عاشق منتوں کی پتلیاں
 نار خلوط مہر سے گردوں کی پتلیاں
 وحشت دکھائے ہے مجھے ہاسوں کی پتلیاں
 سجھے نشے کی لہر میں جہو کی پتلیاں
 فم کی بغل میں توڑے فلاطوں کی پتلیاں
 کیا کتنی ہوں گی بوجھ سے قاروں کی پتلیاں
 توڑے ہے بعد رگ فریبوں کی پتلیاں
 پہلو نہیں گئے تیرے غروں کی پتلیاں
 ظاہر ہے سوج بارہ نگلوں کی پتلیاں
 تیرے مریض چہم پر انہوں کی پتلیاں

ترکیب میں ہے جس کے سخن میں غلل ظفر
 توڑیں ہیں اس نے سنی و مضمون کی پتلیاں

مجھ کو وہ نہیں بلا سے اپنے بس میں کھینچ لیں
 دے اگر پروا لگی صیاد تو دل کھول کر
 سوئے جسم زار سے سرکش ہوں شیطانی عشق کے
 کھینچ کر آہ رسا کو دل سے گر ماریں کند
 کھینچ لیں ہل میں تصور سے جو ہم تصویر یار
 کس کے دل میں شکست جو کھینچے اس کافر کا دل

پر مرے دل کی کہیں کافر نہ تسمیں کھینچ لیں
 نور بھی وہ چار مالے ہم تقس میں کھینچ لیں
 کھینچتا ہو بہتا سراں خار و خس میں کھینچ لیں
 نہ لک کو ہم زمیں پر اک نفس میں کھینچ لیں
 نہ ہے کیا گر وہ مصور سو برس میں کھینچ لیں
 رنج جن کو کھینچے ہوں اس ہوں میں کھینچ لیں

اک دو کی شرم کیا ہم وہ ہیں مست شوق و مل
 اے ظفر ان کو پکڑ کر ہاتھ دیں میں کھینچ لیں

دم تڑپ کر دے جو پائے قاتل طراز میں
 سر حق نکلے ہیں کیا نے کی ہوا آواز میں
 دم بدم تیری محبت کا بھرے جاوے گا دم
 رخصت پرواز تو صیاد تو دیتا نہیں
 رو برو اس ناب رخ کے تھا نہ مہتابی پہ رات
 چٹم ناز سامری عین لب جان بخش یار

دن اس کی نفس کو کفرش پا انداز میں
 بندھ رہی ہیں جس جو شے ہے وہی ہر باز میں
 جب تک ہے جان تیرے عاشق جانناز میں
 طاقت پرواز پر کب ہے پر پرواز میں
 فرق کچھ مہتاب اور مہتاب آئین باز میں
 طاق وہ چارو گری میں فردیہ انکار میں

ہر قدم پہ قدم محشر کو نکلنے نظر
 ہے وہ قدم اس ستم گر کی خرام باز میں

سور عاجز کی طرف دیکھ کے چل رستے میں
 ہم سے وہ پھپ کے چلے تھے طرف خانہ میر
 خانہ چٹم سے آجائے مڑہ تک آنسو
 نے تو ہم جائیں گے دنیا سے متاع ایمان
 ہے مرے گریہ سے تریار کی خاک سرور
 غنقر لب پہ ہے کب سے ترے بنار کا کام
 دل کا یہ حال ہوا مانگ میں پٹے پٹے
 ہم بھی وہ سنتے ہوئے آئے تھے پیچھے پیچھے
 پہنچے گا امامہ جاسور مرا داس کیوں کر
 قطرہ خون کف پا سے ہے سر خار جنوں
 حسب حال اپنے دکھاؤں سے کیونکر اشعار
 امامہ بر جانا ہے کیا قاتل سفاک کے پاس
 جاکتیں گھلت پہ آج وہیں پھر اے دل
 آنے پانا ہی نہیں پھر کے عدم سے کوئی
 نفس کو مار کے نامنزل مقصود پیچھے

باتوں کو تو پاؤں میں نہ لی رستے میں
 ہم نے بھی جانی کیا بھییں بدل رستے میں
 غفلت اور جو یہ جائے نہ ٹھل رستے میں
 نفس شیطان بھی ہیں پرد زدن رستے میں
 پاؤں اس کا کہیں جاوے نہ پھسل رستے میں
 آتے آتے گئی کیا ٹھہرا جمل رستے میں
 پیسے ہو جائے سفر کوئی شل رستے میں
 تھی جو غیروں سے تری روہ دل رستے میں
 کر پر و بال کہوت گئے جمل رستے میں
 خوب روشن کئے مجھوں نے کنول رستے میں
 جی میں ہے پھینک دوں اک لکھ کے غزل رستے میں
 دم ترا جائے گا بیت سے نکل رستے میں
 لی گئے تھے ہمیں جس جا یہ وہ کل رستے میں
 کس سے پوچھیں کہ ہے کیا خوف و غل رستے میں
 سر کو اس انہی دہیزن کے کچل رستے میں

منزل عشق کے دو پائے نشان فرسنگ
 اے ظفر ایک بو ایک ازل رستے میں

اک دم میں ضرب مار سے پتھر کو توڑ دوں
 پہلو میں اپنے شہرِ حنجر کو توڑ دوں
 خون جگر سے لعل کا بھی سول دوں بہا
 جوڑا اڑا بلا ہے کہے ہے کہ دل تو کیا
 دیوانہ ہو کے تیرا کہے صاف آئینہ
 ہمسفر ہو تیری اہوئے پر خم سے گر کہاں
 جی چاہتا ہے اپنا لگاؤں گلے سے میں
 کیا دشمنی ہے لعل کرم سے کہے ہے چرخ
 توڑا دل اس صنم نے نہ آیا اسے خیال
 بچار ہوں تری صف مڑگاں سے ورنہ یار

پتھر تو کیا کہ سد سکندر کو توڑ دوں
 گویا کہ مرغِ روح سے شہر کو توڑ دوں
 اگر آنسوؤں سے قیمت گوہر کو توڑ دوں
 ماہوں جو مشت کھل اُرد کو توڑ دوں
 زنجیر و طوق و حلقہ جو ہر کو توڑ دوں
 شاخ کمان و دست کمان کو توڑ دوں
 بند قبائے شونہ سخن پر کو توڑ دوں
 یاں تک بھکاؤں شاخِ شمر وہ کو توڑ دوں
 ہے گھر خدا کا کیونکہ میں اس گھر کو توڑ دوں
 وہ صف شکن ہوں میں صفِ لشکر کو توڑ دوں

گویا تو اس ہوں پر ظفر اک تیرا آہ سے
 نہ تا بہ پہرِ مدور کو توڑ دوں

محبت کی کوئی اب آکھ تجھ سے ہم چاہتے ہیں
 چہائے کوئی کالا چور دل کی ہم نہ کھوئیں گے
 نسیم صبح کے جھوکے ہیں بادی چور وہ بلبل
 نہیں ششیر سے جن کی جھپکتی آکھ میدان میں
 نہ روکوں کب تلک انگلیوں کو برون کو توڑا یہ ہے
 یہ طفلِ اشک ہیں وہ بالِ باندھے چور مڑگاں پر

علم ہوں گرچہ سوششیر کہیں کب دم چہاتے ہیں
 کہ تیرے خال رخ اور گیسوئے پر خم چہاتے ہیں
 کہ گلشن میں زر گل اور در شبنم چہاتے ہیں
 نظر وہ دیکھ تیرا اہو پر خم چہاتے ہیں
 کہ پانی رخم دل اسے دیدہ پر خم چہاتے ہیں
 کہ آنکھوں میں سے کاجل دیکھ تو عیہم چہاتے ہیں

ظفر سر عاشق سر باز دیتے ہیں محبت میں
 ورنہ جان اپنی یاں بڑے رخم چہاتے ہیں

سحر کا نور مجھ کو دونوں رخسارے پر کی رو ہیں
 وہ رخ پر قطرہ افشان کب غرق آلودہ گیسو ہیں
 رہے ہے عالم بالا پہ بھی غم تیرے غمگیں کا
 نظر آتا ہے رگس تیرے گلہائے محبت کا
 دکھاتے جو ہر تیغِ ستم ہیں ہم کو اس ڈھب سے
 دل پر داغ سے بیسے تمہاری آکھ لڑتی ہے
 کہیں زانو بزانوں ایک دن بیٹھے تھے ساتھ اس کے
 لگاؤں اپنی آنکھوں میں نہ کاجل بڑھ کے تم انہوں

شب دیکھو رمرے حق میں اس کافر کے گیسو ہیں
 اٹھا کر دیتے پانی صبح دم سورج کو ہندہ ہیں
 ستارے مت سمجھ یہ دیدہ گردوں میں آنسو ہیں
 جب اپنا دیکھتے ہم دامنِ قاتل پہ لو ہو ہیں
 نہیں غیروں پہ ہوتے دم بدم وہ جلیں برابر ہیں
 تراشا ہے کہ چھتے ہیں لڑاتے آپ آہو ہیں
 ہم اس دن سے ہمیشہ تیغِ غم میں سر بڑانو ہیں
 انہیں دیکھ کر کیا جاؤ کہ یہ تو آپ جاؤ ہیں

ظفر وہ آگئے ہیں اس قدر رقاہ میں غیروں کے
 نہیں قاتلو پہ جڑھتے ڈھنڈھتے ہم اپنا قاتلو ہیں

پاس اپنے اس کو کیونکہ بتدیر کھینچ لوں
 ہوتا کھینچا وہ اتنا ہی اپنی طرف سے
 وزن ہے بند سینے کا سوار تیر سے
 چاہے زلف یار کر اپنے دام میں
 زنداں میں کیا چھپے ہے کہے ہے مجھے ہنوں
 دیکھا نہیں ارم کو پر اس گھر کو دیکھ کر
 آخر تو جان معج کو کر جائے گی سفر
 جلد آکے یاں ارادہ دست تھا ہے یہ
 اللہ ری تھنکی کہ لب زخم دل مرا
 میں وہ قلندر ہوں کہ جذب کروں تو پھر
 انجم کی روز ٹوکی تری راست دیکھ کر
 تیرا ارادہ یہ ہے کہ سارے جہان کو

گر خواب میں بھی دیکھو تو تصویر کھینچ لوں
 ہوئے کشش میں دل کی جو تاثیر کھینچ لوں
 سینے سے اپنے کیونکہ ترا تیر کھینچ لوں
 دل کو مثال مرغ ہوا گیر کھینچ لوں
 چاہوں تو میں تجھے مع زنجیر کھینچ لوں
 میں وں کا سارا نقش تصویر کھینچ لوں
 دو چار اور مالہ شب گیر کھینچ لوں
 میں تن سے روح عایتی دل گیر کھینچ لوں
 چاہے ہے آب حنجر و شمشیر کھینچ لوں
 ساری کرامت لکھ پھر کھینچ لوں
 کیوں دل سے آہ ہو گئے نہ دلگیر کھینچ لوں
 میں جنتری میں اے لکھ پھر کھینچ لوں

یہ کیا فزل ہے جس کو لکھیں سوچ کر ظفر
 جس دم کوں ارادہ تحریر کھینچ لوں

نہ نکس ہر وہ فم دار ڈال پانی میں
 دنوار اشک میں مڑگاں کو دیکھ حیراں ہوں
 ہر اک حباب ہو مانند اختر پرو نور
 ہے ابھی نہ دلیا صدف بزرگ ختیق
 کیا ہے جگہ کا سامان کس سے دلیانے
 نہیں ہے فرصت یکدم پہ سرکشی زبیا

اتر پڑے گا فکل سے ہلال پانی میں
 کہ شگ کیونکہ ہوئے یہ نہال پانی میں
 پڑے جو نکس رخ مد جمال پانی مری
 جو بان کھا کے وہ پھینکے ہو کال پانی میں
 کہ سوچ تیج ہے گرداب احوال پانی میں
 کیو حباب کو سرت نکال پانی میں

سربک تر میں نہیں لخت دل ظفر تیرے
 بہائے ہم نے کنوں لال لال پانی میں

ہم سو تم میری حالت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 تھی جو تم بن شب کو آفت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 دل سے دل کو راہ ہے دل ہی سے اپنے پوچھیے
 آکھ اٹھا کر بھی جو دیکھوں میں تو دکھاتے ہیں آکھ
 کون کہتا ہے نا الحق کون کہتا ہے نہ کہہ
 درد یہ پوچھو تو ہاں میرے دل پر درد سے
 میں جو ہوں سمجھا ہوا جان اپنی تم کو تم سے
 حضرت یوسف علی منصف ہوں تو ان سے پوچھو
 ڈالتے ہیں چاک میرے سینہ صافی پر وہ صاف
 مجھ سے پوچھو گئے تو جو گزری وہی کہہ دوں گا میں
 کرتے ہیں کیا کیا وہ پردہ دہی کا غیر کی
 جو گرہ میں زلف کی ہو اس پہ سودا کیجئے

دیکھ لو چہرے کی رنگ مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 شب تھی یاروز قیامت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 دل کو جو ہے تم سے الفت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 ان کی کچھ چشم حنایت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 کیا کیوں میں یہ حقیقت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 اے طبیوں درد فرقت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 جان لوگے وقت رخصت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 تم ہو جیسے خوبصورت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 کیا کیوں اس کی کدورت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 اس کو گر سمجھو شکایت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 ہے یہ پردے میں عداوت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
 میری جنس دل کی قیمت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

دے کے اپنا دل ظفر اس دشمن آرام کو
 مجھ پہ جو گزری مصیبت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

شکایتیں ہمیں غماز اور عداوت سے نہیں
جو ہاتھ پہلے ہی دھو بیٹھا آبرو سے نہیں
یہ چشم تر مجھے کم ساغرو سب سے نہیں
برنگ چاک گریبان صبح اے جراح
ڈرانہ تابش خورشید حشر سے واعظ
بان خلع سراپا نیاں ہیں بزم میں یار
شکستگی کی ہوس سے بھرا ہے ہر غنچہ
اچھلتا ہے دل سوزاں سے کیوں وہ سوئے کمر
کسی کی یاد گلو گیر آج ہے ساقی
نیاہ گل توپٹے ہیں ولے ابھی واقف
ملے گا دو ہی کر جو ہے نصیب کا اپنے

مگر ہے دست سے اپنے فقط کسو سے نہیں
نراز خشق ادا اس نیکی وضو سے نہیں
کدوئے بادہ اگرچہ نہیں کدو سے نہیں
ہمارے چاک جگر کو غرض رو سے نہیں
نیاہ گری رخسار شعلہ خو سے نہیں
ولے حموش ہیں کچھ کام گفتگو سے نہیں
دل اس چمن میں کوئی خالی آرزو سے نہیں
کر باندھتا ہے کوئی شعلہ تارو سے نہیں
ہوتا قطرہ سے جو مرے گلو سے نہیں
ہماری خو سے نہیں وہ ہم انکی خو سے نہیں
سوائے رنج کے کچھ سود جستو سے نہیں

ظفر اس اپنے تصور کے چاہے قرباں
سرکشی یار کی تصویر رویہ سے نہیں

عیاں قطرے ہسٹیکے ہیں خطا سبزا جلاں میں
جگر کو چھان کر پھرے ہوئے قاتل کے مڑگاں میں
چراغ خانہ میں بتی دھگی بٹ کر محبت نے
اسیری میں ترے دیوانے کی ہے جوش پر وحشت
کہاں ہیں رو تکتے تھوڑے سے اس کے روئے روشن پر
ایسی سے اس لب اعلیٰ کے یوں خداں نظر آئے
ہوں صد آفریں صد مرحا شبلاش ہے تجھ کو
نگاہ یار نے اک دم میں دو ٹکڑے کئے دل کے
نہ کر برباد میری خاکساری خاک پاہوں میں
تمہارے دل چلے جلتے ہیں زیر خاک بھی دیکھو

تراشا ہے کھلے ہیں سوتا کے پھول دیاں میں
بھری خوں سے نیاہ آب و تیروں کے پیناں میں
منے کا یہ نشان کب ہے جو دل کے داغ سوزاں میں
کئی دن سے جو نکل ہوتا ہے برپا روز زنداں میں
گھر خط شعائی ہیں یہ خورشید درخشاں میں
در مسعود گویا بھر دیئے ہیں درج مرہاں میں
نہ چھوڑا نام کو اک بار بھی تو نے گریباں میں
نہ دیکھا ہم نے کاٹ ایسا کسی شمشیر براں میں
مجھے رہنے دے اے بادشاہ تو کوئے جلاں میں
دھواں ہے سوز دل سمکھٹ رہا کور ہریاں میں

ظفر تیرے سخن کے رویہ کس کا سخن چکے
سخن کی تاب و طاقت ہی نہیں راتی خداں میں

خواب میں جو نظر آیا وہی بیداری میں
جنس ناکارہ ہستی کی خریداری میں
کون مت کش شمشیر اجل ہو قاتل
زلف مشکیں کی تر بودہ بلا ہے کافر
جو تری ترنس بیمار کا بیمار ہوا
ہو تمک پاش ذرا رقم جگر پر قاتل
موجب آب سے ہے سرد بھی زنجیر پچا
زبد و تقویٰ یہ ننھی کو مبارک زبد

فرق مطلق نہ رہا غفلت ہوشیاری میں
سود ہم جانتے ہیں اپنا نیاں کاری مسری
حلاق تیرا رقم ہیرو بھی ہے خونخواری میں
سنگ حسرت سے ہے خوں نافہ ناتاری میں
نادم مرگ رہا وہ اسی بیماری میں
ہم بھی جانیں کہ مزا ہے جگر افکاری میں
کوئی آزاد نہیں سب ہیں گرفتاری میں
غوب گزرے ہے مری مستی و میٹواری میں

اے ظفر چاہئے بندے کو گز سے پرہیز
وردہ کچھ شک نہیں غفار کی غفاری میں

جس جگہ ہم ہوں وہاں گر تو نہ ہو تو کچھ نہیں
وہ تو سیدھی بات سے بھی کرتے ہیں پہلو تکی
تکیہ ٹھٹھل کا مرے زانو کے نیچے ہو نہ ہو
عشق میں لذت ہے کیا یارو بجز سوز و گداز
تن میں مجھوں کے نہیں ٹھوں ورنہ وحشت کا زور
آئینہ کو دل کے ہے جلوے سے تیرے روشنی
بس میں کر لینے کو دل ہوں لاکھافوں لاکھ سحر
منہ سے ہوتی کی تو کیا اے صوفی صافی نہاد
آنکھیں ہیں پٹکیں تو کیا تھوڑا سادان تو بھی چلے
بے اشارے یار کے کیوں کر چلے تیغ اجل

اور جہاں تو وہاں نہ ہو تو وہاں قابو نہ ہو تو کچھ نہیں
ہم کہیں گر بات بھی پہلو نہ ہو تو کچھ نہیں
ان کے زانو پر مرا زانو نہ ہو تو کچھ نہیں
لب پہ مالہ چشم میں آنسو نہ ہو تو کچھ نہیں
ورنہ انسان میں اگر لو ہو نہ ہو تو کچھ نہیں
اس میں روشن تیرا عکس رو نہ ہو تو کچھ نہیں
تیری آنکھوں کا اگر جادو نہ ہو تو کچھ نہیں
دل میں جب تک ذکر اللہ ہو نہ ہو تو کچھ نہیں
آنکھیں رشاد آفتاب غم نہ ہو تو کچھ نہیں
جب تک اس کی جنبش ابرو نہ ہو تو کچھ نہیں

چاہئے دگر مرا جوں کو ظفر اظہار لطف
زہب گل خوشبو سے ہے خوشبو نہ ہو تو کچھ نہیں

نگہ گزری تری تیرا اجل گر بن کے پہلو میں
ترے ابرو جو کرتے وار جگر بن کے پہلو میں
تا پہلو مرا آفتاب کدہ سوز محبت سے
خدا جانے بلیا جان پر اس دل کے ہاتھوں سے
بغیر اس گل کے لینا ہوں جو کروٹ ہست گل پر
کھسے گی لاغری کیا حال میرے سختی تن پر
یہی تاخیر سوز عشق ہے تو دیکھنا آخر
ماہ جب ماہ تاباں رخ ترا توکان کا سوتلی
نہ پہنچا اس پری تک ہائے مرغ نامہ بر بن کر
کہاں تک ممکنات ہاں کچھ تو بول اے تنگدل منہ سے

نہ ترے کس طرح دل صید مغنہ بن کے پہلو میں
تو مرغ روح کو لے اڑتے مہر بن کے پہلو میں
رہے کیونکہ نہ دل میرا سمندر بن کے پہلو میں
کر گھس بیٹھا ہے دشمن سخت کافر بن کے پہلو میں
تو چھپتی ہے دگ گل میرے نشتر بن کے پہلو میں
ہوئیں جو پلپلاں سوجھ مسل بن کے پہلو میں
جلدے گا یہ دل پہلو کو افکار بن کے پہلو میں
ہا تاہندہ نہ کے ایک اختر بن کے پہلو میں
رہا دل لونا لوشن کبوتر بن کے پہلو میں
نہ بیٹھ اتنا بھی تو خاموش پتھر بن کے پہلو میں

ظفر راحت ہو گر بن کو مری پہلو نشینی سے
رہوں پہلو کا تکیہ میں نہ کیونکہ بن کے پہلو میں

بھری ہے دل میں جو حسرت کیوں تو کس سے کہوں
جو ہو تو صاف تو کچھ میں بھی صاف تجھ سے کہوں
نہ کو کہیں ہے نہ مجھوں کے تجھے مرے ہمدرد
دل اس کو آپ دیا آپ ہی پشیمانی ہوں
کواس میں جس سے اے ہووے سنتے ہی وحشت
رہا تو ہی تو غمخوار اے دل غمگین
جو دست ہو تو کیوں تجھ سے دوستی کی بات
نہ مجھ کو کہنے کی طاقت کیوں تو کیا احوال

نے ہے کو مصیبت کیوں تو کس سے کہوں
ترے دل میں کدورت کیوں تو کس سے کہوں
میں اپنا درد محبت کیوں تو کس سے کہوں
کہ سچ ہے اپنی عداوت کیوں تو کس سے کہوں
پھر اپنا قصہ وحشت کیوں تو کس سے کہوں
ترے سوا غم فرقت کیوں تو کس سے کہوں
تجھے تو مجھ سے عدوت کیوں تو کس سے کہوں
نہ اس کو سننے کی فرصت کیوں تو کس سے کہوں

کسی کو دیکھنا اتنا نہیں حقیقت میں
ظفر میں اپنی حقیقت کیوں تو کس سے کہوں

سے اختلاط اپنے بھلا تم سے نہ ہوں تو کس سے ہوں
 تم ادھر سر مست مازو اور ہم ادھر سر مست شوق
 بار خاطر جانتے ہو اپنا ہم کو بار بار
 طاق ہوں اور تمہارے جب اور و ماز میں
 کرتے ہو صرفہ تمک پاشی میں زخم دل کی تم
 اپنے روئے صاف کے مانند ہم سے تم ہو صاف
 روئے ٹانہ یہ چمکے جب تمہارا در گوش
 حضرت دل تم ہو اس ما آشنا کے آشنا
 آپ کے آنے پہ ہوں سوقوف سب سامان عیش
 اب تمہارے ہوں زلال و خضر جاں بخشیں تو ہم
 ذات اقدس کو تمہاری کہتے ہیں مشکل کشا

اور رکاوٹ پر خفا تم سے نہ ہوں کس سے ہوں
 باتیں بے شرم و حیا تم سے نہ ہوں تو کس سے ہوں
 اس کے شکوے بار ہا تم سے نہ ہوں تو کس سے ہوں
 یہ اور مازو اور تم سے نہ ہو تو کس سے ہوں
 شہ دل پھر بے مزار تم سے نہ ہوں تو کس سے ہوں
 آئینہ ساں ہم صفا تم سے نہ ہوں تو کس سے ہوں
 متضعل ماہ و مہا تم سے نہ ہوں تو کس سے ہوں
 آشنائی آشنا تم سے نہ ہوں تو کس سے ہوں
 غمکدے عشرت سرا تم سے نہ ہوں تو کس سے ہوں
 طالب آب ہا تم سے نہ ہوں تو کس سے ہوں
 عقدے سب مشکل کے وائے تم سے نہ ہوں تو کس سے ہوں

عرض ہے شاہ ولایت سے ظفر آتی کہ ہم
 ہلتی یاد مرثی تم سے نہ ہوں تو کس سے ہوں

کہو تو زلف کے آشفہ میری جان کتنے ہیں
 دکھاؤں سینہ اپنا چہرہ کر اس اوک آگن کو
 ہزاروں رنج و غم ہیں خانہ دل میں نہیں کھلا
 مجھے پوری سے شب گھر اس کے جاا یہ کسے پروا
 کوئی جانبازیوں کو عاشق جانباڑ سے پہچو
 جو ہم وہ چپکے چپکے باتیں کچھ آپس میں کرتے ہیں
 سفر دنیا سے ہے درپیش مجھ کو پر خدا جانے
 کسے ہے صید آگن صید گر میں کھینچ کر حجر
 فقط میں ہی نہیں جو آئینہ نحو جمال اس کا
 ظاہر سب ہیں انسان لیک باطن کی خدا جانے
 سمجھا عشق کو آفت اور اس آفت میں جا پھنسا
 کسی دن کھینچ کر تیغ اتحاد کر اپنے بازو کا
 مجھے کشوہ نہیں اس کے ستم کا کوئی کیا جانے

بہ نوش ان کے کتے ہیں بلا گردان کتنے ہیں
 کہ سوار اس میں کتنے دیکھ اور چپکے کتنے ہیں
 کہ صاحب خانہ انہیں کتنے اور مہمان کتنے ہیں
 کہ وہاں کتنے ہیں چوکیدار اور دہان کتنے ہیں
 کہ ہیں یہ کام مشکل کتنے اور آسان کتنے ہیں
 تو کتنے جوڑتے ہیں منہ لگاتے ہیں کان کتنے ہیں
 کہ بے سامان ہیں کتنے اور با سامان کتنے ہیں
 کہ کتنے رہ گئے جاندار اور بے جان کتنے ہیں
 کہ ششدر اور بھی کتنے ہیں اور حیران کتنے ہیں
 کہ ہیں فنان ان میں کتنے اور حیون کتنے ہیں
 غرض دانا بھی ہم کتنے ہیں اور نادان کتنے ہیں
 کہ دیتے جان کتنے اور بچاتے جان کتنے ہیں
 کہ اس میں لطف اس کے کتنے اور اسکا کتنے ہیں

ظفر آغوش میں آتے ہی میرے وہ تو گھبرائے
 ابھی تو حسرتیں کتنی ہیں اور ارمان کتنے ہیں

جلوہ گر ہے خج حسن یار دل میں اے ظفر
صورت فانوس گویا نور سے معمور ہوں

جن گھلیں میں پہلے دیکھیں لوگن کی رنگ دلیاں تھیں
اکھیاں اسراں دی ڈھونڈی اونہاں نوں ہائے وہ کتے لوگ گئے
ایسی اکھیاں پیچے پڑے ہیں کروٹ بھی نہیں لے سکدے
خاک کا ان کا بستر ہے اور سر کے نیچے پتھر ہے
جانا ہے تو آتا نہیں ہے آتا ہے سو جانا ہے
تلفی اٹھاتی سوت کے چمکے خاک سب انکو پاٹ گئے
پھر دیکھا تو فن لوگاں بن سوئی پڑیں وہ گلیاں تھیں
جن کے کھوسن پیارے گلاس لگدی دکھتو بھلیاں تھیں
جن کی چالیں اچھلیں اور چلنے میں چھل ہلیاں تھیں
ہائے وہ شکلیں پیار پیار کس کس پاؤں سے ہلیاں تھیں
جب یہ وہ سن لیتے تھے تو پڑیں کیا کھلیاں تھیں
جن کی باتیں میٹھی میٹھی مصری کی سی ڈلیاں تھیں

روز بہاراں لوٹتے تھے وہ جا جا کر جن باگن میں
شوق رنگ اب جو دیکھا وہاں بچھول ہیں دعا گلیاں تھیں

دیکھے گر اپنی بھویں وہ مد جمال آئینے میں
تیرہ بختوں کا ستارہ پھر نہ نکلا ڈوب کر
گر دکھائیں آئینہ تیرے مریض عشق کو
ہے نمود اس وجہ سے عارض پہ اس کے خط ہز
اپنے بوسے آپ لیتا ہے وہ کس کس پیار سے
گر کول تالاب میں تو نے نہ دیکھے ہوں تو دیکھ
کھلیں طاق و جفت لی کر وہ ہلال آئینے میں
رنگ پہ جو دیکھا بنا کر تو نے خال آئینے میں
صاف وہ معلوم کتے کا سا حال آئینے میں
جیسے عکس طوطی شیریں مقال آئینے میں
دیکھتا ہے صاف صاف اپنے جو گال آئینے میں
وقت مستی اپنی آنکھیں لال لال آئینے میں

دل میں اس سوسے کمر کا اس طرح آیا خیال
اے ظفر آجائے جس صورت سے ہال آئینے میں

غوب ڈھونڈھا خوب دیکھا کچھ نظر آیا نہیں
چشم ظاہر میں سے تو دیکھا نہیں جانا ہے یار
ہو میسر کیونہ کر اس پردہ نشیں کا دیکھنا
آفتاب و ماہ برقی و شعلہ سب میں ہے وہ نور
راہ سے اس کی ہوئے تم کس لئے گم کردہ راہ
ہے وہی عاشق سے جس نے ترے لاکھوں ستم
آج تک اپنے میں ہم نے آپ کو پایا نہیں
تم نے بھی اے دل کی آنکھوں اس کو دکھلایا نہیں
ہے جو پردہ رویاں وہ اسے اٹھولایا نہیں
حسن اپنا اس نے لب کس کس میں جھکایا نہیں
غافلہ تم کو کسی نے گرچہ بہکایا نہیں
ایک حرف شکوہ پر لب تک کبھی لایا نہیں

میرے نزدیک اس نے پایا کیا محبت کا حرا
رقم تیج عشق جس نے اے ظفر کھلایا نہیں

یہ آپ عیا ہیں کہ دل آتے ہوئے یکدم چماتے ہیں
کہ جو دیتے ہیں دم تم پر وہ کوئی دم چماتے ہیں
کہ پانی زخم دل اے دیدہ پر ہم چماتے ہیں
سحر جو گوش گل سے کوہر شبنم چماتے ہیں

فدا ہونے سے تیرے کوئی آنکھیں ہم چماتے ہیں
لگاؤ آزمائش سے نہ ٹھوکر اپنے کشتوں کو
دل انگار محبت اس طرح انگلیوں کو بن جائے
خلوط مہر کرتے ہیں جن میں دن دیے چھری

کبھی کتا ہوں گر میں گدگدی دست تصور سے
تو وہ کیا کیا بدن کو اے ظفر ہر دم چماتے ہیں

چکمہ وائے سینڈے دل پہ نظر اس کو نہیں
در غم دور پھر اس کدی ار اس کو نہیں
شب ہجرت آساں بوکھے سحر اس کو نہیں
پاس کے زردہ سینڈی مام دا پر اس کو نہیں

ہوئے جانا سینڈا جی جان دا خبر اس کو نہیں
ہشت بہ سینڈاں شوراں کروں کیا اے دل
مالہ واہ کسم سینڈی نیا میں کہہ تک
مام نکم ہوا ہرنہ وئی اوسدی برادر

کیست تا آگئی کوئی ہوسو ہمارا احوال
آکھ حایت ملوم اپنا ظفر اس کو نہیں

جام چم ممت سے تقسیم بے ہوئی کریں
عید ہم اس دن کریں جس جن ہم آغوش کریں
یار رکنا ہے اگر ہم ترک خاموشی کریں
پھر دم ششیر قاتل سے ہم آغوش کریں
یہ سفر چاہتے فکر بہک روش کریں
اتنا ہی ظاہر سو ہو جتنی خس پوش کریں

عشق کے ساغر سے گرہشید سے نوشی کریں
چاند دیکھیں عید کا جب دیکھیں روئے یار کو
اپنا دم رکنا ہے گر کچے غموشی اختیار
چاہتے ہیں زخم دل کے کھول کر آغوش ہم
کیونکر انہار اس قدر ہوتے ہیں اب منزل میں یار
عشق وہ آتش کا پر کالہ ہے چمٹا ہی نہیں

وہ کسی برق میں ہوں گے دیکھ میں گئے ہم ظفر
ہو چکا پردہ کدہ ان سے نہ روپوشی کریں

کیونکہ میں آہ کروں دل کو مرے تاب نہیں
غم نہیں ان کو اگر اٹلس و کنواب نہیں
جس سے جیت خاطر ہو وہ اسباب نہیں
جو اس آب دم ششیر سے سیراب نہیں
مجھ کو آیا غم جہراں میں کبھی خواب نہیں
شعلہ و برقی نہیں بسمل و سیلاب نہیں

کیا کروں گریہ کر آنکھوں میں مری خواب نہیں
خاکساروں کے لیے کسوت خاکستر ہے
ہوئی سمیت ظاہر سے پریشانی اور
غرتہ آب بٹا بھی ہے تو ہے تشنگو
خواب میں یار اگر آوے تو کیونکر آوے
عشق کیوں رکھتا ہے اتنا مجھے بیاب کر میں

گر ظفر عاشق سر بار جھکادے سر کو
غم ششیر سے بہر کوئی عراب نہیں

ایسی کیفیت میں ہوں اپنی خودی سے دور ہوں
دل سے پرزدیک ہوں گرچہ نظر دور ہوں
پر حیا مالج ہے میں کیوں کر کیوں مجبور ہوں
حق تو یوں ہے میں اگر جاں سوختہ منصور ہوں
بندہ غیور ہوں اس بات پر مغرور ہوں
یار سب ہشیار ہیں اور میں نشے میں چور ہوں

کیا کیوں میں کس نشے میں رات دن محور ہوں
تم تلک میں کیونکہ پہنچوں ہائے بے مقدر ہوں
دل تو کہتا ہے کہ کہدے دل کی اس دلدار سے
خون سے اپنے جلاووں دار کو مانند خراج
خلق اپنے منہ سے کچھ کچھ مجھ کو کہتی ہے کہ
جی ہڑکتا ہے نکل جائے نہ منہ سے حرف راز

ہوئے ہیں غیر سن کر مست باتوں کو ظفر تیری
کہیں لائیں نہ سستی یار کے بھی عہدو بیاں میں

کیا کہیں کیا مضرب بھل سے گھر میں آئے ہیں
تھک کیا کیا اضطراب دل سے گھر میں آئے ہیں
آج کیا جانے وہ کس مشکل سے گھر میں آئے ہیں
لوگ سب عاجز ترے بائیں سے گھر میں آئے ہیں
کیا معطر ہو کے عطر گل سے گھر میں آئے ہیں
لٹے پاؤں ہو کے وہ قاتل سے گھر میں آئے ہیں
توڑتے ہم سر کو گھر کی سل سے گھر میں آئے ہیں
مست افاتھک کر ابھی منزل سے گھر میں آئے ہیں

ہم جدا ہو کر جو اس قاتل سے گھر میں آئے ہیں
جب کہ ہم اٹھ کر تری محفل سے گھر میں آئے ہیں
سن کے وہ آواز کو دلیر پرکھیں نہ پاؤں
رات کو کتنا ہے وہ مالے کر اڑ جاتی ہیں نیند
جب کبھی لوٹے ہیں خاک کوئے جاں پر تو ہم
جب گئے ہیں لوگ سمجھانے ترے دیوانے کو
تو نہ ہو گھر میں تو دل گھر میں لگے کیا سنگ دل
کہہ دو شور شہر سے آسودہ گانن ، گور کو

کس کی چشم مست کو تم دیکھ کر اب اے ظفر
آپ جولاں مست لاجھل سے گھر میں آئے ہیں

نہیں پتا کوئی پتا نگر تقدیر سیدھی میں
کبھی کی دیکھو جدول کس نے کی تحریر سیدھی میں
کر نیزھی مثل تو ہے بدلتا تصویر سیدھی میں
نہ کر تقریر کج بجٹی کی اس تقریر سیدھی میں
کبھی ہر مقبرہ کی رہ گئی تعمیر سیدھی میں
نہ ہے ناخبر اٹنی میں نہ ہے ناخبر سیدھی میں

ہزاروں طرح کے پلٹے ہیں ہر قدیر سیدھی میں
پڑی ہے زلف پر خم مصحف رخسار پر اس کے
جو صورت راسی کی چاہتا ہے تو نہ خم رو ہو
ترے سمجھائے کیا ہوتا ہے ماسح جب نہ دل سمجھے
پتا یہ کشٹان ہو خم دار کا پلا
کروں میں بات اتنی یا کہ سیدھی لیک کیا حاصل

اگر دشمن میں وضع داسی بھی ہو عذر کر تو
کہ برش کیا نہیں ہوتی ظفر شمشیر سیدھی میں

ہمیں رسوا ہماری دیدہ نمناک کرتے ہیں
جن میں رشک سے پھر گل گریباں چاک کرتے ہیں
ہزاروں خانہ دل کو سلا کر خاک کرتے ہیں
تو بس غرق ایک ہلی میں گنبد افلاک کرتے ہیں
غراہے سے سے چوب ناک سے مسواک کرتے ہیں
قلم کو توڑ کر کاغذ پکڑ کر چاک کرتے ہیں
تو اس کو ذبح کر کر بست فزاک کرتے ہیں
الٹی دیکھیے برباد کس کی خاک کرتے ہیں

ہم اپنا راز دل ظاہر کب اے بیاک کرتے ہیں
وہ اپنے زہب تن جب لالہ کون پہناک کرتے ہیں
غضب ظالم ترے رخسار آتشاک کرتے ہیں
ابھی آنسوؤں گر دیدہ نمناک کرتے ہیں
دم تو صیف ساقی ہم جو منہ کو پاک کرتے ہیں
دلیم جس دم کہ اپنا حال وحشت ناک کرتے ہیں
ترجم صید پر اپنے جو یہ سفاک کرتے ہیں
وہ پھر سرگرم جولاں تو سن چالاک کرتے ہیں

شاد ہائے غم سے تجھ کو ہم بیاک کرتے ہیں
وگرنہ اے ظفر اس سے عذر تیراک کرتے ہیں

کشش دل کی جو تاثیر دکھائے گی ظفر
تو بلائیں گے ابھی کھینچ کر گھر میں سے انہیں

یار دل مانگے نہ ہوں کس کرکوں تو کیا کروں
جب کہ پوچھے یار مجھ سے شیخڑ ہے کس پہ تو
حضرت دل عشق کے رستے سے واقف نہیں
غیر پر چشم عنایت مجھ کو دیکھ تہر سے
غم مرا منہوار ہے کتا ہے وہ غم خوارگی
میں ہوں حیراں دورہ اس یار کے آئینہ دار
واہ وا کہتے ہیں میرے لب کھلے ہی رہ گئے
جم گیا دل خا کوئے یار پر جوں نقش پا

یور جب دے دوں تو لوں کیوں کر کیوں کیا کروں
متر سے میں اپنے کیوں کیوں کر کیوں کیا کروں
کس طرف جاؤں چلوں کیوں کر کیوں کیا کروں
آنکھ سے دیکھا کروں کیوں کر کیوں کیا کروں
میں نہ دم اس کا بھروں کیونکر کیوں کیا کروں
اب نہ صورت کو بھوں کیونکر کیوں کیا کروں
یور وصف ان کا کیوں کیوں کر کیوں کیا کروں
انٹھ نہیں سکتا اٹھو کیوں کر کیوں کیا کروں

اپنا احوال محبت ماننے اس کے ظفر
آپ میں لکھ کر پڑھوں کیونکر کیوں کیا کروں

پاک شے کچھ یور ہے میں قطرہ پاک ہوں
خواہش دنیا ہے درپے استقامت کیونکہ ہو
یور ہے منزل بہت اور پاؤں میں طاقت نہیں
بے جوابی سے اٹھا کافر نہ تو متر سے نقاب
ماصا کرتا ہے کیا چاک گریباں کو رنو

پودنا کیا جانے کیا ہے میں تو مشت خاک ہوں
اڑنا پھرنا میں وہاں میں جوں خش و خاشاک ہوں
گرچہ میں رکھتا طبیعت عشق میں چالاک ہوں
دیکھ کر کیا جانے کیا یوں کر میں بے باک ہوں
قرر کر اس کا کر رکھتا سبز میں صد چاک ہوں

اے ظفر وہوں جہاں میں کیوں نہ ہو مجھ کو ظفر
جان و دل سے میں غلام صاحب لولاک ہوں

میں ملوں کیوں کر کہ وہ پیاں غسل ملتا نہیں
ے اس کی صورت سے ملے کس صہ یوسف کی مہیبہ
ہے عرق اس زلف گرد آلود پر وقت شکار
اس گلی میں گرد گم کشت کو شب جو اچھڑا ہے
کیا عداوت ہے کہ میں سو بار اس سے کہہ چکا
جائیں مسائے میں ہم لیکن ہمیں کوئی مکان

میرا دل ملتا ہے اس سے ال کا دل ملتا نہیں
رخ سے رخ گیسو سے گیسو حل سے حل ملتا نہیں
اس سے بہتر عطر خبر گل ملتا نہیں
یار دل ہو نہ جب تلک مشتعل ملتا نہیں
آج ہے دن عید کا تو مجھ سے ل ملتا نہیں
انصیب اس کے گھر کے متصل ملتا نہیں

چاہتا تھا اس کمر کا اے ظفر پاؤں سراغ
گم ہوا عقاب ہو کر منضعل ملتا نہیں

وڈور اشک گر دیکھے ہماری چشم گریاں میں
جاہوں کو نشے میں دیکھ کر کہتا ہے یہ ساقی
نہی کے تیرے قرباں آئینہ رو اس طرح پر ہنس
یہ سوچا آئینہ میں دیکھ کر اس چشم کی گردش
بڑی استاد ہے یار بہادی مرغ کشن کو
در خوش آب درج مندی میں لا کے رکھا ہے
ہم اپنے لخت دل کو دامن مرگاں سے گر جھاڑیں
جو اس کان ملاحظہ کے ہیں کہتے چپ نہ ہوویں گے

تو دریا صرت گرداب متر ڈالے گریباں میں
تا سے کس نے پھیلائے زمیں پر آب باراں میں
کہ تاہم اپنا متر دیکھیں تری اس آب دہلی میں
کر چکر کھا رہی کشش ہے کس کی آج طوفاں میں
پڑھاتی ہے گلستان کا ستن کیا کیا گلستان میں
نہ سمجھو اس کو غم قطرہ عرق کا اس زنجہاں میں
تکس پھر لعل قلم لال پتھر کے بوخشاں میں
قیامت تک رہیگا شور اک رنج شہیداں میں

کر دیا آگاہ سب کو تو نے روہِ عشق سے
تجھ سے دل کی بات اپنی اسے ظفر چھتی نہیں

جو بھنویں اس شوخ چشمِ شمشک کی کھینچ گئیں
جب نکیریں سی تری چینِ جبین کی کھینچ گئیں
ما توائی سے پہنچنا واں مجھے دشوار تھا
کھینچ کر شانے نے کھولے جب تری زلفوں کے بال
وہ بڑی آنکھیں نشے میں دیکھ کر سوچا مجھے
ہوگئی کچھ صفحہ گردوں پہ آرائش سی اور
جلوہ فرما کون ہوگا جو خطوطِ مہر سے
زلفِ مشکیں کو جو اس کافر نے باندھا کھینچ کر

دو کمانیں متصل دو ترک چین کی کھینچ گئیں
سر پہ کواہیں مرے سو بعض کیں کھینچ گئیں
پر طائیں میری قسمت سے زمیں کی کھینچ گئیں
یک بیک ساری رگس حیرے خریں کی کھینچ گئیں
کشتیاں دریائے صن مازیں کی کھینچ گئیں
جدو لیں جو میری آہ آتھیں کی کھینچ گئیں
ڈوبیاں نگرہ چرخ بریں کی کھینچ گئیں
اور بھی مشکیں دل اندوہ کھیں کی کھینچ گئیں

جا بجا ہو جلیں نہ شہرت صن کو اسکے ظفر
اب تو تصویریں ہزاروں اس صین کی کھینچ گئیں

جی میں کیا حیرے سلا اے کیا کہتے ہیں
ساتھ سوتے ہو لپٹ کر مرثم شرم کہاں
ان پہ ہم مرتے ہیں وہ ور پہ فٹس ہیں انوس
پوچھا ہر ہند بھرے کان تمہارے کس نے
دن کو تو یوں وہ نہ آیا کر ہیں مانع اغیار
گلِ صدفِ بکِ بٹایا دل صد پارہ عشق
بید میں پھل نہیں سایہ ہے میری آہ گل
لاکھوں نواز ہیں کس کس کو ہم ان سے پوچھیں

ہم سے ہر وقت کٹا اے کیا کہتے ہیں
یہ جو منہ تم نے چھپایا اے کیا کہتے ہیں
یہ ستم باندھ لیا اے کیا کہتے ہیں
نہ بتایا نہ بتایا اے کیا کہتے ہیں
خواب میں شب جو نہ آیا اے کیا کہتے ہیں
تو نے کیا گل یہ کھلایا اے کیا کہتے ہیں
نہ ٹھہر رکھے نہ سلا اے کیا کہتے ہیں
تم کو یہ کس نے سکھایا اے کیا کہتے ہیں

گری خوں سے سلائی تھا دل اور ظفر
سرد مہری نے جلیا اے کیا کہتے ہیں

وہ تیر اور ہے جس تیر و فکر ہوں میں
نشان تیرے کف پا کا دیکھتا ہوں جہاں
وہ کارواں کہ ج منزل پہ اپنی جا پہنچا
نہ میں ہوں طائرِ بھل نہ مانی بے آب
بکھتے عشق میں بیہوش و بے خبر ہیں مجھے
خدا اگر مجھے پردے مثال پروانہ

وہ دام اور ہے جس دام کا شکار ہوں میں
طواف آنکھوں سے کرتا ہزار بار ہوں میں
اسی کے پیچھے روں صورتِ غبار ہوں میں
اُسی کیوں ہوں جو بیتاب و بیقرار ہوں میں
خبر نہیں کہ خبردار و ہوشیار ہوں میں
تو خلع رو بھی اڑا کر ترے تار ہوں میں

ظفر ہو کیوں نہ وہ نازک مزاج دامن کش
کہ خاکِ راجت ہوں خاکسار ہوں میں

چشم کیا دیکھتی ہے روزن در میں سے انہیں
چھپ کے وہ بیٹھ رہے مجھ سے یہ ممکن ہی نہیں
دل وہ کب چھوڑے ہیں اے تنِ لاغر میرا
جو سفر کہ سفر کر گئے اس منزل سے
تار جو باندھتے ہیں آنسوؤں کا چشم سے ہم
لعل درکار اگر ہووے گا نکتہ کے لیے

جھانکتا دل بھی ہے سوراخ جگر میں سے انہیں
میں سر کئے نہیں دیے کا نظر میں سے انہیں
ثر اک تازہ ملا شگِ شجر میں سے انہیں
بھیر کر لائے کیونکر سفر میں سے انہیں
دیں گے دو چار گہر سک گہر میں سے انہیں
کاٹ کر کٹا بھی دوں گا جگر میں سے انہیں

وگرنہ کون دیتا ہے وہاں مار میں اگلی
 اٹھائی شاخ نے حیرت طرف گھرار میں اگلی
 کہ مل سکی نہیں ابھی جہاں یک مار میں اگلی
 نہ بھیرے چاہہ گرغم دل افکار میں اگلی
 وائے کوکبی دانتوں سے سہسار میں اگلی
 کئی ہے خلع کی جو صن کے بازار میں اگلی
 لنگ نے کی ہے چشم مہر پرانوار میں اگلی
 غمیر جائے ذرا گر روزن دیوار میں اگلی

بھرے ہے زلف شانہ چین زلف یار میں اگلی
 کہا میں نے کہ گل سے بھی زیادہ کوئی مارک ہے
 جنوں کو شوق پاک جب اور یاں اتواتی ہے
 سلاتی گر نہیں چٹکایا تو ہے اس مارک اگلی کا
 دکھائے جائیں گے اپنے جو زیر بار حسرت ہم
 بتایا تھا کہیں اگلی سے اس نے شاہ خوبال کو
 تجھے کس آنکھ سے دیکھا کہ جو مار شعاعی سے
 ہم اس کے بام تک پہنچے ہی تھے دیوار پر چڑھ کر

ظفر اس شوخ بوخ کی جوارے ہیں ذرا خو سے
 لگا سکے نہیں اس کو کبھی ہم پیار میں اگلی

خبر دی ان کے دل نے واں نہیں رقت لگی ہونے
 اور انھوں سے تریہ چشم پر حسرت لگی ہونے
 کہ صورت اپنی دیکھ آئینے میں وحشت لگی ہونے
 کہ مجھ کو عین ہشیاری میں اک غفلت لگی ہونے
 ہمارا خط پڑھا جس نے اسے حیرت لگی ہونے
 کہ اب تو اور ہی لوگوں سے واں خلوت لگی ہونے
 خدا جانے لڑائی ہم سے کس بابت لگی ہونے
 کہ میری بغض بے سرعت میں بھی سرعت لگی ہونے
 ہمک پاشی سے حاصل اور ہی لذت لگی ہونے

جگر میں یہاں جو میرے سوزش الفت لگی ہونے
 ہمارے واسطے ان پر اور شدت لگتی ہونے
 تصور میں کسی وحشی نگہ کے سہوئی صورت
 کسی کی زخموں میں لگی دی کچھ ایسا بے ہوشی
 نہیں مضمون جو نکلا ہم نے بیابانی کی حالت میں
 ہمیں خلوت کدے میں کس طرح سے بارہواں کے
 بغیر آزاد آگے لانے کے نہ تھی کچھ بات مہل میں
 ترے دست شفا کے رشک عینی میں تو قریاں ہوں
 مرا آیا جو تھا کچھ دل کو قائل زخم کھانے میں
 یہ کس سر باز کے سر پر نیا جنگم بربا ہے

سرمزم حریفان یار نے کیں ہم سے وہ باتیں
 کہ سن سن کر ظفر بوروں کو بھی جھلت لگی ہونے

کہ حیرت تجھ نہ اے شوخ پرستم ٹوٹے
 ولے یہ خار مرے کیوں نہ قدم ٹوٹے
 کہ شاخ سنبھل ترکھا کے بیچ وغم ٹوٹے
 لکھوں نہ حرف کبھی بھی ثابت کہ جھٹ قلم ٹوٹے
 نہ ناما نسوؤں کا دیکھ چشم نم ٹوٹے
 کہ مارے رات کو اس طرح ہوں گے کم ٹوٹے
 اگر یہ ٹوٹے تو کھلا کہ جام جم ٹوٹے
 کہ ٹوٹے تجھ سے اگر یہ بڑا مضم ٹوٹے

کہیں شباب ترے سخت جاں کا دم ٹوٹے
 بلا سے ٹوٹے مرے پاؤں رشت وحشت میں
 نہیں ہے رشک سے اس زلف پر چمک کی عجب
 دل شکستہ کا احوال گر کروں تحریر
 بدی سے گر بھی عاشق نے اب ترے شرط
 الجھ کے زلف سے یوں ٹوٹے سوتی کے بالے
 ترے ہے جام میں ساقی طلسم کیفیت
 جو شوق بہت شکنی ہے تو اپنے نفس کو توڑ

یہاں کے آنے کی اس یار نے قسم کھائی ا
 کچھ ایسی بات ظفر ہو کر ہی ہ قسم ٹوٹے

پر جب مجھے عدم کو تو کیونکر پھر آئیں گے
 جیتے رہے تو اے دل مضطر پھر آئیں گے
 دستے عیاں میں سے اگلے مقرر پھر آئیں گے
 باؤں لے کے ہاتھ میں مضطر پھر آئیں گے
 کیا کیا اے وہ صودت ساغر پھر آئیں گے
 مانند ماہِ شہر میں گھر گھر پھر آئیں گے
 جیتے کر تیرے کوچے سے جا کر پھر آئیں گے
 پھر کی کی طرح کو بکو پھر کر پھر آئیں گے

جائیں گے لاکھ کوس بھی ہم گر پھر آئیں گے
 جاتے ہیں اب تو ساتھ ترے اس گلی میں ہم
 ہر کھٹکی بخت بھی ہے تو نامہ بر ا
 جائیں گے جھکے میں اگر تیرے دادِ خود
 جس کو وہ نہ لگائیں گے ہنگامِ میکشی
 ہر جاتی پن سے اپنی یہ خورشید رو ہمیں
 گویا خدا کے گھر سے پھر گئے وہ اے صنم
 جھوکے ہمارے سرسراہ کے دیکھنا

وصل اس کا آبِ خضر نظر ہو کہاں نصیب
 بیلے بہت مثال سکندر پھر آئیں گے

دل کو دل سے راہ ہے ان کی خبر پہنچے عیاں گے
 ٹھنڈی ٹھنڈی گرمی آہِ سر پہنچے عیاں گے
 دور ہیں دل سے مگر میری نظر پہنچے عیاں گے
 تجھ سے وہاں پہلے خبر اے نامہ پہنچے عیاں گے
 آسمان پر اپنی آہ پر شرر پہنچے عیاں گے
 دیکھنا چڑھ کر ہوا کے دوش پر پہنچے عیاں گے

ضبطِ مالہ ہے ادھر گری ادھر پہنچے عیاں گے
 مثلِ خیمِ مجہد ہو وے کا ٹھنڈا آفتاب
 دور ہے گرچہ نگاہِ چشمِ ظاہر میں سے یار
 کچھ اگر نامیر رکھتا ہے مرا مضمونِ شوق
 برقِ توفیق ہے کیا دیکھ اپنے دامن کو بچا
 بال بھی رکھتا نہیں پر اس گلی میں میری خاک

فخر دیں فخرِ جہاں کی دولتِ الطاف سے
 دولتِ ہر دو جہاں تم کو نظر پہنچے عیاں گے

دل کے بیچ و تاب کا مالکیتا تھا ویسا عیاں ہے
 لیکن جوشِ دیدہ پر ہم جیسا تھا ویسا عیاں ہے
 پر یہ دمِ سرد اپنا ہم جیسا تھا ویسا عیاں ہے
 خانہ دنیا خانہ ماتم جیسا تھا ویسا عیاں ہے
 مہر کے آگے قطرہ شبنم جیسا تھا ویسا عیاں ہے
 تیر مزاج اے کافر پر ہم جیسا تھا ویسا عیاں ہے
 پھائے بدلے رکھے مرہم جیسا تھا ویسا عیاں ہے
 مہرِ محبت اپنا محکم جیسا تھا ویسا عیاں ہے

نیز اخیالِ زلفِ پر ہم جیسا تھا ویسا عیاں ہے
 ہر برس کرکھل بھی گئے اور اے چڑھ کر ترے بھی
 یوں تو بہت دمِ سازِ محفلِ آخر دیکھا تو دمِ بازی ہے
 ٹھانہ یہ آگے منزلِ عشرت ورنہ اب ہے راحت گاہ
 کان میں تیرے دیکھ کے حیراں ہوں میں اے خورشیدِ لقا
 زلفِ الجھ کر مکھ ہے پر ہم سے یونہی بے جرم و خطا
 زخمِ جگر کا حال نہ پوچھو چارہ گرویاں کتنے عیاں
 کیا کیا تو نے سستی بیان کی دیکھ اے ستِ وفا

غنچے ہزاروں ہوئے گلنت دیکھے جن میں لیکِ ظفر
 دل یہ گرفتِ خاطر و پر ہم جیسا تھا ویسا عیاں ہے

رخ نو خط کی جو تصویر ان آنکھوں کے آگے ہے
گیا میں سہم ایسا دیکھ کر وہ ماؤک مڑگاں
جدھر اب دیکھتا ہوں میں تصور تیرے برو کا
نہیں بنیاد کچھ ہستی کی یاں مردم حباب آسا
کریں ہیں دل کو پابند محبت یہ تری آنکھیں
تری آنکھیں بلا سے بد ہیں کیا عر اور کیا افسوس
ترجم چاہئے اللہ اکبر اتنی بیدردی
بچاؤں تیری آنکھوں سے دل اپنا کیونکر اے کافر

تو اک قرآن مع تفسیر ان آنکھوں کے آگے ہے
کہ ہر تنکا بھی مثل تیرا دن آنکھوں کے آگے ہے
اور کھینچے ہوئے ششیر ان آنکھوں کے آگے ہے
گجرتی بن کے اک تھران آنکھوں کے آگے ہے
نخل صد حلقہ زنجیر ان آنکھوں کے آگے ہے
کہ ہوتی سب کی کم تاجران آنکھوں کے آگے ہے
ترہتا دیکھ کر پھر ان آنکھوں کے آگے سے
نہیں چلتی کوئی تدبیر ان آنکھوں کے آگے ہے

نہیں ہے اعتبار گلشن ہستی کر رنگ اس کا
ہوا کیا کیا ظفر تعمیر ان آنکھوں کے آگے ہے

ان سے شب خواب میں ہوتی جو ملاقات سی ہے
سوزش عشق میں آنکھوں سے رواں ہیں آنسو
زندہ کردینا دل مرده کا اے عیسیٰ دم
روک سکتا نہیں میں اپنی در فشانہ اشک
صید کرنے کو مرے دل کے وہ چشم کا حل
کوئی ہشیار نہیں جو ہیں وہ مرست و خراب
جن کو ہر لحظہ و ہر دم ہے اے اللہ رجوع

صبح سی چشم تصور میں مرے رات سی ہے
عین گرمی بھی مرے واسطے برسات سی ہے
آگے تیرے لب جاں بخش کے اک بات سی ہے
کہ جدولت ترے اے عشق یہ خیرات سی ہے
دیکھئے کیا ہو لگائے ہوئے پھر گمات سی ہے
بزم دنیا عجب اک بزم خرابات سی ہے
بات بھی ان کی ظفر ایک مناجات سی ہے

خط و پیام ان کو نامہ پر پہنچائے جائیں گے
نہ چھوڑا ہے نہ چھوڑیں گے ہم ان کی زلف کا سورا
نکل جائے گی جان مالواں لب پر تو آئی ہے
جو سر نامہ ہے پاس اپنے کریں گے نذر آنکھوں سے
گلی تک ان کے ہم پہنچا تو دیں گے حضرت دل کو
کوئی دم زندگانی ہے نسیم صبح کے جھوٹے
نہیں بجھنے کی دل کی آگ بلکہ اور بھڑکے گی
جہاں تک پہنچے گا مقدور ان کا وہ کبھی ہم کو

پہنچ کر لاکھ ڈھب سے واں خبر پہنچائے جائیں گے
بلا سے وہ اگر ہم کو ضرر پہنچائے جائیں گے
جو وہ صدمہ یونہی آھوں پہر پہنچائے جائیں گے
انہیں ہم تھمہ لخت جگر پہنچائے جائیں گے
دم بے طاقتی ہم سے اگر پہنچائے جائیں گے
تری بو اے گل غولبی اور پہنچائے جائیں گے
اگرچہ اشک پانی عمر بھر پہنچائے جائیں گے
نہیں دیے گا چین نذر اگر پہنچائے جائیں گے

نفل سے آہ سے لا مالہ وزاری سے ہم اپنے
مدد بے طالبی دل کی ظفر پہنچائے جائیں گے

نہ کہجے سے غرض نے بکدے سے کام ہے اس کو
بھٹکا اے ظفر سرجس نے اس کے آستان پر ہے

حضرت دل عشق کے رنج و تپ میں پڑے گئے |
ہے غضب بیٹھے بیٹھے کس غضب میں پڑ گئے
اس نے کیسی تہر کی آنکھوں سے دیکھا آئے
میلے یکبارگی شہر طرب میں پڑ گئے |
کار دنیا ہو وے یا ہو کار دیں محنت ہے شرط |
ان سے کیا ہوگا کہ جو عیش و طرب میں پڑ گئے
بل بے سوز دل کہ میں سرو چراغاں بن گیا
داغ اتنے میرے تن پر ایک شب میں پڑ گئے
کیوں اور چشم عنایت سے نہیں پڑتی نظر |
پڑے کیا آنکھوں پر رنج بے سبب میں پڑ گئے
اے محبت دور ہے مطلب کی منزل دور یہاں
چلتے چلتے آجے پائے طلب میں پڑ گئے
عقدہ دشوار ہے اے دل یہ کھلنے کا نہیں |
آپ کیوں فکر وہاں غنچے لب میں پڑ گئے
دل کہیں ہے میں کہیں ہوں اور کہیں میرے حواس
تفرقے اب اے فراق یار سب میں پڑ گئے
منزل مقصد کو وہ پہنچے با آسانی ظفر
سیدھے رستے جو رہ و دم اب میں پڑ گئے

خدا کے گھر میں جلا کر چراغ رکھا ہے
وگرنہ ہر کہیں اس کا سراغ رکھا ہے
لک نے آپ ہی انا لاغ رکھا ہے
قریب کس لئے طوطی کے داغ رکھا ہے
تو انا باغ میں کیا رشک باغ رکھا ہے
وگرنہ انا کہاں یاں داغ رکھا ہے

لگا جو دل میں یہ پر سوز داغ رکھا ہے
جو کوئی پائے تو ہاں آپ ہی میں پائے لے
کہاں ہو زیر لک دور جام با وہ عیش
بہم ہیں رنج پہ ترے خطا بزو خال سیاہ
ہمارے ساتھ اگر تو نہ ہو دم گلشت
نے ہیں خاطر ماسح سے ہم کہ ہے کچھ بات

نہیں محبت دنیا کے ہم ظفر پابند
خدا نے اچھا ہمیں با فراغ رکھا ہے

لکھے تو ایسی غزل کوئی قلم برداشت
اے ظفر لاف سخن ہیں کیا نخور مارت

وہاں تدبیر کشت و خون قصد علم رانی ہے |
یہاں ہے صبر و شکر اور آرزوئے جانفشانی ہے
نہیں ہم مارتے مگر قافل کو قصد تیغ رانی ہے
ہمیں پاس وفا ہے جان دینی شادمانی ہے
تری آب دم ششیر آب زندگانی ہے |
شہیدوں کے لیے تیرے حیات جاودانی ہے
مثل ہے بتنا چھلا اتنا کھلایا کر کے دل
ملے کیا خاک اے دنیا کی جس نے خاک چھائی ہے
سبب بیدار بنی کا ہے گر ہو علم ہوش فرا
پڑھے گر خوب غفلت دس کیا ہے قصہ خوانی ہے
محبت کی دورگی ہے جن زارگی رہتا |
گر آنسو ارغوانی ہے تو چہرہ زعفرانی ہے
خیال نیک وہ دل میں نہ آوے یہ نہیں ممکن
خدا کے گھر کی کر سکتا کوئی کیا پاسانی ہے
ہوتی خاموش آپ ہی خلع جل کر یزم میں آخر
کر ہاں کیا کام آتی عشق م یں آتش بیانی ہے
کف پا ہو مجھے چھلنی خلص سے خاک سحر کے
ہنوں کے ہاتھ سے ہم نے کبھی کیا کیا خاک چھائی ہے
غرض تھی گرم جوش سے مجھے کیا سرد مہروں کی
مگر اے حضرت دل یہ تمہاری مہربانی ہے
خدا نے وہ روانی دی ظفر تیری طبیعت کو
ترا ہر شعر تر ہر بحر میں بحر المعانی ہے

لب شیریں کو ہوتے کا چٹنا پر زباں پر ہے
کہ یہ جوہر بھلا کا ہے کو تیغ اسفہاں پر ہے
دماغ ان مد بینوں کا ہمیشہ آسمان پر ہے
ہماری جان ہی جاتی کسی سروروں پر ہے
رکھا ایمان جس نے طاق ابروئے بتاں پر ہے
ستم صیاد کیا کرتا اسیر ناتواں پر ہے
پردہ مار سکتا ہے پریوکٹ ہاں پر ہے
شہیدان کا تیرے جو سر نوک سناں پر ہے

کلام تلخ کا ہر چند صدمہ میری جاں پر ہے
بصر کہتے ہیں اس کی چین ابروئے رفم
نظر سے مہر کی کب دیکھتے ہیں خاکساروں کو
پھسلا تو نے دل کیا طرہ شمشاد میں قمری
بکھا ہے عین الماں طاق سمجھو عشق میں اس کو
نفس سے چھوٹتا ہے جبکہ اڑنے کی نہیں طاقت
پکھتا ہے جہاں پیک تصور اپنا در پردہ |
کرے ہے ناز کیا کیا سرفرازی پر محبت کی

زندہ یوں عشق میں ہیں مائل گیسو جلتے
گری دل سے ہیں یہ سینہ وہیلو جلتے
آدی میرا ترے گھر میں کہاں جائے کہ وہاں
پارہ دل کو ہوا گرے سے مڑاگاں پہ فروغ
ٹھٹھے سے برق تلک طبع سے خورشید تلک
سرمہ ہیز نہ ہوتے تری رعنائی سے
مرد ہو گری بازار تری اے خورشید
ہم جلتے گر تپ دوری سے تمہیں کیا پروا

جس طرح سے کرپیں از مرگ ہیں ہندو جلتے
کر نکلے مری آنکھوں سے ہیں سو جلتے
پہ فرشتوں کے ہیں وہاں شوخ پری رو جلتے
دیکھو پانی سے چھانٹاں ہیں لب جو جلتے
دیکھ کر سب ہیں یہ تیرا رخ نیکو جلتے
خج سال دیکھ کر تیرا قد دلجو جلتے
دراغ سینے میں دے دیکھے اگر تو جلتے
گھر میں ہیں گھی کے چراغ آپ کے ہر وہ جلتے

اے نظر مائے میں لکھتے تو کسی سوز جگر
پر کبوتر کے ہمارے پر بازو جلتے

جبکہ اس وحشی نگہ کے چہن اہو پر پڑے
وہ گر انہار سحابی ہوں دم وزن عمل
اوس پڑ جائے گی شاخ پہلے تر پر اگر
ماخن غم گر گئے دل کے پھچھوٹے پر مرے
تیری قامت سے اگر ہمسر ہو وہ اے برق و ش
ہے نگہ کافی لگا مت تیغ اے قاتل مبار
سانے گر لاکھ سار ہوں قسوں سازی میں طاق
کرنا ہے میری طرف سے جو وہاں غنائیاں

سب کہیں مل وہ وا کیا شاخ آہو پر پڑے
ٹوٹ جائے پلہ بوجھ اتنا ترانہ و پر پڑے
قطرے پانی کے دم غسل اس کے گیسو پر پڑے
ہو یہ عالم حیر چاقو جیسے لکھو پر پڑے
قد بربر بکلی اک سرو لب جو پر پڑے
ماہو نچے کچھ ساعد یہ صدمہ زور بازو پر پڑے
پر نظر جس کی پڑے اس چشم جادو پر پڑے
میر میرا یا رب اس قاتل بدخو پر پڑے

کس سینے پر صفا سے ہو عیاں ملی کی طرح
کھل کے چھٹی جو نظر اس پشت کے ہو پر پڑے

جس طرف پھرتے ہیں دیوانے ترے سراماتے
عشوہ و غمزہ ترے دونوں سپاہی میں غضب
جیسے رقتی ہے تری مڑاگاں کی دل سے ٹوک جھوک
خاک ہو کر بھی نہ پایا چہن وحشت سے کہ ہم
دار ہے خوبان کہاں اہو سے یہ ناوک گلن
پاس خاطر تھا سیری میں ہمیں صیاد کا
سرکشی کرتے تھے میرے روہرے والے شعلہ رو
نقشہ عشر ہزاروں پیش پا افتادہ ہیں
وہمہم کرنا ہے ہم پر حیر تو تیغ ستم
کچھ تو نہ کھولا ترے آگے کہ جھوٹے باوکے
خیر گزری تو نے دکھائی نہ اپنی چشم مست

اس طرف جاتے ہیں لڑکے ساتھ پتھر مارتے
تیغ پر ہیں تیغ اور تیغ پر تیغ مارتے
میرے سوتے تن مرے تن پر ہیں نشتر مارتے
جوں گولہ دشت میں پھرتے ہیں چکر مارتے
تیر مڑاگاں دل پہ ہیں سو سو بربر مارتے
وردہ ہوتا دام سو کلوے اگر پر مارتے
خج کو محفل میں ہاں گردن نہ کیونگر مارتے
پر نہیں پندار سے وہ ایک ٹھوکر مارتے
ہو برگرز ہم نہیں دم اے شکر مارتے
ہیں طمانچہ وہمہم منہ کے بربر مارتے
وردہ نیکش سر سے اب ساتی کے ساغر مارتے

رب کعبہ جنت کا چمن ہے
 تو مانند ثریا نورتن ہے
 وہ درج لعل یہ در عدن ہے
 و آفت ہے غمرہ سحر فن ہے
 یہ فوج نیرہ بازان دکن ہے
 زیادہ ٹھک غنچے سے دکن ہے
 وہ زلف پر شکن خاکر شکن ہے
 نگاہ مست ترک تیغ زن ہے

خط ہنر اس کا کیا زیب ذقب ہے
 مہ نو ہے جو اس کا دست آغوش
 لب لعل در ہنداں کو مست پوچھ
 بلا ہے زلف اور قامت قیات
 صف رگیاں سے اے دل اس کو چنا
 شکستہ ہو نہ کیونکر حال دل کا
 وہ چشم فز گر ہے مردم آزاد

جواب تلح کیوں دیتا ہے ہم کو
 ظفر کہتے ہیں وہ شیریں سخن ہے

دیکھ تو تصویر دکھ کر سامنے تصویر کے
 ایک تپنے میں ہیں وہ پھل کی طرح ششیر کے
 نکلے پتیاں سینکڑوں دل سے ترے نچے کے
 پائے آہوں میں بڑے ہندے ہیں آہو گیر کے
 داغ دگر دل کے دکھاؤں اپنے پہلو چہر کے
 ہیں وہاں طفل میں گویا کہ قطرے شیر کے
 طبع کا شعلہ ہو منہ میں جس طرح گل گیر کے
 مثل مڑگاں سرسبز تھے خوشنکاحاں پر تیر کے

قیس کا نقشہ لا نغشے سے مجھ دیکر ہے
 ان بھووں میں دیکھ کر کالج کی چت حیران ہو
 چاک کر سبز لالہ دل جو اس کا بند ذبح
 دیکھ کر اس چشم میں کاجل کا ڈورا یہ کھلا
 چارہ گر ہوویں ابھی تیر سے چراغ گل
 ابر رخت کی یہ بھدیں منہ میں غنچے کے مبا
 آتشیں دھار وہ ہے زلف کے طلق میں یوں
 کیا محبت تھی کہ جسم دل سے لالہ اس کا تیر

وصل کی اس کے ظفر کر مگر جاتی ہے بات
 صدقے اس مذہب کے قربان اس تقریر کے

خلق کی مہر ترک فرمان والا شاں پہ ہے
 اس طریق سے کہ زلف انکی رخ تاباں پہ ہے
 مہر سرگرداں سدا گردون سرگرداں پہ ہے
 دیکھ تو عیا کیا کسرتی لہر دیکھتیں پہ ہے
 خضر آپہنچا یہ گویا چشمہ حیواں پہ ہے
 تار آنسو کا اگر کوئی تن عریاں پہ ہے
 غنچے تو کس منہ سے ہوتا اس لب خداں پہ ہے
 آب داری ختم تیر خنجر بریں پہ ہے

داغ حسرت جو دل فرماں برجاں پہ ہے
 ہم نے جلا آج پھر آیا ہے مقرب قر
 دیکھ پیشانی پہ جہاں تیرا بیٹا مد جیس
 ہرڑ بھی ٹایک دے سوتی کہ مقراض مبا
 یار کی لعل حیات فزا پہ دیکھو خط ہنر
 ماٹوانی سے گراں ہے وہ بھی بھون کو ترے
 اک تبسم سے کریک تیرا سو لکڑے جگر
 جس کی گردن پر پھرا ماتھا نہ پانی اس نے پھر

ہے تو مشت خاک یہ مانچہ پر کچھ چیز ہے
 اے ظفر جس سے فرشتوں کو بھی رشک انسان پہ ہے

میں تو خوش ہوں مرغ دل کے ور پر ہو جائیں گے
ایک گھر میں جلوہ گر خرم و قمر ہو جائیں گے
جبکہ دونوں کے تصور نامہ بر ہو جائیں گے
یک قلم پیدا وہاں تیروں کے پر ہو جائیں گے
روجنے مارے بدن کے بیشتر ہو جائیں گے
آپ حیران صن اپنا دیکھ کر ہو جائیں گے
چشم میں ہیں جتنے آنسو سب گہر ہو جائیں گے
گر خبر ہوئی کہ ایسے بے خبر ہو جائیں گے

دل میں پیوستہ اگر تیرا نظر ہو جائیں گے
آئینے میں غم نے دیکھا اپنا گر روئے ہمیں
ہم کو ان کے پیک قاصد سے رہے گی کیا غرض
کشتہ مڑگاں کی تربت پر گل و زعفران کہاں
خار خار حسرت و غم نے جو کی دل سے خلعت
جب تری حیرت کو جائیں گے کہ وہ آئینے میں
میرے رونے پر پلے گر وہ تو ان دانتوں کو دیکھ
حضرت دل کو نہ دکھلائے کسی کی چشم مست

اس کی مڑگاں کی صفوں کو گر ہوئی جنبش ظفر
دیکھنا دونوں جہاں زیر و زور ہو جائیں گے

پلے میرے ہی جگر اور دل نٹانے ہوئیں گے
جمل کے خاکستر ہزاروں آشیانے ہوئیں گے
نادر مڑگاں میں جو کچھ اٹھکوں کے دانے ہوئیں گے
گھر میں ہاں گئی کے چراغ ان کے جلانے ہوئیں گے
اصحٰضے دل میں نہ آئیں گے بہانے ہوئیں گے
عشق میں اتنے ہی تجھ کو داغ کھانے ہوئیں گے

آپ کو تیرا نظر جس دن لگانے ہوئیں گے
گر جہن سوڑا اپنی برق و مالہ ہو گی خندلیب
بہر گردانی کریں گے عشق میں آنکھوں سے ہم
شام ہی سے وہ جو کھلے دیکھ میرا حال نزع
سن کے اے قاصد جو وہ چپکے ہوئے پیغام وصل
اپنے انجم مجھ کو دکھلا کر لک کہتا ہے دیکھ

آدم خاکی میں ہے جو یہ زرخیز اے ظفر
کر دیے اس خاک میں پنہاں خزانے ہوئیں گے

روون خاندہ تاریک ہے چراغ اولے
نہیں ہے اس سے تماشائے چارباغ اولے
کہ میرے حق میں ہے سابق بھی لاغ اولے
کہ ہو سکے کب طوطی سے کیونکہ زراغ اولے
جو ہے نہاں دل حکم گشت کا سراغ اولے
ہزار لک سے اک گوشہ فراغ اولے

برائے روشنی دل ہے دل میں داغ اولے
بہار دیکھ لگا اپنے دست و پا میں چہا
مجھے دکھانے ذرا اپنی چشم میگوں تو
نیاہ رہے بد کو ہو خوش کلام سے کیا سے
نہ وہ ملے گا سوائے کوچہ و زلف
مجھ نہ سلطنت جم سے کم قناعت کو

ظفر ہو کیوں کہ نہ عالم پسند تیرا سخن
کہ تیرا فکر رہا " دل صفا " داغ اولے

ہر سرو جہن تھ بن سوار سے بدتر ہے
 جو شخص ہوا مفتوں اس چٹم مفتی کا
 ہو گردن دل میں گردش نہ محبت کا
 کیا دیکھئے تو غافل آئے تری آنکھوں کا
 جو عشق کے حجر سے مذہب نہ ہو کیونکر
 کیا بستر گل پر ہو آرام مجھے تھ بن ا
 جو بات تو کہتا ہے کتا ہے خلاف اس کے
 جس کار میں ہے گرنا گر ہے تو یہی شکوہ ہے
 جو شاخ خیمہ ہے لکوار سے بدتر ہے
 چنگا بھی ہے گروہ تو بنار سے بدتر ہے
 تسبیح گلے میں پھر زار سے بدتر ہے
 تیری صف مڑگاں یہ دیدار سے بدتر ہے
 وہ سید حلال اے دل مردار سے بدتر ہے
 جو نار دگ گل ہے وہ خار سے بدتر ہے
 اقرار ترا جھوٹا انکار سے بدتر ہے
 دنیا میں نہیں کوئی اس کار سے بدتر ہے

انصاف کی آنکھوں سے دیکھا جو ظفر ہم نے
 دو چار سے بہتر ہے جو چار سے بدتر ہے

آشنا ہو تو آشنا مجھے
 ہم اسی کو بھلا سمجھتے ہیں ا
 وصل ہے تو جو مجھے اس سے وصل
 زہر دیوے جو اپنے ہاتھ سے تو
 تو ہی کہے میں تو ہی ہلکے میں
 ہو وہ بیگانہ ایک عالم سے
 ہو جو ما آشنا تو کیا مجھے
 آپ کو جو کوئی برا مجھے
 تو جدا ہے اگر جدا مجھے
 تیرا بنار غم روا مجھے
 ہے وہ شرک جو دھرا مجھے
 جس کو اپنا وہ دلہا مجھے

اے ظفر وہ کبھی نہ ہو گمراہ
 جو محبت و رنماں مجھے

جو تو کاند کا جہن میں گل کتر کر پھینک دے
 اپنے پر منظر سے بلبل کتر کر پھینک دے
 باغ میں آوے جو تو اپنی کتر کر بیڑیاں
 سوائے زلف اپنے بھی منبل کتر کر پھینک دے
 یوں اڑا دیتے ہیں سر عاشق کا وہ بیدار گر
 خیم کا ٹکڑی چسے گل کتر کر پھینک دے
 دیکھے گر خورشید تیرے طرہ زنار کو
 طرہ نار شعاعی گل کتر کر پھینک دے
 ہاتھ میں قینچی ہے اس کے مامہ برابرا نہ ہو ا
 میرے مامے کو وہ مست ل کتر کر پھینک دے
 بزم میں کیونکر نہ ٹکڑی آ کے تیری زلف کو
 خیم کے سر پر سے شب کا گل کتر کر پھینک دے
 اس غزل کو اے ظفر سن کر عجب کیا ہے اگر
 اپنا دیواں طالب آل کتر کر پھینک دے

پر دست جنوں کو تن عریاں سے گلہ ہے
آنکھوں کو مری خواب پریشان سے گلہ ہے
تا حشر یہ اس رشک گلستان سے گلہ ہے
البتہ ترے حنجر مڑگاں سے گلہ ہے
ہندو سے نہ ٹکڑہ نہ مسلمان سے گلہ ہے
نہ دشت سے نہ خانہ زنداں سے گلہ ہے

مجھ کو نہ گریباں سے نہ داماں سے گلہ ہے
دیکھی نہ کبھی خواب میں بھی زلف پریشاں
وہ پھول بھی لایا نہ سرگور شہیداں
ٹکڑہ نہیں بسمل کو ترے تیغ نضا سے
میں زلف و رخ یار سے دکھتا ہوں شکست
ٹکڑہ ہے اگر مجھ کو تو وحشت سے ہے اپنی

رو رو کے کیا راز دل اس نے مرا افشا
مجھ کو نظر اس دیدہ گریاں سے گلہ ہے

آپ سے کس نے دیے جس نے لیے چھین لیے
دل حذر کر کہ یہ ہے مست قرائن لیے
بہتے اس کے دامن و لب کے جو دو تین لیے
جو گیا یاں سے گیا خاطر غمگین لے
ہیں بیش جن عشق میں گل چہن لیے
جس طرح صید کو پنگل میں ہوشاہن لیے

تو نے سب کے دل و دیں اسے بت بے دین لیے
چشم میں اس کے کہاں سرمہ کا دھالہ ہے
گالیاں دیں ہمیں ہر بو سے پہ اس نے دو چار
کون دل شاد گیا ٹکڑہ دنیا سے
اپنے دامن میں بجائے گل تر پارہ دل
دل کیا پچھ مڑگاں میں تری چشم نے یوں

اے نظر بحر نظر میں لگا غوطہ
ہم نکلتے نہیں بے در مضامین لیے

یہ شب تاریک میں کو کب نظر آنے لگے
آنکھ سے پردہ اٹھے تو سب نظر آنے لگے
صاف صوفی بعد بدشرب نظر آنے لگے
خواب میں ماریہ ہر شب نظر آنے لگے
دیکھے جو بعد از فنا وہ اب نظر آنے لگے
جس سے تجھ کو تجھ میں تیرا رب نظر آنے لگے
ایک مطلب میں کئی مطلب نظر آنے لگے
طور کچھ ان کے ہمیں بیذہب نظر آنے لگے

زلف میں نظرے عرق کے کب نظر آنے لگے
پر وہ غفلت میں ہے کیا جانے کیا ہو رہا
واہ رے ساقی کی تاخیر نگاہ چشم مست
بندھ گیا جس دن سے ہم کو اس کی زلفوں کا خیال
گر اٹھاوے اعتبار ہستی سوہوم کو
کرتا ہے تو کیا نظر بازی وہ پیدا کر نظر
دل طلب کر کے ہوئے وہ طالب ایمان و دیں
دیکھئے کس ڈھب سے ان سے دل لگی کا ڈھب ہے

جائے شب اے نظر ہے صاف دل کا آئینہ
اس کی صورت صاف اس میں جب نظر آنے لگے

ہائے ان آنکھوں کی میری کیا وہ بیانی ہوئی
 چھپ گئی آنکھوں سے اک صورت نظر آئی ہوئی
 ہے جہاں تیرے لب لعلیں کا اے قاتل شہید
 جامہ پرشوں سے فرش اس کی ہے گفتائی ہوئی
 تیری صورت جام کی ہے جام سے کا دور ہے
 تجھ کو گردش اس لئے اے چرخِ بینائی ہوئی
 ماضی روشن دکھایا کس نے جس کے رشک سے
 روشنی سے خنجر محفل تیری کجلائی ہوئی
 رقص بسک ہو وے نورِ نغمہ بھی ہو فریادِ دل
 جانے جب قاتل کر ہاں کچھ محفل آدہاں ہوئی
 آئے جب دیکھا ہے یار ایسے کھول کر
 دیکھا ہوں صاف دلیہ پر گھٹا چھائی ہوئی
 رازِ خلوت تم نہ خلوت میں بیاں کیا ظفر
 ہاتھ سے ہائی رہے گی بات ہاتھ آئی ہوئی

کام میں ماریہ کے زہر کا چھالا سا ہے
 جو مرا ہوئے مڑہ ہے ایک پرالا سا ہے
 صاف گردِ ماہِ روشن ایک یہ کالا سا ہے
 دل حذر کر دست ترکِ مست میں بھالا سا ہے
 بن گیا گھیا لبِ دلیہ پہ بخالہ سا ہے
 اس کے رخ کے رویہ واکِ دہائی کا کالا سا ہے

جعد میں توندنیِ نیلم کا کہاں کالا سا ہے
 تل بے جوش گریہ آنکھوں سے رواں یوں تک ہیں اشک
 خط کہاں ہے حلقہ زن اس چہرہ پر نور پر
 چشم میں اس کی نہیں یہ سرمہ و نہالہ دار
 میرا اشک گرم پانی میں پڑیگا پھر حباب
 ماہِ کامل نے لٹک پر آپ کو کھینچا تو کیا

اے ظفرِ دل پارہ پارہ ہے جگر پر داغ ہے
 اک گل صد برگِ سا ہے اک گلِ لالا سا ہے

ہے شکافِ شب سے یہ طرفہ سحرِ نکل ہوئی
 مانجھی ہے اپنی بائی سے مگر نکل ہوئی
 دھوپ بدلی میں ہے کیا اے سمِ برنکل ہوئی
 برو میں سے دیکھ شاخ پر شرِ نکل ہوئی
 آج ہے ششیرِ قاتل پھر ابھر نکل ہوئی
 یہ جگر سے ہند ہے اے چشمِ تر نکل ہوئی

مانگ ہالوں میں نہیں وہ سرسبز نکل ہوئی
 زلف مشکیں کون کہتا ہے وہ قربِ کوشِ یار
 زیرِ جامہ بادلے کا اس پروردی پیشور
 دست پر زیور نہیں اعجازِ قدِ یار سے
 داغِ حسرت تو پہر بن جا ابھر بہرہ پناہ
 اشک سے گوہر کو کیا نہت و نکلا کان سے

چشم سے باہر نہیں ہے اس کے ونبالہ کا خط
 ہے نیاں آہو کی منہ سے اے ظفرِ نکل ہوئی

ان درختوں میں شرم کیا طرفہ تر آنے لگے
ایک عالم برق و باران کا نظر آنے لگے
پرکھ ایسا ہو مرے دل کی خبر آنے لگے
فٹ فٹ ہر دم ہمیں اے عشوہ گر آنے لگے
خط جو لے لے کر توڑ نامہ بر آنے لگے
بن کے اشک تر بھی مانند شرر آنے لگے
بے ہنر کیا تجھ کو سارے عیا ہنر آنے لگے
بار کے جھوکے جو خوشبو اس قدر آنے لگے
سنگ بھی گر صاف ہو تو منہ نظر آنے لگے

ہر سرسراہٹ نظر لخت جگر آنے لگے
سرے رونے سے ہنسی ان کو اُگر آنے لگے
اشک آوے یا دم پرشوار اپنے کوئی آئے
تجھ پہ عاشق ہونے سے الٹا ہوئی بیگانی
ایک پرچہ بھی نہ آتا تھا پر اب ہے کچھ فریق
سوز دل سے شعلہ ور ہونے لگی کیا آہ سرد
کچھ ہنر اپنا چھپاؤں تو کہے وہ ہنر سے
کھولی اس سرومن پر نے کہیں سر سے تبا
یہ تو دل ہے کیوں نہ اس میں جلوہ گر ہو روئے دوست

جذبہ دل نے ظفر در پر وہ کچھ تاہیر کی
اب جو وہ چپ چپ کے سب کو تیرے گھر آنے لگے

تا جن صیاد پھر کیونکر یہ پرکٹ جائیں گے
شاخ آہیں میں بھڑا کر دو ہرن جٹ جائیں گے
اس کے ہاتھوں سے ہزاروں لکھ دل لٹ جائیں گے
کیوں گلا گھونٹے ہے ظالم ان کے دم گھٹ جائیں گے

گرچہ مرغ پر شکستہ دام سے چھٹ جائیں گے
جیسی ان آنکھوں میں ہے پیوستہ ہو جوں کہاں
تیری سڑگاں ہے لیری فوج کا فروہ بلا
قربوں کو مشتق تو پہنانہ اپنا طوق بھگ

سینہ کوہی دست حسرت سے نہ کر تو اے ظفر
حضرت دل درمیں میں ملت میں کٹ جائیں گے

کہ جیسے اپنے گھر میں کوئی صاحب خانہ آتا ہے
خیال اپنا کسی جانب نہ آئے گا نہ آتا ہے
تجھے ملجھا آتا ہے مجھے ابھلا آتا ہے
وہی وہی وہی، وہی، وہی دیوانہ آتا ہے
بھلا مسجد میں کب وہ چھوڑ کرے خانہ آتا ہے
نکریاں خواب میں بھی شیشہ و پیانہ آتا ہے

علم و لداد اب دل میں بیا کا نہ آتا ہے
ترے قرباں ہمیں تو کام رہے تیرے تصور سے
کہا شانے سے زلف یار نے یوں دل کو ابھلا
تری رفتار وحشت خیز کو سب دیکھ کہتے ہیں
جیسے اپنے صنم کی شوق ہے صورت پرستی کا
کیا بدست ہم کو جب سے چشم مست ساتی نے

جو سمجھے کفن پائے فخر دیں کو تاج سراپا
پند اس کو ظفر کب لہر شاہانہ آتا ہے

ہم انہیں اپنے کو جائیں گے وہ آئیں کر نہ آئیں
اب کی باری تو ارادہ یہ ظفر اور بھی ہے

کہاں طاقت کر درپردہ سے یہ بیمار غم پہنچے
کہ جب سینے سے دم لب تک کہی جالے کے دم پہنچے
جو تجھ کو دیکھتا ہے دیکھ دل میں یہ عجب شے ہے
نہ آئینہ سکھو کا نہ اس کو جام جم پہنچے
مٹا کر سر ہمارا عشق میں اچھا ہوا قاتل
مراد دل کو اپنی ہم ترے سر کی قسم پہنچے
کئی خطا جھوٹے اس کو غیر نے کھسے تو ہیں لیکن
قلم ہوویں گے دونوں ہاتھ گر وہاں یک قلم پہنچے
کوئی کیا سکھوچ پائے جلوہ گاہ نازیں اپنا
کہ ہم ایک نظر کی طرح نقش بے قدم پہنچے
نہ لادے ایک حرف شکوہ لب پر ماضی غم کش
اگر صدمے پہ صدمہ باعث صدمہ رنج و غم پہنچے
مری آہ و فغاں سے اک بیش ڈاک جاری ہے
خبر کیونکر نہ میرے دل کی اس کو ویدم پہنچے
مقدور ہو جو آب و دانہ پہنچے وہی ہی جوں کوہر
نہ اک قطرہ زیادہ اور نے اک دانہ کم پہنچے
تصور سے سوا دیکھا نہ کوئی رہبر کال
جہاں درپردہ تھا یارو وہاں بے پردہ ہم پہنچے
کہا مائے میں رکھ کر میں نے لعل لخت دل اپنا
کر اے قاصد مری جانب سے اس کو یہ دم پہنچے
دم ہم سنگلی پہنچے نہ میری گرد کو غنقا
وہ کو معنور ہستی سے نالک عدم پہنچے
بلالین فوں آنکھیں نگہ کھنڈ ارا آفت
پری کھنڈ قیامت قد غضب بازو ستم پہنچے
ظفر کیا پوچھتا ہے اس سراپا ناز کا عالم
یہ زیبائی وہ رختائی بھلا کس کو بہم پہنچے

وہاں ارادہ آج اس قاتل کے دل میں ہو رہا ہے
 اور یہاں کچھ آرزو نیکل کے دل میں ہو رہا ہے
 وصل کی ٹھہراوے ظالم تو کسی صورت سے آج
 ورنہ ٹھہری کچھ ترے نائل کے دل میں ہو رہا ہے
 ہے ہلال و بدر میں اک نور پر جو روشنی !
 دل میں ناقص کے ہے وہ کمال کے دل میں ہو رہا ہے
 پہلے تو مہم ہے دل داری سے کیا کیا دلہا
 باندھتا منسوبے پھر وہ دل کے دل میں ہو رہا ہے
 ہے مجھے بعد از سوال یوسر خواہش وصل کی
 یہ تمنا ایک اس سائل کے دل میں ہو رہا ہے
 کو وہ محفل میں نہ بولا پاگئے پتوں سے ہم
 آج کچھ اس روئے محفل کے دل میں ہو رہا ہے
 یوں تو ہے وہ عی دل عالم کے دل میں اے ظفر
 اس کا عالم مرد صاحب دل کے دل میں ہو رہا ہے

جان سے روح یہ ہو کر ہوا نکلتی ہے
 کہ جس پہ دل سے ہمارے دعا نکلتی ہے
 کہ شیشہ ٹوٹا ہے تو صدا نکلتی ہے
 اسی چہم سے یہ کیا بلا نکلتی ہے
 کہ بویلا میں بھی ہوئے بلا نکلتی ہے
 کمان اور میں کیا خوشنما نکلتی ہے
 نکلتی بھی ہے تو لے کر عصا نکلتی ہے
 تری گلی سے جو ہو کر مہا نکلتی ہے
 کہ رزم رزم کہ منہ سے دعا نکلتی ہے
 نہ جیتے جی نہ وہ بعد فنا نکلتی ہے

کہ آہ سرد دل جلا نکلتی ہے
 تری جفا میں بھی وہ اک اور نکلتی ہے
 نکلتے دل کی خبر دے نہ کیونکہ مارہ دل
 و نور شک ہے کوئی کو جوش طوفان ہے
 بساط خاک عی کافی ہے خاکساروں کو
 وہ مانگ جبکہ نکلتے ہے سر کے بالوں کی
 کہاں ہے تاب و توان یہ کہ دل سے نکلے آہ
 نسیم ظلم پہ کرتی ہے کس طرح کا مار
 کہوں میں کیا ترے احسان تیغ لے قاتل
 بھری ہے دل میں کسی کے جو اس کے حسرت وصل

ظفر چپائے سے کیونکر چھپے یہ سوز و دوا
 کہ رزم سبز سے آفتل صدا نکلتی ہے

آج اک رزم سر رزم جگر ہو رہی ہے
 جیسا میں غمزہ ہوں کوئی بشر اور بھی ہے
 خط کبھی پکڑا نہ گیا ہوا یہ ظفر ہو رہی ہے
 کہ وہ جانے کوئی باویدہ تر ہو رہی ہے
 بوجھ ڈالے تو نکلتی وہ سکر ہو رہی ہے
 ابھی درویش ہمیں ایک سفر اور بھی ہے
 آج اس دشت میں اک خاک ہرا اور بھی ہے
 کہ وہ کچھ دل میں تمنا ترے گر اور بھی ہے

چل گیا کوئی ترا تیر نظر اور بھی ہے
 مجھ سے کیا پوچھتے ہو علم سے عی پوچھو میرے
 قید ہو جائے گا قاصد عی کہ ڈر کیا ہے مجھے
 جی میں ہے ہر کو میں اپنا دکھاؤں دعا
 چہ خوش اللہ دے نزاکت کہ اگر زلف کا نکلس
 گزرے دنیا سے تو کیا گر نہ خودی سے گزرے
 کہا بھٹوں نے بگولے سے اڑا خاک نہ تو
 اس نے کس لطف سے پوچھا دم نیکل مجھ سے

روز اس روز سے اک روز میرے سامنے ہے
 گاہے وہ چشم سے پوشیدہ ہے کہ سامنے ہے
 دیکھ پاؤ جو کسی کو سر رہ سامنے ہے
 ایک جا پردے میں ہے ایک جگہ سامنے ہے

جب سے وہ خال و خط و چشم تک سامنے ہے
 اس کے چھل بل میں کیوں کیا روش برق جہاں
 دل بیتاب یہ کہتا ہے کہ آیا قاصد
 دل میں کیا کتبہ میں کٹا روٹوں جگہ وہ لیکن
 کیا تماشا ہے نہیں دیکھتا کوئی تجھ کو

دیکھئے کیا ہو وہ مڑگان ہیں ظفر دل کی حریف
 اک سپاہی کے ہوئی اتنی پہ سامنے ہے

پرفضا ئے قدس تک ہے میر روحانی مجھے
 اب تک ہے صورت آئینہ حیرانی مجھے
 نور ہے اس پر غرور پاک دامانی مجھے
 کہہ دو وحشت سے کہ کیوں پھیرے ہے دیوانی مجھے
 یار نے قرباں کیا مانند قربانی مجھے
 ذرہ چکائے جو میری گرم جولانی مجھے

کر دیا کو طالب خاکی نے زندانی مجھے
 آگئی تھی اس پری وٹ کی ذرا صورت نظر
 کیا تماشا ہے کہ خرقہ سے آلودہ تمام
 میں اگر بھاگا تو ہرگز پھر نہیں آنے کا ہاتھ
 جائے قرباں ہے یہی قرباں کس کس باز سے
 رہا ہستی و عدم اک دن میں طے ہو مثل برق

اک جہاں زیر نگین ہے میرے داغ عشق سے
 اے ظفر کیا چاہئے نہر سلیمانی مجھے

تیر کیا خالی پڑا ششیر بھی خالی پڑی ا
 طوق بھی خالی پڑا زنجیر بھی خالی پڑی
 اس کی گرلی خاک پا آسیر بھی خالی پڑی
 بلکہ ضرب مالہ ہیکر بھی خالی پڑی
 شرح بھی بیکار ہے تفسیر بھی خالی پڑی
 ساتھ وائے تقریر کے تحریر بھی خالی پڑی
 نور کبھی دیکھا کہ ہے تعمیر بھی خالی پڑی
 ہے مرے پہلو میں جانے تیر بھی خالی پڑی

میرے حق میں اس کی یہ تعمیر کیا خالی پڑی
 کیا نکل بھاگے ترے دیوانے زنداں سے کہ ہے
 فائدہ ہووے گا گیا تیرا دوا میں اے طیب
 بیٹھ آہ سحر سے کیا نہ ٹوٹا کوہ غم
 مدرسے میں عشق کے ہے وری درسی کتاب
 نے جواب خط ملا قاصد کو نے منہ سے جواب
 گاہ دیکھا مضمون نے مال و زر سے گھیر بھرے
 کر گیا جس دن سے وہ ماوک قلن پہلو تھی

شاید مقصود ہے کس کی بغل میں اے ظفر
 دیکھ ہے آغوش چرخ ہجر بھی خالی پڑی

نچڑوں آئیں گر میں رہے برسوں زمیں میں
 کر ہے پوشاک تیری روز شب اے ماز میں
 جو تو جھاڑے نہا کر اپنی زلف عنبریں
 ہوئی دیوار تیرے گھر کی اے پردہ نقشب
 کر ششیر آب رکھی ہے نیاں لیکن نہیں
 نہ سوکھی دیکھتی ہے اور نہ آہ آتھیں
 کہ آب شرم سے برسوں رہے لوح جہیں
 رہے گی گودن کی بھی قیامت تک یونہیں

ہوئی ہے اس قدر اٹھکوں سے میری آئیں
 عرق آیا ہے کس کی گرمی نگارہ سے تجھ کو
 جہن میں اوس پڑ جاتی ہے یکسر سنبھل تر پر
 کہیں دیوار رویا کون جو سیلاب گرمی سے
 جو ہووے تشنہ غوں کب ہو وہ سیراب پانی سے
 جلا دیتی ہے ہڈی مرے سینے کی جوں جرم
 مٹے لکھا نہ قسمت کا اگر ہو شست و شویاں تک
 نہیں تھمنے کا زخموں سے لہو تیرے شہیدوں کا

ظفر لب شک ہیں تو دیدہ ہے نم دیدہ عاشق کا
 زمیں ہے اس خرابی کی کہیں سوکھی کہیں

کر جوش کھا کے جگر میں لہو بگڑتا ہے
 کر خوش گلو ہے وہ اس کا گلو بگڑتا ہے
 نصیب سے کبھو بنتا ہے کبھو بگڑتا ہے
 کہ ہو کسی کے وہ یہ گفتگو بگڑتا ہے
 تمہارے سامنے کیا کیا ہو بگڑتا ہے
 کہ میری خاک سے بن کر سو بگڑتا ہے
 بیش چاک چکو کا رنو بگڑتا ہے
 کسو کا کام گر اے طرہ جو بگڑتا ہے

دل اٹا پیش میں کیوں لا کے تو بگڑتا ہے
 جہن میں کہہ دو نہ چلائے غنایب اٹا
 جو ہاتھ بھی مرے آتا ہے نہہ اکیر
 سوال پور کروں کیا بگاڑ میں اس سے
 جو روبرو مرے بولے تو نہ بگڑ جائے
 گیانہ بعد فنا بھی بگاڑ قسمت کا
 خدا نہ دے تجھے مائیں جنوں ترے ہاتھوں
 ستوار بیضا ہوا زلف تو تجھے کیا کام

خدا ہی ہو کہ ہے اس سے اے ظفر اپنی
 کہ بات بات بات پہ وہ تند خو بگڑتا ہے

جیسی اب ہے بڑی محفل کبھی لکی تو نہ تھی
 بیقراری تجھے اے دل کبھی لکی تو نہ تھی
 کر طبیعت مری مائل کبھی لکی تو نہ تھی
 تاب تجھ میں نہ کال کبھی لکی تو نہ تھی
 سخت ہوئی ہمیں منزل کبھی لکی تو نہ تھی
 آئی آواز سلاسل کبھی لکی تو نہ تھی
 وہ ترے حال سے غافل کبھی لکی تو نہ تھی
 جیسی اب ہو گئی قافل کبھی لکی تو نہ تھی

بات کرنی مجھے مشکل کبھی لکی تو نہ تھی
 لے گیا چھین کے کون آج ترا صبر و قرار
 اس کی آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جاو
 عکس رخسار نے کس کے ہے تجھے چمکایا
 اب کی جو راہ محبت میں اٹھائی تکلیف
 پائے کوہاں کوئی زنداں میں نیا ہے بھوں
 نگہ یار کو اب کوں ہے تغافل اے دل
 چہم قافل مری دشمن تھی ہمیشہ لیکن

کیا سبب تو جو گزرتا ہے ظفر سے ہر بار
 غریزی خود شامل کبھی لکی تو نہ تھی

مٹی تازہ کی دھتی ہے ہمیں ہر دم تلاش
باندھے ہیں ہم کوئی مضمون ظفر باندھے ہوئے

پر حیف ترے دل میں محبت نہ ذری دی
ہونٹوں کو جو خشکی مری آنکھوں کی تری دی
اک چاٹ لگانے کو مرے بیشکری دی
کیا کیا نہ پریشانی و آشفۃ سری دی
بے کاوش سینہ نہ کبھی ماسوری دی
تو نے نہ اجازت مجھے بے بال وپری دی
فرمت نہ اسے مثل چراغ سحری دی
گرچہ نہ دیا کوئی ہلڑ بے ہمری دی
کیوں ہاتھ میں بدست کے بندوق بھری دی
اک آپ بلا اپنے لیے سول خریدی

کافر تجھے اللہ نے صورت تو پری دی
دی تو نے مجھے سلطنت بحر و برائے عشق
خالی لب شیریں کا دیا بوسہ کب اس نے
کافر ترے سودائے سر زلف نے مجھے کو
محنت سے ہے عظمت کہ زمانے میں تلمیں کو
صیاد نے دی رخصت پرواز پر انوس
کہتا ترا کچھ سوخت جاں لیک اجل نے
تمام ازل نے نہ رکھا ہم کو بھی محروم
اس چشم میں ہے سرمے کا دہالہ پر آشوب
دل دے کے کیا ہم نے تری زلف کا سودا

ساقی نے دیا کیا مجھے اک ساغر سرشار
گویا کہ دو عالم سے ظفر بے خبری دی

باغ میں گل برقع نخلت میں گل اوڑھے ہوئے
چادر مہتاب کو مستان ل اوڑھے ہوئے
پوشین بے حیالی جوں و مل اوڑھے ہوئے
بورجی عورت کی ہو سر پر رمل اوڑھے ہوئے
وہ نقا فرغل تھے وقت شور و غل اوڑھے ہوئے
تو جو ہے شال یہ بالائے ہل اوڑھے ہوئے
ورنہ کیا خر ہے اگر زریں جل اوڑھے ہوئے
سر پہ جوڑ کی کلاہ چار گل اوڑھے ہوئے
ہم تو بیٹھے ہیں روائے صلح گل اوڑھے ہوئے

ہے ڈوپٹہ سرخ جو وہ رنگ گل اوڑھے ہوئے
شب کو مہتابی پہ کیا کیا لہڑتے ہیں ساقیا
بولے لاکھوں میں وہ غوغائی کہ جو ہودت دن
باندھے بے ہمت پہ پگڑی اس سے بہتر ہے اگر
میرے مالوں سے یہ گھبرائے کہ غلے گھر سے رات
اٹھی ہے دیا پہ اک کالی گٹا اے مست مار
آدیت ہو تو زیبا ہے لباس کاخرہ
ترک دنیا دل سے کر بیٹھا ہے درویشانہ کیا
جو شن جنگ و جدل پہنے تو کس کے واسطے

ہیں ظفر روز ازل سے چادر تطہیر کو
دل بیت حضرت ختم رمل اوڑھے ہوئے

یہ دیوانہ ہے دل جو ان کے لئے کو ترستا ہے
مجھے رونا تو یہ ہے مثل شبنم اے گل خنداں
اڑا لائی ہوا ہر وہ زلف عرق انشاں
جو دیکھا ہے مزار رکشہ چشم منقش کو
اگر ہوش و خرو دے کر وہ نار زلف ہاتھ آوے
لکھا خط میں نے قاطع اس لئے خط شکستہ میں

کہ ظاہر کی ہے دوری ورنہ وہ تو پاس ہوتا ہے
کہ جب رونا ہوں تیرے دور تو پور ہوتا ہے
طرف قبلے کے دیکھو ابر رحمت کیا ہوتا ہے
نہ چھوڑا اے دل کہ یہ سودا تجھے اس سول ہوتا ہے
کہ تا معلوم ہوے اس کو ہاں یہ دل ہٹکتا ہے

ظفر کیا پوچھتا ہے راہ مجھ سے اس کے لئے کی
ارادہ ہو اگر حیرا تو ہر جانب سے رستا ہے

خمع جلتی ہے پر اس طرح کہاں جلتی ہے
تم جو ہر بات پہ کرتے ہو شرارت مجھ سے
صرف کلچس ہے کہیں اور کہیں صرف خود
دیکھ کر ہر نفس شعلہ فشاں کو میر سے
خمع جلتے میں نہیں گر تری تاثیر تو کیوں
برق و ش رگ مٹی میں تری تاب و عداں

بڑی بڑی مری اے سوز نہاں جلتی ہے
کیا طبیعت مری اے شعلہ دغاں جلتی ہے
ہے جہاں خاک جگر سوختہ واں جلتی ہے
آتش دھک سے کیا برق جہاں جلتی ہے
جان پروانے کی اے سوختہ جاں جلتی ہے
خوب تنی کی شب نار میں ہاں جلتی اس

اے ظفر سوز محبت کو زباں پر اپنی
کہی کہتا ہوں تو جوں خمع زباں جلتی ہے

قاتل آتا ہے اگر تیغ و سپر باندھے ہوئے
جاتا ہے مرغ نظر کندے کدھر باندھے ہوئے
اس جہن میں اے عبا جائے گا آخر ہاتھ جماؤ
کہکشاں اس کو نہ سمجھو خلق کی جانب سے چرخ
دل پہ کھونا مار کر مر جائیں یہ تیرہ بخت
ہے جدھر خورشید و مثل گل خورشید ہم
درد سر دیتا ہے ہم کو باندھا دستار کار
کیا غرض ہم کو کہ ہوں منت کش تصویر کش
کوچہ جاں کو چلتی ہے تو چل موجود ہیں
روز یہ دیکھے نہ دشمنی اس عکاس مست کا
زلف اے کافر تری ہے کیا کندہ کندہ بند

بیٹھے ہیں مرنے پہ عاشق بھی کمر باندھے ہوئے
ہم نے ناراضگی سے ہیں تیرے پر باندھے ہوئے
کب تک غنچہ رہے گا شست زہر باندھے ہوئے
پٹا آنکھوں پر ہے یہ اپنی گھر باندھے ہوئے
دیکھ پائیں گے تجھے جوڑا اگر باندھے ہوئے
فلکی رچے ہیں سارے دن ادھر باندھے ہوئے
کون مچکڑی باندھتا ہے ہم ہیں سر باندھے ہوئے
ہم تصور ہیں ترا آنکھوں پہر باندھے ہوئے
ہم بھی دامن اپنا اے بادِ سر باندھے ہوئے
گرچہ ہو انکود ہر رخم جگر باندھے ہوئے
ہر گھرہ میں ہے دل شوریدہ سر باندھے ہوئے

جیسے ہم یار ، وفادار ہیں ایسے ہوتے
رفت رفت تری رفتار سے ہو حشر پیا
آپ کو سچ کے یوسف کو زینقا نے لیا
دام گیسو سے نہیں چھوٹنے کو چاہتا جی
وہ اکیلا لب جو آئے تو پھر سرو سے ہم
میں نے تو آنسوؤں کو آنکھوں میں اپنے دکھا
ہے نہ خاک بھی آگھ اپنی کھلی آئے سال
عشق پہنچائے نہ منصور کو جب تک سردار

جیسے تم شوخ جفا کار ہیں ایسے ہوتے
ہم کو معلوم کچھ آثار ہیں ایسے ہوتے
جنس خوبی کے خریدار ہیں ایسے ہوتے
حضرت دل تو گرفتار ہیں ایسے ہوتے
یہ کہیں دیکھ طرحدار ہیں ایسے ہوتے
دیکھ لے طالب دیدار ہیں ایسے ہوتے
کوئی کیا جانے کہ سردار ہیں ایسے ہوتے

یہ جو خواباں ہیں ظفر سب سے بھلے ہیں نہ مرے
ایک و وہے ہیں وہ چار ہیں ایسے ہوتے

یہ جب سوچتا ہوں کہ وہ حمد خو ہے
عیا کون ہمیش گستاخ میں آیا
ہم آئینہ میں آپ کو کیوں نہ دیکھیں
نہ ہو ہم کو تجھ بن کسی کی تمنا
ہوئی ہے تری زلف جس دن سے برہم
سنا میرا مالہ تو خوش ہو کے بولے

تو گھٹنا مرے تن م میں گھڑیوں لہو ہے
کہ ساغر لئے گل بنے نچ سپو ہے
نظر آتا اپنے میں بس تو ہی تو ہے
بہا ہے سمنائیں بھی آرزو ہے
مرا دشمن اک اک مرے تن کا س ہے
کہ نغمہ سرا کون یہ خوش گلو ہے

دل چاک کو اور صد چاک کہا
ظفر یہ محبت کا تازہ رُو سے

دلیا کیا عجب ترے عارض کی تاب سے
دے ڈال بوسہ لب میگوں شتاب سے
خوشبو ترے پیسے کی میں کیا کیوں کر ہے
ہناب ہو کے کائے کو یوں لوتی بھی برق
تم جھاڑ دو نہما کے ذرا اپنے سر کے بال
کہتا ہے قل وقت جواب سخن مجھے
ماریہ سے ڈر نہیں اتنا کہ جس قدر
گرماتھ سوز عشق رہے بعد مرگ بھی

تارے سے ہوں حباب ، بھنور آفتاب سے
بہر نہیں شراب کوئی اس شراب سے
ہر قطرہ ایک شیشہ لبالب گلاب سے
نیکی ہے یہ مرے دل پر اضطراب سے
پھر دیکھو کہا برستے ہیں موتی حباب سے
نہں دینا ان کا نور نہ کہتا حباب سے
ڈنٹا ہوں اس کے طرہ پر سچ حباب سے
کوئی نہیں غذاب سوا اس عذاب سے

اب تک تمار آنکھوں سے جانا نہیں ظفر
لپٹے تھے رات خواب میں کس مست خواب سے

پاس جاں کے کہا کس نے کہ جانا منع ہے
 ہو کے سرکش گر پڑا نورانہ آخر سر کے بل
 گل کھلایا تازہ یہ خون شہید باز نے
 کر کے منہ اس در کی جانب آہ کچھنوں کس طرح
 اپنے زخموں سے کہا منہ منہ کے زخمی نے ترے
 عشق کے مذہب میں واجب ہے پہلا اپنا خون

دل کو پر اس دشمن جاں سے لگا منع ہے
 جھک کے چلنا چاہئے یاں سر اٹھا منع ہے
 ہوں نہ جب تک پھول ان کو پاں کھانا منع ہے
 تیر قبلہ کی طرف اے دل لگا منع ہے
 آج ہے شادی کا دن آنسو پہلا منع ہے
 خوں بہا کا ذکر پر قاتل سے لانا منع ہے

عشق میں دل کو ظفر کس نے دیئے یہ آبلے
 یہ وہ ہے بیمار جس کو آب و دانہ منع ہے

اشک بن کے اپنی گرچم پر آب اڑ جائے گی
 آبرو نیاں کے موتی کی سی آب اڑ جائے گی
 دل کی سوزش سے کوئی واقف نہ ہو تو خوب ہے
 کیا مڑا ہووے گا جب ہوئے کباب اڑ جائے گی
 پیچھے گر ساغر کو گری تشنگان چشم مست
 اک نشہ رہ جائے گا بوردب شراب اڑ جائے گی
 ہم نہ کہتے تھے کہ زخم کو دکھا مست چشم مست
 نیند اس کی آنکھ سے اے مست خواب اڑ جائے گی
 گر لگے گا شہاب عشق تو عاشق کی جان
 دیکھنا باہوت سے بھی کچھ شہاب اڑ جائے گی
 ہام سے محفل میں دیتے کیوں تھے گر جانے
 صبر تیری آنکھ سے اے پر حجاب اڑ جائے گی
 چہرہ ساقی جو ہوگا نکس آگن اے ظفر
 صاف ساغر سے پری بن کر شراب اڑ جائے گی

ان سے اگر کسی دن ہو مٹھنگو ہماری
 اس شوخ بازی کے مقول بازیں جو
 شب تھ بن اشک خوں سے رونے بھی اس قدر ہم
 عشق و جنوں کی ہم کو منظور ہے رفاقت
 ہم خاک منہ کو ملتے ہیں خاکسار اپنے
 تم ہو گے لاکھ ہر دم چھڑیں گے زلف کو ہم
 پایا تو اس کے ہم نے دل کے سکاں میں پایا
 نازاں ہے غیر ملاح اپنی مصابحت پر
 اس گل کے تابو میں پیچھے نہ اے مباح ہم

تقریر پر تو کیا کیا ہو دوہرو ہماری
 تربت پہ چائے سبزہ ہو باز یو ہماری
 ٹپکے ہے آستیں سے اب تک لبو ہماری
 اے گل اب نہ ہم ہیں تیرے نہ تو ہماری
 جوں آئینہ اسی میں ہے آبرہ ہماری
 گروہ ہے خون ہماری تو یہ ہے خود ہماری
 در و حرم میں بیجا تھی جستجو ہماری
 رقتی تھی یوں عی صحبت ان سے کھبو ہماری
 برباد خاک تو نے کی کو بکو ہماری

سرجای پیچھا اپنا قدسوں پر ظفر دیں کے
 برآئی اے ظفر تھی جو آرزو ہماری

جس کی تصویر ہے یہ سامنے ہم جان گئے
 ہے غضب جو ہر شمشیر قضا پر قاتل
 اس گ لسان میں ہزاروں روشن غنچے و گل
 تو دم نزع نہ پاس پہ ہمارے آیا
 او کماؤں لگا تو اسی انداز سے حیر
 ہو گیا صبح قیامت کا بھی منہ دیکھ کے فق
 خاکداں ہے یہ جہاں گزراں وہ کہ جہاں
 بواہوں عشق کا دم بھرتے تھے لیکن اس نے

خواب میں دیکھ چکے تھے اسی پہچان گئے
 چین اورو کی ترے دیکھ کے چہں مان گئے
 آئے باخاطر و گلیں و پریشان گئے
 ہم نے یہ دنیا سے لئے حسرت و ارمان گئے
 حیرے تجھے محبت ترے قربان گئے
 ہم جو محشر میں گئے چاک گریبان گئے
 ہیں بہت چھان رہے خاک بہت چھان گئے
 اتناں کا جو لب نام تو اوران گئے

ساکن کج عزم سکھ ہستی میں ظفر
 آئے یوں جیسے کہ دو دن کہیں مہمان گئے

اگر ثابت ہے خطا لکھتے سے تصویر اپنے ہاتھوں کی
 جب اس کے بال سلجھانے کی تدبیر اپنے ہاتھوں کی
 تم جس نے کہ اس ہر کی تصویر اپنے ہاتھوں کی
 دیا ہونے نہ وائے قاتل ہم کو قسمت نے
 کھنچا ہے وہ بلا نقش تری زلفوں کا اوجھار
 کرتے تھے کہ خطا ہم نے نہیں لکھا رقبوں کو
 مری زشتی و خوبی سے ہے واقف سب مرا خالق
 لگائی دریا حق پاؤں کو مہندی لگانے میں
 کرے ہم نہیں تدبیر خاک جب سینے کی
 دل و مسجد ہیں دونوں گھر خدا کے فرق پر یہ ہے

کیونکہ جو تم کریں جوہر تصویر اپنے ہاتھوں کی
 تو ہم نے عقل اپنی پانچیر اپنے ہاتھوں کی
 دواں اپنے گلے پر آب شمشیر اپنے ہاتھوں کی
 نہ کچھ اس میں تصور اپنا نہ تصویر اپنے ہاتھوں کی
 بلائیں آپ نے فاش تقدیر اپنے ہاتھوں کی
 ہونے چپ دیکھ کر قاتل وہ تحریر اپنے ہاتھوں کی
 تصور آپ پہچانے ہے تصویر اپنے ہاتھوں کی
 مراد تم نے غل کرنے میں تاخیر اپنے ہاتھوں کی
 کریں وحشت سے ہم کیا آہ تدبیر اپنے ہاتھوں کی
 وہ تصویر اس کے ہاتھوں کی یہ تصویر اپنے ہاتھوں کی

کہاں تھا ہندوستان قہر چوکیدار پر لگا ا
 ظفر لولہ ہوئی ہے وہ تو زنجیر اپنے ہاتھوں کی

گل کے آکھ سے آنسو کچھ آئیں پہ گئے
 پھنسنے ملاوت دنیا میں کسی نہ کریمیں
 اچھل کے آنسو سوزاں سے بھاگتا ہے سپند
 زمیں پہ ہاتھ سے دنیا کے ٹک سکے نہ سکے
 یہ خانہ بارش ہے سوجھ سبزہ پر داغ ا
 مجال اتنی مرے مرغ نامہ برکو کہاں
 وہ مغلوب ہوں کہ مانند موج بر سر آب
 جو تھ سے ہوں وہ مقابل مباح سے کہ دے کہ ہاں
 کبھی نہ لغزش پا ہووے استقامت کو ا

ور آئیں سے گرے وہ تو پھر زمیں پر گئے
 گل کب اٹھے ہے جب پاؤں اٹھیں پہ گئے
 عجب ہے خال ترے روئے آئیں پہ گئے
 اور اتنے دن جو گئے چرخ چار میں پہ گئے
 جو سر دیکھے تو وہ دل کی ششیں پہ گئے
 کہ اس کا پیچہ ذرا باج مہ جہیں پہ گئے
 کوئی نہ حرف مرے نام کا لیں پہ گئے
 کہ بھول ایک سرسبزین و یاسیں کی گئے
 گر عصائے تو کل رہ یقیں پہ گئے

نہ کھینچے سربلک کیونکہ وہ ظفر جس کا
 سرنواز قدم گاہ ظفر دیں پہ گئے

نہیں پرچھائیں تیری تیرے رشک خود پیچھے ہے
 سحر کا نور آگے ہے شب دیکھو پیچھے ہے
 ختم کرتے ہیں دہرے کے اقرار وفا پر دل ۱۱
 یہ معمول ان کا پہلے اور یہ دستور پیچھے ہے
 بڑھاتا ہے قدم ہندو کا تو دیکھ کیوں آگے
 چلی آتی اہل ہی تیرے اے مغرور پیچھے ہے
 خبر اے قافلہ سالار اے جلد اس سفر کی ۱
 کہ تھک کر رہ گیا جو ضعف سے رنجیدہ پیچھے ہے
 محبت پارہ گر ہے کیا دکھاؤں زخم دل اپنے
 کہ یاں حجاب پہلے ' مرہم کا نور پیچھے ہے
 حقیقت میں ہے وہ معراج چڑھتا دار پر اس کو
 قدم دکھتا بڑھا کر آگے کب منصور پیچھے ہے
 غدر کر سو فیوں سے ان سے ہوگا رخ ہی آخر
 کہ ہر زبور کے بخش دم زبور پیچھے ہے
 برنگ غنچہ و گل اس جن میں آگے جو دکھا ۱
 دل نکلنے پہلے خاطر مسور پیچھے ہے
 ظفر کیونکر بدل ہو سکے تقدیر کا لکھا
 کہ جو منصور پہلے تھا وہی منصور پیچھے ہے

رہے خیال کہ راو وصال ہے تو یہ ہے ہمارے دل میں جو گرو ملال ہے تو یہ ہے کہ ماہ ہے تو یہ ہے اور بلال ہے تو یہ ہے خرابی ڈلتے والی چھتال ہے تو یہ ہے چھکائے کیونکہ نہ سر انفعال ہے تو یہ ہے تو وہ کہے کہ جو حسن و جمال ہے تو یہ ہے	ترا خیال نہ بھولے خیال ہے تو یہ ہے مثال آمیز ہم سے کبھی ہوا وہ صاف دکھا دے تو رخ تابندہ و خم ہر اناریں دختر رز کو نہ کیونکہ شیشے میں کرے ہے قل میں میرے کئی تری شمشیر دکھائے گرم کتال کو جلوہ تو اپنا
--	--

ظفر دم آنکھوں میں ہوے اور نگاہ جانب در
 اب انتظار میں ہے اس کے جو حال ہے تو یہ ہے

ہوتا ہے اس میں کیا وہ ہوتا کیا چیز ہے
 اس نگہ کے سامنے تیر فضا کیا چیز ہے
 ایک وہ کافر صم نام خدا کیا چیز ہے
 وہ نہیں معلوم مجھ کو ماسکا کیا چیز ہے
 خطر پھر تو پھر آپ ہوتا کیا چیز ہے
 عشق کا بیمار کیا جانے دوا کیا چیز ہے
 پوچھتا ہے ہاتھ میں میرے بتا کیا چیز ہے
 ہے تو یہ ماجہ لیکن اس میں کیا کیا چیز ہے

دیکھو مناں خاک کا پتلا بتا کیا چیز ہے
 رو برو اس زلف کے دام بلا کیا چیز ہے
 یوں تو ہیں سارے بتاں غار گراہاں و دیں
 جس نے دل میرا دیا دام محبت میں چھٹا
 ہو دے اک قطرہ جو زہر اب محبت کا صیب
 نگر ہی محبت ہے اس کی مرگ ہی اس کا علاج
 دل مرا بیٹھا ہے لے کر پھر مجھی سے وہ نگہ
 خاک سے پیدا ہوئے ہیں دیکھ رگہ رنگ گل

جس کی تجھ کو جیو ہے وہ تجھی میں ہے ظفر
 اصغرا پھر پھر کے تو پھر جا بجا کیا چیز ہے

وہ بھی دشمن بن گیا افسوس کیا مشکل بنی
 تیرے اہو مٹی نہ کوئی تیغ اے قاتل بنی
 ہاں مگر چھائی پہ رکھے کو کوئی ہے سل بنی
 کچھ نہیں معلوم ان پر کیا سر منزل بنی
 جس سے اس کی حقیقی تعویذ ہول دل بنی
 جو بنی لیاں سے بگڑنے ہی کے وہ قاتل بنی

دوستی میں جس کی اپنی جان پر اسے دل بنی
 پھر گئے اس آرزو میں ہنگاموں شمشیر زن
 کوکب کا کام کیا پھر بتا کاٹے ہے وہ
 ملک ہستی سے ہوئے جو راہ بنائے عدم
 آدمی ہونے سے ہوتے کاش وہ ہی سنگ ہم
 اس عدوت نگاہ میں ہر دوستی پر ہے قلت

کو حیرت اے ظفر ہوویں نہ کس صورت سے ہم
 آدمی اب اس پری رفتار کی مائل بنی

سراج بن کر ساپ سے تالاب میں لہرائیں گے
 لاکھ ہزے گلشن شاداب میں لہرائیں گے
 خواب کالے جلوہ مہتاب میں لہرائیں گے
 ساپ سے سینے میں اپنے خواب میں لہرائیں گے

جب دم غسل اس کے گیسو آب میں لہرائیں گے
 اس کے خطا ہز سے سر ہز ہونے کے نہیں
 اس رخ روشن پر گر لہیں ہوا سے مل گئیں
 اس کی زلفوں کے تصور میں جو ٹنگ جائے گی آنکھ

اے ظفر توبہ تو کی پر میکش پر دیکھنا
 آپ کیا کیا محفل اباب میں لہرائیں گے

کسی پردہ نشیں کا ہے شوق لقا کوئی طرح اب ایسی تادے مجھے
 کہ اٹھا کے وہ پردہ شرم و حیا ذرا اپنا جمال دکھا دے مجھے
 ترے دیکھنے کے تو ہیں ہنگاموں ڈھب نہیں دیکھائیں تو یہی ہے سبب
 کہ بجلی صحن سے برق غضب کہیں ایسا نہ ہو کہ جلا دے مجھے
 مجھے قل کیا تو یہ اس نے کہا کہ تو رنج عذاب سے چھوٹ گیا ا
 ترے ساتھ یہ میں نے سلوک کیا ہرے کشتہ باز دھا دے مجھے
 رہی اتنی بھی طاقت تباب نہیں کہ زمیں سے اب اٹھے یہ خاک نشیں ا
 ترے کوچ کی ست بلا سے کہیں مرا اگر یہ شوق بہا دے مجھے
 کئی رزم تو کھائے پہ آج تلک لی لذت خشن نہ زیر تلک ا
 مرے رزم جگر پہ چھڑک کے تمک مرا عشق وفا کا چکھا دے مجھے
 گئے بات کا میری ٹھکانا کہاں کہ جب ایک سخن میں وہ عربیاں
 کبھی عرش پر ہیں پہ چڑھا دے مجھے کبھی فرش زمیں پہ کرا دے مجھے
 نہ ہو دام طلاق جسم اگر کروں گلشن قدس کی ہر ظفر
 کوئی ایسا ہو کال پاک نظر کہ جو قید سے اس سے چھوڑا دے مجھے

شوق خار و شست و انگیر ہے	اور نبیوں پائے در زنجیر ہے
جذبہ دل میں جہاں تاثیر ہے	بس وہیں حب ہے وہیں تنہا ہے
فرق مجھ میں اور مجھوں میں نہیں ا	ایک صورت ایک ہی تصویر ہے
کیا کلفت کر سکے باد بہار ا	دل نہیں یہ غنچہ دلگیر ہے
غفلت دنیا ہے خواب اسے غافل ا	حاجت اس خواب کی تعبیر ہے
صحف رخ پر تر سے خط ہے کہاں	وہ کلام لہذا یہ تعبیر ہے ا
دل مجھ جائے ہمارا اسما	دیکھیں کیسی آپ کی تقریر ہے
خانہ زنداں ہے تھہ بن محن باغ ا	سوج رنگ گل نہیں زنجیر ہے

کوچہ فخر جہاں کی اے ظفر
 خاک کی چنگی بھی بس اکسیر ہے

لکھ دیا سب کچھ اے سب کی کوئی جڑھ گئی	کیونکہ پھر جائیں سفیدی پر سیاہی جڑھ گئی
پوچھو اس غم سے کیوں کہتا ہے الحق میرا خون	خند یہ کیسی تجھ کو اے جاہل سپاہی جڑھ گئی
کیا جہنم اس بن مکدر ہے کہ روئے گل پہ آج	وہ دو انگل گر باد صبح کا ہی جڑھ گئی
لکھتا ہے ہر ایک تجھ کو اس تناظر کا بحر	دختروں پر دیکھ تیری کم نکاحی جڑھ گئی
دیکھیں سیر سبزہ جنت نہ کیوں وہ ہیر جنت	دھیان پر جن کے تری پوشاک کا ہی جڑھ گئی
کیوں نہ پہونچے عرش پر زب کہ اس کے مغز میں	بے طرح باخبر و بے گمراہی جڑھ گئی
اپنی آنکھوں میں سلے کیا کسی کا بانگین	جب نظر اس کج ادا کی کجکامی جڑھ گئی
دل کو گھیرا کیوں صف مڑگاں سے تو نے شاہ صحن	کیوں وہ ویرانے پہ نوح پارشای جڑھ گئی

اے ظفر آج ہی اس میخانہ ایجاد میں
 سب کو مستی مرے لے کر تاباںی جڑھ گئی

سنگ خارا کا اب ان کے فرش گل چھائی پہ ہے
 فضل اشک آنکھوں سے آتا وہ ہیں ڈھل چھائی یہ ہے
 داغ جو چھائی کا ہے جانا وہ کھل چھائی پہ ہے
 کرتی بیہوشی رواں ہونٹوں سے ل چھائی پہ ہے
 یشب کی حقیقت گئی جوں موسم گل چھائی پہ ہے
 ہاتھ اپنا مانا باشور وغل چھائی پہ ہے

کہتے تھے جو مائیں بار اپنی گل چھائی پہ ہے
 بار آتا ہے جہاں چھائی پہ اس کا ٹوٹا
 واسطے اس پردے کے کرنا نہیں میں چاک جب
 کیا لگاؤں جام منہ سے منہ میں کب جاتی ہے ہند
 سول دل کی کچھ نہ پوچھو گری دل سے مری
 سب کا دل لی جائے ہے جس دم کوئی ماتم زدہ

وہ عنایت ہو ظفر پر جس سے مٹ جاتے تمام
 بار غم جو اس کی اے شاہ دل چھائی پہ ہے

نہ وہ شیطے میں ہے گری نہ شرر میں گری
 اس سفر کو ہے دنیا کے سفر میں گری
 کیا تعجب ہے کہ ہو باد سحر میں گری
 کہ مرے دل کی ملیش سے ہے نظر میں گری
 پاؤں رکھتے ہی پتلی جائے ہے سر میں گری
 سوز دل سے رہے ہے مرے گھر میں گری

تغیر جانوں کو ہے یوں دور جگر میں گری
 گرم آتا ہے مرے دیدہ تر میں آنسو
 گری مالہ شب سے مرے مانند موسم
 گرم فکارہ ہو کیونکر رخ مازک پر ترے
 پور لعل شکر بار سے دل سرد ہوا
 کیا بلا سوز جانوں کی ترے گرم ہے خاک
 نہ تو مقل ہے نہ بحر ہے نہ مشعل نہ چراغ

باندھتا جیسے ہے وہ سوز جگر کے مضمون
 کیا کہوں میں کہ ہے کیا شعر ظفر میں گری

اور یا اے دل مری قسمت مجھے پہنچائے گی
 دیکھنا ہے طالع طالت مجھے پہنچائے گی
 دیکھنے یاں سے کہاں وحشت مجھے پہنچائے گی
 گر مری تم غشی شہرت مجھے پہنچائے گی
 آہ جو لڑا تری الفت مجھے پہنچائے گی
 تلخی مدوہ و علم شربت مجھے پہنچائے گی
 رنج آخر کو تری قرفت مجھے پہنچائے گی
 خوب کہے تک یہ کیفیت مجھے پہنچائے گی

منزل مقصود تک ہمت مجھے پہنچائے گی
 اڑ کے میں پہنچوں گا دامن تک ترے مثل غبار
 دشت میں زنداں سے میں پہنچا ہوں ورتی ہے یہ تک
 شہرہ آفاق ہو جاؤں گا علقا کی طرح
 میں اے آرام ی جانوں گا اے آرام جاں
 تلخ کای ی سے اپنی ہوں گا شیریں کام میں
 وصل میں ہرگز نہ ہوتا شاگرد میں جانا
 گر رہے ہمراہ اے زلبہ ہوائے سکندہ

رنج دیتا ہے ظفر آرام عجب کا سبب
 آخرش محنت مری راحت مجھے پہنچائے گی

کر جیسے جانور تڑپے نفس میں کچھ نہیں چلتی
 کریں اے مہم جو کیا کر دس میں کچھ نہیں چلتی
 پڑے ہیں ہم کسی ایسے کے بس میں کچھ نہیں چلتی
 کسی کی آمدورفت نفس میں کچھ نہیں چلتی
 لگی ہے آگ وہ اس خار و خس میں کچھ نہیں چلتی
 کہے گر سویریں تو سویریں میں کچھ نہیں چلتی

تڑپتا وصل کی ہوں یوں ہوں میں کچھ نہیں چلتی
 اگر اک آساں ہوتا تو اس سے بس بھی کچھ چلتا
 ہمیں بس بس نہ سمجھاؤ آجھو اے مہم جو
 یہ آنا جانا دم کا ہے فقط اس کی عنایت پر
 دل و جاں سوزش غم ہے پھٹکے جاتے ہیں کیا کچھ
 لگائے گا کوئی کیسا آج ان کو میری جانب سے

ابھی چل جائے سب تدبیر اپنی گروہ تنہا ہوں
 نظر اندیش ہائے ہند کس میں کچھ نہیں چلتی

کہ ہے قرار سر بازی نیاں پھیری نہیں جاتی
 ولے چشم مروت ہم سے ہاں پھیری نہیں جاتی
 جہاں آئی طبیعت مہرباں پھیری نہیں جاتی
 تمہاری بات اے آرام جاں پھیری نہیں جاتی
 کہ کروٹ اے سیائے زماں پھیری نہیں جاتی
 سمنہ ماز کی اس کے عیاں پھیری نہیں جاتی
 کسی سے یہ بلائے ناگہاں پھیری نہیں جاتی
 کروں میں کیا کہ تاخیر نفاں پھیری نہیں جاتی

تری ششیر سے گردن یہاں پھیری نہیں جاتی اگر چہ کیسی ہی
 پھر کر نظر وہ پھیریں اپنی ا
 نصیحت ہو چکی بس مہم کیوں سر پھرتے ہو
 کہے گر اور کوئی تو جواب اس کا دیا جائے
 ترے بیمار کا یہ حال ہے اب ناتوانی سے
 بلا سے خاک ہو برباد سارے خاکساروں کی
 خدا محفوظ ہی رکھے جگہ چشم کافر سے
 مری فریاد سن سن کر ہوا وہ مجھے سے برکت

نظر انساں کو تسلیم و رضا پر چاہئے رہنا
 کہ مرضی خدو جہاں پھیری نہیں جاتی

وہ کیا کریں کہ غنچے ہی مرجھا کے جھڑ پڑے
 مڑگاں تلک جگر سے مرے آ کے جھڑ پڑے
 ہیں بال اس کے زلف سخن سا کے جھڑ پڑے
 پر اڑتے اڑتے طائر عنقا کے جھڑ پڑے
 حسرت سے پھول رنگیں شہلا کے جھڑ پڑے
 زخموں پر رنگ ہو ترے شیدا کے جھڑ پڑے

گل کچھ تو اس جہن کی ہوا کھٹا کے جھڑ پڑے
 آنسو کہاں تھے چشم میں ہر قطرہ ہائے خوں ا
 سنبھل ہی و اس آگے ہے کہ جس جائے خاک پر
 پایا کہیں نہ میرے دل گم شدہ کا کھونج ا
 آیا کہیں جہن میں جو آنکھوں کا اس کے ذکر
 جانا ہے کب نشان اگرچہ کھمڑ بھی

کیسی ہوا چلی جہن دل میں اے نظر
 سب برگ و بار غل تمنا کے جھڑ پڑے

نہ رہی تاب نے تو اس باقی
 تل بے سوز و گداز محم نہ رہا
 خلع ساں دل تو جب بیجا لیکن
 ہے کہاں کو کہی کہاں مجنوں
 اسے لون ہوے اس کے میں نہ رہے
 خاک دل تھکناں پہ رکھ نہ قدم
 کاروان حیات سے تن زار
 سینہ کاوی نہ کر گئیں کر رہا
 دم محبت کا زندگی ہے مری
 کچھ کھٹکا ہے دل میں اے جراح

ہے فقط تن میں ایک جاں باقی
 نام کو مغز استخوان باقی
 ہے ابھی دل میں کچھ دھواں باقی
 رہ گیا نام عاشقان باقی
 لب پہ رنگ مسی و پاں باقی
 ہے ابھی سوزش نہاں باقی
 ہے نگر نگر گرد کارواں باقی
 کس کا یاں نام اور نشان باقی
 ورنہ ہے مجھ میں دم کہاں باقی
 کوئی چٹکا ہے یا شاں باقی

خال خال اس زمانے میں ہوگا
 اے ظفر کوئی نکتہ دہ باقی

نہ دل خوش ہے نہ رنجیدہ کج تو بس یوں ہے
 نفاں سے اپنی دل املی قافلہ ہے دو نیم
 نفس کے کھڑے اڑا دوں پھڑک پھڑک کر آج
 حذر نہ کر جو لگے آتشیں سے اشک مزہ
 کسی کے خال لب شکرین پہ ہے اے رشک

جو یک نفس کبھی وہی ہے تو یک نفس یوں ہے
 جگر فراش کہاں مالہ جس یوں ہے
 ارادہ میرا اسیران ہم نفس یوں ہے
 تھکا حیرے لئے ہم نے عطر نس یوں ہے
 یہ دونوں ہاتھوں سے سر چٹکی لگس یوں ہے

یہ سرور اور ظفر آستان فخر الدین
 اگر ہوس ہے تو کیسی مجھے ہوس یوں ہے

جو رخم دل کو مرے صاف کر کے دوٹا کے
 ہزار تار شعاعی کتاب دے خورشید
 تنہا سوزن مڑگاں سے فائدہ پھر کیا
 نہ سمجھو تھا کوئی دو ٹاک کے کماں کا حیر
 بغیر بطنیوں کے رخم جگر پر چارہ گرو
 یہ چاک سینہ سیا جائے دیکھئے کب تک
 تنہا رنی مھر گس محمود کا جو ہو زنی
 جھڑا جو دامن مڑگاں سے ایک گوہر اشک

تو اس میں کچھ تک سوزہ بھر کے دھاکے لگیں نہ پاک
 میں جیب عطر کے دو ٹاکے
 جو رخم دل میں نہ تار ظفر کے دو ٹاکے
 جو کھیل گئے مرے رخم جگر کے دو ٹاکے
 نہ تم خیال میں اس کی کمر کے دو ٹاکے
 لگیں جو عرسے میں دو دوپہر کے دو ٹاکے
 اسے شراب سے بے ہوش کر کے دو ٹاکے
 تو ہم نے بدلے ہیں اس ایک گھر کے دو ٹاکے

ہزار سوزن لہاس نہ خم میں ٹوئیں
 جو ایک رخم جگر میں ظفر کے دو ٹاکے

عشق کی آتش بلا سے اس کی سوزش اور ہے
خار غم کی تیرے دیوانے کی کاوش اور ہے
سازو ساماں سے تمہاری اتنی سازش اور ہے
جو کہ ہے اس فاحشہ پر فحش وہ فاحش اور ہے
آفتاب داغ دل کی اپنے تابش اور ہے
گرو ہمیں معلوم ہو کچھ اس کی خواہش اور ہے
تیری بارش اور وہ سے اور اس کی بارش اور ہے
تیری چشمِ قندِ زا کی لیک گردش اور ہے

نفس جانوں کا علاج اے امل دانش اور ہے
کیوں نو وحشت میں تجھے ہر سو بھٹک نہیں حیر
مطربہ بار بار آؤ تمہاری بزم میں
تھوڑا بھی دھڑ رز پر نہیں مست است
تاب کیا بہتاب ہووے اس سے خورشید لٹک
سب ملاویں دل سے ہیں جتنی کہ اس میں خواہشیں
ہر مت ہم چشم ہوا چشمِ دلیلا بار سے
ہے تو گردش چراغ کی بھی قندِ انگریزی میں طاق

بت پرستی جس سے ہووے حق پرستی اے ظفر
کیا کہوں تجھ سے کہ وہ طرز پرستش اور ہے

تو ہم دل کا بخار اپنے ہزاروں میں نکالیں گے
نہ حرف سوز دل آتشِ زبانوں میں نکالیں گے
تو خاک ارمان دل کے وہ ہزاروں میں نکالیں گے
وہ بے جرموں کو بھی قصیدہ داروں میں نکالیں گے
وہ اخلاص اب ہم پارساؤں میں نکالیں گے
شرر شعلے میں اور شعلہ شراروں میں نکالیں گے
تو پھر ہم عیب جن جن کرتا رہا میں نکالیں گے

جو یاں کا ذکر وہ دو چار یاروں میں نکالیں گے
مرہا خلع ساں جل جائیں گے لیکن نباں سے ہم
نہیں لگی یہ حسرت گرتے آرزو وہ جانوں کی
خدا خواست گر ہو گئے ہر ہم تو پھر گھر سے
محبت کا خواص اعلان پایا پارساؤں میں
نکالیں گے جو دل سے آہ آجبار ہم اپنے
ستم گر جان دیں گے پر وہی ہم کر دکھائیں گے
جہیں پر جن کے افشاں مہ جہیں گر تو دکھائے گا

ظفر ہم چشمِ ہشی دیدہ و دانت کرتے ہیں
وگر نہ کام سب اپنے اشاروں میں نکالیں گے

قل کو میری نباں شمشیر منہ میں بن گئی
کیا کروں میں آکے بے نامہ منہ میں بن گئی
شل برگ غنچہ تصویر منہ میں بن گئی
پان کی مٹی کی کیا تحریر منہ میں بن گئی
گل کی گولی سی نہ اے ٹھکیر منہ میں بن گئی
ہند شبنم کی برگ شیر منہ میں بن گئی
پھر تو چنگی خاک کی اکیر منہ میں بن گئی
سوج دود دل مری زنجیر منہ میں بن گئی

سپلی اے قاتل تری تقریر منہ میں بن گئی
آہ دل میں پر ہر تھی پر مری تقدیر سے
کہتا ان کے روبرو کیا میں کہ حیرت سے نباں
بات اب وہ منہ سے جو کہتا ہے تو لگے ہے زہر
خروج میں گری نہ تھی جو کھا گیا شعلہ کو تو
پرورش کو شفل غنچہ کی بنی دایہ بہار
عجز سے جب چاک کر خاک آدمی نے بات کی
شعلہ آواز کو پابند منہ میں کر دیا

یہ چپ غم سے ظفر کاٹی ظفر سولہ کی طرح
اب زبان عاشق دل گیر منہ میں بن گئی

جو ہوگی عمر بھر کی راہ تو دم بھر میں آویں گے
تو شربت کے سے کھوٹ آب دم بھر میں آویں گے
زادوں پارہ دل میرے چشم تر میں آویں گے
نہم دام فریب شوخ غارت گر میں آویں گے
کہ اتنا تن چا کر کوچہ دل بر میں آویں گے
برنگ صبح محشر عرصہ محشر میں آویں گے
تو پھر کیا کیا گولے دشت کے چکر میں آویں گے

کریں گے قصہ ہم جس دم تہارے گھر میں آویں گے
اگر ہاتھوں سے اس شیریں ادا کے ذبح ہو گئے
یہی گر جوش گریہ ہے تو بہہ کر ساتھ اٹھکوں کے
گر اس قید بلا سے اب کی چھوٹیں گے تو پھر ہرگز
نہ جاتے گرچہ مر جاتے جو ہم معلوم کر جاتے
گر بیاں پاک لاکھوں ہاتھ سے اس مہر طلعت کے
جو سرگردانی اپنی تیرے یوانے دکھائیں گے

ظفر اپنا کرشمہ گر دکھایا چشم سائی نے
قماشے جامِ حرم کے سب نظر ساغر میں آویں گے

واہ کیا آہوں کے سر پر سینگ یہ آڑے ہوئے
ہوٹا ٹکڑی کیوں ہے اس پر منہ پھاڑے ہوئے
کیا جمال آگے کھڑا ہوئے قدم گاڑے ہوئے
ساتھ دل کے دیکھا میں نے جیج کیا دھاڑے ہوئے
آکے ہستی میں یہ سب معلوم نبھاڑے ہوئے
بیجا رنے دقش میں ہم کو پہنھاڑے ہوئے

ہر وہ سج ہم ہیں چشم یار پر ناڑے ہوئے
خج نے اب بھی نہیں کی ہے نیاں سے بزم
گر پڑے پاؤں پر شل سایہ اس خوش قد کے سرو
حسرت و دردِ الم رنج و تعب اندوہ و یاس
تھے دم میں جب تلک واقف نہ تھے جھکڑوں سے ہم
اڑ گئی صیاد اب دل سے ہوں پرواز کی

گرم مالوں سے ہوئی ہیں یوں تو کیا کیا گرمیاں
مرد آہوں سے ظفر لیکن بڑے چاڑے ہوئے

کیا کہوں کیا آگ برسی ' کیسے اٹکارے جھڑے
کیا تماشا ہے شب تاریک میں نارے جھڑے
پھول کیا کیا ولہ وائے سے ترے پیارے جھڑے
ساری ٹٹنی ایک دم میں تیری فوارے جھڑے
سب متلے کیا جھڑے گویا کہ پیارے جھڑے
جست کرنے بھی نہ پائے ہم کہ پر سارے جھڑے

جب دل سوزوں کے مڑگاں سے کٹی نارے جھڑے
قطرے پانی کے جھڑے گیسو سے اس کے بعد غسل
غوب فہس فہس کر سنا میں تو نے ہم کو گالیاں ۱
جھڑ پڑے مڑگاں سے میرے اشک کے قطرے گر
کنکش پا سے اس مرے مہوش کے ہنگام خرام
دی قفس سے رخصت پرواز اگر صیاد نے

اے ظفر جس وقت دوڑی کاٹنے کو زلف یار
خود بخود دندان مار اس خوف کے مارے جھڑے

وہ سی نہ جب ملیں تو رہیں کس کے واسطے
 کاہے کو مٹی وہ دیدہ رنگس کے واسطے
 تھوڑا سا گرچہ صبر ہو مفلس کے واسطے
 ہر رات اپنی رونق مجلس کے واسطے
 ہے دس قیل و قال مدرس کے واسطے
 شیدائیاں بے دم و بے حس کے واسطے
 اکسیر کی ہوس ہے مہوس کے واسطے
 کڑھتا ہے دل مرا اسی مہوس کے واسطے

آئے تھے ہم عدم سے یہاں جس کے واسطے
 ہیں جو نگاہ از تری چشم کے لئے
 ہووے تو نگروں سے دل اس کا سوغنی
 وہ شعلہ خو جلائے ہے ہم کو مثال خج
 کرتے ہیں یک نگاہ سے تعلیم اہل حال
 آئے جو اس گلی سے ہوا ہو دم کج
 مجھ کو یہ آرزو ہے کہ ہوں تیری خاک پا
 رکھے گا میرے بعد غم یا کس سے اس

پھرنا نہیں ہے اس کی محبت سے دل مرا
 ساری خرابیاں ہیں ظفر اس کے واسطے

ایک دل جس پہ ہیں ستیر برابر پڑے
 شب تاریک میں ہیں چود مقرر پڑے
 داغ دل پر ترے اے لالہ امر پڑے
 ہیں گلے آکے ترے سرومن پر پڑے
 دیکھ شیریں پہ محبت میں ہیں پھر پڑے
 آبلے سینہ پہ جل جل کے نہ کیونکر پڑے
 کائے جوہر سے نہ تغیر کی نیاں پر پڑے
 غم و حسرت کے ہیں یاں روزی لشکر پڑے

کاش ہم اس صف سڑگاں کے نہ منہ پر پڑے
 خال رخ کیونکہ چائے نہ دل و دیں نہ زلف
 دیکھتا تو جو نہ وہ گری رخسار تو کہیں
 ہارے شوق نہیں تجھ کو یہ گلہائے جن
 جان دے کو کہیں اور بیش ہو خسرہ کو نصیب
 آہ سوزاں کا مری چرخ پہ انجم ہے حریف
 تشو غوں وہ نہ ہوتا جو مرا اے سفاک
 خاک اڑ جائے نہ کہیں مزرع دل کی میرے

اے ظفر کس کے یہ عارض سے ہوا تھا روکش
 کہ علمائے ہیں ہوا سے رخ گل پر پڑے

تلخ کزوی زندگی بیمار بھی ایسے ہوئے
 اس قیامت کی نمود آثار بھی ایسے ہوئے
 پھر وہاں ہجر سے بیمار بھی ایسے ہوئے
 حیر وادی کے ہمارے خار بھی ایسے ہوئے
 خوب بچھٹائے ذلیل و خوار بھی ایسے ہوئے
 غیر پر اب تک نہیں دوہ چار بھی ایسے ہوئے
 میری قسمت سے مرے خوار بھی ایسے ہوئے
 پر کب یارو کیسی خونہار بھی ایسے ہوئے

ہو گئے شہر و شکر وہ یار بھی ایسے ہوئے
 قد قیامت کیا بنا تھے بے وہ از بھی
 جو ہوئے مغنوں تمہاری رنگس بیمار کے
 برق تھرائی کہ دامن کے کہیں لکڑے نہ ہوں
 میرا کہتا تو نہ ملا حضرت دل نے دے
 ہم پہ جو صدمے ہوئے لاکھوں محبت میں تری
 کج غنائی میں مہوس سی ہوئے تو رنج و غم
 بر سے بادل لاکھ بار اس چشم تر کے سامنے

فلک و رخس نہ کر ہیں اب تو لطف ان کے ظفر
 گر عتاب ایسے ہوئے تو بیمار بھی اسے ہوئے

بارش ہو جیسے چتر بادشاہی کے تھے
تو بھی داغ عشق کی مہر و گواہی کے تھے
کیا کھلا ہے رنگ سرخ اس رنگ کاہی کے تھے
ورنہ دکھ کون سر تیج سپاہی کے تھے
دب لے خورشید کو شب کی سپاہی کے تھے
پہنچ گری نا بھائی بلکہ ماہی کے تھے
لیک وہ سب ہیں تری اس کم نکاحی کے تھے
ورنہ ہوتا ڈھیر خلع صبح گاہی کے تھے

دل ہے میرا داغ دل کی یوں سپاہی کے تھے
کر نکاحی اے خراش ناخن دست ہنوں
زیر خط سبز اس کے لعل لب کو دیکھنا
دل ہے میرا ہی کہ جھلکا ہے نہ ہونے یار
وہ رخ روشن پہ اپنے کھول دے زلف سیاہ
نہیں قطرے گرز میں پر میرے اشک گرم کے
یوں تو ہیں ہر باز میں لاکھوں ہی انداز ستم
اے سب باد کر دی تو نے پروانے کی خاک

جانے ہیں جو کہ سرکش سب سے اونچا آپ کو
اے ظفر آتے ہیں وہ تہر الہی کے تھے

ہم کو اپنی تیرہ روزی کی حقیقت کھل گئی
فصد بھجوں باعث جوش محبت کھل گئی
رخ تو کیا پوچھتا ہے اب تو قیمت کھل گئی
آکھ ہی پر دیکھتے ہی تیری صوت نکھیل گئی
کھل گئی کمر کی قفس کی کہا کہ قسمت کھل گئی
کھل گئی آئینہ رو دل کی کدورت کھل گئی
اب گرہ دل کی ہمارے فی الحقیقت کھل گئی
لیکن آخر باعث سستی بہت کھل گئی

زلف جو رخ پر ترے اے ہر طلعت کھل گئی
کیا تماشہ ہے رگ لیلے میں ڈوبا نیشتر
دل کا سودا اک نگ پر ہے تری غمرا ہوا
آئینہ کو باز تھا کیا اپنے روئے صاف پر
تھی اسیر قفس کو آرزو پرواز کی
تیرے عارض پر ہوا آخر غبار خط نمود
بے تکلف آئے تم کھولے ہوئے بندجا
باندھی زبید نے تو کل پر کمر سوار چست

کھلتے کھلتے رک گئے وہ دن کو تو نے اے ظفر
سچ کہو کس آکھ سے دیکھا کہ جاہت کھل گئی

جھاڑی صحن چمن بار سب پھرتی ہے
بھی ظالم جو تری آکھ ڈرا پھرتی ہے
صورت آنکھوں میں تری مہر لقا پھرتی ہے
کوچہ یار سے پر مہری بلا پھرتی ہے
خاک بھی اڑتی مری بند نا پھرتی ہے
کہ نہ تقدیر پھری ہے نہ تھا پھرتی ہے

پھر بہار آتی ہے لو ہو ہوا پھرتی ہے
نہ پھری پھیر کر ہم ذرا یونہی ہوتے ہیں
میں شبیر مہ کھانا کو بھلا کیا دیکھوں
لاکھ تدبیر سے پھیریں مجھے میرے احباب
کوچہ گردی کی جو کچھ دل میں ہوں باقی ہے
دے کے دل قافل بے دم کو پھروں کیونکر

اے ظفر گردش چشم اس کی ہے کچھ اور بلا
آسیا چرخ کی پھرتی ہے تو کیا پھرتی ہے

ہم تھے اہر اہر سے اہر کیونکہ ہو گئے
 یک لخت نکلے ان کے جگر کیونکہ ہو گئے
 کم جتے جتے مثل شرر کیونکہ ہو گئے
 وچھو تو غافلوں سے غر کیونکہ ہو گئے
 روشن وگرنہ خسر و قمر کیونکہ ہو گئے
 تو شگ میرے زخم جگر کیونکہ ہو گئے
 دامن و بیب اشک سے تر کیونکہ ہو گئے
 دن تیرے حضرات نے ہر کیونکہ ہو گئے

قدسی صفات ہو کے بشر کیونکہ ہو گئے
 کیا عاشقوں سے پوچھے ہے مرگاں سے اپنی پوچھ
 دیکھا انہیں جو جتے تھے ہستی میں آن کر
 ڈر موت سے کسی کا نہیں ہے زیادہ تر
 پر تو پڑا ہوا ہے ترے نور حسن
 کی گر کی نہیں ہے تری آب تج نے
 پریش سے نور آوے گا رفا سوانہ پوچھ
 تنہا تو ایک لکھ بھی مشکل ہے زندگی

پھیرا نہیں ہے تو نے اگر اس کی زلف کو
 برہم وہ تجھ سے اتنے ظفر کیونکہ ہو گئے

ایک مارولی سے اپنی تو نے سمجھا سہل ہے
 اے ساجے کا عقدہ کھول دینا سہل ہے
 پر پھیرنا اس کا مشکل ہ سے لگا سہل ہے
 پر جو تو چاہے تو ہر شے سمجھا سہل ہے
 پر جدائی میں تری ہم نے جو دیکھا سہل ہے
 بن چلے اپنے جلا کیا کسی کا سہل ہے
 یا ایس اس راہ میں رکھنا قدم کیا سہل ہے

عشق تو مشکل ہے اے دل کون کہتا سہل ہے
 گر کھلے دل کی گرہ تجھ سے تو ہم جانیں تھے
 ہمدردی کے لگانے میں کبھی لگا ہے کیا
 گرچہ مشکل ہے بہت میرا علاج درد دل
 ہے بہت دشوار مرا یہ سنا کرتے تھے ہم
 خلع نے جل کر جلیلا بزم میں پروانے کو
 عشق کا رست سراسر ہے دم شمشیر پر

اے ظفر کچھ ہو سکے تو فکر کر عطر کا تو
 کر نہ دنیا کا تردد کار دنیا سہل ہے

اور مجھوں پائے در زنجیر ہے
 بس وہیں جب ہے وہیں اکبر ہے
 ایک صودت ایک سی تصویر ہے
 دل نہیں یہ چہ تصویر ہے
 عاقبت اس خواب کی تعبیر ہے
 وہ کلام اللہ کی تفسیر ہے
 دیکھیں کیسی آپ کی تقریر ہے
 سوچ رنگ گل نہیں زنجیر ہے

شوق خار دشت دامن گیر ہے
 جذبہ دل میں جہاں نامیر ہے
 فرق مجھ میں اور مجھوں میں نہیں
 کیا گفتہ کر سکے باد بیمار
 غفلت دنیا ہے خواب اے غافل
 صحت رخ پر ترے کھ ہے کہاں
 دل مجھ جائے ہمارا ہمارا
 خانہ زنداں ہے تجھ بن معن باغ

کوچہ ظفر جہاں کی اے ظفر
 خاک کی چنگی بھی بس اکبر ہے

ہم صغیرانِ جن کی اک صدا سی آگئی !
 صاف دریا پر نظر کالی گھٹا سی آگئی
 لے کے دل کو کچھ ترے دل میں دغا سی آگئی
 دیکھتے ہی مجھ کو چہرے پر اداسی آگئی
 تیری دولت ہاتھ میرے کیپا سی آگئی
 دورو شاید کسی گل کے حیا سی آگئی
 سر پہ میرے یہ کہاں سے اک بلا سی آگئی
 شاید اب پیری کے باعث ہے خواہی آگئی

جب نفس کی ست گلشن سے ہوا سی آگئی
 کھول کر زلف سے اس نے جو دیکھا آئینہ
 کیا ہوا منہ سے نہیں کہتا ' کہے دیتی ہے آنکھ
 تھے برگ گل گلشنِ غیر کی محفل میں وہ
 اے قناعت کر دیا ہے تو نے مستغنی مجھے
 آنکھ بچی باغ میں رنگس کی کچو اے جا
 اس شب اجراں کا منہ کالا کر اے بخت سیاہ
 آگے تو شیدے نہ ہوں گے ایسے چرخِ بھر کے

دل ہے وہ آئینہ پھر پھر کر نہیں ہوتا ہے صاف
 اے نظر اس میں کدورت جب ذرا سی آگئی

کہیں گے لوگ ہمیں یہ عدا کے گھر سے پھرے
 گلے پہ جن کے چھری یار کی نظر سے پھرے
 ہمارے طالع برگشتہ کے اثر سے پھرے
 اگرچہ ڈھنڈھتے ہم شام تک عمر سے پھرے
 اگر نہ منہ صفت مڑگان عشوہ گر سے پھرے
 ابھر ہو جب سوجھ کر دل ادھرے سے پھرے

ہم اب کے چیتے اگر اس منم کے در سے پھرے
 نہ ہوں وہ خنجر دست اجل کے منت کش
 وہ آئے آئے نہ پھر جاتے راہ سے لیکن
 نہ پایا دل جو ہوا زلف و رخ کی یاد میں گم
 دلا بجا ہے تر دجوی جگر داری
 جسے ہو خواہش بقی کرے وہ دنیا ترک

تمہارے قوم و قسم کا کچھ اعتبار نہیں
 کہ مہر کر کے کئی بار تم نظر سے پھرے

نغمہ نہ رونق داغ داغ اڑی
 بگولا بن کے جو اس طرح خاک داغ اڑی
 مجھے کہاں سے کہاں لے کے باغ داغ اڑی
 تو کیوں جن سے وہ یوں ہو کے بے داغ اڑی
 ہوا یہ چنگ نہیں لے کے یہ چراغ اڑی
 گلی لیاغ میں آگ اور نئے لیاغ اڑی

خزاں سے سرئی گلہائے سخن ب داغ اڑی
 ہوا ہے کون سا دیوانہ آج دشتِ نور
 برگ گل گلشنِ یہ تری سبکدوشی
 پہنچ گئی نہیں اس گل کی بو جویلوں کو
 ہوا بلند نلک پر ہے میرا شعلہ آہ
 پڑا جو عکس رخ آتش ترا ساقی

کہاں کہاں سے بیک خیال ڈھنڈھ پھرا
 نظر دریا بھی نہ گرد بہ سراغ اڑی

کہ اس مآشنا کو حضرت دل آشنا ہے
 مزہ اس میں ہے کھائے با مزہ اور بے مزا ہے
 وہ اس آب دم ششیر کو آب بٹا ہے
 کہ جن کو خاک راہ پر اپنے ہو تم نقش پاس ہے
 کوئی پوچھے پڑھا کیا آپ نے کیا مدعا ہے
 اگر ہاتھ آئے پائے سو تو اس کو عصا ہے

نہیں آتا سمجھ میں اپنی وہ کیا جانے کیا ہے
 مزہ تبدیل کرنے سے ہے کیا ہوتا مزہ حاصل
 جو اپنی جان دینے کو حیات جاوداں جانے
 بچھائیں زیر پا آنکھیں ہیں وہ تو خاکروں نے
 انہوں نے خطہ جو میرا کھولتے ہی پھاڑ کر پھینکا
 ترے بیمار غم کا حال یہ ہے اتوں سے

امید زندگانی اپنی آخر قطع کر بیٹھے
 ظفر عشق و محبت کا بھی ہم اتھا ہے

آنکھوں کے سنے پھرتی ہے تصویر کسی کی
 پر دل میں ہوئی اس کے نہ تاہیر کسی کی
 جب تک کہ نہ قسمت میں ہو اکسیر کسی کی
 کچھ پیش نہیں جانے کی تقریر کسی کی
 ہووے گی یہاں پہلے بھی تعمیر کسی کی
 جب تک نہ کھلے زلف گرہ گیر کسی کی
 جس وقت اٹ جائے ہے تقدیر کسی کی
 مجرم ہو کوئی اور تصویر کسی کی

ہے دل کو جو یار آئی نلک بھر کسی کی
 گر یہ بھی ہے 'مارہ بھی ہے وراہ و فغاں بھی
 ہاتھ آئے ہے کیا خاک ترے خاک کف پا
 یارو وہ ہے گزرا ہوا ہاتھ نہ بناؤ
 مازاں نہ ہو منہم کہ جہاں تیرا محل ہے
 میری گرہ دل نہ کھلی ہے نہ کھلے گی
 آتا ہے بھی اگر ہے تو وہ پھر جائے ہے اٹا
 جو دل سے اٹھ جائے ظفر دل ہو گرفتار

اس ہمو و مڑگاں سے ظفر حیر زیادہ
 مجر نہ کسی کا ہے نہ ششیر کسی کی

ہم کو شبنم کی طرح سب ہیں دالانے والے
 بلکہ ہیں اور بھی یہ آگ لگانے والے
 کیا کریں راز مہبت کے چھپانے والے
 ہم تو سر کر بھی یہاں سے نہیں جانے والے
 وہ تو اک گل ہیں نیا روز کھلانے والے
 اینٹ ک واسطے مسجد ہیں ڈھانے والے
 بخت خواہیدہ کوہوں کاٹش جگانے والے
 زیر پا جن کے ہم آنکھیں ہیں بچھانے والے

روش گل ہے کہیں یار ہٹانے والے
 سوزش دل کو نہیں شک بچھانے والے
 منہ سے سب زردی رخسار کچے دیتی ہے
 خاک بھی ہوگی ترے کوچے میں اپنی برباد
 دیکھئے داغ جگر پر ہوں ہمارے کتنے
 دل کو کرتے ہیں بتاں تھوڑے سے مطلب پہ خراب
 مالے ہر شب جو جگاتے ہیں یہ مساپوں کو
 خاک میں ہم کو ملائے ہیں وہ جوں نقش قدم

خط مرا پڑھ کے جو کرتا ہے وہ پرزے پرزے
 اے ظفر کچھ تو پڑھاتے ہیں پڑھانے والے

پلے اس سے وصل کی تعمیر کرنی چاہئے !
 سرکشی سے آج تک مجھ سے کشیدہ ہے وہ یار
 تجربوں نے میری جانب سے لکھا ہے کچھ اس
 عشق کہتا ہے کہ جادہ ایک سرخوں بھی ہو
 گر غم یار آئے دل میں کیونکہ میں رسوا کروں
 خلع کا سرکیوں قلم کتا ہے اس نے کیا کیا
 آگیا آنکھوں میں دم یاں کرتے کرتے انتظار
 ڈھا دیے گردوں نے گنبد پتکڑوں جوں گردواہ

بعد اس کے اور کچھ تقریر کرنی چاہئے !
 کچھ تو اے دل کی کشش ناخیر کرنی چاہئے
 ان کی بھی کوئی خبر تحریر کرنی چاہئے !
 جب دواں فرہاد جوئے شیر کرنی چاہئے
 ایسے مہماں کی تو ہاں توقیر کرنی چاہئے
 نیا دلی اتنی نہ اے ٹالکیر کرنی چاہئے !
 جلد آؤ اتنی کیا ناخیر کرنی چاہئے
 بس بلند اتنی نہ یاں تعمیر کرنی چاہئے

خاک پائے فخر دیں ہے اپنے حق میں کیا
 اے ظفر کیوں خواہش اکیر کرنی چاہئے

جب ہا سب فکوں ک دفتر پھٹ گئے
 بل بے سوز عشق بھڑکی ہے پس مردن بھی آگ
 ہاتھ سے جوش ہنوں کے اور خار دشت کے
 مالہ کش اتنی ہوئی گلشن میں تو اے عذیب
 خوب رویوں نے جو دیکھا جلوہ تیرے حسن
 اے سنگر لے مبارک ہو کہ تیرے دورو
 ہو گئے پیدا مری قسمت سے دلیا میں پہاڑ
 مارے پھر اس قدر لڑکوں نے جھٹھ کر بام پر
 کس نظر سے تو نے دیکھا میکدے میں محسب
 جوش گر یہ دیکھ کر اس چشم دلیا یار کا

پھر کیجئے اپنے بدخواہوں کے مارے پھٹ گئے
 کور پر تھڑ دلوں کے مارے پھر پھٹ گئے
 جب و دامن آفرش دونوں سراپر پھٹ گئے
 پردے کش گل کے تیرا پھٹ گئے
 سب کے بیٹے جوں سماں اے ماہ بیکر پھٹ گئے
 سب ترے فریادیوں کے آج مضر پھٹ گئے
 تیغ کشی کے مرے کھانے ہی فکر پھٹ گئے
 تیرے دیوانوں کے اے رشک پری سر پھٹ گئے
 شیش سے خود بخود طاقتوں کے اوپر پھٹ گئے
 ہو گئے تھے جنج جو بادل ہوا پر پھٹ گئے

جملہ بازی کا قاشا تم نے دیکھا اے ظفر
 سب کے بچے چھن گئے اور سب کے دفتر پھٹ گئے

تجھ سے بعد سرشک خود کی کوئی جس دم جھڑتی ہے
 بل بے گری شور مہمت تو نے جلیلا خوب مجھے
 پکا تیرے لب سے نشے میں نظر دے اس لطف کے ساتھ
 کہا کیا حسرت آئی ہے ان کو خاک جو تیرے کشتوں کی
 سوتے ہیں مستی میں وہ کرتے ہی نہیں ہیں چشم بھی وا
 تو جو رہے ہے ہم سے مدد اتنا اے گردوں لیکن

عجلی اور بہاری کی اے دیدہ پرلم جھڑتی ہے
 اک چنگاری ہر بن سوسے وت تپ غم جھڑتی ہ
 جیسے برگ گل سے کہیں گلزار میں شبنم جھڑتی ہے
 لگ کر تیرے دامن سے اے قاتل عالم جھڑتی ہے
 نوبت میرے مالوں سے دردناکے پر ہر دم جھڑتی ہے
 تجھ کو زیادہ ہو گئی نخوت گرد ترے کم جھڑتی ہے

نہ تو نہیں معلوم ہمیں کون آئے گا مہماں آج نیا
 لیک حویلی ان کی ظفر ہاں سنتے ہیں ہم جھڑتی ہے

واں سر عارض جو سوئے زلف خم کھا جائیں گے
بوسہ لب کے سوا تیرے نہ ہوگا فائدہ
وہ پہنچیں گے نہ دیوانے ترے جوں گر باد
ہاتھ میں رنج و الم کے وہ غضب چاقو ہیں حیر
دھیان رازق پر نہیں رکھتے یہ کہتے ہیں خسیں
گر یہی ہے اضطراب دل تو یہ بھل ترے
سینہ وا کر کے ٹٹلیں ان سید بختوں کی جان

تو بنا کر ساپ یاں انہوں کے ہم کھا جائیں گے
گرچہ یاقوتی ترے بیمار غم کھا جائیں گے
ہیکڑوں چکر سردشت عدم کھا جائیں گے
اتھوں کو بھی یہ مانند قلم کھا جائیں گے
کھائیں گے پھر کیا جو دام و درم کھا جائیں گے
کہتے ہیں ہم حیر شمشیر ختم کھا جائیں گے
جو تمہاری زلف کی جھوٹی قسم کھا جائیں گے

روز جو کھائیں گے رنج و غم محبت میں ظفر
دیکھ لینا ان کو اک دن رنج و غم کھا جائیں گے

نقار یار یوں داغ جگر پر جم کے ٹپھے ہے
ارادہ خاک میں کرتا ہے جو اپنے ملانے کا
لب شیریں سے اس کے خال کو بیچتی یوں ہے
لگا رہتا ہے حیرا بانگ میں اسے باغیاں کھکا
ترے کوچے میں کس کی خاک یوں بر بار ہوتی ہے
دلا جو شہسوار عرصہ میدان بہت ہے
خیال زلف اس کا کیا دل پر داغ سے جلوے
برنگ نقش سنگ اٹھتا نہیں ہر گز اٹھانے سے

کر بھی ضرب تیغ اچھی پر پر جم کے بیٹھے ہے
وہ مثل نقش پا اس رہ گزر پر جم کے بیٹھے ہے
تکس جس طرح سے شہد شکر پر جم کے بیٹھے ہے
کہاں مرغ جن شاخ بھر پر جم کے بیٹھے ہے
کہ گرداب دامن باد بحر پر جم کے بیٹھے ہے
عوض کھوڑے کے وہ تو شیر ز پر جم کے بیٹھے ہے
کہ یہ مار سیر اس گنج زر پر جم کے بیٹھے ہے
یہ از خود رفت ایسا تیرے در پر جم کے بیٹھے ہے

وہ کیا بیٹھے جو مضطر ہو کہ دیکھو گھر میں خانم کے
گیارہ بیٹھا ہے تو ظفر پر جم کے بیٹھے ہے

ترا دیوانہ بختوں سے سوا مشہور عالم ہے
نہ کیونکر خندہ گل ہے بچم ہوگر یہ شبنم
وہ عالم میں ہے پر عالم سے ہے اس کا جدا عالم
وہ عالم یاں ہے دم سردی کا تیری سرد مہری سے
ہمارا ذکر آئے ذکر کیا اللہ کی نصرت
ختم ہے یہ کہ وہ شوخ شکر اس ختم پر بھی

حجر مرہ پسندی شیدہ دستور عالم ہے
ظلم و لاد وہ سے تو ام سرور دشوار عالم ہے
اسے کب پا کے عالم یہ کب مقصور عالم ہے
اثر سے سرد جس کے ہو گیا کافور عالم ہے
وگرنہ یوں تو اس کی بزم میں مذکور عالم ہے
پسند خلق مقبول جہاں منظور عالم ہے

ظفر جس پہ غذا ہے مہرباں سب مہرباں اس پر
کیا مقہور جس کو اس نے وہ مقہور عالم ہے

کہ جس کے سامنے گل کا چراغ گل ہو جائے
 تو ہووے غنچہ گلہلی لاغ گل ہو جائے
 کہ خلع گوشہ امن و فراغ گل ہو جائے
 تو اس کو دیکھ کے کیا باغ باغ گل و جائے
 تو دل کے مشعل راہ سراغ گل ہو جائے
 جو تیری طرح سے نازک دماغ گل ہو جائے

ایسا ترے دل کا داغ گل ہو جائے
 بے شراب چمن میں اگر وہ رشک چمن
 لگی ہوئے محبت تو کیا عجب زہد
 جو آئے باغ میں یکبارگی وہ رونق گل
 خدا خواست بھج جائے گر یہ شعلہ آہ
 چمن میں کون سے عندلیب کی فریاد

ظفر بعید نہیں اشک خوں سے مجھوں کے
 نمود گر سربرخار داغ گل ہو جائے

نمود ہو کے بدخلعت اگر یہی تو کیا یہی
 وہ میری دیکھ کر حالت اگر یہی تو کیا یہی
 کسی نے کچھنی صومٹ اگر یہی تو کیا یہی
 بے دنیا کوئی صنعت اگر یہی تو کیا یہی
 یہ کج ہستی بایں محنت اگر یہی تو کیا یہی
 کوئی رسم نہ الفت اگر یہی تو کیا یہی

بتوں نے صن پر غوت اگر یہی تو کیا یہی
 نہیں میری طرح برق جہاں کو یاد دہانی
 جو کھینچے پار کو اپنی طرف ہم اس کے قائل ہیں
 ترے کام آئے قہی میں کیجھے کام یکہ ایسا
 کتابیں دیکھ دیکھ آنکھوں کو پھوڑا اپنی واعظ نے
 تری طینت میں بے مہری ہے اب تو نے کھائی ہے

ظفر کچھ نیک شیعہ چاہیے انسان کو کیجھے
 بری غمور بری عادت اگر یہی تو کیا یہی

نہیں ہے کچھ ہمیں پردا بلا سے اڑ جائے
 عجب نہیں کہ مرا خط ہوا سے اڑ جائے
 تو اے طیب اثری ہوا سے اڑ جائے
 لگا کے پرتے شوق لقا سے اڑ جائے
 مرے نفاں دل جلا سے اڑ جائے
 کہیں نہ آتش رنگ حنا سے اڑ جائے

سر اپنا گر تری تیغ جفا سے اڑ جائے
 ہوئے وصل میں اس کے برگ کاغذ باد
 کرے مریض محبت کو تو علاج اگر
 امید ہو ترے دیوار کی تو یہ بناب
 سحر ہو مجھ پہ قیامت جوش کونندان کی
 دل اس کیہاتھ میں سباب وار ہے بناب

سمندر ناز کو وہ اپنے چاہتا ہے ظفر
 کہ تانیا نہ زلف دعا سے اڑ جائے

ہمارے رہ گئے دیوے ادھر کھلے کے کھلے
 پڑے ہیں سینکڑوں عالم کے گھر کھلے کے کھلے
 جن میں سب کے رہے منہ سر کھلے کے کھلے
 وہاں سے لائے جو خط نامہ بر کھلے کے کھلے
 رہیں گے بند تباہی کے گر کھلے کے کھلے
 رہے مرے لب زخم جگر کھلے کے کھلے

کسی کے روزن درد کچھ کر کھلے کے کھلے
 کہوں میں چرخ کی خانہ خرابیاں کیا کیا
 کلام کر نہ سکے تیرے سامنے غنچہ
 نکلیں ہیں یاد نے شادی کھلی کھلی باتیں
 گلوں کے ہوں گے جگر چاک چاک گلشن میں
 حلاوت دم شمشیر سے تری قاتل

نہ پایا میں سے جو ہم نے کلام کا یارا
 ہمارے رہ گئے لب اے ظفر کھلے کھلے

خواب میں وصل ہوا صبح کے ہوتے ہوتے
 بے گئے آنسوؤں میں صبح کے ہوتے ہوتے
 ہو گئی عمر بسر جان کو کھوٹے کھوٹے
 مر گیا ملت وہ پتھر یونہی ڈھوٹے ڈھوٹے
 گرچہ دامن ترا پست جائے گا ڈھوٹے ڈھوٹے
 ڈار کے جوں خواب میں پدے کوئی سوتے سوتے

ہوئے جس رات کو ہم بھر میں روئے روئے
 طبع کی طرح سے ہم رات کو روئے روئے
 جس کے لئے کی تمنا تھی نہ پایا اس کو
 نہ لی عشق میں فرہاد کو فرد محنت
 تیرے دامن سے مرا خون نہ چھٹے گا قاتل
 موت یاد آئی تو غفلت سے ہوں یوں ہم ہشیار

اے ظفر گر یہ بارش سے مرے کیا ہے عجب
 ہر ہو دانہ اگر خاک میں پوئے پوئے

بلکہ چنگے ہے زمیں پر تو زمیں گل جائے ہے اس سے تو
 نولاد بھی اے مازنیں گل جائے ہے
 جو پینے سے ترے جامے کے ہیں گل جائے ہے
 گوشت کیا تا اتھون تن وہیں گل جائے ہے
 جیسے گلزی رہ کے پانی میں کہیں گل جائے ہیں
 دال جب وہاں غیر کی اے ہمتیں گل جائے ہے

اشک کے شواربے سے کیا آئیں گل جائے ہے
 دل ترا ہے سخت پر یہ آہ وہ ہے جاں گداز
 رہتا کیوں غیر دل سے سرگرم ہم آغوشی ہے تو
 عشق پٹکانا ہے جس دم قطرہ زہر اب غم
 ہو مرے گر پے سے بدتر یہ تن لاغر کا حال
 اور بھی دلتا زیادہ ہے مری چھاتی پہ سوگ

ہے رز گل کیا ظفر بلکہ زر خورشید بھی
 دیکھ کر وہ تاب روئے آتھیں گل جائے ہے

ترے کوچے میں ہیں ہم صورت نقش قدم بیٹھے
 کبھی افسوس وہ فورہم نہ محفل میں ہم بیٹھے
 نہ آلا کر کے وعدہ رات کے آنے کا وہ مہوش
 جو اٹھے روز طوفان یونہی جوش گریہ سے میرے
 تری اک جنبش مڑناں سے اے شوخ کمال ہرو
 پڑا ہے شکل تصویر خیالی اپنے بستر پر
 پھڑکتا ہے زیادہ پہلے کھنکھ کر دام میں طائر
 تلکین خانہ خاتم کی صورت سبز کاوی ہے

کب اٹھتے ہیں اٹھائے سے کہ ظالم اب ہم بیٹھے
 جو ہم اٹھتے تو وہ بیٹھے جو وہ اٹھتے تو ہم بیٹھے
 رہے ہم منتظر یاں شام سے ماصبح ہم بیٹھے
 عجب کیا گنبد گردوں بھی گر اے ہشتم بیٹھے
 ہمارے تو وہ سبز میں سو تیر ستم بیٹھے
 کہاں طاقت کہ اٹھ کر یہ تر بیمار غم بیٹھے
 کیو آرام سے کیا تو گرفتار الم بیٹھے
 کیا کرتے ہیں کیا کیا نام پیدا گھر میں ہم بیٹھے

ظفر گھرا کے وہ اٹھ جائے آہ گرم سے میری ا
 کوئی ہم جو میرے پاس آ کر کوئی دم بیٹھے

مالہ کروں تو شور سے اس کے اک عالم گھبراتا ہے
 دیکھ کے تیرے بازو ادھر ایک تجھے دل دیتا ہے ٹھک
 اگرچہ کیسا ہی کوئی قید میں ہووے ہستی کے
 ذکر نہ لا تو ہم سے ماسح ہر دم ترک محبت کا
 پوچھتے کیا ہو مجھ سے باعث دل کی مری گھبراہٹ کا
 رہ نور دشت جنوں ہو کس میں ہے ہمت میرے ۱۶

نور اگر خاموش رہوں تو میرا دم گھبراتا ہے
 دیکھتا ہے جس وقت ترے انداز ستم گھبراتا ہے
 جاتے ہوئے وہ ہستی سے پرسوائے عدم گھبراتا ہے
 کون نے ان باتوں سے جی تیری قسم گھبراتا ہے
 دیکھتا ہے جس وقت ہجوم رنج و الم گھبراتا ہے
 قیس بھی گر اس وادی میں رکھتا ہے غم گھبراتا ہے

آگے ظفر یہ حال تھا اپنا ہم غم ہے گھبراتے تھے
 ہو گئے غم کش لیے اب ہم سے ہم گھبراتا ہے

دشت گردی تیرے دیوانوں نے پھر کیا خاک کی
 باگ کی جس وقت اپنے قوسن چالاک کی
 جب گل صد برگ کو وہ لے کے گہاڑی کرے
 کون کہتا ہے کہ یہ نظے ہے شب کو کبکشاں
 جامہ آب رواں ہو جب ہجوم دارا شک
 کہہ دو حاضر ہے ابھی سرعاش جانہاز کا
 خاک میں ل جائے گی اے ہر تیری ہرو
 حسرتیں اس صید کو کیا کیا رہیں اے شہسوار

خاک اڑادی گر نہ سارے دشت و ششاک کی
 کیا کہوں برباد کیا کیا اس نے میری خاک کی
 دیکھے پھر حالت کوئی میرے دل صد چاک کی
 ہے مگر کوئی طنب اس خیمہ افلاک کی
 چشم عریاں کو مری حاجب ہو کیا پوشاک کی
 ہے اگر یونہی خوشی اس قاتل سفاک کی
 دیکھ ہم چشمی نہ کر اس دیدہ نمناک کی
 گر پڑا جو اک پر کھل کر گرہ فزاک کی

اے ظفر جو بولہوس ہیں من کو کب ہے تاب عشق
 روکش آتش ہو کیا طاقت خس و خاشاک کی

صدف کو سوتیلوں سے کس نے دیکھایوں شکم پر ہ
کدورت سے ترا دل اب تلک اے پرستم پر ہ
غرور اس پر کہ اتنا کیسہ دام و دم پر ہ
کہ ہوتا دمدم خالی ہے اور پھر دمدم پر ہ
نگر شکوؤں سے دل میزا ترے سر کی قسم پر ہ
نگلوں سے اشک خوں کے دامن دشت عدم پڑ ہے

ہمیشہ آنسوؤں سے بھی میری چشم نم پر ہے
ترے دست ختم سے لی گئے ہم خاک میں لیکن
گئے دنیا سے خالی ہاتھ وہ آخر کہ تھا جن
ہمارا دیدہ کوزہ تر ہو لب ہے کویا
کیا ہرچند میں نے مغز خالی رو برو حیرے
ترے دیوانے جو روتے گئے زندان ہستی سے

کہے ہے کون بیائے تلک کو اے ظفر خانی
جھلکتی صاف ہے اس میں شراب رنج و غم پر ہے

اگر پوچھو تو بھلی بھی نہیں اک جو برہ ہے
نہ تیغ مغربی ہمسز نہ ماہ نور برہ ہے
جو کہنے تو برہ ہے نہ کہیے تو برہ ہے ا
روانی میرے اکشوں کی اور اس کی نور برہ ہے

فلفل ہے طبع کے مالے سے میرے نور برہ ہے
تہادے بروئے سمدار سے نور ماخن پا سے
وہ سنتے ہی نہیں کوئی کہے تو کیا کہے ان سے
مجھے اے آشاؤ کام کیا ہے سر دیلا سے

ظفر رکھتے نہیں مطلب جہاں کے کتہ دانوں سے
ہمیں فخر جہاں کا ایک کتہ سو برہ ہے

بے پر رشک سے بلبل کے کانٹے
ہونے گل سوکھ کر سنبھل کے کانٹے
نہیں یہ مرغ لٹکا کھل کے کانٹے
تکلیں پاؤں سے لی جل کے کانٹے
نہ دیکھے گرد جام لی کے کانٹے
کہ ہوئے اس نے حق میں گل کے کانٹے

مبا جب پاس دیکھے گل کے کانٹے
سدم آہ سے میرے جن میں
رہے ہے پر خلص دشمن دم بگ
جو نہیں دشت میں ہم اور بھوں
بزمستان چشم لار ہم نے
خلص سے عشق کے ملاں ہیں مشاق ا

ظفر پڑتے ہیں گرمی سے فغاں کے
نباں پر وقت شور و غل کے کانٹے

نار اشک غوں میں جو دکھی مڑہ ابھی ہوئی
تیری مڑگاں کو کہاں تنغیر دل سے ہے فراغ
نار دامن میرے کہ کائناتوں سے الجھے رشت میں
کیونکہ چھوٹے دیکھے اس زلف کے پھندے میں ہے رات
دن اس فکر میں سودا سا ہے مجھ کو کہ زلف
یار ان کا کون دانگیر ہو دکھی نہیں
کہتے ہیں باریک ہیں آیا ہے عفا زیر دام
حال جانے تو گرفتاری کا میری گر کہیں

تھی رگ برق ورگ اور مڑہ ابھی ہوئی
کا میں اس ملک کے ہے یہ پہ ابھی ہوئی
ہے جنوں دستار تیری ہر جگہ ابھی ہوئی
جان میری باعث نارنگہ ابھی ہوئی !
کیوں ہے گر سلجی ہوئی اس زچہ گر ابھی ہوئی
دامن صریر میں نوک خار رہ ابھی ہوئی
اس کمر پر دیکھ کر زلف سے ابھی ہوئی
ہو طبیعت تیری بھی اے رشک مہ ابھی ہوئی

گر الجھا ہو تو منظور اس کو مجھ سے اے ظفر
تو کرے تقریب کیوں وہ کج کار ابھی ہوئی

روں بیضا نفس میں کیوں نہ سر کے پرستے داہے
ہوا ہوں کشیدہ اے قاتل ترا میں تجھ کو لازم ہے
نہ جائے درد سر میرا اگرچہ لاکھ اے ہدم
جو دل طاقت نہیں رکھتا تو کہہ وہ آپ کو ماحق
لا کر خاک میں کیا کیا تھا نے اہل جوہر کو
رقیب سنگدل ہم سے نہیں دیتا کسی صورت

کو یوں تو گلو صیاد خبر کے تھے داہے
کہ میری نفس تو کل صنوبر کے تھے داہے
مرا سراپا زانو رکھ کے تو سر کے تھے داہے
زمن میں گنج و گوہر چرخِ اختر کے تھے داہے
بہت تعویذ لکھ کر ہنسنے پھر کے تھے داہے

زہے قسمت شہیدانِ محبت کی اگر ان کو
ظفر لاکر کوئی دیوارِ لہر کے تھے داہے

جب تہن میں اس کے آنے کی خبر اڑ جائے گی
آپ کا کیا جائے گا گر خواب میں آؤ گے تم
کھول دے صیاد تو کفر کی نفس کی شوق سے
غون کوئی لے گا میرے تو کف پا سے ترے
آئے گا وہ مہروش اے دل تو شبنم کی طرح
یہ صبا سے کوئی پوچھے تیرے کیا آئے گا ہاتھ

گل کی رونق دم میں اے بادِ عمر اڑ جائے گی
نہند آنکھوں سے ہماری رات بھر اڑ جائے گی
بلبل بے بال و پر ظالم کدھر اڑ جائے گی
سرفی رنگ حنا اے فتنہ گر اڑ جائے گی
تاب و طاقت تیری اس کو دیکھ کر اڑ جائے گی
خاک میری اس کے کوچے سے اگر اڑ جائے گی

شعلہ رخسار ساقی گر ہوا پر تو گلن 1
مے جو ساغر میں ہے تیرا اے ظفر اڑ جائے گی

کیا جانے کیا وہاں دل مالان پر بنی
 پہلے تو عشق میں دل و ایمان پر بنی
 صبح نہ بوجھ مجھ سے کہ فصل بہار میں
 منظور ایسا پردہ ہے کس سے کہ نہ جہیں
 دیتا ہی اک نگاہ پہ میں دل کے ساتھ جان
 وحشت میں جتنی خاک پڑی اڑ ک جسم پر
 جوں آئینہ نہ کر سکے دل کی نہ چھپ سکے
 خط کا جواب لائے گا قاصد یقین تھا
 زیبا ہے روئے یار پر یوں تشنہ جہیں
 مطلق نہیں عمارت ہستی کو جو قیام

جس کے قلق سے یاں ہے مری جان پر بنی
 پھر ایسی بن گئی کہ مری جان پر بنی
 ہاتھوں سے کیا ہنوں کے گریبان پر بنی
 دیوار اور کونچے کے والان پر بنی
 قیمت نہ ان سے اپنی بھی فتنان پر بنی
 پوشاک وہ مرے تن عریان پر بنی
 مشکل ہے اب تو عاشق حیران پر بنی
 کس سے نہ بات پھر کسی متوان پر بنی
 جس طرح لوح ہو سر قرآن پر بنی
 گویا کہ ہے ہوا سے بیان پر بنی

پہلے تو اس نے ہمارا امتزاج اٹھا لیا
 پھر کیا کہوں ظفر کہ جو انسان پر بنی

کسی کو دوس دہجے دوستو کیا بندہ عاجز ہے
 مرے رونے پر کیوں ہستے ہو صانع خوف کی جا ہے
 قضا وہ شے ہے مالے سے کسی صورت نہیں ملتی
 لگا کر ہاتھ ہم اس کان کے بالے کو پچائے
 نہ پوچھو دوستو ہم سے شب فرقت کے عالم میں
 کروں میں مجز تم سے اور تم مجھ سے غرور اٹکا
 کشش دل کی کوئی آفت سے آخر کھینچ ہی لائی
 مجھے رونے سے مت روکو کوئی دعا یہ رکنا ہے
 بتوں کے عشق میں دیکھ اپنا عالم خلق کتنی ہے

ہوا دشمن جو دل سا دوست اپنا بندہ عاجز ہے
 مقدر کا نہیں مٹتا ہے لکھا بندہ عاجز ہے
 اسی جا پر تو یارو آہ ہوتا بندہ عاجز ہے
 بندھا طوفان اور اس پر دھولا بندہ عاجز ہے
 کہوں کیا میں قلق جو دل پر گزرا بندہ عاجز ہے
 کہے کیا بندہ پرور تم سے بندہ بندہ عاجز ہے
 نہیں یوسف سر بازار بکنا بندہ عاجز ہے
 کہوں کیا بس نہیں کچھ بدل پہ چلتا بندہ عاجز ہے
 کہ ہاں ڈریے خدا سے ہائے توبہ بندہ عاجز ہے

سبھی منہ موڑتے ہیں اب ظفر کو دیکھ محفل میں
 کیوں اس نے کیا کیا ہے کسی کا بندہ عاجز ہے

مرغ وحشی کوئی جس طرح قفس میں پھڑکے
پھڑکے یہ مرغ تو دو چار برس میں پھڑکے
یوں لگیں گر کے نہ شربت میں نہ دس میں پھڑکے
دل ترا کیونکہ نہ اک روز جس میں پھڑکے
شوخی جس وقت کہ تھا ترا اس میں پھڑکے
مرغ مذہب کوئی جیسے کہ خس میں پھڑکے
آگے میری اسی امید و ہوس میں پھڑکے

یوں دل اس شوخی بجا پیش کے بس میں پھڑکے
ابھی ہونے کا نہیں لانے کو تیار ہند
جس طرح نعت دنیا میں ہیں بیابا حریص
آمد مآد لیلے ہو اگر اے مجھوں ا
غیر و جتنے ہوں اک ایک کا دم جائے پھڑک
دل بسک کا ہے یہ حال تری مڑگاں میں
وصل اس کا نہ میسر ہو اگر لاکھ برس

مل نہیں سکتا ہے کوٹار تصویرِ ظفر
پر مرے مالے سے وہ ایک فقس میں پھڑکے

پاس تھا جن کو محبت کا وہ حلقہ اٹھ گئی
آگہ اپنی جس طرف اے ماہِ طلعت اٹھ گئی
جب سے دے بیٹھے تمہیں دل پانی غیرت اٹھ گئی
جب تری شرم و حیا اے مروتات اٹھ گئی
اب تو اس کی باگ سوائے دشت وشت اٹھ گئی
تجھ سے امید وفا اے بے مروت اٹھ گئی

ہے بجا اگر کہیے دنیا سے محبت اٹھ گئی
جلوہ تیرا ہی نظر آیا تصور میں ترے
غیر جو کچھ ہم کو کہتے ہیں کفر سے سننے ہیں ہم
تشنہ سے تھیں میں اور اک تندر اٹھا
کوئی روک سے رکے ہے تو سن دیوانگی ا
کر چکے سو بار تیرا امتحان اب تو ہمیں

کس توقع پر کسی کی ہم لگائیں اپنا دل
اے ظفر بالکل جہاں سے رسم الفت اٹھ گئی

تو کیسے صید محبت کے جی پہ کیا بن جائے
جو تیرا مائن ابرو گرہ کشا بن جائے
بل سے چشم مری چشم نقش پا بن جائے
سروہ عشق سے دیوارِ قہر بن جائے
جو تازہ لائے ترا طرہ دعا بن جائے
تو آسماں کوئی پانی کا بلبل بن جائے
کہ جامِ بادہ بھی جامِ جہاں ناز بن جائے

جب اس کا تیرنگہ لاکھ تھا بن جائے
ہزار عقدہ مشکل ہوں واہ بھی دل سے ا
کسی روش مری آنکھوں پہ وہ قدم نور کے
پیسے نہ یہ تراجمِ عشق اگرچہ ہر دیوار
دیا تھا ہم نے اے باوقا سمجھ کر دل
سمندرِ ناز پہ وہ اپنے گرم جولان ہوں ا
فلوڈ گر یہ عاشق سے گر چھڑے دریا
عجب نہیں ہے کرشمے سے چشم سائی کے

ظفر یہ دل جو ہے سیلاب کی طرح بیابا
اگر ہو کشتہ محبت میں کھپا بن جائے

جو پچھے آہ کے ہیں دل کے داغ کو نکلتے
ہم اپنے کاٹے ہیں لب ہزار حسرت سے
جو اس سے ہوتے نہ روکش تو ہاتھ سے تیرے
ہمارے آبلہ پاکی دولت اے وحشت
وہ خطا کے روٹکتے ہیں زہب خال رخ ہوت
حکم ایسے ہوتے ہیں جن کو ہے جستجو تیری

ہوا کے جھوکے نہ دیکھے چراغ کو نکلتے
تھارے ہونٹ ہیں جس دم لاغ کو نکلتے
ما طمانچے نہ لگھائے لاغ کو نکلتے
مگر ہیں سیکڑوں دامن داغ کو نکلتے
خدا کی شان ہے کیا پر ہیں زاغ کو نکلتے
کہ ہیں وہ اٹھانے اپنے سراغ کو نکلتے

نہ کیونکہ گری دل سے داغ جل جائے
ظفر میں ریزہ دل کے داغ کو نکلتے

نصیب اچھے اگر چیل کے ہوتے
جو ہم لکھتے تھارا وصف گیسو
جو ہوتا طرف ساقی ہم کو معلوم
ہمارے وقت میں فرہاد و نبیوں
خلاف شرع سے نادوں نہ ہوتا
جتنے مست گر بازک دماغی
لگاتے طمع ساں گرو نہ تجھ سے
نہ ہوتے حضرت دل پا بہ زنجیر

تو کیوں پہلو میں کانٹے گل کے ہوتے
تو مسر تارے منہل کے ہوتے
تو مت کش نہ جام ل کے ہوتے
جو ہوتے دن بستر ل جل کے ہوتے
غریق بحر عصیاں ملی کے ہوتے
تو ہم شور سے قلقل کے ہوتے
تو یوں آخر نہ ہم گل گل کے ہوتے
جو سوداگی نہ اس کا گل کے ہوتے

ظفر سننے جو تیرے شعر پھر وہ
نہ قابل طالب آمل کے ہوتے ا

ہاں گل تو کہتی ہے تغیر چلی جائے
کو ہم کو جواب خطا بھیجیں نہ وہ اے قاصد
ہم ساکن و ہم ساکن فانی ہے وراں پر بھی
منظور بہر صورت ہے گل تصور سے
میں زخم کے قابل ہوں اتنا کہ اجل سر پر
جان آگئی ہونٹوں پر تو اب تلک آتا ہ
وہ خانہ دل میں میرا ہے نمکدہ گر اس میں
گر تیر چلے تیرا جال صید محبت کی

پر تیری تلک بھی کچھ تغیر چلی جائے
پر اپنی طرف سے کچھ تحریر چلی جائے
دل چاہتا ہے ہوتی تغیر چلی جائے
تصویر پہ یاں کھینچتی تصویر چلی جائے
کھینچے ہوئے گر آئے شمشیر چلی جائے
انہوں تری اب بھی تاخیر چلی جائے
آجائے خوش ہو کر لکیر چلی جائے
ہونے کو ہدف آئے سو تیر چلی جائے

وہ سامنے بیٹھے ہیں خاموش نہ بیخود تم
ہاں کچھ تو ظفر ان سے تغیر چلی جائے

پلے عاشق کو نظر میں تو ستم گر تولے
کیونکہ میزانِ محبت میں برابر تولے
گرچہ لئے ہیں عزتے ان کو چار کر تولے
لے کے خود شید سے میزاں میں تلک زر تولے
کہ اسی کا رخ سے جاتے ہیں یہ گوہر تولے
نہ تو ہے جانا ماشے نہ یو معطر تولے

یوں ہی تلوار نہ وہ ہاتھ میں لے کر تولے
شیشہ و سنگ ہے دل میرا اور اس کا کوئی
آفتوانوں کو مرے اے سنگ کوئے جاں
جب وہ ملی تھکے عجب کیا ہے کہ اس مہوش کو
آکے حل جائیں نہ کیوں اشک مری مڑگاں پر
کھائے ہے زہر غم عشق مرا دل سیروں

ہو مرا میر گری سنگ ستم سے اس کے
کوئی میزانِ عدالت میں ظفر کو تولے

آج کل سادے چمن کی ہے ہوا بگزی ہوئی
ساز بگڑے ہے تو نکلے ہے صدا بگزی ہوئی
آئے پھر صوبتِ نظر سب کو دلا بگزی ہوئی
زلف اس کی ہے مرے دل کی بلا بگزی ہوئی
ہے ترے بیمار کی حالت سوا بگزی ہوئی
پھر کہاں کل اس کو گر کل ہو وزا بگزی ہوئی
سر پہ ہے پگڑی جو تیرے زاہدا بگزی ہوئی
ہے تری خو بے طرح ا دل رہا بگزی ہوئی

صہبت گ ہے فقط بلبل سے کہا بگزی ہوئی
دال کھستوں کا غن کیونکر نہ ہووے ا دست
مجمع غوہاں میں گر تصویر بن کر جائے یار
خج میں شانہ پڑا لیکن سنوئی ہی نہیں
لے خبر تو اس کی اے عیسیٰ انفس جلدی کر آج
آدی کہتے ہیں جس کو ایک پتلا گل کا ہے
کھل گئی ہم پر کہ بدوں سے کہی بگزی ہے آج
دیکھئے کیسی بنے ہر بات پر بگڑے ہے تو

ہیں سبھی باتیں بناتے پر ہیں قائل اس کے ہم
اے ظفر جو بات دے کوئی بنا بگزی ہوئی

مرغ وحشی ہے کہ گویا وہ نفس میں بند ہے
شعلہ ہو سکتا کہیں بھی خار و خس میں بند ہے
ٹوٹا دلیا ہے کب وہ سویرس میں بند ہے
یعنی ذوقِ آگہیں پائے بگس میں بند ہے
کھلتا ہے یکدم میں ہوتا اک نفس میں بند ہے
یہ گھیسے وز و زنجیر عسس میں بند ہے

گر دل وارستہ زندانِ ہوس میں بند ہے
آئے دنیا کے قریبوں میں کوئی کیا حیر ہوش
ایک ہل میں سج کو توڑا میرے جوش گر یہ نے
ہے گرفتاری میں دنیا کی عداوت بس حریض
ساحہ دل کے وہیدم ہے انبساط و انقباض
گر مقید شرع کا ہے کوئی بد مذہب بزد

ایک سے دو تو نہیں رکھ وہ باتوں میں ظفر
شرم سے ہو جانا لیکن یار دس میں بند ہے

ماشوق کے گھر مٹائی لب شکریہ جائے گی
اس کی جانب سے زیلتا کی نظر بٹ جائے گی
جوں ستارہ آخر ہم دگر بٹ جائے گی
پھر طبیعت میری اے بیدار گریہ جائے گی
بعد تیرے سب مہمیں اے بے خبر بٹ جائے گی
یہ جو منت تھی پہ پہ کچھ کچھ گریہ جائے گی

گالیاں تنخواہ ٹھہری ہے اگر بٹ جائے گی
روبرو گر ہوگا یوسف اور تو آجائے
رہنوں میں مازو غزہ کی یہ جس دین و دل
ہوگا کیا گریہوں اٹھے گا غریبوں میں میری !
دولت دنیا نہیں جانے کی ہرگز تیرے ساتھ
کر لے اے دل جان کو بھی رنج و غم میں تو شریک

سوگ چھائی پہ جو دلتے ہیں کسی کی دیکھنا
جوتوں میں دال تن کی اے ظفر بٹ جائے گی

توک کی گویا جگر میں نیشتر کی مل گئی
ہاتھ سے دباؤ کے جب زنجیر در کی مل گئی
گرہوا سے زلف اس دھک تیر کی مل گئی
تو ہی کر گردن کب اس آٹھن سر کی مل گئی
اک ذرا ایو اگر اس تیز گری کی مل گئی
کوہ سوباری ترے نفث جگر کی مل گئی
جس سے باغ دہر میں جڑ ہر شجر کی مل گئی
ہے یہ کمبخت چاٹ پر شیر و شکر کی مل گئی

کیا کہوں جس دم مڑا اس حشر کی مل گئی
اس کو یہ کھٹکا ہوا آیا کوئی خانہ قرب
پہنچا صدمہ عارض نازک پہ مل بے ناز کی
سر کے دینے سے کیا اتار عاشق نے کہاں
دیکھنا بھونچال سے مل جائے گا سارا جہاں
ہے دل بیتاب زیر خاک بھی گرم طیش
کیا قیامت ہے ہماری سرسبز آہ و فغاں
لعل دنیا کو چھوڑے کس طرح جان حرض

مضطرب ہو کر جو مارا ہم نے سردیوار سے
اے ظفر بنیاد تک بھی تن کے گھر کی مل گئی

اپنے مذہب میں نہ اس صوفی کو میکش کھینچ لے
کون پر دانے کو پھریں سوئے آتل کھینچ لے
دم کو عاشق اپنے گر کھا کر ذرا فش کھینچ لے
خالی ترکش چھوڑ دے سب تیر ترکش کھینچ لے
تو مصور صورت لوح منقش کھینچ لے
صد دل مغموم صد جان مشوش کھینچ لے

ہے یہ دار دل کو نہ چشم مست مہوش کھینچ لے
خُرم کی جذب محبت میں نہ ہووے گر ہر
پھینک دے وہ کھینچ کر جانے کر شادی مرگیا
وہ کہاں دار اپنے عاشق پر ہوگر ناوک قلم
کھینچ کر نقشہ جیس کا نقشہ کھینچا ہے جو یار
زلف ہے اے شوخ کا فریکش تیری وہ کند

دم محبت کا ظفر دیکھیں تو پھر بھرتا ہے کون
گر ذرا تیغ ستم وہ شوخ و سرکش کھینچ لے

ہیں شکوئے عشق کے اے گبدان پھولے ہوئے
 ہیں یہ کیوں گلشن میں فغیوں کے دامن پھولے ہوئے
 کیا شفق کو تو سرچرخ کہن پھولے ہوئے
 پیرہن میں اپنے اے گل پیرہن پھولے ہوئے
 چائے مردے ہیں یہ زیر کفن پھولے ہوئے
 گال اس کے ہیں جو اے خج گن پھولے ہوئے

شک فوں سے پیگے مڑگاں پر چہن پھولے ہوئے
 گر نہیں منہ میں بھرا ان کے صبا خون جگر !
 تفتہ سرخ اس جہیں پر دیکھ دیکھ سے دلا
 دیکھ کر تجھ کو چہن میں گل ساتے ہیں نہیں
 ہن کر ہشاک جو پھولیں اگر غفلت زدے
 منہ پھلایا دیکھ کر شاہد تجھے گل گیر نے

وہاں میں بات اے ظفر جن کے ہاں مکی نہیں
 ان کے رچ ہیں شکم ہاں اے ظفر پھولے ہوئے

وہ نہ دیکھی کسی برچی کی انی میں حیری
 نہ دیا قیمت وہ عدنی میں حیری
 دیکھ فرہاد نہ کر کوہ کئی میں حیری
 حیر ہوشوں کو بن آئی ہے بنی میں حیری
 دیکھی انکی تو نہ میرے کی کئی میں حیری
 ماخن سوچ نسیم چنی میں حیری
 تو بھی سے ہے یہ اس ماسدنی میں حیری
 دیکھ کیا کیا مری ماوک گلن میں حیری

لوک مڑگاں کی ہے جو نیزہ زنی میں حیری
 گوہر اشک نے جو میرے دیا سول بیا
 عشق نے حیر کیا حیرے لئے پیش مرگ
 بات گزے ہے تو پھر دہن بھی ہو جائے ہے کند
 ہند کیا اشک کی کئی ہے جگر کے کلوے
 نہ کھلے ایک گرہ فنجہ دل گر ہو ہزار
 ہو کے حیر آئے ہے کیا منہ پر مرے فضل مرشد
 کئی ہیں حیر نکاہیں تری اے کافر کیش

اے ظفر ہوتا ہے کلوے جگر اہل سخن
 ہے زباں کی تری وہ خوش غلی میں تری

دل یہ جو گزردے ہے ہم کہ نہیں سکتے منہ سے
 نہیں وہ گیسوئے مشکیں جو سرکتے منہ سے
 یا لگاتے تھے کبھی جام پھلکتے منہ سے
 فطرے ہیں حیرے پسے کے ڈھلکتے منہ سے
 ساتھ ہر آہ کے شیطے سے پھڑکتے منہ سے
 تم نے زہر لب کو افی کے چپتے منہ سے

نہ تو دوتے ہیں نہ ہستے ہیں نہ بکتے منہ سے
 بیٹھے ہیں بادیر صن کے جھینے پر !
 ہونٹ تر کرنے کو بھی لب ہیں ترستے ساقی
 ٹوٹتے رات کو نارے ہیں کر مہوش سرزلف
 سوز دل خاک چھپاؤں کر نکلتے ہیں سدا
 دیکھو زلف عرق افشاں کو نہ دیکھا ہو اگر

منہ لگائے کوئی کیا ایسے اپکوں کو ظفر
 ہیں جو کبھت نوالے کو اپکتے منہ سے

اس کے ہوائے وصل پر مجھ کو اڑا کے لے چلی
کوئی حقیقت آن کر کہتا نہیں بری بھلی
یاں دل پاساں غم کرنے کا عدلی
جھپٹا ہے خار زیر پاگرچہ ہوش غلی
مرے تو میرے باعدہ دے اپنا دوپٹہ منڈلی
جان کو اضطراب ہے دل کو ہے میرے بے کھلی

میں ہوں ضیف و ناتوان دور ہے یار کی گلی
حال عدم نہ کچھ کھلا گزرے ہے رنگاں پہ کیا
جب کف پا میں یار کے لہرتے واں کی حیا
خاک پر پہ میری کیا قدم رکھے وہ شوخ مازیں
میرا علاج درد سر یہ ہے جو تجھ سے ہو سکے
کل سے وہ غنچہ لب مرا مجھ سے جدا ہو گیا

روئے ظفر یہ تا کیا رنج و الم میں مبتلا
اس کی مدد شباب ہو وقت مدد ہے یا علی

جوں جوں مر ہے کھلتی جاتی غفلت بڑھتی ہے
بلکہ زکوہ دولت سے ہاں دولت بڑھتی جاتی ہے
دیکھتے ہیں ہر روز زیادہ وحشت بڑھتی جاتی ہے
خوب جو دکھا ہم نے اے مہ طلعت بڑھتی جاتی ہے
اتنی ہی دل میں اور ہماری حسرت بڑھتی جاتی ہے
حشر کے نزدیک اور زیادہ عزت بڑھتی جاتی ہے

کم نہیں ہوتی ہے اس دنیا کی الفت بڑھتی جاتی ہے
ہووے کیا کم صن میں تیرے پوسے جو دے تو عارض کے
جب سے ہوئے ہیں سنوں ہم اس شوخ کی چشم وحشی پر
تیرے صن روز افزوں کی تابلی مثل ماہ نو
دل کو خالی کرتے ہیں ہم ہٹتا اپنے رورو کر
جو کہ ہیں عاشق تیرے ان کو غم کیا خواری و ذلت کا

قدر ظفر ہر چیز نے پائی عالم میں کیا کہنے سے
جنس جو کم ہوتی جاتی ہے قیمت بڑھتی جاتی ہے

ورنہ ابھی ہے صبح کہاں نے تمہیں بجے لے چار بجے
تالی دوہتی جیتی ہے اک ہاتھ سے کب اے بار بجے
چنگی غنچے گل کی پھر بے لطف بے کار بجے
ہووے جہاں بت خانہ وہاں ماقوس بھی واں سوار بجے
چھیڑ دے اس کو ایک ذرا حضور کا جیسے تار بجے
کیا کہوں کیا رسوائی کے خارے سر بازار بجے

بھر کی شب آپ ہی تیرے کان دل بنار بجے
توجہ کہے کچھ ہم سے بجا تو ہم بھی لائیں حکم بجا
صن تو ساز عشق ہے بلبل تو نہ اگر ہو نقد سرا
دل جو ہمارا گھر گھر ہو بتوں کا کیوں نہ جگر فریاد کرے
ہے رگ جاں لہریز فغاں انگشت سے تو گر شرکاں کے
پہنچے جس دم نوبت راز عشق کے فشار ہونے کی

ذلف میرے کو دیکھ کے سرکش آج ظفر اس کا فر کی
دل ہے مرا یوں ملاں جیسے تو بنی پیش مار بجے

ہم اس طرح ہیں ہجر کی راتوں کو کاٹے
 کرتے نہ قطع آپ اگر مجھ سے دوستی
 چھٹی جو لہر زلف کی اس کی تو خط سوج
 کوچے میں ان کے پہنچے مرے بے خبر رفتی
 دیوانے گر نہ ہوں سگ دنیا تو کیوں پھنسیں

ہم اس طرح ہیں ہجر کی راتوں کو کاٹے
 کرتے نہ قطع آپ اگر مجھ سے دوستی
 چھٹی جو لہر زلف کی اس کی تو خط سوج
 کوچے میں ان کے پہنچے مرے بے خبر رفتی
 دیوانے گر نہ ہوں سگ دنیا تو کیوں پھنسیں

ہیں تار زلف یار کے انہی انہیں نہ چھیر
 یہ اے ظفر ہیں ہاتھ لگا توں کو کاٹے

دوست اپنا نہ ظفر ہم نے جوں کو دیکھا
 جن کو دیکھا ہے عدوے دل و دین دیکھا ہے

ہم نے اس کوچے میں جو راز حویں دیکھا ہے
 جلوہ جو ہم نے ترا ماہ جیس دیکھا ہے
 سبز صافوں کی نہیں ہوتی مکرر صوت
 راتی روپوش نہیں پردہ فانوس میں خج
 بے خطا باندھتی ہے دل کو تری زلف سیاہ
 خود فراموش ہوں اتنا کہ اگر آپ کہ میں
 تیر علم کا ہے گزر دل میں عدا خیر کر کے
 ہاسا دیکھ نہیں چشم عقابت سے نہ دیکھ

دوست اپنا نہ ظفر ہم نے جوں کو دیکھا
 جن کو دیکھا ہے عدوے دل و دین دیکھا ہے

ہا ہے تار نفس کا نفس ہمارے لئے
 ہزار حیف نہ ہو دسترس ہمارے لئے
 بغیر تیرے ہے اک اک برس ہمارے لئے
 کہ عشق میں ہے یہی عطر خس ہمارے لئے
 تو ایک غمزہ بھی کافی ہے بس ہمارے لئے
 یہ کیوں ہیں قاتل سفاک دس ہمارے لئے

حیات قید ہے اے ہم نفس ہمارے لئے
 تمہاری زلف تلک پہنچے پیچہ شانہ
 شباب آئیں ظالم کہ ایک ایک گھڑی
 مژہ سے اٹک جو نکلیں ملیں بدن سے ہم
 ہمارا قتل جو منظور ہے تجھے ظالم
 دو اب دو چشم دو ابرو دو عارض اور دو زلف

ظفر ہٹا اسی واسطے بشر ہم کو
 کہ ہے ہٹائے ہو او ہوس ہمارے لئے

دیکھ لیتا رخم دل کو تا جگر پہنچائیں گے
وہ ہمیں صدوں پر صدے اس قدر پہنچائیں گے
نالہ دل آپ کو اگر عرش پہنچائیں گے
دیدہ تر آپ کچھ پانی اگر پہنچائیں گے
یوں نہ جائے گا اگر تو باندھ کر پہنچائیں گے
میرے دل کی تو بھلا تجھ کو خبر پہنچائیں گے

ماٹن غم ہم کو لیتا بیشتر پہنچائیں گے !
دل نہ دیتے ان کو ہم اپنا اگر یہ جانتے
یہ تو ممکن ہی نہیں پہنچیں وہ تاخیر تک
دل نہ بٹنے دیں گے سوز غم سے ہم لیں گے بچا
زلف کے کوچے میں اے دل تجھ کو جلاہ پڑا
قاصد اشک اس کے کوچے تک نہ جائیں گے اگر

نہ بچ کر دل ان کے ہاتھوں دکھ نہ تو امید سود
دیکھنا وہ اے ظفر تجھ کو ضرر پہنچائیں گے

بقیہ ہے بگڑے گی اب مقرر ہماری تم سے تمہاری ہم سے
تو ہونہ شہرت جہاں میں کیونکر تمہاری ہم سے تمہاری ہم سے
کہ صاف کہہ دیتی ہے یہ منہ پر ہماری تم سے تمہاری ہم سے
کہ پھر طبیعت نہ ہو مکدر ہماری تم سے تمہاری ہم سے
شکستہ اختیار اور سن کر ہماری تم سے تمہاری ہم سے
کہ ہے ملاقات اور دم بھر ہماری تم سے تمہاری ہم سے
وگرنہ رہتی تھی صحبت اکثر ہماری تم سے تمہاری ہم سے
کہ چچی نہیں بات بندہ پر وں ہماری تم سے تمہاری ہم سے

لگاتے مفرد ہیں روز آ کر ہماری تم سے تمہاری ہم سے
سدا جو با ہم ہو شور فرا تمہارا حسن اور عشق اپنا
چھپائیں کس طرح دل کی حالت تک ہے غماز وہ قیامت
اگر ہو منظور آسانی تو کچھ اس طرح کی صفائی
کو محبت کا پاس اتکا کر جوڑیں آپ میں منہ نہ اپنا
ہمارا آنکھوں میں آ چکا دم نہ جاؤ بالیں سے پھر کہاں دم
کسی نے بہکا دیا مقرر کہ یاں پھٹکتے نہیں تم آ کر
نہ کچھ کہو نہ کچھ کہیں ہم سمجھ لو بس دل کی دل میں با ہم

ظفر کہیں ہم جو آئیں وہ یاں کہ ہم اسی دن تھے دے چکے جاں
لگی تھی جس روز آ کر لڑ ہماری تم سے تمہاری ہم سے

ترساں ہیں ہم ضرر کے نہ خواہاں ہیں سود کے
جاری ہیں حرف میری زباں پر رو وود کے
تربت پہ اس کے چاہیے ہوں غل عود کے
شب کو ستارے دیکھ کے چرخ کبود کے
سمجھو نشان نہ اس کی جبین پر جود کے
قائل نہیں حیات تری ہم نمود کے
دیکھے تماشے میں نے جو ملک وجود کے
پھر یہ وا گزرنے لگے کھیل کود کے

سودے میں ہم تمہارے خطا شک سود کے
شب جلوہ کس کا خواب میں دیکھا کہ صبح تک
مر جائے گر کوئی جو ترا دیکھ کر لباس
رنگ مسی میں آتے ہیں ہنداں کسی کے یار !
لل دیا کے منہ پہ ہیں نیلے لکھ کے
باندھے ہے اپنی ہستی اک دم پہ تو ہوا !
پردھتا ہوں ایک مطلع و مطلع میں حسب حال ق
اک دن وہ تھا کر ٹوٹے نہ تھے دانت دودھ کے

اب ہے یہ حال عالم بیری میں اے ظفر
بائی نہیں حواس بھی محنت و شہود کے

دیکھ کر ہم کو وہ اور اگلے نغمہ سے ہوئے
 ہو کے ہم اس قدر غم جو ہم سے ہوئے
 لالہ گل غرق آب شرم شبنم سے ہوئے
 سیکڑوں فتنے یہاں پیدا ترے دم سے ہوئے
 رزم دل اپنے ذرا واقف نہ مرہم سے ہوئے
 نخل بھی معلوم مجھ کو نخل ماتم سے ہوئے
 کام پر سارے خدائی کے تو آدم سے ہوئے
 واسطے جن کے برے ہم ایک عالم سے ہوئے

ہم قریب مرگ جن کے عشق میں غم سے ہوئے
 شانہ ساں گستاخ کب ہم زلف پر غم سے ہوئے
 دیکھ کر گلشن میں اس روئے عرق آلود کو
 قند اے دسار تیرے آگے گلیا مارے گا دم
 عشق میں مرہم گئے لیکن کبھی اے چارہ گر
 باغ میں اس سرو قد بن کیا ہوا ماتم کدہ
 کیا ہوا اگرچہ فرشتوں سے ہوئی اک بندگی
 یہ غضب دیکھو نہیں وہ بھی ہمیں کہتے بھلا

آنکھ غم دل میں بوسلی ہے وہی ایک ظفر
 کہتے ہیں دلیا روں کو چشم پریم سے ہوئے

تو پار لک کے یہ بھی سڑ سے نکل جائے
 رزم کا بھی دم جن کی اک بوجھ سے نکل جائے
 صوفی سے نکل آئے کہ بھگت سے نکل جائے
 جس وقت کہ دھڑکھینچے تو سر دھڑے نکل جائے
 دس ہیں قدم آگے وہ بھگت سے نکل جائے
 یہ بارہ ایسا نہیں جو ہڑ سے نکل جائے

گر توڑ کے دل مار مراد سے نکل جائے
 پرو تڑ وہ تیغ و پیر مر دک چشم
 رکھی ہے اتر سب کی دعا کام ہمارا
 وہ عشق نے ڈالی ہے دن میرے گلو میں
 بھاگے ترا دیوانہ اگر جانب صحرا
 سودائے مر زلف کا اخراج ہے مشکل

ترپے جو سر خاک ظفر عاشق بے تاب
 مل جائے زمیں کوہ اکفر جڑ سے نکل جائے

یار آئی تو قیامت آئی
 دل کو ہوا تھا گھر سودائی
 عشق کو چاہئے ہے رسوائی
 زلف سلجھائی تو کیا سلجھائی
 دل کی آگ اور سوا بھڑکائی
 اور مری جان لہوں پر آئی
 تم نے آنے کی اگر ٹھہرائی

قامت یار کی جب دھوائی
 زلف سے کیا تھا سروکار اے
 حسن کے واسطے شہرت درکار
 دل جو ابھی تو اے سلجھاؤ
 جہنم دامن مرگاں نے تری
 تم نہ آئے سر بالیں افسوس
 دل بیتاب کو ٹھہرائیں گے ہم

دیکھ دودھ کا دل پر انبوہ
 اے ظفر جان بہت گھبرائی

لیکن اٹھا وہ دور ہے دل میں جس سے سدا رہتا ہے
دیکھ کے اپنے بسمل کو کیا خنجر قاتل رہتا ہے
بیٹھ کے تیرا سوخت جاں یہ جب کب ساحل رہتا ہے
جان کو تیری کب سے یہ اے سائی محفل رہتا ہے
روئے سے کیا حاصل اس کے وہ لا حاصل رہتا ہے
ہائے پھر اپنے نصیبوں کو وہ کیا کیا بسمل رہتا ہے

عشق میں ظاہر کو کہ نہیں یہ تیرا مائل رہتا ہے
خون کی بوندیں ہیں جو نیکی چشم حلقہ جوہر سے
ہوتے ہیں اشک گرم سے پیدا آبلے جائے جہانوں کے
دیہ نہ کر بھرے سے پیالہ دیکھ تو اہر بیماری کو
اشک کے دریا جن نے بہائے اور نہ بھائی سوزش دل
ہاتھ میں جس کے تیرا دامن آکر قاتل چھوٹ گیا

پونچھ کبھی تو اشک ظفر کے قاتل اپنے دامن سے
آٹھ پہر وہ غم میں تیرے اے حور شامل رہتا ہے

کچھ تو تھوڑی سی تاہر نظر خنجر میں ہے
آب آب زندگی تیرے اگر خنجر میں ہے
دم نہ اتنا تنق میں نے اس قدر خنجر میں ہے
شکل سوچ بارہ ہفتی پیشتر خنجر میں ہے
نازہ اک لذت تری مڑگاں کے ہر خنجر میں ہے
رنگ نے اپنا دکھایا یہ اتر خنجر میں ہے
حلقہ جوہر برنگ چشم تر خنجر میں ہے
شوق میں حیرتی ادھر کندی ادھر خنجر میں ہے

یہ جو حیرتی تیری اے بیدادگر خنجر میں ہے
کام کیا قاتل ہمیں جب مر گئے ہم تشنہ کا
کون ہمسر ہو سکے اس اہوئے ہمدار سے
جام تھہ بن تشنہ خوں سے ہمارا ساقیا
شیر ہواک رقم کھا کر کیا دل پر آرزو
ہے سوڑ خاطر سفاک میں کلفت کماں
میں وہ بسمل ہوں کہ جس کو دیکھ کر اب خونخشاں
دیکھیے صید محبت پرگی ہے کیا وقت ذرا

رنج دے دے دست و بازو کو زیادہ کیوں وہ شوق
کام آخر ایک عیاں اے ظفر خنجر میں ہے

تو دل کو ایک کیا غم لگا ہے
مرے دھنوں پر کب مریم لگا ہے
مجھے بھی دیکھنے عالم لگا ہے
تجھے کیا روگ چشم غم لگا ہے
پھڑکنے پیاس سے یاں دم لگا ہے
ترے ہاتھ اک تلکین جم لگا ہے
کہ سر پر کوئی یاں ہر دم لگا ہے
ارے کیا رقم پہلے کسم لگا ہے

کسی سے دل جو اے بدم لگا ہے
بجز حیرت آب تنق قاتل لگا ہے
ترا جس دن سے عالم میں نے دیکھا
ذرا تھستا نہیں تیرا جو رہا
پلا آب دم خنجر کہ قاتل لگا ہے
نہیں ہے تجھ کو اے دل قدر ورنہ
نہ پھیلا پاؤں اس منزل میں قاتل لگا ہے
لگائے ہے جو وہ اک اور ششیر لگا ہے

ظفر تم طائر
دل کو بجاؤ
کے دام کا
کل پر غم لگا ہے

بھری ہے کوزیوں سے اس فقیر کی جھولی
توزد سے میں ابھی بھر دوں سفیر کی جھولی
کر تاکتے ہیں گدا بھی فقیر کی جھولی
نگوں سے اس ترے غم کے اسیر کی جھولی
بھری جو تم نے گلال اور غیر سے جھولی
وہ چارپائی کسی کوشت گیر کی جھولی

نہیں ستاروں سے پر چرخ بھر کی جھولی
جواب نامہ گر اس سمبر سے لے آئے
خدا بچائے نظر سے گرمہ چشموں کے
ہجوم پارہ دل نے بھری ہے ندوں میں
چلے ہو کھیلنے ہوئی تم آج کس کے ساتھ
کچنے پٹنگ سے بہتر ہے تیرے اے نعم

ظفر گدائی میں کیا کام ہے ظلف کا
نہیں فقیر کو زیبا رہے کی جھولی

آشنائی ہو چکی ، نا آشنائی رہ گئی
ہے پری رویوں کی دیکھو کیا صفائی رہ گئی
بات تھی جو دل کی وہ لب پر نہ آئی رہ گئی
تھی مگر کچھ خواہش تیج آزمائی رہ گئی
حضرت دل پھر کہاں کی پارسائی رہ گئی
یار گر بے تاباں روز جدائی رہ گئی
دیکھ کر حیران تھے ساری عدائی رہ گئی
لیکن اس پر ہوتے ہوتے ہاتھ پائی رہ گئی
ہاں مگر اک نفس سرکش سے لڑائی رہ گئی
دل کی دل ہی میں تمنائے رہائی رہ گئی

تھی جہاں مہر و وفا وہ بے وفائی رہ گئی
صاف ہیں منہ پر مثال آئینہ دل میں خبا
جب دم اظہار مطلب تم ہوئے ہیں برجیں
لاش پر بھی میرے قائل نے کئے ہاتھ اپنے صاف
دین و ایماں دے چکے جب اس بت بدست کو
وصل کی شب بھی نہ آئے گا مرے دل کو قرار
تیری صورت اے بت کافر ہے وہ نام خدا
ہاتھ ہم نے پاؤں کو ان کے لگایا تو کسی
صلح اپنی یوں تو سب سے ہے نہیں کوئی عدو
مر گئے آخر پھڑک کر دام سے چھوٹے نہ ہم

ٹیک و بد کوئی نہ دنیا میں رہا لیکن ظفر
یہ بھلائی رہ گئی کچھ یہ برائی رہ گئی

ہم کو پہاڑ اے سنگیں دل ہیں جہر میں یہ دن سختی کے
تیرے سختی کش نہیں اب تک شاکی لیکن سختی کے
ہم بھی سینے والے ہیں کیا ظاہر و باطن سختی کے
جو ہیں سرکش ان سے نکلے کام نہیں بن سختی ہے
یعنی مازک دل متحمل ہوں کیا ممکن سختی کے

دیکھئے کیوں کر کانٹیں گے ہم وہ دن گن گن سختی کے
روز ہیں کیا کیا سخت مصیبت روز ہیں کیا کیا سخت بلا
منہ پر طمانچہ طعن و بلا جب دل پہ ہے صدمہ درد نماں
زلف تری وہ سخت بلا ہے سلسلہ ہیں یہ اس کے روا
کیا ہے تعجب سخت کماں سے تیرا اگرچہ کاری ہوشیار
سنگ سے دور عیا بہتر تھیں لگی اور ٹوٹ گیا

پکڑے ہے دل کو سخت جو اتنا کافر پیچہ مڑگاں میں
بیکھے ڈھب یہ کس سے ظفر وہ چشم معصوم سختی کے

ہم تصور سے ہیں یاں اس گنبد کو دیکھتے
وہ لگا کرتیر جب دایا ہوا ہم رہ گئے
پھر جن میں سینہ بھرج کے آئی بیمار
سو جن آتا نظر ہے سرسہر دلیائے حسن
ان دنوں جو بن جو ہے ان پر تو کس کس باز سے
لالہ نگل خاک میں کیا کیا نہ ملے رشک سے
وہ پری رو کر دکھ دیتی ذرا صوت مجھے
خود کسی کا تو پیا سو قاتیر یار نے

یار سب پھرتے ہیں گلہائے جن کو دیکھتے
دیدہ حسرت سے اس باوک قلن کو دیکھتے
تازہ ہم ہیں ہر گل زخم کہن کو دیکھتے
ہیں جو ہم اس رخ پہ زلف پر شکن کو دیکھتے
راہ میں چلتے ہیں وہ اپنی بھین کو دیکھتے
گر خبیثوں کے ترے پر خود کہن کو دیکھتے
ہم لہینو پھر مرے دیوانہ پن کو دیکھتے
ہے صریحا سرخ ہم اس کے دہن کو دیکھتے

جاں کنی ہم بھی کھاتے عشق میں گر اے ظفر
کرتے کہا کیا منضل پھر کو کہن کو دیکھتے ا

مگر جلنے کو ہے یہ وہ گھر ڈوبنے کے لئے
یغم دلداز میں دن رات رونے کے لئے
یاں نہ سوکھ عدم ہے خوب سونے کے لئے
چاہئے گر پھول بالوں میں پرونے کے لئے
کو کہن اے عشق ہو پتر بیڑھونے کے لئے
ایک دانہ بھی رہا باقی نہ ہونے کے لئے
ہا کے گر جانا ہے اپنی جان کھونے کے لئے
نیشتر کیا کیا مرے دل میں جھونے کے لئے

دل ہے سو زخم کی خاطر جہنم رونے کے لئے
تھیں یہ آنکھیں مائل نظارہ ہونے کے لئے
منزل ہستی سے بے آرام ہونے کے لئے
حاضر اے کان ملاحت پارہ دل ہیں مرے
قصر شیریں واسطے خسرو کے ہووے عیش گاہ
جل گیا برق ستم سے خرم الفت تمام
فائدہ کیا پائے گا پروانہ لی کر خلع سے
تیر مڑکاں نے کئے ہیں ظالم دیکھ تو

اے ظفر اشک عذامت سے نہیں بہتر مجھے
اب رخت داغ عصیاں اپنے دھونے کے لئے

جوں شہد سے ہوں سو رو گس چاٹ سے لپٹے
لپٹا اگر ایک کو اس چاٹ سے لپٹے
بہندوانہ بحر گل سرخس چاٹ سے لپٹے
ہیں اس کے بھی ماکس وکس چاٹ سے لپٹے
پائے جو ذرات میں اس چاٹ سے لپٹے
سب دانے ہیں اے مرغ قلنس چاٹ سے لپٹے

دنیا کی ہیں یوں امل ہوس چاٹ سے لپٹے
شیریں خنقی یارتری وہ ہے کہ تو نے
جو خوب ہے شے وہی ہے مرغوب محبت
کچھ لغت دھیا کی حلاوت کو نہ پوچھو
لپٹے کوئی کیا تلخ کلاہوں سے جہاں میں
تو کیا ہے اگر دانہ امیری ک مرے سے

الفت کی ظفر چاٹ پر اس نے جو لگایا
ہم بھی رہے ہ چار برس چاٹ سے لپٹے

دل ہے جو درد آشنا یہ بھی کیا اسی نے ہے
 ہو کے دلیر جو عدو کتا ہے مجھ سے ٹھٹھو
 پہلے کرم تھا اب ستم پر نہیں کرتے ٹھٹھو ہم
 کس کو ہے تاب اس قدر دل میں ترے کرے اثر
 دل جو مرا رفیق تھا ہوتا نہ تھا کبھی جدا
 کوئی کرے تصور واں وہ ہے مجھ سے بدگماں

جاں جو ہے غم میں مبتلا یہ بھی کیا اسی نے ہے
 میں بھی ہوں خوب جانتا یہ بھی کیا اسی نے ہے
 وہ بھی کیا اسی نے تھا یہ بھی کیا اسی نے ہے
 مالہ دل کو مرچا یہ بھی کیا اسی نے ہے
 اب جو الگ وہ ہو گیا یہ بھی کیا اسی نے ہے
 کہتا ہے سب سے بڑا یہ بھی کیا اسی نے ہے

کہتا تھا شاد و صل سے اپنے جو اے ظفر مجھے
 ہجر میں حال اب مرا یہ بھی کیا اسی نے ہے

ترے جو رخ پہ خطا شک فام اوپر ہے
 بدل کے دیکھو سراپہ خطا اے قاصد
 جو لگے زلف سے تو ڈار ہے دل کو کاکل کا
 بھری ہوئی ہے نئے عشق شیشہ دل میں
 چڑھائے کیوں نہ مرا سرسٹاں پہ اے قافل
 وہ یوں ہے جام پہ پیسے لنگ پہ عید کا چاند

تو دیکھتا ہوں سحر نیچے شام اوپر ہے
 تھا نہ ہو کر لکھا میرا نام اوپر ہے
 وہاں تو دام کے اک اور دام اوپر ہے
 جو مہر داغ سے اس کے مدام اوپر ہے
 کہ میرا سب شہدا سے مقام اوپر ہے
 بجا ہے گر نظر خاص و عام اوپر ہے

بغیر سے نہیں ہوتی فرنگوں سے گزرتی
 ظفر اک اس کے تو درکار جام اوپر ہے

جلد آئے اس سے کہہ دو کہ دنیا سے ہم چلے
 محفل سے تیرا اٹھ کے جو ہم مجھدم چلے
 دیوانے تیرے قید سے ہستی کے بھوٹ کر
 قبلہ ہو تیرا در تو کریں منہ نہ ہم ابھر
 کیا اٹھ کے چل سکے ترا پیار ماتوں
 جوں شانہ اس کی زلف سے کھینچا نہ ہم نے ہاتھ
 لکھوں جو حال اس کی رکاوٹ کا میں کبھی
 کیا جانے راہ عشق کی تکلیف بواہوں

انٹکیوں سے اب تو نہ مکن مکن قدم چلے
 مانند خلع داغ بدل چشم نم چلے
 کیا با فراغ جانب دشت عدم چلے
 پر کیا کریں جو دل پہ نہ بس اے منم چلے
 جس کا کہ دم بھی صحت سے لے لے کے دم چلے
 سر پہ اگرچہ آ رہ جو رستم چلے
 مکان کیا کہ ہاتھ سے میرے قلم چلے
 معلوم ہو جو ساتھ مرے وہ قدم چلے

کیا کیجئے روا نہ ظفر فوج اشک کو
 جب تک کہ مالہ ساتھ نہ لے کر علم چلے

مڑگ اس کی صف نظر کو ہو دیوار سائے
 دی پھینک اپنے ہاتھ سے تلوار سائے
 تو جو کیا کر ہے یہ گز گار سائے
 بھاگا نہ ٹھہرا مہر پر انوار سائے
 لیکن ہوں یار کے گل رخسار سائے
 تو جانیو نہ اس کے خبر دار سائے
 کہتے ہیں وہ نہ آئے یہ مردار سائے
 جائے ہے جس سے یار کے سوار سائے

وہ ناتوں ہوں یار اگر آئے سائے
 جب ہو گئے وہ ہروئے تم دار سائے
 کرتے ہوئے قتل جرم وفا پر اگر مجھے
 دیکھا جو اس کو گرم غضب کا بنا ہوا
 گلدستہ اپنے پیش نظر کوئی ہوں ہو !
 قاصد جو وہ تھا ہو تو لے کر مری خبر
 جو مرد جانتے ہیں کہ دنیا ہے فاطر
 حیراں ہوں آئے میں وہ جوہر ہے کون سا

یہ چشم انگبار وہ طوفان ہیں ظفر
 آئے نہ جس کے ہر گہر بار سائے !

اپنے دل میں آپ یہ انصاف تم کو چاہئے
 پر نظر یک ذرہ ہے صراف تم کو چاہئے
 عشق میرے روبرو کیا لاف تم کو چاہئے
 یہ محبت و روزی و اہراف تم کو چاہئے
 جیسے تم حراف ہو حراف تم کو چاہئے
 گزری کا مہر وں سوایف تم کو چاہئے

صاف ہوں میں پاک ہوا صاف تم کو چاہئے
 داغ ہیں سینے میں میرے غم کے سب کے بے و دم
 جاننا ہوں میں کئے مجھوں سے جو تم نے سلوک
 زائد و ہم اور وہ کوچہ سلامت تم کو ہو
 کیونکہ ہم سے سیدھے سادھوں سے بنے کب آپ کی
 آساں حاضر کرے لا کر خلوط مہر کو

اس پری کے عشق میں ہم ہوں اگر دیوانہ وار
 اے ظفر تو میرا کہ کاف تم کو چاہئے

خاک وہ شے ہے کہ دیکھ آئیے کو چکائے ہے
 کب بیمار آتی ہے کلشن میں غزاں کب چائے ہے
 کوئی صید عشق ہو کر مضطرب چلائے ہے
 ہے وہ دیوانہ کہ جو دیوار کو سمجھائے ہے
 سلجھے ہے کاکل سے تو زلفوں میں ی تو الجھائے ہے
 ہے یہ آتش کیا بلا پانی جسے بھڑکائے ہے

خاکساری کر کر روشن اس سے دل ہو جائے ہے
 اے سب ہوں بلبل تصویر مجھ کو کیا خبر
 تم وہاں چلہ چڑھاتے ہو کہاں پر اور یاں !
 کا ہے کو میری سمجھ میں آئے گی اس کی بات
 دل کا مشکل ہے نکلا آ کے تیرے رچ میں
 انگباری سے مری ہوتا ہے شعلہ بارور

رہنا ہوتا ہے جس کا عشق اس کو اے ظفر
 رفتہ رفتہ منزل مقصود تک پہنچائے ہے

یہ پچاس وہ ہے کہ جو بن گئے جگر میں چھ
 وزا بھی تارک رگ گل اگر کمر میں چھ
 وہ نیش زہر بھرا کر دل بشر میں چھ
 کہوں میں کیا کہ جو نری سے میرے بر میں چھ
 چلی تھی سر کے جوئل خلع خاد سر میں چھ
 کہ بھتر نہ کبھی سنگدل حجر میں چھ
 کہ گونج بالے کی رخسار سیمر میں چھ
 کہ قطرے اشک کے نگر سے چشم تر میں چھ

نہ کیونکہ نوک مڑہ یار کی نظر میں چھ
 کرے نہ بستر گل پر وہ مازیں آرام
 نہ ہو علاج پذیر اس نگاہ کا ماسور
 خلس سے اس سرمڑگاں کے آہ بھر بھر کر
 یہ مار خلع نہیں منزل محبت میں
 خلس سے نیش محبت کے کام کیا تجھ کو
 الجھ نہ کان کے بالے سے اس طرح اے زلف
 خیال سنگدل میں ترے نہ آیا خوب

دکھائی دت نے وہ یک بار جنبش مڑگاں
 تو آہ کہتے ہیں نثر دل ظفر میں چھ

تو دل کا آئینہ پھر دیکھ کیا صورت نما ہووے
 اگر تجھ میں وفا ہووے تو پھر کیا جانے کیا ہووے
 کہ جس سے تو خفا ہو زندگی سے وہ خفا ہووے
 حباب آسا ذرا اگر غافلوں کی چشم وا ہووے
 تو ہر سوج سرشک چشم تر زنجیر پا ہووے
 لگائے مگر نہ وہ سرسرا خراب ہوا ہووے
 نہ میں اس سے جدا ہوں اور نہ وہ مجھ سے جدا ہووے

اگر دل صاف ہو اور تو بھی دل سے آشنا ہووے
 تری جب بیوفائی پر دل اپنا ہٹا ہووے
 عدا ماغراستہ ماغوش کسی سے تو ہوا کافر
 بھی کھل جائے دم میں ہستی سوہوم کا عقدہ
 ترے دیوان کو تجھ بن جو گھر ہو خانہ زندوں میں
 اگے کیا خاک اس کی خاک سے جوڑ گس شہلا
 تر جو تشہد آب دم مخبر ہو اے قائل
 مثال سوج و دلیا مجھ میں اس میں آشنائی ہے

ظفر جس کو تنہا ہو حیات جاودانی کی
 نا ہونے سے اس کو چاہئے پہلے نا ہووے

ہوئے ہیں ہوش گم ہو چند ہشیاری بہت سی کی
 تری اس پر بھی ہم نے ماز برداری بہت سی کی
 کہ یاری تو نے کی تھوڑی سی عیاری بہت سی کی
 اگرچہ ہر نیساں نے گہر باری بہت سی کی
 مہ کنعاں نے اپنی گرم بازاری بہت سی کی
 اگرچہ میکدوں میں ہم نے میخواری بہت سی کی
 کہ ہے اس قند گرنے مردم آزادی بہت سی کی
 تو اس نے نور بھی مشق سسکاری بہت سی کی

کیا ہے بے خبر دل کو خبرداری بہت سی کی
 اگرچہ لے کے دل تو نے دل آزادی بہت سی کی
 غلط سمجھے تجھے عیار اپنا یار ہم سمجھے
 ہماری چشم گریاں کی نہ پہنچا در فشانے کو
 فروغ اصلا نہ پایا روبرو اس ماہ طلعت کے
 نہ دیکھی جام سے میں تیری آنکھوں کی سی کیفیت
 سزا ہے گر رہے بیمار تیری ترس فاس
 نہ آیا حرف شکوہ جب زباں پر ساد لہجوں کے

سزا دیکھیں ملے گی کیا ظفر روز قیامت کو
 کہ ہم نے آکے دنیا میں گنہگاری بہت سی کی

ہر نیساں کی جھڑی سب کی نگہ سے گر جائے
 ہو یہ منظر کہ نکل ہر سید سے گر جائے
 کوئی موتی اگر اس مد کے گلے سے گر جائے
 اٹھے تو اٹھتے ہی دو چار جگہ سے گر جائے
 خود بخود تیغ وہاں دست پہ سے گر جائے
 آئینہ بھی نظر غیرت مد سے گر جائے
 دل نہ کھل کر گرہ زلف سید سے گر جائے
 ٹوٹ کر چراغ ابھی تار نگہ سے گر جائے

ہند آنسو کی جو عاشق کی مڑہ سے گر جائے
 چمکے سواں زری کا تری چٹنی میں جو برق !
 جانے یہ خلق کہ ٹوٹا ہے نلک سے تارا
 ہوں وہ افتادہ کر گر خاک سے میری دیوار
 نوح مڑگاں ہو اگر تیری صف آرائے جنگ
 لگ چلا منہ سے بہت میری طرح سے نہ کہیں
 گزرے اے شانہ ہم اس عقدہ کشائی سے تری
 وہ گر انہار سحابی ہوں کہ ڈالوں گر بوجھ

جو ہو اس رستے پہ سیدھا نظر اس کو ہو قیام
 اور جو کوئی پھرے عشق کی وہ سے گر جائے

تو غرق خون فتنے میں ہلال ہو جاوے
 جہاں میں زندگی اس کو وصال ہو جاوے
 کوئی بلا سے اگر پامال ہو جاوے
 جہاں میں گر کوئی صاحب کمال ہو جاوے
 جو میرا حال ہے وہ اس کا حال ہو جائے
 جن میں سرواں ہو نہال ہو جائے

جو رنگ پاں سے لب یار لال ہو جاوے
 بندھے خیال تری زلف کا جسے کافر
 کرے گا ترک نہ ہرگز وہ اپنی طرزِ حرام
 لک رکھے اس مانند بدر داغ بہ دل
 اگر ذرا بھی محبت میں ہو اثر تو بھی !
 جو دوں اے قدر عنا سے میں ترے تھمید

ظفر دکھاؤں جو آئینہ اس پری رو کو
 تو اپنا آپ وہ مجھ بجال ہو جاوے

ایک ڈھیری موتیوں کی ہر کچھ لگ جائے گی
 ہاتھ اپنے جب تمہاری خاک نہ لگ جائے گی
 ماہ کی تجھ کو نظر اے رشک مد لگ جائے گی
 اک اشارہ میں ادھر ساری سپاہ لگ جائے گی
 جان کے پیچھے بلا زلف سید لگا جائے گی
 جس کے دل پر یار کی تیغ نگہ لگ جائے گی

گر جھڑ اٹکوں کی اے ہر مڑہ لگ جائیگی
 کیا رہے گی چٹم میں قدر جواہر سرمہ خاک
 ماہتابی پر جو تو دیکھے گا میر ماہتاب
 حکم ہو مڑگاں کو نوح قلم دل کے لئے
 دل لگا میں نہ اس کافر سے گر میں جانتا
 اس کے زخم دل میں کیا مرہم لگائے گا کوئی

کیوں نہ ہو سیدھا نظر سے تو کہ ہوگا یہ ہی حال
 گر کسی کی آنکھ تجھ سے کج کد لگ جائے گی

نہ ہو سکتے بیاں ظلم و ستم بسل سے قاتل کے
 پہلا ہم نے گو دہلائے خوں ہر رخم سے اپنے
 کوئی ہے چھوڑا آساں قیامت تک نہ چھوٹے گا
 وہ بعد از قتل میرے کس لئے رنجیدہ ہوتا ہے
 دہن میں ہر جراحت کے نہ جب تک ہو زباں پیدا
 نہ لیں عشاق نام عشق اس قال عالم کا

کھلے جو ہر زبان خنجر قاتل سے قاتل کے
 کدورت کھو سکے لیکن نہ ہرگز دل سے قاتل کے
 کہ پہنچا خون مرادامن تلک مشکل سے قاتل کے
 کہ اب کیا فائدہ اس رنج لا حاصل سے قاتل کے
 اودا ہو شکر احساں کیونکہ اس گھائل سے قاتل کے
 اگرچہ ہوویں عاشق کیسے ہی قاتل سے قاتل کے

نہیں شمشیر قاتل سے تھمائے شہادت ہے
 ظفر مشاق ہو کر آئیں سہنزل سے قاتل کے

تیس دن چاند کے وعدے پر پھرتا ہے مجھے
 روٹن خود مری گری بازار نہ پوچھ ا
 ضعف سے طاقت جنبش نہیں دل میں لیکن
 ان کو سمجھو نہ ستارے کہ یہ بے مہری سے
 واعظا سوز مہمت سے زیادہ وہ نہیں
 ہر باران کی سمٹ ہے مری روئی صورت
 اک دڑا بیٹھنے تم دوروٹ نقش قدم
 نہ تو دانہ ہوں نہ میں قطرہ باران یا رب

جب ہوا چاند تو غرہ ہی تانا ہے مجھے
 جس کے میں ہاتھ ہوں کہا وہ جلاتا ہے مجھے
 درد جس وقت کہ اٹتا ہے اٹھاتا ہے مجھے
 تلک آنکھیں شب فرقت میں دکھاتا ہے مجھے
 تو جو اب آنقل روزخ سے ڈراتا ہے مجھے
 اور اگر روؤں تو رونا نہیں بھاتا ہے مجھے
 دیکھوں اس کوچے سے پھر کون اٹھاتا ہے مجھے
 کس لئے خاک میں یہ چرخ لاتا ہے مجھے

آپ سے میں نہیں جانا ظفر اس کوچے میں
 کیا کروں یہ دل مضطر لئے جاتا ہے مجھے

لکھ کے حال اپنا نہیں یہی بات اپنے ہاتھ سے
 چھیر کر اس زلف کو لیتے ہیں اپنے سر پہ ہم
 گرم کر کے رکھ دیا پھلے کو میرے ہاتھ پر
 یا جگر کا وی ہے یا سینہ خراش اپنا فطرت
 کیوں کیا آزرہ ہاتھ ان کے لگا کر پاؤں کو
 سوپا لوگوں کے نہ ہاتھوں کہ وہ کیا دینگے خاک

کھوئی ہم نے آپ اپنی بات اپنے ہاتھ سے
 اک بلا کیا کتنی ہی آفات اپنے ہاتھ سے
 وہ آکر خوب دلی سوغات اپنے ہاتھ سے
 کام ہوتے ہی یہی دن رات اپنے ہاتھ سے
 ہم نے تصویر اپنی کی اثبات اپنے ہاتھ سے
 ہو سکے تو کر لے کچھ خیرات اپنے ہاتھ سے

مہرہ ٹھہرنے سال اپنی ظفر ہے کیا بساط
 کتا ہے وہ آپ ہر دولت اپنے ہاتھ سے

نہ کیوں کہ بات اس کے دو رواب یوں کی یوں ہووے
 کبھی تو لب پہ حرف خواہش وصل آوے ہی آوے
 جفا کو چھوڑ کر گرم وفا ہو تو یہ کیا امکان
 خودی کو کھوڑا کو پا کر اس کو تو وہی پادے
 ادھر کی ہوا اگر دنیا ادھر لیکن نہ ہو ہرگز
 کبھی تو اس کے دامن تک ہی پہنچا خاک کو میری
 اگر تم قیمت ایک بوسہ پر اس کی گروں سمجھے
 دل صد چاک کا سینہ ہے چاک جیب سے بہر

جسے منظور ہو یہ مٹھنگو اب یوں کی یوں ہووے
 نہاں کب تک یہ دل میں آرزو اب یوں کی یوں ہووے
 مبدل ہو کے ظالم تیری خواب یوں کی یوں ہووے
 جسے معلوم رہا جتو اب یوں کی یوں ہووے
 اگر تقدیر اپنی اتنی تو اب یوں کی یوں ہووے
 صبا برباد کب تک کو بکو اب یوں کی یوں ہووے
 تو واپس جس دل اے لہرو سب یوگی یوں ہووے
 مناسب ہے کہ تدبیر رو اب یوں کی یوں ہووے

گرے گر دیکھ کر وہ چم صوفی وحدہ مستانہ
 تماشا ہو ظفر جب پاؤ ہو اب یوں کی یوں ہووے

تم واثقہ دیکھ ان کو ہوا ہم کو یقیں یوں ہے
 کوئی بھی آپ سے رہتا بھلا بدو گئیں یوں ہے
 جو ہیں اہل سخاوت پر عتاب املائیں ہوتے
 اے چھیڑا صبا نے کوئی پوچھے کیا کیا ہم نے
 نہ کر جانے کی جلدی جانے جاؤ کو آنے دے
 بھلا اوصاف کرتا مل کر میری طرح بھی کوئی
 تھے معلوم کیا ہے کیا نہیں کیا ہے مقدر میں
 بزرگ نقش پا ہم مرثیوں کے پر نہ اٹھیں گے

دکھنا وسمہ حق میں لک یوں ہے زمیں یوں ہے
 کہوں میں کیا کہ قسمت میں مری اے اٹھیں یوں ہے
 غضب ہے کیا کہ بحر سوزن ہیں برجیں یوں ہے
 ہوتی برہم جو ہم سے تیری زلف شہریں یوں ہے
 اگر حیرا ارادہ آج اے جان حزیں یوں ہے
 سراپا آپ دکھ دیتا نہ شمشیر کیوں یوں ہے
 تو اپنی عقل سے بیجا کہا کر یوں نہیں یوں ہے
 ترے کوچہ کی پکڑی اب تو ہم نے بھی زمیں یوں ہے

اگرچہ اندر کش جلیں تو گل کا چاک ہے سبز
 ظفر عالم محبت کا کہیں یوں ہے کہیں یوں ہے

عقلا کی بھی اگرچہ خبر پائی جائے گی
 گلگشت کو جن میں اگر آئے گا وہ گل
 ہو جائیں گے جو سیدھے مرے بخت وازوگوں
 پائے گا میرا شک جہاں قدر پھر وہاں
 پائی اگر نہ عشق میں تلخی تو اس میں کیا
 ہوتا ہے کیا کر ہنستے ہی ہنستے تو دیکھنا

لیکن کبھی نہ اس کی سحر پائی جائے گی
 ہو اس کی کچھ تو بار سحر پائی جائے گی
 سیدی بیٹ ان کی نظر پائی جائے گی
 کیا خاک آبروئے گہر پائی جائے گی
 شیریں بہت و شکر پائی جائے گی
 ہستی تری نہ مثل شرر پائی جائے گی

پھر ڈھونڈا پھرے گا نہ کھو دل کو دایچوں
 ہم ہو کے جس یہ نہ ظفر پائی جائے گی

تڑے رُشی سے کہتا چادہ گریوں تھا سناویں ہے
مری قسمت ہے باز آیا مرے تو قتل سے ورنہ
پریشاں حال دیکھا ہم کو تیرے عشق میں سب نے
لگے کیوں رکنے آنسو سے بہاتے کیوں نہیں دیا
نہ یوں باور نہ یوں باور خدا جانے کہ ہے کیونکر
نہ ہوتا اس سے گرجرم وفا تو قتل کیوں ہوتا
خدا جانے ہوا اب کیا جو اس نے پھیر لیں آنکھیں
وہ آوے یا نہ آوے پر کہا تھا رات آنے کو

کہ پہلے تو نہ شق تیرا جگر یوں تھا سناویں ہے
ارادہ آج تیرا قتل گریوں تھا سناویں ہے
بھلا مجھوں کہاں آشفہ سر یوں تھا سناویں ہے
تجھے منظور تو اے چشم تریوں تھا سناویں ہے
کیوں میں کیا کہ حال اے مامہ بر یوں تھا سناویں ہے
وہ کہتا میرا لاش دیکھ کر یوں تھا سناویں ہے
کہ پہلے تو انہیں مد نظر یوں تھا سناویں ہے
کیا اقرار تو اس نے سحریوں تھا سناویں ہے

دل ان کی زلف سے ابھرا وہ ہم سے اگلے ابھے
یہ قصہ فی الحقیقت اے ظفر یوں تھا سناویں ہے

کیا عجب پھولوں کی بدھی گر کمر پر بوجھ ہے
کثرت نعمت بھی منعم کو کرے ہے زیر بار
وہ گر اتار الم ہوں میں کہ بعد از مرگ بھی
گرا تا رہے تو بڑا احسن کرے اے تیغ بار
آسمان کو بھی ہوئی اس کے اٹھانے کی نہ تاب
اتھوں کو گو کہ دنیا نے دیا ظاہر وقار

نار کی سے ایک گل بھی اس کے سر پر بوجھ ہے
دیکھ جوش بار شاخ بارور پر بوجھ ہے
گردِ صبری خاطر بار بحر پر بوجھ ہے
سر پر ہوش عاشق شستہ جگر پر بوجھ ہے
واہ کینہی کہ ڈالا وہ بشر پر بوجھ ہے
فی الحقیقت پر وہ لاوا گاؤ خر پر بوجھ ہے

حق محبت کا ظفر ہوتا نہیں جب تک ادا
سنگدل گویا دل و جان بشر پر بوجھ ہے

گزرتا رنج یوں کیا کیا نہیں ہے
جو یہ تیغ ہے کہ دل کو دل سے ہے راہ
نہ کر تو خانہ دل کی خرابی
نہ پوچھا درد دل جو تو نے بے درد
پھر اقامد مرا کیوں واں سے الٹا
مرا دل اڑ کے پہنچے پاس تیرے
بھلائی کر کہ تیرا بھی بھلا ہو
نہیں احوال میرا کس کو معلوم

تجھے کچھ بھی خبر ہے یا نہیں ہے
تو قاصد کی بھی کچھ پروا نہیں ہے
کہ گھر تیرا ہے یہ میرا نہیں ہے
یہ بے جگہ ہے استغنا نہیں ہے
نصیب گر مرا الٹا نہیں ہے
مگر بے پ ہے اڑ سکتا نہیں ہے
برائی کا شر اچھا نہیں ہے
مگر تجھ سے کوئی کہتا نہیں ہے

رقیبوں کی شرارت ہے وگرنہ
ظفر وہ شعلہ خور ایسا نہیں ہے

کرو تم یاد قرار نیاں کیا تھا ہوا کیا ہے
 تصور ہم کو چشم خونخشاں کیا تھا ہوا کیا ہے
 ارے ظالم ہمیں تجھ سے گماں کیا تھا ہوا کیا ہے
 ارادہ تیرا جان ماتواں کیا تھا ہوا کیا ہے
 ستم ہے مطلب دل میر جاں کیا تھا ہوا کیا ہے
 کر میرے سینے میں سوز نہاں کیا تھا ہوا کیا ہے
 کہاں تھا کون تھا کیا تھا میاں کیا تھا ہوا کیا ہے
 نہیں معلوم زیر آسمان کیا تھا ہوا کیا ہے

کیا وہ آپ نے ہم سے بیاں کیا تھا ہوا کیا ہے
 بیا دریاے خوں جلا تھا قطرہ کوئی ٹپکے گا
 یہ جلا تھا کرے گا تو وفا پر کی جفا تو نے
 تجھے تھا ساتھ جلا وہ گیا تو رہ گئے تنہا
 تمنا تھی جواب خط کی قاصد کے کئے پرزے
 جلا کرنا تھا دل یا جان بھی جٹنے لگی دیکھو !
 گیا وہ سو کر فکر کمر میں گم ہے تو اے دل
 ملا تھا خاک میں کون آگے اب ہے کس کی بربادی

اگر ہم جانے ایسا نہ دیجے دل ظفر اس کو
 کہیں کیا ہم نے سوچا مہرباں کیا تھا ہوا کیا ہے

سینکڑوں مالے مرے خون جگر سے تھے چلے
 ذکر کچھ بے ڈھب مرے واں مامہ سے تھے چلے
 باندھ کر تلوار کیوں اپنی کمر سے تھے چلے
 سرکٹانے کی ہوس تھی ہم جو سر سے تھے چلے
 بھاگ کر ظالم ترے وحشی کے ڈر سے تھے چلے
 حیر تھے حتمل حیر کی نظر سے تھے چلے

اٹک خود بہہ کر جو شب مڑگان ترے تھے چلے
 خط مرا پہنچا رسید آئی نگر ہے یہ خطر
 گر کسی کے قل پر تم نے کمر باندھی نہ تھی
 کوچے کنواری اگر اس کوچے میں رکھتے قدم
 ایک آہو کیا ہزاروں دشت میں شیر لیاں
 اے کمال ابرو ہوا کیا جانے دل کس کا پد

دیکھتا اس وقت کوئی حال میرا اے ظفر
 جب وہ رخصت ہو کے مجھ سے میرے گھر سے تھے چلے

بھرا ہے تیل کی جا اس چراغ میں پانی
 کرے ہے بڑے کو سیراب باغ میں پانی
 رہا بیش رواں کوہ و داغ میں پانی
 عوض شراب کے دے ہے لیاغ میں پانی
 بھیجی نہ آگ پڑا کو اجاغ میں پانی
 کہ نزلے سے ہے لٹک کے دماغ میں پانی

بھرا ہے اٹک کا سینے کے داغ میں پانی
 عرق سے ہو رخ تو خط یہ کس روش پہ بہار
 ہم اتنا تربت فرہاد و قیس پر روئے
 نشے میں جان کے بیہوش مجھ کو ساقی بزم
 گئی نہ سوزش دل اٹک کے بہانے سے
 ہوا ہمیں تو یہ ظاہر نزول باران سے

ظفر ہزار سے و میکہ سے بھتر ہے
 اگر نصیب ہو کچھ فراغ میں پانی

نہ دائم غم ہے نے عشرت کبھی ویں ہے کبھی ووں ہے
 گریباں چاک ہوں گا ہے اڑتا خاک ہوں گا ہے
 ابھی ہیں وہ میرے عدم ابھی ہو جائیں گے دشمن
 جو مثل شیشہ گریاں ہوں تو مثل جام خنداں ہوں
 کسی وقت اشک ہیں جاری کسی وقت آہ و رزاری
 کوئی دن ہے بہار گل پھر آخر ہے فزاں بالکل

تبدیل یاں ہے ہر ساعت کبھی یوں ہے کبھی ووں ہے
 لئے پھرتی مجھے وحشت کبھی یوں ہے کبھی ووں ہے
 نہیں اک وضع پر صحبت کبھی یوں ہے کبھی ووں ہے
 یہی ہے یاں کی کیفیت کبھی یوں ہے کبھی ووں ہے
 غرض حال غم فرقت کبھی یوں ہے کبھی ووں ہے
 چمن ہے منزل عبرت کبھی یوں ہے کبھی ووں ہے

ظفر اک بات پر دائم وہ ہو وے کس طرح قائم
 جو اپنی ثابت کبھی یوں ہے کبھی ووں ہے

جب تلک دنیا نے ہم سے کچھ برائی کی نہ تھی
 یہ توقع ہم کو تم سے بیوفائی کی نہ تھی
 تھے مکر ہم ہی ورنہ میرے دل کا آئینہ
 لگ گیا تھا جن دنوں کچھ قفس میں اپنا دل
 تولے کس کے دیدہ پر آب سے پونچھے تھے اشک
 دل فریبوں میں جو اس ما آشا کے آگیا
 ماہ لوظلا تھا کیوں کشتی لئے مثل گدا
 جانتے تھے ہمیں سے گزریں گی راتیں وصل کی

ہم کو آگاہی برائی اور بھلائی کی نہ تھی
 آشنائی کی تھی ہم نے کچھ برائی کی نہ تھی
 بے کدورت تھا اسے حاجت صفائی کی نہ تھی
 ہم اسے میاں کچھ پر وار رہائی کی نہ تھی
 آج وہ سرٹی ترے دست حلائی کی نہ تھی
 لہی کیا آگے کسی سے آشنائی کی نہ تھی
 صن سے تیرے تمنا گرگدائی کی نہ تھی
 ہم نہیں ہم کو خبر روز جدائی کی نہ تھی

زلف اس کی ہم سے مل کرنے لگی ماقظفر
 ورنہ کوئی وجہ انکا کچھ ادائی کی نہ تھی

چھپے ہیں انکا جگہ وہ جہاں ہوا نہ گئے
 بلانے جاں ہے وہ دل اس سے اسے خدا نہ گئے
 ہوس میں کشتہ مہوس ہوا نہ کچھ حاصل
 عجب نہیں ہے مرے شومالہ دل سے
 تری گلی کے سوا تیرے آستان کی قسم
 دکھا نہ بام پہر شام اپنا جلوہ صن
 حذر ہے مجھے سے یہاں تک تجھے کہ اے قاتل
 کچھ ایسا رنگ محبت کا ہو کہ خوں مرا

اگر خیال بھی جاوے تو وں پتا نہ گئے
 کر ڈار ہے جان کے پیچھے کہیں بلا نہ گئے
 بحر نصیب کبھی ہاتھ کھپا نہ گئے
 کہ آکھ رات کو تیری بھی دلہا نہ گئے
 اگر بہشت برس ہو تو جی مرا نہ گئے
 کسی کی تجھ کو نظر دیکھ مہ لقانہ گئے
 مرے گلے سے تو تنجر جفا نہ گئے
 گلے تمہارے کف پا سے اور حنا نہ گئے

کب اس جنبش مرگاں نظر پڑی کہ ظفر
 جگہ میں بیشتر اپنے جزر پا نہ گئے

میری نور میٹوں کی جو تصویر ہے ایک عیا کی ہے
 ہوا ہوس ہوں یا ہوں عاشق سب وہاں ہیں ایک سے
 ایک دل نور ایک جاں دویار ہو جاتے ہیں جب
 قل سب عاشق ہوں مگر حرم وفا پر کیا عجب
 سوم میں کیوں کر کروں دل کو ترے اے سنگدل
 قل مگر منظور ہے میرا تو میرے واسطے
 مرگ میرے درد کا چاہہ بتاتے ہیں طیب
 دل اسیر غم ہے میرا میں غم دل کا اسیر

دونوں کی حالت اگر تغیر ہے ایک عیا کی ہے یعنی جو کچھ
 عزت و توقیر ہے ایک عیا کی ہے
 ہوتی پھر دونوں میں جو تغیر ہے ایک عیا کی ہے
 ان گنہگاروں کی جو تقدیر ہے ایک عیا کی ہے
 آہ و مالہ میں تو جو ٹاڑ ہے ایک عیا کی ہے
 ہر وہ قاتل ہے یا شمشیر ہے ایک عیا کی ہے
 سب کے نزدیک اس کی جہد ہیر ہے ایک عیا کی ہے
 پاؤں میں دونوں کے گرزنجیر ہے ایک عیا کی ہے

ہوئے جو خاک روہ عشق ان کے سامنے
 اے ظفر ہے خاک پا اکسیر ایک عیا کی ہے

جو دل میں بات ہوتی ہے نیاں پر دوی ہوتی ہے
 کل اس غم سے دل تو بچ گیا پر دیکھئے کیا ہو
 لک کے آئینہ میں نکس لگن مانگ ہے اس کی
 کہیں ہے سے کہ ساقی سیر دنیا کی ہو کیفیت
 کہاں ہیں شک کوئی بند ہے دل میں جو لہو کی
 اگر ہو عشق کا دعویٰ تو ساتھ اس کے وفا بھی ہو

اسے ہیں بھرتے پھر پھر کے ہاں پر دوی ہوتی ہے
 کہ آفت آج جان ماتواں پر دوی ہوتی ہے
 نظر سب آسماں پر کھنٹاں پر دوی ہوتی ہے
 مجھے تو یاد اس آب رواں پر دوی ہوتی ہے
 مری مڑگان چشم خورفتاں پر دوی ہوتی ہے
 کہ دیکھا کام آخر اتھاں پر دوی ہوتی ہے

ظفر میں جاتا ہوں دیکھتے ہیں جس مہنگو سے وہ
 کہوں کیا میرے ان کے درمیاں پر دوی ہوتی ہے

جو مست شوق یا دہشتم مست یار میں جھومے
 ہنوں کا وہ نشہ ہے جس کو ہو وہ عمر بھر اپنی
 یہ کچھ دور جگر فرہاد کا ہے جنج اے شیریں
 یہ کس کا جلوہ مستانہ تھا ایسا سرور فزا
 کہے کیا کوئی اس سے ہوئے وہ بے خبر کس کی
 خوشی ہے مسموم کی روز حاضر ہوں کئی ہاتھی

وہ کیوں بدست ہو کر خانہ بار میں جھومے
 برنگ بید میٹوں وادی پر خار میں جھومے
 سید بادل ہے جو ہیں دامن کھسار میں جھومے
 کہ نخل باغ اپنے جوش برگ و بار میں جھومے
 کہ جوں دن رات بیٹھا کشہ پندار میں جھومے
 کوئی دروازے پر جھومے کوئی بازار میں جھومے

دکھائے مگر کرشمہ اپنی چشم مست کا ساقی
 ظفر صوفی بھی ہو تو مستی سرشار میں جھومے

عشق کے بندے ہیں ہم سولا ہمارا عشق ہے
عشق کتنی ہے ہزاروں مخزن اسرار کی
عشق کے رستے پہ عاشق ہوں نہ محتاج عصا
جائے سوکھے ایسی سے اک صدائے دردناک
من کے بھٹوں کی کہانی نیند آتی ہے مجھے
دل کے کانوں سے سنو فریاد و سازو مری

جان و ایمان عشق ہے عاشق کا پیارا عشق ہے
کرنا لاکھوں راز پنہاں آشکارا عشق ہے
ان کا مدبر عشق ہے ان کا سہارا عشق ہے
بن گیا ہر اشخاص بے جسم سارا عشق ہے
میری لوری عشق میرا گاہورا عشق ہے
چھپ کر اس پردے میں یہ کس کو پکارا عشق ہے

سرد مہری پر ظفر تم عشق کی مت جانو
رکھتا اس سردی میں آنکھ کا شرارا عشق ہے

واں کماں ہو ہے اور ہر سوائے مژدگان تیر ہے
سوج رنگ گل مجھے تجھ بن ہے سوج خوشچکان
کیا کہا اے صید آگن صید ناوک خوردہ نے
سرکشوں کو پڑتی ہے آہن دلوں سے احتیاج
جانا ہے جو حلاوت زخم تیر عشق کی
سرد کلشن رشک سے اس قدر دغا کے ترے
رات بھر مجھ کو تصور میں ترے ناوک آگن
تو بہت پھرتا تھا سرکش کبکشاں نے اس لئے

یاں ہے کب شل کماں اور آہ سوز تیر ہے
شاخ گل سربا سرائے رشک گلستاں تیر ہے
جو لب سوا سے اس طرح خداں تیر ہے
دیکھو گرہا ور نہیں محتاج یگان تیر ہے
بیغیر کی طرح سے کھانا وہ انسان تیر ہے
ہند کلشن میں اے سرو فرماں تیر ہے
شعلہ گر پیکان ہے تو خیم شبستاں تیر ہے
ناک میں تیرے دیا اے چرخ گرداں تیر ہے

سہتا ہے جی نجات دل نہ ہو جاوے کہیں
اے ظفر اس کی نگاہ چشم ناز تیر ہے

دل میں اک آواز نے از خود نہیں بھڑکا گئی
تیری چشم مست کی گردش وہ ہے اے مست از
دل ہوا سوز محبت سے جو سرگرم پیش
خانہ تن سے کرے کیا جاں نکل جانے کا قصد
دل کے غارت گر کے ہاتھوں کیا کہوں کیا کیا ہو

بہ سو گری دم مائی کی نے میں آگئی
عقل ہشیاروں کی جس کو دیکھ کر چکار گئی
شعلہ کا لب اخافظ کیا برق بھی تھر آگئی
کیا کرے ایوہ غم وہ دیکھ کر گھبرا گئی
دل گیا اور ساتھ دل کے دیں گیا دنیا گئی

سنا ہے زہد کا دعا وہ بھلا کب اے ظفر
کان میں جس کے صدائے شدہ بیتا گئی

پان کی سرخی نہیں لب پر بت خوشوار کے
 خال عارض دیکھ لو جلتے میں زلف یار کے
 انم ناہاں لک پر جانتی ہے جس کو خلق
 طوبی جنت سے اس کو کام کیا ہے خورش
 پوچھتے ہو حال کیا میرا قمار عشق میں
 یہ ہوئی تاہر عشق کو کس سے سنگ آب
 ہے وہ بے وحدت کہ جو سمجھے ہے کھرو دیں میں فرق
 وعدہ دیدار جو ٹھہرا قیامت پر توایاں

لگ گیا ہے خون عاشق منہ کو اس تلوار کے
 مار مہرہ گر نہ دیکھا ہو دہن میں مار کے
 کچھ شرارے ہیں وہ میری آہ آتشبار کے
 جو کہ ہیں آسودہ سائے میں تری دیوار کے
 جھاڑ بیٹھا ہاتھ میں نقد دل و دیں ہار کے
 اٹک جاری اب تلک چشموں سے ہیں کسار کے
 رکھی ہے تسبیح رشتہ دار سے زار کے
 روز ہوئی ہے قیامت شوق میں دیدار کے

ہوشیاری ہے بکلی کچے ظفر اس سے حذر
 دیکھتے جس کو نئے میں بادہ پندار کے

جب تصور قد کا تیرے سر قد بندھ جائے
 اس قدر ہے ناتوانی سو جگہ لیتا ہے دم
 اور زہم چشم کیا ہو ہر مڑکاں سے مرے
 محو حیرت ہے ہر جگہ غنچہ تصور دل
 وہ ہے ڈوبے آشنا ہی دیکھتے ہی سب کھڑے
 وقت گر یہ اور بھی بھڑکے زیادہ دل کی آگ

پھر تو ہیرا مرا سولی مجھے دکلائے ہے
 دم مرا جس دم مرے سینے سے لب پر آئے ہے
 اس سے مرے آپ پہ خوناب تر سائے ہیں
 اے صبا ہرگز نہ کلتا ہ ے نہ یہ کلائے ہے
 دل مرا پاہ دہن میں اس کے غوطے کھائے ہے
 آنسوؤں سے چشم تر روغن مگر چکائے

گردشیں چشم معنی کی ظفر ہے وہ بلا
 دیکھ کر جس کو تلک کی عقل بھ چکائے ہے

جلا دل گری سوز جگر پہنچی تو یہ پہنچی
 نہ بے دردوں سے دل ملا نہ مجھ کو درد دل ہوتا
 گیا اے چارہ گر ہر درد اپنا سر کے جانے سے
 جو وہ پردہ نشیں پہنچا دکھاتا حال کیا ہوتا
 گیا دل بھی گئی جس دم نظر اس شوخ کی جانب
 نہ پہنچا کوئی اپنے پاس پہنچا جب کہ وقت آیا

جگہ کہ دل کی ہم کو کچھ خبر پہنچی تو یہ پہنچی
 دور سے دل کے ہاتھوں سے اگر پہنچی تو یہ پہنچی
 دو ہم کو ہم جو کارگر پہنچی تو یہ پہنچی
 کہ حالت اپنی اس کی دیکھ کر پہنچی تو یہ پہنچی
 پہنچ دونوں گئے پر خوشتر پہنچی تو یہ پہنچی
 اجل کو آفریں ہے وقت پر پہنچی تو یہ پہنچی

مرا ہوں اب جگر کیونکر نہ اس آہ جگر کا میں
 مدد کو مار دل کی ظفر پہنچی تو یہ پہنچی

شب ہاتھ ہمارے جوئے تاب نہ آئی
 برقع کو اٹھایا رخ تاباں سے جو اس نے
 صحرا میں گھٹا کور پہ ہم بادہ کشوں کی ا
 جا کر جو عدم سے نہ پھر آیا کوئی ہم
 منہ پھیر گئی قتل سے ظالم تری مرگیاں
 کھانا عی رہا طعنے میں دل زلف کے چکر
 تھا ہم کو خیال آوے گا وہ خواب میں لیکن
 تیرے قم ایو میں کیا مجہدہ جو ہم نے

کیفیت سیرشب جناب نہ آئی
 خورشید جہاں تاب کو بھی تاب نہ آئی
 کب آئی کہ بادیدہ پر آب نہ آئی
 کیا یاد اے صحبت احباب نہ آئی
 کام اپنے کوئی تیج یہ تاب نہ آئی ا
 کس روز یہ کشتی سرگرداب نہ آئی
 نیند آنکھوں میں شب اے دل بناب نہ آئی
 بہتر نظر اس سے کوئی حراب نہ آئی

دیکھا دل بناب کو اپنے تو ظفر پھر
 خاطر میں مرے مائی بے آب نہ آئی

دیکھو تو آہ شیدہ یہ آری میں کیا ہ
 برہم ہوئی ہے ہم سے پھر تیری زلف کافر
 ہر شک وہ گہر ہے میرا کہ جس کے آگے
 تیغ نگہ سے تیری سینہ سپر ہوا دل
 خوں ہو کے بہہ چلا دل آنکھوں کی راہ شلیک
 دونوں میں ہم کو یکساں جانے بل ہماری

حال اس کا غم میں کیا ہے اور بے غمی میں کیا ہے
 دیکھیں کہ اب ہے ہوتا اس برہمی میں کیا ہے
 کہنے کہ آبداری درمیں میں کیا ہے
 توی بتا کہ اس کی شک رشتی میں کیا ہے
 سرخی سے آنسوؤں کے دیکھو نمی میں کیا ہے
 اشرارگی میں کیا ہے اور غری میں کیا ہے

دم باز ہے وہ ظالم دینا دم ودلاسا
 بھرتا ظفر دم اس کا توہمی میں کیا ہے

عیب فخر نہ پوچھو تم آد میں میں کیا ہے
 ہے نور عشق سب میں تھا ہمیں میں کیا ہے
 عاشق سے وہ جو اتنی کرتا ہے کم نکلی
 حاضر ہیں تیرے وحشی " کرفو شکار ان کو
 کس طرح دل سے اٹھیں صدرنج و غم کے صدمے
 ہیں خاک سے نکلتے رنگیں ہزار ہا گل ا

تم میں بھی کچھ نہ کچھ ہے پیارے ہمیں میں کیا ہے
 یہ بھی اگر نہیں تو پھر آو میں میں کیا ہے
 منظور اس کو دیکھیں اب اس کیس میں کیا ہے
 کرتا شکار آگن تو اس کیس میں کیا ہے
 اے ننگسار باقی اس دم غمیں میں کیا ہے
 کیا جانے یہ رفیق یاب زمیں میں کیا ہے

پہنچا حبیب یزدوں جس جائے اے ظفروں
 پر مارنے کی طاقت روح ۱۱ میں کیا ہے

تو ہو کر چم بند کی گھر کی در بندی لگی ہوئے
سیاہ ناز و غمزہ کی کم بندی لگی ہوئے
وہاں کانوں کے بالوں پر گھر بندی لگی ہوئے
ہمیں معلوم اب اس کی جگر بندی لگی ہوئے
کہ مضمون بندی ان روزوں چہر بندی لگی ہوئے
کہ ناز شک سے پہلے ہی پر بندی لگی ہوئے

کسی ک جب تصور کی نظر بندی لگی ہوئے
اسی خیر ہو پھر چشم میں تحریر سرے کی
یہاں مشتاق نے آنکھوں سے باندھا ناراٹھوں کا
جگر کو لکڑے لکڑے کر کے طفل شک نظر ہیں
کہنے بھی گئے اب شعر کہنے کیا تماشا ہے
کہاں مرغ نظر اس گلشن رخسار تک پہنچے

کسی نے کچھ نہ کچھ بہتان باندھا کھل گیا ہم پر
جو اپنی ان کے کوچے میں ظفر بندی لگی ہوئے

تو عاشق کھا کے مکا سا کلیجہ تمام لیتا ہے
ہزاروں خون ماحق چونچ نکل قلم لیتا ہے
حر تک کروٹیں بہتر پہ یہ کام لیتا ہے
ہوا ہوا ہ سے دم گرم بھی زیر دام لیتا ہے
بلائیں اس رخ و گیسو کی صبح و شام لیتا ہے
جنوں کے کام دیکھو کام میں یہ کام لیتا ہے

ترے جوڑے کا اوکا فر جو کوئی نام لیتا ہے
کھلا رنگ فتنے سے یہ کہ ہر روز اپنی گردن پر
شب فرقت میں نیند آتی نہیں اور بھیراری سے
وہ مرغ ماتواں صیاد کیا مالہ کرے جس کا
ناراز جگر و غریب ہے یہ عاشق کی کہ اٹھ اٹھ کے
کروں ہوں ساتھ چاک جیب کے میں سید بھی اپنا

ہوں کیوں کر نہ غوں اپنا ظفر میں وقت بیہوشی
کہ اس لعل لب میگوں کے ہوتے جام لیتا ہے

تو رناتی کے عوض لخت جگر پہنچائیں گے
دل کو لیا یہ ہمارے اس قدر پہنچائیں گے
کود کے ہم کو کنارے وہ مگر پہنچائیں گے
ایک دم میں دل کو بام چونچ پر پہنچائیں گے
دیکھنا اسے دل وہی تجھ کو ضرر پہنچائیں گے
اب گریہ اپنا ہم سر تک اگر پہنچائیں گے

قاصد اشک اس کو جب میری خبر پہنچائیں گے
دل نہ دیتے ان دل آزادوں کو گرم جانتے
اس طرح کرتے ہیں ہم سے کیوں کنارہ کیا سبب
اپنی ہم آہ رسا کی جب بٹائیں گے کند
جن سے ہے امید الفت میں تجھے سودائے سود
لوں پیڑائی پہ جو لکھا ہے ٹٹنے کا نہیں

دیکھ لیتا رفت رفت حضرت عشق ایک دن
منزل مقصود پر ہم کو ظفر پہنچائیں گے

ہیشے ہیشے دھیان ہم اپنا اھر دوڑائیں گے
 ہوگا کیا ہوں گے ہوا کے گروہ گھوڑے پر سوار
 پور زلف و رخ کا اپنے ہم کو دینے کے نہیں
 جام سے چوری کیا تو پھر نہیں آنے کا ہاتھ
 تیرے دامن تک تو ہاں معلوم ہم کو دسترس
 عشق میں اس شوخ ہر جانی کے ہم کو ہٹھیں

وہ نظر آوے نہ آوے پر نظر دوڑائیں گے
 ہاں ساری میں ہوا خواہوں کو پر دوڑائیں گے
 خوب صاحب تک نہ وہ شام و سحر دوڑائیں
 ہم کنورا ساقیاگر عمر بھر دوڑائیں گے
 ہاتھ اپنے جیب کی جانب مگر دوڑائیں گے
 حضرت دل دیکھئے کس کس کے گھر دوڑائیں گے

غیر سے خط و کتابت اس کی جانے کی نہیں
 وہ یونہی کاند کے گھوڑے اے ظفر دوڑائیں گے

لگا تیج و در بھی گردم تراکل چہا ہے
 اگر روتی ہے اے شبنم جہن سے جا کے باہر رو
 چہا کر غم کے غم پی جائیں گے کیوں ساغر سے پر
 اڑا لیتا ہاے ہاتھوں ہاتھ وہ دزد ستا دل کو
 چہائے کوئی کالا چور دل کو پر جو تو پوچھے
 نہیں ہونے کا سوزوں اس سے اس لہو کا مصرع

پر اس سے نظر کیوں دیکھ اے قاتل چہا ہے
 تری آنکھوں سے پانی گل کا رقم دل چہا ہے
 عبت تو ہم سے آکھ اے ساقی محفل چہا ہے
 چہا بھی ہے گر کوہ ی بعد مشکل چہا ہے
 کیوں منہ پر کہ تیرے رخ کا کافر مل چہا ہے
 تری قامت کا مضمون سروا حاصل چہا ہے

ظفر اک عاشق جانناز ہے مرنے پر دم دینا
 وگرنہ جان یاں ناداں سے ناماقل چہا ہے

پاس جلاں کے کہا کس نے کہ جلا منع ہے ا
 ہو کے سرکش گر پڑا فوارہ آخر سر کے تل
 گل کھلایا تازہ یہ خون شبید باز سے
 کر کے منہ اس در کی جانب آہ کچھیں کس طرح
 اپنے زخموں سے کہا فہس فہس کے رشی نے ترے
 عشق کے مذہب میں ہے واجب بہا اپنا خون

دل کو پر اس دشمن جاں سے لگا منع ہے
 جھک کے چلنا چاہئے یاں سر اٹھا منع ہے
 ہوں نہ جب تک بھول ان کو پان کھان منع ہے
 تیرے قبلے کی طرف اے دل لگا منع ہے
 آج سے شادی کا دن آنسو بہا منع ہے
 خون بہا کر ذکر پر قاتل سے لانا منع ہے

عشق نے دل کو ظفر اتنے دیے کیوں آبلے
 یہ وہ ہے بیمار جس کو آب و دلا منع ہے

دل لگانے کی ہمیں یہ داد واں جا کر لی !
 ہاں مگر زیرِ زمیں اے آسماں جا کر لی
 سچ تیری اے بت نامہریاں جا کر لی
 لب سے لب کی کنڈیاں سے جب لبیاں جا کر لی
 دوران سے میری جان ناتواں جا کر مری
 ہے وہ دلیا ہند دلیا میں جہاں جا کر لی

خاک میں تو قیر پیش دلتاں جا کر لی !
 ہاتھ سے تیرے زمیں پر کب لی راحت ہمیں
 ہو گئی اک عید سی عاشق کو جب اس کے گلے
 ہو گیا قندکدر ہوس شیریں دہن
 ساتھ ہی جاتے مگر بائیں گے وہ جلدی گئے
 جو کہ ہو واسل بخت کب ہو روئی سے آشنا

دعِ دادی اے ظفر پر دے میں ٹھہری یار سے
 دیکھ لو اپنی نظر اس سے کہاں جا کر لی !

مگر جوشِ فہمی کا ہے مگر گر پے کی شدت ہے
 بر شے میں نظر آتی اللہ کی قدرت ہے
 تربت پہ چہ انوں کی کچھ بھی نہیں حاجت
 یہ جائے پرستش ہے وہ جائے عبادت ہے
 سینے میں بلا میرے اک سوزِ محبت ہے
 کیا چلنے میں کیا ہوں اور کیا مری حالت
 پردہ تیری آنکھوں کا پر تیری ہی غفلت ہے

میں ہوش میں ہوں یا رب یا کچھ مجھے وحشت ہے
 مگر شعلے میں گری ہے تو گل میں نزاکت ہے
 مالے میں مرے دل میں یہ داغِ محبت کے
 یکساں ہے سجدہ کو مسجد ہو کر سے خانہ
 شعلے سے نکلے ہیں میرے بن ہر سوت
 مہذب ہوں یا سائلِ مائل ہوں کہ دیوانہ
 جلوہ تجھے اپنا وہ ہر شے میں دکھانا ہے

کہتا ہے ظفر جو کچھ اب جوشِ محبت میں
 اے فخرِ جہاں سب وہ تیری عبادت ہے

ساتھ دونوں کے مگر زنجیرِ دونوں کی کھینچے
 کھال واجب ہے بے تعزیرِ دونوں کی کھینچے
 آہ جب سینے سے بے تاہیرِ دونوں کی کھینچے
 ایک سی دونوں طرف تحریرِ دونوں کی کھینچے
 جاں قہقچے میں بھی بے قصیرِ دونوں کی کھینچے
 جب برابر ایک دم ششیرِ دونوں کی کھینچے

میری اور بختوں کی ہاں تصویرِ دونوں کی کھینچے
 بوالہوس جھٹا ہے گر عاشق پہ ہے جرمِ وفا
 دل جگرِ دونوں میں فریادی مگر کیا فائدہ
 کھینچیں جدولِ مصحفِ رخ پر اگر لٹیں تری
 ٹھہرے ہم اور غیرِ گر یکساں تو ظالم چاہئے
 ان بھوؤں سے دیکھیں اس دم کون ہوتا ہے دو چار

ان کے مچھنے پر جو سمجھاتے گئے یارو رفیق
 اور وہ سن کر ظفرِ تقریرِ دونوں کی کھینچے

تو نظر آیا نظر اپنی جدھر کو پڑ گئی
سب پہ ہیں لطف و عنایت ایک مجھ پر ہے عتاب
دور و گلشن میں اس روئے عرق آلودہ کے
ہو کے سرگرم شرارت کی جدھر تو نے نگاہ
کس کی غمخواری پڑی ایسی مصیبت عشق میں
جانا ہوں میں بھی ملتی خاک میں ہے آبرو

کر شب کو ماہ روشن سے چراغ اونچا دکھاتا ہے
قد اپنا باغ میں وہ رشک باغ اونچا دکھاتا ہے
بنا کر آشیاں گویا کہ زاغ اونچا دکھاتا ہے
جو سینہ کوہ اپنا داغ داغ اونچا دکھاتا ہے
کبھی نیچا کبھی اے خاک داغ اونچا دکھاتا ہے
تو دست شاخ پر دکھ کر لیاغ اونچھا دکھاتا ہے

نظر رہتا ہے جس کو کوئی تنگی کا ڈہر دم
مکان وہ کب بنا کر باغ اونچا دکھاتا ہے

سرمہ دے چشم میں اس نے جلا پانی
شک ہے دامن صحرائے جنوں میں جو خار
شک دل آہ پیچے نہ کبھی دل حیرا
یاد قیامت میں ترے روؤں جو اے سرو رواں
کردے آب دم شمشیر سے ایسا سیراب
ہوش آرائش حق خاک ہو اس بھٹوں کو

مردم چشم گئے ناپے کالا پانی
اس کو دیتا ہے مرے پاؤں کا چھلا پانی
کوہ کو کردے اگرچہ سرا والا پانی
تو لب قد سراب ہو والا پانی
کر نہ مانگے ترا پھر چاہئے والا پانی
جس نے جز خاک کبھی سر پہ نہ والا پانی

دیکھے گروہ گل رشاد عرق پاک نظر
تو بھرے باغ میں سیرابی والا پانی

چمکتی آب ہے شبنم جو رخ گل دھوکے
زادہ شک کو ہے شربت کوثر کی طلب
خاک عاشق کی لگی ہے تو جھٹک دے ظالم
ٹا نہ وائید خورشید ہوئے کر حاضر
رحمت اے اشک عداوت کر کیا تو نے سفید
کرتی ہے پاک مرے زخم کو مانند شراب
حرم دنیا کی نمائش پہ نہ جلا یہ سراب
اس کے بھٹکے ہوئے بالوں سے حذر کر اے دل

توئی ہے اے منقار کوہیل دھوکے
ہاں پلادو اے پانی قدح ل دھوکے
تو خراب اپنا نہ کر دامن فرغل دھوکے
بیٹھے جب منہ کو وہ ہاشانو قبل دھوکے
دوسیا ہوں کے سہ ماہے کوہانک دھوکے
اب تیج نگہ مست تغافل دھوکے
دے ہے اے تشہ صحرائے تو گل دھوکے
کر ترے پیچھے پڑی ہاتھ وہ کاکل دھوکے

یا علی ہے وہ نظر خاک سر راہ ترا
آب حیوں بھی ہے تو ہم دلدل دھوکے

جس کو اللہ نظر اپنے صنم میں آوے
دل یہ کہتا رہا لے لینا وہ ہم میں آوے
ہاں جو کچھ مالہ میں دم ہو تو وہ دم میں آوے
تو وہ یہ جائے کہ ہم باغ ارم میں آوے
جس سے طاقت دل بنار الم میں آوے
چمن کیا خاک اس جا کے عد میں آوے
گر نظر تجھ کو نہ یہ ساغر جم میں آوے
دم ترے کشتہ شمشیر تم میں آوے

جائے کیوں دیر میں اور کیوں وہ حرم میں آوے
درم و داغ جگر کام نہ غم میں آوے
اس دم سرد سے تو یار نہ دم میں آوے
تیرے کوچے میں اگر آئے ترا سفت جاں
بوسہ لعل لب یار وہ یاقوتی ہے
لے گیا ساتھ جو ہستی سے ہے بیابانی دل
دل میں دیکھ اپنے تماشاں جہاں غور سے دیکھ
دے سوا تیرے دم اور یہ گرچہ سوار

کیوں ٹوٹتے کاکر کیجئے کہ پھرنے کا نہیں
اب تو جو حرف ظفر آئے قلم میں آوے

نوح غم و حسرت کے سردار بنے رہے
حیرت سے ہیں ہم نقش دیوار بنے رہے
اس واسطے ہیں اب ہم بنار بنے رہے
میرے ہی گلے کے ہیں وہ ہار بنے رہے
پھر دیکھتے وہ کیوکر دیندار بنے رہے
اپنے دل فٹکیں کے غم خوار بنے رہے
توفیق کی آنکھوں میں کیوں خار بنے رہے
ڈوبے بھی نشے کے ہیں نار بنے رہے

تم حضرت دل میرے گر یار بنے رہے
رہے تو ہیں اس گھر میں پر رہتا ہے یہ نقش
شاید کہ وہ بیٹھی دم آ جائے عیادت کو
دامن تلک اس کے تو پہنچ نہ کبھی آنسو
دکھلاتے یہ بت آنکھیں گرشخ جی صاحب کو
دیتا جو ہمیں فرصت رنج و الم حرمیں
ہم اس گل غریبی کو دیتے جو نہ دل اپنا
آنکھیں ہیں بنی راتی وہ تیری بلا کافر

ان مست نگاہوں کی دیکھی نہیں کیفیت ا
صوفی بھی ظفر ورنہ سے خوار بنے رہے

لیوں کے رو برو یاقوت ہر کیا ہے یوں عی ہے
اور اس کے بلبلے سے چرخ ہمسر کیا ہے یوں عی ہے
کہ اس میں جان باقی اسے سنگر کیا ہے یوں عی ہے
وگر نہ آئے میں ایسا جوہر کیا ہے یوں عی ہے
ترے کھڑے کے آگے ماہ انور کیا ہے یوں عی ہے
وہ کیا جانے کہ سے کیا اور ساغر کیا ہے یونٹیا ہے
نہ کر آرائش دنیا کہ یہ گھر کیا ہے یونٹیا ہے
یہ جوش گریہ تیرا دیدہ تر کیا ہے یوں عی ہے
تو بھوٹ اس میں بتا اے ماہ بکر کیا ہے یونٹیا ہے
کہ اس کے آگے طول روز محشر کیا ہے یونٹیا ہے

ترے دانوں کے آگے سلک گوہر کیا ہے یوں عی ہے
وہ نور اشک کے آگے مسند کیا ہے یوں عی ہے
نہ کراٹا ستم تو نیم جاں پر اپنے جانے دے
خدا جانے پر کی روپوں نے کیوں اس کو لگایا نہ
نہ یہ آنکھیں نہ یہ مڑگاں نہ یہ گوش او نہ یہ ہرو
جو پل جاتے ہیں آنسو بھر کے اپنی چشم ساقی میں
جو تجھ سے ہو سکے تو خانہ مقبلے کو دے ترسیں
بجھا تجھ سے نہ سوز دل ذرا بھی بس تجھے دیکھا
کہوں میں حسن میں گر تجھ کو رشک ماہ کشفانی
دردازی کو شب ہجران کی جب دیکھا تو یہ دیکھا

ظفر آیا کہ جس کے ہاتھ نہ خاکساری کا
مرے نزدیک پھر وہ کیا کر گیا ہے یونہی ہے

اے غافلہ شباب کے وہ سن گزر گئے | اب لطف زندگی کا کہاں دن گزر گئے
ہوں سخت جاں کہ زندہ ہوں ورنہ ہزار ہا | صدے اس ایک جان پہ تجھ بن کر گئے
پیدا ہوئی نہ صبح اور آخر جہاں سے ہم | گھڑیاں شب فراق کی گن گن گزر گئے
سوجھ وہ پری کسے سمجھے کہ جس کو دیکھ | ہستی سے آدم و ملک و جن گزر گئے
تھا رہا عشق میں دم ششیر پر گزر | مشکل گزنا اپنا تھا لیکن گزر گئے
اک جلوہ ایسا وہ بت کافر دکھا گیا | ایل سے آج کہتے ہیں مومن گزر گئے
گزری جو ہم پہ کیا کہیں ہم جب اھر سے تم | گزرے نہ آہ اور کئی دن گزر گئے

ظاہر پر اب کمال زمانے میں ہے ظفر
تھے وہ جو لوگ صاحب باطن گزر گئے

جس وقت بڑی زلف سے صاف کھل گئی | دل کی گرہ سی غیرت مد صاف کھل گئی
تو دل کی بات کہہ کر نگہ صاف کھل گئی | تھی بلکہ وہ جہالت کی مد صاف کھل گئی
تیرا نہ جوش اشک لگتا اور ہزار بار | بدلی برس کے اب مڑہ صاف کھل گئی
سینے سے میرے تیرا اس نے جب نکال | تھی خون دل کی بند جو وہ صاف کھل گئی |
کھلتی نہ کیوں کسی سے ترے ہاتھن کی طرح | نیرجی جو دیکھی تیری نگہ صاف کھل گئی
چھٹی ہے کوئی جاہ کی ہڈن بھی ہستیں | جس دم لی نگہ سے نگہ صاف کھل گئی
غافل کبھی ہوئے کبھی ہشیارم یہاں | کہ آکھ بند ہو گئی کہ صاف کھل گئی |
چھپ چھپ کے گرچہ آپ گئے گھر میں غیر کے | لیکن خبر ہزار جگہ صاف کھل گئی

نشر سے کھل گئی نہ رگ جاں میر ظفر
مٹھے ہی پر وہ نوک مڑہ صاف کھل گئی

بدن پہ بال ہیں یوں اس لول کے کانٹے | کہ ہوں درخت میں جیسے پھول کے کانٹے
زیادہ کوئی سے کیونکر نہ ہو خلش پیدا | کہ حق میں ہوئے ہے وہ بواغصول کے کانٹے
بڑی درازائی مڑگاں کا ہے بڑا کھکا | کہ ہم نے دیکھے نہیں اتنے طول کے کانٹے
دقیب نہیں زن اس گل کے ہم نہیں ہیں مدام | یہ کیا ستم ہے کہ ہیں پاس پھول کے کانٹے
جو دیکھتے اس گل عارض کو باغ میں گل چیں | پتے گلوں کی جگہ ہوش پھول کے کانٹے
کلام کیوں نہ ہو سنجیدہ کلمہ سخن کا | کہ تولتے ہیں وہ لے کر اصول کے کانٹے

غم و الم کے شتابی دل ظفر سے نکال
الہی صدقے سے اپنے رسول ک کانٹے

نہ ہم پوچھ اے ہم بھلی کیا ہے بری کیا ہے
اگرچہ بھل تو رکھتا ہے اور کچھ ہوش رکھتا ہے
بھلائی اور برائی یاں ہیں دونوں پر مجھ اتنا
رہے انسان و حیوان میں بتا پھر فرق کیا باتی
مثال آئینہ ہے گو کہ صورت آشنا لیکن
جو نیکی و بدی کا فکر ہے سو ہے وہ ہستی میں

تائیں اب تجھے کیا ہم بھلی کیا ہے بری کیا ہے
تو آپ ہی سوچ یہ ہر دم بھلی کیا ہے بری کیا ہے
زیادہ کیا ہے کیا ہے کم بھلی کیا ہے بری کیا ہے
اگر جانے نہ یہ انسان بھلی کیا ہے بری کیا ہے
نہیں سرت سے تو محرم بھلی کیا ہے بری کیا ہے
عدم میں کچھ نہیں یہ غم بھلی کیا ہے بری کیا ہے

وہ کچھ جو بھلی ہو اور بری ہرگز نہ ہو اس میں
ظفر کو سوچ اک عالم بھلی کیا ہے بری کیا ہے

کسی سے سیکھ کر کتنا ہے باتیں ہم سے تو ایسی
مبا جو پھر دیا پیادلی کی آج گھاس ن میں
لگائے گر نہ منہ آئیے کو ت اے پری جگر
کھلی رہ جائیں گی بعد از فنا بھی دیکھنا آنکھیں
کہا تصویر بھٹوں دیکھ کر اس نے مصور سے
ترے روضہ گوشت سے بتا تھپیہ دوں کیونکر

کی تھی آج تک ہم نے نہ حیرت مہنگو ایسی
خدا جانے کہ ہے کس گلی کی اس کی جنوں ایسی
تو کس صورت سے ہو عالم میں اس کو آبرو ایسی
کہ ہے ہم کو کسی کے دیکھنے کی آرزو ایسی
کھنٹی میرے بھی دیوانے کی صورت ہو بہو ایسی
نہ ہے لالے میں رنگ ایسا نہ ہے سخیل میں یو ایسی

مری ہر بات پر وہ آج ہی ہوتا ہے کیا ہم
ظفر اس بے مروت کی بیڑ سے ہے غول ایسی

جب اس عالم سے اس عالم میں ہم گریہ کہاں آئے
مری باتیں پہ وہ آرام جاں اک دم نہ آوے گا
دل اپنا لگ گیا کچھ نفس میں اب کسے پروا
پچھریں خانہ بختہ مہر دم پر حیف اے گردوں
جواب صاف ہی تو کاش دے تسکین کے بدلے
ترے ہاتھوں سے گرچہ ناک میں دم اپنا آتا ہے
لگاسی منزل ہستی میں دل کیا خاک ہم اپنا
نہ آئے وہ کبھی سنتے رہے ہم روز دہاں سے

کہاں دل میں کہاں تھے ہم کہاں آئے
اگر سوار دم آنکھوں میں آئے لب ہچاں آئے
بہار آئے جن میں مصفیرو ایفزاں آئے
کہ میرے گھر نہ یک شب و مہرہاں آئے
بل سے صبر تو دل کو مرے اے دلستاں آئے
گھر کیا تاب جو لب پر کبھی آہ و فغاں آئے
کہ ہیں دو روز اس مہماں سرا میں مہمان آئے
کہ اب وہ آئے یہ آئے وہاں آئے یہاں آئے

ظفر ساہر سے ہے گردش زروں کی جان کا پتلا
کہ ہم گردش میں آئے جب سے زیر آسمان آئے

شروع غزلات

نہیں مستوجب تعظیم و زیارت چکھا جو کہیں اہل شریعت کو ہے بدعت چکھا
اک تراشا ہے اسے کتنی ہے خلقت چکھا رکھی ہے گری ہنگامہ عشرت چکھا

آنٹن شوق کو ہے سوجب شدت چکھا

نور و لطاف و کرم کی ہے یہ سب اس کی جھلک کہ وہ ظاہر ہے ملک نور ہے باطن میں ملک
اس تراشے کی نہ کیوں دھوم ہو فلاک ملک آفتابی سے مجل جس کے ہے خورشید ملک

شہنا اس شہر اکبر کی جدت چکھا

شائق اس سر کے سب آج ہیں بادیدہ دل واقعی سر یہ ہے دیکھنے ہی کیے قابل ا
چشم انجم ہو نہ اس سر پہ کیونکر مال سر یہ دیکھے ہے وہ بیگم والا منزل

جس کے ایوں کا رکھ ماہ سے نسبت چکھا

رنگ کا جوش ہے مایا سے زبس ماہ ملک او بے ہیں رنگ میں مدہوش سے آگاہ ملک
آج رنگین ہے رعیت سے لگشاہ ملک زعفران زار ہے اک باغ سے درگاہ ملک

دیکھنے آئی ہے اس رنگ سے خلقت چکھا

عشرت و عیش کا ہے باغ میں انبوہ مجب مرق شبنم گل چپے ہے گری کے سب
بے طلب غنچہ نہیں باز سے کھولے ہوئے لب شاہدین جن اس دم ہیں جو سرگرم طلب

دکن باد سے چاہیں ہیں بہت چکھا

غنچہ پوچھے ہے صاب سے کر بنا دے کیا ہے چشم کیوں شوق میں زخمس کے بیٹھا ہے
کیا تراشا ہے کسے دیکھے ہے دیکھا کیا ہے سایہ برک سے گل باغ میں یہ کہتا

کیا تراشا ہے کسے دیکھے ہے دیکھا کیا ہے سایہ برگ سے گل باغ میں یہ کہتا ہے

وقت فغانہ مرے سہ پر لگا مت چکھا

ہر عمر شوق میں کیا وجد کرے ہے اپنے دیکھا برگ جو شاداب ترے ہے اپنے
ہاتھ پر گل در شبنم جو دھرے ہے اپنے جوش فوانہ سے دامن جو بھرے ہے اپنے
کوہر قطرہ نیران لطافت چکھا ا

سگے بھی عدم و دساز سے سنتے ہیں سدا بعض سواز سے بلجائے ہے دل انساں کا
وہ بجا کہتے ہیں ہر بات کہ ہم نے دیکھا ہر گھوڑے پہ ہے چھپے کی طرح دل بٹا
آج نوبت سی لگا کرنے یہ نوبت چکھا

درختیں دیکھ کے چھپے کی کہیں اہل خسرو کہ وہ ہے غم کی طرف مار رہا دست رو
ایک میں نے اس اشارے سے یہ پایا تھو ہے تراشائیوں کو اپنے یہ بلانا شاہ
دست بھناں کی جو رکھتا ہے شہادت چکھا

چشم نم کو جو وہاں بہر تراشا جائے جام صہبا کی طرح سخت ہنسی آ جائے
کیونکہ جوں شیشہ ہستی سے نہ اٹا جائے عیش و عشرت کا ہے یہ جوش کہ گھبرا جائے
گر بھلے دل پہ نہ شش وقت حراست چکھا

مرد و زن شاہ و گدا کو دک و بھرو برا ا جو ہوا غولہ ہیں چھپے کے وہ سب ہیں بکرا
ہر طرف شور سا ہے اور بکرا ہے غولہ کی ہے ہنگامہ عشرت نے قیامت بکرا
ایک نیزے پہ ہے خورشید قیامت چکھا

دیکھ کہ سچے میں یہ سوجھی ہے مثال مہ و خورشید بھنکی گہر ہیں ہنگام وصال
ایک صنایع کی ہے اور یہ صنعت کا کمال اس میں جواں بروئے مہر و جوتایا ہے ہلال
ہے مہ عید صفت موجب شہرت چکھا

خوشنمائی میں تراشا یہ کوئی چکھا ہے طرف و مادر و زریشت وہ وزیرا فرا ہے
زیور حسن پری چہرہ دمہ سہما ہے شاہد عیش کے ماتھے پہ بھلا لکھا ہے
ہے خلا کار یہ مینے کی جو صوت چکھا

جو کہ خواہاں مئے عیش ہیں ان سے کہہ دو تم کو منظور اگر یہ ہے کہ کیفیت ہو
دو تم آراستگی بزم مئے الفت کو نہیں سوزہ کہ طاقوں میں پہنے ہیں دیکھو

سروحدت ہے اگر دیکھئے پیچھے کا جلوس
 کیوں نہ پیچھے سے دل طا عیاں ہو مانوس
 لینے یک رنگ ہیں سب باعث رنگیں ملوس
 الٹا لٹکا ہے یہ پڑھنے کو نراز سیکوس
 کوئی عابد ہے یا امل ریاضت چکھا

کون اس پیچھے سے روکش ہو یہ ہے تاب کے
 سر بلندی ہوئی اس واسطے عالم میں اس
 مہر جب دیکھ کے پیشانی عجز اپنی تھمے ا
 اس کی درگاہ میں چکھا یہ چھڑھے ہے پیچھے

قصر جنت میں اگر حور ہے جنت چکھا

دل گرفتوں کا یہاں کیوں نہ ہو تفریح مزاج
 ہر طرف عیش کا سامان ہے عشرت کا رواج
 یہ تاشا مرض غم کا بھرب ہے علاج
 اے ظفر خاطر یاران ہوا خواہ کو ساج

فرحت افزا ہے دم گری صحت چکھا

مخمس ثانی

کوئی جاوے جو ابھر شام وپکا ہے گا ہے
تو کہتے اس سے یہ ہمالہ و ہے گاہ
چاہیے زخم سرخال بنا ہے گا ہے
اس طرف بھی تمہیں لازم ہے نگاہ

دم بدم لکھ پہ بکھٹ نہیں، گا ہے گا ہے

دل پہ سوزش سے سدالب یہ ہے ہر دم دم مرد
اشک سرخ آنکھوں میں ہے رنگ ہے رنگ ہے رخسار کا زرد
ہمدرد پہچھو نہ تم حال دل غم پر درد
ہے بلا کثرت انبوہ دھوم غم و درد

دل کو فرصت نہیں اتنی کر کا ہے گا ہے

کیا کہوں کیونکہ غم بھر میں گلڑیاں گمن گمن
دن سے ہم رات کیا کرتے ہیں اور رات سے دن
مر بھی جاویں اسی حالت میں اگر ہم اس بن
بزم جہاں میں ہمیں بار کہاں ہے لیکن

دیکھ لیجے ہیں اس ہم سر داہے گا ہے

فرصت اک دم کی نہ دی ہم کو ہجوم غم نے
خون کے دبلا کئے جاری کچھ چشم نم نے
جو نہ کہنا تھا کیا تیرے لئے عالم نے
اب تو یہ مہر کیا پاہ کے نم کو ہم نے

روبر ہو جو کسی اور کو چاہے گا ہے

جب سے میں عشق مری اس شوخ کے ہوں، تجو رو خواب
کہ نقاب لب پہ ہے اور چشم سے جاری خواب
دیکھنا اس کو بھی اک دن یونہی با چشم پر آب
وہ بھی ہو جاوے گا میری ہی طرح سے بناب

اس کو پہنچا جو ظفر صدمہ آہے گا ہے

مخمس ثالث

مکوش دل میں مرے آئی نحر آواز سروش
کہ کسی یار کے ٹکڑے سے نہ کر کچھ تو فروش
گر کہیں یار برا، لطف سے تو ہو جا خاموش
یار حیار ہے پھر یار سے اے صاحب ہوش

لطف کن لطف کو بیگانہ شود حلقہ گہوش

مجھ سے ہے کس لئے بیگانگی اتنا کرتا اس شے تھا ہو تو ایسا کہ وہ ہو تجھ پہ فدا
گڑا دیے سے جو مرے زہرا سے دیوے بلا تو تھا ہو کے نہ کر آپ کو اپنے سے تھا

لطف کن کر بیگانہ شود حلقہ گہوش

مجھ سے بے کار کو کرتا ہے گراپنا منظور کہ رہے حلقہ طاعت میں را میرے حضور
تڑک کر نکل و نفاق و حسد و عجب و غرور لطف کر اپنا عمل لطف کر اپنا دستور

لطف کن لطف کر بیگانہ شود حلقہ گہوش

پدو مادر و خ و بہر، زن و چود دختر عم و عمو وانی، خولہ و مہتر و کہتر
ہدم و سولس و شہوار و رفیق و نوکر لطف سے اپنے تو سب ہوتے ہیں تابع و نکر

لطف کن لطف کر بیگانہ شود حلقہ گہوش

عازم کہہ ہو تو خواہ ہو تو ساکن رہ لطف کن لطف کر ہے لطف سے انجام بخیر
تو کرے لطف تو کوہ یتہ کرے تجھ سے صبر لطف سے ہووے ہے اپنے سے سوا اپنا غیر

لطف کن لطف کو بیگانہ شود حلقہ گہوش

لطف سے وحشی صحرا ہی نہیں تھا رام لطف سے مای و مرغ آئے تہ حلقہ رام
لطف سے بچے ہیں انساں ہی فضا کیا عدام لطف سے ہووے پرستار پری، دیو غلام

لطف کن لطف کر بیگانہ شود حلقہ گہوش

لطف سے آدمی سے فیل کی گردن پہ سوار لطف سے ڈالتے ہیں ناک میں اشتر کے مہار
لطف سے پکارے گئے شیر و پنگہ، ہمدومار لطف وہ شے ہے کہ بن جاتے ہیں افیار بھی یار

لطف کن لطف کر بیگانہ شود حلقہ گہوش

لطف سے کن کے ہوئے کہتے ہیں دونوں عالم لطف سے روح ہوئی داخل جم آدم
لطف سے گرچہ ہو معشوق بھرے عشق کا دم لطف سے غیر بنے بندہ بے دام و دم

لطف کن کر بیگانہ شود حلقہ گہوش

لطف ہے مطلب اٹھار وفا کی تمہید لطف ہے قفل درخانہ الفت کی کلید
صاحب لطف کی برائے ہے آخر امید کر لیا لطف سے یوسف کو زینکا بنے خرید

لطف کن لطف کر بیگانہ شود حلقہ گہوش

فیس لینے پہ بنا لطف کے باعث مجھوں کوکسی لطف سے شیریں کا ہوا تھا مفتوں

ہر کے واسطے تھا لطف سے رانجھا محروں لطف سارے کوئی چارو ہے نہ کوئی اوس

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ گہوش

ماشق لطف ہیں ہم ماشق و ہم جاما نہ لطف سے خج جلی شب تو جلا پروانہ
لطف وہ شے ہے کہ افیاد کرے یا رانہ گر نہ ہو لطف تو اپنا بھی ہے بیگانہ

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ گہوش

لطف کیا گئے ہے کیا چیز ظسام اکبر روبرو لطف کے سب پہچ ہے صبا اور تغیر
حق تعالیٰ نے بڑی لطف میں دی ہے تاثیر لطف بن غیر ہو کب نام محبت میں اسیر

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ گہوش

تو کرے سبزہ بیگانہ پہ گر لطف عیاں ہو کے خوش تھ سے وہ خوشبو ہو مثال ریاں
کوئی کہاس عی ہو بیگانہ و ش مافرماں لطف سے تابع فرماں ہو ترا بادل وہاں

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ گہوش

لطف ہے دل کے پھسانے کو وہ دام گیسو لطف ہے کھینچنے کو دل کے کندہ چادرو
مدئی ہو کہ مخالف ہو کہ بدخواہ و مدد ہو ترے حلقہ طاعت میں کرے لطف جو تو

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ گہوش

تو گولا نہ سمجھ بلکہ ہوا اور تراب جی میں ہے لطف چلے اس کے یہ ہمراہ رکاب
ہے کہاں شعلہ جوالہ کدھر ہے گرداب صاحب لطف کے ہیں حلقہ گہوش آئل و آب

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ گہوش

بزم عشرت میں بھی ہے لطف سے لطف اک ہر شے گر نہ ہو لطف تو بے لطف ہے سب نغمہ و نئے
لطف سے جم کے ہے حلقہ طاعت میں جو سے یہ بجا دائرہ عیش میں دف کہتا ہے

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ گہوش

حلقہ سوج ہوا قوس قزح قوس ہلال گردش چرخ بریں گردش مہ گردش سال
گردش راغری، گردش فانوس خیال سب تجھے کہتے ہیں یہ حلقہ گہوش کی مثال

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ گہوش

جب کماں خوب جھکی لطف سے باعجزہ و نیاز لیا آغوش میں جب تیر ساز کش طراز
سب کے گوشوں سے ہوتو کشش تیر انداز کہ نکلتی ہے کماں سے کماں کے آواز

لطف کن لطف کر بیگانہ شود حلقہ گہوش

پرتو لطف سے خورشید کے ہو نور آ گئیں
حلقہ ہندگی مہر ہے یہ ہالہ نہیں
رات کو کہتا تھا گروں پہ مہ ہالہ نہیں
مہر کو مہر کرے غیر محبت آئیں
لطف کن لطف کر بیگانہ شود حلقہ گہوش

کچھ گل و سرو میں بھی لطف کا دیکھا اسلوب
اے ظفر لطف ہے وہ شے کہ ہے سب کو مرغوب
ان کو بھی بلبل و قمری نے جو سمجھا محبوب
یہ گلستاں میں کہاں بلبل شیراز نے خوب
لطف کن لطف کر بیگانہ شود حلقہ گہوش

خمس رابع

جب تری شمشیر سے کتنے ہی سر اڑ جائیں گے
ہم نہیں وہ جن کے وساں دیکھ کر اڑ جائیں گے
دن سب کے باعث خوف و خطر اڑ جائیں گے
اور تو دمکی میں اے بیدار گر اڑ جائیں گے
پر نہیں ملنے کے ہم لگوے اگر اڑ جائیں گے

ہم صغیر و اب تو میں چمکے میں اس کے پڑ چکا
پوچھو اس ظالم سے تو مقراض کیوں ہے احمق
لاکھ پھڑکوں پر نہیں ممکن کہ ہوں اس سے جدا
پڑ کترنے کی مرے صیاد کو ہے فکر کیا
دام ہی کی کشش سے میرے پڑ اڑ جائیں گے

صدقے اس رفتار کے قربان اس انداز کے
دل کو ٹھکرا کر چلے جب تو کسی جانباز کے
انختے ہیں سوتے ساتھ اک پاؤں کی آواز کے
دیکھ کر انداز کو تیرے خرام مار کے
ہوش بھی کبک درہی کے فتنہ گراڑ جائیں گے

ہوں جدا جس روز سے اس رونق محل سے میں
دن تو بے تابلی مسی کا ہوں بسر مشکل سے میں
کچھ ترپنے میں نہیں کم پار بھل سے میں
کروٹیں لوں گا جو یونہی شب کو درد دل سے میں
کھل کے گلہائے نہالی تا سحر اڑ جائیں گے

لہر فتح سوو ڈر تارو لطف مرغ روخ گھڑی
دیکھ کر ہر تار بارش سوتیوں کی سی لڑی
جنہش باراں ہوا باندھی تو ہے تو نے بڑی
چشم دیا بار نے باندھی جو آنکھوں کی جھری
دیکھنا تیرے دھوئیں اے ہر تیر اڑ جائینگے

اھر ک شب میں نے جب دیکھا نہیں ہوئی حیر
کان بکیرے لگائے پر نہ بولے جانور
ہب تو یہ میں نے کہا اچار سبز کوٹ کر
کوٹ پر آواز کیوں رہتا جو یہ ہوئی خبر
آج دنیا میں سے سب مرغ حیر اڑ جائیں گے

اے گل خنداں بتا ہم کو ہمارا کیا قصور
مثل خار رہ پیچھے ہے گلی سے تو جو دور
ہم کیوں کو اٹھا خاک در سے کیا ضرور
ضعف سے ہے ہم کو سر مر جنہش مڑگان سور
ایک جھوٹے میں خدا جانے کدھر اڑ جائیں گے

کچھ نہ پوچھو ہمدرد جو دل میں ہے سناہاں
سازش دل سے کروٹا میں اگر آہ و فغاں
ساجھ دم کے ہر نقش نکلے ہے شعلہ یا دھواں
برج آتشبار کی صورت بروج آسمان
دیکھنا بھر کر مرے دور فکر اڑ جائینگے

روز فرصت کیا کرامت ایک سنتے ہیں جدید
روز کہتے ہیں کہ باغ قدس کی کرتے ہیں دید
آفرش ان کو بنا کر طائر عرش مجید
شیخ صاحب کو اڑا دیں گے اگر پوچھیں مرید
لی نہ سکتے ہوں گے تو بھی عرش پر اڑ جائیں گے

صبح گلشن میں سبا تیرا اگر ہووے گزر
کیو بلبل سے ذرا اٹکا کر اسے شوریدہ سر
کر رہی ہے پیچھے کیا شاخ گل پر بیٹھ کر
یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

بات جو کرتے نہیں ہر گز فریب و سحر بن
گل کھلے گا جب کہ ہوگا کوئی ان کا مہجن
تو ہوا غواہی کا دھوئی معتران کی نہ گمن
لوگ باغ سبز دکھاتے تو ہیں پر ایک دن
ہاتھ کے طوطے سے ان کے اے ظفر اڑ جائیں گے

مخمس خامس

مفتگو اوروں کے شامل کبھی ایس تو نہ تھی ہوتی سخت ہمیں حاصل کبھی ایس تو نہ تھی
 رہتی اس بزم میں کل کل کبھی ایس تو نہ تھی بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایس تو نہ تھی
 جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

پوچھتا ہوں دل بیتاب سے میں یہ ہر بار کہ نہ سیماب نہ تو برق نہ شعلہ نہ شرار
 پھر جو تو مضطرب اٹا ہے بتا تو کیا بار لے گیا چھین کے کون آج ترا صبر و قرار
 بیقراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی

ہوں تو مدت سے ترا شیخوہ روئے کو پر جواب حال ہوا ہے یہ نہ دیکھا تھا کبھو
 بس نظر ملتے ہی دل پر نہ رہا کچھ ٹاپو تری آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جاو
 کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

جلوہ اپنا جو دم چادرہ نے دکھلایا میں نے پوچھا یہ نیا نور کہاں سے پایا
 آج تو موج پہ جو اٹکا چمک کر آیا کس دھندلے نے کس کے ہے تجھے چمکایا
 اب تجھ میں مہ کال کبھی ایسی تو نہ تھی

جو ہمارے لئے خالق نے بتائی تکلیف وہ ہمیں خلق کے دستے میں خوش آئی تکلیف
 پر کہوں کیا کہ بڑی ان دنوں پائی تکلیف اب کی جو وہ محبت میں اٹھائی تکلیف
 سخت ہوتی ہمیں منزل کبھی ایسی تو نہ تھی

کروئے خانہ ندائ کی مری جی کا سکون میری وحشت کا وہ نعل شکے بہم کہتے ہیں یوں
 جہدم آج ہے زنجیر کی جھکڑ فسروں پائے کو ہاں کوئی ندائ میں بنا ہے بہتوں
 آئی آواز سلاسل کبھی ایسی تو نہ تھی

نہیں پروا اے انہوں کہ میرا بھل جڑ پے ہے خاک پہ اب تک کہ گیا خاک میں ل
 نہیں معلوم وہ کافر ہے کدھر کو مائل تک بار کو اب کیوں ہے تغافل اے دل
 وہ ترے حال سے غافل کبھی ایسی تو نہ تھی

کچھ خوش آئی ہیں اس کو مری لیزا بن بلکہ درپے ہے مرے قل کے وہ رات اور دن
 اس کے ہاتھوں سے مری جان بچے کیا ممکن چشم قاتل مری دشمن ہے ہمیشہ لیکن
 جیسی اب ہو گئی قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی

جاننا ہے اسے تو خوب کہ ہے عاشق زار
وہ کسی بات پہ تجھ سے نہیں کرنا کرار
دل تو کیا جان کے دینے میں نہیں ہے انکار
کیا سبب تو جو بگڑتا ہے ظفر سے ہر بار
خوڑی خود شامل کبھی ایسی تو نہ تھی

مخمس سادس

نظر پڑے جو کہیں چاک درکھلے کے کھلے
عجب ہے کہا کہ رہیں اب اگر کھلے کے کھلے
شکاف دل کے رہے ہر بر کھلے کے کھلے
کسی کے وزن درد کچھ کر چلے کے کھلے
ہمارے وہ مجھے دے دھر کھلے کے کھلے

کرے ہے سر پہ لٹک جس کے روز فتنہ پا
نہ پوچھ مجھ سے یہ خانہ خراب ہے کیا
جو گھر کو چھوڑ کے ہے آغوش نکل جانا
کہوں میں چرخ کی خانہ خرابیاں کیا کیا
بچ ہیں تنکڑوں عالم میں گھر کھلے کے کھلے

پڑی وہ حسن کی ہے تیرے دھاک گلشن میں
تجھے بتائیں گے جب شرمناک گلشن میں
کہ عذیب ہوئی جل کے خاک گلشن میں
نگوں کے ہوں گے جگر چاک چاک گلشن میں
رہیں گے بند بآ تیرے گر کھلے کے کھلے

مئے وہ دن کہ لگا کر ہزار ہا باتیں
کرے گا ہم سے وہ اب بیدھڑک ملاقاتیں
نصیب وصل کی ہوئی تھیں ہمدرد راتیں
نکلی ہیں یاد نے شاید کھلی کھلی باتیں
وہاں سے لائے جو خطا نامہ برکھلے کے کھلے

نیم مہج سے گلشن میں جب کھلے غنچے
وہیں میں رکھتے نیاں کو ہزار تھے غنچے
تو اپنے حسن پہ مازاں بہت ہوئے غنچے
کلام کر نہ سکے تیرے سامنے غنچے
جہن میں سب کے رہے منہ سر کھلے کے کھلے

بیان کرنے کو تھا تجھ سے میں دم بسمل
پر ایک بات کا کہنا بھی ہو گئی مشکل
جو رزم کھانے میں مجھ کو ہوئے مرے حاصل
علاوت دم خنجرے سے تیرے اے قاتل
رہے مرے اب رزم جگر کھلے کے کھلے

یہ اپنے صحن پہ مغرور تھا وہ مہ پارا
 کہ کچھ بھی کہہ نہ سکے ہم ہزار سرمارا
 جو مدعا تھا رہا دل کا دل میں ہی سارا
 نہ پایا اس سے جو ہم نے کلا کا یارا
 ہمارے رہ گئے لب اے ظفر کھلے کے کھلے

غزل سابع

ستم کرتا ہے بے مہری سے کیا کیا آساں ہم
 کہے جاؤں گا میں ہر دم یہی جھٹک ہے دم میں دم
 خدا دارم چہ غم خدا دارم چہ غم دارم

فصل کے ہاتھ سے کیا کیا مرا دل رنج سہتا ہے
 کہ اک آنکھوں کا دریا چشم سے دن رات بہتا ہے
 نہیں فرصت ذرا غم سے اسی میں غرق رہتا ہے
 مگر تائید حق پر جب نظر کرتا ہے کہتا ہے
 خدا دارم چہ غم خدا دارم چہ غم دارم

علم و اندوہ سے حالت ہوئی ہے اس قدر میری
 کہ ہوتا غم سے قتلیم آپ صورت دیکھ کر میری
 اگرچہ بار غم سے اب شکستہ ہے کمر میری
 نہیں پر دل شکستہ میں خدا پر ہے نظر میری
 خدا دارم چہ غم خدا دارم چہ غم دارم

مرا دل رنج و غم سے ہے بہت جس وقت گھبرا
 تو یہ احوال ہوتا ہے کلیجہ منہ کو ہے آ
 نہیں ہر گز سمجھتا کوئی گر ہے لاکھ سمجھتا
 مگر میں جب یہ کہتا ہوں تو بارے ہے ٹھہر جاتا
 خدا دارم چہ غم خدا دارم چہ غم دارم

بلا سے گر نہیں کوئی رفیق و آشنا میرا
 خدا پر حیاں ہے میرا نگہان سے خدا میرا
 خدا آساں کرے گا، گو ہے مشکل مدعا میرا
 خدا حای ہے میرا اور خدا مشکل کشا میرا
 خدا دارم چہ غم خدا دارم چہ غم دارم

نہیں غمخوار کوئی کون کر سکتا ہے غمخواری
 توقع جس سے یاری کی تھی وہ کرتے ہیں عیاری
 خدا سے اپنی میں رکھتا ہوں امید مددگاری
 نیاں ہے جب تلک منہ میں نیاں سے ہے یہی جاری
 خدا دارم چہ غم خدا دارم چہ غم دارم

کوئی مغرور اپنے زور پر ہے کوئی دولت پر
ظفر تکیہ کیاں میں نے فقط اس کی عنایت پر
کوہ نیازاں شکوہ و شان پر ہے کوئی شہت پر
کسی سے میں نہیں کہتا ہوں رہنی اپنی قسمت پر
خدا وادم چہ غم دارم خدا وادم چہ غم دارم

عاشق

مخمس

منہ چڑھے میری آہوں کی فغانوں کے
اف منہ سے نہ کیوں نکلے ہر پیر جانوں کے
منہ آگے ہے شرمندہ ان شعلہ فشانوں کے
مالوں میں بلا گری ہے سوخت جانوں کے
اس کوچے میں بیٹھے ہیں بہترے مکانوں کے

جب بستر گل پر تو رکھتا ہے قدم اپنا
آگاہ نزاکت سے ہو گر تو گل رستا
ہر بارگ گل ہے پاؤں میں ترے مہوتا
عارض کے سے ہر کرکیوں ہاتھ کو ہے سوا
قرآن ترے رخ پر چھٹوں کے نشانوں کے

ہے وہ فغان عی سے کیا رنگ لگ کلا
سوزش مرے مالوں کی مت پوچھ کیوں میں کیا
آہوں کے ہے شعلوں سے خورنی بھی تھراپا
ان مالوں یک گری سے ہیں سکہ گئے دیا
سکوا لب سائل ہیں لب تشہ دہانوں کے

دم مالک میں ہے آیا پھولوں کے چکے سے
اچھلے نہ کیجیہ کیوں پتے کے کھڑکنے سے
ہے معزز اڑا جانا بلبل کے چپکنے سے
اللہ کی نزاکت وہ غنچے کے چکے سے
بولے کہ نہ پست جاویں پر دے کہیں کانوں کے

جب جس میں مجھوں کے خوں کا نہ رہا قطرہ
اس دم کہیں صحرا میں پانی کا نہ تھا قطرہ
اور آگے سے آنسو کا کوئی نہ بہا قطرہ
جوں آبلہ پا سے کانتوں پر گرا قطرہ
تھا آب بجا حق میں ان رنگ نابوں کے

معلوم نہیں تیری اے عشق یہ ہے کیا غو
دکلا لے لگا اپنی جب شان قبل کو
آ کر جگر و دل کو اک دم میں مرے لو ہو
ساتھ آہ و فغان کے یوں آنکھوں سے بہے آنسو
ہو فوج رواں جسے با ساز و نشانوں کے

اے عیسیٰ دوراں ہے تیرا یہ سخن شیریں
 تو حق میں ہمارے ہے جلا دہم آئیں
 ارکان نہیں غم سے دے ہم کو ذرا تسکین
 جاں بخش ہیں یہ تیرے کو لعل لب رنگیں
 پر ہم کو تو اے ظالم لالے بیڑ جانوں کے

جانور کی کندیں میں یا آنکھوں کے ڈورے ہیں
 اور ابروؤں کو تیری سب دیکھ کے کہتے ہیں
 مڑگاں ہیں تری کافر مقبر کے نیزے ہیں
 کاجل کی بھوین تیری تحریر عی کہتے ہیں
 دہم کے یہ پلے ہیں سطحوں کے کمانوں کے

دل پ اک نہ ہو جب تک دنیا کی تمنا سے
 ناداں سے نہیں کہتے ہم کہتے ہیں داں سے
 کیا کام نکلا ہ سے تسبیح و مصلیٰ سے
 دلا ہے جو دل اپنا پھیرے ہے وہ دنیا سے
 کیا پھیرنے سے حاصل تسبیح کے دانوں کے

زلفیں تری بھری ہیں عالم میں جو مستی کے
 نور کوشوں کے آویزے دھن ہوں نہ کیوں جی کے
 زخمیریں ہیں بلا میں یہ چھوڑنگی نہیں اس
 جوں آبلہ زہر آگیں ہو کام میں مقرب کے
 زلفوں میں نہاں یوں ہیں ہیرے ترے کانوں کے

ہر شعر صفائی میں ہے سکھ گمہ اپنا
 جاری نہ رہے سکھ کیوں علم فہم اپنا
 ہے ہر ورق دیواں گنجیدہ زر اپنا
 ہے نقد سخن رائج عالم میں ظفر اپنا
 منہ کھول دیے ہم نے مت سے خزانوں کے

مختصر جامع

ان کو بد و نیکوں سے صحبت میں کیوں تو کیا کیوں
 پوچھتے ہو کیا حقیقت میں کیوں تو کیا کیوں
 اور مجھ کو ان سے الفت میں کیوں تو کیا کیوں
 کہنے میں ہوتی ہے خفت میں کیوں تو کیا کیوں
 یارو کہتا ہے قبات میں کیوں تو کیا کیوں

ماشتی کو ماشت کال سے پوچھا چاہئے
 گزرے ہے بھل پہ جو بھل سے پوچھا چاہئے
 زخم کھانے کا مڑا گھائل سے پوچھا چاہئے
 دل کی جو حالت ہے اس بیدل سے پوچھا چاہئے
 دل عی جانے ہے وہ حالت میں کیوں تو کیا کیوں

حال دل اپنا کبھی کہے میں گرا ہا ہے کچھ! میں تو کچھ کہتا ہوں اور غیر اس کو سمجھتا ہے کچھ
 ہو جہاں جی میں فانی واں کہا جاتا ہے کچھ کہاں کیوں ہو کر مکدر وہ تو جھنجھلاتا ہے کچھ
 واں تو دل میں ہے کدورت مری کیوں تو کیا کیوں

ایک تو رش رقیب اور دوست ہجروں کا غم سوخت جاں سینہ بریاں دل ہے خواں اور چشم غم
 کیا کروں اس کی جفاؤں کا بیان میں دم دم بکھنڈ و پچھو دوستو جو کو کئے اس نے ستم
 ان کا کہنا ہے شکایت میں کیوں تو کیا کیوں

یوں تو آنکھوں میں پھرا کرتی ہے اکثر اس کی شل شوق پر کہتا ہے ظاہر دیکھ چل کر اس کی شل
 کل نظر جو آگئی قسمت سے دم بھر اس کی شل جی میں تھا کچھ میں کیوں گا دیکھ کر پر اس کی شل
 ہو گئی سکتے کی حالت میں کیوں تو کیا کیوں

گونہ کی منہ سے بیاں شرح و تمنائے وصال ان کو سب معلوم ہے جو دل میں گزرے ہے خیال
 کوئی چھپتی ہے محبت اس کا چھینا ہے حال میری نظریں عیا کہے دیتی ہیں میرے دل کا حال
 ان سے اپنا راز ازلفت میں کیوں تو کیا کیوں

تم کو غیروں سے نہیں محفل میں فرصتی ایک آن جو نے تو گوش ل سے راز دل کا سب بیان
 کیونکہ سرکوشی کروں ہے مجھ سے عالم بدگمان کان ٹکنے سے ترے سب کے کھے ہوئے ہیں کان
 تجھ سے اے کان راحت میں کیوں تو کیا کیوں

کوئی وحشت مجھ کو مہلانا ہے اور کوئی ہنوں دل سے نکل ہے فقاں اور چشم سے جاری ہے خوں
 روٹی میں ان کی ہے جو کچھ مراحاں زیوں روٹی تو چاہتی ہے یہ کہ کچھ ان سے کیوں
 اور کیوں تو ہو بدروت میں کیوں تو کیا کیوں

بستر غم پر پا ہوں زار و بیمار و غریب چشم بزرگ زرد دل پر درد جاں حسرت نصیب
 اس کی دوری سے ہوا ہوں میں تو مرنے کے قریب مجھ سے چل تو درد دل کیا پوچھتا ہے اے طیب
 سب کہے دیتی ہے صورت میں کیوں تو کیا کیوں

لے کے مامے کو مرے جب مامہ پر چلنے لگا جی میں آیا کچھ کیوں پ سوچ کر جی میں کہا
 آرزوئے شوق شرح جز جز و الحنا معائے خطہ تو سب قاصد کو میں نے لکھ دیا
 اب زبانی وقت رخصت میں کیوں تو کیا کیوں

تم جو فرمات ہو یہ مجھ کو تجھے سورا ہے کیا آپ کی جانے بڑا احوال اب میرا ہے کیا
 ہے حلاوت عشق میں کیا اور مرا اس میں ہے کیا تم نہیں آگاہ ماسح عشق میں ہوتا ہے کیا

تم سے اے حضرت سلامت میں کیوں تو کیا کیوں

ہر نفس سینے سے مالے کو ہے آہنگ سفر
مجھ کو گرے سے کہاں فرصت لکھوں میں شعر تر
ہوئے عی مڑگاں سے رخصت قطرہ خون جگر
یہ تو جلدی میں غزل میں نے کہا ہے اے ظفر
تو ہی کہہ گئے وقت فرصت میں کیوں تو کیا کیوں

مخمس ماسر

تم ہو اے خوبہ معین سردار حق پرست
تم مددگار ظفر ہو کیوں ظفر کو ہو شکست
تم ہو دہڑا گاہ کن اور واقف سراسر
پر لکھ کی دیکھ گردش کانچے ہیں پاؤ دست
یامعین الدین چشتی دھگری لازم ست

راہ دنیا ہے بلند و پست اور پرچی و غم
ہر قدم پر خوف سے کرتا ہے ہلقوش قدم
جا بجا اس میں گل اندیش ہے اور لائے علم
استقامت کا بہت ہے آپ کا دست کرم
یامعین الدین چشتی دھگری لازم ست

کھر رہے ہیں کوہ سے پر سرے بارگاہ
وقت تریکا ہے اور ہر کام پر تاریک چاہ
اور میں عاجز کجف و ناتوں مانند گاہ
ظلمت آباد جہاں میں پھرتا ہوں گم کردہ راہ
یامعین الدین چشتی دھگری لازم ست

نہ غفلت سے یہ بدست ہوں میں بے عمل
ہوں گرا پتوا برگ اشک مڑگاں سر کے بل
جوش مستی سے ہے پائے ہوشیاری میں خلل
دھگری گر تمہاری ہو تو میں جاؤں سنجل
یامعین الدین چشتی دھگری لازم ست

خاک پر سے جو کہ لی سکتا نہ ہو جوں نقش پا
عینی جان بخش ہو تم اور خطر رہنا
تم اٹھاؤ تو وہیں ہوں وہ سنجل کر اٹھ کھڑا
دردمنوں کی دوا ہو ناتو انوں کے عصا
یامعین الدین چشتی دھگری لازم ست

طوف کرتا ہے تمہارے آستان کا آستان
خوبہ ہر دو جہاں ہو شاہ شاہان جہاں
کعبہ لعل صفا ہو قہلم گاہ مقناں
آپ کا دست حمایت چھوڑ کر جاؤں کہاں

یامین الدین چشتی دھگری لازم ست

آستل ہنکا کا مجھ کو شوق تو ہے اس قدر
اڑ کے میں کچھوں ابھی میرے اگر ہوں بال و پر
پر کروں کیا میں ہوں بے طاقت قدم سے سرسبز
ہے تنہا کی سی فضا چمک عنایت پر نظر
یامین الدین چشتی دھگری لازم ست

وہ تنہا نور باطن ہے کہ خود شید منیر
تم پر روشن ہے کہ میں اے خولہ روشن ضمیر
روبوہ ہے اس کے ذرہ بلکہ ذرے سے حقیر
دو جہاں میں جانا ہوں تم کو اپنا دھگری
یامین الدین چشتی دھگری لازم ست

بکر غم میں یہ ظفر جوں سوج ہو کر بے قرار
پر کنارہ دور ہے اور ہے عظام بے شمار
مانا ہے دست و پا پا ہاتھ آ جاوے کنار
چاہتا ہے دھگری ہے یہ وقت الطرار
یامین الدین چشتی دھگری لازم ست

نفسِ احد عشر

مجھے ہر روز جلتا آتشِ فرقت میں یونہی تھا
غرق رہنا ہمیشہ مجھ کو اس حالت میں یونہی تھا
مجھے ہر شب بڑھتا دردِ ک شدت میں یونہی تھا
مرا تو خال ہوا آپ کی الفت میں یونہی تھا
نئی شکوہ مجھے تم سے مری قسمت میں یونہی تھا

عدو پر ان دنوں گر لطف بے پایاں ہے ہونے دو
نہ پوچھو ہم کو جو کچھ کہ ہوتا واں ہے ہونے دو
وفا کے گرچہ پردے میں جفا پنہاں ہے ہونے دو
رفیقِ اشفاق پر ان کے اگر مازاں ہے ہونے دو
کہ ان کا دھمک ہم سے بھی کبھی شفقت میں یونہی تھا

شبِ ان کی بزم میں خون جگر اپنا بیا ہم نے
کسی نے جو کہا کانوں سے اپنا سن لیا ہم نے
جو اب اصل نہ بدگوئیوں کی باتوں کا دیا ہم نے
نہ بولے نہ سے کچھ غیروں میں ہم اچھا کیا ہم نے
ہمیں خاموش رہنا لازم اس صحبت میں یونہی تھا

ہوئی ہے قیس کو صحرا نور دی مسی یونہی شہرت
اسے دیوانے پن میں ہم سے تھی کچھ بھی نہیں نسبت
کہاں دشتِ جنوں کو اس نے جھلا تھا بایں وحشت
اڑائیِ خوب ہم نے خاک تھی مجھوں کو کیا نسبت

کہ وہ تو آ گیا اس وادی وحشت میں یونہی تھا

اگر اس کو کہاں میں نے تو فریلا بتایا باعث
مجھے معلوم کچھ اس کا نہیں ہرگز ہوا باعث
نہ جس مطلب پہ اوہوں سے کبھی پوچھا گیا باعث
پذیرہ عرض غیروں کی ہوئی اس طرح کیا باعث
گزارش کرنا بندہ بھی تو ہاں خدمت میں یونہی تھا

ہمیں منظور تھا جو کچھ مقرر ہم وہ کر جاتے
کہ جاتے اس جہاں سے آج ہم اور چم تر جاتے
نہ آتے آپ گریک دم تو ہم جی سے گزر جاتے
تم اپنے وقت آ پہنچے وگرنہ ہم تو مر جاتے
ارادہ ہو چکا اپنا غم فرقت میں یوں ہی تھا

کیا تو نے نہایت کیوں نصیب اے دل مزاج اپنا
تجھے کرنا کچھ ادیشہ تھا پیش از احتیاج اپنا
دکھانا کیا ہے حال ناتوانی ہم کو آج اپنا
دل تیار جب ہم نے کا تھا کہ علاج اپنا
کہ آیا فرق کچھ تیری ابھی طالت میں یونہی تھا

مرا دم در سے آنکھوں میں تھا مشتاق غدارہ
نہ تھا پر دیکھنے کا تیرے اک لفظ مجھے یارا
تزم چاہیے تھا کچھ تجھے اے شوخ و خود آرا
دکھا کر غیر کو سعادت مجھے کیوں رشک سے مارا
کہ میں تو مر رہا دیدار کی حسرت میں یونہی تھا

وی آتا ہے یاں جس کی گرفتاری ہے قسمت میں
نکل سکتا نہیں پھر آ گیا جو کوئی الفت میں
پاؤ کیا سمجھ کر تو بتارنج و مصیبت میں
نہیں جائے گریز اے دل اگر تجھ کو محبت میں
تو آیا تو ارے دیوانے اس آفت میں یونہی تھا

خدا جان کوئی وہ ہے پری یا خود یا انساں
تصدق چاہیے اس مثل سے اس صن کے قبراں
نہ پوچھو مجھ سیکھا حیرت فزا ہے جلوہ جاں
ظفر تم دیکھتے ہو جس طرح آئینے کو حیراں
کل اس کو دیکھ کر میں بھی رہا حیرت میں یونہی تھا

محسن اشاعر

آدھی لکھتا ہوں ہمد خون جگر بند کے بند
بھینکا اپنی ہوں قیہیج سے کتر بند کے بند
مطلب دل کے ہیں یہ زیرِ نظر بند کے بند
بیجے کھاتے لکھ لکھ کے اگر بند کے بند

نہ پڑھے کھول کے وہ دے یونہی ہر بند کے بند

اک طرف کھینچے ہوئے تچ وہ ابرو کافر
ایک سو سرے کے دنیا لے نے کھینچا بھجر
ایک جانب گولے نیرے ہیں مڑگاں نکسر
دل تیری چشم سے غائب ہو کہاں جائے کدھر
رستے سب ہو گئے اس تیرے نظر بند کے بند

جوش مستی میں جو کل چند بتان زیبا
بے تکلف انہیں بس دیکھ کے یہ میں نے کہا
کھول کر بند قبا سینے کو کرنے لگے دا
جامہ زیبوں کے ہیں کیا بند قبا بند بلا
دل عشاق ہوئے کھلتے ہی پر بند کے بند

جن کو دی عقل خدا نے ہے وہ اتنا سوچیں
غیر کے کام میں کس واسطے ہم دھل کریں
کار بیگانہ سے کیا فائدہ ہووے گا ہمیں
کام جس کا ہو اسی سے ہو کہاں کی بہ بندھیں
جز کمال گر کبھی ہاتھوں سے پھیر بند کے بند

سارپ کاٹے جو کسی کو تودوا ہے اس کی
پر یہ کافر وہ بلا ہے کہ نہیں چھوڑتی جی
پڑوہ کے منتر کوئی تدبیر کرے جھاڑنے کی
انہی زلف کا کاٹا نہ بچے کتے عیا
باندھیں پڑوہ پھڑ کے فسون ساز اگر بند کے بند

گرچہ دل میں دم پہل مرے لاکھوں میں غروش
اس کا مت پوچھ سبب اے بت غار غم غوش
اور پھر اس پہ یہ عالم کو رہا میں خاموش
خا تری شئی تبسم میں حلاوت کا یہ جوش
وہ گئے میرے لب رقم بکھر بند کے بند

جوہری ہو کے اگر جمع جہاں کے آویں
آب و تاب ان کی و کیا خاک ہمیں دکلا دیں
اور خوش آب گہر کان عدل کا لا دیں
نکلیں مدد ترے ہنسنے میں تو چر رہ جاؤں
دین درج میں مدد گہر بند کے بند

کوچ کی اپنی سنائی ہمیں جب اس نے خبر
ہائے ہوتی ہمیں کچھ طاقت گنتار اگر
اپنا اک سکتے کا سا ہو گیا عالم سن کر
کچھ نہ کچھ کہہ کے انہیں روکتے ہم وقت سفر
پر نہاں ہو گئی بندھتے ہی کمر بند کے بند

لے کر ہم اس کو جو گلشن میں حرم رک جائیں
منہ ہے کیا غنچوں کا جو سامنے کچھ کہہ جائیں
جو کہے منہ سے وہ گل لالہ و گل سہہ چاہیں
گر کھلے باتوں میں وہ غنچہ دہن رہ جائیں

باغ میں فنجوں کے منہ بادِ بحر بند کے بند

جی تو چاہے ہے یہی گل کی ہوس میں صیاد
پہنچوں میں باغِ ملک ایک نفس میں صیاد
پر کروں کیا کہ میں اب ہوں ترے بس میں صیاد
باندھ کر پر نہ مجھے چھوڑ نفس میں صیاد
فائدہ کرنے سے کیا طائر پر بند کے بند

تیرے سوداگوں کو دی ہے سزائے تحصیر
کے زندوں میں کیا یاروں نے ہر چند اسیر
شوقِ سحرائے ہنوں جن ک ہوا او منکیر
مجھے دیوانے نقلِ مثل صفائے زنجیر
قید خانوں کے یونہی وہ مجھے درہند کے بند

پہچ اس یار کا ہے پہچ خوردشید مثال
ہے قبل جس کی سرانگشت سے انگشت ہلال
اس کے تشبیہ مضامین کا نہ پہچو احوال
بندہ گیا پہچ جاؤں کا جو شب ہم کو خیال
کہہ دیے ہم نے محس کے ظفر بند کے بند

محسن تیسرے عشر

بہرہ و گل ہو تو یہ تر بھی واجب ہے کہ ہو
سب ہوں تو میں ممکن یہ بھی واجب ہ کہ ہو
یہ ہو تو بارو و ساغر بھی واجب ہے کہ ہو
بزمِ عشرت ہو تو وہ لہر بھی واجب ہے کہ ہو
اور خلوت ہو تو خالی گھر بھی واجب ہے کہ ہو

ہے اگر منظور دکلائی شکوہ و شانِ عشق
آجے دل کے بنا جٹے سر میدانِ عشق
داغِ نقدِ عشق کر اور درد کر سامانِ عشق
عزم بے سامان نہ کچھ دیکھ اے سلطانِ عشق
اک جھوم غم سے ہاں لشکر بھی واجب ہے کہ ہو

جمع ہوں جب کشمکشِ حجرِ مازو اور
لور چاہیں غمزہ قاتل سے اپنا خون بہا
کون شاہد ہو گا وہاں کج ہے شہادت کے سودا
خون کا دھونچ کریں جس دم ہیدانِ وفا
مہر داغِ خون سے مضر بھی واجب ہے کہ ہو

اصحابِ جوشِ سودا اور یہ جوشِ بیمار
خاروگیں دونوں سے ہے زہائشِ مجنون زار
دورِ گلشتِ جہنم ہے وقتِ سرِ بہرہ زار
چھہ رہے ہوں وادیِ وحشت کے گر پاؤں میں خار

تو گل داغ جنوں سر پر بھی واجب ہے کہ ہو

جتنے برہم ہوں زیادہ ہوں وہ گیسو خوشنما
جتنی ہو پر چشم جادو خوشنما
ہے ہر اک طرز عتاب عریضہ جو خوش نما
اس کی اہو پر نہ ہوں کیوں چین اہو خوشنما
تج ہو تو تج پر جوہر بھی واجب ہے کہ ہو

اے شکار آگن وہ بخر لا کر جس میں آب ہو
آب وہ زہر آب ہو یا آب شہید آب ہو
اس سے پر کھیر ماوک خوردہ کو کچھ ناب ہو
قطرہ چٹکے سے صید تشہ کیا سیراب ہو
یال رواں آب دم بخر بھی واجب ہے کہ ہو

دیکھنا جب کچھ حصول مقصد و مطلب ہو دل
اور فارغ ساری تشویشوں سے روز و شب ہوں
آشنا و اشد سے اس کھٹن میں شای جب ہو دل
سیر نگار جہاں سے یوں شکو ہو دل
غنیہ آسا کچھ گرہ میں زر بھی واجب ہے کہ ہو

ہے دکن وہ جس سے باغ غلہ کا بے لطف سب
زلف وہ کافر کے دے دل کو ہزاروں کے فریب
رغ کو دیکھو تو عبادت گاہ جہاں خلیب
کیونکہ محراب دو اہو کو نہ ہو بنی سے زہب
ہو جہا مسجد وہاں منبر بھی واجب ہے کہ ہو

سوچ لے دل میں کہ اس کی زلف ہے ماگن بے
جس کو کافر نے ڈرا پانی نہیں وہ مانگتا
مان کہتا تو مرا دست ہوں کو مت بڑھا
سارپ کا سا ہے کھانا چھیڑا اس زلف کا
اے ظفر ہاں یاد کچھ منتر بھی واجب ہے کہ ہو

مختصر اربعہ عشر

زمانے کے جواب حالت کبھی یوں سے کبھی ووں ہے
غرض اللہ کی قدرت کبھی یوں سے کبھی ووں ہے
تو کیا ہے رنج یا راحت کبھی یوں ہے کبھی ووں ہے
نہ دائم رخ ہے نے عشرت کبھی وں سے کبھی ووں ہے
تبدیلیاں ہے ساعت کبھی یوں ہے کبھی ووں ہے

جو منہ میں آئے ہے کہتا ہوں یہ بیاک ہوں گا ہے
تکلا گھر سے میں شوریدہ و شہاک ہو گا ہے
فغاں کو اپنی پہچانا سر افلاک ہوں گا ہے
گر بیاں چاک ہوں گا ہے اثنا خاک ہوں گا ہے

لے پھرتی مجھے وحشت کبھی یوں سے کبھی وہیں ہے

کبھی وہ دہدم بھرتے ہیں میری دوستی کا دم
کبھی یہ دھنسی گر مر بھی جاؤں ہو نہ ان کو غم
رکھوں چٹم وفا کیا ان سے ہے وہاں اور ہی عالم
ابھی ہیں وہ مرے بہم ابھی ہو جائیں گے بہم
نہیں اک وضع پر صحبت کبھی یوں سے کبھی وہیں ہے

ہوا جس روز سے میں فیضیاب بزم مستان ہوں
سمجھتا شادی وادودہ عالم دونوں یکساں ہوں
عجب عالم دکھایا تو نے ساق تیرے قریاں ہوں
جو شکل صفحہ گریاں ہوں تو اشک جام خداں ہوں
یہی ہے یہاں کی کیفیت کبھی یوں ہے کبھی وہیں ہے

سنوارے زلف کو اپنی اگرچہ سو طرح سنبل
دکھائے روئے رنگیں کی ہزار اپنی نزاکت گل
لگا دل کو اس گلشن میں تو اپنے نہ اے بلبل
کوئی دم ہے بہاد گل پھر آخر ہے فزاں بلبل
جہن ہے منزل عبرت کبھی یوں ہے کبھی وہیں ہے

تکون سے مزاج یار کے ہے یاں حذر لازم
کبھی کچھ کہتا ہے خالم کبھی کچھ کہتا ہے خالم
ہوا سو بار جھوٹا اور پھر ہر گز نہیں ما دم
تکفر اک با پر دائم وہ ہو وے کس طرح قائم
جو اپنی پیمرنا نیت کبھی یوں ہے کبھی وہیں ہے

پنجمی عشر

جوانی پھر نایت کبھی یوں ہے کبھی ووں ہے

کچھ خبر پہلے کدورت اور صفائی کی نہ تھی وہ کوئی صلح کی صورت لڑائی کی نہ تھی
تھے عدالتی مسی نگر سیر عدالتی کی نہ تھی جب تک دنیا نے ہم سے کچھ برائی کی نہ تھی

ہم کو آگاہی برائی اور بھلائی کی نہ تھی

آگے شہرت کیا تھارہی درباری نہ کی نہ تھی درباری میں نگر بات اس کھائی کر نہ تھی
ہم نے تو ایسا سمجھ کر آشنائی کی نہ تھی یہ توقع ہم کو تجھ سے بیوفائی کی نہ تھی

آشنائی کی تھی ہم نے کچھ برائی کی نہ تھی

ہے دل بے کینہ میرا وہ مصفا آئینہ رنگ سے آلودہ وہ جو ہرگز نہ دیکھا آئینہ
یہ کبھی محتاج جینٹل کا نہ ہوتا آئینہ تھے مکدر قمی ورنہ میرے دل کا آئینہ

بے کدورت تھا اسے حاجت صفائی کی نہ تھی

شوق کشن سے نہیں اب اپنے بس میں اپنا دل سے جوتا رنگ کیا کیا اک نفس میں اپنا دل
تھا پہ تک آزاد ہونے کی ہوش میں اپنا دل تک گیا تھا جن دنوں کچھ قفس میں اپنا دل

ہم کو اسے صیاد کچھ پروا دہائی کی نہ تھی

وقت گر یہ غمزدوں کے کیا بلا لٹے تھے اشک مثل دریا روکنے سے رک نہیں سکتے تھے اشک
ہرگز ہی ہرگز جہاد سب کی آنکھوں سے تھے اشک تو نے کس کے دیدہ پر آب سے پونچھے تھے اشک

آج وہ سرشی ترے درست سہلی کی نہ تھی

راہنے اس شوق کے جس وقت میں شیدا گیا یک بیک قابو سے میرے دل نکل میرا گیا
وہ عدا خانے کے باغ سبز کیا دکھلا گیا دل فریبوں میں جو اس نا آشنا کے آ گیا

اس نے کیا آگے کسی سے آشنائی کی نہ تھی

دولت غولبی کا تیرے مہروش ووصف کیا ماہ بھی جس سے سدا درمیدہ گر ہے صن کا
تو نے اپنی آنکھ سے کیا شام کو دیکھا نہ تھا ماہ تو کشتی لئے نکلا تھا کیوں مثل گدا

صن سے میرے تمنا گرگدائی کی نہ تھی

اس مہ نامہاں سے ہم نے کی تھی دوستی یہ سمجھ کر ہم جدا اس سے نہ ہوویں گے کبھی
پر نہ تھا معلوم یوں آجائے گی آرزوئی جانتے تھے چین سے گزریں گی راتیں وصل کی

اسٹھیں ہم کو خبر زور جدائی کی نہ تھی

شک مثل سایہ ہو یہ ہاتھ اپنا سر بسر ہم نے اٹلی بھی اسے اپنی لگائی ہو اگر
کیا خطا کیا جرم پھر برہم جو ہے وہ اس قدر زلف اس کی ہم سے مل کر لے گی ماحق ظفر

ورنہ کوئی وجہ لکھی کج مولیٰ کی نہ تھی

غزل نمبر ۱۰

سب آج شرح دروالم لکھ کے بھیج دوں بتاتا کر ہے فسانہ غم لکھ کے بھیج دوں
جو دل میں ہے اٹھاؤں قلم لکھ کے بھیج دوں خط غلامی اپنا صنم لکھ کے بھیج دوں

اور جو کہے خدا کی قسم لکھ کے بھیج دوں

آگاہ غم سے ہوتا اگر نہ میں قاصد خدا اس کو لکھتا کبھی بے خطر نہ میں
مشق جفا سے اس کی ہے تو بے خبر نہ میں ڈرتا ہوں وہ قلم نہ کرے ہاتھ ورنہ میں

جو جو کہے ہیں اس نے صنم لکھ کے بھیج دوں

کیا کیا تھے یار اپنے زمانے کے انتخاب سب نے عدم کی راہ لی اسے ہستی خراب
ہوئے مثال ماند نہ کیوں دل کو بچ و تاب لا سکتا رنجن کا نہیں کوئی بھی جواب

خطا کس کے ہاتھ سوئے عدم لکھ کے بھیج دوں

اس گل کی ایک عمر سے تھی جھوٹے وصل پائی پر اب تک نہ کہیں میں نے بوائے وصل
اب جی میں ہے کہ یوں ہو اگر مٹھکوائے وصل معلوم تو ہو اس کو مری آرزوئے وصل

وصلی پہ حال رنج و لم لکھ کے بھیج دوں

لکھتے ہیں بار بار وہ مجھ کو کہ تو شباب لکھ بھیج حال عشق ہوا ہے جگر کہاب
اس کے سوا بن آتا نہیں اور کچھ جواب جا کر دکھاؤں دل کے جو ہیں داغ بے حساب

گر ہو حساب دام و درم لکھ کے بھیج دوں

قاصد رواں ہوا باندھ شتابی سفر کا رست کھل جائے گا کہ ایسا تو عرصہ نہیں ہے سخت
ہر چند اس الم سے مرا دل ہے لخت لخت یہ کیوں لکھوں کہ میں ہوں سید روز تیرہ بخت

مضمون خط و خال بزم لکھ کے بھیج دوں

میری طرف سے غیر نے کیا جانے کیا کہا جو اعتبار کچھ نہ رہا میرے قول کا
تو ہے مرے نوشتے کو بھی جھوٹ جانتا باور نہ ہو کبھی تجھے اے شوخ بے وفا

سوہر نامہ گرامیم لکھ کے بھیج دوں

اس کا خیال زلف ہے کیا کیا وبال دل! لیکن اے ذرا نہیں آتا خیال دل
ہو وہ بھی کچھ تو واقف رنج و وبال دل پرزے پہ میں جگر پر ظفر اس کو حال دل

مڑکال اگر مری ہو قلم لکھ کے بھیج دوں

مختص سہد عشر

پے دنیا یونہی ہک ہک کے محبت جان کھپائی نہ دیا منزل عقی کا مجھے رست دکھائی
مگر اب جی میں ہے یہ چھوڑ کے سب ہرزہ درائی مٹا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی

نروم من بجزاں رہ کر تو آں رہ نہ نہائی

نہ پھروں مہد سے جب تک کہ مرے دم میں رہے دم رکھوں چنان محبت کو ترے یوں ہی محکم
طلب وصل تری ہو نہ مرے دل سے کبھی کم ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ درکار تو جویم

ہمہ توحید تو گویم کہ ہو توحید سرائی

نہ چپ و راست سے گرہوے تری نصرت و یاری نہ ترا عرش سے باقرش اگر فیض ہو جاری
تو کہے کیونکہ خدا یا یہ خدائی تجھے ساری تو خداوند یکتائی ' تو خداوند یاری

تو خداوند زمین ' تو خداوند سہلی

نظر آتی ہے جہاں میں جو سفیدی و سیاہی قلم منع پہ دے سے ترے دن رات کوای
تری یکتائی مبرا ہے ہر اک شے سے الٹی تو زن و جنت نہ جہلی تو خود وقت نخواستی

اعدا بے زن و جنتی مٹا کام بوائی

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت نہ اعانت تجھے دیکار کسو کی نہ حمایت
نہ شراکت ہے کسی سے نہ کسی سے ہے قرابت نہ نیابت بولادت نہ بغیرند تو حاجت

تو جلیل البروقی تو مہر الامرونی

جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری جسے تو چاہے بزرگی دے جسے چاہے حقیری
کرم و عفو سے کیونکر نہ کرنے عذر پذیری تو کسی تو رنجی تو سمیسی تو امیری

تو معزی تو مدنی ملک العرش بھائی

گنہ و جرم پہ بھی کٹا ہے تو رزق رسائی تیرے لطاف سے محروم نہ شکوہ نہ زانی
کہ وہ ستار ہے تو واقف امر و نہائی ہمہ راییب تو پشی ہمہ راییب تو دانی

ہمہ رازدق رسائی کہ تو موجود عطائی

خرد و ہم سے گو دل نے کوئی بات تراشی کہ ہو اول و آخر کی حقیقت کا تلاشی
مرے نزدیک سوا اس کے ہے سب مع تراشی نہ بدلے خلق تو بوری بود خلق تو باشی

نہ تو خیری نہ بھیی نہ فراشی نہ تو کائی

رہے مصروف ثنا میں ترے ہر چند خلعتی نہ ہوا پر وہ ثنا ہو جو ثنا ہے ترے لائق
کہ وہ فوق اور ہے جس فوق سے ہے سب سے فائق نہ پہرہی نہ کواکب ' نہ برقی نہ وقائق

نہ معانی نہ منازل نہ بھیی نہ پائی

وہ توصیف تری رکھی نہایت سے درازی نہ لگے ہاتھ یہ کوچہ تری بے بندہ نوازی
نہ چلے کنہ حقیقت میں تری نکتہ طرازی بری ازہون وچھائی بری ازہنجر و نیازی

بری از صورت و رنگی بری زعیب و خطائی

نہ تجھے دوست کی حاجت سے نہ اندیشہ دشمن نہ تجھے کام ہے عشرت سے نہ شہدہ تراشیدن
نہ تجھے چاہیے ملوانہ تجھے چاہیے سکون بری از خود دن و نطس بری از تہمت مردن

بری از بیم و امیدی بری از رنج و بلائی

نہ رہا عالم طفلی و جوانی ہوئی بیری نعم دنیا کے ہے زنداں میں مجھے اب یہ اسیری
نہ روا رکھ مرے حق میں تو یہ خواری و حقیری تو غلٹی تو ٹھیکسی تو خبری تو بسیری

تو لڑاندہ فعلی تو سرا وار بھلائی

ترے اوصاف بیان کرنے کی باندھے جو دھن ہی دم تقریر ہو کوئی دم تحریر ہوئی
مری گو لوک زباں سچ سچائی کی ہو گئی سواں و صف تو گفتن کر تو در وصف نہ گئی

سواں شرح تو کردن کہ تو در شرح نیائی

نہ بھر کو ہے یہ قدرت کہ تری دیکھے بلی نہ ٹرکو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی
مشیر ہوں میں اس میں کہ صفت کیا کہوں تیری احد ایس کھنگی سر ایس سمیڑی

لن الملک تو کوئی کہ سرا وار خدائی

نفر اس وقت میں خاموش ہو کیا غنچے کے مانند کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند
کرے اوصاف میں کس طرح ترے اپنی زباں بند لب و دندان سناں ہمہ توحید تو کو بند

نگر از آفتاب روزخ بودش زور رہائی

مختص ثانیہ عشر

ہمیشہ از عداوت اشک بارم زحرم خود شرمسارم
نگر از رجعت امید وارم اسی واہی از حال زارم

تو ی دلی کر جز تو کس عدم

گماہوں کا مرے از بس ہے فطیاں رہے ہے سو جزن طوفان پہ طوفان
تری بے دنگیری ہوں ہراساں اسی غرقہ ام در بحر عسلیں
ز دست رحمت آگن برکنا دم

جہاں سے مجمع ادب غفلت مہیا ہیں سبھی اسباب غفلت
یہاں پا کر شراب ناب غفلت اسی رفت ام درخو اب غفلت

بدہ بیداری زین کار دیارم

ترے آگے فہم ماند تصویر زبان عذر کو یارائے تقریر
مری کہا دستکاری کی ہو تدبیر اسی کردہ ام بیاد تصویر

وزاں حضرت نہایت شرمسارم

بہا ہے گر دل مضطر کرا ہے کہیں ٹھہرے جو کچھ آرام پا ہے
نیائی منزل مقصود کا ہے اسی برکشا ازغیب را ہے

زچندین سال دور در انتظام

کرے گو سرکشی کوئی زبردست مردہ فنا ہو جاوے ہے پست
نہیں رہتی ہے مطلق طاقت جست اسی راہ مردوں سخت راہست

تو آساں بگذراں زین وہ کذارم

تجہی کو زہب دے ہے حکمرانی کر تیرے ہاتھ موت و روزگاری
نہ جانوں میں غصہ نے مہربانی اسی گر برائی و دشواری

تو دلی بندہ بے اختیارم

سیر کاری میں ہوں غلطان و بیجاں پریشاں حال مثل زلف خواباں
کروں کیا اپنی جمیعت کا ساماں اسی خاطر راجمیع گرداں

کہ مسکین و پریشاں روزگارم

کھلے توحید کے معنی بھی یہ روئی اسی نہیں اس سے حذر یہ
تھا جس دم کرے اپنی کہاں وہ اسی برکے گفتن مدد وہ

کہ نامن جان با آسانی سپارم

نہ گریہ میں نہ سوز دل میں تاخیر گناہوں کی عادت سے ہوں دلگیر
جبھی سے امید غلو تحصیر اسی درکمال لطف پہنچے

دل سوزاں و چشم انگارم

رہا میں جب سے پاں خورد و فیروز یونہی ہوں حشر کو بھی جلوہ افروز
روں دونوں جہاں میں بہرہ اندوز اسی گر عزیزم کر دی ہر روز

کن فردب نزد خلق خوارم

یہ کافر نفس ہے ایسا بلا بد کہ جس سے جزیی ہو کچھ نہ سرزد
مدوت مجھ سے کیا رکھتا ہے بعد اسی گر نہ توفیق تو باشد

برآمد نفس بدار جاں دارم

مکان تاریک میں تھا و بے زور جو کوئی پاس سے تو مایہ سوز
نے کون آہ لے کامرے شور اسی درشب منزل کر کور

تو لطف خویش گردوں نغمسار

نٹے میں میں تو ہوں غفلت کے سرمسرست مرے در پے ہیں وہ دشمن قوی دست
کہاں جاؤں کروں میں کس طرف جست اسی نفس و شیطان درکین است

زرقوائے عبادت کن حصارم

ظفر ہے جن کو ایسا اپنا دیکھ دیکھ
کچے ہے دیکھ تو کیا مرد ہشید
مائیں ہیں ہر بار دعا ایسا کی وہ
گھمدار ایسا برصید

کہ این ست اہل جاہ و اعتبارم

مختص تہہ عشر در مشہ

اسے بھرا جو شاہ دو جہاں ہے جھکا بھرے کو جس کے آساں ہے
وہ سرور ہیں شاہ شہیداں روچک کا اجیاد اللہ کا محبوب ہے وہ اور ہے وہ نبی کا پیارا

علی کا ہے جگر زہرا کی جاں ہے

سٹم ہے ساقی کوثر کا جانی نہ پائے عین دن اک بند پانی
پانی کی اک بند نہیں اور سبھی جائے نیاں مارے پیاس کے گرمی کے ہونٹوں پر آئی جان

لیوں پر پھیرنا سبھی نیاں ہے

۴۱ دن بیاہ کے تھم جو دن میں جدائی ہو گئی دولہا دلہن میں
کیسی مہندی عطر سہاگ اور کیسی رنگیلی رات دولہا کے تو ہاتھ کنیں اور دلہن ملتی ہات

نم تھم ہے یہ شادی کہاں ہے

گرا اکبر تو بڑھی دن میں کھا کر سوہاس بھی دیا پہ جا کر
مارے گئے سب ساتھی سنگائی اکبر اب نہ اسے خیمہ جگہ گھر بارانہ اور اہل حرم سب پیاتے

جدھر دیکھو ادھر شور و فغاں ہے

گئے اہل کوثر گودی میں لے کر! کہ پانی سے کروں اس کا گلوتر
پیاتے گلے میں اس کے اتری ہے تیر کی بند دیکھ کے اس نے باپ کی صوت آنکھیں لیتی سوند

گلوئے شک و چشم خروچکھاں ہے

گلوئے رنگ و چشم خوںچکاں ہے

لوہ میں دیکھ کر بھائی کو غلطان کہا نہیب نے یہ باہتم گریاں
ہے ہے جسکو پیار سے اپنے زہر آگودی پالے اسکے حق پر گھا ڈلاگے پتے لوہو کے مالے

سراب اس کا ہے اور نوک سناں ہے

جسے زہر آ نے گودی میں کھلایا! نیا نے دوش پر جس کو جھٹھلایا
چاروں اور سے اس کے لاگے برجھی بھالے تیر مائی لوہو لوٹے دن میں گھائل ساراسر پر

لوہ کا زخم سے دریا بوں ہے

ہوا زین اجنا محبوبس افسوس پیادہ پا چلا افسوس افسوس
جس کے پاؤں کی مائی ہو چاند سورج پر نوق اسکے ہاتھوں جھنڈیاں ہو اور گلے میں طوق

سفر درویش ہے اور تاواں ہے

ظفر اس غم سے اک عالم ہے مغموم زمیں سے نا لک ماتم کی ہے دھوم
نیلا ناگا اکاس نے کیوں جائے اندھری دین تارے ماہیں آنسوؤں سے ہے بھرے زمانہ نین

جسے دیکھو غرض ماتم کہاں ہے

سوس

پٹنے لگی ہے بے طرح باغ جہاں میں یہ ہوا جانگزا کہتے ہیں سب جس کو فل سے وہ فل
یادب طفیل پختن مجھ کو اس آفت سے بجا میں ہر گھڑی اور ہر نفس پڑھ کر بھی ہوں پھونکتا

لی مسمہ اٹھی بیمار حراولاء الخاطر
المصطفیٰ والرقتی وانا وانا والفاطر

اولیٰ نبی اللہ خبر با حرم آل و وحی ناآب رحمت سے کہیں سوز و غم ہو مظمیٰ
میرا وسیلہ پختن برکت سے اس کے نام کی مٹی ہے یہ آفت بلا ہو کیوں نہ دل میرا قوی

لی مسمہ اٹھی بیمار حراولاء الخاطر
المصطفیٰ و الرقتی وانا وانا والفاطر

ہے یا جناب چختن وصف آپ کا قرآن میں لولاک اور تمسیر ہے آیا تمہاری شان میں
دافع بلا کا تم سوا آتا نہیں ہے دھیان میں یہ میرا ہے وردِ لباًں ہے جان جب تک جان میں

لی غمستہ اشی بہارِ اولیاء الخاطر
لمصطفیٰ و الرضیٰ و ابنا و الخاطر

واللہ بحر از چختن یارا کسی کو یہ کہاں جو اس بلا کو مال دے ہووے شفیق عاصیاں
باور نہ آتا جسے دیکھے عیاں کا کیا عیاں! لکھتے ہیں دروازے پر نا گھر رہے دارالامان

لی غمستہ اشی مہارا اولیاء الخاطر
لمصطفیٰ و الرضیٰ و ابنا و الخاطر

ہے گرم گرچہ یہ ہوا جون ماروزخ پشتر لازم ہے تم کو جوش پر دیائے رحمت کی نظر
ہرگز عواص غمستہ تم تو ہم سے اپنے نہ کر بعد از نماز پہنچے وقت اس کو پڑھا کرائے ظفر

لی غمستہ اشی بہارِ اولیاء الخاطر
لمصطفیٰ و الرضیٰ و ابنا و الخاطر

ایضا

آج کہتا ہے ساقی مدہوش کہ نہ لے نام تو یہ سن خاموش
یہ جہن اور یہ گل یہ جوش و خروش تو بھی نکلا ہوش یار بھی گل ہوش

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش
موسم تو بہ نیست ' بارہ نبوش

ہے ہوا سرد اور چمن سیراب رخ خورشید پر ہے ہر نقاب
ہے عکاس گلستہ توبہ تواب آج ہے دور دور جام شراب

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش
موسم تو بہ نیست ' بارہ نبوش

گل تو مہکشن میں تھے بیش نہوڑ آج غنچے بھی کہتے ہیں منہ سوڑ
شیشہ توبہ شراب کو توڑ دامن عیش کہ نو ہاتھ سے پھوڑ

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش
موسم تو بہ نیست ' بارہ نبوش

ہر رگ گل ہے اک ستار کا تار زخمہ ہے خندلیپ کی منقار
جب وہ جھپے ہے اس کو مطرب دار ہوئی ہے یہ ترانہ ساز بہار

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش
موسم تو بہ نیست ' بارو نبوش

اگر بھی اس قدر رہا ہے جھوم لے گا روئے زمیں کو سکوا پھوم
لالہ و گل کا ہے جہن میں گھوم بلبلیں یہ بچا رہی ہیں دھوم

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش
موسم تو بہ نیست ' بارو نبوش

جام برکف ہے ساقی طراز مطرب خوش نوا ہے نغمہ طراز
ہو نسیم بہار گر دم ساز نے ہر غم سے نکلے یہ آواز

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش
موسم تو بہ نیست ' بارو نبوش

مئے اعلیں سے بھر کے جام بلور دے دیا دم کر وہ عدائے غفور
پاسِ توبہ کا رکھ خیال سے دور ہے یہ عہد نشاط و وقت سرور

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش
موسم تو بہ نیست ' بارو نبوش

ہے ہوائے بہار روح افزا اس ہوا میں سے میکش کا مزا
آپ لی اور گل رگوں کو پلا توبہ توبہ ابھی سے توبہ کیا

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش
موسم تو بہ نیست ' بارو نبوش

ہیں ابھی دن بہار کے دوچار روز لی روز ساغر سرشار
توبہ کر لی جو بعد فصل بہار ان دنوں سے تو نہ کر اتلا

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش
موسم تو بہ نیست ' بارو نبوش

تو ہو اور تیرے ساتھ مست مہم جامِ عشرت نصیب ہو جم جم
تجھ کو اس چشمِ مست کی ہے قسم دیکھ تو ہے جہن کا کیا عالم

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش
موسم تو بہ نیست ' بارو نبوش

در تو پہ ابھی نہیں ہے بند تو پہ ہر وقت ہے قبول و پسند
 روز پل بارہ روز ہو فرسند بلکہ آج اور بھی دو چند سر چند
 اے ظفر آمدہ بیمار یہ جوش
 موسم تو بہ نیت ' بارہ نبوش
 سس دگر

کیوں دل آزار مرا تجھ سے دل زار لگا کر جو دل گتے ہی اک جان کو آزار لگا
 شوراں تینڈی رہ وچ بھی گیا معمول چندہ مال برہ کے چندے گئے اراٹوں بھول

دل بدام فم زلف ست گرفتار ہنوز
 جانم از لرغس بیمار تو بیمار ہنوز
 واہ واہ خوب ہی کی مجھ سے محبت تو نے خوب میں بھی نہ دکھائی کبھی صورت تو نے
 روئے روئے سوچتا کچھ نہیں آنکھوں مال تو نے تیری کھیں وا بھلا نہیں خیال
 گرچہ شدہ دیدہ ام از گریہ ہجر تو سفید
 لیکن از دل زور حسرت دیدار ہنوز

گرچہ بھل کی طرح خاک میں غلطی ہوں میں دل سے پر تیر نگہ کے ترے قرباں ہوں میں
 دل وچ تینڈی تیر نظر دے ایسے گہرے گھاؤ بھر بھر مریم مریم چلوں تو بھی نہ ہو بھراؤ

یو دواوک باز توچہ لذت کر نہ
 لب ہر زخم بزم چوں لب سقار ہنوز

ایں میں نغمہ بلبل کسے خوش آتا ہے نکھٹ گل سے دماغ اپنا اڑا جاتا ہے
 سوکھوں جا کر باغ میں میں بچوں دی باس سینڈا باغ بیمار دا سوکھوں سینڈے باس

آہ ازاں دم کہ نہیں شد گل رویت ز نظر
 مجھ در بکرم ارغم و خار ہنوز
 تیری فرقت نے کیا بے خور و بے خواب مجھے جلد آ جلد کہ فرقت کی نہیں تاب مجھے
 بھویں اوٹھ اوٹھ میں کھی اور بھر دی دل سے آہ انکیاں تینڈی دکھیں کو نکھدی تیری راہ

تو نہ غم خانہ ام از مار نہ ی آئی وین
 چشم راہ توچوں روزن دیوار ہنوز

پہلے یہاں آنے کا سو طرح اسے افکار کیا پھر ہوا کیا کر جو قرار سے افکار کیا
 گھڑی گھڑی کوک بھی پہلے سینے ہاتھ کن دھکا دیا جو دھر کے کاغذ ہاتھ
 اسے ظفر یار زقرار ہے افکار آمد
 ایک معلوم نہ شباہت افکار ہنوز

ایضا

کیا پہچانتے ہو کجروی چرخ چہری ہے اس ستم شعار کا خیدہ شہسبازی
 کرتا ہے خوار تر انہیں جن کو ہے برتری اس کے مزاج میں ہے یہ کیا سطر پروری

کھائے ہے گوشت زاغ فظ آفتوں ہما
 کیا مصطفیٰ ہے زاغ کہاں اور کہاں ہما
 بالعکس ہیں جہاں میں جہاں تک ہیں کاروبار خیدہ کیا ہے اٹا زمانے نے اختیار
 ہے موسم بہار فزاں اور فزاں بہار آئی نظر جب روش باغ روزگار
 جوغل پر شرم ہیں اٹھا سکتے سر نہیں ا
 سرکش ہیں وہ درخت کہ جن میں شرم نہیں

باد صبا اڑائے تپن میں ہے سر پہ خاک ملتے ہیں صدم کف انوس برگ تاک
 غنچے میں دل گرفتہ گلوں کے جگر ہیں چاک کرتی ہیں جلیلیں بھی فزیاں درد تاک

شاداب صفا بنا روی گل پاراں ہوں
 گلشن ہوں خوار غل مغیلاں نہال ہوں

نزدیک اپن آپ کو جو کھینچتے ہیں دور دیکھا تو صاف فہم میں کچھ ان کے ہے تصور
 ورنہ جو باصفا ہیں خرد مند ذی شعور کیا دھل ان کو آوے کبھی نخوت و غرور

دکھتے غبار کینہ سے وہ سینہ صاف ہیں
 ہر ٹیک و بد سے صورت آئینہ صاف ہیں

جائیں نکل نلک کے احاطے سے ہم کہاں ہووے گا سر پہ چرخ بھی جاویں گے ہم جہاں
 کوئی بلا ہے خانہ زنداں یہ آسماں چھٹا کمال اس سے ہے جب تک ہے تن میں جاں

جو آ گیا ہے اس نخل حیرہ رنگ میں
 قید حیات سے ہے وہ قید فرنگ میں

یہ گنبدِ لک ہے عجب طرح کا نفس طاقت نہیں ہے مالے کی بھی جس میں یک نف
جنش ہو ایک پر کی تو پر ٹوٹ جائیں دس رہ جائے دل کی دل میں نہ کس طرح سے ہوس

کیا طائرِ اسیر وہ پرواز کر سکے
جس میں نہ اتنا دم ہو کہ پرواز کر سکے

کیا کیا جہاں میں ہو چکے شاہن ذی کرم کس کس طرح سے رکھتے تھے ساتھ اپنے وہ چشم
آخر گئے جہان سے غما سوائے عدم دارا کہاں کہاں ہے سکندر کہاں ہے جم

کوئی نہ یاں رہاں ہے نہ کوئی یاں رہے
کچھ اے ظفر رہے تو نکوئی یہاں رہے

دگر

اے فخر جہاں فخر زباں فخر دو عالم ہے لطفِ تراقی میں دل ریش کے مرہم
ہر نار نفس میں ہو اگر سوگرہ غم ولایتِ عقید سے ہوں تیرے ایک دم

ایک اشارے مالِ قہار کے کھلے عقدے سارے
ڈھیل نہ کر اے فخر پیا سلطان نظام کے پیارے

ہے زہبِ جبین جس کی ترا داغِ غلائی وہ بوجِ مدارج میں قمر سے بھی ہے مای
اے صدقے تڑے لطف کے صدجان گراں تو بچے غلاموں کا ہو الطاف سے حامی

مینوں رکھے مرشدِ میندا اپنے کر دے لوٹ
جو میں پناہ تباہی پاؤں یہ ہے دوا دے کوٹ

ہے مجھ کو ترے سلسلہ پاک میں بیعت امید تو وہاں لیوں ہے کہ اے پشتر رحمت
تو ہونے نہ دیکھ مجھے آلودہ کلفت جس کا کوئی ہوتا ہے وہ کرنا ہے حمایت

لگ گیا دامنِ مالِ تباہی بندھے تباہی ساتھ
جوئی پکا ہاتھ ساڈا لاجِ تباہی ساتھ

کھلتا نہیں کچھ مجھ پہ کہ یہ چرخِ بد اختر کس واسطے ہر روز نیا لائے ہے چکر
تو میرا مددگار ہے تو کیا ہے مجھے ڈر مدت سے کیا میں نے ہے تکیہ ترے درپر

کس دیلی وین پھرے مینڈی کس دھیان
جب دیکھے تو آوے ہووے سب مشکل آسان

ہر لٹکے سے دریائے غم و رنج کا طغیان اور بار مخالف سے ہے اٹھا ہوا طوفان
ہاتھ آتا نہیں دامن ساحل کسی عتوں! میں خوف سے کیا کیا صفت سوچ ہوں لرزاں

کون لٹکائے پار نوربا ٹوٹ پڑے منجھو حارا
ساڈی ٹوٹی بیڑی دا ہیں تو ہے کھین ہارا

ہوں خاک نشیں صوت نقص کف پا میں اتنا ہوا پامال کہ جانا ہوں مٹا میں
ہمدرد نہیں درد دل اپنا کہوں کیا میں جو دل پہ گزرتی ہے وہ دل جانے ہے یا میں

کس نوں آکھاں حید میں دل دا کون بندھوے پھر
تو ہی کر دے کرم غمیر اپنا سیندی دھائے پھر

کس طرح ظفر اپنا کرے حال دل اٹھار حیرت سے ہے یہ نقش کر ہے نقش بدیوار
اور دل میں کھٹکتے غم و مدوہ کے ہیں خار کس سے کہے ہے کون سوا تیرے مدگار

جلدی اسدے دل سے کڈھ لے ساری غم دے رسول
تھینڈا وہ تو کہا وے جگ وچ مارکھ استوں ملول

ایضا

پری روتو نے کیا ہلوہ دکھلا! مجھے اک دم میں دیوانہ بنالیا
کیا لکھے بخرمال ایسا کھڑا! نہ سنبھلا پھیر میں بے خود نہ سنبھلا

چناں از دیوانت دیوانہ عوہم
کہ من از خوشنوی بیگانہ عوہم

جو تجھ کو جانا آتا میں! نہ ہوتا آشنائے بے وفا میں
تھماں تھی کیا سحر کینا جو سینوا اپنے پھندے پھند لیتا

ولم راہوں بزلف خویش بہتی
مراہوں زلف سرتا پاشکتی

محبت کیا کہوں میں تجھ سے کیا ہے کند آفت و دام بلا ہے
جو اس پھندے میں آئے پھر نہ جیتے ولایت دن رات چھاتی اپنی پیٹے

دربیں دام بلا دل گشتہ محبوب
دریغنا حسرتا افسوس! افسوس!

جدائی میں تری اے ماہ طلعت مجھے ہر روز ہے روز قیامت
سکھر دیں جلتے جلتے ہیں جو راتاں اونہاں راتاں دیجا کی آکھاں باناں

چ کی چ کی زنبہائے دردم
برنگ خج درسوز گدازم

دم آنکھوں میں ہے لب پر جان آئی تری صورت نہیں دیتی دکھائی
کہاں تک تیری سہتریاں راہ نکلاں ترے دیکھے بناں پھر وہ نہ سکاں

بیاز درد دوری ہے قرارم
نہ دارم تاب مہوری نہ دارم

تری ہے اے شکر یار ہر دم لبوں پر ہے مرے فریاد ہر دم
برہ دی اک وجہ ہے جان بھکدی نہیں جب کر دے ہاں دن رات گلدی

سرم پر شور از محنت چہان است
کہ ہر سوئے تم گرم فغان است

نہیں اب یار کوئی پاس ایسا نہیں طغوار کوئی پاس ایسا
جو میرے موٹی اپنی مہر نہ کہے وہ تیرے کول جا کر ہو دیکھے

صنم بگذار اس طرز بظاہر
خدارا برظہر دے خدارا

مثبت

کہوں خط میں کیا حال تحریر پہلے

پانی لکھیں سے پہلے اسنو دینو سب بھٹکائے قاصد سوچے باقی دیتا بکڑ بات بکڑ جائے

وہاں چاک خط کی ہے غدیر پہلے

سے کول ہو وے دلچھا آگے ہیر جو کوئی دیکھے کھول کے اکھیاں تو ہر اس دی تصویر

رکھی سامنے میں نے تصویر پہلے

سب نے سادے درد سم اور ب ن عشق بنا دیا جو وہ تجھے پیدا دے اس دروں سے کون کراہا

تو اے دل تجھے ہوگی تصویر پہلے

کیونکر چھٹل میں اے دھندے سے یہ دھندا گور کہ دھندا چمن کارن دل کے بنا دیا برہ کے ماروں پھندا

نی تھی تری زلف ذخیر پہلے

اگلے حال توں تیں کی پھندا دیکھ لے اب جو حال خاک بھی ہوں تو گلنے دے وہ اپنے پیروں حال

ہیں جانتے تھے جو اکسیر پہلے

کام کریں مذہب سے پہلے سن میں سوچ کے بیانے بڑا سیلا اس کو جانو جو کر اناپا جانے

ظفر کام کرتی ہے شہر پہلے

مثلاً

نہ سو دیکھ کے مذہب کو پٹے کھاتے

گھر گھر اٹا نار دھر کیوں پھندا میدی یار دو بھرا ہیں سچ ہے جو چاہے کنار

در گنتی نہیں شہر کو پٹے کھاتے

ترے بھویں وہ یار جو آئے دل کا ہوا یہ حال دیکھے جس نے دیکھا نہوے بھنے دی مال

د مخمر کسی خچر کو پٹے کھاتے

بھری بجر ہے بجر ہی تجھ پہ مست ایسا لیکھا جب وہ میں نے لوکاں آنکھیں ہم نے ماہیں دیکھا

اس طرح برق کی شمشیر کو پٹے کھاتے

شوق رنگ اسدے باتوں دا اب گچے کی اعتبار ایک ایک گل پر اپنی آنکھوں دیکھ چل بہار
ہم تو اس یار کی تقریر کو پٹے کھاتے

ثلث

دنیا سے دل لگا عزیز و بھلا نہیں
سوچ سمجھ لو ہڈیں من وچ سج گلا جھوٹ جوی ہاتھ تالے جاوے ایک دم ہاتھ سے چھوٹ
سب ہم نے کہہ دیا ہے نہ کہنا کہا نہیں
چار دن کے ہیں یہ سنگاتی چاروں پاؤں ہاتھ اک دن ایسا آوے تالے ایک نہوے ساتھ
پھر کون آتا ہو کوئی آتا نہیں
جس من نت پہرا ہے چاندنی نئی نئی پشاک اک دن گردن وچ کٹتی ہوا ورتن کو لاگی خاک
پھر خاک کا بھی ڈھنڈو تو ہر گز پتا نہیں
سینا پڑن اکھن نیزں کوئی ہاتھ جو ی ہڈیاں نت دا ساتھی ووتی اپنے ساتھ
ہدم تو اپنا کوئی کوئی بھی دم کے سوا نہیں
جن لوگاں ان اکھا ڈٹھا گئے کہاں اے رام وہ تو س اتو بجز نہ آوندی کن کن کالوں نام
پیدا کبھی جہاں میں ہوئے تھے وہ یا نہیں

کس دا اپنا دھیان لگا ہے کوئی نہیں ہے پاس زبان ساری سوچ وچ اپنی لوئی چاندی اس
سب کچھ تو اپنے پاس ہے کیا جانے کیا نہیں

سورکھ تجھے دنیا کی کیوں اپنی گنوا دی جان شوق رنگ اس دی اچھی کجری جس صورت دا دھیان
سجے کوئی کسی کا سوائے خدا نہیں

ثلث

جڑاں ساٹو چھاڑ کے توتا پاویں کس دلیں جن کجھاں باٹلا دیں کو دھو ی آدلیں

فریاد تہا ڈی درن کر دی رام جی

چینگ اس دے دل وچ رہندی جیا رہے بچھن چٹیا کنڈی کھ تو مینڈھے بھر بھراڈے نین

فریاد تہا ڈی درن کر دی رام جی

اکھیاں مینڈی اس نو ڈھنڈے نظر آندانی رند رند آندی چھتیاں مینڈی گھو جاندانی

فریاد تہا ڈی درن کر دی رام جی

رنگ رنگی ساتھ اس دے ہنگی اس دی جان یا ی اندیرہ مینور ہندا اب سب لوگ ہیں انجان

فریاد تہا ڈی درن کر دی رام جی

ٹاھد دانوں جانا سکھد اکھیں لکھا وں پانے اوکھی پاٹ و نیاں سا ڈے کھ کیلیں نہجائے

فریاد تہا ڈی درن کر دی رام جی

ساوَن کے سادنی اپنی بات نہیں ہے سناوئی دل دی خبر رندا شوق رنگ کہے وچ نہیں اوئی

فریاد تہا ڈی درن کر دی رام جی

ایضا

ماحق مارے دھیان طیریاں آوندی مجھ نہ آئے عشق دا مینیں روگ لگا وہ جس نوں کوئی نہ پائے

حال غم کوئی میرا کیا جانے

جو جو ساڈے دل پر بیٹی رب جان یا دل کاسوں آھکھاں جال مری اپنا کہتا ہے مشکل

حال غم کوئی میرا کیا جانے

اپنی اپنی لوگاں کہندے مینڈی نہ سندے بات جو جو مجھ پر بیجے ہے سوسکیں کہی نبات

حال غم کوئی میرا کیا جانے

رین دا نہیں چین امانوں فی میں ان کو دھیان کالب سے کیوں اور کوئی نکل رہندی جان

حال غم کوئی میرا کیا جانے

ایک ایک دھڑکا اس جگ اندر دوچے وہاں کا ڈر جتڑی کھلائی ان دھڑکوں میں غم ہے جدا پر

حال غم کوئی میرا کیا جانے

کوئی نہیں غنوار ادا آکھاں کس دے مال شوق رنگ اپنے رب سوں کسے جو ہے اپنا حال

حال غم کوئی میرا کیا جانے

ایضا

جو مئے یاں سے وہاں سے پھر کے پھر آتے نہیں

جانے والے پھر نہ آئے اکھیاں نکدی راہ دن رین سینڈا ہیا ترپے زبان میرا گواہ

یہ چھپی نظروں سے وہ صورت بھی دکھلاتے نہیں

قاصد بھیجوں کس نوں بھیجوں جانو ضرور نہ ٹھانوں ملک نہ جانوں دلس نہ جانوں ما جانوں وہ گانوں

ہے یہی رفا کر ہم ان کو خبر پاتے نہیں

لکھاں پتاں لکھ چکی لکھ لکھ تھک مئے ہاتھ پہونچیں ہیں یا ما پہونچیں یہ کس سے بچھاں بات

وہ وہاں سے ایک پرچہ لکھ کر بھجواتے نہیں

ما جانو وہ کون مگر یا کیسی اس دی بات کیسو وہاں کے لوگ بسا کیسو وہاں کی ٹھات

ہے وہ کیا عالم کر جس کا بھید ہم پاتے نہیں

شوق رنگ جو بیانوں سینڈ شروائی سوا ودا جہا کدا اس تو بندا لب تو جگ سے کیودا

کون ہے وہ اشک جو آنکھوں میں بھراتے نہیں

میں کہتی تھی اُنے پُرا کو داکھوں گی میں گھر وہ تو ایسے بہن کر سدھارے پلے ہی نہ لاگے دیے

اس طرح سے پھول بھی گھٹن میں کھلاتے نہیں

مثلاً

اگر جب ہو کر فطرت آہ دل سے

ا وہ آگ میں ا وہ جل میں وہ دل میں دل تیرے بغل میں

بشرطے تو بھی ہو آگاہ دل سے

دل ہے مسجد دل ہے مندر جو چاہے س دل کے اندر

میں بہتر پرستش گاہ دل سے

کوئی پردہ کچھم جائے کوئی دکھن اگر جائے

کریں ہم قصد بیت اللہ دل سے

جی کی بات ہے جی کی سیر جا سے اپنے کیجئے سہ

تلقی ہوگی سب کے واہ دل کے

س سے کہئے کون اب مانے جی کے سہید کو عی جائے

ظفر ہوتی ہے دل کو راہ دل سے

ایضاً

کام دم ہو کیونکہ حاصل اس بت خود کام سے

کام پڑا ہے عشق میں سانوں اس بے وردی مال کان لگا کر کیکر سینے وہ لوکاں ساڈا حال

ہاتھ جو کانوں پہ رکھتا ہو ہمارے نام سے

پھر دی میر انکھیاں وچ ہیں وہ انکھیاں مدلتی میں مایویں مدھ کا چیلہ مینوں مدھ نہیں بھاتی

ساقیا دوران سر ہوتا ہے دور جام سے

مینڈی مت ہے نہ اسدا جس سے مینڈا مہد لا پانڈا جو کوئی مجھے استو کھماں رینہ

کھر سے کیا کام مجھ کو کیا غرض اسلام سے

جیسے پھندا دل عشق دے پھندا پڑ گئے دکھ دے دھندے چھٹ نہ سکے ان دھندوں سے ہم مر کے برہ کے دھندے

مدقوں پھڑکے نقس میں ہم جو نکلے دام سے

دیکھ کے سوئی سچ یا بن بھر بھر لکھے نین کچھ مت بچھو لوگاں مینوں کیونکر کڈی دین

روتے روتے مہج ہو جاتی ہے مجھ کو شام سے

کتے دنوں بیکل کینا کل ماہیں اک دم آن دل کے بیکل رہنے سے ہے دکھ میں پڑ گئی جان

گر نہ ہو دے دل تو پھر گزروے عجب آرام

عشق کے کچے روندے ہیں اور رونے سے کی ہوتا شوق رنگ اسنوں پکا کہیہ جمل کے نین جو روتا

آگ میں آنسو گھپتے ہیں کہاب خام سے

ایضا

چہ کھم شرح بیانے کہ ہمی میگدرد

یارا ساڈا کتوں و سدا رندا لندن دھیان آنکھ مینڈی نیر بہاوسے بیکل رندی جان

کیست آن مارے مرے تاکر کثرت پرورد

کہ مراد مال نہ مینوں یہ کب کی زمان لہو پیون ا ن ہمد داور مالی پیو جہان

مرد ولا ہمہ را دشمن جانی شمرد

باری باری ہر میلے دس جو وہ مدھ مدھیان ایک ہیر پرہ ولا بھل گئے سب اوران

واہر باد بیک لکھ مر ہوش و خرد

جن نے بتائی مٹھی صورت انسان باقی انسان جاؤں بتاون ہارے دے میں ہاتھوں کے قربان

طالب جلوہ حق صورت زمان نہ کرو

جن نو جانی عاشق اپنا اسدا دکھ ہر آن! شوق رنگ اسدے کلن سگر ہو گئی ساڈیکان

حڈراز غمزہ کہ صد سیز عاشق بدرد

ایسا

یہ مجھے لہر شاہانہ بتایا ہوتا
اس خرد نے مجھے سرگشتہ و حیران کیا
یہ مرا تاج گدلیا نہ بتایا ہوتا
کیوں خرد مند بتایا نہ بتایا ہوتا

تو نے اپنا مجھے دیوانہ بتایا ہوتا

نثر عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھ کو
نثر عر کا ٹھک نہ بتایا ہوتا

دل کو میرے خم و میخانہ بتایا ہوتا

دل کو صد پاک بتایا تو بلا سے لیکن
زلف مشکس کا ترے نشانہ بتایا ہوتا

اور یہ خاک سے ایسا نہ بتایا ہوتا

صوفیوں کے جو نہ تھا لائق صحبت تو مجھے
کابل پہلے بغداد بتایا ہوتا

باعث کھلے مستانہ بتایا ہوتا

تھا جلا نہ اگر دوری سائی سے مجھے
تو چراغ نہ میخانہ بتایا ہوتا

ور دل بارہ کشوں کا نہ بتایا ہوتا

شعلہ حسن ہمیں نہ دکھایا ہوتا
ورنہ بلبل کو بھی پروانہ بتایا ہوتا

گل کو داغ دل دیوانہ بتایا ہوتا

روز معمورہ دنیا میں خرابی ہے ظفر
لیکن ہستی کو تو ویرانہ بتایا ہوتا

بلکہ بہتر تو بھی تھا نہ بتایا ہوتا

مجھے تیغ نگہ سے قتل کر تو سوچنا کیا ہے

کھانڈا برچھی ڈھونڈھ مت ڈھونڈھ نہ تیر کمان عاشق نو مارے معشوقاں دی آن

نگاہ مار سے تیغ و سناں کوئی سوا کیا ہے

ناڑی نہ ہاتھ طہریاں دوں پہچھوں نہ کوئی بید روگ لگا مینو نہ دا اب جانے یہ بھید

کوئی کیا جانے یہ کیا درد اور اس کی ہوا کیا ہے

ہیم پیالے بھر بھر پیواں لے لے کے ہاتھ میں مدھ مائی سہہ دی کوو نہالو بات

دم جاں بخش بھیئی کیا ہ اور آب بٹا کیا ہے

میں تو باور ی ہو کیجاں جانو نہ سات اور پانچ مینو تم جلا دو لو گال لول میں من میں جانچ

کر لذت عشق میں کیا ہے محبت کا مزا کیا ہے

کے بٹلاویں بچپن ہارا اور کے پچھدے ہو حال دوسی مینڈی جان ہے اور جھنڈی اسد سے مال

نہیں معلوم جینا کس کو کہتے ہیں فضا کیا ہے

ایٹ مائے دیکھا لکھا مینڈی سمجھ نہیں آئے بید پرالم کوئی لاویں غمہر غمہر کے بٹلائے

کہ لکھا مدلی نے کیا اور اس کا مدعا کیا ہے

ایسی کسدی چاہ گئی جو آٹھ پہر میں رعدا یہیں آنسو بہانے کے کیوں جھڑی کو تو کھودا

بتاوے مجھ کو تو اب اے ظفر یہ مازا کیا ہے

ایضاً

خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے

پی کے بلائیں گے جس دن پی کے پاس اس دن کیسی ہووے گی مینو بھی ہر اس

خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے

رنگ رنگی رنگ نہ ہو گئے ہوگی ایکلی جان نفسی نفسی سب کہیں گے کس کا کس کو دھیان

خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے

کفن سمجھ لو کو ڈری اپنی کور سمجھ لو گانوں لحد سمجھ لو بستر اپنا خاک سمجھ لو ماؤں
خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے

پہراں وچ کچھ سکت نہیں ہے منزل ہے گی دور خالی ہاتھ چلے ہم یاں سے ہائے ادھری کور
خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے

دنیا وچ کہا کہا کچھ ستار کچھ بھی رہا نہ گلے وں سے ہم کبھی کی اپنی یاں سے ہم کبھی سے چلے
خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے

دنیا وچ بتنا تھا کلا آیا نہیں نہیں کا سب کچھ شوق رنگ چھوڑ چلے ہم لے ی چلے اک نام
خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے

ایضا

تجے دیکھے سے مجھ بیدم کے پیارے دم میں دم آیا سہوا سینڈے بیہالا گا ایسا روگ حال ارا ڈا دیکھ کے رونے لا گے لوگ

کہ آیا جو عیادت کو مری باہم لم آیا جو میں لوگاں راتاں دلی لے لے سینڈا نام سارے نگر دے لوگاں نوں ہو جاندی نیند حرام

کہ جو آیا مرنے مالوں سے ملاں مسجد آیا

لکھاں باری میں نے دکھائے اپنے دل کے گھاؤ تیرہ سہڑا بیدری ہے اب تک دوی سہاؤ

کبھی دل میں نہ تیرے دم کوافر منم آیا

سندے سندے ظلم ساڈے پڑ گئے دل وچ چھید پھر تو کس دن مال نہ اکھاں اپنی بیڈی ہید

کبھی لب پر نہ میرے شکوہ جو روجم آیا

شوق رنگ وںوں میں نے یہ اکھاں بوے جو وہ اک آن لگ جا ساڈے چھتیاں جانی بیکل سینڈی جان

نہایت تک میں اب تو ترے سر کی قسم آیا

مثلاً

میرا بدم بھی ہے اور میرا وہ دلدار بھی ہے

دین کھردی روندے روندے پلک نہیں اک لگدی لوگاں لا وادی استوں اکھیں دستہ لکدی
مجھ سے کیا پوچھتے ہو خواہش دیدار بھی ہے

ہیاں اس دی سیدی سادھی اکھیاں اسدی ترچھی انگل اوسدے پھاند لگا دیں پلکاں مارے برچھی
اس کا ا پرو مجھے حنجر بھی ہے کھوار بھی ہے

سوہ لیان پل میں مینڈا صدقے سنی صورت دے کھولی کھولی چاند اس دی بھولی بھولی صورت دے
مڑے میں کیا کہوں اس پر مجھے اک پیار بھی ہے

اکھیاں مینڈی ڈھوڑیں استوں بیکل لہندی جان نظر نہ آندا سماں مینڈا مینوں اس دادھیان
میں تو لاکھوں میں کہوں اس سے سروکار بھی ہے

بھرا بھرا دل آندا مینڈا بس ماصر نہیں چین لے لے چکی دنیاویس پھوٹ ہے میرے چین
جان بے چین ہے دم ٹم میں گرفتار بھی ہے

سونوا مینڈا منداواں مہر کرم دے مال سوئی بنا کے اگتا بہاروں کھول کے اپنے سس کے بال
دیکھ تو آؤ کہ وہ آنے کو تیار بھی ہے

کون آکھے اس لوں جا کر لوگاں مینڈا سندس چھاؤ کے مینوں جب سے مجھے تم سونا ہے اپنا دلس
تھنڈے ملے پے گلے میں ترے نار بھی ہے

ٹوٹے کی سی میں میں والی کوئل کی آواج کات کات سوریں کسی بنا وا کی آج
بھٹا میں اس کو کہوں اس پہ سروار بھی ہے

روئے مینوں دن بیتے اور لگدی کھری رہیاں شوق رنگ اس کو کیونکہ نہ بھیجوں لکھ لکھ کر پیاں
مڑے دل مسی ہے یہی اور یہی اظہار بھی ہے

ایضا

ڈالے ہوئے گردن جو مرا نامہ بر آیا کیا مطلب دل یار کا معلوم کر آیا

جب دیکھا یہ احوال تو دل میرا بھر آیا

صورت ہے بتوں کی جب اللہ کی قدرت ہر جلوے میں اک ور عی جلوہ نظر آیا
دیدار کے مشتاق کو شوق ڈگر آیا

کس فکر میں ہو راہ کے توشے کا کرو فکر اے غافل و نزدیک ہے وقت سفر آیا
پیغام قضا شام نہ آیا بحر آیا
لوٹے گا پڑا خاک کے بستر پہ وہ نامشر آرام کی سٹھری کی جو ہستی میں بھر آیا
ہاتھ اپنے وہ ملا سر منزل بشر آیا

اک ہم عی نہیں نظر آئے ہیں جہاں میں جو آیا جہاں میں ہے س وہ بے خبر آیا
اس بات پر وفا نہیں اے چشم تر آیا

میں شرم سے عصیاں کے ہوا سر بگرباں جس وقت خیال آہ اہر کا اہر آیا
کچھ پہچو نہ کیا کیا مجھے خوف و خطر آیا
اینا

بتاؤں میں کسی کو کیا کہاں ہو اور کہاں کا ہوں
اپنے دلیں کو چھانڈے کے ہم نظر پر دلیں جیسے ریت اس دلیں کو دیکھی ویسا کہنا بھیں
کہ میں اس باغ میں محو قاشا باغیاں کا ہوں

تجھ بن دین ادھیری میں جو مارے اہ کے مارے سارے مارے دھڑکیں کے مارے ہو گئے کارے کارے

بیش رنگ نکلا دیکھتا میں آسمان کا ہوں

کاتا ہوں یا سہکا ہوں تلی ہوں یا نکلا میں میں جو ہو عی سکیں جات نہیں کچھ دن کا

کوئی ہاں ان سے پوچھتے خار جن کے آئیاں کا ہو

نے میں ملگ نے میں سوتی نے میں میرا پنا نے میں چاندی نے میں سما جیسا بتایا بنا

بلا سے سنگ ہوں لیکن اسی کے آستان کا ہوں

پیم مگر کی گھٹی ہے گھٹی کون اہر کو جاوے میری ڈگر پر جو کوی آوے وہی رست پاوے

کہ پیچھے کارواں کے نقش پا میں کارواں کا ہوں

کوئی اپنے مال تک پر کرو نہ نت مغروری میرے بن میں مال ہساری سنا پوری

ظفر میں دو جہاں میں خاک پا فخر جہاں کا ہوں

ایضاً

رات دن تیرا تصور ہے خیال اور نہیں

بہت چٹ میں تو عی ہے اور تیرے سوا نہیں دھیان تیرا دھیان ہے مینہں رہندا ہر پل اور ہر آن

کہ سوا اس کے محبت کا کمال اور نہیں

اپنے وچ ڈھونڈ پیاؤں ہوندا نہیں کہیں اور تجھ میں سلا تیرا پیارا اپنے میں کر فور

کہ بجز تیرے کہیں جائے وصال اور نہیں

چاند سورج کی آنکھوں میں کدھو نہ اتنا نور جھلکا نور پیا کا میرے دیکھ آنکھوں کے حضور

سب میں ہے نور وہی نور جمال اور نہیں

دل میں ہے تو میرے سلا اور بحر نہ آوے سہوا مینڈے چکھی نون نت میرا دل لپاوے

ہے یہی رنج مجھے رنج و ملال اور نہیں

شوق رنگ انسان ظاہر میں لوہے مائی کی سورت لیکن ہے یہ سورت اپنے صورت گر کی صورت

کہ نظیر اس کا نہیں اور مثال اور نہیں

ایضاً

مرے قاصد سے پہنا مرغ دل اے مامہ بر پیلے

دل کی لاگ لے ہے پہنچائی پاس بیا کے باقی کون چلے اس کو گن گمانی مس دی ایسی چھاتی

اھر گزرے وہی جو جان سے جائے گزر پیلے

قاصد آیا لے کر پاتی جس میں مطلب سارا اپنے کون اب چل بسا جو آپ ہی باجن ماما

خبر آنے سے وہاں کی ہو گئے یاں بے خبر پیلے

ہیم نگر کی پینٹ لگی ہے دلالی سب نے ماری سودا یارو باٹ نہ کیجو تو عی دیکھ ا ماری

کہ اس وعدے میں ماموں سوچئے ہے ضرر پیلے

تیکل دی گلی کر دے ہوندے سوچ سمجھ پہچان بری گلاں بیٹھی گلدی تو چنی مت جان

کہ آخر زہر قاتل سے اگرچہ ہے شکر پہلے

سوچ سوچ کے من میں اپنے ماتق سو رکھ رکھا ہوا تھا سو ہو ہی چکا اب رندے سے کی ہوندا

تجھے لازم تھا اپنا کام کرنا سوچ کر پہلے

منزل تیری دور پڑی اور گھٹتی تیرے ہاتھ کچھ تو نیکی کمائے کے لے لے اپنے راتھ

مسافر چاہیے معاملہ زاد سفر پہلے

دین داں میں کوکدی پھر دی بیکل مینڈی جان لیکن جس دے کارن کوکدی پھر دی اسنوں ماہیں دھیان

اٹنی کیا ہوا تھا وہ جو مالوں میں اتر پہلے

چند لیا دل اس نے سینڈا مار برہ دہال اب کہہ چھوڑا اس چندے سے چھوڑا ہڈا محال

چھوڑا دل نہ میں معلوم یہ ہوتا اگر پہلے

میلا نہیں دیوانہ ہے جو ہر کچھ منہ سے بکدا جو کرم میں لکھ دے وہ میٹ نہ کوئی سکدا

جو کچھ ہوتا تھا سو وہ ہو چکا ہے اے ظفر پہلے

ایضا

ستم درپردہ کرتے ہو ظہر پیار کرتے ہو

پہلے میں دارو کرساں ول میں جی سے ہزار ہووے تباہی گلاں دامنوں پیارے کی اقبار

کبھی قرار کرتے ہو کبھی انکار کرتے ہو

دعوے کر کیریم دھرم کے بانڈھو پاپا کے لوٹ کھ سے گلاں پیار دی کر دے دل وچ رکھ دے کھوٹ

بیٹ دشمنی میں دوستی اظہار کرتے ہو

جانے لگتی پر تھی سونوا میں کی آکھاں اب جو جو کچھ کسا خاتم کو سو تم نے کیوں سب

اور اس پر یہ تماشا ہے کہ آنکھیں چار کرتے ہو

جی نہ دکھاؤ دیکھو کسے راتو یہ جان مسوس کر دے بھروسا کی دنیا کا یہ کانٹے کی اوس

عبث امید میں دنیا کے عقبی خور کرتے ہو

شوق رنگ اپنے جی میں سوچو منہ سے کچھ مت بولو چچھیں جو وہ کھول کے تم سے اپنا عقدہ کھولو

ہمیں معلوم ہے جو کچھ کہ ہم پر وار کرتے ہو

ایضاً

کیوں سوچ رنگ کی مار پھکاری!! دیکھو کنور جی دہلی گئی میں گاری

ہر کہ دست از جان شویا
ہرچہ در دل دارد بگوید

بھانج مکوں میں کیسے سوچوں بھانجا فہمیں جات ٹھاڑی اب دیکھوں میں وہ کون جو سکھ آت

وقت ضرورت چو نامہ گریز
دست بگیرد سر شمشیر حیر

میں نے تینوں کیا کہا جو تین نے گاری دینی بن سوچے ما جانے دوگی لکس ماہیں مینی

نہ نگھ نہ دارد کے باتو کار
دیکھن چو منتحی پلاس بیار
سب کو کھ سے وہیت ہے گاری بھری سما میں آج جب میں آپ نہ لچ چلوں تو کس کی تو ہے لاج

یکے گردہ بے آہو نے بے
چو خم دارد از آہوئے کسلا

جو کچھ کہنی تو نے ما کہی تھی وہ بھی ہوئی کہی اپنے من میں سوچ کے میں یو چکی ہوئی رہی

اگر اماں بوخت سخت مگوی
خود مندش بہ نری دل بگوید

بہت دین میں ہاتھ لگے ہو کیسے جانے دہلی آج میں پھگوا تو سوں کا تھا پیٹھ پکر کے لوں

دیر آمدی اے فکر سرمست
زودت نہ وہم زودت دست

شوق رنگ ایسے ڈھیٹھ گر سے کھیلے کون اب ہو ری کھ سینڈے ور ہاتھ مروے کر کے وہ برجوری

ہر کہ بانو لاد بانو پنچہ کرد
ساعت بسمین خود راونچہ کرد

شلاش دلا ارشدک اللہ نعالے
 بے ہوش ہوں میں دیکھ کے اس ہوش دبا کو
 بے داغ بول آتش رخسار سے تیرے
 منہ مارے ہے بے طرح مرے دل پر تری زلف
 اللہ ری تیری جنبش مڑگان ستم کیش
 تیرے رخ روشن کے تصور سے ہمیشہ
 جائے گی نکل جان مری دکھی کماہار
 ہر خار بیلان ہے سوئی سے پڑتا

پچپٹا لے تو نے جسے دیکھا نہ بھالا
 جیسے کہ بھی لے نے نہ تھا ہوش سنبھالا
 گردوں پہ قمر اور زمیں پر گل لالا
 کیونکر یہ بچے گا کہ ڈے ہے اسے کالا
 اک پلی میں کئے تو نے دو عالم تہ بالا
 ہے کلبہ تاریک میں عاشق کے اچالا
 تیرا اپنا اگر تو نے مرے دل سے نکالا
 جب بھوٹ کے دھما ہے مرے پاؤں کا چھالا

بازار محبت میں نہ دل بچ تو اپنا
 بک جاتا بیس اتھ اسکے ظفر پیچھے والا

ہزار طرح سے کھولا وہ دل دبا نہ کھلا
 لب جراحت دل تیرے سامنے قاتل
 جن میں جا کے گرہ تو نے نیچے کی کھولی
 خط اس نے کھول کے دیکھا گھر خدا جانے
 ستم ہے وہ مرے رونے پہ ہنس کے کہتا ہے
 کھلے ہزاروں دباغ دکھانا لیکن
 ہمارے درد کو کیا جانے صبح بے درد
 نہ ہوتا درد محبت کا گروہ تشنہ خوں

ہمیں نہ کھلنے کا کچھ اس کے دعا نہ کھلا
 اگر کھلا ہے تو ہرگز بجز دعا نہ کھلا
 پ اپنا عقدہ دل تجھ سے اسے عبا نہ کھلا
 کہ اس پہ کچھ مرا مضمون خط کھلا نہ کھلا
 کہ تیرے گھر یہ کا کچھ ہم پہ ماجرا نہ کھلا
 دل گرفتہ مرا بند ہی رہا نہ کھلا
 کسی پہ حال یہ جز درد آشنا نہ کھلا
 تو رہتا نہ ترے سوا تیر کا نہ کھلا

لُسرشک خوں نہ ہے چشم سے ظفر جب تک
 ہمارے دل کا کبھی رازاک ذرا نہ کھلا

مرحبا دیدہ تر کوہر غلطاں ہوگا
 سبز ہندایہ نہیں کان میں اس کافر کے
 نیم جانوں نے یہ جانا کر برآیا مطلب
 قطرہ شک نہیں ' مرغ نظر نے تیرے
 تو گل اثرنی ان کو نہ سمجھ تیرے لئے
 بیکروں کھائے کماندار ترے ہاتھ تیرے
 آفریں زخم جگر لعل بدخشاں ہوگا
 انہی زلف نے زہر اے دل ناداں ہوگا
 بچے ہاتھ سے جب تیرے مری جان ہوگا
 دانہ شاید کر ہے اے دیدہ گریاں ہوگا
 یہ زمیں نے ہے خزانہ گل خنداں ہوگا
 پر مرے دل نے کبھی ایک نہ چپکایاں ہوگا

شعر تو اتنے کلمے کر بہائے دیا
 ظفر طبع رواں نے تری طوقاں ہوگا

خدا خواستہ گر خط میں میرا نام آجانا
 جو کرنا آکے یاں آرام وہ آرام جاں اپنا
 ترے کوچے سے آتے ہیں تو یہ حال اپنا ہوتا ہے
 ہوس طوبائے جنت کی نہ ہوتی تیرے کشتہ کو
 ہوا پہلے عی کام آخر ترے کام کا ورنہ
 پیام نگر کیوں یک اجل قاصد کو پہنچانا
 گرفتاری نصیبوں میں نہ ہوتی تو جہن سے میں
 تری دولت سے ہوتے ساقیا جمیدہ دوراں ہم
 تو قاصد پر طصب عی اے دل نام کام آجانا
 تو اپنی جان بے آرام کو آرام آجانا
 کہ ہم کو ضعف سے ہے فٹش پر فٹش ہر گام آجانا
 اگر تو کوہر پر اے سرو گل اندام آجانا
 کسی دن اے بت خود کام تیرے کام آجانا
 جو قاصد لے کے تیرے وصل کا پیغام آجانا
 بھلا اس طرح کیوں صیاد زیر دام آجانا
 اگر اس دور میں ہاتھ اپنے کوئی جام آجانا

نباتات سے دکھانا منہ نہ اپنا بلکہ گردوں پر
 ظفر وہ بام پر اپنے جو وقت شام آجانا

کسی کی تم کو وحشت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا
 خطا کی میں نے ایسا کیا جو اس نے یہ نہ بوجھا
 قلم خط لکھتے لکھتے مجھ کو اس نے رکھ دیا کیوں
 جواب خط کیا جس پر قلم انداز تو نے گر
 کہاں سن کر زبانی حال قاصد سے یہ اس نے
 زباں عی سے وہاں بیٹھے مگر کرتے رہے جو تم
 جواب خط میں دقت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا
 تجھے غم کیا تھا حسرت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا
 سب کیا تھا حقیقت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا
 وہ بات اے بے مروت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا
 مصیبت کیا تھی آفت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا
 تمہیں مجھے سے شکایت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

بل سے پڑھ کے گروہ خط کو لکھ لکھ کر دیتا
 ظفر اس میں قیامت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

جو دیوانہ ترا عاشق مضطرب نہ کھلاتا
 جو ہوتا رحم تجھ میں کیوں تجھے بیدار کر کہتے
 جو کچھ تاب و توان ہوئی ترے بیمار فرقت میں
 تصور میں دردِ خدا کے تیرے گرنے روتے ہم
 ہمیشہ ہو تمہیں مسکن پذیر اس خانہ دل میں
 جواب مطلع ابرو تیرا کوئی ہلاکی ہے

تو خباں جہاں میں تو پری دیکر نہ کھلاتا
 نہ ہوتا دل ترا گر سخت تو پھر نہ کھلاتا
 تو اٹختے بیٹھے وہ ویں سر بستر نہ کھلاتا
 تو ہر آنسو ہمارا ادا نہ گوہر نہ کھلاتا
 یہ گھر کھلاتا کس کا گر تمہارا گھر نہ کھلاتا
 جو کیونکہ تو وہ اس سے کبھی بہتر نہ کھلاتا

کیا مشہور سا تر یار کو چشم پر افسوں نے
 وگرنہ اسے ظفر وہ شوخ جاو گرنہ کھلاتا

پیامبر جواہر سے مرا نہیں آتا
 کبھی ادھر سے بت پر جفا نہیں آتا
 الہا خال اب یار میں ہے کیا نکتہ
 غریق بحرِ محبت پہ تیرے کیا کدڑی
 نہ ہو فراق میں جب تک کہ خوب ہے مڑگی
 جو شعل آئینہ منظور ہے تو دل کو دیکھ
 ٹکا کے چاہ غم یار کے غریوں کو
 وہ کونسا ہے ستم کش ترا عطا کالم

تو کیا کیوں کر مرے دل میں کیا نہیں آتا
 غرور صن ہے خوف خدا نہیں آتا
 سمجھ میں نکتہ وروں کے ذرا نہیں آتا
 کسی سے سننے میں یہ مانرا نہیں آتا
 وصال یار کا ہرگز مرا نہیں آتا
 اس آئینے میں نظر دوسرا نہیں آتا
 کوئی بھی ایسا نظر آتا نہیں آتا
 جو خود بخود تری جانب کھنچا نہیں آتا

تمہارے وصل کو پیارے گزر گئے مد وصال
 مگر ظفر کو کچھ اس کے سوا نہیں آتا

یار آئے مرے پیش نظر ہو نہیں سکتا
 سوڑا نہ کبھی منہ تری ششیر جفا سے
 لے جاؤ غم ورنج نہ کیوں ساتھ جہاں سے
 تم لاکھ کرو حضرت دل تارِ خریار
 کچھ خلع نے ہے مجھ عشق دکھایا
 جب تک کہ تصور نہ ہو دانتوں کا تمہارے
 کیا کیا نہ ہوئی میرے لئے خانہ خرابی
 رسوائے جہاں کرتا ہے کیا کیا مجھے گریہ

ور آئے تو دیکھوں نہ ادھر ہو نہیں سکتا
 میرا ساکسی کا بھی جگر ہو نہیں سکتا
 بے قوش تو یہ مجھ سے سزا ہو نہیں سکتا
 چاہو کہ ہو کچھ اس کوثر ہو نہیں سکتا
 مرکب کے تو پیدا کبھی ہو نہیں سکتا
 آنکھوں میں مرے اشک گیر ہو نہیں سکتا
 پھر اب بھی تو دل میں ترے گھر ہو نہیں سکتا
 میں چاہتا ہوں ضبط ہو پر ہو نہیں سکتا

جو کام کیا غم نے محبت میں بنوں کی
 واللہ کسی سے بھی ظفر ہو نہیں سکتا

جو وہ قاتل نہ اپنے ہاتھ میں خنجر لئے پھرنا
 اگر پتھر نہ پڑے اے جنوں اس تری شورش پر
 غنیمت جانتی بلبل جو باد صبح کا جھونکا
 نئے عشرت نہیں طالعیں اپنے ساتھ ورنہ
 نہ ہوتا گرچہ صاحب عزم دل لک محبت میں
 رنگ مار زنجیر میں زنداں میں ہوں لیکن
 ڈرنا ہے مجھے صبح عبث کوئے محبت میں
 کبھی جا کر نہ پھرنا میں گلی میں خوروؤں کے

تو یہ سر باز پھر کیوں سر جھکی پر لئے پھرنا
 تو یوں ہر طفل میرے ساتھ کیوں پتھر لئے پھرنا
 پس از مردن جن میں کوئی لیس کا پر لئے پھرنا
 لک جتا لئے پھرنا ہے مہ ساغر لئے پھرنا
 تو رنج و غم کا اپنے ساتھ کیوں لٹکر لئے پھرنا
 مجھے دیوانہ پن زنداں سے ہے باہر لئے پھرنا
 جہاں ڈر اپنا واں گھر ہے کہاں کھڑ لئے پھرنا
 اگر مجھ کو نہ میرا یہ دل مضطر لئے پھرنا

نہ ہوتا شوق کوئے مہقا تو کون پھر جھکو
 ظفر خورشید کی مانند یوں دن بھر لئے پھرنا

عشق کے میدان میں ہم نے دیا سرکنا
 مطلع دلی جو قدم آگے بڑھا پھر نہ وہ پیچھے جتا

دیکھتے ہی عشق کو بھل گئی ست پنا
 تنگ نگ کو ذرا تو نے جو چکا دیا
 ماضی پر نور پر کھول جو دی اس نے زلف
 عشق کی دولت ہے درد کون لے اور کس کو ہوں
 پھرنا ہے جوگی بنا حیرے لئے آفتاب
 جہنم کو ہے تری کام جیسے پڑا سرمہ سے
 بازو ادا ونگہ فرز و عشو ترے

دل کو مرے آفریں یہ جوتا سوتا
 بھول گئی دیکھ کر برق ہلانا پنا
 میں نے یہ جانا کہ ہے رات بڑھی دن گھٹا
 یہ ن و کسی سے نئی اور نہ کسی سے ہٹا
 خطا شعاعی نہیں سر پہ کھلی ہے ہٹا
 زہر بھری ہر نگہ ساپ ہے پھر چٹا
 پانچوں ہیں دشمن مرے اور کرشمہ چٹا

دامن وہیب اے ظفر چاک ہو تو ہو رو
 دل نہیں جاتا سنا یہ جو پھٹا تو پھٹا

جوں کی ہے وہ آشنائی کا دھندا
 وہ جب دیکھو آئینہ ہی دیکھتے ہیں
 جئے یا مرے پر نہ عاشق سے چھوٹے
 تارا تو پیش ہے بڑی بیش
 پڑی منہ پہ آئینہ کے خاک کیا کیا
 رہے ہے خم و بچ میں زلف جاں

کہ ہے جس میں ساری جدائی کا دھندا
 رہے ہے انہیں خود نہائی کا دھندا
 خیال وصال و جدائی کا دھندا
 ہوا ہم سے کب پار سائی کا دھندا
 ملے خاک میں یہ صفائی کا دھندا
 وہاں اس کو ہے کج ادائی کا دھندا

رہا جب تک دم رہا ساتھ دم کے
 ظفر سب برقی بھلائی کا دھندا

دیکھ کر رخ پہ تیرے زلف دہا کا پھندا
ہاتھ آئے نہ کسو کے بھی یہ آہو کہاں
اس کی قدرت کا ہے یہ کھیل گولا ہے کہاں
رہے زار م بہت میں گلا کیوں نہ پھنسا
بہشتی ہے عجب دام گہر سید اجل
ظائر ہوش کو پرداز میں کتا ہے شکار

جا پھنسا ظائر دل تھا وہ بلا کا پھندا
نہ پڑے پاؤں م میں گر شرم و حیا کا پھندا
خاک کو باندھتا ہے دیکھو ہوا کا پھندا
کر یہ ڈالا ہوا اسے بہت ہے خدا کا پھندا
جا بھاجس میں ہے گرداب فنا کا پھندا
تیرے تاریک ہوش بلا کا پھندا

گردن دل کے لئے اپنی بے زبیا کر بنے
جامہ زینوں کے ظفر بندجا کا پھندا

نئے م میں بزم ساقی میں جو مستوں کو اڑا مارا
نہ تھا کچھ دور تو رستہ بہت اس بار کے گھر کا
تجھے کیا ہنسنا گل گر یہ شبنم پہ گلشن میں
لگاوت سے لگا ہے حناغیران کے ہاتھوں میں
بچا دل تیرے ہاتھوں سے نہ آخر اے کمان ہرو
پڑا لوٹے ہے دل شامت کا مارا اور رو کے مارے

لب ساغر پہ مت عیشی نے دھر کر کھد مارا
تھر ہم کو ہماری ناتوانی نے تھکا مارا
طلبہ اس کے منہ پر تو نے کیوں بلا دیا مارا
وہ مجھ سے رنگ کیوں لاتے ہیں میں نے کیا لگا مارا
گیا گر ایک خالی تیر تو نے دوسرا مارا
خدا جانے ترے جوڑے نے رکا کیا مارا

ہجوم خال روئے بار کالے ی لیا پور
ظفر یہ غریب تم نے رنگیوں کا سوچ مارا

روز گھر غیر کے ہلکا ترا معمول پڑا
لگ گئی جوش گل لالہ سے گلشن کو جو آگ
دل شافل ہے مرا محو خیال رخ و زلف
کہو ملا سے کرے جا کے خرابات کی سر
رکھ قدم دیکھ کے تو کوچے میں اپنے قافل
چھوٹ کر چاہ زنجنداں میں کہیں گر نہ پڑے

یاں جو آٹلا ہے تو آج کدھر بھول پڑا
کہیں اس آفتل رنساہ کا کیا بھول پڑا
رات دن دھتا ہے اس شغل م میں مشغول پڑا
کوشہ مدرسہ میں کیوں ہے یہ مجھول پڑا
کہ کہیں سر ہے کہیں ہے تن مشغول پڑا
دل پکڑ کر دس زلف کو ہے بھول پڑا

دے کے دل جاں و بچاؤ نہیں ہو جائیگا ضبط
اب تو دینا ظفر اس جنس کا محصول پڑا

ہم نے تری خاطر سے دل زار بھی چھوڑا
 کیا ہوگا روگر سے رفویرا گرہاں
 دین دے کے گیا کھر کے بھی کام سے عاشق
 کوش میں تری چم یہ مست کے دل نے
 اس سے ہے غریبوں کو تسلی کی اجل نے
 نیزھے نہ ہو ہم سے رکھو اخلاص تو سیدھا
 کیا چھوڑے اسیران مہبت کو وہ جس نے
 پہنچا مری رسولی کی کیوکر خبر اس کو
 تو بھی نہ ہوا یار اور اک یار بھی چھوڑا
 اے دست جنوں تو نے نہیں مار بھی چھوڑا
 صبح کے ساتھ اس نے تو زار بھی چھوڑا
 کی جب سے جگہ خانہ غار بھی چھوڑا
 مجلس کو مارا تو نہ زردار بھی چھوڑا
 تم پیار سے رکھتے ہو تو پیار بھی چھوڑا
 صدقے میں نہ اک مرغ گردنار بھی چھوڑا
 اس شرخ نے تو دیکھنا اخبار بھی چھوڑا

کہا تھا جو یں آنے کا جھوٹا قرار
 مدت سے ظفر اس نے وہ قرار بھی چھوڑا

ادھر تو دست وحشت نے گریاں کھینچ کر پھاڑا
 نہ اتنے مجھ سے تم کھینچتے نہ اتنا تم سے دل پھٹا
 کشاکش سے جنوں کے تیرے دیوانے نے مر کر بھی
 ہوا تجھ سے جو روکش غنچہ لالہ تو ہیٹ اسکا
 پڑا یہ کشاکش میں خط مرا ہاتھوں سے غیروں کے
 نہیں یہ کہکشاں کا خطا لک کے ہم نے سینے کو
 کھلا پردہ کہ جب پیراہن یوسف ' زیلکا نے
 اڑوشت کی یہ جامہ ددی کا ہے کہ کاندھ کو
 ادھر ہر خار سحرآئی نے داماں کھینچ کر پھاڑا
 مراد دل رات کو تم نے تو جاں کھینچ کر پھاڑا
 کفن اپنا نہ خاک عیاں کھینچ کر پھاڑا
 صبا نے پست اے رنج گستاں کھینچ کر پھاڑا
 کرا آخر سب نے اس کو اے مری جاں کھینچ کر پھاڑا
 جگر سے مالہ اے شہنائے جبریں کھینچ کر پھاڑا
 دم بے باقی شوق اے عزیزاں کھینچ کر پھاڑا
 صورت نے میری تصویر عریاں کھینچ کر پھاڑا

ظفر فشا نے الفت پر نہ تھا منہ پھاڑا اچھا
 حیا کا پردہ کیوں منہ پر سے داماں کھینچ کر پھاڑا

دیکھا جو سے سے ہر خم و ساغر بھرا بھرا
 آگاہ تو کیا مجھے لذت سے عشق کی
 لگتا ہے آب داری دلوں سے وہ دہان
 عاشق کا غول ہے یہ نہیں چھٹنے کا شریک
 کیوکر کرے نہ پروش اولاد کی بشر
 کیا بھر دیے ہیں کان خدا جانے غیر نے
 آنکھوں میں میری رکتے لگا گھر بھرا بھرا
 رنجوں میں اس نے مریے تلک گر بھرا بھرا
 کیا صاف مثل چشم کوڑ بھرا بھرا
 دامن جب اس سے تیرا ستم گر بھرا بھرا
 پالے ہے بچہ دلہ کبوتر بھرا بھرا
 عصے میں جو پھرے ہے وہ کافر بھرا بھرا

لایا جو عشق لاک میں دم تیرا اے ظفر
 دم عاشقی کا تو نے مقرر بھرا بھرا

کب آئے تو ہزار کچے گر پھرا پھرا
دل کو دلائی گردش چشم اس کی یاد پھر
دیوانہ وہ ہوں میں کہ جسے لڑکے دور سے
مجھ کو تھکا دیا دل خانہ خراب نے
ہک ہک کا ماصوں کی نہ مجھ کو اڑا ہوا
یہ سید تیرا بست فزاک تو ہوا
یہ دل ہے جس طرف سے تم گر پھرا پھرا
سائی نے دیکھو بزم میں ساغر پھرا پھرا
ہیں کوپھنوں میں مارے پتھر پھرا پھرا
ہر جانیوں کے عشق میں گھر گھر پھرا پھرا
آخر وہ چپکے بیٹھے رہے سر پھرا پھرا
قافلہ بلا سے طلق پر خنجر پھرا پھرا

پھرا مزاج ان کا کسی سے نہیں ظفر
لیکن مرا جو مجھ سے م قد پھرا پھرا

آشنا بحر محبت میں کوئی گر تیرا
ایسا گھبرا کے گرا ڈوب گیا گرتے ہی
لال کاغذ کا کنول جب سے کہ تیرے سر آب
آفریں تجھ کو دلا بحر علم عشق میں تو
بحر بخشش میں نہ کیوں او بے گرا ہار گما
دست و پا مار کے اپنے دم بھل کر کہا
جس طرح پانی پہ تیرے کوئی نکلا اس طرح
رکھ دیا سینہ بڑی قلع پر اپنا میں نے
ہم نے جانا کہ یہ بھراک سمندر تیرا
دل ترے چاہ زخماں میں نہ دم بھر تیرا
لخت دل آنسوؤں میں یوں مرا آ کر تیرا
غوب سیدھا دوش شیر دلاور تیرا
کہ نہیں پانی پہ برگز کوئی پتھر تیرا
خون کے دیا میں ترا عاشق معطر تیرا
آب گریم میں یہ سفر ہے حق لاغر تیرا
آب ششیر پہ ہیں مثل شاہور تیرا

تیرا عشق کے دیا میں اگر کیجھے دل
تو ظفر پہلے اسے ہاتھوں کے اوپر تیرا

پہلے تو ہم کو تیری عشقہ گری نے مارا
مر گیا میں نہ ہوئی تجھ کو خبر ہائے ستم
پھیر کر منہ جو دکھایا مجھے اپنا جوڑا
غوب پھڑکا کے مجھے کچھ نفس میں صیاد
بھسری کی بڑی رفتار سے جب فتنہ نے
حل پہ تیرے لب شیریں پہ ہے زہر قاتل
کچھ بھی ہوتی اسے ناہم تو مرتے ہم پر
پور اگر اس سے بچے کم نظری نے مارا
بے خبر مجھ کو بڑی بے خبری نے مارا
دل پہ مکا مرے اس دھک پری نے مارا
شوق پرواز سے بے بال و پری نے مارا
تھو پھر سے اک کبک ددی نے مارا
اے شکر لب ہمیں اس تلھکری نے مارا
ہم کو اے آہ بڑی بے اثری نے مارا

فنی مع سے ہے فرق بچوں چرخ ظفر
تیرا ایسا بڑی آہ بھری نے مارا

وہ مرا سب اس میں ہے جو ہے خدائی میں مرا
 دور کر دل سے کدورت ہے صفائی میں مرا
 ہم نے اے صیاد کیا پایا رہائی میں مرا
 جنگ جوتی چھوڑ دے کیا ہے لڑائی میں مرا
 آئے ہے عاشق کو کیا کیا اس جدائی میں مرا
 اجس ہے ورنہ کیا ہر نہ دہائی میں مرا
 حیرے سنگ درپہ آیا جیسے سائی میں مرا
 آج ہے اے شوخ تھ سے ہاتھ پائی میں مرا

کیا کیوں ہے کیا ہوں کی آشنائی میں مرا
 آئینہ آئیں تو ہم سے ہو جائیں صاف
 جا سکے گلشن تلک اڑ کر نہ ہم بے بال و پر
 بیٹھ رہ آرام سے تو صلح کا کر اختیار
 بعد ہونے جس لڑائی کے ہے امید وصال
 کچھ تو ہو فریاد میں تاثیر مار میں
 مسجد و بیت خانہ میں ٹکرایا سر کو بے مرا
 بیٹھا ہے مہندی لگا کر اپنے دست دہا میں ت

جو درخیز جہاں کا ہو گدا اس کو ظفر
 بادشاہی سے زیادہ ہے گدائی میں مرا

دوہر تک ایک سا ہے دوہر تک ایک سا
 آتے آتے اپنے گھر سے میرے گھر تک ایک سا
 سو جن تھا دل سے لیکر چشم تر تک ایک سا
 اس میں وہ ابھا ہوا ہے بال و پر تک ایک سا
 شوق اسباب اقامت سے ستر تک ایک سا
 سر سے لے کر پاؤں تک پاؤں سے ستر تک ایک سا
 عشق کا سحر ابھر سے ہے ابھر تک ایک سا
 مست غفلت بے خبر سے باخبر تک ایک سا
 ہے یہ صحت یک قلم زریو زریو تک ایک سا
 وہ ہے کیا کارگر دل سے جگر تک ایک سا

حال کب ہے شام سے اپنا حرکت ایک سا
 کون کون ہے کہ رہتا ہے نہیں ان کا مزاج
 اشک جو اندھے دم گریہ تو پھر دلیائے خون
 کیا نکالے طائر دل زلف کے پھندے سے پاؤں
 جانتے ہیں یاں نہیں رہنے کے لیکن اس پہ بھی
 لد رہا دافوں سے ہوں غل چھٹاں کی طرح
 وہ کیا میدان چٹیل خاک اڑانے کے لئے
 پھونک دی ہے کس نے بیہوشی یہاں لہکی کر ہے
 روئے تو خطا پر ہیں کیا مڑوگاں وایو دیکھا
 میرے سینہ میں کمان ایو تر ا تیر گاہ

کشور سحرائے وحشت ہو گیا اب خراب
 ورنہ تھا آباد بھٹوں سے ظفر تک ایک سا

ہم نے تاکا بھی تو سوراخ جگر میں تاکا
 کیا بتائیں کہ ہے کیا ہم نے بشر میں تاکا
 مال اس چود نے بے طرح یہ گھر میں تاکا
 ہم نے اک ایک کو کل ایک نظر میں تاکا
 ہے شمر غل محبت کے شجر میں تاکا
 کون ہے اس نے جسے راہ گزر میں تاکا

نہ تو جھانکا نہ اسے روزن در میں تاکا
 عرش سے فرش تلک جو ہے وہ سب ہیں اس میں
 چھوڑنے کا نہیں غم دل میں مرا صبر و قرار
 تاک جھانک آپ کی جن جن سے کہ ہے درپردہ
 رخم دل پر ہے جو انگوڑ رہے تو ہم نے
 چشم نقش کف پا راہ تک ہے کس کی

وہ کماندار لگا دے گا کوئی ناوک پھر
 اس نے بھی دل کو جو پہلے ظفر میں تاکا

نہ قائل ہوں دوا کا میں نہ قائل ہوں طبیعوں

نہیں جانا کسی سے وہ مرض جو ہے نصیبوں کا

مطلع دلی

شکرت ہے تو قسمت کی مگر ہے تو نصیبوں کا

نہ شکوہ دشمنوں کا ہے نہ ہے شکوہ پیوں کا

مطلع دلی

کر لکھوائے مجھی سے وہ جواب خط رقیوں کا
نہیں کیا گرچہ میں چچھا ہے غنڈیوں کا
بچوں سے زیادہ حال سمجھو ان قریبوں کا
تو دیکھو منبروں پر حال پھر کیا ہو خطیبوں
تو آہ و مالہ سے میں کام لیتا ہوں بچیوں کا
زین و آسماں ہے فرش و خیمہ ان غریبوں کا

بہر منواں مجھے ہو رشک لکھا یہ نصیبوں کا
ہم اپنے کج غم میں مالہ و فریاد کرتے ہیں
جو ظاہر پاس ہوں دن رات اور وہ دور ہیں دل سے
دکھا دو خال بنی تم جو حراب دوامرو ہیں
صف آرائی حسرت عشق میں جب دل پہ ہوتی ہے
نہیں قائلین و تکبرہ سے مطلب خاسکاری کا

کیا ہے بے ادب خالق نے پیدا اے ظفر جن کو
کرے کیا فائدہ ان کو ادب دینا ادیبوں کا

تکلیفوں سے چاک ہے سینہ شب دہجور کا

کہیں دیکھا خط فرق اس مہ پر نور کا

مطلع دلی

سر پہ ہے سایہ گراں مڑگان چشم سو کا

یہ حال مالوانی عاشق زنجور کا

مطلع دلی

جلوہ شوخی پرک کا سا ہے چہرہ حور کا
حق ہے احلی مرتبہ ہے دار پر منصور کا
چرخ پر اٹھم ہے ہمسر خانہ زہود کا
تجھ میں اس میں ہے ظاہر ایک عرصہ دور کا
قلقل تعویذی ہے یہ اس خانہ معبود کا
دیکھنا دم بند کر دے گا یہ دم میں صود کا

ہے تو فساں پر ہے یہ عالم بت مغرور کا
اشک کے قطرے کو کیوں معراج مڑگان پر نہ ہوا
کرتے ہیں ہر دم مشک جو مری آہوں کے تیر
دور ہیں دل سے جو تو دیکھے تو وہ نزدیک ہے
دل نہیں کھلنے کا دل پر جب تلک ہے داغ عشق
میرے مالے سے قیامت بھی کہے ہے الامن

آدنی کو چاہئے آدم شاکس اے ظفر
ہے یہ سودہ ہمارے حضرت تیمور کا

خون نظر یار کی ششیر سے چکا مطلق دانی مرجح ہو قطرہ نلک پیر سے چکا

جو قطرہ پٹیاں کر تے تے چکا خوں ہو کے وہ دم دل نیچے سے چکا
 سنبلی پہ گئی اوس کی پڑا جبکہ دم غسل پانی تری اس زلف گرہ گیر سے چکا
 کس کے لب شیریں کے ہیں اوصاف نباں پر پڑنا ہے جو شہد اب مری تقریر سے چکا
 مد شیر کا اک کارہا لب ہے پرے چرخ یک قطرہ نہ اس کا سہ پر شیر سے چکا
 کیا عشق ہے جس جا پہ گرا تیرا پینہ وہں خون جگر عاشق دگیر سے چکا
 پانی ہوا نولاد مجھے دیکھ کے لیکن یک قطرہ آب اس کی نہ ششیر سے چکا
 پٹالا مرے سہ میں اگر آب ہتا بھی زہر آب وہ ہو کر مری تقدیر سے چکا
 جو گھر کہ نہ چکا کبھی برسات میں ہرگز اک دم میں مرے گر یہ کہ تافیر سے چکا
 گری تے چہرے کی عرق شرم و حیا کا حیرت نہیں گر رخ تصویر سے چکا

سو جام ملے شربت کھڑ کے پیلے
 اک شک نظر غم شہر سے چکا

وہ دل کہ جس سے تقد ملے پورا عرش کا کہتے ہیں کیوں غلط اسے کنگورہ عرش کا
 سیلاب گریہ سے مرے دلیا اگر چڑھا ہوگا غراب وہ جو ہے معمورہ عرش کا
 تیرے فرو عارض روشن کے دورو اسے مد نہیں چراغ ہو بے نور عرش کا
 بزم نشاط و عیش مہوئی کشاں ہیں صبح باگ فروش عرش ہے عبودہ عرش کا
 صدوں سے میرے مالوں کے لونا نلک تو کیا دار ہے کہ ہو نہ جائے کہیں پورہ عرش کا
 تربت پہ پانچ تن کی قرآن کی قسم پڑھتا ہر اک فرشتہ ہے مامورہ عرش کا

تافیر غم سے شاہ شہیداں کے اسے ظفر
 دل کیوں نہ خوں کرے مد عاشور عرش کا

ستم کا تم سے مجھے کیا محک کیا نہ کیا نگر پند مرا حوصلہ کیا نہ کیا
 رکے جب اشک تو کیا جانے سوئے منزل دوست ارادہ دل نے بھی بے قائل کیا نہ کیا
 بتا کہ خوشہ انکور دیکھ کر تو نے تصور دل پر آبلہ کیا نہ کیا
 دیتے ہیں فردہبت میں اس نے داغ مجھے بل سے ور عطا کچھ صلہ کیا نہ کیا
 مرید زلف جو دل ہو کے زلف کو بھولا کم اس نے اپنا کیو سلسلہ کیا نہ کیا
 گلے بندھا تھا جو عاشق کی زینت کا جگڑا اجل سے پوچھو کہ کچھ فیصلہ کیا نہ کیا

عدد اگرچہ بڑا شیر دل تھا لیکن دیکھ
 ظفر نے دم میں اسے بزدلا کیا نہ کیا

لک پہ مہر نے پیدا بہت فروغ کیا
سربانے مرقد قمری کے عشق نے شب عرس
دیا جو عشق نے شورابہء سرشک ہمیں
ہلکوار عشق میں کام آئے دونوں مالہ فاقہ
پر اس کے رخ سے جو دھوئی کیا دروغ کیا
چمن میں سرو کو استادہ مثل توغ کیا
تو نوش جاں سے ہم نے مثال دروغ کیا
کیا علم سے ہم نے تو اس کی توغ کیا

کل اک حریص نے چھین وقت پر خواری
عجب کی ظفر آدوغ کو ادوغ کیا

جو خط لکھا تو بھیج دے یار اپنے ہاتھ کا
جوش ہنوں سے جب میں آتا نہیں نظر
زخمی کو اپنے آب شکستہ نہ چھوڑیے
مارے ہے لاف شانہ یہ بخشش کی زلف میں
افسوس تیرے پاؤں میں مہندی لگائیں غیر
دیکھا جو رخ پہ کاتب قدرت نے اس کے خط
نازہ ہے تو بہار محبت سے یہ مدام
ظالم جو تو نہ ہووے مکدر تو جھاڑ دوں
ہولوں دست بند نگار اپنے ہاتھ کا
ثابت بچا ہوا کوئی تار اپنے ہاتھ کا
اک اس پہ ور کیجئے وار اپنے ہاتھ کا
بخشا ہوا ہے ملک تار اپنے ہاتھ کا
اوروں کے ہاتھ جائے یہ کار اپنے ہاتھ کا
پہچانا اس کو خط غبار اپنے ہاتھ کا
گل ہے یہ گل بیٹ بہار اپنے ہاتھ کا
سریہ عدد کے گرد و غبار اپنے ہاتھ کا

ہم دل کو اپنے مارتے ہیں اس لئے ظفر
دینا ہمیں مرا ہے شکار اپنے ہاتھ کا

یاریک خط کا پہنچنا اپنے مشکل ہوئے گا
نامہ بوجہ تک نہ اپنا طائر دل ہوئے گا

مطلع دلی

قل کرنے سے مرے کیا تجھ کو حاصل ہو چکا
ہوئے گا دیوانہ میری طرح تجھ کو دیکھ کر
عر بھر بھنوں کریک دشت میں مشق ہنوں
پرداء فانوس میں چھپ جاؤ گی غفلت خیم
کو بکر نوالہ کا رکھتا ہے آئینہ دے
حیرت رنگ سرمہ سے کرنا ہے وہ جتنی نگاہ
اصحا جانے گا تو اس وقت میرا درود
خون ماحق ایک حیرے سر پہ قاتل ہوئے گئے اے پری
وش کوئی گر کیسا ہی قاتل ہوئے گا
جب ترے وحشی کی شاگردی کے قاتل ہوئے گا
جلوہ گر محفل میں گر وہ زہب محفل ہوئے گا
ہوئے گا معلوم جب اس کے مقابل ہوئے گا
کون کشتہ ہوگا دیکھیں کون بھل ہوئے گا
جب کسی پر دل ترا بیدار مائل ہوئے

خضر کی جانب نہیں ہے ہم کو راہ عشق میں
اے ظفر ندیر ہمارا شوق کال ہوئے گا

دُخ جو زیرِ سبیل پر پُچ و تاب آ جائے پھر کے برجِ سبلہ میں آفتاب آ جائے

مطلعِ دلی

تیرا احساں ہوگا قاصدِ گرشتاب آ جائے گا تو غضب میں اے دل خانہِ شراب آ جائے گا

مطلعِ دلت

ہو نہ بیابان اٹکا گراس کا عتاب آ جائے گا	تو غضب میں اے دل خانہِ شراب آ جائے گا
اسقدر رونا نہیں بہتر بس اب انکوں کو روک	ورنہ طوقاں دیکھ اے چشم پر آب آ جائے گا
پیش ہووے گا اگر تیرے گماہوں کا حساب	تھک کھلم عرصہ روزِ حساب آ جائے گا
دیکھ کر دستِ ستم میں میری تیغِ آبِ دار	میرے ہر دمِ جگر کے منہ میں آب آ جائے گا
اپنی چشمِ مست کی گردش نہ اے ساتی دکھا	دیکھ چکر میں ابھی جامِ شراب آ جائے گا
غوب ہوگا ہاں جو سبز سے نکل جائے گا تو	چمن مجھ کو اے دل پر اضطراب آ جائے گا

اے ظفر اٹھ جائے گا جب پردہِ شرم و حجاب
سانے وہ یارِ میرے بے حجاب آ جائے گا

تو ساتھ اس کیب رنگ لعل لوہو بن کے نکلے گا
وہ دیوانہ مجھی سا لے پری رو بن کے نکلے گا
نہ جلا گھر سے دشمن یوں وہ بد خو بن کے نکلے گا
تو مار دل سے اک مہر لب جو بن کے نکلے گا
تو نشتر سا بدن پر میرے ہر مو بن کے نکلے گا
کر ہر رنار اس کے حق میں کچھو بن کے نکلے گا

مثال کوہر آنکھوں سے جو آنسو بن کے نکلے گا
تری محفل میں جائے گا کوئی کیسا ہی گردلا
پکارا تھا جو اس کو دوست اپنا جان کر ہم نے
جو ہوگی جوئے اشک اس سرفرد کی لہو میں جاری
رہے گی گر خلش دل میں یوں ہی اس نوک رنگ کی
دنیہ بھی جو نکلے گا بد قسمت کو کیا حاصل

فشا پھر یو اہوس کو یہ نہیں رہنے کا الفت کا
ظفر جب گھر سے اپنے وہ ترش رو بن کے نکلے گا

اور تو ایسا نہیں کوئی جو وہاں تک جائے گا
اتھ کے اک شعلہ گھر سے آسمان تک جائے گا
وہ اگر جائے گا تیرے آستان تک جائے گا
اے سیما دم جو تو اس نیم جاں تک جائے گا
کہہ تو کیا سکتا ہے پر صورت کو ہاں تک جائے گا
غیر جائے گا کہیں آخر کہاں تک جائے گا
یہ نہیں امید اڑ کر شیاں تک جائے گا
اصیٰ نا گھر اس جہاں سے اس جہاں تک جائے گا

اے تصور تو ہی اس جان جہاں تک جائے گا
جب کرے گا آہ اے ظالم تڑا یہ تفتہ جاں
جا کے کہہ کیا کرے گا تیرا عاشق اے صنم
جان بچ جائے گی بیمار محبت کی ترے
رو برو تیرے کوئی حیرت زدہ آئینہ دو
جانے دو جانا ہے گر عمر رواں کا کا رواں
دام سے سیار مرغ ناتواں چھوٹا تو کیا
تو سوا دل کے نہ پائے گا اے عاشق کہیں

کون ہے قاصد ظفر ایسا بجز اشک روں
لے کے جو پیغام دل اس دلتیں تک جائے گا

کوسوں ابرو دلوں ہی کا سحر او پڑ گیا
اچھا نہ ہوگا دل پہ اگر گھاؤ پڑ گیا
کیا شک تمہارے دل میں ہے فرماؤ پڑ گیا
اس جنس کا بھی اب تو یہی بھاؤ پڑ گیا
بے طرح اس میں اس میں ہے الجھاؤ پڑ گیا
ماحق کا تیرے دل میں ہے بھٹکاؤ پڑ گیا

لہار سے جدھر وہ قدم پاؤ پڑ گیا
زہر آب دے نہ تیغ نگہ کو عتاب سے
جس سے کر اظہار نہیں میرا آپ کو
کہتا ہے ایک بو سے یہ غواں کے ہاتھ دل
سلجھے گا کیونکر دیکھئے دل زلف یار سے
جو کعبہ میں ہے شیخ وی میکہ میں ہے

بازی لگا دے عشق کی جو سر میں شوق ہے
پو بارہ ہیں ظفر جو کوئی دلو پڑ گیا

مصور جب کہ اس کی صورت مقبول کھینچے گا
کوئی قطرہ عرق کا گرتے رخسار پر دیکھا
نہ کر تو دیر کار نیک میں کیا جانے کیا ہوگا
چے شہر بعد از قتل بھی جرم محبت پر
جو ہوگا مرد مقول اس کو ہوگا پاس ہر اک کا
نہیں کھینچیں گے زلف اور ایک قصہ طول کھینچے گا
جن میں کیا خیالات سوتے کا پھلو کھینچے گا
اگر اس کام میں کچھ عرصہ اے مجھول کھینچے گا
قرر کو بکو وہ لاش مقول کھینچے گا
اگر دور آپ کو کھینچے گا نامقول کھینچے گا

ظفر گرچہ نہیں معمول اس کا کچھ کے پھر آ
نگر یہ جذبہ دل اس کو بے معمول کھینچے گا

ڈھب نہ بونے کا تری بزم میں اک آن بنا
جب مری آہ بنی معرکہ عشق میں تیر
خانہ چشم میں کس طرح مرے آئے خواب
بن گئی جان پہ اور تو نے نہ جانا ہرگز
کیونکر حسرت سے نہ میں ہونٹ پہاؤں ظالم
کہ نہ شکوہ کہ مجھے یہ نہ دیا وہ نہ دیا
مجھ پہ یادوں نے کیا پہلے ہی طوفان بنا
شعلہ آہ مرا تیر کا چٹکان بنا
کہ خیال رخ دلدار ہے دربان بنا
ہائے تو اتنا مرے حال سے انجان بنا
ہاتھ سے اپنے جو دے غیر کو توہان بنا
شکر کرتو کہ دیا ہے تجھے فنان بنا

صورت اپنی جسے اک بار دکھائی اس نے
اے ظفر صورت آئینہ وہ حیران بنا

فرحت افزا ہو نہ کیوں کو پڑ جاؤں کی ہوا
کھٹن دہر میں ہے گا وہ فزاں گاہ بہار
ہوش مندوں کو ڈبوئے ہے ہوائے دنیا
اے ہنوں توڑ کے زنجیر در ندان کو
آنکھ دل کو مرے ور بھی بھڑکائے ہے
روا آتا ہے تو بھر دمدم آہیں ٹھنڈی
نہیں دنیا میں ہوا خواہ کسی کا کوئی
کہ مرے حق میں ہے وہ روشِ رضواں کی ہوا
اک روش پر نہیں رہتی ہے کبھی یاں کی ہوا
کشتی ہوش کے حق میں ہے یہ طوفاں کی ہوا
جی میں ہے کھائیے اب چل کے پیلاں کی ہوا
اے ستم گار ترے دامن مڑگاں کی ہوا
سرد ہوتی ہے دلا آمد بارں کی ہوا
کچھ نصیبوں ہی سے بندھ جائے ہے انساں کی ہوا
جب قفس میں کبھی آتی ہے گلستان کی ہوا

دل دیکھو کو بہتر ہے ہوائے رخ یار
اے ظفر دیتے ہیں بنار کو قرآن کی ہوا

تیرے خط کی ہے وہی تحریر میں لکھا ہوا
جائے کیا بیماری دل یہ مرض تو لاعلاج
تج سے کشتہ نہ ہو عاشق بجز تج اور
دل گرفتہ رہتا مثل غنچہ تصور کا
یہ میاں س سے لکھا مضمون خال رخ ترا
فرق مجھ میں اور مجھوں میں نہ ہو گر میرا مام
اے مہوش آگے قسمت کے لکھے کے خاک ہے
صحف رخ کی تری تفسیر خط ہے پر کوئی

جو ہے اے قاتل مری تقدیر میں لکھا ہوا
ہے کتاب دانش و تدبیر میں لکھا ہوا
خط جوہر سے ہے یہ ششیر میں لکھا ہوا
سرفروشت عاشق تصویر میں لکھا ہوا
ہے بیاض ماہ پر تصویر میں لکھا ہوا
ہو نہ میرے کا خدر تصویر میں لکھا ہوا
ہے یہ جو کچھ نسخہ اکسیر میں لکھا ہوا
پڑھ تو دے کیا کیا ہے اس تفسیر میں لکھا ہوا

خوب جو دیکھا تو پایا سب وہ تجھ میں اے ظفر
جو کر ہے اصاف عالم گیر میں لکھا ہوا

میں ہی دیوانہ فقط کیا تیرے قلم پر ہوا
دل مرا تھا غم کا گھر اے دلبر اوک فلن
تو تو ہے نازک زیادہ گل سے بھی اے ازنین
جس کو اے ساقی دکھائی تو نے اپنی چشم مست
بن گیا بستر یہ جسم زار اک بستر کا نار
جب ہوا تیرا قد دینا جہن میں جلوہ گر
گرم ہو کر منہ پر آتا ہے ہمارے فضل اشک
ہم نے چلا تھا کشش دل کی اے لائے گی کھینچ

اے پری فداش کا بھی نقشہ دیگر ہوا
جبکہ تیرا تیر آیا اور گھروں میں گھر ہوا
پر خدا جانے ترا دل سخت کیوں پھر ہوا
پھر نہ وہ سے کش کبھی منت کش ساغر ہوا
تیرا پیاد محبت اس قدر لاغر ہوا
سر پہ برپا سرو کے اک فنڈہ محشر ہوا
منہ لگانے سے یہ بڑکا دیکھو کیا اثر ہوا
اس کشش سے تو کشیدہ اور وہ دلبر ہوا

فی الحقیقت وہ بڑے ہیں جو سمجھتے ہیں برا
اے ظفر اس کی طرف سے جو ہوا بھتر ہوا

ہاتھ ملتا ہوں کیوں کیا بار جانی کیا ہوا
گور سے شاہان پیشیں کے نعلی ہے صدا
اے جوں کیا اس جوانی کا بھروسہ تو سوچ
تم نے دل عاشق کا پانے پاس سے کھولیا کہاں
دیکھ کر تصویر کو اس عالم تصویر کی
پوچھے ہے اہل حکومت سے تلک بعد از فنا
خط تو اس نے پڑھ لیا اے نامہ بر یہ تو بتا
نفس کو کشتہ کی اپنے کتا ہے تشدد کیوں

ہاتھ سے وہ قول کا پھلا نشانہ کیا ہوا
تھا جو وہ قبضے میں اپنے م لک فانی کیا ہوا
تھا جو پہلے اس سے مہر نوجوانی کیا ہوا
وہ جو تھا تصویر بہر پاسانی کیا ہوا
بچن جو مانی تو نے بٹا تجھ کو مانی کیا ہوا
تھا تمہارا وہ جو دور سکرائی کیا ہوا
حال دل میرا بیان تجھ سے نہانی کیا ہوا
حرم قاتل اس سے دقت جانفشانی کیا ہوا

دیکھا آئینہ نشے میں تو کہا اس نے ظفر
ہو گیا یہ تلک پشہ اس کا پانی کیا ہوا

اوجھ سے کیا نہ ہوا پر اوجھ سے کچھ نہ ہوا
 لکھا نصیب کا جو نام نہ ہر سے کچھ نہ ہوا
 ہوا یہ اور تو اس فتنہ گر سے کچھ نہ ہوا
 اگرچہ عشق میں آہ سحر سے کچھ نہ ہوا
 بس اور تو مجھے سوز جگر سے کچھ نہ ہوا
 اس آہ سرد اور اس ہشتم تر سے کچھ نہ ہوا
 حصول پر مجھے اس درد سر سے کچھ نہ ہوا
 عزیز و در د جدائی کے ڈر سے کچھ نہ ہوا

نہ بات کا اس جیلہ گر سے کچھ نہ ہوا
 جو اب صاف تو لانا اگر نہ لانا خط
 ہمیشہ فتنے ہی برپا کئے مرے سر پر
 بلا سے گریہ شب تو ہی کچھ بڑھ کر
 جلا جلا کے کیا خلع ساں تمام مجھے
 رہیں عدد سے وہی گرم جوشیاں اس کی
 اٹھایا عشق میں کیا کیا نہ درد سر میں نے
 شب وصال میں بھی میری جان کو آرام

نہ ہوں گا دل اسے میں یہ ہمیشہ کہتا تھا
 وہ آج لے گیا اور ظفر سے کچھ نہ ہوا

نہ اس کو روک سکے یہ تصور ہم سے ہوا
 تو اور تجھ کو نیا دہ غرور ہم سے ہوا
 نہ تجھ سے اور دل ماسو ہم سے ہوا
 تو ہم کلام وہ کیوں بے شعور ہم سے ہوا
 ہنوں بھی دست و گریبان ضرور ہم سے ہوا
 جفا کا تم سے وفا کا ظہور ہم سے ہوا

رفیق ایک تھا دل سو وہ دور ہم سے ہوا
 جتلا ہم نے جو بجز اپنا اسے بت مفروض
 اسی سے عشق میں وہ تو ہوئے قرب کو صبر
 اگر سمجھتا ہے بے ہودہ کو ہمیں ماسح
 ہوا بیمار کا گر جوش تو نہیں ہے ہمیں
 جہاں میں جبکہ ہوئے صن و شفق جلوہ نما

ظفر بہشت میں کیونگر گئے کا دل اپنا
 جدا ہمارا اگر رشک حور ہم سے ہوا

کیوں ہوا چاک اسے محبت سبز گل کیوں ہوا

دل خراش اٹا جن میں شور بلبل کیوں ہوا

مطلع دہلی

اور ہوا تو اٹتا بے صبر چل کیوں ہوا
 دست گل خورہ ہمارا دست کیوں ہوا
 اب بلب محفل میں تجھ سے ساغر کیوں ہوا
 سر زمین لک دل میں پھر زلزل کیوں ہوا
 باغ میں اٹتا پریشاں حال سنبل کیوں ہوا
 ست اسے مائل کمر بند توکل کیوں ہوا
 تانیہ غنچے کا تنک اسے غیرت گل کیوں ہوا
 باغ میں غنچہ اگر چٹکے کبے نخل کیوں ہوا
 عشق میں پروانہ جل کر خاک بالک کیوں ہوا
 قد دہا پیری میں تیرا صورت لی کیوں ہوا
 اس قدر غافل ترا شہدہ تقاض کیوں ہوا

عاشق اسے دل اس پہ تو یوں بے نال کیوں ہوا
 دسترس ہیبت اس کے ہاتھ تک اس کے نہیں
 کاٹتے ہیں ہونٹ اس حسرت سے ہم اسے بادہ نوش
 گر نہیں بھونچال ظالم جنہش ہر تری
 گر نہیں آشفہ میری طرح پر اس زلف پر
 حرص دنیا پر کمر تو کس لئے باندھے ہے چست
 باندھنا مشکل نہیں گر تیرا مضمون دہان
 کیا سے فریاد میری ہے وہ گل نازک دماغ
 طمع جلتی ہے تو جلتے جلتے کچھ رہ جائے ہے
 بحر ہستی سیاگر گزرے نہیں عمر دواں
 ہو گیا غفلت ہی غفلت میں جو کام اپنا تمام

پھاند کر دیوار کو کیا جائے پیچھے واں ظفر
آج اس کو بچے میں شب کو کیا سبب نکل کیوں ہوا

یک قلم حال ہمارا جو قلم بند ہوا
دل جو لٹکے تو رکھیں روکے سے کیونکر آنسو
خط جو آیا ترے رخ پر تو گئی رونق حسن
کھل گیا اس پر خدا جانے مرا مطلب کیا
وہ تو ہر لفظ کرم کرتا ہے ہر دم احسان
زخم تیر نگہ یار لگا جو دل پر
نامہ بر جانے سے واں ہائے ستم بند ہوا
کہیں دیا بھی ہے اے دیدہ نم بند ہوا
یاں کے آنے سے نہ یہ سر قدم بند ہوا
کہتے کہتے جو یکایک وہ صنم بند ہوا
اس کا کس دن در احسان و کرم بند ہوا
خون پھر دل سے نہ آنکھوں کی قسم بند ہوا

وہ قیامت ہے مراد کر سکر جس کو
اے ظفر صور قیامت کا بھی دم بند ہوا

کیوں دھوئے ہو زخم دل بیتاب کا چھابا
بہکا ہوا چپکے گا نہ پھر آب کا چھابا

مطلع دہائی

گر زخم پر آلودہ ہو غنوں ناب کا چھابا
دلکش کو اس زخمیں محمود کے مرہم
کام آیا نہ زخم دل صد چاک کٹاں سے
لپٹے کٹا عارض سے چڑھا زرد کی پٹی
میت کش مرہم ہوں نہ بھوج ازل کے
گری سے مرے غنوں جراحت کے مجب کیا
وہ زخمی شمشیر حوادث ہے کہ جس کو
زخم دل عاشق کی نہ سوزش میں کمی ہو
پر درد کو تڑپیں سے غرض کیا کہ سرخم
ہم رنگ ہو برگ گل شاداب کا چھابا
کیا چاہئے کافی ہے مئے ناب کا چھابا
اک مرہم کافور ہے بیتاب کا چھابا
چپکا نہ مرے زخم پہ حیراب کا چھابا
دیکھا نہیں زخم گل سیراب کا چھابا
ہم پر سو جو خورشید جہاں تاب کا چھابا
آئے ہے نظر چرخ بھی زہر آب کا چھابا
بالغرض اگر اس پہ ہو گرداب کا چھابا
یکساں ہے گزی کا کہ ہو کثواب کا چھابا

بھوڑا سا نہ کیوں پھوٹ ہے دل ظفر اس پر
ہے مرہم غم خوری انہاب کا چھابا

تو بچے جو گل کی طرف محبت نکلتا دیکھا
کبھی آئینہ میں اپنا نہیں جو بن دیکھا

مہر جیسے ہم نے تجھے کیا پس چلن دیکھا
تو ہوا جیسے کہ اے دست جنوں دست انداز
بھٹنا تو ہم سے کھنپا اتنا ہی کھچ کر آیا
گردش چشم تری وہ ہے کہ جس نے اے شوخ
کیا ہی باندھی ہے تری چشم نے آنکھوں کی جھڑی
دیدہ آہوئے صحرا کے سوا ہم نے چراغ
خانہ دل میں جو ہے آہ فغاں کا عالم

نار بارش میں چھپا اک مہر روشن دیکھا
ہم نے ثابت نہ کبھی جب نہ دامن دیکھا
کشش دل کا اثر اے بت پرچن دیکھا
سنگ سرمہ کو کیا سنگ فلاخن دیکھا
کبھی ایسا نہ برستے ہوئے راویں دیکھا
اے عبا تربت مجھوں پر نہ روشن دیکھا
تقریب خانہ میں بھی ایسا نہ شبنم دیکھا

راز دل جس نے کہا دوست سمجھ کر اپنا
اے ظفر ہم نیا سے جان کا دشمن دیکھا

بتا کیا اے دل غمناک تو نے باغ میں دیکھا
اگر مالہ نے تیرے جب دکھایا اپنا اے بلبل
نظر تیری ہوئی ہے خیر ہو اے زہد بدین
ہوا کیا کیا جگر خود رشک سے خچر کا جب فس کر
تری جو آنکھ سے نیند آڈھتی اس طرح اے ترس
جہاں تو جا کے اکثر دیکھتا تھا اصر پھولوں کا

جو اس گل کو نہ دیکھا خاک تو نے باغ میں دیکھا
تو پھر ہر گل کا سبز چاک تو نے باغ میں دیکھا
لگا کر تاک سوئے تاک تو نے باغ میں دیکھا
درا اے قافل سخاک تو نے باغ میں دیکھا
کوئی کیا خواب وحشت تاک تو نے باغ میں دیکھا
پڑاواں تو وہ خاشاک تو نے باغ میں دیکھا

ظفر نور تلک نے جب قرشا تجھ کو دکھلایا
تو یہ اے صاحب ادراک تو نے باغ میں دیکھا

دل سو ازہ کب ایک جگہ میں ابھا
پہاں میں آہوئے دم دیدہ جو ابھیا نہ کبھی
کی جو آنکھوں نے کی چشم میں بخت گریہ
دل کو فوج غم حسرت کا ہے ہر بخت خیال
زلف کو اس مہ مرست کی بے تاباں پر
ہوں وہ آنکھ قدم اس دشت میں جس کا دامن

کبھی کا کل میں کبھی زلف سیاہ میں ابھا
لیا ان آنکھوں نے وہ ایک نگاہ میں ابھا
دل کا کلوا مری اک ایک مڑہ میں ابھا
ہے یہ سالار سپہ فکر سپہ میں ابھا
میں نے چھڑا تو وہ کیا کیا شب مہ میں ابھا
روشن برق نہ خند شر رہ میں ابھا

اے ظفر خوب کیا جس نے کیا ترک لباس
نہ رہا جامہ دستار گلہ میں ابھا

عجب اس عشق کے دریا کا ہم نے ماجرا دیکھا خدا کا جلوہ دیکھا ان میں نور ہر دم نیا دیکھا

مطلع دہانی

نہ پہچو پہچنے والو بتوں میں ہم نے کیا دیکھا خدا کا جلوہ دیکھا ان میں نور ہر دم نیا دیکھا

مطلع دہانت

ترے عالم کو اے یکتائے عالم ہم نے کیا دیکھا
ہوئے جب ذائقہ سے موت کے ہم آشنا تھے بن
ذلیل آشنائی نے ہمیں جس کی اسے ہم نے
نہ دیکھا آہیہ کی شکل میں صوفی نے وہ ہرگز
کبھی دیکھے محل یوں اور دیکھی ان میں آمدی
چراغ و خیم میں کیا برق میں کیا اور شرر میں کیا
یہی دیکھا کہ عالم میں نہ تھے برا دھیرا دیکھا
کہا ماسح نے تو ہم نے محبت کا مزا دیکھا
نہ دیکھا آشنا دیکھا تو بس ما آشنا دیکھا
تماشا ہم نے جو دل کر کے اپنا پر صفا دیکھا
کبھی دیکھی رابی اور اک دیرانہ سرا دیکھا
جہاں دیکھا وہاں اک جلوہ حیرے نور کا دیکھا

گیا کیا کیا گزر عالم ظفر آنکھوں کے آگے سے
کہیں کیا ہم نے جوں شکل چشم نقش پا دیکھا

دل اس کے سوئے کمر کے جو دھیان میں الجھا
کیو جو دل کو نکل زلف یار سے تو کبھی
عدو الجھتا کہیں نور تو مجھ لپٹے
ہوا سے یوں ترے ابرو پہ آہڑا گیبو
بجائیں کوئی دام فریب دنیا سے
بنا کے نار محبت کا دل رہا پسندا
تو لاکھ طرح کے وہم و گمان میں الجھا
ترانو پاؤں ہے اس نہ سنان میں الجھا
وہ ہم سے آگے تنہاے مکان میں الجھا
کہ جس طرح سے ہو چلہ کمان میں الجھا
کہ جس کو دیکھو وہ ہے اس جاہن میں الجھا
بزار دل ہوں تو لیں ایک آن میں الجھا

ظفر نے قصہ زلف درجہ جاہاں کو
کیا بیاں تو کیا کیا بیان میں اجلا

دل کا آئینہ جب صفا دیکھا وہ جو پنہاں تھا برلا دیکھا

مطلع دینی
 کیا کیوں بت کدے میں کیا دیکھا
 تو وہ یکساں ہے تیری صورت کا
 یہ جہاں ہے عجب تراشا گاہ
 ہم نے راہ رفا میں غیر از حشر
 سامنے اس نگاہ کے دل کو
 خاک دنیا کی سیر کی ہم نے
 کھول کر آنکھ اپنی مثل نہاب
 جلوہ قدرت خدا دیکھا
 نہ سنا اور نہ دوسرا دیکھا
 ہر تراشا یہاں نیا دیکھا
 کوئی اپنا نہ رہنما دیکھا
 ہدف ناک ققاء دیکھا
 یہ تو اک یونیہ خواب را دیکھا
 کچھ نہ ہم نے بجز فنا دیکھا

حشر ہے یا بلا کہ اس میں ظفر
 ایک عالم کو جلا دیکھا

کچھ جواب اس نے دیا خط کا جو لانا سیدھا
 فلق کبھی کہ شب نار میں ہے کھکشاں
 ہم سے ہر بات میں وہ کاہ کوٹھے ہوتے
 خوشنویسوں نے کہا دیکھ کے بنی اس کو
 ہے یہی طالع واژوں اگر اپنا اے دل
 اس ن کشن میں دیکھا کے قد دلجو اپنا
 سیدہ بانگسی مرے مالے نے لک کی لک
 زلف کافر کی کبھی پر بھی یہ لیزھا نہ ہوا
 نامہ برنے مرے رست لیا گھر کا سیدھا
 مانگ کا خط ترے بالوں میں جو دیکھا سیدھا
 ہم نقش ہوتا نصیب اگر اپنا سیدھا
 لکھا ہے کاتب قدرت نے الف کیا سیدھا
 نہ ہوا ہے نہ کبھی ہم سے وہ ہو گا سیدھا
 خوب ہی سرو لب جو کہ نکلا سیدھا
 کہ یہ جب سبز سے نکلا وہیں پہنچا سیدھا
 دل مرا دیکھو مسلمان ہے کیا سیدھا

نیزھی ہاتھوں کو پسند آتی ہیں نیزھی ہاتھیں
 اے ظفر اپنا تو انداز ہے سیدھا سیدھا

سب اس دیش بے جا کا پسند کچھ بھی نہ تھا
 کیونکر ہوتا ترے بیمار محبت کا علاج
 رنج و غم میں ہی رہا میں و بیٹھ اسے حشر
 اشک خوں پونچھے تھے جب تک کہ نہ تو نے میرے
 دم ایک ہوسر خال اتنے ہوئے تم ہر دم
 ہو گیا زندہ ترے آنے سے اے عیسیٰ دم
 یہ تو کہہ تو نے مرا حال زبانی قاصد
 مر گیا عاشق بیمار ترا خوب ہوا
 تو جو آزرہ ہوا ہم نے کہا کچھ بھی نہ تھا
 جانا کوئی طریب اس کی روا کچھ بھی نہ تھا
 میری تقدیر میں اور اس کے سوا کچھ بھی نہ تھا
 شوق ہاتھوں میں تیرے رنگ سا کچھ بھی نہ تھا
 ہم نے مانا کسی نکتہ پر برا کچھ بھی نہ تھا
 ورنہ دم مجھ میں تو باقی نہ رہا کچھ بھی نہ تھا
 اس سے جب جا کے کہاں اس نے سنا کچھ بھی نہ تھا
 کہ غم ہجر سے چینی کا مڑا کچھ بھی نہ تھا

دورو اس کے رخ صاف کے آئینہ ظفر
 نہیں ہمناف سے کہہ دو کہ صفا کچھ بھی نہ تھا

بتوں کے حق میں محبت سے ہم نے کیا نہ کیا
 سب آفتابوں نے دیکھے مرے روں آنسو
 کہا تھا تجھ سے جو احوال ہم نہیں ہم نے
 جفا کیں ہم نے سبیں استعد کر مری مجھے
 مری مجھ نے مرا راز کہہ دیا اس سے
 وہ حال دل جو نے کوئی دل سے تو کہیے
 مگر خدا نے بی خیر کی خدا نہ کیا
 یہ وہ کیسے بھی اس سے یہ ماجرا نہ کہا
 خبر نہیں کہ کہا تو نے مرجہا نہ کہا
 مگر کبھی نہ کہا تو نے مرجہا نہ کہا
 بے سے گرنہ کہاں میں نے مدعا نہ کہا
 وگرنہ کہنے سے کچھ فائدہ نہ کہا

ہم اس کی بات سے قائل ہیں اے ظفر جس نے
 بھلا کہا جسے نہ سے اسے برا نہ کہا

مرا دل تو نے کیوں چھوڑا ترا گھر تھا تو اس جا تھا
 کیا قل اور کو کیوں میرے ہوتے تیغ قاتل
 وفا کی راہ تھی مشکل اسے بھی طے کیا ہم نے
 اٹھایا اسے تلک کیوں تو نے ہم کو کوئے جاں سے
 مجھے دنیا سے جب شاہ گدا دونوں ہوئے یکساں
 کیا کیوں چاک سبز کو جگہ تھی دل کے پہلو میں
 لگے جس دم نکلے چشم تر سے اشک کے سوتی
 ہمیں جنت میں بھی میخانہ یاد آئے گا اے ساقی
 سب پر دے کا اے پردہ نشین گھر تھا تو اس جا تھا
 دکھایا اس کو منظور اپنا جوہر تھا تو اس جا تھا
 کہ منزل میں محبت کے اگر ڈار تھا تو اس جا تھا
 مناسب خاکساروں کے جوہر تھا تو اس جا تھا
 کہ کوئی صاحب زر کوئی بے زر تھا تو اس جا تھا
 لگا تھا کو اے قاتل جو مخبر تھا تو اس جا تھا
 کھلا ہم پر کہ پنہاں گنج کوہر تھا تو اس جا تھا
 کہ ہے جو بیش وہ ہم کو میسر تھا تو اس جا تھا

ظفر آرام سے بیٹھے گا جا کر اس کے کوچے میں
 نہیں ہوئے گا وہں مغر تھا تو اس جا تھا

اس کا عاشق پہ عتاب اور نہ تھا یہ ی تھا
 دیدہ تر سے رہے دیکھتے ہم کیفیت
 خط مرا پھا کے ظالم نے دیا قاصد کو
 گر کھینچ میں تجھے زلف کے اس نے کھینچا
 کر گیا کام تمام اس نے مرا خوب کیا
 جب خودی اپنی اٹھا کر اسے دیکھا ہم نے
 تو نے مجھوں کو جو اے عشق کیا شہر بدر
 کہ کوئی چشم پر آب اور نہ تھا یہ ی تھا
 بن ترے جام شراب اور نہ تھا یہ ی تھا
 اور کہا اس کا جواب اور نہ تھا یہ ی تھا
 شکر کر دل کہ عذاب اور نہ تھا یہ ی تھا
 کہ کوئی کار ثواب اور نہ تھا یہ ی تھا
 تو یہ جانا کہ حجاب اور نہ تھا یہ ی تھا
 کیا کوئی خانہ خراب اور نہ تھا یہ ی تھا

جب کہ دفتر مرے عصیاں کا کھلا روز حساب
 پھر ظفر کوئی حساب اور نہ تھا یہ ی تھا

ظالم ترے چپ رہنے کا عقدہ نہیں کھتا
جب تک ہو دم سر دورخ زبونہ غماز
اس مست سے باز کی اللہ دے تمکین
کھتا نہیں احوال پریشانی دل کا
بند آنکھیں ہوئی جاتی ہیں مشتاق کی تیرے
جو اس کو پھاتے ہیں وہ جب تک کہ نہ آئیں
کس کام کے پھر ماٹن تدبیر ہمارے
کیا منہ ہے کہ ہو جگر قاتل کی شکایت

کیا جانے کہ ہے دل مری ترے کیا نہیں کھتا
ہر ایک چہ راز دل شیدا نہیں کھتا
وہ عالم مستی میں بھی اصلا نہیں لکھتا
جب تک کہ ستم گر ترا جوا نہیں کھتا
کیوں بند نقاب رخ زینا نہیں کھتا
جب نار محبت ہی کا پھندا نہیں کھتا
یہ منہ ہی مرنے زخم جگر کا نہیں کھتا

یاں آئے کہاں سے میں کہاں جائیں گے یہاں سے
خیراں ہیں ظفر ہم یہ معما نہیں کھتا

جب تھا ساقی یار ہمارا اہم تھے اور میمانہ تھا اب وہ کہاں دن کیفیت کے وہ بھی ایک زمانہ تھا

مطلع دہائی

دشت میں تھا جو خارنباں پر اس کی مرا افسا تھا
جیسے بسا تو دل میں آ کر ہوئی ہے صورت آبادی
دیتا تھا اس زلف کو شب آرائش کیا کیا آنکھوں سے
چاہیے تھا اسے ناوک آگن دل پر لگا تیرہ نگہ
پوچھتے ہو کیا مجھ سے عزیز و حال غم غمائی کا
بل بے چہ اندوہ محبت الہ دے گری دل غمراق
کوئی بلا گراٹک کا قلعہ عشق مری تیرے شکر کیا

مجھ سے مقابل ہوتا مجھوں ایسا کیا دیوانہ تھا
رہتا تھا کون آگے اس میں یہ تو اک ویرانہ تھا
لیتا پیچہ مڑگاں سے میں اپنے کارشانہ تھا
چھو دیا کیوں اس کو تو نے یہ تو خوب نٹانہ تھا
میں تھا اور غم خانہ تھا غمخوار غم جانا نہ تھا
دل تھا کیا پہلو میں ہمارے گویا آئین خانہ تھا
جانا اپنی قسمت میں ہاں یہ ہی آب و دانہ تھا

حسن و جمال یار ظفر جب رات کو بزم فروز ہوا
خج رخ پر نور پہ اس کے بلہ بھی اک پروانہ تھا

کبھی رونے کا جو ہے عشق کا ہو بنا
تو جہن میں جو دکھانا قدرنا اپنا
تکے یہ مردم ہوشیار سے چناتے ہیں
کی عیث معہ زنی ہوئی جو تقدیر بھلی
دوستی تجھ سے نہ کرنا جو میں اسے آفت جاں
ماہ بن سکتا نہیں حسن میں تیرا ہمسر

دل کا خوں بنا ہے اور خوں کا ہے آنسو بنا
دائر کے لئے سرلاب جو بنا
وحشی آنکھوں سے ترے کیونکہ نہ آہو بنا
کام فریاد کا ہے قوت بازو بنا
کا ہے کو دشمن جاں اتکا مرا تو بنا
کبھی دشوار ہی بنا کبھی اہرو بنا

بانا ان کی محبت سے ظفر جانے دے
کیوں ہے دیوانہ خوبان پری روینا

پیشوں کی گریاض سے وہ نہ حل بنا
تیرے خرام باز نے اسے سروخوش خرام
لگا کسی طرح نہیں اس سنگدل کا غم
ثابت رہے گا مہد پر اپنے کبھی نہ تو
آئینہ کیوں گیا ترے عارض کے روبرو
جاول میں گھر نہ کر کہ ہے یہ خانہ خدا
پھر کیوں سواد چشم سے نہ پر کا حل بنا
شمساز کو جہن میں لو پایا نگل بنا
یارب یہ کیا آن کے چھائی پہ سل بنا
باتیں نہ میرے سامنے بیان محفل بنا
یہ سادہ لوح آپ جو ہو کر قفل بنا
تو اس کو بہت کدہ نہ بت سنگدل بنا

آواز تو سنے گا نہ دیکھے گا گر کبھو
گھر اپنا اس کے گھر کے ظفر متصل بنا

اسمیں ہوا غم الفت میں جو تھا سو ہوا
پوچھتا ہے مجھ سے کیا حال تپ غم اے طیب
سیکوں عاشق تھے پر پروانہ ساں تجھ پہ تار
فیں بھی تھا اور میں بھی عشق میں وحشت زدہ
جاننا تھا میں نہ ہو معلوم میرے دل کا راز
بھر کے رنج و الم یاد آ گئے جو روز وصل
فلکوں بے جا ہے میری قسمت میں جو تھا ہوا
تجھ پہ ظاہر بغض کی سرعت میں جو تھا سو ہوا
خج روحانہ تری خدمت میں جو تھا سو ہوا
دونوں میں مای سوا وحشت میں جو تھا سو ہوا
لیکن آفت گر یہ کی شدت میں جو تھا سو ہوا
حال میرا جو شب فرقت میں جو تھا سو ہوا

کب ہوا تدبیر سے حاصل ظفر مقصود دل
اے کمونیت تیری نیت میں جو تھا سو ہوا

ہاں عارض کے ترے کان کا مگہر چکا
خوں مرا اس رخ گلگوں کا ہوا گلگوں نہ
روبو اس رخ پر نور کے ماہ تاباں
تانا نہ جو کیا طرہ مشکیں نے ترے
چرخ پر پھیری ترے عقد ثریا کی چمک
کلبہ تار میں میرے نہیں درکار چراغ
آئینہ خاک سے پاتا ہے جلا کیا ہے عجب
ہو گیا زردی رنساں سے عاشق کو فروغ
دن دیے پہلو سے خورشید میں آخر چکا
قل ہونے سے مرے شوخ سنگر چکا
رات کو یک شب تاب سے کمتر چکا
تو سن مازرا اور بھی کافر چکا
جب کہ ماتھے پر ترے رات کو جھومر چکا
آنقل عشق سے داغ دل مضطر چکا
خاکساری سے اگر صاحب جوہر چکا
سچ ہے انساں کے جہاں ہاتھ لگا درچکا

شعلہ آہ مرا جا کے لٹک پر ہر روز
اے ظفر مہر درخشاں کے برابر چکا

دل یہ لٹا دم تحریر کر دم بند ہوا
 شدت گر یہ سے آیا نہ ذرا خواب مجھے
 جائے اب کوئی کہ ہے دیو حرم کا دست
 رات بھر سر مجھے ٹکراتا پا شام ہی سے
 بند دنیا نے وہ باندھے کر ہوئے دیوبند
 ہو گئے غیر کے بندے ترے گھر آنے سے
 ہم سے احوال غم اپنا نہ قلم بند ہوا
 شب کو اک ٹپا نہ مرا دیو یہ غم بند ہوا
 رہزنی سے تیرے غمزے کے صنم بند ہوا
 گھر کا دروازہ ترا جائے ستم بند ہوا
 لعل ہمت کا نہ پردست کرم بند ہوا
 شکر اللہ کر یہ بے قدم بند ہوا

دل سے بھر نہیں غم کے لئے کوئی ندیاں
 اے ظفر خوب ہوا دل مسی جو غم بند ہوا

جگر کا عشق میں سوزاں جو داغ ہوا چھا
 ہوا بھی اچھی ہے گلشن میں گل بھی اچھے ہیں
 جو اشک خون سے ہو گلزار تنہ دامن
 اٹھاوے غیر کو پہلو سے میرے رشک جن
 نہ اشک خوں سے ہو اچھی سوائے گلگوں
 ہمارا رہنا جب تلک نہ ہو عفا
 مدھری گور میں بھی یہ چھاں ہو اچھا
 جو سا تجھ یار کوئی خوش داغ ہو اچھا
 تو اپنی سیر کو اک یہ بھی باغ ہو اچھا
 کر خندیل کے کیا پاس داغ ہو اچھا
 نہ چشم تر سے زیادہ لاغ ہو اچھا
 کمر کا اس کی نہ ہم سے سراغ ہو اچھا

سوائے کج قافیت ظفر بشر کے لئے
 کہیں جہاں میں نہ ہو گز فراغ ہو اچھا

دل سے اک مالہ سوزوں کو جہاں کھینچ لیا
 جان جائے گی نکل میری اگر تیرا ان کا
 ہاں شانے سے جو اس زلف سے کا کھینچا
 کیا مرے قل کو کم تھی یہ کھیدہ ہرو
 جذبہ شوق نے تیرے ظفر سے خانہ
 تیری تصویر کو کیا صفی دل پر ہم نے
 نقش قدر ترا اے سرد رواں کھینچ لیا
 تم نے دل سے مرے اے چاہہ گراں کھینچ لیا
 اس سے بخت کا تار رگ جاں کھینچ لیا
 تو نے شیر کو اپنی جویاں کھینچ لیا
 خانہ سے مجھے اے پھر مناں کھینچ لیا
 دیکھ بے دست و قلم آمیز ساں کھینچ لیا

پاؤں آرام سے پھیلتے اسی نے اپنے
 ہاتھ دنیا سے ظفر جس نے یہاں کھینچ لیا

خط و نعل کہیں کہاں سیدھا سا کھینچ کر رہ گیا
 تیرا آسمان سیدھا سا کھینچ کر رہ گیا
 اک الف سے دلتان سیدھا سا کھینچ کر رہ گیا
 صاف خط کبکشتاں سیدھا سا کھینچ کر رہ گیا
 ہاتھ لے خولیں جاں سیدھا سا کھینچ کر رہ گیا
 دم مرا سینے میں یاں سیدھا سا کھینچ کر رہ گیا

وہ نہ کھینچا آتا ہے پر غیر نے روکا ظفر
 بسکہ تھا فنان ہاں سیدھا سا کھینچ کر رہ گیا

جب بنا آ کر قرین زہب محفل پھر گیا
 کل دیا تھا جس کو تو نے لاکھ ذلت سے نکال
 مجھ کو جس دم جنبش ہو تیری یاد آگئی
 دیکھ کر تصویر شیریں میری آنکھوں کے حل
 کیوں لیا منہ تو نے پھیر اپنا سوال بوسہ پر
 محفل عیش و طرب سے بس مراد دل پھر گیا
 آج کوچے میں ترے وہ برا نال پھر گیا
 ایک خنجر سا گلے میں میرے قاتل پھر گیا
 تیرا نقش صاف اس شیریں شامل پھر گیا
 اس درجہ سے یہ خروم سائل پھر گیا

ابوس آتا تھا میرے ہاتھ راہ عشق میں
 اسے ظفر دیکھی جو اس نے سخت منزل پھر گیا

گھبرا ہوا جو پاؤں ٹھکانے سے اٹھ گیا
 توڑی مریض غم نے ترے اس طرح سے جان
 وہ تھا جو مہر دم کے لئے اعتبار نور
 تھا کس کا تجھ کو پاس کو تو میرے پاس سے
 وہ جانتا تھا مجھ سا نہیں ہے کوئی حسین
 ہم صورت اپنے اس کو جو آئے کئی نظر
 دل بھی قسم ہے ایک زمانے سے اٹھ گیا
 گھبرا کے غمگسار سرہانے سے اٹھ گیا
 سب تیرے ایک جلوہ دکھانے سے اٹھ گیا
 محفل سے بیٹھے بیٹھے یہاں سے اٹھ گیا
 میرے سوائے صن زمانے سے اٹھ گیا
 خیراں ہو کے آئینہ خانے سے اٹھ گیا

تھا میرے ور اس کے جو پردہ ساک ظفر
 یک بارگی دوئی کے اٹھنے سے اٹھ گیا

لکھا جو خط میں وہ کیوں نامہ بر سے کھول دیا
 برا ہو تیرا محبت کر یاد پر تو نے
 ہم اپنا آج گلا کاٹ ڈالتے لیکن
 ہم اک نگاہ پر دل بیچتے ہیں لے وہ اگر
 نہ کھولتے کبھی دروازہ ہم عدد کے لئے
 دل و بکھر کے ہے روزن میں سالی کا رست
 ہمارے شوق نگارہ میں کچھ تو ہے گری
 کبھی نہ دل سے کھلا اس کے زلف کا عقدہ
 کر اس نے جا کے وہاں ہر بشر کھول دیا
 جو دل کا راز تھا سب اک نظر سے کھول دیا
 نہ خنجر آپ نے اپنی کمرے کھول دیا
 کہ ہم نے سول یہ اس عشقہ گرے کھول دیا
 دھر سے بند کیا تو دھر سے کھول دیا
 جو کھونکھٹ آپ نے رخسار پر سے کھول دیا
 اٹھا شانہ نے یہ کس ہنر سے کھول دیا

بندھے گا زلف سے گردل تو کل کے نہ پھر
 یہ حال پہلے ہی ہم نے ظفر سے کھول دیا

جس کو کر ڈھونڈتا ہوا میں ہر کہیں گیا
 جس آم گیا میں اس بت کافر کے سامنے
 آنکھیں سی کھل گئیں مہ و انجم کو دیکھ کر
 کیا جانے کس کو ذبح کرے گا کہ آج وہ
 پوٹکا نہ خواب گاہ میں شب کو وہ مست مار
 رو رو کے ہم نے چشم سے دیا بیا دیا
 میں اور دوں دل اپنا کس کیو تیرے سوا
 کج لہ میں بھی مجھے آباد ہو چکا
 دل ہی میں تھا مرے وہ مجھے ل نہیں گیا
 یہ ہو گیا یقین کر بس ایسا و دیں گیا
 کوٹھے پر اپنے تو جو شب اسے مہ جیں گیا
 خنجر بکھ جڑھا ہوا یہ آتیں گیا
 شور و فغاں مرا سر چرخ بریں گیا
 دل کا ترے غبار پر اب تک نہیں گیا
 تیرا خیال یہ کدھر اسے مازیں گیا
 گرسا تھ مضرب دل اندو گئیں گیا

آیا رقیب بن کے وہاں سے وہ اسے ظفر
 پیغامبر جو ہو کے مرا پیشیں گیا

جب چراغ گل چمن میں یک یک کل ہو گیا
 خانہ ندان میں میرے سے مالہ زنجیر سے
 بل بے جوش گر یہ آنکھوں میں رنہ سا چھا گیا
 تجھ کو کیا تیری بلا سے کوئی اسے غفلت شعور
 ہو گیا پھپھکاتے چاہے سے رگ و روئے گل
 مالہ پرورد دل سوائے خط زلف میں
 کس کی چشم مست نے اٹا ہے ساقی میکدہ
 لکھ کے خط وصلی پہ کیا کو خط جتا ہے ہمیں
 غشی اجل کو سونا لیکن اس کی چشم سے
 فاتحہ میں تو نہ آیا حسرت وا حسرتا
 چشم بلبل میں جہاں تاریک بالکل ہو گیا
 شور محشر میں بھی اک برپا سوا نعل ہو گیا
 عشق کی کینھنوں سے خون دل میں ل گیا
 ہو گیا گر کشتہ تیغ تغافل ہو گیا
 بے تک مالہ سے میرے شور بلبل ہو گیا
 میری خاطر دست ریحان منبل ہو گیا
 جوں حباب ابلحا جوہر اک ساغر ل ہو گیا
 سن چکے ہم غیر سے تجھ کو سل ہو گیا
 کام اپنا اک نظر میں بے باقی ہو گیا
 نور اس حسرت میں عاشق کا ترے قل ہو گیا

ساتھ اس شامت کے مارے کے سر اپنا تو نہ مار
 اسے ظفر دل تو میر زلف کا کل ہو گیا

خطا ہے میں جو کہوں اس سے خط پڑھا نہ گیا
 تمہارے صفحہ دُفسار پر خط گزرا
 ہمارا مضر خوبی جو جگمگے میں گیا
 جو کوئی مصرع مضمون گریہ ہم نے لکھا
 پڑھا تمام مرا نامہ اس نے حرف بحرف
 ترے مریض کا نسخہ طیب نے جو لکھا

پڑھا گیا مگر اچھی نقط پڑھا نہ گیا
 جہوم خال سے تھے جو نقط پڑھا نہ گیا
 لکھا ہوا تھا کچھ ایسا غلط پڑھا نہ گیا
 کسی سے مثل خط سونج شط پڑھا نہ گیا
 جو معاً تھا وہی ہاں فقط پڑھا نہ گیا
 قلم کا ایسا دیا اس نے قلم پڑھا نہ گیا

لکھا ہے کیا میری تقدیر میں خدا جانے
 پڑھا اگرچہ ظفر سوخا پڑھا نہ گیا

چینے میں اک دھواں کئی بار اٹھ کے رہ گیا
 پہلو میں میرے دھک سے کیا کیا اٹھانہ دو
 صحرا میں اسے شکاراں کھا کے تیرا حیر
 آیا نہ میرے دہلہ گریاں کے سامنے
 دینا جلا لک کو نگر خیر ہو گئی
 تیری گل سے جا نہ سکا اٹھ کے یہ بچوں

ٹکلا نہ میرے دل کا بخار اٹھ کے رہ گیا
 پہلو سے غیر کے جو وہ بار اٹھ کے رہ گیا
 اٹھا جو کوئی حیرا شکار اٹھ کے رہ گیا
 بار دیکھا ابرہار اٹھ کے رہ گیا
 ساتھ آہ کے جو دل سے شرار اٹھ کے رہ گیا
 تھا یک ماٹوں سا غبار اٹھ کے رہ گیا

پکڑے جو خار دشت ہنوں نے ہمارے پاؤں،
 اپنا قدم ظفر مرخار اٹھ کے رہ گیا

ہمدوں کا پوچھنا ہر دم مرا دم کھا گیا
 ڈوبے آب گر یہ سے تیرے فقط کہسار کیا
 غیر ہمتا لگ چلا ہے اٹا ہی بھاگے گا دور
 چھیز کر تجھ کو دل عاشق نے کیا پلا مرا
 گردش چشم اپنی دکھلائی جو اس بے مہر نے
 اسے ستم گر یاد رکھنا یہ کہ لٹنے کی مرے

کیا کہوں میں دم نہیں مجھ میں مجھے علم کھا گیا
 بلکہ غوطہ آسمان اے چشم پریم کھا گیا
 یہ فریب اس کے اگر دو چار مجھ کھا گیا
 تیرے کوڑے ملت وہ اے زلف پریم کھا گیا
 آسمان کیا بلکہ چکر عرش اعظم کھا گیا
 تو نے وہاں کھائی قسم اور میں یہاں سم کھا گیا

وائے زیاں کر دیا تھا منع کیا ہے بھی
 دانہ گندم ظفر جنت میں آدھا کھا گیا

دنیا میں بلا سے اگر آرام نہ پلا ہم نے کیا پلا کہ بڑا نام نہ پلا

جو دیکھا دل آزاد دل آرام نہ پایا
راز پنہاں اس میں یا آئین دگر کھل گیا

دل ہم نے لگا کر کبھی آرام نہ پایا
دل کے آئینہ کا صاف اک اور جوہر کھل گیا

دل کا جو مطلب تھا اس کے سب وہ مجھ پر کھل گئے
جب کہ تیرا عقدہ زلف معبر کھل گیا
غیر نے جس دم پکارا اے ستم گھر کھل گیا
اب تو دل کا حال سب اے دیدہ تر کھل گیا
اب تو سو بار آیا اور برس کر کھل گیا
منہ روپے سے ترا اے ماہ دیکر کھل گیا
غوب باندھا تھا نہیں کھلتا کہ کیونکہ کھل گیا

آج باتوں میں جو مجھ سے میرا لہر کھل گیا
کھل گئی یک بارگی ظالم مرے دل کی گرہ
ہم نے سر مارا بہت تیرا نہ دوازدہ کھلا
قاصد ان اشک دیتے ہیں مجھے ہر دم خبر
میرے آنکھوں کی جھی یار دردی برسوں ہی بند
کھل گئیں آنکھیں سی انجم کی جو شب کو وقت خواب
تو نے اپنے صید کو فزاک سے اے شہسوار

تجھ سے وہ جو کھلتے کھلتے ہو گیا بند اے ظفر
حشق ہیشیدہ ترا اس پر مقرر کھل گیا

سوت کا پر ڈالکھ آ کر نیاں پھر گیا
مار سوزوں مرا گر آستان پر پھر گیا
لیکن سا اقرار سے وہ امتحان پر پھر گیا
یاں گلوئے عاشق آرزوہ جاں پر پھر گیا
گرچہ اس طوفان سے پانی اک جہاں پر پھر گیا
گر یہ ہو کر شیخہ اس دلستان پر پھر گیا

گرچہ وہ خنجر بکف آ کر سکاں پر پھر گیا
جب چھ گئی اور گری سے سوا خودشید کو
یواہوں نے بھی کیا تھا ان سے اقرار وفا
جب ملی مڑگاں تنہا ہی ایک خنجر سادہاں
بجھ سکا سوزیکر میرا نہ جوش پر یہ سے
اب تو ہم دل کو بچالائے نہیں لائیں گے پھر

جو کیا اور کبہ کیا دونوں سے دل میرا ظفر
چپکے ہی اس صنم کے آستان پر پھر گیا

خدا آگاہ ہے دل کی خبر داری سے ہاتھ آیا
کہ رست ہاتھ آیا جس کی ہشیاری سے ہاتھ آیا
کوئی بوجھ کہ ظالم کیا ستم گاری سے ہاتھ آیا
تو دیکھا ہم نے کس کس ذلت و خواری سے ہاتھ آیا
کسی کا دل جو ہاتھ آیا تو دلداری سے ہاتھ آیا
ولیکن ہاتھ آیا جس کے دشواری سے ہاتھ آیا
اس مرغ نے بھی دانہ تہہ دام نہ پایا
دل ڈھونڈ پھرا صبح سے تا شام نہ پایا
تجھ سا کوئی اے شوخ گل لدام نہ پایا
اچھا پر اس آغاز کا انجام نہ پایا
ایسا خط قلیق میں بھی لام نہ پایا
ہر تلخنی مرگ اے بہت خود کام نہ پایا

نہ اس کا جہد یاری سے نہ عیاری سے ہاتھ آیا
نہ ہوں جن ک ٹھکانے ہوش وہ منزل کو کیا پہنچے
ہوا حق مسی ہمارے کیوں ستم گار آستان اتنا
اگرچہ مال دنیا ہاتھ بھی آیا جسموں کے
نہ کر ظالم دل آزادی جو دل منظور ہے لیتا
اگرچہ خاکساری کیا کا سہل نسخہ ہے
بے خال رخ اس زلف میں افسوس چننا دل
کوچے میں خم زلف کے اس مانگ کا رست
گلوہیں بہت عکس آفاق میں لیکن
آغاز محبت کو تو وہاں سمجھے ہم اچھا
لکھی عجب انداز سے ہے رخ پہ تری زلف
چپنے کا مرا عاشق کام نے تیرے

دولت سے اس لئے لب خاموش کے ہم نے
کچھ بزم جہاں میں ظفر آرام نہ پایا

بکتے بکتے اے صحتیرا تو بھیجا پک گیا
 دل میں وہ پھوڑا انہیں اپنے کہ پک کر پھوٹ جائے
 چاہتے تھے ہم یہ مدت سے کہ یک جائے خیال
 دل ہے اے ظالم مرا کجی محبت کا شر
 اور سنتے سنتے اب میرا کھنکا پک گیا
 تو اگر جرح کہتا ہے کہے جا پک گیا
 خواہ اے بھم بجا تھا خواہ بے جا پک گیا
 اب نہیں کچا رہا یہ اس کو لے جا پک گیا

جسم خاکی اپنا طرف خام تھا اس نے ظفر
 آنکھ غم سے پکانے کو جو بھیجا پک گیا

وہ داغ عشق دل تو ان نے کھلایا
 کہاں گیا مرا کا صدمہ خبر نہیں اس کی
 کلام تلخ کئے میں نے کیا گلی میں تری
 نکل کے چشم سے لی سیدھی چاک جب کی راہ
 تنہا رہے لمبے نیم مار کا ہر زخم
 کہوں جو اپنی کہانی کہے وہ جھنجھلا کر
 حذر ہے مجھ سے یہاں تک کہ ہاتھ سے میرے
 لگا لگا سے ہونے جو پیار کا اظہار
 کہ جس کے داغ پہ گل اک جہاں نے کھلایا
 زمیں نے کھلایا کہ ہے آسمان نے کھلایا
 کہ زہر مجھ پر ہر اک پاسان نے کھلایا
 نہ پھیر آنسوؤں کے کاہوان نے کھلایا
 عجب طرے سے ہے اس نیم جان نے کھلایا
 کہ مغز کیوں مرا اس قصہ خون نے کھلایا
 کبھی نہ بان بھی اس بدگمان نے کھلایا
 تو رشک چشم پہ کیا کیا زبان نے کھلایا
 بیش کتا ہوں داغوں سے دل کی آرائش
 مرا تو عید ظفر اس مکان نے کھلایا

ہوئی وار گز نہ تیرے چشم کے پیار کو صحت
 کوئی یہ حسی دم دیدہ تیرے ہاتھ آیا تھا
 نہ جب تک زہر تیرے کھا دنگاری سے ہاتھ آیا
 پر اسے میادوش دل کی گرفتاری سے ہاتھ آیا

ظفر جو دو جہاں میں کوہر مقصود تھا اپنا
 جناب فخر دین کی وہ مدنگاری سے ہاتھ آیا

نفس کے ساتھ جو درد جگر لپٹا ہوا آیا
 وہ آجے یا نہ آئے پر کہا اس نے جو آنے کو
 جھٹھلیا جوش گر یہ نے ہمارے استعد ویا
 بلایا منتوں سے ہم نے سو بار اس ستم گر کو
 اسے کیا غوطے کھائے ہم نے گر کمر محنت میں
 زباں میری قلم کی مدنی کے تونے کہنے سے
 ملائی خاک میں سب آبرو آئینہ کی تم نے
 ایران نفس کا دم ہوا ہوتا ہے حسرت سے
 کہ اب سوخت کا سامرے نہ مڑا آیا
 تو اس اقرار سے دل کو قرار اپنے ذرا آیا
 کہ گروں بھی ظفر پانی کا سا اک بلبل آیا
 نہ آیا وہ نہ آیا اور جو آیا تو کھا آیا
 کہو اے صبح سے جائے کہاں کا آشنا آیا
 نہیں میری زباں پر ایک حرف مدعا آیا
 اور اس پر پھر تمہارے دورو بے حیا آیا
 جن سے کیا کوئی جھوٹا نسیم صبح کا آیا

جڑھا کر تیوری اٹھے ظفر وہ میرے پہلو سے
 خدا جانے کر بیٹھے بیٹھے ان کے دل میں کیا آیا

اندھیری گود کی خاطر چراغ لے تو لیا
 وہ تو نے دلیر نازک دماغ لے تو لیا
 اگرچہ ہاتھ مٹی ہم نے لیاغ لے تو لیا
 شکون سن کے کچھ آواز زاغ لے تو لیا
 کہ تم نے سیر کو اپنی یہ لیاغ لے تو لیا
 جو ب خط کا لگا کر سراغ لے تو لیا

صد آفریں کہ مرے دل نے داغ لے تو لیا
 بلا سے پھینک دیا لے کے دل نگر اک بار
 بنیر تیرے نہ اتری گلے سے مے اپنے
 وہ آٹے کپ ہیں نگر ہم ن ان کے آنے کا
 نجات لیاغ کو تم چھو کر دل پر داغ
 بلا سے تھے وہ کہیں لیکن ان کے قاصد نے

ہوا جو کوئی تاحات گزریں جہاں میں ظفر
 پھر اس نے مکیہ امن و فراغ لے تو لیا

روایف با موحده

جہاں ہے دل لگی باہم گر دونوں کی دو جانب
نہ بولے نہ سے وہ درہم ہوئیں پر جب دو چار آنکھیں
مرا جب ہے کہ ہم وہ یوں پٹ کر دلت کو سوویں
اٹھانا کیوں ہے تو رخساروں سے تو زلفوں کو رہنے دے
مرا دل اور جگر سوڑ سے نہ نہ تیج دو ہرو سے
نہ مرنا کوتاہ میں فرہاد اور میں نے دشت میں بھون
وہ دیکھے آئینہ اور ہم اسے یہ کیا تماشا ہے
نہ جائے بت گدے کو برہمن نے شیخ کہے کو

لگی ہے دل ہی دل میں واں خبر دونوں کی دو جانب
رہی اک کلنگی دو دوپہر دونوں کی دو جانب
نہ بدلی جائے کروٹ نا سحر دونوں کی دو جانب
صافیت کے لئے اے سمیر دونوں کی دو جانب
وہ پھٹکے بوٹیاں گر کاٹ کر دونوں کی دو جانب
نہ لے جاتی اجل دونوں کو گرہ دونوں کی دو جانب
کر ہے اک جلوہ منظور اور دونوں کی دو جانب
محبت گر نہ ہووے راہ پر دونوں کی دو جانب

ہوئے وہ صن میں مشہور اور ہم عشق میں رسوا

رہی شہرت جہاں میں اے ظفر دونوں کی دو جانب

کرتی ہے ہر لکھ مجھ کو میری جا لکھی خراب
ماہ سرگردوں ہے اور ماہ تہ بار گراں
دیکھ میرا حال کیا سوز گداز عشق ہے
وا نہ ہو غنچے تو پھر کیوں ہو پریشاں اس قدر
خطر رہی منزل مقصود کر تو عشق کو
طفل کو راحت زیادہ ہے جوان و پیر سے

کا ہٹ جاں سے ہوں میں بھی عشق میں کیا ہی خراب
خوب دیکھا تو یہاں ہے مد سے نا مای خراب
بزم عالم میں ہے جوں خلع سحر گاہی خراب
کرتی ہے اس کو ضیا تیری ہوا خواہی خراب
ورنہ اے دیرو کرے گی تجھ کو کجرا ہی خراب
بہمن مادرانی میں بھی کرتی ہے آگاہی خراب

اے ظفر چاہے خرابی تیری جو خانہ خراب

کر دے اس کو تیرا اقبال شہنشاہی خراب

واہ والے طالع ما کام سکوں حباب
بکر ہٹی میں کوئی دم یوں ہیں ہم وارڑوں نصیب
گنبد گردوں ہے میرے گریہ کے سیلاب سے
آندی ہے بلبل پانی کا اس کو چاہیے

روئے دلیا میں بھی خالی جام سکوں حباب
جیسے پانی میں سید ہے جام سکوں حباب
ایک بنیاد خراب انجام سکوں حباب
مہر پر کھدوائے اپنے نام سکوں حباب

راستی پر آئے کب ہو جس کی خلقت والا کون

کیونکہ سیدھا ہو ظفر انجام سکوں حباب

بے لکھے خط جو کیلام و بیجا مطلب

زلف و رخ کی ترے ہوس کی قسم ہے تجھ کو
حرف تلخ اس لب شیریں سے مزہ دیتا ہے
یہ اشارہ ہے کہ آنکھوں سے اشارے ہوئیں
ہم نے یاں پخت مزاجوں کو بہت دیکھ لیا
گردش چشم وہ آنکھوں میں بھری ہے ساقی

کالی لکھنے کی تھی آپ ہیں آرا مطلب

گلی ریتی ہے سدا صبح سے تا شام طلب
چھیر کر کرتے ہیں ہم اس لئے دشنام طلب
عین شفقت سے کہے اس نے جو بادام طلب
کوئی بھی ان کی فہمیں بے طمع خام طلب
ہم کو کیا کام جو ہم تجھ سے کریں جام طلب

اس سے واللہ ظفر ہم کو نہیں جان عزیز

دل ہے کیا چڑ کرے گر بت خود کام طلب

گرتی ہے غمزدہ گشتیں عجب عجب

گہ و یاس و گہ امید و گہ رنج و گہ خوش
شب کو جو اس کی زلف کا بندھ جائے ہے خیال
بجروج تیغ عشق کو دکلائے ہے مزے
اے چشم بار بار نہ ہو دیکھ اشک بار
سرامد میرے نام کا اور خط قریب کا
ہو جاؤں کیونکر محو تراشا نہ یک ایک
غمزہ عجب نگاہ عجب نور اور عجب

مارے ہے رنج ستمل بچپاں عجب عجب
مہماں سرائے دل میں ہیں مہماں عجب عجب
ہم دیکھتے ہیں خوب پریشاں عجب عجب
قافل ترا لب نمک افشاں عجب عجب
ہر بار تجھ سے اٹھتے ہیں طوفاں عجب عجب
خالم تیرے ستم کے ہیں منوں عجب عجب
دیکھوں تراشے جا کے جو میں وہاں عجب عجب
کچھ دلہائیوں کے ہیں سراں عجب عجب

وہ لوگ اس زمانے میں ہیں اے ظفر کہاں

دیکھے ہوئے ہیں آپ نے انساں عجب عجب

یوں تو لکھے ہیں بہت آپ نے عالم سے قریب

میکو عالم سے نزلا کوئی تم ہم سے قریب

مطلع دانی

اب گئے آپ ہیں دیے ہمیں سو دم سے قریب
مارے دیے گئے اب آپ بھی جم جم سے قریب
کھا گئے سب کو ہم اس طرہ پر غم سے قریب
بھاگے ہے صورت شیطان اس آدم سے قریب
را چھڑے آپ بھی کرنے گئے حرم سے قریب

ایک دن وہ تھا کر تم پوچھتے تھے ہم سے قریب
جام لے دے کے ہمیں کہتے ہو لو ساغر جم
جان کر مار میرا پور نہ لینے پائے
غیر کیا دے گا قریب آکے لا حول ولا
پوچھا حرم میں ہے کیا کہتے ہو کچھ ہے تمہیں کیا

کوئی کیا ہی فریادہ عالم ہے ظفر

اس کا چہ نہیں تجھ پر کسی عالم سے قریب

جس کی عادت خرابات و روقات خراب
کس خرابی میں پڑے ہیں کہیں دن رات خراب
تو ہوئی اب کی برس خوب ہی برسات خراب
پھرتے ہیں ہاتھ سے اس عشق کے ہیات خراب
خائفہ گرچہ ہے ویراں تو خرابات خراب
کرنی عاشق کو بتوں کی ہے عنایات خراب

ہو جئے ایسوں سے کیونکر کے ملاقات خراب
ہم تصور میں رخ و زلف کے تیرے ظالم
چشم پر آب سے عاشق کے جو کی ہم چننی
ایک میں ہی نہیں آوازہ کہ مجھ سے لاکھوں
صوفی و مد ہیں دونوں ترے غمزے سے تباہ
وہ عدا کا ہے غضب ان کا ہے جو لطف و کرم

جس کو کچھ پاس نہیں بات کا اپنی ہرگز
میرے نزدیک ظفر ان کی ہے ہر بات خراب

روایف باء فارسی

اگر یہ جھوٹ کہا ہوؤ سے نیاں میں سانپ
یہ کبکشاں نہیں نکلا ہے آسمان میں سانپ
لئے ہوئے ہے یہ مہرہ نگر وہاں میں سانپ
مجھے ہے سوچ بابا معن بوستان میں سانپ
پت گیا یہ بلایا ہے دیرواں میں سانپ
رہے ہے خانہ دل کے یہ ماہواں میں سانپ

نہیں ہے کوئی تری زلف سا جہاں میں سانپ
نشے کی لہر میں کہتے تھے رات کو سے کش
نہیں ہے زلف کے حلقے میں خال عارض یار
میر تیرے ہوا کاٹنے کو دوڑے ہے
دلوں کے مانگ کے رستے سے زلف نے روکا
کہاں ہے روزن سبز میں سوچ دور جگر

خیال زلف ظفر جائے کس طرح دل سے
یہ بھو میاں ہے ہمیشہ سے اس مکان میں سانپ

چلے کہاں ہم سے روٹھ کر تم اٹھائے تم نے قدم بھپا بھپ
نہ جانے دیں گے پت کے پتے تمہارے لے لیں گے ہم بھپا بھپ
نیاں ہے قینچی کی ان کی چوٹی جو کچھ کرکڑی کے گل تو اسے دل
اوڑا دیں گے تیرے پڑے ابھی عدا کی قسم بھپا بھپ
جو ہم کو درو حرف تم ہو لکھتے تو بیروں تم دل میں سوچتے ہو
یہ کیا کہ بیروں کو خط پہ خط ہو ہمیشہ صاحب رقم بھپا بھپ
نفس کی ہے جو کرا مدوشد بغور کر میرا اس کی مائل
یہ دیکھتے ہو رہی ہے کیونکر رہو جو درو عدم بھپا بھپ
عدا بچا دے کہ ان بیروں کو یا دل بھپ بھپ ہے اس بلا کی
کہ لے ہی جاتے ہیں دین وایاں کو لوٹ کر یہ منم بھپا بھپ
زہے نصیب ان کے عاشقوں کے کہ بے نال رہو فاش
اڑا دے میرا ایک دم میں سب کے وہ لے کے تیغ و دم بھپا بھپ
ظفر ہزار آفرین تجھیں کروا کیا خوب اس غزل میں
لکھے ہیں اشعار عاشقانہ اٹھا کے تو نے قلم بھپا بھپ

ہو گا ظاہر یہ مرا درد جگر آپ سے آپ

تھکوا ہو جائے گی میرا زخیر آپ سے آپ

مطلع ثانی

ہو رہا کشش دل کا اثر آپ سے آپ

وہ کہیں ہو کوئی چھپتا ہے مری آنکھوں سے
نہیں کھلتا ہمیں کس غنچے دہن کا ہے خیال
دل پہ کچھ صدمہ غم عشق نے پہنچایا ہے
ایسے غفلت کدہ میں آئے کہ ہم بھول گئے
بخت پر کھنڈو کچھ خانہ خرابی نہ کریں
اب شمشیر سے کیا مژدہ سنا اے قاتل
دے گا جنبش جو وہ مڑگاں کو تو ہو جائیں گے
شوق پاہنی تھا قاتل کا یہ مجھ کو دم قتل

کھینچ کے جائیں گے اک دن وہ ادھر آپ سے آپ
اصحٰد لیتی ہے اے میری نظر آپ سے آپ
یوں جو ہم ربتے ہیں چپ دو دو بہر آپ سے آپ
چشم رہتی نہیں آنکھوں سے یہ تر آپ سے آپ
تھے کہاں اور چلے آئے کدھر آپ سے آپ
تو چلے آئیں وہ سیدھے مرے گھر آپ سے آپ
فہم رہا ہے جو مرا دہم جگر آپ سے آپ
حیرے بھوں کی صفیں زیر و زبر آپ سے آپ
جا پڑا پاؤں یہ اور گر پڑا سر آپ سے آپ

کام ہے وقت یہ سوقوف جب آ جائے ہے وقت
تو وہ ہو جائے ہے اس وقت ظفر آپ سے آپ

غیر سے جھٹ کر لیا ساتھ اک لگاؤ کے ملاپ
چاک دل پر غنچے کے کیونکر صبا سے ہو رنو
روٹھ کر پھیرے رہے وہ دیر تک بستر پہ وہ
سلنے گر شام و سحر دیکھے نہیں تو دیکھ لو
غیر آنکھوں میں کھٹکتے ہی رہے مانند خار
اپنی ہستی کو گھٹا کر چاہتا ہے اس کا وصل

اور ہم سے کرتے ہو تم دے کے سو بھٹکے ملاپ
کھٹن عالم میں ہے دشوار دل پھٹ کے ملاپ
ہو گیا بارے ادھر لے جی کروٹ کے ملاپ
دیکھتے ہیں ماضی سے بال اس زلف کے لٹکے ملاپ
ہم سے اس گل سے ہوا ہرگز نہ لے کھٹکے ملاپ
دیکھ کے خورشید سے کہتا ہے وہ کھٹکے ملاپ

بے رکاوٹ وہ نہیں مٹا کسی سے ظفر
ہے رکاوٹ پہلے اور پیچھے رکاوٹ کے ملاپ

ہے پسند اپنے تو زائد بارہ خواہوں کا ملاپ

ہو مبارک تجھ کو یہ پرہیز گاروں کا ملاپ

مطلع ثانی

تیری یاری میں گیا سب ہم سے پاؤں کا ملاپ

سلنے ہی پروانہ ساں جاں اپنی کو تجھ پر تار
جو ہے میرا دوست تم دشمن ہو اس کی جان کے
رنج و غم دونوں یہ مدت سے مرے ہیں نغمہ ساز
زخم دل ان کے بھی لی جائیں اگر منظور ہو
بس زمین و آسمان کے تو نہ تھابے مل
کیا جلا آئینہ کو ہوتی ہے خاکستر سے دیکھ

ایک نلے سے ترے چھنا ہزاروں کا ملاپ
تو نے دیکھا خلع ردیم جاں نثاروں کا ملاپ
تم کو کب بھاتا ہے میرے دوستداروں کا ملاپ
ترک مجھ سے کیونکر ہو ان نغمہ سازوں کا ملاپ
اے ستم گر تجھ کو اپنے دلفگاروں کا ملاپ
استغیث ہے سخت مشکل ماہ پاؤں کا ملاپ
صاف کر دیتا ہے دل کو خاکساروں کا ملاپ

دیکھ باعث مہر کے دل پر ہوا کاندھ کے داغ
اے ظفر اچھا نہیں ہے نامداہوں کا ملاپ

کئے مشکل سے پہنچا تم ترے بیمار کی رات
 نشتر خار تھے بستر میں جگہ تار کی رات
 ہر مڑہ ایک لڑی تھی در شہوار کی رات
 حشر کا دن ہے نہیں فرقت دلدار کی رات
 کئے آنکھوں میں ہے حسرت کش دیدار کی رات
 جیسے مستی میں گزر جائے ہے مہوار کی رات

خواہ ہو جمعہ کی اور خواہ ہو اتوار کی رات
 نہ دیا سونے خلش نے تری مڑگاں کے مجھے
 تار آنکھوں کا جو باندھا تھا مری آنکھوں نے
 کس مصیبت پہنچا ہوتی ہے ہم سے پوچھو
 ہے کہاں خواب کہ وہ خواب میں دیکھے تجھ کو
 گزری اس طرح سے غفلت میں جوائی اپنی

روٹی ماہ کی ہو گرد اگر دکھلائے
 اے ظفر ناب ذرا اپنے وہ رخسار کی رات

دیوانہ دل ہے دیکھ کے زنجیر کی گڑھت
 کرتے ہو اپنی خشت میں تعمیر کی گڑھت
 شمشیر گر سے ہووے نہ شمشیر کی گڑھت
 ہوتی ہے خلع کے لئے ٹکلی کی گڑھت
 چوب حدیگ سے نہیں اس تیر کی گڑھت
 چھتی نہیں ہے آپ کی تقریر کی گڑھت

اللہ دے زیور بت بے پیر کی گڑھت
 کیا جانے اک گھڑی میں ہو کیا اس کو غلطو
 ابرو ترے نہ دیوے نمونہ اگر دکھا
 اے عشق تو بھڑائے ہے لوہے کوہوم سے
 تیرا وہ ہے تیرا اللہ کا نام جانتے ہیں لائے وہ دم دل سے کڑے بات

کیا خوب بت ہو اپنی پرستش کو اے ظفر
 گر اس کے سنگ در سے ہو تصویر کی گڑھت

جھوٹ کہے نہیں ہم کہتے ہیں ایمان مہیات
 ہم نے پائی ترے ہر ایک دل و جان سے بات
 کوئی کہتا ہے تو سن لیتے ہیں ہاں کان سے بات
 ایسی سرزد ہوتی کیا شمع شبستان سے بات
 اپنے مطلب کی کہیں گر کسی منوان سے بات
 کیونکہ نقل دہن عاشق حیران سے بات

سن اوکا فرید کیش وادہ ایمان مہیات
 ہے کیا بات کہ توہیں ہے مدوئے دل و جان
 بول سکتے نہیں محفل میں تری ہم منہ سے
 قطع کرتا ہے جو ٹکلی زبان کو اس کی
 یہ ہے قسمت کا ٹکھا پھیر لے منہ وہ ٹوٹا
 بولتے مٹھی تصویر کو دیکھا کس نے

اے ظفر بیٹھا بتایا کرے باتیں لیکن
 اس کے بن فضل بن آتی نہیں منان سے بات

نہ بھائی وہ کبھی اس شوخ بدگمان کو بات
کہے ہے کیا یہ عدا جانے لگ کے کان کو بات
ٹٹکی اور کوئی میرے امتحان کو بات
کر رہی کی نہ ہو معلوم سارا بن کو بات
یہی اک آتی ہے اس شوخ بدگمان کو بات
وہ دیکھتے ہی تمہاری ادا و آن کو بات

پسند طبع جو ہمیری اک جہان کو بات
لگی ہے کان ملاحت جو زلف تیرے کان
دکھا نہ رنج مجھے اپنی تو جدائی کے
کہا یہ لیلیٰ محفل نشیں نے مجھوں سے
سنی نہ بات کوئی اس سے ہم نے جزو شام
کہے تو کیا کہے عاشق کو بھول جانا ہے

اگرچہ ہجر کی ہے بات سودمند ظفر
مگر خوش آتی نہیں وہ کبھی جوان کو بات

سمجھ تو ہر نفس اپنی راہ اجل میں نشست
رہے ہے حیر کی جیسے تری بغل میں نشست
کہ دل پہ کی مرے اس حیر نے ازل میں نشست
ہماری ہوتی ہے سوقوف آج کل میں نشست
نہ بیٹھ دشت میں تو ہو نہ کر میل میں نشست
کہ ایک دم میں ہمیر خاست ایک ہل میں نشست
بیٹھ دکھتا ہے بھنورا یہ اس کنول میں نشست
نئی ہوتی ہے وہ وہیں کی اس عمل میں نشست

نہ آ ہوا میں اگر ہے ہوا محل میں نشست
اٹھے ہے درد سا پہلو میں میرے او بے وار
حدیگ عشق کا میں ہوں ہدف ہمیشہ سے
جو اٹھیں رہے ان کے ہی تو محفل سے
ہمیشہ شہر میں رہ دل یار دوست بنار
برنگ شیشہ سے یوں ہیں اس کی بزم میں ہم
خیال خال رخ یار دل میں ہے میرے
بٹھائے دل میں حکومت سے میں جو عشق کے داغ

بٹھائے زور سے یہ قلمیے ظفر تو نے
وگرنہ ان کی تو مشکل ہے اس فزل میں نشست

تیرہ بختی تری دست نگریاں تھی رات

تیرگی زلف کی گھر کیا ہوئی مہاں تھی رات

مطلع ثانی

میں کے ماتم میں کئے چاک گریاں تھی رات
چشم بدور یہ آنکھیں بہاراں تھی رات
کہ میرے سینے میں اک آتش سوزاں تھی رات
یادداشت تری اے سرو خراماں تھی رات
خیم خاکستر پروانہ پہ گریاں تھی رات
لے آغوش میں خورشید درخشاں تھی رات
لائی بے طرح تراے تپ بہراں تھی رات

کہکشاں سید گردوں سے لایاں تھی رات
جوش گریہ سے ترے ہجر میں اے رشک چمن
سوزش دل کا مری مجھ سے نہ ہو چھو احوال
طبع کی طرح جو سولی پہ کئی رات مجھے
تل بے نامہ ترے عشق کی دیکھا ہم نے
حلقہ زلف میں دیکھا رخ روشن اس کا
چشم رباب کے چھیننے نے بھالیا ورنہ

رہم پہ تیغ جدائی کے بھٹائی دیے
اے ظفر جو رخ پر انجم سے نکلاں تھی رات

دکھتا ہے دردمند کی درد آشنا شناخت
دے لے خدا شناس تجھے یہ خدا شناخت
خوبان سبزہ رنگ کی بھی کھپا شناخت
پر تجھ کو بھی وفا کی ہوا سے بے وفا شناخت
اس کی نہیں کسی کو ہمارے سوا شناخت
پر جو ہر بشر کی ہے مشکل ولا شناخت

ہو تجھ کو میری ماضی بے درد کی کیا شناخت
ہے ان بتوں میں جلوہ نما قدرت خدا
ہوئی کا کھپا کی شناسا ہوں کیوں عبث
ہم تو وفا میں جان تک اپنی ندا کریں
تج نگہ کے تیرے مبصر ہیں دیکھ ہم
پہچان لیں گے سور جواہر تو جوہری

پوچھو ظفر طیب سے اپنی دوائے درد
پر اس کو اس غرض کی ہو کچھ تو ذرا شناخت

ہو جائے ہے یاں بور بھی اک آن میں صورت
تیری سی نہیں عالم امکان میں صورت
دیکھو مری اس حال پریشان میں صورت
کھلائے گا کیا حشر کے میدان میں صورت
ملتی ہے مہو میں گریبان میں صورت
کھنپوا کے جو بھیجیں تری کفان میں صورت
مجنوں کی بجز جائے بیابان میں صورت
مشکل سے مرے کلبہ ازان میں صورت

آجائے ہے جس وقت تری دھیان میں صورت
ہت خانہ میں کوئی کیا دیکھے گا کافر
زلفوں سے تمہاری ہوں پریشان زیادہ
ہوں عاشق سر باز مجھے بولہوں آ کر
ہے صاف ترے نگہ کی آخر میں شہادت
یوسف بھی ہوئے شوخ ترا کو تماشا
دیوانہ ترا بن کے جو میں خاک اڑوں
تجھ بن یہ ہوئی شکل کو پہچانتے ہیں دوست

کیا دیکھتا ہے آمیز اے شوخ پری رو
دیکھ اپنے ظفر کی دل حیرن میں صورت

گرتے ہوتے ہیں گل شب چراغ صبح کے وقت
جہن میں جائے جو وہ خوش دماغ صبح کے وقت
نگے جو بولے کھٹک و زانغ صبح کے وقت
نگوں کے دھوئے ہے شبنم لیاغ صبح کے وقت
پڑا ہوا ہے تو کیوں باغ صبح کے وقت
اجل نے ڈھنڈھا جو پایا سراغ صبح کے وقت

چلا گیا شب غم دل کا داغ صبح کے وقت
نسیم صبح کے جھوکے سے ہو گراں خاطر
شب وصال میں گھبرا کے وہ اٹھے جلدی
جہن میں کون سہوئی کو آئے گا ساقی
سفر کی فکر کر اے غافل آگئی بھری
یہ لاغری ہے کہ بستر پہ رات بھر مجھ کو

ظفر نے خواب میں کس گل کو رات دیکھا تھا
کہ تھا خواب سے وہ باغ باغ صبح کے وقت

گھٹتے کیوں نہ ہو دل دیکھ کر بہار بہنت

ہوا ہے ہر ہے نور سر ہزار بہنت

مطلع ثانی

ہمارے رنگ سے ہے رنگ اعتبار بہنت
بہار گل ہے ہم آغوش ہنکار بہنت
تو ہو مزار پہ اپنے نہ کیوں گزار بہنت
بیاد بھر کر ہے پھر آمد بہار بہنت
تمام سال رہا ہم کو انتظار بہنت
تو ہو باغ جہاں میں بڑھا وقار بہنت
عرق عرق ہی رہے روئے شرمسار بہنت

ہماری زردی رخسار ہے بہار بہنت
کہاں ہے ساغر یاقوت زرد میں سے سرخ
وہ قد جو دیکھ کے کروا ساجی سے گزریں ہم
خبر بہنت کی بھی کچھ تجھے ہے اے ساقی
کیا بہنت کے لئے کا وعدہ جو اس نے
ہوا جو وہ گل رنگیں ادا بنی پیش
جو دیکھے تیرے عرق چین زعفرانی کو

مجھ نہ سخن سخن میں اے گل رنگیں
بھگی ہوئی ہے ظفر چشم پر نقار بہنت

لیکن ہے کہاں تیری سی اس شان کی صورت
آتا ہے نظر غنچہ بھی پیکان کی صورت
ہے اب یہ تری عاشق حیران کی صورت
اے یار ترے زلف پریشان کی صورت
وہ روئے کمالی مجھے قرآن کی صورت
کہتا ہے کہ کیا دیکھے گا تو جان کی صورت

ہے خوب گرچہ اس مہ کفان کی صورت
ہے شاخ گل اس بن مجھے کیا تیر کے ماند
صورت کو تری صورت تصویر ہے نکلتا
سودائی ترے رہتے ہیں باحال پریشان
یاد آتی ہے ہر سونہ قرآن کو بن کر
کہتا ہوں جو صورت مجھے اے جان دکھا دے

انساں ہے وہیں جس میں ہو انسان کی میرت
ہیں یوں تو ہزاروں ظفر انسان کی صورت

روایف تائے ہندی

لگ گئی ہے کیا یہ اے قاتل ترے مخبر کو پاٹ
جائیں گی یہ کہیاں گویا کہ اس شکر کو پاٹ
مست ہو جاوے اگر لیوے ذرا ساغر کو پاٹ
سانپ یہ پتھر چٹا لیتا ہے پتھر کو پاٹ
جس نے اک باری لیا ہے تیری خاک درد کو پاٹ
یہ چھوڑا دیکھتا جائے گا سارے گھر کو پاٹ

روز لیتا ہے جو خون عاشق مضطر کو پاٹ
ایسی دنیا کی حلاوت پر گرے امل ہوس
جرم سے کا تو زائد کو کہاں ہے حوصلہ
کان کے آویزہ اعلیں پہ کب ہے زلف یار
دے اگر اکسیر بھی کوئی تو وہ کہتا ہے کب
دل میں کیا چھوڑے گا غم ہے پاٹ اس کو لگ گئی

دے چکا ہو لب شیریں کا وہ تجھ کو ظفر
ہوٹا ہے کر کے یاد اس لعل جاں پرور کو پاٹ

عشق میں دل ہے مرا کیا عی غم پہاں کی پوٹ
ایک بھی آنسو اگر دیکھیں گے میری چشم میں
زلف کے حلقہ سے اس روئے عرق آلود نے
دل ہزاروں خاکساروں کے ملے اس خاک میں
روہو اس زلف و خط کے یک سرمہ ہو نہ قدر
ایک دو ہوں تو ٹٹلے کوئی سینے میں مرے

اے ظفر وہ عدم میں پھر سبک بادی کہاں
سر پہ رکھ لی ہاندھکر جب کثرت عصیاں کی پوٹ

رویف ثانیہ

کہہ دو صبح سے کہ پھر جائے نہ یاں آئے عیث
نہیں امید کہ تو خاک پہ بھی آئے کبھی
کیا نہ تھا پیچہ مڑکاں مرے سلجھانے کو
دل سے کہہ دو وہی ہووے گا جو ہوا ہو گا
دل نے چھیڑا تو اسے شوق سے بارے ہاندھ
اے کماندار ذرا مڑ کے نہ دیکھا تو نے
جانتے ہو کہ وہ مجھ سے ہے کشیدہ خاطر
غیر کا سر ترے زانو پہ رہے گا یوں ہی

نہ کیا کام کچھ مہیا جو وہاں کام آتا
کھوئی یاں عمر ظفر ہم نے نہیں ہائے عیث

ہیں یہاں رنج کے آثار غوشی کے باعث
عجب آلا ہمیں عالم نظر اللہ اللہ
ہوں دل سمجھو مجھے خواہ بناؤ نقصان
میرے زخموں سینہ رکھ آب دم تیغ در تیغ
تم جو نصے ہو تو غصہ مرے سر آنکھوں پر

ایک آنکھوں سے چلتے ہیں ہنسی کے باعث
دیکھیں ان دانتوں میں رنگیں جو مہی کے باعث
ہے یہ جو کچھ سو تمہاری غفلت کے باعث
سنگ لب چاہے ہیں تشنہ لبی کے باعث
پر بشرطیکہ نہ ہو اور کسی کے باعث

سحر ہو نہیں اس روئے کتابی پہ ظفر
ترک کاتب نے نکس ہے غفلت کے باعث

رویف جیم تازی

غمِ فرقت سے ترے جس کار ہے بند مزاج
سن تو لیتے ہیں مرا حال جو کچھ کہتا ہوں
آگیا چشم کے بیمار کا دم آنکھوں میں
ہوں وہ دیوانہ کو بھوک بھی ادب سے بن میں
بوسہ ہائے لب شیریں کی جسے چاٹ گئے
تیرے آنے سے ہوئی خوش نہ طبیعت ماسح
سو مفرح سے بھی اس کا نہ ہو خور سند مزاج
ان کا برہم مری جانب سے ہے ہر چند مزاج
تو نے پوچھا نہ کبھی کیوں ہے کسلند مزاج
پوچھتا مجھ سے ہے بن کر مرا فرزند مزاج
اس کا مائل نہ ہو سوئے شکر و قدر مزاج
بلکہ رنجیدہ ہوا سن کے ترے ہند مزاج

اے ظفر جس نے کیا قطع تعلق سب سے
چاہتا اس کا کسی سے نہیں پیوند مزاج

میں کیا کہوں اس بت کی عداوتی کا رنج و غم
چھوٹا ہے نفس سے تو کہاں طاقت پرواز
پوچھ کوئی غم کھانے کی عاشق سے ملاوت
مگر روٹھتے ہیں گاہ وہ ملتے ہیں اب ان سے
اس در پہ نہیں مجھ کو رسائی تو بل سے
کیوں آکھ دکھاتا ہے ترا حلقہ گیمو
ہے میرے لئے ساری عداوتی کا غم و رنج
ہے مجھ کو بڑا اپنی رھائی کا غم و رنج
رکھتا ہے مرا کیا یہ مضائقہ کا غم و رنج
نے صلح کی شادی نہ لڑائی کا غم و رنج
لیکن ہے رقیبوں کی رسائی کا غم و رنج
ہے دل کو اسی چشم نرانی کا غم و رنج

ہر دم ظفر اک تجی الم کھینچ کے دل پر
کیا ہاتھ لگاتے ہیں مضائقہ کا غم و رنج

ہے تری ہمیں جہیں صن کی یوں تاب میں سوج
سو جزن اشک ہیں یوں دیدہ تر میں میرے
دل بیتاب میں جوش طوفان عشق نہیں
یہ تماشا ہے تری زلف کا نکل آئینہ میں
آب گر یہ کی مری سوج ہے سوج طوفان میں
آنقل فروز ہو ساغر میں جو روئے ساقی
جلوہ فروز ہو بیتاب سے جوں آب میں سوج
انجی ہے جوش سے طوقاں کے یہ گرداب میں سوج
مارتا آگ کا دیلا ہے یہ بیتاب میں سوج
ساپ کی طرح سے لہرائے ہے نالاب میں سوج
بحر سواج نے دکھی نہیں یہ حواب میں سوج
جلوہ گر ہو روش برق سے باب میں سوج

ہم سے وہ دور ہم اس سے ہیں ظفروں باہم
سوج میں آب ہو جس طرح اور آب میں سوج

رویف جیم فارسی

سچ سے زلف کے پلٹا نہیں مذہب کا سچ
 کرنا عشاق سے ہے پیش گردابِ نا
 حرفِ پیچیدہ سے مضمون لکھا پیچیدہ
 نہ بچا سچ سے کوئی بھی بل گردوں کے
 پاس و پڑ پر کے جو رکھی ہے مجھے زندوں میں
 لے گئی کھینچ کے کس سچ سے میرے دل کو
 کر یہ ہے اے دل شامت زدہ تقدیر کا سچ
 اے ستم گار ترے جوہر شمشیر کا سچ
 سچ و در سچ ہے تو خطا تری تحریر کا سچ
 کو یہ ہے بھر نگر ہے غضب اس بھر کا سچ
 اے ہنوں کیا ہے عدا جانے یہ زنجیر کا سچ
 نہ کھلا مجھ پہ کچھ اس زلف گرہ گیر کا سچ

سینکڑوں سچ وہ ہر بات میں کرنا ظفر
 ایک ہو تو کیوں اس شوخ کی تقدیر کا سچ

چل گیا دل پہ جو اس زلف گرہ گیر کا سچ
 بوسہ دیے میں ہو تم سچ کی باتیں کرتے
 حلقہ زلف کو دکھ کر سر ہمو دیکھو
 تیرا دیوانہ جو ندیاں سے نہ نکلا اب تک
 طیر پر دھر کے سناٹے ہو ہمیں تم باتیں
 آ گیا سچ میں اس کا گل بچاؤں کے جو دل
 تھا یہ اے بہت ہے اپنے ہی تقدیر کا سچ
 ہم نکلیں گے کوئی اور ہی مذہب کا سچ
 تم نے دیکھا نہ ہو گر جوہر شمشیر کا سچ
 پڑ گیا پاؤں میں کچھ ایسا ہی زنجیر کا سچ
 خوب ہم جانتے ہیں آپ کی تقدیر کا سچ
 ہے عدا جانے وہ کس طرح کی تافیر کا سچ

اے ظفر لکھو تم اس یار کو اس سچ کا خط
 نہ کھلے اس کے سوا اور پہ تحریر کا سچ

یہ شک سب سے پہلے نہیں ہیں داغ کے سچ
 چمک عشق کے لو ہیں گرے چراغ کے سچ

مطلع ثانی

یہی وہ مائن غم کے ہیں دل کے داغ کے سچ
 نہیں ہے سب سے پہلے پر داغ میں مرے کیا دل
 بھرا ہوا ہے تری چٹم مست میں یوں باز
 جنہوں نے توڑ دیے اپنے پائے حرص و ہوا
 جو بوئے مٹک کہوں بوئے زلف کو ان کی
 پڑی ہوئی ہیں کئی قباں چراغ کے سچ
 مکاں وہ اپنا جو ہوا رہے ہیں باغ کے سچ
 کہ جس طرح سے گئے تاب ہوا باغ کے سچ
 پڑے ہیں چین سے وہ گوشہ فراغ کے سچ
 تو وہ کہیں کہ خلل ہے ترے داغ کے سچ

نہ در میں ہے نہ کعبہ میں ہے تو وہ دل میں
 بیش پھرتا ہے جس کے ظفر سراغ کے سچ

اگر ہو معلوم اپنی جانب سے تیرے دل میں خبار سچی سچی
تو خاک ہونے سے پہلے ہو جائے خاک یہ خاکسار سچی سچی

مطلع ثانی

تمہارے دھماکہ لالہ گوں ہیں جو غیرت لالہ زار سچی سچی
تو منہ پہ زلف عرق نشاں بھی ہوئی ہے دھمک بھار سچی سچی
ہسان غریب دیکھے روزن جب اپنے سینہ میں نے جاں
کہ ہو گئے اس کے تیر مڑگاں مرے کیچے کے پار سچی سچی
جو زلف مشکیں تلک تمہارے کسی طرح مجھ کو دترس ہو
تو میں یہ جانوں کہ میرے قبضہ میں آیا لکنا مار سچی سچی
خبر نہ تھی ہم کو نسوؤں کی کہ ہوں گے یہ فضل ایسے اجر
ہوئی ہے جانتے تم تمہارے گلے کی آخر کو مار سچی سچی
مثال پروانہ جان دے دوں میں اپنی اس بار خراج رو پر
کرنا وہ جانے یہ سوخت جاں ہمارا ہے جاں مار سچی سچی
یہ کیا تم ہے کہ میری جانب سے کوئی نماز کوئی مسد
اگر کہے جھوٹ سٹ بھی تو کچھ جانتا ہے وہاں سچی سچی
بہاؤں دھماکہ زرد پر میں جو عشق میں اپنے اشک گلگون
دکھا دوں آنکھوں سے اک جہاں کفر اس میں جوش بھار سچی سچی

پچائے اللہ اسلا سے وہ زلف کافر بری بلا ہے
کہ اس لیا دل ظفر ہزاروں کا ایسے مانند مار سچی سچی

روایف حاء مہملہ

جان گیا میں میری طرف سے جی میں آتی اور طرح
لکھا اس نے اور طرح پر قاصد پرچہ کاغذ کا
دست و پاگر باندھ لئے مہندی نے تمہارے خوب ہوا
ظاہر و باطن ایک طرح پر تجھ کو نہ دیکھا آئے رو
لاکھ دوائیں بدلیں اطباء تیرے مریض جہاں کی
لام پہ جڑھ کر کس مہوش نے جلوہ اپنا دکھایا ہے
ایک طرح پر بات ہو تو کچھ بات کا ان کی بھروسہ ہو
غنیچہ نہیں اے باد صبا یہ جس کی گرہ تو کھولے گی

تیری اس نے دیکھ کے مجھ کو آج چڑھائی اور طرح
تو نے مرے پر جانے کو ہے بات بتائی اور طرح
بن نہیں آتی یوں تو تم سے ہاتھ پائی اور طرح
دل میں صفائی اور طرح ہے منہ پہ صفائی اور طرح
ہو نہ سوائے وصل علاج درد جدائی اور طرح
دیتا ہم کو آج تلک پر چاند دکھائی اور طرح
کہتے ہیں منہ سے اور طرح اور جی میں سہلی اور طرح
میرے گرفتہ دل کی ہو گی عقدہ کشائی اور طرح

اڑتے ہیں اوسان کر دیکھیں مرکبوں کے اڑتے ہیں
سان پر اس نے آج ظفر لکھو اور طرح

کوئی لائق عشق و حسن ہوا نہ ہماری طرح نہ تمہاری طرح
مرے زخموں پہ چھڑکے نمک وہ اگر کہیں زخموں سے دل کے زخم جگر
پھنسنے یوں تو ہمت اے حضرت دل نہ دام فریب اس یار دل
ہمیں بھاتی ہے طرح پر ہم و تب تمہیں بھاتی ہے طرح عیش و طرب
ترا حسن و جمال اے زہرہ جیں کے خم و قمر سے عجب عی نہیں
ہوا شیفتہ کوئی کسی پہ تو کیا ہوئے باہم اگر اسے ہوش رہا

ہوئی الکی کسی سے وفا و جفا نہ ہماری طرح نہ تمہاری طرح
لیا تیج جفا کا کسی ن سے مزہ نہ ہماری طرح نہ تمہاری طرح
کوئی ہو گا اسیر دام بلا نہ ہماری طرح نہ تمہاری طرح
کبھی جائے گی بدلی ایک ذرا نہ ہماری طرح نہ تمہاری طرح
کوئی ہو گا زمانہ میں جلوہ نما ہماری طرح نہ تمہاری طرح
کبھی عجز و نیاز اور ماز و ادا نہ ہماری طرح نہ تمہاری طرح

کہا قیس نے مجھ سے ظفر یہ سخن کہ ہے سچ یونہی اے مشتاق مگر
کوئی دشت دنوں میں خراب ہوا نہ ہماری طرح نہ تمہاری طرح

دل ہے مکر ان کا صفائی ہو کس طرح
دام بلا ہے زلف میں کچھ بے طرح سے دل
حسن بتاں میں ہووے نہ قدرت کا گر ظہور
جاں داروے وصال نہ ہو جب تک نصیب
آنکھیں لڑائیں بغیر سے وہ میرے سامنے
قائل بغیر ماخون شیر کے تر

بخت اپنے مارا ہو رسائی ہو کس طرح
جا کر چننا ہے دیکھیں رہائی ہو کس طرح
معلوم پھر خدا کی خدائی ہو کس طرح
جاں نہ مریض درد عودائی ہو کس طرح
میری نہ ان سے روز لڑائی ہو کس طرح
اس سخت جان کی عقدہ کشائی ہو کس طرح

جن کو بھلا خدا نے بنایا ہے اے ظفر
پھر کہیے ان بھلوں سے برائی ہو کس طرح

حال دل کیوں کر کریں اپنا بیاں اچھی طرح
لے چلی صحرا کو گر وحشت ہمیں اچھی طرح
بھول جانا راہ کعبہ کی گھر دیکھا نہیں
دیکھنی منظور ہو صورت جسے اس یار کی
پھر کہاں ہم سے ستم کش تو کرے گا ہم کو یاد
اس قدر جلدی ہے کہا بیٹھو سنبھل کر وقت ذبح
پاس لے چل اس کے کہتا ہے دل خانہ خراب
آئے تم اس دم کہ جس دم آگیا آنکھوں میں دم

دوروں ان کے نہیں چلتی زباں اچھی طرح
رو تو لیں گے کھول کر دل ہم وہاں اچھی طرح
تو نے زائد جلوہ حسن بتاں اچھی طرح
دل کو صاف اپنے کرے آئینہ ساں اچھی طرح
کر لے اب ہم پر ستم اے دلستاں اچھی طرح
تا مری گردن پہ ہو خنجر رواں اچھی طرح
جاننا بھی میں نہیں جس کا مکاں اچھی طرح
میں نے دیکھا بھی نہ تم کو میری جاں اچھی طرح

اتنی بھی فرصت نہ دی ہم کو لک نے اے ظفر
کرتے اس کو بچے میں ہم آہ و فغاں اچھی طرح

لائے گی گرمی محبت کی حرارت سے بے طرح
 کٹا ہے ہر سے تو اپنے اشارے بے طرح
 کوڑے اس شامت کے مارے کو نہ مارے بے طرح
 آنکھیں دکھلانے لگے مجھ کو ستارے بے طرح
 دل کے درپے ہیں مرے یہ ماہ پارے بے طرح
 ہر بن سو سے نکلتے ہیں شرارے بے طرح
 تم نے ہیں بال ارج زلفوں کے ستارے بے طرح
 مجھ کو آتے ہیں نظر تہر تمہارے بے طرح

سوز غم پیچھے پڑا دل کے ہمارے بے طرح
 چل نہ جائے بزم میں تگوار دیکھ اے جیگجو
 جنبش گیسو سے کہہ دے دل ہے بیتاب و تواس
 جی ڈرے کیوں کر نہ میرا اے شب مار فراق
 پارہ پارہ کر کے چھوڑیں گے سکن کی طرح سے
 خانہ دل کو لگی کیا آگ سوز عشق سے
 دیکھنا سودا نہ دوں کا اور بگڑے گا مزاج
 دل کو لے کر تم مقرر ہو گئے خواہاں جان کے

اے ظفر کس طور سے کس طرح سے کیجئے نباہ
 ان طرح داروں کے ہیں اطوار سارے بے طرح

پھڑک پھڑک کے نہ نکلے مری نفس میں روح
 بیٹھ لیٹی ہوئی مار جس میں روح
 ہزار کوس پہ پہنچے ہے یک نفس میں روح
 پر آشیانہ کی ان کی ہے خار و خس میں روح
 گس کی جیسے رہے بیٹھ کر کے رس میں روح
 ہوئی نہ سیر سے گر سیر سو رس میں روح
 نہ وہ نکلے اگر ہووے میرے بس میں روح
 کہ جس طرح ہے بدن کی ہر اک لہر میں روح

اگر نظارہ گل کی نہ ہو ہوس میں روح
 پھرے ہے ماتہ لیلیٰ کے ساتھ بھوس بھی
 بدن سے روح بہک رو ہوئی ہے خواب میں دیکھ
 خزاں کے آئے ہی بلبل جہن میں مر جاتی
 رہے طاقت دنیا میں یوں دلی کا دل
 جیا جہاں میں کوئی سو رس بھی تو پھر کیا
 بغیر دیکھے ترے میں تو اپنے کالب سے
 وہ اس طرح سے جہاں میں ہے جا بجا موجود

برابر اصل میں ہیں اے ظفر قوی و ضعیف
 مجھ تو ایک ہی شہباز و رگس میں روح

رویف خاء مجملہ

کیا تماشا ہے کہ پھوٹی ہے یہ بادام میں شاخ
 رہتی تحریک مبا سے ہے اسی کام میں شاخ
 پلے سرسبز ہے پھر شگ ہے انجام میں شاخ
 رکھ دے پر گل کوئی میرے نفس دام میں شاخ
 باغیاں پھولوں سے لد جائے جن لہام میں شاخ
 ہوس یار قد طرز خود کام میں شاخ

ہر مڑہ ہے جہن صن گل اندام میں شاخ
 کتنی ہے باغ میں اے گل تجھے جھک جھک کے سلام
 کیا جوانی کا بھروسہ کر ہے آخر بھری
 رخصت سیر تہن گر نہیں دتا صیاد
 دست گل خوردہ مرا دیکھ کے ہو جائے قتل
 دم گل گشت زیادہ ہے مجھے سولی سے

جب کہ لائے ہے مبا باغ میں اس گل کی خبر
 اے ظفر دے ہے زرگل اسی انعام میں شاخ

بیش چرخ سے ہے اس کے اک جہاں کو چرخ
زمین پہ رکھتا کسی کے نہیں نشان کو چرخ
مثال جاجم ہے ہر بچہ و ہر جواں کو چرخ
تو باندھے پھرنا ہے کیوں تیغ کبکشاں کو چرخ
یہ چرخ وہ ہے کہ دے ہے فرشتہ خاں کو چرخ
شب فراق میں سن کر مری فغاں کو چرخ

عجب طرح کا ہے دن رات آسمان کو چرخ
لانا خاک میں ہے سب کو مثل نقش قدم
تری وہ چشم کی گردش ہے جس سے اے ساقی
جو کشت و خوں پہ ہمارے نہیں کمر باندھی
بچے جو چرخ کی گردش سے کیا بچے انسان
نہیں ستارے یہ بھر لایا اپنی چشم میں اشک

جو خاک بھی ہوں تو ہوں فخر دین کے در کی
ظفر چھوڑائے نہ مجھ سے اس آستان کو چرخ

ہے اس طرح کہ ہو جس طرح سے کہاب میں سیخ
قد اپنا تھا جو کبھی عالم شباب میں سیخ
ورا بھی گنتی اگر قرص آفتاب میں سیخ
کبے ہے شیخ کو یہ شراب میں سیخ
کھڑی ہو پانیے اس جام پر شراب میں سیخ
کہ اس کی ریش کا ہر بال ہے عتاب میں سیخ
پکا کے لا کوئی اس سر مہتاب میں سیخ
کرنے کہاب جلتے اور نے شباب میں سیخ

تری مڑہ کے دل گرم اضطراب میں سیخ
ضمیرہ ہو گئے اب جلتے ضعف بھری سے
تور چرخ سے لپٹے گرمز کب کے ہمار
کہاب کا جو مڑہ ہے زبان سے کش پر
پلا وہ ہنگ ہمیں ساقیا کر سیک تو کیا
لگو نہ شیخ کے منہ دیکھو آج اے مدعو
مزا شراب کا ساقی نہیں بغیر کہاب
شباب کر تو مہیا پر اس سلیقہ سے

وہ سیخ آہ ظفر ہے جگر کہانی کی
نہ دیکھی ہو گی کہانی نے اپنے خوب میں سیخ

رویف وال ہندی

ہے جو تم میں بھرا ساری عدلی کا بھرم
حضرت دل تھا جمیں جس کی صفائی کا گھمنڈ
دیکھ لیں گے آج سب کی پارسائی کا گھمنڈ
شانہ دے گا سب نکال اس کج ادلی کا گھمنڈ
ہم کو ہے اس آستان کی جہ ساقی کا گھمنڈ
تھا بہت شوخی سے جس کو ہاتھ پائی کا گھمنڈ

اللہ اللہ دے تمہاری خوددائی کا گھمنڈ
ہو گیا دم میں کمر دیکھو وہ آئینہ رو
ڈنر زر کو ذرا محفل میں تم آنے تو رو
زلف جلاں سے کیوں کرتی ہے اتنی کچی
برہمن کو بت کدے پر شیخ کو کعبہ پہ مار
اے حاشا باں باندھے تو نے اس کے دست و پا

آشنا ہر گز نہیں بالکل ہیں وہ نا آشنا
اے ظفر کرتے ہو جس کی آشنائی کا گھمنڈ

دردِ جگِ یاقوت میں موتی ہیں سب یکساں سفید
جس نے دیکھے ہوں نہ گل پر قطرہ باراں سفید
سر کے بالوں میں ترے یہ مانگ اے جاں سفید
ہے کبھی سرخ و کبھی میرے سر مڑگاں سفید
ہو گیا لاہو جہاں کا ہم نے جانا ہاں سفید
دیکھتے ہی ہو گیا روئے مہ تاباں سفید

کیا دہن میں ہیں ترے اے لعل لب ہداں سفید
دیکھے وہ بیدیں پسینے کی ترے رخسار پر
تیرہ بختوں کے لئے ہے صاف تیغ آب دار
جوش گریہ سے یہ عالم ہے کہ ہر آنسو کی ہند
دوست جب دشمن ہوئے اور آشنا آشنا
اک غضب بگلی کی چٹکی شب ترے رخسار سے

چاہیے دل سے فقیری اس پہ کیا سوقوف
اے ظفر رنگیں ہو یا جامہ انساں سفید

خوشنا ہیں دامنِ شب میں گلِ شبو سفید
مری جائیں جھانک منہ میں ڈال کر آہو سفید
ہنگڑوں ہیں سرخ آنسو ہنگڑوں آنسو سفید
ہو گئے سب ریش میں پیرِ تلک کے سو سفید
ایک بازو سرخ ہے تو ایک ہے بازو سفید
کیا سفیدی سے محلِ کٹا ہے اپنا تو سفید
ہو گئے پیری سے گو مڑگاں سفید اہو سفید
دکھ لیا ہے آپ نے کاندھ نہ زانو سفید

اپنے دانتوں کو مسی میں دیکھ اے مہر و سفید
گر چہ حاوے زہر او کافر تری چٹم سیاہ
عشق کی دولت ہے کان لعل و گوہر چٹم تر
تارِ بادش کو نشے میں دیکھ کر کہتے ہیں مست
اشکِ غون آلودہ میرا چپ کبوتر ہے کوئی
خانہ دل ہے سپید اس کی سیای دور کر
عشق میں ہے یہ سیرِ چشموں کے دل اب تک جوں
خط جسے لکھتے ہو تم لکھو ہمیں کیوں دیکھ کر

سرفرو ہوں اے ظفر کیونکر عزیزوں سے عزیز
بے مروت ہے زمانہ ہو گئے لوہو سفید

ردیفِ ذالِ معجمہ

دھرا ہوا ہے جو درد کی دراز میں کاندھ
تو برگِ لالہ ہو مہری پہاڑ میں کاندھ
مجھے جو دیکھایا چھاپا ٹواڑ میں کاندھ
کہے ہے پھٹکو پڑے ایسا بھاڑ میں کاندھ
دلایا لکھ کے جو تھوڑے اجاڑ میں کاندھ
چھپا کے دیکھے ہیں نکیر کی آڑ میں کاندھ
تو لکھ کے باندھ دے ہر ایک جھاڑ میں کاندھ
کسی کو لکھتے ہیں گروہ بگاڑ میں کاندھ
سنہالے رکھو ذرا بھیڑ بھاڑ میں کاندھ
قول دے نہ کہیں مار دھاڑ میں کاندھ

چھاپا تو نے ہے کس کا کواڑ میں کاندھ
لکھے جو مضرِ حوائی کو کوہ کن کے عشق
کسی کو لکھتے تھے خط وہ چنگ پر بیٹھے
جلے جسے مرا مضمون سوز دل پڑا کر
یہ کس کی خانہ خرابی کے تم ہوئے درپے
کلا نہ ہم پہ کہ یہ کیا وہ زہبِ سند مار
اگر ہو قیس کو منظورِ اشتہار جنوں
تمام حرف بھی کاندھ پر ہیں بگڑ جاتے
گلی میں اس کی ہے قاصدِ نجوم غیروں کا
ایسا خیر ہو پکڑا گیا واں قاصد

ری جو خط و کتابت کی بھیڑ چھاڑ ظفر
بہت سیر ہوئے اس بھیڑ چھاڑ میں کاندھ

ردیف راء مہملہ

تھک کے گرے جو دوڑ چلے پندار و غرور کے رستے پر
برسوں دشت جہالت میں گمراہ بھٹکتے پھرتے ہیں
تیرا مریض عشق اٹھا کر جیسے توقع چینے کی
یلے غرور حسن نہ دیکھے آنکھ اٹھا کر ایک نگاہ
ہو نہ مکدر خاطر کوئی دیکھ کے چال ضعیف کی
پھوٹے اپنی آتشِ غم سے پارہ دل کو عاشق زار
ساری طاقت کھو کے پہنچے آدمی دور کے رستے پر
کھاتے ہیں شوکر جب آتے سھل و شعور کے رستے پر
پیک اجل کے قدم ہے گنتا بیتھا گور کے رستے پر
پریاں گرچہ باندھے پرے اس رشک خود کے رستے پر
اٹنی گرد نہ دیکھی ہم نے لشکر سوار کے رستے پر
بیٹھے ہیں مانند کہابی اس عبور کے رستے پر

مرکنا کر رکھ دے ظفر جو کوئی پہلے سولی پر

دکھ قدم پھر عشق میں اپنا وہ منصور کے رستے پر

شک ہیں مڑگاں پہ یوں لخت جگر سے دُشتر
جان لب پہ آ گئی آہ جگر سے دُشتر
کیا دکھاتے ہو ہمیں تم اپنی تیغ آب باز
یہ وہی باتیں ہیں دل کرتی تھیں اس بت کو ہم
نقد کی حاجت ہے کیا مجھ کو رگ رگ میں مرے
رضعت پرواز کر صیاد تو دیتا ہمیں
دیکھتے ہستی میں عدم سے کیوں قدم اپنا جو ہم
تھے جو خولان زمانہ اور بھی ہاں فتنہ ساز
ضعف سے اس در پہ اب ہم نقشِ دیوار ہیں
عرصہ ہستی ہے نیک اتکا کر جب ہوں گرم و
بارا سر کیوں کہہ کن نے چہروں سے عشق میں
نور تھا خیر ابشر کا کو تھا ظہر میں بشر
دعاہ مشتاق کا شوق ظاہر دیکھنا
جاتے ہیں پیش نگاہ یار ہونے کو غار

جیسے جگتے ہیں خیر میں گلِ ثمر سے دُشتر
راہ وہ منزل پہ پہنچا دلہر سے دُشتر
ہاتھ دھو بیٹھے ہیں ہم دل اور جگر سے دُشتر
جاتے تھے پھر پگھل جس کے اثر سے دُشتر
چھ مچے وہ سوائے مڑگاں دُشتر سے دُشتر
ہم جن میں پہنچے بادِ بحر سے دُشتر
ہوتے واقف اس مقام پر ظفر سے دُشتر
پہ یہ تہتے تھے کہاں اس فتنہ گر سے دُشتر
سر بہت کرا چکے دیوار و در سے دُشتر
یک نفس میں ہم گزر جائیں شر سے دُشتر
یش اس کو مانا تھا اپنے سر سے دُشتر
حق اگر پہچو بشر ہی تھا بشر سے دُشتر
چاہتا ہے میں نکل جاؤں نظر سے دُشتر
دُشتر دل سے جگر اور دل جگر سے دُشتر

پیش آیا آہ جو جو کچھ کر رہ عشق میں

کہہ دیا تھا ہمیں ہم نے ظفر سے دُشتر

گزا یہ خاطر میں ظفر اس خبر سے دُشتر
کون کھانے کو لے کر آیا نامہ بر سے دُشتر

مطلع ثانی

دھل گیا وہ شب کو آئیں دوپہر سے دھڑ
 روئے روئے اب تو ہوائی نام کو بھی تم نہیں
 دل کا سودا ہم کبھی کرتے نہ زلف یار سے
 کھودے گا دونوں جہاں سے کر کے تو آنکھیں دو چار
 ہے سفر درپیش اس بٹاں سر اسے غنچہ در
 ہوتے ہال و پر اگر میرے تو بام یار تک
 جانتا ہی اب نہیں کوئی مجھوں ہے کہاں
 لالہ و گل ہیں کر لکھتے ہیں ولے وہ خاک سے
 دل نے چھیڑا تیری مڑگاں نے کر میں نے زلف کو
 صبح یہ جلدی کر اٹھ جائیں گھر سے دھڑ
 ہو چلے تر جیب و دامن چٹم تر سے دھڑ
 پر یہ شامت تھی نہ واقف تھے ضرر سے دھڑ
 پا گئے تھے ہم تو تیری اک نظر سے دھڑ
 بانہ تو رخت سفر مانل سفر سے دھڑ
 میں پہنچا اڑکے مرغ نامہ بر سے دھڑ
 شور تھا اس کا ترے شوریدہ سر سے دھڑ
 تھے جو میری آگ سے انگارے بر سے دھڑ
 جھیر اے کافر ہوئی بتلا کدھر سے دھڑ

دیکھ منہ سے لعل کیا کیا ہم نے اگلے اے ظفر
 صاف صاف اشعار یہ کہہ کر گھر سے دھڑ

ہے اگر چٹم صدف کے کوئی گوہر اندر
 ناب رخسار سے دلالن ہے سارا روشن
 دیکھو اس جام جہاں میں ہے تماشائے جہاں
 تیری شمشیر کو عاشق جو لگتا ہے نگے
 بل بے ضبط نفس گرم کر اک شعلہ سا
 طمع کو پرہہ قالوس سے کچھ کام نہیں
 محتسب ٹوٹیں ترے ہاتھ کو توڑے تو نے
 دل کہاں عشق کہاں اتنی کہاں مہجائش
 تو مرے دیدہ تر کے ہے سمندر اندر
 ہیں وہ بیٹھے ہوئے چلن کے مقرر اندر
 اک ذرا غور سے تو دل کے نظر کر اندر
 نہیں معلوم کہ کیا اس کے ہے جوہر اندر
 اٹھ کے رہ جاتا ہے سبز عی کے اندر اندر
 پر ترے رشک سے چھپ جائے ہے جل کر اندر
 جتنے سے خالے کے تھے شیشہ و ساغر اندر
 آ گیا بحریہ اس کوزہ کے کیوں کر اندر

اے ظفر آئے گا کون آج تمہارے گھر میں
 تم جو گھبرائے ہوئے پھرتے ہو باہر اندر

کرے ہے نکوٹ گل و سہم جن میں سفر
 کچھ ایسا آن کے قاصد سنا گیا ہے پیام
 عدا کی راہ میں شیطان سے سمجھ کے چلو
 و نور اشک سے میرے نگاہ دیدہ تر
 کہاں میں اور کہاں کوئے عشق جانو
 جہاں سے کتنے ہی ناکام کر گئے آخر
 بیش خانہ بدوشوں کو ہے وطن میں سفر
 کہ روح کر گئی قالب سے اک غن میں سفر
 مسافرو ہے گزنگاہ رہزن میں سفر
 بیش کرتا ہے دیائے سوزن میں سفر
 نکلا تھا کعبہ کا تقدیر برہمن میں سفر
 تمہارے آرزوئے بوسہ دہن میں سفر

ہوا نصیب مر و مہر کو نہ خیمہ نو
 کیا بیش ظفر خیمہ کہن میں سفر

دیکھو زمیں لٹک سے لٹک ہے زمیں سے دور
کیونکر رہے دل اس کے رخ آتھیں سے دور
ہے حرف بھی کہیں سے ملے اور کہیں سے دور
جائے نکل کے سبز چرخ بریں سے دور
لیکن ہمیشہ بھاگتے ہو تم ہمیں سے دور
جو پر غرور کھینچتا ہے ماہ ہمیں سے دور
وہ چلتے بھی ہیں تو مرے انگلیں سے دور
پہنچے تری نظر نگہ دور ہیں سے دور

کیونکر نہ خاکسار رہیں اہل کیس سے دور
پروانہ وصل خلع پہ رہتا ہے اپنی جاں
مضمون وصل و ہجر جو مامہ میں ہے رقم
کو تیر بے گماں ہے مرے پاس پر ابھی
وہ کون ہے کہ جاتے نہیں آپ جس کے پاس
حیران ہوں کہ اس کے مقابل ہو آئینہ
یاں تک عدو کا پاس ہے ان کو کہ بزم میں
منظور ہو جو دید تجھے دل کی آنکھ سے

دنیاۓ دہوں کی دے نہ محبت خدا ظفر
مناں کو پھینک دے ہے یہ ایمان و دیں سے دور

جگر میں رہنے دے یہ اس جگر فگار کے تیر
غم فراق سے اس شوق گل غدار کے تیر
لوہ کے پیلے وہ دوڑے ہیں منہ پہار کے تیر
تو جانو اوبے ہیں غوں میں کسی شکار کے تیر
یہ تار بارش اگر اب لوہار کے تیر
شب فراق میں آہوں نے مار مار کے تیر
لگائے سبز پر اس اپنے خاکسار کے تیر
ہمیشہ خار ہوں یا ہوویں بدلے خار کے تیر

نہ کھینچ سبز سے تو اپنے جاں نثار کے تیر
گئے ہے باغ میں ہر شاخ گل مرے دل پر
کھلے نہیں اب سو فار میری جانب کو
پڑے گلال جو ہول میں اس کی پگلوں پر
عجب نہیں میرے حق ہوں تجھ بن اے ساتی
کیا ہے چراغ پہ اٹم کا سبز پر سوراخ
کرے ہے خاک کے تودہ پر مشق تیر وہ کیوں
تمہارے کشتہ مڑگاں کی خاک سے پیدا

ظفر مرے کو محبت کی وہ عی جانے ہے
کہ جس نے کھائے ہیں دل پر نگہ یار کے تیر

مار دہوں خاک میں سب توڑ ٹاڑ کے پتھر
کہ جیسے کوئی ٹکالے اکھاڑ کے پتھر
اگر ہے واسطے منظور یار کے پتھر
تو کون آ کے اضافہ اجاڑ کے پتھر
ہمیں خبر ہے وہ ہیں پیچھے چھاڑ کے پتھر
لگاتے آپ ہیں پیچھے کواڑ کے پتھر

ہنوں میں سر سے جو چھوڑوں پہاڑ کے پتھر
ٹٹکی جان ہے یوں تیرے سخت جانوں کی
وہ رنگ سرمہ ہے تیغ نظر کو حیر کریں
اٹھاتے ہاتھ جو بھٹوں سے شہر کے لڑکے
تمہارے گھر میں جو پتھر ہیں رات کو آتے
کسی کا ایسا ہے کلکا کر بند کر کے کواڑ

اگر نہ مانے عدو یوں مراد پاؤ ظفر
تو اس کی چھائی پہ دھر دو پچھاڑ کے پتھر

روایف راہ ہندی

بٹھا کے غیر کو قائم نہ کر فساد کی جڑ
جو کھل کے لکھنے میں برپا ہوں سو طرح کے فساد
قیام اینڈ کی جڑ سے بھی کم ہے دنیا کو
اکھاڑ نخل طبع کو کر باغ عالم میں
وہ فتنہ زہا ہے نگہ دل ہے یہ فساد انگیز
کرے جو ریشہ دوانی یہ آہ و مار سے
رکھے لٹک سے جو اصلاح کی کوئی امید
نہ ہے شریہ کوئی اور نہ کوئی مفید ہے

ظفر جہاں میں نہ ہو کوئی مفید پیدا
نہ ہو زمین و زن و زر اگر فساد کی جڑ

روایف زائچہ

آنقل خنق سے ہے کیا دل ناشاد گداز
سخت جانی کا ہو دھوی جسے اس کے دل کو
نہ اتر ہو دل شیریں میں اگر کوہ کو بھی
نالہ مرغ گرفتار میں ناخیر کہاں
ہو گیا حسن کی گری سے تری طبع صفت
چشم نم دیدہ نہیں میری تبسم سے تیرے

اے ظفر سوم نہ دل ہو بہت شکلیں دل کا
گرچہ پتھر بھی ہو سن کر مری فریاد گداز

بشر کو کیوں نہ ہو درپیش ہاں نشیب و فراز
لٹک عروج و تنزل سے اک زمانے کو
کئے عیا جائے ہے راہ فنا کو طے ہر دم
ٹھیس و بوج میں سیار ہیں ستارے بھی
کیوں گہولے کو کیا خاک میں نیلاں گرد
کسی کو پست کرے ہے لٹک کسی کو بلند
ہیش راہ محبت میں ہے ہمیں درپیش
زمین کو دیکھے ہے ہو کر عصا کف ترس
اچھل کے اتنا نہ چل دیکھ یاں تو و ترس

ظفر ہے راہ ز خود رنگی عجب ہموار
کہیں بھی جس کی نہیں دریاں نشیب و فراز

کر ڈالے کوہ کو مری آہ و فغاں گداز
ہو جائے موسم آگ سے کیونگر نہ ہاں گداز
مانند خج حن میں ہر اک اشواں گداز
ہو آفتاب ساغر سے سے سخاں گداز
ہے سحلی و فہم سوز کلیب و توں گداز
آہن بھی ہو تو اس سے ہوائے دلستاں گداز

اپنا اثر دکھائے اگر عشق جاں گداز
دل میرا موسم شعلہ آتش ہے صن یار
تاخیر سوز دل سے مری کیا عجب کہ ہو
دل دم میں زہون خلک دل کا مثل برف
دل اس سے ہے دوچار کہ جس کی نگاہ گرم
دل میرا ٹھکيا ہے وہ آفت ہے میری آہ

ہمسر ہوں میرے مالہ سے کیا مالہ ہائے نے
اس میں قفر یہ سوز کہاں اور کہاں گداز

کیا گل زمین صن سراہر ہے واہ ہنز
دہتی ہے اس کی خاک پہ اکثر گیلاہ ہنز
ہے رنگ اس چمن کا گھے زرد گاہ ہنز
کائی سے ہو گیا ہے سراہر یہ چاہ ہنز
نخل مراد پر نہ ہوا اپنا آہ ہنز
ظاہر میں خون سرخ ہو پوشاک خواہ ہنز
یاں ہو رہا ہے پہلے ہی رنگ گواہ ہنز
چشم سیاہ مست کو زہر نگاہ ہنز

نکلا ہے رخ پہ خط ترے اے رنگ ماہ ہنز
اس شونخ ہنزہ رنگ نے کشتہ کیا جسے
کیا اعتبار یاں کی فزاں و بہار کا
اس کی فتن پہ ہنزہ خط کی فہیں نمود
برسا ہزار بار یہاں اب نو بہار
انساں کی زہب یہ ہے کہ یک رنگ دل سے ہو
قائل تو محکم میں ہے آیا فہیں بھی
کر دے شراب سرخ کو جینا کی طرح سے

بہر لک کو روز محرم ہے اے قفر
دہتی ہے اس کے سر پہ بیش گاہ ہنز

وہ بے حجاب نہیں ہے اسے حجاب ہنوز
فرد ہوئی نہ تری آتش عتاب ہنوز
کہ حیری زلف سے ہے دل کو رنج و تاب ہنوز
رہے ہے دیدہ آئینہ جو پر آب ہنوز
وہاں سے خط کا نہ آیا مرے جواب ہنوز
کیا نہیں ہے مرے دل کا اضطراب ہنوز

ننا ہے آنکھوں میں نور منہ پہ ہے نقاب ہنوز
بہالیا چشم سے رو رو کے ہم نے اک دنیا
مرے مزار پہ روئیدہ کیوں نہ ہو سنبھل
اُسی دیکھا ہے کس مہر و ش کو بھر کے نظر
دیا جواب مری عمر نے مجھے قاصد
رہے گا زلزلہ میرا زمین مدفن پر

دکھا دیا تھا قفر ہم نے داغ دل اک دن
لک پہ خوف سے کانپے ہے آفتاب ہنوز

وہ تھی یاں کی بیکیں تھی جو یہاں نام کی چیز
یوسف رخ سے سرکئی نہیں کافر زبیں
دل کو لے کر مرے ملزم وہ ہوئے کیا جو کہا
مرثی حاض و نکستی لب شوخی چشم
دل کا زلفوں میں مرے پہل ہوا یوں سودا
تیری تصویر کو سینہ سے کروں کیونکر جدا

وہ کے جب کام نہ آئی تو ہے کس کا مکی چیز
وہ کیا کام ہے اس سے یہ ہے اسلام کی چیز
اس کو لے جاؤ رکھے کون یہ آرام کی چیز
ایک سے ایک ہے خوب اس بت غلام کی چیز
جیسے سستی کوئی بک جائے ہے غلام کی چیز
ہے یہ مرے دل بناب کے آرام کی چیز

تو ہوں یاد رخ و زلف میں اس کے ایسا
بھول جانا ہوں ظفر صبح کو میں شام کی چیز

بوسہ روز آپ نے ٹھہرایا تو وہ روز کا روز
رکھتا ہے مہر جہاں تاب کو بھی گردش میں
اشک طوفاں جو اٹھا ہے کیوں کیا کر نہ پوچھ
کل گئے ہوش و خرد آج گئے مہر و قرار
جلوہ فروز اگر ہو نہ وہ خورشید لقا
عشق میں ٹھہر گئی ہے یہی روزی میری

کیوں چڑھاتے ہو تم اس عاشق دسوز کا روز
شوق دیدار کسی ماہ دل افروز کا روز
یہ تو اک کھیل ہے اس طفل بدآموز کا روز
مال لٹا ہے مری جاں غم اندوز کا روز
شب یلدا سے نہ ہو کم مجھے تو روز کا روز
رقم کھانا مجھے اس ناوک دل روز کا روز

چرخ فیروزہ پہ یہ مہر کو دیتا ہے فروغ
اے ظفر جلوہ ترے طالع فیروز کا روز

خاطر سے میں ہوں آپ کی سنا کلام حیر
خورشید بھی ہے دیکھ کے گردوں کو کاہتا
لائی ہے کھینچ کر کشش دل مری لے
لی جانا اشک خوں کا ہمارا ہی کام ہے
گری ہے کیوں سوا ترے چہرے کی زیر زلف
کرنا ہے عاشقوں ہی کو تو ذبح جود خو

ورنہ بان تو رکھتا ہے یہ بھی غلام حیر
ہوتے ہیں جب کسی پہ وہ ہلائے بام حیر
آتا ہے اس طرح سے جو وہ خرمخوام حیر
کون انکی پی سکے ہے نئے لالہ قام حیر
ہوتا ہے آفتاب کہاں وقت شام حیر
رہتی تری چھری ہے انہیں پر مدام حیر

لکھ کانیہ بدل کے غزل اور اے ظفر
لیکن ہوں اس غزل کے مضامین تمام حیر

ایسی غضب کی ہے نگہ شوخ و شنگ حیر

تجھ بیٹھے میں سچھی ہے یوں ہم کو سوچ بحر
سرخ ہے جس قدر لب پان خوردہ میں ترے
ہوس کے جو اشارے پہ دبتے ہیں گالیاں
دبتا ہے تیرا ہنرہ خط دم میں ہوش اڑا
تجھ نگاہ یار کو کتا ہے اور بھی
مڑگاں پہ قطرہ شگ کے روڑے نہیں ہیں یہ
آئینہ میں نائے جو ہر وہ جگ جو

جیسے کڑی کمان سے نکلے دنگ حیر

پانی پہ جیسے آنا ہے کوئی بھگ حیر
ہے اس قدر فتنے کا کہاں سرخ دنگ حیر
ہے ان دنوں مزاج کا کچھ ن کے دھنگ حیر
اس ہنرہ دنگ رکھی ہے ننا ہے یہ بھگ حیر
سنگ فساں کی طرح سے سرمہ کا دنگ حیر
جھارے گی لک کو گئی نوج فرنگ حیر
کیونکر جلب میں ہووے نہ ششیر جگ حیر

پہری سے کو ہے کند طبیعت میری ظفر
لیکن شباب کی سی ہے جی میں سنگ بھی حیر

روایف سیمین مہملہ

ہاں ہے درویش کو کیا بادشاہ نہ لہاس
چھوڑ کر دلق اپنا کیوں پہنے وہ بیگانہ لہاس

مطلع غانی

رکھے ناقص چل کو جوں مرد فرزانہ لہاس
خاک کو کوچہ کی ترے اپنے تن پر اسے پری
بادہ کش راضی ہیں اس پر گرچہ پیر سے فروش
قابل صحت نہ سمجھیں اس کو مردن خدا
اپنے کشتہ کی نہیں وہ زلف ماتم در اگر
گل بھی ہے تیرا شہید باز اسے رشک بیمار
لیں اسے پہچان ہر اک دنگ میں الی نظر

پہ نہ عورت کوٹا دے مرد مردانہ لہاس
جاننا ہے قاتلہ یہ تیرا دیوانہ لہاس
چھین لے وہ سارا دے کر نیم بیگانہ لہاس
زال دنیا گر مہین بیٹھے عروسانہ لہاس
کیوں یہ اپنا کیا ہے اس نے اسے شانہ لہاس
جامہ پرغوں سے رکھتا ہے شہیدانہ لہاس
بدلے گر سو رنگ سے رنگیں وہ جہانہ لہاس

جو کر ہیں ہمتیں فقیروں کی ظفر وہ پائیں
اس سکیا حاصل اگر پہننا فقیرانہ لہاس

صیاد تیرے دام میں آواے بھنس کے دس
جن کے کہ تھے رفتی یہاں اک نفس کے دس
مبھوں کی ایک آہ بیتلاہ جس کے دس
اک جام مانگتے ہیں تو دیتا ہے نفس کے دس
گری سے جس کی خاک ہوں دشمن مجلس کے دس
سوجود ہوں خوشی سے کمر اپنی کس کے دس
نشر ہوں درمیاں مرے اک ایک لہس کے دس
لور ہوویں کام یاں کے ہواؤ ہوس کے دس

مرغ اسیر چھوٹ گئے گر نفس کے دس
رکھا نہ ساتھ ان کے لٹک تو نے ایک بھی
اے ساربان ماتہ برہ نہ ہو سکس
سائی خوش اچ بارہ کشوں سے ہے اس قدر
وہبات ایک دس کے برہ ہے شعلہ خو
اس لہرا کے پاس اگر بھیجوں ایک کو
ظالم جو تیری جنبش مرگان نش زن
افسوس ایک بات بھی ہم سے وہاں کی ہو

خط لکھتے دے میں تو ہیں دونوں پر اے ظفر
یا اک برس کے دس ہیں تو وں دس برس کے دس

واسطے اس کے جن میں بھی ہے تاہر نفس
نے تصور دام ہے بلبل نہ تقصیر نفس
کہتا ہے چہب نفس کو وہ یہ ہے تیر نفس
جس طرح چھوٹے صدق میں عصا فیر نفس
جائے گی اپنے تصرف سے نہ جاگیر نفس
کھینچ کر جب تک کہ دکلائیں نہ تصویر نفس

ظاہر دل کے لئے کیجئے نندہ نفس
تیری قسمت نے گرفتاری میں ڈالا ہے تجھے
کر لیا لطف اسیری نے ہے جس کے دل کو مید
سامنے اس کے اڑے عاشق کے یوں ہوش و حواس
اے گرفتاری تری دولت سے نا قید حیات
کج غم کی اپنی جو صورت ہے کیا بتلائیں ہم

چاہے ہیں جو کہ رہے کو اسیری کے ظفر
ان گرفتاروں سے پہنچے کوئی توفیر نفس

روایف الحسن مجتہد

ہلال مید ہے وہ تو مری نظر میں خراش
عجب نہیں وہ کریں گر دل جگر میں خراش
کہ تازہ ہو گئی سیز کی لکھ بھر میں خراش
نہ ہو سخن سے ترے گر دل بشر میں خراش
کرے ہے ہرزہ کف پائے سہر میں خراش
خروش جس کے نہ ہو دل میں نور جگر کی خراش

جو اس کے ماٹن ہر وہ ہے جگر میں خراش
ہمارے سیز میں جو دل خراش ہیں مالے
کے ہیں کیا کہیں وحشت نے حیر پھر ماٹن
نقطہ وہ مع خراش ہے اس سے کیا حاصل
برنگ ریزہ بیٹا سدا نزاکت سے
مرے سے درد جٹ کے ہو وہ کیا واقف

نہیں کسی کو ترے تاب رخم مخیر سے
اگرچہ ہے تو کوئی سیز ظفر میں خراش

ہوئی جس وقت تپ عم سے جگر میں سوزش

جس طرف سے کہ گزرتا ہے ترا سوخت جان
سنگ دل تجھ کو اترالہ سوزاں کا نہ ہو
تیرے جلوہ نے دیا دل کو جلا ماہ عینیں
سوزش دل نہیں جاتی کہیں جاؤں تجھ بن
ڈالے دوح میں عدا لیک محبت میں تری
سے خبر سردی و گرمی سے ہے دیوانہ عشق
ہو دل پیر میں گر عشق کی گرمی تو یہ جان

دل میں گرمی ہوئی اور دیدہ تر میں سوزش

خود بخود ہوئی ہے اس راہ گزر میں سوزش
اور اس آگ سے پیدا ہو حجر میں سوزش
یہ تعجب ہے کہ ہو تاب قمر میں سوزش
گھر کے باہر ہے جو سوزش وہی گھر میں سوزش
آتش غم کی دل و جان بشر میں سوزش
نہ اس غلہ میں ٹھنڈک نہ سرف میں سوزش
ابھی باقی ہے کچھ اس طبع سحر میں سوزش

مری نامہ دم سرد سے عالم میں ظفر

نہ دہی شعلہ میں گرمی نہ شرر میں سوزش

فاکدہ کیا جب کہ لکھوں روز گرد و چار نقش
جس پہ ہووے نام حیرا اے پری رنساں نقش
ہم نے لکھ لکھ کر جلانے آگ میں سو بار نقش
ہو نہ یوں حیرت زدہ جیسے سر دیوار نقش
حیرے بنار محبت کو نہیں دیکار نقش
ہے کہیں بھی ٹھہرنا پانی پہ اے ہوشیار نقش

بات میری جب ترے دل پر نہ ہوا سے یار نقش
ہونگین خاتم دست سلیمان وہ تنگین
وہ ہوا اک بار غیروں پر نہ سرگرم عتاب
نقش اپنا تو دکھا دے جس کو اے پردہ نقمن
تیرا خط اے بت تو نو خط اے تو بی ہے
نقش بر آب اپنا بیٹا بحر ہستی میں مجھ

میرے خون سے اس کے در پر ہوں اگر نقش و نگار

اے ظفر ایک ایک ہو وہ رشک صد نگار نقش

روایف صادق مملہ

ہمیں چاہیے اسی گلاخار سے اخلاص

برابر اپنا ہے ہر ایک یار سے اخلاص
جو میرا دشمن جاں ہے وہ ہے اسی کا دوست
لانا خاک میں ہے اور بھی سوا منظور
نہ بول مجھ سے تو ماسح کہ میں ہوں دیوانہ
ہر ایک شخص سے اخلاص پیار ہے تیرا
بغیر رنج و مصیبت سوائے حسرت و یاس
عزیز تھا ہمیں کیا اپنی پارسائی کا

اے ہزارے الفت ہزارے اخلاص

نہ یہ کہ چار سے نفرت تو چار سے اخلاص
کرے ہے کہ وہ مرے دوستدار سے اخلاص
بڑھلا تم نے جو اس خاکسار سے اخلاص
تو ہوشیار ہے کر ہوشیار سے اخلاص
نہ نہیں اسی تقصیر دار سے اخلاص
رکھے ہ کون دل بیقرار سے اخلاص
نہ تھا ہمارا جب اس بادہ خوار سے اخلاص

جہاں میں جتنے کر ہیں بد نصیب و بد قسمت

ظفر وہ رکھتے ہیں اس بد شعار سے اخلاص

لیوں سے منغل اس کے شراب ہو خالص

لنگ خلوص سے بیزار ہے عجب سمجھو
بل سے گر نہیں ساغر میں اپنے بادہ باب
نہ لکھو غیر کا مطلب ہمارے مطلب میں
نچوڑے زلف نہا کر جو وہ تو قطرہ آب
زمانہ چاہئے جو آمیزش کدورت کو

قبل پسے سے رخ کے گلاب ہو خالص

جو سم ماہ و زر آفتاب ہو خالص
جگر کا خون ہے چہنم پر آب ہو خالص
کر مخلصوں کے تو خط کا جواب ہو خالص
دہان مار سہ کا لعاب ہو خالص
تو آئینہ میں بھی ہرگز نہ آب ہو خالص

ظفر دکھاؤں اسے اشک سرخوہ اپنے
کر اس نے دیکھا نہ ایسا شہاب ہو خالص

روایف ضاد جمعہ

کون کہتا ہے کسکو گھر میں آؤ غرض

حضرت دل گر نہ ہو تم کو عرض اس زلف سے
بن سنو کے تم مقرر آج جاؤ گے کہاں
کیا غرض تمکو مرا دل اس سے گر پھرنا نہیں
قصہ شب خوں ہے کس کا ورنہ تم کیوں شام کو
جو کہ ہیں اپنی غرض کے یار وہ عیار ہیں
اپنے مشاقوں سے جاں گرد و فانی میں نہ لو
شرح کو بھی ہیں جلاتے کچھ غرض کے واسطے

کچھ گاؤ بھی نہیں یہ بلاؤ بے غرض

آپ کو دام بلا میں کیوں پھنساؤ بے غرض
یہ نہیں تم نے کیا اپنا بناؤ بے غرض
ماحو ہک ہک کے تم سرست پھراؤ بے غرض
پان کا لاکھا مسی پر یوں حجاز بے غرض
ان کو جانو یار جن کو یار پاؤ بے غرض
کیا غرض تم کو جو تم صورت دکھاؤ بے غرض
یہ غصہ کیا ہے کہ تم ہم کو جلاؤ بے غرض

اظفر صاحب غرض سے بھاگتے ہیں لوگ دور

اس زمانے میں کہیں جاؤ تو جاؤ بے غرض

منظور رو بنیاد پتر آں کے بالوص

راہی ہوں دل سے اپنے وہ ماوک گلن اگر
مثل شرار جھڑتے ہیں مڑگاں سے اشک گرم
منظور گر ساوڑ ہووے تو جہاں تک
چہن و تار گرچہ مجھے دے کوئی نہ لوں
گر زہر مرگ ہو تو گوارہ ہو وہ مجھے

ورکا دکھڑا صاف ہے جانیں کے بالوص

سینہ سے دل نکال لے چٹیاں کے بالوص
مے ہے آگ ہر سے باراں کے بالوص
دے دیجئے بوسہ لب جہاں کے بالوص
میں آنکی تار زلف پریشاں کے بالوص
اے یار تلخی غم جہراں کے بالوص

وہ ملت جان اس کو تامل نہ کر ظفر

نہمے جو نیم غمزہ دل و جاں کے بالوص

بوسہ کب دیتے ہیں مجھ کو وہ دل و جاں کے عوض
 زلف تیری نہ پریشاں ہو بلا سے کافر
 خلد زائد کو مبارک ہو مجھے تو ل جائے
 ایسے بخت اپنے کہاں ہیں جو لگے منہ ترے
 دیکھتے سینہ پر داغ کو ہیں ہم اپنے
 پاؤں میں میرے ہے زنجیر سر سوج سر شک
 میرے سینہ سے نکلے نہ وہ چٹکائے اپنا
 شدہ لب ہو مرا برق جہاں کے بدلے

بلکہ ہر بات پہ کرتے ہیں نہیں ہاں کے عوض
 دل پریشاں ہو سر زلف پریشاں کے عوض
 خود وٹ کو چہ ترا روضہ روضاں کے عوض
 دل حیرت زدہ آئینہ حیرت کے عوض
 تجھ بن اے رشک جن سر گلستاں کے عوض
 گھر ہے میرا عیا مجھے خانہ زنداں کے عوض
 دل کو لے جائے مرے شوق سے چٹکائے کے عوض
 گر یہ چشم اگر ہو مری باراں کے عوض

اظفر خاک میں ماضی کے لانے کے لئے
 گردش اس چشم کی ہے گردش دہوں کے عوض

روایف الطاء المہملہ

ما صبح نے کہا مجھ سے کہ گناہ و فغاں ضبط
 آتی ہے نسی اس کو مرے رونے پہ کیا کیا
 آتلی سے نکلے ہے سر ہر بن سو سے
 یہ اس شہ خوباں کا عجب ضابطہ دیکھا
 موعظ سراپا ہے نیاں پر کبھی یک حرف
 لپکا مجھے بوسہ کا انہیں حالت دشنام

اداں میں نہ سمجھا کہ محبت میں کہاں ضبط
 کرتا ہے مگر شرم سے وہ غنچہ دہاں ضبط
 کرتا ہوں جو یک دم نفس شعلہ فشاں ضبط
 کرتا ہے وہ بے جرم و خطا دل کا مکاں ضبط
 کہتے تھیں بل بے ترا اے سوختہ جاں ضبط
 کیا سخت ہے مشکل کر نہ یاں ضبط نہ واں ضبط

دوروں کے نہ کہ حال کو کہہ رہا ہے دل میں
 کر گر یہ کو تو اپنے ظفر وقت بیاں ضبط

اس نے پوشیدہ الہی کے نکلا ہے خطا
 خطا دیا میرا جو قاصد نے کہا یوں اس نے
 دیکھے وہ رشک جن کیا وہ جن میں ہمزہ
 ہو گا اس رنگ سے معلوم کہ غوں ہو گا مرا
 ہے کہ شاکہ دل صد چاک کے مضمون کا اثر
 کیوں نہ خوش دل شکی سے ہو مری وہ نو خطا

سننے میں ہم کہ چھپا کر کہیں بھیجا ہے خطا
 تو کہاں سے یہ اٹھا لیا یہ کس کا ہے خطا
 ہمزہ جس نے ترے رنساں کا دیکھ ہے خطا
 وہ جو شکر سے اکثر مجھے نکلتا ہے خطا
 کر کے چاک اس نے جو قاصد مرا بھیجا ہے خطا
 کہ خطوں میں یہ شکستہ اے بھاتا ہے خطا

خطا میں نکلی ہے ظفر جس کی شکایت ہم نے
 ہائے پڑھو اے اسی سے وہ ہمارا خطا

تر آسوں میں ہونا اگر چہ غم سے خط
آزاد پھر نہ کیجئے ہمیں شرط ہے ہیکہ
یاران رفتاں کا کھلے حال کس طرح
ہتر ہے رخ تیرا گل گھرا غلہ سے
دُشمن ہزار وار کرے گر نہ ہو قضا
کھینچی تری کمر جو مصور نے سو کمر
جل جائے لکھتے لکھتے مرا سوز غم سے خط
لکھواتے گر ہیں آپ غلائی کا ہم سے خط
بیجا نہیں کسی نے بھی لکھ کے عدم سے خط
خوشر ہے تیرا سبزہ باغ ارم سے خط
تن پر پڑے نہ ایک بھی تیغ دو دم سے خط
باریک ایک کھینچ دیا سو قلم سے خط

لکھوں جو ایک حرف وفا خط میں اے ظفر
سو گلے کر کے پیچھے وہ دست ختم سے خط

دیکھ تو لیجئے میرا راز خط

ابھی کیجئے نہ پارا پار خط

ہم کو لکھتا پڑا دوبارہ خط	لایا قاصد جواب خط ایسا
تیرا حسرت کشن ظارا خط	تجھ کو لکھتے قلم سے زنجس کے
ار گیا ایسا جیسے پارا خط	دل کے مضمون بیقراری سے
لے کے اسے دلہا تمہارا خط	کیا تعویذ ہوں دہم نے
کبکشاں کا ہے آشکارا خط	مانگ ہے یا اندھیری رات میں یہ
بیچے بیہات تو نگارا خط	لکھا شہیر کا کر غیر کے ہاتھ
اتنا قاصد کے منہ پہ مارا خط	کیا انعام دیکھ کر اس نے

شوق نظما راز دل سے ظفر

کھل گیا خود بخود ہمارا خط

خبر نہیں کہ وہ لے کر گیا کدھر کو خط

دیا ہے لکھ کے ابھی میں نے نامہ بر کو خط

جہاں میں لکھتا ہے اکثر بشر بشر کو خط	لکھا جو میں نے تمہیں خط کہو خط کیا کی
خطر کی جا ہے چلو یاں سے لیے سر کو خط	جواب لکھ کے مرے خط کا نامہ بر سیک ہا
کہو لکھے کوئی کیا ایسے بے خبر کو خط	اسے خبر بھی نہیں کہ یہ خط میں لکھا کیا
کہ دے جلا نہ کہو کے بال و پر کو خط	لکھا نہ سوز جگر خط میں اس لئے میں نے
چھپا کے دیتو اس شوق عشوہ گر کو خط	مجھے خطر ہے کوئی دیکھ لے نہ اے قاصد

لکھو خدا کے لئے جہاں تغافل کی

لکھا جو تم نے نہیں اب تک ظفر کو خط

جو پہنچا اپنا دست یار میں خط

نوشہ میں ہے رسوائی جو قاصد
خط رحسار اس رشک جہن کا
نہ ہووے موت تو تلوار مٹیں
نہ پہنچا قاصد اس پردہ نشین تک
مرا تعویذ درد سر بھی ہے

کھلا وہ محفل اغیار میں خط

گرا دے ہے مرا بازار میں خط
ط دے ہے خط گلزار میں خط
پڑے تن پر نہ اک سوار میں خط
دھر آیا روزن دیوار میں خط
کر ہو سر پر ترے دستار میں خط

ظفر کا رازِ سر بستہ کھلیگا

نہ پڑھ تو بیٹھ کر دو چادر میں خط

جو بھیجے ہے مجھے محنتوں اجاڑ میں سے خط
کواڑ کھول نہیں سکا گر وہ پردہ نشین
گلی میں یار کی اغیار جمع ہیں قاصد
جلیل کاغذ گر سوز دل کے مضمون نے
رہا یہ مار یہ گھاس ہی کے نیچے نہاں
ہوا تھا کل جو مرا خط پتک پر سے گم

تو کوکبن بھی ہے لکھتا ہے پہاڑ میں سے خط
تو پھینک دے ہے پٹنگی ڈراڑ میں سے خط
نہ جانا لے کے تو اس بھیڑ بھاڑ میں خط
تو نامہ بر مجھے کیا دے گا بھاڑ میں سے خط
نہ نکلا سرمہ کا مڑگاں کی آڑ میں سے خط
سو بارے آج وہ پایا کھواڑ میں سے خط

جو خوش نویس ظفر کچھ بگاڑ بھی لکھے

دکھائے اور ہی حسن اس بگاڑ میں سے خط

بھیجے ہو پتکروں لکھ لکھ کے تمہاروں کو خط

ان کی صحت کے لئے یہ اک بحرب نسخہ ہے
ہو گیا نامیر مضمون سے قلم کا سبز چاک
باغ کی رونق بھی ہے ہاں کہ ہو سرسبز باغ
جو یہاں ہیں ممد و جاسوس و غماز و رقیب
دل کا پرچہ قاصد اشک رواں لے جائے گا

ایک بھی لکھا نہ تم نے ہم خطاواروں کو خط
لکھ کے اپنے ہاتھ سے بھیجا اپنے بیماروں کو خط
کیا لکھا اس نے تمہارے سینہ افکاروں کو خط
زیب دے کس جہ سے تیرے نہ دھاروں کو خط
وہ جلانے کو مرے لکھتے ہیں ان چاروں کو خط
کیا غرض مجھ کو جو بھیجوں دے کے ہر کاروں کو خط

خط نہ لکھنے کا اگر شکوہ کروں میں اسے ظفر

کہتے ہیں وہ کیوں نکھیں ہم ایسے آواروں کو خط

لکھ کے بھیجیں ان کو ہم کیا خاک خط
 بن پڑھے کر ڈالتے ہیں چاک خط
 دور گھر ہے یار کا جائے نہ جائے
 لے کے کوئی قاصد چالاک خط
 مانگ اس کی یار آئی دیکھ کر
 کبکشاں کا شب سر افلاک خط
 تر نہ کر اٹکوں سے کاغذ سرسبز
 گلے دے دے اے دیدہ نمناک خط
 تیغ برآں سے تری پڑا نہیں
 بے قضا اے قاتل سفاک خط
 تو نیکیا لکھا تھا جو رونے لگا
 پڑھ کے حیرا عاشق نمناک خط

حامدوں سے خاک میں دم چٹھر
 دے دو چاکو سے کچر کے خاک خط

ہمیں عشق کی نہ چھو شرط
 جیسے بھونچال سے جانا ہے مکاں مل مضبوط
 جو تمہاری نہ جائے گی بدلی
 یاں محل اپنے ٹاٹے ہیں یہ غافل مضبوط
 ہم کو منظور ہار ہے اپنی
 گر رہے قول پہ یہ نور شامل مضبوط
 دل بیمار کے علاج میں ہے
 لیکن اک بات پہ ہو جاتی ہے مشکل مضبوط
 دل بندھا زلف سے نہیں چھٹتا
 تمام لے ہاتھ میں گر دامن قاتل مضبوط
 یوں کسی کو ہے کون دیتا دل
 اف نہیں کرنے کا ہے دل کا یہ بھل مضبوط

اے ظفر کیونکر عقیدہ میں ہو اپنے سستی
 جب کر کر دے مدد مرشد کاف مضبوط

منہوں ہیں ہنگاموں تری تحریر میں غلط
 باتیں ہزاروں ہیں تری تقریر میں غلط
 پیش آئے گا وی جو لکھا دھل گیا ہو
 اک حرف بھی نوشتہ تقدیر میں غلط
 تھپیہ زلف یار کو زنجیر سے نہ ہو
 کب ایسے رنج و تاب ہیں زنجیر میں غلط
 کیا دل نے سیدھے مانگ کے رستے کو چھوڑ کر
 کی راہ کوئے حاف گرہ گیر میں غلط
 پیچھے تری تھپیہ کو یوسف کی کیا تھپیہ
 سب اس کے خط و خال ہیں تصویر میں غلط
 کیا کیا نہ ہم نے دل کو تسلی کے واسطے
 طومار باندھے آہ کی تاثیر میں غلط

برد پہ اس کے چین کا عالم ظفر ہے نور
 جوہر کہاں ہیں یہ کسی شمشیر میں غلط

رویف طاء مجملہ

کرے ہے فتنہ ترے چشم فتنہ زا کا لحاظ
نہ کی شکستہ ظلم و ستم کبھی میں نے
لکھ پہ کیوں دیا ہرماہ سرخرو مد تو
دل انکی جنبش مرگان سے کیوں حذر نہ کرے
اٹھا کے آنکھ نہ دیکھا جہن میں ترس نے
ملوں میں تیرے کف پا سے اپنے وعدہ تر
رکھیں ہم اس سے دلاچشم آشنائی کیا
نہ توڑ دل کو مرے اے جان سکھیں دل

یہ وہ بلا ہے بلا کو ہے اس بلا کا لحاظ
رہا سدا مجھے اس شوخ پر جفا کا لحاظ
جو ہو نہ اس کو ترے نعل کفش پا کا لحاظ
کہ اس مریض کو ہاں چاہئے ہوا کا لحاظ
رہا جو اس کو تری چشم پر حیا کا لحاظ
نگر ہے مجھ کو ذرا سرخی حیا کا لحاظ
نہ پاس یاد کا جس کو نہ آشنا کا لحاظ
ڈرو خدا سیکرو حانہ خدا کا لحاظ

ظفر پلا دے اب بھر کے ساغر سے ناب
اگر اٹھا ہے منظور دل با کا لحاظ
رویف العین المہملہ

رنگ سے بہتاب ہو اس کی تری کیا جاں ہے دشمن
روشنی حیرت فقط رت کی مہماں ہے خیم
مطلع ثانی

غوب شبنوں کا یہ پروانہ کے سامں ہے خیم
اشک تو اتنے بہاتی ہے و لیکن حیرا
سر کے بل جائے تو جا منزل مقصود کو تو
ساق سبکیں کو تری دیکھ کے اے سم بدن
شعلہ آہ جو لپٹے ہے دل سوخت سے
سر قلم ہونے کا باعث ہے بکرا بزم فروز
جس طرح خیم پہ ہوتا ہے فدا پروانہ

قدرا حیر ہے شعلہ تراپیکاں ہے خیم
سوز دل کم نہیں ہوتا کسی منوں ہے خیم
کہا طے راہ محبت نہیں آساں ہے خیم
ہو کے خاموش کفری بزم میں حیراں ہے خیم
دل جلوں کے لئے وہ کلبہ ازیں ہے خیم
بہتر اس تاج سے تو یاسر عریاں ہے خیم
ہوتی یوں اس رخ تابندہ پہ قرباں ہے خیم

اے ظفر شک عداوت میں نہ ڈوبے کیونکر
کہ جلا کر دل پروانہ پٹیاں ہے خیم

چاہیے بزم میں کیا عاشق رنجور کی خُج
وہ کیا جلوہ نما قد ہے ترا سجدوں
روشنی سوز محبت سے رہے گی تا حشر
آنکھیں فرق جاواں سے دل سرد مرا
تار رکھے دیکھ کے اپنا وہ محبت میں قدم
چارہ گر جائے تعجب نہیں گر بن جاوے
آہ سوزاں ہو جب اس کی دل محروم کی خُج
ڈھلے سانچے میں ہے قدرت کے عجب نور کی خُج
ہم کو پروا نہیں گل ہووے اگر کور کی خُج
اس طرح جہاں ہے جیسے کوئی کائنات کی خُج
چاہیے دار ہے راہ میں منصور کی خُج
سوزش عشق سے بہتی مرے ماسور کی خُج

آگے خورشید رخ یار کے کیا کام اس کا
اے ظفر خوب کیا بزم سے گر دور کی خُج

دل مرا لینے کو اس طرح سے دلداروں جمع
ہوں نہ وہ یک گرہ زلف سے اس کی ہوسر
کشتہ زرخس محمور ہوں حیرا اے گل
دل عشاق میں یوں زلف کے حلقہ میں ترے
کیا تلاش ہے کہ وہ منہ سے اٹھاوے برقع
جوش گر یہ مجھے دیتا نہیں اتنی فرصت
ماز و انداز و ادا سے تری کیا جان بچے
شہرت اے یار جو ہو تیری سیجائی کی
جیسے اک جنس پہ کتنے ہی خریدار ہوں جمع
اے مہاجر سیکڑوں گر ماتہ ناتار ہوں جمع
میرے پہلو میں عجب کیا ہے جو میٹھوار ہوں جمع
جس طرح خانہ ننداں میں گرفتار ہوں جمع
اس کے جس وقت کہ سب طالب دیدار ہوں جمع
کہ مری چشم میں آنسو کبھی دو چار ہوں جمع
ایک کے قل کو جب اتنے ستم گار ہوں جمع
حیرے کوچہ میں نہ کیونکر پڑے بیمار ہوں جمع

اے ظفر کیونکہ ہو جمعیت خاطر اپنی
جب تک اس زلف پریشاں کینہ سب تار ہو جمع

روایف الغین المعجمہ

ہے داغ دل جو عاشق رنجور کا چراغ
محفل میں نور بادہ سے ساقی مثال ماہ
ہے اس پری کی جلوہ گری گھر کی روشنی
اے خُج ورد ترے رخ روشن کے رویو
کشتہ ہوں چشم مست کا میرے مزار پر
سایہ میں اس کے طرہ مشکیں کے بن گیا
ہووے گا بند مرگ بھی کور کا چراغ
روشن کرے ہے ساغر بلور کا چراغ
میں کیا کروں گا تاب رخ حور کا چراغ
بے نور ہو گیا مد پر نور کا چراغ
لازم ہے جام بادہ انگور کا چراغ
رخسار آفتابیں شب دیہور کا چراغ

روشن دلوں کے قرب میں ہیں لاکھ فاکدے
تا نہیں سے کاشغر دور کا چراغ

ہے پاس اپنے اس رخ پر نور سے چراغ
روشن ہو چشم مست کے کشتہ کے گود پر
شعلہ کو میری سوزش دل پر جو رشک ہے
رواق ہے تفر جانوں کو بخت سیاہ سے
کچھ سوزیوں کے گھر میں نہیں روشنی کا کام
اللہ دے بگلی انوار حسن یار
اے ماہ نو دکھا نہ ہمیں دور سے چراغ
روغن کی جائے بادہ انگور سے چراغ
جلا ہے بزم میں سرے مذکور سے چراغ
پاتا فروغ ہے شب دیگور سے چراغ
مانوس کب ہے خانہ ذہور سے چراغ
ہے میری گھر میں روشنی طور سے چراغ

روغن ہو آفتاب قیامت کا اے ظفر
ہم دل جلوں کی شمع سر گود سے چراغ

کچھ بات کہہ دیں مصلحتا تجھ سے ہم دروغ
کامد خط اس نے لکھ کے جو بھیجا کبھی تو کیا
ابو کو اس کی کہتے ہیں سب تیغ امنیان
غم کھاتے کھاتے جان مری لب پہ آ گئی
میں نے تو کچھ کہا نہیں تم کہتے ہو گئے کیا
سچا ہے اس زمانے میں وہ بھی کہ جس کی ہو
اے بہت قسم نہ کھائیں خدا کی قسم دروغ
تحریر جو ہے اس میں وہ ہے یک قلم دروغ
ہے امنیانوں میں کہاں ایسا تم دروغ
وہ اب بھی جانتے ہیں مرا حال غم دروغ
کیا پیوں اس دروغ کو ہے ہے ستم دروغ
کچھ راستی سخن میں سوا اور کم دروغ

حق ہے دروغ کو کو نہیں حافظ ظفر
جانا ہے بھول کر کے جو وعدہ صنم دروغ

ہمارے قل کو تو لی نہ برد دلی تیغ
جہاں کو کشتہ کیا اے سجدہ عالم
پڑا ہے کس کا یہ دیا میں کس چین چین
چھٹے عذاب سے، تیرا اسیر رنج و الم
قد کشیدہ ترا سیف صرے حق میں
نشان زخم نہیں جسم زار پر میرے
ترا ہے بروئے پر غم خود امنیاتی تیغ
تری نگہ ہے غضب وقت ظلم رانی تیغ
ہر ایک سوچ سے دکھلاتی ہے جو پانی تیغ
کرے جو اس پہ ذرا تیری مہربانی تیغ
نہ کھینچ مجھ پہ عہد اے عدوئے جانی تیغ
یہ دے گئی مجھے ظالم تری نکالی تیغ

کیا تھا اس نے ظفراتھاں محبت کا
مگر نہ تھی اے کیا مجھ پہ آزادی تیغ

رویف الفا

گر ہے دل دینا خطا کر بت بے پیر سحاف
تو اگر قتل پہ خوش ہو تو خوشی سے اپنی
دل سودا زورہ کو مارے ہے کوڑے وہ زلف
دم بھل نہ سنی منہ سے ترے بسم اللہ
کر حساب ستم و جوور جو ہوں حاصل داغ
دل دیوانہ تری زلف کو چھوڑے کیونکر
کچھ نہیں ہونے کی ہو اب تو یہ تھمیر سحاف
خوں کرے اپنا تجھے عاشق دلیر سحاف
ورنہ دیوانے کو تو ہوتی ہے تعویذ سحاف
فزع کرنے میں ہے شاید تری تکبیر سحاف
کیا عجب ہوتی محاسب کو ہے تحریر سحاف
ہے سدا سے اسے یہ خانہ ذخیر سحاف

اے ظفر حشر کو ہو جائیں گے سب تیرے گناہ

سب دوستی حیدر و میسر سحاف

جو دیکھوں بزم میں اس شوخ جنگجو کی طرف
تجلی کو دیکھتے ہیں اپنے دل کی آنکھوں سے
جو پائی بزمیں ساتی تری جگہ خالی
تصور اس قد دل جو کا چشم تر میں ہے
عکاش مٹک میں جاتا ہے چین کو سوداگر
نہ اس کی بزم میں آنسو بہاؤ اے چشم
پھری کو دیکھ کے دیکھے مرے گلو کی طرف
ترے سوا نہیں ہم دیکھتے کسو کی طرف
بھر آیا دیکھ کے دل ساحر و سہو کی طرف
چمن میں دیکھتے کیا سرد آب جو کی طرف
چلا دل اپنا نہیں زلف مٹک بو کی طرف
نگاہ رکھو ذرا میری آبرو کی طرف

ظفر میں ان سے کروں بات کیونکہ محفل میں

لگائے کان ہیں سب میری مٹھکو کی طرف

ور تھی بیمار غم کی کل خبر چاروں طرف
ڈھونڈتی ہیں جس کو آنکھیں وہ نہیں آتا نظر
خاک بھی ہو کر رہا آوارہ ہی میں خاکسار
نہیں جو میں نے لکھا رسوا ہوا میں چار سو
دل مرا رہتا ہے یوں اس صن کے شعار کے گرد
کیا ٹوٹتے میں ہے اپنے دیکھتے ہوتا ہے کیا
آج کچھ سنتے ہیں احوال ذکر چاروں طرف
ہم بہت بوڑھے ہیں اپنی نظر چاروں طرف
خاک اڑاتی ہے مری باز سحر چاروں طرف
اس نے پیر کا خدا کو میرے چاک کر چاروں طرف
جیسے پروانہ پھرے ہے خنجر پر چاروں طرف
خدا کے چہرے ہو رہے ہیں نامہ بر چاروں طرف

ہے وہ دل ہی میں تمہارے تم اگر ڈھونڈو اے

پھرتے ہو مانتی بھٹکتے اے ظفر چاروں طرف

حق ہے واللہ نہ تھا بندہ خدا سیواوقف
 اے دغا باز نہ تھے تیری دغا سے واقف
 پر نہیں ایک رہ و رسم وفا سے واقف
 ہم ہیں اس یار کی خاک کف پا سے واقف
 نہیں اس شوخ کی وہ باز و ادا سے واقف
 ورنہ ہم آئینہ تھے دام بلا سے واقف
 اے طبیبو نہیں تم میری روا سے واقف
 کہ نہ ہے مہر سے وہ آگاہ نہ وفا سے واقف

تھا نہ جب تک صدم ہوش دیا سے واقف
 دے دیا ہم نے دل اپنا تجھے افسوس کہ ہم
 جانتے سب سے ہے لگ پٹنے کے شیدے دنیا
 نہیں معلوم کر ہے کل و جواہر کیا چیز
 جو مجھے کہتے ہیں دل اس کو دیا کیوں تو نے
 کر دیا زلف نے کافر تری ہم کو آگاہ
 میں ہوں بیمار محبت نہ کرو میرا علاج
 ہائے کس شوخ شکر سے لگا دل اپنا

ہستے کیوں گل کی روش باغ جہاں میں غافل
 اے ظفر ہوتے اگر یاں کی ہوا سے واقف

دیکھ کر اس قاتل سفاک کو حنجر بکف
 سے کشی کو کون آیا باغ میں اے عنذیب
 ہم بدولت آنسوؤں کو دیکھتے ہیں حشق میں
 غوں کے تو نے ہزاروں پھرتے ہیں سب داد خواہ
 پئے دریا میں ترے دل سوز کا گر اشک گرم
 آکھ اٹھا کر بھی نہیں وہ دیکھتے بل بے دماغ

عاشق سرازاں پھرتے ہیں ہمیشہ سر بکف
 جو سراپی در بغل غنچہ ہیں گل ساغر بکف
 چشم سے اپنی صدف کی طرح سے گوہر بکف
 ہے ترے دست ستم سے اک جہاں مضر بکف
 ہوں جہانوں کی جگہ گرداب کے آخر بکف
 جو کہ زنجس کی طرح دیکھتے ہیں ہم و زربکف

دیکھتے قسمت کا کٹھا ہو گا اس دن کیا ظفر
 ہو وے کا اعمال بد کا اپنے جب دفر بکف

ہر رقم میں اس کا انداز رقم ہے مختلف
 وہ جو پاس ان کے نہیں تھا جس کے باعث اختلاف
 روبرو مارض کے تیرے روشنی خورشید کی
 بات کا تیری بھروسہ کیا کہ ہم نے لاکھ بار
 گاہ گریہ مالہ گاہے قلق مگر اضطراب
 اک طرح پر ہوا گر ظلم و جفا کوئی ہے

جو قلم سے اس کے نکلا یک قلم ہے مختلف
 کچھ مزاج ان کا بہت آگے سے کم ہے مختلف
 صاف مثل نور خلیع صمدوم ہے مختلف
 قول کو پایا ترے بعد از رقم ہے مختلف
 میرے دل کی حالت رنج و الم ہے مختلف
 اے ستم گر تیری ہر طرز ستم ہے مختلف

باغ عالم میں مناسب ہے بشر کو احتیاط
 اے ظفر چلتی ہوا یاں دم بدم ہے مختلف

زلف کافر کا ہے ڈر دین کو ایساں کو خوف
بے ہڑک جاتے ہیں ہماور وہ بلائے تھے ہمیں
واہ کیا ایسا ہمارا غم حسرت نے خرب
در جاں سے ہوا پاؤں اٹھا مشکل
کم ہو اندیشہ اگر کم ہو مال اندیشہ
گرچہ ہو دشمن جاں سارا زمانہ نہ ڈرے

چشم سفاک کا ہے دل کو خطر جاں کو خوف
ڈرنہ ہے صاحب خانہ کو نہ مہماں کو خوف
دیکھ کر آئے ہے اس خانہ ویراں کو خوف
آ گیا دیکھ کے جو صورت دریاں کو خوف
بتا دلا کو ہے اتنا نہیں ناداں کو خوف
ہاں مگر چاہیے اللہ کا انساں کو خوف

اے ظفر شافع مشرکی محبت ہوئے
کیا ہو مشر کا پھر اس مرد مسلماں کو خوف

میں میر کروں ہووے اگر ایک سے تکلیف
ہیں چشم و نگاہ دونوں بلا کیونکر نہ پائے
جیسی کہ شب و روز مجھے دل سے ہے اپنے
مہوش تو بہت سے ہیں مگر دل کو نہیں ہے
رکتے مجھے بے چین ہیں دونوں وہ رخ و زلف
عاشق ترے ہو جاتے ہیں دنیا میں ہزاروں

قسمت مجھے پہچانے ہے ہر ایک سے تکلیف
دل ایک سے تکلیف جگر ایک سے تکلیف
لگا تو نہیں آٹھ پہر ایک سے تکلیف
یاں تیرے سوا دھک قمر ایک سے تکلیف
شام ایک سے ہے رنج عمر ایک سے تکلیف
اٹھ سکتی نہیں عشق کی ہر ایک سے تکلیف

کیساں نہیں عالم کوئی دشمن ہے کوئی دوست
ہے ایک سے راحت تو ظفر ایک سے تکلیف

روایف القاف

نہیں ہے درد مجھے اور کچھ سوائے فراق
بہائے چشم سے دیا بھی وہ تو بھہ نہ سکے
ترے فراق زہوں کے مزار سے تا حشر
فراق مجھ کو ستاتا ہے ہاں فراق کو میں
وصال بھی جو میسر ہوا تو خوش نہ ہوا
کیا عدائے جہان آفریں نے یہ پیدا
ڈرا نہ روز قیامت سے تو مجھے واعدا
مرے سے کیا کوئی آگاہ ہو محبت کے

طییب، تجھ سے اگر ہو تو کر دوائے فراق
جگر میں آگ کسی کے اگر لگائے فراق
عجب نہیں کہ یہ نکلے صدا کہ ہائے فراق
یوں ہی ستاؤں اگر میرے ہاتھ آئے فراق
غم فراق کے ڈر سے یہ جٹلائے فراق
فراق میرے لئے ہو مجھے برائے فراق
کہ میں نے دیکھے ہیں کتنے ہی روز ہائے فراق
نہ جب تلک کہ ہو دل لذت آشنائے فراق

فراق و فرق میں اک حرف کا ہے فرق ظفر
جہاں ہے فرق دلوں میں وہیں ہے جائے فراق

جا کے ہلا دیں گے ہم ساتوں زمیں کے بٹن
ہوتے ہیں کیا کیا قبل دیکھ کے شام و شفق
گرچہ یہ ہوتے ہیں روز ہزاروں ورق
جیسے گلستاں کا لین فلفل دلیحاں ستن
مالہ نے میرے کیا سبز گردوں کو شق
شک ہے لب چہم تر زرد ہے منہ رنگ نق

ہو گا تہہ خاک بھی ساتھ جو دل کا قلع
لعل مسی زہبا پر اس کی جو ہے رنگ پان
حال شب غمرا سب نہیں جاتا نکلا
دل کے ہیں نکلوں میں یوں ہو رہی مشغول اشک
اس کو خط کہکشاں تو نہ سمجھ رات کو
کو نہ نیاں سیک ہا راز محبت تو کیا

لالہ و گل پر ظفر وس کی پڑ جائے گی
دیکھ کے رخسار پر اس کے بیمار عرق

مطلب میں ان کے فرق ہے ان کے بیاں میں فرق
ہے مجھ میں تجھ میں جیسے زمیں آسمان میں فرق
ہوتا ہے ہاں طبیعت پیر و جوان میں فرق
نے باگ میں ہے اور خط کہکشاں میں فرق
کچھ آگیا ابھی سے ہے تاب و توان میں فرق
مطلق نہیں ہے اپنی بیمار و غزاں میں فرق

جن کے دلوں میں فرق ہے ان کی نیاں میں فرق
میں خاکسار اور لکک پر ترا داغ
پہلو سے ہو کہاں کے گریزاں نہ کیونکر تیر
نے ہے تفاوت اس رخ پر نور و ماہ میں
ہو کیا غم فراق سے حال آگے دیکھنے
ہے اپنا فیض عشق سے پیری میں دلجوں

ہاں ہے تو ہاں ظفر جو نہیں ہے تو ہے نہیں
نے کچھ نہیں میں فرق ہے اپنا نہ ہاں میں فرق

بت پرستی سے مری آگیا ایمان میں فرق
کر ہے اس تیغ اور تیغ صفا ہاں میں فرق
نہیں آئینہ میں اور دیدہ حیران میں فرق
ڈالے ہے تفرقہ سازی تری اک آن میں فرق
تو جو آتا تو نہ آتا تری کچھ شان میں فرق
چاک دامن میں اور چاک گریبان میں فرق

پڑا گیا دھیان سے اس بت کے سرے دھیان میں فرق
دوں ترے ابروئے پر خم سے اسے کیا تھمیر
جیسے دیکھا ہے ترا جلوہ حیرت افزا
جو کہ برسوں سے ہوں یک دل بہم ان میں اسے چرخ
اپنے بیمار محبت کی عیادت کے لیے
اسے جنوں ہاتھ سے تیرے نہ رہا آخر کار

دور ہو یا وہ ہو نزدیک برابر ہے ظفر
جب کہ انسان سے آلی دل انسان میں فرق

لایا پیغامبروں نے کہیں تقریر میں فرق جو خط و پردہ کے ہونے لگا تحریر میں فرق

مطلع ثانی

بل جوہر کی جو کلفت سے ہو تو قیر میں فرق
نید ہو گر دل دیوانہ عجب کیا کر نہیں
چارہ درد نصیبوں میں نہیں ہے اچار
متصل دل پہ لگتا ہے وہ یوں تیر پہ تیر
جو نصیبوں میں لکھا تھا وہی لکھا تو ن سے
ہمدسوں پوچھو نہ مجھ سے سب درد فراق
دیکھو کچھو کے اگر غور سے دونوں کی شبیہ

سب رنگ سمجھ قیمت شمیر میں فرق
حلقہ زلف میں اور حلقہ زنجیر میں فرق
ورنہ کچھ چارہ گروں کی نہیں تدبیر میں فرق
دل کیا اسے اگر دوسرے ہو تیر میں فرق
کچھ ترے خط میں نہیں اور خط تقدیر میں فرق
آ گیا مالہ دل کی مری تاثیر میں فرق
میری اور قیس کی کچھ بھی نہ ہو تصویر میں فرق

اے ظفر عشق کی دولت سے ہے دل جن کا غنی
وہ سمجھتے نہیں کچھ پاک اور اکسیر میں فرق

ہے عاشق دسوز سراپا خبر عشق
ہوتے نہ اگر کا صد اشک اپنے روا نہ
نظر ہے جو یوں داغ بدل خاک سے لالہ
تھرانے لگے آتلی روزخ تو عجب کیا
کیا فائدہ اٹھوں کو اگر چشم میں روکا
بگلی گرے اے چرخ اگر اس پہ بلا سے

بچل جانا پھولوں سے ہے اس کا ثمر عشق
یاروں کو کٹھنی نہ ہماری خبر عشق
ہے زیر زمین کیا کوئی تفتہ جگر عشق
دکھائے شرابت اگر اپنی شرد عشق
ہے زردی رشاد سے ظاہر اثر عشق
لیکن نہ پرے دل پہ مسو کی نظر عشق

ہو گرچہ داغ اس کا لٹک پر تو بجا ہے
جو آپ کو سمجھے ہے ظفر خاک در عشق

ردیف کاف فارسی

سوزش عشق کی یوں ہے دل بیتاب سے لاگ
آکھ کس طرح لگے میری کر تجھ بن بر شب
آبرو رکھی ہے دلیا کو گر اپنی منظور
کام مسجد سے مجھے کیا مگر اس برو نے
آپ کی زلف کے حلقہ سے دل اے بلہ حسن
دل لگے اور حسین سے نہ مرا تیرے سوا
جام کوڑ کو بھی وہ منہ نہ لگا دے ساقی
آکھ اس رخ سے لگی یوں مری جیسے لگ جائے

جس طرح آتلی سوزاں کی ہو بہاب سے لاگ
خواب کو چشم سے ہے چشم کو ہے خواب سے لاگ
کیو باندھے نہ مرے دیدہ پر آب سے لاگ
شوق میں اپنے لگا دی مرے محراب سے لاگ
اس شانور کو ہے اس حلقہ گرداب سے لاگ
لگے جز خلع نہ پروانہ کی بہتاب سے لاگ
جس کے بولب کو لگی جام مئے ناب سے لاگ
گل خورشید کی خورشید جہاں تاب سے لاگ

کی ہے جس روز سے اعدا نے لگوٹ اس سے
اے ظفر باندھی ہے اس شوق نے احباب سے لاگ

دم لیے کو بھی اس میں نہیں تاب و تواس خاک
اس کو نہ ہوا کچھ اثر آہ و فغاں خاک
رکھا نہ ٹھکنے تو کسی کا بھی نساں خاک
ہے خاک لٹینوں کے لئے فرش مکاں خاک
کیا ان کی نظر پر چڑھی کھل صفا ہاں خاک
کر دے گا جلا مجھ کو مرا سوز نہاں خاک

حال اپنا کرے کیا ترا بیمار بیاں خاک
مالوں سے مرے آب ہوئے سنگ و لیکن
جوں نقش قدم مل گئے یاں خاک میں لاکھوں
منعم کو مبارک رہے قائمین و نہالی
جو خاک قدم کو تری آنکھوں سے لگائیں
اے گریہ کبھی تجھ سے بچھے گی نہ یہ آتش

کب رہتی بیش ہے بیمار گل و گلشن
رو دن میں اڑا دے ہے ظفر باد خزاں خاک

ہم نے یاروں کی اپنی یاری کی ترک
دنیا داری کی بات ساری کی ترک
تو نے نہ کبھی ستم شعاری کی ترک
پریش نے نہ اپنی جان غاری کی ترک
خودوں نے تو میری غمگساری کی ترک
ہم کیونکر کریں سخن کی باریکی ترک
چلن نہ محبت اک تمہاری کی ترک
چشموں نے بھی اب تو انگہاری کی ترک

یاروں نے ہماری پاسداری کی ترک
دنیا میں رہے ہم امل دنیا سے الگ
ہم شیدہ وفا کا ترک کرتے کیونکر
کی تو نے نہ قدر جانہازی میری
غم بھی نہ ہو غم گسار میرا افسوس
مضمون کمر کو باندھتے ہیں تیرے
جو کچھ تھا وہ ہم نے دل سے سب ترک کیا
میں سوزش دل بجھاؤں کیونکر اپنی

جس دن سے دیا ظفر دل اس کو اپنا
اس دن سے نہ ہم نے آہ و زاری کی ترک

گرچہ رستم ہو نہ سنبھلے اس سے اس بھالے کی جھوک
کیا بلا ہے عالم مستی میں اس ک الے کی جھوک
ورد تھی اتنی کہاں مڑگاں کے پہالے کی جھوک
آشیاں میرا گرا دے باغ میں ڈالے کی جھوک
اس ترازو میں نہیں جس تولتے والے کی جھوک
کوش مازک سے سنبھلنے کی نہیں ہالے کی جھوک

تھامتا ہے دل ہی میرا ہوس مالے کی جھوک
زلف کافر کھائے ہے جھوکے ہوا کے دیکھنا
بارش گریہ نے ہے لا کر دیا پانی جھکا
ڈر ہے صرصر سے یہی مجھ کو کہیں ایسا نہ ہو
تو لے ہے سب کو برابر اپنی آنکھوں میں وی
پھول ہالے میں پروئے تو نے کیوں اے مازیں

شاخ گل جیسے ہوا سے جھونتی ہے باغ میں
اے ظفروں چال میں اس تیرے متوالے کی جھوک

حسن ہے کیا عی پری چہرہ بھی ہے حور کا ٹھیک
 داغ دل سہنچاں کو نہ ہو بھود نصیب
 دل پر آبلہ کو میرے وہ جب مستعار
 حق شناس ایسا نہ تھا کوئی جو یہ حق کہتا
 تار آہوں کا جو باندھے دل نالاں میرا
 کیوں نہ لوں جام کئے ناب کے ساقی بوسے
 کیا آنکھوں سے محبت نے دم گر یہ شوق
 عکس سے مرد مک دیدہ عاشق کے بنا

ہے ہر وہ غرور اس رت مغرور کا ٹھیک
 ایک نسخہ نہ بنے مریم کا نور کا ٹھیک
 کہتا ہے ناک ہے یہ خوش انگور کا ٹھیک
 خون مالح نہ کرو قول ہے منصور کا ٹھیک
 ہووے مطرب سے کبھی تار نہ طہور کا ٹھیک
 اس میں انداز ہے اس زخمی محمود کا ٹھیک
 خانہ آب رواں عاشق مہجور کا ٹھیک
 وہ کیا حال تمہارے رخ پر نور کا ٹھیک

ان کے تو پاس نہ جا غیر کا ہے پاس نہیں
 میرے نزدیک ہے اخلاص ظفر دور کا ٹھیک

واللہ بنوں نے ہم سے یاری کی ترک

ہم خاک میں مل گئے بلا سے لیکن
 دیتا نہیں تو جام تو ساقی ہم نے
 سو بار خفا ہوئے نہ چھوڑا ملنا
 کچھ آپ نے قدر جاں نثاروں کی نہ کی
 میں غم ہی کو جانتا ہوں اپنا غمخوار
 سو بار برس کے عظم گیا یزید لیکن
 دشمن کیا اپنا اک جہاں کو ہم نے

پر ہم نے نہ ان کی پاسداری کی ترک

اس در کی نہ ہم نے خاکساری کی ترک
 لے آج ہی سے شراب خواری کی ترک
 کیوں آمد و رفت اب کی باری کی ترک
 اس پر بھی نہ ہم نے جانثاری کی ترک
 یاروں نے تو میری غمگساری کی ترک
 آنکھوں نے مری نہ انگہاری کی ترک
 لیکن نہ تمہاری دوستداری کی ترک

جسم سے کہ دم تری محبت کا بھرا
 اک دم نہ ظفر نے آہ و زاری کی ترک

دیئے جو پر مرے صیاد نے اکھاڑ کے پھینک

مباہوتہ نے دیئے سب جن سے جھار کے پھینک

کس اشتیاق سے لکھا تھا میں نے خط کا صد
جہاں میں میں ہوں وہ دیوانہ جس پہ لڑکوں نے
یہ سر پہ باندھے ہے دستار کیا سنوار کے تو
اس اپنے شیفٹ کو سنگسار کر لیکن
وہ میری لاش کو گاڑے نہ اپنے کوچہ میں

دیا بغیر پڑھے اس نے چہر پھاڑ کے پھینک
تمام پتھر اٹھا کر دیئے پہاڑ کے پھینک
کر بند دیں گیت سے زابدا بگاڑ کے پھینک
نہ نکلر اور پہ تو ساتھ چھیڑ چھاڑ کے پھینک
اگر گڑی بھی ہو تو اس کو دے اکھاڑ کے پھینک

مجھے تھل کے بستی سے میری وحشت نے
دیا ہے اب تو ظفر درمیاں اہاڑ کے پھینک

ردیف المدام

واہ کیا زلف بت بے ہر کے حلقے ہیں کول
آسمان پر یہ نہیں ہالے مہ خورشید کے
واسطے عاشق کے ہیں گرداب دہائے فنا
کہتے ہیں جہنم و دہن جن کو وہ میرے دھیان میں
ہم جہنم رقم عیا کو تن پہ سجھے ہیں زندہ
میں شفقت سے بنائے شہسوار ان کو رکاب
گرد روئے غورو پاں دیکھتا ہنگام عیا
کل جو کھائے تیرے چلوں کے تو کہا ہے خوشنما

دیکھ کر جن کو بے زنجیر کے حلقے ہیں کول
دونوں اس شوق کہن تعمیر کے حلقے ہیں کول
وہ جو اس کے جوہر شمشیر کے حلقے ہیں کول
دام حسن عالم تصویر کے حلقے ہیں کول
کول یہ روزن نہیں ہیں تیر کے حلقے ہیں کول
یہ جو دونوں دیکھ نچر کے حلقے ہیں کول
کیا ہے پرکار سے تقدیر کے حلقے ہیں کول
ہاتھ پر اس عاشق دلیبر کے حلقے ہیں کول

دل کو ان کانوں کے بالوں نے کیا حلقے گہوش
اے ظفر کچھ یہ عجب نامیر کے حلقے ہیں کول

جو ہوئے ہم نہ جہان شراب میں داخل

ترے شبید کی قافل ناز ہوئی ہے
جو تیری جہنم ہو بیدار ، دل بھی ہو بیدار
حساب کیا جو دہن ہیں دو گے ہوس ہمیں
بھرے ہیں جہنم میں انجاز عشق سے یہ اشک
کلام تلخ سے کیا کام لعل میگوں کو
رہے جہاں میں نہ باقی سفید ایک ورق
بچا تھا کچھ ترے رخسار سے ازل میں نور

تو ہوئے کاہن کورج و عذاب میں داخل

شریک ہو کے ہو تو بھی ثواب میں داخل
نہیں تو جاگتا ہے تیرا خواب میں داخل
تم ایک رو کو نہ رکھو حساب میں داخل
وگرنہ کیونکر ہو دلیا حباب میں داخل
کرے ہے زہر کو کیوں تو شراب میں داخل
جو میرا قصہ غم ہو کتب میں داخل
ہوا وہ جہنم مر و آفتاب میں داخل

اگر جوں ہو دل بھر عشق کی دولت
تو اے ظفر ہے وہ تیرے شباب میں داخل

نہیں کہتے کہ جا تو بات کا کہنا ہے لا حاصل
کہا مجھوں نے تیرے پہن کر طوق سلاسل کو
جو حاصل ہوا مطلب کا نہیں سوقوف کہنے پر
ہنوں کے ہاتھ سے ہونا ہوں جا کر تنگ میں وہاں بھی
سدا ہے کروفر عاشق کے آہ و مالہ دل سے
نہ لے جائیں بیا کر مجھ کو گریہ اس کے در تک بھی
لنگ کے ہاتھ سے کلفت اگر روشن فقیروں کو
جہائل کر گئے میں اپنے میرا دست گل خوردہ

اگر کہنے کا موقع چلو چپ رہنا ہے لا حاصل
کہ اس گہنے کے آگے اور سب گہنا ہے لا حاصل
تو پھر کہنے کا لینا نام کیا کہنا ہے لا حاصل
مرے نزدیک دامن رشت کا پہنا ہے لا حاصل
سمجھنا کرنا بیجا ہے وہ سہنا ہے لا حاصل
تو پھر ان آنسوؤں کا چشم سے بہنا ہے لا حاصل
نہ ہو حاصل تو مہر و ماہ کا کہنا ہے لا حاصل
نگوں کا ہار تو نے رشک کا پہنا ہے لا حاصل

نہ جانے ظلم سینے پر بھی گروہ قدر عاشق کی
ظفر تو اس تم گر کا تم سہنا ہے لا حاصل

جبکہ دل ہی نہ ملے ماہ نہیں کیا حاصل
گرچہ ہمسر ہے ہر اک آہ عا سے لیکن
اے کماندار نہ سینہ سے مرے تیر نکال
زلف مشکلیں سے تری اپنا معطر ہے مشام
کور عاشق پہ نہ لا غیر کو اپنے صرہ
ظفر آئی نہ تری شکل اگرچہ ہم کو
کیوں ملانا ہے ہمیں خاک میں ظالم باز آ
دل و جاں دیتے ہیں اللہ کسے ہے لیکن

ساتھ شکوؤں کے چناں وہ نہیں کیا حاصل
دل کو منظور سہارا ہی نہیں کیا حاصل
جائے گی ساتھ نکل جان حزیں کیا حاصل
کیوں پھریں ڈھونڈتے ہر ماتہ میں کیا حاصل
ہو جو بے چین کوئی زیر زمیں کیا حاصل
روکا آنکھوں میں دم باز نہیں کیا حاصل
اس سے ہو گا تجھے اے چرخ بریں کیا حاصل
جب محبت کا نہیں تم کو یقین کیا حاصل

اے ظفر دل ہے جو دور وہ میرے نزدیک
گرچہ ظاہر میں نہایت ہے قریں کیا حاصل

سوائے اس کے جہد شکن درخشاں میں لال
فرقت میں تیرے لیے جو آنکھوں سے شگ خوں
کشتہ کو تیرے دست حنائی کے بعد غسل
جوش ہنوں عشق سے ہے یہ فساد خون
حاضر ہیں میرے لخت دل و پارہ جگر
پتلیاں لنگ پہ تیرے شہیدوں کی اڑ کے خاک
سنگ قیق اب سے ترے کیا عجب اگر
حسرت سے لالہ کیونکر نہ ہو جائے غرق خون

گویا نایاں ہے مار سیر کے دہن میں لال
دبے سے جا بجا ہیں مرے چہرہ میں لال
دیکھا تو خوں سے تھا وہ سر پلا کفن میں لال
چنے سے پڑ گئے ہیں سر اسر بدن میں لال
منظور ہو گھینے اگر نورتن میں لال
پیدا شمع نہ کیونکر ہو چرخ کہن میں لال
بک جائے دنگ سرخ کی قیمت یمن میں لال
جوڑا یمن کے آئے جو وہ گل چمن میں لال

یور جو لعل لب کا کل ان سے طلب کیا
کیا کیا ظفر وہ مجھ پہ ہوئے انجمن میں لال

جب فکران بھوؤں کی کرے شان میں ہلال

منڈالے کیوں نہ اپنے گریبان میں ہلال
شاخ خیمہ ہے چمنستان میں ہلال
مندرا تلک کے ڈالے ہے جو کان میں ہلال
شمیر اپنی کھینچ کے میدان میں ہلال
اے مہ جیس رہا اسی ارمان میں ہلال
کشتی ڈبوئے چرخ پہ طوفاں میں ہلال

آنے سے تیرے بارش میں کیا عید ہو گئی
کس مہ جیس کے عشق میں جوگی بنا ہے یہ
منہ کیا کے سامنے ترے ہرو کے آ کے
کھینچا نہ زیر پا ترے جوں نفل کفش پا
چڑھ جائے میرے اشک کا دیا تو کیا عجب

یہ بھی ہے ایک ناخن پا اس کا اے ظفر
اس ماہ ویش کے چڑھتا ہے کب دھیان میں ہلال

دیکھے جس وقت تری زلف پریشاں میں بل

پڑے اک تار سے سوار دگ جان میں بل
پڑے خضر سے نہ پیٹائی انسانی میں بل
کر سکیں ایک ذرا عشق کے میدان میں بل
اتکا ہے گونج کو ہالے کے ترے کان میں بل
ناوک دھار ترے جوہر چٹکان میں بل
آ گیا اس سے ہے کچھ موجد طوفاں میں بل

بحر سواج سے بہتر اے جانو جو کبھی
قیس و فرہاد کو کیا تاب کو آگے میرے
نہیں کٹر دم کبھی دے ابھی اک دم میں نکال
یہ بھی کچھ رچ نوشتر ہی کا ہے اپنے کر ہیں
زور گریہ کا ہمارے نہیں دیکھا اس نے

آئی خاک کرے بلکہ دھل کے آگے
اے ظفر اس کا نفل جائے ہے اک آن میں بل

تیرا ایوان ہے کیا روضہ رضوان کی نفل
ماہ نو جس کو بتاتے ہیں وہ ہے جلوہ نما
بے دولت و قلم اس روئے کتابی کا خیال
زلف کیا کیا تڑی ہوئی ہے پریشاں من کر
لی ہے عکس خط رخسار سے آمیزہ نے
کرتی ہے کعبہ سمجھ کر جسے اک طلق طواف

بلکہ ہے روضہ رضوان ترے ایوان کی نفل
اے مہ زہرہ جیس تیرے گریبان کی نفل
کرتا ہے کیا دل سپارہ میں قران کی نفل
دل سوزا وہ کے حال پریشاں کی نفل
اے شہ حسن ترے حسن کے فرمان کی نفل
ہے وہ دراصل دل حضرت انسان کی نفل

ہے ترے فیض سخن سے وہ سخن ور کمال
جس نے اک بار ظفر کی ترے دیوان کی نفل

کیا اک ہیرہ پہ دل عاشق بد حال کا سول کچھ سوا کہتا نہیں مانگتا ہے مال کا سول

مطلع ثانی

پائے کیا شک تری زلف خط و خال کا سول چین و تار نہ جب دونوں ہوں اک بال کا سول
کیا عجب شوق اسیری میں جو مرغان اسیر رچ کر آپ کو فساد کے دیں جال کا سول
دل کو بکواسی دیا چشم نے اس یار کے ہاتھ پھر سکا نہ پھر نہ چٹکایا ہوا دلال کا سول
قدر یوں الفت دینے کی دی اس نے دکھا جیسے ہو جائے ہے کم جنس کہن سال کا سول
لالہ دامن میں گہر بھر کے نگر دینے سکا ہر نیساں دم گریہ مرے رومال کا سول
ہو کے دنیا سے سبکدوش نہ ستم نہ فقیر کہیں کھیل ہے گراں اور کہیں شال کا سول
دل بلاؤں میں چننا زلف کا ہو کر خواہاں لیتا سودا کوئی ایسا بھی ہے جنجال کا سول

ماہ نے جمع کیا سم ظفر مہر نے زر
پھر جو دیکھا تو نہیں یار کے اک کال کا سول

سوز غم میں یہ بلا اس بت بے چہر کے پھل دل و جگر دونوں مجھے عاشق دلگیر کے پھل
باغ عالم میں ہیں جو مرد کہ خواہاں نبرد پھول بھاتے ہیں پر کے انہیں ممسیر کے پھل
کھائے ہے شاخ کمان سے ترے لے لے کے مرے دل مرا جان کے پٹکان کو ہر تیر کے پھل
باغ دل میں شجر آہ لگائے ہم نے لیکن انہوں نے ان میں نہ تاثیر کے پھل
ہے دقن سیب کا پھل اور دقن پر تیرے خال مشکیں جو کئی ہیں وہ ہیں انجیر کے پھل
دکھ اسباغ میں بے فیض سے کیا چشم فر کہ نہیں کھانا کوئی نخل سے تصویر کے پھل

پھل ستاروں کا منجم سے ظفر کیا ہو چہر
سب وہ کرتے ہیں موافق مری تقدیر کے پھل

عرق میں ہے گل دھار کے گلاب کا سیل شیم زلف میں ہے بوئے مشک ناب کا سیل
انجیر اشک بیا جائے کیوں نہ خون جگر کہ ہوتا اب سے ہے حیرت شراب کا سیل
جو رچے گرم پیش ہیں شرار و شعلہ و برق کچھان میں بھی ہے مرے دل کے اضطراب کا سیل
فروغ صحن میں ہے نشہ شراب کو دھل نمود صبح میں ہے نور آفتاب کا سیل
ہمارا سیل ہو کیا اس سے جس کی باتوں میں کبھی ہو لطف کا سیل اور کبھی عتاب کا سیل
نہ کوہ گن سے ملے دل مرا نہ بھٹوں سے نہیں کسی سے بھی اس خانہاں خراب کا سیل

دل برشتہ پہ مائل ہیں وہ لب میون
کہ ہے شراب کا اور اسے ظفر کہاب کا سیل

روایف المسم

یہ جو تم کھاتے ہو خدا کی قسم
 ہے تری جنجو خدا کی قسم
 کھول دیتے ہیں میرے مال و آہ
 راز پوشیدہ کو خدا کی قسم
 پہنچے منزل پہ ہمسفر اور ہم
 غمے غفلت میں سو خدا کی قسم
 جاؤ غماز کی نہ باتوں پر
 ہے وہ بیہودہ کو خدا کی قسم
 یہ جو تم دیکھتے ہو غفلت میں
 خواب ہے غافلہ خدا کی قسم
 مہر کیا ذرہ کیا کر ہے سب میں
 جلوہ یار لو خدا کی قسم
 خلع میں ہے وہی تجلی نور
 گل میں ہے وہ عی بوحدا کی قسم

ظفر اس سے نہ کر زیادہ کلام
 کہ وہ ہے حمد و خ خدا کی قسم

لکے گریہ سے اگر حیرے قرینوں کے کام
 کریں اک روز میں وہ بارہ مہینوں کے کام
 کام کرنا شرفا کا جو لک ہو شریف
 یہ کمینہ ہے جو کرنا ہے کمینوں کے کام
 طمع و حرص و ہوائے کیا فناں کو خراب
 کہ ہے یہ ساری فراہی انہیں تینوں کے کام
 دولت عشق سے ہے سبز جو ہر خانہ
 دل کے لگوے مرے کرتے ہیں گینوں کے کام
 کرنا ہے حسن کی پندار سے لب تو جو ستم
 کیا بھی ہوتے ہیں اسے شوخ حسینوں کے کام
 روشن نقش قدم خاک میں ملتے ہیں سدا
 حیرے کو چہ میں ہیں یہ خاک لیشینوں کے کام

اے ظفر ایک بھی کام اس کا قرینہ سے نہ ہو
 بے قرینہ ہمارے گر لاکھ قرینوں کے کام

ہیں نٹے میں مست جوڑی مئے الفت کے ہم
 عمر کرتے ہیں ہر کب ساتھ کیفیت کے ہم
 آگئی صورت نظر کس عالم تصویر کی
 صورت تصویر جو عالم میں ہیں حیرت کے ہم

رہتی ہے خوں سے مری روز رگیلی آنکھیں
 آئیں کو نہیں رکھی میری گیلی آنکھیں
 کتنی مڑگان ہیں بلا تیری گیلی آنکھیں
 کیا تمنا ہو اگر پھوڑ دیں ڈھیلی آنکھیں
 مہر و مہ کی بھی سر گنبد نیلا آنکھیں
 مجھ سے رکھتے ہیں ترے ہر بخلی آنکھیں

قل کرتی ہیں مجھے اس کی رنلی آنکھیں
 شدت گریہ سے کس وقت جدائی میں تری
 لوگ جھوک ان کی چلی جائے ہے دل سے میرے
 ذورا کا جمل کو جو ہے وہ رن گردن دل
 کھل گئیں جلوہ رخسار تیرا دیکھتے ہیں
 نہیں ان کافروں سے نیم گنہ کی بھی امید

دل کے لئے ہی کے سوا صاحب ہیں انہیں یاد ظفر
 اس ستم گر کی قیامت ہیں ڈھیلی آنکھیں

تم کو کیا تہائی میں ہم چاہتے ہیں سو کرتے ہیں
 ظلم و ستم عشاق پہ ہر دم چاہتے ہیں سو کرتے ہیں
 اپنا جنوں سے ہے یہ عالم چاہتے ہیں سو کرتے ہیں
 مشورہ دونوں کر کے باہم چاہتے ہیں سو کرتے ہیں
 شک ترے لے دیکھ پریم چاہتے ہیں سو کرتے ہیں
 گھر جو ہے تم بن خانہ ماتم چاہتے ہیں سو کرتے ہیں

آہ و فغاں یا مالے بیکم چاہتے ہیں سو کرتے ہیں
 وہ بے پروا ان کی بلا سے کوئی ہے یا کوئی مرے
 چاک گریباں کھڑے دامن بال پریشاں خاک ہر
 مجھ سے فغاں کیوں میری خطا کیا ہے تو قصور دیکھ دل
 کرتے ہیں بحر کو غرق قتل کرتے ہیں ہر کو شرم سے آب
 کرتے کبھی ہیں جیب درہم کرتے کبھی ہیں نوحہ گری

ہم سے کسی کو کام ظفر کیا کر کے شق ہم اپنا جگر
 بھرتے نمک ہیں یا ہم مرہم چاہتے ہیں سو کرتے ہیں

دیکھا خدا کے نور کو جس کے وجود میں

دل کیوں نہ روشن اس کے ہو ورد و رور میں

مطلع ثانی

آتی ہوا نہ باندھ تو آ کر نمود میں
 کیوں اک میں چلے جو نہ خوشبو نمود میں
 کیا کیا ضرر اٹھائے تمنائے سود میں
 دل جمل رہا ہے آئین ذات القودر میں
 رچے ہیں پائے تم یہ ہمیشہ ہجور میں
 ہر چند وہ نہیں ہے حیات و حدود میں
 لیکن کھلتا اب بھی ہوں چشم صودر میں وہ

مثل حباب دیکھ محیط وجود میں
 سوزش انہیں کے واسطے ہے جو ہیں تل و رور
 سوائے عشق میں کبھی پائی نہ منفعت
 بھر کے ہے سوز عشق سے ہر اشخوان تن
 مستی ہماری کم نہیں طاعت سے زلفا
 خالی نہیں ہے اس سے کوئی حد کوئی جہت
 کو بن گیا ہوں سوکھ کے کاٹا سا میں حیر

وہ کھیل کھیل جس سے ہے کچھ وہاں کا کھیل
 کیا فائدہ یہاں کے ظفر کھیل کود میں

پلی تھی نہ کبھی ہم نے شراب ایسے مزے میں
 ہم دیکھتے ہیں دیکھو کلب ایسے مزے میں
 گزرا نہیں یوں کا شباب ایسے مزے میں
 گر جھوٹا اے گا شباب ایسے مزے میں
 رکھی ہے تری تیج کی آب ایسے مزے میں
 رہتا ہے کہاں جل کے کلب ایسے مزے میں
 رہتا ہے کسے یاد حساب ایسے مزے میں
 آئے نہیں ہم خانہ خراب ایسے مزے میں

چوے لب میگوں دم خواب ایسے مزے میں
 اس روئے کلبی کا ہے آنکھوں میں تصور
 جو ہم نے مزا عشق کا پیری میں اٹھایا
 سائی مری توبہ کے ٹھہرنے کے نہیں پاؤں
 پروا ترے زخمی کو نہیں آب بجا کی
 جیسا کہ دل سوختہ ہے اپنا مزے دار
 پوچھوں ہ یہ تم ہوتے تھے مزے سے
 چھٹتا ہے مزا عشق کا ہم سے کوئی ماسح

ہوتے ہی نہ کیونکر نہ کھل جائے وہ ہم سے
 رہتا ہے ظفر کوئی تاج ایسے مزے میں

اسکے لگے تو نے مٹائے یاں بہتوں کے ہیں
 یعنی افسانے اسے نوک زباں بہتوں کے ہیں
 دیکھنے پامال اسے سرور دواں بہتوں کے ہیں
 ہو چکے آپ آشنا اسے مہرباں بہتوں کے ہیں
 جل گئے اسے ہمہ گیر و آشیاں بہتوں کے ہیں
 کٹ گئے سر چستے چستے طبع ساں بہتوں کے ہیں

ڈھسے گئے بن بن کے دنیا میں مکاں بہتوں کے ہیں
 حال دیوانوں کا اپنے پوچھ خار دشت سے
 ہر قدم پر تیری انداز خرام مار نے
 آشنائی کا بھروسہ کیا تمہاری ہو مجھے
 اس جہن میں میری برق مالہ پر سوز سے
 محفل عشرت میں بھی سا قاتل سفاک کے

عشق میں اس ماہ کے میں ہی نہیں اک دلفگار
 چاک سینہ اسے ظفر مثل سلاں بہتوں کے ہیں

پلاتے شیر بکری کو ہو پانی ایک ساغر میں
 گوں وہ جائے ہے گر کر قوام قد و شکر میں
 کدورت کی یہی حالت ہے لہائے مکدر میں
 یہ سیدھا چاک سینہ ہے نشان اس غم کے لشکر میں
 یہ جانا ہے کوئی قاتل بیت اللہ کے در میں
 تو آئے زابد گوشہ نشین کی چھل چکر میں
 عرق کے دیکھ کر قطرے تری زہمبھر میں
 تو ہو جاتے ہیں میرے نار بستر خار بستر میں

رہے ہے میر ہم سے ہم پلہ آپ کے گھر میں
 لب شیریں پہ اس کے یوں ہے خال مہرین جیسے
 جو ریگ شیشہ ساعت کو دیکھو تم یقین جانو
 جگر کے آبلے جی میں جھوم داغ دل لشکر
 عرق کی بند اس کے زیر ہو دیکھ کر ہم نے
 دکھائے اپنے چشم مست کی گردش اگر سائی
 لگے سنبل میں کیونکر سوتا کے نچے حیراں ہوں
 نہیں ہوتا ہے وہ آرام جاں جس رات ہم بستر

ظاہر کو نہ مجھ پر گرم ہو وہ سگدل لیکن
 ظفر یہ جانتا ہوں میں نہیں ہے آگ پھر میں

حق پرستی ہاتھ آئی بت پرستی میں ہمیں
 ہوش بارے آ گیا جلدی سے مستی میں ہمیں
 نفع کچھ ہرگز نہیں اس جنس سستی میں ہمیں
 گر بلند پر ہمیں اور گاہ پستی میں ہمیں
 راقی دے جام سے بدلی پرستی میں ہمیں
 رہنے دے گا یہ جنگل میں نہ پستی میں ہمیں

کفر سے ایمان ملا اس لک پستی میں ہمیں
 کر دیا عی تھائے پندار نے ہم کو خراب
 نیم غمزہ پر بھی گر سودا ہو دل کا وہ کہیں
 اونچ نیچ اچھی جتنی خوب پھینکا چرخ نے
 ہر باروں میں سوا ہوتا ہے نئے نوٹی کا لطف
 جوش وحشت کے ہمارا اور عی کچھ اہنگ ہیں

ظہیر گوشت مجھ پر گرم ہو وہ سنگدل لیکن
 ظفر یہ جانتا ہوں میں نہاں سے آگ پھر میں

حق پرستی ہاتھ آئی بت پرستی میں ہمیں
 ہوش بارے آ گیا جلدی سے مستی میں ہمیں
 نفع کچھ ہرگز نہیں اس جنس سستی میں
 گر بلند پر ہمیں اور گاہ پستی میں ہمیں
 راقی دے جام سے بدلی پرستی میں ہمیں
 رہنے دے گا یہ نہ جنگل میں نہ پستی میں ہمیں

کفر سے ایمان ملا اس لک پستی میں ہمیں
 کر دیا عی تھائے پندار نے ہم کو خراب
 نیم غمزہ پر بھی گر سودا ہو دل کا وہ کہیں
 اونچ نیچ اچھی جتنی خوب پھینکا چرخ نے
 ہر باروں میں سوا ہوتا ہے نئے نوٹی کا لطف
 جوش وحشت کے ہمارے اور عی کچھ اہنگ ہیں

اے ظفر جو کچھ کے ہم نے زبردستی میں کام
 ان کہنے لے لی رہے ہیں زبردستی میں ہمیں

اور نہ میں وینچوں وہیں ایسا تو ہو سکتا نہیں
 ہو نہ وہ چیں بر جیں ایسا تو ہو سکتا نہیں
 تو ہے پر جیسا حسین ایسا تو ہو سکتا نہیں
 دہوں دل و ایمان و دین ایسا تو ہو سکتا نہیں
 ماہ بھی ہالہ نشیں ایسا تو ہو سکتا نہیں
 میری یہ جان حزیں ایسا تو ہو سکتا نہیں
 کیا کہوں پر ہم نشیں ایسا تو ہو سکتا نہیں

جاؤ تم کہیں ایسا تو ہو سکتا نہیں
 چھیروں ہمیں زلف کو میں اور نئی تصویر پر
 کیا ہوا گو حسن یوسف شہرہ آفاق ہے
 نے عنایت نے نوازش کیونکہ اس کافر کو میں
 زلف کے حلقے میں بھی جیسا رخ روشن ترا
 جائے تو بالیں سے میرے اور نہ جائے تیرے ساتھ
 میں ہوں ایسا چاہتا دل ہو نہ اس پر جلا

سبز کاوی پاں کرے کوئی نہ جب تک اے ظفر
 ماسور ہو جوں گئیں ایسا تو ہو سکتا نہیں

شام کو شامت زدہ پر گھر میں آ پہنچے تو ہیں
تیر غم اپنے دل مضطر میں آ پہنچے تو ہیں
پھر رنگ ہوئے گل دم بھر میں آ پہنچے تو ہیں
نام و ن کے عشق کے دفتر میں آ پہنچے تو ہیں
گرتے پڑتے کوچہ دہر میں آ پہنچے تو ہیں
میں نے جب پایا وہ آئیں بر میں آ پہنچے تو ہیں
دیکھتے کیا ہووے اس لشکر میں آ پہنچے تو ہیں

وہ دن گئے زلف بت کافر میں آ پہنچے تو ہیں
کوئی دن میں دیکھتا لخت جگر میں آئیں گے
جائیں گے تو جان کو بھی ساتھ ہی لے جائیں گے
تیری جانب جب کیا ہے ہم سبکدوشوں نے قصد
ہوں گے سر دفتر کہاں میری طرح فرہاد و قیس
اضطراب دل کے ہاتھوں ہم ضعیف و ناتواں
کیونکر ہوں قربان اس اپنے تصور کے نہ میں

دل یہ کہتا ہے جھوم رنج و غم کو خد کچھ پروا نہیں پر واسطے بطنے کے ہم
اے ظفر نام پری بیکر میں آ پہنچے تو ہیں

رکھتے کیا باکے نہیں ششیر و حجر اور ہیں لیکن اس کی درد پر خم کے جوہر ہیں

مطلع ثانی

آگ ہو جاتے ابھی اس کو وہ سن کر اور ہیں
گنتی مرجیں کا مرے زخم جگر میں اور ہیں
ظاہر جاں کے مرے لگ جاتے شہر اور ہیں
چپ ابھی کھلیج میں تابہ محشر اور ہیں
یا اٹھا خیر ہو قاتل کے تہور اور ہیں
مارنے سر سے ہمیں دوچار پتھر اور ہیں
ہم کئے جاتے طلب ساغر پہ ساغر اور ہیں
راہ ان کی اور ہے اور ان کے رہبر اور ہیں
سرد سوزوں ہے تو کیا نخل شہر و اور ہیں
ہم نہیں ہیں وہ کہ دل میں اور منہ پر اور ہیں
لعل بھی پھری ہیں لیکن وہ پتھر اور ہیں
ہے جو گری سے دی شاید کچھ انگور اور ہیں
دیکھتے ہر شب عیاں ناہند اختر اور ہیں

کرتے ہم مضمون سوز دل بیاں گر اور ہیں
جب چھری کرتا ہے وہ بیداد گرووں پہ سحر
نکتے ہیں حجر ترے جس وقت پہلو میں مرے
دیکھ فرہاد ختم سے ترے ہم کرتے ہیں کیا
دیکھتا ہے آج وہ ہم کو نگاہ قہر سے
کہہ کو پانی نہ کر اے مالہ خارا گداز
غم کے غم خالی کئے ساقی سے لیکن اب تنگ
پیر و عشق ہنوں کو کیا غرض ہے حضر سے
اہل بخشش سے برابر ہوں کہاں سنجیدہ طبع
جو ہے دل پر وہ ایسے پر لاتے ہیں آئینہ دار
غول جوبہر سے پائے ہے ہر اک شیتیار
سوز غم سے جل کے خاکستر تو ہوں میں ہو چکا
شعلہ آہ و فغاں سے ہم سر چرخ کہن

ہم قناعت کو تری دولت سمجھتے ہیں ظفر
ڈھنڈاتے تھے جو زر کو ہیں وہ طالب زر اور ہیں

پکھائیں گے مزا گر گیا یاروں کے قابو میں
پھنسی ہے جنس دل جا کر خریداروں کے قابو میں
نہیں ہے موت اپنی تیری بناروں کے قابو میں
نہیں رہتے ہیں بالکل ہوش ہشیاروں کے قابو میں
کہ یہ تو آ گیا بچاؤ ان چاروں کے قابو میں
کہ اب تو آپرے ہم مردم آزاروں کے قابو میں

ابھی زبرد نہیں آیا ہے مغواروں کے قابو میں
مہافکو انجرا حضرت عشق اپنی دولت
ابھی مر جائیں یاں تک زندگی سے بھگے ہیں لیکن
وہ چشم مست آہو ہیں کہ تیرے سامنے ظالم
نگاہ و باز انداز و ادا سے دل بچے کیونکر
کہیں ہیں مردم دیدہ مرے انگوں سے رو رو کر

ظفر بچتا ہی رہیو دیکھ مل صومو سے تو
خدا کے واسطے آما نہ نکاروں کے قابو میں

کہ ہوا کیا جو وہاں کی خبر آج آئی نہیں
تیری صورت کی سی صورت نظر آج آئی نہیں
بہد اک اشک کی اسے چشم تر آج آئی نہیں
بس کے پھولوں میں جہاد سر آج آئی نہیں
دل کو کل میرے جو اک لکھ بھر آج آئی نہیں
کوئی بچکی بھی تو اسے حشوہ گر آج آئی نہیں

نہند اس فکر میں یاں رت بھر آج آئی نہیں
سج منہ دیکھا تھا کس کا کہ رہا ہم کو یہ رنج
جوش گر یہ سے بڑے کل تو رواں تھا دلیا
کیا جن سیک ہیں سب اڑ گئے گلہائے جن
کل کہا کس نے تھا کل آئیں گے اور آئے آج
کیونکر جانوں کہ مجھے یاد کیا تھا تو نے

ہو گیا عشق میں ہے ضعف یہاں تک تم کو
اے بھی لب پہ تمہاری ظفر آج آئی نہیں

وہی باتوں سے ہمیں آگاہ کر دیتے تو ہیں
اشک و لخت دل کے ہم لعل و گوہر دیتے تو ہیں
کان جو گتے ہیں تیرے کان بھر دیتے تو ہیں
لکھ کے ہم نامہ تجھے اے نامہ بردہ دیتے تو ہیں
آپ ہم کو گالیاں ہر بات پر دیتے تو ہیں
ہم ترے رہنے کو اپنے دل میں گھر دیتے تو ہیں
ہم اسے انگوں سے اپنی چشم تر دیتے تو ہیں
لیجئے حاضر ہے سر ہم اپنا سر دیتے تو ہیں

دوست اپنے کچھ نہ کچھ آ کر خبر دیتے تو ہیں
کیوں نہیں لیتے لب و دندان کے پورے عوض
ہم تو اسے میرے ملاحت کھول دیتے ہیں کان
دیکھئے کیا پیش آتا ہے کھٹا شہر کا
یاد رکھنا ایک دن پور بھی لے لیں گے ہم
اے حدنگ یاد کیوں سبز سے نکلا جائے ہے
دیکھیں دیتا ہے ہمیں غل محبت کیا ثمر
تم جو کہتے ہو کہ تم کیا دو گے سر اپنا ہمیں

ہم کو ڈار ہے لے کے وہ دل جان کا خواہاں نہ ہو
آپس بے مہر کو دل اسے ظفر دیتے تو ہیں

جان عالم ہو کوئی کیوں کر جدا رکھے تمہیں

نہنگی ہے اے یو تم سے خدا رکھے تمہیں

مضامین

خود نما ہو تم کوئی پردے میں کیا رکھے تمہیں
حضرت دل کیا کروں میں خود ہے اٹھا آپ کی
ماں جو جانو مرا تم حال گرچہ زلف یار
درد اٹھے اس طرح سے دل میں پھر کیوں دمدم
تم تو ہو عیار لیکن وہ بڑا عیار ہے
نظر دم جب تک کے میرا آہ بائیں پر مرے
خط تو میں لکھتا ہوں لیکن یہ مجھے رہتا ہے ڈر
وہ رکھے در پردہ جو دل میں چھپا رکھے تمہیں
تم اسی سے رہتی ہو خوش جو خدا رکھے تمہیں
ایک دو دن بھی گرفتار بلا رکھے تمہیں
اپنے پہلو میں اگر عاشق بٹھا رکھے تمہیں
اس بگڑنے پہ جو یار اپنا بنا رکھے تمہیں
کوئی ایسا ہو کر باتوں میں لگا رکھے تمہیں
کوئی دشمن کچھ نہ پہلے سے پڑھا رکھے تمہیں

اس کے صن حیرت افزا کو جو دیکھے اے ظفر
عمر بھر آئینہ ساں و چشم وا رکھے تمہیں

کیا کہیں ان سے بنوں میں ہم نے کیا دیکھا نہیں
جس سے دیکھا ہے ترے ہر کو ہم نے نہ جیں
پہلے ہی سے صن کا اپنے ہے تجھ کو اک عرو
خوف ہے روز قیامت کا تجھے اس واسطے
وہ تماشاً دیکھے گر دیکھے زینا تیری مثل
یوں تو ہیں سرو گل اندام و دہی اے رشک گل
تو جو کرتا ہے بلاست دیکھ کر میرا یہ حال
ہم نہیں واقف کہاں مسجد کدھر ہے بیکدہ
جو یہ کہتے ہیں سنا ہے پر خدا دیکھا نہیں
ماہ کو تو آسماں پر آگھ اٹھا دیکھا نہیں
آئینہ تو نے ابھی اے خود نما دیکھا نہیں
تو نے اے زبدا کبھی دن جہر کا دیکھا نہیں
خوب میں بھی اس نے جو اے مہ لقا دیکھا نہیں
تجھ سا پر رنگیں ادا نگلوں تبا دیکھا نہیں
کیا کروں میں تو نے اس کو ماسما دیکھا نہیں
ہم نے اس گھر کے سوا گھر دوسرا دیکھا نہیں

چشم پوشی دیدہ و دانستہ کی ہے اے ظفر
ورنہ اس نے اپنے در پر کیا تمہیں دیکھا نہیں

ہم نے اوصاف مژدہ کھسے تھے چٹکے خدا میں
وہاں سے آئے کئی کانٹے کسی بن کے خدا

جتنے ہم کھائیں گے گل روز یہاں اتنے ہی
اس پری کی خبر انساں تو نہیں لکھ سکتا
رقعہ بھی برا وہاں تک نہیں پہنچا سکتے
ہم نے ہر سن میں لکھے خط غلائی لیکن
رات دن آتے ہیں خط واں سے مگر وصل کا حرف
بھول لالہ کے تمہیں بھیجیں گے گن کے خط میں
حال معلوم ہوا اس کا کسی جن کے خط میں
بھیجوں خط اپنا اسی نہیں کن کے خط میں
ہو گی لغزش نہ ہمارے کسی سن کے خط میں
نہ کہیں رات کے خط میں ہے نہ دن کے خط میں

یہ جو دو پاؤں ظفر ان کے ہیں اخبار نویس
تم بھی خط لکھ کے روانہ کرو ان کے خط میں

ہم نہیں وہ جو کریں دل سے فراموش تمہیں
جاننے اپنا ہیں اسے جان رہو ہوش تمہیں

مطلع ثانی

چشم مست اپنی جو دکلائے وہ نئے نوش تمہیں
کر چکے آہ و فغاں ضبط تم اے حضرت دل
شب فرقت میں بھی رہے ہو غل میں میرے
آنکھیں سرمہ سے ہیں آلودہ تری پوچھ ان سے
واعظو صبح قیامت کا جو تم لاتے ہو ذکر
کون ایسا ہے جو زلف کو دھو دھو کے پئے
زبد و ہوش و خرد کا نہ رہے ہوش تمہیں
دسمدم گر ہے محبت کا ہیما ہوش تمہیں
دیکھتا ہوں اپنے تصور سے ہم آغوش تمہیں
کس کے ماتم نے کیا ہے یہ سب ہوش تمہیں
اس نے دکھلایا نہیں اپنا بنا کوش تمہیں
مجھ سا لئے کا نہیں کوئی بلا نوش تمہیں
خلج ساں گو کہ سراپا ہو نیاں تم لیکن
دیکھتا ہوں ظفر اس ہزم میں خاموش تمہیں

جگر و دل جو زخمی مری جاں دونوں کے دونوں ہیں
حدنگ ماز غم کے کناں دونوں کے دونوں ہیں
جہاں میں رنج و راحت کے ہو رہنے کا ٹھکانا کیا
وہ دل ہی ہے سما جاتے جہاں دونوں کے دونوں ہیں
مرے بچہ سبز و پہلو میں ہیں دو تیر کے روزن
اندھیرے گھر کے یہ تو تابداں دونوں کے دونوں ہیں
ہوئے ہیں اشک غلوں سے جب و دامن اس قدر دگم
مرے نزدیک یہ باغ جہاں دونوں کے دونوں ہیں
ترے آبرو ہیں وہ کج خلق مانگو اک اگر بوسہ
ابھی رخ بچھیرتے مثل کماں دونوں کے دونوں ہیں
امید وصل دل میں چشم ہے بہت شوق ظارہ
بہت دن سے تصرف میں مکاں دونوں کے دونوں ہیں
تمنائے نیا رت میں تری یہ دیدیہ گریاں
ترے پاس آئے کیونکر آساں دونوں کے دونوں ہیں

تصور و تجل میں خبر دار ہے ظفر اپنی
خبر دیتے تھے تو وہاں کے یہاں دونوں کے دونوں ہیں

تو ہمیں دو دو برس ہوتے ہیں ہاں دو دو دن
اب تو تھک آنکھوں سے رہتے ہیں رواں دو دو دن
اب بتاؤ ہمیں رہتے ہو کہاں دو دو دن
رہتے عارض پہ ہیں چٹوں کے نشاں دو دو دن
خالی اب کس لئے رہتا ہے م کاں دو دو دن
وہیں تم جاؤ کہ رہتے ہو جہاں دو دو دن

تو جو آتا ہی نہیں راحت جاں دو دو دن
روا اک پل بھی مرا کتا ہے طوفان برپا
آگے تم آتے تھے اک دن میں یہاں دو دو بار
ہاتھ رخسار تھے ہر کے نہ سویا کچھ
تم تو اک دن کو بھی جاتے تھے نہ گھر سے اپنے
دو گھری کے لئے کس واسطے یاں آتے ہو

ایک دن بھی جو ذرا ان کو خفا دیکھتے ہیں
اے ظفر رہتا ہے ہم کو خطوں دو دو دن

خدا جانے کہ یہ بدکیش ہم کو کیا سمجھتے ہیں
ہمیں کچھ حزن میں آپ کیا تھا سمجھتے ہیں
پور اپنی چشم و دل کو ساغر و مینا سمجھتے ہیں
کہ سمجھائے کسی کے کب ترے شیدا سمجھتے ہیں
کہ اس کو اس کا ہم اڑا ہوا پھایا سمجھتے ہیں
نہیں تو کچھ ہمیں اے شوخ بے پروا سمجھتے ہیں
کہ خون دل کو میرے وہ ستا بے پا سمجھتے ہیں
کہ اس کا آشنا کو آشنا اپنا سمجھتے ہیں

جو تم کو اس برائی پر بھی ہم اچھا سمجھتے ہیں
ہمیشہ رنج و غم درد و الم پاس اپنے رہتے ہیں
ہم اپنا خون دل پیٹتے ہیں مثل بادہ نگلوں
نہیں آتا سمجھ میں لوگ سمجھاتے ہیں کیا ان کو
نہ وہ خود شید کو نسبت ہمارے داغ سوزاں سے
تری باتیں تری گھاتیں سمجھ میں کس کے آتی ہیں
دل پر خوں ملیں میرا نہ کیونکہ اپنے لکڑوں سے
اسی حضرت دل کی سمجھ کیوں ہو گئی اٹنی

کبھی گر دیکھتے ہیں آئینہ حیران ہوتے ہیں
ظفر وہ حسن میں جو آپ کو یکساں سمجھتے ہیں

ہیں عیاں جیسے کہ بھوں حریف کی ہڈیاں
خج ساں گری سے آہ آتھیں کی ہڈیاں
ہے مزا سب میں ہما کھائے کہیں کی ہڈیاں
یہ زمین کی ہیں دگیں پور وہ زمین کی ہڈیاں
ہوں قلم برش سے گر شمشیر کہیں کی ہڈیاں
کھاتے کتے بھی نہیں اس بے یقین کی ہڈیاں

لاغری سے یوں ترے اندوگیں کی ہڈیاں
گر تڑا بسوز سرگرم فغاں ہو جمل اٹھیں
یہ طاقت ہے محبت کی کہ سر سے پاؤں تک
خاک کو بھی جسم سے قائل نہیں دلیا و کوہ
جی میں ہے میرے لکھوں قائل تری شرح کی ستم
قائل نفرت ہے وہ یاں تک نہ ہو جس کو یقین

آگے ان آنکھوں کے گر شوقی کرے تو اے ظفر
توڑ ڈالوں مار کر آہوئے جیس کی ہڈیاں

ہنسی میں رکھائی رکھائی کے قربان تری واہ اس خوش ادائی کے قربان

مطلع مانی

جو لالہ ہو دست حلائی کے قربان
دکھانا ہے ہر رنگ میں جلوہ اپنا
کدورت بھری دل میں منہ پر صفائی
کیوں رنجہ کیا تیرے درد کے گدا کا
یہ اک دل تو کیا ہے اگر لال دل ہوں
وفا ہو جو تجھ میں تو کیا جانے کیا ہو
ترے شیدہ آشنائی کے صدقے

تو ہو شاخ نازک کھائی کے قربان
میں اس شوخ کی خود نمائی کے قربان
اس آئینہ رو کی صفائی کے قربان
کر شاہی ہو جس کی گدائی کے قربان
تو کیجئے تری درباری کے قربان
کر دل ہے تری بے وفائی کے قربان
تری طرز کا آشنائی کے قربان

کیا صاف ہاتھ اس نے پہلے مجھی پر
ظفر اس کی تیج آزمائی کے قربان

میں بنی آدم میں ہوں کوئی کہ قوم جن میں ہوں
ماں توں برسوں کا تھا پر واہ دیکھ اب و ہوا
تین تیرہ وہ ہوں جن کو گنتے ہو تم اپنا بار
جو مرے دل میں ہے وہ ہی منہ پہ ہے آئینہ دار
یہ نہیں اسکاں کہ مجھ کو وصل جاں ہونصیب
ماشوق کو اپنے تم دیتے ہو مژدہ وصل کا

کیا بتاؤں کن میں ہوں پر اکبلا ہوں جن میں ہوں
میکدہ میں کیا توڑا ہو گیا دو دن میں ہوں
تین میں نے ہوں نہ تیرہ میں کیوں کن میں ہوں
جیسا ظاہر میں صفا ہوں ایسا ہی باطن میں ہوں
جان دیتا میں عیث اس امر ناممکن میں ہوں
کیوں نہ سن کر شاد و غم ہوں کہ میں بھی ان میں ہوں

عشق کے باعث ظفر پیری میں بھی ہوں جوان
جیسا جب اس سن میں تھا ویسا ہی اب اس سن میں ہوں

میں بھلائی کیوں تو کس کی کیوں
کیوں اشنا کیوں کس کو
بے باک ہیں کیوں تو کسے
شیدہ رات کیوں کس کا
جبکہ ہو سب میں وہ ہی جلوہ نا
وہ تو کہتا ہے با وفا ہوں میں
روبرو روئے صاف کے اس کے
وہ تو ہر دم ہے میرے دم کے ساتھ

خود پرانی کیوں تو کس کی کیوں
آشنائی کیوں تو کس کی کیوں
پارسائی کیوں تو کس کی کیوں
کج ادائی کیوں تو کس کی کیوں
خود نمائی کیوں تو کس کی کیوں
بیوفائی کیوں تو کس کی کیوں
پھر صفائی کیوں تو کس کی کیوں
پھر جدائی کیوں تو کس کی کیوں

اے ظفر بخت مارا کے لئے
پارسائی کیوں تو کس کی کیوں

چوڑی سے وہ بوسہ عارضِ زلف اٹھا کر کیوں کر لوں
 مالِ وزری یوں تو چھپا کر سب کو دکھا کر کیوں کر لوں
 میری طرف سب ناک رہے ہیں محفل میں ہیں جتنے حریف
 ساتی تجھ سے ساغرے میں آنکھ بچا کر کیوں کر لوں
 کیا کیا مجھ پر ظلم کئے ہیں چرخ نے عی یہ فکر مجھے
 بدلہ اس سے لوں جو کئے ہیں قابو پا کر کیوں کر لوں
 جب تک میرے زخموں پر چھڑ کے نہ وہ قاتلِ خوب نمک
 مہر و وفا کے اپنے مڑے لوں زخم جو دکھا کر کیوں کر لوں
 مجھ سیز کہو دم کشتن دم تو لے بہا ب ہے کیوں
 دم میں زیرِ تیغِ محبت سر کو جھکا کر کیوں کر لوں
 میں کیوں دلِ دوں زرخ ہو حاکمِ یادوں لے کر مالِ کاموں
 وہ کہے لوں میں مفت اسے یا سول گنا کر کیوں کر لوں
 تیرا شوق پا ہنکا مدت سے ظفر ہے مینوں کو
 لیکن ہے یہ شوخ قدم جو لوں میں جا کر کیوں کر لوں

دوستو جی کیوں کر اپنا اس کے جی میں ڈال دوں	جو عدوت دشمنوں کی دوستی میں ڈال دوں
بات وہ کرتے ہو تم جس میں پڑے رونا مجھے	کب تک میں ڈال دوں کب تک لہسی میں ڈال دوں
تو سن وحشت جھڑپا ہے یہ لے جائے مجھے	ہاتھ میناگ اپنی میں بے طاقتی میں ڈال دوں
اے عبا کر رہی اتنی کر اب میں خاکسار	جا کے شت خاک اپنی اس گلی میں ڈال دوں
اس کے چشمِ مست کو دھوی ہے گر ڈالوں نظر	زبدان چلہ کش کوے کشی میں ڈال دوں
ہونٹ چائے اپنے مینوں گر ہو لذت آشنا	وہ نمک شور ہنوں سے عاشقی میں ڈال دوں

جھل ڈالے ہے خرابی اب ہے دانائی بیک
 اے ظفر میں آپ کو دیوانگی میں ڈال دوں

کہوں میں ایک بوسہ پہ قناعت کیونگر کر جاؤں	اور ان کو بیٹا لہ وہ منامت کیونگر کر جاؤں
جدا مجھ سے ہو دل یہ نہ سمجھا کر وہ مدت سے	رہنجان کا ہوں ترک اس کی رفاقت کیونگر کر جاؤں
پلائے طیر تجھ کو مئے پیوں میں غون دلاپنا	گورا اس کو میں اے بے مروت کیونگر کر جاؤں
وہ بھاگیں لاکھ مجھ سے دور مجھ کو پاس ہے ان کا	کنارہ ان سے میں اب دلچسپ کیونگر کر جاؤں
جو باعث اس مصیبت کے ہیں وہ سب پاس ہیں تیرے	ترے آگے بیان اپنی مصیبت کیونگر کر جاؤں
سفر دنیا سے کر چلا تو کچھ مشکل نہیں لیکن	یتا اے دل کہ طے میں راہ الفت کیونگر کر جاؤں
دل بہا ب کو تو تھام کر میں نے رکھا اپنے	نگر مالہ کو ضبط اے دورِ فرقت کیونگر کر جاؤں
میری صورت تو سب پہچانتے ہیں اس کے کوچے میں	اگر جاؤں مبدل اپنی صورت کیونگر کر جاؤں

ظفر تصور ہو جلوہ دکھلا جب اسے اپنا
 نہ دیکھوں کس طرح میں اور غفلت کیونگر کر جاؤں

کدورت کھوکے گر ساری دل بے کینہ بن جاؤں
کرے مشق خدنگ باز تو گر اے کمان ہمو
برہر آشنائے نو کے بھی سمجھے نہ وہ بھکو
کہا یہ دار نے منصور سے گر قصد ہو تیرا
صفائے سینہ سے میں اپنے ایک آئینہ بن جاؤں
تو میں تو وہ مقابل کر کے اپنا سینہ بن جاؤں
اگر میں عمر کھو کر عاشق دیرینہ بن جاؤں
تو بام عشق کا تیرے لئے میں سینہ بن جاؤں

نہیں جائے تجب اے ظفر گر عشق کی ہولت
ہجوم داغ سے میں اپنے اک گنجینہ بن جاؤں

وہ بیٹھے بیٹھے یوں ہیں جو اداس بے جا ہوں
وہی کہوں گا جو ہو گا بجا سنو نہ سنو
سب اپنی اپنی جگہ پر ہیں ہمتیں تیرے
امید وصل کی ٹھہری ہے ناامیدی سے
ہناؤ ہو تو بجا ہو نہیں تو کیا حاصل
یہ خط میں حرف شکایت کا ان کے ہے منوں
تو پھر بجا ہے مرے گر خواہ بے جا ہوں
نہیں وہ میں کہ مرے اتناں بے جا ہوں
جو ایک ہوں تو ہمیں تیرے پاس بے جا ہوں
اگرچہ رکھتے یہ ہم دل میں آس بے جا ہوں
ہناؤ میں اگر اے خوش لباس بے جا ہوں
کہ ایک ہووے بجا تو پچاس بے جا ہوں

ظفر ہو قدرت حق میں کبھی نہ محل کو دخل
تمام وہم و گمان و قیاس بے جا ہوں

تھا قضاے قدس میں اب غالب آدم میں ہوں
زیر گردون سیر پوش اے دل غفلت شعار
دیکھنا معجز نرائی عشق کی میری کہ میں
اس بلا سے دیکھنے کیونکر رہا ہو مجھے
مالہ نے کی طرح سے اپنی ہستی کا مجھے
کام ہے رونے سے مجھ کو رات بھر مانند شمع
چھپ گیا مجھ سے وہ عالم اور ہی عالم میں ہوں
خوش نہ ہو تو یہ سمجھ میں عالم ماتم میں ہوں
بکتا اک دیبا حباب دیدہ پرلم میں ہوں
میں اسیر اس کی کند گیسوئے پرلم میں ہوں
کیا بھروسہ ہے کہ اک دم میں نہیں اک دم میں ہوں
خواہ بزم عیش میں ہوں خواہ بزم غم میں ہوں

کرتا ہوں جب چارہ زخم دل اپنا اے ظفر
میں ملتا ملک و لباس و نمک مرہم میں ہوں

عالم صورت میں تو میں صورت آدم میں ہوں
بعد میرے کون ہو گا ایسا غم کا نمگسار
کیوں اٹھا کر آنکھ دیکھو سوئے سرد آب جو
باندھتا کیا کیا ہوا ہوں اپنا مانند حباب
مجھ سے کیوں اچھے ہے تو ماسخ کہ میں ابھرا ہوا
رہتا ہوں مثل گل خنداں گریباں چاک میں
عالم معنی میں لیکن اور ہی عالم میں ہوں
فروزہ غم ہو گا میرے غم میں اس غم میں ہوں
رکتا اس قد کا تصور دیدہ پرلم میں ہوں
آگیا اس ہستی یک دم کے ایسے دم میں ہوں
آگے ہی اس کے خیال گیسوئے پرلم میں ہوں
یہ نہیں معلوم شادی میں ہوں یا ماتم میں ہوں

بڑھتے بڑھتے دل ملک پہنچا ظفر زخم جگر
اور میں اب تک غلاں نسخہ مرہم میں ہوں

تیرا بندہ ہوں اے خدا کچھ ہوں
دل میں تھوڑا سا چاہتا کچھ ہوں
باوقا ہوں کہ بے وقا کچھ ہوں
تب کہیں اس سے آشنا کچھ ہوں
اب مرے میں اڑا رہا کچھ ہوں
میں تو انہیں بھی دیکھتا کچھ ہوں
اس پہ بھی کچھ نہ پوچھو کیا کچھ ہوں
خاک راہوں کہ خاک پا کچھ ہوں

میں ہوں عاصی کہ پر خطا کچھ ہوں
جزو گل کو نہیں سمجھتا میں
تجھ سیالقت نہایتا ہوں میں
جب سے اشنا ہوں میں سب سے
نشر عشق لے اڑا ہے مجھے
خواب میرا ہے عین بیداری
گرچہ کچھ بھی نہیں ہوں میں لیکن
بچھے وہ اپنا خاکسار مجھے

چشم الطاف فخر دین سے ہوں
اے ظفر کچھ سے ہو گیا کچھ ہوں

پر کہیں نہ منہ سے ہم بات چیت یوں کی دوں
کہتے ہم نہیں ہم دہات چیت یوں کی دوں
دی انہوں نے دے کر دم بات چیت یوں کی دوں
دو نگاہوں فسانہ ہم بات چیت یوں کی دوں
انکی زلف ہم در غم بات چیت یوں کی دوں
کہہ نہ دیجو اے ہم بات چیت یوں کی دوں

کان سے سیں ہم بات چیت یوں کی دوں
یوں کہیں کہ دوں لیکن ایک بات کہتے ہیں
ہم نے دل میں جب غنائی بات تو سے یوں کہتے
ہوش میں جو ہم رہتے جا کے ان سے کیوں کہتے
ہوتے یوں وہ کیوں برہم گر نہ کان میں کہتے
حال تو بیاں کرنا اس سے میرا جوں کا توں

کفر و دیں ظفر ایک سال جاننے ہیں محرم لوگ
کر رہے ہیں نامحرم بات چیت یوں کی دوں

ترے میں پیاست سے اگر لوں کس طرح سے لوں
جو کروٹ بستر اندوہ پر لوں کس طرح سے لوں
بلائیں زلفکی جو سر ہر لوں کس طرح سے لوں
ہنست لوں کہ اس سے چھین کر لوں کس طرح سے لوں
دل آفت زدہ کی میں خبر لوں کس طرح سے لوں
اگر ساتھ ہو اپنے رہبر لوں کس طرح سے لوں
اک آفت میں جو اپنی جان پر لوں کس طرح سے لوں
ترا جو نام اے بیدار گر لوں کس طرح سے لوں

تجھے آغوش میں اے سم بر لوں کس طرح سے
نہیں ہے طاقت جنبش مجھے تو ناتوانی سے
مرا بخت میرا دیتا نہیں یہ دسترس مجھ کو
وہ دل لے کر نہ دے تو کیا کروں اے ہمتیں بٹلا
خبر اپنی بھی جب مجھ کو نہ ہو رنج و مصیبت میں
طریق وصل میں میں چھوڑ کر خضر تصور کو
وہ دہر آفت جاں ہے دل اس کو دوں تو کیونکر دوں
ہوا میں قل لیکن تو نہ ہو بدنام دارا ہوں

ستا ہے مجھے یہ دل نکل کر میرے قابو سے
اگر میں اس سے بدلا اے ظفر لوں کس طرح سے لوں

کیا کروں شکوہ کر الفت حشوہ گر اگلی نہیں
 پھر گئی اک بار لکھا باغ عالم کی ہوا
 نور عی طرز درویش پر لکھ کے بھیجا اس نے خط
 مار شب عی کے کیا لگے اثر کو رویے
 دیکھتے ہیں روز ہم تیرے سے علم و ستم
 ہو گیا معلوم انداز سخن عی سے مجھے
 اگلی الفت تو گئی گزری نظر اگلی نہیں
 بولتے وہ بولیاں بھی جانور اگلی نہیں
 وہ رہ و رسم سکونت نامہ بر اگلی نہیں
 تجھ میں بھی تاجیر اے آہ سحر اگلی نہیں
 بھولتے حیرتی وفا پیارے سحر اگلی نہیں
 وہ عنایت ان کی میرے حال پر اگلی نہیں

گر چہ لا وقت پیری جاچکا مہر شباب
 پر وہ باتیں ہم سے چھٹی اے نظر اگلی نہیں

نصیب وصل جواس یارمہ جیس سے نہیں
 تو اس کی دیکھ کی طاقت نظر میں پیدا کر
 برنگ نقش قدم خاک میں ہیں لی جاتے
 اگرچہ کیسا عی ہو گا کری کمان کا تیر
 یہاں ہے آفتل دوزخ بھی اک شرارے برق
 کیا ہے تو نے نیا کس کو ذرا اے سفاک
 اندھیرے گھر میں مرے روشنی کہیں سے نہیں
 کہ پاس وہ نظر آئے گا دور ہیں سے نہیں
 پر رختے کوچہ جاناں کی ہم زمیں میں نہیں
 وہ پیش جائے گا آہ دل حزیں سے نہیں
 ترا مقابلہ اس آہ آتھیں سے نہیں
 کہ چھوٹا جس کا یہ خوں تیری آتھیں سے نہیں

بیٹھ رہے ہیں ان کی مصابت میں وہی
 ظفر لگاتے ہیں جوہاں سے ہاں نہیں سے نہیں

فتاب اس کی رخ پر عتاب پر رنگین
 مرثک خون سے ہے ماند شاخ مرجاں دیکھ
 اگر خضاب سے رنگیں کیا ہے ریش کو شیخ
 اگرچہ کچھ ترے مالے میں ہے اثر بلبل
 عیث ہے زشتی باطل پہ ظاہر آزمائش
 لہو سے رشتی ہے پٹی بیٹھ اے حراج
 فتنے کا پردہ سا ہے آفتاب پر رنگین
 ہر اک مڑہ مری چٹم پر آب پر رنگین
 تو کچھ مزاج بھی ہو اس خضاب پر رنگین
 لگوں کے خون سے لے کر شتاب پر رنگین
 ورق لگاتے ہیں بدھ کتاب پر رنگین
 جراحت دل پر اضطراب پر رنگین

ظفر جو اس لب رنگین سے ہو جواب طلب
 تو دے جواب وہ کیا کیا جواب پر رنگین

دکھے ہے خانہ دل ہفت کشور اک گوش میں
کہوں کیا جوش گریہ چشم طوفان زا کا میں اپنے
بغیر از تیرے میخانہ میں سب بیچار ہے ساقی
ترے اہرو کو دعویٰ ہے کہ ماہ نو ہو گر سرکش
کرے محفل میں سرکوشی وہ کیا حلقہ گوشوں سے
پرے ہیں تیرے کوچہ میں مثال نقش پا لاکھوں

ظفر میخانہ دنیا کی کیفیت وہ کیا جانے
پڑا زہر تو ہے مسجد کے اندر ایک گوش میں

آیا خط مدنی وقت سے میرے ہاتھ میں
چاہتا ہوں صورت تمکین دل ہناب کی
دل فنی کیونکر نہ ہو میرا کہ اکسیر آگھی
سینہ کوبی سے ہوا کیا جانے کیا سینہ کا حال
یاد دلوانا ہے ساقی مجھ کو چشم ستار
طوق گردن کے سنے گلے گریباں کی طرح
نصف بیماری دل ہے یہ نامہ یار کا
کیونکر دامن گیر ہوں اس قائل سفاک کا

دے گئے تھے وہ ثانی مجھ کو اپنے ہاتھ سے
یہ جو چھلا ہے ظفر مدت سے میرے ہاتھ میں

دولت عشق ہو گر پاس تو زر کچھ بھی نہیں
بے خبر ہم ہیں محبت میں تنہا سب سے
غیر ہر لطف و کرم ہم پہ نہ شفقت کی نگاہ
جو ہے کام اسی میں مضرت ہی مضرت ہے تمام
ایک دن وہ تھا کہ تھی آہ میں کیا کیا تاثیر
گرچہ بے پردہ ہے وہ پر ہیں ہزاروں پردے
واہ دی تھلک کہ مرتے ہیں یہ شاعر کن پر
اس پہ بھی کتنا ہوں سرگرم شرانہ کیجو

کہ زر نقد بہار داغ جگر کچھ بھی نہیں
کیا خبر ہو چھتے ہو ہم کو خبر کچھ بھی نہیں
واہ کچھ اہر عیا ہے اہر کچھ بھی نہیں
ایک سودائے محبت میں ضرر کچھ بھی نہیں
ایک دن یہ ہے مالوں میں اثر کچھ بھی نہیں
کام کرتی مری غفلت میں اثر کچھ بھی نہیں
جن حسینوں کے دہن اور کمر کچھ بھی نہیں
گرچہ ہستی مری مانند شرر کچھ بھی نہیں

جب تلک چشم ہے وا آنا نظر ہے سب کچھ
ہو گئی بند جہاں آکھ ظفر کچھ بھی نہیں

اک میاں میں جس طرح چھپا کر دو رہتے نہیں
 در پہ دباں چار چوکیدار دو رہتے نہیں
 لک وشت میں بزم سردار دو رہتے نہیں
 ایک گھر میں سنتے تھے بیمار دو رہتے نہیں
 پیچہ وشت سے ثابت تار دو رہتے نہیں
 ایک ڈبیہ میں در شہسوار دو رہتے نہیں

یوں بزم پیوستہ بدخو یار دو رہتے نہیں
 آنکھ کس کس کی بچاؤں کوئی شب ہے کہ وہ
 اس لئے مجھوں کو موت آئی کہ پیدا ہم ہوئے
 دونوں ان آنکھوں کے دیکھو میرے دل میں گھر کیا
 تیرے بچوں کے گریبان میں بجز اک تار اشک
 چشم میں دو قطرہ آنسو کے نہ ٹھہرے ورنہ کیا

کنج تنہائی میں کس دم پاس اپنے اے ظفر
 رنج و غم یہ سانس و منہوار دو رہتے نہیں

کبھی لک کو تھیں اور کبھی زمیں کو تھیں
 اٹھا کے آنکھ کبھی وہ مہ جہیں کو تھیں
 تھیں نہ مال و دولت دل حزیں کو تھیں
 نہ وہ پری کو تھیں اور نہ عورتیں کو تھیں
 ترے سوا جو کسی اور مہ جہیں کو تھیں
 جو تیرے باوک بیداد متع کیں کو تھیں

جو سر سے تا قدم اس میرے مہ جہیں کو تھیں
 غرور صن ہے یاں تک انہیں کہ کیا امکان
 ترے ہیں باز و ادا بھی عجیب طرح کے درد
 جو تیرے تا کہنے والے ہیں تجھ کو تاکے ہیں
 نصیب ہو نہ ان آنکھوں کو نور مہائی
 تھیں نہ ہوا اہل کی وہ خوں گرفتہ کبھی

پھر آفتاب کو دیکھیں نہ آفتاب پرست
 ظفر جو یار کے رخسار آتھیں کو تھیں

ہم لے آئے ہیں کو اھر کل میں آج میں
 ہے کچھ پھری ہوئی سی نظر کل میں آج میں
 طوفان اٹھائے دیدہ تر کل میں آج میں
 دن میں کہیں گیا ہو نہ گھر کل میں آج میں
 جائے گی یونہی عمر گزر کل میں آج میں
 کتنا بڑھا ہے سوز جگر کل میں آج میں

ہن جانا ڈھب ہمارا اگر کل میں آج میں
 کل ننھی لکھ اور تری آج اور ہے
 دو دن کے جوش گریہ سے تو نے ہزار ہا
 کل سے رقیب گھر میں جو اس کے ہے آج تک
 تھا کل تو وعدہ آج کا کہتے ہو آج کل
 کل اشک گرم چشم میں تھے آج ہیں شرر

نے کل تھا دل کو چین نہ ہے ہی کو آج کل
 کچھو تو کہیے فرق ظفر کل میں آج میں

بعد دو دن کے اگر دیکھو اسے تیسرے دن
 ہوسر اب ترا لیتے ہی مجھے ہو گی شفا
 کیا بھروسہ نظر لطف کا ہے یہ دو دن
 نہ ہوئے ساتھ جنازے کے سوم میں آئے
 گر زمانہ میں ترقی نہ ہو رفتہ رفتہ
 چپ غم جان کے ہے ساتھ نہیں یہ وہ بخار
 جانو نہ ہو کے یہاں آیا نظر تیسرے دن
 یہ دوا وہ نہیں ہو جس کا اثر تیسرے دن
 پھر نہیں دیکھنے کا بھی وہ ادھر تیسرے دن
 سچے عاشق کے وہ مرنے کی خبر تیسرے دن
 کیوں ہلال فوج نلک پر ہو قمر تیسرے دن
 رہے دو روز چڑھا جائے اثر تیسرے دن

ہم رہے اس نکتہ مست سے دو دن بیہوش
 بار کچھ تھورا سا ہوش آیا طرف تیسرے دن

کیوں قدر نہ آنسو کی ہو صاحب نظروں میں
 صیاد نے آزاد کیا مجھ کو قفس سے
 باز و نگاہ غمزہ سے دل اس کے حذر کر
 یہ مست مئے عشق سے واقف نہیں زہد
 طے کرتے ہیں سب یارہ منزل مقصود
 پہنچائیں جو وہ مالہ جاں سوز کو میرے
 نظے نہ گہر ایسا ہزاروں کے گھروں میں
 طاقت نہ دیا اڑنے کی تپ میرے پروں میں
 آمان کہا دیکھ نہ چاہتے گروں میں
 سمجھے ہے خیردار کو یہ بے خبروں میں
 بے طاقت اگر ہیں تو ہمیں ہم سڑوں میں
 ہے اتنا دم و دود کہاں مالہ یروں میں

اس دور میں کرتے ہیں جو کچھ چپ زبانی
 جلتے ہیں ظفر گہمی کے چراغ ان کے گھروں میں

بہتے ان کی خدمت میں لوگ آنے جانے والے ہیں
 ہیں بیکانے والے انہیں کب راہ پر لانے والے ہیں

مطلع ثانی

میرے دل کی سوز کو کب شک بھانے والے ہیں
 میں نے سے پس دیوار کیا شب مالہ تو اس نے سن کے کہا
 یاد کرو گے ہم کو جب اٹھ جائیں گے ہم تب دنیا سے
 اپنا ہنسنا دونا ہے موقوف انہیں کی باتوں پر
 کس کا منہ ہے رو برو اس کے جا کر میرا حال کہے
 سینہ پہر ہو تیغ نگاہ سے کون تیری اسے عریضہ جو
 بستر گل پر خاک کرو گے سب کو تیری گرم بغل
 بلکہ یہ تو اور زیادہ آگ لگانے والے ہیں
 لائے پھر تشریف دی سہتوں کے جکانے والے ہیں
 ملتے کب تقدیر سے ایسے باز اٹھانے والے ہیں
 وہ ہی ہنسانے والے ہیں ہم کو وہی دلائے والے ہیں
 جانا ہوں میں خوب انہیں سب باتیں بتانے والے ہیں
 آگ لگانے والے تیرے جان لڑانے والے ہیں
 آپ ہمیشہ انکاروں پر ہم لوانے والے ہیں

دل کی کشمیں کچھ ہے اثر تو سمجھنے بولاؤ ان کو ظفر
 ورنہ تمہارے بولانے سے یوں کب وہ آنے والے ہیں

میں آج میں آج میں
کچھ کچھ کے تھے تازہ تم کل میں آج میں
پتا ہے سوئے دشت عدم کل میں آج میں
تم نے کئے ہیں قول و قسم کل میں آج میں
دھندھیں گے کوئی اور صنم کل میں آج میں
پایا کچھ اضطراب نہ کم کل میں آج میں

دشت ہنوں کو جائیں گے ہم کل میں آج میں
کرتے تھے یوں تو ظلم ہمیشہ پر آپ نے
ہستی کے قید خانے سے بھٹوں ہے تیرا تنگ
معلوم ہے ہمیں بھی وہ جو کچھ عمو کے ساتھ
اس رت کی بیوقوفی اگر ہے یہی تو ہم
جو کل تھا دل کا حال وہی آج بھی رہا

پڑھ کافیہ بدل کے ظفر اور بھی غزل
کچھ شعر کر لئے ہیں تم کل میں آج میں

پر کرے کیا چارہ گر تقدیر سے چارہ نہیں
ہوتا کچھ اس عالم تصویر سے چارہ نہیں
بہتر ان کے واسطے زنجیر سے چارہ نہیں
ہوتا کچھ اس آہ بے تاثیر سے چارہ نہیں
جز خدا کوئی فضا کے تیر سے چارہ نہیں
ہوتا اس بیمار کا اکسیر سے چارہ نہیں

کہا وہ بچارہ کیا مدد سے چارہ نہیں
صورت تصویر میں حیراں ہوں حیرت کا مری
زلف کے سودائیوں کو قید کیا چاہیے
روز ہوتا جائے ہے وہ بت ہمیشہ سنگدل
کتنی ہے دلوں نشانہ ناوک مڑکان یار
دے مریض عشق کو کوئی دوا کیا اور خاک

تشنہ لب ہیں جو شہادت کے ظفر ان کے لئے
بہتر اس آب دم شمشیر سے چارہ نہیں

کمر باندھے یہ کالی ٹٹیں ایستادہ ہے میداں میں
تمہارا دیکھ کر خال یہ پاہ زلفیاں میں
میاں وہ آب دیکھی ہی نہیں تیغ صفاہاں میں
یہ کہتے ہیں مخم آفتاب آیا ہے میزاں میں
گلوں نے جو ایستادہ کئے خیمہ بیاباں میں
رکھی ہے چرخ نے انجھت حیرت اپنے ہنداں میں
مر ہلا نہیں تو منہ تو ڈال اپنے گریباں میں
کرے ہے رقص طاؤس گلستاں یہ گلستاں میں

نہیں نار سرشک سرمہ آلود اس کی مڑکان میں
ہلال اترتا ہے شاہی چاہ زمزم میں یہ سچے ہم
عرق سے ہے جو تیری آمیزے چین پیشانی
سنہری دیکھ کر بندے بھوکوں میں باہ و ش حیری
کوئی دیوانہ آیا ساتھ لے کر لشکر وحشت
ستاروں میں ہے خط کہکشاں یا دیکھ کر ٹھٹھ کو
کرے گا کیا رخ روشن سے اس کے نور کا دعویٰ
دلہر داغ کب ہے سبز پر داغ میں مغنفر

نہیں ہے کوئی شعر اس کا ظفر تھمید سے خالی
لکھی یہ کیا غزل تصویر تو نے اپنے دیواں میں

دانے سے ہیں گویا درشہوار کے منہ میں
پانی ہیں چھوٹے ترے بنار کے منہ میں
سرفی ہے کماندار جو سو فار کے منہ میں
دیکھ کہیں آگلی نہ سیر مار کے منہ میں
بھر آئے ہے پانی وہیں میخوار کے منہ میں
انگشت تھیر مرے ٹھوکر کے منہ میں
دانہ بھی گیا مرغ گرفتار کے منہ میں
خالم مرے زخم دل افکار کے منہ میں

کیا دانت مصفا ہیں مرے یار کے منہ میں
جلد آ کہیں اے رشک سیجا کہ یہ ہے حال
کیا جانے پیا کس کا ہے خوں تیرے تیرے
حلقہ ہے بلا زلف کا اے پیچہ شانہ
پھرنا ہے عجب لطف سے مے جام میں ساقی
کیا دیکھا مرا حال کہ بالیں پہ ہے میرے
صیاد خبر لئے کئی دن سے نہیں اڑ کر
اظہار کرے حال سب اپنا جو نبال سے

منہ لگ نہ ظفر اس کے وہ کہہ بیٹھتا ہے صاف
جو آئے ہے اس آئینہ رخسار کے منہ میں

اگرچہ شاہ ہوں ان کا غلام کتھریں ہوں میں
وگرنہ یوں تو بالکل روسیہ مثل نکلیں ہوں میں
بیٹھ گھستا ان کے آستانے پہ جہیں ہوں میں
نہیں خواہش مجھے یہ صوفی طوت نکلیں ہوں میں
ولیکن یہ تمنا ہے کہ ان کا ہوں کہیں ہوں میں
سمجھتا ان کو اپنا حای دنیا و دیں ہوں میں

مرید قطب دیں ہوں خاکپائے فخر دیں ہوں میں
انکس کے فیض سے ہے نام روشن میرا عالم میں
نہ کہہ سے غرض مجھ کو نہ یگانہ سے کچھ مطلب
روں میں مدد میکش پر روں ان کی محبت میں
مجھے تو خانقاہ و میکدہ دونوں برابر ہیں
یہی عقدہ کشا میرے کیا ہیں رہنما میرے

بھادر شاہ میرا نام ہے مشہور عالم میں
ولیکن اے ظفر ان کا گدائے رہ نکلیں ہوں میں

دوں تھوٹک میٹھیں لمبر کے میں چار بند میں
ہوں اس طرح کہ جیسے گنہگار بند میں
دونوں رہیں گے کافر و دیندار بند میں
تو کیوں بندھے یہ بندش دستار بند میں
آزاد بھی ہے باعث پندار بند میں
دیں گے گرہ اگرچہ وہ سو بار بند میں

محرم کی دے ترے جو گرہ یار بند میں
میں باغ دلکشا میں بھی تجھ بن گرفتار دل
بھگڑے سے کفر و دیں کے نہ نکلیں گے جب تک
نگاری کو اپنے ہاتھ سے اے ہوشمند باندھ
سروپن کے ساتھ ہے اک سرکشی کی قید
مجھ کو یقین ہے بات مری بھول جائیں گے

جس شرع غم سے سینکڑوں دفتر سیاہ ہوں
کیونکر ظفر ساع وہ وہ چار بند میں

زمین کی ہوں تو کہے آسمان کی باتیں
 پر اکو آتی ہیں سارے جہان کی باتیں
 ہزاروں سنتا ہوں اس بدگمان کی باتیں
 اسی مکان پہ ہوں جس مکان کی باتیں
 جو کوئی کتا ہے تیر و گلن کی باتیں
 اسی سے پوچھتے سود و نیاں کی باتیں
 سمجھ میں اپنی تری ماتوان کی باتیں
 کہ روزی ہیں بہت امتحان کی باتیں
 وہ گالیاں ہی سنا ہے اے ظفر لیکن
 مجھے خوش آتی ہیں اس بد زبان کی باتیں

نہ پوچھو اس نہ مہربان کی باتیں
 وہ بولتے نہیں کو اپنے باعث شکین
 جو ایک ہو تو کیوں میں تو صبح سے تا شام
 نہ کیجئے ٹکڑہ مرا جا بجا کر بہتر ہوں
 تری مڑہ تری ہرو مجھے ہیں یاد آتے
 کیا ہو جس نے کہ بازار عشق میں سودا
 کہے ہے ضعف سے کچھ اس طرح نہیں آتیں
 نہیں ہے قل ہی کرنے پہ امتحان وفا
 وہ گالیاں ہی سنا ہے اے ظفر لیکن
 مجھے خوش آتی ہیں اس بد زبان کی باتیں

مگر ہے جلوہ نما دو جہاں کے پردے میں
 بیش دیکھو بہار و خزاں کے پردے میں
 شگاف پتنگروں ہیں ہر مکان کے پردے میں
 خدا کے نور کو حسن بتاں کے پردے میں
 کہ چاہے پردہ دل سے وہ جھانکے پردے میں
 چھپا ہوا مڑہ خوں چٹاں کے پردے میں

نہ وہ زمیں کے نہ ہے آسمان کے پردے میں
 بدل رہا ہے وہ باغ جہاں میں کیا کیا رنگ
 چھپے ہے پردے میں کب وہ مکین پردہ نشین
 دوائی کا پردہ اٹھا دل سے اور آگہ سے دیکھ
 کہے ہے یاد سوا اس کے تاک جھانک لکڑی
 کرے ہے چشم کے منظر میں رنگ دلیاں وہ

ظفر رکھے اسے در پردہ دل میں کیا عاشق
 چھپائے بلہ کو کیونکر کل کے پردے میں

تیرے لئے ایک کسی اکھاڑ پر نہیں
 جھکے اٹھاتا ہاتھکے جھٹکاؤ پر نہیں
 مشکیں بلا سے کھینچ وہ لگاؤ پر نہیں
 کچھ پیار اگلیوں ہی کے جھٹکاؤ پر نہیں
 لیکن وہ رکتا اس ترے جھٹکاؤ پر نہیں
 رکتا ہے ٹکڑہ سر ہی پٹکاؤ پر نہیں
 میاں ایک ہی کیا اکھاڑ پر نہیں
 جب اخلاص ہی اے کھٹکاؤ پر نہیں

گر کام تیرا وہم کے جھٹکاؤ پر نہیں
 جھکے ہے جب وہ ہاتھ تو کیا کیا ہمارا دل
 جودے سے دل کو باندھو نہ الجھاؤ زلف میں
 دل سے بلائیں یوں تری ہاتھوں سے لوں نہ لوں
 بھٹکائے ہے تو طیر کو کیا کیا کہ یاں نہ آئے
 اے کو کہی نہ سر کو ہنگ گوہ سے کر عشق
 اڑنے کی داسے نہیں ہم کو ممانعت
 کیونکر ٹالے سوزن تار ہیر دل سے پچائیں

کھٹکائے آگہ یا نہ وہ کھٹکائے اے ظفر
 سہوق آگہ ہی کے تو کھٹکاؤ پر نہیں

کس لئے بستر پہ تم کروٹ اھر لیتے نہیں
 سانس بھی پہروں ترے نشہ جگر لیتے نہیں
 اپنے بیمار الم کی تو خبر لیتے نہیں
 خط کو میرے ہاتھ میں بھی نامہ بر لیتے ہیں
 کوڑیوں کے سول وہ سک گھر لیتے نہیں
 سر پہ احسان اجل اے عشوہ گر لیتے نہیں

بوسہ بے مرضی ہم اے رشک قمر لیتے نہیں
 کیا کہیں حال اپنا تجھ سے اس قدر ہیں مانوس
 تم ہوئے رشک سیجا بھی اگر کیا فاکہ
 دیکے اس نو خط کو خط جس روز سے پائی سزا
 اپنے دانوں کی صفائی تو دکھائے ہے جنہیں
 جان جو دیتے ہیں غمزے پر ترے وہ تو کبھی

ہم سے مل کر کتنی ہے زلف یار لیکن اس پہ بھی
 ہم بلائیں اس کی کس دن اے ظفر لیتے نہیں

دور پھر ہم ان کے یار ہیں ہم ایسے مخلص ہیں
 مجھوں بھی لے گا ان کے قدمائے مخلص ہیں
 ہوں روز بلکہ لطف و کرم ایسے مخلص ہیں
 پر جیسے پر فن آپ ہیں کم ایسے مخلص ہیں
 ایسوں کے سہتے ایسے تم ایسے مخلص ہیں
 زائد یہ بت خدا کی قسم ایسے مخلص ہیں

وائف ہیں ہم کہ حضرت غم ایسے مخلص ہیں
 دیوانے تیرے رشت میں رکھیں گے جب قدم
 جن پہ ہوں ایسے ظلم و ستم ہم نہیں وہ لوگ
 یوں تو بہت ہیں بوریگی خوبان دل فریب
 کیا کیا جفاکشوں پہ ہیں ان دہروں کے ظلم
 دیں کیا ہے بلکہ دیجئے ایمان بھی انہیں

آزاد ہوں مدو کے جو کہنے چاہے ظفر
 نے ایسے مخلص ہیں نہ ہم ایسے مخلص ہیں

میر دیکھنا تیرا کہاں آواز سنتے ہیں
 کر کھٹکا پاؤں کا تیرے خلل انداز سنتے ہیں
 کہ جس کے دم میں ہم آئے اے دساز سنتے ہیں
 جو تجھ سے کہتے ہیں وہ غیر سے ہم راز سنتے ہیں
 سیجا کا سا ہم لب میں ترے اعجاز سنتے ہیں
 تری جو گالیاں ہم اے سرپا ساز سنتے ہیں
 نوبہ قل اپنی جب مرے جاہاز سنتے ہیں
 شکست ہم تری اے دلبر طراز سنتے ہیں

جو تو کہتا ہے پردے میں وہ ہم ملاز سنتے ہیں
 ترے کوچے میں چوری سے بھی میں تو آ نہیں سکتا
 دم آنکھوں میں ہے وہ آئے نہ آئے دیکھتے کیا ہو
 اے ہراز شادی جان کر ہے تو سنا دیتا
 دل مردہ ہمارا ہو اگر زندہ عجب کیا ہے
 یہی انعام شادی ساز برادری کا ہے اپنی
 خوشی سے ایک ہو جاتی ہے ان کی عید قریاں کی
 تسلیم کو کی جاتی ہے جس دم غیر کے منہ سے

کنارے بیٹھ کر ان کو سنا تو دعا اپنا
 سر محفل ظفر کہتا ہے کیا غماز سنتے ہیں

مرے اور غیر کے کیا منہ سے جام سے لگاتے ہیں
 لگائی عشق نے وہ آگ دل میں بجھ نہیں سکی
 دکھاتے ہیں دل پر داغ جب ہم چاہہ سازوں کو
 نہیں معلوم پھوٹا کیا جانے کان میں گل کے
 جگائیں بخت خوابیدہ کو گر میرے تو میں جانوں
 نئی تلوار جس دم کوئی ان کے ہاتھ آتی ہے
 وہ اک کار میں پانی شیر بکری کو پلاتے ہیں
 بذور شک سے ہر چند ہم دنیا بہاتے ہیں
 ہمارے داغ دل کیا کیا ہمیں آنکھیں دکھاتے ہیں
 جن میں جس سے غنچے چکے چکے مسکراتے ہیں
 کہ میرے نام دل خوب سوتوں کو جکاتے ہیں
 تو پہلے اس کو وہ اس سخت جاں پر آزماتے ہیں

قطعہ

وہ ہم سے وعدہ کر جاتے ہیں اکثر شب کے آنے کا
 گزر جاتی ہے ساری رات کہتے کہتے یہ ہم کو
 اب آتے ہیں لاتے ہیں اب آتے ہیں اب آتے ہیں
 اگرچہ کھینچتے ہیں آپ کو وہ دور ترن کو
 کشش سے اپنے دل کی اس ظفر ہم کھینچ لاتے ہیں

وہ جو چلیں ہیں اتنی جلدی دیکھیں کہہ کر کو جاتے ہیں
 ٹھہرتے ہیں رستے میں کہیں یا سیدھے گھر کو جاتے ہیں
 جاتے تو ہیں کوچہ میں تیرے جو ہیں ترے سر باروفا
 لیکن رکھ کے کھینچتا ہے وہ اپنے سر کو جاتے ہیں
 ہیں یہی قاصد میرے ہمیشہ اور یہی خط پرزائے ہے
 اشک رواں جس سے لے کر لخت چکر کو جاتے ہیں
 قصہ کہ بیان کو مبارک شوق جنہیں ہو کہہ جا
 اسے بت کا فر چھوڑ کے ہم کب تیرے در کو جاتے ہیں
 کچھ تو عدم میں آتی سے اسائن کو نیا رہ ہے
 پھر نہیں آتے پھر کے اور کو جو کہ اور کو جاتے ہیں
 کوئی اگر مر جائے تو پ کر ان کی بجائے ان کو کیا
 حال وہ کس کا پوچھتے ہیں اور کس کی خبر کو جاتے ہیں
 کیا کہوں کیا بن جاتی ہے میرے سنی پر ان کی جدائی سے
 پاس سے میرے وہ جو کہیں اک لخت بھر کو جاتے ہیں
 ہوتے ہیں تیری ہزم میں خوش کب طمع صفت ہم سوختہ جان
 جلتے شامکھاتے ہیں اور ہوتے سحر کو جاتے ہیں
 جو ہیں ظفر پیدائش ان کی بے فکری میں گزرے ہے
 آٹھ پہر اندیشہ میں دانش ور کو جاتے ہیں

اسیر جن کے دل اس گیسوئے دہلا میں ہیں

انہیں کے دل سے کوئی پوچھے کس بلا میں ہیں

مطلع ثانی

ہوا جو باندھے اس قلم ناز میں ہیں
نہ ان کو چاہیے خنجر نہ چاہیے شمشیر
ہمارے ان کے محبت کے کچھ نہ بچھو ڈھنگ
ہنوں کے ہاتھ سے دو پار تار بھی باقی
مرا ہے آج اگر ان سے ہاتھ پائی ہو
ترے عیا کوچہ میں ہوں دُش تیرے کشتہ مار
کریں گے پارہ کو کیا خاک یہ مہوں خاک

حباب وار وہ بے مغز کس ہوا میں ہیں
وہ قتل کرتے ہیں ہزاروں کو اک ادا میں ہیں
کہ ہم وفا میں ہیں سرگرم وہ بجا میں ہیں
نہ جیب میں نہ مرے دامن قبا میں ہیں
لگا رہے وہ سنا اپنے دست و پا میں ہیں
یہ تجھ سے چاہے وہ اپنے خوں بہا میں ہیں
کہ آپ کشتہ تھمائے کیمیا میں ہیں

جو اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں جوں کو ظفر
بٹاتے بت کدہ وہ خانہ خدا میں ہیں

نفا پروانہ ساں جاں اس پہ ہم جاننا کرتے ہیں
اگرچہ پر مہیں پر شوق میں پرواز کرتے ہیں

مطلع ثانی

ستم ہم پر نہیں یہ طر عطا کرتے ہیں
تہارے گھر میں شب کو کس طرح ہم آئیں چوری سے
جو کہتا تھا وہی کہتا رہا منصور سولی پر
ہم اس میں آپ ہو جاتے ہیں گم انداز سے باہر
جو میرے درد دل کا چارہ ساز آتا بھی ہے کوئی
جو عالی ظرف ہیں جو مستی مہیاۓ الفت میں
اسی خیر کچھ آج کان ملافت سے

ستم کا ظاہر پردہ ہے لیکن باز کرتے ہیں
کہ چوکیدار کلکا سنتے ہی آواز کرتے ہیں
کہ کہہ کر حرف حق افکار کب سر باز کرتے ہیں
نظر میں جب کمر کا یار کی انداز کرتے ہیں
تو سازش اس سے پہلے طالع ساز کرتے ہیں
نہ پردہ فاش کرتے ہیں نہ فضا راز کرتے ہیں
پھر آ کر دم بدم سرکوشیاں غماز کرتے ہیں

ظفر کیا کام ہے مستوں کو زہد کو عطف سے
وہ اپنا ورد شعر حافظ شیراز کرتے ہیں

خدا اس نو مخ کو کامد لکھ کے الفت آزماتے ہیں
وہ کیا لکھتا ہے دیکھیں ہم بھی قسمت آزماتے ہیں

مطلع ثانی

جو سر بازوں پہ وہ تیغ محبت آزماتے ہیں
 نہیں پائیں گے مضمون کمر کی اس کی بارگاہی
 دل وہاں دین و ایمان وہ ابھی دینے کو حاضر ہے
 وہاں ہم جا کے دیکھیں کیونکہ رنج ہو رفتی اپنے
 قیامت کر چکے ہر پا مرے سر پر محبت میں
 مجھ سے سیکھ کر باتیں عدو کے دل دکھائیں گے
 کہیں چھینٹوں میں ان کے دیکھ تو ٹھنڈا نہ ہو جائے

ظفر یہ بار عشق اچھے نہ اچھے ہم ضعیفوں سے
 نگر یکبار اپنی تاب و طاقت آزماتے ہیں

مضم جیسا کہ تو نام خدا ہے دلہائی میں
 وہ ہیں آواز و سرگشتہ صحرائے جنوں میں ہم
 کہاں ہے آئینہ کو تاب اتنی اسے پری جگر
 نہ ہوتے آشنا تیرے جو ہم کو یہ خبر ہوئی
 بیسر ہے ہمیں ہوں و کنار اس کا تصور سے
 ایران قفس نے دور اپنے بال و پر توڑے

ظفر رنگ حاتم کو نہاں ہے استعد شوقی
 کسی کا خون ملا اس نے نگر دست حلقی میں

گاہ بگاہ ابھر وہ جو گزر کرتے ہیں
 پھرتے ہیں خاک اڑاتے ہوئے مانند صبا
 کیوں نہ قرباں ہوں کماندار ترے تیروں کے
 دیکھو اے غنچہ پہ اس باغ میں شداں ہو کر گل
 دل پہ جو گزرے ہے ہو جائے ہے مجھ کو معلوم
 ہستے ہیں کیونگر تیرے سوخت جاں بھر کی شب

اے ظفر ہم کو ابھر وی نظر آتا ہے
 ہم نظر اس کے تصور میں جدھر کرتے ہیں

چختی ہے ہم سے ان سے کیا برخلافوں میں
 اس شانہ مدتوں سے ہے یہ سافوں میں
 ظلم و ستم کی اپنے ہم سے خلافوں میں
 جو یار ہے تمہارے آنکھیں غلافوں میں
 یا سینہ چا کیوں میں یا دل شکافوں میں
 اک عمر یونہی گزری وعدہ خلافوں میں

اصافوں سے دل کے باصاف صافوں ہیں
 کوچہ میں زلف کے تو رہنے دے میرے دل کو
 آتا ہے پیش دیکھیں کس طرح وہ ستم گر
 وہ خوش علاف تینہ ہے قل کو ہمارے
 مرگاں کے تیرے شجر آتے ہیں کام اپنے
 وعدہ خلاف اب تو وعدہ کہیں وفا کر

کیا کیا سنوڑوں کے پھر ٹھک قافیے ہوں
 نکلیں ظفر غزل وہ گر ایسے قافوں میں

خصلوں میں یک قلم قرار کی تحریریں ہوتی ہیں
 موافق دوستو تقدیر کے مذہبیریں ہوتی ہیں
 مرقع میں ہزاروں رنگ کی تصویریں ہوتی ہیں
 کہ بے بنیاد یاں کی غافلہ تعمیریں ہوتی ہیں
 کہ عاشق کی تو باتوں میں بڑی تاثیریں ہوتی ہیں
 میاں کب اک میاں میں وہ بہم شمشیریں ہوتی ہیں

جہاں میں کھلی انگار کی تقریریں ہوتی ہیں
 وہی ہوتا ہوتا ہے انسان کے مقدر میں
 نہ ہو حیران اگر عالم میں ہر صورت طیرہ ہے
 نہ ڈھونڈو پاکداری دیکھو دنیا کی عمارت میں
 ہوا کیا گر پھٹا گل کا جگر فریاد بلبل سے
 کہاں ہے دل میں مہجائش ترے تیغ وہ ہر کی

خدا جن کو بزرگی اسے ظفر دیتا ہے عالم میں
 تو ان کو خود بخود تھپسیں اور توقیریں ہوتی ہیں

کچھ چکیوں میں اپنی عجب چٹکے سے ہیں
 بند تبا سے گل نظر آتے کھلے سے ہیں
 ہم دیکھتے ہیں کچھ وہ ابھر کو ڈھلے سے ہیں
 جانچے ہوئے نظر کے یہ پتھر تلے سے ہیں
 جتنے کہ ہیں ستارے وہ سب بلبلے سے ہیں
 بے پا کئے ہنوں نے مرے غافلے سے ہیں
 پر ان میں ہیں مرے کے وہی جو سکھلے سے ہیں
 غنچے کے گال بھول کے جو گلکے سے ہیں

وہ نچلے بیٹھے بیٹھے بنے چلبے سے ہیں
 کیا گری نشاط ہے مکھن میں اے نسیم
 مدت تلک کھنچے رہے ہر ہند وور سے
 ہے سوتیوں کے ابھر سے کیا کم نجوم شک
 دلیائے اشک میں ہے مرے چرخ اک ہنوز
 زنداں میں یہ جو مالہ زنجیر کا ہے نعل
 دل عاشقوں کے ہیں شجر عشق کے ثمر
 شادی ہے کس کے آنے کی مکھن میں اے صبا

مالے ہمارے بارش گریہ سے اے ظفر
 جڑھ جڑھ کے اونچے ہو گئے باروں پلے سے ہیں

جہن میں عشق کے ہم پھول کانوں میں پروتے ہیں
یہ کانے حضرت دل اپنے حق میں آپ بوتے ہیں
زمانہ جاگتا ہے اور میرے بخت سوتے ہیں
تو جانناز محبت جان سے یاں ہاتھ دھوتے ہیں
نہیں دل کو ڈبوتے پر نصیب ان کو ڈبوتے ہیں
نہ کہتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ ہستے ہیں نہ روتے ہیں

اکٹھے پاہ دل آ کے کب مرگاں پہ بوتے ہیں
ہمیشہ چاہتے ہیں چھتر اسکا فر کی مرگاں سے
جدائی میں تری ہر بات میری آہ و زاری سے
اگر دیتا ہے اپنی تینگوں وں آپ وہ قافل
جو تجھ سے اٹا ہیں وہ ترے چاہ زنجیروں میں
تہارے جو صورت صورت تصویر حیروں میں

وہ اپنی جنبش مرگاں دکھا کرے ظفر ہم کو
جگر میں اور دل میں سینکروں نشتر چھوتے ہیں

پھر میں گئے دن مصیبت کے یونہی قسمت میں جتنے ہیں
کہ ہیں آنکھیں بھکائے سب وہ اس غفلت میں جتنے ہیں
مثال آئینہ ہیں عالم حیرت میں جتنے ہیں
پڑے بے ہوش ہیں سب نشر غفلت میں جتنے ہیں
مرے سب دشمن جاں ہیں تری صحبت میں جتنے ہیں
ستارے آسمان پر یہ شب فرقت میں جتنے ہیں
ہوئے رسوائے عالم ہم تری الفت میں جتنے ہیں

دہیں گئے سب ترے عاشق غم و حسرت میں جتنے ہیں
ہوئے گلہائے رنگس تجھ سے کیوں ہم چشم کشن میں
پری رو دیکھنے والے ترے اس روئے زیبا کے
بتاؤں کون ہے ہشیار بخانہ میں دنیا کے
جتائے کون میری روئی اے بے وفا تجھ کو
دکھاتے ہیں مجھے اے ماہ بے مہری سے سب آنکھیں
ہزاروں ہیں ترے عاشق نہ ہو گا پر کوئی اٹکا

ظفر ہیں ایک مدت سے بھرے شکوے مرے دل میں
کروں گا میں کبھی ان سے بیاں خلوت میں جتنے ہیں

کہ اک کی جائے نو اور نو برہہ سو کے نکتے ہیں
تو چلتے مثل پروانہ وہ ساتھ اس لو کے نکتے ہیں
بیچے جائے کہاں تک کوئی تم کو ہو کے نکتے ہیں
گھر بے نورہ آگے ترے پر تو کے نکتے ہیں
زمین کو پاؤں اس رست میں کب دہرو کے نکتے ہیں
تو دل پر گھاؤ کیا مخمر سے ماہ نو کے نکتے ہیں

جگر پر زخم یوں پہلو میں زخم نو کے نکتے ہیں
لگی ہے جن کو لو بزم جہاں میں خیم رویوں کی
لئے دوچار ہوتے اس کے جب ہم نے کہا اس نے
دکھائیں روئی لاکھ اپنی مہر و ماہ عالم میں
ترے کوچے میں جو آتا ہے وہ سر کے بل آتا
خیال آ جائے ہے اس مہ جیس کے جبکہ ہرو کا

ظفر جو لوگ قانع ہیں غم ان کا ہے بھر جانا
اگر ہاتھ ان کے دلے یک منہی جو کے نکتے ہیں

ارادہ خون کا ہے میرے کیوں ناخیر کرتے ہیں
مصور کھینچی سو قواف بھی تصویر لرتے ہیں
وہ دیکھیں آج ثابت ہم پہ کیا تصویر کرتے ہیں
علم جو دم بدم آج اپنی وہ شمشیر کرتے ہیں
کہ یہ کانر ہمیشہ ذبح ہے نکیر کرتے ہیں
یہ بیٹھے حضرت ماسح نہیں تقریر کرتے ہیں

مجھے خطا لال کاغذ پر وہ کیا تحریر کرتے ہیں
تصور سے جو ان کا کھینچ کر نقش دکھاتا ہوں
خفا تھے اس خطا پر کل کہ چھتری زلف مشکلیں کیوں
اجل کھیلے ہے شاید عاشق سر باز کے سر پر
بچائے تیرے عمروں سے عدا صید محبت کو
نہیں آئے گی ہرگز بات بھی اس شوخ کے آگے

عدا جانے لڑ رہتا نہیں کیوں دل میں اس بات کے
ظفر مالے مرے پتھر میں بھی ناخیر کرتے ہیں

ہر ذہ گردی میں ہم اوقات بسر کرتے ہیں
خج کی طرح سے رو رو کے بحر کرتے ہیں
قاصد اشک مرے مجھ کو خبر کرتے ہیں
ایک ٹپا میں دو جہاں زیر و زبر کرتے ہیں
باغ ہستی سے جو ہستے ہی سحر کرتے ہیں
آہ جس وقت تیرے صحر جگر کرتے ہیں
چھوٹے ہی دل عشاق میں گھر کرتے ہیں
عر کیا خاک ہر خاک ہر کرتے ہیں

کام جو کرتے ہیں بے ہودہ ظفر کرتے ہیں
شب غم ہو یا شب عیش یہ ہے کہ ہم
پے خبر دل پہ جو گزروے ہے محبت میں تری
ہب کہ وہ جنبش مڑگاں ہیں دکھاتے اپنی
کیا نہیں کھول کے دل غنچہ صف وہ دلیر
گلے کرتے ہیں جگر اپنے وہ غمخواروں کے
تیر مڑگاں ترے سیکھے ہیں کچھ لکھ گھس پیچھے
خاک اڑاتے ہوئے پھرتے ہیں گولے کی طرح

اے ظفر یہ ترے اشعار ہیں یا مالہ زار
کیا بلا ہیں جو کہ یوں دل میں اڑ کرتے ہیں

ہم آئینہ میں وہ شام و سحر کرتے ہیں
سوت پہ خندہ مرے زخم جگر کرتے ہیں
کیا ہوا پارہ کو کشت وہ اگر کرتے ہیں
خود و ش جو ترے کوچے سے گزر کرتے ہیں
یہ گرہ باز کہتے ہیں سحر کرتے ہیں
فضل آئینہ یہ ہم آٹھ پہر کرتے ہیں
مجھ کو رسوائے جہاں دیدہ تر کرتے ہیں
یہ ہمیں ہیں جو اس آگ میں گھر کرتے ہیں

مسی مالیدہ جو ہداں پہ نظر کرتے ہیں
رو دے کیوں تیغ پہ قاتل کے سرشک خون سے
دل مضطرب نہیں اکسیر گروں میرنا
وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم غلہ بریں سے گزروے
جوش گرہ سے نہیں اشک اچھل کر گرتے
روز و شب روئے مصفاے ترا پیش نظر
سوزش دل کو ہیں کیا خاک بجھاتے میری
آتش خلق سے اڑ جائیں سمندر کے حوالے

اس قدر ہم سے خفا ہیں کہ بجز خطا غبار
وہ تم خطا بھی نہیں ہم کو ظفر کرتے

تیرے کوچے میں نہیں بے لاگ آئے تو ہم ہیں
اس کے گیسو کہتے ہیں دل سے کہ تو اب بچ چکا
وادی مجھوں کی دیتے خاک اڑا پر اب تک
کاٹ کر بھراں کی راہیں سوئے ہیں اے صوہر
مطرب ایسا کچھ سنا جس سے کہ ہو دل کو کشود
سوزش دل کو بجھائے گا تری کون آن کر

اے ظفر دیوانگی سے آئے ہیں جب ہوش میں
مثل دنیا منہ میں بھر کر جھاگ آئے ہم تو ہیں

کتاب میں اپنے تھوڑے سے وہ آئے تو ہیں
چہن کو خوب چاہ کی پہچانتے نہیں
کوٹھے سے جو اٹارتے ہیں اپنے وہمے
کوئی گئے ہیں خاک میں اہل صفا نگر
کھائیں گے اور کیا وہ میرے گھر میں آن کر
میں نے کہا ہے جب خفقاں کا کچھ اپنے حال
آتے ہیں کیونکہ حضرت دل پھر کے دیکھتے
آئیں گے یا نہ آئیں گے یہ کس کو ہے خبر

دنیا کا ہے مزا ظفر انبام کار زہر
بٹھا سمجھ کے لوگ اے لپا گئے تو ہیں

مری آنکھوں سے مثل ہر جہاں نہو چکتے ہیں
تو فہم کر برق آسا مجھ پہ وہ کیا کیا چکتے ہیں

مطلع ثانی

ماہن میں جب بہار آتی ہے اور غنچے پھٹتے ہیں
مجھے سمجھاتے ہیں کیا ماحوں کو کوئی سمجھائے
مجال گفتگو ہم کو کہاں ہے اس پری رو سے
گیا منزل پہ سارا قافلہ اور راہ غربت میں
کرے ہے گرم جوشی غیر سے جسد وہ آتش جو
ہمارے دوستوں کو دشمن اس در پر میں دھکاتے
اگرچہ عشق میں تیرے ہوئے ہم سوکھ کر کاٹا

توسرت سے ایران قلم کیا کیا پڑکتے ہیں
نہیں آتا سمجھ میں میری اٹا کیا وہ جکتے ہیں
نگر آئینہ ساں حیران سے صووت کو سمجھتے ہیں
ہم آواز جس کی طرح سے تنہا پھٹکتے ہیں
تو میرے دل میں کیا کیا شعلہ حسرت بھرتے ہیں
ابھی معلوم ہوتی ہے اگر ہم جا دھکتے ہیں
نظر میں ماتوں دیموں کے پرائے گل کھٹکتے ہیں

سب کچھ اس خوشی میں ہے اپنے اے ظفر ورنہ
نہاں منہ میں ہماری بھی ہے ہم بھی بول سکتے ہیں

ان کے گھر والوں کو کچھ کھکے چلے جاتے تو ہیں
خود بخود دل سینکڑوں لکے چلے جاتے تو ہیں
ساتھ اس کے ہم بھی سر پٹکے چلے جاتے تو ہیں
متصل ہم اس کی پوکھٹ کے چلے جاتے تو ہیں
اور گھر ان کے بھرے سکے چلے جاتے تو ہیں
کیا ہوا کھاتے ہیں گھر جھکے چلے جاتے تو ہیں

شب کو ہم پاس ان کے سرکٹ کے چلے جاتے تو ہیں
کوئی لکا یاد کیونگر زلف کی لٹ کو نہیں
جائے گو سرپٹ مسند مار حیرا شہسوار
کوچر ہے قافل کا وہ ایسا نہ ہو کو چین کشیں
کون کہتا ہے کہ میخواروں نے توبہ سے کی
حضرت دل زلف کے کوچے میں دست شانہ سے

لگ رہے گا کچھ نہ کچھ لگا کسی دن اسے ظفر
طور کچھ ان سے لگاؤٹ کے چلے جاتے تو ہیں

دور ہم بے نصیب رہتے ہیں
یہاں اتنے طیب رہتے ہیں
بس یہی وہ نقیب رہتے ہیں
وہ ہمیں سے غریب رہتے ہیں
روش عذیب رہتے ہیں
کیا کہوں کچھ عجیب رہتے ہیں

یار کے سب قریب رہتے ہیں
نہیں ہوتا کسی سے میرا علاج
فوج حسرت میں میرے مال و آہ
دشت غربت میں رہتے ہیں جو لوگ
ہم کسی گل کے عشق میں لالہ
میرے ان کے ساتھ ہم

ہوں وہ تنہا تو کچھ کہوں میں ظفر
ساتھ ان کے دقیب رہتے ہیں

جو کچھ تھوڑا سا سیکھے ہیں کسی کے ہو کے سیکھے ہیں
نہیں سیکھے کسی کا کھو کے اپنا کھو کے سیکھے ہیں
زمین دل میں اپنے خم الفت ہو کے سیکھے ہیں
عدا جانے کہ دسے کس سے وہ یہ سیکھے ہیں
عمر ہم زندگی سے ہاتھ دھو کے سیکھے ہیں
وہ یہ امداد سب اس کا فرغم رو کے سیکھے ہیں

نہ ہم کچھ نہیں کے سیکھے ہیں نہ ہم کچھ رو کے سیکھے ہیں
کسی کو کیا اگر جی کھو کے سیکھے ہم فن الفت
نہ تھے آگاہ ہم اس کشت کاری سے محبت کی
لیا ہے دیکے دھوکے دل انہوں نے ایک عالم کا
کسی کو کاہے کو آتی ہے راہ و رسم جاں باری
سکھائی زلف نے ہیں ان کو طرزیں کج ادائی کی

ہمیں عشق و محبت نے سکھائی مالہ و زاری
ظفر دو کام یہ ہم فیض سے ان دو کے سیکھے ہیں

ہو گئے سب آپ کے اطوار بے ڈھنگے سے ہیں
بولتے وہ جو دم گفتار بے ڈھنگے سے ہیں
ہو گئے ایسے ترے بنار بے ڈھنگے سے ہیں
آگے ہونٹوں کے درشہوار بے ڈھنگے سے ہیں
کیا ہوا ظاہر میں گر مخوار بے ڈھنگے سے ہیں
ورنہ جتنے ہیں مرے ٹھوار بے ڈھنگے سے ہیں
دونوں پیش قامت دلدار بے ڈھنگے سے ہیں
دو اگر ہیں ڈھنگے سے تو چار بے ڈھنگے سے ہیں

جب سے صحبت میں تمہاری یار بے ڈھنگے سے ہیں
ہوتے ہیں معلوم ن باتوں سے ہم کو ڈھنگ اور
اسے سجا دم نہیں جیسے کا ان کے کوئی ڈھنگ
روبرو ہونٹوں کے تیرے لعل ہیں بیرنگ سے
زادہ مکار سے بہتر ہیں ان کے رنگ ڈھنگ
نمکساری کے مرے آتے ہیں ان کو خوب ڈھنگ
سرو اور شمشاد کب ہے یہ رختائی کا ڈھنگ
آشنا سب ہیں مگر سب کا نہیں ہے ایک ڈھنگ

اے ظفر تیرے سخن کا سا کے آنا ہے ڈھنگ
ن چکے ہیں سب کے ہم اشعار بے ڈھنگے سے ہیں

وہ نظر آوینہ آوے جی جلا بیٹھے تو ہیں
جم کے اس کو نہیں مثل بھیا بیٹھے تو ہیں
اے تصور تیری ولولت پاس جا بیٹھے تو ہیں
ہم دوائی کا جج سے پردہ اٹھا بیٹھے تو ہیں
ہم ترے کوچے میں اپنا گھر بنا بیٹھے تو ہیں
ہم اٹھائے اس لئے دست دعا بیٹھے تو ہیں
بارہا اٹھے تو ہیں اور بارہا بیٹھے تو ہیں
ہم صنم خانہ کے در پر اے خدا بیٹھے تو ہیں

آگے اس کے روزن در سے لگا بیٹھے تو ہیں
دیکھتے اٹھتے ہیں سر ملے ہیں کیا کرتے ہیں ہم
دور بھی ہم کو کھڑے ہونے نہ دیتا وہ کبھی
دیکھتے کیونکر جمال یار کی آئی ہے تاب
روشنہ رشواں کی کیا خواہش کریں ب خود و ش
دیکھتے کس دن اٹھائے وہ ستم سے اپنا ہاتھ
ہو نہ ہو تعظیم ورد دل مگر ہم مضرب
دیکھنی صورت صنم کی دیکھتے کب ہو نصیب

پوچھتے ہو تم ظفر کو یاں وہ آئے یا نہیں
بندہ پرور آپ انہیں کہتے ہیں کیا بیٹھے تو ہیں

مجھے یہ ڈر ہے کسی کی کہیں نگہ نہ چھوئیں
کہ جس کے دھیان پہ بھی آفتاب و مہ نہ چھوئیں
ایسی زور پہ خوبان کج کلہ نہ چھوئیں
یہ کیوں لڑائی پہ مڑگاں کے بے سپ نہ چھوئیں
ہمیشہ بچوں وہاں کیونکہ ہر جگہ نہ چھوئیں
جو روزدار پہ دو چار بے گز نہ چھوئیں

وہ اپنے کوٹھے پہ ہر شام و صبح گر نہ چھوئیں
وہ میں ہوں محو خیال اس کے روئے تاباں کا
کریں گریا اور سوا ظلم ماتوانوں پر
فلکت دل کی ہے منظور تیری آنکھوں کو
مزار ہوویں جہاں گل رخوں کے کشتوں کے
ستم پسند ہے ایسا وہ خوش نہ ہو ظالم

ظفر کیون کہے سوئے زلف مشکیں کو
کہ منہ پہ یار کے اتنے یہ روید نہ چھوئیں

باقی ہے نساں کس کا ہم کس کا نساں ڈھونڈیں
 ماں ہیں جو رہنے کا یاں اپنے مکاں ڈھونڈیں
 ہاتھ آئے وہی ان کے جس شے کو یہاں ڈھونڈیں
 پھر پھر کے ہمسر گر سارا صفا ہاں ڈھونڈیں
 جو اور زیادہ ہم کچھ بار گراں ڈھونڈیں
 وہ سید قلن ناحق کیوں تیر و کہاں ڈھونڈیں

جو پہلے تھے یار اپنے اب ان کو کہاں ڈھونڈیں
 جب دم کے ٹھہرنے کا دم بھر نہ ٹھٹکا ہو
 سمجھیں یہ اگر غافل جو وعدہ یا بندہ
 اس ہر دم سے تیغ ایک نہ ہاتھ آئے
 گھڑی ہی گناہوں کی کیا کم ہے گراہاری
 جو ہر و مرگاں سے دل سید کریں لاکھوں

پیری میں ظفر بخت ہے ہم دیر
 جو لوگوں ہوں وہ دلدار جوں ڈھونڈیں

پڑے بستر پہ ہیں بے دم نہ کہتے ہیں نہ سنتے ہیں
 ہوئے یہ کو حیرت ہم نہ کہتے ہیں نہ سنتے ہیں
 پڑے ہیں چپ چشم ہم نہ کہتے ہیں نہ سنتے ہیں
 ہے اب سکتہ کا سا عالم نہ کہتے ہیں نہ سنتے ہیں
 پر اب تو ایسے ہیں ہم نہ کہتے ہیں نہ سنتے ہیں
 وہاں جا کر مرے ہم نہ کہتے ہیں نہ سنتے ہیں

تمہارے کچھ مریض ہم نہ کہتے ہیں نہ سنتے ہیں
 مثال آئینہ کیا جانے کس کی دیکھ کر صورت
 اٹھاتے ہم پر میں طوفان کیا کیا آشا اور ہم
 ہم اپنی کہ نہیں سکتے کسی کی سن نہیں سکتے
 وہ جب ملتے تھے مجھ سے کچھ مقرر کہتے سنتے تھے
 یہاں تو کہتے ہیں لائیں گے ہم کچھ اس کو کہ سن کر

ظفر آنکھوں ہی آنکھوں میں ہیں باتیں ان سے ہو جائیں
 کبھی ظاہر میں کچھ باہم نہ کہتے ہیں نہ سنتے ہیں

چار گل کی جائے ہے اک گل پہر کے چ میں
 دن و یاقوت ہیں سک گہر کے چ میں
 ہے دل آشا گہلا بہنو کے چ میں
 گل ہے آئینہ خمس و قرکے چ میں
 کیا جن میں خوشنما یہ تیرے گھر کے چ میں
 ہوتے ہم بستر ہیں شب تلوار دھر کے چ میں

سوز ہم سے آبلے داغ جگر کے چ میں
 تار ہیں آنکھوں کے میرے قطرہ ہائے خون دل
 جب کبھی تیرا خیال ناف اے دلیائے صن
 ہے جو اتنی روٹنی کس کے رخ پر نور کا
 دیکھ تو گلہائے داغ عشق کی دل میں بہار
 عشق ہے ان پاک بازوں کو جو اپنے یار سے

ہو برا ان کا کہ جو ڈالیں برائی آن کر
 سب سب بے وجہ تیرا اور ظفر کے پگھا میں

اس جگہ تو لک الموت کے پر جلتے ہیں
دیکھو اس شدت باراں میں یہ گھر جلتے ہیں
دیکھ کر اس گل عارض کو گھر جلتے ہیں
دیہ سے ہم روش ہیزم تر جلتے ہیں
کہ وہاں بال و پر مرغ نظر جلتے ہیں
ماشق سوحہ جان آٹھ بہر جلتے ہیں

کون واں جائے جہاں تضر جگر جلتے ہیں
عین گریہ میں مرے سینہ و دل ہیں سوزاں
پھول لالے کجواں ہیں داغ بدل گلشن میں
خاک کر دے کہیں اے عشق جلا کر جلدی
گرم نظارہ ہوں اس شعلہ رخسار پہ کیا
رات بھر گرچہ جلی خلع تو کیا خاک جلی

داغ پہ داغ جو وہ دل پہ مرے دیکھتے ہیں
گھر میں کیا گچی کے چہ داغ ان کے نظر جلتے ہیں

کہ جاں پہ کھیلتے آنحضرت دل ہیں تو آپ ہی ہیں
تمہیں سے روشنی ہے زہب محفل ہیں تو آپ ہی ہیں
جو داداں ہیں تو آپ ہی ہیں جو مائل ہیں تو آپ ہی ہیں
نغمہ میرے کھندہ میرے قائل ہیں تو آپ ہی ہیں
میرا دل لے کے رکھتے مجھ کو بے دل ہیں تو آپ ہی ہیں
نغمہ اک چھوڑ دیتے نیم نکل ہیں تو آپ ہی ہیں
کہ اس منزل میں اپنے میر منزل ہیں تو آپ ہی ہیں
نہیں پردہ کوئی حائل جو حائل ہیں تو آپ ہی ہیں

قدار عشقیہیں دیکھا جو کمال ہیں تو آپ ہی ہیں
برنگ خلع تم کرتے ہو میری محفل فروزی
کسی کی شکل پر کرتے نہیں یہ عشق بازی ہم
جہاں میں اور بھی ہیں خور و سفاک و عاشق کش
کسی کا دلجو لیتا ہے کوئی بیدل وہی کرتا
کریں ہیں سید اقلن ذبح پورا سید کو اپنے
یہ رستہ عشق کا طے حضرت دل کیونکر ہو تم سے
جواب جلوہ دیدار جلاں ہے خودی اپنی

زمن سہل میں تو ہیں سبھی کچھ شعر کہہ لیتے
نظر لکھتے غزل جو لکھی مشکل ہیں تو آپ ہی ہیں

روایف الواو

کہ خوش نہ آئی ہمیں نافہ نظن کی ہو
بدن میں بس گھٹی نسرین و نسرین کی ہو
کہ بچھی اڑ کے نہ مجھ تک گل جہن کی ہو
ہر ایک گل سے جو آئی ترے بدن کی ہو
جہن میں لائی جا کس کے پیرہن کی ہو
عجب نہیں جو رکھے خون کوہ کن کی ہو

بھری دماغ میں کس زلف پر شکن کی ہو
لگایا ہم نے جو اس غیرت جہن کو گلے
جہن سے دور رہا اس قدر نفس میرا
عرق نشاں کہیں گلشن میں تو ہوا شایہ
ہوا ہے صورت دیوانہ گل گریباں چاک
اثر سے عشق کے دامن کوہ میں ہر گل

جہن میں غنچہ جو اس گل کے سامنے ہے خوش
چھپا رہا ہے نظر اپنے وہ دہن کی ہو

رو پر آنکھوں کے آگے نہ روہو سے ہو
چھری اٹھا لو تم اپنی مرے گلے سے ہو
کرنے کسی سے ملو اور نے کسی سے ہو
تمہارا تر نہ ہو دامن کہیں لہو سے ہو
اٹھاؤ حضرت دل ہاتھ آرزو سے ہو
نہ بھرو جام سے منہ اور نہ تم سب سے ہو

جو دل میں ہو سو کیون نہ مٹھلو سے ہو
میں آپ بھیرنا ہوں اپنے علق پر بھیر
وہ مثل کوہ گرانبار ہو تو تم حضرت عشق
شہید باز کے ہر زخم سے ہے خوں جاری
مراد عشق میں عاشق کی مرادی ہے
جو پیش آئے وہ مستو کرم ہے ساقی کا

ظفر یقیں ہے اگرچہ زمیں بھی ٹل جاوے
کبھی نہ عشق کے میدان میں تم عدو سے ہو

چشم میں اس کا تصور اے ظفر آنے تو دو
وہی نظروں میں رہے گا دھیان جم جانے تو دو

مطلع مانی

پر مجھے تم دونوں ایسے اپنی سلجھانے تو دو
دیکھیں لاتے ہیں خبر کیا دل کی یہ لانے تو دو
جلوہ قامت جان میں اسکو دکھلانے تو دو
دیکھتے کیا مجھ کو سمجھاتے ہیں سمجھانے تو دو
ہو مجھے ہیں شہرہ آفاق دیوانے تو دو
عشق کو دل میں ہمارے آگ بھڑکانے تو دو
زخم ششیر ستم اس کو ابھی کھانے تو دو

پہچ مڑگاں سے میرے پاس ہیں شانے تو دو
قاصدیں اشک کو روکو نہ اے آنکھوں ابھی
دیکھ لینا ہو گجو برپا قیامت مرد پر
میرے سمجھانے کو آئے حضرت اسحٰب ہیں آج
ہیں بہت وحشت زدے پر ایک میں اور ایک قس
ہم دوس پھر شعلہ بازی دیکھنا اس آہ کی
پوچھتے کیا ہو ابھی دل سے محبت کا مزا

دیکھو اس ماقدر دہن کو دو نہ دل اپنا ظفر
قدر وہ دل کی تمہاری کچھ اگر جانے تو دو

ہوں کشت قامت مجھے جینار میں جن دو
بکھرے ہیں پڑے کوچہ دلدار میں جن دو
ان شیشوں کو اس خانہ خمار میں جن دو
تم ہاتھ سے گل اپنے جو گلزار میں جن دو
زبان نہیں گر باندھ لے دستار میں جن دو
جب جانوں کہ تم ایک بھی دو چار میں جن دو

لاشے کو مرے دکھ کے نہ دیوار میں جن دو
دردگار ہوں یارو جو کسی کو گھر اشک
تم دل عشاق کو جا چشم میں اپنی
گل کھاؤں نہ کیوں رشک سے میں غیر کو
ہیں چند حروف پارہ جو میخانہ میں مستور
عاشق ہیں بہت آپ کے لیکن کوئی مجھ سا

کنا ہے ستاروں کو جو شرمندہ تو افشاں
لمحے پہ ظفر اس کے شب نار میں جن دو

جلا کہاں ہے تم کو ذرا دھیان تو کرو
تم اپنے دغ پہ زلف ریشاں تو کرو
بیدا جہاں میں مجھ سا تم انسان تو کرو
لیکن تم اس کو خوب سا خیران تو کرو
ہم سے بیاں تم اپنے وہ ارمان تو کرو
تم چند روز سیر بیابان تو کرو
بیدا کچھ اس کی تم ابھی پہچان تو کرو
کنا ہے آپ کو اگر احسان تو کرو

یارو سفر کا کچھ سرو سامان تو کرو
پھر دیکھنا کہ کتنے پریشاں ہوئے ہیں دل
تم تو پری ہو خور ہو یہ تم نے کیا کہا
توڑو نہ آئینہ کو جڑھے گر تمہارے من
ارمان کیا ہیں حشرِ دل جی میں آپ کے
ننداں میں کیا پڑیو کہے ہے مجھے جنوں
پہچان لو گئے یوں ہی اسے کیونکر غافل
احسان کرو گئے قل کرو گئے اگر مجھے

ایمان و دین کو پیچھے مجھ لینا اے ظفر
پہلے تم اس کے عذر دل و جان تو کرو

ہے قبل کیا کیا مری مدیر میرے روبرو
لاؤ جاہن گرو زنجیر میرے روبرو
راہی ہے ہر دم تری تصویر میرے روبرو
دل پہ مارا ہے نگہ کا تیر میرے روبرو
تو نے رکھ دی لا کے جو شمشیر میرے روبرو
ہے مہوں تودہ اکیر میرے روبرو
دم نہ مارے آہ بے تاثیر میرے روبرو
بے نظیر کرتا ہے تو تقریر میرے روبرو

لائی ہے میرا کیا تقدیر میرے روبرو
اور سودا ہو گا افروں یاد آئے گی وہ زلف
میری آنکھوں سے تصور تیرا جاتا ہی نہیں
اسے کمان ہر کھنکھ کیوں ہے تو نے تو ابھی
کاٹ کر رکھ دوں سر اپنا آپ مرضی ہے تری
خاکساری کی بدولت خاک کی جنگی سے کم
گر ہر دل میں نہ ہو اس کے تو پھر یہ چاہیے
بات بھی تم کو نہیں آنے کی اس کے سامنے

ہے ظفر جب سے مجھے اس دوعے نو خط کا خیال
ایک قرآن ہے مع تفسیر میرے روبرو

روز ہے روز سیاہ و شام غربت روبرو
اس کے قامت کے جو ا جائے قیامت روبرو
گر بلا بھیجیں مجھے وہ وقت فرصت روبرو
راہی ہے کس کی بدولت اس کی صورت روبرو
جو لئے جودیں کفری ہیں جام شریت روبرو
جو تمہیں کرنی ہو کر لیجئے شکایت روبرو
آ بھی جائے گرچہ وہ غور شد ظلمت روبرو
سوت ہے سر پر کفری روز اور آفت روبرو

کس کی ہے تصویر زلف اسے وائے شامت روبرو
ھو کروں ہی میں ارانے وہ خرام باز سے
جو ہوا احوال ہے اپنی زباں سے میں کیوں
اپنی آنکھوں میں جگہ کیونکر تصور کونہ دوں
کس لب شیریں کا ہوں یارب شبید تشنہ کام
کرتے ہو غائب میں کیوں میرا نگہ تم غیر سے
تاب فطادہ کہاں ہے دیدہ پر آب کو
جب سے دلاں آفت جاں کو دیا اے انھیں

پیچھے سنتے ان سے کیا کیا اے ظفر کہتے ہیں وہ
کرتے ہیں جو آ کے اتھار محبت روبرو

ہو گئی تیرے جگر میں لکی رونے کی عادت آنکھوں کو
 ایک گھڑی نہیں آٹھ ہر میں گریہ سے فرصت آنکھوں کو
 روئے عرقافشاں پرتے سیراب ہو ایسا سبزہ خطا
 دیکھ کے جس کو دل کو ہو ٹھنڈک اور طراوت آنکھوں کو
 کیوں ہو ہناحق مجھ سے ہو برہم کیوں یہ بے جا مجھ سے لڑیں
 گرنہ ہو سوزا زلفوں کو تیری گرنہ ہو وحشت آنکھوں سے
 دیکھا تو کیا دیکھا اس کو جب کہ صورت دیکھتے ہی
 ہو گئی صورت آئینہ ایک ہی اپنی حیرت آنکھوں کو
 کیا کیا جنبش مڑگاں سے ہاتھ اپنے ہمیشہ ملتے ہیں
 مدت سے دیکھ اکی تیرے ہے جو حسرت آنکھوں کو
 گریہی رونا روز کا پتھر روتے روتے عاشق زار
 رو بیٹھے گا ایک دن اپنی اسے غم الفت آنکھوں کو
 کو غلدارہ ہو نظر تو اس کے روئے روشن کا
 کرتی ہے خود شید پرستی دیکھ حضرت آنکھوں کو

جلال آپ ہم نے ضبط کر کر آہ سوزوں کو	جگر کو سبز کو پہلو کو دل کو جسم کو جاں کو
ہمیشہ کج تنہائی میں سولس ہم سمجھتے ہیں	الم کو یاس کو حسرت کو دہائی کو حرام کو
جگہ کس کسوں دل میں ترے ہاتھوں سے اسے قائل	کناری کو چھری کو بانگ کو حنجر کو پیٹاں کو
نہ ہو جب تو ہی اسے ساتی بھلا پھر کیا کرے کوئی	ہوا کو ہر کو گل کو چمن بہناں کو
نہیں نقل دعا دیتا ہے شیشہ دم بدم ساتی	سیو کو غم کو سے کو عیکہ کو سے پرستان کو
تجھے دل دے کے میں اسے کافر بے مہر کھو بیٹھا	خرد کو ہوش کو طاقت کو تکی کو دین و ایمان کو

ہایا اے ظفر خالق نے کب فنان سے بہتر
 لک کو دیو کو جن کو پری کو حور و نمل کو

بن پڑھے خط نہ مرا تیری پہ تم بل ڈالو	پہلے پڑھ لو اسے پھر پھاڑ کے لی لی ڈالو
جی ہڑکتا ہے نزاکت سے تمہاری دیکھو	اپنی تم گردن نازک میں نہ دیکھ لی ڈالو
صندلی اس کا عرق ہیں ہی سوگھا وہ مجھ کو	نہ دونوں میں طیبو مری صندل ڈالو
اپنی تم جنبش ہو نہ دکھاؤ مجھ کو	کشور دل میں مرے دیکھو نہ مل چل ڈالو
جس طرح غنچے کو لی ڈالتے ہو چنگی میں	مجھ کو ڈر ہے کہ یونہی دل نہ کہیں لی ڈالو
کشتہ باز کریں شور قیامت برپا	سایہ قامت اگر تم سر عقل ڈالو
عشق کہتا ہے ہمیں کر لو فقیرانہ لباس	تم گلے میں کفنی روٹن پہ کسل ڈالو
گردن لیس مرے طوق گرفتاری تم	نہ بجز حلقہ گیسوئے مسلسل ڈالو

کچھ ہی ہو جائے قدم پھر نہ بچے وہاں سے ظفر
 پاؤں ہر کام میں تم سوچ کے بول ڈالو

میرے تو قل کی بھی ششیر کھینچ لو
 دکلا کے اپنی زلف گرہ گیر کھینچ لو
 جب حکم روح عاشق گدیر کھینچ لو
 مجھوں کی کھینچے ہو جو تصویر کھینچ لو
 ایسا نہ ہو کہ تم کہیں یہ تیر کھینچ لو
 دو چار اور مالہ شب گیر کھینچ لو
 کیوں کھینچے میں کرتے ہو ناخیر کھینچ لو
 گردن میں اس کی ڈال کے زنجیر کھینچ لو

سرمہ کی اپنی چشم میں تحریر کھینچ لو
 گرم رخ دل کو دام میں ہو کھینچنا تمہیں
 تم وہ نہیں کہ کھینچ لو ظلم و ستم سے بات
 تم اے مصور و مری صورت کو دیکھ لو
 کھینچتے ہی تیر سینہ سے جائے گا دم نکل
 ہے صبح کوئی حضرت دل جب تلک ہے رات
 منظور کھینچنا ہے گر اپنی طرف مجھے
 سب کھینچتے ہیں تمہاری طرف جسکو چاہو تم

مشتاق قصر غلہ کے دکلائے کو ظفر
 تم اس کے گھر کا نقشہ تعمیر کھینچ لو

بس اب اسے بعد میں یہ بات اپنے دل سے دھو ڈالو
 مرا خطلے کے تم اس روتق محفل سے دھو ڈالو
 تو لی کر پاکہازوں میں کسی کمال سے دھو ڈالو
 نکارا ہاتھ تم خون دل بسل سے دھو ڈالو
 اگر ظاہر میں ہو آلودہ دامن گل سے دھو ڈالو
 سیای تم اگر بالقرض اپنے حل سے دھو ڈالو

مرا وہ خون نہیں جو خنجر قاتل سے دھو ڈالو
 ظفر ہے راز دل میرا کھلے یارو نہ محفل میں
 جو ہووے غافل و منظور دھوا داغ عصیاں کا
 لگا کر کیوں حاکم کرتے ہو دگیں اپنے بچوں کو
 غبار دامن دل دوستو دھویا نہیں جانا
 نہ کم ہو تو بھی یک ذرہ کبھی میری سیاہ بنتی

نجات سے ظفر دنیا کی رہنا پاک بہتر ہے
 بلا سے گرچہ دھوئی جائے یہ مشکل سے دھو ڈالو

کروں گا عذر دینے میں نہ میں مجھ سے قسم لے لو
 کہیں جب تک نہ وہ مشرے کہ ہاں راہی ہیں ہم لے لوں
 کوئی دم نکل مڑگاں کے ذرا سایہ میں دم لیلو
 اگر لیجے ہو اپنے واسطے تم سول عم لے لو
 میاں سے تم میاں جس وقت ششیر ستم لے لو
 اگر پلٹے ہو تم بھی مالہائے دل علم لے لو
 کیوں کانٹوں سے گر منظور لینے ہیں قدم لے لو
 کہ تم دل باز ہو جس وقت چاہو دے کے دم لے لو

دل و جاں دین وادیاں ہے جو ہو لینا اے منم لے لو
 ہمارا مشہد کہیں لیں بوسہ اس کا بے رضا مندی
 تم آئے عین گرمی میں نکل کر دل سے اے اٹکو
 یہی ہے حضرت دل عشق کے بازار میں سودا
 بھرے ہے کون کون الفت کا دم معلوم ہو جائے
 روا نہ عشق نے کی ساتھ میرے فوجاٹکوں کی
 اٹھائے جوش و جھٹ سے قدم مجھوں نے صحرا میں
 تمہیں ہے عاشق بے دل سے لینا دل کا کیا مشکل

نہیں ہے اعتبار ان کا وہ کہہ کر ہیں مکر جاتے
 نوشتے ان کے ہاتھوں کے ظفر تم یک قلم لے لو

جاؤ اس بن اگر آرام نہیں تم جانو
 جڑھتے نظروں میں ہو لگ جائے کسی کی نہ نظر
 طلب پور پہ کہتے ہو دیں گے گالی
 دل تو موجود ہے کہا ہو جو سودا منظور
 قتل کرتا ہے ترا مار سے کہا ساقی
 ابتدا ہی میں ترے احنک جاتے ہیں ہمیں
 مے کشو جان جلا دے گی کہ ساقی کے ہنسر
 قاصدوں کو نہ کرو منع نہ ہم کو بھیجو
 تم ہم گسلاں ہو ظفر حب نہیں جس سے ان سے خط و پیغام نہیں تم جانو
 اور اگر یہ ہے تو اسلام نہیں تم جانو

کہتا ہے کون سول مکاں مہ جیس نہ لو
 سودا گلے پرے کا نہیں دل ہیں بیچے
 ڈر ہے یہی کہ حضرت دل تم ہو مضرب
 قابل تمہارے نام کے ہے یہ نگین دل
 ممکن نہیں کہ لو دل و جاں سول اے جو
 اے قاصدو جو پوچھے وہ لائے ہو کس کا خط
 پر جب تلک نہ لو مرے گھر کے قریں نہ لو
 خواہشاگر ہے تو تمہیں خواہش نہیں نہ لو
 کروٹ پرے پڑے کوئی زیر زمیں نہ لو
 افسوس ہے مجھے کہ تم ایسا نکلیں نہ لو
 روکن میں جب تلک کہ تم ایمان و دیں نہ لو
 مجھ کو خطر ہے نام مرا کہیں نہ لو

اس کے شیم کا کل مشکیں کے سامنے
 دے ملت بھی جو کوئی ظفر مشک چین نہ لو

کس طرح جا کے پاؤں اس بت دلجو کے پاؤں
 آکھ سے ہو کے رواں پہنچے ہیں کیوں دامن تک
 رکھا زانو پہ جو زانو تو اٹھایا اس نے
 چوڑی بھول گیا سامنے آنکھوں کے تری
 کیا پا مال دل خوں شدہ کس کا تونے
 جانب مصحف رح زلف کرے پاؤں دراز
 منہ ہے کیا چاند کا ہووے کف پا سے ہنسر
 چشم بچھو ہے تری سرمہ کا دنالہ نش
 بندہ ضعف سے میرے نہیں قابو کے پاؤں
 گر کھلے نہیں اس خفل نے آنسو کے پاؤں
 لات کے واسطے بس نکلتے ہی زانو کے پاؤں
 اس قدر بھول گئے دیکھ کے آہو کے پاؤں
 کہ حلق ہیں ترے رنگ سے لاہو کے پاؤں
 کانٹے چائیں ہندوئے میرے رو کے پاؤں
 گورے گورے ہیں وہ اس شوخ پری رو کے پاؤں
 اور مرگان دراز اس کے ہیں کچھو کے پاؤں

شکلاخ لکی ظفر کی ہے زمیں یہ تم نے
 جو قدم اس میں رکھے گا وہ ترے چھو کے پاؤں

برسوں بنو عدوے دل و جان تو ہو
 بن جانا پیچھے حافظ قرآن مائلو
 اس مہر و شہ پہ دیتے ہیں جو دم نہیں کیو
 الجھے ہو تم جو حضرت دل زلف یار سے
 صورت جو اس کی دیکھنی منظور ہے تمہیں
 تم زعم میں گر اپنے فرشتے بنے تو کیا
 پر دوست بھی کبھی مرے اک آن تو ہو
 تم پہلے اپنے حافظ ایمان تو ہو
 تم مثل صبح چاک گریبان تو ہو
 ہو کر شکست خوب پریشان تو ہو
 اے آنکھو مثل آئینہ حیران وہو
 اے زہرو ذرا ابھی انسان تو ہو

ایسا نہ ہو چا کے وہ لے جائے اے ظفر
 بچے ہو اپنے دل کے نگہبان تو ہو

ہو رہائی یا نہ ہو زلف دہلا سے کچھ ہی ہو
 ہو گئے جس وقت اے سفاک ہم سینہ پہر
 وہ تڑش ہرو ہو یا ہو تلخ گو پر ہم کو آج
 ظلم ہو یا ہو جفا اس بے وفا کے ہاتھ سے
 ماسحا ہک ہک کے تو کیوں سر پھراتا ہے عبث
 گرچہ دنیا کی ہوا میں سو طرح کا ہو ضرر
 جا چھڑا دل تو بلا میں اب بلا سے کچھ ہی ہو
 منہ نہ موڑیں گے تری تیغ جفا سے کچھ ہی ہو
 ہور اک لینا لب شیریں ادا سے کچھ ہی ہو
 ہاتھ اٹھانے کے نہیں ہم تو وفا سے کچھ ہی ہو
 دل نہیں پھرنے کا یہ اس دلہا سے کچھ ہی ہو
 لیکن بچ سکتے نہیں ہم اس ہوا سے کچھ ہی ہو

کوچہ دہر میں ہم تو آج جاتے ہیں ظفر
 دل کو لے آتے ہیں دے کر دم دلا سے کچھ ہی ہو

وہاں کی مخلصی اے وائے قسمت ہو تو کیوں کر ہو
 کر میں آلودہ عصیاں ہوں رحمت ہو تو کیونکر ہو

مطلع ثانی

بجز شرمندگی چشم عنایت ہو تو کیونکر ہو
 جہاں ہو نفس سا رہزن جہاں شیطان ہو دشمن
 غرور جاہ نے پھوکی وہ مغز جاں میں بیہوشی
 گراں باری گناہوں کی اٹھانے سر نہیں دیتی
 ہوس کتنی ہے چل یاں سے ہے کتنی حرملہاواں سے
 برنگ طائر تصویر ہوں میں دام حیرت میں
 کر بے اٹک عداوت جوش رحمت ہو تو کیونکر ہو
 وہاں طاعت ہو کیونکر عبادت ہو تو کیونکر ہو
 کر زائل نشر پندار و نخوت ہو تو کیونکر ہو
 اسی کیا کروں یہ رفع غفلت ہو تو کیونکر ہو
 توکل ہو تو کیونکر ہو قناعت ہو تو کیونکر ہو
 رہائی کی مرے کوئی جو صورت ہو تو کیونکر ہو

وہ ہمت ہی سے ہو سکتا ہے جو ہے کام ہمت کا
 ظفر بے ہمتوں سے صرف ہمت ہو تو کیونکر ہو

وہ تو کینہ ہو جفا ہو یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو اور کچھ نہ ہو
 ہو بھلی قسمت تو، نے کچھ فکر نے مذہب ہو چاہے سو ہو
 جو تمہاری نرگس بیمار کا بیمار ہو اس کے لئے
 یہ ستم کیا ہے کہ اے قاتل ہمارے قل کو خنجر بکف
 ہو کے خاک اپنا منا دینا جسے منظور ہو وہ یہ کرے
 ہو نہ دل میں درد جس کے ہو وہ صاحب دل کہاں گرچہ ہزار
 اکریں اکسیر و پارس ڈھونڈتا پھرتا ہے کیوں کیا فائدہ
 میں ہوں اور کچھ الم اور اس میں بہلانے کو جی تم ہو نہیں

وہل میں بھی کچھ نہ کچھ دھڑکا رہے ہے اے ظفر کچھ ایسا ہو
 یار ہو کوشہ جدا ہو یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو اور کچھ نہ ہو

یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ منم تم ہی تو ہو
 نہ مرا پاس کسی کو نہ کوئی میرے پاس
 کھر و دیں کا مجھے بتلا دیا تم نے رست
 خواہ رلو او ہمیں خواہ ہنساؤ ہم کو
 چرخ کو یاد نہ تھے پہلے یہ انداز ستم
 جب تلک تم ہو تو ہستی ہے لئے تم تو عدم

لیکن جو کچھ ہو سو اللہ کی قسم تم ہی تو ہو
 ہاں گھراؤں جو ہو مجھ سے بلج تم ہی تو ہو
 میرے تو مہر دین و حرم تم ہی تو ہو
 کہ ہمارے سبب شادی و غم تم ہی تو ہو
 اس ستم گر کو سکھاتے ہو ستم تم ہی تو ہو
 میرے نزدیک تو ہستی و عدم تم ہی تو ہو

دم محبت کا تمہاری جو ظفر بھرا ہے
 اس میں کیا دم تھا گر دے مجھے دم تم ہی تو ہو

اگر عمر اپنی مجھے یاد کم ہو
 وہی جائے خوش آحر اس ٹھکے سے
 گئے تو دم بار بار آسماں سے
 نہیں پاکدار اپنی تعمیر ہستی
 محبت میں فریاد دل ہے زیادہ
 نہ کم ہو کبھی جوش سودا کا میرے

تو کیا ظل کچھ اس کی معیار کم ہو
 جو فمکیں زیادہ رہے شاد کم ہو
 پر اس کا نہ حسن عداوت کم ہو
 کہ تھمرے وہ کیا جیسی بنیاد کم ہو
 ستم ہے جو ناخیر فریاد کم ہو
 ہزار اب لپو میرا فساد کم ہو

زمانے میں اس شوخ پیدا گر نے
 ظفر کس طرح داو بے داکم ہو

دوستی مجھ سیار تجھ کو صنم دل سے ہو
 کم ہو ظاہر کی ملاقات بلا سے لیکن
 پاس نہ ہو وہ آرام دل و جاں میرے
 نہیں اک طرز پہ ظلم آپ کے تم تو ہر روز
 قاصد اشک ادھر ہو نہ روانہ تو نہ ہو
 بندہ لطافِ نبائی کا نہیں ہے قائل
 جو ہو قول و قسم اللہ کی قسم دل سے ہو
 جو محبت کہ ہے دل میں وہ نہ کم دل سے ہو
 دور کس طرح مرے رنج و الم دل سے ہو
 کرتے پیدا سے امدادِ ستم دل سے ہو
 وہ دل کو نگر اے دیدہ غم دل سے ہو
 بندہ پرور اگر لطف و کرم دل سے ہو

دیکھو اس جامِ جہاں میں ہیں تماشائے جہاں
 پاس تم رکھتے ظفرِ ساجمِ دل سے ہو

یہ قصہ وہ نہیں تم جس کو قصہ خواں سے سنو
 سناؤ دردِ دل اپنا تو دہمِ فریاد
 کرو ہزار ستم لے کے ذکر کیا یک بار
 خدا کے واسطے اے ہمدرد نہ ہو تو تم
 تمہارے عشق نے رسوا کیا جہاں میں ہمیں
 سنو تم اپنی جو تیغِ شکاف کے اوصاف
 مرے فسانہ غم کو مری نیاں سے سنو
 مثال نے مری ہر ایک استخوان سے سنو
 شکست اپنی تم اس اپنے غم جہاں سے سنو
 پیامِ لایا ہے کیا نامہ بر وہاں سے سنو
 ہمارا ذکر نہ تم کیونکہ اک جہاں سے سنو
 جو تم کو سننا ہو اس شوقِ دلستان سے سنو

ظفر وہ یور تو کیا دے گا پر کوئی دیشام
 جو تم کو سننا ہو اس شوقِ دلستان سے سنو

نہیں غمکوہ بلا سے خطِ کھیرے گر کترتے ہو
 نیاں ہر بات پر کیا آپ کی قہقہی سی چلتی ہے
 نہیں گر جیب کتروں میں تو کیوں تم دستِ مزگاں سے
 کسی کے دل کے پرزے کر رہے ہو بیٹھے پردے میں
 نہ گلِ گہرِ املِ بزم سے یہ خُج کتنی ہے
 مرا زخمِ جگر تو دہمِ بوحنا ہے چرا ہو
 غضب کرتے ہو مرغِ نامہ بر کے پر کترتے ہو
 دمِ قفرِ اک تم گلِ نیا اکڑ کترتے ہو
 مری جیب اے دلِ خزانِ غایت گر کترتے ہو
 نہیں یہ چھا لیا یلمن کے تم اندر کترتے ہو
 مرا سر کاٹتے ہو تم کہ سوائے سر کترتے ہو
 عیثِ پچائے برابر اس کے دک دکھ کر کترتے ہو

وہ مہوش کونا ہے جس کے نزلہ بندگی خاطر
 ظفر کاغذ کے گلِ تم چاند کے سر کترتے ہو

ہو چکے ہم تو میرا بھٹ بلا سے کچھ ہو
 کیجئے اس سے کہ جو آگاہ وفا سے کچھ ہو
 منہ نہ سوڑیں گے تری تیغ جفا سے کچھ ہو
 نہ تو اب کچھ ہو دو اسے نہ دعا سے کچھ ہو
 جب تلک اس کی لگاؤٹ نہ عبا سے کچھ ہو
 ہاتھ کنواؤں جو ششیر قضا سے کچھ ہو
 یا ابھی اور بھی خوں کے مرے پیاسے کچھ ہو
 کیا ہوا اگر نہیں تم کہتے جفا سے کچھ ہو

ہاتھ اٹھانے کے نہیں زلف و کتا سے کچھ ہو
 بے وفا تجھ سے شکایت ہے ستم کی بے جا
 سر رہے یا نہ رہے جان بچے یا نہ بچے
 ہو چکا بس ترے بیمارِ محبت کا علاج
 خاک پہنچے ترے کونچیں کسی کی کیا خاک
 دست گیر اس کا نہ جب تک ہو ترا دست ستم
 تیرے غمزدوں سے یہ پوچھوں کہ ہوئے تم سیراب
 کچے دیتی ہیں ٹکاپیں عیا تمہاری سب کچھ

نہیں معلوم ظفر ان سے ہوئیں کیا باتیں
 چپکے بیٹھے ہوئے تم آج خفا سے کچھ ہو

نہیں بچنے کا ہرگز میرا لوہو پوچھتے کیوں ہو
 عرق ہیں سے عرق آلودہ گیسو پوچھتے کیوں ہو
 کہ دھوئے کیوں ہو میرا زخم پہلو پوچھتے کیوں ہو
 لگا کر تم مٹی کو اسے پری رو پوچھتے کیوں ہو
 کہ تم رومال سے دھواؤ نیکو پوچھتے کیوں ہو
 مجھے رونے دیا وہ میرے آنسو پوچھتے کیوں ہو

مجھے تم ذبح کر کے اپنا پاتو پوچھتے ہو کیوں
 جو ہے منظور عرق آب و جلی سہل تر ہو
 اگر اچھا نہیں ہوتا تو کہو چارہ ساروں سے
 لگا دو منہ سے منہ میرے کہلوں میں پس ہونٹوں کو
 نہایت چادر مہتاب کو رشک آئے ہے اس پر
 اندھا آ ہے دل جس وقت کب روکے سے رکھا ہے

ظفر دیوانگی میں اس کو کھو چرہن اپنا
 تن حریان سے وہ خاک سر کو پوچھتے کیوں ہو

قیام ملے و خاندان تمہیں تو ہو
 خدا رکھے تمہیں ان کا نشان تمہیں تو ہو
 کہے ہے کعبہ امن و اماں تمہیں تو ہو
 کہ شمع محفل صاحب دلاں تمہیں تو ہو
 کہ میرے باعث تاب و توان تمہیں تو ہو
 معین میرے یہاں اور وہاں تمہیں تو ہو
 کہ راحت دل و آرام جاں تمہیں تو ہو
 سنا تمہیں سے ہے کرتے بیاں تمہیں تو ہو

ظلام خانہ فقر جہاں تمہیں تو ہو
 نہ کیوں تم سے ہوں ظاہر صفات قلب الدین
 تمہارے در پر جھکا کر سر اداوت فلق
 ٹار تم پہ ہیں پروانہ ساں ہزاروں دل
 تمہاری قوت باطن سے تقویت ہے مجھے
 مجھے ہے تم سے امید اعانت وہ جہاں
 بغیر آپ کے ہو کیوں نہ جان و دل بے چین
 صفا ہو دل میں تو بہتر ہے وہ کدورت سے

ظفر کی چاہیے نصرت تمہیں نصیر الدین
 کہ اس کے یارو مددگار ہاں تمہیں تو ہو

بے خبر دل کی خبر دلو نہ ہو کیونکر نہ ہو
 بیقراری رات بھر دل کو نہ ہو کیوں کر نہ ہو
 تیرا حیرا بیٹھ کر دلو نہ ہو کیوں کر نہ ہو
 محو حیرت دیکھ کر دل کو نہ ہو کیونکر نہ ہو
 داغ دل منہ پر سپر دل کو نہ ہو کیوں کر نہ ہو
 بالوحی اس کے ضرر دل کو نہ ہو کیونکر نہ ہو
 ہمسر سوچ نظر دل کو نہ ہو کیوں کر نہ ہو
 صدمہ درد جگر دل کو نہ ہو کیوں کر نہ ہو

نالہ دل کا اثر دل کو نہ ہو کیونکر نہ ہو
 تو نہ ہو پہلو میں تو پھر درد دوری سے تری
 زخم کھانے میں محبت کے حلاوت آئے ہے
 دل صفائی اپنی گر دکھلائے تو پھر آئینہ
 ہوتی ہے تیغ محبت کی محبت سے پناہ
 سود کا خواہی ہے دل سودائے زلف یار میں
 کشتی بھٹکتی ہے دل چین پیٹائی تری
 دل جگر ہمدرد ہوں جب دونوں درد عشق میں

دل کو دل سے راہ ہے باز دل دلداز سے
 میرے آگاہی نظر دل کو نہ ہو کیوں کر نہ ہو

تم رہو پیٹھے کہیں پردھیان ادھر باندھے رہو
 جبکہ تم غفلت کی پٹی چشم پر باندھے رہو
 چلنے کو سوئے عدم اپنی کمر باندھے رہو
 سر پہ تو دستار ب تم سر بسر باندھے رہو
 اپنے تم باز نظر سے اس کے پر باندھے رہو
 غنچہ ساں تم روش پر رخصت سفر باندھے رہو

غافل دل مت ادھر آنکھوں پہر باندھے رہو
 جلوہ گر ہے وہ تو بے پردہ پر آئے کیا نظر
 حضرت دل باندھے ہو گر وہ مضمون کمر
 دشت کے کانٹوں سے کہتے ہیں مرے دامن کے خار
 ہو اگر منظور تم کو طائر دل اثر نہ جائے
 کلشن دنیا نہیں جائے قیام اے غافل

فخر دین تو فخر دنیا ہے جو بس وہ فخر دین
 تم ادب سے ہاتھ اپنے اے ظفر باندھے رہو

اگر جانا بھی ہو تو پھر کے آما ہو تو کیونکر ہو
 محبت میں کہیں اپنا ٹھکانا ہو تو کیوں کر ہو
 مرا خط لے کے کاغذ گر روانہ ہو تو کیونکر ہو
 شکر منظور جب ان کو دلا ہو تو کیوں کر ہو
 میسر دے شتم گر آب و دانہ ہو تو کیونکر ہو
 بیاں درد محبت کا فسانہ ہو تو کیونکر ہو

ہمارا کوچہ جاں میں جانا ہو تو کیونکر ہو
 نہ ہوش اپنا ٹھکانے سے نہ دل اپنا ٹھکانے سے
 بشر کیا وں فرشتہ کا بھی کیا مقدور پر مارے
 ہنس دینا نہیں مشکل مرا ہی ان سے ہو سکتا
 اسیروں کو ترے دام محبت میں بجز آنسو
 وہ پہلے ہی بتاتے درد سر ہیں سامنے ان کے

ہجوم داغ سینہ میں نہ ہو گر عشق کی دولت
 ظفر پھر پاس عاشق کے خزانہ ہو تو کیونکر ہو

تم شب و صبح شام ہی سے مہندی کا لگا سیکھے ہو
 لاکھوں کے دل حوں ہوتے ہیں ہر روز ہوس میں ہوس کے
 میرے دل کو کیجئے نشانہ اپنے ماوک مرگاں کا
 داغ بدل رکھتے ہو بیش رشک سے ماہ تاباں کو
 روز زیادہ بھڑکاتے ہو تم ہو آگ محبت کی
 خاک میں مثل نقش کف پا میرے دل کو ملانے کو
 صدقے اس دیکھنے کے کیا خوب بہانہ سیکھے ہو
 پان کا لاکھا تم جو اپنے لب پہ جھاما سیکھے ہو
 میں بھی تو وہاں دیکھوں گا کیا تیر لگا سیکھے ہو
 کاجل کا حل گورے منہ پہ بھیے ہٹا سیکھے ہو
 سوزش دل کو اے اٹکو کیا خاک بچھا سیکھے ہو
 طرز خرام سے اپنی تم یہ نقش اٹھا سیکھے ہو

جانتے ہو ہے جان کا چٹنا مشکل کوچہ جاں میں
 تم ہو ظفر جانا باز بڑے جوواں کا جانا سیکھے ہو

دل جو ہے میرا دشمن میرا ہوسے نہ ہو سکتا یہی ہو
 کہتے ہیں جسکو بقتلی کھونا ہوسے نہ ہو سکتا یہی ہو
 ہونا خیر از مرگ شعلہ با غم الفت کوڑے
 اس کا علاج اے رشک سبھا ہوسے نہ ہو سکتا یہی ہو
 زیر خاک بھی دل میں میرے فنا دمبت کھلے گا
 زیر ناکچھ کچھ کو کھلے گا ہوسے نہ ہو سکتا یہی ہو
 لکھتے ہیں وہ خطا میں کچھ ایسا دیکھ کے جس کو قاصد ہم
 جانتے ہیں تقدیر کا لکھا ہوسے نہ ہو سکتا یہی ہو
 تو نے کیا خوش تا زہرا اے عربو مگر بے رحم مہو خطا
 ہو رہا ہے کچھ آج جو چہ چاہو ہوسے نہ ہو سکتا یہی ہو
 کیوں نہ لگائے سینہ سے رکھیں اپنے داغ عشق کو ہم
 رنج لحد میں سولس اپنا ہوسے نہ ہو سکتا یہی ہو
 رکھتا جگر نو لادکا جہاں کون سوائے آئینہ
 جا کے خریف اس تیر لگا ہوسے نہ ہو سکتا یہی ہو
 لکھو ظفر تہدیل تو ملی کر کے غزل اس بحر میں تم
 ما داس دوست اور دانا دشمن ہوسے نہ ہو سکتا یہی ہو

کوئی ہے جز دل سادہ چرخن ہوئے نہ ہوئے تو یہی ہو
 ماواں دوست نور دانا دشمن ہوئے نہ ہوئے تو یہی ہو
 دل کے سوا ہرگز نہ لگا دیکھ کہیں تو حیرت گاہ
 حیرت ہدف اسے اوک آگن ہوئے نہ ہوئے تو یہی ہو
 دیر حرم سے پھر کے جو دیکھا دل میں جتا یا جلوہ نظر
 جان لئے ہم اس کا سکھ ہوئے نہ ہوئے تو یہی ہو
 دیکھ کے ماہ کو کوئلک پر کہتا ہے وہ شاہ سوار
 کوئی میرا دل تو سن ہوئے نہ ہوئے تو یہی ہو
 رکھ کے سر پر تاج زرے خراج ہوئی یوں مازں کو
 آخر حیرت ہوا بال گردن ہوئے نہ ہوئے تو یہی ہو
 چاک جگر کھیرے پیئے گا کون سوا اس مڑ گاں کے
 واسطے اس جگر کے سوزن ہوئے نہ ہوئے تو یہی ہو
 لوگ تو اپنے سحر کو اپنا جانئے ہیں یاں راہنا
 ہم کہتے ہیں من کا جہن ہوئے نہ ہوئے تو یہی ہو
 کیونکہ ندیاں عشق کو سمجھیں اپنا فروغ خانہ دل
 یعنی چراغ اس گھر میں روشن ہوئے نہ ہوئے تو یہی ہو
 یا رہنے وہ اس کے جس کو میرا ہے منظور بگاڑ
 اس ظفر ان سے میرا ان بن ہوئے نہ ہوئے تو یہی ہو

نہیں ہے ہم کو بھی غم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو	بلا سے جاہ و چشم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو
ہمارے پاس قلم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو	تمہاری کھینچیں گے تصویر ہم تصور سے
ترے مریض میں دم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو	جو تجھ کو آما ہے آ ایک دم سیما دم
دوبارہ قول و قسم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو	کیا ہے حمد جو پہلے پھریں نہ وہ اس سے
یہ سوز دل مرا کم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو	کی نہ گریہ میں تو کی جو دیکھ دیدہ تر
تری نگاہ کرم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو	فقط ہے چشم عنایت پہ زندگی میری
زمین پہ نقش قدم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو	تمہارے کھونج سے آگاہ ہے دل پامال
روانہ سوائے عدم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو	تری گلی سے کہاں جائے ماتوں حیرا

ہم اس صنم کے رہیں اے ظفر بلا گردان
 نصیب طوف حرم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

برحق ہیں جاں نثار محبت تلف نہ ہو
جب تک کہ تیرے تیر نگہ کا ہدف نہ ہو
محفل میں اس کے گر نہیں آواز دہن ہو
مرگن کی کیونکر فوج کھڑی صف پہ صف نہ ہو
چاہے وہ یہ کہ ہو مجھے عزو شرف نہ ہو
مازں در خوش آب پہ تو اسے صدف نہ ہو

کہتا ہے کون تم سے کہ حنجر بکف نہ ہو
خاطر نساں نہ دل کی ہو ناوک فگن کبھی
اتی ہے سینہ سے کوئی عاشق کی تو صدا
رکھتی ہے دل سے قصد صف جنگ چشم یار
جب تک کہ خوب عشق میں عاشق نہ ہو خراب
بہتر ہیں دیکھاس سے مری چشم تر میں اشک

اللہ ہے ہمارا طرف دار اسے ظفر
کو وہ اگر نہیں ہے ہماری طرف نہ ہو

خدا کا گھر جو نہ ہو بے چراغ اچھا ہو
کہ جب تلک نہ لہاب لاغ اچھا ہو
کہ ایک سینہ میں تیار لاغ اچھا ہو
نہر یہ جب ہو کہ طوطی سے زاغ اچھا ہو
برائے شانہ اگر کچھ سراغ اچھا ہو
نہ ہو جو اس کا پریشاں داغ اچھا ہو

اگر ہو دل میں محبت کا داغ اچھا ہو
کبھی نہ سر ہو جی منکھوں کا اسے ساقی
ہجوم داغ سے ہے سوز دل کو یہ منظور
عدو کو مجھ سے ہو کس طرح نطق میں ترجیح
دل اس کے زلف کے کوچے میں گم ہوا میرا
اگر نے نہ کہانی مری وہ خوب کرے

کنارہ کش ہو جو دنیا سے اسے ظفر کوئی
تو پھر نصیب اسے کنج فراغ اچھا ہو

نظر جس وقت تم کرتے ہو قتل عام کرتے ہو
جنا کر خلق اپنا کیوں مجھے بدنام کرتے ہو
پڑے وہی بستر راحت پہ تم آرام کرتے ہو
بلاوٹ کس کی خاطر صبح سے تا شام کرتے ہو
ٹال تم جو سن کر وصل کا پیغام کرتے ہو
یہ کیا اسے حضرت مسیح خیال خام کرتے ہو

خدا جانے لگا ہوں میں بتو کیا کام کرتے ہو
جو بھر کر آہن کا نام لیتا ہوں تو کہتے ہیں
عدلی میں تمہاری ہم یہاں بناب پھرتے ہیں
تمہیں جب دیکھتے ہیں رخ پہ تم نہیں بناتے ہو
خدا جانے کہ بے منظور کس سے مشورہ اس میں
نصیحت کرتے ہو کیوں پختہ مغز ان جنوں کو تم

ظفر اس تلک خر سے بوسہ لب مانگتے ہو کیا
مگر اس پردہ میں کوئی طلب دشام کرتے ہو

یقین مجھے بھی ہوا ہو نہ ہو تو یونہی ہو
 خیمہ تنق تھا ہو نہ ہو تو یونہی ہو
 دل اس کا مجھ سے صفا ہو نہ ہو تو یونہی ہو
 یہ دفع سر سے بلا ہو نہ ہو تو یونہی ہو
 نصیب ہم کو ہوتا ہو نہ ہو تو یونہی ہو
 کہے وہ ہوش رہا ہو نہ ہو تو یونہی ہو
 یہ عقدہ وہ ہے کہ وا ہو نہ ہو تو یونہی ہو
 کہ جانا ہے خطا ہو نہ ہو تو یونہی ہو

جو دل نے میرے کہا ہو نہ ہو تو یونہی ہو
 ہوا اس بروئے پر تم سے ہم کو یہ معلوم
 بہاؤں کیونکر نہ آنسو کر وہ کدور ہے
 خیال زلف ترا جائے میرے سر کے ساتھ
 فنا سے چاہیے ہو جائیں ہم فنا پہلے
 عدو جو کہدے مرے حق میں گو وہ ہو کر نہ ہو
 گرہ کو دل کی ہے دیکار ناخن برو
 مریض عشق ترا کس طرح نہ مانگے سوت

ظفر لگایے سبز سے یار کی تصویر
 قرار دل کو ذرا ہو نہ ہو تو یونہی ہو

چپ رہو کیونکر مجھے بھی مٹھنگو واجب ہی ہو
 پھر تو کہیں اپنے دل کی آرزو واجب ہی ہو
 ہوں نہ ہوں گل ایک ہوا مار ہو واجب ہی ہو
 وہ بہا اپنا یاروں کو لہو واجب ہی ہو
 چاک سبز پر اگر میرے رنو واجب ہی ہو
 در بدر خانہ بخانہ کو کو واجب ہی ہو
 اپنے آب دیدہ سے اس کو وضو واجب ہی ہو
 زیرِ خنجر اس کو دکھ اپنا گلو واجب ہی ہو

میرا ٹکڑہ جب نہیں پیش عدو واجب ہی ہو
 جب ہو خلوت کا نکاں نور یار بھی ہو مہربان
 اے سراپا مار خاک گشتگان مار پر
 شرط یاری سے گزرتیں جا ہیئت یار کا
 بس ہے وہ تار نگاہ و سوزن مڑگاں مجھے
 جو کہ دے ہر جانوں کو دل اسے پھر مخراب
 تیری مخراب تم ہو میں جو مجدد کرے
 ذبح کیا جس کا اے قاتل تجھے منظور ہو

ہاتھ سے جا کر ظفر پھر ہاتھ آئے یا نہ آئے
 پر ہو دل تم جس کا اس کو جنو واجب ہی ہو

جو بیٹھنا ہے تو اے دل زمیں پکڑ کر بیٹھ
 گیا سر اپنا وہ اندوگیں پکڑ کر بیٹھ
 نہ اتنا فکر میں ماحق جہیں پکڑ کر بیٹھ
 تو کھر میں کوش عزت وہیں پکڑ کر بیٹھ
 ذرا وہ چاہے جو ششیر کیس پکڑ کر بیٹھ
 مجھے جگر کو مرے ہم نشیں پکڑ کر بیٹھ
 عجب ارا سے کہا آئیں پکڑ کر بیٹھ
 گھر تو ایک ٹھکانا کہیں پکڑ کر بیٹھ

نہ پردہ در پردہ نہیں پکڑ کر بیٹھ
 نہ کوہکنی نے سکی ضرب بیشہ تم عشق
 گھر تو راہ رضا حق ہے جو ہے مرضی حق
 جو نام سخی عالم پہ چاہتا ہے تو
 پکڑ بٹھائے تھا کتنے خوں گرفتوں کو
 جگر سے آہ جگر سوز بھر کے میں جو اٹھا
 ہم اٹھے جھاڑ کے دامن تو اس نے مستی میں
 جگر میں بیٹھ کر دل میں عذگ غمزہ مار

اگر سخن کا ہے دھوی ظفر کے سامنے تو
 قلم کو ہاتھ میں لے کھینچیں پکڑ کر بیٹھ

ہم سے ملتا ہے گر صفائی کے ساتھ
 صاف دیکھا تجھی کو ہم نے ابھر
 واہ قربان تیج قاتل کے
 وہ غنیمت سمجھو کوئی دم
 کفن اس کا کبھی نہ ہو میلا
 دیکھ لو آبروئے اہل صفا
 ٹھہرتی اس رخ مصفا پر
 اس کا تیر نگاہ سبز سے
 کوئی تو بات کر صفائی کے ساتھ
 دیکھا دن کی جدھر صفائی کے ساتھ
 کیا اڑا دے ہے سر صفائی کے ساتھ
 گزرے مثل سحر صفائی کے ساتھ
 جان دے جو بشر صفائی کے ساتھ
 ہے مثال گہر صفائی کے ساتھ
 نہیں ہرگز نظر صفائی کے ساتھ
 جائے ہے کیا گزر صفائی کے ساتھ

کیا مقابل ہو خاک آمیز
 اس کے رخ کے ظفر صفائی کے ساتھ

کیا ہی لایا قول پر اس روئے محفل سے ہاتھ
 اس کے جھوٹے قول پر دھو بیٹھے آخر دل سے ہاتھ
 مطلع ثانی

جڑھ بھی جاتے ہیں جو برسوں میں کبھی مشکل سے ہاتھ
 کون کہتا ہے نہ کر تو ذبح پر اس طرح سے
 چاہتا ہے جی کر ہو جائے مسخر وہ پری
 غوطہ کھائے راج عی میں آٹائے بحر عشق
 ہو نہیں سکے کا بنار محبت کا علاج
 ہو گا خوں مینوں کا دل غیرت سے مانند ستا
 حسرت اس نکل چہ دامن گیر ہو جس کی تھا
 بھاگ جاتے ہیں پھڑا کر اپنے وہ ناکل سے ہاتھ
 ہوں نہ آلودہ ترے خندل نکل سے ہاتھ
 کوئی آ جاوے عمل ایسا کسی عالم سے ہاتھ
 تاگر پیچن ہ اس سائل تک اس سائل سے ہاتھ
 اسے طیب اپنا اٹھا مقید لاحاصل سے ہاتھ
 گر نکالا تو نے لیلیٰ پرہ محفل سے ہاتھ
 نورس کا دور ہووے دامن قاتل سے ہاتھ

پونچھ آسونا کساروں کے وہ کیا جوائے ظفر

دھوے سو سو بار گر بھر جائے عطر گل سے ہاتھ

کتا اسے جلدی میں لکھتا ہوں قلم برداشت
 تیرے ٹھگیں کو نہ ہووے گی سیکاری نصیب
 فوج فتنہ نے جہاں میں کی صف آرائی جہاں
 جی گئے کیونکر کہیں اپنا محبت نے تیرے
 جان سے اپنی اٹھائے یہ ستم کش کیوں نہ ہاتھ
 ہو گیا مضمون گریہ کی مری تاہر لیس
 جانو اسے نامہ بر تو بھی قدم برداشت
 جائے گا دنیا سے یونہی بار غم برداشت
 قدر عتا تیرا واس دیکھا علم برداشت
 اک جدائی سے کیا دل اسے صنم برداشت
 اسے ستم گر تو جو ہو تیج ستم برداشت
 ایک قلم کاغذ مرے نامہ کا غم برداشت

کس کو برداشت اتنی کس کا عشق میں یہ حوصلہ

ہو ظفر کی طرح جو رنج و الم برداشت

تیرے گھر سے تو ہے سیدھا مرے گھر کا رستہ
دیکھ اے دل کہ یہ ہے خوف و خطر کا رستہ
بچے دیکھا کتنے اس دھک فمر کا رستہ
دیکھ رہے دے کھلا تو یہ نظر کا رستہ
طے گزری بھر میں کیا آٹھ پہر کا رستہ
بند ہو جائے گا فریاد جگر کا رستہ

تو نے کیا جانے کھلا ہے کدھر کا رستہ
رکھ قدم راہ محبت میں سنبھل کر اپنا
وہ نہ آیا شب وعدہ تو ہمیں صبح تک
نہ کرے اے پردہ نقشب روزن دیوار کو بند
نامہ شوق کی تاشیر سے قاصد نے مرے
چارہ غم کو سینہ کے لگا مت مانگے

پاسل ہوں گے ترے کوچے میں لاکھوں لیکن
روک سکتے کا نہیں کوئی خطر کا رستہ

بلکہ ہے ہر سانس میں بھی ایک ہوئے سوخت
اس مری آتش نلبانی سے عدوئے سوخت
سوخت جانوں کے تن پر یوں ہیں سوئے سوخت
سوخت ہوا ہو جس کو جائے سوئے سوخت
کیوں ہو مہتمن کی تلاش اور جنہوئے سوخت

ہے دل سوزاں سے آتش ناگہوئے سوخت
ہو گیا خاموش بزم یار میں مانند خج
ہیے جل جائے زمین پر ہے کہیں گری سے گھاس
خج سے پروانہ ل کر دیکھ لو جل جائے ہے
جن کا دل آتش کدہ ہو ان کو آتش کے لیے

ماشوق دل سوخت چپ عیا رہے تو خوب ہے
کون سنتا ہے ظفروں ہائے ہوئے سوخت

اسی سے جانو کہ ہو گا جمال کیا کچھ
کھلا نہ یہ کہ ہے اس رخ کا خال کیا کچھ
ہوا ہے دیکھو زمانے کا حال کیا کچھ
زوال یہ ہے تو ہو گا کمال کیا کچھ
بچھایا زلف نے ہے اس کے جال کیا کچھ
تو ہو مریض کو اس کے مال کیا کچھ

قبل ہے دیکھ کے ہر ہال کیا کچھ
لک کے ہم نے ستارے تو کر لئے معلوم
جو دوست تھے وہ ہیں دشمن عجب تماشا ہے
مرے زوال سے جانو کمال کو میرے
نہ ہووے کیوں کر گرفتار تار تار میں دل
نہ آئے بہر عبادت جو وہ سیما دم

ظفر کھلے لک نے جو کج روی کے ڈھنگ
تو اک زمانہ ہوا پاسل کیا کچھ

ہے جہاں میں خواہش نام و نشان ہے فاکہ
سکھن اس بحرِ فنا میں گر نہ مانند حباب
چہن دیکس کو لک وہ آپ عی چکر میں ہے
دیکھ غنچہ کو ہے آتش گل پر ہمرنگی
مثل مہر و مہر گر دہش میں ہیں جن کو ہے فروغ
ہو نشاط زندگی تو زندگی کا لطف ہے

سینہ کا دہی ہے نگیں کی طرح یاں ہے فاکہ
ڈال پانی میں نہ بنیاد مکاں ہے فاکہ
ہے ہوس راحت کی زیرِ آسمان ہے فاکہ
بہر پر ہوتا ہے تو کیا اے جواں ہے فاکہ
ہے لک سے آرزوئے عز و شہاں ہے فاکہ
ورنہ ہے چوں خضر عمر جاوداں ہے فاکہ

اے ظفر اس پردہ میں کچھ کہہ رہا ہے بے نواز
نے یونہی کہتی نہیں شور و فغاں ہے فاکہ

جی کھول کے رو لیجئے تھی یہ ہوس شیشہ
دافوں میں محبت کے دیکھو تو مرے دل کو
منہ رکھتے عی شیشہ کا اچھ جائے ہے اے ساقی
میں دیدہ و دل حاضر گر یار کے ہاتھوں تک
ہر آبلہ پا ہے ہمسرا شیشہ سے
کیا خوب ہو زیندہ گربادہ پرستوں کے
دل میں ہے خیال آیا خال رخ جاں کا

پہ ساتھ عی بگی کے الٹا نفس شیشہ
رکھے ہوئے ساغر ہیں کیا پیش و پس شیشہ
ہوئے نئے نگلوں سے مرغِ نفس شیشہ
ہو دسترس ساغر اور دسترس شیشہ
اور کانٹے ہیں گر اس کے مانند خس شیشہ
ہو گنبدِ تربت پہ ساقی کلس شیشہ
اب دیکھتے نظر یہ کیوں کر نگس شیشہ

ہے جی میں ظفر کیجئے خالی دم سے لوش
شیشہ کو پس ساغر و رخم کو پس شیشہ

اس کی حالت کا اور ہے نقش اس کی قدرت کا اور ہے نقش

مطلع ثانی

شامِ غربت کا اور ہے نقش اپنی طاقت کا اور ہے نقش

مطلع ثالث

اب فقاہت کا اور ہے نقش
مہری صحبت خوش آئے کیونکر انہیں
دل تو کیا جان تک بھی دیں تجھ کو
جائے مذہب سے تپ عم کیا
ہے قیامت سے اس کو کیا نسبت
سیدھی باتوں پہ نیرے ہو جانا
تیری اس سرد مہری پر بھی
جانے کیا ہوا ہوسِ حقیقت عشق
کیونکر جاں پر ہو درد مند ترا
ٹھا تو مجھوں کو بھی ہنوں لیکن
نقش جب لکھتے ہیں عبث احباب
جب سے دیکھا ہے مجھکو آئینہ رو
کھینچ صورت نہ اس کی صورت گر
کوئے جراح چارہ کس کس کا

اپنی طاقت کا اور ہے نقش
ان کی محبت کا اور ہے نقش
اپنی ہمت کا اور ہے نقش
اس حرارت کا اور ہے نقش
تیری قیامت کا اور ہے نقش
اس کی خصلت کا اور ہے نقش
سوزِ الفت کا اور ہے نقش
اس حقیقت کا اور ہے نقش
دردِ فرقت کا اور ہے نقش
میری وحشت کا اور ہے نقش
کر محبت کا اور ہے نقش
اپنی خیریت کا اور ہے نقش
اس کی صورت کا اور ہے نقش
ہر جراحت کا اور ہے نقش

اے ظفر ہے جہاں میں غفلت کہاں
اب تو غفلت کا اور ہے نقش

کھنچا عجب ترے روئے جیس کا ہے نقش وہ مہر کا ہے یہ ماہ میں کا ہے نقش

مطلع ثانی

بدلتا غم جو اس اندوگیاں کا ہے نقش ہزار دور ہیں وہ ہم سے پر ہیں پیش نظر
ہاں لکھ پہ شمع ارکے کس شہید کی خاک ستارہ ہے جو تو زلف اپنی و کافر
کوئی حلاوت دنیا میں کھنکھ کے کیا کھلے یہ جوہر آئینہ میں ہیں کر بے قلم کیا صاف
پڑے ہیں خاک پر اتنے ہمارے گوہر شک گلی کو دیکھ کے اس جوش کے آ جانا
لوں تک آئی ہے لے لے لے دم ہزار جگہ تو لکھ لکھ چٹاں اور پیش کا ہے نقش
تصور اپنے میں اک دور ہیں کا ہے نقش کہ دور دیکھ پہ چرخ بریں کا ہے نقش
مگر غفلت کے ایسا و دیں کا ہے نقش کہ یہ تو بس تکیں و انگلیں کا ہے نقش
اتار لیتا وہ اس باز میں کا ہے نقش کہ مثل چرخ پر انجم زمیں کا ہے نقش
مرے خیال میں غلہ بریں کا ہے نقش یہ ضعف سے سری جان حزیں کا ہے نقش

عیاں ہے خواب میں پنہاں ہے وقت بیداری
ظفر عجب مرے پردہ نقش کا ہے نقش

یار و اغیار میں کیا آج ہم ایک جگہ کہہ و دیر میں کیا مسجد و بہت خانہ میں
نہ ہو پہنچایا تصور کے ہمارے وہاں تک حرف فکوحہ جو نکاوٹ کا تھہارے آیا
مر گیا پھوڑ کے سر عاشق سر باز ترا مہرباں طبر پہ ہوم پہ غضب تم یہ کیا
دونوں ہیں میرے لئے شادی و غم ایک جگہ س جگہ ہے نہیں میرا وہ منم ایک جگہ
رو نہ تھے بیٹھ رہے ضعف سے ہم ایک جگہ رک گیا سلف کاغذ پر قلم ایک جگہ
خا بھی ذکر ترے سر کی قسم ایک جگہ ہو کرم ایک جگہ اور ستم ایک جگہ

پھر آوارہ ہوں پیچھے کسی ہرجائی کے
ظہرے کس طرح ظفر میرا قدم ایک جگہ

قلم سے خال نہ نوک قلم نکال کے دیکھ جواب نامہ ہمارا ہمارے قاصد پر
لگائے دل کو وہی جو اٹھائے جان سے ہاتھ کہیں تو رقعہ طلب میں مرے خدا کے لئے
کہے ہے کون کہ خطاں کو تو نہ نکھائے دل طیب میرے لئے بھی سب میں سے تو
تجربہ سے آہ دلا دہم نکال کے لکھ نہ آنکھیں عصہ سے اے پر ستم نکال کے لکھ
کنن پہ میرے یہ تو میرا دم نکال کے لکھ کوئی ملاپ کا رستہ منم نکال کے لکھ
پر اپنا حد سے نہ باہر قدم نکال کے لکھ کوئی تو نسخہ آزار غم نکال کے لکھ

پڑھے وہ دلبر نو کا ظفر خوشی کے خا
کچھ ایسا تو بنی طرز قلم نکال کے لکھ

کہ جہاں ہم کو ملے آنکھ ملانے کی جگہ
تو نہ ہو اس کو کہیں نہ بھی دکھانے کی جگہ
اے حباب اس پہ کہاں گھر کے بنانے کی جگہ
کہ یہ ہے ناوک جہاں کی بنانے کی جگہ
گھر میں جب اپنے نہ ہو اس کے بلائگیل جگہ
جائے شادی ہے نہیں اٹک بھانے کی جگہ
وہی پانی کی جگہ ہے وہی دانے کی جگہ
کہ نہیں ہو کوئی اس کے ٹھکانے کی جگہ

اس کے کوچے میں کہیں ایسے ٹھکانے کی جگہ
آئینہ کو تم اگر نہ نہ جڑھاؤ اپنے
نقش بر آب ہے ہستی کو نہیں کچھ بنیاد
دل پہ گر رخم نہ ہو کوئی تو کیا ہو معلوم
کیا کریں جائیں اگر آپ نہ ہمارے گھر
تجھے اے خج ہوا سر کے کٹانے میں فروغ
قطرہ خون جگر پر ہے مری آب و غورث
اے کماندار لگا تیر تھک کو دل میں

ہے یہ ایوہ غم و رنج بھوم حسرت
نہیں سینہ میں ظفر دم کے سائگی کی جگہ

اس سے نہیں افزوں کوئی انسان پہ صدمہ
پہنچے ترے رفسار نیندان پہ صدمہ
کیا کیا ہے ہمارے دل حیران پہ صدمہ
جو دست دنوں سے ہے گریبان پہ صدمہ
در عدل و لعل بدخشان پہ صدمہ
امزل پریشان کے پریشان پہ صدمہ
بالے کی نہ ہو جھوک سے کچھ کان پہ صدمہ
رہتا ہے دل گیر و مسلاں پہ صدمہ

ڈالے نہ محبت کا خدا جان پہ صدمہ
کھل جائے ذرا زلف تو اللہ رے نزاکت
منظور نظر جب سے ہوا آئینہ ترا
وہ پوچھو لو ہر نار گریباں سے ہمارے
رنگ لب و خداں سے ترے ہو تو مجب کیا
اے شانہ تری دست درازی سے دیا ہے
ڈان ہوں نزاکت سے تری کان ملاحت
ہاتھوں سے ترے اے بت بدکیش بیش

گھل گھل کے جو آخر ہوئے پروانہ کے غم میں
تھا کچھ تو ظفر طبع شہستان پہ صدمہ

جب تلک پیش نظر جام لہاب آئینہ
اس پری رو کو دکھایا سک نے یارب آئینہ
نکڑے نکڑے کرو یا دل کا مرے سب آئینہ
دیکھو کیا اپنا صفا رکھتا ہے مذہب آئینہ
یہ تماشا ہے کہ ہو اس کا مقرب آئینہ

حالم ہستی میں ہے وہ دیکھتا کب آئینہ
ہو گیا مغرور اپنے صن پر وہ اور بھی
ہائے کیوں ملت ختم سے تم نے اے سنگھیں دو
دل میں جو آتا ہے وہ ہی نہ پہ کر دیتا ہے صاف
دور سے بھی جس کی صورت دیکھنے پائے نہ ہم

دیکھنے ہوئی ہے کیا کیا ہم کو حیرانی ظفر
نہ لگا ہے اس پری جگر سے بے ڈھب آئینہ

کہا میں نے کہ تو اس کو بھی الفت سے نہ دیکھ دیکھ پر میری طرف چشمِ عداوت سے نہ دیکھ

مطلع ثانی

جو کہ ہو تجھ سے سہا تو اس کو حسرت سے نہ دیکھ وہ تو دکھائے ہے ہر رنگ میں تجھے جلوہ دیکھ آمیزِ صفت ساتھ صفائی کے ہمیں دیکھوں کیا گلشنِ ہستی کو کہ کتنی ہے فزاں دیکھ کر تو مری تصویرِ مٹانا کیوں ہے فال کیا دیکھتا ہے تو کہ تری فال کو زل دینا تجھے سو جلوے عروسانہ دکھائے اور جو تجھ سے ہو کم اس کو حقارت سے نہ دیکھ خواہ تو دیکھ اے خواہ تو غفلت سے نہ دیکھ روشِ کینہ و آئینِ کدورت سے نہ دیکھ تو بہار اس کی بہت بیٹھ کے فرصت سے نہ دیکھ تجھ کو بیزاری اگر ہے مری صورت سے نہ دیکھ نہیں دینے کی نیاہہ تجھے قسمت سبز دیکھ ہے جوں مرد اگر تو اے رشتہ سے نہ دیکھ

من نظرِ ظہیرِ مہرِ طری میں غزل
میری جانب کو ذرا چشمِ حقارت سے نہ دیکھ

کون کہتا ہے کہ شہنی و شرارت سے نہ دیکھ دیکھ تو بہت عالی سے بشر کا رتبہ نہیں کیا دیکھے ہے بیمارِ محبت کی طبیب دل کو دیکھ اپنے کو کعبہ کی زیارت ہو نصیب وہ نہ نو کہ نہ پھر آکھ اٹھا کر دیکھے لے کے قاصد سے مرے نامہ کو کیا دیکھتا ہے قدرِ دانی کی نگاہوں سے جو دیکھے ہے تو دیکھ گرچہ ہم ضعیف سے ہیں مثلِ ہلالِ بادیکہ دل کو لیکن نظرِ دزدی و غارت سے نہ دیکھ مرتبہ اس کا بلندیِ عمارت سبز دیکھ نہیں آگاہ تو اس چپ کی حرارت سے نہ دیکھ بے نصیب اس کی اگر تو ہے زیارت سے نہ دیکھ بروئے بار جسے کہہ دے اشارت سبز دیکھ تو ہے واقف مرے مضمونِ عبارت سبز دیکھ جنسِ دل کو نظرِ نفعِ تہات سے نہ دیکھ اب بھی ہیں سرِ خفاک ہم کو حقارت سے نہ دیکھ

دیکھ تو روشنی دیدہ باطن سے ظہر
چشمِ ظاہر کیا سے نورِ بصارت سے نہ دیکھ

سبز پہ ہر کے دیکھ ذرا ایک بار ہاتھ ہو جائے دہنس جو تری زلف تک مجھے میرا دل رمیدہ ہوا کب کسی کا صید امیدِ پروفا کی اٹھاتا ہے کیوں جفا رنگِ حنا نہ سمجھو وہ ہے سرخیِ شہنی دیکھو تیرے ہاتھ میں شمشیرِ آبدار ہاتھوں سے عم کے اب ہے یہ بیہات میرا حال صورتِ گرِ ازل نے جو کھینچی تری مہیب یہ حال ہے کہ اچھلے ہے دل چار چار ہاتھ میں جانوں آ گیا مرے ملک تار ہاتھ قسمت سے آ گیا ہے ترے یہ شکار ہاتھ اس سے اٹھا تو اے دلِ امیدوار ہاتھ اس شوخ کا ہے پچھ غورِ شید وار ہاتھ دھو بیجا زندگی سے ترا جاں تار ہاتھ ملتے ہیں مجھ کو دیکھ کے سب غمگسار ہاتھ آپ اپنے اس نے چوم لئے اے نگار ہاتھ

سوقوف ایک ہاتھ پر اس کا نہیں کرم
دینے پہ آئے وہ تو ظہر ہیں ہزار ہاتھ

کیوں لگائی ہم نے اس سے اسے دل شوریہ آکھ
 کھل گئی یکبارگی اسے طالع خوابیدہ آکھ
 کیا بلا ہے دزدائے کافر تری دزدیدہ آکھ
 تجھ سے لڑ کر دل کو کرتی ہے مری رنجیدہ آکھ
 دیکھتے ہیں کب اٹھا کر مردم سنجیدہ آکھ
 خطا کے سراپے پہ جائے مہر ہو چسپیدہ آکھ
 تجھ کو دکھاتا ہے اس کا طرہ چسپیدہ آکھ
 ڈال ہے تجھ پہ مثل مردم نادیدہ آکھ

آنسوؤں سے رات دن رہنے لگی نمدیدہ آکھ
 خواب میں بھی دیکھنے پائے نہ اس مہوش کو ہم
 لے گئے دل کو چھا کر وہ گئے سب دیکھتے
 سچ ہے رنجش کے سوا ہے کیا لڑائی میں حصول
 جلوے ! انہوں کو دنیا اپنے دکھلایا کرے
 چاہتا ہے شوق فطانہ مرا اسے نامہ بر
 اسے دل شامت زدہ یہ حلقہ موت سمجھ
 ماہ کی مجھکو نہ لگ جائے نظر ڈالتا ہے جی

اللہ اللہ جلوہ حسن و جمال فخر دیں
 ہے اسی پر اسے ظفر گرمیدہ دل گرمیدہ آکھ

ردیف الیاء التختانیہ

جائے پا جو تری دیکھ اسے صنم لیتے تو پائیں باغ میں جھک جھک کے گل قدم لیتے
 مطلع ثانی

تو ان کا کیا یونہی مطلب سمجھ نہ ہم لیتے
 جو سانس بھی ہیں تمہارے مریض غم لیتے
 کہ ہم بلائیں تری زلف غم بہ غم لیتے
 کہ آہ و نالہ تو دل میں نہیں ہیں دم لیتے
 اسی سے ڈرتے ہیں ہم ہاتھ میں قلم لیتے
 نہ دیکھتے جو عوض اس کے جام و ہم لیتے
 وہ سول اپنے لئے ہیں غم و الم لیتے

اگر وہ نام ہمارا نہ دہم لیتے
 یہ باتوں ہیں کہ چڑھتا ہے ان کا ضعف سے دم
 کہاں تھی شانہ صفت اتنی دہرس ہم کو
 جو رو کا آنکھوں میں اٹکوں کو ہم نے اپنے تو کیا
 نہیں ہیں اپنے میں کیا جانے ان کو کیا لکھ دیں
 وہ دیکھی سارے دل لے کے ہم نے کیفیت
 جو دل کو پیچتے ہیں اپنے جا کے ان کے ہاتھ

کسی نے کچھ تو اگلی مری طرف سے ظفر
 جو بات بات میں ہیں مجھ سے وہ صنم لیتے

جو ہو تو کیا ہے عجب ہے مضائق میں گری
 کہ جس کی بچھی ہے ساری جدائی میں گری
 سوائے طبع سے گودی کلائی میں گری
 اُسی کرتے ہیں کیوں بیوفائی میں گری
 بلا ہے شوخ کے دست سحالی میں گری
 ہے اس قدر ترے داغ جدائی میں گری

شکر لب اس تری شیریں اوقاف میں گری
 خدا ہی جانے کہ عشق بتاں ہے کیسی آگ
 بنا ہے صنم کی گری سے وہ سراپا گرم
 یہ سرد و مہر وفا میں تو ہیں نہایت سرد
 لگی ہے پیچہ سر جاں کو اس کے رشک سے آگ
 نہیں ہے حاجت منتقل ہمیں زمناں میں

ظفر جلاتے ہیں دل اس کا شوخ آفتاب غو
 یہ جس سے کرتے ہیں کچھ آشنائی میں گری

پر نہیں ہم بٹانے والے غم کے آدمی
 اخذ ترس اس قدر ہیں جس صنم کے آدمی
 ہوتے ہیں محتاج کب وہ جام جم کے آدمی
 جو مثال نقش پا وں بیٹھے جم کے آدمی
 پھٹتے ہیں پھندے میں زلف خم غم کے آدمی
 رچے ہیں کس حال میں لک عدم کے آدمی
 جب تک طالع نہ چکائے نہ چکے آدمی
 کیوں فیرو ترے قول و قسم کے آدمی

ساتھ ہیں یوں تو ہزاروں اپنے دم کے آدمی
 وہ خدا جانے کیا ہو گا کیسا بے رحمی شعار
 دیکھتے ہیں اپنے دل میں جو تماشائے جہاں
 کیا زمیں دلکش ہے کوچے کی ترے اٹھے نہ پھر
 دام ہے اس واسطے ہوں جانور اس میں اسیر
 جو گیا پھر کر نہ آیا اور کس سے پوچھیے
 ہے عہد کوشش فروغ انساں کا ہے قسمت کے ہاتھ
 اے پری رو ہو اگر آگاہ تو آ جائے پھر

خفق کا کب بوجھ اٹھا ہے فرشتوں سے ظفر
 ہیں اٹھانے والے اس بار الم کے آدمی

لفرجی دلاویز دلہائی دلائے
 علم کیئے علم کوشی عظم خواہی عظم را نے
 بد طریقے بد شعاری بد مزاجی بد زبانی
 کھا عارض سبز زاری روی کلکوں گلستانے
 ہوشیاری حرف گیری ککت طبعی ککت دانے
 خود سرے نا آشنائے سرکشی نا مہربانی

شوغ چشمی خوش نکاحی بیوفائی بدگمانے
 مست مازی فتنہ سازی سند خوئی جھگڑائے
 کج کلاہی کج ادائی پر فرجی پر دعا بے
 چشم میگون میگرد مہر نکاحی بارہ نوشی
 خوش نکاحی خوروی بدک سبے لغز کوئی
 خود پرستی خود نمائی خود پسندی خود نمائی

جم ظفر ہیں اس پہ منتوں خوار و رسو زار محضوں
 وہ یہ ماننے یا نہ مانے وہ یہ جانے یا نہ جانے

دیکھنے سے ہاتھ دھوئے یہ بڑی مشکل بنی
 کیا بنی رشتہ میں اس پر کیا سر منزل بنی
 خج جو محفل میں ایسی رونق محفل بنی
 میں نے جانا چشم جاناں پھر مری قافل بنی
 گر بنی اکسیر تو کیا خاک اے قافل بنی
 جو بنی و بدم پہ اپنے عا دم بھل بنی

کیا کہوں گریہ سے جو کچھ چشم پر اے دل بنی
 دل نے کیا جانے کر طے کی کس طرح راہ و قاف
 کس کے نور حسن کی تابلی سے یہ پایا فروغ
 کھینچی شمشیر اس نے جس دم سرمہ تحریر کی
 تھی مہوش خاکسادی تیرے حق میں کیا
 تیرا کیا گزرا رلا تیغ نکاح یار سے

بات بن آئی نہ کوئی اے ظفر تدبیر سے
 پر بنی وہ عا کر جو تھیر کے شال بنی

ہے جو مدت میں کبھی وصل کی صورت بنتی
دوست اس جان جہاں کا نہ اگر میں بنتا
ڈھب بے لئے کا اس یار کی تدبیر سے کیا
ہوتا اگر معرکہ عشق میں سیز کا نہ داغ
دن قیامت کا مرے واسطے بنتا ہر روز
عشق کی زہب ہے بے عزتی و رسوائی
کان لگ کر مرے غیروں نے بگاڑا تجھ کو
گر بے قصر مرے واسطے جنت میں تو کیا

تو گھڑی بھر مری ان کی نہیں صحبت بنتی
تو میری دشمن جاں کا ہے کو خلقت بنتی
نہیں تدبیر بھی بے یاری قسمت بنتی
دل کی کس طرح پر بہر حفاظت بنتی
پر نہ اے ماہ جہیں یہ شب فرقت بنتی
اس میں عزت کے نہ کرنے سے ہے عزت بنتی
اب کوئی بات ہے لے اسے کان ملاحظت بنتی
خروش تیری گلی میں مری تربت بنتی

کام دنیا کے ظفر بگڑے ہی رچ مارے
دل دنیا کے لئے گریہ نہ غفلت بنتی

کرے خانہ بدوشوں کی خدا خود خانہ سامانی
لے ہر شب نئی منزل نیا دانہ نیا پانی

مطلع ثانی

پھولے دل کے تازہ تازہ طرز اشک انسانی
کہا میں نے نہ کھینچ اس زلف کی تصویر کھینچے گا
ترے سر باز کو وہ دن نہ ہو کم عید قراں سے
دکھا دیتا جو صن اپنا وہ طلعت گر زینا کو
پریشاں مثل زلف یار ہو ہر سطر کاغذ پر
تراشا آ کے اس صورت کدہ میں اس نے کیا دیکھا
کوئی جاتی ہے اس میں پیش تدبیر اے فرد پیش

وہ الفت میں ہے روز اک نیا دانہ نیا پانی
نہ مانی بات مانی نے مری آخر کوچیں مانی
کرے جس روز تو قرباں اے مانند قربانی
تو اس کو خواب ہو جانا جمال ماہ کنعانی
جو کچھ لکھوں میں اپنے دل کا احوال پریشانی
کراتی صورتوں میں جس نے اک صورت نہ پہچانی
لوشٹ اپنی جو پیشانی میں ہے وہی ہے پیش آنی

ظفر اس عالم تصویر کی صورت کو جب دیکھا
ہوئی صورت گروں کو صورت تصویر حیرانی

صحبت نہ ان بتوں سے گر اتنی ذرا ہے
لے جائے اڑا کے زر گل نہ کس روش
سرمہ تو ہم نے آنکھوں میں ان کی لگا دیا
دن رات پیٹتے ہیں سر سرکشی سے کیوں
اے ظلم کیش کیا وہ بچے جس کے واسطے
دود جگر سے میرے ہی اے آہ کیا عجب

وہ ظلم اپنے دل و جاں پہ کیا ہے
یار چمن میں پھو جو بار صبا ہے
پر ڈر ہے یہ کہ اور نہ کچھ طویلا ہے
کیا نہ لکھ یہ حق میں مرے آسیا ہے
تیر نکاہ ہمسر تیر تھنا ہے
زیر لکھ جو اس کو لکھ دوسرا ہے

خاموش جب تک تجھے کر تجھے بے نوا ظفر
لکارتے ہیں اب تو کہ ہم بانوا ہے

ہے بھنور ہلہ سے کھائے ہے چکر پانی
 دور و دانتوں کے ہے شرم سے کوہر پانی
 اے ستم گر بجز آب دم حنجر پانی
 چھوڑ کر آگ کو پھر ڈھونڈے سمندر پانی
 پھر نہ جائے گل سیراب پہ کیوں کر پانی
 گرچہ مالوں سے مرے ہو گئے پھر پانی
 کیا ترشا ہے تھے آگ ہے اوپر پانی
 اس نے مانگا نہ پھر اے شوخ ستم گر پانی

تیری گریہ سے چڑھا ہے جو نلک پر پانی
 لعل ہے سامنے ہونٹوں کے ترے رشک سے خون
 تشنہ کاموں کو شہادت کے نہ سیراب کرے
 گر ہو آتش کدہ میں اک شرر آتش دل
 تیرے رخسار عرق پاک سے اسے رشک چمن
 سنگدل جفا پہنچا نہ کبھی دل تیرا
 دیکھ تو آئینہ میں شعلہ رخسار کا عکس
 زلف تیری ہے وہ افنی کہ جسے اس نے ڈسا

نہ بھی تو بھی دل سافت خلق کی آگ
 صرف ہوویں کئی دنیا کے ظفر گر پانی

دعا ایسا کی مانگے اپنے اور صلی علی کیوے
 کہ تیرے سامنے وہ اپنا سارا ماجرا کیوے
 نہیں حاجت یہ عاشق کو کہ منہ سے دعا کیوے
 زبان الخیظ اے شوخ شمشیر قضا کیوے
 کوئی چاہے بھلا کیوے کوئی چاہے برا کیوے
 کہ اس دیوانہ کی جانب سے مینوں کو دعا کیوے
 جو مانے ہی نہیں تو پر کیوے کس کی بلا کیوے
 لب ہر زخم سے قاتل کو اپنے مرحبا کیوے

صنم میں جلوہ حق گر کوئی دیکھے تو کیا کیوے
 کہاں فرصت ترے عاشق کو اتنی انگلیاری سے
 نکالیں عی وہ سب کہہ دیتی ہیں جو دل کا مطلب ہے
 بڑی تیغ جگہ کے گرد کھادوں زخم کاری میں
 ترے منتوں کو کیا مطلب بھلائی اور برائی سے
 صبا سے کوئی کہہ دے گروہ دشت نجد کو جاوے
 کیوں سو بار دلوں میں اگر مانے کیا میرا
 جو زخمی ہووے تیغ خلق کا یہ اس کو واجب ہے

ستاروں کی طرح سے تو بھی کانٹے دلت آنکھوں میں
 ظفر اپنی کہانی تجھ سے گرا سے نہ لقا کیوے

سبزہ رنگوں کی ٹکڑوں عی سے بیہوش ہوئے
 جس کے ماتم میں یہ بارل ہیں سیر ہوش ہوئے
 ہو گیا کیا کہ جو سب تم کو فراموش ہوئے
 کہ جسے غنچہ گل دیکھ کے خاموش ہوئے
 کہ کبھی ہم سے نہ تم آ کے ہم آغوش ہوئے
 جو کہ بار غم دنیا سے سبکدوش ہوئے

نہ تو پی بگ کبھی ہم نے نہ سے نوش ہوئے
 اٹھ گیا کونا اس بزم سے سے کش ساقی
 مہر و پیاں تھے مرے ساتھ تہارے کیا کیا
 دل گرفتہ کوئی کیا مجھ سا چمن میں آیا
 مجھے آغوش لہ میں ہم اسی حسرت سے
 مجھے اس منزل ہستی سے آرام وی

نظرے شک آنکھ سے اور سینہ سے میرے مانے
 دل میں پیچا جو محبت کے ظفر جوش ہوئے

جب سنی بات تری رہک فر اور سنی
 نہ سنا ہم نے کسی بات پہ حرفت صمین
 نہیں تحقیق کر ہے کیا ترے بنار کا حال
 دیکھئے حال جو ہوتا مگر اس ظالم نے
 ہم یہاں سنتے تھے لوگوں سے حقیقت کچھ اور
 ہوش اڑتے تھے شب وصل میں دیکھ آفریح
 شام کو اور سنی وقت سحر اور سنی
 منہ سے گالی ترے ہاں کوئی مگر اور سنی
 کل خبر اور سنی آج خبر اور سنی
 اک دریا میری نہ فریاد جگر اور سنی
 جا کے جس وقت سنی یار کے گھر اور سنی
 آواز تری مرغ سحر اور سنی

قصہ غم سے مرے خوش نہ ہوا وہ بے دم
 پھر کہانی نہ کوئی اس نے ظفر اور سنی

عقدہ مقصود اپنے آج کل کھل جائیں گے
 لاپتہ دل کے محل میں شوق سے تشریف آپ
 ان کی باتوں پر نہ جانا پیچھے پکھتائے گا دل
 بند ہے جب تک نیاں کھلتے نہیں امراہ دل
 ہمیں آبرو سے تمہارے عاشق سر بار پر
 غافل کرتے ہو جو ہمیشہ تم اعمال بد
 وہ جو مل کر رہے ہیں ہم سے ان کے گل کھل جائیں گے
 کیا ہوا مگر بند ہیں باب محل کھل جائیں گے
 تجھ سے وہ باتوں میں گو پہلے پہل کھل جائیں گے
 جائے گا جس دم نیاں سے کچھ نکل کھل جائیں گے
 دم میں سارے جوہر تیقا جل کھل جائیں گے
 ہو گئے دوسرا سب جس دن وہ گل کھل جائیں گے

جو کسی کا شعر نغمت سے نہیں سنتے ظفر
 کان ان لوگوں کے سن کر یہ غزل کھل جائیں گے

ظفر جو اتنی پر گوئی پہ ہے تو خوب کو اچھا
یہ خوبی دہن کی اور طبع کی جودت کی خوبی ہے

اشارہ چشم قاتل کا وہ کافر تیز چلتا ہے
رواں گر ہوں ذرا اس چشم دریا بار سے آنسو
پیام وصل گر بھیج ہاتھ ان کے
ہمارے دوڑے آنکھ جس طرح اس بحر خوبی پر
چلا ہے جلد کس کے رخ کرنے کو خدا جانے
اگرچہ طائر شوق اپنا ہے بے بال درپہ لین

درازی وصل کی شب کو ظفر گر ہو تو کیونکر ہو
کہ اس شب اور چرخ کینہ پرور تیز چلتا ہے

مجھ کو اپنے دلبر کا دھیان بھی جو ہے سو ہے
زلف سرکش یہ تری کیا رہزن دیں ہے فقہ
منزل سرکش سے ظالم ہے ترے عاشق کا کوئی
شاش گل تجھ بن چمن میں ہے مجھے مثل خدنگ
تازہ ہے نغزہ ترا ظالم ہے کیا قبر و مسم
کیا تماشا ہے کہ منہ چڑھتا ہے میرے آئینہ
اے صمم قدرت خدا کی ہے ترا حسن و جمال
ہائے کس کس کو سنبھالوں میں فراق یار میں

واں تو ہیں بد مہدیاں پر اب تلک یاں اے ظفر
مہد بھی جو ہے سو ہے بیان بھی جو ہے سو ہے

کہاں مژگان تر سے اب دریا بار ہمسر ہے
رہے جب رو بہ آئینہ دیکھیں کیونکر ہم صورت
میاں سرمہ کا دنبالہ ہے تیری چشم وحشی میں
جدائی میں تیرے اے رشتہ گل ہو چین کیا مجھ کو
سمندر سامنے اس چشم کے چشمہ کے کتر ہے
ہمارے آپ کے درمیان سد سکندر ہے
کہ برگ نیلوفر آہو کے منہ میں اے سخن بر ہے
گل بستر بھی میرے حق میں مثل خار نشتر ہے

لیا اس چشم نے یوں بچہ مڑگاں میں دل میرا
 لب مازک سے تیرے کیونکر دوں میں لعل کو تھیرا
 کیا ہے قتل اک عالم کو تیری چین ابرو نے
 سمجھا اے دل نہ تو مواف سرخ اس حور مشکیں میں
 کہ جیسے چنگل شاہین میں گنہ جانا کہوڑ ہے
 کہ یہ ہوگ گل احمر ہے وہ اک لعل پتھر ہے
 ستم گر اس تیری تگوار میں کیا خوب جوہر ہے
 نکالے یہ زباں مارے سپہ نے منہ سے باہر ہے

صفا کی کیا ہوئی خاک اے ظفر اس آئینہ سے
 کہ ظاہر صاف ہے اور باطن میں مکدر ہے

دل لگا میرا بہت ہوش رہا سے ہوں ہے
 جانا ہی نہیں آزار محبت کا علاج
 وہ ہے مایوس ترا ملتا ہوں میں ہاتھ اپنے
 جیسے ڈرتا ہوں حدنگ نگہ یار سے میں
 بھاگوں زنداں سے نہ کیوں مثل صدائے زنجیر
 ہاتھ کیا آئے گا تیرے کہ جو تو اے عالم
 کس سے یہ حق محبت ہو ادا میرے سوا
 کیسی تسکین کہ سوا ہوئی ہے جہانی دل
 یہ نہیں سمجھتے کیا امید خدا سے یوں ہے
 تیرے پیار کو انکار دوا سے یوں ہے
 دل مرا خون ہے اگر رنگ دتا سے یوں ہے
 سہتا کوئی نہیں تیر قضا سے یوں ہے
 تیرا وحشت زدہ آوارہ صدا سے یوں ہے
 توڑنا شیشہ دل تنگ جفا سے یوں ہے
 کون سینہ پر اس تیغ ادا سے یوں ہے
 ہمنشین میرا مجھے دیتا دلا سے یوں ہے

اس سے کہہ سکتا نہیں میں کہ ہے میرا یوں حال
 اے ظفر سن کے وہ کہہ دے گا بلا سے یوں ہے

زلف کرتی نیم رخ اس طرح کا چھل بل سا ہے
 جی لگے تجھ بن میرا کیونکر کہ نظروں میں مری
 چاہئے کیا روشنی مجھ کو شب تاریک میں
 مارا شگ سرمہ چشم سرمہ سا ہے یار کا
 یوں ہی بگتا ہے ہمیشہ ماسح بیہودہ گو
 کل کے آنے کا الٹی گس نے ہے وعدہ کیا
 اک طرف ہے چاندنی سی اک طرف بادل سا ہے
 گھر ہے ہیرا نہ سا بھی اور شہر اک جنگل سا ہے
 ساتھ میری شعلہ میری آہ کا مشعل سا ہے
 مصحف رخسار پر گویا خط جدول سا ہے
 کون اس کے منہ لگے جانے بھی دو جھل سا ہے
 دل جو شوق وصل میں آج اس قدر بے کل سا ہے

افکار سوزاں ہیں وہ داغ محبت اے ظفر
 دل پر آتش جس کے باعث سے مرا منتقل سا ہے

دم بھراں سے گر صورت بدل جائے عجب کیا ہے
 دکھاتا اپنے سر بازوں کو ہے وہ جہنمیں ابرو
 اگر درد محبت سے اثر ہو عالم دل میں
 مرا غم خوار میرے پونچھتا ہے گرم گرم آنسو
 بھرے گود سستی کا دم عدو پر سامنے میرے
 تمہارے عشق جاں سوخت کی خاک مدفن پر
 اور اس صورت سے دم مرا نکل جائے عجب کیا ہے
 اگرچہ ہم در تلواریں چل جائے عجب کیا ہے
 تو مثل پتھر بھی پگھل جائے عجب کیا ہے
 پھپھولوں سے جو اس کا ہاتھ پھل جائے عجب کیا ہے
 جب آئے عشق کے میدان میں مل جائے عجب کیا ہے
 اگر ہر سات میں یہ گھاس جل جائے عجب کیا ہے

ظفر آگاہ ہے جو کوئی آداب محبت سے
 وہ پابوسی کو اس کی سر کے مل جائے عجب کیا ہے

کیا کہوں جو کچھ اس نے کیا کہنے سے برائی ہوتی ہے
 چپ ہوں میں کہ منہ سے نکلی بات پرانی ہوتی ہے
 کسی سے لڑائی آنکھ انہوں نے کبھی لڑی جو پھولوں کی
 آج ہماری ان کی دیکھو کہی لڑائی ہوتی ہے
 ترے دست ظلم و ستم سے قاتل غیر از مائیں حیز
 مجھ سے گرفت خاطر کی کب عقد بکھائی جتی ہے
 دست و پا ہیں دونوں تمہارے آج دہائی بانہ دے
 آج ہمارا قابو ہے تو ہاتھ پائی ہوتی ہے
 شعل تباں ہوٹل ربا پر میں ہی نکل گیا شیفت ہوں
 دیکھ کر ان کی صورت مفتون ساری خدائی ہوتی ہے
 غم نہیں درد جدائی سے گر عاشق کا ہا جائے وصول
 لیکن تیرے در سے اسے بد درد جدائی ہوتی ہے
 بھیجے ہیں وہ غیر کے ہاتھوں ہم کو دست نرگس کا
 دیکھو ظفر ہم چشموں میں یوں چشم نمائی ہوتی ہے

تم وہاں مشغول شب کو محفل آرائی میں تھے
 فائدہ کیا اگر نہ کام آئے دل پیار کے
 ہم یہاں بیتاب کیا کیا کچھ تنہائی میں تھے
 گو کہ تیرے دونوں لب یکساں مسکائی میں تھے
 شہرہ آفاق یوں کا ہے کہ رسوائی میں تھے
 جب تک عاشق نہ تھے اس شوخ ہرجائی پہ ہم

پی رہے تھے اشکِ خوں آنکھوں میں ہم بھر بھر کے یوں
مسجدوں میں اس طرح کا بے ٹکراتے تھے سر
دیکھ کر اس قدر غنا کو چمن میں کٹ گئے
مرنے نے فرصت نہ دی ورنی تماشا دیکھتا
عشق کے باعث گئے جاتے ہیں دیوانوں میں ہم
واں چلیسا تر پہ ساغرِ باد و پیانی میں تھے
اس صم کے در پہ جب تک ہم نہیں سانی میں تھے
سرو جو مغرور و سرکش اپنی رعنائی میں تھے
ڈھنگ ساری قمیص کے سے تیرے سوداگی میں تھے
ورنہ گنتے اپنے آگے کس دامانی میں تھے

کر دیا اک ان مین اس دلربا نے مائیکب
ہم کو دعویٰ اے ظفر کیا کیا ٹھیکبانی میں تھے

کرتے عیاری ہیں وہ واں رسمِ یاری یوں بھی ہے
رکتے ہو بے چین تم کیا کیا دل بیمار کو
چشم سے دیا ہے لیکن ابھی دل کی نہ آ
بھر میں دھن وصل میں ڈر بھر کا
رات دن ہیں خونِ فشاں آنکھیں مری کیا دیکھ تو
کوچہ جاں میں بھی جا کر نہیں آیا قرار
ورنہ بوسہ نہیں تم ہم تمہیں دیتے ہیں دل
سنگ سرمد بر لگاتے کیوں ہو تم حق نگاہ
پر کریں کیا ہم کو واجب جاں فدا یوں بھی ہے
واہ وا کہتا کوئی بیمار واری یوں بھی ہے
وی بوجھی مالوں کی اپنی شعلہ باری یوں بھی ہے
جان بے آرام ہوں بھی ہے ہماری یوں بھی ہے
کی کبھی اے اب تو نے اشک باری یوں بھی ہے
نکھی قسمت میں ہماری بے قراری یوں بھی ہے
ہم کو تو منظور ہاں خاطرِ تمہاری یوں بھی ہے
قل کو عاشق کے اس میں آبداری یوں بھی ہے

نالے کی ان کو آتی ہیں بہت باتیں ظفر
کہ کسی میں نالے ہیں کہ کسی میں نالے

دل ہے کہتا اور کچھ تدبیر کہتی اور ہے
مجھ سے تو کچھ اور کہتی ہے تمنائے وصال
ہو گیا معلوم بہنیش سے لبِ شمشیر کے
ہوئی وہ تصویرِ تصویروں میں میری دیکھ کر
کافا ہے کیوں زبانِ شمع کیا جز سوزِ دل
کھا چکا دل پر جراثیم پر جراثیم حاصل
مالہ زنجیر کی غل سے یہ زنداں میں کھلا
میں تو ہوں کچھ اور کہتا اور عداوت سے مری
عمل کہتی اور ہے تقدیر کہتی اور ہے
اور اس سے کچھ دمِ تقریر کہتی اور ہے
آج قاتل کچھ تری شمشیر کہتی اور ہے
صورتِ حال اپنی یہ تصویر کہتے اور ہے
یہ زباں سے اپنی اے گلگیر کہتی اور ہے
اور اس پر بھی زبانِ حیر کہتی اور ہے
آج دیوانوں سے کچھ زنجیر کہتی اور ہے
خلق تجھ سے اے بت بے پیر کہتی اور ہے

اپنی اپنی سب ہیں کہتے آہ کیا کیجئے ظفر
آہ کہتی اور ہے تاثیر کہتی اور ہے

جیسے کہ باغ میں نہیں وہ رخت باغ ہے لالہ کی جائے باغ کے سینہ میں داغ ہے

مطلع ثانی

دنیا فروغ دل میں محبت کا داغ ہے رہتا بغیر داغ یہ گھر بے چراغ ہے

مطلع ثالث

تو ہے نکلا شراب کا اور صحت باغ ہے ہم ہیں جنوں کا جوش ہے دامن داغ ہے
تجھ بن کہاں ہے بادہ نگلوں مجھے نصیب خون جگر سے اپنا لباب اداغ ہے
جب تک نہ ہووے غم کوئی علقہ کی طرح سے تیری کمر کا ہاتھ کب آتا سراغ ہے
غصہ ہے دل گرفتہ تو گل ہے جہ نگار کس کو چمن میں دہر کے غم سے فراغ ہے
کیا قدر ہو سخن کی انہیں جن کو سامنے یکساں سداے طوطی و فریاد تراغ ہے
دل کھول کر نہ کر سکے ہم مالہ و نفاں دھڑکا رہا یہی کہ وہ نازک دماغ ہے

تو نے لگایا سینہ سے کس رخت گل کو آج

دل تیرا اس قدر جو ظفر باغ باغ ہے

رخ سے تو نے زلف کو اسے ماہ سرکایا تو ہے تیرے بختوں کا ترے اقبال کچھ چکا تو ہے

مطلع ثانی

گرچہ وہ بیداو گر بے درد بے پرواہ تو ہے پر جو میں کچھ درد دل کہتا ہوں سن لیتا تو ہے
دیکھتے ہے کیا نوشتہ میں مری ہوتا ہے کیا اس بت نو خط کو قاصد میں نے لکھا تو ہے
پوچھتے ہو اور کیا رونے کا میرے ماجرا دیکھ لو چشموں سے ہم چشموں ریاں دریا تو ہے
دیکھتے ہیں جب برا احوال میرا عشق میں پوچھتے ہیں ہنس کے وہ مجھ سے کہ تو اچھا تو ہے
یہ نہیں معلوم مارا کس کو اس سناگ نے پر گلی میں اس کے ہنگامہ سا اک بر پا تو ہے
گر نہیں غم خوار و حشت میں کوئی میرا نہ ہو پوچھنے کو میرے آنسو دامن صبرا تو ہے
جاننا تھا میں کہ پہلو میں نہیں ہے میرے دل پر چھری سے آج میں نے جیر کر دیکھا تو ہے

گر مجھ کو الجھے وہ کافر تو پھر کیسی بنے

تو نے زلف کج ادا کو اسے ظفر چھیڑا تو ہے

یہ نہیں ٹپکے میان ہر دواہر و تنگ ہے
کیونکر ہوں دل کھو کر باتیں کہ قسمت سے مری
آبلہ مس پاؤں کے کیونکر سائیں غار دشت
دیکھ کر تحریر سہرہ چشم وحشی میں تری
اے دل دیوانہ ہے دامن صحرا تو وسیع
منہ ہے کیا تیرے دامن سے ہو مقابل باغ میں
قبضہ و شمشیر میں اک اے جفا جو تنگ ہے
جائے بے قابو کشادہ جائے قابو تنگ ہے
اے جنوں انہو اتنا اور تنبو تنگ ہے
ہانا پٹے سے گٹھے کے اپنے آہو تنگ ہے
تو سن وحش کا لپٹا کیوں نہیں تنگ ہے
تافیہ فنیچے کا پہلے ہی سے لگرو تنگ ہے

رشت خصلت کو ہمیشہ رنگ میں دیکھا ظفر
اپنی خو سے بد سے رہتا آپ بد خو تنگ ہے

مے کے لئے خمار بھی اے بادہ خوار ہے
اے آب گر یہ تیری ہو کیا خاک آہو
رخسار زرد پر ہیں کہاں اشک لالہ گوں
آرام زیر خاک بھی معلوم گر یہی
تو پیاس تشنگان شہادت کی بجھا
اس کو شفق نہ سمجھ پڑی منہ پر چرخ کے
پردہ شراب اور ہے جو بے خمار ہے
دل میں تو یار کے وہی اب تک غبار ہے
دکھلا رہا یہ عشق خزاں میں بہار ہے
پہلو میں آو اپنی دل بے قرار ہے
تا جانے وہ کہ تیغ تری آہار ہے
الا کر کسی شہید کی خاک مزار ہے

پیدا ہوئے شادی و غم باہر اے ظفر
خنداں اگر ہے برق تو اب اشک بار ہے

کوچہ عشق اس بہت پردہ نہیں کا اور ہے
رستہ اس کے چٹلا کو کفر و دین کا اور ہے

مطلع ثانی

ماہ کا ہے اور عالم نہ جہیں کا اور ہے
دست گلہائے رنگیں پر کہاں ہے یہ بہار
لے خبر اے بے خبر آک کر کہیں جلدی کہ آج
ہو چکے ہیں یار دل میں سینکڑوں تیر ستم
شع تو اس شعلہ رو سے ہزم میں ہمسر نہ ہو
کا کل مشکلیں کے پھندے سے جو دل چھوٹا کیا
ہمنشیں ہر بات پر اب وہ کہتے ہیں نہیں
چاند ہے وہ آسمان کا یہ زمین کا اور ہے
اشک خوں سے رنگ میری آستیں کا اور ہے
حاصل تیرے عاشق اندوہمیں کا اور ہے
وار کرتا اس پہ بھی وہ تیغ کہیں کا اور ہے
دیکھ جلو اس کے روئے آستیں کا اور ہے
پاس اس کے دام زلف غیریں کا اور ہے
تو نہیں واقف کہ باعث اس غبی کا اور ہے

آد جو کھینچتے ہوئے آتا ہے وہ شمشیر مار
کچھ ارادہ اسے ظفر اس ماز میں کا اور ہے

دیدہ تر جوش گریہ سے جو اک دریا سا ہے رات انھی سیاہی دن رہا تھوڑا سا ہے

مطلع ثانی

دیدہ تر جوش گریہ سے کو اک دریا سا ہے دامن مڑگاں سراسر پاٹ دریا کا سا ہے
زلف سنبل خط ریحان چشم نرگس ہے تری رخ برنگ گل دہن خنچے سا قد بنا سا ہے
وصل کی شب ہر گھڑی گھڑیاں کی سکر صدا پہنچتا اک دل کو صبح جبر کا دھڑکا سا ہے
جو ہجان آنکھوں کا منتول اس کو اک وحشت سی ہے جس کا ان زلفوں میں دل الہا اسے سودا سا ہے
سال مجنوں کا نہ اپنے پوچھ اے لیے اُس ہو گیا دست جنوں میں سوکھ کر کاٹا سا ہے
دیکھنا اس بست لب سبزہ خط کی بہار واہ کیا یا قوت امر پر کیا پینا سا ہے
بیٹھا کیا باتیں بنانا ہے اگر دیکھے اس حال ہو جانا ترا ناح ابھی میرا سا ہے

جلو رہے وہ تجھی میں بن کا ہے مشتاق تو
اے ظفر تیری خودی پر درمیان پر دا سا ہے

عزیز و گور میں کیا دل کا داغ جلتا ہے اندھیرے گھر میں ہمارے داغ جلتا ہے
کیونکر گل ہوں سہاگلہ کہ دیکھ کر تجھ کو ہوائے زلف ہمیشہ باغ میں اے رشک باغ جلتا ہے
سے بھڑکی یہ آتش سودا کہ بوئے مشک سے میرا داغ جلتا ہے
بجائے بادہ بھرا کیا مرا پیکلہ داغ کہ آفتاب کا گردوں لایع جلتا ہے
کہاں ہے لالہ ، خورد و نغان بلبل سے صبا تمام یہ دامن زاع جلتا ہے
ہم اس سے جلتے ہیں اے شمع رو کہ پروانہ شب انجمن میں ترے با فراغ جلتا ہے

نخن سے میرے جلتے ہیں عدوئے بد گفتار
ظفر مقال سے طوطی کے زاع جلتا ہے

وہ خط لکھنے پہ مجھ سے جو برخلاف رہے تو جوں قلم مرے دل میں نہ کیوں شکاف رہے
کوئی ہو خوب زشت چاہئے تجھ کو مثال آئینہ تو سب سے سینہ صاف رہے
پھرا ہے جو تیرے کوچہ میں اے صنم یک بار پھر اس کو کعبہ کی کیا خواہش طواف رہے

ہے نہ کیونکر وہ گرداب فکر میں ڈوبا
نہیں درگ مری قتل میں اسے منظور
ہم اس پری کے ہیں دیوانے اپنے عشق کی دھوم
جسے ہمیشہ تمہارا خیال ناف رہے
کمر میں اس کے کیوں نہ تیغ خوش تلافی رہے
ہمیشہ کیونکر نہ ازکاف تا بہ کاف رہے

جو در پہ بیٹھ رہے یار کے ظفر اس کو
نہ فکر مسجد و پروائے اعکاف ہے

کہاں ہے اپنا وہ عالم کہیں اٹھے کہیں بیٹھے
منایا ہم نے تل کا جل کا ان کے منہ پر سے
آبادہ تھا کہ ان سیا آج اپنا حال دل کہینے
اٹھاتا کون ہے دیکھیں گلی سے یار کی ہم کو
اٹھا کے دو جہاں سے ہاتھ جو تیری محبت میں
اگر وہ دور بھی ہوں گے تو پاس آ جائیں گے اپنے
ہوئی ہے اب تو یہ حالت جہاں بیٹھے وہیں بیٹھے
لگے کہنے یہ تمام معلوم یاں ہیں نکاتہ جہیں بیٹھے
یہ دیکھو خوبی، قسمت کہ ہیں وہ خشکیں بیٹھے
کہ ہیں پکڑے ہوئے جوں نقش پا ہم بھی زمیں بیٹھے
ترے در پہ وہ اسے غار نگرے دنیا و دیں بیٹھے
صفائی دل سے ہم جس وقت لے کر دور ہیں بیٹھے

ہمارا امام تو ہے اسے ظفر مشہور عالم میں
اگر چہ ہم میں اپنے گھر میں مانند نہیں بیٹھے

خط نو رستہ سے تیرے دل بیتاب مرنا ہے
خبر لے جلد اسے دیوائے خوبی اپنے مضطر کی
او گے ہے سنبھل اس کی خاک سے ترا آشفہ
پلا اک جام اسے ساتی کہ صدف زندگی کی ہو
پرے ہے حلقہ گیومین دل اس بحر خوبی کے
چمن میں تو جو پر مردہ ہوا ہے دیکھ کر اس کو
یہی بوٹی ہے جس سے سیلاب مرنا ہے
کہ تجھ بن وہ مثال مادی بے آب مرنا ہے
خیال زلف میں کھا کھا کے بچ و تاب مرنا ہے
کوئی سے نوش پیاسا بے شراب ماب مرنا ہے
یہ مادیان ڈوب کر ناحق یہ گرداب مرنا ہے
نگر کچھ تجھ میں پانی اسے گل شاداب مرنا ہے

کہے کون اسے ظفر اس سے نہ ہوئے نوش غیر میں
گھر نہ رشک سے پی کر کوئی زیر آب مرنا ہے

مہر خط پر اور ہے قاصد نثانی اور ہے
کیوں سنانا ہے مرا افسانہ غم قصہ خواں
اے تغافل کیش آما ہے اگر تجھ کو تو آ
لکھا مضمون اور ہے کتنا زبانی اور ہے
نہند از جائے گی ان کی قصہ خوانی اور ہے
کوئی دم عاشق کی تیری زندگانی اور ہے

باندھتا ہے اور دیا بار بھی تو یوں جھری
پانوں سے تم مل چکی میرے دل خوں گشتہ کو
مہربانی ہے تو ہم پر بھی تمہاری مہربان
ساقیا فردش میں لا ساغر کہ جلدی ورنہ دیکھ
آنسوؤں سے کم نہیں ہوتا مرا سوز جگر
پر مرے مرگاں ر خونفشانے اور ہے
یا ابھی منکھور کچھ مہندی لگائی اور ہے
پر جو ہے غیروں پہ وہ کچھ مہربانی اور ہے
لانا پھر کوئی دور آسانی اور ہے
بلکہ اس آتش کو بھڑکا دینا پانی اور ہے

کیا ستم اے ظفر کرتے ہیں جتنی وفا
اتنی ہی ہم پر وہ کرتا ظلم رانی اور ہے

ہم سے حیرا ہوا تھا بے جرم و خطا یہ کیوں کر ہے
آنکھوں سے کچھ دیکھا یا کانوں سے سنا یہ کیونکر ہے
نارت گر ہے چشم بتاں اب دیکھتے اس کے ہاتھوں سے
پتا اپنا دین و دل اے بار خدایا کیونکر ہے
منہ پر کچھ ہے پیچھے کچھ ہے بار مثال آئینہ
باطن میں سو قدورت ہے ظاہر میں صفا کیونکر ہے
اکثر دیکھ کے مجھ کو دور ہی سے پھر جاتے تھے
گھر میں میرے آما تمہارا آج ہوا یہ کیونکر ہے
دلہت زر بے باک نہیں نورانی حیرتی محفل میں
منہ لگتی بد مستوں کے بو شرم و حیا یہ کیونکر ہے
ہوئے جاما پیش نظر اور دیکھوں نہ اس کو آنکھ اٹھا کر
ہم چشموں انصاف کرو تم ہو سکتا یہ کیونکر ہے
خطا کو میرے اس نے ظفر کھولا بھی نہیں میں جہاں ہوں
مضمون میری خطا کا سارا اس پہ گھلا یہ کیونکر ہے

بنائیں یار انہیں کیا بناؤ ہو تو وہی
جو میرے رونے پہ ہنسے ہیں یارب ان کو یہ غم
دکھاؤں کیونکر تجھے میں کہ ہے پردہ نقیص
انہیں میں دیکھو تو دریائے دل میں کیا لہریں
لگائیں کیونکر یونہی کچھ لگاؤ ہو تو سہی
نصیب اگر نہ ہو سب آدھ پاؤ ہو تو سہی
کہیں کچھ اے دل منظر دیکھاؤ تو سہی
تم آشنائے دل اے آشناؤ ہو تو سہی

برنگ نقش قدم ہم کے ہم نہ اٹھیں گے
تم اپنے بوسہ کی قیمت میں ہم سے کیا لو گے
دل کے بیٹھے ہم اس واسطے ترا زانو
جہاں میں کون ہے ہمدرد تیرے رُخی کا
پر اس کے جی میں کچھ اتکا جہاں ہو تو سہی
بتاؤ کچھ ہمیں معلوم بہاؤ ہو تو سہی
کہ کچھ عدو پہ ہمارا دباؤ ہو تو سہی
کسی کے ایسا کیجے پہ گھاؤ ہو تو سہی

جو اپنا نقد دل و جان ظفر لگا دیں ہم
تو مار عشق میں ایک آدھ واؤ ہو تو سہی

سن عداوت کیش کو مجھ سے عداوت ہے سو ہے
بھولتا ہر گز نہیں میں اس کی قامت کا خیال
کر چکے سارے اطباء بلکہ جلی بھی علاج
کیا بتاؤں میں کہ ہے مجھ سے وہ کیسا بے وفا
آ گیا آنکھوں میں دم ظالم ترے مشتاق کا
جب دنیا کے نشہ میں جن کو غافل کر دیا
میرے گریہ نے نہ دھویا بارے دل سے غبار
فصل گل بھی جا چکی لیکن ترے دیوانہ کو
اس عداوت پر بھی جو مجھ کو محبت ہے سو ہو
زور برپا میرے جہراں کی جو حالت ہے سو ہے
پر ترے بیمار جہراں کی جو حالت ہے سو ہے
عشق میں اچھی نہیں منہ سے شکایت سو ہے
پر ترے دیوار کی آنکھوں کو حسرت ہے سو ہے
تا بوقت مرگ ان کو وہی غفلت ہے سو ہے
اس کے دل میں میری جانب سیکد ورت ہے سو ہے
وہ ہی سودا ہے سو ہے اور وہ ہی وحشت ہے سو ہے

اے ظفر مجھ سے رہا جانا نہیں بے شغل عشق
کیا بتاؤں رنج ہے اس میں کہ راحت ہے سو ہے

کیا جب آفت کا دور آسماں میں چچ ہے
شاخ سنبل میں کہاں ہے چچ ایسا خوش نما
زلزلہ چیچاں کس کی دریا میں ہوئی سایہ لگن
کیا کروں آہ و نغان سن سن کے یہ کہتا ہے وہ
دور میں جیسے پتنگوں کے پڑے چچ اس طرح
تیرے رہنے آتھیں پر یہ نہیں پیچیدہ زلف
ہوئے آتش دیدہ کے مانند سوز عشق سے
خاک ہو کر بھی نہیں جاتا ہے بل داروں کا بل
جس کے باعث سبھاں دیکھو میں چچ ہے
جو تمہارے کا کل خبر فشاں میں چچ ہے
پڑ گیا جو موت آب رواں میں چچ ہے
جاتا ہوں میں کچھ اس آہ و نغان میں چچ ہے
میرے تار آہ و تار کھکشاں میں چچ ہے
آتش رخسار کی سوج دغاں میں چچ ہے
دیکھو تو کیا تار جسم ناتواں میں چچ ہے
جل کے کب نکلے گا وہ جو ریشماں میں چچ ہے

اے ظفر گر پوچھتا ہے وصف قد زلف یار
اس میں سیدھی بات ہے اس کے بیاں میں پتچ ہے

ہب سے ترے آمیزہ دل پیش نظر ہے
کس رو سے نہ تو ہر ترا ہم سفر آہ
گر دھیان تیر زلف گم رخ کا تصور
دیتے نہیں ہم دل میں جگہ غیر کو اپنے
آگاہ ذرا آمد و شد سے ہو نفس کی
کہتے ہیں ملک سل طے دیکھ کے اس کو
اس آمیزہ میں جلوہ یہ آئینہ گر ہے
ماٹن سترے پاؤں کے شرمندہ قمر ہے
اپنی تو گزرتی یونہی تا شام و سحر ہے
جس روز سے جاں یہ کہ اس یار کا گھر ہے
کرتی یہ تری عمر گراں ماپ سفر ہے
اللہ وہ کس شکل و شمائل کا بشر ہو

دکھلا دے کبھی جلوہ دیدار تو اپنا
مشتاق تری دید کا مدت سے ظفر ہے

عشق میں غلام تری کیا خاک ہم اچھے رہے
گر دل و دیں دے کے اپنا ہم تمہیں کاہر ہوے
ہم نے اس ہستی میں رہ کر یہ قدم اٹھائے رنج و غم
بن گیا جو دل کو تیری زلف پہچان کا خیال
عشق کا آزار صحت سے ہے بہتر اے طیب
انکھ جاتے کہ دل میں کیا برائی آگئی
وہ رہے کھل کر پریشان ان کو دلجمعی رہی
خاک آخر ہوں گیسب پر پہلے ہی جو خاکسار
برسوں لہذا میں رہے ایک دام اچھے رہے
تم کو کیا نقصان ہوا تم تو صنم اچھے رہے
جو روانہ ہو گئے ملک عدم اچھے رہے
موج دود آہ میں بھی پتچ و غم اچھے رہے
جو رہے اس شوش کے بیمار غم اچھے رہے
پہلے تو ہم ہر لطف و کرم اچھے رہے
گل سے نچنے اے نسیم سحرم اچھے رہے
ہو گئے اس یار کے خاک قدم اچھے رہے

ہر کسی سے راز دل کہہ بیٹھنا اچھا نہیں
اے ظفر دنیا میں ہیں اب لوگ کم اچھے رہے

غیر کر سکتا ہے گو مجھ سے عداوت کیا ہے
جو نہ دیکھا تھا سو وہ عشق میں تیرے دیکھا
زلف اکثر جو ترے کان لگی رہتی ہے
سب جگہ ہے وہی اور سب کی نظر سے نہاں
مہربان دوست ہے دشمن کی حقیقت کیا ہے
دیکھئے اور دکھاتی ہمیں قسمت کیا ہے
کہتی یہ کان میں اے کان ملاحظت کیا ہے
چڑ گیا آنکھوں پہ پردہ غفلت کیا ہے

آبرو کھوتا ہے کوئی کہہ دے یہ صاف آئینہ سے
غمرہ کرتا ہے ترا ایک جہاں کو غارت
جلد آ جلد نہ کر دیر تو اے رشک مسج
کیا کہوں کہنے میں تو اور مصیبت سے سوا
اس سے تو ہو گا مقابل تری صورت کیا ہے
یہ بلا گیا ہے خدا جانے یہ آفت کیا ہے
دیکھ تو اب ترے بیمار کی صورت کیا ہے
مہر سے پوچھتے ہیں تجھ پہ مصیبت کیا ہے

میں کروں شلوہ جو کچھ ان کی محبت ہو ظفر
جب محبت ہی نہیں تو شکایت کیا ہے

اپنے دروازہ کی تم زنجیر دے کر سو رہے
قتل ہوا تھا نہ قسمت میں لاکھ بار
وہ بغل میں بغیر کے سوئے یہاں ہم ان کے بغیر
جب تلک بوسہ نہ دے گا سونے کب دینا ہوں میں
روبو میری جو منہ پر وہ پاند تان کر
کہنے بھی پایا نہ میں اپنی کہانی اس نے رات
کئے تو ہاں در پہ دلیہ دے کر سو رہے
ہاتھیں تامل ک ہم شمشیر دے کر سو رہے
ہاتھ یاں بظلوں میں اے تقدیر دے کر سو رہے
ہم کو بوسہ بہ بت بے ہر مہر دے کر سو رہے
سوئے تو اپنی مجھے تصویر دے کر سو رہے
گالیاں وہ مجھ کو بے تقصیر دے کر سو رہے

جاگنے سے خوب رہ کر چیں سی کوئی ظفر
دل کو تسکین دیر خرچا ہر دے کر سو رہے

ان سے عرض حال کی تہہ ہو سکتی تو ہے
صورت تسکین نہیں شل دل بتا ب کی
دل کو پہنچے گا ترے صدمے و گرنہ عشق سے
کشت ہو کر خاک ہو جائے جو دل سیما ب دار
تیر و ابرو کا سا خم ہو یہ ممکن ہی نہیں
وہ بشر بس میں کس کے ہو یہ ہو سکتا نہیں
ہے پسند تامل سفاک خون بے گناہ
اس بت عیار سے یاری نہیں امر محال
کچھ کچھ تقریر یا تحریر ہو سکتی تو ہے
کھینچی دو گر اپنی تم تصویر ہو سکتی تو ہے
آہ بے تاثیر میں تاثیر ہو سکتی تو ہے
خاک اس کی ہمسرا کسیر ہو سکتی تو ہے
گرچہ خم دار اور بھی شمشیر ہو سکتی تو ہے
گر پری بھی ہے تو کیا تسخیر ہو سکتی تو ہے
ہر نہ ثابت مجھ پہ کچھ تقصیر ہو سکتی تو ہے
کچھ اگر یاری کرے تقدیر ہو سکتی تو ہے

دل جو ہاتا ہے شکستہ پھر وہ بننا ہی نہیں
ٹوٹ کر مسجد ظفر تعمیر ہو سکتی تو ہے

شب کو اس طرح اس کے گرد کا شانہ رہے جیسے سرگردان سر فانوس پروا نہ رہے

مطلع ثانی

ہم رہیں ساقی رہے اور دور پیانہ رہے بونے گل سے کیوں نہ مہکا اپنا کا شانہ رہے

مطلع ثالث

ہم رہیں ساقی رہے اور دو پیانہ رہے حشر تک بارے یونہی آباد میخانہ رہے

مطلع رابع

گرم آرائش جو اپنا اور جاما نہ رہے تم بناؤ اپنے گورے منہ پہ اک کا جل کا تل ہووے محتاج تمکدان زخم دل بلبل کا کیوں جس طرح سے شمع پروانہ ہوتا ہے ندا میں وہ مجنوں کہ صحرا میں زبان خار پر زیر محراب شمع آبروئے چشم مست یار موج جویر سے نہ کیونکر پائے در زنجیر ہے دیکھ کر خال اس کے رخ پر کیونکر میں حیران ہوں جو کہ وحشی تری آنکھوں کا اے آہو نکام شمع تیرا آپ گر یہ پھر یہ کس کام آئے گا جس کے سر پر ہووے زیبا یار کے کوچے کی خاک شمع راہ عشق میں کوئی پر پروانہ سے عشق ہے وہ برق خرمین سوزیہ جس دم گرے سیر کردل کے ورق کی ورنہ لا حاصل ہے پھر دیکھ کر دشت جنوں میں مجھ کو مجنوں نے کہا گھر میں کون اس تفت جگر کے آسکے اے سوز عشق میں وہ مے کش اس چمن میں ہوں کہ ایسا

کیوں نہ دوست مہر میں آمیز و شانہ رہے پاس تا کانور کو قفل کا بھی تانہ رہے جبکہ شبنم سے بھرا ہر گل کا پیانہ رہے اس طرح شمع اس کے رخ پہ پروانہ رہے تا قیامت اس مری وحشت کا افسانہ رہے دیکھنا کیا دور ہے مسجد مین بتخانہ رہے کیونکہ آمیز تری صورت کا دیوانہ رہے یعنی قائم شعلہ پر کس وجہ سے پرواز رہے کس کا اس سے خیر و خوش اخلاص یارانہ رہے جب چڑی بے غسل لاش پروانہ رہے خاک اس کو آرزوئے تاج شہانہ رہے راہداری کا مقرر پاس روزنی رہے لاکھ خرمین ہوں پھر باقی نہ اک دانہ رہے گر ترے پیش نظر سارا کتب خانہ رہے مہربانی مجھ پہ اے قبلہ بزرگانہ رہے موج آتش جس کے پر زنجیر درخانہ رہے حشر ترگس جس کے سر کے ساتھ پیانہ رہے

تج قاتل کا ادا کب شکر ہوتا ہے ظفر
گول ہر زخم پر نعل کے شکرانہ رہے

دیکار اجل کی دست درازی دہلی ہے
 بندہ بندوں کو کوئی نہ کرتا خدا پرست
 آتی ہے دل میں صاف وہ صورت نظر جو عشق
 دے ہے بہا شکلیہ کو ہل نگاہ ہر
 گزارا جو سر سے اور ہوا فرض بس ادا
 آستان ہے نفس کافر سرکش کا مانا

اٹھنے میں عمر کے رہی بازی توہی دہلی ہے
 پر اس میں رسم بندہ نوازی دہلی ہے
 دکھانا اپنی آئینہ سازی دہلی ہے
 اس میں جو طرز صبر گزاری دہلی ہے
 عاشق کی تو نماز جنازہ دہلی ہے
 پر شرط بہت اسے دل بازی دہلی ہے

لے جائے ہے ظفر یہ حقیقت کے رستہ پر
 ہر چند راہ عشق مجازی دہلی ہے

گالیوں کا ہم پہ چلتا روز چہرہ صاف ہے
 کیا غضب ہے جو محبت کا تیری بھرتا ہے دم
 دھو دیا روئے زمیں کو آب گر یہ نے مری
 حاشیہ کیا کیا چڑھاتی ہے محبت دیکھتے
 جانے تو باتوں پہ زاہد بندے آستان کی
 آج مرغان قفس کے کیا کہیں کترے گا پر
 حرص دنیا ہے بشر کے واسطے آلودگی
 تیرے رشتہ قامت دھنا سے سر پر سرد کے

کیا زبان ہے آپکی کیا روزمرہ صاف ہے
 اس پہ ہوتا حیرت محفل میں حیرا صاف ہے
 پر نہیں بانا دل اس کا ایک ذرا صاف ہے
 اہلک تو یہ کتاب دل معرا صاف ہے
 منہ پر آتا ہے پر دل میں یہ بہت بڑا صاف ہے
 کر رہا مقراض کا حیا پر صاف ہے
 ہو گیا جس وقت یہ اس سے میرا صاف ہے
 شہر قمری چمن میں شعل آرا صاف ہے

اسے ظفر ہمسر ہو کیا شعل دل جناب سے
 دیکھ کر بجلی بھی جاوے اس کو قہر صاف ہے

مصور نے ہمیں یا جانے دی تصویر کس کی ہے
 ہمیشہ آہ بھی کرتے ہیں ہم مالہ بھی کرتے ہیں
 تری تقریر ماسح خوب ہے ہاں ہم بھی تامل ہیں
 ترا ہے ماز بے جا پاکداری پر عمارت کی
 بجز تھنگ نگاہ یا رکشت و خون عاشق پر
 کیا جو کچھ نصیبوں نے نہ کچھ دل نے نہ آنکھوں نے

مٹے تصویر ایسی کس کو یہ تقدیر کس کی ہے
 پر اس کے دل میں ہوتی دیکھتے تاثیر کس کی ہے
 مگر سنتا دل دیوانہ یہ تقریر کس کی ہے
 رہی قائم یہاں منعم سدا فقیر کس کی ہے
 زیادہ تیز ہوتی جہدم شمشیر کس کی ہے
 کہوں میں یہ خطا کس کی ہے اور قصیر کس کی ہے

ظفر جو کچھ بیٹانی میں وہ ہی بات پیش آتی
کہ جاتی پیش اس کے سامنے تدبیر کس کی ہے

نکالے کام جو کوشش سے تع تدبیر وہ ہے
دکھائے زخمی تیغ محنت سال کیا اپنا
وہ جتنا کھینچتے ہیں اتنا ہی ان کو کھینچ لاتی ہے
کہوں کس وجہ سے میں شمع تیرے روئے تاباں کو
تری صورت نظر آتی تو سب اگلے صورت گر
ملی ہے دولت کو نہیں ہم خاکساری میں
نہ آئے کام جو کوشش تری تقدیر وہ یہ ہے
لگیں سو زخم اور ظاہر نہ ہو شمشیر وہ یہ ہے
مرے دل کی کشش میں ہے جو کچھ تاثیر ہو یہ ہے
جہاں روشن ہو جس سے ماد پر تصویر وہ یہ ہے
جہاں تیراں ہو جس کو دیکھ کر تصویر وہ یہ ہے
مہ و ش جانتے ہیں ہم جسے اکسیر وہ یہ ہے

خدیجہ ماز سے اس کے نہ سبے کیونکہ جی میرا
ظفر جو بے گماں ہو پارول کے حیر وہ یہ ہے

بھی لب پر جو ہنسی اپنے زری آتی ہے
آپ بھر فصل بہاری جو ہنسی پھولوں میں
دل کا پرچہ مرے لے جائے گاواں قاصدا شک
چشم فقاں سے خدا تیری پچائے کافر
دیکھ کر سوئے چمن حسرت پرواز ہمیں
بے خبر جبکہ تو آتا ہے خبر کو میرے
ساتھ ہی آنکھوں میں گر یہ تری آتی ہے
آج گلشن سے نسیم سحری آتی ہے
یہ سوا اس کے کے نامہ ہی آتی ہے
اس ستم گر کو بلا تھڑ گری آتی ہے
ہائے کیا کیا دم بے بال و پری آتی ہے
پہلے آنے سے ترے بے خبری آتی ہے

روئے جاواں کا جو آتا ہے ظفر دل میں خیال
صاف شیشہ میں نظر ہم کو پری آتی ہے

نظر کس واسطے تو اپنی اوقات چورانا ہے
کبھی جا بیٹھتا ہوں پاس میں اس کے جو محفل میں
متاع دل کی چوری یوں نہیں کرتا مہ غمزہ
مجھے دل کھول کر رو لینے دو روگو نہ ہم چشموں
لگا تیغ ستم تو شوق سے ظالم کہ مرنے سے
یہ کیا اندھیرے جو دن دیئے خامے اجالے میں
نہ غنجر ترے لب نعل چورانا ہے
تو بھر کیا کیا بدن وہ رونق محفل چورانا ہے
نگر جس وقت پاتا ہے مجھے غافل چورانا ہے
کہ پائی آنسوؤں سے میرا زخم دل چورانا ہے
بھلا کب جان اپنی ترا مائل چورانا ہے
مرے دل کو رخ روشن کا تیرے تل چورانا ہے

ظفر سب کو براہ دیکھتے ہیں وہیں روشن دل
کسی سے آنکھ اپنی کب نہ کال چراتا ہے

جب اشک آنک سے کچھ زیر مڑگاں تیز بہتا ہے
کھڑا ہے کھیت خشک اور آب دہتاں تیز بہتا ہے
ترے زخمی کو یاد آتی ہے جب شمشیر کی تیزی
تو کیا کیا خون زخم تچے ہاں تیز بہتا ہے
خون میں اس لب جاں بخش کے ایسی روانی ہے
کوئی جانے کہ گویا آب حیاں تیز بہتا ہے
کبھی دل میں جو ہے دریا دلی سے جوش آجاتا
تو کیا کیا لہر میں تنکا سا انسان تیز بہتا ہے
عرق افشان تری زلفیں جو رخساروں پہ ہوتی ہیں
چمن میں اس کے کیا کیا آب باراں تیز بہتا ہے
کوئی کم آشنا ایسا ہے جس کے پاؤں یاں بھڑیں
کہ دریائے محبت اسے مری جاں تیز بہتا ہے
ظفر بہتا تو ہے ماسور دل کا روز پہ اس کو
کوئی گر چھیڑتا ہے اور بھی ہاں تیز بہتا ہے

ہوشمند وقت ہے وہ پیشوائے وقت ہے	بات کرنا دیکھ کر جو مقصائے وقت ہے
رہتا ہے ہر وقت جاری نہم سے دریائے اشک	پوچھتا اسے آشنا گیا ماجرائے وقت ہے
ہوتا ہے جس کام کا موقوف اپنے وقت پر	ہوتا جلدی سے ترے وہاب سوائے وقت ہے
مستعد مرنے پہ ہے عاشق لئے تچ و کفن	اس ستم گر سے کہو اس وقت آئے وقت ہے
وقت پر آیا نہ اپنے کام کوئی آشنا	ہم نے دیکھا جسے وہ نا آشنائے وقت ہے
ہے وقت امتحان عشق بازو بلبوس	تو اگر شمشیر اپنی آزمائے وقت ہے

اسے ظفر راہ وفا میں جو رہا ثابت قدم
رفتہ رفتہ ہو گیا وہ رونمائے وقت ہے

دیکھیے لکھا ہے کیا بخت آزمائی کی تو ہے
ظاہر اس آئینہ رونے کچھ صفائی کی تو ہے
سیکھی جو زلفوں سو تو نے کج ابائی کی تو ہے
آج کیفیت کچھ ان سے ہاتھ پائی کی تو ہے
اس سے کچھ صورت نظر آئی کی تو ہے
لے کے تو نے دل کو مجھ سے بے وفائی کی تو ہے
لیکن امید اس کے دامن تک رسائی کی تو ہے
آج کم سرخی ترے پائے حنائی کی تو ہے

تو خطوں سے ہم بیبا رب آشنا کی تو ہے
یہ خدا جانے کہ دل میں ہے کدورت یا نہیں
قد رونا سے بھی اپنے سیکھے طرز راسخی
دست و پا میں ہے لگی مہندی اگر لگ جائے
تجّ قاتل ہے در زنداں ہستی کی کھید
دل نہ دو گا کوئی تجھ کو دیکھ پچھتائے گا تو
ہو گئی برباد خاک اپنی بلا سے عشق میں
تو نے تلووں سے کیا جانے کس کی چشم تر

ہم کہاں اور منزل کہاں لیکن ظفر
کچھ تصور نے ہماری رونمائی کی تو ہے

وہ پیش آنے کو جو ہے اپنی پیشانی پہ لکھا ہے
خط ریمائی سے کچھ لعل بدخشی پہ لکھا ہے
انہوں نے خط جواب قرطاس انشائی پہ لکھا ہے
طریق حکمت ہندی و یونانی پہ لکھا ہے
یہام تجّ گر تجّ صفا پائی پہ لکھا ہے
منا جانا ہے یوں گویا کہ یہ پائی پہ لکھا ہے

ہمیں خط اس نے انداز ستر پیچ لکھا ہے
وہ خط پشت لب لعلیں یہ تلک قدرت نے
اشارہ ہے کہ ہم افشان جبین پر اپنی جیسی ہیں
وہ امیری ہے وصل یار کیوں تسخیموں نے
کہاں ہے خط چین اس آبروئے خمدار پر دیکھو
کہو گیا ماجرائے بے ثباتی نقش ہستی کا

مناست دیکھتا ہے کیا ظفر کی طبع عالی میں
کہ جو لکھا مضمون طرز خاتائی پہ لکھا ہے

وہ دیدہ کیا جو تیری دید کی حسرت سے خلی ہے
نہیں اک حرف جس میں ماہر حرفت سے خالی ہے
کہ اپنا ساغر دل بادہ عشرت سے خالی ہے
کوئی صورت نہیں اللہ کی قدرت سے خالی ہے
پڑا پھر خاتمہ زنجیر اک مدت سے خالی ہے
کوئی ہوتا خزانہ اپنا اس دولت سے خالی ہے

وہ دل کیا ہے جو تیرے غم الفت سے خالی ہے
جب انداز سے ہم خط اس حراف نے لکھا
بھر اگر جام مے ساقی نے لیکن ہم کو کیا حاصل
ذرا صورت ہفتوں کی دیدہ تحقیق سے دیکھو
گیا یاں سے نکل گیا جانے دیوانہ کہاں تیرا
رہے گا داغ ہائے عشق سے سینہ بھرا یونہی

ظفر ہم باندھتے ہیں جب سے مضمون کمر اس کا
ہمارا شعر بھی کوئی نہیں وقت سے غالی ہے

پھرتی آنکھوں میں جو اس زلف و دہا کی قفل ہے
شوق میں اس قد رونا کے ہے قفل آزاد سرو
ماتواں ہے تو تجھے اے دل سہارا چاہیے
کرتا ہے جو تو ملامت اتنی اے ماسح مجھے
جس کے تو ہو قفل کے درپے کہاں اس کو پناہ
واہ کیا تاثیر رکھتا ہے ترا مکتوب شوق
صدقہ اپنی رونی صورت کو کہ رو دیتا یار
تیرے جنوں کے تصور سے ہے تیری دل لگی

خواب میں آتی نظر مجھ کو بلا کی قفل ہے
بن گیا لے کر چھری جو ہیڈلرا کی قفل ہے
آہ تیرے واسطے تیرے عصا کی قفل ہے
تو نے دیکھی بھی کبھی اس دربار کی قفل ہے
امورے پر غم ترا حقاقتنا کی قفل ہے
نامہ بر دیکھو اڑا جاتا ہوا کی قفل ہے
دیکھتا جس وقت وہ اس ہتلا کی قفل ہے
دشت بھی آنکھوں باغ دلکش کی قفل ہے

چشم ہو جائے ظفر سب سے صورت آشنا
دل فقط پہچون لینا آشنا کی قفل ہے

وہ دیکھ لیتے ہیں جو اور کچھ نہ کچھ تو ہے
بر کشنگی نصیب کی اپنے کھوں میں کیا
آیا ہے پھر کسی کی محبت کا دل میں ہوش
بلبل سے بعد مرگ گئی کب ہوائے گل آئے گا کیا
چمن میں کوئی رونق چمن
دشت ہے یا جنوں مجھے پر تیرے عشق میں
جل جائے ہے جو گھاس سدا میری خاک پر
اپنے کشیدہ مجھ سے نہ ہو تم کہ آخر میں

ہو جاتی دل کی دل کو خبر کچھ نہ کچھ تو ہے
پھیری ادھر سے اس نے نظر کچھ نہ کچھ تو ہے
بھر آئے ہو دیدہ تر کچھ نہ کچھ تو ہے
اڑتے پھرے میں بارش میں پر کچھ نہ کچھ تو ہے
گل رہے ہیں میں باد سحر کچھ نہ کچھ تو ہے
پھرنا ہوں میں جو خاک بسر کچھ نہ کچھ تو ہے
باقی ہنوز سوز بیکر کچھ نہ کچھ تو ہے
دل کی مری کشش میں اثر کچھ نہ کچھ تو ہے

شاید کسی سے ہو کہ بغل گیر آج تم
بغلیں بخار ہے ظفر کچھ نہ کچھ تو ہے

طرز آنکھ کی نرگس میں ہے زخم دلف کا سنبھل میں ہے
نقش ہے قد کا سرو میں رش کی شباہت گل میں ہے

جام جہاں میں نظر آیا وہ گب جمید کو
 دیکھا تماشا ساقیا جو ہم نے جام مل میں ہے
 سو نکلے ہو گل کا جگر اک دم بادِ سحر
 تاثیر دردِ عشق کی وہ مار بلبل میں ہے
 جائے گا جس ملت میں تو پائے گا وہاں جنگِ عجل
 آرامِ گر منظور ہو تجھ کو تو سلج کل میں ہے
 ہوتے ہیں زندہ مردہ دل بزمِ شرابِ ناب میں
 اعجازِ اسے ساقی جب اس خندہِ قفل میں ہے
 میرا دل شامتِ زودِ نکالمِ گرفتارِ بلا
 ہے گاہِ تری زلف میں گاہِ تری کاکل میں ہے
 خاموش رہنا چاہیے دنیا کی شورشِ گام میں
 سننا کسی کی اسے ظفرِ پاؤں کون شور و غل میں ہے

یہ عمر ہم نے بسر سب شراب میں کی ہے	سفید ریش نہیں آفتاب میں کی ہے
گیا ہے بھول میری بے قراریاں قاصد	درگاہ اس تی جو خط کی خواب میں کی ہے
بار ہے نہیں اس کے حواس جس کی طرف	نگاہ آپ نے عظم و عتاب میں کی ہے
بنا ہے چہ رخ پہ جو ماہِ سائر کہیں	کسی نے بارہ کشی مانتاب میں کی ہے
سمجھ حباب کو بحر جہاں میں اسے غافل	کہ بن ایک ہوا سی حباب میں کی ہے
ملا نہ رہنے کو جب گھر کہیں تو غم نے تیرے	جگہ مرے دل خانہِ خراب میں کی ہے
ہوئی جو پیری میں ثابت تو کیا وہی ہے خواب	کسی نے توبہ جو مہدِ شباب میں کی ہے
فلک پر برق جہاں کے اڑا دینے میں ہوش	جو آہ ہم نے کبھی اضطراب میں کی ہے

تمام عمر گزاری ہے اپنی غفلت میں
 جہاں کی میر ظفر ہم نے خواب میں کی ہے

مگر بے طاقت ہوں میں پر دل میں طاقت اور ہے
 قوتِ ظاہر سے ہاں باطن کی طاقت اور ہے
 ہوں دل بیاں سے میرے گس طرح ہمسر کیا ہے
 اس کی لذت اور ہے اس کی لذت اور ہے

باز عی وہ پہ نہیں دل کے فضا غمزدہ بھی ہے
 بچ سکے کیوں کر کہ اک آفت پہ آفت اور ہے
 میری رسولی سے تو ہوتا ہے ماحول کس لیے
 اس سے تو ہوتی زیادہ تیرہ شہرت اور ہے
 جلد لے کر مریض عشق کی اپنے خبر
 آج اسے رشک سجا اس کی حالت اور ہے
 سے کدہ میرے لیے تیرے لیے ہے حافظہ
 تیرا مزہب اور زہد میری ملت اور ہے
 کیوں لا لہو کہہ کے سر منصور نے اپنا دیا
 کون جانے سر حق یہ تو حقیقت اور ہے
 اے ظفر جتنی جتاتے ہیں ہم اپنی دوستی
 ہوتی اتنی ہی انکس یاں ہم سے نفرت اور ہے

بھڑوں کی ہم نے بھی تصویر کھینچ کر چھوڑی	بلا سے مار لے مضمیر کھینچ کر چھوڑی
ہنوں نے ڈھیلی جو زنجیر کھینچ کر چھوڑی	نکل کر خلاء زبداں سے بچے دھب کو ہم
تو رنج اے بہت بے پیر کھینچ کر چھوڑی	مہ مھوڑی تری صحبت کسی لے کر چھوڑی
اک آہ ہمسر حد کھینچ کر چھوڑی	مہ دم بھی لینے کہ طاقت تھی ہم میں ہر دہس
ہمساری زلف گرہ کھینچ کر چھوڑی	ہزاروں چھوڑے گرفتار بلکہ خلاء لے
گلی گلی پہ نقشہ کھینچ کر چھوڑی	دفا کے جرم پر اس بے وفا نے میری لاش

ہم اپنے گلک تصور کے ہیں ظفر قاتل
 کہ اس نے یار کی تصویر کھینچ کر چھوڑی

بل سے گرچہ ابلگاہوں پہ لوٹے	نہ دل ان شعلہ رخسار پہ لوٹے
کوئی حسرت سے گر زخاؤں پہ لوٹے	تم انڈ و ہست گل پر تمہیں کیا
کل اس گل کے دل افکاروں پہ لوٹے	کہاں پایا یہ منہ جو ہنستہ ہنستہ
پڑا شب کو سید ماہوں پہ لوٹے	نہیں زلفوں کے سودائی کو کچھ ڈر
زمیں پر لوٹے دیواؤں پہ لوٹے	اسے جو دیکھ کر ہو برق بیتاب
وگر نہ کون تلواریں پہ لوٹے	گیا دل لوٹ میرا ان بھڑوں پر

بیش لوٹے بھل کی طرح وہ
ظفر جوان طرح داروں پہ لائے

ہے جبکہ خلق سوچ کے تدبیر بولتی
ہنستا وہ گل خمن میں اگر کھلکھلا کے صبح
برپا رہے ہے خامہ زنداں میں ایک نعل
بلبل ہنوائے شوق کہ آمدگی کے شور میں
گرچہ نہیں ہے میرے نے اتھواں میں دم
افسوں عشق سے دل عاشق کے سر پر زور
کچھ اور ہے جواب میں تقدیر بولتی
حسرت تھی کیا جو بلبل تصویر بولتی
بیموں کے ہے جو پاؤں میں ذخیر بولتی
کیا کیا ہے خاک عاشق کلیر بولتی
پر عشق کے باعث تاخیر بولتی
ہے وہ بلائے زلف گرہ گیر بولتی

حیرے کلام میں ہے وہ انداز اے ظفر
محفل میں آفرین دم تقدیر بولتی

دیا چکر ہو چشم شوق مد طلعت کی گردش نے
تہ الافلاک فانوس خیالی کی طرح نگاہ کو
کیا زائد کو مستوں سے زیادہ تر سر محفل
مجھی کو کیا فضا ایسا کر پیسہ اک زمانہ ہو
ستم گر دیکھ تو کیا کیا دیوئے آشنا حیرے
رکھا چکر میں میری خاک کو بھی بعد مرنے کے
کہ اک گردش پہ گردش دی مجھے قسمت کی گردش نے
نئی صورت دکھائی اک نئی صورت کی گردش نے
خراب انجم میں جام نئے نخت کی گردش نے
مثال آسیاں گروں دہوں بہت کی گردش نے
حیرے گرداب دیائے غم الفت کی گردش نے
بیش گردباد وادی وحشت کی گردش نے

نوشتہ میں ظفر گردش زہوں کی کوئی کیا جانے
کیا ہے کام کیا کیا خامہ قدرت کی گردش نے

تیرے کوپہ میں جانا کون گر جاتے تو ہم جاتے
نہ تھا ہم سے سوا آئینہ مشتاق انکی صورت کا
نہ لایا کچھ جواب ان سے گیا تو کیا کیا قاصد
نہ تو نے ہنسکو تو گئے ہم تیرے کوپہ میں
رفیق اپنی گئی جلدی ہم انکے ساتھ کیا جاتے
گیا رہتا ہوا کیا ہم تر مگور غریباں کو
نہ جاتے ہم بھی پر جس سے گزر جاتے تو ہم جاتے
گیا کیوں چکے ہو پیش نظر جاتے تو ہم جاتے
دل مضطر کے بن کر نامہ بر جاتے تو ہم جاتے
وگر نہ بچتے گی کب جاتے مر جاتے تو ہم جاتے
اگر اک دو نفس بھی ہو غر جاتے تو ہم جاتے
کبھی گر اس طرف با چشم تر جاتے تو ہم جاتے

ہاتا گر خدا سایہ ہمیں الگا تو ساتھ انکے
نہ جانا کوئی لیکن اے ظفر جاتے تو ہم جاتے

سالمی بھی غصہ جو شہ جگر لے نہ سکے
ہم نے سو بار یہ سوچا کہ کسی صورت سے
پونچے آنسو نہ میرے اپنے غم خاری میں
اے پری وٹ تڑے عاشق کا جو دیکھے احوال
فصد بھٹوں کی تڑے لے کوئی کیوں کرفضاد
ماتواں اٹھے تیرا ہستہ غم سے کیا خاک

حیف تو آ کے ذرا اس کی صبر لے نہ سکے
بوسہ لے لیں تڑے رضاد کا پر لے نہ سکے
اپنے دامن میں کبھی تم یہ گوہر لے نہ سکے
مام بھی عشق کا پھر کوئی بشر لے نہ سکے
کام نشتر کا وہ ہر خاد سے گر لے نہ سکے
جبکہ کوٹ بھی اہر سے وہ اہر لے نہ سکے

ناتہ صد چاک ہو شانہ کی طرح دل اپنا
اس کی زلفوں کی بلائے یہ ظفر لے نہ سکے

غروب حسن سے گروہ جلال میں آوے
اس پر زلف ہوا اس خال رخ کو دکھ کر دل
کرائے اس بلاوے پر غم سے ہمسری کیوں کر
وہ خال رخ جو نکھرے ہیں زلف کے بال
جتا جو اس کی قدم یوں ہو تو پھر کیوں کر
بلا سے وصل کا دن ہو وہی ہے حید کا دن

تو اس کی مہر نہ ذرا خیال میں آوے
بغیر دانا کے طائر نا جال میں آوے
کہلی سے غم یہ کمان ہلال میں آوے
ستارہ دیکھئے کس کا وبال میں آوے
نہ حسرت اپنے دل پارہاں میں آوے
کہ اک بار تو وہ ایک سال میں آوے

ظفر وہ غاب میں کس طرح ائے میرے پاس
کہ جب نا خوب عی رخ و ہلال میں آوے

ما بال سے ما زرد سے ما مدیر سے چمکے
یہ انجم تاباں نہیں ٹھٹھے ہیں لنگ پر
ہم ایسے نہیں ہیں کہ جو آنکھ اپنی جھپک جائے
خورشید کا کیا منہ ہے کہ ہم تاب ہو اس سے
یہ آگ نہیں وہ کہ بجھاوے جیسے پانی
جن تک کر ما ہو رات ما ہو روشنی خیم

چمکے اگر اقبال تو شہیر سے چمکے
آہ جگر عاشق دلیر سے چمکے
وہ برق سی ہرور تیری شمشیر سے چمکے
وہ نور تڑے چہرہ تصویر سے چمکے
عشق اور میرے گرہ کی تائید سے چمکے
حسن اس کا ما کیوں زلف گرہ گیر سے چمکے

فصے میں بھرے بیٹھے تھے میں نے جو کہا کچھ
تو اور ظفر وہ میری شہیر سے سے چمکے

متفرقات قطعہ

کتنے عی بن کے شہر کے اور گاؤں کے نشان
گر غل شگ کوئی کہیں نہ گیا ظفر

یوں ست گئے زمین پے جو پاؤں کے نشان
پائے ما اس کے پاؤں تھے چھاؤں کے نشان

سلام

سلام امام کا کہہ پڑھ کے صبح و شام نماز
 نہ ہووے دل میں دو حب نبی و ال نبی
 دو اس امام کا ہے دوست ہے خدا کا دوست
 جو ہو حسین کا دشمن اسے کہاں ایمان
 عبادت ایسی ہو کس سے کہ تھا ادا کیا
 کرے اس پے ستم ہائے کیا مسلمان ہیں
 حسین کا ہے وہ رتبہ کہ جائیں فخر اپنا
 یہ کیا ستم ہے کہ نہ خود پڑھیں نہ پڑھنے دیں
 تو اسے سلامی ادا کر نہ بے سلام نماز
 تو کام آئے نہ روزو نہ آئے کام نماز
 قبول ہوتی ہے اس کی علی الدوام نماز
 اگر پڑھتا بھی ہو وہ برائے نام نماز
 ہوتے قتل بھی وہ قبلہ نام نماز
 پڑھیں طریق پہ سب دس کے خاص و عام نماز
 اگر پڑھائے فرشتو کو وہ امام نماز
 کسی کو اس کے جنازے کی اہل شام نماز

قطعہ

کہا یہ شاہ نے اپنے اعداء سے چاہیے تم کو
 یہی ہے دل میں میرے آرزو کہ نہ تیغ
 سر شک دیا پر آب سے وضو کر
 ۱ ہوئے کوئی بچے غم بجز غم شبیر
 ظفر یہ مانگ دعا پڑھ کے تو دام نماز

مسدس بطور مرثیہ

نماز پڑھ کے سدا سجدہ و قیام کت ساتھ
 اگر ہے روٹی تو سرور نام کے ساتھ
 سلام شہ ہو صلوة علی الدوام کے ساتھ
 کہ ہر نماز ادا ہوتی ہے سلام کت ساتھ

ہزار کوئی عبادت میں رہے مشغول
 نماز اس کی نہ مقبول نہ دعا قبول
 جو دل میں رکھتا نہ ہو حب ال بیت رسول
 جو ہو تو دولت ہر دو جہاں ہو اس سے حصول
 سلام شہ ہو صلوة علی الدوام کے ساتھ
 کہ ہر نماز ادا ہوتی ہے سلام کت ساتھ

بجز حسین ہو کوئی شفیع است کیا
 بغیر اس کے اطاعت ادا ہو اطاعت کیا
 کرے جو وہ نہ شفاعت تو ہو شفاعت کیا
 نہ ہو جو اس کی محبت تو ہے عنایت کیا
 سلام شہ ہو صلوة علی الدوام کے ساتھ
 کہ ہر نماز ادا ہوتی ہے سلام کت ساتھ

وہ شاہ ہر دوسرا نور چشم شاہ نجف
 پے باز لک باہیں جب لک پر صف
 جھکا جو اس کی طرف وہ جھکا خدا کے طرف
 کہیں حسین کو اللہ نے ادا یہ شرف

سلام شہ ہو صلوة علی الدوام کے ساتھ
کہ ہر نماز ادا ہوتی ہے سلام کت ساتھ

جہاں میں ہے جو کوئی خاص بندہ مجبور نہ ہو نماز قضا اس سے اور ترک درود
اے صین کے غم میں دل اس کا درد آلود کہ اس کے واسطے ہے دو جہاں کی بہبود

سلام شہ ہو صلوة علی الدوام کے ساتھ
کہ ہر نماز ادا ہوتی ہے سلام کت ساتھ

صین اہن علی ہے وہ شاہ ہر دو جہاں کہ جس کے جن و بشر سب ہیں تابع فرمان
سلام بھجنے اس پر ہمیشہ بادل و جان نیکیا ہے دین نیکیا اسلام اور نیکیا ایمان

سلام شہ ہو صلوة علی الدوام کے ساتھ
کہ ہر نماز ادا ہوتی ہے سلام کت ساتھ

غم صین سے ہے جو تیری چشم ہے پر غم سیاحی اس میں نئی روشنائی سے کچھ کم
ہر اک شاخ مزہ سے ظفر بنا کے قلم یہ دل کہ پرچہ پر آنکھوں سے کر ہمیشہ رقم

سلام شہ ہو صلوة علی الدوام کے ساتھ
کہ ہر نماز ادا ہوتی ہے سلام کت ساتھ

محرمات

گل رخ عالم آشنا ہیں ہم سے کیا پوچھتے ہو کیا ہیں ہم
کہ پتے غم سے بارہا ہیں ہم گرچہ آوازہ جوں عبا ہیں ہم
لیک ٹک پٹے کو بنا ہیں ہم

جرم ثابت ہوا ہے کیا ہم پر نہیں کہتا یہ باجرا ہم پر
اور اک ظلم ہے کیا ہم پر اسے بتو اس قدر جفا ہم پر
عاقبت بندہ خدا ہیں ہم

تو نے دیکھا جسے اٹھا کر چشم کیا سنتوں سے دکھا کر چشم
سنا کے یہ چشم سے ملا کر چشم سرمہ آلود مت دکھا کر چشم
دیکھ اس وضع سے خفا ہیں ہم

گرچہ ہوتی رہی جفا پہ جفا پر نہ سرکے وہاں اک زرا
ہم پہ احسان یہ وفا نے کیا ترے کوچہ میں تابہ میں مرگ دکھا
کسوء مت وفا ہیں ہم

نہیں مرہم طلب تن مجروح ہے یہ لپٹا عجب تن مجروح
دیکھو تو آ کے اب تن مجروح ہے تمک سود سب تن مجروح
تیرے کشتوں میں میرا ہیں ہم

ہوئی ہم کو نصیب جتنی عمر تھی ہو تھوڑی کا یا بہت کا عمر
ہم نے اس طرح سے بسر کی عمر آستانِ عیا پہ تیرے گزری عمر
اس دروازے کے گدا ہیں ہم

جیسا تھا شاعری میں اچھا میر پا تا گر قدردان بھی ایسا میر
اس طرح اے ظفر نہ کہتا میر کوئی خواہاں نہیں ہمارا میر
کیا جس کا روا ہیں ہم

ایضاً

کب میں آواز کو پہ کو نہ گیا مضطرب کب ہر ایک سو نہ گیا
عشق خواہاں بہر و نہ گیا دل سے شوق رخ کو نہ گیا
جھانکنا تاکنا کیوں نہ گیا

○

تمام شد

جلد دوم دیوان ظفر

محمد عثمان کاتب النسخ آبادی

خلع گوہر انوار

ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ اکبر غازی کے بیٹے اور شاہ عالم کے پوتے تھے۔ ۲۸ شعبان ۱۱۸۹ھ (۱۷۷۷ء) بروز شنبہ قلعہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کی قریبیت شاہ عالم بادشاہ کی نگرانی میں ہوئی۔ مغل بادشاہ اگرچہ برائے نام بادشاہ رہ گئے تھے، مگر اکبر، جہانگیر اور شاہجہان جیسے علم دوست اجداد کی روایات اس خاندان میں جوں کی توں برقرار تھیں۔ بادشاہ اہل علم کے مراد تھے اور کتب

نہ رہا وقت دور سے جہاں کھائی بھی پاس اپنے سوس جہاں
 تجھ سا پاؤں گا میں رقی کہیں سب گئے ہوٹل و صبر و تاب و توں
 لیکن اے دل دل سے تو نہ گیا

اس کے لئے کے سب تھے رستے نیک اور نزدیک ترو ایک سے ایک
 دیا غفلت سے مجھ کو دور دو پھٹک دیا ہر قدم پر تھی اس کی منزل ایک
 سر سے سوائے جستجو نہ گیا

جس جگہ آدمی کا بس نہ چلے دست انہوں میں نہ کیڑے ملے
 تھے مطالب مرے مرے کر بھلے دل میں کتنے مسوے تھے ولے
 ایک پیش اس کے ہونے نہ گیا

لڑھکوں سے ظفر ہم تو رہے یوروں پہ بھی رنجوم تو رہے
 لیک کہتے یہ دہم تو رہے جو گروں عی میں ہم تو رہے
 دست کلاہ تا سو نہ گیا

ایضاً

آشنائی کہ جو قابل اس تو الفت ولے نہ یہ بے مہر وفا و شمت ولے
 یار وہ ہیں جو ہیں یاروں کے رفاقت ولے کیا غرض لاکھ عدائی میں ہوں طت ولے

ان کا بندہ ہوں جو بندہ ہیں محبت ولے

اس قدر خواہش ظاہر مجھے ہے تیرے پاہوں میں اس کو چھپاؤں تو نہیں چھپ سکی
 جب کہ لکھو ہوں یاروں سے حقیقت اپنی ہائے ری حسرت دیدار مری ہائے کو بھی

لکھتے ہیں ہائے و چٹخی سے نکلتے ولے

پہلے مرداں مرے مر قدح کوئی بھی غم خوار فاتح پڑھنے تو صد صفا نہ آیا یک بار
 سوختہ جاں کا بجز سوختہ جان ہو یار نہیں جز خلع مجاور مری بالیں مزار

نہیں جز کثرت پہنچتہ نایات ولے

دہم کلبہ اخوں میں ہے دم گھبرا دم کے جانے میں مرے لب ہے کوئی دم جانا
 اور غم خوار تو صورت بھی نہیں دکھلاتا کبھی انہوں ہے آتا کبھی ہا آتا

دل بنار کے ہیں وی عبات ولے

بھجوں کیا نامہ میں لکھوا کے تمہیں دل کا راز
 بندوقی کے اثر سے مرے اے بندہ نواز
 ہوتی تحریر ہے بیتابی دل کی غماز
 چھوڑ دیتے ہیں قلم جوں قلم آسپاز
 میری شرح تپش دل کے سکوت والے

تجھ سے رکھتا ہے کوئی چارہ غم کی خواہش
 من گئی عشق میں سب اپنی تو دل کی خواہش
 تجھ سے کھڑا ہے کوئی قول و قسم کی خواہش
 نہ تم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش

دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبرِ صفا والے
 پھولے جس وقت کہ گل اپنی پھین میں اے ذوق
 کچے انصاف سے اس تیرے سخن میں اے ذوق
 ہے جو آگے نظرِ شعر کے فن میں اے ذوق
 باز ہے گل کو نزہت پہ جہن میں اے ذوق
 اس نے دیکھے ہی نہیں باز و نزہت والے

ایضاً

چشمِ دل میں جو خوں گل بھر رہی ہے
 ہاں ناکس کے سدا ہے کو کر رہی ہے
 یہ سبھا کر ہمیں آگاہ ہے کہ رتی ہے
 یہ اوقات ہمیں پیغام سفر رتی ہے

ندگی سہت کر آنے کی خبر رتی ہے

باندھا ہے کسی پر نہیں مجھ کو
 کرھا سودا نہیں طرا بچاں مجھ کو
 خوب معلوم ہے اے کبر و مسلاں مجھ کو
 تیرا جنتی کہتی ہے پریشاں مجھ کو
 تہمت اس زلف سے قام پہ ہر رتی ہے

اس پر حاجت نہیں کچھ مجھ سے قسم لینے کی
 پر ہیں تیرا بیاں اب راہ عدم لینے کی
 آنسو ہے مجھ سے تیرے قدم لینے کی
 وہ دمِ فہم پاک فہم ہے دم لینے کے

مجھ کو فرصت تری کب تیغِ نظر رتی ہے

منفی شہر کوئی ہووے کہ ہو قاضی شہر
 نگر اس کے غضب اور قرب اس کے ہیں تہر
 ہو گا اس فاضل سے دل کا لگا لے نہر
 دل روتا ہے عجب طرح کی علامہ دہر
 مردِ رند کو بھی ہر یہ کہ رتی ہے

بھیجتا تھا بت نو خط ہمیں خط پہلے بھی
 ہو گئی اور بھی کچھ طور کتابت اس کی
 ایک وہ حرفِ عجب ایسے نہ لکھتا تھا کبھی
 بڑھتی جاتی ہے و مثلِ ختم اس ظلم کی

کچھ محبت مری صلاح نگر رتی ہے

گنئی عشق جوانی کا ہے چارہ دشوار
 دلوں سرد ہو پیری سے نہ کیگر ہکار
 جس کو نہ ہو وہ دیکھ لے اس کو سو بار
 سب دل خلع کی جب کم نہیں ہوتی ناچار
 پس کو کافر سفیدی عمر رتی ہے

رکھتا ہر رنگو جیسے ظفر عشق کا شوق
 کہا ہے آہ و فغاں سے ہے مجھے عشق میں نوق
 حال رسوائی میرا سننے سے ہے یار کو شوق
 کھنڈ غار نہیں میری طرف سے لے نوق
 کن اس کے مری فریاد ہی بحر رتی ہے

ایضاً

سردار تو وہ نبی جس کے نہیں بعد نبی
 دیکھ شان تری عرش کی بھی شان دلی
 ایسا تھ سے کہیں وقت شفاعت طلبی
 مرجہا سید کی مدنی المر با

دل و جاں بادِ قدیمت چہ عجب خوش لقی

ہے ترے جلوہ سے مہر ملائک آدم
 ہے ترے نور سے پر نور حد و نور قدم
 دیکھ کر حسن کے شیدا ترے دونوں عالم
 من بے دل بہ جمال تو عجب حیرانم
 اللہ اللہ چہ جمال است عالی نسی

مجھ کو اگر خالق کوئیں نہ پیدا کرتا
 پھر تو یہ ارض و سما ہولے نہ پیدا اصلا
 گرچہ اولاد میں آدم کے ہوا تو پیدا
 نیبہ نیست بذات توہنی آدم
 ہر تر از عالم آدم تو چہ عالی نسی

ہر وہ احسان و کرم سے تیرے سرب نام
 ترم غفلت سے ہے تیرے جہاں شیریں کلام
 اے ترو تا زگی افزائی ریاض اسلام
 غل بہتان مدینہ تو سرسبز مدام
 زان شدا شہر آفاق بشرین رطی

سوسی و بیسی و داد و جہاں تھے ہور
 وہیں نازل ہوئی توحید اور انجیل و زبور
 ان کی ہر خاص زباں میں کرا ہو نسیم سے دور
 زات پاک تو دریں ملک عرب کرد ظہور
 زان سبب آمدہ قرآن بہ زباں عربی

جب گیا سوئے لک کر کے زمیں کے طے رشت
 دیکھے سب باغ بہشت ایک سے لے کر تا بہشت
 کر چکا گلشن نہ چرخ کا جب تو گلکشت
 سب معراج عروج تو زان لک گزشت
 بہ نقای کہ رسیدی نہ رسد هیچ نسی

وہ فرشتہ کہ جو ہو جاںِ عرشِ اعظم آئے در پر ترے آنکھوں کو کر کے قدم
تو اب سے یہ کہے کھا کے ترے در کی قسم نہت خور بسک کر دم و بس منقطع علم

ز اس کہ نہت بسک کوئے تو شدے ادب

سوزِ عصیاں سے جگر سوختہ جب غلظت آئیں صحرائے قیامت میں طلبِ گارِ نجات
کہیں سرِ چشمہ احسان ہے شہ تیری ذات ماہرِ تشہ لہا نیم توئی اب حیات
لطف فرما کہ زردے گزیرہ تشہ ہے

ہے ظفر کے دل بیمار کا بھی حال وہی پور اسی طرح سے اب چارہ طلب رہ ہے بھی
کہ گیا آگے زماں تری جیسے قدی سید سوئے تو قدی پے دہابِ طلی
آمدہ سوئے تو قدی پے دہانِ طلی

ایضا

جو عشق باز ہیں وہ راہِ دین پہ آچکے سرِ بازی وفا میں دیا گھر لٹا چکے
واعظِ رب کعبہ تجھے ہم جتا چکے دو دل قرار خانہ میں بت سے لگا چکے
وہ گنجیں چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

ساری حقیقت اب تو مری ان پہ کھل گئی ہے بات پور قابلِ تحریر کون سی
لے کر قلم کو ہاتھ میں ہوں سوچتا بھی کیا خط میں مدعا نصوں لہا کر مدئی
پہلے ہی انکو میری طرف سے پڑھا چکے

ہر چند اس کا لطفِ عداوت سے کم نہیں آتا ہے اس سے اسکا قیامت سے کم نہیں
پر اپنے حق میں وہ بھی عنایت سے کم نہیں اور آمد آمد اس کی کچھ آفت سے کم نہیں
مرتے ہیں انتظار میں اک روز آچکے

دل کے پھپھولے پیچھے جگر کے تھے متصل پور سوزش ان میں وہ کہ ہوں آفکندے نعل
تھی گرسنیِ ظارو سے کو آگِ مشتعل باز آیا دیکھنے سے نہ آتشِ رخوں کے دل
سو باز رہے اسے آنکھیں دکھا چکے

اپنی جنہوں نے جان تہہ شمشیرِ عشق دی آلودگی نہ ان کو کسی طرح کی دی
ہے تیغِ آبدارتری پاک کر چکی حاجت نہیں ہے تیرے شہیدوں کو غسل کی
قابل وہ تیرے ہاتھ سے غوں میں نہا چکے

بازار دوستی میں بہت پھرا ہے تو سوا ہر اک سے کٹا بھی رہا ہے تو
 ٹھہرا ہوا وہ نرخ ہے وہ سن چکا ہے تو کیا مجھ سے قیمت دل و جاں پوچھتا ہے تو
 دونوں ہیں اک نگاہ پہ اسے دل بلا چکے

مدت کے بعد مے سے کیے تراب و وہاں لیکن ابھی ہے پیاس ہماری بھی کہاں
 اس وقت سوچتا ہے کسے سودور نیاں زہر اب بھی ہے جو بارو تو کر لیں گے نوش جاں
 ساقی پیلہ جسے ہم اب تو لگا چکے

اے بے وفا نہ کرنی تھی تجھ سے ہمیں وفا قائل ہیں آپ ہم کہ ہوئی ہم سے یہ خطا
 جو اس خطا پہ ہم کو سزا دے وہ تھی بجا اچھا کیا وفا کے عوض تو نے کی جفا
 بس اب ستم نہ کر کہ کیا اپنا پا چکے

دن کو سنا گئے تھے وہ یہ مژدہ طرب آکر رہیں گے آج یئیں ہم تمام شب
 پر کیا کہیں برائی نصیبوں کی ہے غضب یاد آیا یاں کے آنے کا وعدہ نہیں تو کب
 جب رات کو وہ مہندی لگا چکے

تم دیکھ کر ہماری نحیفی و ضعف کو یہ چاہتے ہو سر سے لے بوجھ دوستو
 اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہ تم کیو جب تک کہ سر ہے ساتھ ہے سر کے ہوش ہو
 ہم اب تو سر پہ بار محبت اٹھا چکے

بسم اللہ ہے ارادہ اگر میرے قل کا پھولے کہیں خواب سے تا جان ہلا
 کھل کی طرح آہ ترپتا ہوں میں سدا کیا دیکھتا ہے تیغ نگہ لکھا اک لگا
 قصہ تمام عمر کا اسے پر جفا چکے

ظہریں ہیں بعد مرگ ذرا اس خواب میں ورنہ پھر سے خواب سدا اس خواب میں
 کیا کیا نہ ہم نے آکے کیا اس خواب میں اب خاک کے ہیں ڈھیر تو کیا اس خواب میں
 پہلے تو ہم بھی خاک بہت سی اڑا چکے

کہہ دو ظفر برا بہ کیو میکدہ کو ذوق ہے کچھ تو وہ بھی دیکھ تو لو میکدہ کو ذوق
 تم دیکھ کر نہ دل میں رو میکدہ کو ذوق ہنکارو آج خوب چلو میکدہ کو ذوق
 چھوڑ کہیں ولیفہ بہت بڑا بڑا چکے

ایضاً

یہ جانتے سب غنچے بھی ہیں اور گل تر بھی اور دیتے کوئی ہیں برو برگ شجر بھی

ہے میری صدا شام بھی یہ اور بحر بھی گل پھٹکے ہے اوروں کی طرف بلکہ شمر

اے خانہ بر انداز چلی کچھ تو ابھر بھی

مدت میں مرے گھر کی طرف سے جو گزرا دوچار گھڑی غیر کے تو پاس ٹھہرا
اور مجھ سے دوچار آکھیں بھی اک بار نہ کرنا کیا خدا ہے مرے ساتھ خدا جانے و گرنہ

کافی ہے تسلی کو بری ایک نظر بھی

ما ترے آنسو در خوش آب ہیں سارے اور ایسے ہیں ٹانہ کہ پانی ہوں ستارے
پر یہ تو بتا دے ہمیں افساف کے بارے اے ہر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے

پکا تری آنکھوں سے کوئی لخت جگر بھی

ہیٹھے ہوئے ہدم تو بہت ہیں مجھے گھیرے ہوئے پر ایسا نہیں کوئی جو تقدیر کو پھیرے
جانے کا نہیں غم دل ملاں سے یہ میرے اے ما لہ صد افسوس جواں مرنے پہ تیرے

دیکھا نہ کبھی تو نے ذرا رونے کا بھی

اللہ دے بیہوش تری غفلت سرشار نے دیں سے ہے ہشیار نہ دنیا سے خبردار
دن رات جو یوں رہتا ہے مست پندار کسی ہشیار سوہوم پہ مازاں ہے تو اے یار

کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجھ کو خبر بھی

جب سے کی ہوئی بار فنا دست در آغوش اور معم صفت میں ہوا اس یازم میں خاموش
دن رات جہاں میں غم و حسرت کا ہے اک جوش خفا مرے ماتم میں نہیں شام میرے پاش

رہتا ہے صدا چاک گریباں بحر بھی

ہم کہتے ظفر ہوئی جو سودا سے ملاقات کیوں کرنا ہر آہ و فغاں میں ہے تو اوقات
تک آکے جو ہمایہ تر سے کہتے ہیں یہ بات سودا تری فریاد سے آنتھوں میں کئی رات

آئی ہے بحر ہونے کو نکالم مر بھی

تمام شد

دیوان ظفر

جلد دوم

محمد عثمان کاتب امین آباد دہلی

خلع گوجرانوالہ

ابنظر سراج الدین بہادر شاہ اکبر دہلی کے بیٹے اور شاہ عالم کے پوتے تھے۔ ۲۸ شعبان ۱۱۸۹ھ (۱۷۷۷ء) بروز شنبہ قلعہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کی تربیت شاہ عالم بادشاہ کی نگرانی میں ہوئی۔ مغل بادشاہ اگرچہ برائے نام بادشاہ رہ گئے تھے، مگر اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں جیسے علم دوست، بعد ادبی روایات اس خاندان میں جوں کی توں برقرار تھیں۔ بادشاہ اہل علم کے مربی تھے اور کسب کمال کو اپنے لیے باعث فخر اور ضروری سمجھتے تھے۔ شاہ عالم کے زمانے میں پہلے کمال کی جو پرورش ہوئی اس کی نظیر مشکل سے نظر آئے گی۔ سودا، میر، انشا اور بیسیویں شاعران کے خوان کرم کے زیرِ چمن تھے۔ اکبر شاہ کا دہلی شاعر اور اہل کمال کا مرجع تھا۔ بہادر شاہ نے اسی ماحول میں پرورش پائی۔ ان کے دادا کی طرف سے انکی تربیت کا ایسا اختتام کیا گیا جو مغلوں کے دور عروج میں بھی ولی عہد سلطنت کے لیے باعث فخر ہوتا۔ بہادر شاہ نے تمام ہندو علوم و فنون میں دستگاہِ عالم پتیلی پاتا پڑھا صاحبِ کائنات بننا چاہتے تھے۔

”پاکٹر صفات موصوف و کجاودہ و کارم معروف۔ در اکثر خطوط دستگاہ ہے شہادت در دوا میں فن (شاعری) کیا رمالوف است۔۔۔۔۔“

بہادر شاہ کو اپنے زمانے کے مشہور اہل کمال کی صحبت میسر رہی اور اس سے ان کے زہنی کمالات اور فطری ذہانت کو مزید جلالی چٹا نچوہ زمانہ ولی عہدی میں بھی اپنے علمی ذوق کے لیے نام پیدا کر چکے تھے اور اکثر شعراء ان کے دامن کرم سے وابستہ تھے۔

یہ تو تھا ان کے علمی و ادبی ماحول کا اجمالی تذکرہ۔ جہاں تک ان کے سیاسی ماحول کا تعلق ہے اس کی داستان بڑی طویل اور دردناک ہے۔ بہادر شاہ جس دور میں پیدا ہوئے وہ سلطنتِ مغلیہ کے انتہائی زوال کا دور تھا۔ دہلی کی مرکزی حیثیت عملی طور پر ختم ہو چکی تھی ملک میں بد امنی کا دور دورہ تھا، بادشاہ مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے ہاتھ کا کھلوتا تھا اور دلی آئے دن کے حملوں اور انقلابات کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ بہادر شاہ نے اپنے شفیق دادا کے دنیا ہونے کا حادثہ دیکھا، مرہٹوں، سکھوں، جاٹوں اور روہیلوں کی دھڑ دھڑاتیاں اور بادشاہ کی بے بسی دیکھی۔ انہیں کے سامنے شاہ عالم بادشاہ نے انگریزوں کی سرپرستی قبول کی اور بادشاہ حاکم ہونے کی بجائے ایک معمولی ولیعہد خوار رہ گیا۔ آخر بہادر شاہ کو والد اکبر دہلی تخت نشین ہوا اور ساری زندگی انگریزوں سے رحم کی توقع میں گزار کر اسی لک دم ہوئے اور ۱۸۳۷ء میں بہادر شاہ کے سر پر تاج رکھا گیا۔

انگریزوں کی سرپرستی شاہ عالم کے وقت سے چلی آ رہی تھی بادشاہ اب نام کے بادشاہ تھے۔ ان کے پاس کسی طرح کا اختیار نہ تھا۔ بلکہ ان پر بھی حکم کنی بہادر کا ہی چلتا تھا۔ بہادر شاہ کے زمانے میں حالات اور بھی کھوکھلے تھے انگریز ریجنٹ نے بادشاہ کی تزیین کی نئی نئی صورتیں نکال لیں۔ بادشاہ کے ذہنی کمالات تک بین دخل دیا جانے لگا۔ ۱۸۳۵ء سے سکے پر بادشاہ کا نام درج ہونا بند ہو گیا تھا۔ پھر گورنر جنرل کی بوہرے ”فدوی خاص بادشاہ“ کے الفاظ خارج کر دئے گئے اور وہ کو مختلف مواقع پر روزِ رگزار کی جاتی تھی وہ بھی ۱۸۳۳ء میں مستوف کر دی گئی اور اب انگریزوں کی نظر قلع پر تھی۔ اس سلسلے میں بادشاہ پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالنے کی جوہریں سوچی گئی۔ مہرین بادشاہ قلع سے بے دخل کر کے قلعہ میں آبا د کرنا چاہتے تھے۔ دراصل اب انگریز بادشاہ کو ایک جیسے جیسے چیز سمجھتے تھے چٹا نچوہ رفتہ رفتہ وہ تمام عظافت ترقی زدے گئے وہ شاہ عالم کے وقت میں اختیار سے گئے تھے۔ بادشاہ سو فیصدی انگریزوں کے دم و کرم پر تھا اسے جو وظیفہ ملتا تھا وہ کسی بھی وقت بند کیا جاسکتا تھا۔ بہادر شاہ جن کی دگوں میں اکبر اور شاہ جہاں جیسے جلیل القدر بادشاہوں کا خون تھا قیاس کیا داسکتا ہے ان تمام حالات کو دیکھ کر ان کے دل پر کیا گھما گزرتی ہوگی۔

۱۸۵۷ء کا سال برصغیر ہندو پاک کی تاریخ کا بہت اہم سال ہے اس سال برصغیر کے لوگوں نے انگریزوں کی غلامی کا جو ۱۱۰ سال بھگتے کر آخری کوشش کی مگر۔

”اے بادشاہ کو خاک شدہ“

ہندوستانی حریت پسندوں کو شکست ہوئی اور ظفر ان کی قیادت کرنے کی جرم میں گرفتار کر کے دھوکا دے گئے وہاں ۱۸۶۲ء میں ان کی پالم فنگ کی کاخاتہ ہو مغل سلطنت شاہ عالم کے وقت میں ختم ہو چکی تھی۔ بہادر شاہ کے ساتھ خاندانِ مغلیہ کا خاتمہ ہوا۔

یہ ہے اس بد نصیب شاعر کا ماحول جس کے کلیات کی پہلی جلد آپ کے ہاتھ میں ہے اس کے حالات زندگی بڑے عجیب و غریب ہیں ان حالات میں اس کے دل و دماغ پر بڑے گہرے نقوش ثبت کئے ہیں۔ اس نے شاعری سے اپنا غم غلط کرنے کی کوشش کی مگر یہ غم اس کے شعروں میں جا بجا اھلکا ہے۔ انکی طبیعت کی سردی اور غم کی کک میں اس کے اشعار میں ایک لکی کیفیت پیدا کر دی ہے جیسے پڑنے والے آسانی سے نظر انداز نہیں کر سکتے۔

بہادر شاہ ظفر نے شعر گوئی سے فطری مناسبت تھی مصوں نے جب شعر کہنے شروع کیا تو دلی پر شاہ نصیر کا سک پڑتا تھا مگر نے بھی انھیں کی شاگردی اختیار کی (سومن) اور وہ وقت بھی نصیر ہی کے شاگرد ہیں) شاہ نصیر شاعر جیسے بھی ہوں البتہ ان پر کامل عبور رکھتے تھے۔ ان کے کلام میں شکوہ الفاظ کے ساتھ ہی تشبیہیں اور استعارے ملتے ہیں زمین مشکل سے مشکل نکالتے ہیں لمبی لمبی رادیس اور مشکل توانی انھیں خاص طور پر مرغوب ہیں تمام استاد کی باوجود ان کا کلام مہر طرح کے جذبات کا عادی ہے مگر ظفر کو ادبی شاگردی سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ وہ ایک پختہ شاعر ہو گئے انھوں نے شاہ نصیر کی پوری طرح پیروی کرنے کی کوشش کی ہے مگر شاہ نصیر کے اصل میدان میں بھی وہ ان سے آگے ہیں انھوں نے نصیر کی طرح سنگدخ ذہینوں میں غنہ لیں بکثرت کہیں ہیں۔ لمبی ردیفوں اور عجیب و غریب توانی کی ان کے یہاں بھی بہتات ہے مگر نئی ذہنی نکات کے سامنے ملے میں وہ شاہ نصیر سے کہیں آگے ہیں۔ شاہ نصیر کی تقلید کے باوجود ان کا اپنا رنگ مرتکار رہتا ہے اور کسی جگہ بھی ان کا کلام جذبات سے عاری نہیں ہونے پاتا۔ ان کے کلام کی تاہم مشکل سے مشکل ذہن میں باقی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مسلمہ طور پر شاہ نصیر سے بہتر شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ شاہ نصیر کی تقلید سے ظفر کو جہاں یہ فائدہ ہوا کہ وہ ایک مشاق شاعر ہو گئے اور فن پر انھیں پورا عبور حاصل ہو گیا۔ وہاں یہ نقصان بھی ہوا کہ وہ شاعری کا کمال شاہ نصیر کی طرح ذہنی ورزش کو سمجھنے لگے یہ بات ان کے کلیات کے سرسری مطالعہ سے پوری طرح واضح ہو جاتی ہے ظفر کے یہاں جذبات کی کمی نہیں مگر نصیر کی تقلید نے ان کے کلام کی تاہم کو بہت گھٹایا ہے۔ اور اسی اعتبار سے ان کے شاعرانہ مرتبہ میں کمی واقع ہوئی ہے۔ شاہ نصیر کے بعد چند روز کا غم حسین بقرہ کو انھوں نے اپنا کلام لکھ لیا۔ پھر ذوق استاد قرار ہوئے اور اس کے بعد مرزا غالب کو

یہ اعزاز ملا۔ مجموعی طور پر ذوق کا دور استاد ی سب سے طویل ہے۔ ذوق خود شاہ نصیر کے شاگرد تھے اور بہت حد تک اس کی طرز مقلد بھی چنانچہ ذوق کے اثر سے ظفر کا گنگن خن تبدیل ہونے کی بجائے گور پخت ہو گیا۔

ظفر نے ایک ضخیم کلیات یادگار چھوڑا جو چار جلدوں میں متحدہ بادشاہ ہو اگر اب کامیاب ہے ان چار جلدوں میں اشعار کی تعداد کو دیکھا جائے تو مصحفی کے عدا کوئی دوسرا اردو شاعر اب سے باز کیا لے جائے۔ شاعری کے اعتبار سے شاہ نصیر کی دیوان ان کے کلیات پر بھاری ہو مگر ظفر کے کلیات کا بھی وہی حشر ہوا جو مصحفی کا ہوا۔ اتنے بڑے کلیات کو پڑھ کر اچھے اشعار کا چنگا خاصا وقت طلب کام ہے اب کی شاعرانہ عظمت کے پوری طرح سے پیمانے جانے کی وجوہات میں ایک یہ بھی ہے پھر اکثر تذکرہ نگاروں نے ظفر کے سلسلے میں ایک عجیب طرح کی بے اختنائی برتی ہے۔ انکی وجہ غالباً یہ ہے ۱۸۵۷ء کے حادثہ کے بعد لوگ بادشاہ سے کسی بھی طرح کا اظہار کرتے ڈرتے تھے بحر حال اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد کے لکھنے والے بھی نظر انداز ہی کرتے رہے۔ حد ہے ہے کہ رام بابو سکسینکی "تاریخ ادب اردو" بھی جس کو اردو شعر و ادب کی دمع تاریخ سمجھا جاتا ہے ظفر کے ذکر سے خالی ہے۔ مثل مشہور ہے "مرے کر مارے شاہ مدار" سولانا محمد حسین ظفر کے لیے شاہ مدار بہت ہوا انھوں نے ظفر کو نظر انداز کرنے پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ اس غریب کا کلیات ہی ذوق کے جاگیر کر اردو سے دیا چنانچہ قاتلے ہیں۔

"بادشاہ کے چار دیوان میں پہلے میں کچھ غزلیں شاہ نصیر کی اصلاحی ہیں، کچھ میر کا نظم حسین بیقرار کی ہیں۔ غرض پہلا دیوان نصف سے زیادہ دیوانی تین دیوان مرتا پا حضرت مرحوم (ذوق) کے ہیں۔ سودہ کچھ خاص میں کوئی شعر پورا، کئی ڈنڈہ مصرع، کوئی ایک، کوئی آدھا مصرع فقط بحر اور دلیف قافیہ معلوم ہو جاتا تھا، باقی خیر۔ یہ ان ہڈیوں پر گوشت پوست چڑھا کر حسن و عشق کی پتلیاں بنا دیتے تھے۔"

سولانا آزاد کا فارما سرا نکھوں پر مگر استاد ذوق کے اپنے کلام میں بھی تو عشق کی پتلیاں نظر آئیں۔ سولانا حالی جیسے محتاط پڑرگ بھی یادگار غالب میں فرما گئے ہیں: "ناصر حسین مرزا کہتے تھے کہ ایک دن میں اور مرزا صاحب دیوان عام میں بیٹھے تھے کہ چوبہا آ یا اور کہا کہ حضور نے غزلیں مانگی ہیں، مرزا نے کہا کہ "ذرا ٹھہراؤ اور اپنے آدی سے کہا کہ پاگلی میں کچھ کاغذ مال میں بندھے ہوئے رکھے ہیں لے آؤ۔ وہ دوڑنے لے آیا۔ مرزا نے اس کو کھولا تو اس میں سے آٹھ لوہے چن چن پر ایک ایک دو مصرع لکھا ہوا تھا نکال لے اور اسی وقت قلم دوات نکال کر ان مصرعوں پر غزلیں لکھنی شروع کیں اور وہیں بیٹھے بیٹھے آٹھ نو غزلیں تمام مکالم چوبہا کے حوالے کیں۔"

حالی مرحوم کے اس بیان کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیونکہ مرزا غالب اور ظفر کے رنگ سخن میں بعد المشرقین ہے اور ظفر کے کلیات میں دو چار شعر بھی ایسے نہیں ملتے دن میں غالب کے رنگ کی ہلکی سی جھلک بھی نظر آتی ہو۔ پھر غالب کے حالات و زمان کے خطوط مارے ہیں۔ وہ جتنا بہت بڑے شاعر تھے، مگر ان کی ذوق کوئی نخل نظر ہے۔ حالی کے بیان کی اتنی اہمیت ضرور ہے کہ سولانا آزاد کے اس دعوے کو تسلیم ہو جاتی ہے کہ ظفر خود شاعر نہ تھے چنانچہ اکثر لوگوں نے ظفر کے کلام کو ذوقی کا کام نہ سمجھا لیا اور یہ غور کرنے کی بھی زہمت مائی کہ ذوق ظفر میں کیا فرق ہے اور کیا یہ ممکن بھی ہے کہ ایک شخص مختلف انداز کی شاعری اتنی کامیابی سے کرے کہ وہ انگ و ہنوں میں تغزلیں نظر آئے۔ اس غلط فہمی نے جو سولانا آزاد کی پیدا کردہ ہے ظفر کی شہرت کو بہت نقصان پہنچا ہے جب ان کا کلام ہی ذوق کی تخلیق تھا تو وہ شاعر کیوں سمجھے جاتے۔ پھر اگر دوسرے تذکرہ نگار انھیں نظر انداز نہ کرتے تو کیا کرتے؟۔ ذوق اور ظفر کے کلام کا مقابلہ کیا جائے تو ان میں کئی باتیں مشترک نظر آتے ہیں دونوں کے یہاں دور استاد ی اور تخلیقی کلام کی شان نظر آتی ہو دونوں زبان اور محاورے کے استعمال میں امتیازی حیثیت کے مالک ہیں۔ دونوں کے کلام میں شائع بدائع اور رعایات لفظی و معنوی کی بہتات ہے مگر یہ باتیں دونوں میں شاہ نصیر کے اثر سے ہیں۔ کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو ظفر میں ذوق سے زیادہ ہیں۔ مثلاً یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ زبان اور محاورے کے معاملے میں ظفر کو ذوق پر فوقیت حاصل ہے۔ دونوں کے یہاں شاہ نصیر کی طرح سنگار و منیس باقی ہیں مگر ظفر کو قافیہ اور دلیف کو بھانے پر جو قدرت حاصل ہے وہ ذوق کو نہیں۔ مضمون آفرینی سے سوا المذموم ذوق کا کلام اکثر کوہ کندن و کاہر آہ و نوح کے صداق ہو جاتا ہے مگر ظفر کا حال نہیں وہ سنگار و منیس میں اچھا مگر نکال لیتے ہیں اور ذوق کا دیوان پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں وہ ظفر کے ہم سر نہیں ہیں۔ دونوں کے چند اشعار نمونہ کے طور پر ملاحظہ کیجئے:

ذوق

کیا غمزہ ترا بر سر بیدار غضب ہے	جلاد لنگ سے بھی یہ جلاد غضب ہے
لطف ہے سدا کوہ سے ہم آئیں و ہم آب	کیا سوز و گداز دل فرہاد غضب ہے
زخم دل پر میرے کیوں مریم کا استعمال ہے	سنگ اگر ہنگا ہے تو کیا لون کا بھی کال ہے
وادی وحشت میں بھی جا کر نہ دل اپنا کلا	مجنہ مرغان آہو شیر کا چنگال ہے
کس کے موٹانے میں اے رست ہوس ٹوٹ مجھے	تیرہ بختوں کے ہیاں تار نفس ٹوٹ مجھے
رونگئے یار کے پشت لب شیریں پہ نہیں	شہد پر بیٹھ کے ہیں پائے گیس ٹوٹ مجھے
ہم اولیٰ ہی سے خود کو مایوس سمجھے	کہ باجگ ولادت کو مایوس سمجھے
ہولالہ جب دود آلود سمجھے	کہ تھے "شبن علوائے بے دود سمجھے
تری باجگ کی تیغ کا ہو جو زخمی	ہر اک زخم دہل کو نمک سود سمجھے

ہنگام ہوسہ گرم جو وہ اک زری ہوے
جل جائے خاک وحشی چشم جہاں پہ گھاس
شکر تو تجھ سے پینہ تری ہوے
لیکن ہرن کھری نہ رہے بن ہری ہوے
نہ کچھو عاشق مجھ جگر کے حر پہلو سے
دل سپارہ کو لے ٹانگ تھوڑوں میں بیکل کے
دکھلا نہ کال ناف تو اے گلبدن مجھے
ہے تھی میں دیوہ ہلکے نئے خشک اکتوں
خسرو سے پیشہ ہو لا جہ پاؤں نہ تیرا غوں
شیریں نہ ہو دے خون سر کوہ کن مجھے

ذوق کے یہ اشعار دیکھ کر انکی نفاست طبع پر بھی شک ہونے لگتا ہے بحر حال اب ظفر لکھی زمینوں میں ظفر کے اشعار دیکھئے:

میری نگاہ جو بہت ہے پیر مگر گنی
ہم مر گئے تو لگے عبا و نسیم سے
قسمت مری اٹ گئی تقدیر پھر گئی
خاک اس گلی میں اپنی ہندیدہ پھر گئی
اپنی نظر میں بس تیری تصویر پھر گئی
ہو کر تھا بھی میرے گلو گیر پھر گئی
کیا سر نوشت کی مرے تحریر پھر گئی

کہیں گلے کو مرے نجر ستم سے گلہ
ہزار رنج والے ہوں تری صحبت میں
انک دہا ہے یہ دم کیوں بچے ہر دم سے گلہ
نہ مجھ کو رنج سے شکوہ نہ ہے الم سے گلہ
کر خار خار ہے اب مرے قدم سے گلہ
نہاں پہ لائے نہ ہم اپنے سوز غم کا گلہ

دل پر ملائے زلف گرہ گیر ڈال دی
جب دورو وہ آئے تو پائے نگہ میں
تو نے مصیبت اے مری تقدیر ڈال دی
سوچ سر شک چشم نے زنجیر ڈال دی
گردن قلم نے بھی دم تحریر ڈال دی
تیرے سخن میں عشق نے تاہیر ڈال دی

عیش سے گہوری کہ دم کے ساتھ اچھی بن گئے
ہم کو تھا منظور اپنی خاکساری کا باہ
بچی دو اس صنم کے ساتھ اچھی بن گئے
بارے اس نقش قدم کے ساتھ اچھی بن گئے
وہ نسیم مجھم کے ساتھ اچھی بن گئے

جئے دیوائے نکل مثل صدائے زنجیر
مجلس کے ہوش لیا رٹیں اس کے عقل کو
قید خانوں کے یونہی رہ گئے وہ بند کے بند
اے چرخ تو نے باعث افلاس کھو دیا
پاؤں پٹائی ہے مرے آن کے زنجیر عبث
ایسے دیوائے ٹھہرتے ہیں کہیں زنداں میں

اس دماغی ورزش یا استادانہ قسم کی شاعری میں بھی ظفر روح شاعری کو برقرار رکھے پر قادر ہیں۔ ان کی کوئی غزل ایسی نہیں جس میں دو شعر دل کش اور پرتا شیر نہ ہوں برخلاف اس کے ذوق کی غزلیں عموماً سپاٹ ہیں اور ان میں سوائے اعتمادی کے کوئے اور غول نظر نہیں آتی ظفر اور ذوق میں ایک اور فرق یہ ہے کہ ذوق کے یہاں شکوہ الفاظ ہے اور ظفر کے ہاں دھمہ پین اور لہجے کی گھلاوٹ ہے۔

اب تک ہم ظفر اور ذوق کی شاعری کے ان عناصر سے بحث کر رہے تھے جن کا شعری روح کے ساتھ کوئے خاص تعلق نہیں ہے غزل کی شاعر تخلص واداد قلب کی شاعری ہے حسن و عشق کے معنات اور حیر و وصال کی واردات تک ہے یہ محدود نہ سمجھ کر یہ اب بیہوشی ضرور ہے اس لیے اگر اس جگہ بیہوشی بھی بیان کی جاتی ہے تو آبیہوشی کا گمان ہوتا ہے یہاں ذوق غزل سے بحث مقصود نہیں صرف یہ کہ غزل کے موضوعات اگرچہ محدود نہیں مگر اس میں مضامین ایک خاص انداز سے نظم کیے جاتے ہیں اور اچھی غزل کے اشعار میں سوز و گداز، تاہیر و غزل کے دوسرے اوصاف کا ہونا ضروری ہے اس نظر سے ہم ذوق و غزل کے کلام کو دیکھیں تو ظفر ذوق سے بہت بڑے غزل کو نظر آتے ہیں ذوق کا دیوان مولانا آزاد کی کا مرتب کیا ہو ہر جگہ ملتا ہے اس کے مطالعہ سے پہلی ہے نظر میں جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ بقول علامہ جود رنجیب آبادی کے ان کا کلام ہر طرح کے جزبات سے کسر عاری ہے صدوق کا پیشتر کلام بقول مولانا آزاد ہنگامہ فرد میں ضائع ہو گیا مگر ان کا سو دودھ دیوان بھی یہ بات واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ اگر ان کا پورا دیوان موجود بھی ہوتا تب بھی ان کے شاعرانہ مرتبے میں اضافہ نہ ہو سکتا ان کا کلام موذو گداز اور نظر سے اس طرح خالی ہے کہ بعض اوقات یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ شاید ان کے پہلو میں دل تھای نہیں۔ بحر حال تمام تر اعتمادی کے باوجود ہم انھیں اچھا غزل کوثر انھیں دے سکتے ایک عرصہ تک غالب و درویش کے زمانے کا تیسرا بڑا شاعر ذوق سمجھا جاتا رہا ہے اگر لوگ ظفر کے کلام کا پوری طرح مطالعہ کرتے تو شاید وہ اس نتیجے پر پہنچتے کہ اس دور کے تیسرے بڑے شاعر ذوق نہیں ظفر ہیں شد مولانا آزاد کو اس بات کا احساس تھا اسی لیے انھوں نے اپنے استاد کی استاد برقا درکھے کے لیے ظفر کا کلام ان کے اٹکھدیا تھا۔

ظفر کی قادر الکلامی مسلم ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی غزلوں میں اچھی غزل کے تمام لواظہم موجود ہیں ان کی شاعری سوذو گداز و رونا طیر سے پر ہے شاہ نصیر کی تقلید کرتا ہوا جودن کی رنگ طبعیت نہیں چھپتا۔ ان کی ذہنی رنج و مایوس و بے بسی کا مجموعہ بھی ان کی شاعری اسی کا آئینہ ہے۔ ان کے کلیات میں اگر تلاش تیا جائے تو میا کے تیر و شتر قسم کے اشعار بھی ملتے ہیں ان کی وہ غزلیں جو آسان زمینوں میں ہیں، انداز بیان کی سادگی لہجے کے گھلاوٹ اور جزبات کے لحاظ سے اردو کی بہترین غزلوں میں شمار ہونے کے لائق ہیں اور یہاں ذوق ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچتے۔

ظفر کا کلیات اپ کے ہاتھ میں ہے اس لیے مثالیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں اس کا سرسری مطالعہ بھی یہ بات ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ غالب اور ماسن کے دور میں تیسرا غزل کوثر ظفر ہی ہے ذوق کا شاعرانہ مرتبہ اس سے بہت کم ہے۔

تیرے تیرے نگاہ سے ظالم
 دل بچے کیا بچا نہیں جاتا
 آگیا جب زبان پہ نام ترا
 پھر زبان سے مزا نہیں جاتا
 سوے آپ بھلا نہیں جاتا
 سوے آپ [] نہیں جاتا
 تیرے بیمار غم کے پاس آکر
 کون سنبھالا ذرا نہیں جاتا
 جب کہ ہوتا ہے دل مرا بے تاب
 کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا
 بادہ عشق سے جو ہیں مخمور
 ان کا ہرز نکلا نہیں جاتا

مطلع ثانی

سرے مالوں سے پتھر موم جاسا زمیں ہوتا
 کہاں جاسکتا چھپ کر مجھ سے ظالم تو جہاں جاتا
 تری ووری میں کیا کیا سو جیتی بدو کی ٹھکرو
 ترے مضمون خال اب کے آگے ماننا چھین وہ
 دکھانا کان کا بالا جو تو رخسار پر اپنے
 ہمارے پیچ و تاب دل کی پینا شیر تو دیکھو
 لپٹا اے ظفر اس کو نہ دو آہ گر میرا

دیگر

بلا سے گر نہ ہوا دل کا داغ گل نہوا
 چمن میں قصد کیا مے کشی کا کب تو نے
 کیا ہزار کلفت بہار نے لیکن
 نہ پکے خار پاجنوں کے پانوں نے تا خون
 گیا جو تو تو مقابل تری نزاکت کے
 بہار آئی مگر جب تلک نہ تو آیا
 غش اس پہ میں ہوں نہ غیر اسے ظفر کہ جو بلبل
 پر اپنے گھر کا یہ روشن چراغ گل نہوا
 کہ لے کے سامنے حاضر ایام گل نہوا
 خزاں کے ڈر سے کبھی باغ فراغ گل نہوا
 نمودارک سرد امان راغ گل و مانغ گل نہوا
 چمن میں اسے بت مازک و مانغ گل نہوا
 چمن میں رنگ چمن میں باغ باغ گل نہ ہوا
 بہار میں کبھی مرغوب راغ گل نہوا

کوئی صنم اسے سمجھا کوئی خدا سمجھا
نہ آیا دل کی سمجھ میں کہ بارغم ہے گراں
چڑھا جو اشک کا دریا مرے تو ایک جہاں
بنایا رہ ہے کیوں تو نے ال کا جل کا
نہ سمجھے سینہ کو کیوں عرصہ گام محشر وہ
غم جدائی میں موت اس کو صین صحت ہے
ہمیشہ کیوں تری آنکھوں سے اشک جاری ہیں
اسے ہنکر کس نے ایسا تھکواٹ کھٹ کر دیا
صبح گل اس کا کھلا تو نے جو ہنکو دیکھ کر
کرتے ہیں پانی کی آمیزش شراب تند میں
کھل گئیں یکبارگی آنکھیں سی مہر و ماہ کے
جوڑے کو چہ میں سو یا خاک پر آرام سے
یہ تو لٹکا خوب دیکھے ہو جسے پا ہا سے
اشک کے قطرے لئے جاتی ہیں بھر بھر کر سو
فقیری سے صفا کر اس سے کیا حاصل اگر
ہوتا چہ پا محبت محبت کا لٹا شے سے ظفر

تیری مگی سے عاشق زادانٹھ کر دیکھا
دینا میں اک جہاں کو بہا سئل اشک
گنبد بنانہ گور پہ بچنو کے رشت میں
دش سے اٹھا کے زلف جو پھر سے چھوڑ دی
گر کر سنبھل سنا نہ از غمی نگاہ
دکھ باتھ سے جام و صراحی اٹھا کے تو
بھڑکی ہے بے طرح یہ ظفر آت دل کی آگ

نہ سمجھے ہم کو کہ وہ کیا سمجھا اور یہ کیا سمجھا
جاگر چہ میں نے دیا اس کو بار یا سمجھا
فلک کے نیچے کو پانی کا بلبل سمجھا
پیکار میں نہیں اسے شوق مدد سمجھا
جودل کے داغ کو خوشید حشر کا سمجھا
مریض جہر تر از ہر کش دوا سمجھا
ظفر ہمیں بھی ذرا پیو ماجرا سمجھا
ان فریبوں نے ترے عالم کو حل کر دیا
راستہ کو اپنے چہاٹ خانہ گل جھٹ کر دیا
خون دل سے آنسوؤں کو ہم نے غٹ پٹ کر دیا
جبکہ اپنے من سے تو نے دو کھو گھٹ کر دیا
ترک اس نے پہنے سونے کا چہر کھٹ کر دیا
تم نے سودائی رکھا کر زلف کی کر دیا
بوش گریا نے میری آنکھوں کو گھٹ کر دیا
تو نے داڑھی کو بڑھلایا صفا چٹ کر دیا
ہم نے رسوا آپ کو وہاں بے لگا وٹ کر دیا

اٹھا تھان تو اس و سا غباراٹھ کے رہ گیا
پہ دل میں میرے جوش سایا راٹھ کے رہ گیا
آکھڑ پر بگولج اتھ کے وہ کے رہ
دل پر سے وہ شب تا راٹھ کے رہ گیا
دیکھا یہ تیر خورہ شکاراٹھ کے رہ گیا
ساقی بلا سے ام بہا راٹھ کے رہ گیا
آگے تو شعلہ سا کئی باراٹھ کے رہ گیا

مطلع ثانی

آکے پروانہ ہی گیا اس ہزم میں چل بھن گیا
گر حیا بھی کوئی دن مفتوں تمہاری چشم کا
چاہا اس درپا و روضہ کوئی لگا کر بیٹھے
نام جس کا رہ گیا کچھ اس کا گن باقی رہا
میں سب اوہ طائر طاقت اس گلشن میں ہوں
ہاتھ اٹھایا سینا سے نہ میں نے عشق میں
واسطے بے غیر کے کیا خاک ہوش و فنا
جاگ خواب عدم سے ایک بیک سارا جہاں

دیگر

شع بھی یہاں دو گئی شعلہ بھی یہاں سر و صحن گیا
بن کے آہو کی طرح وحشی و دشت تھکے چن گیا
جو گیا دل سوخت و ہاں باندھ گد یہ صحن گیا
ورنہ جو یاں سے گیا ساتھ اس کے اس کا گیا
ایک پر جس کا نہا گرنا سر کھین گیا
اے جنوں جب تک نہ میرا ٹوٹ ہر ماخن گیا
ہیز ہو سکتا نہیں وہ جو کہ واندھ گن گیا
کان میں جس دم ظفر خالق کا امر کن ہو گیا

گر فلک تک یہ ہمارا مالہ دل جائے گا
غم نہیں جائے گا تیرا جب تک ہے دم میں دم
رشت گلزار ارام ہو جائے گا کو چہ ترا
ہو گئے ہیں ساتھ جو تیرے نہیں تک میں وہ ساتھ
گو بردندان پہ تیرے ہو گئے جب انجم نثار
انھ کے جائے گا تری محفل سے جو اے شعلہ جو
جائے گا دم میں دلر با تک پیک خیالی
میں چمن میں بھی رہو نکا دل گرفتہ اے صبا
جان شیریں جائے گی اپنی مثال کو بکس
تیرے کو چہ سے کہاں جائے گا تیرا فنا کسار
ہو و گئی اس روز پر پا کیا قیامت اے ظفر

کنگر و مرش معلیٰ کا بھی مل جائے گا
دم کے ساتھ آیا ہے یہ اور دم کے شامل جائے گا
چشم پر خوں لے کر جب یہ تیرا مل جائے گا
آلیاں تنہا ہے تو تنہا ہی نائل جاوے گا
عارض روشن کے صد تے ماہ کامل جائے گا
چشم تری وہ مثال شع محفل جائے گا
ورنہ جو جائے گا و منزل منزل جائے گا
دل نہیں ہے میرا وہ غنچہ کہ جو کھل جائے گا
پر نہ تیرا شوق اے شیریں شامل جائے گا
مثل نقش پاؤں ہیں یہ خاک میں مل جائے گا
خاک پر جس دن شہیدوں کے وہ قاتل جائے گا

غلط ہے جو کہے یہ چپکے رہنا کچھ نہیں اچھا
جنہوں سے دوستی کی وہ ہماری ہو گئے دشمن
ستم اس پر رکھنے پہ بہنا اے دل اچھا ہے
محبت کی پرائیں گر بیڑیاں پاؤں میں زینا ہے
جہاں تک رک سکے اس گر بیک ہے رو کنا اچھا

نہ کہنے میں مزا ہے منہ سے کہنا کچھ نہیں اچھا
قصور انکا نہیں بچا نہ کہنا کچھ نہیں اچھا
ولیکن بات کا غیروں کے بہنا کچھ نہیں اچھا
نہ کہنا چاہے ہرگز یہ کہنا کچھ نہیں اچھا
ہمیشہ اقل کا آنکھوں نے بہنا کچھ نہیں اچھا

خط شبرنگ تیرا خوشنما ہے تیرے عارض پر
مثلِ بیاے ظفر ہے نگلی ہونٹوں اور چہرہ کوٹھوں

وگرنہ چاند کا عالم میں گہنا کچھ نہیں اچھا
نہیں کہنے کی وجہ سے اس کا کہنا کچھ نہیں اچھا

دیگر

جالِ س زلف نے ایسا کسی ڈھب کا مارا
پھر گیا منہ عجب سے کہ جب دنیا نے
دل پہ مارا تھا کبھی جوڑے نے تیرے ہکا
وہ منے عیش سے سرخوش ہیں بلا سے ان کے
توڑ کر آئینا دل کو مر سے وہ شہ حسن
دل مرا لے کے مرنے لگے معلوم ہوا
دل نے کی مصحفِ دہش سے ترے کے جاوہی
لب بھسی سے نہ ہرگز ہو طلب کا رومہ

ہو گیا دل یہ گرفتار غضب کا مارا
اک چپا نیچے ہوس عیش و طرب کا مارا
یاد اب تک ہے وہ سکا مجھے جو مارا
کوئی مرنا بجا گردِ نج و تعصب کا مارا
یوں جو خوشنود ہے کیا شہرِ طلب کا مارا
مال اسی طرح سے ہے آپ نے سب کا مارا
کہ تری زلف نے گوزا تہا دہب کا مارا
اے ستمگار ترے چہنیش لب کا مارا

ہنٹے آرام سے کیا کج قوت میں حریص

اے ظفر اچھرتا ہے دنیا کی طلب کا مارا

کیونکہ لہلہ ماہِ جہیں مجھ سے تمہارا ملتا
تیری صورت سے ملا کر مدد کتھاں کی شہرہ
لے کے دل پھیر دیا تم نے نہ انگوب دل
یوں ہوئی عید تو کیا عید تو وہاں جب ہوتی
مجھ کو وہ زلف معصومی سگھلا دیا اپنی
ڈھونڈ بھ کر تیری کمر کو ہوئے ہم ایسے گم
دست و پا میں جو لگاتے ہو تم اپنے مہندی
ہوتے ہیں پیدا وہاں مار بجائے سنبلی

کہ نہیں آپ کا اور میرا ملتا
دیکھا کچھ فرق نہیں نقشہ ہے سارا ملتا
لے کے یکبار نہیں پھرید و بار ملتا
کہ گئے میرے وہ آکر مرا پیا ملتا
نہ ملے کر نہیں خبر سارا ملتا
مثلِ علقا نہیں اب کھونج ہمارا ملتا
کیا نہیں خون کسی راقی کا نکار ملتا
ہے جہاں خاک میں اس نام کھار ملتا

دوست و پارہ تے ہیں گرچہ ظفر ہم لین

نہیں دریاے محبت کا کنار ملتا

ہوگا کیا دشمن اگر سارا جہاں ہو جائے گا
گر ہو اس آہ سوزاں کا کوئی شعلہ بلند
اے پری رو اپنی صورت تو دکھائے گا جسے

جبکہ وہ تمہیں ہم پر مہربان ہو جائے گا
و کیہ لینا خاک طلع کر آسمان ہو جائے گا
صاف وے حیرت زورہ آئینہ سناں ہو جائے گا

وہ جو دل میں لگ رہی ہے آگ بجھنے کی نہیں
 دیکھتا اس چاند کے نکلنے کو کیونکر جانتا
 اسے جنوں تیری بدولت نام میرا آخر ص
 باز آ اس خوفناکی سے کہیں اسے چشم تر
 اسے تغافل کیش کی تو نے اگر آنے میں دیر
 کرتے ہیں دعویٰ محبت کا جو اس سفاک کے

دیگر

چشم تر سے گھر چہ اک دریا رواں ہو جائے گا
 نکلے نکلے دل مرا مثل کتاں ہو جاوے گا
 دشت میں ہر خار کے درو زبان ہو جائے گا
 دیکھ میرا راز دل سب پر عیاں ہو جائے گا
 کام آخر تیرے عشق کا یہاں ہو جائے گا
 اسے ظفر اک روئے ان کا امتحان ہو جائے گا

ہمارا نکاح دم و قالا پرانا
 فراق یا رہیں ہو و کی زندگی کیونکر
 یہ سوز دل سے میرا اشتہ گرم ہے کہ جہاں
 سنا ہے مالہ پر درد ہم اگر اپنا
 نصیب ہوتے بھلے اپنے گر محبت میں
 اسیر زلف ترا ہے یہ قید سے مانوس
 بلا سے تیری جوا لہجے وہ زلف شانہ سے
 رفیق راہ محبت کدھر گئے یا رب
 سنا ہے جیسے کہ آتا ہے کوئی رشک بہار

دیگر

ماجرہ اویہ و خوبر کا کہ کیوں نہ دیا
 تھا جو پیار سے سبب انکار کا کہ کیوں نہ دیا
 دیکھے خدا ان کو خطا وار کا کہ کیوں نہ دیا
 مارا اس امر و خمدار کا کہ کیوں نہ دیا
 ڈر نہ تھا تم کو اگر یا رکا کہ کیوں نہ دیا
 ہو مر اس مرے نمودار کا کہ کیوں نہ دیا
 وصف اس کے گل رخسار کا کہ کیوں نہ دیا

ہم نے سال اس سے دل مارا کہ کیوں نہ دیا
 یہاں کے آنے سے جوا نکار کیا آپ نے رات
 جو کہ پیغام زبانی تھا وہ تو نے قاصد
 کہایا روں نے مجھے تیغ اہل کا کشتہ
 گئے تھے حضرت دل حال تم اپنا کہنے
 پوچھا اس نے مرے غموار سے میرا حوال
 سو جیتے تم کو ظفر لاکھوں مضامین رنگین

کنارہ کش جو تو اے پر غرور ہم سے ہوا
ہزاروں دل میں تجھے مطلب ہمارے پر من سے
کیا نشہ نے محبت کی اس قدر سرور
کرے ہے منع جو تو ہم کو عشق سے ماسح
بہشت بھی ہمیں ہوئی جسم اے سائل
ہم اس سے آپ رہو اپنی غفلت میں

جتنائی ہم نے محبت قصور ہم سے بڑا
یہاں نہ ایک بھی ان کے حضور ہم سے ہوا
تمام مہر نہ اکل سرور ہم سے ہوا
یہ کام ترک کب اے بے شعور ہم سے ہوا
بیم پیالہ نہ دور شک حور ہم سے ہوا
جدا ہمارا دل مامیور ہم سے ہوا
وہ اے ظفر نہ کسی وقت دور ہم سے ہوا

دیگر

ساقی ہے نشہ آنکھوں معمولی سے ہلکا
ہر بات میں تو ایک بھی ہلکا کھ سے ہماری
ہے جامہ تکلف کا پسندیدہ حلق
اچھا کیا سر تو نے مرے تن سے اٹھا را
جز تارک دنیا ہو ہوس سے نے سبکدوش
صرف نہیں کاغذ کا مگر کچھ ہے وہ
دنیا میں ظفر جو ہے گرانبار جہالت

نظروں میں چہاب رطل کران بھول سے ہلکا
گم بات کو اپنے نکرے طول سے ہلکا
ہو گا نہ گدھا یہ بھی اس بھول سے ہلکا
اب کوئی نہیں اس ترے مقول سے ہلکا
یہ بوجھ نہ دنیا کے ہو مشغول سے ہلکا
غلط ڈاک میں اندیشہ حصول سے ہلکا
کب ہوتا ہے و مرم مقول سے ہلکا

دیگر

وہ تھا آئے تھے گر کچھ تا بوراے پر جاتا
اگر ہم روکتے یا رونما پٹی اٹھ باری کو
عد و کرنا بھلا استاد گی کیا سامنے میرے
بچانا جان کا ہوتا ہے مشکل فہم کے ہاتھوں نے
عد و سے کھج کہا اور مجھ سے آکر کچھ کہا تو نے
مڑے کیا کیا چکھاتی دیکھتے زر
وہ ہم ہو بلا سے تو کچھ ہیرے زلف کیا ممکن

بلا سے کچھ ہی ہوتا لیکن ان پر ہاتھ پڑ جاتا
جہاں میں تھلکہ بید کیہ کر برسات پڑ جاتا
اگر پڑ جاتی اسپر ایک میری لات پڑ جاتا
جب اس دل جان کے چھپے ہے یہ جذبات پڑ جاتا
جو اس مردار کے پالے یہ جوش و خروش پڑ جاتا
یہ لپکا تھکے کیسا ہے ظفر بیات پڑ جاتا

کچھ سو دھڑ رنالم ہستی میں نہ سوچتا
کیا سوچے گا جنگل میں جو ہستی میں نہ سوچتا
سوچتا جو بلند می میں وہ ہستی میں نہ سوچتا

جز باد ہمیں باد ہرستی میں نہ سوچتا
جا بیٹھا ہے سحر میں عبث شہر سے زائد
پستی میں جو دیکھا وہ بلند می میں نے رکھا

اللہ رے سنگر دترے چین دوارو
مژگیں کی روشن آنکھ ظفر ہم نے جو کھولی

جو ہر یہ کسی تیغ و دوتی میں نہ سوچھا
اس گل کے سوا کشتن ہستی میں نہ سوچھا

جہاں پہلے تھے ہم اب دو نکال پایا نہیں جاتا
خیال اپنا فلک پر جا چڑھا کیونکر خدا جاتے
جہاں سے خوب وہی ہے جہاں وہ کوسدار ہوتا
پھر سے بھٹکا نہ کیونکر طائر دل بہر آسائش
شرارہ مال دل سے ستارہ لگی ہے یہ کثرت
پھر سہارا مل کیوں نہ کوئی زلف میں تیرے

اگر دھوئیں میں نکال اس کا پایا نہیں جاتا
یہ ہے وہاں جس کا زرباں پایا نہیں جاتا
نگریاں وہ جہاں جاوے پایا نہیں جاتا
کس اس بانج جہان میں آشیان پایا نہیں جاتا
کہ قتل و سر نے کو خانی آسمان پایا نہیں جاتا
کہ ہے ظلمات میں رہتا نہاں پایا نہیں جاتا

کہو گے حال دل اپنا ظفر گیامہ چیموں سے

کہاں کا تو دماغ سے مہربان پایا نہیں جاتا

کھا کھا کے تیر غم یہ میرا حال ہو گیا
زلفوں کو اس نے ہاتھ لگانے دیا ہمیں
کوئی درخت زلف کی کشت کے خاک سے
جانے کا دل کے غم ہے نہیں اور غم مجھے
رنگ شفق نہیں ہے کسی پر مگر فلک
عاشق نہیں ہے کسی پر فلک
عاشق ہوا جو یار کے طرز خرام پر

سینہ تمام سینہ طربال ہو گیا
کچھ دھتیر اپنا ہوا قبل ہو گیا
پیدا ہوا نہ ایک مگر بال ہو گیا
نارت ہلا سے گر چہ نہ دوسرا ہو گیا
گرم غضب ہوا سے جو منہ گال ہو گیا
آخر کو رفتہ رفتہ وہ پامال ہو گیا

وقت انتظار روئے مصفا پیار کے

عکس اپنی مرد سنا کا ظفر خال ہو گیا

کدورت دل میں ہے ظاہر صفائی گر ہوئی تو کیا
ارے نا آشنا پھر وہی نا آشنا ہوتی
بنایا ہے صنم جسے نہیں سجدہ اسی کو ہے
جوانی کیسی طاقت کوئی ہو سکتی ہے چیری میں
لائی جاتی ہے وہ آنکھ دیکھو اب بھی غیرو نے
نہیں پر واز کی صیا و بال ویر میں جب طاقت
رہی پر وازی جب ہرگز نہ کچھ شک و شکایت کی
پہنچ سکتی نہیں فریا داس مہوش کی کانوں تک

ملاپان سے ہو تو کیا جدائی گر ہوئی تو کیا
کسی کی تم سے دون آشنائی گر ہوئی تو کیا
بتوں کے سنگ در پر ہیہ سانی گر ہوئی تو کیا
کسی تدبیر سے حاجت روانی گر ہوئی تو کیا
مری اس بات پر ان سے لڑائی گرے ہوئی تو کیا
قصے سے ہم اسیروں کو رہائی گر ہوئی تو کیا
بھلائی گر ہوئی تو کیا بے اپنی گر ہوئی تو کیا
فلک تک آہ کو میرے سانی گر ہوئی تو کیا

نہ چھوڑی اس بت کافر کی ہرگز دوستی میں نے

دیگر

حرف اس پہ نہ آئے جو ہو تحریر کا سانچا
ڈھلتا ہے سدا اس سے جو یہ آہ کا مصرع
دیتا ہے لب زخم جگر میرا گواہی
ڈھالا تجھے سانچے میں جہاں سے عالم تصویر
کی آہ و نفاں دل نے بہت عشق میں لیکن
پہنچ اسی سانچے میں ڈھلتی ہے ہمیشہ
سانچے ہے ظفر ہر مرا تھکے ہیں ہے

دیگر

جہول کو کل و زلف دوتا نے بھنایا
بہا دیکھ کے اپنی وراثت تھاکل
کیا تھا بلبو نے بھی عشق کا دعویٰ
لگایا دختر و کو اگر کسی منہ
اٹھایا گرتی ہیں شربت پہ کلیاں بھن بھن
شب فراق میں آئیں جو یاد و دلیلیں
مجھے یہ کہتا تھا تاج کہ دل نہ بھوکیں
نہ تھا کسو کے بھی قابو کا یہ بشر لیکن
مستم سے ہم نہیں اس بیوفا کے گھرانے
دیگر

دیکھ کر محل الہ و قدر عنا سیدھا
نبوا گردن دلدار میں خم یو ہیں رہا
کج ادا ایسا کیا حسن کی دولت نے اسے
باتیں کرتا ہے جد و جد سے جو ٹیڑھی سیدھی
خانہ اس زلف کے کوچے میں کہ ہے خم در خم
طرز ٹیڑھی ہے سخن کی ترے کس سے ہوا
اے کماندار سے کے قربان ہوں غلیوں

ظفر دشمن مری ساری خدا کی گز ہوئی تو کیا

چھوٹا ہوتا ہرگز کبھی تقریر کا سانچا
کیا دل بہتر سے عاشق و گنہگار کا سانچا
ہے ہاتھ پر یاد کے شمشیر کا سانچا
ہے قدرت صانع تری تصویر کا سانچا
دعویٰ نہ ایک کی تاثیر کا سانچا
ہے سید مرانا لہ شکر کا سانچا
ہر قول ہے اللہ مرے ہر کا سانچا

تو جاں کو غزوہ شہناز واد نے بھنایا
لگایا ایسا طمانچہ صبا نے بھنایا
نکرا نہیں ترے ظلم و جفا نے بھنایا
تو اس کو خوب ہی اس بچا نے بھنایا
مریض خم کو طبیعہ دوا نے بھنایا
تو اس کو تھک جو ہم بلا نے بھنایا
دکھایا غم جو اس دلربا نے بھنایا
ظفر ہمیں تو ہماری وفائے بھنا

دل سے نکلا مرے جواں سو نکلا سیدھا
مدتوں بہر و عادت تمنا سیدھا
بولتا بھی نہیں و دشوخی خود آرا سیدھا
ایک دن خوب یہ کج بحث بنے گا سیدھا
دل شامت زوالے مانگ کا رستا سیدھا
چھوٹے ہی مرے دل کی طرف آیا سیدھا
ظفر انداز ہے یاروں کا تو سیدھا سیدھا

بنا جو رخ مہوش پہ تل پری ہے بنا
جو درجیں اشک تو یا قوت و لعل لخت جگر
کوئی بنا کوئی بگڑا یہی رہا ہر روز
تمہارے روئے منور پہ مطلع امرو
بنا و آئینہ کو رو برو سے جلد کہیں
رکھیں امید وفا کیا ہم اس سنگر سے
ظفر کسی سے بگڑ کر نہیں وہ کرتے تباہ

کوئی ہے نہ ہو بنا کوئی مشتری ہے بنا
ہمارا دیدہ یہ دکان جو ہری ہے بنا
جہاں میں جیسے کہ یہ رخ چنری ہے بنا
عجب مطلع دیوان نوری ہے بنا
کہ ہم میں تم میں یہ سد سکندری ہے بنا
کہ وہ زمانہ میں بہر سنگری ہے بنا
کہ جن کے واسطے خلق و میری ہے بنا

وہ اشکوں کا ہے یہاں تلالم میں دریا
یہ سو جہاں میں دم جوش باراں
کہوں کیا طبعیت کی اس کی روانی
مجھے آگے آنکھوں دل کی نہ میری
نگر دیکھا دریا یہ مستوں کو بہتے
مرے پانوں کے آبلوں سے رواں ہے
ظفر دھوئیں گئے کیوں نہ اپنے

کہ چڑھتا نہیں چشم مردم میں دریا
بھرا تھا فلک کے کہیں قم میں دریا
بہاؤے بھی گویا تلالم میں دریا
بھرے ہوں ہزاروں اگر قم میں دریا
کہ ہر موت سے ہے جسم میں دریا
کس اس دشت و شست روگم میں دریا
کہ ذات باری جہنم میں دریا

و مگر

اسے یاروں نے میرا رقعہ جا کر دیے یا ہوتا
بگڑ جاتا ترا کیا سرخ رو میں سب میں ہو جاتا
نہوتے مجھ سے تم سینہ سپید ہو کے ہم بستر
گوارا شربت دیدار دینا گرنے تھا جگہ
بھروسے میں جواب خدا کے مرہائے کیوں جگہ
لگاتا خضر کیوں آپ کو منہ پر اسے ساقی
ظفر لے کر تمہارا دل وہ کانہ بیکو مگر جاتا

کھلا گردے نکلے تھے چسپا کر دیے یا ہوتا
مجھے ایک پان تو تو نے بنا کر دیے یا ہوتا
پراک پور تو منہ سے منے بھڑا کر دیے یا ہوتا
بلاتے زہری جگہ بلا کر دیے یا ہوتا
جواب صاف ہی قاصد نے آ کر دیے یا ہوتا
جو تو نے جام سے منے سے لگا کر دیے یا ہوتا
اگر تم نے اسے سکو جتا کر دیے یا ہوتا

علم کر تیج کو سوا اس قاتل کا ہاتھ اٹھا
رہا نہیں یہ عالم رات کی بیقراری کا
عطا منظور ہے اس کو عا دستور ہے اس کا
اٹھایا وہ جہاں سے ہاتھ پر تیری محبت سے

تدبیر گزرا سطر فریا دے تل کا ہاتھ اٹھا
کہ دل پر سے دم بھر عاشق بیدل کا ہاتھ اٹھا
ادھر منعم کا ہاتھ اٹھا ادھر سائل کا ہاتھ اٹھا
جو تجھ پر ساربان مانتہ محمل کا ہاتھ اٹھا
نہ محفل میں کبھی اوس رفیق محفل کا ہاتھ اٹھا

نہیں اتھنے کا ہو کر شک اس کا ہاتھ اسے مجھوں
گئے ہم سامنے سو بار پر صاحب سلامت کو
رہا سر پر ہمارے دو جہاں میں افسر شاہی

دیگر

بن حیرے مجب حال مری جان ہے میرا
کچھ پوچھو نہ جو حسن بتاں کی ہے تجلی
حال دل غمگین نہ کہا میں کسی سے
نے جلو غرض دین سے نہ کفر سے مطلب
مالع جو رہ نیک سے ہو سے تجھے غافل
صحرے سے بھی میں جاؤں نکل نکل ہوں اتنا
فرمائیں جو اسح و سر و چشم پہ میری
آرام کہاں ملے نہ جب تک ہو بغل میں
جب سینا ہوں میں مام ظفر فخر جہاں کا
اتو ہے جوں جان جہاں کو خوب طرح سے جان لیا

مطلع ثانی

دل ہی فقہ کیا تو نے دیکھا کراچی ادا و آن لیا
کون تھا ایسا تیرے سوا ہم نے دیتے جس کو دل اپنا
سوئے عدم ہستی سے چلا ہے بے سر سامان خالی ہاتھ
سینہ میں اپنے یجاؤں نکاس کو زیر خاک بھی میں
دل نہیں مانا میرا اسح پانے تو کام چلے
جو کہ ہوا شمشیر نگہ کا تیرے قاتل منت کش
دیکھ جو پایا اس نو خط نے نام مرا سر نامہ پر
کوئی نہ پایا ایسا بشر ہے جیسا ظفر رشک پری

دیگر

تک مجھوں سے علیحدہ وقتوں آجائے گا
دیکھنا کدن جا کر خاک کروے گا مجھے
ہوگی میر سبز ہو گل جبکہ ساقی باغ میں

ظفر سر سے نے اپنے مرشد کافل کا ہاتھ اٹھا

ہینٹا ہوں کہیں اور کہیں دھیان ہے مبرا
دل دیکھنا کچھ اس میں مجب شان ہے میرا
اے حضرت غم تم پہ بیا حسان ہے میرا
عشق اس بت برکیش کا ایمان ہے میرا
تو جان لے بیدل میں کہ شیطان ہے میرا
پر خار نہیں چھوڑتا دامن ہے میرا
پر دل تو نہیں مالع فرمان ہے میرا
وہ شوخ کہ آرام دل و جان ہے میرا
ہو جاتا دل وں مام پہ قربان ہے میرا
بھیس میں ہے آرام کے وہ آیا ہم نے بھی پہچان لیا

بلکہ دل کے ساتھ اے کافر دین لیا ایمان لیا
جس نے کہا یہ اس نے ہم پر تہمت فی بہتان لیا
ہائے مسافر ساتھ سفر کا تو نے نہ کچھ سامان لیا
دیگر جان اے مازک اکلن میں نے تیرا پیکان لیا
تو نے تو جو کچھ مجھ سے کہا سب سچ ہے وہ میں مان لیا
تج ابل بکا اپنے سر پر اس نے کب احسان لیا
گھر تو نہ خط قاصد سے تیرے اسٹے کسی عنوان لیا
سارا پرستان ڈھونڈھا میں سارے جہاں کو چھان لیا

پھاڑا لے گا گریبان کو جنوں آجائے گا
کام ہی میرے کبھی سوزوروں آجائے گا
لے کے میناے شراب لالہ کون ہو جائے گا
اور دیکھیں کون تیرے بس میں یوں آجائے گا

آگئے قابو میں تیرے جیسے ہم اے پر فریب
اے خنائی پنچہ تو آنسو نہ پوچھے گا کبھی
آج کیا کل بھی نہیں آئے گا وہ وعدہ خلاف
لف کے نفعی کو باتھوں میں کھلائے گا وہی

دیگر

سنا ہے مشور شب اس کے گھص میں اور کچھ ٹھہرا
یہ ٹھہرا جاتے جاتے کیوں مرا خط لے کے کیا باعث
نگین دل کا قاصد اور کچھ ٹھہرا ہوا پہلے ط
کبھی اٹھ کر کبھی کل ہے کبھی لالہ
کوئی زیر زمین ٹھہرا ہے کوئی نہ تھا اس کو
نہیں مازاں ہم اپراہن نے ہم کو دست ٹھہرا
ہراک کے ذہن میں کچھ طور ٹھہرا اس کے منے کا

رو تے رو تے گر مرے شکوں میں خوں آجائے گا
اس دل بیتاب میں کیونکر کہوں آج آجائے گا
ہاتھ جس کے ظفر کوئی فسوں آجائے گا

ارادہ کیا دل رشتہ قہر میں اور کچھ ٹھہرا
تھر تھرا اب خیال مامہ بر میں اور کچھ ٹھہرا
گیا جس دن سے دست تمہیر میں اور کچھ ٹھہرا
نہ ٹھہرا داغ یہ میرے جگر میں اور کچھ ٹھہرا
مگر وہ چہر روشن میری نظر میں اور کچھ ٹھہرا
ابھی دے گا وہ ظالم لٹ بھر میں اور کچھ ٹھہرا
طریقہ اس کا پر فہم ظفر میں اور کچھ ٹھہرا

کیا خوب نظر باز وہ بندہ ہے خدا کا
دم سرد جسے دیکھ کے ہوتی فضا کا
ہے ایک تراشیدہ ترے عاشق پا کا
جس کو کراڑ ہو نہ دعا کا نہ دعا کا
کیا نام و فالوں کہ وہ دشمن ہے وفا کا
دیکھا کبھی جلوہ نہیں اس ماہ لقا کا
اچھا ہوا شاکی نہ واقع جفا کا
پھیکا ہے کف پا میں ترے رنگ دھوا کا
دیکھو گے ظفر ہو گا کبھی خوب جھڑکا

نہ جھکو اے پردہ نشین دیکھا تو کیا دیکھا
ہمیں گراں نے ہو کر خشکیں دیکھا تو کیا دیکھا
بلال عید کو اے جہیں دیکھا تو کیا دیکھا
عزیزو چلتے پھرتے گر گئیں دیکھا تو کیا دیکھا
اگر ہم نے لگا کر وہ ہیں دیکھا تو کیا دیکھا
اسے گر بنے وقت وہ اپس دیکھا تو کیا دیکھا

اس جگہ وہ میں جس نے کراے بہت تجھے نا کا
اللہ ری تیزی تری شمشیر نگاہ کی
کہتے ہیں نہ تو جسے دیکھا اسے بنے
کیا اس ترے بیمار کو میر شفا ہو
اے دوستو اس دلیر بزم کے آگے
سرکش جو بہت حسن پہ تو اپنے اے شمع
نا کام رہا گر دہن زخم زبان سے
تکڑوں سے ملا دیدہ ہر آئے کو کس کے
نیشان سے اور اس چشم گہر بار سے میرے

دیگر

اگر بے پردہ شب ماہ میں دیکھا تو کیا دیکھا
کچھ ایسا ہو کہ دیکھے وہ ادھر چشم عنایت سے
ہماری عید تو ہے دیکھنے پر تیرے سرو کے
مزا جب ہے کہ بیٹھے سامنے اور ہم اسے دیکھیں
کہیں ہو پاس دیکھیں اس کو ہم دگی صفائی سے
کہاں طاقت کو دیکھیں آنکھ بھر کر دم بے آنکھوں میں

نہ دیکھا ہونے جب اس عالم قصوی کا نقشہ

ظفر گر نقش نگاں جس دیکھا تو کیا دیکھا

دیگر

کام نہیں کسی سے کوئی بھلا ہوا برا
مرغ چمن ہزار ہے طرب خوش نوا تو کیا
زاہد سنگدل اگر میکدہ میں کرے گزر
تیرے مریض عشق سے وہ بھی نہ ہضم ہو سکے
کرتا ہے ذبح وہ مجھے ایک ٹکا مار سے
دل میں ہے میرے غم بھرا دھوپ آئے ہے مرا
عشق کے ہاتھ لے ظفر گچ متاع جاں کو

سب سے الگ ہوں میں مجھے کہتے ہیں سب اکل کھروا
اس دل مالہ کش کی ہے سامنے پر وہ بی سرا
دختر زکوہ دیکھ کر اس کا بھی دل ہو بھر بھرا
آنکھ بہر میں گرفتار اس کی ہو ایک مر مرا
اور تو پاس یار کے نے ہے چھری نہ ہے چھا
جھوٹی قسم نہ کھاؤ گا عشق کی میں بھرا پرا
وہ زلف داس دل دیکھا تجھے کھرا کھرا

شو زش غم سے ہوا دل پر چنگ آگ کا
جاس آبی کا اپنی آسانی دیکھنا
مالہ سوزاں کی میرے گرمی ہٹانے سے
دیکھوں بجلی کو مستون نے یہ پوچھا اندر سے
دل مرا پر او نہ ہے آتش دلوں کے عشق سے
ہر بن ہو سے ترے دیوانہ کی نقلی جو آگ
رفع ہے با وہ نبوں مستوں کی گرمی جگر
بے خدا جانے یہ میری آہ سوزاں کیا بلا
لڑتی ہے بندوں سے جو لے ظفر فوج فرنگ

یہ جا ہو گا بڑی مشکل سے چنگ آگ کا
ہے عشق سے کیا تماشا رنگ رنگ آگ کا
اس کے گرتی میں رہا شب ایک دن آگ کا
تو نے ڈالا ہے گلے میں کیا جھلکا آگ کا
مانتا ہر گز نہیں ڈر یہ چنگ آگ کا
بن گیا پتلا سراپا جسم نکا آگ کا
کب بجھتا ہے یہ شعلہ آب کنگ آگ کا
آسمان پر ایک لگاتی ہے زنگ آگ کا
دکھے ہے ہتھیار پاس اپنے تنگ آگ کا

عارض کا صاف رنگ ترے گل میں آگیا
کس چشم پر غماز کا ساقی پڑا تھا کس
کب تک کروں میں صبر کروں دھڑکتے
کیا شعلہ و شرار میں کیا مہر و ماہ میں
دیکھا مجھے نہ تو نے اور آنکھوں میرا دم
کا کل میں نکل آیا تو زلفوں میں آیا دل
جلدی سے قاصدوں کے ہوا کچھ ناسے ظفر

زلفوں کا چچ و شہرے سنبل میں آگیا
جس سے کہ یہ نیک قدح مل میں آگیا
بے فرق میرے صبر و تحمل میں آگیا
جلوڑا تو ہم کو نظر کل میں آگیا
آخر کو یا رہے تغافل میں آگیا
زلفوں میں نکل آیا تو کا کل میں آگیا
وہاں سے جواب خط کا نال میں آیا گیا

دیگر

شع کا داغ جگر ہے ہزم میں کیا گل بنا
پھر دیکھ آخر غزاں سے کوئی دن ہے یہ بہار
مل گیا دریا میں جب قطرہ تو دریا ہو گیا
میں وہ میکش ہوں کہ میری خاک سے بھی بعد مرگ
دل کا زنجیر بلا سے چھوڑ جا دنیا میں مسم کچھ تو اپنا تو نشان
اے ظفر آئی قیامت ہزم میں ساقی بغیر

دیگر

نہیں یہ سوز محبت نے ہم کو داغ دیا

مطلع ثانی

ہمیں جو عشق نے یہ سید داغ داغ دیا
تمہاری زلف کے کوچہ میں جھک شانہ نے
ہنا کے خال یہ خط ہنر پر اپنے
جو مانگی عشق سے فرہاد قیس نے جاگیر
کرشمہ ہے پتری چشم مست کا میکش
نہیں نشیب و مشاہدات کثور کو
کھلا یہ غنچہ دل کیوں نہ کہ اس گل نے
سختواری میں طفر کون تم سے ہو ہمسر

بلکہ اوسکا درد دل ہمسر سنبھل بنا
اس چمن میں آشیاں اپنا نامے بلبل بنا
جزو جو گل میں ہوا کم جزو سے وہ گل بنا
یا سیوئے سے بنایا کوئی جام مل بنا
جب سے یہ شامت زدہ سودا کی کا گل بنا
یا سراپا چاہیا مسجد بنایا مل بنا
شور محشر میرے حق میں خندہ قتل بنا

ہمارے خاندول کے لئے چراغ دیا

ہمارے سیر کو گھر میں خدا نے باغ دیا
ہمارے دل گم گشت کا سراغ دیا
بٹھایا آپ نے طوطی کے پاس راغ دیا
تو اس کو کہہ دیا اور اس کو راغ دیا
چمن میں جو کھڑکس پہ دھرا راغ دیا
ہمیں جو فقر نے ہے گوشہ فراغ دیا
ہمیں جو بوسہ دیا ہو کے باٹ باٹ دیا
خدا نے ہے یہ تمہیں کو دل و دماغ دیا

جسے یاں دوست جاہا اس کو دشمن چا نکا پایا
رفیق اپنا گوئی بھی ترے غم کے سوا پایا
اسے اس سے جدا پایا اسے اس سے جدا پایا
کہ اپنے اس قسم کا ہمنے دل ہی میں پکا پایا
قسم ہے ہمنے دونوں میں نہ فرق اک نکات کا پایا
الہی شکر فیروں نے یہ میرا دعا پایا
مگر تجھ سا حسین ہم نے نہ ہرگز دوسرا پایا
فرشتے کا پائے عرش ہمیں کاہلکا پایا
کہ مجھ کو ان ستمکاروں نے اپنا بتلا پایا

کوئی یا ر پایا اور کوئی آشنا پایا

پھر ہم ڈھونڈتے مدت تک راہ محبت میں
قمر کو نہبت اس عارض سے کیا ہم نے ملا دیکھا
کسی سے کس لیے پوچھیں صنم خانہ کا رستہ ہم
ملا یا تیرے خال دغ کو جب خال سویدا سے
خطا اس نے نامہ بر سے لے لیا پڑھ کر چھپائی الا
سنا یوسف کو بھی اور اک جہاں کو آنکھ سے دیکھا
ذرا بھی دل بلا تیرا نہ کا فر میرے مالہ سے
ظفر کیونکر نہ یہ ظلم و ستم مجھ پر روا رکھیں

مانگ کی لیکو پر ہر رات سویرا دیکھا
 دور ساغر ہی میں گزرے ہیں دن جون خورشید
 ابلق چشم کی اللہ رے تیری شوخی
 دل کو چیتا مرے ساخن کے خراشوں سے تمام
 خط مراد کچھ لیا ایک وفد اس نے تو کیا
 حلقہ زلف سے تم نکال نہ سکے حضرت دل
 ہم سے غربت زدہ ٹھہرے نہ ٹھکانے کہیں
 خاک مجنون نے کیا واوی وحشت میں مقام
 ہم نہ کہتے تھے ظفر رنج نہ ڈال اس کے ہاتھ

کو چہ زلف میں ہو گئی اندھیرا دیکھا
 ساقیا اٹھو کے جو منہ صبح کو تیرا دیکھا
 کہ او لیل ایسا نہ کوئی بھی پچھیرا دیکھا
 بہتر اس دست جنون سے نہ پتھر دیکھا
 حرف طلب نہ کوئی غور سے میرا دیکھا
 اس بلا نے تمہیں کس طرح سے گھیرا دیکھا
 لیتے سب جانوروں کو بھی بھیرا دیکھا
 کہ گولے کے سوا کوئی نہ ڈیرا دیکھا
 نہ پسند اس نے کیا لیتے ہی پھیرا دیکھا

دیگر

انہیں جب پیار سے ہمیں کوئی بھر کے لیلو نکا
 فقیر اے پار ہو جاؤں گا میں تیری محبت میں
 پرکھ پر جو ہری کے مول لینے کا نہیں موتی
 لب میگوئے تیرے لپکا ہوتے گرب ساغر
 ہلا دو نکا جہاں کو دیکھنا زیر زمین بھی میں
 جو توڑے شیشہ مے مختب نے مار کر پتھر
 کرہ نکا کعبہ میں جا کر ظفر کیا گر بگاڑ چپ

وہن کے بوسہ بھی میں لب کولب پر دھیر کے لیلو نکا
 زمین تکیہ کے خاطر پاس تیرے گھر کے لیلو نکا
 دروہان سے میں تیرے مقابل کر کے لیلو نکا
 تو میں اے باد و کش ہوتے ترے ساغر کے لیلو نکا
 دراکروٹ ہو ہاتھوں سے دل مضطر کے لیلو نکا
 توہ لے میں گئی دن اس سے اس پتھر کے لیلو نکا
 توہ سے اس بت کا فر کے سنگ در کے لیلو نکا

دیگر

کیون فریب اس کے ہے دل دیکھے کے بل کھاتا
 زلف عارض پہ ہاں شوخ گلستان رو کے
 دیکھا سے قاتل سفاک ترا کشتہ مار
 بوسہ لوں مہب غنم کا ترے سر و رواں
 چشم گریاں سے جو میرے نہ مقابل ہوتا
 کھالیا آج ہی گرم نے مجھے خوب ہوا

کہتا ہے اسے وہ بچے قسم اول کھاتا
 یا چمن میں ہے کوئی مار سیہ بل کھاتا
 خون کے دریا میں ہے غوطے سر مقتل کھاتا
 نخل سے سرو کے ہو کوئی اگر چل کھاتا
 توہوا کے طمانچے بھی بادل کھاتا
 آخرش کھاتا ہے یہ آج نہیں کل کھاتا

ہوں وہ ہر گشتہ جنوں میں کہ گولے کی طرح

اسے ظفر دیکھ کے چکر مجھے جنگل کھاتا

وہ دیکھے بے صرح کچھ ہیر کرنا
بتوں دل میں جو میرے اب سے تم
ٹیورہ سدرہ وہ طوطی کو پکھلا نے
غضب ہے توپ پر عاشق کو رکھ کر
ہرے ہونٹ پر میرے رزم دل کے
نہیں اوس مصحف رخ پر مناسب
ظفر جاتے وہ میرے پاس سے کیوں

مجھے ڈر ہے الہی خیر کرنا
ہوا منکھور کعبہ دیر کرنا
ہمارا خاں دل طیر کرنا
فرنگی زاد حیران کرنا
پھر آ کر اس ثمن کی سیر کرنا
تجھے اے زلف لہے ہیر کرنا
اگر ہوتا نہ پاس خیر کرنا

کوئی دم فنا کی ہے منزل میں بیٹھا

بس اب تو ہے کس قربا مل میں بیٹھا

مطلع مانی
بظاہر نہ وہ میری محفل میں بیٹھا
ہوا ماہ کیا کیا نخل جب وہ مہوش
کھند ہوا گیا اے عزیز و
کہاں جائے سودا سے زلف اٹھ کر
رواں خون دل ہے جو آنکھوں سے ہر دم
ہو سادہ وہ گوہ ظفر اس سے کہد و

ہمیشہ رہا پر مرے دل میں بیٹھا
لب لایم آ کر مقابل میں بیٹھا
اگر دوست بھی ہر دم قاتل میں بیٹھا
کہ جگر اہوا سلاسل میں بیٹھا
شنگ ناہ کس کا بدل میں بیٹھا
نہ باتیں بنا میری محفل میں بیٹھا

چہا ہوا ہے جگر میں میرے یہ بیش مڑگاں یار کیا
جو مست اس چم مست کے ہیں نہیں ہو کچھ ان کو ہوں ساقی
بندھا جو اشکوں کا تاد دیکھا تو اسے ہنسر تجھ سے پوچھا
اڑا تا کیا خاک سر پہ مجھوں چلا ہے زنداں سے مرنے ہاموں
کرے جو تجھ سے تپاک پیرا جو تجھ پر اے شعلہ خوہشیدا
یہ لے کے تیر و نماں کا جانا شکار کا ہے فقط یہانا
ظفر جو پھیری ہے اس نے چتوں خفا ہے مجھ سے وہ شوخ پر
فن

کھٹکتا ہر دم ہے ساتھ دم کے الہی سینہ میں خاکسار کیا
کہ جام کیا شراب کیسی نٹا ہے کیا شمار کیا
کو نے اپنے گلے میں ڈالا یہ موتوں کا ساہار کیا
اڑی ہے دیکھو یہ گر و کیسی اٹھا ہے دیکھوں غیار کیا
پھر اس کو ہوش و حواس کیسے پھر اسکو صبر قرار کیا
تجھے کسی کو ہدف بنانا ارے منکر شکار کیا
بنا دیا اس کو میرا دشمن ہے دوستدار کیا

بنا بسمل ہے کیا تجھ کو ہے اے قاتل دعا دیتا
تماشا ہے کہ تو اے ہر زباں و شنام دیتا ہے
جو پوچھا ہم نے مجھوں سے کہو کیا شغل رہتا ہے
صد آئی نہیں قاتل کے ساقی شیشہ سے

لب ہر رزم سے ہر دم ہے اس کا دل دعا دیتا
اور اس کے بد لے تجھ کو ہے ہر ماکل دعا دیتا
کہا میں ہوں تمہیں اے مرشد کامل دعا دیتا
تجھے وہ جاکر ہے رونق محفل دعا دیتا

فل ایذا طلب یوں میرا ان ایذا دہندوں کو
تجھے اے صیدا قلن دیکھ تو کس کس محبت سے
ظفر اشکوں سے میرے جب مدھم ہو نچے ہر دیا کو

دعا دے حتیٰ کو جیسے ہے سائل دعا دیتا
ترا صید محبت جسم بدل دعا دیتا
تو میری چشم تر کو ہے لب ساحل دعا دیتا

یوں حیرے جگر میں دل ہے لونا
کیا کہہ دیا ہے کان میں باد بہار نے
ہلتی ہے زلف کب خطا رخسار پر ترے
کیا جانے دماغ ہونے میں آتا ہے کیا مزا
ہے شش گوشہ گیر دیا سے بھلا وہ مست
سرکست کے بھی ہوا نہیں غنڈا شمشیر عشق
ہیں یوں تو اس غزل کو سنے سچھی

وہا لے پھر گئے مد نظر کیا تھی ہوا یہ کیا
تو قہ ہم کو تجھ سے چشم تر کیا تھی ہوا یہ کیا
کوئی پوچھے خطائے نامہ بر کیا تھی ہوا یہ کیا
تمنا ہم کو اے بید او گر کیا تھی ہوا یہ کیا
لگی لو ہم کو شب سے تا صبح کیا تھی ہوا یہ کیا
ہمیں مالوں سے امیر صحر کیا تھی ہوا یہ کیا
تمہاری وسع آگے سے ظفر کیا تھی ہوا یہ کیا

دیگر

جب عاشقی میں دل دل نے مرا پاس کھودیا
مفلس کے ہوش کیا رہیں اس کی تو عقل کو
اقرار سامان کی محبت کا ہم انہیں
مضمون یہ آگیا تھا نموشی کا اپنے ہاتھ
خورشید جو چھپا تو یہ آیا فتنے میں شوخ
افسوس اپنے اشک کی جانی نہ ہم نے قدر
نے دل رکھا نہ جاں رکھی میں نے عشق میں

میں نے بھی اس کا ایسا کیا پاس کھودیا
جائے چہ ش تو نے با عث افلاس کھودیا
دکھلائیں کیا کہ ہمنے و ہتر طاس کھودیا
یاروں سے کی جو آن کے بکواں کھودیا
سو نے کا وہ فلک نے کہاں طاس کھودیا
کیا بنے بہا نگینا الماس کھودیا
جو کچھ کہ اے ظفر تمام سے پاس کھودیا

اگر مرے دل سوزاں گل ہوتا
وہ رشک گل جو گلستان میں میکھی کرتا
ہر ایک خاد یہ فیض قدم سے مہنون کے
جو زشت شو ہیں انہیں کیا ہو روئے خوب سے عشق
اگر یہ جانتا ہے تنگ مرصدا کار بہار
چمن میں مالہ بلبل کو کون پھر سننا
شمن میں جائے بھی جب اے ظفر وہ رشک چمن

کبھی چمن میں نہ گل کا چراغ ہوتا
تو نمچہ ہوتا گلانی الیغ گل ہوتا
عمود سے سردا مان داغ گل ہوتا
سنا نہیں کبھی معشوق زاغ گل ہوتا
شکستہ یوں نہ کبھی باغ فراغ گل ہوتا
تری طری سے جو زک دماغ گل ہوتا
تو اس کو دیکھ کے ہباغ باغ گل ہوتا

جب آ کے میرے قتل کو قاتل الٹ گیا
 آنا نظر ہے یوں فلک سبزہ واژ گویں
 جان الٹی پھر گئی میرے آ کر یوں تک
 عاشق کے دل کو یہ ترا ما سیاہ زلف
 ساقی مثال شیشہ سے روتے روتے آج
 عالس وہ کیا عمل نہو جس کا کتاب پر
 بیٹا بیوں سے دل کی پس از مرگ اے ظفر

جب اس نے مار سے تیز کمر پہ باندھ لیا
 یہی علاج تھا پٹی کی جاتا رومال
 یہ کہدو شمع سے ٹکلیں چھوڑنے کا نہیں
 ترا نار نظر بھی عجب کمر لیا
 گذر ہو کیونکر مرا وہاں کہ مجھ سے لوگوں نے
 سمجھتے ہم ہیں غلط ہیں اس آنکھ کو جس نے
 نگاہ بد سے رہے تا کہ صن بے آسیب
 وہ آدمی تھا مرا چور چور کھلے رات
 گلے میں باندھ کے پتھر ڈبو دو دیا میں

کی اگر تو نے مرے قتل کی تہی لے آ
 لب تک آؤں سے نے تنہا شب تنہائی میں
 یوں تو آئین گے نہیں ہیں وہ کشیدہ خاطر
 روز لے جاتی بھی کو ہے ادھر اوکو بھی
 گر نہ آئے دل دیوانے تو کہ زلف سے تو
 ہم نے ہے دل میں بنایا غم و لدار کا گھر
 ہیں وہ روئے ہوئے آنے کے نہیں آج ظفر

جان جائے گا وہ بت کافر میں نے اب یہ جان لیا
 ہوتا ناحق خون آلودہ خوب کیا اس قاتل نے
 مجھیں بدل کر شب کو چلے تھے غیر کے گھر وہ چوری سے

منظر ہوئی یہ سن کے قضا دل الٹ گیا
 جیسے ہو جام زہر بلا مل الٹ گیا
 یہ آ کے راہ دوسر منزل الٹ گیا
 بس کاٹنی ہے جو روشائل الٹ گیا
 دم میرا بن ترے سر محفل الٹ گیا
 تنک مزار عاشق بیدل الٹ گیا

قضا نے میرا کفن اپنے سر پہ باندھ لیا
 اوٹھا کے ہم نے جو زخم جگر پہ باندھ لیا
 ارادہ اسے ترے تاج زر پہ باندھ لیا
 کہ تو نے اس کو چڑھا جو نظر پہ باندھ لیا
 عزیز و ہمدردی اس دیکھ کر پہ باندھ لیا
 قصور رخ روشن قمر پہ باندھ لیا
 حصار عطا رخ سمیر پہ باندھ لیا
 پکار لیا جسے اور او تنکو درپہ باندھ لیا
 اس کہ جسے ہے طوفان ظفر پہ باندھ لیا

سر یہ حاضر ہے مرا شوق سے شمشیر لے آ
 جان کو ساتھ تو اے مالہ ہنگیر لے آ
 تجھ میں کچھ اے کشش دل ہے جو تاثیر لے آ
 کبھی ہر پھر کے ادھر گردش تقدیر لے آ
 کمر کے سودا زوہ کو بست زنجیر لے آ
 کہدو اس سے کہ مکاں ہو چکا قہر لے آ
 عید کا روز ہے جا ہو کے ہنگیر لے آ

چھوڑا اس نے پاس مرے کیا دین لیا ایمان لیا
 میرے وقت گشتن اس نے دامن کہ گردن لیا
 ہم نے اوگی چال سے اوکو رشتہ میں پہچان لیا

اوہ تو تھو کا رشک سے اسدم عاشق کا یہ رنگ ہوا
جو ہیں مسافر راہ عدم کے ان سے اتنا پوچھو تو
بھٹنا چھانا اتنا پایا کر کر اس کو چھانا خاک
پٹھ کے مثل کف پا اٹھے نہ اس کے کوچے سے

تو نے غیر کے ہاتھوں نے بنوا کے جو منہ میں پان لیا
تم نے اپنے ساتھ سفر کا کیا کیا ہے سامان لیا
ہم یہ کہیں کس منہ سے ہم نے خوب جہاں کو چھان لیا
کچھ ہی ہووے سا بتو ظفر یہ دل میں بہنے ٹھان لیا

اگر بے پروا تھے وہ بہت کافرا ہوتا
چھپاتا مجھ سے زیر زلف تو کیوں خال رخ پٹنا
اگر تھوڑی سی مرچیں بھی ملک میں مسکرتا تھیں
خدا سے ڈر کر کھنکھم پر رہا جو روہنم اپنے
نہ ملتا اس طرح میں خاک میں گر میرے جانب سے
تری اس بیوفائی پر خدا ہوتی ہے جان اپنی
خطر ہے کیا اگر دشمن ہے میرا وہ بہت کافر
خدا نے خیر کی جلدی بھجائی آگ اٹھلوں نے
ظفر کچھ درد ہوتا اس کی بید رو کو میرا

میرے ہم کو دنیا ہی میں دیدار خدا ہوتا
ستارہ گر مرا چکا ہوا اسے ملتا ہوتا
لگا دیتا مرے زخموں کے منہ کو کیا مزہ ہوتا
کہ ظالم دل ستاتا ہے غریبوں کا برا ہوتا
نہ ہوتا تو مکدر دل ترا مجھ سے ملتا ہوتا
خدا جانے اگر تجھ میں وفا ہوتی تو کیا ہوتا
تھیں اسے حضرت دل کچھ بھی نیچکام خدا ہوتا
وگر نہ سوز دل سے آج میں جل ہی گیا ہوتا
اگر دردمیت میں دل اس کا جھٹلا ہوتا

دیگر
جبکہ مجھے اندیشہ معشی دنیا میں ہے بہلاتا
طلوع نانی
مال کروں کیا سانس بھی لینی اتنی جی سے کہلاتا
مطلع نانی
اپنوں میں مل جل کے غافل ماحق جی ہے بہلاتا
دیتا اٹھا کروغ سے اپنے زلف کو جو وہ رشک قمر
منزل راحت دشت جنوں ہو کیوں نہ ترے دیوانے کو
ہوتا اگر معلوم کہ دیگی کھول نسیم صبح سے
تو جو رنگ میں ہو لے کھواں بھپے ہے ساتھ قیوں کے
ہوتا مفتوں گزیرا دل اس کی چشم فقاں کا
دیگر

پھر تو بہلاتا جی نہیں میرا لاکھ طرح ہوں بہلاتا
چشم سے میں کچھا رشک بہا کر دل کو ہوں اپنے بہلاتا
ناگونا سبیں تک ہے وہاں کون کسی کا کہلاتا
شع تو کیا ہو سکتی مقابل تا ہے ہر گز نہ لاتا
کیا کیا اس کے تلو کو ہے خاویا بان بہلاتا
نچھو چمن میں رخت کو اپنے کر کے نہ ہر گز نہ لاتا
جھکو ہے میرا دید چرخون خون چکر میں بہلاتا
کیون مجھے وحشت ہوتی ظفر اور کیوں میں وحشی کہلاتا

وہ وقت جوش گریا نلکپ کا آنسو بنا
آئینہ لے کر ذرا اپنا ضمیر دینا
اس کی مٹی کا اٹھلونا گرینا آہو بنا

جسم میں عاشق کے تیرے تھا جو کچھ بوہونا
مفت ہے تیغ صفا پانی حلب میں بھی ابھی
دیکھو کھیل اس چشم کے وحشی کے بعد از مرگ بھی

جائے گا گر وہ برواس کے بگڑ جائے گا منہ
کس طرح ٹپکیں نہ سر پتھر سے ہم اسے سنگدل
مجھ سے تو ہوتا ہے بیڑھا بگڑا جسے اسے رقیب
دل رہا اپنا اسیر حلقہ دام بلا

نا سحا بیٹھا ہمارے پاس تو باتیں بنا
غیر کے سر کے لئے تکیہ ترازا نوینا
میں بنا نہنگا تجھے سیدھا گر تھا بونا
اسے ظفر جس دن سے اس کا حلقہ گیسو بنا

دل میرا اس رشتہ کا جو مسکن بن گیا
دوستی نے تیری مجھ سے کر دیا سکھو برا
پتی دینداری پہ کیا کیا ماز تھا زاہد کو پر
ہرم عشرت جھکو تجھ بن بر ماتم ہو گئی
میرے گریہ نے کیا جو خشکی لب کا علاج
گر لگا تیرا اسکے سینہ میں مرے سنا چھا ہوا
روئے ہم اپنی اسیری پر تو یہ دریا بہا
نے اثر کرنا ہے حال اور نہ کچھ تاثیر آم
ہو گیا پانی مرے مالو کی گرمی سے جو منگ

سینہ پر داغ گویا ایک گلشن بن گیا
اپنا بیگانہ ہوا اور دوست دشمن بن گیا
اس صنم کی دیکھ کر صورت برہمن بن گیا
نغمہ شادی لب مطرب پہ شیون بن گیا
صاف ہر آنسو برنگ موم روغن بن گیا
جہاں گئے کدول کے مرے ایک روز بن گیا
حلقہ گرداب اپنا طوق گردن بن گیا
دل خدا جانے ترا پتھر کر آہن بن گیا
پات دریا کا ظفر صحرانکا دامن بن گیا

دیگر

نہ ہے یہاں دیر کاچہ چاہے نہ خرس کاچہ چاہے

اپنے کمر میں تو بے جاں اپنے صنم کاچہ چاہے

حسن مطلع

تھا جو خواباں منکر میں مستم کاچہ چاہے
نہ کہیں نہ کرہ دریا کج ہے نہ کاؤ کر
کیونکہ خداں ہونہ گل کیوں نہ ہو غم گریاں
تن گل خورہ کو جمدن سے ہمارے دیکھا
ذکر ساقی کا ہے ساغر مے کا نہ کور
خطا پشت لب لعلیں کو دیکھا دسا پنے
بات بھی کرتا نہیں کووی جہاں دم نکلا

اور وہ قح ستم سے ترے چہ کاچہ چاہے
جا بجا اب تو بے جاں دیہ غم کاچہ چاہے
اس تپن میں جو ہے شادی غم کاچہ چاہے
کوئی کرتا نہیں گلزارم کاچہ چاہے
نہ یہاں جام کاچہ چاہے نہ جم کاچہ چاہے
ہو جہاں کچھ خطا تو ترقم کاچہ چاہے
اسے ظفر سارا ہستی میں ہے دم کاچہ چاہے

رستہ میں یا پاس سے جمدن نکل گیا
تاثیر تیرے گریہ نے کیا کی اسے مگر
پھر کس کے ہاتھ آتا ہے جس وقت قید سے

میں نے تو جانا یہ کہ مردم نکل گیا
دل کا بننا دیہ ہر غم نکل گیا
تیرا سیر کا کل ہرے نکل گیا

جو ممرک میں عشق کے ثابت قدم رہے
اوس نے نہا کے زلف نچوڑی بھلا ہوا
دیوانگی میں کرتے ہیں میرا ابو جو کم
پہلو میں کل سے اپنے اسے دیکھتا نہیں
دیکھے عذاب سوز محبت میں اس قدر
پھر خواب میں بھی ہم نے دیکھا وہ اسے ظفر

نخسرا نہ ان کے سامنے رستم نکل گیا
جو اس سیاہ مارمین تھا سم نکل گیا
کیا پہلے آنسو و نمیں ہے خوں کم نکل گیا
یارب کدھر مرا دل پر غم نکل گیا
دل سے ہمارے خوف جہنم نکل گیا
آنکھوں کے سامنے سے جو عالم نکل گیا

ہم نے کل ایک بچہ آفت ہاں دیکھا تھا
کیونکہ خوش ہو کے نہتا مرے لبیں غم یار
گڑ گیا شرم سے اتنا جو زمیں میں شمشاد
تو نے دل کس کا جلا یا تھا خدا جانے کہ رات
بت پرستی سے مجھے ہوتا تھا مانع زاہد
کھل کھلا کر جو بنے باغ میں گل وقت بہار
لگ گیا نقل شوخی سے جو منہ کو تیرے

بچے نہیں یاد نہیں یہ کہ کہاں دیکھا تھا
اس نے ایسا کبھی کا دیکھو کہاں دیکھا تھا
کیا ترانہ کہیں اسے سرور رواں دیکھا تھا
ہم نے اٹھتے ترے کوچہ سے دھواں دیکھا تھا
جب تک اس نے نہیں حسن ہتاں دیکھا تھا
تھا یہ باعث کہ نہیں روز خزاں دیکھا تھا
خواب میں کس کا ظفر حال وہاں دیکھا تھا

دیگر

ملا گو ہے کہے جو چپ رہے سے کچھ نہیں ہوتا
بے جام لب لب بھی تو کیف ہوا سے ساقی
سبے ظلم ان ستمکاروں کے کوئی کس توقع پر
مجھے بھاتے ہیں اپنے مالہائے زار اسے بلبل
دکھاوے تو رخ تو خط پہ خط سبز کی سبزی
نہیں بچنے کی دگی آگ گرچہ میرے چشموں سے
خط آنے پر بھی ہے عالم وہی اس روئے روشن کا

میاں چپ ہی کچھ اچھی ہے کہے سے کچھ نہیں ہوتا
عمرانی کے تو خالی قفسے سے کچھ نہیں ہوتا
کہ یان ظلم و ستم بھی تو ہے سے کچھ نہیں ہوتا
مرا دل خوش ترے اس بیچے سے کچھ نہیں ہوتا
کہ حاصل لطف سبزی لہے سے کچھ نہیں ہوتا
بہا دریا تو کیا دریا ہے سے کچھ نہیں ہوتا
ظفر یہ نور یہ سورج کہے سے کچھ نہیں ہوتا

دیگر

کچھ دیدہ گریبان ہی سے آنسو نہیں تھمتا
تھامے دل دیوانہ کو کیا کوئی کہ جب تک
اسے صید گلن چشم غضبناک سے تیری
کیوں ہو کے خفا ایسا چلا آج یہاں سے
سرکیوں نہ اڑیں سیکڑوں شمشیر زنی سے
تو کہتا ہے جانیو بتا جائے گا کیونکر

زخم جگر و دل سے بھی لوہو نہیں تھمتا
ہوتا نہیں پا بستہ گیسو نہیں تھمتا
بھاگے ہے جو ڈر کر تو پھر آہو نہیں تھمتا
سب تھمتے ہیں اور وہ بدخو نہیں تھمتا
اک روز ترا ہاتھ جفا جو نہیں تھمتا
میں آج تو اسے شوش پر یرو نہیں تھمتا

دگر

کرنا اس رخ پہ ہے کیا جلوہ غنائی سہرا
شکر اللہ کہ اللہ نے دکھایا یہ دن
سیم و زر کرنا مرو مہر سے ہے چھٹا ثار
عکس رنگ گل رنگیں سے بنا دیتا ہے
تہنیت کھسے عطار وہی نے کیا سہرے کی
کثرت گل سے ہے ہر شاخ لڑی پھولوگی
شرف مہر سے ہوتا ہے شرف تو روز
کھلتی کلیاں نہیں سہرے میں مگر کرنا ہے

آفریں کرنے ترے معنی روشن ہے
یہ اگر سنتے بیانی و سنائی سہرا

مامہ ہر خط کسی عنوان پہ ادھر لے تو جا
میری بالیں پہ ٹھہر یا نہ ٹھہر کوئی دم
میں ہوں مہربان دہلا سے مگر اس کوچے میں
ابھی ہوئی ہے نخل شمع ورا ہرم میں تو
از کے جا سکتے چمن تک نہیں مرغان قفس
دیکھیں کیا یار کو منظور ہے معلوم تو ہو
شوق دیدار ہو یا آرزوئے ہوس و کنار
دگر

ظفر ہوتا ہے رنج و غم میں دل کیسا ہی آلودہ
یہ سہرا شاہ کے نور بصر کج ہے سہرا
عجب طرح کی یہ شان و شکوہ کج ہے بیاہ
رہے تھاپا زہے خرمی کہ دیکھنا آج
جہاں طرب کا جو دریا تو آیا کشتی میں
جو لعل ہیں گل ہیں اہر تو موتیا ہوتی
جہاں طرب کج جو دریا تو آیا کشتی میں
جو لعل ہیں گل ہیں اہر تو موتیا ہوتی
جواب حسن مر مہر کا ہے نور جمال

آئی ہے دیکھنے کو ساری خدائی سہرا
دیا اس کے رخ تاباں پہ دکھائی سہرا
دیکھ کر چاند سے ٹکڑے پہ طغائی سہرا
گوندھنے والے کے ہاتھوں کو خدائی سہرا
زہرہ بھی شوق میں اس سہریکی گائی سہرا
گوندھ کر باد بہاری ہے ہولائی سہرا
رکھتا اس رخ کے بدولت ہے بڑائی سہرا
دل یک غلق کی یہ عقیدہ کشائی سہرا

لے لے لے پڑا کے وہ سہرا کہ کو پر لے تو جا
پر کبھی آن کے تو میری خبر لے تو جا
تو مری خاک کو اسے باد سحر لے تو جا
اپنے دل سوز کو بادیدہ تر لے تو جا
اسے سبا ان کا اوزا کر کوئی پر لے تو جا
دل کا پیغام تو اسے پیک نظر سے تو جا
تو وہاں جائے تو کچھ تھنہ ظفر لے تو جا

مگر صورت کو اس کے دیکھ کر ہے شاد ہو جانا
یہ سہرا باہ کے جان جگر کا ہے سہرا
عجب طرح کی یہ کرمز کا ہے سہرا
ہوا نصیب پر کو پھر کج ہے سہرا
یہ نور چشم شادو گر کا ہے سہرا
یہ سہرا پھولوں کا لعل و مہر کا ہے سہرا
حجاب چہرہ شمس و قمر کج ہے سہرا

بندھا ستاروں کے تارِ نظر کا سہرا
تمام دانش و عقل و ہنر کا ہے سہرا
کہ باندھ دیتی یہ گلہائے زر کج ہے سہرا

وہ تیرا چاند سا گھڑا کہ جس پہ ماہِ لقا
کہے ہے فہم و ذکا کج یہ ترا کہ تیرے سر
ظفر ہے آج قلم ایسی پچھڑی اپنی

بتوں کی ہے اللہِ خدائی کا دھندھا
تو دے چہول سب پارسائی کا دھندھا
کرتے کون بخت آزمائی کا دھندھا
تری زلف نے کج ابائی کا دھندھا
گدا کو ہے کافی گدائی کا دھندھا
تو ہے ساتھ اک رہنمائی کا دھندھا

ہمیشہ ہے وصل و جدائی کا دھندھا
اگر بیٹھے رندوں کی صحبت میں زاہد
جو ہوتا ہے آخر وہ ہو کر رہے گا
پریشان رہے عمر بھر پر شجور
مبارک ربوں کو کارِ ریاست
نہیں خضر کے پیچھے گر اور جھڑے

ظفر اس سے بہتر ہے ناشائی
کہ مشکل ہے یہ آشنائی کا دھندھا

دشک سے دل کو کیا میرے کہاں اچھا کیا
تو نے رسوا تجکو اے چشم پر آب اچھا کیا
یار نے تجکو عنایت یہ خطاب اچھا کیا
جو کیا تو نے سوائے خانہ خراب اچھا کیا
اے اجل تو نے اسے آکر شتاب اچھا کیا
عشق نے ہم کو گرفتار عذاب اچھا کیا
واہ واہ کیا تم نے مطلعِ انتخاب اچھا کیا
یہ نہ تو نے اے دل پر اضطراب اچھا کیا

غیر کے ہاتھوں سے پی تو نے شراب اچھا کیا
کھوئی میری اُمرو رو کے کوے یار میں
لپٹے ہیں کہنے وہ اس کے لوگ دیوانہ مجھے
شکوہ میں کس کس خرابی کا گروں تیرے دلا
ہوتا جیسی سے نہ بسوں میں بھی چنگا یہ مریض
سوزوں سے رات دن ہیں آتشِ دوزخ میں ہم
اپنے اُمرو پر بنایا ننگہ خال سرمہ سے
لے گیا کوچے میں اس بیدادگر کے کیوں مجھے

جو کیا اسی نے ظفر اس سے جواب اچھا کیا

نکڑے نکڑے تو ہوا خط کی طرح قاصدِ مگر

تجکو اے بندے خدا کے ہے مری پرواہ کیا
دل سے نقل ہے ہمارے ایک سیدھی آہ کیا
دیکھیں ڈانوا ڈول کرتی ہے اسے یہ چاہ کیا

حالِ ظم لکھ کر تجھے سمجھوں بتِ عمر کیا
کامتِ دعا کا تیرے جب سے ہے ہنگو خیال
بطرحِ چاہِ رنجدان کی ہوئی ہے دکو چاہ

لاغری سے عشق نے دیکھو لگائے پر مجھے
اس پری کو دیکھ کر دیوانہ یہ جو بن گیا
ہمپ گرج آزمانی اب تجھے منظور ہے
اور نہ پھرنا ہوں ہوا سے میں برنگ گاہ کیا
بیٹھے بیٹھے ہو گیا دل کو مرے اماگاہ کیا
کر تو بسم اللہ دیکھے ہے اجل کی راہ میں

یہ ستارے کی ہے گردش اے ظفر تجھرا نہیں
دیکھنا تیرے بنا ماکام ہے اللہ کیا

تیرا اس نے کمان سے کھینچا
لفظ نکاش سے ترا بہتر
اتنی طاقت کہاں کہ مال دل
کھینچا اس نے جو ہم پہ عمر مار
تو نے اے بدگماں ہزاروں کو
تیرے عاشق نے عشق میں ترے
اے ظفر بدزباں نے دنیا میں
دگر

لے کے دل دیتے نہیں کیوں نہ ہو درپھر دنگا
شوخ چشموں کو اگر دیکھے کوئی کیا دیکھے
نم و حسرت کا ہے ہنگامہ ہمیشہ دل پر
ہر جگہ دولت دنیا کا ہے عالم میں فساد
مختار آگیز ہے وہ پال تمہاری جس سے
دل پہ اندوہ کا انبوہ نہ سمجھو کہ یہ ہے
منزل امن ہے عالم میں رہ خیر و صلاح
روایۃ الہی موعود

جو کچھ کہوں تو بتاؤ مجھے جتوں کیا خوب
تم ایک بھوسہ نہ دو مجھ کو اور یو ہیں مفت
بھولائے نیم نگہ میں جو اک جہاں کے ہوش
چمک کو دیکھ کے اس کی پرے نہ برق کو کل
جو خوب رنگ دنا چاہتے ہو ہاتھوں میں
تمہاری برہم میں فیروں سے ہووے سرگوشی
ہزار خوب ہوں عالم میں خودیو لیکن
بہا رہے ہیں جو یہ اٹک میرے دیدہ تر

مادہندوں کے سدا رہتا ہے گھر پر دنگا
کہ بچا دیتے ہیں یہ ایک ظفر پر دنگا
مال و آہ کا ہر دم ہے بگھر پر دنگا
ہے کہیں مال پہ دنگا کہیں زر پر دنگا
سر ہر کام ہے ہر راگنڈر پر دنگا
ہنگنی فوج کی سردار کے سر پر دنگا
غرض کہ آپ بھی ہیں واہ دوشوں کیا خوب
دل اپنا دوں تمہیں میں اپنی جاں دوں کیا خوب
اے ظفر ہے روش مختار و شر کا دنگا
تمہاری چشم کو بھی یاد ہے نسوں کیا خوب
ترے ہی پاؤں ہمیں کفش کلاہتوں کیا خوب
تو دیکھو رکھتا ہے سرخی ہمارا خوں کیا خوب
ہم آہ بیٹھے رہیں چپکے سرنگوں کیا خوب
ترے مقابلہ میں انگو میں کہوں کیا خوب
تجھگی ان سے مری سوزش دروں کیا خوب

بہار لالہ چمن بن مذکچہ انکو دیکھ
صورت شبیم نہ یہاں ہر گل سے سرگوشی ہے خوب
خواب میں کس کے لب میگوٹکا پورے لے لیا
جو کہا غیروں نے تم سے تم نہ رکھو دل میں یاد
عید کے دن بھی نہیں ہوتے بغلیگر آن کے
جس جگہ اہل ہنر کے بے ہنر ہوں عیب جو
چہا رہی آنکھیں ہیں تیرے چہرہ ہے اترا ہوا
تاب حسن یار دریا میں پڑے جیسے ظفر
دیگر

ظفر ہیں یار کے رخسار لالہ گوں کیا خوب
اس چمن میں غنچہ کے مانند خاموشی ہے خوب
آج جو ہم کو نہیں دیکھ ہوش بیہوشی ہے خوب
یاد رکھو ایسی باتوں میں فراموشی ہے خوب
ان دنوں عیروں سے جو ان کو ہم آغوشی ہے خوب
واں ہنر کے فاش کرنے سے ہنر پوشی ہے خوب
کی کسی کے ساتھ تو نے آج مے نوشی ہے خوب
کر رہی ہر موج دریا بالہ پوشی ہے خوب

یوں گم ہو جذب عشق کی تاثیر یا نصیب
تقدیر کے ہنگام کی تدبیر کیا کریں
دل کو ہوئی نصیب نہ میرے شکستگی
اس بیوفا نے قتل پہ باندھی میرے کمر
منت ہی کے بہانہ سے دیوانہ کو ترے
سیراب تشنگان شہادت نہونے پانے
اس شہسوار حسرت فتراک میں ترے
کیونکر کہیں میں ان کو برا وہ برے نہیں
یا ٹم اٹھا کے منہ سے لگا لیتے تھے مدام
دیگر

اتنی ہو ان کے آنے میں تاخیر یا نصیب
مجتبیٰ نہیں ہے کوئی بھی تدبیر یا نصیب
گا ہے برنگ غنچہ تصویر یا نصیب
سجھا مری وفا کو وہ تقصیر یا نصیب
طفلی میں بھی نصیب ہو زنجیر یا نصیب
بے آب ہو گئی تری شمشیر یا نصیب
جی دے تڑپ تڑپ کے پہ غنچہ یا نصیب
کرتی برائی مجھ سے ہے تقدیر یا نصیب
یا کاپٹا ہے دست قدح گیر یا نصیب

دیتے ہیں نکلے ہم دل بیتاب کے کباب
مڑگاں پہ نکلے یہ دل پر خوں کے ہیں کہاں
کھائیں دل ہمیشہ نہ کیوں پی کے اٹک ہم
یہ دشمنوں کے ساتھ تری گرم جوشیاں
زاہد تمام عمر مزے ہی لیا کرے
کرتے ہیں نسر طائر گردوں کو تفتہ دل
کہتے ہیں جس کو عشق وہ ہے اس بلا کی آگ
جیسے کئے ہیں نکلے مرے دل کے عشق نے
جو آبروئے عشق میں عشق میں آنسو کو اے ظفر

کیا طرفہ تر ہیں مایہ بے آب کے کباب
ہیں سب پر لگے ہوئے سرخاب کے کباب
دیتے مزے ہیں ساتھ مے ماب کے کباب
کرتے ہیں دل کو رشک سے احباب کے کباب
دے بادہ کش جو منہ سے کوئی چاپ کباب
شعلہ سے اپنی آہ جگر تاب کے کباب
ہو جائیں جس سے طائر سیماب کے کباب
ایسے جے نہ ہاتھ سے قصاب کے کباب
ہے ایسے منہ پہ گوہر خوش آب کے کباب

منعم و مفلس ہیں دونوں بزم ہستی میں خراب
 ہیں بھویں تیر وہ آفت ہوویں جس کے ہاتھ سے
 یہاں ترقی و تنزل سے مثال گرد باد
 صرف ہو جام دہیو میں خاک اپنی ساقیا
 متکدل کو یوں خرابی میں رکھے دست فراغ
 قیاس اور میں عشق میں دونوں ہیں آوارہ مگر
 حق پرستی کا جنہیں دھوے تھا اپنی اس ظفر

مال مستی میں ہے یہ وہ فائدہ مستی میں خراب
 وہ جہاں ایک خربت تنج دو دستی میں خراب
 مگر بلندی میں ہیں ہم اور گاہ پستی میں خراب
 تانبہ مٹی ہماری سے پرستی میں خراب
 جس طرح سے ہووے کوئی تنگدستی میں خراب
 وہ ہے جنگل میں خراب اور میں ہوں بستی میں خراب
 عشق کے ہاتھوں سے ہیں وہ بت پرستی میں خراب

ہے تیرے قد کے سامنے سروچمن خراب

ہیں تیرے رخ کے آگے گل یامن خراب

مطلع ثانی

دل کو کرے گا خوب یہ دیوانہ پن خراب
 جس طرح وقت صبح کے فانوس میں ہو شمع
 کرچی صوفیوں کو خراباتیوں کی طرح
 جیسے نہیں چمن میں تو اسے رونق چمن
 پروانہ کو یہ اپنے ہلانے کی کو لگے
 اپنے صفائے گوہر ہذاں ہو تو دکھائے
 قاتل سمیٹل کے قتل کر ایسا نہو کہ ہو
 تو اور بے وفائیہ میں لکھ غزل ظفر
 دیگر

اس کے ابھی سے ڈھنگ برے ہیں چلن خراب
 یوں مال دل ہلوٹکا ہے زیر کفن خراب
 اک پل میں چشم ساقی یہاں شکن خراب
 بلبل خوش گل ہیں پریشاں چمن خراب
 پھرنا ہے گرد شمع پے سوچن خراب
 کوڑی کے تین تین ہوں در عدن خراب
 بھمکیوں سے میرے خون کی ترا بھرین خراب
 اس طرح کو کہیں اگر اہل سخن خراب

ہمارا اور عالم ہمکو اس عالم سے کیا مطلب
 تماشا سب جہاں کے ہم نے دیکھے ساغر سے ہیں
 جراثیم میں مرے کچھ نون مرچیں ڈسکر بحر دو
 مرق آلود عارض تیرے دیکھوں اسے کھتا نزو
 سیرہ نکستی اپنے اس بلا کے بیچ میں آیا
 جو یہ سمجھے کہ ملتا ہے وہی جو کچھ ہے قسمت میں

کسی سے کیا غرض ہمکو کسی کو ہم سے کیا مطلب
 قسم آنکھوں کی ساقی ہمکو جام جم کیا مطلب
 کہ ہے یہ زخم عاشق کا اسی مرہم سے کیا مطلب
 مجھے کیا کام گلشن سے گل و شبنم سے کیا مطلب
 وگرنہ دل کو میرے لب و دہم سے کیا مطلب
 دہا اوٹلو ظفر پھر پیش و کم سے کیا مطلب

یا تو وہ ہر روز اس شیریں شکل سے ملاپ
یار کے اندر کج ہے میل ماہ تو سے کیا
یون جو مل بیٹھے تو کیا ہے دل گئی کا جب مزا
چومتا ہوں میں لب ہر رزم سے اس تیغ کو
دنیا سا بھی لگ چلنے والا تو تو خال خال
گرفتار وہ کہ پہونچوں منزل مقصود کو
جس کو جو جمل مرکب اس سے کہوں دور بجاگ

یا کجی برسوں میں بھی ہوتا ہے مشکل سے ملاپ
بلکہ ہر خسار کا بھی ماہ کامل سے ملاپ
دونوں ہم تم ایک دن ہوں دل کا ہو دل سے ملاپ
جو کہ کھتی ہے زیادہ دست قاتل سے ملاپ
جو ہر حائے کے خال رخ سے تل تل سے ملاپ
عشق سے مل جل چھوڑ اس ہر منزل سے ملاپ
اے ظفر اچھا نہیں ہے ایسے جاہل سے ملاپ

ساتھ میرے چلے پلو چپ چپ
گھر چل کر شکایتیں کرنا
کہیں ایسا نہ ہو سیں دو چار
راز پنہاں نکال سے کھلا ہے
میرے جاتے ہی ان کے فیروں سے
بوسہ چٹم بوسہ سادیش
بولتے تم تو کیا غضب کرتے
ابھی سیار کی گئی ہے آنکھ
دل کسی غنچے لب کو تم نے دیا

راہ میں تم نے کچھ کہہ پچی پچی
یہاں نے مجھ سے گلہ کرو چپ چپ
مجھ کو تم ایک بوسہ دو چپ چپ
حضرت دل بس اب رہو چپ چپ
پھر گئی ہونے کھٹک چپ چپ
منہ سے کیا مجھ سے کہتے ہو
سو تم کرتے ہو بتو چپ چپ
نہ کرو شور بلبلو چپ چپ
اے ظفر تم جو رہتے ہو چپ چپ

گر موسم گرمی میں ہوتی تیز بڑی دھوپ
ہونچے ہو مرے مال سوزاں کی نہ گرمی
اجس جلوہ سے یوں شک لب کے ہوئے آنسو
زلف رخ جاں سے ہیں برسات کے دن روز
دانتوں کی چمک انجم شب تاب دکھاوے
ہے عکس قلم زلف سے اس کج رخ پر نور
میرے نفس سرد کی سردی سے اکڑ کیا
کیوں دانت نکالے ہے تو اے رشک قمر ڈھانپ
اے پردہ نشین حسرت دیدار میں تیرے
نیم ہوں کیوں الم سے دل عاشق بھر

ہر سوزش دل سے مرے ڈھنڈی وہ پڑی دھوپ
خورشید سے ہوتا ہے قیامت نگری دھوپ
جس طرح سکھاوے کوئی پھولوں کی لڑی دھوپ
کم کر دی جو دن کش تری مٹی کی دھڑی دھوپ
یا ابو کے دامن میں سے چمن چمن کے جھڑی دھوپ
کھاتی ہے ظفر بان میں ہر شاخ کھڑی دھوپ

درج دہن شک میں یہ گھر ڈھانپ
ہم چپکے پڑے روتے ہیں منے دو دوپہر ڈھانپ
لیتی ہے اے بارش محبت کی سیر ڈھانپ

لارا ہے مجھے غزا پنہاں سے جو تونے
کثرت سے ستاؤں کے لٹک چھپ نہیں سکا
تر ہو عرق شرم سے کیا کیا رخ خورشید
مازاں ہو نہ دکھلا کے کسی کو ہر اپنا

سبب ہے کیا جو وہ یوں اپنے مہربان ہیں چپ
وہ لے رہے ہیں مزے لوک ستم کے ترے
دکھاتے اپنی وہ حکلیں ہیں اور ہم حیرت
بندھا ہے ہم سے وہ مضمون خال لب تیرا
نہاں ہے نہ میں ہمارے بھی پر ترے ڈر سے
بہاد ہو کہ فزاں مثل بلبل تصویر
ظفر نہیں ہے اگر باغبان کا کچھ کھنکا

ردیف الہی فوٹانی
شانہ اس زلف کے ڈالے ہے حلق میں انگشت
کر دیا فائدہ کو عشق میں انگشت لرا
کریں اس چشم مطلق سے اگر ہم چمنی
دیکھ اس ہانگ کو دانتوں کے سے انجم نے
خوشنماں ہے جو کسی ہائے برہہ کی خراش
پوچھے قاتل کو اگر کوئی تو کش حیر
دست بازک پہ ظفر اس کے ہو بار سلیں
دگر

اللہ تری مشت کماہار بھگ چست
کیونکر بچاؤں جاں کو میں چشم یار سے
کیا کیا جہن میں رشک سے غنچہ ہوا ہے بھگ
اس چشم پر ہے یوں دل پر داغ دوڑنا
دہالہ چشم یار میں سرمہ کا دیکھنا
کہتے تو کوچہ گرد کہیے جہاں نور
مڑگان ہیں تیرے کس سے لڑائی پہ مستعد
زاہد پڑا ہے ست اگر میکہ کو جائے
مضمون شوق کی مرے نامہ سے ظفر

تو نہ تو مری گور پہ بادیدہ تر ڈھانپ
لین گے اسے اس مال سوزاں کے سر ڈھانپ
لوں سینہ میں اپنے جو نے میں داغ جگر ڈھانپ
تو ڈھانپ سکے عیب کس کا تو ظفر ڈھانپ
نہ بولتے ہیں نہ سنتے ہیں غنچہ ساں ہیں چپ
پڑے ہوئے جو ترے ہیر نیم جان ہیں چپ
غرض کہ چپ میں وہاں وہ تو ہم یہاں ہیں چپ
کہ جس کو سن کے ہوئے سارے نکتہ میں چپ
ہمیشہ رنج ہم اسے شوق بد زبان ہیں چپ
ترے فریضہ اسے رشک گلستان ہیں چپ
تو آج کیوں ہوئے مرغاں بوستاں ہیں چپ

کون یوں دیتا کالے کے وہن میں انگشت
سرو نے اپنی اٹھائی جہن میں انگشت
تو کروں چشم غزالاں نصن میں انگشت
کھکشاں نے ہے دیا چہرہ گہن میں انگشت
کیا حنائی ہوئی ہر خاد کی بن میں انگشت
دے اٹھا تیری طرف اپنی کش میں انگشت
ہو اگر خاتم یا قوت یمن میں انگشت

بیٹھا مرے جگر میں ترا ہر خدنگ چست
باندھی کمر جو قتل پہ خانہ جنگ چست
رنگین قبا جو دیکھی ترے بے میں بھگ چست
آہو یہ بہت کرتا ہے جیسے پلنگ چست
سے دست ترکہ مت میں کیا ہی لنگ چست
ہر کام میں ہے عاشقی بے نام بھگ چست
ہے صف کی صف جو صورت فوج فرنگ چست
ہو جائے پی کے جام سے لالہ رنگ چست
جو نامہ بے گیا سو گیا بید رنگ چست

دل نے ماریوں گھات میں چشم بہت دلجو کی جست
دل تو کہتا ہے کہ تو کر جست بام پار پر
صدیما وک غور و پر زور سے چھری لے کر جو وہ
میں ہوں وہ چالاک وحشت میں کہ میرے وقت قصر
بائس پرنت سے کہا چالاک کی ایسی ہو سکے
ہے مین پر گاؤں رگا پہ فلک پر مثل ہدف
جان نہیں سکتا دل اس کے سامنے آ کر ظفر

جیسے آہو گیر کرنا ہے طرف آہو کی جست
پر نہیں جہا تو آئی سے مرے قابو کی جست
دیکھے اس دم کوئی اس شوخ کہاں ابرو کی جست
ہوش اڑے قساو کے بھی دیکھ کر لوہو کی جست
جیسے جوش گر پیسے گاں پہ جہا نسو کی جست
کیا کہوں شوخی سے میں شوخ آتش خو کی جست
وہ بلا ہے اس خدنگ غمزہ و ہوادو کی جست

واسطے اس غیر کے ہر وقت ہو غلوت کا وقت
سجدہ اسٹھ کے نہ ہم دیکھیں ترائت کیونکر
قامت یار کا آجائے ہے جس وقت خیال
آئے مدت میں ہیں وہ جائیں نہ ہم ہو کر
اس کی فرقت میں جب حال ہے اس وقت اپنا
کیا کہیں اپنی مصیبت کی جدائی میں ترے
اس زمانہ میں ظفر مہر و محبت ہے کہاں

ہو کسی وقت نہ میرے لئے فرصت کا وقت
نور کا وقت ہے تر آن کی تلاوت کا وقت
میرے حق میں ہے وہ ہو جانا قیامت کا وقت
ما صحا جانیں یہ وقت نصیحت کا وقت
ہم پہ ہر وقت گزرتا ہے مصیبت کا وقت
ہے وقت اور گیا مہر و محبت کا وقت

کیا غضب ہیں تیز ظالم آ رہے ہائے غم کے دانت
درمداں سے ترے نسبت نہیں کیا رشک گل
عشق اس آہو گناہ کا ہے قوی دست اسقدر
اس فلک کو دشمن عالم نہ میں کیونکر کہوں
کان کے بالے کے موٹی الجھے بالوں میں نہیں
سامنے آئے مرے گر عشق کے میداں میں
آشنا کون رہا جس سے رکھیں ہم صحبت
زلف کے پھینڈتے ہی ایسے ہوئے وہ ہم
کم نصیبی یہ ہماری ہے کہ جو غیروں سے
کرتے کس لطف سے آہستہ میں ہیں یہ سرگوشی
عشق میں ہیں تو یہی اپنے مصاحب دونوں
دیکھنا اس رخ روشن پہ عرق کے تھرے
چرخ ہے تفرقہ پر واز نصیحت ہے ظفر

ہیں یہ گڑ جاتے بیکر میں عاشق بیدم کے دانت
گودہاں غنچہ میں ہوں ہر گور پر شہنم کے دانت
مارے گرنے پر طمانچہ جھرنہ ہیں شمعیم کے دانت
پیتا ہے یہ ہمیشہ سر پہ اک عالم کے دانت
ہیں یہ اس مار سیاہ زلف شہ و درم کے دانت
کھٹے کروں ایکدم میں اسے ظفر رستم کے دانت
نہ وہ ہم نہ وہ ہمدرد نہ وہ ہم صحبت
روشن زلف پریشان ہوئی ہم صحبت
انکا اخلاص بڑھا ہم سے ہوئی کم صحبت
شیشہ و جم میں ساقی رہے جم جم صحبت
ہم رکھیں کس سے سوائے الم و غم صحبت
رکھتی کیا مہر و رخشاں سے ہے شہنم صحبت
نگہیں دیاروں میں نہ جائے جو یکدم صحبت

وگھر

اپنے جلسہ میں کہاں بیٹھیں و طرب کی بات چیت

یا ہے چہ چائے کا یارنج و عیب کی بات چیت

سطلع مانی

نگہی ہے شیریں ہمیں اس پر تلب کی بات چیت
وہ ہفا ہو کر کہتے ہیں تو ہم ہوتے ہیں خوش
قتل کر ڈالے ہزاروں کو ابھی اک بات میں
وہ خوشی سے اپنے دیتے ہیں کوئی پورہ ہمیں
باتیں اگلی ہی عنایت کہیں ہیں اب تم میں کہاں
زلف سرگوشی کرے ہے رکھ کھاس کے منہ پہ منہ
مدد سے جتو ہے واعظ اور ذکر حور عین
حرف رنجش در میان آنے کا ہے کچھ تو سبب

اور ہے معلوم ہوتی تلخ سب کی بات چیت
کالیوں میں بھی سنان کی اپنی ڈھکے کی بات چیت
یا د بے اس پر غضب کو اس غضب کی بات چیت
ہم نہیں کر سکتے ان سے کچھ طلب کی بات چیت
بے خدا جانے یہ کب کا و گز کب کی بات چیت
تو نے اسے سنا نہ سنی اس بے ادب کی بات چیت
میکدہ ہے ہم ہیں اور بت غب کی بات چیت
اسے ظفر اس نے نہیں یہ بے سبب کی بات چیت

وگھر

کیا بوسہ تری زلف کا شب لے ہی لیا چیت
ڈراں بگڑنے کا نہیں ڈر ہے تو یہ ہے
جائیں گے ہلکے فنیے اگر بارغ میں بلبل
شام کی کبھی ایک جھلکی نہیں انکی
جب بوسہ لعل نکسین یا د کسب کا
تو زہر بھی دے گا تو اسے شہید سمجھ کر
ہو بکسر مول میں نہ زہر کی صفائی
ہے راجبت بھی جب رشتہ مازک
اچھے سے نہ کام اس کو نہ مطلب سے مرے سے
ظالم بلا سے سر کو تو اس بتلا کے کاٹ
اسدل اوٹھانہ ہاتھ محبت سے جہر میں
ہمسر جو تجھ سے گل ہو تو اس کا جگر تمام
اسے زلف یار مجھے کیوں ڈسے جتو
گن گن کے تارے کرتے ہیں ہم صبح اس طرح
حاضر ہیں چاروں سینہ دول جان اور جگر

ہیں ہم بھی عجب کوئی بلا نوش بلا چیت
ایک ووا بھی دل سے کوئی بات بنا چیت
دیگے یہ تجھے چکیوں میں دیکھ اوڑا چیت
زلفوں کی ہمیں لیتی بلائیں ہیں چنا چیت
آتا جتو آجاتا ہے بس منہ میں مزا چیت
کر جائے گا ناشق تر اسے ہوش رہا چیت
جب تک نہ کرے ریش کو رندوں میں صفا چیت
جب دل میں کچا وٹ ہوئی یہ ٹوٹ کیا چیت
کر جائے ہاک رو ظفر سب کو قضا چیت
لیکن نہ بت غیروں میں باتیں بنا کے کاٹ
ون جس طرح کشیں یہ مصیبت اٹھا کے کاٹ
شبنم چمن میں دے بھی ہیر اکھلا کے کاٹ
چھیرا اگر بدل نے تجھے اس کو بجا کے کاٹ
دیتے ہیں رات جہر میں اس سے لقا کے کاٹ
چورنگ کاٹ تیغ نگہ کا دکھا کے کاٹ

منظور کو وہ غم کا ہے گر کا دنا تھے مال کو اپنے پیش ظفر تو بنا کے کاٹ

جس وقت ترے تجھ سے طرف وار گئے ٹوٹ
مطلع
جو جو کہ ترے دل میں تھے پندار گئے ٹوٹ

اب تو ترے بیان بھی یکبار گئے ٹوٹ
نکریلا سر اپنا تری فرقت میں یہ بنے
ہے رنج مجھے سینے کے کیوں ابلے پھوٹے
دل سبک ہے گر تیرا تو کیا ان سے عذر کر
صیاد و جنا بیٹا نے چھوڑا بھی تو مسوخت
اس طرح لگایا ہے گلے سے تجھے کس نے
تیروں کو تری جب مرے سینے سے نکالا
عاشق جو ہونے اپنے ظفر کافر و دیندار

آگے تو یہ تھا چادر رہے چار گئے ٹوٹ
سب گھر کے ہمارے درو دیوار ٹوٹ
افسوس مرے گوہر شہوار گئے ٹوٹ
یہ مالے وہ ہیں جن سے کہسار گئے ٹوٹ
جب مال وہ ہیں جن سے کہ کھسار گئے ٹوٹ
جو آج گلے کے یہ ترے ہار گئے ٹوٹ
پٹیاں کئی نونے کئی سونار
آپ آپ میں سب کچھ و ز گئے ٹوٹ

دیگر

وہ کہا گئے سو بار مری آگے قسم جھوٹ
جو سوز محبت سے لگی آگ سے دل میں
وہ چاہیں سو لکھیں ہمیں پر ہم انہیں قاصد
کیا دیکھا خدائی میں اگر تھکے نہ دیکھا
ہے اموہ پر تم کا ترے اور پتے عالم
جو ظلم و ستم کہیے ترے ج ہے شکر
جو اور کہانی ہے وہ جھوٹ سراسر
دیتے ہیں ہم اونچہ تو وہ باز سے ہلکے
سو بار کہا آنے کو یکبار نہ آئے

اور پھر ہے یہ دعویٰ کہ نہیں بولتے ہم جھوٹ
تم اس کو بچھا سکتے ہو اے دیدہ ہم جھوٹ
کیا دخل کریں خلا میں جو کج حرف رقم جھوٹ
یہ بات ہے جی ہاں نہیں اللہ صنم جھوٹ
اور جیتنے کیا کچے ترے لطف و کرم جھوٹ
لیکن نہیں عاشق کا ترے قصہ غم جھوٹ
کہتے ہیں کہ وہ مبار ہو تم دیتے ہو دم جھوٹ
کتنا وہ ظفر بولتے ہیں ہائے ستم جھوٹ

دیگر

رات کو جاتے تھے تم غیرو کئے کھر جی ہے کہ جھوٹ
ان کے آنے کی سنی ہے ہم نے اور تیری سی خبر
اپنا جلوہ تم دکھا وہ سب کرتا معلوم ہو
کھینچتے ہیں آج اے دل ان کو ہم اپنی طرف

چھپ گئے تھے آپ ہم کو دیکھ کر جی ہے کہ جھوٹ
اے صبا تو جی بنا دے یہ خبر جی ہے کہ جھوٹ
ہم جو کہتے ہیں تمہیں رفق قمر جی ہے کہ جھوٹ
دیکھتے ہیں جذب الہی میں اثر جی ہے کہ جھوٹ
پر خدا جانے لکھا اے نامہ بر جی ہے کہ جھوٹ
کوئی کیا جانے مرا سوز بکھر جی ہے کہ جھوٹ

خط میں تو ہے سر بسر مضمون الطاف و کرم
جب تک جل بھن کے سر تاپا نہ میں ہو جاؤں خاک
عشق میں جو حال ہے میرا نہیں اس میں خلاف

پر خدا جانے کھلا اے نامہ بر سج ہے کہ جھوٹ
کوئی کیا جانے مرا سوز جگر سج ہے کہ جھوٹ
قصہ مجنون خدا جانے ظفر سج ہے کہ جھوٹ

قول بھی جھٹ قسم بھی بت گمراہ کی جھوٹ
لوگ کہتے ہیں تجھے مہروں و سرخسار

جو کہے وہاں سے جانو قسم اللہ کی جھوٹ
نہ تو یہ مہر کی ہے قفل نہ ہے ماہ کی جھوٹ
روشن الفت کی غلط طرز تری پیادہ کی جھوٹ
ہوئی لہریں ترے تاثیر مری آہ کی جھوٹ
دیکھی بات آپ نے کیا بندہ درگاہ کی جھوٹ
پر خدا جانے خبر سج ہے کہ انوار کی جھوٹ
بول مفضل میں نہ یاران دل آگاہ کی جھوٹ

آشنا کون ہو اور پیادے تجھے کون کہ ہے
سنگدل ہے یہ وہ پتھر کہ نوموں کبھی
تم جو ہر بات پہ ٹھہراتے ہو جھوٹا کہیے
منہ سے لوگوں کے یہ سنتے ہیں آج آئیں گے وہ

جڑھے ہو آج سینہ پر کریں گے خوب چٹ پٹ
ادھر بچھا پھیر گھٹ ادھر بچھا ہوا سرکٹ
گریں کیونکر نہ مرے اقلک حسرت آجکاد سے پٹ پٹ
الٹاؤں سے بت کا تر اگر منہ سے ذرا گھونگھٹ
سینں جب تک نہ کانوں سے ترے پاؤں کی وہ آہٹ
ہوئے تھے خوب میں بس گلبدن سر شکوہ ہم عت بٹ
نصیر سے مگر ہم چومتے ہیں یار کی چوکٹ

اے ظفر لہریں ہے جو تیرے وہ سے جانتے ہیں
ہمارے پاس جب سوتے ہو تم نہیں کروٹ
یہیں کہ امتزاحت آج تو گھر سے نہا میرے
وہ پٹ پٹ غیر سے کرتے ہیں باتیں سامنے میرے
تماشا قدرت حق کا ظفر آئے تجھے زاہد
نہ اٹھیں کشتہ رفتار تیرے شور محشر سے
پہننے سے ہمارے آج ہے بوئے گلابی آتی
نبال آستاف ہوئی ظفر یوں تو نہیں ہم کو

روایف الثانی

خدا جانے ترا گل سے نہ یہیں آنے کا کیا باعث
کوئی مفید ملا رستے میں اس نے تم کو ہرکایا
نہیں کھاتا کہ کس پیار کو ہے یاس صحت سے
کوئی وحشت سے یہ پوچھے کہ ہم سے خاک زادوں کو
تمہارے زلف سے اولیٰ ہے شانہ اس سے برہم ہو
لگا دو منہ سے منہ میرے تم اپنا کھونگھٹ
چلے آؤ ظفر کے ساتھ ہنستے بولتے پیارے

ہوئی تقصیر کیا ہم سے قسم کھانے کا کیا باعث
کہ یہاں تک آگے اٹے گھر کو پھر جانے کا کیا باعث
مقتل ہے جو دروازہ شفا خانہ کا کیا باعث
گولے کی طرح صحرا میں دوڑانے کا کیا باعث
گولے کی طرح صحرا میں دوڑانے کا کیا باعث
کہ پیادے ساتھ سونے میں ہے شرماتے کا کیا باعث
برائے آتے آتے پیچھے رہ جانے کا کیا باعث

سایہ زلف میں گم ہے کمر یار کا کھوج
سیل گریہ سے ہوئی خانہ خرابی ایسی
کوچہ زلف میں گومانا پھر اسر گرواں
جب رخصت ہوئی پرواز قفس سے ہم کو
لاٹری سے ہے یہ حالت کہ نہیں ہاتھ آیا
نہ ونا دیکھی نہ دیکھا کوئی خوابان ونا

قطرہ

رفت رفت روشن چشم نشان کف پا
زلف کافر تری برہم زن اسلام جو ہو
یوں گیا سے گزر میرے ظفر تیرا اس کا

ہوا ہے مہد میں ظالم تر جفا کا رواج
جو دیکھیں خوں سے بھرے ہاتھ تھک کے سرخ
ترا مریض کرے کیا کہ درد فرقت میں
ہونکا رہی ہے جو یوں چشم شرمین نرگس
کرے نہ کیونکر وہ عاشق کا بے تامل خون
بدن پر سجھے ہے مہنون برہنگ کو لباس
جہان میں پہلے تھے ثون ادا پر ایسا نہ تھا
وہ خط بھی لکھتے ہیں خط عباد سے ہو کو
سمجھ کرو سچو ظر دلبروں کو دل اپنا
دیکھو کس خوبی سے ہے ابرو میں اس دلجو کی کج
چرخ کجرو سے نہیں جاگی ہرگز کجرو دی
دیکھتا ہے خم شمشیر صفا ہانی کی کیا
سر نہ اٹھا ضعف سے جھٹکے جو نرگس کی طرح
بانگین کی چال چٹا جیسے ہے وہ مست مار
مارا ہے کس کج ادائی سے خرابانے اسے
بانگین پھبتا ہے اس کو اسے ظفر زینا ہے سب

اس مدحیر نہیں کہاں ڈھونڈھے کنار کا کھوج
نہ رہا درد کا پتہ اور نہ دیوار کا کھوج
نہ ملا پتہ ملا میرے دل زار کا کھوج
کر جو ڈھونڈھا تو نیا یا رنگزار کا کھوج
بستر غم پہ ترے عاشق بیمار کا کھوج
نہ کہیں جنس کا پایا نہ خریدنا کا کھوج

مٹ گیا اس ترے حسرت کش دیدار کا کھوج
نہ ہے دس کا نشان اور نہ دیندار کا کھوج
کہ نہ پکیاں کا ملا اور نہ سوار کا کھوج

کہاں ہے رسم محبت کہاں وفا کا رواج
تو نگزار میں نہ ہرگز رہے حنا کا رواج
نہ ہے دوا کا رواج اور نہ ہے دوا کا رواج
ابھی ہے کچھ جہن وہر میں حیا کا رواج
کہ جانتا ہی نہیں اکسیں ثون بہا کر رواج
دیا جنوں نے اٹھا جامہ و ادا کا رواج
کیا کدورت دل نے یہ کم صفا کا رواج
کہ ہے فریب کی رسم ان میں اور دوا کا رواج
دیکھا ہو دیکھا نہ ایسا شاخ میں آہو کی کج
اے عزیز و ہے طبیعت سے کچھ اس بدخو کی کج
اے مبصر دیکھ تو تلواریں اس ابرو کی کج
رہ گئی گردن مریض نرگس جادو کی کج
ہے کہاں رفتار ایسی موت آب جو کی کج
قبر میں بھی جو تیرے کشت گیسو کی کج
ہو کھ کج یا کہ ہوتا اس مہ رو کی کج

تو لکھ کے خط بھیج زبانی خبر تو بھیج
پھولوں میں اپنے کشتہ کے ظالم گیا نہ تو
کوئی تو روئے گور غریباں پہ اسے فلک
سیاد نے نجانے دیا تنکو باغ تک
خط دے کے نامہ بر کو نہ بھیجا تو کیا ہوا
یا رب اجل ہی آئے نے آئے اگر وہ یار
دل سے نہیں ہے اور کوئی چیز تھو تر

پہ آدمی جو بھیجے کوئی معبر تو بھیج
دوپار پھول آئے کبھی گور پہ تو بھیج
آئے اگر نہ شمع کبھی اور تر تو بھیج
لیکن صبا کے ہاتھ دئے میرے پہ تو بھیج
دیتا ہوں ہاتھ اشک کے لخت جگر تو بھیج
پر درود کا میرے کوئی پارہ گر تو بھیج
تو بھٹتا ہے تھو اسے اسے ظفر تو بھیج

ہم نہ ہیں مال کے محتاج نہ زر کے محتاج
خواہش پور ہے تیرے لب شیریں سے مجھے
نور انرا اسے بسر جبکہ ہیں تیرے رخسار
یا کبھی رہتے تھے گلشن ہی میں یا عدت سے
اشک لخت و جگر اپنی جو یہ دامن میں
جو تری تیغ غم عشق سے ہوں سینہ پر
چشم و دجلہ و جو بحر و سحاب نیسان

ہیں فقط تیری عنایت کی نظر کی نظر کے محتاج
اسے شکر لب نہیں ہم قدر و شکر کی محتاج
وہ نہیں روشنی غم و قمر کے محتاج
ہم قفس میں ہیں صبا گل کی خبر کے محتاج
ان کے دولت نہیں ہم لعل و گہر کے محتاج
وہ بجز داغ جگر ہوں نہ پیر کے محتاج
اسے ظفر سب میں ہیں مرے دیدار کے محتاج

ہیں ترے شیفہ مال نہ زر کے محتاج
جو کو پور ہو میرے لب شیریں کا ترے
دیکھے کس کے بھروسے پہ دل اپنا اس کو
سانے تیغ غم یاد کے سر باز وفا
اشک لخت جگر اپنے کی بدولت عاشق
گاہت گل کی روش رہتی ہے جو خانہ خراب
دل سے ہے دل کو ظفر رام تیر کی ہرگز

بھوکے اک مار کے ہیں ایک نظر کے محتاج
اب شکر لب وہ نہ ہوں قدر و شکر کے محتاج
مال و آہ تو دونوں ہیں اثر کے محتاج
ہوں بجز داغ محبت نہ پیر کے محتاج
ہوں نہ دیا میں کبھی لعل و گہر کے محتاج
وہ مسافر نہیں اسباب سفر کے محتاج
ان کے ہم اور تمارے وہ خبر کے محتاج

رویف
الحکم
فادری
ہر ال سر پہ تیغ نہ یوں بید رنگ کھینچ
تو وہ ہے بحر حسن کہ ظالم تری بھون
اسے شوخ تجھ سے عالم تصویر کی شبیہ
فریاد دیکھ کو کتنی میں نہ ہاتھ ڈال
ٹکلا جو یہ تو جائے گا دم بھی مرا نکل

تو ہاتھ قتل غلط سے اسے خانہ جنگ کھینچ
لے جاتی آشنا کو ہیں مثل نہنگ کھینچ
کیا منہ سے لیں مصور چین و فرنگ کھینچ
دب جائے تیرا دست نہ یہاں زیر رنگ کھینچ
اسے پارہ گر نہ سینہ سے اس کا خدنگ کھینچ
لے تیری لاف غم غم اسے شوخ و شک کھینچ

سر مارے پر چھوٹے جسے مار کر کمد
کھینچتا ہے مجھ سے اور بھی بہ بے رحم لب ظفر

اے چادر گر نہ سینہ سے اس کا خدیا کھینچ
لے تیری زلف خم خم اے شوخ و شنگ کھینچ
لیتا ہوں دل سے آہ میں ہو کے ٹک کھینچ

نہ جے یا راتے دل نے کچھ رقیب کا جے
وہ جے کرتا ہے رہنے دے کیونکر پاس مجھے
کھلے ہے دام کے رشتہ کا جے کب صیاد
تمہاری زلف کا ہے جے وہ یا کہ ڈر سے
مریض عشق ہو جانبر وہ اسے کیا ممکن
گولا اس کو نہ سمجھ کہ دست غربت میں
سب اس زمانہ میں یکساں ظفر ہیں دشمن دوست

یہ اپنے بخت کا ہے جے اور تجیب کا جے
کہ جان جاتا ہے باشندہ ہاں فریب کا جے
پڑا ہوا ہے یہ تقدیر عندلیب کا جے
یہ بھی دیکھ کے اس اژدر مہیب کا جے
یہ نسخہ لکھتا دلاتے سے ہے غیب کا جے
یہ کھا رہا ہے غبار اب کسی غربت کا جے
کہ جو ہے جے عدو کا وہی حبیب کا جے

پھیری اس نے مجھے دیکھ کے چتوں جے جے
با' میں کرتا ہے ہر گل چاک گر بہا اپنا
کیا ستم ہے مرے جانب سے جو کچھ میرے عدو
گر یہی جوش ہے گر یہ کا تو کوئی دم میں
گل جو پھولے نہیں جامہ میں ساتے ہیں صبا
ابھی مرجاؤں اگر مجھ کو یقین ہو کہ وہ شوخ
یوں لی زلف ہوا سے کہ ڈرا میں دل میں

ہو گیا پھر کے وہ مجھ سے مرا دشمن جے جے
کیا تجھے دیکھ کے دیوانہ گیا بن جے جے
جھوٹ موٹ اس سے کہیں جا کے وہ پرفتن جے جے
پاٹے دریا کا بنے گا مرا دامن جے جے
آیا کیا بارش میں وہ غیرت کھٹکس جے جے
آئیگا گور پہ میرے پس مردن جے جے
کات کھائے گی ابھی ڈر کے یہ ناگن جے جے
برگ گل شکے برگ گل سون جے جے
بن گیا عشق میں اس بہت کے برہمن سق جے جے

جب مٹی سے ہوئے رنگین لب مازک اس کے
قند ماتھے پہ ہے زمار گلے میں ہے ظفر
نقاش نقش کھینچ سکے اس کا گر تو کھینچ
کیوں کھینچتا مٹ ہے دلا آہ بے اثر
قمری پہ کیا کریگا ستم اور عشق سرد
بولے گا اس کے سامنے اے فنیچے منے ہے کیا
کیوں دیر کر رہا ہے اگر میرے قتل پر
کہتا ہے جذب شوق کہ میں کھینچ لوں پیاز
ایسے نہیں ہیں وہ تو چلے آئیں ابھی

کیا کھینچتا ہے دیکھیں وہاں و کمر تو کھینچ
گر جانا ہے کچھ بھی ہے اس میں اثر تو کھینچ
ڈالا گلے میں طوطا دیا دار پر تو کھینچ
بابر تو اپنا جیب خجالت سے سر تو کھینچ
تکوار تو نے باندھی ہے اے قندہ گر تو کھینچ
اس ٹک دل کو لائے کبھی یہ ادھر تو کھینچ
تو ان کا انتظار ظفر دھپہر تو کھینچ

دگر

جاسوں آئے ساتھ نظر تین چار پاؤں

ہم پہونچے وہاں جو لاٹک کے گھر تین چار پاؤں

مطلع

تجھ بن جو کانے میں نے پہر تین چار پاؤں
جیسا کہ آسمان پہ ہے یہ آسمان ایک
ہیں ہم سے وہ پھرے ہوئے لیکن ہم آسپہ بھی
ارواح تین مظل ہیں چار اور حواں پاؤں
ہیں دوست گھر بہت سے بہت اپنے ایک وہ
رہتے ہیں روز کوچہ میں قاتل ترے پڑے
خالی نہیں ہے عیب و ہنر سے کوئی ہنر
بارہ امام ہی سے ہے اسلام کو قیام

مجھ پر گئے بس وہ گذر تین چار پاؤں
ایسے ہیں میرے داغ جگر تین چار پاؤں
کرتے روز پھر سے ادھر تین چار پھاؤں
ہیں یہ بڑے رفتی ہنر تین چار پاؤں
اور کم سے کم عدو ہیں اگر تین چار پاؤں
دو تین چار لاشے تو سر تین چار پاؤں
ہیں یہ ستون دین کے ظفر تین چار پاؤں

روایف الحائے مہمل

دل عشق میں جو میری نہیں مانا صلاح
بہتر میرے حق میں نکل جانا شہر سے
کیوں ڈوبتا ہے ۱۱ زخدان یار میں
بک بک کے سر پھرا تو اپنا کہ پھر پکے
بسم اللہ ایک تیغ مسم شوق سے لگا
سرگوشی اس سے زلف جو کرتی ہے وہدم

ظہرائی اس کے جی میں ہے کیا جانے کیا صلاح
اچھی نکلی تو نے جنوں مرہبا صلاح
اے دل یہ تنکو دیتا ہے کون آشنا صلاح
جو دل میں اپنے ظہر گئی ماسحا صلاح
بہتر ہے اب تو بس نہیں اسے پر جفا صلاح
شاہ ترے پھانے کی ہے کچھ دلا صلاح

جب تک کہ اے ظفر نہیں دیتی قضا صلاح

دیتا ہے کون کوچہ قاتل میں اپنا سر

پر ایک سے نہ دل کی بھیجے تو کسی طرح
اے مہروش فلک پہ منہ تو کسی طرح
یہ چھوڑیے نہ اس کی نگ و دو کسی طرح
جھک ہے زندہ کم نہو کیجو کسی طرح
دس کہتے ہیں کسی طرح اور سو کسی طرح
اشکوں کی میرے تھمتی نہیں رو کسی طرح

گرچہ بچائیں یار مری سو کسی طرح
ناخن سے تیرے پاؤں کے ہمسر نہ ہو سکے
ہر چند ہے نصیب پہ موقوف وصل یار
اس رنگ گندی کا دلا آدمی سے شوق
مانیں نصنیں کہو کس کس کی ماحسو
میں نصیل گر یہ کرتا ہوں سو سو طرح عمر

خورشید وارجن کے ہیں دل روشن اسے ظفر پڑ جائے ان کا مجھ پہ بھی پڑ تو کسی طرح

دیکھے اس ابرو کی جو تصویر کو اچھی طرح بن پڑے خط پڑے پڑے یکقلم تم نے کیا دیکھا جب گردش کو تیری چشم کی اسے فزگر اپنی کیا اچھی غارت پر ہو مازاں خانلو کاتب قدرت نے گرد اس مصحف رخ کے لکھا دل سے گھر اچھا نہیں ہے کوئی اسے ماوگ فغن ہو رہیں گے خار بھی مانوس پر اتو جنوں جو تجھے منظور ہے کرنا وہی پر ایک بار

وے کر دل اس سگدل کو کر چکے ہم امتحان اسے ظفر اس آہ رخ تاثیر کو اپنی طرح

فقا ہے کیا لب ترا شراب کی روپ جب نہیں ہے نہ آہ سے میرے خیال آئے ہے تیری سرو مہری کا ترا جو روے کتابی اسے گلستان رو پھنسا بلا میں ہوا دل دیکھے گرد وینا دل نہ سمجھو ا کو گولا ملتی پھرتی ہے

نہ مہو فچے اس گل رخسار کے پسینے کو ظفر ہزار نکالے کوئی گلاب کی روح

زاد و ہم اس صنم د وھیان چھوڑیں کس طرح بطرح دروہ الم پیچھے بڑے ہیں جان کے بن بولائے آج اس کے گھٹ میں ہم جاتے تو ہیں غیر سے در پردہ کچھ کرنا ہے ان کو مشورہ کوچہ قاتل میں تیرے ساتھ ہم کیونکر تجائیں دل مرا حسرت کرنا خون اسے منظور ہے دل مرا چھوٹا ظفر اس زلف سے پڑ دیکھنے

اینا وہ ایمان ہے ایمان چھوڑیں کس طرح دیکھیے اب یہ ہماری جان چھوڑیں کس طرح پر یہ ہے دیکھیے دربان چھوڑیں کس طرح وہ نہ اپنا پردہ دلاں چھوڑیں کس طرح تنکو تنجا اسے دل نادان چھوڑیں کس طرح غیر کے ہاتھوں سے کھانے پان چھوڑیں کس طرح غمزدہ و مازہ اداؤ آن چھوڑیں کس طرح

بولا جو اک طرح سے صنم دوسری طرح
اک طرح اپنی اوہل ملاقات ہے سو ہے
گر اک طرح ظلم پر کرتے ہیں صبر ہم
جنوں کے جو قدم ہقدم ایک طرح پہ ہو

یکبار اک طرح پہ انہیں لکھے کوئی حال
ہاتھ اس کا مطع ایک تو ہو ایک طرح پہ

جب اک طرح پہ رختے نہیں ہم پہ وہ ظفر

کیوں لے گئے اب وہ مجھے گنگار کی صلاح

مطلع ثانی

اس کے خلاف کب ہو دل زار کی صلاح
کافی ہے اک نگاہ تری میرے قتل کو
رکھیں گے ہم خیال خط ہنر کا ترے
امکان کیا کہ آئے وہ میری طرف کبھی
برکشتگی بخت کا دیکھو مرے اثر
مر جائیے نہو بیے منت کش مسج
ناسخ ترے کبے پہ عمل مجھ سے کیوں کہ ہو

جی چاہتا ہے میرا غمیں دل بیان کروں

پراے ظفر نہیں میرے غمخوار کی صلاح

آنکھ کیوں کرتا ہے میڑی رکھ نظر سیدھی طرح
کچھ نصیب اپنے تھے سیدھے اے دل خانے خراب
درد فرقت سے ہوں لیتا اس طرح میں کرو نہیں
ہیں تو مڑگاں اس کے میڑے پر مرے دل میں پتھیں
اس روشن سیدھا بنایا رشک قامت نے ترے
مرامد دیکھا سارا تیرا میڑھا پن نکال
بانکا انکے بھروسا کیا کہ میں وے بولے

ہم سے ملتا ہے تو دل اے عشوہ گر سیدھی طرح
ہم چلے آئے جو وہاں سے اپنے گھر سیدھی طرح
رہتی بستر پر نہیں دم بھر کر سیدھی طرح
مٹ چکیں و سناں و بیخیز سیدھی طرح
سر و کشن میں رہیں گے عمر بھر سیدھی طرح
دیکھ چل اے آسمان کینہ و رسیدھی طرح
دوبہر نیزھی طرح اور دوبہر سیدھی طرح
ہم میں سیدھے سیدھے ہم سے بات کر سیدھی طرح

جو ہوں میڑھیڑھے دکھلائیں ان کو اپنا بائیں
بر غزل کی اپنی ہے میڑھی زمین سبک لاش

ہم میں سیدھے سادے ہم سے بات کر سیدھی طرح

آہ کے دیکھ شرارے علی الصباح
کیا قبر ہے کہ غیر کے گھر رات کو رہو
سنبلی چمن میں کیونکہ نہو مرق آہ شرم
ہوتا چھ سے خواب میں جو شبکو ہمنار
خورشید کو نہ کیونکہ چڑھے چپ جو وقت دل
گزرا وہ روز بھر مجھے مثل روز حشر
مژدہ دیا سب نے ظفر کیا کہ ہنس پڑے

تھے ست گئیں فلک پہ ستارے علی الصباح
اور آہ وہاں سے گھر میں ہمارے علی الصباح
منہ دھو کے وہ جو بال ستارے علی الصباح
رہتا ہے بیٹھ کر وہ کنارے علی الصباح
چھائے کو داغ دل سے اٹاؤ علی الصباح
جس دن وہ اپنے گھر کو سدھارے علی الصباح
گل کھلکھلائے باغ میں سارے علی الصباح

ردیف الخافے معجز
چھپی مژدہ کی جو بخت دل خراب میں سیخ
ہیشہ مان پر آسمان کے ہاتھوں سے
نشد بغیر گزک بے مزا پسے اسے ساقی
بری نظر سے جو دیکھے تجھے وہ اسے مہوش
یہ دیکھو شعبہ برق کر کے آگ میں لال
کباب اسلے اس خوش دامخ کے نے لگائے

دکھائی دی وہ پرائی ہوئی کباب میں سیخ
خط شعاع کی قرض آفتاب میں سیخ
کباب کیا ہوئے خالی دھری ہے قاب میں سیخ
تو کرے آم مری چشم ماہتاب میں سیخ
پٹ دیتی ہے کیا چادر سجاٹ سحاب میں سیخ
نہ دھوکے پہلے کبابی اگر گلابی میں سیخ

بندہ خیال کبابوں کا رات کو ج و ظفر

تو کھکشاں بھی گئی نشہ شراب میں سیخ

ہے اس کی چشم کی گردش سے آسماکو چرخ
قریب اس رخ روشن کے دیکھ کرور گوش
بتوں کے ہاتھ سے لتاے ہے زمانہ میں
کرے نہ جلوہ شام و شفق پہ باز اتنا
ہزار قصر و محل چوں تو دے منا آخر
عجب نہیں ترے امرو کے سامنے دل سے

اور آسمان کو گردش سے ہے جہاکو چرخ
فروغ دے نہ مدش زہرہ کے قران کو چرخ
ہمارے دین کو ایمان کو دل کو جان کو چرخ
جو دیکھ لے ترے رنگ مسی و پان کو چرخ
مثال نقش کف پاترے نشان کو چرخ
او تاروے مد نو کی اگر کمان کو چرخ

نہیں یہ کاکھشاں گرمی نغان سے مرے

تکال دیتا ہے منہ سے ظفر زبا کو چرخ

وہ کیا شراب ہے شیشہ میں آسان کے تلخ
 نہ کیوں تلخ مجھے اپنی جان شیریں ہو
 جو بات دوست کی ہو تلخ بھی تو پی جائیں
 کرے ہے تیرا خط سبز تلخ کام مجھے
 ستم ہے منہ کے وہ میٹھے ہیں دل کے زہر بھرے

کیا ہے میٹھ کو جس نے کر اک جھانکے تلخ
 کرے کھم وہ شیریں ادا جو آن کے تلخ
 ہم اس کو ایک دو اپنے حق میں جان کے تلخ
 کہاں سے لایا ہے ظالم یہ بنگ چھانکے تلخ
 بے سے دل کے وہ میٹھے ہوں اور زبانی تلخ

غم اس کا آیا ہے دل کو جلا کے تلخ نہ کر
 ظفر کہاں نہ رکھ آگے مہمان کے تلخ

رویف وال مہمل

اب اس کے ہیں جو سے خوشگوار میں آلود
 ذرا سنہیل کے چھری پھیر اے شکارا لگن
 نے کیوں ہوا بے گھر بار آپ شرم میں عرق
 ہمیشہ چھانٹتے ہیں خاک و شت و شت کی
 کہاں ہے مجھ میں دم اتنا کہ نشتر قصا
 ترے پسینے کی خوشبو سے اے گل خوبی
 ظفر وہ کھولے اگر اپنی لکھ مشکیں کو

تو چہرہ سرخ ہے آنکھیں غبار میں آلود
 کہ آستیں نہو ٹخوں شکار میں آلود
 جو زلف ہو عرق رو سے یار میں آلود
 نہ کیونکر ہم ہوں سراپا غبار میں آلود
 لبو سے ہووے نگہ جسم زاد میں آلود
 تمام جامہ ہے عطر بہار میں آلود
 ہوا کے جھوکے ہوں ملک تیار میں آلود

تجھیں ہے خواب دیدہ بخواب سے بید
 کس طرح دل کو سوز محبت میں ہو قیام
 عالم کو گردبوئے یہ طوفان گریہ سے
 جو دیکھا ان بتوں میں ہے بننے وہ زاہد
 تھبہ دینی رو سے عرقاک کو ترے

او صبر و تاب ہے دل بیتاب سے بید
 آتش میں ٹھہرا تو ہے سیماب سے بید
 سمجھو نہ میرے دیدہ پر آپ سے بید
 نزدیک میرے ہے گل سیراب سے بید
 نہت نہیں ہے حلقہ گرداب سے بید

میرے دہور گریہ سے ہالہ کو ماہ کے
 ہے گیا ظفر عنایت احباب سے بید

پھانس الٹ کی نہ ایل دیکھ نشتر سے کرید
 دیکھ تو کٹتے نکلتے ہیں ترے پیاں تیر

دھب بنے تو سوزن مڑگان دہر سے کرید
 میرے سینہ کو ذرا تو نوک حجر سے کرید

جب ذرا بھرنے لگی ہے پائے مجنوں کی خراش
مل گئے ہیں خاک میں کتنے ہی تیرے ہاتھ سے
ہاتھ آما ہے نصیبوں سے وفیق اے حریف
ماخن حسرت نے چھیلا سینہ باہر سے مرا

دے ہے لوگ خاد صحرانچہ نئے سر سے کرید
پر نہیں کرتا کوئی ظالم ترے ڈر سے کرید
خاک تو بقاعدہ مت خواہش زر سے کرید
کاؤ کاؤ غم نے ڈالا دل کو اندر سے کرید

خاک میں میری دبی ہے آتش دل اے ظفر

نمر باور تو کہو اوس سنگر سے کرید

رہے ہیں دل میں محبت کے شور و شرکا فیا
جلاہ آہ کے شعلہ نے خیمہ افلاک
لائی مجنوں اور اس میں مفسدوں کے سبب
بشر نہ چاہیے شیطان ہے وہ فساد انگیز
ہزار ہزار معشر سے بھی زیادہ ہے
یہ دم کے ساتھ ہیں دنیا کے مفسدے سارے
پچشم غور جو دیکھا ظفر زمانے میں

مٹے گا دیکھیے یارب یہ کیونکر گھر کا فساد
بڑھا ہے دیکھو تو کیا سوزش جگر کا فساد
نہ ہے ادھر کا فساد اور نہ ہے ادھر کا فساد
ہمیشہ کام ہے دنیا میں جس بشر کا فساد
یو اٹل دم تو مٹے دم میں عمر بھر کا فساد
تو یار میں کا یازن کالا ہے زد کا فساد

بوسہ مہر ہے ستم ایہاد
دشت میں قیس کوہ میں فرہاد
فج چکا بیٹا اس کے ہاتھ سے میں
خاطر گل ہے مازک اے بلبل
خاک سے کشمکش قامت کے
برق خنداں ہے اور گریاں ہے
دیکھ کر حال بید مجنوں کا
ہم ہووے خاک عشق میں تیرے
دے دیا اب تو دل ظفر بنے

دوستو مجھو دو مبارکہاد
دونوں کہتے ہیں مجھو یا استاد
عشق ہے میرے واسطے جلاہ
نہ کر اتنی چن میں تو فریاد
نفل پیدا ہو تو ہو شمشاد
کوئی یاں شاد ہے کوئی ناشاد
آیا صحرا میں ہنکو مجنوں یاد
ہو گئی بلکہ خاک میں فرہاد
اس سنگر کو ہر چہ بار بار

رویف الذہل رحمہ

تسلیمی بخش دل ہے یار کی تصویر کا کاندہ
مجھے اے نامہ پر مضمون وصل یار کی دولت
دل بیتاب کو تسکین ہو کیا قاصد کی باتوں سے
مرے خط ہی کو رکھ دیتا ہے اپنے تری کے زد پر

مصور ہے یہ کاندہ بھٹی جب تاثیر کا غد
یہ ہے نامہ کاندہ نسخہ اکسیر کا کاندہ
نہ آئے جب تلک اس یار کی تحریر کا کاندہ
بنانا ہے نشانہ جب بھیجی وہ تیر کا کاندہ

لکھوں اس مہ جہیں کا میں جو وصف عارض روشن
لکھا میں چاہتا ہوں شکوہ اس کو سرہری کا

تو ہمسر نور میں ہو ماہِ تنویر کاغذ
مرے مال کو تا صد چاہیے کشمیر کا کاغذ

ظفر مضمون چاک سینہ نے تاثیر کی آخر

کیا ہے چاک اس نے عاشق و لکیر کا کاغذ

لکھنے بیٹھا جو نشے میں وہ شرابی کاغذ
کیا جب چاک کرے رشک سے حسن خط کے
اپنے دل سوڑکا انگاروں پر کھدی افسوس
نامہ بر تو میرے کاغذ کو چھپا کر لہجہ
عشق نے جب سے دیا ہے مجھے دیوانہ خطاب
بن پڑھا سپہ مرے گر یہ کا مضمون کھل جائے

تو کیا بادِ بگللوں سے گلابی کاغذ
سو کتابوں کے تراروئے کتابی کاغذ
یوں وہ میکش سر و کان کتابی کاغذ
تھکواؤ رہے کہ نہ لائے یہ شرابی کاغذ
کوئی میرا نہیں ہے مہر خطابی کاغذ
نامہ بر ہومر سے نامہ کا جو ابی کاغذ

کیا جب گراؤ شوق سے میرے اور کر

اسے ظفر ہو مجھے کہوتر کا شتابی کاغذ

جب کہ در پر وہ کہیں سے لگے آنے کاغذ
جوش گر یہ کاہر ہو کر تری نامہ کو
جتنے خط میرے لگے شوخ کماندار کے پاس
یہ نوشتہ کی ہے خوبی کہ ہاں سو نہ پایا
آؤں کیا خاک کہ تعویذِ عداوت کے حدود
اب تک انجم سے قبائلوں پہ ہیں مہرین روشن
شرح سوز غمِ اہل نے کھلایا یہ گل

ان کو ماہِ پار پرے سب سے چھپانے کاغذ
دیا آنکھوں سے بھی نہ کونہ لگانے کاغذ
اسے تیروں کے بنائے وہ نظا نے کاغذ
مجھے چہ کھت کے لگے روز دہانے کاغذ
گو کہ افلاک زمیں کے ہیں پرانے کاغذ
لگے گریز بنا کر وہ جلائے کاغذ
اشک خوں سے جسے رنگیں ہو بنائے کاغذ
رکھ دو وہ لکھ کے ظفر ان کے سر پائے کاغذ

دیگر

پہے دھو کر تری بیکل کے تعویذ
گراں ہوں دستِ مازک میں تمہارے
نہ چمکے شرمِ سیب کو ستارے
وہ کرتے ہیں جو ہم سے گرم جوش
مفید اس چشم کے بیمار کو ہوں
لڑائی میرے اس کے تھی جو منکھور

وینے بھینک اور بس مل دل کے تعویذ
جو ہر گل سے بھی ہوں پلکے تعویذ
ترے بھومر میں ایسے جھلکے تعویذ
جلا تے ہیں حد و جل جل کے تعویذ
جو ہوں لکھے ہوئے کا جل کے تعویذ
لکھ دشمن نے دن منگل کے تعویذ

رکھے ہے خواب بندی کے غم جگر

ظفر اسرے تلے تحمل کے تعویذ

رویف المرائے مہملہ

کھلے گا خط کے کھلنے سے مرا بھیدا اور بھیدی پر
شیر غمزے کے خرخ خمیدہ پشت نے کیا کیا
امید واصل گر ہوتی تو کیا جانے کیا کرتے
کیا ہے کوہ کا پہ حال میرے جوش گر بہنے

سیاہی چڑھ گئی اسما سے اب تو سفیدی پر
شیر آسا سرے مالے نے اس کی ماگ چمیدی پر
فدا کرتے ہیں اپنی جان تک اس ماامیدی پر
کہ جیسے ڈال دے پانی کوئی مٹی کریدی پر

اٹھا کر آج میری جنس دل لے ہی چاہا تھا وہ

ظفر کہنے سے اپنے دونوں کے اسنے دیدی پر

تہہادی گالیاں کساتا ہوں میں بوسے کے لالچ پر
مری اک بات سے بھی تم جو رکستے ہو خدا جانے
کھچا کھچ بھر دیے ہیں عشق نے دل میں غم دھرت
سفارش لاکھ پر کچ کر کے کوئی نہیں سنتا
کہا سب نے مرے دل کو کہ کچ ماگیسوتے
چہن کو یا ذکر کر ہم قفس میں اس قدر پھڑکے

کہوں گا حق یقین ہو یا نہ ہو تم کو مرے کچ پر
لگے ہے آپ کا دل کس طرح دروں کی کچ کچ پر
نہیں ہوتی ہے نیت سیروں کی اس کچا کھچ پر
وہ عالم جبکہ آجاتا ہے اپنی بات کی کچ پر
پہا پر گزرتا ہے شامت کا مارا اتنی کچ کچ پر
کہ باز دھوٹے گردنوں ہوئے لوہو میں کچ کچ پر

ظفر دل کا نکل مضبوط ہوتا ہے تو موت سے

نہ ہو قوف اس کا استحکام چونکہ ہے نے گچی پر

کیا جب جسے کہ مارا دل غمناک میں تیر
سرکشی ہے سزا تیری یہی اے گروں
ان کو انجم نہ کہو آتے ہیں سوفا نظر
کس لٹا انداز نے کی دوت میں وہ راندازی
جو کہ دنیا میں ہیں آلودہ یہ کاوش ہے انہیں
دیکھنا جب محبت کہ نہ نکلا ہرگز
عشق کے رستہ میں ہر گام پہنچتا ہے
دیگر

نہ وہ بنا کے لگائے وہ مرے خاک میں تیر
کھکشاں دیتی ہے ہر شب جو تری ماگ میں تیر
ہیٹھے آہو کے مرے سینا فلاک میں تیر
کوسوں ہر سمت پر اے ہیں خس و خاشاک میں تیر
ہے ہر اک رنگ گویا تنہا پاک میں تیر
رہ گیا ٹوٹ کے اس کا دل سد پاک میں تیر
ہیں برستے ظفر اس راہ خطرناک میں تیر

زلف سیر کی تیرے لگ اے شوخ پری دھار ہا اور
سوتے سوتے چونک اٹھے وہ شب جو میر و مالوں سے
آتا ہے جو دیکھنے کو اپنے مریض الفت کے

یہ تو بلا کچھ اور ہے کافر یہ تو کچھ اسرار ہا اور
بولے یہ تو مالاں کوئی آج ہیں دیوار ہا اور
دیکھ کے تیری آنکھوں کو ہو جاتا وہ بیمار ہا اور

کیک اور اسی لیتا کیکی چال تری اے مخزن خرام
چشم کا لڑنا سب نے دیکھا جانی کسی نے دیکھے نہ ڈھنگ
غیر طیب عشق ہو کس سے تیرے مریض غم کا علاج
عشق ہے شاہنشاہ ظفر تم اس کی درگدانی میں

دیگر

پہو چھو دو ستون ہم سب حال دل کہیں کیونکر
الچٹا آکے ہے سودا کیوں سے اس کی زلفونگے
مردو جب کہے ابو کو تیرے دیکھ کر مالم
مرے پیغام دہان لیجا کے قاصد و لمیس کہتے ہیں
ترے ہاتھوں سے ہو کر مضطرب کیا کیا تر پتا ہے
لب ہر دم دل جب تک کہ سینہ میں نہ گویا
تغافل ہی میں دیتا ہے آخر کام عاشق
و گھر

نہ رکھ کسی سے طریق تہدی میں
بنایا دشمن انہیں اپنا چھیز کر میں نے الہی لڑتے ہیں کیوں
مدرسہ میں طالب علم
نہ آیا وادی مجنوں میں ماتہ لیے

کوئی ہزار کرے امرالابدی میں ہیری

ڈھونڈے کوئی کیا یار کا در چھوڑ کے در اور

ہم دیکھتے ہیں ان کی نظر آج اور

جس وقت ہووے شاک فشاں دیدہ تر اور
اس منزل ہستی سے کوئی آکے عدم سے
گل پھولے سائے نہیں جامہ میں سب کیوں
رسوائے جہاں کیا ہوئے گریہ سے ہم ایدل
جس دن سے تصویر ہمدرد زلف کا تیرے

لیک اوائی جاتی کب ہے یہ تو کچھ رفتار رہا اور
جو کہ اسے لڑانا ہے وہ پہلو میں عیار رہا اور
اس کی دوا کیا جانے کوئی نہ کچھ آزاد رہا اور
جانے ہو تو ادب سے جاؤ تو کچھ دربار رہا اور

کہ یہ تو قصہ کہنے کے نہیں قابل کہیں کیونکر
”تجھے اسے اسحٰب فہم ہم عاقل کہیں کیونکر
تو عارض کو نہ تیرے ہم مدد کا مل کہیں کیونکر
کہ کہنا یہاں تو ہر گ حرف بھی مشکل کہیں کیونکر
ہم اس دل کو نہ اپنے طائر نکل کہیں کیونکر
تو گزریہ ل زخمی پر اے قاتل کہیں کیونکر
ظفر ہمارے وہ ہم اسے غافل کہیں کیونکر

کراے صم ہے ہمیشہ خدا خدی میں ہیر
کان کو مجھ سے ہر ایک گد گدی میں ہیر
پڑھا نہیں نے ہے کیا درس مبتدی میں بی ہیر
غضب ہے تیرے بھی اسے ساربان خدی میں ہیر

کوئی ہزار کرے امرالابدی میں ہیر

اس گھر کے سوا تو نظر آتا نہیں گھر اور

معلوم ہوا اوگو ہے کچھ مد نظر اور

دل پنا جلا اور بڑھا سوز جگر اور
کیا چین سے بیٹھے کہ ہے در پیش سفر اور
کچھ اور ترقی ہوئی آئی ہے کانوں میں اور
ہم کو تو لبودیک ابھی دیدہ تر اور
اویں دن سے مرا حال ہے شام اور بحر اور

ہر چند کہ تیروں سے ہے سبز مرا غریال
گہ روتے ہو گہ ہستے ہو گہ چپ گھبلاں

اس پر بھی کہے جانا ہوں دلک اور جگر اور
حال آہنا ہم دیکھتے ہیں آج ظفر اور

ہے محبت ان بتوں کے دل میں آجانی کچھ اور
تیرے جی میں امرو پر تم کا عالم اور ہے
خون دل ہے یا وہ لگ رنگ و لخت دل کیا ب
کر کے جو اقرار آئے تھے ہالائے نہ ہم
ور دنیاں اور ہیں در بدن کچھ اور ہیں
دل سے کیا چھوٹے خیال زلف ہے شامت کی مار
یون تو عالم میں جزاروں ہیں جند ان اس ظفر

کفر تو یہ ہے پر اس میں ہے مسلمانی کچھ اور
ہیں منکر جو برقع صفائی کچھ اور
اس سے بھی اس دل سوا ہو گی پریشانی کچھ اور
حضرت دل کا ہے یہ سامان مہمانی کچھ اور
اعل لب کچھ اور ہیں لعل بد خشنائی کچھ اور
لکھی ہے اس کی تو قسمت میں پریشانی کچھ اور
پر تمہارا ہے یہ انداز عداوتی کچھ اور

دیگر

لگ گیا دل تو تان دلربا کی راہ پر
سر پہیلی پر نہ رکھ لے جب تک سربار عشق
دل کے ہر روزن سے تیرا زخمی تیر تم
عشق بچائے جدھر کیونکر اظہر جائیں نہ ہم
کو چہ جا ماں کے جانے کی نکالی ہے یہ راہ
فیض محشر سے نختے ہی وقت خرام
پا ہتے ہیں کب نشان اپنا وہ مثل نقش پا
دل سے ہوں کیونکر طریق آشنائی میں خلافت

آئے پیکار کو کیونکر خدا کی راہ پر
رکھ سکے کیونکر اپنا وفا کی راہ پر
چشم بر رہ ہے سدا پیک فضا کی راہ پر
پا ہے ہر کو چلنا رہنا کی راہ پر
خاک ہو کر آئے ہیں ہم صبا کی راہ پر
ٹھو کریں کھاتے پھریں اس پر جفا کی راہ پر
جو کہ مت جانے کو بیٹھے ہیں گنج کی راہ پر
آشنا وہ ہے کہ جو آشنا کی راہ پر

ہے حرا ط المستقیم اس کے لئے جیسے ظفر
بڑھے جو عشق کے شعلہ سے دل کے داغ نور
پڑے شراب میں گر عکس روئے ساقی کا
کمر کو اس کی شب تا زلف میں ڈھونڈھے
وہ ماہ باغ میں جس وقت یار سے وہ چشمی
کرے جو خال رخ یار سے وہ چشمی
بغیر تیرے وہ عاشق کے حق میں مار ستر

استقامت کی ہے تسلیم و رضا کی راہ پر
شیر ہو نچے شمع کا نور اس کو نے چراغ کا نور
فروں ہو نور سے خورشید کے باغ کا نور
کہاں ہے عقل میں یہ طاقت سراغ کا نور
تو دیکھے پھر کوئی اس وقت صحن باغ کا نور
تو پھر یقین ہے کہ اوڑ جائے زاب کا نور
چراغ محفل یار ان خوش دماغ کا نور

فروغ بخش تانوں کے چہرہ پر
 کھلتا نہیں ہے حال کسی پر کبے بغیر
 ہیں کیوں کہوں تم آؤ کہ لگی کشش سے وہ
 کیا تاب کیا مجال ہماری کہ بوسہ لیں
 بیدار تو تے نہ تے لیک دروہل
 ہم ہیں وہ خاکسار کہ مانند نقش پا
 جو میں کہوں وہ سب گئی جاتی ہے غیر سے
 صورت ہی میری دیکھ کے سب میرے دل کا حال
 کیا خاکساری اپنی کہوں اُسے جا کے میں
 کیا ذکر کچھ کلام میں واقف کے ہو مزا
 جب دل ہو صاف آئینہ چہرہ ہو کہ رعیت
 کیا تاب اوف زبان سے کہوں تیرے برسم میں
 تقدیر کے سوا نہیں ملتا کبے سے بھی

ہمیشہ ان کے ہے دلہائے باغ فراغ کا نور
 رہ دل کی جان لیتے ہیں دلیر کبے بغیر
 آئیں گے دوڑے آپ مرے کھر کبے بغیر
 لب کو تھارے لب سے ملا کر کبے بغیر
 رہتا نہیں ہے عاشق مضطرب کبے بغیر
 در پر جما دیا ترے ہستر کبے بغیر
 آئے تیرا اس کو نہ دم بھر کبے بغیر
 معلوم کر گیا وہ جھگر کبے بغیر
 وہ دور ہے ہیں مجھ سے مکدر کبے بغیر
 محفل میں وصف باد و سافر کبے بغیر
 جوں میں آئے رہے نے منہ پر کبے بغیر
 کدنا ہے شمع واریو ہیں سر کبے بغیر
 دلوانا اسے ظفر ہے تقدیر کبے بغیر

دیگر

آتا ہے یادِ دشمن وہ تیز بارے کر
 جنوں کو قیصر کی جو ماہیت پڑی جنوں میں
 کی دل نے یوں گوارا تیزی تری نگاہ کی
 غمزدہ ہی کی چہری سے ہیں رخ ہو چکے ہم
 دل کو مرے جلاتے گرمی سے حسن کے ہیں
 لاتا تو ہے بڑ پر آتا ہے میرا قاصد
 تندی خوب تیری ہو دے ملاجِ دل کا
 زخم جگر میں میرے کیا بھر رہے ہو مرسم
 خواہاں ظفر ہیں دل کے دلیر کچھ اندھ نہیں

جو سرا اور انکسیر میرا نکواریت لیکر
 نکلے نہ کیونکہ نشتر ہر خار تیز لے کر
 پی جاتی جیسے بادِ ہمنوا تیز لے کر
 تو کیا کرے کا بھر پیکا تیز لے کر
 آتش ہمیشہ ترے رخسار تیز لے کر
 سوا رست لے کر یکبار تیز لیکر
 بھر کھائے کیوں دوا یہ بیمار تیز لے کر
 تم نہیں رکھو سر جبین دو چار تیز لے کر
 اس جنس کو دکھایا زار تیز لے کر

دیگر

جہاں ہر شہر تری شمشیر کی تصویر
 تصویر سے مجھ کے مشابہ ہو مجب کیا
 دل اپنا گرفتہ ہوا حوال پریشان
 گھر ہے محلِ غلہ سے کیا تیرا مشابہ

جہاں بھی ہے سیدھی تری اک تیر کی تصویر
 وحشت میں ترے عاشقِ دلگیر کی تصویر
 دیکھی جو تری زلف گرہ گیر کی تصویر
 گویا وہ مکان ہے اسی تیر کی تصویر

خنجر ہو ترا حلق سینہ میں ترا تیر
حیران رہے خود مصورت تصویر مصور

یوں چاہیے کھینچی تری چکر کی تصویر
کھینچا اگر اس مالم تصویر کی تصویر

قربان ظفر میں قلم شوق کماپے

کچھ ہے مرے دل پہ مرے صبر کی تصویر

عشق میں کیونکر جہیں ہم اپنا سینہ کو لکر
واوا کیا صانع قدرت نے آنکھوں میں تری
تجہ ہمسرتیر سارے کے نہ کوئی بن سکے
باتع ٹوٹیں مختصبتیرے کہ تو نے شکل دل
گر کبھی ہو وصل کی یکشب تو ہم اس کے عوض
پارہ پارہ کر دیا سنگ ستم سے ہے ستم

جہی میں بے کھائیں ہرے کا گنبد کھڑ
بھر دیے موتی سے اسماہ شیر کو لکر
تجہ کر رہ جائیں لوہا لے قرینہ کو لکر
ریزہ ریزہ کر دیا پتھر سے مینا کو لکر
دن گزاریں چھاتی اپنی اک مہینا کو لکر
اسے پریرہ تو نے دل کا آگینہ کو لکر

ظلم بد جو ہر سے کیا نقصان شریفوں کو ملے

کب گھٹائے قدر لوہا گنبد کو لکر

وہ زور و محبت سے دھکے داغ کا نور
پارے شراب میں گر نکلس روئے ساقی کا
نظر لگائے اگر اس کے خال عارض کو
خجل چمن میں ہو گیا روشنی صبح بہار
نظر میں وحشیوں کے جوش ماہتاب سے آج
وہا ہر ہو تو اس چاندنی محل سے بھی
ظفر سخن کی مرے روشنی بڑھاتی ہے

نہا ہو نچے شمع کا اور اس کو نے چراغ کا نور
تو آفتاب سے ہمتاب ہو ایلاغ کا نور
تو یہ دعا ہے کہ اوڑ جائی چٹم زاع کا نور
جو دیکھے چرخ و خوبان رشک باغ کا نور
عجب طرح کا ہے دلمان کوہ و راغ کا نور
زیادہ ہو دے مرے گوشہ فراغ کا نور
نکاہ ویدہ ہل ران خوش دماغ کا نور

جوں رکھے اور کرے مشر سے بیاں اور

جربا ت پر اس کے ہو مجھے کیوں نگماں اور

دن اور ہے رات اور زمین اور زماں اور
یکبار کئے نذر دل و جاں ترے دونوں
وے جام پہ گر جام پیا پے مجھے ساقی
جل جائے گی اے برق نہو دیکھ مقابل
کچھ چشم تر اور سوز جگر پر نہیں موقوف
کس طرح غم یا رگو میں دل سے نکالوں

رہتے ہیں زخود رفت جہاں ہے وہ جہاں اور
اب کیا تجھے دیں ہم کہ ندول اور نہ جاں اور
میں بس نہ کیوں مشر سے کہے جاؤں کہ ہاں اور
ہے سوختہ جانوں کا دم شعلہ فشاں اور
افشاں محبت کے بہت سے ہیں نشان اور
جائے یہ کہاں اس کا ٹھکانا ہے کہاں اور

دل میں تو ہزاروں میں ہیں ابھی زخم نہاں اور
ہوتی ہے مرے خون سے تری تیغ رواں اور
اس سے نہیں بہتر کوئی پردہ کا مکان اور
رکھ دے مری چھاتی پہ کوئی سنگ گراں اور
ہوتا تری زباں سے ہے جگہ خفقاں اور

بہتے ہیں ظفر اشک دم ضبط نغاں اور

کیا ہووگا اک چاک کو سینہ کے سے سے
یہ شوق شہادت کی ہے تاثیر کہ قاتل
دوں دل میں جگہ کیونکہ نہ اس پردہ نقیص کو
محفل سے اٹھا غیر کو اور اس کی غرض تو
تو کھر کو سدھار اپنے خدا کے لئے ماح

مینہ خوب برستا ہے جو ہوتی ہے ہوا بند

رؤیف الہائے ہندی

میں نہیں کہتا کہ دل تو نے لیا جان تو چھوڑ

پہ خدا کے لیے کافر مرا ایمان تو چھوڑ

مطلع ثانی

بیزیاں چھوڑ پہ زلف پہیشان تو چھوڑ
استقد و ست درازی نہ کر اسے وسط جنوں
کرتے دنیا کو ہو سامان عیب تم اتنا
جہنمیں اندر پہ تم سے دل نسل پہ
ہووے اس کو رٹھا پہ جو پری دیوانی
تیر ثابت نہ چھوڑا کوئی دل میں تو نے
دل کہتر ہے مرا جال میں زلفوں کے ترے
شیوہ ۱

جب کہا میں نے کہ چھوڑو گناہ میں آج تمہیں
لے گئے ساتھ ظفر سب وہ مرا صبر و قرار

دولت حسن پہ تو کوئی تکہبان تو چھوڑ
چھوڑ ثابت نہ اگر جیب کو دامان تو چھوڑ
حاکم جہاں گئے یاں کا سینیں سامان تو چھوڑ
ہاتھ اک کھینچ کے شمشیر صفا بان تو چھوڑ
اور اگر کچھ نہ کرے دے وہ پرستان تو چھوڑ
پہ جگر میں کوئی ٹوٹا ہوا پیکان تو چھوڑ
تو چھوڑ اس کو اگر سمجھے ہے گردان تو چھوڑ
روشن آن وارا اپنی تو اک آن تو چھوڑ
لگے کہنے کہ ذرا پردہ دالان تو چھوڑ
لیکن البتہ گئے حسرت و ارمان تو چھوڑ

رؤیف الہائے مجمعہ

یوں ہوا دل میں مرے یار کا پیکان عزیز
بخدا اسے بت بدکیش کہ ہمکو تجھ سے
عزت اس روئے کتابی کی کرے کیونکر
شیخ رو جس کے لگے دل کو ترے وصل کی بو

جس طرح آیا ہو کھر میں کوئی مہمان عزیز
نہ تو ہے دین عزیز اور نہ ایمان عزیز
ہووے کس وجہ مسلمان کو نہ قرآن عزیز
مصل پروانہ اسے اپنی نہیں جان عزیز

ماصحا ہاتھ اوٹھا فکرِ رفو سے کہ ہمیں
نہ کھلا ہم پہ یہ مضمون کہ عدم میں جا کر
اے ظفر ہے وہ ستمکار نہایت سفاک

دست و حشمت سے نہیں اپنا گریبان عزیز
کیونکہ ہمیں خط نہیں لکھتے کسی عنوان عزیز
دل نہ دے اپنا اسے دیکھ کہاں عزیز

دگر

کس وقت گھونٹا ہے تمہیں یہ غلام حیر
حیر ہے میکوں کی طہمت میں مور عی
لایا جواب خط کا ہے بلکہ کہ باصوب
کیا جانے کیا ارادہ ہے ان کا کہ ہر طرف
کہتا ہے رنگِ سرمہ سے تیغِ نگاہ کو
کس طرح کوئی اہلِ یلو نہار کو
گری ہے کیا عی یار کے چہرے میں زیرِ زلف
میداد و ظلم پیش نے کچھ آج بے طرح
حیر لہجے کے لئے ہے ظفر مفید

کرتے ہو تیز ہو کے ہوائیے کلام تیز
ساقی شراب دے ہے جوان کو عدم تیز
تاکہ کچھ خوشی سے ادھر ہے خرام تیز
کافہ کے دوزخ نے لگے گھوڑے عدم تیز
وقتِ قتل عاشق بے غلہ و نام تیز
رو کے کلام جائے ہے یہ بد کلام تیز
دیکھنا آفتاب کو یوں وقتِ شام تیز
کی ہے چھری ہر اس سیرانِ دام تیز
کر دینا کدو بن کو بے ایک جام تیز

دگر

لے میرے پے قتل نہ تیغِ دو دم تیز

تو دونوں بھریں اپنی بناد گئی غم تیز

مطلع

معلوم نہیں نامہ میں ہے کیا رقم تیز
ست آئے کہ تیز آئے مری آنکھ سے آنسو
سب حال کہے دے سے مرا ابنِ کہے سب سے
اس عاشق بیدا پہ مہمگر نہ روا دکھ
کو دیکھے تجھے یہ کہے فائدہ نہ دیکھا
سرکش ہو عدوِ گرمر میدانِ کتابت

جو نامہ ہے آتا ہے اولٹھانے قدم تیز
بے محمو غم ست ہے اے دل نہ غم تیز
کدی حواں اور یہ ہر لحظہ دم تیز
یہ سستی الطاف اور اتنا قسم تیز
جانا نہ گرم ایسا نہ ایسا قسم تیز
ہو حجر تیز اے ظفر اپنا قلم تیز

کر تو خوشی سے حرف و حکایات چند روز
دنیا مثالِ فاشد جاتی ہے جس کے پاس
تو جانے گرم و سرد زمانہ کو اس لئے
بیٹھا ہے احتکاف میں کیا زاہدوں کی طرح
ہو جلد ہوشیار کہ جاتے ہیں ہاتھ سے

اے یار پھر کہاں کہ یہ ہے بات چند روز
رہتی ہے اس کے پاس یہ بد ذات چند روز
گرمی کبھی ہے اور کبھی برسات چند روز
تو اونٹوں کے کر لے سیر خرابات چند روز
غافل نشاط و عیش کے مہیات چند روز

کچھ لطف زندگی کا اگر ہے اسی میں ہے ہے یہ جو دوستو کی ملاقات چند روز

فرصت بہت ہے کم ہے قیمت کچھ ظفر ہنس بول کر بسر ہو تو اوقات چند روز

کمرے ہے کس لئے سکوار کو تیز
مرے گر دھم کو دھما ہے جراح
سرپاک جگر دست جنوں نے گل خاک شہید حجر مار
مرا ہو پیکر دھم جگر میں
پیام وصل میں ہے یاس و امید
ہزار آتش زبان دشمن ہیں لیکن
نظر کیا کم ہے تیری جنگجو تیز
تو دھو کر ٹیکر شراب مٹکھو تیز
کے ماخن ہیں پھر بعد از رنو میر
رکھے ہے ہو ہوگ مار ہو تیز
بھرت مرچیں اگر وہ سند خو تیز
کچھو ست آئے ہے قاصد کچھو تیز
ظفر سب پر ہے وقت منگھو تیز

دیگر

گیا نہ بھر کا دل سے غم و ملال ایک روز
اگر نہ آیا وہ دو چار روز کیا ہو گا
خیال زلف پڑا اگر یوین خیال مرے
خرام مار سے تو رفتہ رفتہ خرام
چمک چمک کے نہ ہر روز ٹکے یوں خورشید
کمال حسن پہ اسے مدہ جہیں غرور کھر
گلی میں یار کے کر خوب گریہ و زاری

دیگر

آج ہے ٹھنڈی ہوا وے نو شراب اک جام تیز
تیزی رفتار سے قاصد کے ہم پر کھل گیا
قتل کو میرے نگاہ تیز کافی تھی تری
غیر سے آہنگی میں بات کرنی چار سے
جوش وحشت میں ترے بھونگو یہ پرواہ نہیں
گرمی رخسار تیری ہے قیامت زیر زلف
بوسہ مانگو تو طبیعت اس کی ہو جاتی ہے کند

چاہیے ہنکو نثار اے ساقی گلاب تیز
آج لایا ہے وہاں سے کچھ نہ کچھ پیغام تیز
اے سنگر تو نے کس واسطے مصمص تیز
اور ہم سے بولنا یوں اے بت خود کام تیز
خار دریا میں صحرا میں سرمد گام تیز
استعد ہوتا نہیں خورشید وقت شام تیز
اے ظفر ہو جائے ہے دینے کو دشنام تیز

یوں سید تین پہ زلف شکن در شکن دراز
عاشق کو تیرے ہو گا نہ آرام جیتے جی
ماحق زبان شمع بگلیں کشتا
بارے کیا وہ تیشہ آخر نے مختصر
مارے ہے بے زبان وہن زخم لاف عشق
تشبیہ اس کو دوں قدموزوں سے گیارے

چاہو حقیق کے لیے جیسے رسن دراز
جا کر کرے گاپا نوں و وزیر کفن دراز
کمر تے نہ و ہر بان ہو سراٹھن راز
تھا جو کہ قصہ عشق کج اسے کو مکس دراز
پتو زبان دراز نہیں ہے وہن وارز

جانے دے تو نہ چھیڑ ظفر ذکر زلف یار

ہو جائے گا زیا وہ و گرنہ سخن دراز

بارش کے تار جن مرے مڑگان تر کا کس
تالاب پر وہ ماہ جو دیکھے ہے پاندنی
رخسار آئینہ ہے جس میں خطا ہر
سہ گھر میں آفتاب کے ہے کیا کہ جلوہ گر
کہتے ہیں آپ کو وہ ہنر و زمانہ میں
بجھو نہ اس کو مقتدر ثیا فلک پہ ہے

خود شید چرخ ہے مرے داف جگر کا کس
پانی میں رقص کرنا ہے کیا کیا تر کا کس
طولی باغ حسن کا ہمال و پر کا کس
جام شراب میں ہے رخ سمیر کا کس
جن پر کبھی پڑا بھی نہیں ہنر کا کس
اس ماہ جن کے کان کے مقتدر کا کس
وہ آئینہ میں اپنا اور اپنے ظفر کا کس

دیگر

ہر تار زلف کھول نہاے خود پند بس
جس کو سناؤں درد دل آئے نہ اس کو تاب
بر باد خاک ہو چکی اس خاکسار کی
اس روئے آتشیں پہ جو خال آگیا نظر
اتنی زبان دراز نہویاں بھی ہے زبان
ڈرنا ہوں جل نہ جاؤں کہیں خیمہ فلک
رکھ دے پیالہ جتنے کہ پیٹتے تھے روزے
دیگر

بس ہو چکے ہزاروں اسیر گند بس
سننے ہی یہ کہے کہ بس اسے در و مند بس
اے شہسوار روک عنان سمند بس
بس بس اب آگے کیجئے زبان اپنی بد بس
اے آہ سوزناک نہ تو بلند بس
تم آت پی گئے ظفر اس سے دو چند بس

سناؤ اور جو تم دل کو اس غریب کے بس
نہ ہو جو اصل نصیبوں میں کیا چلے تیر
رہے محلہ میں بھی اس کے ہمتو دور ہے
خدا پہ چھوڑ دو بیمار عشق کو اپنے
نہ مشک میں تھی یہ خوشبو نہ آگے ہرین

یہ خاک ہو تو چنار شک سے رقیب کے بس
کسو کا چتا نہیں آگے کچھ نصیب کے بس
گئے جو غیر مکانوں میں سب قریب کے بس
علاقہ دیکھ چکے تم ہر اک طیب کے بس
کے ہیں طرہ مشکیں سے اس صیب کے بس

ذرا بھی پانی نہ گرمی گلوں کے دل میں صبا

یہی تھی مالہ پر سوز عند لب کے بس

کہے ہے عشق ظفر عقل کا نمان کہا

تمام ہو چکے آداب اس ادیب کے بس

جمع کر سکتے نہیں صاحب تدبیر حواس

منتشر کرتی ہے جب گردش تقدیر حواس

کہو اس رعد فرشتے سے نہ ڈراتا

تیرے کھودیا مر مالہ ظہیر حواس

لائے زندائیں جب اس زلف کے سودائی کو

اور ابھی اس کے گئے دیکھ کے زنجیر حواس

بچھے بچاؤ بجا خاک کہ بیری کے سبب

رہے تیرے نہ بجا اے فلک بھر حواس

دل کی دل ہی میں رہی منہ سے نہ کچھ دگی کبھی

گم ہوئے سامنے اس کے دم تقریر حواس

تجربہ سے ہمیں سینہ سپر میں ورنہ

اچھا چھوئے اور ادبی ہے شمشیر حواس

نہیں معلوم ظفر یاوہاس کو کیا چچ

کہ بھولا دیتی ہے زلف گرہ گیر حواس

بعد آزادی بھی دے ہے نہ جانا شیر قفس

ہوش از جاتے ہیں گرد کھوں ہوں تصور قفس

تم تہن میں کر رہے ہیں آشیان اپنا درست

کرتا ہے صیاد فکر دام و تہ قفس

سلیکروں جانیں ترے ہاتھوں سے اے صیاد و ش

یوں گرفتاری میں ہیں جیسے عصا قفس

بادشاہ گل دلا کر کو کرتی ہے نگار

ہے بجا چوب قفس کو گر کبوں تیر قفس

جبکہ بلبل کر دیا منصب ہزاری عشق نے

کی مقرر اس کی خاطر پہلے جاگیر قفس

جنگل صیاد جفا پیشہ نے ڈالا قید میں

نے تصور دام ہے اس میں نہ تقسیم قفس

شاخ گل میں چا پیے لٹکا تا اس کا اے ظفر

برہمتی اس لئے سے ہے بلبل کی تو قیر قفس

باب انہیں معجزہ

اٹھکوں سے مرے رہتی ہے جزا کی بارش

برسوں سے یہاں ہے یو ہیں برساگی بارش

آتے ہیں خیال اتنے محبت میں تمہارے

رکھتی ہے مرے دل پہ خیالات کی بارش

رونے سے مرے یار گویاں آنے سے روکا

مالع ہوئی افسوس ملاقات کی بارش

اب اس کے عوض گالیوں کی رہتی ہے بو چھار

تھی آگے جو الطاف منایات کی بارش

ہمارے و مژگان سے ترے دل پہ ہمارے

تیروں کی ہی کثرت سے اشارات کی بارش

میں سے اگر شیش میں کچھ بھی ہو کرامت

ہوتی نہیں باتوں سے گرامات کی بارش

کچھ ہو کہ پانی وہیں ہو چکے ظفر ہم

کب روکتی ہے اجڑا بات کی بارش

دیگر

نہ خبری مری اس پیغمبری کو شتاباش

نامہ بر لے ہی کے تو آنا مرے خط کا جواب

خوب اس زلف کے سودے میں دلاتو اولہجا

کیا پرواز کی تکلیف سے آزاد مجھے

نظر مہر سے اس مہر بھانے دیکھا

غیب جوئی میں ہیں جو اہل ہنر کے اونے

دل سے جاتا ہی نہیں تیرے ظفر اس کا خیال

دیگر

کیا ابو بہار سے ساقی نسیم خوش

خوش آئی بوئے مشک کسی جب دماغ سے

ان تیرے سر خوشوں کے لئے کوئی میغ خوش

تیرے مریض عشق کو مرنے کی ہے خوشی

گر ہو پسند اسے پر وہ نشیں تھے

بیت الحزن میں یار ترے غمزدہ نے پاس

جو ہے یہاں مسافر نا خوش چائے ظفر

تمکو بے بو سے دل اپنا دوں چہ خوش

میں ن خوشا نہ بھی اگر اس کی کروں

ہے وہ جاناں دشمن جاتی مرا

تو پیہ خوش خوش دہان غیروں میں سے

انھو گیا جو پاس کر کے غیر کا

وادی وحشت میں میری طرح سے

وہ خطا داروں میں ٹھہرائیں مجھے

ہوں وہ مشکل زلف برہم اور میں

اے ظفر دامن سے اس سفاک کے

مر گیا میں تری بیدارگری کو شتاباش

آخرین تیکو ترے نامہ بری کو شتاباش

خلو اور اس تری آشتیہ سری کو شتاباش

کہوں کس طرح نہ بے بال و پری کو شتاباش

کچھ تو تا شیر کی آہری کو شتاباش

مجھے محفوظ رکھا ہے ہنری کو شتاباش

خوب شیشہ میں اتارا ہے پری کو شتاباش

رکھی ہے دیکھو خوش پر اپنے کلیم خوش

اس زلف مہرین کے بھری ہو نسیم خوش

آب و ہوا کے خوش سے ہے ساقی نسیم خوش

دیکھا سوائے اس کے نہ کوئی نسیم خوش

ہے شرم منظر مری خوش دل حریم خوش

چراغ ہمنشیں خوش مرفم نہ نسیم خوش

پایا نہ اس سرا میں کوئی بھی نسیم خوش

تم ہو خوش میں وادنا خوش ہوں چہ خوش

ہو کے وہ نا خوش کہے ہے یوں چہ خوش

دوست اپنا اس کو میں جانوں چہ خوش

کھاؤں میں یاں رشک سے انہیں چہ خوش

اس کو پھر میں پاس بٹھلاؤں چہ خوش

خاک لڑائے تو بھی اسے مجھوں چہ خوش

ان کو میں خطا لکھ کے بچھاؤں چہ خوش

ان کی زلفوں کی بلائیں لوں چہ خوش

کوئی دھوڑا لے ہمارا خوں چہ خوش

جیسے نکالی تو نے ہوائے ہمیشیں تراش
کرتی ہواس کی ساعدہ زک سے ہمسری
دل کو تراشا کاوش مڑگاں نے اس کے یوں
بوسے کو اس زمین کے فلک سے جھکے ہلال
ایک قطرہ خوں نہیں غم و اندوہ کے سوا
سرد کوئی س مجھ کے دل سرد کو مرے

لاکھوں حصیں ہیں ایک کی ایسی نہیں تراش
کچھ نکلوں چمن سے شاخ گل یا سبیں تراش
جیسے تراشا ہے نکلیں کو نکلیں تراش
جس جائے پھینکے ماخن ماہ جہیں تراش
باہر اگر نہیں دل اندوہ نہیں تراش
ڈر ہے کہ وہ چھری نڈا لے گئی تراش

منظور ہے ظفر کو لکھنے صفت و ثمر یار

فرس کے دے قلم کوئی اے ہمیشیں تراش

دیگر

تیرے وہام خدا ہے صنم سبک تراش
باغیان دیکھنا گلشت پہ فدا جو تری
جنگلو یوں کو جو ہتی ہے لڑائی منظور
دست مازک کو نکھر نچو ادھر لاشمیر
حق سے موج تبسم کے مرا غلچہ دہن
اس کے خاتم کے لئے پارہ دل سے مرے
خوشنویس ایسا ہے تو دیکھ کے ہوتے ہیں غل

بت تراشی نہ کریں دیکھا سے سبک تراش
والا رنگ سے شاخ گل اور ن تراش
دل سے مضمون کرتی لیتے ہیں پے جنگ تراش
دکھ دے سر آپ ہی ہا عاشق بیگ تراش
باغ میں دے بھر نچے دل نکل تراش
اے نکلیں ساز نکلیں لعل کا خوش رنگ تراش
تیرے خامہ کے ظفر صاحب فرہنگ تراش

دیگر

نہو کیوں تجھ بزم عشرت میں گردش
بھنور کی طرح رکھتی ہے آشنائی
وہ کب ٹھہرتے ہیں زمین پر کہ جھکے
جلا شمع کے گرد پروانہ پھر کر
گولے کے مانند جھکے مٹی
پھر امہر زردار ہو کر جہاں میں

کہ جوں ساغر مے ہے قیمت میں گردش
مرے ساتھ بحر محبت میں گردش
فلک کی طرح ہے طبیعت میں گردش
ہوئی رہنا سوزا الفت میں گردش
لئے پھرتی ہے دشت و دشت میں گردش
رہا مل دولت کو دولت میں گردش

ظفر ہم بورہتے ہیں آوارگی میں

نصیبوں کی ہے یہ حقیقت میں گردش

روایا اصدا و ہمل

میرے غمخواروں میں ہے میرا دل غمناک خاک

کیوں نہ غم کھائے کہ ہواس کی یہی خوارک خاص
پر یہ میرا صید دل ہے قابل فزا ک خاص

اور یوں تو ہزاروں ہیں شکاراے شہسوار
وہ سمندر مار کو کرتا ہے گیا کیا گرم خیز
قاصدان اٹک جوتے رواں ہیں رات دن
ارب فیضان سے سستے کب کب ہیں لعل لخت دل
خاکساروں میں تم اپنے خاں کہتے ہو ہمیں

پر یہ میرا صید دل ہے قافلہ فتراک خاص
جہاں کے واسطے یہ قومن چلاک خاں
واسطے دل کے بڑ لاگی ہے یہ ڈاک خاں
یہ قومن بڑ سنانے والے دیدہ غمناک خاں
اور ملتے ہیں سوا ہم خاک میں ہیں خاک خاص

یوں قتل عام کرتے ہیں وہ سب مار واد

پر ظفر اس کام کا ہے غمزہ سناک خاص

سمجھتا ہے جسے یاروں میں تو خاص
حسین تو اور بھی ہیں خا سے خا سے
مرے چاک جگر کے واسطے
ہا انا عاشق شیدا کو ماحق
کرم ہے عام تیرا پر مخمی پو
گلی میں تیرے جائیں دوست کیونکر
یہی ہے خاصہ عاشقوں کا

تری ہوتی جہاں سے گفتگو خاص
مگر سب میں ہے تو اسے ماہر و خاص
مگر سب میں ہے تو اسے ماہر و خاص
ترانا رنوناں
یہ ہے تری ہی خواہ شعلہ خاں
ستم کرنا ہے تو اسے جنگجو خاص
کہ وہ تو ہو گئی جائے بعد و خاں
ظفر پیٹتے ہیں وہ دل کا ابو خاص

دیگر

دیکھا سو بار یہاں ماہ پر انوار میں نقص
سر دھری میں جو گرم ہو آتش خو
نخت جانوں پہ گمراہ کہ جی ڈرتا ہے
ہنرہ سخن اور ہوا زب چمن
کہتے تھے رہنے کو دور روز بھر کا قدم
کھول دے ظرہ مشکین کی جو تو ایک گرہ
کرے ظاہر نہ کمال اپنے ظفر امل کمال
دیگر

لیک پایا نہ کبھی ہم نے رشیا میں نقص
ہے یہ میرے اثر آہر بار میں نص
کہیں آجائے نہ قافلہ تری تلواریں نقص
خط سے آیا نہ بیمار گل رخسار میں نقص
واہ اسے عہد شکن اتنا بھی اقرار میں نقص
کچھ وہ اپنا کمالات کے اظہار میں نقص

لگ گیا کاری جگر پر جس کے زخم تیرا حرص
حرص کے ہاتھوں نہ کیونکر کشمکش میں ہوں حرص
سیکڑوں قیصر و محل بن جائیں گے اور بن گئے
رہیں میدان توکل میں قدم گیا وہ حرص
مال کے بھگتے ہیں لیکن مال قسمت میں کہاں

وہ رہا جب تک رہا بیتاب وہ فحش حرص
حرص و انگیران کی وہ ہیں دامن گیر حرص
پر نہیں ہونے کی پوری مضمون قیصر حرص
جو کہ ہیں روز ازل سے پائے در زنجیر حرص
امل دنیا کھاتے ہیں تیرا ہوس شمشیر حرص

رکھتے ہیں دولت روا اپنی جو دنیا میں حربیں

یہ قصور ان کا نہیں اسے ظفر تقصیر حرص

سب آفتیں بری نہیں پرا لبت علی الخصوص

سب غم ہیں سخت پرا لبت علی الخصوص

ہرما ز غم وہ اس کا قیامت سے کم نہیں

اور پھر وہ جلوہ قدرت علی الخصوص

کوئی ہے چشم یار جب ایسا قتل عام

ہوتی مرے طرف ہر اشارت علی الخصوص

ہے صاف جوش میں نقصان آمیز

اور پھر یا کہیں گریہ کی شدت علی الخصوص

ہم و دشمنوں کو چین سے وحشت بٹھا چکی

اور اس دنگا و چشم کی وحشت علی الخصوص

سب ان کے ما پسند مضامین دوستی

اور اس میں دشمنوں کی شکایت علی الخصوص

جتنے کہ شیوہ خوب تھے دنیا سے اٹھ گئے

اور اسے ظفر طریق مروت علی الخصوص

روایف الضاد مجملہ

رکھتا نہیں ہے ہم سے جو وہ بیوفا عرض

تو ہم بھی بغیر غرض ہیں ہمیں ساسے کیا عرض

ہم ان کے ٹکٹی ہوں نہ کیوں وصل کے لیے

دنیا میں کب نکلتی ہے بے ہمتا عرض

مطلب نہ ظلم سے ہے نہ تیرے ستم سے کام

ہم کو فاسے اپنی ہاسے پر جفا عرض

کام اپنا ہو گیا نگہ یار سے تمام

اب تجھ سے کیا رہی ہے ہمیں اقتضا عرض

ماحق بناؤں اپنے لئے اور مدی

کیا جاؤں میں وہاں مجھے کچھ مدعا عرض

کوئی برا کہے ہمیں یا عشق میں بھلا

ہم کو برے بھلے سے نہیں ماسحا عرض

ہم اس چمن میں فنیہ تصویر ہیں ہمیں

مطلب نسیم سے ہے نہ تجھ سے صبا عرض

دل جانتا ہے جیسے یہ کافر ہیں سنگدل

ڈالے نمان بتوں سے کسی کی خدا عرض

کیا حال آشناؤں کا تجھ سے ظفر کہوں

ہیں آشنا عرض کے پیا آشنا عرض

دیگر

سا قیلہ ہو نچے ہے تیرے جام سے عالم کو فیض

مذہب نہیں ہم کو دگاما کہ نہیں ہے ہم کو فیض

ہوں نہ صاحب دل کبھی محتاج فیض جام جم

بلکہ ان کے ساغر دل سے ہو جام ہم کو فیض

رکھتی ہے جاری ہمیشہ آنسوں سے فیض نہر

دیکھنا منظور ہے کیا میری چشم ہم کو فیض

عشق میں ہے بس نصیحت ہم کو غم اور غم کو ہم

یہ سو نچا ہے غم سے ہم کو فیض ہم سے غم کو فیض

ہو تو شاید کچھ تہہ رے ہی لب جان بخش سے

ورنہ ہو بھسی سے کیا اس عاشق بیدم کو فیض

عمر بھر کھلایا کیے تم حضرت دل چچا و تاب

کیا اونٹن یا چمڑ کر اس کا کل پر ہم کو فیض

ہے کھات فیض روئی سے ظاہر اسے ظفر

جو کہ ہو نچا خالق کو نمن سے آدم کو فیض

دیگر

تیرے دیوانہ کو کیا گمانے بجانے سے غرض
مطلع ثانی

سوزش دل کے بھجانے سے نہیں ہم کو غرض
خط لکھیں کیوں نہ نہیں نصف ملاقات ہے خط
پر کدورت ہو کہ ہے صاف تر اول لیکن
اپنے گھر آج مرے گھر سے ہے جانا منظور
میری باتوں میں اگر ہووے نہ بوالہت کی
وے کے دل اپنا سے اب سے ہوتے بے پروا
روایہ اگلے مہل

کس کس کے نام آئے ہیں اس مشوہ گر کے خط
مطلع ثانی

دلوادے یاد کوئی انہیں یاد کر کے خط
تابان ہیں نور عشق سے مثل خطوط مہر
کرتا ہے کہکشاں کو شب تار میں نخل
سو کھرے دل کے ہو گئے پر جسم پر گہن
حال اپنا لکھ کے آئے جو روانہ بھی مجھے
تا شیر کچھ تو کی ہے مرے دوا دہ نے
ہے یہ خط کہ نگرے نہ قاصد کے دے اور
ہوں لاکھ خوشنویس اگر خط نسخ میں
دیگر

جب لکھا اسے عذر میں نصیب کے خط
خط کے ہو نچا نیکی قاصد سے نہیں جا امید
اللہ اللہ ری نذاکت کہ رخ نما زک پر

سید کو بی سے غرض شوق بچانے سے غرض

بلکہ رونے سے غرض آنسو بہا سے غرض
بچے میں شوق ملاقات بچانے سے غرض
ہم کو کوچے میں ترسناک لانے سے غرض
ورنہ کیا غسل کے ہاں گویا بھانے سے غرض
تو پھر اس شوق کو کیا مالک چہا جانے سے غرض
ہم نہیں رکھتے ظفر ایک زمانے سے غرض

ہیں آج دونوں ہاتھوں میں جو مامہ کے خط

نگیہ سٹکے وہ بھول گئے میرا دھڑ کے خط
ہیں گرد جو نہلوں سے داغ جگر کے خط
اس سہ جہیں کے مانگ کا بانو میں سر کے خط
ظاہر پر اندوار سے تیغ ظفر کے خط
یہ جائے نبوش گر یہ اس چشم تر کے خط
آیا نفل جو رخ یہ ہے اس بے ر کے خط
پھینکا بلا سے قینچی سے اس نے کتر کے خط
پوہر کسیر کا خوب نہ خط سے ظفر کے خط

اس خطاوار کا پھینک اس نے دیا چہ کے خط
بھیجتے ہم تو بھروسے پہ ہیں تقدیر کے خط
پڑتے بالوں سے ہیں اس زلف گرہ گیر کے خط

دسترس ہاتھ تک اس کے جو نہیں قاصد کو
سر و مہری کے جتانے کا یہی ہے عنوان
جس نے تصویر پہ دیکھا نہ کبھی ہو ہالہ
جس کا خط آپ کو تر اثر شوق سے ہو
ہے ہر اس کی حفاظت تو بدن پر تیرے
شوق پاؤں کو دیکھا جو ظفر ہر خط میں
دیگر

زر ہے کیا مہروں کی جہلاتات شرط
رکھتے ہر وقت ہیں جو لطف و کرم کا شیعہ
کچھ تپش دل میں ہو تو چشم سے برسیں آنسو
نعت غلہ ہے موقوف کرم پر اس کے
نہیں یہ وقت کوئی امر کا ازہر نماز
سر کا رکھنا نہیں آساں یہ شمشیر ستم
بانے دل زلف میں بے دانت جنت کیونکر

دیگر

اوکی ظاہر آشنائی ہے فقط
کیوں لڑائی آنکھ سے غیر سے
دل کو سودا ہے جو فحش ہے زلف پر
ہم کو کافی منزل مقصود تک
جان تک دیا بلا یہ شور عشق
گر غنم میں عشق کی گرمی نہیں
کیا لکھوں قاصد اسے اشکو کی طغیانی میں خط
ہو لکھا نقد پر کا معلوم کس عنوان ہمیں
قتل کرنے کو ہمارے کم نہیں شمشیر سے
کیا قبائے پڑا تو سے کام مجنون کو کہ ہیں
ہم تر سے روئے کتابی کو ہیں محض جانتے
بندہ گیا ہے جب سے اس زلف پریشان کا خیال
صفحہ عالم پہ ہیں جتنے خداں اسے ظفر

رکھ تو دے سامنے وہ اس بت بے پیر کے خط
اس نے لکھا مجھے کاغذ پہ جو کشمیر کے خط
دیکھے چہرہ پہ وہ اس عالم تصویر کے خط
بانہ سے بازو پہ وہ کیوں مرغ ہوا گیر کے خط
نہ پڑے ایک بھی سودا ر سے شمشیر کے خط
اسے تلوں سے ملے عاشق و لگیر کے خط

بلکہ نقد دل و جاں بھی ہے مدارات کو شرط
ہو تا اک وقت نہیں ان کی عنایت کو شرط
یعنی ہاں تھوڑی سی گرمی بھی ہے برسات کو شرط
ترک کرنا نہیں دنیا کی جہلاتات کو شرط
عبط او قات ہے مردان خوش او قات کو شرط
اسے سچا راک جو صلا اس بات کو شرط
کہ چہ اٹل از پند ہر ہر وہ ظفر درات کو شرط

وردہ پنہاں بیوفائی ہے فقط
میرے اس کے یل لائی ہے فقط
اس میں کیا ہے کج اوائی ہے فقط
عشق ہی کی رہنمائی ہے فقط
آگ بھی دل میں لگائی ہے فقط
اسے ظفر ہر زہورائی ہے فقط
حرف مت جائیں گے سارے بھیک گریانی میں خط
وہ پڑھا جاتا نہیں ہے جو کہ چھٹائی میں خط
ہمدوں سرمہ کا چشم طہر جانی میں خط
ماخن دست جنوں سے تن پہ مریانی میں خط
ملا جہنا رخ کا تیرے خط قرانی میں خط
ہم غلہ لکھتے ہیں اکثر پریشانی میں خط
لکھتے ہیں تیری غلامی کا خمد اثر میں خط

رویف اظلائے مجھ

ہم تو چلتے ہیں لودھا حاذق

کر چکے تم صحتیں ہم کو

آج کچھ اور طرح چران کی

گر یہی ہیں ہمیشہ زخم پڑم

کیوں نہ رخصت ہو دم مرا جب تم

آج ہے کچھ زیادہ بیتابی

کیوں حفاظت ہم اور کی ڈھونڈیں

بیکہ وکا بتو خدا حاذق چاہے بس ماحو خدا حاذق

سنے ہیں گفتگو خدا حاذق

دل کا پارہ گرو خدا حاذق

دم رخصت کہو خدا حاذق

دل بیتاب کہو خدا حاذق

ہر نفس جبکہ ہو خدا حاذق

اے ظفر جانے دو خدا حاذق

چاہے رخصت ہو راہ عشق میں حق

رویف العین

صنم کو میں نے دیکھا خواب میں جاگے مرے طالع

نصیب اس مہر و ش کا وصل چان کو کہ میں جن کو

میرے گھر آتے آتے رات کو وہ پھر گئے اونٹ

فل بھاگے گا ہو یگا اگر چہ سات تانوں میں

لگایا منے سے اپنے جام سے اے ماہر تو نے

خدا الایا لب بام اس بت خورشید طلعت کو

بھلائی کے عوض وہ جو رانی ہم سے کرتے ہیں

تماشا اک نہانی کا نظر آیا ہے طالع

بھلے دن اور بھلی قسمت بھلے بخت اور بھلے طالع

کچھ ایسے یک بیک برکت میرے ہو گئے طالع

پہ پہلے ایسے ہیں گردش میں اس دیوانہ کے طالع

تماشا ہے کہ کچھ مہر و مد و دنوں ہوئے طالع

وگر نہ میرے تو یا رو بندہ ایسے نہ تھے طالع

قصور ان کا ظفر کیا ہے کہ میں اپنے مرے طالع

وگر

کافہ اس طرح سے دنیا کی ہو خیرات میں رفع

جو غبار آمد گی کا ہو جائے ہے ہر سات میں رفع

وہابیوں میں ترے اعجاز مسیحائی ہے
جام سے تک نہیں پہنچا ابھی نو بہت کہ ہوئی
کیوں لگاتا نہیں تو کھینچ کے قاتل شمشیر
وا عطا فائدہ کیا مدد میں بک بک سے
وہ رہیں آگے اگر شب کو ہمارے گھر میں
مدد سے فخر جہاں تا ہوں ظفر کے دل میں

کہ صد آزاداگر ہوں تو ہوں اک بات میں رفع
رجح میخوار کی ساقی کی ملاقات میں رفع
قصہ یک عمر کا تا ہوا بھی اک بات میں رفع
شب جو دل کا ہے ہوگا وہ خرابا ت میں رفع
اگلے پھلے گئے سبائے ہوں اک رات میں رفع
سب مال آپ کے لطاف و عنایات میں رفع

نہا برو کی طبع ہے نہ گھر نہ ور کی طبع
مطلع مانی

جو بد معاش ہیں ان کو ہے مال و زر کی طبع

نہیں ہے ہم کو سوا اصل سیر کی طبع
رواں ہو پر چاگر لیکے دل کا قاصد شک
طبع کا چھوڑنا آساں نہیں کہ زیر رہیں
تصور لب و دندان یار کی دولت
نگس کی طرح سے پیسے گامد کو اے طماع
اوتھا چکا تر عاشق ہے دو جہاں سے ہاتھ
وہ تیرے خود بان و کمر کا پوچھے مال
فکست و بیجے کسی طرح نفس سرکش کو

نقا ہے عین عنایت سے اک نظر کی طبع
نہ کچھ ہونا مد کی حاجت نہ سیر کی طبع
بشر کے ساتھ ہی جائے ہے پید بشر کی طبع
نہم کو فعل کی خواہش نہ ہے گہر کی طبع
نکمر ملاوت دنیا سے تو شکر کی طبع
ناب ادھر کا ہے لالچ نہ بھا دھر کی طبع
ناب ادھر کا ہے لالچ نہ بھا دھر کی طبع
نہیں ہے اس کے سوا اور کچھ ظفر کی طبع

دیگر

ہو گیا دل صنم ہوش رہا کے تابع
کوئی جاماں کی ہوا سے نہیں جائے گا خلاف
ہم تو مر نیکو میں موجود اگر آئے قضا
خواہ آزاد کرے خواہ گرفتار رکھے
دیکھیں رخصت نظارہ ادھر ہو کہ نہو
میں رہ عشق میں ہوں کیوں جنوں کا محکوم
کوئی آتی ہے ظفر لب پہ شکایت ان کی

کیا کریں ہم کہ ہیں مرضی خدا کے تابع
دل پر سوز کہ ہے شعلہ ہوا کے تابع
پر قضا اپنی بے سے تیغ ادا کے تابع
دل سودا زوہ ہے ذلف و دھا کے تابع
نگہ یار تو ہے شرم و حیا کے تابع
راہ رو چاہیے ہو راہ نما کے تابع
جو کہ ہر حال میں ہیں اس کی رضا کے تابع

دیگر

جگر کے داغ سے ہے جو مرے کنارہ میں شمع

یہ کام آئے کی تاریکی مزار میں شمع

مطلع ثانی

جو سوز آہ ہو دلہائے داغدار میں شمع
جلے ہیں آتش رشک عدم سے ہم ہر شب
مقابل اس رخ روشن سے ہو قمر کیا تاب
جب نہیں پا کر میرے صحر صحر مالہ
وہ روئے رات کو یہ رات دن رہے گریاں
جو آہ میری نہو شعلہ در تو کون مجھے
وہ زبیر ہم جو آتا نہیں شب بعدہ
جائے کون ظفر کو مکس کی تربت پر
ردیف الغین محمد

تو جائے اسے بیکار شعلہ زار میں شمع
بنایا حلق سے کیا ہنکوہم یار میں شمع
کہو تو کہد سداں سے یہ شب ہزار میں شمع
بجھا دھڑکی اس نیگاں حصار میں شمع
سمائے کیونکہ مری انقلاب میں شمع
دکھائے شب کو محبت کی رنگدار میں شمع
تو رات کالے ہے سوئی پر انتظار میں شمع
سوائے سوز محبت کے کو سار میں شمع

ہم کو نہیں رہی ہوس گل ہوائے باغ
دل اس قدر ہے بند غم جہر میں کہ ہے
دو پھول بھی مزار پاؤں کے نہیں فلک
ما باغ ہم نہ ہو غمے نفس ہی میں مر گئے
منظور سیر باغ اگر ہو تو اب مجھے
پھر جام ساقیا کہیں جلدی کپ پھر کہاں

گل اقلب خوں میں تجھت دامن بجائے باغ
زنداں سے تلک تر مرے حق میں انضائے باغ
لیکڑ میں جنھوں نے ہزاروں بنائے باغ
کہ کر کہ ہائے چمن ہائے باغ
داغوں سیا پنے سینہ کے عاشق دکھائے باغ
یہ گل یہ بیڑہ اور یہ لٹھڑی ہوئے باغ

وہ رشک باغ پاس نہیں اپنے اے ظفر

کیا گل خوش آئے اور ہمیں کیا خوش آئے باغ

تو نے جسے کہد یا اے بت پر فن دروغ
دل کو یہ ڈس لیتی ہے جانتا ہوں خوبا سے
دوست جو چچہ وہ ہیں ایک بناور کریں
ہو گئے جنت تم سے نہ چچہ بھی
گل کو ہے نسبت کہاں اس تر سے رخسار سے
لکھے کو تقدیر کے جانتے ہیں ہمتوچ

بات اگر گچ بھی تھی وہ تو گئی بن دروغ
میں نہیں کہتا تری زلف کما گن دروغ
بات بنائیں ہزار آن کے دشمن دروغ
دیتی ہے ہنکوہتا آپ کی چنوں دروغ
بولتے شاعر ہیں اسے غیرت گلشن دروغ
پوچھی میں جو ہے ترے ہے ہر امن دروغ

درد دل اپنا نہ کہہ تو ناحیہ بدرد سے

جانتا ہے ظفر اس کو یہ ہے کون دروغ

کیا جوڑھونڈے خنڈ لے کے اس کے گھر کا سراغ
وہ گم ہوا آپ غنفا کی طرح جوڑھونڈے
ہر شک دیدہ میں خوں ہو کے بہہ لینے ایسے
عدو کے گھر میں جو کچھ آئی روشنی ہی نظر
زمین سے تار فلک ڈھونڈتے پھرتے لیکن
جوراء گم شدہ میں ہو ہم سفر اپنا
گیا جو کشور ہستی سے سوے ملک عدم

دیکھ

ہوا جہاں سے گم میرے سامہ کا سراغ
ترے وہن کا نٹاں اور حیرتی کمر کا سراغ
ملا نہ سینہ میں میرے دل و جگر کا سراغ
تو پایا ہم نے شب اس غیر سے قبر کا سراغ
نے پایا آؤ نے میرے کہیں اثر کا سراغ
تو محفل عمر گزشتہ ہو گم خسر کا سراغ
ظفر کسی نے نہ پایا پھر اس بشر کا سراغ

عشق سفاک اگر کھینچ لے میدان میں تیغ
ساقیادے پر جام مئے تاب شتاب
جیسے بوندہ ہے قاتل تری تیغ اور
نہ ہمد تری تیر ہو جسم قاتل
دونوں مائل ہیں اس اور وہ خدا خیر کرے
چوٹم کافر ہے تیری ریزن ایمان ظالم
ظفر آسان نہیں تابو میں زبان کا رکھنا

دیکھ

آئے رستم کے بھی مردوں کے نہ پھر جان میں تیغ
کھینچے ہے موج ہو اچھ پے گلستا میں تیغ
نہ خراسان میں بے ایسی نہ منشا ہا میں تیغ
ایک عالم کو کرے قتل یا کہ آن میں تیغ
مجھے ڈر ہے کہ نہ تلجائے دل و جان میں تیغ
اور غمزدہ ہے کف ریزن ایمان میں تیغ
آئی مشکل سے ہے یہ قبضہ انسا میں تیغ

چل کر یہ پھر رکئی نہیں ایک آن تیغ
دم عشق کا بھرے کبھی ہرگز نہ بلہوس
اوسان اپنا اور تے ہیں ہے آج کیا سبب
ہمسر نہ تیری اور پرٹم سے بن سکے
بیادہ تو نہیں ترے دورے مین مد جیں
میری نگاہ ہے غضب دیکھ کر جیسے

گویا ہے تیری تیغ زبان بے میان تیغ
کھینچے اگر وہ اپنی لئے امتحان تیغ
تم سان پر لگاتے ہوا سے مہربان تیغ
گر چہ بنائے تیغ گرا سلفہاں تیغ
چکار با ہے سر پہ مرے آسمان تیغ
عجبر تو اٹھنے لے لاماں تیغ

لکھ بحر و قافیا کو بدل کر ظفر غزل

تیزی میں تیرے ہے قلم و زبان تیغ

اوکل کے کوئی ہے دو کلوے دیکھے صاف ہے تیغ
سوال بوسامہ و کیا کب میں نے

تیری نگاہ کوئی سپر خوش خلاف ہے تیغ
جو مجھ پہ کھینچا وہو کے برخلاف ہے تیغ

ہمیشہ سینہ سینہ ہیں ہم بھی سینہ پیر
الہی سرمد ونبالہ وار سے کس پر
وہ چین دیکھ کے ابرو پہ لائیں سکتے
ہر ایک غنچہ گل کے لئے گلستان

اگر چہ سنبلی و سینہ سے تاناف ہے تنق
یاس کی چشم نے کبھی پے مصاف ہے تنق
نبان پہ جو ہر غوبی کھا پنے لاف ہے تنق
یہ تیری موج تبسم جگر شکاف ہے تنق

ظفر ہو قد رسپاہی کی اس زمانہ میں کیا

ہر ایک باندہ حنا تاناف و نور بانف ہے تنق

آج زنیب نو حہر ہے عوار و یغا و درغ
گھر جلا خیمہ جلاٹھسے کہاں جائے کدھر
نور چشم ساقی کوڑ ہے پیا سادشت میں
رہتا تھا جو سر کنارہ مصطفیٰ میں روز و شب
شہ لے صفرا سے کہا یہ خدا کا نور ترا
جسم پر اللہ اکبر کے میدان میں ہزاروں رزم ہیں
باندہ حنا عباس غازی ہے جو مرنے پر کمر
کہتی ہے ہا نو کہ مار سے پیاس کے دم توڑنا
نے کو وی ہے شیر کا قطر کہ منہ میں اس کے ووں
کان میں بائی یکے نے نکالہ کھنچ کر
قاسم نوشاہ کے جوڑے سہانے کے لے
کہہ رہا دو لہا ادھر ہے حسرتا و احسرتا
اے ظفر میں ن کیا کہوں کہتا غم شبیر میں

جنتی سرنگے سر ہے عوار و یغا و درغ
اب نہ گھر چا ورنہ رہے عوار و یغا و درغ
شک لب ہے چشم تر ہے عوار و یغا و درغ
آج وہ سر نیزہ پر ہے عوار و یغا و درغ
انجا اب پائے سفر ہے عوار و یغا و درغ
اور ہو چکا رگر ہے عوار و یغا و درغ
نور چشم کی کمر ہے عوار و یغا و درغ
اصغر تکتہ جگر ہے عوار و یغا و درغ
اور نہ پائی بوند بھر ہے عوار و یغا و درغ
کان سے اس کے گھر ہے عوار و یغا و درغ
سرخ خون جگر ہے عوار و یغا و درغ
کہہ رہی دو لبین ادھر ہے عوار و یغا و درغ
دل مرا آٹھوں پہر ہے عوار و یغا و درغ

دیگر

یہ کہا کس سے تم سے حال دروغ
جانہ کہنے پہ تو رقیبوں کے
حق وہی ہے جو حق کو ہے منظور
جائے صیا و دام سے تیرے
ہو نہ جھگڑا اگر دروغ پسند
اس زمانہ میں ہیں وہ اہل کمال
مدہ ہو ہمتاب تیرے رخ سے غلط
اے سنگم خرام ناز سے تو

ہم کو ہو آپ سے ملال دروغ
بولتے ہیں وہ بد خصال دروغ
اور سارے ہیں قیل و قال دروغ
اور کے مرغ شکستہ بال دروغ
کہ سکے کوئی بھی مجال دروغ
جو کہ ہیں بولتے کمال دروغ
ہمسر ابرو سے ہو بلال دروغ
کمرے دل کو پا کمال دروغ

شیوہ راستی ہے خوب ظفر

بات مند سے نہ تو نکال دروغ

چاہیے نے شمع جھکو نے سرمہ فنک چراغ
جہنیش دامن سے تیرے سائے نیم سجد
یوں پس مڑگان ہے دھڑکی چشم پر شمار
شب دکھا کر تو رخ روشن مگر غارت گری
وقت صحبت یار سے گھر میں اندھیرا پایا
رات کو چوری سے جھانکا جو راوہ شمع رو

داغ دل روشن ہے زیر خاک لہر و غن چراغ
دل نہیں ہوتا چمن میں گل کا پیر روشن چراغ
رکھ دیا جیسے بلا کر ہو پس چلمن چراغ
ساتھ اپنے رات کو رکھتے ہیں کب رہزن چراغ
روشنی اس وقت ہے غماز اور دشمن چراغ
تاب رخ سے بن گیا دیوار کا روزن چراغ

شمع ساں جلتے ہیں سب جو سو زخم سے اسے ظفر

ہے جلاتا کھر میں گھی کے وہ بہت پرفتن چراغ

روایف الفا

ہم ہوئے جیسے کہ اس ماہ جہیں سے واقف
ہیں ایمان سمجھتے ہیں ہم اونکا دیدار
نامہ ہر دیکھا مرا خطا سے کیا و پر وہ
جانے کیا سال مرادہ جو نہوا سے اس
کو چاہوں جو شامل کا سمجھتے ہیں ہمیشہ
تشنہ کاموں کو ترے آب بلا سے کیا کام
اے ظفر کیونکر تمک ہو نہ سخن میں او کے

پھر جہاں میں نہو سے اور جس سے واقف
نہ تو ہیں کفر سے آگاہ ندیں سے واقف
کہ نہیں خوب پیاس پر وہ نشیں سے واقف
دل حسرت زدہ وہ جان حزن سے واقف
ہم نہیں چمن غلہ بریں سے واقف
ہو گئے آب و دم نچر کہیں سے واقف
جو ہیں اوس یار کے لعل تمکیں سے واقف

دیگر

نہ کیونکہ ہم کو ہو خواباں پر جفا کا خوف
بلا نہ دامن مڑگان کو وہ بدہم اپنے
تمہارے تیز نگہ کا ہے کو ڈر بے تنہا
ڈسا ہے جس کو اس انہی نے وہ بچا ہی نہیں
زباں سے بات بھی سیدھی نکل نہیں سکتی
کہے ہے دیکھ کے چشم اس کی الخیظہ ہر ایک
جہاں میں اور تو ڈرتے ہیں غیر سے لیکن

یہاں ایسے ہیں ان کو نہیں خدا کا خوف
ترے مرئیش محبت کو ہے ہوا کا خوف
نہیں جانتا اسے ماوک قضا کا خوف
بجا ہے دل ترے طرہ دوتا کو خوف
بیل پہ چھائے جاس شوخ کج ادا کا خوف
یہ وہ بلا ہے کہ ہے سب کو اس بلا کا خوف
ظفر رہے ہے مجھے اپنے آشنا کا خوف

ہو جائے بلا سے وہ دل آزاد مخالف
کیا گھر میں ترے رات کو چوری سے ہم آئیں
پایا نہ زمانہ کو موافق کبھی ہم نے
قسمت ہی مخالف ہے عقد عشق میں اپنی
کیون وادی وحشت میں نہ کھٹکار ہے جگہ
وہ روزن دیوار سے کیونکر ہمیں جھانکیں
کیا سحر ہے آنکھوں میں ترے دیکھنے کے جگہ
کر صلح کل اے دل کہ سب سچ جائے لڑائی

پر مجھ سے نہ ہو میرا دل آزاد مخالف
گر ایک موافق ہے تو وہ چار مخالف
جب دیکھا اے ہے یہ ستمکار مخالف
نیا رنخالف ہیں نہ بغیر مخالف
ہر جہاز ہے دشمن مرا ہر خار مخالف
سب تاک رہے ہیں پس دیوار مخالف
ہو جاتے ہیں سب تیرے طرفدار مخالف
کافر نہ مخالف ہو نہ دیندار مخالف

ہر گشت زمانہ ظفر ایسا ہوا ہم سے

جو بار موافق تھے وہ ہیں یا مخالف

مجھے جو تیری جدائی کا وہ ہے غم تکلف
لکھیں گے ہم نہ تکلیف سے اور کچھ قاصد
مریض عشق کو آرام ایک دم میں ہو
ہی جان گئی ہے ہر اکام مشکل اے فریاد
مسافر ان عدم کی خبر خدا جانے
مزا ہے کچھ تو مصیبت میں عشق کی ماسح
قدم سمجھ کے رکھا اے دل رہ محبت میں
ہو دیکھیں بنگلہ ولبیس صورت اس بت کی

خدا کسی کو نہ دے ایسی اے صنم تکلیف
کریں گے خط میں رقم اپنی یکلہم تکلیف
گرے دراجو یہاں وہ سچ دم تکلیف
گراں سے کو کتنی میں کہیں ہے کم تکلیف
کہاؤ گوچمن پہلا جانب عدم تکلیف
اولہا ترے جان پہ ہوا - تقدیر ہیں ہم تکلیف
یہ راہ وہ ہے کہ جسمیں ہر قدم تکلیف
کریں نہ شش بی صاحب سوئے حرم تکلیف

دیا ہے ایسے شکر کو دل ظفر ہم نے

کہ جس سے جان کو ہونچے ہے وہ ہم دم تکلیف

ہوئی غیروں کو خطا کی ہے تقدیر معاف
مدتوں تو نے دیے ہمکو جہاں میں چکر
کشتہ ماز کی جولاش پہ وہ آنکھ
قلم آہ سے لکھ دماغ کی نقدی کا حساب
حضرت عشق سے کہتا ہوں کہ دیوانہ ہو کہیں
دل کا سودا تو کمر دیکھ کہ اس میں سے تجھے
قتل کر شوق سے قاتل کہ تجھے اپنا خون

اس کا باعث ہے بتاؤں جو ہو نصیر معاف
اب تو رکھ کوئی دن اے گردش تقدیر معاف
بارے اتنا تو کیا کر گئے تشنہ معاف
ہے لا عشق کی سرکار میں تحریر معاف
مجھے کچھ بے ادبی ہو تو ہو یا بھر معاف
ہوگا اک دام نہ اے زلف گرہ گیر معاف
کر چکا ہے یہ ترانہ عشق و گلیہ معاف

اے ظفر وشت جنون پر ہے تصرف میرا

کی شش عشق نے ہے جھکو یہ جاگیر معاف

دیگر

یاں کب آئی رستم کی اونکے دھیائیں سیف
ہمیں پہ صاف کرے پہلے ہاتھ وہ اپنا
کیا رادہ ہے کیا جانے کس کے شگون کا
تری ہے خط دوام و کا کچھ جب مالم
شباب دے پیر جام تو جن میں مجھے
تہہ رے سرمہ و نہال دار کے مسر
ظفر تمام جہاں آئے تیرے قبضہ میں

ہمیشہ سیف زبانوں کی ہے زبان میں سیف
اگر نہ آئی ہو قاتل کے امتحان میں سیف
یہ کھکشاں سے جو ہے دست آمان میں سیف
نیا ایسی ہند میں دیکھی نہا سہیا نہیں سیف
کر شاخ گل بھی ہے ساقی مرے گما میں سیف
کہاں سلاخ فروشوں کی ہے کا میں سیف
علم کرے اقبال گر جہان میں سیف

ردیف نفاق

ہوا غم گساری کے موافق
نفس سے اور کے ہم سخن چمن میں
سپند و شعلہ و سیلاب کب ہوں
فدا کرتا ہے جان پر فائدہ لیکن
اگر ہوا بر دریا یا تو بھی
نگاہ کرتی ہے تیری کام ظالم
محبت میں یہ بیہوشی بھی اپنی
گل سے ہیں تیرے سار غصے لالہ و ملائق
میں قضا ہے میری اور تیری تیج فخر
دل کے بھڑکنگ و وہی مجھ سے ہیں جو ہیں تیرے
کیا جوش گر یہ مجھے لایا ہے رنگ و دیکھو
جو دل ہی میرا کہتا ہوتا ہے ہمیشہ
تو بھی وہی کہے ہے جو کہہ رہا ہے دشمن
یوسف میں اور اس میں فرق اے ظفر نہیں ہے

یہ نکلیا ریا ریا کے موافق
گئے باد بہاری کے موافق
ہماری بیقراری کے موافق
نہ میری جاں بٹاری کے موافق
نہ اس انگلیاری کے موافق
جگر پر تیر کاری کے موافق
ظفر ہے ہوشیاری کے موافق
منہل سے زلف تیری ہے ہو بہو مطابق
ہے تیری زبان میں اے جنگجو مطابق
ہے تیری اور او کی کیا خو سے خوم مطابق
ہے میری چشم تر میں اشک اور بہو مطابق
حکم نہیں ہے ہوتا کہہو مطابق
اے دوست اس سے تیری ہے گفتگو مطابق
یہ نکل واصل دونوں پاؤں کا تو مطابق

آئینہ ہوا گر چہ پر پر و صفا میں غرق
دولت سے آنسو ونگے مری کیا جب کہ ہو
نے شام کی خبر جہاں سے اور نہ صبح کی
خط لکھتے لکھتے آیا ہو رونا تو ہو گیا
اے بحر حسن حلقہ گیسو سے بہتے
اے شوش حسرت لب جاں بحق سے تہے
کیا کیا تھے آشنائز با ایک بھی ظفر

پہا کے تیرے رخ کے بے شرم و حیا میں غرق
کشتی کدا کی آب در بے بہا میں غرق
جو ہے خیال زلف و رخ و لبہا میں غرق
کافہ تمام خون دل بہتا میں غرق
سارا جہاں و رطوبت و بلا میں غرق
مر جائے ہو کے خضر بھی بھا میں غرق
افسوس سب کے سب ہوئے بحر فنا میں غرق

دیگر

اے بلبل سو تم کو نہیں ہے شہر عشق
ڈر ہے نہ کہیں خیمہ افلاک بجاوے
ہر گز نہیں ہم بھولنے کے عشق کا رستہ
یہ عشق میں سوا ہوا منکے لگے پٹنے
پیدا ہوا اثر مالہ دل میں جو ہمارے
کیونکر رہے گر یہ زاری میں ہمیشہ

کیا پیچہ ہے عشق اور ہے کیا شہر عشق
جس مالہ سوزاں میں ہمارے شہر عشق
یہ خضر دل اپنا ہے سدا را بہر عشق
اب دیکھیے کیا اور ہے مد نظر عشق
ہم جانیں ہوا بار واپنا شجر عشق
سینہ میں دل اپنا ہے ظفر نوچہ گر عشق

دیگر

اوسکا جو تیرا سینہ افکار میں غرق
ہاتھ مہیا ہے نہ آئی روشن زلف و راز
اس خراباے جہاں میں نہیں کوئی ہوشیار
ابداری وہ ہماری گہرا شک میں ہے
پھوٹ کر آبلہ پا مرے گر روئیں تو ہو
تیرے عکس رخ پر نور سے محل خورشید

تا پہ سوار ہا دل زار میں غرق
دل ہوئے کتنے ہی پاؤں قہن یار میں غرق
جس کو یاں دیکھو وہ ہے شہر پندار میں غرق
کشتی چٹم ہو آب و شہوار میں غرق
قیس سیلاب روہادی پر خار میں غرق
کیا جب ہوا گر آئینہ انوار میں غرق

جس طرح رہتا ہے تو ظفر سخن میں ڈوبا

یوں ظفر کوں ہو اس قلم زخار میں غرق

تم جو ہر بات میں کرتے ہو ملاقات میں غرق
بھیجے کس کس سنبھیں لکھوا کے خطا سنے ہو کو
نہر جاس نگہ مست کی کیفیت سے
مہ کو کیا حسن سے اوس مہر لقا کی نسبت

تم نے دیکھا مری جانب سے ہے کس بات میں غرق
خط میں ہے فرق مخطوں کی ہے عبارات میں غرق
گوشہ رسوخ کنج اخراجات میں غرق
فرق دونوں میں ہے یوں جیسے کہ نباتات میں غرق

چمن دل میں رہیں کیوں نہ گل رزم ہرے
کرتے ہیں پیشکش اوسکے درخش آکھوں سے

جوش گر یہ میں مرے اور نہیں برسات میں فرق
ہم نہیں کرتے ترے غم کی مدارات میں فرق

آج ہیقت وہ کیوں آئے خلاف عادات

اے ظفر ان کی توانا نہیں عادات میں فرق

جوان بتوں کی ہے چہرے کی تاب میں رونق
حیات تو رہی بھر نہیں لیک و ہند ہی
دکھائی دیتی ہے بے رونقی جدھر دیکھو
دکھائے رونق حسن اپنی وہ تو ایک زدہ
فروغ شمع رہی زیر برقع فانوس
اگر وہ مست مے ماز رونق افزا ہو
نصیب حیرے سے یوسف کو کب سے رونق حسن
دل شکستہ میں اور رونق نثار کہاں
ظفر وہ کیا رش روشن ہے وہ مملی علی

بہ بے کعبہ نہیں مایا تاب میں رونق
جو تھی حیات کی مہر شباب میں رونق
گئی زمانہ کی سب انقلاب میں رونق
رہے نہ ماہ میں افتاب میں رونق
بجائے حسن کی حیرے شباب میں رونق
تو ہو کچھا اور ہی ہم شراب میں رونق
نہ دیکھی ایسی زینا نے خواب میں رونق
کہ ہووے خاک نکال شراب میں رونق
کہ جس کی چھپ نہیں سکتی نقاب میں رونق

دیگر

کیا ہے ماہ صر میں اور اقم طلعت میں فرق
بوسا اپنے لب شیریں کا جھکونزع میں
نے تفاوت فخر عشر میں اور رفتار میں
رات دن کا فرق ہے دنیا دین میں خالو
دونوں ہیں تیراں ہر امیر تیری صورت دیکھ کر
کوئی ایسی نفس آیا عبادت کے لئے

شکل ہونوں کی یکساں کچھ نہیں صورتیں میں فرق
اے شکر لب کچھ نہیں ہواس میں اور شرب میں فرق
نے قیامت میں ہے اور اس جلوہ قامت میں فرق
پر نہیں معلوم ہوتا تم کو کچھ غفلت میں فرق
میرے اور آئینہ کے ہر گر نہیں تیرے میں فرق
آج ہے کل سے دل بیمار کی حالت میں فرق

دل میں کچھ اوسکے مقرر فرق اب کی ہے ظفر

دیکھتے ہیں اندنوں ہم یار کی اللت میں فرق

خطا وارون کا کیا کیا لے کے جائے ماہ ہواں تک
ظفر سے دور ہے نظارہ گایا کی کیجیے
جو دل کو راہ ہے دل سے تو کیا شکل ہے گر ہو غی
زباں پر ہم نہیں لائیں گے ہر گز حرف شکوہ کا
رہے گا زور شور ایسا نہ پھر جنوں کا سحر میں

کردست میں لاکھوں طرح کے خوف خطر و انتک
جہاں تک پہنچ سکتی ہے وہ چلتی ہے نظر و انتک
ترے دل کی خیریاں تک مرے دل کی خیر و انتک
ستم کرنا جہاں تک ہے تجھے منظور کرواں تک
ہو چلے جائے گا گر مجھ سا کوئی سوریہ ہر و انتک

فقس سے چھٹ کے مرغا تو اس کیا جائے کلشن میں
 چمن میں مافہ مشک فقس ہو جائے ہر غنچہ
 بھلا اتنا تو روٹکلو اگر منظور ہو رونا
 ہمیشہ حضرت صاحب بائیں ہاتھ بتاتے ہیں
 بھلا

کہ جھر پڑتے ہیں جاتے جاتے سب پر ٹوٹ کر وہ تک
 شمیم کا کل مشکلیں ترید ہوئے اگر وہاں تک
 بہا کر اس تک لے جائیں تجھے اے چشم تر وہاں تک
 کبھی شریف لے جائے نہیں یہاں ظفر و انگ

راہ جو صدق و یقین کی ہے وہ راہ ہے ٹھیک
 دیکھتے ہیں تو نظر آتا نہیں ماہ ہے ٹھیک
 تن کا ہیدہ مرا اب تو پر کام ہے ٹھیک
 دیکھیں تو کیسا بناتی اسے آہ ہے ٹھیک
 شاہ کیا بلکہ اسے کہنا شہنشاہ ہے ٹھیک
 اسے صم تیری ہی قامت پہ یہ واللہ ہے ٹھیک
 پر نظر آتا نہیں کوئی ہوا خواہ ہے ٹھیک

وہم کی راہ میں اسے دل آگاہ ہے ٹھیک
 حلقہ زلف میں تیرے رخ پر نور کو ہم
 اوزنا پھر تار کے کوچے میں ہے مرا وہ سیا
 سر کشی کرتا ہے ہم سے فلک ماں بخار
 دل گدا کا ہو جو دولت سے عنایت کے غنی
 کیونکہ زبانہ تجھے جامہ رعنائی ہو
 اسے ظفر لوگ محبت کی ہوا باندھتے ہیں

وہی طوق ایک اور وہی زنجیر ہے دونوں کی ایک
 آتش افزہ زمیں میں تو تاثر ہے دونوں کی ایک
 فرق کچھ ہمیں نہیں قیہ ہے دونوں کی ایک
 داستان ہے ایک اور تقریر ہے دونوں کی ایک
 قاصد کیا ایک قلم تحریر ہے دونوں کی ایک
 قتل کرنے میں مرے تدبیر ہے دونوں کی ایک
 فی الحقیقت گردش تقدیر ہے دونوں کی ایک
 اسے ستمگرہ شمشیر ہے دونوں کی ایک
 او گھنیز و یک اسے ظفر تو قیہ ہے دونوں کی ایک

میری اور مجنوں کی کیا تصویر ہے دونوں کی ایک
 برق سے مال کی میرے کچھ شرارت کم نہیں
 مسجور و تجماد سنگ و حشت سے دونوں بنے
 قیس سے سینے کہانی مجھ سے میرے قیس کی
 بولکھا دشمن نے زنجلو وہی لکھا دوست نے
 دونوں وہام و ادا دشمن ہیں میری جان کے
 جیسا سرگردان ہوں میں ویسا ہی سرگردان ہے چرخ
 دل کے کردیتی ہیں دو ٹکڑے تری دونوں بھویں
 جو براہ جانتے ہیں رہب شاہ و گدا

آئی چہر مایوس الٰہی ڈھونڈھ کر کوسوں تک
 ایک بھی باقی نہ چھوڑا جانور کوسوں تک
 روشنی ہو جائے اسے رشک قمر کوسوں تک
 ہو گا پانی کوہ کے بھی ناکر کوسوں تک
 قوا و زادے خاک و ہشویہ و کوسوں تک
 ورنہ سوچتی ہے یہ ہر جانب خبر کوسوں تک

دیگر
 جہنم میں او سکی جب دورے نظر کوسوں تک
 کونسا صیاد آیا دشت میں بہر شکار
 گر شب تاریک میں بھی آئے مہتابی پہ تو
 آگیا فریاد کی تربت پہ گر رونا ہمیں
 دشت و حشت میں رکھے تیرا جود یوانہ قدم
 حیف تو ہے حال سے میرے چاہ تک بخیر

ہے جہاں مہر تہا رے عاشق داسوز کا
ہر وہاں ہر دم ہمارے دیدہ و شوہدار سے
کھول دیتا ہے وہ جہدم اپنی زلف مشکبو

سبز ہوا ہوتا ہاں نہیں ہر گز شجر کو سوں تک
خون دل کو سوں تک خون جگر کو سوں تک
پہو چٹق ہے اسکی خوشبو اسے ظفر کو سوں تک

دیگر

آہ ہے یا مالہ دل میں چار دونوں کا ایک
رنج و غم کو دل سے اپنے مین نکالوں کس طرح
کیا بچوں ماز واداسے قتل کرنے میں مرے
گر چہ جلتی دیر تک ہے شمع اور پر وادانہ جلد
فرق نہیں اور مدد کتھان میں ہووے کس طرح
جو ہیں رزم قیغ غم دل پر جگر پر بھی وہی
کیوں نہ چنوں اور ہم دونوں چلیں اک راہ پر
کیا ہوا صورت میں کوئی خوب ہے اور کوئی زشت
دل تو اولہا زلف سے ہے زلف او بھئی دل کے ساتھ
وہ آ کر پھر گئے جو میرے گھر تک

وہ ہیں نکل باغ غم پر چار دونوں کا ایک
ہو گیا ہے ایک مدت سے یہ گھر دونوں کا ایک
ہے راہ واداسے بید اور دونوں کا ایک
ایک ہے سوز دل و سوز جگر دونوں کا ایک
جب ہو نور حسن اسے زلف قمر دونوں کا ایک
مال ہے اب عشق میں اسے پار و گھر دونوں کا ایک
جبکہ ہووے اسے جنوں تو راہر دونوں کا ایک
ایک صورت گر ہے اسے صاحب نظر دو نکا ایک
ہے پریشانی سے عالم اسے ظفر دونوں کا ایک
پھر آئیں شام سے منظر گھر تک

مطلع ثانی

سر زلف آئے تو کب مڑ گان تر تک
نہیں کہہ کی جانے کی ترنا
ہمیشہ ہاتھ ملتا ہوں کہ سیاہ
ترے چغ غم سے اسے شکر
پہو چٹق ہے مرے آہ و فغان سے
ہزار افسوس ہے بلبل چمن میں
مجھے آئے نہ سمجھانے کو ماسح
ظفر جس پر لگانی تاک تو نے

کہ جب جل ہی گیا دل سے جگر تک
خدا نہ ہو بچائے ہم کو اور سکے در تک
نہ ہو بچا یا تھ میرا اس کمر تک
عزیز اپنا نہیں عاشق کو سر تک
خبر دل کی مرے اس بے خبر تک
رہا تیرا نہیں اب ایک پر تک
نکمر جائے ذرا اس عشوہ گر تک
اسی کو تک اور تک یا او دھر تک

بن پڑھے خط نہ خطاوار کا تو چیر کے پھینک
اپنی تقدیر سے پہو بچا ہوں میں تیرے در تک
ہوں گے لاکھوں پریشاں یہ کہو شانہ سے
جس مصور نے مرے یار کی دیکھی تصویر

دیکھ کر پھینک اور اک طور سے تدبیر کے پھینک
کہ بھروسے ہی دیا تھا مجھے تقدیر کے پھینک
تو ذکر بال نہ اس زلف گرہ گیر کے پھینک
سب مرقع دیے اس نے وہیں تصویر کے پھینک

دل خراش اپنے ہیں وہ مالے جو سنتے مطرب
تیری مڑگاں یہ نہیں دیکھی کمانداروں نے
دور پھینکا مجھے کس نے کہ مرے سامہ کو
دشت کی خاک پہ نقشِ سم آہو ہیں کہاں
سر دہری کا زمانہ کی نظر لکھ کر جال

دیگر

آغا اس نے کہہ دیا سب مال ہم سے ٹھیک ٹھیک
مسحرف رخ پر بھونے کا تب قدرت نے واہ
رکھ نظر ایہ ل خدا پر دیکھ تو ہوتا ہے کیا
کیوں نہ تیغِ استغھانی کہے امرو کو ترے
جو ہیں تیرے پاس ماں زاپا جاتے ہیں وہ
کیوں بنانا ٹھیک وہ دستِ ستم سے یوں تجھے
اے نہیں ہے ٹھیک کوئی بات اپنی اے ظفر

دیگر

ہے یاں کی تیغ کشف و کرامت یہیں ملک
جا کر عدم میں لکھتا نہیں کوئی اپنا مال
ہو نہ چا کے گور تک تجھے پھر جائیں گے رفیق
لے کر گیا نہ یاں سے کوئی ملک اور مال
تو جا کے یاں سے پھر نہیں رہنے کا حکمران
جانے گا تیرا نام بھی کوئی نہ زہرِ خاک
تو اوکی دوستی پہ کمر مارا اے ظفر

اشک آنکھوں میں ہووے حیاتِ شگ
گر نہ ہو مجھے میرے گریہ کی مدد
ہے تری کارِ ستِ زلف پر عرق
میرا دامن جوں گلِ شبنم زدہ

تو چکر دیتے رگ و پوست مزا میر کے جھوک
ورنہ دیں کھول کے ترکش ابھی وہ تیر کے چٹک
دیا کا تب نے مرے ساتھ ہی تحریر کے پھینک
تیرے دیوانہ نے حلقے دیے زنجیر کے پھینک
لاکھوں دستے دیے پاں کاغذ کشمیر کے پھینک

ہو گیا معلوم جو اپنے دم سے ٹھیک ٹھیک
بسم اللہ کیا کھینچی قلم سے ٹھیک ٹھیک
جو تجھے کہا ہے کہہ دے اس ستم سے ٹھیک ٹھیک
اس کا زخم ملتا ہے قاتل اس کے قلم سے ٹھیک ٹھیک
پال کو تیری ترے نقشِ قدم سے ٹھیک ٹھیک
تو دلار بتا اگر اس پر ستم سے ٹھیک ٹھیک
آئے تجھے ہم پہلے سستی میں عدم سے ٹھیک ٹھیک

شعنی یہیں ملک ہے مشیت یہیں ملک
ہے یاں کی رسم و خط و کتابت یہیں ملک
اسے پھر جان کی رفاقت یہیں ملک
رہتی ہے یاں کی دولت و حشمت یہیں ملک
ہے تیری چند روز حکومت یہیں ملک
ہے تیرے واسطے تری شہرت یہیں ملک
ہے یہاں کے دوستدار محبت یہیں ملک

گزری ابکی بار تو برساتِ شگ
روز دریا ہووے وہ دوہاتِ شگ
مانگ جائے ل رہِ ظلماتِ شگ
کب ہو "شکلوں سے ساری راتِ شگ

تر زبانی کچھ نہ کام آئی وہاں
ہاتھ اٹھانا مستحب مستویہ ہے
اے ظفر اوروں کو بھیجاو سنے قطر

ہو گیا منہ سنتے ہی اک بات تنگ
ہو ویں یا رب اس کے دونوں بات تنگ
ہم کو بن ڈالیاں فقط سونات تنگ

ہو کے نثار خچہ یوں دیتے ہیں دم ہمیں تنگ
کون ہے وہ کہ جس کے گھر جاتے نہیں خوشی سے وہ
بعد ہمارے کوئی بھی ہو گا نہ تھپہ شیفہ
خون جگر سے یہ ہمیں کرتے ہیں گلے لٹھائیاں
نامہ شوق غیر تک پہنچے تمہارے کتنے ہیں
ہم سے زیادہ غیر پر کرتے ہیں وہ عنایتیں
بات کا وہ نکالے ظفر آئے گا کسکو پھر یقین

تیرے تیرے پر جھانچ ستم ہمیں تنگ
لیک کیا نا آپ نا آپ نے رنج قدم ہمیں تنگ
ہیں اٹھاتے عشق میں رنج و الم ہمیں تنگ
کوچہ ہے تیرا شک گل رشک ارم ہمیں تنگ
بھیجا تہم نے کوئی خط کر کے رقم ہمیں تنگ
کہتے تھے ہم کہ ہوتے ہیں لطف و کرم ہمیں تنگ
ہیں جو یہ او کئے متبر قول و تم ہمیں تنگ

دیگر

تو نے ظالم نہ مری بات بھی مانی ایک
تیری شمشیر دوا اوروں کے براہ تلواریں
چھیز کر زلف کیا یا رکھو ہم دمنے
تیرے مجنوں نے بیاباں کو کیا جو پامال
خون کے قطرہوں میں ہے اس طرح کوئی اشک کی بوند
یوں تو ظاہر کے عالم سکڑوں میں میرے لئے
سرمد آلودہ ہے جیسا ترا آنسو ایسا
چھٹ گئے خانہ زندان سے ہزاروں قیدی
جیسے اوس زلف پریشان میں مراد اولیٰ

میں نے روروں کے کیا اپنا لہو پانی ایک
نہ خراسانی ہے نہ یمنی نہ صفا بانی ایک
ہو گئی وصل کی شب ہم سے نادانی ایک
نہ ہمام کو بھی خار بیابانی ایک
جیسے ہونوچ قزلباش میں درانی ایک
پر ہوا سب سے بے چارے میں فہم پنهانی ایک
ہم نے دیکھا کہیں موتی نہ سلیمانی ایک
پر چھتا تیری محبت کا نہ زندانی ایک
مٹکو رہتی ہے ظفر اور پریشانی ایک

دیگر

بات سن پائیں گرم مڑ کی ایک
مختص سے بنی ہے میکدہ میں
ہم گئے سیدھے سوئے منزل عشق
تیرے معنوم کو ہنسی کی بات

کہدیں لاکھوں میں ہم کروڑ کی ایک
وہ وہی تدبیر توڑ پھوڑ کی ایک
راہ دیکھی نہ اسمیں موز کی ایک
خوش نہ آئی کسی ہنسوز کی ایک

غم زیادہ جھکوڑے اور مجھے
دھت زرد لگ گئی ہے منہ ورنہ
صورتمیں ہیں فریب کی لاکھوں
روؤں اتنا کہ ڈوب جائے جہاں

گر شکایت کروں جھنجھوڑ کی ایک
ہے یہ مردار سو بندوڑ کی ایک
پر نہیں پاتے اسکے جوڑ کی ایک
اب تو یہ بات ہے نچوڑ کی ایک

دل ہزاروں کے لوٹ جائیں ظفر

بات کہیں وہ جالسی توڑ کی ایک

جب تلک دم کی آؤ جاؤ ہے ٹھیک
روزن دل سے دیکھتا ہوں اسے
دست و پا باندھے ہے جناو کے
حضرت دل تمہیں بنا سکتا
اپنی اس جامہ زیب تو پوشاک
میرا قصہ نہیں ملے سارا

ہمدو بات جو بناؤ ہے ٹھیک
یہاں سے اوس یار کا دکھاؤ ہے ٹھیک
باتھ پانی کا آؤ ہے ٹھیک
کون او سکے سواناؤ ہے ٹھیک
جو بناؤ ہے ترا بناؤ ہے ٹھیک
کچھ نہ کچھ وہ تو آدھا پاؤ ہے ٹھیک

ماہ سے اسے ظفر شہادت میں

تجہ ابو کا او سکے کھاؤ ہے ٹھیک

تمنے کی غیروں میں مے نوشی ادھر دو دن تلک

ہم ادھر پہنچے رہے ٹون بکرو دو دن تلک

مطلع نانی

تم نہ آئے ایک دن کا وعدہ کرو دو دن تلک
درد دل اپنا سنا تا ہوں کبھی جو ایک دن
تو مہینوں روز غائب ہی رہے ہے روز ماہ
رستہ تھا اک دن کا اور سا گھرا کر لایا جواب
دیکھتے ہیں خواب میں جسدن کسو کی چشم مست
تو شبہید مار کا اپنے سوم ہو لینے دے
گر یقیں ہو یہ ہمیں آئے گا تو دو دن کے بعد
کیا سب کیا واسطہ کیا کام تھا تلا پیے

ہم پر سے چرپا کے دو دو پہر دو دن تلک
رہتا ہے اوس ماز میں گودر دوسر دو دن تلک
اک مہینہ میں نظر آتا نہیں دو دن تلک
ہم نے دیکھی راہ تیری ماسہ بر دو دن تلک
رہتے ہیں ہم دو جہاں سے بخیر دو دن تلک
اے حنکر پان کھانا ترک کرو دو دن تلک
تو جہین ہم اور اس امید پر دو دن تلک
گھر سے جو نکلے نہ اپنے تم ظفر دو دن تلک

ہماری چشم رہی انگبار برسوں تک
تمہارے ظلم و ستم کا شمار ہو نہ سکے
رہی نہ کوئی نشتانی پر اس کا واس قفراق
شراب و مہل جو ہوتی ہے ایک روز نصیب
اثر نہ ہو کبھی اوس گل کو شش بلبل ہم
ملا ہے خاک میں آخر اور اورا کر خاک

برستے دیکھنا نہ امیر بہار برسوں تک
کرے اگر کوئی او کو شمار برسوں تک
ہمارے پاس رہا دگا برسوں تک
تو ہم کو اوس کا رہے یا دگا برسوں تک
کریں فراق میں مالے ہزار برسوں تک
تری گلی میں ترا خاکسار برسوں تک

ظفر بہار گلوں پر چمن میں ہے دو روز

رہے ہے بد وقت رخسار یا برسوں تک

رویف الکاف ناری

کیوں جام مے کے دینے میں کرنا ہے بات تک
قید حیات ہی میں نہیں تک تک بدل
بن جائے غنچے غنچے تصویر بارغ میں
ہو تنگی زمانہ کی ہنگام شرح حال
دیتا ہے ہر صفات کو اک گلشن وسیع
ہم ایک عمر تک رہے تیرے ہاتھ سے

ساقی ہے دیکھ مرصہ ہر مہم حیات تک
ہو دیکھی اوگی گور بھی بعد از مہمات تک
ایسا ہو سکے منہ سے ترے سائیکہ بات تک
زنداں سے زیادہ ہے خوش منفات تک
لے کر بغل میں اپنے تجھے ایک رات گن
اس لئے ظفر نہیں راہ نجات تک

جو شافع امم ہے وہ ہے اپنا پیشوا

اس لئے ظفر نہیں راہ نجات تک

جھجھ بن ہے میرا حال یہ وعدہ خلاف تک
وحشت کے جوش میں ترے وحشی کے واسطے
کھینچے نہ کھوڑ کی کھسواپنے وہ شہسوار
زاہد نکل کے سیر خرابات کر ذرا
یا رب پھر آئے موسم ہر ما کہ میں اسے
اے دوست تیری ہر دم میں جی اپنا کیا کھلے
آئے جو ذکر اس دہن تک کا ظفر

نکھوں جو خط تو ہووے قلم کا قاف تک
ہے مرصہ گاہ قاف سے لےنا بقاف تک
کشتوں کے خوں سے تانہ ہر زیر قاف تک
خمرے میں کیوں پڑا ہے پے اعتکاف تک
کھینچوں بغل میں را نکو زیر قاف تک
دل سکے دشمنوں کی ہے لاف و گداف تک
غنچے کا تافیر دہن ہو جائے صاف تک

جیسے ہے عشق کی تیرے دل بیتاب میں آگ
گرے اک پھول اگر آتش دل کا میرے
لخت دل آنسو کی رو میں چلے آتے ہیں
سوزش غم سے ہے میرے جگر و دل کا یہ حال
حلقہ و زلف میں ہے اس کا رخ آتشاک
شعلہ حسن کا تیرے جو تصور ہے مجھے
طرزِ مالہ کی ظفر کیسے جو ہم سے بلبل

وگر

ہے شرارِ اشکِ ثنوں سے چشم طوفانِ زامیں آگ
چرخِ پُرسرخیِ شفق کی ہے کہ دیتی ہے لگا
سردھروں کی محبت میں جلاؤں کیوں نہ دل
تیرے دیوانے کی آنکھوں سے جو ٹپکے اشکِ گرم
پیتے ہی اک کھوکھ ساقی بہن گیا دل اور جگر
یوں ہے ہندی رزلف مشکیں تاب روئے آفتابیں
بھروسے افکاروں سے دم میں لالہ و گل کے چمن
کوہِ تنگ پہ جائے مثلِ موم سب ہو کر گداز
افکارِ باری سے ہماری چشمِ دریا بار کے

وگر

آگے تو ہم سے استغدر تھا نہ کھوا لگ لگ
آج ہے کیا کہ سا قیامِ زم میں ہیں دھرے ہوئے
در ہے کہ بوسہ لے نکلے منہ کو بھڑا کے منہ سے یہ
چشم سے ہر مژدہ پہ یوں جلوہ نما ہیں اشکِ ثنوں
نے میں یہ ہے طلسم کیا اُگلے ہے سب سے اک صدا
دستِ جنوں ابھی مر لہو نہ چٹائی ں ہے جیب تک

گل جو چمن میں ہیں ہزار و کچھ ظفر ہے گیا بہار

یوں کوئی بھر تو سکے ساغرِ سیلاب میں آگ
تو ہیں گل جتنے کنوں کے وہاں اب میں آگ
کیا تماشا ہے کہ یاں بقی سیلاب میں آگ
جیسے لگ جائے کسی شخص کے اسباب میں آگ
لہجہ حسن کی روش ہوئی گرداب میں آگ
سو جی جاتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں خواب میں آگ
تو لگا دے چمن لالہ سیراب میں آگ

عشق کی گرمی سے دیکھو لگ گئی دریا میں آگ
دل دلوں کی آہ جا کر عالمِ بالا میں آگ
یعنی خوش آئے ہے سکو موسمِ سرما میں آگ
کیا تعجب گر لگا وے سدا من صحرا میں آگ
تھی سے دو آئندہ یا ساغر و مینا میں آگ
جیسے کی روشن کسی نے ہو شبِ بلبلا میں آگ
پر کہاں اتنی نواہی بلبل شیدا میں آگ
میرے دل کی سی اگر ہو سیدِ خارا میں آگ
اسے ظفرِ بھجھ جائے گی یکبار سب دنیا میں آگ

اب ہوئی ایسی کیا خطا رہتا ہے تو لگ لگ
شیشہ و موم جدا جدا جام و سیوا لگ لگ
مجھ سے رہے ہے وہ مزا آئینہ روا لگ لگ
جیسے چراغ رکھ دیے ہوں لبِ جوا لگ لگ
روزِ ن سیز گر چہ ہیں تا بگوا لگ لگ
ہو گئے خود بخود ہیں سب تا درنوا لگ لگ

سب ہے رنگ جدا جدا سکی ہے ہوا لگ لگ

سوزا الفت سے ہے وہ میرے دل مضطر میں آگ
میری آہ آتشیں سے کیا جب جائے شمع
کیا جہنم داغ سوزاں سے بھرا ہے عشق نے
اوسکے کوچے میں ہمارے لے آئیں رہیں
انکے تیرے دل جلوں کے لیے آنسو گرم گرم
شعلہ حوالہ دگر داب مت سمجھو انہیں

جسکے آگے شرم سے جا کر چھپے پتھر میں آگ
بچیل جائے دامن چرخ ستم پرور میں آگ
سینے کے مفل میں اور دل کے مرے بحر میں آگ
ڈر ہے یہ ہمکنہ لگ جائے کسی کے گھر میں آگ
لگ گئی گرمی سے جنگی ایک قہم تر میں آگ
بے کہیں پتھر میں پانی بے کہیں پتھر میں آگ

سردی گرمی سے اونکے اے ظفر ڈرتا جیتی

ہوتے ہیں دم بھر میں ٹھنڈے اور وہ دم بھر میں آگ

قصہ سنتے ہیں مرے تیرے لڑائی کے لوگ
کوئی ہمدرد نہیں کس سے کہوں درد اپنا
دل چھنسا دام محبت میں ہمارا ایسا
تاب کیا دیکھتیں ایک نظر بھی نہ کھلو
باندھنے پنجہ مڑ گاں پہ ہیں مہندی خون ہے
خاک اور انیکور ہائل کدورت باقی
واقعی جینا انہیں کا ہے بھلا دنیا میں

تو نے ہنسوائے صنم ساری خدائی کے لوگ
سننے والے نہر ہندو جدائی کے لوگ
کہ ہودے دیکھ کے مایوس رہائی کے لوگ
ہیں جو مشتاق ترے جلوہ نمائی کے لوگ
کتنے ہیں شوق میں اس دست خدائی کے لوگ
مل گئے خاک میں تھے وہ جو صفائی کے لوگ
اے ظفر کرتے ہیں جو کام بھلائی کے لوگ

دیکھ

رنگ اس عارض کا ہر رنگ رخ گل سے الگ
اے مصور چاہیں دونوں کی تصویریں بہم
جان لیوں پر آگئی حسرت سے دل خون ہو گیا
آیا جو میں مال زنجیر زندان سے نکل
گاہ کا نکل سے بندھے گا کہ پھنسے گا زلف سے
دل مرا مانوس ہے مدت سے اونے ہمنشین
دہران بی وفا سے بس بہت مل جل چکے

پچھو تم اس زلف کے ہیں شاخ منیل سے الگ
ہو نہ بلبل گل سے اور گل ہو نہ بلبل سے الگ
اتو کر لب کو کہیں تو ساعر مل سے الگ
ہو گئی زنجیر بھی مجھ سے مرے گل سے الگ
دل نہیں ہونے کا تیری زلف و کا نکل سے الگ
گر یہ ہو دیکھ بھی ہو گا اک نامل سے الگ
اے ظفر ہو جاؤ اب ان سے کسی جل سے الگ

ردیف الام

خطر ہے کس کا خط کے لکھنے میں اسے قاصد کیا تا مل
جو اس کو لکھتا ہے ہم کو لکھے بلا تو قف بلا تا مل
جو ہو کے خجر بکف وہ آئے تو ہم بھی موجود سر بکف ہیں
نہیں ہے اگوا اگر تا مل تو ہم کو ایہ ل ہے کیا تا مل
بہار باران کا لطف کچھ بھی نہیں نشے کے بغیر ساقی
کمرے ہے کیا جام مل کے دینے میں وقت اور وہو تا مل
یہ میر سے دل جان میں دونوں حاضر و لیل و جوہر پسند خاطر
بچلو انہیں ہوا تر دو بچلو انہیں ذرا تا مل
غم و الم سے نجات پاؤں کہ میں نہایت عذاب میں ہوں
بڑا ہی احسان کرے اگر اب کرے نہ تو اسے قضا تا مل
دل پناہ میں جب ہو مضطرب اس کو تسکین ہو دیں تو کیونکر
نظر میں شیوہ اتعافل سخن میں شیوہ اتا مل
ظفر درنگ و شباب میں ہیں تھکے انسان کے کام لیکن
کمرے و جلدی کی جائے جلدی کرے تا مل کی جاتا مل

نہ ہے روئے نگوار اس پہ یہ خط کی نمود اول
جو انہیں آشنا ڈو بے ہیں سن لے لے جا جو نے
سلک جائے گا جب تو دل تو کوئی شعلہ لگے گا
کروں کیا دل کا سودا زلف سے بازار الفت میں
یہ خوبی ہے فقط تیری خیال خط مشکلیں کی
لعلت فیہ من روتی نے دی انسان کو مزے
دل سوزاں سے میرے یہ زانی طرز جلنے کی
مرے سب ہو گئے بد خواہ تیری خیر خواہی میں
اگر پاس اس بت بے مہر کے ہے قصد جائے گا
کہ جو دیکھے ہے اس ہلوہ کو پڑھتا ہے درود اول
دلا تو دیکھے اس چاہ زنجہ ان میں نہ کو اول
ابھی تو ساتھ آہو کے مرے اٹھتا ہے درود اول
نہ کچھ انہیں سودا آخر نہ ہے کچھ انہیں سودا اول
وگر نہ غم دل میرا کہاں تھا مشک سودا اول
نہ تھا اس خاک کے پتے کا تو کچھ بھی وجود اول
وگر نہ کیا ہو جلتا تھا یوں آتش پہ نمود اول
نہ تھا کوئی عدد اول تھا کوئی سودا اول
ظفر دم کر تو پڑھ کر یا عزیز و درود اول

تیر مڑ گاں پر روا تیر بلا کی تمثیل

جبکہ واکشس سے ہوزخ کی تمہاری تشبیہ

مر میں پر نا تمیں در کے ترے خاک نشین

صاف ہے خواہش نگارہ میں آمیزہ سے

ما توانی میں اسیکا ہے سہارا دل کو

وینی واجب ہوم تشذیبی اے قاتل

اے ظفر کونا فتنہ ہے جہاں میں ایسا

تج اور پوجا تج قضا کی تمثیل

کیوں نہ وائل سے ہوزلف ووتا کی تمثیل

اسیہ زینا ہے نشان کف پا کی تمثیل

چشم کو اس ترے مشتاق تھا کی تمثیل

آہ کو اپنے ندوں کیونکہ عصا کی تمثیل

آپ خجر سے ترے آپ بھا کی تمثیل

جس سے اس شاخ کی دوں مار وادا کی تمثیل

دیگر

ڈھیر پر رکھیں جو شیداے رخ سمیں کے پھول

رکھا جب پائے فتائی اس نے اپنا فرش پر

داغ حسرت کیوں نہ پھولو کی جگہ ہوں بعد مرگ

کھینچتے ہیں جب تری تصویر اے رشک قمر

دل میں کیا کی ارادہ لیک تیرے سامنے

بھردیا لکڑوں سے دل کے ایک مالہ میں چمن

اے ظفر اس مہ نہیں کی آفتابی ڈھال پر

یا تو وہ ہوں چاندنی کے پھول کے پھول بانسریں کے پھول

بس گوئے عطر حنا میں سر بسر قالین کے پھول

نیکسی کرنی ہے تیرے عاشق مسکین کے پھول

جھڑتے ہیں خامہ سے کیا صور نگران چمن کے پھول

دست و پا جاتے ہیں تیرے عاشق غمگین کے پھول

دیکھے بلبل نے جو دامن میں سحر جویں کے پھول

چاند ماہ نوکا ہو تو چائیں پر وین کے پھول

دیگر

مرے سائے ہے آمیزہ سمندر لچ میں مائل

لیا شب ایک بوسہ بھی نہ تیرے پیسے عارض کا

کرے کیا جانے خون کسک کا تج موع رنگ گل

مستم دیکھو کہ جب وہ جھپٹتے ہیں سامنے میرے

جدھر دیکھے جمال یا رہی تجکو نظر آئے

دم گر یہ جدھر جائے تر عاشق کراشکوں سے

کہوں میں کیا اسے سد سکندر لچ میں مائل

ہوئی زلف معصر ایسی کا فر لچ میں مائل

نہی مثل پر ساقی جو سا لچ میں مائل

تو کر لیتے ہیں دشمن کو مقرر لچ میں مائل

نہ ہووے پردہ غفلت تر اگر لچ میں مائل

نظر آتا جہاں دیا سرا سر لچ میں مائل

ظفر ہے شوق وصل شمع میں پروانہ تو منظر

مگر ہو جائے ہے فانوس اکثر لچ میں مائل

روایف الیم

در بستان خود نمازا بد خدا را دیدم

تا نظر انگندہ ام بر قامت رعنائے تو

کردم نام رنگین ز حسرت پنجم مرغان بخوں

سما ہوا گردیدم نام من در تلاش کیسا

ما صحا طرز نگاہش را امیدانی کہ حیرت

کردم نام من عمر کو دور حیرہ روز بیدار

آنکہ از چشم تو پنہاں آشکارا دیدم

جملہ از سر تا قدم بازو او را دیدم

تا بدست سرفشی رنگ ستار دیدم

دیدم نام اکسیر اگر آن خاک پل را دیدم

پرس از من ماجرا من این بلا را دیدم

گر شبے در خواب آن زلف دوتا را دیدم

چون تو در عالم ندیدم میکشی صوتی و شے

اے نظر بسیار بند و پا رسا را دیدم

نے خرد نے ہوش نے تہ جہ پر شا کر ہیں ہم

ہاتھ سے قاتل کے کچھ شکوہ نہیں کرتے کبھی

تو برا کہ یا بھلا ہم سے نہو تیرا گلا

کرتے کیا کیا شکر کچھ ہوتا ہوا نومیں اثر

لکھا پیٹانی کا پیش آتا ہے ہم شاکی نہیں

ہم تو ہیں سید محبت تیرے ساسا وک قلن

ہے ظفر ہسا جفا کش کون زیر آسان

دوستوں اپنی فقط تقدیر پر شا کر ہیں ہم

رکھ کے آپ اپنا گلا شیر پر شا کر ہیں ہم

اے سنگر تیری ہر تقریر پر شا کر ہیں ہم

جبکہ پٹی آہ بے تاثیر پر شا کر ہیں ہم

کاتب تقدیر کی تحریر پر شا کر ہیں ہم

ذکر یاں شکوہ کا کیا ہر تیر پر شا کر ہیں ہم

ہر جفا آسان ہے پر شا کر ہیں ہم

دیگر

اوس بیوفا سے اسکو بھڑا دے تو دینگے ہم

دل کیا ہے بلکہ جان سے ایمان و دیں ملک

بیابان دل رہے گا اگر یو ہیں زیر خاک

قصوں میں یا کہانیوں میں پر کسی طرح

مژگان اشکبار سے یکبار دیکھنا

جو ہم ہیں زخم سینہ کے ہو خشک یا نہوں

کچھ ہو بلا سے عشق کی بازی پائے ظفر

دل کو مزہ اونا کا چکھا دے تو دینگے ہم

مانگو گے جو ہو بخدا دے تو دینگے ہم

یکبارگی زمین کو پا دے تو دینگے ہم

احوال اپنا او کو سنا دے تو دینگے ہم

امر سہ کا زور گھٹا دے تو دینگے ہم

پر ماہیا سے دل سے ہوا دے تو دینگے ہم

اک روز اپنی جان لگا دے تو دینگے ہم

دیگر

جوں بڑے گل رفیق نسیم چمن ہیں ہم

شیوہ ہے تیرا کو کتنی اپنی جان کئی

اے ہمدرد وطن میں غریب الوطن ہیں ہم

محنت کشوں میں تو ہے کراے کو کہیں ہیں ہم

دیوانے جو ہونے کسی گل پیر بہن کے ہیں
دل کی طیش سے شعلہ فانوس کی طرح
یا رو نہ رو کو عشق میں رونے سے تم ہیں
ہیں مگر چہ مثل شمع سراپا زبان تو کیا

صد چاک رکھتے گل کی روش پیر بہن ہیں ہم
بیابا بعد مرگ بھی زیر کفن ہیں ہم
اس سے بجاتے وگی کچھ اپنے جلن ہیں ہم
کہ سکتے پر زبان سے نہیں اک سخن ہیں ہم

دیوانگی کا شور ہے محنتوں کے ظفر

دکھلاتے جب تلک نہیں دیوانہ پن ہیں ہم

کیا کہیں اسے ہنسی میں آج کیوں بیکل سے ہم
لاکھ بل ڈالے ہے کافر ایک سیدھی بات میں
پیر کا وعدہ کیا جاؤں بت نے پیر نے
تیری چشم مست سے ساقی طلب کرتے ہیں جام
ہاتھ جو گروں میں ہو تیرے حائل پنا بھی
شینی چھڑ جائے تری اک بل میں اسے بہار
ہوتا ہے کالا جہاں یں مردم آزاروں کا منہ
ملتے ہیں اپنے تن مریاں پہ خاک کو بھار
گہر زمین پر ہے گہے تو آسمان پر مثل برق
جس نے بیان رکھا قدم تحت الطرے کو دگیا
لاکھ بھاری بن کے ہنسیوں پر سبک ہیں بیوقوفار

جن سے کل تھی چاکو اونے جدا کل سے ہیں ہم
زلف تیری ہے بلا ڈرتے ہیں اسکے بل سے ہم
رو رہے شوق میں دن کتنے ہیں منگل سے ہم
رکھتے وقت میٹھی مطلب نہیں پوچھ سے ہم
سیکھ لیں انداز یہ کیونکر تری ہر گل سے ہم
باندھ لیں اٹھو گی چھری مڑ گاں اگر بادل سے ہم
پاگئے ہر دم جو شمشاد کے کا جل سے ہم
نے غرض تن زیب سے رکھتے ہیں نے نمل سے کام
ڈرتے ہیں سے شوش آنکھ تری چھل بل سے ہم
کیونکہ نکلیں پکھی دنیا کی اس دلدل سے ہم
بے تر از وہ پاگئے انکو ظفر انکل سے ہم

دیگر

مجھ سے خم رو ہیں جو میرے دل افکار کے خم
چارہ گر ہو گو سنا چار ہیں سب چارہ پذیر
دست و شمشیر کو قاتل کی دعا کرتے ہیں
ہو نہ نہیں ہم کو دے کماں رشک چمن کے گھر میں
کہکشاں کہتے ہیں جسکو وہ مری آہ کی سیف
دشت و دشت میں مزا پائے برہنہ کیا پائے
زخم حسرت دل فرہاد کے یاد آئے ہمیں
دل عاشق میں ہوا ہے لب معشوق جو تیر

ہیں یہ کس ابرو رخسار کی تلواریں سے زخم
دل بیچارہ میں تیغ غم دلداد کے زخم
منہ جو ہیں کھولے ہوئے میرے تن زار کے زخم
گو کہ ہوں پانوں میں خار سردیوار کے زخم
ذاتی سینہ پہ ہے چرخ شمشیر کے زخم
ناتہ چنے تلک ایری سے ہوں سونہار کے زخم
دیکھتے ہیں جگمگالہ کہسار کے زخم
بوسے ہنس ہنس کے جو لے ہیں لب سونہار کے زخم

ہوں دو پیاراو کی جو آنکھیں تو ظفر تیغ نگاہ

ڈالے دو پیارا بھی سین کے دو پیار کے زخم

دیگر

وصل کی بس کر چکے تدبیر ہم
اوس صنم کا وصل بچا پی مراد
تیری امر و نفل کرتی ہے ہمیں
پرائی الہت کی بیڑی پاؤں میں
بن پڑھے کرتا ہے پر زے خط کے وہ
چاہتا ہے دل جنوں کے ہاتھ سے
جب دنیا کی بنا کیا پائدار
صورت تصویر جی ان ہو گئے
ذبح کرتو ہم کو بسم اللہ کہ آپ
موسم ہوا اوس سنگدل کا کیونکہ دل

ہو گئے ما پیار اے تقدیر ہم
مانتے کیا کیا ہیں اللہ ہر ہم
ہوویں کیوں منت کش شمشیر ہم
ہیں ہمیشہ پاسے در زنجیر ہم
کیا کریں احوال دل تحری ہم
بھینک دیں اپنا گریباں جیر ہم
کیا کریں اس پر مکان تعمیر ہم
دیکھ کر اوس یار کی تصویر ہم
پڑھتے ہیں اپنے لئے بکیر ہم
آدمیں رکھتے نہیں تاثیر ہم

بعد جنوں مشق بازوں میں ظفر

رکھتے ہیں تھوڑی سی کچھ تو قیر ہم

کے بت ملنا از قربانت شوم
حلقہ زلف و کند جان و دل
چون مسیحا در لب جان بخش تو
مرغ جانم در ہواے کوئے تو
تا پہ قربان کا وہ من بگرہ زنا
تو بہر اہل از دنیا جلوہ

اے سراپا ما از قربانت شوم
اے کد انداز قربانت شوم
صد ہزارا عجا از قربانت شوم
میکند پرغام قربانت شوم
باز آتا با از قربانت شوم
من بہر اہل از قربانت شوم

ہر دم آن امر و کمان را از ظفر

میر سدا و از قربانت شوم

چلنا مریض فم کو ترے آٹھ نو قدم
عدا اب پرہتے ہیں آداب دان عشق
دیکھے جو تیرے سخن پا کو تو کیا جب

علوم ہوئے ضعف سے دس نہیں سو قدم
آگے نہیں بڑھاتے کبھی نیم جو قدم
چو مے فلک سے جھٹک کے ترے ماہ نو قدم

گر کاٹ کے سر اپنا ہتھیلی پہ رکھ لیا
پروا نہ لو لگائے جلانے جو اپنی جان
کھٹکا ہے ہر قدم پہ ظفر راہ عشق میں

راہ وفا میں تو نے پکار رکھا تو قدم
لے لے او کی کیوں نہ شمع شبتا نکلتے قدم
رکھ اپنا دیکھ بھال کما سے راہ و قدم

دیگر

دوستی جو تجھ سے جا ملے سے دلی رکھتے ہیں ہم
تلخ باتوں سے بظاہر گر نہیں ملتے تو کیا
زیر شمشیر ستم بھی دل سے دیتے ہیں دعا
زلف بل کھانے ہمارے پر ترے رخسار پر
صحبت ہر مفاہم کو خوش آئی ہے بدل

دشمنی اپنی مکرول سے دلی رکھتے ہیں ہم
البت اوس شیریں شمال سے دلی رکھتے ہیں ہم
کیا محبت اپنے قاتل سے دلی رکھتے ہیں ہم
آرزو پس کی ہر حل سے دلی رکھتے ہیں ہم
ہم ہیں عاقل رہا عاقل سے دلی رکھتے ہیں ہم

دل نڈا کرتے ہیں مام خر دین پر اے ظفر

عشق اپنے ہر کامل سے دلی رکھتے ہیں ہم

رو بھٹانوں

سو اس دل کا اپنے بس میں آئے کب کیسے ہیں

اگر قابو میں ہیں تو ہم اسی کے ہیں اسی کے ہیں

مطلع مانی

عہد پہناتے ہر کوئی منٹیں پوٹا ک سیلے ہیں
ہوئے طاقت سے بی طاقت تو اب یہ مال پنا ہے
ترے دانتوں میں رہیں اللہ خوشنما ہیں کیا
ورم آنکھوں کا گر یہ سے نہیں جاتا اگرچہ ہم
سفال میکہ کافی ہے ساقی میرے مستوں کو
جوان کی قوم سے ہر دور نزدیکے سب دشمن
عجب کیا خاک سے اپنے اگر روئید ہونر گس

ہمیں بھاتی ہے ہر ویانی کہ دیوانے کسی کے ہیں
کہ آجاتے غمی پر جس طرح دن مفلسی کے ہیں
لکھنؤ ان سین یہ رنگ سے گویا مٹی کے ہیں
لگائے لپ گیر کے مکو کے زبانی کے ہیں
یہ خواہاں طرف چینی کے نہ وہ طرف مٹی کے ہیں
کہ وہ تو دوست اپنے دوستان مجلسی کے ہیں
کہ ہم اے شوخ کشت تیری چشم نرگسی کے ہیں

ظفر روے مصفا اسکا ہے پیش نظر جن کے

نہیں وہاں غار ہو تے آری کے ہیں

دل جگر جو پاس میرے مچھلے دونوں ہی ہیں

رکھ دے اس نے بھی فخر کے تلے دونوں ہی ہیں

گو جلا پروانہ جلد اور شمع لے کچھ دیر کی
نے وہاں کوئی یا رہا تا ہے نہ کوئی آشنا
جب کیے ہیں دید ہو دل بنے اسکے فرش راہ
خوشنما عارض پہ تیرے خط بھی جا و رزلف بھی
کیوں نہ کبھوں ہم اپنا تیغ و خنجر کھڑے

لیکن آتش سے محبت کے جلے دونوں ہی ہیں
کرتے اس کے لانے میں آ رہے جلے دونوں ہی ہیں
اوس جنگل نے بھی تلووں سے ملے دونوں ہی ہیں
گتے نظروں میں مرے کا فر بھلے دونوں ہی ہیں
آ کے ظالم میرے لگ جاتے گلے دونوں ہی ہیں

اے ظفر ان سے بچاؤں کس طرح میں عقل و ہوش

جب بھی آئے ہیں وہ لے کر ملے دونوں ہی ہیں

کف پا میں ترے محمدی وہاں جب غیر ملتے ہیں
ارادہ ہے ترا اگر کو چہ جاماں کے جانے کا
لگا دیتا ہے تیرا نمزہ قاتل اک ہاتھ ایسا
اب اعلیٰ نے اسکے گز نہیں دل خوں کیا میرا
خیال آجائے ہے جسوقت تیرے قدم موزوں کا
ابھی سو م کیوں ہوتا نہیں اس سنگدل کا دل
ظفر ہم دیکھ لے پاتے ان سے نہیں بوسہ

گئی ہے گسٹیاں تلووں نے ہم غیرت سے چلتے ہیں
نکر تو ایہ لہو تاب جلدی ہم بھی چلتے ہیں
کہ بل تیرے خوش ہو ہو کے دو دو ہاتھ چلتے ہیں
تو میری چشم تر سے لال آنسو کیوں نکلتے ہیں
تو مصرع آہ کے کیا کیا ہمارے دل سے ڈھلتے ہیں
مرے لے لے تو وہ ہیں جس سے پتھر بھی پکھلتے ہیں
وہ ہم سے تیوری کس واسطے مانتی بدلتے ہیں

دیگر

دل و جاں بوسہ بغیر مجھے چین کہاں
قیمت نیم نگہ میں ترے کیا دوں تجھ کو
رہے کس طرح تر و تازگی و گلشن عشق
کھو چکا راہ محبت میں قدم میں اپنا
سوزن ہمارا جب تک ہوں و ہمزگاں و نگاہ
دید یا خطا نہیں قاصد نے ظفر قہر کیا

دو ملہ خاک میں لیکن تجھے میں خاک نہ دوں
خوب پھر تجھے جب تک نہ افلاک ندوں
میں گردیں و دل و دانش و دراک ندوں
پانی اشکوں سے گرا سداۓ ہنرناک ندوں
اب بتا کیونکہ میرا قاتل سناک ندوں
سینہ میں اپنا بھی سینہ صد چاک ندوں
یہ نہ سمجھا کہ وہ بیٹھے ہیں غصہ بناک ندوں

دیگر

انہیں غیروں نے جو جو کچھ سکھایا تھا سو کہتے ہیں
یوہی کہتے نہیں ہم ماہ نوامہ دے جاماں کو
نہیں ہم قصہ خواں جو جھوٹ قصے آکر کہتے

ہمیں وہ آج لوگوں میں نہ کہتا تھا سو کہتے ہیں
کہ جو آنکھوں سے اپنے ہم نے دیکھا تھا سو کہتے ہیں
جو تجھ بن فی الحقیقت ہم پہ گزرا تھا سو کہتے ہیں

یہ قاصد وکی کیا خفا وہ کیوں ہو سے اچر
اگر ہم کہیں کس واسطے باتیں شکایت کی
کچھ لوگ میری قتل کی جیسے نہیں کہتے

پیام ہم نے جو اونے کہتے بھجوا تھا سو کہتے ہیں
خلاصہ ما جو کچھ کہنا تھا سو کہتے ہیں
جو کوچہ میں مرے قاتل کے چہ پاتا تھا سو کہتے ہیں

ظفر حریر اور تقریر اپنی ایک ہیں دونوں

انہیں جو کچھ کہ ہم نے خط میں لکھا تھا سو کہتے ہیں

غم نہیں ہم کو اگر رکھے فلک چکر میں
یہ جو پھرنا ہے سدا خانہ بخانہ خورشید
موج دریا سے سرکش اپنی بھی وہ طوفان ہے
ڈھونڈتے پھرتے ہیں کس زہرہ جیسے کو یارب
گردش چشم کلا ساقی کے اشارہ ہے یہی
خاک ہو کر تو ذرا پہنچنے دے چین سے چرخ

کہ فلک آپ بھی بے آنکھ پھر چکر میں
اس سے ظاہر ہے کہ ہیں صاحب زر چکر میں
جس کے بے ایک طپانچے سے محسوس کر میں
روز و شب رہتے ہیں جو شمش و قمر چکر میں
کہ رہے ما غرے شام و صبح چکر میں
جوں گولا مجھے بے باد قمر چکر میں

آسیا کی یہ ہوا پھر نے سے معلوم کہ میں

گردش دہر سے پھر بھی ظفر چکر میں

کہوں اس بخت کو ہم خبر بھیجیں تو کیا بھیجیں
نہ جانے کس طرح سرباز ہنکو عشق میں اپنے
وہاں سے طعنہ تشنیع کی سونات آئی ہے
فرشتہ پر نما رہے اس گلیں تو تو انسان ہے
نہ قاصد نے کیڑا کہے یا ران عدم رفتہ
جو کشیدہ چشم کا ایک انگ ہو وہ عین عنایت سے
کرے جو عیالیت سے سرکشی اور فتنہ پر بازی
جگر بے لکڑے لکڑے جان و دل ہیں سوختہ دونو
ہمارے مایہ سے بھی وہ بھی تو کوسوں دور بھاگے ہے

کہوں یہ بخت کو ہم خبر بھیجیں تو کیا بھیجیں
اگر اپنا نہ ہم سرکات کر بھیجیں تو کیا بھیجیں
یہاں سے ہم انہیں سونات اگر بھیجیں تو کیا بھیجیں
تجھے خدا دیکھے ہم اسما بھیجیں تو کیا بھیجیں
ادھر سے کچھ خبر اپنی ادھر بھیجیں تو کیا بھیجیں
گل ز گیس نہا سکے گور پر بھیجیں تو کیا بھیجیں
نہ لعنت اسپہ سب دام بشر بھیجیں تو کیا بھیجیں
تجھے کچھ تجھ ہم اے عشوہ گر بھیجیں تو کیا بھیجیں
پیام و صل اس کو اے ظفر بھیجیں تو کیا بھیجیں

دیگر

گر چہ سو بحر و ایں دیہ و غم سے ہو جائیں

جلتے ہم خاک سے اس آتش غم سے ہو جائیں

مطلع مانی

کیونکہ آگاہی کا ترے طرز ستم سے ہو جائیں
 پہنچیں کب برہمن و شیخ ترے در کے قریں
 دم بھرے جائیں محبت کا ترے یہ جاننا
 بھول جائیں ابھی سب پند و نصیحت و احکام
 سینکڑوں مہنت خواہیدہ جہاں میں پیدا
 اوس کف پائے نگاریں سے ملوں گرام نکھیں
 دم بدم چھیڑ نہ تو زلف کو انکی اے دل
 خامہ آہ سے بس شرح جدائی کو ظفر

جب تک تیرے ستم دیدہ نہ ہم سے ہو جائیں
 دور جب تک نہ وہ دیر و حرم سے ہو جائیں
 گر چہ دو ٹکڑے بھی پہنچ دو دم سے ہو جائیں
 باتیں ہو چار جواس میرے صدم سے ہو جائیں
 اے شکر تری آواز قدم سے ہو جائیں
 اشک رنیں مرے گاہے آرام سے ہو جائیں
 ہم کو ڈر ہے کہیں برہم نہ وہ ہم سے ہو جائیں
 دست بردار نہ ہم کیونکہ قلم سے ہو جائیں

دیگر

ہلا سے گر چہ ہوتا راز دل افشا ہر دم میں
 ہنساتا ہے ذرا تو عالم رویا میں جو آکر
 پڑا ہے کشتی افلاک کا رہنا زمانے کو
 مری دیوانگی کا اے پر یہ ہے جب عالم
 ہزاروں دل لگی کے شغل ہیں پر دل نہیں لگتا
 غبار اس یار کے دل سے ذرا دھویا نہیں جاتا
 سنا ہے لوح کے طوفان کو پاروں نے کانٹے
 لگے آگ ایسے رہے کیونکہ مثل شمع گھل گھل کر

ند و کو نکلو رو نہیں سے مڑا آتا ہر دم میں
 بسر کر دیتا ساری شب تراشیدہ ہر دم میں
 مری آنکھوں نے وہ طوفان کیا ہر پا ہر دم میں
 کبھی رونے میں ہنستا ہے کبھی ہنستا ہر دم میں
 جو تجھ بن اپنا جی لگتا ہے تو لگتا ہر دم میں
 اگر چہ میرے چشموں سے رجاں دریا ہے رونے میں
 نگر آنکھوں سے اپنے ہنسنے وہ دیکھا ہر دم میں
 بہا جاتا ترا دل سوز سرتا پا ہر دم میں

ظفر ہم اپنا رونا روئیں جا کر سامنے کسی

رہا کون اپنے آنسو پوچھنے والا ہے رونے میں

صدا ہم کہیں تو کیا کہیں
 مدعی کہنے ہی نہیں دیتے
 حال غم تجھ سے کہہ چکے یکبار
 اپنے روز کا تیرے ہنسنے کا
 نہیں فرصت جو کیسے حسرت دل
 کہتے ہیں سب وفا نہیں تجھ میں
 خاک در کو ترے کہیں اکسیر

بند ہم کہیں تو کیا کہیں
 مدعا ہم کہیں تو کیا کہیں
 بار بار ہم کہیں تو کیا کہیں
 ماجرا ہم کہیں تو کیا کہیں
 حسرت ہم کہیں تو کیا کہیں
 بی وفا ہم کہیں تو کیا کہیں
 تو بتا ہم کہیں تو کیا کہیں

تو تو منہ سے کہے ہے ہم کو برا
تجھ سے کہیں جو ہو مزے کی بات
تجھ سے وہاں کچھ کہا نہیں جاتا
بن کہے ہی وہ اسے ظفر ہم سے

پھر بھلا ہم کہیں تو کیا کہیں
بے مزہ ہم کہیں تو کیا کہیں
تاکہ صد ہم کہیں تو کیا کہیں
ہے خفا ہم کہیں تو کیا کہیں

ویدر

کوئی آئینہ دل کا نہیں کہ جہاں رخسار کی جلوہ نمائی نہیں
یہ قصور ہے اپنی نظر کا فقط جو کہ دیتا وہ ہم کو دکھائی نہیں
تیری زلف دوتا نہٹ ہوش ربا وہ ہے دام باز کہ بجائے خدا
کہ جو اس میں پھنسا وہ پھنسا ہی رہا کبھی اسکی امید رہائی نہیں
کہا میں نے جو اس سے کہ اس کو بھلا یہ نہیں گیا جتنو آگ لگا
تو یہ سن کے وہاں سے کہنے لگا مجھے آتی لگائی بھائی نہیں
وہ ہے بھلا ہوا آنکھ پہر نگر اس سے جدائی جتنو آنکھ پہر
کر سہ دور روئی کو پیدل سے اگر تو پھر اس میں اور اس میں جدائی نہیں
نہیں منہ سے تو کہتا اگرچہ جتنو کوئی بات کہ دور ست دل کی کبھی
و لے نور سے دیکھا تو آئینہ روئے دل میں ورا بھی صفائی نہیں
ہو بھلے ہیں بھلے ہی رہیں گے سدا کوئی ہووے برا نہیں کام ہے کیا
جسے کہتے نہیں منہ سے وہ اپنے بھلا کبھی کہتے پھر اسکی برائی نہیں
تری پلکوں سے کس لیے آنکھ پہر یہ چپکنا ہی رہتا ہے خون جگر
تری چشم پر آب میں اسکا ظفر جو تصور دست دہائی نہیں

کس زلف کے سودے کی ہے تاثیر ہوا میں
دیتے ہیں گولے کو مری خاک سے چکر
ساتی پہر جام کو کیا ہاتھ سے رکھے
جاتا جاوڑا کیا طرف اس صید قلن کے
آجائے جو خاک قدم یا مرے ہاتھ
کہہ دیں وہ جسے یہ ہے ہوا خواہ ہمارا
کیا کیا ہو ہوا مشک فشاں اسے ظفر اسدم

ہے موت و خاں صورت زنجیر ہوا میں
اب تک ہے مری گردش تقدیر ہوا میں
ہر مونہ ہوا لگتی ہے شمشیر ہوا میں
مرغ دل و حسی روش تیر ہوا میں
جون خاک اوڑاؤں ابھی اکسیر ہوا میں
آجائے نہ کیوں باعث تقدیر ہوا میں
جب کھول دے وہ زلف گرہ گیر ہوا میں

دیگر

نہیں ٹیکے جمائے یا رنے اپنے دوامرو میں
پرائیں کیا پانوں زنجیریں ترے بھٹوں کی زندا میں
خدا جانے کہ بیڑ میں مرے کیا رنگ بدل کا
گھر ہے کان میں اس مہروش کے یہ میں حیراں ہوں
نجانا چاہیے کوچے میں اس کے کچھ کہا تو نے
اگر ہر پا ہو طوفان دیدہ منہوار سے میرے
مزامسات میں ہے مایا یوں بار و نوشی کا
اگر زنجیر ہوتی تو ذکر کرب کا نکل جاتا

اگر نگاشت کو جائے نظر وہ رشک گل میرا

نایا مانگ سے قبضہ لگا کر شاخ آہو میں
نکل جائے اگر سحر اکب بھی کائے قدم چو میں
نظر آتی ہے کچھ آمیزش خوں آج آنسو میں
ستارہ جلوہ گر خورشید کے ہے کیونکہ پہلو میں
پراسے نمودار کیا کچھ نہیں دل اپنے قابو میں
تو ہووے کشتی فلاک تک بھی غرق لو ہو میں
اودھرا ہر سیدہ جھومے ادھر مستی میں ہم جھومیں
دل دیوانہ کہا نہ خدا جلتو نے اپنے گیسو میں

بہار آتی چائیں غنڈ نہیں باغ میں دھو میں

تو دل چلاکھوں بلا ہائے ماگہاں دوڑیں
وگر نہ یہ خبریں ہیں کہاں کہاں دوڑیں
زمین سے آئیں مری سوائے آسمان دوڑیں
شکا دل پہ مرے پیسے چینیاں دوڑیں
یہاں گئیں کسے ڈسنے کو دلستان دوڑیں
ہوا کے کھوڑا سپہ چڑھ چڑھ کے میری جان دوڑیں
کہ پہلے ہی سے یہاں اوکی چٹھیاں دوڑیں

دیگر

نور تیرا جہنم شمس و قمر میں کچھ نہیں
یہونچے گئے کیونکہ چمن تک ہم قفس سے چھوٹ کر
کوئی دم مہمان ہے یہ مثل چہ اس عیدم
دون گہرو کیونکہ میں تشبیہ اپنے اشک سے
تو مسافر ہے یہاں اٹھ فکر کچھ چلنے کی کر
جیب میں ہو یا کمر میں ہو تو ہو خط کا جواب
سینکڑوں مہمان چلے آتے ہیں صورت آشنا

آتا یان حیرے سوا اپنی نظر میں کچھ نہیں
عاقبت پر واز اپنے بال و پر میں کچھ نہیں
جلد آباقی ترے نقد جگر میں کچھ نہیں
آبداری روبرو اسکے گہر میں کچھ نہیں
دیکھ نافل اس قدر غفلت سفر میں کچھ نہیں
ہمنہیں خاطر تو دوست نامہ بر میں کچھ نہیں
اور اپنے صورت آئینہ کمر میں کچھ نہیں

ہے چمک کیا کیا دکھاتی ہستی ما پائدار
کر چکے ہم اشکباری عشق میں پہلے ظفر

پھر جو مثل برق دیکھو بھر میں کچھ نہیں
اب تو جز خون جگر اس چشم تر میں کچھ نہیں

دیگر

محبت کے سبب پڑتا ہے یہ انسان جو کھوں نہیں
انہیں جو کھوں ہے کیا دنیا میں جو ہیں لے سر و سامان
محبت ہے جنہیں زر کی نمازان کی نہ پوچھو تم
جگہ جو کھوں ہے انہیں پہلے رکھ لے سر و جسمانی پر
یہ وہ جو کھوں ہے اس میں پہلے رکھ لے سر و جسمانی پر
گر ہاوس زلف کی کھولے تو کرو منع شانہ کو

وگر نہ الٹا ہے کون اپنی جان جو کھوں میں
پڑے ہے آپ منعم باعث سامان جو کھوں میں
اگرچہ سر ہے جگرہ میں مگر ہے دھیان جو کھوں میں
کہ جو آ کر بلایاں وہ رہا مہمان جو کھوں میں
نہیں رکھنا قدم کچھ عشق کے آسان جو کھوں میں
کہ ڈالے ہے کس کے ہاتھ کیوں ماوان جو کھوں میں

ظفر مائل ہو جو آن واد پر اس شکر کے

اٹھائے جان پر جو کھوں رہے ہر آن جو کھوں میں

اپنے طرفہ سے جنہیں آپ ڈرا جھانکتے ہیں
شب کو گلزار پر ایک اوس کی پڑ جاتی ہے
بھیجہ بوزار محبت میں مرا گوہر ول
کوئی گل اور کھلا پاتا ہے ہر شک پہن
کچھ تو آتا ہے انہیں دشت نور دی میں مزا
بل بے نغرتے کہ ہمیں دیکھ کے ثوبان فرنگ

پھر سنواو گی تو کیا کیا وہ زل ہانکتے ہیں
منہ کو شبنم کے دوپے سے جو وہ ڈھانکتے ہیں
پوچھو تم جو ہریوں سے کہ وہ کیا آتے ہیں
آپ کرتی پے نئے رنگ سے گل ہانکتے ہیں
ناک صحرا کی جو دیوانے ترے پھانکتے ہیں
جلد جلد اور بھی بگھی کو سوا ہانکتے ہیں

بھی ظفر جھک حذا نے صفت ستاری

کھولے عیب کسی کے وہ نہیں ڈھانکتے ہیں

یوں شعلہ سوز فہم سے اٹھا دیکھے داغ میں
رخ پر ترے لہریوں کے قطرہوں سے ہے بہار
ما سح فہمیں تری ہم سن چکے بہت
اے مست ماز پیتے ہیں نہیں بجائے ہے
ڈھونڈے ہزار کوئی نما و نکالے پتہ
یہ لاغری سے حال ہے دیوانہ کا ترے

جیسے جھڑک گیا ہو فہم جہراغ میں
کیا پھول چاندنی کے ہیں مہتاب باغ میں
ناموش ہو کہ اب نہیں طاقت دماغ میں
ہم بھر کے اشک دیدہ تر کے ایاغ میں
جو گم ہوئے ہیں تیرے کمر کے سراغ میں
اڑتا ہوا کے ساتھ ہے تنکا ساراغ میں

دنیا سے جس نے کھینچ لیا ہاتھ اے ظفر

پھیلا سے پاؤں کیوں نہ کو کچ فراس میں

دیگر

اے جنوں کیونکر اتارا اپنی تجھے پوشاک دون
کیا تماشا ہے کہ وہ ہر دم مجھے تو گالیاں
اس نے قاسد سے کہا دون کیا جواب خط تجھے
جی میں آتا ہے کھا کر گردش چشم اسکی میں
اس ترپنے کا مزاج ہے دل نکل کہ میں
دل تو کیا ہے جو نہ وہ میں تکلم بلکہ دل کے ہاتھ
مردنیوں کا رکھو دنیا سے آمیزش ہو گیا

سہا بس خاک تن پر ہوں تو میں کیا خاک ہوں
اور میں تیکو دنیا میں اے بت ہیاک ہوں
ہے جواب اسکا یہی میں خط کو کر کے چاک ہوں
اور بھی چکر تجھے اے گردش افلاک ہوں
جان قدموں پر ترسے قاتل سفاک ہوں
صبر دہوں تاب و توان وہوش دہوں اور اک ہوں
اے ظفر یہ پاک ہو ہر اور وہا پاک ہوں

دیگر

شیم زلف پرور ہے جب زلف سخن بر میں
یہ ریشم کی ہے ڈوری ہڑی گردن میں آہو کے
جب کیا گر جلا میں یہ تان سنگدل نکلے
یہ سو جہاد کیے کس چشم آئینہ میں مستوں کو
ہوے یوں جلوہ گردن ان لب العلیس کے کھنے سے
انکالوں کس طرح زنجیر کو میں پانوں سے اپنے
ظفر وہ قہر وہ آفت ہے گردش میرے طالع کی

نہ ایسی مشکل میں ہو ہے نہ ایسی ہو ہے خبریں
اسے تحریر کا جمل کی نہ بھو چشم دلبر میں
کہ دل انکے ہیں پتھر اور نہاں ہے آگ پتھر میں
چھٹی دریا میں کشتی یا جہاز آیا سمندر میں
کہ گویا سلک ڈر ہے درجک یا قوت امر میں
پند آئی ہے وحشت کو یہی پازیب زیور میں
کہ سہا عٹ سے جس کے آمان ہزارے چکر میں

دیگر

تمہاری زلف مشکیں کے طرف ہو میل کرتے ہیں
ہر امروضا کے کر دیتے ہیں سب دیوار و درگھر کے
تر عاشق ہو یا راقم ہو یا فرہاد یا یمنوں
گزارہ کرتے ہیں زیر فلک ہے بے سرو سامان
وہ جب آراستہ کرتے ہیں پلٹن اپنی مژگان کی
انہیں منظور سب سے پہلے ہے سر کا نما میرا

وہ ہر شب دروا پناسورہ وائل کر تے ہیں
رواں جب چشم سے ہم آنسو کی سیل کرتے ہیں
محبت میں سب ان کو شامل اک دلیل کرتے ہیں
نہ چھپر کرتے ہیں تجویز نے کچھ پل کرتے ہیں
تو ناز و غمزہ کو کپتان اور جرنیل کرتے ہیں
کہ سر بازو میں اپنے وہ مجھے سرخیل کرتے ہیں

نہ جس کو عقل ہوا اور ہو کتابوں سے لدا پھرنا

ظفر اوس آدمی کو ہم قصور نیل کرتے ہیں

وہ ہووے نہ باراں سے کئی دن کی چھڑی
ہوں سوتیوں کی چاترے جھومر کی لڑی
دیکھ اوس لب جا بخش کو مسی کی دھڑکن میں
اپے گل رنگین کہیں پھولوں کی چھڑی میں
کہہ دے نہ کڑی منہ سے نہیں ل کڑی
دم دم کا ہے احوال ترے دل کی گھڑی

وہ جیسے ہیں دل جاننا ہے خوب ہمارا

ہم اے نظر آئے ہیں کوئی کی ترکیب میں

یوں ہیں نہیں کہتے ہیں کچھ جانگے کہتے
جو کہتے ہیں ساتھ اپنے ایمان کے کہے
وہ خط کو تری معنی قرآن کے کہے
یہ قصے پورانے کیا طوفان کے کہے
مادان ہیں جو ہم آگے مادان کے کہتے
جو کہے ہو وہ ہم سے سب آن کے کہے
کہتے ہیں تو اسان کو پہچان کے کہتے

یہ سزا اب تک وہ ہم س ای سو رکھتے تو
واسطے دشمن کے حیراے تند غو رکھتے تو
ہم بھی اس بت خانہ میں جام سپو رکھتے تو
ایک وصل یار کی ہم آرزو رکھتے تو
لفظ خوش طمر بان خوش گلو رکھتے تو
جائے گل لالہ کے برگ ناز ہو رکھتے تو

تو دانٹوں کاٹتے ہیں اور وہ لائین مارتے
تمہارے در پہ کھڑے شب سے پکارتے

جا کام ہو گریہ سے مرے ایک گھڑی میں
یہ انجم گروہوں کو تمنا ہے کہ ہم بھی
ہے آب جتا پردہ ظلم میں پنہاں
جو پارہ دل ہیں مڑوہ تر پہ نہیں گئے
انسان کو مناسب ہے کرلے بات بہ نری
ہزات کی گھڑیوں کی گھڑی دیکھ نہ غافل

دشمن جو حسیں کو ہم جان کے کہے ہیں
ہم تیری طرح کافر جھوٹے ہنس الفت میں
جو روئے سہلی کو کہتے ہیں ترے قرآن
یاروں سے کہو دیکھیں عالم مرے روینکا
اسرار محبت کو کیا جانے تو اے ناسخ
غبار ہیں تم جن کو ہمارا سمجھتے ہو
ہمید اپنا نظر سب کھدیتے نہیں دانا

غیر اونے سو طرح کی مھنگو رکھتے تو ہیں
تجھ سے کو جاہل نہیں پر اپنی ہم تیغ زبان
چشم پر آب و دل پر خون کی دولت اپنے پاس
یہ نہیں معلوم وہ تقدیر میں ہے یا نہیں
جو اڑ ہے آہ مار میں ہمار وہ کہاں
وہ بے کے واسطے قبر شہید ناز پر

ہم ان کی زلف کو ہاتھوں سے جب سنوارتے ہیں
نہ آؤ گر نہیں آتے مگر جواب تو دو

کوئی توں کی نظر پر جڑھا ہے جو ہم کو
جو تیری چاہ میں ڈوبا وہ کب ابھرتا ہے
قدار عشق میں رہتی ہے بازی اون کے ہاتھ
کب ایک جام سے موت ہیں ساقیا سیراب
ظفر جو کھینچے ہیں
میشہ پائون وہ آرام

ترا سا غمزہ و مار اے صنم کو میں نہیں
بغیر رنج کے کوئی نہیں ہو کار جہاں
گہرے شک کے کیا سوتیوں کو ہون بہت
اگرچہ ہیں چمن دہر میں ہزاروں گل
نہ سوج میں ہیں نہ زنجیر میں نہ سہل میں
سب اوس کو دیکھ کے حیرن ہیں صورت تصویر
خطا اوس نے بیچے کئی
پر ایک حرف محبت

خواہ میں ہوں راہ پر اور خواہ میں گمراہ ہوں
کو خیدہ پشت ہوں میں ضعف سے شل کمان
خاک میں مجھ کو ملا لیکن گزراں راہ سے
کنج تنہائی میں میرا سولس جان کون ہے
یہ جو دل کی بیقراری میں کبھی کہتا ہوں آہ
تھوڑا ہے کب بزرگ سایہ مجھے تیرا ساتھ
عشق کی دولت مجھے حاصل ہوئی یہ نقد داغ

ہماری اور مجھوں کی جو تصویریں ہیں دو کھجیاں
کھینچی اک آہ دل سے اک جگر سے ناتوانی میں
نہیں لکھا قلم تھہرا کے خط وہ دونوں عارض پر

گراتے اکٹھے ہیں ویسے وہ اٹاتے ہیں
ہزار اس کو اگر آشا ابھارتے ہیں
وہ جان ہار کر جان اپنی سمیٹتے ہیں
وہ بانہ کش کر جو بان غم کے غم ڈکاتے ہیں
ہاتھ اپنا دنیا میں
ہیں سے پہارتے ہیں

جو مجھیں ہے وہ خدا کی قسم کو میں نہیں
مگر جو عشق میں ہے رنج و غم کو میں نہیں
جو اس میں آب ہے اے چشم غم کو میں نہیں
ولیک بوسے وفا پاتے ہم کو میں نہیں
جو اس کی زلف میں ہیں رنج و غم کو میں نہیں
ہوا یہ حال گویا کہ دم کو میں نہیں
لکھ کے او ظفر ہم کو
دم کو میں نہیں

لیکن اس بت کا فدا سے صورت دلتوا ہوں
پر لگتا سینہ گردوں میں یہ آہ ہوں
شل چشم نقش بکھتا پر تی میں راہ ہوں
بکھتا اک غم خوار اپنا میں غم جا لگا ہوں
لپٹے حال دل سے میں کہتا اے آگاہ ہوں
تو کہان پختا چل میں بھی ترے ہمراہ ہوں
اے ظفر میں عشق کا کیونکر نہ دلتوا ہوں
دیگر

تو یکساں پائون میں دونوں زنجیریں ہیں دو کھجیاں
ہر دو مشکل سے کر کے لاک مدھیریں ہیں دو کھجیاں
مگر جلدی میں یہ قرآن کی تفسیر ہیں دو کھجیاں

دلیا ترک وفا و مہر کی باتوں کو طول اتنا
بچپن ہم دیکھتے کیونکر تری تیج دوا برو سے
لگیں کیونکر نہ کھینچ کر اے ظفر دو تیرے دل میں

ایک بڑگو ہو تو میں اوس کے سخن کو پکڑوں
سوچتا جی میں ہوں اس زلف درکوش کو دیکھ
ہے تصویر میں بڑی چشم کے وحشت کا یہ جوش
ہم صغیر و کبوتر کیا کہے کہ آیا صیاد
گر کے دل چاہہ رہنمائی میں یہ کہتا ہے کہ میں
کون ہے ہند سرے دل کو چھدلا کس نے
خاک پا فخر جہان کا
پکڑیں قدموں کو تو میں
عجب اعجاز ہے بلبل ہوا میں
مطلع

جو ملک افشان ہو وہ کا کل ہوا میں
اوڑے گر خاک دیوانہ کی تیرے
ہوا میں آ کے کس نے زیر اوٹ
ترے کوچہ تلک پہونچا ہے آخر
دل سرد آہ سے اس طرح پکھلا
ہوا ہے سے سے برہم کیونکہ ساقی
ظفر ہے

میں نہیں اس میکدہ میں آج کل سے مست ہوں
کتنی ہے مجھ سے حذر کر اس کی چشم خانہ جنگ
دیں اگر اب بتا بھی تجھ کو جانوں اب بچ

زیادہ حد سے ماحج کی یہ تقریریں ہیں دو کھجیان
کہ اپنا ایک دم اور اس پہ ششیریں ہیں دو کھجیان
دو چشم یار میں سرمہ کی تحریریں ہیں دو کھجیان
دیکھ

وہ بھی ایسے ہیں کس کس کے دہن کو پکڑوں
ساپ کو پکڑوں کہ ساپ کے من کو پکڑوں
گر گردوں دشت میں یک جست بہن کو پکڑوں
لے کے پھر دام کہ مرغان چن کو پکڑوں
کیونکہ اس زلف معبر کیرن کو پکڑوں
خال رخ کو ترے یا خال دہن کو پکڑوں
وہ ظفر ہوں کہ جو اور
میں کے چن کو پکڑوں
چراغ گل نہ دیکھا گل ہوا میں
طانی

نہ آئے کھٹ سہل ہوا میں
اٹھے زنجیر کا سائل ہوا میں
کہ سمیت ہوئی بالکل ہوا میں
ہماری خاک ل جل کر ہوا میں
کہ جیسے برف جائے گل ہوا میں
میں خوش ہو کے جام ل ہوا میں
مطر
مال

کے کھل ہوا میں
مے پرست عشق ہوں روز ازل سے مست ہوں
دیکھ اب میں نہ جنگ و جدل سے مست ہوں
اس قدر جام تمنا ہی اجل سے مست ہوں

بوسہ خال لب جہان کی کیفیت پوچھ
دل میں ہے میرے جو کیفیت شراب عشق کی
فاقہ مستی ہے مری دولت کی مستی سے فزون
ڈھونڈھے صحت صوفی کی وہ جو ہو صوفی منش
پہونچی ہے اس کے لب شیریں سے کیفیت مجھے
ہے سخن میں میرے کیفیت عجب ہی ذوق سے

ہیں فزون ہے سے اس انون کے عمل سے مست ہوں
میں بھی اپنے شیر ذریہ بغل سے مست ہوں
میں تھیری میں سوا اعلیٰ دول سے مست ہوں
عج کو تو خوش آئے ہیں مستو کے جلے مست ہوں
کوئی ہو گا مست سے سے میں غسل سے مست ہوں
اے ظفر ہو جانا میں اپنی غزل سے مست ہوں
دیگر

دن کی میرے بیقراری مجھ سے کچھ پوچھ نہیں
بار غم سے مجھ پہ روز بھر میں ایک اک گھڑی
شام سے تا صبح جو بستر پر تم بن رات کو
کیا کہوں جو کچھ تھا کہنا میں گیا بالکل وہ بھونکا کساری اپنی کی برباد
آپ کے
آ ہے دعا زیادہ پوچھنے سے اور بھی
خبر مرکان و تیر باز و تیغ لہرہ سے
میری صورت ہی سے بس معلوم کر لو میرے
اے ظفر جو حال میرا کرونگا گریبان

شب کی میری آہ و زاری مجھ سے کچھ پوچھ نہیں
کیا کہوں ہے کیسی بھاری مجھ سے کچھ پوچھ نہیں
میں نے کی آخر شاری مجھ سے کچھ پوچھ نہیں
دیکھ کر صورت تمہاری مجھ سے کچھ پوچھ نہیں
میں نے کی جو خاکساری مجھ سے کچھ پوچھ نہیں
باجراے انگبازی مجھ سے کچھ پوچھ نہیں
دل پہ جو بین رقم کاری مجھ سے کچھ پوچھ نہیں
تم حقیقت میری ساری مجھ سے کچھ پوچھ نہیں
ہو گی اون کو شرمساری مجھ سے کچھ پوچھ نہیں
دیگر

ہم مریض بھر ہیں ہم میں رہا دم کچھ نہیں
جبکہ ہم جائیں گے وہاں کیا ہم سے پوچھا جائے گا
ہے یہ زیبا زلف ہی کے واسطے تیرے لئے
صاف کھل جائے گا بھجوب میں میرا راز دل
خوب جو دیکھا تو ششیر صفا ہانی میں بھی
ملک و لباس و نمک بھر دے ملا کر چارہ گر
خوب ہے وہ اک جہان جس کو
کچھ نہیں وہ جس کو

جز شراب و سل دار و جانتے ہم کچھ نہیں
غم اگر ہے تو یہی ہے اور تو غم کچھ نہیں
اپنے آفتن سے ہوا اتنا برہم کچھ نہیں
دیکھ اتنا بھوٹ بہنا چشم پر غم کچھ نہیں
دور اس برو خمدار کے غم کچھ نہیں
واسطے رقم جگر کے میرے مرہم کچھ نہیں
جس کو کہے خوب اے ظفر
دے ایک عالم کچھ نہیں

ہر رات سبھی اپنے آرام کو سوتے ہیں
 کہا عشق کے صحرا میں بیخوف و خطر ماضی
 ہر شب ہمیں فرقت میں روتے عیا گزرتی ہے
 کر لین ترا نگاہ گر خواب میں تو آئے
 ہم بستر راحت پہ یارو وہ دراز اپنے
 بہکے ہوئے اٹھے ہے خوشبو میں سحر جس شب
 پہوش اون آنکھوں کے
 گویا کہ ظفر پل کر
 خدا کا گھر اسے زبہ بتو کے آستانوں میں
 مطلع

ری صحبت کہان بوڑھوئیں نے بول اور جوانی میں
 لگاؤ بچہ تم اور بھی اک نیم غمزہ کا
 تری زلفوں نے مثل مار شاہی زہر اٹکا ہے
 خرابی ہو گی دیکھو گر کریکا اشک غمازی
 کروں مالے غم فرقت میں اگر اس مہر طلعت کے
 پیسر پوسر لب جو تیرے ہووے یاقوتی
 اگر لائیں زبان پر قصہ چاند کو میرے
 ظفر جو کچھ ہے منظور خدا معلوم کس کو

بستے تھے وہ جو لوگ یہاں کوئی بھی نہیں
 دوسرے غیر سوز نہاں کوئی بھی نہیں
 سن جاتے میرا حال ہیں سب مجھ سے غمگسار
 ہیں یوں تو گلزار ہزاروں جہان میں
 معلوم رہنماں عدم کا ہو کیونکہ حال
 دے یاد دے بھی وہ مرے دل کی خبر مجھے

ہم جاگتے ہیں تم بن کو شام کو سوتے ہیں
 ہم کر کے رہ کفر و اسلام کو سوتے ہیں
 نے صبح کو سوتے ہیں نے شام کو سوتے ہیں
 ہم شب کو جو سوتے ہیں اس کام کو سوتے ہیں
 ہونے نہ کہو میرے پیغام کو سوتے ہیں
 ہم لیکے بغل میں اس عکاس کو سوتے ہیں
 ہم یوں ہیں تصویر میں
 دو جام کو سوتے ہیں
 جگہ جگہ کی ہے ان کے کف پا کے نشانوں میں
 مانی

کہیں بھی تیر دیکھے ٹھہرتے سونی کمانوں میں
 بھی کچھ جان باقی ہے تمہارے نیم جانو میں
 کہیں ہنرے ہیں یہ کان ملاح تیرے کانو میں
 کہ ہے اسے حضرت دل یہ تمہارے راز دانو میں
 تو ہر پل شور ہو یکبار ساتوں آستانوں میں
 بھی تاب و توان آ جائے تیرے مانو میں
 تو پڑ جائیں پھولے قصہ خراو کی زبانو میں
 کہیں ہے گل کو کچھ دھل اس کے کارخانو میں
 دیگر

خالی پڑے ہیں اوکے مکان کوئی بھی نہیں
 عدم سوائے آہ فغان کوئی بھی نہیں
 پر کرتا ہونے جا کے بیان کوئی بھی نہیں
 پر تھ سا شوخ غنچہ وہاں کوئی بھی نہیں
 آیا وہاں سے پھر کے جہان کوئی بھی نہیں
 قصہ سوائے اشک روان کوئی بھی نہیں

دل میں نکین ہو کیوں نہ غم یار آن کر
موجود ہیں وہ چھوڑ گئے جو کہ نام نیک
میں دل کو جانتا تھا بڑا دوست عشق میں
فلکوں سے یوں تو دل ہے لہلہا مگر کبھی

لون کس کو اپنے ساتھ
میر و فلیک و تاب

لب و رہن کے دے ہو وہ اگر دو تین
جواب خط کا نہیں وانے ایک بھی لانا
نہو تھی دل میری اک جراحت سے
نیزہ مجھ سے نہیں تھیں و واقع و فرہاد
نے نے اٹھیں دو تین بات تھے روز

وہ سن کے نام مرا کچھ بولے خیر ہوئی
پلے جہان سے مرے ساتھ حج و ورد ام
جگر سے میرے اگر ایک خار غم نکلا
وہ کہتے تھے کہ ہم اک
نہ آئے ظفر اور

لاہین اپنی قسمت کیا کو کاروکی قسمت میں
نہ پایا ہوسہ اس لب کا مریضان محبت نے
پلے میری طرف سے خط جو میرا مجھ سے لکھوا کر
میں قسمت پر اپنے باز ہے اس عشق بازی میں
سر ہر خار صحرا آبلہ پانوکا میرے
پھنسیں کیوں آنکر دام بلا سے زلف میں برے
ظفر وہ جنس اکاہ ہوئیں لین سول و جگو

مٹ گیا جو راز الفت غیر اے صنم بتا دین

اس سے تو بہتر اور مکان کوئی بھی نہیں
باقی اگرچہ اونکا نشان کائی بھی نہیں
دیکھا تو ایسا دشمن جان کوئی بھی نہیں
آج ہمارے نامہ زبان کوئی بھی نہیں

رفاقت میں اے ظفر
و تو ان کوئی بھی نہیں

بلا سے گالیاں دے منہ سے سہر دو تین
روزانہ کرتے ہیں ہم روزنامہ بر دو تین
نہ جب تک کہ ہوں دھم اور کر گر دو تین
اگرچہ عشق میں ہیں یہ بھی ماسور دو تین
جہان میں تھ سے جو ہوں اور فتنہ گر دو تین
کہ وہ تھے نور اسی نام کے بشر دو تین
ہیں اس سفر میں میرے یہ ہم سفر دو تین
چھو دیے حسرت نے بیشتر دو تین
و گھڑی میں آئے ہیں
دن گزر دو تین

خدا جانے کہ کیا ہم ہرکاروں کی قسمت میں
نہ تھا یہ شریعت عتاب بنا روکی قسمت میں
لکھا ہے کچھ برا میرے طرفداروں کی قسمت میں
کہ یہ کار لیاقت ہم سے کاروکی کی قسمت میں
عجب مندریل رکھی مر پہ تھی خاروکی قسمت میں
رہائی ہو اگر حیرے گرفتاروکی قسمت میں
کہ سرتا پا زبان ہو جن خریداروکی قسمت میں
دیگر

یا ہم کر م بتا دو یا تم کو ہم بتا دین

راحت ہمارے حق میں ہے یہ غم محبت
جو کچھ جواب خط میں اس نے لکھا ہے ہم کو
محو کمر کی اپنے پوچھ ان سے تو حقیقت
کہتا ہے تو کہ میں نے تم کیے تم کیا
تم شب کو لاکھ جاؤ چوری سے گھر کسی کے
آئے ہیں جام سے میں کیا کیا نظر تاشے

ہم کس طرح سے صبح راحت کو غم بتا دین
قاصد کی شکل ہی سے ہم یککلم بتا دین
جو حال رنجان ملک عدم بتا دین
جو جو کیے ہیں تو نے ظلم و ستم بتا دین
ہم دیکھ کر تمہارے نقش قدم بتا دین
کیونکر ظفر نہ اس کو ہم جام جم بتا دین
دیگر

جب منکس ہو وہ رخ روشن شراب میں
مطلع

آنسو نہ سمجھو یہ مری چشم پر آب میں
مطلع

اللہ کی شرم آئے جو وہ شب کو خوب میں
خوشبو ہے جو پیہن میں اسے نگہ بند ترے
دل میرا یک کیا ہزاروں ہی اس نے دل
میرے دل شکستہ میں آ کر رہے وہ کیا
یوں آنسو کے ساتھ پیا ہم نے خون دل
موت کش اجل نہوئے ہم کہ ہو گیا
اس بی وفا کو دو نہ
ڈالو نہ اپنی جان

کیا فرق ہو شراب میں اور آفتاب میں
طی

انوار سے ہے عشق کے دریا حباب میں
طی

پہنان رکھا حباب سے منہ کو نقاب میں
نے وہ گلاب میں ہے نہ عطر گلاب میں
باندھے کند کا کل پر چنچتاب میں
رہتا ہے کون ایسے مکان خراب میں
جیسے ما کے پیتے ہیں پانی شراب میں
کام اپنا حیرتی ایک بگاڑ عتاب میں
دل اپنا تم اسے ظفر
کو دیکھو عذاب میں

لیکن تجھ پر غار رہے ہیں
پر سدا بیقرار رہے ہیں
مار کش ہم ہزار رہے ہیں
ہم بھی اک خاکسار رہے ہیں
گرچہ ہم انگبار رہے ہیں
گرہر آب دار رہے ہیں

ہم کہیں اسے غار رہے ہیں
ہم نہ شعلہ ہیں نے شرد ہیں نہ برق
نہیں اس گل کو کچھ اثر ہوتا
صورت نقش پا گل ہیں ترے
خمع سان سوز دل نہیں بجھتا
اپنے دامن میں دولت اٹھو کے

ایک رنجش ہمیں سے ہے ورنہ
چشم مست اس کی لے عا جائے ہے ہوش
جب پانی ہے شراب عشق ظفر

آپ کے سب سے پیار رنج ہیں
گرچہ ہم ہوشیار رنج ہیں
ہم نہیں بے خداد رنج ہیں
دیگر

کہی نہ اس نے جو تھی بات جی میں
لگایا نہ ہاتھ ان کو غمائی میں بھی
دکھائے ہیں جب اپنی ہم انگلیاری
سمجھتے کسی کو نہیں مال و دولت
بچھائی ہے وان ہم نے شہرچ ایسی
تصور میں گیسو و عارض کے تیرے
دل ایسے نکیلے کو کیونکر نہ رنج

ری جی کی وقت ملاقات جی میں
تمنا ری اپنی ہیبت جی میں
قبل ہوئی کیا کیا ہے برسات جی میں
یہ سمجھتے ہے کیا اپنی بد ذات جی میں
حریف اپنے پہلے عا ہوں مات جی میں
کہوں کیا جو آتی ہے رزات جی میں
کر جس کی چھپے اے ظفر گات جی میں
دیگر

سب سلامی ہوں اگر اہل سخن تھوڑے ہیں
بلکہ عابد مظلوم پہ ہیں داغ بہت
لم شبیر میں دکھ کر یہ بڑی دولت ہے
قل میں ش کے توقف جو کوئی دم ہے تو ہے
جسم بہت سرور دین کے سرمدان قتال
جن رنجی میں جو پوشیدہ تہہ گرد و غبار

ش کے اوصاف بہت اور دین تھوڑے ہیں
ور یہ انجم گردون کہن تھوڑے ہیں
آگے اک اشک کے سورد عدن تھوڑے ہیں
ہے کچھ اور بھی رنج سخن تھوڑے ہیں
نیزہ تیر بہت سوئے بدن تھوڑے ہیں
تو شہیدوں کے لئے کیا یہ کفن تھوڑے ہیں
قطعہ

کہتے تھے سرور دین علم نہیں گر ساتھ مرے
لشکر شام کو ایک ایک دلاور ہے بہت
اے ظفر ش کی
گر ملیں غلہ میں کئے عا چمن تھوڑے ہیں

قر باکم ہیں رفیقان وطن تھوڑے ہیں
گرچہ ظاہر میں یہ ہفتا دو تن تھوڑے ہیں
سلامی کو برائے جلاکشت
کئے عا چمن تھوڑے ہیں

غیر نے آج ترے رات سحر کی گھر میں
رات بھر ہم رہے تیرے پلں دیوار پڑے

نہ کھلی بات کسی پر ری گھر کی گھر میں
کسی جاسوس نے بھی یہ نہ خبر کی گھر میں

دل جلون کو نہیں درکار چراغ خانہ
 اشک ٹلکون سے نظر آئے ابر کیا کیا گل
 خیم کی طرح سے یاد قد رختا میں ترے
 خیم کی طرح سے صاحب نظرون نے دیکھو
 مدی وہ جو چھپے بیٹھے
 آمد آمد جو ہوئی رات

روٹی تھوڑی ہے کیا داغ جگر کی گھر میں
 خیم پر خون سے جدھر ہم نے نظر کی گھر میں
 ہم نے سولی پہ سدا رات بسر کی گھر میں
 سر کیا کیا نہیں بے رنج سفر کی گھر میں
 تھے بھاگے چھپ کر
 ظفر کے گھر میں

گہنہ سے ہم نہیں خالی گما بگاڑ تو ہیں
 بلا سے جان گئی اپنی عشق میں لیکن
 زیادہ بھڑکے گی کیا اور دل میں آتش عشق
 و نور اشک سے کوسوں دل بجھے نہ بجھے
 بلا گر جگر و دل ہیں داغ داغ اپنے
 لگائے دیکھتے یا رب وہ اور کتنے تیر
 نہ برق میں کوئی شعلہ نے شرار ہیں ہم
 اگرچہ کیسے ہی عیار و پر فریب ہیں وہ
 شراب پی کہیں یا رات بھر کہیں جا کے

پر اس کی لطف و کرم کے امید وار تو ہیں
 وہ ہم کو جان گئے اپنا جان نثار تو ہیں
 لطفے ہرین سے مرے شرار تو ہیں
 پر اپنی آنکھوں سے ہم رہے انگار تو ہیں
 ہمیشہ دیکھتے ہم سیر لالہ زار تو ہیں
 کہ دل میں ہو گئے روزن کئی ہزار تو ہیں
 گھر تہن سے محبت کے بیقرار تو ہیں
 گھر یہ بھی غنیمت بلا سے یار تو ہیں
 کچھ آنکھیں ان کی ظفر پر نثار تو ہیں
 دیگر

قاصدا کا لکھون یار خلوت میں لکھون
 مطلع

کس طرح راز نہان بیٹھے کے خلوت میں لکھون
 کافی

کبھی ایک حرف نہ میں تیری شکایت میں لکھوں
 یہ جو پڑھتے ہیں یہ کارِ بحر اٹھ کر ناز
 خج کی جمل اچھے مرے خامہ کی زبان
 وہ جو مطلب ہی نہ لکھوں اسے میں کیا ممکن
 وہ سمجھ لے اس اور غیر نہ سمجھے ہرگز
 ہے کہاں عیش نصیب اس کو جو حریہ کروں
 صفحہ چرخ پہ ہے جائے کہاں جو غم دل
 اے ظفر کاغذ ابری پہ لکوں میں اس کو

جو لکھوں سو وہ ترے شکر عبارت میں لکھوں
 اس کو عادت میں لکھوں نہ عبارت میں لکھوں
 اگر اک حرف ترے وصف شرارت میں لکھوں
 نامہ بر یار کو نامہ کسی حالت میں لکھوں
 ہمشیں خدا اسے کچھ لکھا عبارت میں لکھوں
 ہان گھر رنج لکھا ہے مری قسمت میں لکھوں
 قلم آہ سے اپنے شبِ فرقت میں لکھوں
 قلم آہ سے اپنے شبِ فرقت میں لکھوں
 ہارا گریہ کا اپنے جو مصیبت میں لکھوں
 دگر

کہے اپنا کسے اپنا تو کوئی ہے ہی نہیں
 وائے قسمت جسے ہم جانتے تھے دوست اپنا
 جس نے اس عالم تصویر کو دیکھا یہ کہا
 قیس و فرہاد ہوں کیا عشق میں ہمسر مجھے
 تیرے دانوں کے مقابل میں کوئی گھر کو
 سر کے بالوں میں ترے جیسے کر ہے مانگ تری
 کس تمنا پہ ہے عاشق مایوس ترا
 ہونہو زلف کے کوچے میں دل سوداگر
 سروتہ کون ہو رختا میں ہمسر تیرا
 کیا کروں غم کو نہ سمجھوں اپنا غمنا
 قدرت حق کا تماشا

جو ہے بیگانہ ہمارا تو کوئی ہے ہی نہیں
 جیسا دشمن ہے وہ ایسا تو کوئی ہے ہی نہیں
 ایسا تصویر سراپا تو کوئی ہے ہی نہیں
 مجھ سا دیوانہ و شیدا تو کوئی ہے ہی نہیں
 سمجھے کیا مال کر ہیرا تو کوئی ہے ہی نہیں
 ایسا عظمت کا رستہ تو کوئی ہے ہی نہیں
 لیکن اب اس کے تمنا تو کوئی ہے ہی نہیں
 اور اب اس کا ٹھکانا تو کوئی ہے ہی نہیں
 تجھ سلیمان دلیر رہتا تو کوئی ہے ہی نہیں
 دل کے دیے کو دلاسا تو کوئی ہے ہی نہیں
 ہے ظفر جیسے بشر

ایسا دنیا میں تماشا تو کوئی ہے ہی نہیں

ایسا دنیا میں تماشا تو کوئی ہے ہی نہیں
 بتوں نے نہ کہیں آشنائی کی باتیں
 مطلع

کہیں اور ساری خدائی کی باتیں
 عانی

نہیں تم کو لازم برائی کی باتیں

بھلون کو ہے زیبا بھلائی کی باتیں

غضب ہے کہ دل میں تو رکھو کدورت
 لڑاتے ہو محفل میں غیروں سے آنکھیں
 جو کرتے ہو تہذیبیاتی کا دعویٰ
 نہیں بات کوئی بھی تجھیں وفا کی
 اگر بوسہ مانگو تو وہ منہ بنا کر
 شب وصال بھی تجھ کو روئے ہی گزری
 اگر سیدھے ہوتے مرے بہت واڈون
 ظفر دل میں بہتی ہے ندی و مستی

کرو منہ پر ہم سے صفائی کی باتیں
 صریحاً ہیں یہ تو لڑائی کی باتیں
 کچھ آتی بھی ہیں لڑائی کی باتیں
 شکر ہیں سب بیوفائی کی باتیں
 کہے ہیں کھرجائی کی باتیں
 جو یاد آئیں روز جدائی کی باتیں
 تو کیوں کرتے وہ کچھ ادائی کی باتیں
 نہ منہ سے بنا پارسی کی باتیں
 دگر

رخ گلبرگ کو جب میں گل رنگین بادھوں
 گر کہوں اس کی جبین کو قرہ ہو ہلال
 لب و بدن کو کہوں اس کے بدنشان و بدن
 نگہ و باز کو تھراؤں جو اس کی شہباز
 بادھوں مشکان شکرار کو میں نیزہ و تیر
 زلف کو لپیٹے و عارض کو لکھوں میں عدا
 روئے روشن کو کہوں اس کے اگر سورہ نور
 چشم میگوں کہ اگر جام سے دون میں تشبیہ
 کہوں گر غمزہ سفاک کو غار شکر ہوش
 قد رہنا اگر سرو سے دون میں نسبت
 بازو و باز کی اس کی نہ ادا ہو توصیف

کیونکہ دانتوں کو نہ بھر نچھ نسرین بادھوں
 پھر تو جھومر کو بھی میں خوش پروین بادھوں
 زلف و کاکل کو سراسر نقشن و چین بادھوں
 اس کی مشکان کو نہ کیوں چنگل شاہین بادھوں
 خط و دہالہ کو ہندوق و قرائن بادھوں
 ور اس لعل شکر بار کو شیرین بادھوں
 اس کے دانتوں کو بھی میں سورہ یسین بادھوں
 عاف گردن کو صراحی بلورین بادھوں
 چشم کافر کا نہ کیوں رہزن دین بادھوں
 دست باز کو بھی شاخ گل نسرین بادھوں
 اے ظفر گر پہ میں کتنے ہی مضامین بادھوں
 دگر

تو شرط عشق یہ ہے ساتھ ہو بلبل سمندر میں
 ۴۱

کہیں سے جا پڑے اڑ کر جو برگ گل سمندر میں
 مطلع

اگر ہو نکس انگن یار کی کاگل سمندر میں
 پڑے عالم میں جس دم شور دیاے سر شک اپنا
 دکھاؤں گا جو اپنے دیدہ پر اب کا عالم
 گزر جانا نہ سمجھے کھل دیاے محبت سے
 دکھانے اب داری تو جو اپنی درندان کی
 علی وہ ہے ظفر سوڑے نہ
 سمندر ہو جا حائل ڈال

کان سے کوہ اور روں نے وہ چار نکالے اچھے ہیں
 گاہ جلنا گاہ دولا یہ تو تم نے میرے ساتھ
 حق میں ہمارے اس نے کہی باتیں لاکھوں یار بری
 خار رنج و غم کی غلطی سے برسوں ہم بے چین رہے
 بات تری کب خالی ہے یا جھڑکی ہے یا گالی ہے
 زلف نے ظالم مار نکالا دل کو تو کیا سودائی تھا
 گرچہ زمین یہ خوب نہ تھی پر اپنی زور طبیعت سے

میں جو کہے خط میں دم تحریر ہم لکھیں
 شکایت لکھیں اے قاصد جو انکی سرد مہری کی
 کہیں حنجر نگہ کو تیرے اور شمشیر بدو کو
 ترے رویے غلط کا ہوورس سے بہتر ہے
 غنی ہیں آ گیا ہاتھ اپلے نسخہ خاکساری کا
 یہ اپنی بن گئی صورت کہ پہچانی نہیں جانی
 کہان تک صفحہ گردوں پہ حال دل ظفر اپنا

کرو اے بنو دلہائی کی باتیں
 نہیں اعتبار آشنائی کا ان کو

تو چہا جائے سوچ اب ہو مکمل سمندر میں
 تو جس طوفان کے ڈر سے ہو نہ کیونکر نکل سمندر میں
 تو گر مایوں کی بھی جائیگی آنکھیں کھل سمندر میں
 اگر بادھے کوئی تدبیر سے سو پل سمندر میں
 تو غرق اب غفلت ہووین سوتی کل سمندر میں
 ہر گز باگ میدان سے
 دے دلدل سمندر میں

چشم سے لاکھوں ہم نے در شہسوار نکالے اچھے ہیں
 اہنگ نکالے خوب ہیں اور اطوار نکالے اچھے ہیں
 منہ سے کلام اس شوخ نے گر یکبار نکالے اچھے ہیں
 جیسے تو نے کیچے سے یہ خار نکالے اچھے ہیں
 پیارے تو مجھ سے تو یہ پیار نکالے اچھے ہیں
 اس کافر نے اور ہزاروں مار نکالے اچھے ہیں
 کیا کیا اس میں تو نے ظفر اشعار نکالے اچھے ہیں
 دیکھ

یہ اپنی کیونکر اپنے ہاتھ سے تصویر ہم لکھیں
 تو لازم ہے کہ نیکر کاغذ شمشیر ہم لکھیں
 خط و نبال کو نیزہ مدھ کو تیر ہم لکھیں
 پڑھیں قرآن اگر ہم اور محسوس ہم لکھیں
 کہیں سے اچھا کر کیوں سحر اسیر ہم لکھیں
 نہ جب ک نام بھی اپنا سر تصویر ہم لکھیں
 بیٹھ لے کے کاک آہ بے تاثیر ہم لکھیں
 دیکھ

نکالو نہ ساری عدائی کی باتیں
 کریں لاکھ وہ آشنائی کی باتیں

رہے ایسے بیدار اپنے کہان ہیں
 تمہارے تو دل میں کدورت بھی ہے
 نفس میں ہے کیا فائدہ شور و غل سے
 جب الٹی نہیں ہاد وہ چشم میگوں
 کہا اس نے جب لے لیا ہم نے پور
 لڑا تو نہ محفل میں پروئے انکھیں
 ظفر کیا زمانہ برا - گیا ہے

کہیں جن سے درد جدائی کی باتیں
 کرو تم نہ ظاہر صفائی کی باتیں
 کرو کچھ اسیر و رہائی کی باتیں
 گئے بھول سب پارائی کی باتیں
 مری جڑھ ہیں یہ جھمائی کی باتیں
 یہ اے جگجو ہیں لڑائی کی باتیں
 جہان دیکھو ہیں وان برائی کی باتیں
 دگر

ہم سے کہہ اس بیوفا نے بیوفائی کی نہیں
 ہووے کیا بیمار فرقت کا طبیعت نے علاج
 تو اگر کچھ پوچھتا ہے مجھ سے میرے دل کی پوچھ
 وہ بھلا کرے ہیں کہتے ہیں بجا جگو بڑو
 بیٹھے ہیں نہ لگا ک دست و پا میں وہ حنا
 چھوٹے قسمت ہی سے دل دام بلائے زلف سے
 لپکا وہ دارا دل کیونکہ میں حیران ہوں
 دیکھیے کیا ہو کدور ہم سے ہے آئینہ رو
 عشق ہی دہر ہے
 اے ظفر حنا کسی

لیکن اس سے ترک ہم نے آزمائی کی نہیں
 وصل بن کوئی دعا درد جدائی کی نہیں
 اے صنم ج کو خبر ساری جدائی کی نہیں
 کی برائی میں نے یہ میں نے برائی کی نہیں
 اس سے بہتر جائے کوئی ہاتھ پائی کی نہیں
 ورنہ ظاہر کچھ توقع تو رہائی کی نہیں
 بات الٹی کوئی اس کو رہائی کی نہیں
 اور کوئی صورت نظر آئی صفائی کی نہیں
 اپنا عشق ہے
 کی رہنمائی کی نہیں

اسی لئے تو ہمیں جیجو کسو کی نہیں
 کہیں کے دل ہی میں جو کچھ ہمارے دل میں ہے
 بھٹکایا جس نے ہے سر اپنا زیرِ تیغ صنم
 ہمارے چاک جگر کا عبث ہے فکرِ رفو
 امید آنے کی اس کے ہو کس طرح ہم کو
 چھٹایا زلف میں کس طرح اس نے تجھ کو دلا
 مگر ظفر نہ کرو ان سے آزمائی کا

کہ ہم کو ملنے کی اب آرزو کسو کی نہیں
 زبان سے کہنے کے ہم رویہ کسو کی نہیں
 وہ ہوتا آ کے کبھی سرفرو کسے کی نہیں
 یہ ہوتا ہاتھ سے ہرگز رفو کسو کے نہیں
 کہ آ خواب میں وہ ملے و کسو کے نہیں
 کہ الا بیچ میں اس طرح تو کسو کے نہیں
 کہ آشنا ہوئے تو کبھو کسو کے نہیں

باطن میں میں قریب ہوں ظاہر میں دور ہوں
میں صاحب شعور ہوں یا بے شعور ہوں
میں شیشہ شراب کے بانن چور ہوں
میرا قصور کچھ کہیں میں بے قصور ہوں
زہد نہیں ہوں میں جو طلبگار خور ہوں
میں کہا جو ان سے کہ میں مامبور ہوں
ہو آنا ا کے کوچے میں میں بھی ضرور ہوں
دگر

ہم اپنے آج طالع اور قسمت آزمائے ہیں
کالی

دل اپنا دیکے تجھ کو اپنی قسمت آزمائے ہیں
اگرچہ ہم بہت سے اب طبیعت آزمائے ہیں
کہ اپنی آج وہ تجھ سمیت آزمائے ہیں
انہیں کیوں عیدہ دست حضرات آزمائے ہیں
سر کوہ الم ہم اپنی طاقت آزمائے ہیں
تری ہم اے غم جامان رفاقت آزمائے ہیں
مروت پھر تری اے بے مروت آزمائے ہیں
بھی ہیں یار ہیں جاتے
وقت سمیت آزمائے ہیں

دین کس کو سزا وہ کہ سرور تو میں ہوں
ہوں اس کا اگر تشہ دیدار تو میں ہوں
ہوں اپنے اگر درد بے آزار تو میں ہوں
کس واسطے ہے تیرا مددگار تو میں ہوں
سوکھا ہوا اگرچہ روٹل خار تو میں ہوں

رہتا ہمیشہ دل سے ہمارے حضور ہوں
نصح تجھے شہر سے ہے میرے کیا غرض
اے مست باز گر کے نظر سے ترے ہوا
دل چاہتا ہے تم کو اے دیجئے سزا
مرنا پری رخون پہ ہوں میں بند سے پرست
کرنے لگے زیادہ تغافل وہ اور بھی
دن کو کہ رات کو گھر اک بار ظفر

تے مہر وفا اور ماہ طلعت آزمائے ہیں
مطلع

ستم گر ہم نہیں کچھ تیری الفت آزمائے ہیں
نہیں کھلتا معما اس وہاں نگ کا مجھ سے
جو دھوئی عشق کا ہے ہمیں کو سامنے آئے
دلا تم جانتے یو جو بین شیوے درباروں کے
کرے زور آزمائی بیہوش پر کوکبی اپنی
چلے ہم آج چل تو بھی ہمارے ساتھ دنیا سے
عجب نادان ہیں لاکھوں یار کر کے آزمائش ہم
دم عیش و طرب اختیار
ظفر یاروں کو تو

دل دے کے ان کو گنہگار تو میں ہوں
پیاسا مرے لوبہ کا جو ہے کوئی تو وہ ہے
ہے کون کہ لیذا ہو جسے اپنی گوارا
کہتا ہے مجھے عشق سے ہراسان
آکھو نہیں حریفوں کے کھلتا ہو ہمیشہ

آہرے تڑے لب کا مرض غم کی ہوا ہے
 صبح مجھے کیوں عشق سے مالع ہے اسے کیا
 جی پاہتا ہے تجھ پہ قدا ہونے کو میرا
 لون جان تلک سچ کے
 ہون جس محبت کا

کہان ہے ہوس لب ہم لہنگاون کی قسمت میں
 تمک تھوڑا سا اے کان ملاحت میں کر بھر دے
 اڑاتے خاک پھرتے کیوں صبا کی طرح سے سر پر
 خطا کی اپنی ثابت چھیر کر اس زلف مشکیں کو
 وہی لیتے ہیں سوداوں بازار محبت میں
 نہیں ہے طائر تصور آرام حیرت سے
 ظفر نور و اوق و فرہاد و ہنون کیوں نہ ہوں مای

ہم نے کین ایک دم سے و بائین
 تو نے اے پر خفا نہ کین ہم سے
 اے عدا ایک بات ہو لگا
 پھر کے آتے جو وہ تو کرتے ہم
 چل سکی جب نہ وہاں زبان اپنی
 پھر اپنے نہوگی مہر وفا
 آپ ڈوبے مجھے مجھے لے ڈوبے
 کبھی اس بیوفا سے ہوتی ہیں
 اے ظفر کچھ ہی اس میں ہو لیکن

لکڑے نہیں جگر کے ہیں اٹھکوں کے تار میں
 قطرے نہیں پہنے کے ہیں زلف یار میں

کیوں اور کو دیتا ہے کر بیمار تو میں ہوں
 ہوں رنج و مصیبت میں گرفتار تو میں ہوں
 مرضی تری ہووے اگر اے یار تو میں ہوں
 سول اے ظفر اس کو
 خریدار تو میں ہوں

نہیں یہ شربت عذاب بیمار کی قسمت میں
 اگر مرہم نہیں تیر دل افکاروں کی قسمت میں
 اگر آرام ہوتا تیرے آوار کی قسمت میں
 عدا جانے کہ کیا ہم رطلاوار کی قسمت میں
 نہیں ہے سود مطلق جن خریدار کی قسمت میں
 کسی صورت رہائی ہم گرفتار کی قسمت میں
 گئی تھی عشق کی دولت ابھیں بیمار کی قسمت میں
 دیگر

تو سیں اس نے ہم سے دو بائین
 کبھی لطف و کرم سے دو بائین
 ہم سے ہوں اس صدم سے دو بائین
 رشتگان صدم سے دو بائین
 کین زبان قلم سے و بائین
 ہیں یہ اپنے ہی دم سے دو بائین
 ہو رہیں یہ چشم نم سے دو بائین
 لاکھ قول و قسم سے دو بائین
 کیجئے اس پر ستم سے دو بائین
 دیگر

یہ لعل سوتیوں کے پروئے ہیں ہار میں
 درانی " گئے ہیں یہ لک تار میں

سرمہ نہیں لگا ہوا مڑگان یار پر
 ساقی شتاب دے مجھے تو بھر کے جام سے
 ہم صن گندی پہ ترے ہو کے شیخ
 بعد از فنا بھی کم نہ ہوئی سوزش جگر
 سایہ میں زلف کے ہے کہاں روئے تاباک
 مثل غبار اٹھ کے جو تیری گلی سے جائے
 اس رشک گل کی اب
 کہہ دیں گے ہم زبان
 راز پہان کھل گیا محفل کے یکسر ج میں
 یار کے روئے کھلی پر نہ سمجھو خطا ہر
 سر کے بالوں میں مانگ اور مانگ میں سوتی بھرے
 اشک و لخت دل پہ رو کر یوں بتائے ہم نے ہار
 عکس بینی کو کہے آئینہ میں وہ مست باز
 دل کو سوز عشق میں کیونکر مرے تسکین نہ ہو
 اے ظفر وہ ساتھ بھی
 رکھ لیا کبیر کو پہلو کے برابر
 دل اپنا دینا ایسا ہے دل آزاد کے ہاتھوں میں
 کہیں کھلتی خبر اس بھیر پین کھلے پھرتے
 کروں جس وقت میں احوال رنج و غم بیان اپنا
 اٹھالین توڑ کر زنجیر زندان دشت کو سر پر
 مگر جاتے ہی وہ کیونکر چھوڑ کر اس زلف مقلید کو
 اگر اس سمیر کے ہاتھ کا لائیں خط مہری
 مرے نزدیک زاہد کم کہیں زنان گردن سے
 کسی کا قول یار اے اس کافر کو کیا ممکن
 زیادہ خوشنما ہے سرفی رنگ حاس سے بھی

ہے رنگ سا لگا ہوا حنجر کی دھار میں
 بیجا ہوں بیجو اس نشے کے اتار میں
 کیا کیا زلیل و خوار میں قرب و جوار میں
 گری ہے اب تلک مرے خاک مزار میں
 ہے چادر سا چھپا ہوا اب بہار میں
 طاقت کہاں ہے اتھ ترے خاکسار میں
 تو دیا ہم نے دل ظفر
 سے یہ سو میں ہزار میں
 خط کھلا جو رکھ دیا یا قاصد نے لا کر ج میں
 رکھ دیا قرآن کے ہے طاؤس کا پر ج میں
 وہ ہے شب وہ کھلشان ہو اس کے اثر ج میں
 دن یا قوت دو دو ایک گوہر ج میں
 دیکھو کیا دیا کے ہے سد سکندر ج میں
 چین سے رہتا ہے آئین کے سمندر ج میں
 سوئے تو سوئے اس طرح
 رکھ لیا کبیر کے برابر
 کر دیے ہیں شیشہ کوئی میٹھاروں کے ہاتھوں میں
 سے اخبار کے پرچے خبرداروں کے ہاتھوں میں
 تو ہوں رومال تر اٹھوں سے منواروں کے ہاتھوں میں
 ہنوں دے زور گریزے گرفتاروں کے ہاتھوں میں
 کر ہوئے شک آتی تھی خطاواروں کے ہاتھوں میں
 کڑے سونے کے ڈلوادوں میں ہر کاروں کے ہاتھوں میں
 یہ قبیح دیانی جھوٹی مکاروں کے ہاتھوں میں
 گر وقت قسم قرآن ہو دینداروں کے ہاتھوں میں
 ظفر خون شبید باز خونخواروں کے ہاتھوں میں

دیگر

کون ہوں کیا شے ہوں میں ناچنے ہوں یا چنے ہوں
دیکھ تیرے واسطے کیا خوب لایا چنے ہوں
ور کیا دون کوئی میں اور دکھتا چنے ہوں
جانتا دنیا کو میں کیا مال ہوں کیا چنے ہوں
بھیر لے ہے منہ جسے میں یہ دکھاتا چنے ہوں
ہر جگہ میں دیکھتا یا ن اک تراشا چنے ہوں
خاک ہوں میں خاک ہوں ناکارہ ہوں ناچنے ہوں
دیگر

دل دکھانے کی باتیں اور ہی ہیں
یہ جیسے کی باتیں اور ہی ہیں
دوٹھ جانے کی باتیں اور ہی ہیں
پر رہانے کی باتیں اور ہی ہیں
کر بچانے کی باتیں اور ہی ہیں
آزمانے کی باتیں اور ہی ہیں
زہر کھانے کی باتیں اور ہی ہیں
آب و دانہ کی باتیں اور ہی ہیں
دل جلانے کی باتیں اور ہی ہیں
شر بڑھانے کی باتیں اور ہی ہیں
تھا کچھ اور

باتیں اور ہی ہیں
گھر ہمیں سے ہیں بغض و عناد کی باتیں
ٹکاتے ہیں یہ کیا کیا فساد کی باتیں
کہ اس کی اور ہی ہیں اعتقاد کی باتیں
کہ شر کو چاہیں انصاف و داد کی باتیں

آج ک معلوم یہ نیکو نہیں کیا چنے ہوں
لے ہی لے تو کوہر دل کو مرے ہر گز ٹھوڑ
دل دیا جان دی تجھے دین بھی دیا ایمان بھی
ہو گیا دل میرا دولت سے راحت کی غنی
جنس دل بازار الفت میں کوئی لینا نہیں
واہ یہ عالم عجب کوئی تراشا گاہ ہے
اے ظفر کیا پوچھتے ہو کیا بتاؤں آپ کو

دل لگانے کی باتیں اور ہی ہیں
وہ چھپانے کی باتیں اور ہی ہیں
کیا کہی بات ہم نے تم سے خلاف
تو اگر چاہے آئے یاں سو بار
کیا بچھاؤ گے میری سوزش دل
آزمانے ہیں وہ وقت میں کے
زہر کھانا ہے بات بات پہ کون
ہم کہان اور کہان نفس صیاد
شرح کیا جانے طیرز دل سوزی
ہم نے بڑھ کے تم سے کس دن بات
ظفر اگلا زمانہ

اس زمانے کی
ہر ایک سے ہیں تری اتحاد کی باتیں
خدا کے واسطے ان مفسد کو گھر سے نکال
ہمیں ہے معتقد شیخ و برہمن عاشق
نہیں ہے خوب یہ بیداد اے شر خالی

ہائیں ہائیں ہزار ۲ کے حضرت صاحب
اگر ان آنکھوں کو منظور ہے ہمارا دل
بھلا دے دل سے ظفر اور مذکرے سارے

مر شک و آہ میں تو تیرے دون تو کس کو دون
نہ نامہ بر ہے نہ ہے سرخ نامہ بر صیاد
نگاہ و ساز ہیں دونوں مرے لیے جلا
نہیں ہے درد سے آگاہ صاحب ما فہم
گنہگار محبت ہیں دونوں دیدہ و دل
نظر پر اپنے بھی جب رشک ہو تو دیکھنے کو
نہک میں دونوں برابر ہیں وہ لب نہیں

ہم ان کی گرچہ خاطر داری و دلجوئی کرتے ہیں
شیم زلف سے تیرے نسیم صبح کے جھوٹے
وہ بد گفتار سب اپنی بدی کے پاس بیٹھیں گے
نہ میری سوزش دل کو بجھاتے ہیں مرے آنسو
غرض کیا ان کو آرائش سے جو قانع ہیں اے نسیم
تمہارے گیسو کی میں کیا تصویر کی پوچھو
ہمارے ٹیک و بد کو اے
کہ کار بد ہزاروں اور

گئی آہ جگر کہیں کی کہیں
میں کیوں بات تو وہ لے جائیں
ہو گا پردہ سے کیا پردہ نشین
لے گئی ہوئے زل اڑا کے تری
میری اور تیری چاہ کی اک دھوم

پر ان کی ہائیں نہیں اعتماد کی ہائیں
توہین یہ عین ہمارے مراد کی ہائیں
وہ یاد رکھ کر جو ہیں اس کی یاد کی ہائیں
دیگر

خطاب صاحب نامہ دون تو کس کو دون
خط اپنا کر کے تحریر دون تو کس کو دون
تھا کہے ہے کہ ششیر دون تو کس کو دون
جواب میں دم تحریر دون تو کس کو دون
بتاؤ دون تو میں تحریر دون تو کس کو دون
پھر اپنے یاد کی تصویر دون تو کس کو دون
ظفر دل اپنا اگرچہ دون تو کس کو دون
دیگر

و لیکن ہم سے وہ ہر بات پر بد خوئی کرتے ہیں
مسطر ہر چمن کو باعث خوشبوئی کرتے ہیں
جو پیشے تیرے جلا میں مری بدگوئی کرتے ہیں
نہ ان کے دامن دل سے کدورت سوتی کرتے ہیں
بدل کب شال سے وہ اپنی ٹیلی لوتی کرتے ہیں
جو مجھ سے راستی پیشے سے وہ غمروئی کرتے ہیں
ظفر کیا پوچھتا ہے تو
کھلی کوئی کرتے ہیں

جا عیا پہونچی خبر کہیں کی کہیں
جی میں کچھ سوچ کر کہیں کی کہیں
میری پہونچی نظر کہیں کی کہیں
ہائے یاد بحر کہیں کی کہیں
پہونچی اے منہ کر کہیں کی کہیں

یہ گملا کہیں بھٹکتی ہے
کیا لکھوں خط چھپا کے پہنچ گئی
سمجھے اپنا ہے مگر ان کو
میری وحشت لئے
اندون اے ظفر

ہم خیال زلف و رخ میں اپنی حالت کیا کہیں
تو جو کم سے صاف ہو تم ہم کہیں کچھ اپنا حال
کوئی بھی دسوز اپنا جب قرۃ العین نہ ہو
تم درازی کو شب بھر ان کے ہو کیا پوچھتے
جب کسی صورت تجھے پاس پروت ہی نہ ہو
جی میں تھا یاد آئے گا تو کچھ کہیں گے راز دل
وہ جو دنیا ہمارے پوچھتے ہیں ماجرا
بل بے گری حسن کی اللہ سے عارض کی تاب
ہم نے چاہا کچھ کہیں اس نے کیا نہ اپنا پھیر

جس سے چار آنکھیں تری اے آفت جان ہو کہیں
ایک میری جان ہے کیا ایسا و جانیں بیکون
گر جو دھیں بھی نکلیں دست حنائی سے ترے
خیز تھی پہلے بھی تلواریں نگاہوں کی ترے
ان کے رونے نے ڈبایا آشنائی میں مجھے
شہر سے شاہد گیا دیوانہ سحرا کو نکل
واہ اس صور کدہ میں دیکھتے ہی دیکھتے
روائے اس دست نگارین کے تصور میں جو ہم
او ظفر دل کی پریشانی کا ہے میرے اثر

روح میخون نگر کہیں کی کہیں
یہ خبر مامہ بر کہیں کی کہیں
میں نے باعین اگر کہیں کی کہیں
پھرے ہے مجھے
کہیں کی کہیں

رات دن رہتی ہے جو ہم پر مصیبت کیا کہیں
ہے بھری دل میں تمہاری تو کدورتے کیا کہیں
پھر کسی کے سامنے سوز محبت کیا کہیں
ہم کہیں رات اس کو یا روز قیامت کیا کہیں
ہم جو کچھ تجھ سے کہیں اے بے مروت کیا کہیں
جب وہ آیا ہو مجھے ہم محو حیرت کیا کہیں
ور بھی ہو جائے ہے گریہ کی شدت کیا کہیں
مہر وں تجھ کو کہیں یا ماہ طلعت کیا کہیں
ہو گئی اپنی ظفر بر گشت قسمت کیا کہیں
دگر

حیر سے اس کے جگر کے پار مڑکان ہو کہیں
ماز کے صدقے ترے غمزدہ کے قربان ہو کہیں
ہم خطاواروں کو وہ پھولوں کی چھڑیاں ہو کہیں
سنگ سرمہ سے لبادہ اور بران ہو کہیں
میری آنکھیں میرے حق میں قہر طوفان ہو کہیں
شور لڑکوں کا نہیں سوئی گلیاں ہو کہیں
صورتیں کیا کیا نظر سے اپنی پہچان ہو کہیں
شک خون سے اپنی ہالکیں شاخ مرجان ہو کہیں
یہ جو اس کافر کی زمین ہیں پریشان ہو کہیں
دگر

نامہ بر شاید وہاں کچھ اور تدبیریں ہوتی
مطلع

کیا خطائیں ہم نے کیں کیا ہم سے قصیر ہوئیں
غل پڑا عالم میں ہم سوداویوں کی قید کا
ہیں جو خوبان عالم تصویر ہم ان کے کلام
تھے بہت سر باز پر میں ہی ہوا سیر پر
حسن کی سرکار سے امداد و دل کو عشق میں
پھوڑا جب فرہاد نے سر اپنا اور بھون نے پانوں
عشق کو دیتا تھا میں ترجیح ماسح عقل کو
جو نہ تھی توقیر کے
چرخ کی سطر نوازی

نہ بوجھ گردن پچر مل گئی تھی کیوں
نہ آیا خواب رہا رات پھر بھی کھکا
جو ان بھووی نہ جنبش سے آیا تھا بھونچال
ہونچ گیا رخ نازل پہ اس کے اک صدمہ
جو تیرے خوف ستم سے لرز گئے تھے نہ یہ
جہان سے جنبش ہو سے اس نے قل کیا
پڑا جو خانہ زندان میں گل خدا جانے
لبان خیم کو کا کا جو تو نے خوب کیا
جو زیر خاک نہ تھا بخطر دل باقی
ہماری جان ہمیشہ رہی جو تیرے پاس
ظفر جو خوف سے تیرا نہ کاٹتا یہ ہاتھ

شوئی بلا سے شوخ پیرو کی آنکھ میں
میں اپنے سوز دل کو بجھاؤں تو کس طرح

جو خط و پیرہ کی سب سہتوف تحریریں ہوئیں
کافی

جو ہمارے قل کی قائل یہ تدبیریں ہوئیں
جس گھڑی تیار ان زلفوں کی زنجیریں ہوئیں
سن کے حیران ہیں کہ گویا کیونکہ تصویریں ہوئیں
سامنے تیرے بھوین جو لپکے شمشیریں ہوئیں
دونوں زنجیریں تری زلفوں کی جاگیریں ہوئیں
عشق میں ثابت بری دونوں کی تقدیریں ہوئیں
اس پہ مرے دوس کے خوب تقریریں ہوئیں
قائل نہیں کو اے ظفر
سے ہیں توقیریں ہوئیں

پھری تری دم بکیر مل گئی تھی کیوں
کہ در پہ یار کے زنجیر مل گئی تھی کیوں
تو میری دل کی یہ تعمیر مل گئی تھی کیوں
ہوا سے زلف گرہ گیر مل گئی تھی کیوں
تو پھر زمین تلک پر مل گئی تھی کیوں
اٹھا اس کی یہ شمشیر مل گئی تھی کیوں
کہ میرے پاؤں کی زنجیر مل گئی تھی کیوں
یہ شب کو بزم میں مٹکیت مل گئی تھی کیوں
تو گد ماسق دلگیر مل گئی تھی کیوں
یہ تجھ سے اے بت بے پیر مل گئی تھی کیوں
قلم تری دم تحریر مل گئی تھی کیوں

وحشت ہے ایسی کاہے کو آہو کی آنکھ میں
اب تو نہیں ہے ہند بھی انسو کی آنکھ میں

کیا رکھیں اس سے چشم کر دکھیں یہی کبھی
اک دم بھی ہٹک خون سے جو ہم رائے رات کو
ہو کیا ادا نماز جو محراب دیکھ کر
چشم اس کی خود سے حر تکبیریں ہیں خود نفسوں
ہیں دل کے باندھنے کو کندہیں یہ اے ظفر

میں ہوں بھی نہ منہ سے کبھی یارو نہیں نکالوں
گالی بچھے وہ لوگوں میں کیوں دے جو یہ سچے
سو بار بہار آئے نہ آئے وہ گل لہام
ہیں دشت میں وحشت نے ترے پاؤں نکالے
گر مجھ کو جلا دین روش خلع سراپا
ہم سر ہوں جو ہڈان مسی زہب سے ترے
مانند نگین سینہ
میں نام ظفر سینہ

دل علم الفت سے معطر کچھ نہیں تو کچھ نہیں
نے ہے بہت خانہ میں نہ کہہ میں ہے جو دل میں ہے
علم ہے کیا ساقی کہ ہستی کا نہیں کچھ اعتبار
ہے ترے دل کی کدورت سے مرے دل پر گیار
خوبی تقدیر کے ہیں ساتھ ساری خوبیاں
قد خوبان گرچہ نخل میدہ فروں ہے
علم نہیں ہونے نہ ہونے کا کہ پے پروا ہیں ہم
خوبی جوہر سے پے انسان کی قدر و منزلت
خانہ دل کم نہیں رہے میں بیت اللہ سے
حسن و خوبی مازو شفی سب ہیں لیکن کیا کریں

ہم نے مروت اس بہت دلجو کی آنکھ میں
سرخ تمام دن دیا لوبو کی آنکھ میں
پھر جانے شکل اس خم ابرو کی آنکھ میں
حاجت نہیں ہے سرمہ جادو کی آنکھ میں
ڈورے چھٹے ہوئے مری مہرو کی آنکھ میں
دیگر

بیٹھا ہوا سب کام اشارہیں نکالوں
کیا ایسا سخن منہ سے ہزاروں میں نکالوں
کیا دل کے میں ارمان بیمار نہیں نکالوں
میں پاؤں یہ کیوں دشت کی خار نہیں نکالوں
میں منہ سے نہ اف شعلہ ہڈا نہیں نکالوں
سو طرح کے میں عیب ستارہ نہیں نکالوں
نراشی کے بدولت
نکاروں میں نکالوں

چشم آب گریہ سے تر کچھ نہیں تو کچھ نہیں
ور اگر دل ہی کے اندر کچھ نہیں تو کچھ نہیں
تو دیے جا بھر کے ساغر کچھ نہیں تو کچھ نہیں
ور جو تیرا دل مکدر کچھ نہیں تو کچھ نہیں
ور اگر اے دل مقدر کچھ نہیں تو کچھ نہیں
مارپ [ستان سے شرور کچھ نہیں تو کچھ نہیں
ہے تو ہے سب کچھ میسر کچھ نہیں تو کچھ نہیں
ور اس میں خوب جوہر کچھ نہیں تو کچھ نہیں
پر ترے نزدیک کافر کچھ نہیں تو کچھ نہیں
جم تھ میں اے شکر کچھ نہیں تو کچھ نہیں

جو خوش کلام ہیں کام و دہان پکڑتے ہیں
 کرے ہے چشم و عنایت ست تو نظر جس پر
 جو ہوتے ہیں تری چشم سیاہ کے بنار
 ارادہ کرتے ہیں دل کے شکار کرنے کا
 کوئی بلا ہیں سیرے ہمارے حضرت دل
 برنگ نقش و قدم پھر وہ کوئی رخصت ہیں
 ظفر لکھیں کہیں کہیں
 قلم جو ہاتھ میں

تیر و شمشیر کے زخموں سے ہیں اے یار نشان
 تو جو لکیر کی جا ہاتھ نہ دکھ کر سنا
 سینہ کاوی سے غر کیا کہیں ملد گین
 جز جفاؤ حتم و جور نہلا تجھیں
 زخم کھانے میں مرا کچھ جو نہوے تو یہ دل
 لاکھ دھو تو نہیں جانے کا کبھی اے قاتل
 چشم گریان دل بریان دم سر دو رخ زرد
 کثرت داغ سے ہے فوج صف آرا دل پر
 اے ظفر جبکہ ہوئی فرصت جگشت ہمیں

کبھی جو ہاتھ میں ہم گیسوے جلا نہ لیتے ہیں
 سب زخم سے کبھی ہوتے ہیں سیراب جو کیش
 امیں کیا کام زانو نے لیا گر رست کعبہ کا
 اتاتے ہیں وہ مینوش کی کیفیت جو مستی میں
 ترے کہنے سے الحق پھیر کر اس زلف مٹکیں کو
 قسم ہے اپنے سر کی ہم بھی دیت ہیں سراپنا
 ظفر نار گردن جن کی ہے رشت محبت کا

جہان کر مردم بد کو زبان پکڑتے ہیں
 وہ عذر تیری دل اے دلستان پکڑتے ہیں
 وہ رت کا ایکو اس میری جان پکڑتے ہیں
 وہ جبکہ ہاتھ میں تیر و کمان پکڑے ہیں
 جو بار طرہ خنجر نشان پکڑتے ہیں
 جگہ جو تیرے سر آستان پکڑے ہیں
 حال ہائے کانچے ہیں
 ہم ناتوان پکڑتے ہیں

تن پہ جو گول کئی ہیں کئی خمدار نشان
 پڑتے چٹو کے ترے کیوں سر رخسار نشان
 نہ ہمیں نام کی خواہش ہے نہ در کار نشان
 ہم سے الفت کا کچھ اے شوق ستمکار نشان
 کیوں ہو تیرنگہ یار کا سو بار نشان
 تیرے دامن سے لبو کا مرے زہار نشان
 ہیں ظہر تو یہی عشق کے دو چار نشان
 کھول دے تو بھی تو اے آہ شرر بار نشان
 نہ رہا گل کا سر دامن گلزار نشان
 دیگر

تو اپنے پیچہ مٹکان س کارخانہ لیتے ہیں
 وہ کب احسان ساقی بہر یک پکانہ لیتے ہیں
 ہم اس بت کی محبت میں رہ بختانہ لیے ہیں
 لب میگوں کے تیرے پور گستاخانہ لیتے ہیں
 بلا ہم اپنے سر پر اے دل دیوانہ لیتے ہیں
 آگ جم وفا پر ہم سے جرمانہ لیے ہیں
 وہ اپنے ہاتھ میں کب سبھ صد دانہ لیتے ہیں

کدوے ہے صحت اغیار میں دن رات تمہیں
کرتی آتی تمہیں سیدی بھی ابھی بات تمہیں
یہ سلوات میں ہے وہ مساوات تمہیں
دل کے پلنے کی تو آتی ہے عجب گھات تمہیں
عین گری میں دکھا دوں ابھی برسات تمہیں
بیچتے راہ محبت سے ہیں سوغات تمہیں
اے عمر کیوں نہ کہیں لوگ خوش تمہیں

باندھے ہے وہ دل زلف کی زنجیر میں دو تین
سردے ہے اڑا ایک ہی شمشیر میں دو تین
ہیں خوب اسی عالم تصویر میں دو تین
تقریب میں دو تین ہوں تحریر میں دو تین
خبر جگر ماش دل گیر میں دو تین
دن پکڑے ترے آنے کی تاخیر میں دو تین
کما تو نے پروئے ہیں دل اک تیر میں دو تین
منواریں لکھے تھے مری تقدیر میں دو تین
کا خواہاں ظفر س کے
ایک مدحیر میں دو تین

مجھ سے کیونکر نہو انکار ملاقات تمہیں
ہم سے ہر بات پہ ہوتے ہو جو ٹیڑھے ترجمے
آئے یا آئے نہ تم ہم بھی گئے یا نہ گئے
داؤ پر جڑھ کے ہمارے کوئی بچ سکتا ہے
اشک بھر لاؤں جو آنکھوں میں دم روزش دل
تھکے تر دل سے کوئی چیز نہ پائی ہم نے
خوش غم عشق میں اس یار کے ہوم ہر وقت

دے کر کے گر ہیں دل گرہ گیر میں دو تین
ہو کر چار اس سے وہ گر وہ قاتل سفاک
یہ باز و ادا یہ نگ و غمزہ انداز
دیں باتیں ہوں دل میں تو ادا سامنے اس کے
اس پیچہ مڑگان سے لے خوب پیاپے
بیار محبت نے ترے نور بھی ظالم
قربا ترے ہاتھوں کے اے شوخ کما ہمار
یہ رنج و قلق اور یہ ادوہ و غم و درد
اک میں ہی نہیں وصل
ہیں اور بھی پھرتے

نے کبھی ہوں شاد شادی میں نہ غمگین غم میں ہوں
 فرصت یک دم پر اتنا پھولنا مثل جناب
 کیوں پھروں آواز اس کو ڈھونڈنا مثل سبا
 کیا کرے گا شک باری اور میرے سامنے
 میں جگر افکار ہوں کیا عشق میں سورش پسند
 جو مقدر میں ہے اس سے نے زیادہ ہو نہ کم
 کار چشم تصور چھوڑ کر اپنا کبھی

میرا عالم نور ہے میں نور عی عالم میں ہوں
 آگیا کیا ہستی سوہوم کے میں دم میں ہوں
 میرا ہم دم جھینس ہے اور اپنے میں ہم میں ہوں
 رکھتا اک دیائے خوشیں درود پر غم میں ہوں
 چاہہ گر سے اپنے ملوانا نمک مرہم میں ہوں
 میری نادانی ہے گر میں فکر بیش و کم میں ہوں
 اے غر محو قسا میں نہ جام جم میں ہوں
 دیکھ

دل ہے تیر نگاہ یار کی کون
 چشم ہے کیا انگار کی کون
 ہم ترے ظلم کے سوا عالم
 ہم کو جز یور لب میگوں
 غن کو میرے ملے وہ لکھوں سے
 دیکھ لیتے ہیں سینہ پر داغ
 تن پہ جائے قباے آ ب روان
 واہ اہو ہوا و ہزہ و گل
 یار کا نامہ تسلی بخش
 دل مرا مثل بلبل تصویر

لیکن اس کو نہیں شکار کی کون
 دل بھی ہے درد ہجر یار کی کون
 نہ محبت کی ہے نہ پیار کی کون
 کہیں بجائے خوشگوار کی کون
 ہے یہ مہندی اسی انگار کی کون
 ہے کسے سر لالہ زار کی کون
 خاک ہے تیرے خاسار کی کون
 ہے یہ موسم شراب خوار کی کون
 ہے مری جان بیقرار کی کون
 نہ خزان کی ہے نہ بیمار کی کون
 قطعہ

اے پری ہے زمین دشت بنوں
 بید بختوں سرہانے ہو اس کے

ترے دیوانہ کے مزار کی کون
 ہو اگر نخل سایہ دار کی کون
 قطعہ

ہو میسر زلال خضر تو کیا
 ہے تو اس تشہ شہادت کو

کہ نہیں تیرے جان نثار کی کون
 آب ششیر آبدار کی کون

لے	چلا	دل	ظفر	مجھے	تا	حق
مین	نہیں	اس	ستم	شعار	کی	کون

آئے نہ تم جو ایک نفس پانچ روز مین
 ہے عمر پھر وہ بہت فرصت قلیل
 ہوئے جہاں پیادہ ہم اک دن مین مضرب
 وہ پانچ دن تھا رہے ایسے دیو لو
 یہ ضعیف ہے کہ آئے ہے سبز سے لب تلک
 ماتم ترے شہید کا جہم تلک رہا
 چھپنے کا راز عشق
 کھل جائے یہ دیکھنا دس پانچ روز مین

ردیف	الوار
------	-------

گر مار سے وہ صبح مین رکھے جن کے پانو
 وحش کو میرے دیکھ کے جو بھولے پتکڑی
 اے عشق کیا صلاح ہے حیرے بتا مجھے
 اتنا نہ آہ و مالہ سے اپنے بلا اے
 شیریں کو پھر نہ ہو ہوس سرشی کٹک
 یہاں تک ہے شوق دشت نوردی کی دون نکال
 شیطان کو سوئے اپنی خدمت اگر خدمت وضو
 کیونکر نکل سکے دل وحشی کہ بھٹک گئے
 دشت جنوں مین تھی بھی فرصت نہیں ظفر

پدے زین پر گر کے گل اس گنبدن کے پانو
 اک جست مین ٹکھو ہوں چارون ہرن کے پانو
 لون شیخ کے قدم کہ پڑوں برہمن کے پانو
 اے دل نہیں بین گنبد چرخ کہن کے پانو
 رنگین کرے لہو سے اگر کوکب کے پانو
 مین اپنے بعد مرگ بھی باہر کفن کے پانو
 جو دھو پئے وہ زلف پر سکر ن کے پانو
 پندے مین اس کی زلف شکن در شکن کے پانو
 پھیلیں جو اک ذرہ مرے دیوانہ پن کے پانو
 دگر

الفت کو تم ہمارے کیا دم سے پوچھتے ہو
اے ہمدرد ہے کوئی دم ار پوچھ لو تم
ہم کون ہیں جو پوچھو کوئی صلاح ہم سے
بر ہم جو اس طرح وہ ہوتی ہے حضرت دل
مدیر قلم میری پوچھو تک سے اپنی
سر دہتے عشق میں ہیں کیونکر یہ ہم سے پوچھو
خانہ بخانہ سوار ہوتے ہو اے ظفر تم

دل ہی سے اپنے پوچھو کیون ہم سے پوچھتے ہو
جو کچھ کہ میری جان پر ہے غم سے پوچھتے ہو
پوچھتے ہو اپنے محرم سے پوچھتے ہو
کیا بات اس کی زلف پر غم سے پوچھتے ہو
تم اس کو کیا قصائے مہر سے پوچھتے ہو
کیا اس دلاوری کو رستم سے پوچھتے ہو
اس کا مکان جو سارے عالم سے پوچھتے ہو
دگر

چاہئے تیر مار پہ کاری تیر خط اور اچھا
قطرہ اشک کو میرے لئے کر جو ہریون سے تم یہ کہو
پرورش اپنی خون جگر سے کرے ہیں اس واسطے ہم
دل کو جلا کر میرے اگر وہ مجھ کر جلاوے سرناپا
اے غم جانان دل میں مرے آ کے دی پھر تری بلا
سارے اطباء بلکہ سیوا آئے لیکن ممکن کیا
اچھا ہو گر چہرے کے نمک وہ
بلکہ تھوڑا سنگ بھی اس میں

وہ دیکھ سوز محبت سے دل کے داغ کی لو
دکھاوے رشک چمن اپنے تو ل رنسا
خیال ہے ہمیں ساقی کی چشم میوں کا
عجب نہیں کہ مرے سر پہ داغ سوا سے
جہان سے ہو گئے علقا کی طرح وہ معدوم
تمہارے عاشق وحشی مزاج ک تم بن
جیہان میں کج راحت
ظفر لگی ہو جسے

سینے میں زخم دل کے قریب اک زخم گر اور اچھا ہو
لاؤ دکھاؤ اس سے بھی جو کوئی گھر اور اچھا ہو
حاصل نخل محبت کا ما ہم کو ثمر اور اچھا ہو
پیدا مال سوزان میں اک میرے اثر اور اچھا ہو
واسطے تیرے رہنے کے جو اس سے گھر اور اچھا ہو
جو ہو تیرا بیمار چشم فسون گر اور اچھا ہو
میرے دل کی جراحت پر
وہ جو ظفر اور اچھا ہو

ن دکھی جس نے بھڑکی ہوئی چراغ کی لو
لگی ہوئی ہے مرے دل کو سیر باغ کی لو
نہ ہے شراب کی خواہش نہ ہے لایح کی لو
عیان ہو طبع صفت سوزش دماغ کی لو
لگی جہیں کمر بار کے سراغ کی لو
کبھی ہے باغ کی لو اور کبھی ہے داغ کی لو
کو ہا وہی خواہان
مکش فراغ کی لو

یا نکل آئے ہیں بدلی میں ستارے ایک دو

زلف میں قطرے عرق کے ہیں تمہارے ایک دو

پیار سے پیار نہ صد افسوس پیارے ایک دو
 آپ کے دو چار ایسا اور اشارے ایک دو
 روز لائے ہے سنے مجھ سے حرارے ایک دو
 بیکرون اس نے بگاڑے گر سنوارے ایک دو
 آتش دل کے مرے شاید شرارے ایک دو
 ہر پڑین اس نقش پا سے گر ستارے ایک دو
 جا کے مر جاتے نہیں شامت کے مارے ایک دو
 ہوین پہلو میں نہ جب تک ماہ پارے ایک دو
 دیگر

روز تم و شام دو منہ پ ہمارے ایک دو
 کھو کے ساری عمر یہ پاپڑا کی جانے ہم نے بھی
 اس تپ سوز محبت کا کروں میں کیا علاج
 کیا رکھے کوئی نلک سے کار سازی کی امید
 کہتے ہیں آٹھلکدہ جس کو ہوئے ہیں جمع وہ
 چرخ پر انجم، کو پھر کیا کیا زمین پر رشک ہو
 کوئی دن ایسا نہیں جانا کوچہ میں ترے
 ماہتابی پر ظفر کیا لطف سر ماہتاب

اسی کیا پوچھتے ہو ہم سے نہ پوچھو نہ پوچھو
 حال میرا میرے ہم دم سے نہ پوچھو نہ پوچھو
 کچھ ہمارے دل پر غم سے نہ پوچھو نہ پوچھو
 اور اپنے کبھی خرم سے نہ پوچھو نہ پوچھو
 اب تو کچھ عاشق بیدم سے نہ پوچھو نہ پوچھو
 ہوسو جیسے مریم سے نہ پوچھو نہ پوچھو
 رستہ اس طرہ پر غم سے نہ پوچھو نہ پوچھو
 ہے عیان دیدہ پر غم سے نہ پوچھو نہ پوچھو
 اور کچھ مردم عالم سے نہ پوچھو نہ پوچھو
 دیگر

بس میں دل کر لو کسی دم سے نہ پوچھو نہ پوچھو
 میرے مالے کا سے ہو جائے گا سب کچھ معلوم
 دل کی دل ہے خبر پوچھ لو دل سے اپنے
 وہ کرو آہ غضب جو کہے اے محرم راز
 کیا کہے حال وہ جو لے نہ سکے ضعف سے دم
 دل بیمار کو پوچھو لب جان سے علاج
 جاؤ اے حضرت دل مانگ کی سیدی ماہ
 دل پہ جو میرے گزرتی ہے اسے دیکھ لو تم
 پوچھ لو دل سے ظفر پوچھتے ہو جو تدبیر

اپنی سب کر چکے تھوڑی سی ہماری تو سو
 کیوں رکے ہم سے حقیقت بھی ساری تو سنو
 اس میں کچھ اور اگر ہو سکے باری تو سنو
 پر بلا سے مری تم ذلت و خواری تو سنو
 اور مخالف کہے آ کر کئی باری تو سنو

گالیاں د چکے اب مار و زاری تو سنو
 بات آدمی بھی نہیں منہ سے نکلی ہم نے
 یارو احوال مرا سن کے کرو گے تم کیا
 نہ سنو تم میری توقیر کی باتیں نہ سنو
 کہیں کچھ ہم تو سنو تم نہ اسے کیلتی

ماہو حال غم عشق سنو تم کیونکر

اے ظفر کن ہو کیوں
کچھ اگر سننے سے ہو

ہوئے حالت جو ہماری سی تمہاری تو سنو

باتیں کسی کی بیکار
کار ہماری و سنو

اگر مقل کو میرے کوئی ششیر لے آؤ

قسم کھاتی ہے یارو اس نے میر گھر میں آنے کی

دیا تھا ہم نے کیا اقرار نامہ آپ کو لکھ کر

کسی نے جو کہا عاشق کا لائیں سامنے تیرے

مقابل کر کے دیکھو خوبی اس کی رویے نو خط کی

وفا کا کب کیا اقرار ہم نے بیوقوفان سے

کہو اے یہ گر

تو اس کی کہیں سے

کون کہتا ہے ادا سے نہ چلو یو نہیں چلو

تربت عاشق شیدا پہ اگر چلتے ہو

چھوڑتے چال بھلوگی وہ کہیں جو بین بھلے

جب کہا میں نے میرے گھر کی طرف چلے

نہ چلو ساتھ مرے یوں کہ پائیں اور بھی ساتھ

کر لو کچھ ٹیک عمل چلتا یان سے تم کو

کھینچ لا عشق ظفر آگ میں پروانوں کو

تو ہر وہی کی اپنے کھینچ کر تصویر لے آؤ

جو تم سے آ سکے تو کر کے کچھ مدحیر لے آؤ

کہاں ہے وہ ہمارے ہاتھ کی تحریر لے آؤ

کہا گر ہے قضا ہی اس کی را منگیرے لے آؤ

عزیزہ و سورہ یوسف کی م تفسیر لے آؤ

بتا کر دل سے تم چاہو کوئی تقریر لے آؤ

ظفر کی ہماری کرتے

پہلے تم تقدیر لے آؤ

لیکن تم پانوں سے دل کو نہ ملو یو نہیں چلو

تو کسی غیر کو حراہ نہ لو یو نہیں چلو

تم جو دنیا میں بھلے ہو تو بھلو یو نہیں چلو

تو کہا آگے بڑھو یان سے نلو یو نہیں چلو

ور جو چھاتی پہ مرے سوگ دل یا نہیں چلو

کہیں ایسا نہ ہو اے بدگلو یو نہیں چلو

کہتا ہے خواہ بھنو خواہ یو نہیں چلو

تم اس غمزد کو نہ ہشاش

تو کا ہے کو تم مجھ کو فحاش

تم اس دختر رز کو اوباش

نہ سمجھو ہوا اس کو فراش

اے باطلہ سمجھو یا ناش

مجھے خاکسار اپنا تم کاش

کہیں عیش مجھ کو نہ عیاش

نہ کھینچوں اگر دل پہ نقش تمہارا

ہدام اس کو ندون سے صحبت رعا ہے

کیا جھاڑ کر حاف صحرا کو اس نے

یہ ہے عکس خورشید دیا میں مستور

پڑا در پہ میں آپ کے خاک ہو کر

تم اس حوروش کے لب شکرین کو

ظفر سیب جنت کی اک ٹاش سمجھو

دگر

کچھ اس کے دیکھنے کا اے دل نہیں لگاؤ

آہ ہے پاس میرے تم کو تو آج کی شب

دنیا میں بے لگاؤ کوئی مکان نہیں ہے

اوس ماہ و ش سے اپنا کیونکر لگے گا لگا

وہ خال لب کا نکتہ کھلتا ہے کب کسی پر

سنگ فسان سے بہتر ہے میری سخت جانی

تو اطراب دل کو پوچھے

ہوتا برا ہے دل

جس سے آرام ہو دل دیجے کسی ایسے کو

بشر اس حور شائل کو ہو کیا دیکھے فتن

دل کی اچھا کہا اس زلف نے ہانڈھیں مٹائیں

روت دیکھا جو مجھے اس نے تو نہیں کر یہ کہا

نکھوہ بیجا ہے اگر دل دل کو ٹھوڑے غم عشق

کھا مرا پھرنا ہے غیروں کو دکھانا قاصد

دلے اس دلبر مازک کا الٹا کیوں سخت

جو ہر آئینہ بین ورنہ ہے مہیا غماز

اس زمانے میں نہ آئے

سچ تو یہ ہے کہ

نہ اس رخ پہ زلف پریشان سمجھو

مطلع

مسی پر نہ وہ سرخی پان سمجھو

نہ سمجھو اے جان اے حشر دل

تمہیں کیونکہ دیدین کے بے پور دل ہم

کمپاس تم لگاؤ یا دور میں لگاؤ

پانوں میں م نہ مہدی اے مہ جہین لگاؤ

لیکن نہ پالا میرے گھر کا کہیں لگاؤ

تو نے میں سب مٹائے چرخ برین لگاؤ

اصوٹ میں ہزار اس کا اب کتہ جہین لگاؤ

تم کو اگر لگائی ہے تیغ کہیں لگاؤ

ہے کیا ظفر کے

کا اے بازین لگاؤ

نہ کہ دل لیے دکھانا رہے جی ایسے کو

ہوش اڑ جائیں اگر دیکھے پری ایسے کو

دلی لکائی سزا چاہئے تھی ایسے کو

کہ ہمیں دیکھ کے آتی ہے لہی ایسے کو

دل میں بھی ہم نے جگہ آب ی دی ایسے کو

دی نوش نے مرے نامہ بری ایسے کو

زہب دیتی نہیں یہ سگدے ایسے کو

کہ لھاوے نہ کبھی منہ بھی کبھی ایسے کو

ہو جسے مکر و فریب

ظفر کہے ولی ایسے کو

شب و روز دست و گریبان سمجھو

کسی کے یہ شبنون کا سامان سمجھو

اگر ہے سمجھ دشمن جان سمجھو

ہمیں تم نہ ایسا بھی نادان سمجھو

عانی

ہمیں جو طغیانی انگھون کی ہے
 سمجھتے ہو یوں بات کب م ہماری
 نہیں حق پرستی سے کم ب پرستی
 کسے لاؤ خاطر میں م تو پری ہو
 کرو عثمبازی ظفر تم سمجھ کر

تو پھر آج آیا ہے طوفان سمجھو
 اگر کچھ سو کھول کر کان سمجھو
 اگر عشق کو دین و ایمان سمجھو
 جو زمان ہو قدر زمان سمجھو
 یہ کام مشکل نہ آسان سمجھو
 دیکھ

ہم سے ہم نے ذرا چھو لیے جو یار کے پاؤ
 ہلا دی ہمیں ان آنکھوں نے چوڑی اکہار
 زیادہ ہوئی تلکین جن میں گل مہندی
 پھروں نہ دشت ہنوں میں برہنہ پا کیوکر
 نکالے پاؤ ہیں آنسو نے اب تو مڑگان پر
 ملے ہیں دیدہ غمبار کس کے لون سے
 جو کوچے تیغ ستم سے ہو بے کھوار
 نصیب اس سے اگر ہر مہاری پائی
 یہ تنگنائے جہان اسے ظفر نہیں وہ جائے

تو اس نے کھنچے عجب ایک چیخ مار کے پاؤ
 کر گر کے ٹوٹ گئے آہوئے تار کے پاؤ
 گئے جو دھوئے نگارین وہاں نگار کے پاؤ
 کر آشنا ہیں مڑے سے خراش خار کے پاؤ
 کوئی ٹھہرتے ہیں اس طفلے سوار کے پاؤ
 بھرے ہیں خون میں جو اس شوخ گلزار کے پاؤ
 تو رکھیں کوچہ میں ہم اس ستم شعار کے پاؤ
 تو خاکپا یہ تمہارا پڑے ہزار کے پاؤ
 کر سوئے ہیں سے کوئی یہاں بہار کے پاؤ
 دیکھ

تیغ غم سے کس کا دل سبز پر میرا سا ہو
 کہتے اس نو خطا کے کوچے میں ہیں کوچے بھلا
 اور سو سو بار گوہر بار ہو لیکن کہاں
 چھیرے وہ شامت زدہ کا لیکو اس کی زلف کے
 جو ہو ہرجائی پہ شیدا اس کا رسوائی سے حال
 ہووے صن عشق کا جب آشکارا رنگ ڈھنگ
 ماصح میدرد سے اپنا
 جبکہ دل پر درد اس کا

وہ چڑھے نہ عشق کے جس کا میرا سا ہو
 لے کے خطا جاوے وہاں جو نامہ پر میرا سا ہو
 مہر دیدہ اس کا خون نشان دو دوہر میرا سا ہو
 جان پر جو کھیلے دل جس کا نگار میرا سا ہو
 کو کچھ خانہ بختانہ دو بدور میرا سا ہو
 رنگ ادھر تیرا سا ہو اور ڈھنگ ادھر میرا سا ہو
 کیوں لیکن درد
 اے ظفر میرا سا ہو

گزر کے سو بار اکھڑ جاتے ہیں مدح کے پانو
گنبد چرخ خدا جانے کھڑا ہے کیونکر
دل کا اس زلف میں یہ حال ہے جیسے پھنس جائیں
آئے گا پائے تصور سے تر کوچہ میں
کیا عجب دشت سے گر آئے چوے بختوں
اے کمالدار ترے یہ کی زد پر آ کر
جی اپنی چاہتا ہے
اے ظفر دیکھ کے اس

دوست اچھے ہو تو پوری دوستی کے ہو رہو
اس چمن میں کیا کرو گے میٹھو نہیں بول کر
حضر دل ہوتا حیران گر تمہیں منظور ہے
ماصو دکلا دے وہ جلوہ تو میری طرح سے
جاتے ہو یارو مرے ہو کر طرف دار اس کے پاس
ہوشیار پوچھتے ہو تم اگر مجھ سے صلاح
کرے ہو بہار اپنی خاکساری کیون ظفر

آپ کی مرضی ہے جو منہ سے ذرا کہہ تو دو
تم نے جو مجھے دیکھ کر پھیر لیا اپنا منہ
پورے مجھے دو گئے تم ایک کے دو لے کے دل
سامے اس کے جلوہ دیکھیں تو کیا کہتے ہو
دل کیو حاضر ہے دل جان کیو حاضر ہے جان
اس دل بیتا کی کوئی تسلی کی بات
کچھ رکون تو رکو اور نہ کیون تو رکو
درد دل اپنا ظفر اس بت بیدرد سے

ایک لغزش نہیں کرتے کبھی تھذیب کے پانو
وردہ گر عی پڑے گر ہووین نہ تعمیر کے پانو
آ کے پھندے میں کسی مرغ ہو اکبر کے پانو
کٹ جائیں گے اگر عشق کے پانو
حیرے وحشت زدہ پائے یا زنجیر کے پانو
اٹھ نہیں سکتے زمین سے ترے چہرے کے پانو
آنکھیں لگا دوں اپنی
حالم تصویر کے پانو

یا کسی کو کر رکھو تم یا کسے کے ہو رہو
غنیہ سان خاشاک خون دل کر پانی کے ہو رہو
محو حیرت اس کی چشم زنگش کے ہو رہو
تم بھی دیوانے سے اس رشک پری کے ہو رہو
پر نہیں ایسا نہ ہو تم بھی اسی کے ہو رہو
مست لا عقل نشے میں بیخودی کے ہو رہو
اس کی خاک دربار اس کی گلی کے ہو رہو
دیگر

بات کیا گر گو منہ سے ذرا کہہ تو دو
کس لئے رنجیدہ ہو منہ سے ذرا کہہ تو دو
مشفق من ہند و منہ سے ذرا کہہ تو دو
ہم بھی سیں ماصو منہ سے ذرا کہہ تو دو
جو تمہیں لینا ہو تو منہ سے ذرا کہہ تو دو
گرچہ نہ دل سے کیو منہ سے ذرا کہہ تو دو
منہ سے ذرا کہہ تو دو منہ سے ذرا کہہ تو دو
آج جو کچھ ہو سو ہو منہ سے ذرا کہہ تو دو
دیگر

صحت تمہیں جو غیر سے میل و نہار ہو
وہ ایک دوست چاہے تو پروا نہیں اگر
عیار یوں سے لیتے ہو دل کیسے لایان
حاضر ہیں صید گاہ محبت میں پہلے ہم
ہینہ میں داغ عشق کو رہنے دو چارہ گر
دب ہے وہی پسند جو تجھ پر فدا رہے
کہا حال اس کا ہو کیہ ترے جس مریض کا
آخر شمار یوں ہی میں تجھ بن کر ہوں ہر
ہوں خاک راہ اس
میرا غبار خاطر

سو دو زبان بنو گئے نہ کچھ دم بھر پیسے ہو
کوئی بھلون کے ساتھ برائی بھلی نہیں
تجھ سا حسین نہلا کوئی ہم نے اے پری
دل میرا صاف ان سے ہے مانند آمیز
صحرا میں آب گریہ سے دیوانہ کو ترے
یکساں ہے تیرے عاشق شیدا کو مرگ و زیت
کیون سوتے سوتے چمک پڑے خواب میں ظفر

یوں مرے گریہ سے خطا روے جہان ہمز ہو
و کہ ہیں آزاد ان کو ہے بیش تارگی
چشم آلودی سے دیکھے جو ان کو مقرب
ہر نہال باغ ہووے زرد بخت سے اگر
خار سے تار باغ آہو سب میں نکلیں برگ ہمز
اس قدر میں سوز دل لے کر چلا ہوں زیر خاک
ہو یقین سب کو کہ آیا چشمہ حیات پہ خطر

پھر مجھ سے کیونکہ آپ کی صحبت پر ۱۱ رہو
دھمکی ہمارا ایک سے لے تا ہزار ہو
مطلب کے اپنے یار ہو تم کس کے یار ہو
ماؤک قلن اگر تجھے شوق شکار ہو
شاید یہ بند مرگ چراغ مزار ہو
جان ہے وہی عزیز جو تجھ پہ نثار ہو
آنکھوں میں دم ہو اور بڑا انتظار ہو
ہر چند رات بھر کی روز شمار ہو
کا پ اپنا نہ ظفر
مازل پ بار ہو

اے ہوس و خدا کے کرے سے ہو
نقصان اسی کا ہو جو کھٹا کھرے سے ہو
پریوں کے ملک کے بھی تم آئے پری سے ہو
کیونکہ غبار لوگوں کے تہمت پھریے ہو
تجھ جو درخت تنگ گئے سب ہرے سے ہو
حاصل نہ کچھ پیسے سے نہ اس کو مرے ہی ہو
وہ مازلف دیکھ کے شاید ڈرے سے ہو
دیگر

جس طرح افراط باران سے گلستان ہمز ہو
کیا عجب ہ فصل میں گر سر و یکساں ہمز ہو
میکدہ میں کیوں رنگ بادہ خواران ہمز ہو
بر میں جوڑا تیرے اے سر و خرامان ہمز ہو
گر ترے بھون کے رونے سے بیابان ہمز ہو
نخل تربت پر نہ میرے وقت باران ہمز ہو
جب ظفر اس پشت لب پر خط نمایان ہمز ہو

زمن پہ خاک جمیں ترے خاکسار کے پانو
وہ پائیں باغ میں کب ہے بہار گل مہندی
راہ اجل پہ قدم تیری سخت جانوں کے
شراب خانہ سے جائے مست اٹھ کے کہاں
بلا سے بیٹھے ہیں جاسوس ڈر نہیں ہم کو
مجھے ہے ڈر کہ نہ قاصد تری کہیں کو چین
ظفر جو حرص سے دنیا کے کھینچ لے ہیں ہاتھ

یہ چین کی صورت ہے جو منظور خدا ہو
مطلع

تم پہ یہ ہوا خواہ دل و جان سے فدا ہو
سر اپنا جھیکے اور کہاں غیر در یار
بوسہ لب میگوں کا جو وہ مست سے باز
آزار محبت سے ہیں ناچار اطباء
برہم ہوں دو عالم ترے اک جلوے سے کافر
چشم بیکافی پہ ہے یوں سایہ مرگان
جب جانے گرفتاری دل کو مرے ماح
مسجد سے کہیں کم وہ
جس جا ظفر ا یار

ماشق کو اپنے دیکھ کبھی اک نظر تو ہو
زخمی کیا لک کو مرے تیر آہ نے
لے دوں گا اپنی جان تلک جگ کر تمہیں
ماشق تو مری جائیاً یہ کوئی دم میں آپ
بوسہ نہ دو گلے نہ لگو تم پتنگ پر

ہوا کے دوش پہ ہوئے ہیں ہان۔خبار کے پانو
جو ہیں بہار پہ مہندی سے اس نگار کے پانو
اکھڑے کے گڑتے نہیں جیس کو سار کے پانو
کہ ساقیا کہیں ہوتے شراب خوار کے پانو
گلی میں یار کے رکھتے ہیں ہم پکار کے پانو
رکھے ہے کوچہ میں تو اس تم شعار کے پانو
وہ سوتے کنج قناعت میں ہیں بہار کے پانو
دگر

پہلو میں جگہ دل کے بت ہوش رہا ہو
ثانی

وہ تم یہ کیو حیف کہ چل یان سے ہوا ہو
بہدہ وہیں کرتے ہیں جہان بہدہ کی جا ہو
د عالم ہستی میں تو کیا خوب مزا ہو
کیا اس کا مداوا ہو کہ جس کی نہ دوا ہو
جب دونوں طرف منہ پہ ترے زلف دغا ہو
تکے کو اٹھائے ہوئے جون کار رہا ہو
دل اس کا بھی گردام محبت میں پھنسا ہو
زمن بہدہ کو اپنے
کا نقش کف پا ہو

وہ تم پہ جان دے ہے تم اس کی خبر تو لو
خون ہے قشت نہیں ہے ذرا دھیان کر تو لو
اے مانو ہاتھ آئے بھیمت اڑ تو لو
خون لیتے اپنے سر پہ ہو ماح اگر تو لو
پر منہ کو اپنے پھیر کے کروٹ ادھر تو لو

مین نے کہا کہو تو مسیحا کیوں تمہیں
 منہ کیا کہ رو گئے مامہ و بیغام قاصد و
 جتنے گلے ہیں سارے منہ سے نکال ڈالو
 ہم پیار سے ڈلی دین منہ مین تمہارے نور تم
 غصہ کو تھوک دو تم یہو نہ منہ بنا کر
 کہنے سے ہم فی چوکیں کہدین ارشاد تونے
 زلف اکی وہ کہیں ہے مانگن کہ حضرت دل
 کچھ پان مین دیا ہے اس نے کہ یار ہم کو
 تم گوہر غن کو چکا کے جب ڈالو

دلا اس روئے آتشاک پر تو دیکھ گیسو کو
 لک پر دیکھ کر ماہ میام اے شوق بہ طلعت
 دکھاوے کان کے بالے نہیں اس کو زلف ابھا کر
 معطر مہلبان نکلت غبر سے ہ سارا
 کہاں ہے دل کہ وہ تو بہ گیا خون ہو کے ہلکویں
 تصور چم تر مین جس کے ہے اس قد رجو کا
 لب سوافار مین کیون سرخ اے اوک قلن ان کے
 کہیں یہ چم و جشی مین ترے تحریر کا جل کی
 ظفر جس سے در خوش آب غرق بحر ثلث ہے

جو اس کی زلف مین ہے مٹک اب کیسی ہو
 الہی خیر ہو آتی ہے کوئے قافل سے
 جلیلا سید مین کیا دل کو آتش غم نے
 تصور رخ مہوش مین ہم اگر روئیں
 نجاؤ اط و عنایت پہ اس کیہ حضرت دل

کہنے لگا کہ کہا ابھی پہلے مر تو لو
 تم جا کے اس کے سامنے مام ظفر تو لو
 رکھو نہ دل مین پیارے منہ سے نکال ڈالو
 جا کر اسے کنارے منہ سے نکال ڈالو
 جو جی مین ہے مہارے منہ سے نکال ڈالو
 تم گر زبان ہماری منہ سے نکال ڈالو
 دانت اس کے ڈر کے مارے منہ سے نکال ڈالو
 کرتے ہیں یہ اشارے منہ سے نکال ڈالو
 گویا ظفر ہمارے منہ سے نکال ڈالو
 دیگر

پریش آگ کی کرتے نہ دیکھا ہو جو ہندو کو
 کوئی تلوار کو دیکھے ہے اور ہم تیرے ہرو کو
 نہ دیکھا جس نے ہو ہاریے سے لڑتے بچھو کو
 اڑا کر عبا یجائے ان زلفون کی خوشبو کو
 شکر دیکھتا ہے چہ کر کیا میرے پہلو کو
 اٹھا کر نگہ کب دیکھے ہے وہ سرو لب جو کو
 پیا تیروں نے برے گ نہیں عاشق کے لوہو کو
 سیر ڈوری سے باندھا ہے مگر اے شوق آہو کو
 محبت نے ہے دی وہ آبادی میرے آنسو کو
 دیگر

تو ہے اپنے مین رخ کے گلاب کیسی ہو
 جو خون عاشق پر اضطراب کیسی ہو
 کہ ساتھ آہ کے آئی کہاب کیسی ہو
 ہر اشک مین ہو گل ماہتاب کیسی ہو
 نکلتی اس مین بھی ہے اک عتاب کیسی ہو

کہاں ہے سہل پہچان میں اے نسیم جہن
نہ کیچہ نہ سے
تمہارے نہ سے ہے

حضرت دل بیٹھے ہو گر کام سے بیٹھے رہو
شاعر و مضمون زلف و رخ نہ آ سکا ہاتھ اے
جا کے دیو و کعبہ میں کیا لو گے تم اے غافل
بیٹھے سے پاس ہدای کا در ہے کیوں نہ تم
چرخ تک چکر میں سب میں کیونکہ یارو زیر چرخ
اے سیر و اب نہ پر میں طاقت پرواز ہے
وہ دکھائے گا کہیں
م لگائے آنکھیں اپنی

عرق میں رخ کے اگر ہے گلاب کیسی ہو
پھر آیا سوز محبت سے میرے دل میں جوش
کہا یہ دل نے کہ ہے مست لے بھی لے پور
وہ خاکسار ہوں میں جس کے جسم خاک کی پر
رہا شیخ کا ڈاڑھی کے رنگ کرے سے
کہا جو آنسو غم نے برشتہ میں دل
نہ کیونکہ ہمیں سے آنکھوں میں خواب آئے ظفر

مسافر و ہمیں یان ٹھہرنے کی جائے چلو
یہا ہمیں دل بیاب ہم چلیں نہ چلیں
جو ساتھ غیر ہو تو ہنستے بولتے جاؤ
تمہارے چال سے پہچان لیں گے ہم تم کو
قدم قدم پہ رہ عشق میں ہے لغزش پا
جو لینے جاؤں نہیں میں تو وہ کیسی ل دور

کسی کی طرہ سچ و تاب کیسی ہو
ظفر نام پارنائی کا
آئی شراب کیسی ہو

میرے گھٹنے سے لے آرام میں بیٹھے رہو
کر میں گر صبح ک م شام سے بیٹھے رہو
ہاتھ اٹھاؤ اور اسلام سے بیٹھے رہو
دور اپنے عاشق ہمام سے بیٹھے رہو
سچ کے م اس گردش یام میں بیٹھے رہو
کیا کرو گے م نکل کر دام سے بیٹھے رہو
جلو اپنا اے ظفر
بام سے بیٹھے رہو

تو اس کے زلف میں مہکناپ کیسی ہو
کہ آنسوؤں میں ہے جو پیشہ آب کیسی ہو
وہن سے اس کے جو آئی شراب کیسی ہو
میں آئے تو آئے شراب کیسی ہو
عیان ہے نہ پر اس کے خطاب کیسی ہو
تو ساتھ سان کے آئی کہاب کیسی ہو
صبا جولائی کسی مست خواب کیسی ہو
دیگر

راہ ما میں تم اپنے قدم اٹھائے چلو
کہ یار کہتے ہیں تم وان نہ بن بلائے چلو
جو تمہارے ہوں تمراہ تو نہ بنائے چلو
ہزار راہ میں برق سے نہ چھپائے چلو
چلو حضر دل پانون تم بجائے چلو
جو غیر جائے بولا نے کہیں کہ آئے چلو

ظفر گلی میں ہیں اس کے لگے ہوئے جاسوس

نہ چھرو ایسا کوئی دیکھ پائے چلو
دگر

با جو منہ میکہو دل کو ڈرا گئی کہو
آنسوؤں سے کوئی بھٹتا ہے مرا سوز دون
درد دل بلبل کا کر سکتے نہیں گر کوش زد
جیسے ہاتھو میں تمہارے ہے مری سرخی کا خون اے شکرمن
ہونا گر ستم کو مجھ سے اس
حضرت دل اس پری کی ہیں ادا نہیں سیکھو
تم جو کہتے ہو لگا دختر رز پر نہ تاک
زلف کو عارض پہ اس کے کیوں بلاتی ہے صبا
جس جگہ گلی سخن میں
اے ظفر وان کس کی

جو کہو اس صاف سے بات اک ڈرا گئی کہو
حضرت دل تم جو لگ پلتے نہ زلف یار سے
قل ہی ہونا تھا قسمت میں گر نہ بدد
گر نہ تھا تم کو ساتھ ابرق و ش کے کچھ لگاؤ
گر بری ہوئی نہ قسمت او رہیلے ہوتے نصیب
گر نہ تھا دل مرا خون حسرت پاپوں میں
سو سن آزاد ہو
اس گستاخ میں نہیں

تم اپنی یار کہو غافل اجل تو کرو
بتاؤ دل برے کر میری آنکھوں میں
بیش کرتے ہیں اے بادلو مری مرگان
کسی کے بل پہ کرو عشق میں نہ کوئی کام
رہیں نہ ہوش بجا واعظوں کے محفل میں

مت کہو دوسے رعایت سے خدا گئی کہو
بلکہ دل میں نور ہے آتش سوا گلتی کہو
کان کیوں گل کے چمن میں ہے صبا گلتی کہو
ہے کہاں خوش رنگ ہاتھ ایسا صبا گلتی کہو
تو گلے سے کیوں مرے تیغ جا گلتی کہو
پر تمہیں ہے کون سی پیاری و گلتی کہو
شیخ کی صاحب تمہاری ہے یہ کیا گلتی کہو
دل پہ اک تھی سے میرے ہے بلا گلتی کہو
ہے طبیعت آپ کی
ہے فکر دسا گلتی کہو

اے جو بہر خدا کچھ تو کدا گئی کہو
کیوں تمہاری جان کے پیچھے بلا گلتی کہو
کار گر کیوں دل پہ وہ تیغ ادا گلتی کہو
کیوں ہڑی ہلکوں کی آنکھوں بار ہا گلتی کہو
بات میری کیوں بری تم کو بھلا گلتی کہو
پانوں میں اس شونخ کے کیوکر صبا گلتی کہو
لیا سرد آزاد اے ظفر
کس کو ہوا گلتی کہو

بلا سے کچھ نہ کرو اور یہ عمل تو کرو
پسند اپنے لئے تم کوئی محل تو کرو
نہ جیسے اشک فشانہ نہ ایک ٹپا تو کرو
جو رکھتے حضرت دل تم ہو اپنا بل تو کرو
جو کہتے مسئلہ عشق ایک حل تو کرو

بل سے گر نہیں تم کرے صلح کی باتیں
بہیں غم کا ہے دھوئی ظفر کیو ۱ سے

کلام مجھ سے کوئی برسرِ جدل تو کرو
کر لکی جلد رقم تم کوئی غزل تو کرو
دگر

وایے باتیں مدعا کی یوں چھپا کر چاب جاؤ
داہون انگلی میں جو دانتوں میں تو وہ فہم کر کہیں
کہتا ہے فریاد سے بھٹوں کہ کوہ و دشت میں
دیکھو تم کاغذ کلمے پرچہ پ مرا تم حرفِ راز
دوستو تم کو چہائے ہوں جو لوہے کے پنے
یا عجب کھلیا کھجور حشر غم پ نے
ان کی آنکھوں سے کرے بارام ہم چشمی اگر

جس طرح پانوں کا بیڑا تم بنا کر چاب جاؤ
دیکھو تم یوں کیا دہاتے ہو دبا کر چاب جاؤ
میں نے پھاکی خاک م پھر اٹھا کر چاب جاؤ
چاہیے اس کو مٹاؤ اور مٹا کر چاب جاؤ
آؤ ان سمن دہون سے دل لگا کر چاب جاؤ
تم تو وہ ہو ہڈیاں غصہ میں آ کر چاب جاؤ
اس کو کچا عی ظفر سب کو دکھا کر چاب جاؤ
دگر

ہماری آہ کا جس راک میں شرارا ہو
مزار کوکسی و قیس میں تیز ہو یوں
لڑی رہی نظرِ فتنہ کی تری جانب
کہوں میں کیونکہ اسے نعل کھنچ پائیرا
وہ ماہ پارہ دکھائے جو اپنا جلوہ صن
وہ دشنوں کو حرارت جواب بھاتی ہیں
ظفر وہ کون سا دتا
اس آبیائے تلک نے

وہ جل کے خاک ہو روش نہ پھر دوبارہ ہو
کہ اس پر خار ہوں اور اس پر تنگ خارا ہو
کہ دیکھیں چشمِ معصی سے کیا اشارا ہو
کہ جب تنگ مہ نو میں کوئی ستارا ہو
کتاب کی طرح دل ماہ پارا پارا ہو
کہیں نہ رات کے آنے کا یہ حرارا ہو
جہان میں ہے کہ جسے
نہ پیش مارا ہو

مرا غم نامہ یہ وائیک پہنچ جاوے و کیا ہو
مٹاتے کیا ہو تم ہ دم کہ لو اب ہم تو جاتے ہیں
دل شامت زدہ کیوں چھیڑتا ہے زلف کو اس کی
بجھاتے ہیں ہم اپنی سوزش دل اب گریہ سے
ہوا حال ایسا اپنا سن کے اس کے صن کا شہرہ
نہ چل اے فتنہ رفتار اس طرح آنکھوں سے تو

خوشی کی نامہ بر وائے خبر لادے تو کیا ہو
یہ سن کر جان سے کوئی گزر جاوے تو کیا ہو
ابھی برہم وہ کو کے تجھ پہ جھنجھلاوے تو کیا ہو
یہ دل میں آگ روئی اور بھڑکاوے تو کیا ہو
عدا جانے کہ وہ صورت جو دکھلا دے تو کیا ہو
کہ ناحق خاک میں کوئی جولی جاوے تو کیا ہو

ذرا دم لینا جب ہو ماکواریں صید آنگن کو
چلے تو ہے تم نے دل ہمارا آتش غم سے
جو یہ ہزار ہو مجھ سے خفا ہو نام سے میرے
نظر اس واسطے کہتا ہوں دل کو دے سمجھ کر تو

اس کا بھرا تنگ تھا جس کا یہ صخر گلو
عقل پر اس کے چھری ہو اور بنان پر اس کا سر
پور تھے زخموں سے سرور اور تھے مجروح سب
پیاس سے بولانہ جانا تھا تو بابا جان کو
تھا یہ احوال سیکڑ تھوڑے دل تھوڑے جگر
کتنی تھی رو رو کے یہ بانو کہ ہے کرسی جائے اب
ہو سو ابن علی کے کس کا ایسا حوصلہ
اسے نظر اشک مسلسل سے ہم شبیر میں

سوت منظور مری اپنی نظر پر رکھو
وصل کی رات نہ آ تو میں گزراؤ ساری
اے مستعدیہ پہ تم دم کرو یا نہ کرو
دشمن خانہ خراب ایک نہ آنے پائے
نہ رہو بزم اس غمزدہ سے اے حضرات دل
کچھ تو آنسو مرے بچھ جائیں اگر لطف سے تم
وٹک غور شد قیامت ہو وہ پھاہا جسکو
گر قدم رنجہ کرو راہ عنایت سے بیان
دم بھی لینے کی نہیں
تہمت مالہ نہ تم

اگر یہ صید ماکواریں خورہ چلا دے تو کیسا ہو
وہاں بھی گر دل دیوانہ گھبروے تو کیسا ہو
یہ آہ آتھیں سے آگ بھسا دے تو کیسا ہو
وہ میرا ذکر محفل میں جو سنی پاوے تو کیسا ہو
کہ دے کر دل سے پھر جی میں بچھتاوے تو کیسا ہو
دگر

ک ہا تھا اب صخر سے وہ اپنا تر گلو
ہائے چھے قاطعہ سر جس کا چنبیر گلو
سینہ پہلو دست بازو شانہ عارض سر گلو
گر دکھانا تھا لبان کا ہے علی اکبر گلو
تشنہ لب دہان اور تنگ سر نا سر گلو
دھسان دھوت و بازک طوق و باز کتر گلو
جو رضائے حق میں دے نیچے پھری کے دھر گلو
دشمن کو ہو دین کے تسبیح گوہر در گلو
دگر

دیکھو احسان نہ قضا کا مرے سر پر رکھو
بس گلے ہو چکے گرین تو سحر پر رکھو
پر ذرا کان تو فریاد بگھر پر رکھو
تم جو دنیا کو میں اپنے مجھے دو پر رکھو
تم کسی حال میں ہو انکی خبر پر رکھو
مستحق اپنی مرے دیدہ تر پر رکھو
اپنے تم سوخت کے داغ دگر پر رکھو
تم قدم آنکھو پہ رکھو مرے سر پر رکھو
ضعف سے طاقت اس کو
اپنے ظفر پر رکھو

جن میں دیکھی نگارین جو اس نگار کے پانو
 نصیب ہو اگر اس رشک گل کی پانہکا
 شکاگاہ میں جو آئے وہ چکار گلن
 خط ایک پہونچے کسی کا تو بظاہر روز
 نگاہ مست تری گر چنے نہ دل پہ کہیں
 ظفر اگلے ہے وہاں
 نہاں تھے دھوئے حلیت
 ستم اور بھی مجھ پہ وہ چند کر لو
 مطلع

جو برگ گل ہیں شکر خند کر لو
 کرو بند دیکھو نہ غرق کو اپنے
 وہ لٹکا ہی دڑ ہے مجھے حضرت دل
 یہ دیوار نہ پٹا ہے رشت جنوں کو
 کہا عشق سے قیس نے بعد میرے
 جو باندھیں کمر فقر پر اے کہدو
 جو پھٹ جاوے دل پھر سیا جائے کیونکر
 وہ آئین نہ آئین گھر اے ظفر تم

کہے بیمار کر ہیں وہ کیا بیمار کے پانو
 کروں ہزار کی منت ہنوں ہزار کے پانو
 تو کیا خیال کہ اٹھ سکیں شکار کے پانو
 قلم ہوں چار کے ہاتھ اور قطع چار کے پانو
 نشے میں کرتے ہیں لغزش شراب خوار کے پانو
 سے بیٹھ گل مہندی
 میرے یار کے پانو
 گھر میرے دل کو رضا مند کر لو
 مانی

کہ کر گل جنت سکھ کر لو
 اسیں سے کہو آنکھیں تم بند کر لو
 کہ باور تم انکی نہ سواگند کر لو
 کہو پند کو یوں سے کچھ پند کر لو
 کہ قبلہ مجھے اپنا فرزند کر لو
 توکل کو اپنا کمر بند کر لو
 نہیں چہرہ وہ کہ پیوند کر لو
 اس امید میں دل کو فرسند کر لو
 دگر

آؤ گھر میرے اے صم آؤ
 قاصد دلاؤ جلد خط کا جواب
 اے بتو میرے خانہ دل کو
 ہو گیا غیر سے لیا وہ ربط
 بٹھے ہیں مظهر تمہارے صم
 کس نے تم کو کہا کہ حضرت عشق
 دیکوں میں کب تک تمہاری راہ
 ہر کی طرح خاک پر میری
 تم جنازے کے ساتھ عاشق کے
 حکم اویں بزم میں یہ ہے جون خج
 کشش دل میں ہو اگر تاہر
 لکھو اک اور
 لو فکر کا

آؤ اے مہربان ادھر آؤ
 میرے گریہ سے ہے اگر منظور
 تودہ دل یہ خوب ہے بے مثل
 جلو دیو و منس میں دیکھتے عی
 بد گمانی ہے تو نہ آؤ تم
 اتنی تاہر ہے کہان کہ جو تم
 دیکھو کیا میرے دیو خونہ
 ہوتے دیے تو جاؤ غیر کے پاس
 خدہ دل کو سمجھو اپنا گھر
 اتنی فرصت کہان رقبہ نے
 آگئی جان میرے ہونٹوں پر

تمہیں اللہ کی قسم آؤ
 ایک دم جاؤ ایک دم آؤ
 دیو تم سمجھو یا حرم آؤ
 کیوں نہ اب میرے پاس کم آؤ
 تم اٹھا کر ذرا قدم آؤ
 لے کے تم آئے رنج و غم آؤ
 آیا آنکھوں میں میرا دم آؤ
 تم کبھی تو پچشم غم آؤ
 نہیں امید دو قدم آؤ
 شام کو جاؤ مسجد آؤ
 کیوں کہیں تم کو منہ سے تم آؤ
 قافلوں میں غزل
 غزو قلم آؤ

تم چلے ہو کہان ادھر آؤ
 میرے آب روں ادھر آؤ
 لیے حیرت کمان ادھر آؤ
 کہے پیر و مخان ادھر آؤ
 گر نہیں کچھ گمان ادھر آؤ
 مئے میری فغان ادھر آؤ
 آج ہے گل فشان ادھر آؤ
 دے کو گالیاں ادھر آؤ
 ہے یہ حاضر مکان ادھر آؤ
 کہ جو اک زمان ادھر آؤ
 اب تو اے میری جان ادھر آؤ

اے ظفر میرے درد دل کی تم
گر سنو داستانِ ابر

صفا میری طرح سے کسکا اے دل ہے منہ دیکھو
تماشا قدرت حق کا ہے اسکے حسن کا جلوہ
مراصل طبیعت کچھ جتاتے ہیں جو یار اسکو
تہ تیغ جس طرح نکل بیاب ہوں ظالم
شہید باز کو ہے سرخرو منظور دکھانا
کہیں تم جل نہا حضرت دل مثل پروانہ
ظفر رکھا تو ہے تم نے قدم راہ محبت نکل

مثال آئینہ یہ بتو اس قاتل ہے منہ دیکھو
مقابلہ اسکے ہو سکتا نہ کال ہے منہ دیکھو
تو وہ ہلکے کہے ہے میرا یہ مائل ہے منہ دیکھو
ترپتا اس طرح کہ طائر نکل ہے منہ دیکھو
کفن کو کھول کر کہتا ہے وہ قاتل ہے منہ دیکھو
سیکھاتا حق سان وہ روئے محفل ہے منہ دیکھو
کوئی طے تم سے ہوئی عشق کی منزل ہے منہ دیکھو
دگر

مجھے تم کیا دل فخریوں کی خبر پوچھتے ہو
ہو گیا اور نیا وہ کھیدہ مجھے
نفع سوداے مجھے نکل ہے جی کا نقصان
بات بھی میری نہیں پوچھتے اور میرے تم
اسکا گھر دل نکل تمہارے ہے اے تجھ کو
جان کر ہوتے ہو نادان
باعث درد دل ہو

مہربان دل ہی سے کچھ پوچھو اگر پوچھتے ہو
دوست کیا کشش دل کا اثر پوچھتے ہو
اسکین کیا حضرت دل سود و ضرر پوچھتے ہو
کنج تمہائی نکل تم دو دو بہر پوچھتے ہو
ہم سے پوچھو اگر اس یار کا گھر پوچھتے ہو
کہ تم جو ہم سے
درد جگر پوچھتے ہو

قلند

غفلت ہو کر نہو تمکو سفر کچھ سود
لیک جب جانے ہو دنیا سے سوئے ملک عدم
اور ہوتا ہے مزاج اسکا نیا وہ برہم

ساعت نیک منجم سے گھر پوچھتے ہو
نہ کوئی دن نہ کوئی وقت سفر پوچھتے ہو
کیون مزاج اس بیت مدخو کا ظفر پوچھتے ہو
دگر

خط لکھ کے بھیج دوں کر اسے کچھ خبر تو ہو
 کیا آہ کو بتاؤں قلم نہر مثل غم
 مین اس گلی مین بیٹھ رہوں مثل نقش پا
 ایمان بھی اسکو دیدوں مگر مجھ سے وہ صغ
 سوئذ وہ اٹھائے مگر جیسا فنڈ گر
 کیوں کھینچے ابکی سے ہو سبز سے اپنا حیر
 مین اک نظر پہ نذر کروں اسکے جان و دل
 ہو جائے کیونکہ سوں دل اسے سنگدل ترا
 تھوڑی سی گر ظفر
 اسکی نصیب ایک

پر کوئی میرے خط کے لئے نامہ بر تو ہو
 کچھ پہلی روشنائی دودھگر تو ہو
 پر جائے بیٹھ رہنے کو بالشت بھر تو ہو
 گمراہ ہو رہا ہے ذرا راہ پر تو ہو
 دل پاہتا ہے ویسا کوئی فنڈ گر تو ہو
 رہنے دو اسکا دل مین ذرا میرے گھر تو ہو
 لیکن یہ چشم یار کے مد نظر تو ہو
 اس آہ بے اثر مین بھی کچھ اثر تو ہو
 کی سنے داستان غم
 جگہ دودھگر تو ہو

مصحف نثار پر کافر ترے گیسو بین دو
 انکو تیغ اسمہانی اور خراسانی کہان
 کہان نہو کشت امید دل ان آنکھوں سے تمام
 اسی قامت کی پہتان مین ظلم طرف تر
 لگو اک تسکین سے ہو جائے ہے وقت اضطراب
 درد دل ہے اک طرف درد بگر ہے اک طرف
 اس خراب آباد مین بستے ہیں دو ٹیک و بد

ہے تراشا حافظ قرآن ہو پاندو بین دو
 ہوشی ہے یہ جو اسے قائل ترے ابرو بین دو
 کھیت مین سکا نچوڑیں یہ تو وہ آہو بین دو
 ایک غل سرو مین پیدا ہوئے ہندو بین دو
 جبکہ آنکھوں سے ٹپک پڑتے کبھی آنسو بین دو
 درد فرقت مین بھی ہم درد مرہم پہلو بین دو
 صلح جو بھی ہیں ظفر دو گر مٹیرہ جو بین دو
 دیگر

اٹھاؤ ہاتھ بس اب شیوہ جفا سے ڈرو
 گھرو زلف کو اس کچھ ادا کی محرت دل
 مبادا پھوک دے کچھ کان مین گلوگے یہ
 جو دل مین آئے سو کہو تمہیں ہے ڈر کسکا
 شکا یار سے تم ہو بڈر نہ ہلو سو
 جو باغبان کا ہے کھکا تمہیں ہی طور جہن
 وہ لے عی جائیں گے اک ہل مین چھینکر دلو

کہ ظلم خوب ہمیں اسے بتو خدا سے ڈرو
 بری بلا ہے یہ کافر تم اس بلا سے ڈرو
 جہن مین دیکھو تم اسے بلبلو صبا سے ڈرو
 کہ آشنا سے نہ تم غیر آشنا سے ڈرو
 جو ڈر ہے جان کا تو اس ماوک قفا سے ڈرو
 تو کفر کے لیک بھی پتا اگر ہوا سے ڈرو
 ظفر دیکھ شوخ دلہا سے ڈرو

رات کو لگتی ہے تہمت و نگوں بیٹھا کرو
منہ پہ کاجل کا بنا کر تم نہ حل بیٹھا کرو
بیٹھے ہو خود بخود گر منہ حل بیٹھا کرو
تم نہ محفل میں لگا کر عطر گل بیٹھا کرو
رکھ کے چھائی پر ہمارے ایک سل بیٹھا کرو
میرے پہلو میں نہ تم آزرہ دل بیٹھا کرو
شوق سے اس در پہ ہو کر مستقل بیٹھا کرو

آسان نہیں یوہن دل لیے چلے جاؤ
ہم منہ سے نہیں تمکو کہنے کے چلے جاؤ
تو گل ی ایس دیکر پھلے کے چلے جاؤ
بھڑے نہ تالو تم دیکے چلے جاؤ
بتخانہ کو دھوکے میں کہنے کے چلے جاؤ
پس قرعہ نہ رہا لو تم پیچھے چلے جاؤ
بہرہ میں ظفر اسکے
ہاں دیکے چلے جاؤ
یہ کیونکہ کیوں میں خطا شہر تو پڑھ لو
یہ تمکو مناسب ہے کہ تکبیر تو پڑھ لو
پڑھتے ہو اگر منہ اکسیر تو پڑھ لو
گر نام مرا ہے سر تصویر تو پڑھ لو
منہ سے کلمہ تم نہ شمشیر تو پڑھ لو
اے حضرت دل پڑھتے ہو تقیر تو پڑھ لو
لے کوئی عمل جب
کچھ دیکھتے زبان میں جو

تم نہ شب کو آکے میرے منہ حل بیٹھا کرو
داغ پر دل ماہ تابان رشک سے ہوتا ہے رات
تم سے کچھ کرنا نہیں میں شکوہ ظلم و ستم
خاک میں لی جائیں گے ہم دیکھو دست غیر سے
بیٹھے ہو تم عدو سے سنگدل کو لیے ساتھ
کچھ ہنستا بولا کرو آیا کرو گر میرے پاس
کون اٹھا سکتا ہے تمکو کوئے جہان سے ظفر

جائے ہو تو اک یوسر تم دیکے چلے جاؤ
گھر اپنا ہی سمجھو کو بے طلب آئے تم
گر اپنی نثانی تم چھلا نہیں دیتا
بازار میں ہستی کے اے غافل آکر تم
اے زائد و اس بت کا گر دیکو تم اک جلوہ
مثل اچھی کہانی ہو طالع جو دھتے ہوں
کھنڈ ہو کر بتخانہ
ماٹھے کو زمین پر تم
یارو کچھ اگر خطا میں ہو تحریر تو پڑھ لو
تم ذبح کرو صید محبت کو جو اپنے
اسیر تو موقوف ہے قسمت پہ عزیز و
تصویر کو کہتے ہو مرے کنکلی ہے تصویر
اے بسلو اتنی نہ کرو مرنے میں جلدی
پیدا ہو خط مصحف رخسار پہ اس کے
تم اے ظفر اسکے
کچھ دیکھتے زبان میں جو

کچے جو عدو کج نہ چلا کرو
سراے دل و خانہ چشم میں
رکھو طاق پر اپنی یہ ہوتی
خبر ہے مجھے تم چلے ہو جہان
کچے ہے مجھے دشت میں یہ جنوں
لگاتے ہو گر اپنا حیرت
ظفر گر نہیں ہے کوئی ناب

وہ تیرے عارض جان بین پر یوش دونو
مطلع

تیری زلفوں کی دل و جان بین بلاکش دونو
دور میں چشم یہ مست کے برے ساقی
دیکھیے لڑتی ہیں کس سے تری آنکھیں صف جگ
یہ مجب خانہ مستی ہے مسخر خانہ

اے غر ایک ہے تو فن سخن میں استاد
بلکہ ہوتے ظہوری بھی آج

دے گریہ آپ چرخ کو گو ہز کشت کو
کرے نہیں کنارہ کسی سے بھی سبز صاف
ہم قصد کرتے جان بین ہر بحر
مرد خدا پرست پرستش سے رکھتے کام
دہرو حرم میں جاتے ہیں جو دل کو چھوڑ کر
دے کیوں نکلے تیر کو آغوش سے کمان
دے ہے نصیب مجھ کو جو ہر کام میں شکست

برا مانے ہو تو ملا کرو
تم اپنا کہیں تو ٹھٹھا کرو
نہ دشمن مرا اک زمانہ کرو
عبث اب نہ مجھ سے بہانا کرو
کر اب تم یہاں خاک چھلا کرو
تو دل کو ہمارے نشان کرو
تو آنسو عیا اپنا روانہ کرو
دگر

دیکھ کر جن کو مہر بھی ہوں فٹش دونو
ثانی

دین کیونکہ پریشان و شوش دونو رہے اک حال میں بین
صوفی میکش دونو
ہے جو پلکوں سے لگائے ہوئے ترکش دونو
ہوتے محتاج و غنی یہاں بین فروکش دونو
قطرہ

کیوں نہ قائل ہوں ترے مانج و آتش دونو
کرے ہر شعر کو سن کر ترے عش عش دونو
دگر

لیکن نہ دھو سکے وہ مری سر نوشت کو
آئینہ دے ہے دل میں جگہ خوب زشت کو
مسجد کو کوئی جائے کوئی کشت کو
دوزخ سے نے ڈرے نہ وہ جائے بہشت کو
مادین گئے اپنے سر سے وہ کیا رنگ و خشت کو
الفت ہو راست رو سے اگر کج شرشت کو
کھٹا کھا شکست سے کیا سر نوشت کو

گر ہے کمال عشق
ک اختیار ملد

تج ہو غیر از نگاہ یار ایسی کا ہے کو
ہے سوا اسلماس سے بھی تیرے دوست کی چمک
چشم فغان پر ترے دھوئیں گرمخون منہ
گرنہ بجائے ہو عاشق کا ظالم تیرا تیر
جو مہارے غزہ پ ن کو آتے ہیں فریب
وہ جو الا غوہیں شلیک مرے جاگے نصیب
کیا مری مساکینی سے بڑھ گیا پردہ سوا
نہر جا دم بھر کر جادے دم بھی میرا ہے ساتھ
سارے ظفر گر جا پڑیں کو چہ میں اس کے ہو کے خاک

میں منظور اے ظفر
دل چشت کو

حیر ہوتی ہے میان تلوار ایسی کا ہے کو
تاب رکھتا ہے ہے در شہوار ایسی کا ہے کو
ہوے ترس باغ میں بیمار ایسی کا ہے کو
تو رکھے سرخی لب سوار ایسی کا ہے کو
کرتے ہیں حیار گی حیار ایسی کا ہے کو
ورنہ اے دول بیدار ایسی کا ہے کو
کر بلند اس شوخ نے دیوار ایسی کا ہے کو
کر رہا جلدی ہے تو اے یار ایسی کا ہے کو
خاکساروں کی ہے مٹی خوار ایسی کا ہے کو
دگر

نم چلے ہو کہاں کفرے تو ہو
جاؤ تھا ہ م تمہارے ساہ
ہے پڑی دل ہلون کی آج جہان
نہرے ہر گز نہ دیروان ہرم
گر نہیں پہنچے نہ جیمو پر
بھاگے دیو سخاں جو دیکھ کے شیخ
قد پہ ازان سے اپنے سرو چمن
ہر ہو تھک کے ہیں رہے جاتے
وہ بلا لین گئے م
م سر آسان

جہا اے مہربان کفرے تو ہو
جاگی میرجہان کفرے تو ہو
تاکیا تم وہاں کفرے تو ہو
کہا کتنا میان کفرے و ہو
من لو میرا بیان کفرے تو ہو
تو پکارے سخاں کفرے و ہو
اک ذرا تم بھیجاں کفرے تو ہو
ہم پس کاروان کفرے تو ہو
کو گھر میں ظفر
کفرے و

الہائے

ردی

وہ اٹھری کور کا پتھر اٹھا آیا ہے ہاتھ
یار کیا الا ہے ہاتھ اپنے کہ باغ الا ہے ہاتھ

باعث سوز جگر کوئی جو دا الا ہے ہاتھ
چشم ترس زلف سنبھل سرو قد رفسار گل

مختفی

جنتو مدت سے تھے ہم کو دل کم گشت کی
 دیدہ حسرت سے جس کو دیکھتا ہے جام جم
 کر کے چاک گریبان روئیں جی کھلکر
 کیا کہوں بیوقوفی اور بد نصیبی اپنی من
 عشق کی دولت سے کیونکر ہو نہ دل اپنا غنی
 میرے حال بد کے سنے کا نہیں اس کو داغ

ہاتھ دنیا سے اٹھایا ہے
 رہے ہیں وہ با فراغ ن

بہر بارہ بھی اس شوخ پرست کی آگ
 جہان ہے گھر وہ روشن گر کے پیش غر
 نگ حسرت دیدار کو ترے منظور
 جہانن جن کو حکومت ہے ان کو نیند کہان
 لگائے دیکھیے کب یہ وہ کمان ہو
 دکھائے مختب شہر طمراق ہزار
 گیا ہے ٹوٹ ظفر دل
 بھوم پارہ دل سے

اگر وہ لے لے رہا اضطراب ہبہ ہاتھ
 نصیب ہم کو نہد پور اور ترے لب تک
 صد آفرین تجھے قاصد کہ لایا لکھوا کر
 مرا تو جب ہے کہ یہ گرم گرم اے مینوش
 خطا ہے کیا مرے دل کی باندھے ہے مقلبین
 جہان من ہیں وہ کہان جوہری کہ لے جائیں
 ظفر ہوا ترے دیوانا اک جہان مشتاق

زلف کے کوچہ من بارے اب سراغ آیا ہاتھ
 ہاتھ سے ساقی کے اپنے وہ لایا آیا ہے ہاتھ
 اب تو وحشت من مرے دامن داغ آیا ہے ہاتھ
 جب ہما پر ہاتھ ڈالا تو زاغ آیا ہے ہاتھ
 لک وحشت ہاتھ آیا نقد داغ آیا ہے ہاتھ
 ہر ا قسمت سے کیا نازل داغ آیا ہے ہاتھ
 جنھوں نے اے ظر

کو فراغ آیا ہے ہاتھ
 نئے من حس کے لکھا ہے جیسے مست کی آگ
 کرے ہے یہ بیش بلدن و پست کی آگ
 نشست ہو تو جگہ خوب ہے نشست کی آگ
 کہ کتنے دیتی نہیں فکر بندوبست کی آگ
 لگائی صید محبت نے سم شست کی آگ
 کوئی چمکی ہے بد قدح بدست کی آگ
 کہ دے ہے اٹھکوسیں
 خبر نکلت کی آگ

تو ساتھ جان بھی دوئیں شباب ہاتھ بہ ہاتھ
 بیش ہوچے یہ جام شراب ہاتھ بہ ہاتھ
 ہمارے کا تو اے جواب ہاتھ بہ ہاتھ
 دل پرست کے ہونگے کباب ہاتھ بہ ہاتھ
 مہار طرہ پر رنج و تاب ہاتھ بہ ہاتھ
 ہمارے اشک کا در خوش آب ہاتھ بہ ہاتھ
 ہزار کوی گئی یہ کتاب ہاتھ بہ ہاتھ
 دیگر

جو اہرو ہے ششیر و حجر کا نقش
 مرا اور بھون کا ایک عالم
 نہیں ماہ کنعان سے کم اے عزیزو
 مری چشم تر کی تھی چشمہ کی صورت
 یہ پہلو و سبز مشک نہ سمجھو
 جو ہے ا کی گردن صراحی کی صورت
 جسے قصر جنت بتاتا ہے واعظ
 نہیں بات کوئی بھی خالی ستم سے
 اتارے ہے کلک خیال اپنا دل پر

تو ہے چین اہرو بھی جوہر کا نقش
 برابر کی صورت برابر کا نقش
 مرے دلر ماہ جگر کا نقش
 پر اب ہے دھندل مندر کا نقش
 دل مردہ کے ہے بچر کا نقش
 تو ہے چشم میگوں بھی ساگر کا نقش
 کسی حروش کے ہے وہ گھر کا نقش
 یہ ہے اندون اس ستم گر کا نقش
 بیش ظفر اپنے دلر کا نقش
 دگر

مژگان ترے شان اور تیر کا نمونہ
 انگروں سے کہدے دکلا کے زلف اپنی
 وہ خاکپا ظہر ہے سرمہ جوہر
 تو اور ماہ کنعان کیا سن بین یکمان
 آنکھوں کا تیری سرمہ وہ بلا کہ ظالم
 لو ہو گیا ظفر
 اس مار و فغان

اہرو ترے کان و ششیر کا نمونہ
 سازدوں کی ہے یہ زنجیر کا نمونہ
 پر دگر غور سے ہے اکسیر کا نمونہ
 روٹوں کا ایک سا ہے تصویر کا نمونہ
 شیخ اجل ہے جس کی تحریر کا نمونہ
 وہ آرزو تھے دیکھا
 کی تاثیر کا نمونہ

کچے سن اپنے دے وہ صنم جگو گر جگہ
 دل سے نہیں نکلا کسی طرح تیر تم
 وہ کون ہے کہ جس کے لئے یہ شعاع مہر
 کھٹکتے سے باغبان کے چمن سن نہیں رہی
 ۲ بیٹھا میرے دل سن حدیگ نگاہ یار
 دیہ حرم سن جا کے اے شیخ و برہمن

باقی رہے نہ عہدہ سے بالشت بھر جگہ
 پکڑی ہے ا نے چارہ گرو اسقدر جگہ
 جادوب لے کے جھاڑے ہے وقت سحر جگہ
 بلبل کے بٹھے کے لے شاخ پر جگہ
 بہتر ہو زاس سے کوئی نہ الی نظر جگہ
 کیا ڈھونڈتے ہیں وہ تو ہے موجود ہ جگہ

نکیہ بنائے بیٹھے رہیں ہم فقیر وار
 ہاتھ الے کوئی ہار سن گر اے ظفر جگر

دل کو الفت ہے جو اس تیر کے چٹکائے ساتھ
یون ہے اس زلف سے مانوس دل آشفہ
ماٹن دست جون کی ہے بکرا گر حیری
کفر و دین دونوں سے ہے مذہب عشاق جدا
لے گئے درد و غم و داغ کو وہ ساتھ اپنے
زلف کو صحت رخسار سے اپنے سر کا
رنج و راحت س نہیں کوئی الگ دنیا میں

ہر شب تری گذری ہے پیش و طرب کے ساتھ
جاتے ہیں کوئی چھوڑ کے ہم کوئے میروش
مرقد پہ ترے عاشق جوشی مزاج کے
گر جانے کر ہو پئے ہم تک اس قدر
دشمن کی بھی ہو گر خبر مرگ گوشت زد
ہم دیکھتے جن سے چشم عنایت ہیں ہے ہم
نے کچھ غرض کسے سے نہ مطلب کسی سے ہے

کوئی یہ شور ہے یا برق یا شرار ہے یہ
غضب ہے ابرو پر خم تری عرق آلود
چمن میں نیم گلستا ہے غنچہ و لالہ
بیش دیکھتے ہیں سرخرو نلک کو ہم
ہمارے سینہ پر داغ کو وہ رشک چمن
ہزار جان نثار اپنی ہم نے کی لیکن
ہمارے دل کو ترے رخ پہ دیکھ کر خطا سبز
خیال دل کو ہے ہر وقت تیرے مڑگان کا

نئی جاگی اگر جاگی تو جان کے ساتھ
جیسے ہو اس پریشان کو پریشان کے ساتھ
چاک ہو جائے گا سینہ بھی گریبان کے ساتھ
نہ وہ کافر کے ہیں ہمراہ نہ مسلمان کے ساتھ
مجھے دنیا سے ترے شعلے سامان کے ساتھ
کہ وہ ہندو اسے کیا کام ہے قرآن کے ساتھ
یہ تو دونوں ہیں بیش ظفر انسان کے ساتھ
دگر

ہوتے ہیں دن بسر مرے رنج و تیج کیساتھ
ناک اپنی اب تو لگ گئی بت اہب کیساتھ
بھون جو آئے ہے تو کمال ادب کے ساتھ
دل کو کبھی لگاتے نہ اس غنچہ لب کے ساتھ
اے دوست تو نہ خوش ہو کہ ہے یہ تو سب کے ساتھ
وہ ہم کو دیکھتے ہیں گاہ غضب کے ساتھ
ہم کو جو کام ہے تو ظفر اپنے لب کے ساتھ
دگر

دل اپنا کیا ہے الہا کر بیقرار ہے یہ
ہمارے قل کو شمشیر آب دار ہے یہ
کہ لال لال کوئی چشم پر غمار ہے یہ
لالہ خاک میں کیا ہم کو شرمسار ہے یہ
جو دیکھے آ کے کیا خوب لالہ زار ہے یہ
نبیلا اس نے کہ شیدائے جان نثار ہے یہ
جنون نہ کیوں ہو فزون فصل نو بہار ہے یہ
وہ میرے واسطے بیلا بیش خار ہے یہ

برگ

نقش

کف

۱

مہارے

کوچہ

میں

ظفر

پڑا

نہ

رہے

کیونکہ

خاکسار

ہے

یہ

ہر جگہ ایک نیا رنگ ہے اللہ اللہ
کوئی صورت نہیں لکھی کہ پیچھے کافر
تیرے مدان مسی زہب کی کافر ہر رنج
تیرا اک میکدہ میں اے بت مرست غرور
نیک اور نام سے میں عشق میں جس کے گزرا
کہا ترا چوہہ پر نور ہے سبحان اللہ
لب گلبرگ پہلے تا زبان ہر خار
برگ گل بھی تھا گر ان جن کے تن بازک پر
چھوڑ کر اس بت کافر
آپ کو کعبہ کا

وہ کیا جلوہ نیرنگ ہے اللہ اللہ
دل صنم کا مرے کیا رنگ ہے اللہ اللہ
کیا ہی زہب دہن تھک ہے اللہ اللہ
کچھ عجب رنگ عجب دامنک ہے اللہ اللہ
نام سے مرے اس رنگ ہے اللہ اللہ
کہا ترا شب رنگ ہے اللہ اللہ
سب پہ گلشن میں اک آہنگ ہے اللہ اللہ
ان کی چھائی پہ لک رنگ ہے اللہ اللہ
کے ظفر در کا طواف
آہنگ ہے اللہ اللہ

یوں ترے رخ کا لیا میں نے مری جان بوسہ
میں وہ بھون ہوں کہ رکھتے ہی بیابان میں قدم
منہ لگا کر جو اسے تو نے کیا گستاخ
جائے خوشبو نہ مرے منہ سے جو دے خواہمیں بھی
کافر عشق دلیا کو یوں چومتے ہیں
کیون نہ ہو جھکھ سے میرے بت کا دل رنگ سے خون
اے ہنوں ہاتھ سے آخر ترے بڑھتے بڑھتے
ہے لب زخم جگر کو یہ تمنا میری
اس کا خطا دیکھ کے آتا ہے دل میں میرے

جیسے قرآن کا لہن صاحب ایمان بوسہ
پانوٹ لٹالے ہے مرے خار بیابان بوسہ
پے ہے عارض کا ترے زلف پریشان ک بوسہ
گل رشاد کا وہ رنگ گلستان بوسہ
جیسے لہن رنگ کا کعبہ میں مسلمان بوسہ
لے ترے لب کا جو رنگ مسی و پان کا بوسہ
لے گا دامن کا مرے چاک گریبان بوسہ
دینے اک اور بھی وہ مخمّر بران بوسہ
دست کاتب کا غر لون کسی عنوان بوسہ
دیگر

ہم دیکھ چکے خوب تمنائے زمانہ
کس وجہ نہ ہو دیکھ کے آئینہ کو حیران
کہا ہووے کوئی ساغر عشرت کا بیکار

اچھا ہے جو کچھ ار نہ دکھائے زمانہ
وہ شوخ کر ہے صن میں یکمائے زمانہ
خالی ہے مے عیش سے پیتائے زمانہ

نکلا دل بیمار کے حق میں لک الموت
 ہووے نہ شمار انجم الفلک پر ان کا
 ہر روز خراش لکک دون سے زمین پر
 پہاں جکو نظر سے ہو وہ مہوش تو نہ کیونکر
 اٹا ہی ترا حسن میں وہ شہرہ آفاق
 ڈھنڈو تو زمانہ میں نہیں مہر و محبت

ہم جاتے تھے جس کو سچائے زمانہ
 ہیں اتنے سچے ہم نے ستمہائے زمانہ
 دافون کی طرح پڑتے ہیں داناؤ زمانہ
 تاریکل نظر میں مرے ہو جائے زمانہ
 جیتے ہوئے ہم عشق میں رسوائے زمانہ
 کس طرح کا آیا ہے ظفر ہائے زمانہ
 دیگر

کہوں کیا جوش اہلکون کا سجاد اللہ سجاد اللہ
 شکست کس سے کی پیسے بلا لو سائے اس کو
 خدا محفوظ رکھے اس بت کاف کے گیسو سے
 جگر تو دیکھ تو میرا نہ کی اک آہ بھی میں نے
 لگایا ہاتھ شب میں نے جو اس کی زلف مقلیں کو
 جو سوئے تھل عشاق وہ محشر خرام آوے
 جو سر گرم پیش میرے دل بیتاب کو دیکھا
 قد جان کو دون تشبیہ کیونکر نقل طوطے سے
 کیا غارت ہزاروں کو
 بڑی آفت ہے یہ

منڈ آیا اک دنیا سجاد اللہ سجاد اللہ
 کروں گا شکوہ میں تیرا سجاد اللہ سجاد اللہ
 بلا وہ ناگ ہے کالاسجاد اللہ سجاد اللہ
 کئے تو نے ستم کیا کیا سجاد اللہ سجاد اللہ
 تو وہ برہم ہوا کیسا سجاد اللہ سجاد اللہ
 تو کیا اک حشر ہر برپا سجاد اللہ سجاد اللہ
 تو بجلی بھی گئی تھرا سجاد اللہ سجاد اللہ
 کہان وہ قد کہان طوطے سجاد اللہ سجاد اللہ
 ظفر دنیا کی آفت نے
 دنیا سجاد اللہ سجاد اللہ

گران ہے تم کو نزاکت سے بچو
 ہزار کوہ اگر کون ابھی اٹھا لین ہم
 لکک زمین پر ابھی گر پڑے جو تھام نہ لون
 نہ ڈال بار غم اے چرخ ان کھنوں سے
 گران ہے اس مرے گلکے داغ نازک پر
 نہ تن سے دور ہو سر جب تھک نہ پکا
 نہ ہوئی سر پہ یہ گھٹری ظفر گما ہوئی

نہ دکھو بازو ہے نازک پہ نورتن کا بوجھ
 پر اٹھے ہم سے کسی کے نہ اک سخن کا بوجھ
 ستون آہ سے اس گنبد کہن کا بوجھ
 کہ جن سے اٹھ نہ سکے اپنے بھی بدن کا بوجھ
 چمن میس نکھت سرین و یاسین کا بوجھ
 شکر اس ترے شیدائے شہر تن کا بوجھ
 بلا سے ہونا اگر نور لاکھ من کا بوجھ
 دیگر

گر میسر ہو مجھے حیرے جین کا پور
مطلع

لب کا دو پور کی رخسار و جین کا پور
تر جہان رکھے قدم روئے زمین پر اپنا
جان کیا بلکہ ہم ایمان تلک بھی دین
بیچ و تاب اپنے ہوا رشک کیا کیا دل کو
شرم اس کی ہے مالح تو نہیں لے سکے
لیتے دن بھر بین مرے ہم جو کہیں لیتے بین
دیکھ کس شوق سے لیتا ہے لب زخم اپنا
جب ظفر دیکھتا ہوں مام نکسین پر اس کا

دیکھا نہ جس نے کہ جنم کا نمونہ
ہے ماہ مہین صافر جین کا ترے نقش
آمیزش مشک و نمک سو وہ سے مزاج
ساغر میں حباب سے گلریگ ہے ساقی
نیران مرے مڑگان گھر بار کا سایہ
حباب و ارو ہے در کعبہ کا نقش
ہوتا جو کہیں غنچہ تصویر گلند
ہے ساغر سے جام جہان میں ہے مشابہ
جو عرش سے تا فرش ہے
ہے اے ظفر اسان

مرد دیتے ہیں اسی مرد خوش آئین کا ساتھ
بین رفتی اپنے غم و رنج و الم یاس و توب
ہے تماشا نگہ یار کہ دل ہے مرا
خوشنما اس لب اعلیٰس پہ ہے یوں سرخی پان

میں یہ جانوں کہ لیا ماہ مہین کا پور
طانی

آج دے ڈالو مجھے ایک کسبیس کا پور
اپنی ہم آنکھوں سے لین و ان کی زمین کا پور
گر ملے اس بت غار نگر دین کا پور
جب لیا زلف نے اس روئے جین کا پور
ہم تصور سے بھی اس پرہ نشین کا پور
خواب میں شب ترے لعل نکسین کا پور
حیری تیج ستم و حنجر کین کا پور
کی یہ چاہے ہے کہ لے لے پلچ نکسین کا پور
دیگر

دیکھے مرے آہلکدہ غم کا نمونہ
رہے مرے نو اروئے پر غم کا نمونہ
ہوتا ہے مرے زخم کے مرہم کا نمونہ
یا دختر زر کی ہے یہ محرم کا نمونہ
دوبل ہے مرے دیدہ پر غم کا نمونہ
ہے چشم تری چشم زم زم کا نمونہ
شاید ہے یہ میری دل پر غم کا نمونہ
میرانا ہے اک سلطنت جم کا نمونہ
سب اس میں ہے موجود
یہ عالم کا نمونہ

ترک کتا نہیں دنیا میں ہے جو دین کا ساتھ
ہم کو بھاتا ہے ہمیشہ کہیں دو تین کا ساتھ
ورنہ کر سکتا کیڑا کہیں شاہین کا ساتھ
جیسے رنگین کو خوش آئے ہے رنگین کا ساتھ

سبز کوہی نہ سمجھو اس کو دم آہ و فغان
 نہ رہا بار جب غم خوار نہ سولس نہ رفیق
 زلف چہرے پر سچ نہیں
 چہرے میں ہے سخیلی
 دل کو وہ رنج دے اٹک اٹک اللہ
 کوسا اس دشمن جان نے جو مجھے
 تجھ سے آنکھیں ہے ملاتا آہو
 اٹک اٹک اٹک ابھی ہو جاوے وہاں
 تیرے آنے کی خبر سن لیلی
 جو کہ عاشق کو جلاے جون خلع
 مکتبہ تو نے تم سے توڑا
 اپنے مرنے کی دعا کر ماگوں
 جو ستائیں تجھے ان کو بھی طہر

مطب خوش نے پکھاوج س کیا بین کا ساتھ
 مگر اک غم نے دیا عاشق فنگین کا ساتھ
 عارض جان یہ ظفر
 و نسرین کا ساتھ
 اور یہ سب ہے اٹک اٹک اللہ
 دوست کہنے لگے اٹک اٹک اللہ
 نکلے چنا پھر اٹک اٹک اللہ
 مہربانی کرے اٹک اٹک اللہ
 باغ میں بول اٹھ اٹک اٹک اللہ
 وہ بھیجتا رہے اٹک اٹک اللہ
 ہاتھ نہیں لڑے اٹک اٹک اللہ
 وہ شکر کہے اٹک اٹک اللہ
 عوض اس کا بھی ملے اٹک اٹک اللہ
 دیگر

ہم اٹھائیں کیون ستم ان کے ہمیں کیا واسطہ
 نے کوئی ہو دوست نے دشمن تھارے واسطے
 ہاتھ اٹھائے وہ بت کار نہ میرے قل سے
 کر دیا دشمن اٹھیں میرا محبت نے مری
 جان دیتا ہے جو تم پر اس طرح یہ تم جان
 آ نکلی لب پہ جان تیرے مریض عشق کی
 اے ظفر ویک ویک کیون مجھ سے آزرہ ہوے

یہ تو ہے اے ضرت دل سب تمہارا واسطہ
 جو ہے دنیا میں سو ہے اے دوست اپنا واسطہ
 دے اے ساری عدلیٰ مگر خدا کا واسطہ
 دشمنی کا میری ان کے اور تھا کیا واسطہ
 تم غم زہ کا تمہارے ہے سارا واسطہ
 آ کوئی دم کا ہے اے رشک سچا واسطہ
 مجھ پر کچھ کہتا نہیں کیا سبب کیا واسطہ
 دیگر

نہ رقیبوں سے تو پٹ کر بیٹھ
 نہ گرداب عشق دل اور ہم
 کر قبلہ کو ماستابی پر نہو امیرے گریہ سے یہ بھی

اور جو بیٹھے تو ہم سے اٹھ کر بیٹھ
 مجھے دنوں بچم چٹ کر بیٹھ
 منہ سے کھونکھٹ زرا الٹ کر بیٹھ

کوشِ طاقت بہت ٹھک
سوچتا کیا ہے عشقِ مین اے دل
قصہ اٹھ بھاگے
تو جو وہاں بیٹھا
نہیں کہیں بھی تری چشمِ فتنہ زا کی پناہ
سوائے رنج و غم و یاسِ پناہ مین اس کی
پناہ مانگتا ہے جس کو دیکھ کر ہر شخص
جفا سے بے نہیں ڈرتے ہر وفا خاتم
بھی ہے سوچ ہوا ساقیا لیے شمشیر
بچے لگا س ل تیری کس طرح خاتم
گر بول ہو درگاہ

بیٹھتا ہے اگر سم کر بیٹھ
جو ہو کرنا تجھے سو جھٹک بیٹھ
کا کر نہ ظفر
ہے ڈاٹ کر بیٹھ
یہ وہ بلا ہے کہ بس اے صنم خدا کی پناہ
دلا نہ دھو کسی یارو آشنا کی پناہ
غضب ہے تیج اور شوخ کج ادا کی پناہ
کرن کے واسطے ہے عشقِ مین وا کی پناہ
نہیں بجز سپر جام اس ہوا کی پناہ
کہ ہے جہان مین کہاں ماوک فضا کی پناہ
ظفر مین

شل اس نے نہیں آکر ج دکھائی اللہ
ہو گیا مجھ سے کدو وہ میرا آمیزہ رو
گل مین کیا خار مین کیا تر مین کیا مانس کیا
لائی ہو کس گل خوبی کی ہے یہ یاد بہار
روز اڑاتا ہے وہ سر تیج ستم سے دو چار
آ گیا آنکھوں مین دم دیکھتے ہی دکھتیرا
کہتے ہیں دیکھ کے صورت کو تری صورت گر
گر نہ تھا سوزِ محبت کے مزے سے آگاہ
جو مصیبت نہیں قسمت نے دکھائی دیکھی

دل مین کیا اس بت کافر کے یہ آئی اللہ
دیکھتے ہوئی ہے کس طرح صفائی اللہ
اللہ اللہ تری جلوہ نمائی اللہ
کتی ہے صل علی ساری عدلی اللہ
کس سے یہ طرز ستم اس نے اڑائی اللہ
وہ قاصد نے مرے کیسی لگائی اللہ
ماہ کیا تو نے صورت ہے بنائی اللہ
جان پر وانی نے کیوں اپنی جلائی اللہ
پر دکھائے کھنکر اس کی عدلی اللہ
دیگر

ردی

یے

تجلی

نہ تھا ہم نے کسی س بہت کے در پر بہہ سائی ہے
نہیں ہے کوئی بھی خموار اپنا کج تران مین

یہ وہ جا ہے جھکائی سر جہان ساری عدائی ہے
اگر ہے تو غم تجلی و درد جدائی ہے

بہشتی ہیں بطرح ہم آن کر رام محبت میں
 ہمیشہ تج کو کہتا ہوں الجھ اس کی نہ زلفوں سے
 لڑاتا ہے جو آنکھیں بزم میں تو آج غیروں سے
 تراشا ہے کہ ہم سے وہ تو ہیں ! آئنا بالکل
 نہیں کرنے کے ہم ترک وفا ہے دم میں دم جب تک
 قد دعا سے اپنے راستی بھی سیکھ اے ظالم
 نہ چوکو سچ گر ہے کچھ ارادہ ہاتھ پائی کا

جو سمجھے اس دل کو وہ ہے کو دن ہمیں میں سے
 گریبان چاک جو کرتے ہیں گل گلشن میں کیا یہ بھی
 ہمارے ماسح مشفق نے جب دیکھی تری صورت
 اشارہ فہم تیرا کون ہے یہ فہم ہے کس کو
 نیلا دیر و کعبہ میں پتا ہر گز ترے گھر کا
 ہمیں سر باز ہیں دم دینے والے حیرے ہمو پر
 نظر جو زہدان پاکدامن
 کہیں تھے اس سے پہلے یہ

ترا دیوانہ یہ کیا آٹھ پہر نکلتا ہے
 ترے رخسار مصفا کی طرف التیہ سان
 کب گزرتا ہے وہ اس راگدور سے اپنی
 غم فرقت سے ہے یہ حال کہ میرا غم غور
 کیا کہیں جھانکتے دیکھا تجھے اے پردہ نشین
 جبکہ نکلتا ہے نشانہ کو کماندا مرا
 کوئی تھہراتا نہیں وصل
 صورت اک ایک کی
 بات ن کی جو مری بات پہ وہی نہیں

فقیر از رگ ہوتی ہم کو کب اس سے رہائی ہے
 کہیں تو مانا اے دل تری شامت ایسا ہے
 تجھے منظور کیا اے تجکیو ہم سے لڑائی ہے
 واپس دل میں ہم خوش ہیں کہ ان سے آشنائی ہے
 بلا سے گرچہ ایدل اس کا شہوہ بیوفائی ہے
 اگر زلفوں سے اپنے تو نے سیکھی کج ادائی
 کہ اس نے دس و پانچ اے ظفر مہندی لگائی
 دگر

کہ ہے تو ہمارے جان کا دشمن ہمیں میں سے
 ترے دیوانے ہیں اے لیرت گلشن ہمیں میں سے
 یہ من کی ہو گئی صورت کے وہ بن ہمیں میں سے
 کوئی پہچانتا ہو گا تری چہون ہمیں میں سے
 اگر نکلا تو پھر نکلا ترا مسکن ہمیں میں سے
 شمشیر دکھ دے گا کوئی گردن ہمیں میں سے
 میں انگ ہم سے
 بھی تر دامن ہمیں میں سے

گاہ نکلتا ہے اھر گاہ اھر نکلتا ہے
 ہو کے حیرت زدہ ہر ایک بشر کو نکلتا ہے
 در سے راہ کوئی آہ بشر نکلتا ہے
 من کا چپکا مرے باریدہ نکلتا ہے
 ایک عالم طرف روزن در نکلتا ہے
 پہلے میرا ہی وہ دل اور گر نکلتا ہے
 کی صورت ان سے
 ناچار ظفر نکلتا ہے
 من گریبان میں ڈالا نظر اوچی نہ ہوتی

کچھ اونچوں سے جدھر لڑتی تھی اے پردہ شکن
تیری تلوار سے ہم نے پچلا سر کو
ہو کے ہم چشم ہوئے چشم سے کس کے یہ خیال
تیرے بیمار دلی کا ہے یہ ضعف سے حال
چرخ تک ہاتھ پھینکے پر ضعف نے پست کیا
تج کا حل کے لئے سر نہ بھٹایا جس نے

کبھی یہ پردہ کی دیوار اھر اونچی نہوئی
ہمسفر کبھی اپنی سپر اونچی نہ ہوئی
اکھ زکھش کی جو بار سحر اونچی نہوئی
چاہا بستر سے ہو اونچے نہوئی
کہ ذرا سیز سے آہ جگر اونچی نہوئی
اس کی پھر شرم سے گردن ظفر اونچی نہوئی
دیگر

ہوئے خسروان جہان اچھے اچھے
کہوں کس سے بے مہربان اس لک کی
ہماری محبت کی تھی قدر جکو
یہ ہر لک وہ ہے جس کے ستم سے
ترین کیا زمانہ سے کشی کہ اس نے
اگر تیرے مٹ گان وہو کو دکھیں
ترے چشم بیمار کے اے حشر
جو دل تم کو لینا ہے لے لو نہ چو کو
فکر ہے وہ گری تمہارے سخن میں

نہ اب وہ نہ اکے مکان اچھے اچھے
کہ سب اٹھ گئے مہربان اچھے اچھے
وہ کیا لوگ تھے قدروان اچھے اچھے
گئے خاک میں لے جان اچھے اچھے
پچھائے بہت پہلوان اچھے اچھے
یو دین پیچک تیرو مکان اچھے اچھے
ہزاروں ہیں بنادیاں اچھے اچھے
کہ ہیں اور بھی دستان اچھے اچھے
کہ جلتے ہیں آئل زبان اچھے اچھے
دیگر

کچے گا ساٹا کیا مجھ سے دیوانے کے پیانے
اٹا عسیب کے ہاتھ ٹوٹیں اسکے ہاتھوں سے
نہ سمجھو آبلے انکو کہ ہے تقدیر کو اٹا
جدائی میں ترے ہیں دیدہ تر میرے اے ساقی
اوڑاؤ مرغ دل کو اور پرندو کے لئے رکھو
تری آنکھوں کے پیاروں نے شربت کے عوض ظالم
دل پر آبلہ وہ خوشہ انگو سے میرا
نہیں آئیں جب تک ہاتھ خاک اس بادہ پیا کی

کہ پی جاؤ ٹکا میں مسی میں پیانے کے پیانے
ہزاروں عیائے ٹوٹ آج میخانے کے پیانے
تو بین ہندھے پڑے یہ دل کے کاشانے کے پیانے
شراب خون دل بھر بھر کے پیانے کے پیانے
سدا پانی کے پیانے سدا دانے کے پیانے
پے دہر آپ سے بھرک دوا خانے کے پیانے
کہ بھرے آپ سے ہیں جس کے ہر دانے کے پیانے
کبھی ساقی نہیں میخوار ہونے کے پیانے

میں عیش و طرب کا ایک قطرہ بھی نہیں ساتی
ظہر یہ آسمان بین بین دکھلانے کے بیانے

آج بوسہ پر لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی
شکر ہے وہ من کے ورنہ چلے تھے روٹھ کر
آہ وہ آئینہ رو ہم سے کھدو رہا
وہ ڈھونڈ چاہ میں ہوتے اگر آشنا
توڑنا تھا تو بخیر در ندان جنوں
مہیاں صیاد ہو کر ہو گیا ما مہربان
اے ظہر دیکھا بھلائی کا
کی اگر تجھ سے بھلائی ہوئے ہوتے ہ بھی

بہائے جا تو آنسو کو کہہ دے پے جان کے تو رہوے
کھلی رہوین نہ آنکھیں کیونکہ اس کے بعد مرنے کے
کرے گر میکش وہ گل تو پھر کیونکہ نہ گلشن میں
مجھے کیا پشہر آب ہتا سے کام اے کامل
تصور اس لب پان غورہ کا بگلو بولا ہے
صبا جان اگر ہو تیرا کوئے زلف جامان میں
ظفر پاکیزہ تر اس سے سہوے کوئی عالم میں
دگر

وہ چاند ہے اے مہوش یہ چاند کا ہالا
معلوم کیا ہم نے کچھ دال میں کالا ہے
اس چشم مغنی کا جو دیکھنے والا ہے
ور سرمہ کا دہالہ کافر کوئی بھالا ہے
ہین مراد غون سے اک تنہ لالہ ہے
لے لیا مرا بوسہ لیا منہ کا نوالہ ہے
آنکھوں میں غر اپنے میں نے اے پالا ہے

تیر رخ روشن پر کب کن کا ہالا ہے
حل داغ میں چچک کے اس نے جو بنایا ہے
کن آنکھوں سے وہ یکے ترس کو گلستان میں
ششیر تری برو خنجر بین ترے مرگان
اے رشک جن ۲ کر تج دیکھ بہار اس کی
اس بتا پہ ہم تیری س گالیاں کھاتے ہیں
ہے طفل سر شک اتر لیکن ہے لحاظ اتنا

کہاں تک رہیں رنج و غم و توبہ میں پھنسے
اسیر دانہ کے لالچ ہو دام میں طائر
خبر نہ لی کہ کسی غمزہ پر کیا گزری
ابھی فراغ کہاں جو ہیں طالب دنیا
پھنسا جو رنج میں کوئی کسی سب سے پھنسا
اگر ہے ممکن چہن بھی تو ہم کو زندا ہے
کہیں ہے دام فریب
بلکہ کشان محبت ظفر

ہم نے م سے بھلائی ایسی کی
ہم نہ ہوئے کبھی وفا کی راہ
ظاہر اصاف ار دل میں غدا
کیا آ آتا ہمیں سب سے
پہونچا زلفوں تک تری شان
کٹ گئے سر ہزاروں ایک دم میں
کیونکہ اس بات نے تابع فرمان
کی بگڑ کر کبھی جو بات اس نے
اک ہمیں سے
جس سے کی

طاقت کہیں پھنے کی عادت لئے بھتی ہے
اس زلف کے سودے میں آوارہ سر گشت
خوشید صحت مجھ کو ہے شوق جہانگردی
سرباز اٹھاتے ہیں سر دیے میں لڑایا
میں کوچہ بکوچہ دیوانہ سا جو پھرتا ہوں
اس چشم کے پھرنیکا کیا پوچھتے ہو عالم

اٹنی ہم اسے دل دیکے کس غضب میں پھنسے
پھنس جو زلف میں دل شوق خال لب میں پھنسے
وہ آج ایسے کہیں محفل طرب میں پھنسے
بیٹہ رچے ہیں دنیا کے لب میں پھنسے
تمہارے ہاتھ سے ہم رنج بے سبب میں پھنسے
کہ ہم ابین الفت خوبان غنچہ لب میں پھنسے
اس کا کوئی بھی خالی
ہیں سب میں پھنسے

تم نے ہم سے برائی ایسی کی
عشق نے رہنمائی ایسی کی
کی تو اس نے مضاں ایسی کی
آپ نے آزمائش ایسی کی
کیونکہ پیدا رسائی ایسی کی
اس نے تیغ آزمائی ایسی کی
ہے عدا کی عدائی ایسی کی
ہم سے کچھ بن نہ آئے ایسی کی
نہیں اس نے
بیوقوفی ایسی کی

یہ صرف مجھے میری صحت لئے پھرتی ہے
سایہ کی طرح تجھو شامت لیے پھرتی ہے
طالع لئے پھرتے ہیں قسمت لیے پھرتی ہے
سر اپنا جھٹلی پر قسمت لئے پھرتی ہے
اس شوخ پری رو کی الفت لیے پھرتی ہے
ساتھ لپے وہ کافر اک آفت لیے پھرتی ہے

کہا جانے غم کس کو یہ جیس میں آہو کے

صحرا میں ان آنکھوں کی وحشت لئے پھرتی ہے
دگر

جسے دیوان حافظ یا دیوانہ پڑھا ہے
جگمگے بخت خوابیدہ کو گرمیوں تو میں جانوں
اثر کیا خاک ہے گرمیوں میں تیرے دُوب مر شبنم
وہ آئے یا نہ آئے پر دل بیتاب کو اپنے
کہان تک روینکا اے دیدہ تر روک بھٹکوکو
صبا کیا آج وہ لہجہ میں آتا گلشن میں
بھلا افسانہ کر تو ہی کہ ظاہر تیرے کوچہ سے
اوپر رومیہ ہوں پر ہوں منظوم نظر سب کا
نہ خلع بزم ہوں میں نے چراغ خانہ ہوں اس کا

اے جنتی کمالین حفظ ہیں سب بھول جاتا ہے
بل سے مالہ ہلگیر سو تو کو جگاتا ہے
کر لہ ہوتا ہے تجھ پر نچہ مسکراتا ہے
تسلی میں یہ سینا ہوں اب آتا ہے اب آتا ہے
تماری آبر خاک میں تو کیوں ملاتا ہے
کہ اپنے چہرہ میں گل نہیں پھولا ملاتا ہے
اچھے یہ ناتوان کیونکر کر بیٹھا ہی جاتا ہے
مجھے آنکھوں سے کاجل کی طرح ہر اک لگاتا ہے
ظفر وہ شعلہ غم کس واسطے ٹپکو جلاتا ہے
دگر

راہ ہیشانی کی بالکل اس کے در پر تم ہوئی
تو نے کیوں آنے سے روکا قاصد ان اشک کو
پوچھتے کو کیا ٹھکانا دل کا بحر عشق میں
داغ سوزان جب دکھایا اس تر دل تیرے نے
کر نہ راحت کی تمنا تو کہ تیرے واسطے
بل بے کام کہ اس تشنہ لگو کے حلق تک
لے گیا دل سے حنا
سچ بتا یہ جنس اب گھر

جی میں جو آیا کیا یہ مغل ششدر مہم ہوئی
جو خبر دل کو مرے اے دیدہ ت مہم ہوئی
کشتی اس دنیا میں یہ تو فرق ہو کر مہم ہوئی
دیکھتے ہی تابش خورشید مہم ہوئی
وہ تو دنیا ہی سے اب اے جان مضطرب مہم ہوئی
یہ نچا جس دم اس کا بھڑکے اب بھڑکے مہم ہوئی
میر کو کون ا ظفر
میں سے کیونکر مہم ہوئی

تجھے دیکھا تو ہوئی اور محبت دوی
مطلع

تجھے دیکھا تو ہوئی اور محبت دوی
مطلع

ہوئی جای ادھر س جو محبت دوی
مطلع

اور بھی ہوئی ادھر سے ہے عداوت دوی
مطلع

چاہے گر کوئی لک سے کہ ہو راحت دوی

تو یہ سوئی اے سے افسانے دوی

میرے داغ دل سوزان کا پڑا جو پر تو
 بڑی زلفوں کو ہوا دیکھ کے سورا دعا
 میرے گریہ نے نہ دھویا دل جہان سے غبار
 عوض بوسہ ملن دل مانگتے تھے جان بھی لو
 زخم کھانے کا محبت ملن مزا ہے لیکن
 فائدہ میرے سب عشق کو حیرت س کیا
 ملن جو رسوائے جہان ہوں تو بلا سے تیری
 رو برو یار کے دھنار مصفا کے ظفر

ہو گئی تابش خورشید قیامت دہنی
 تری آنکھوں کو ہوئی دیکھ کے وحشت دہنی
 بلکہ اس سے تو ہوئی اور کدورت دہنی
 اب تو خوش ہو کر تمہیں ملتی ہے قیمت دہنی
 وہ نمک پھڑکے تو ہو اور بھی لذت دہنی
 بلکہ ہو جائے ہے اور اس سے حرارت دہنی
 تنگبو کیا بڑی تو ہو جائے گی شہرت دہنی
 اور آئینہ حیران کو ہے حیرت دہنی
 دیگر

میں جب ہاں اس کا منہ سے لگا منہ کو آتا ہے
 غم دوری ملن تیری بن گئے ہم شعل مروہ کی
 ہم اپنا خون دل پیٹے ہیں جس دم ساتھ بیرو گئے
 ذرا سی بات پر ہے تو بگڑ کر منہ بنا لیتا
 خدا جانے کر تھ بن ہو گئی ہے میری کیا صورت
 خیال آتا ہے جس دم رانی کا قد جہان کے
 ظفر منہ کس کا میدان سخن ملن منہ جڑھے برے

تو یہ ہوتا ہے حال اپنا کلیجہ منہ کو آتا ہے
 ستم گر تو ہمارے دیکھنے کیا منہ کو آتا ہے
 لگا یاد اپنے جام صہبا منہ کو آتا ہے
 ہمیں تو دیکھ کر حیرے اپنہا منہ کو آتا ہے
 کہ جو آتا ہے یان وہ میرے سکا منہ کو آتا ہے
 تو پھر دل سے ہمارے مار سیدھا منہ کو آتا ہے
 کہ جو آتا ہے وہ اپنے چھپاتا منہ کو آتا ہے
 دیگر

گئے یارب وہ لوگ اگلے کہاں پائے نہیں جائے
 عجب صنعت دکھائی اپنی یہ نقاش قدرت نے
 غرور حسن سے یہ مہوشوں کو بے دماغی ہے
 کسی کو ہم نہیں اس واسطے دیتے ہیں دل اپنا
 مرے جانب سے ہیں جیسے گمان ان بدگمانوں کو
 عدم کی راہ ملن کیونکر کسی کا کھون ہاتھ آئے
 سب کیا نے کمر ہے
 ظفر یہ ہم سے امر

جو اصد میں تو کہیں ا کے نشان پائے نہیں جاتے
 کہ نقشے ایک سے سب کے یہاں پائے نہیں جاتے
 دماغ اب ا کے زیر آسمان پائے نہیں جاتے
 کہ جو آ گئے تھے وہ ب دستان پے نہیں جاتے
 زلزلے ملن کہیں ایسے گمان پائے نہیں جاتے
 کہ وان تو نقش و پایے دستان پائے نہیں جاتے
 نے وہاں ا خورو یوکی
 نہاں پائے نہیں جاتے

بزم میں آ کر تمہیں چکے نہ رہنا چاہئے
 اس شکر کو دل اپنا اب تو ہم نے دے دیا
 ہاتھ سے ساتی کے لینا جام ہے مشکل نہیں
 اے پریر و پاؤں زبیر ہو روں میں طوق
 چاہے بین پاؤں کے تلوے خلیش کو خار کی
 چہ کر تم پھر گئے یا ہم کہو اوصاف سے
 صن اس مہوش کا چکے شب جو زیور سے رو چند
 اے ظفر ل میٹھا
 کج غلت میں انگ

لب برے سے زیادہ یا قوت لال کیا ہے
 پر نور ہے جنین بھی ماند ماہ تابان
 دیکھے جو بتو کو ہوتا ہے نحو حیرت
 جو دل پھنسنے ہے ان میں پھر چھوٹا نہیں وہ
 قاصد مرا نائے یہاں مجھ سے لاکھ باتیں
 میں بوسہ مانگتا ہوں و دے ہے تجکو گالی
 جن کے سبب رہے ہے رنج و ملال تجکو
 رخ سے ترے مقابل ہووے جو ماہ کال
 جو دل پہ گزرتی وہ ل ی جانتا ہے

کچھ نہ کچھ آئی گئی مر سے کہنا چاہئے
 جو کرے ہم پر حرم وہ کو سہنا چاہی اپنی قسمت چاہئے اور اپنا
 لہنا
 تیرے دیوانوں کو زیب افازا یہ گہنا چاہئے
 دشت میں بھون کو پھرنا یا برہنا چاہئے
 چاہ میں صاحب گلے دنیا اور کہنا چاہئے
 چاد کو پھر کیونکہ غیرت سے نہ گہنا چاہئے
 اچھا نہیں اس وقت میں
 ی سب سے رہنا چاہئے

دشتوں کے آگے تیرے لباس مال کیا ہے
 ابرو ہے وہ خیمہ مثل ہلال کیا ہے
 ان کو دیا خدا نے دیکھو جمال کیا ہے
 ظالم یہ زل تیری کیا جانے جال کیا ہے
 پر چاکے کچھ کہے وہاں ان سے جمال کیا ہے
 حیرا جواب کیا ہے میرا سوال کیا ہے
 وہ مجھ سے پوچھتے ہیں تجکو ملال کیا ہے
 اے مہر ظلمت اس میں ایسا کمال کیا ہے
 بظاؤں اے غر کیا میں دل کا حال کیا ہے
 دیگر

بتوں کی جب صورت میری آنکھوں میں چلی ہے
 کدو کو کے اس نے کیا ہوا اگر با کی ہم سے
 دلا اس زلف کے پندے میں بیڑھب جا چمسا ہے تو
 شفا بے وصل چلان ہو نہ اس بیمار ہجر کو
 لانا ہے سبب آنکھیں نہیں تو آج غیروں سے
 پیلہ ہاتھ میں لے کر جو گل نکلا ہے گلشن میں
 تعجب کیا اگر ہووے وہاں روئیدہ گل مہندی

نظر آتا ہے مجھے کیا کیا تماشائے عدائی ہے
 ظاہر ہے کدورت لیک باطن میں صفائی ہے
 تھے کب اس بلا سے دیکھے ہوئی رہائی ہے
 علاج اس کا بھی ہے اور بھی اس کی دوائی ہے
 ہوئی منظور تجھ کو جگنو ہم سے لڑائی ہے
 بیمار حسن سے کس کی تمنائے گدائی ہے
 نظر اس شوخ نے دھویا جہان دست چلی ہے
 دیگر

آ گیا آنکھوں میں دم حال ہمارا یہ ہے
 سول اک فزودہ پہ لیتا ہے وہ کافر دل و دین
 رقص ہسل پر ترپنا ہے مجر میرا
 زدہ کر دیتا ہے اک بات پہ سو کشتہ باز
 لخت دل دے کے روان کرے ہیں ہم آنسو کو
 کہو دل سے نہ رکھے اس کا خیال مڑگان
 شعلہ دل کو بجھاتا نہیں اب گریہ
 دل کو اپنی مجھے ہے اس لیے خاطر منظور
 گر کہے کوئی برا ن
 جو ہیں اچھے نظر ا

دیکھ لین ہم تجھے اک بار تمنا یہ ہے
 کچھ چٹکا نہیں ایمان کا سودا یہ ہے
 تو اگر دیکھے تو کیا خوب تماشا یہ ہے
 لب جان بخش ہے تیرا کہ سجا یہ ہے
 وہ اگر نامہ ہے نامہ بر اپنا یہ ہے
 کانٹے کس واسطے اپنے لئے یونہی یہ ہے
 بلکہ بھڑکا تا اسے اور بھی دھا یہ ہے
 کہ ترا شیفتہ یہ ہے تیرا شہدہ یہ ہے
 کے کہیں وہ نہ برا
 کے لئے اچھا یہ ہے

آج حیرتی ششیر کچھ کہتی تو ہے
 سن لو جو ہے خانہ نندان میں دیوانہ کا حال
 تو خدا جانے پری چکر ہے یا ہم شعلہ عود
 ہوئو دل میں اثر تیرے اگر مسمول
 اے ظفر وہ بے خبر سن
 مجروں کی آج یہ تقریر

مجھ سے اے قاتل مری تقدیر کچھ کہتی تو ہے
 کر کے برپا غل سدا زنجیر کچھ کہتی تو ہے
 تجھ کو اے عالم تصویر کچھ کہتی تو ہے
 حال میرا آہ بے ناہید کچھ کہتی تو ہے
 لے گا سب تیری خبر
 کچھ کہتی تو ہے

نہ ہم راہ وفا بھولے نہ تم طرز ستم چو کے
جو مضمون چاہئے تھا خط میں لکھا ہم کو اے قاصد
مئے دیہ و حرم کو چھوڑ کر جو آستان حیرا
یہ پتی دم شکاری تھی اسی کے دم سے کوئی دم
تنگین دل کو میرے لے کے واپس کر دیا تم نے
بہا کر شک ہم ہشمن میں کھوئی آبرو ہم نے
ظفر راہ محبت میٹھلے جاؤ کہیں قدموں

ہماری دل سوزی کی تھکوا کہاں رہے ہیں جتنا بولے
نہ کس طرح اپنی جان کیے ہوؤں برو کی کیوں جان کو روون
ہمارا خط لے کے مامہ برس جو بن پڑھے پھاڑتے ہو جھڑے
جہاں ترا مالہ کش نہ بجائے وہاں کسی شب کو نیند آئے
کبھی رحم نہ تھکوا آیا ستم سے و نے نہ ہاتھ اٹھایا
لٹھے ہے جب شعلہ برفلن سے تو جل کے نکلے ہے سیناں سے
نظر وہ ہم سے ہیں جب چراتے تو ہیں نظر باز ناڑ جاتے

چشم میمون کے تصور میں خرابی یہ ہے
گل نہیں جام ہے ساقی یہ کسی میکش کا
رات دن رہتا ہے جو آنسوؤں کے دلیا میں
کس کے سامن ضیافت میں ہے مردم لنگ
کوئی زنگی بچہ قرآن پڑھے ہے دیکھو
روز ہیں آتش غم سے جگر و دل پختے
وعدہ وصل کسی سے
وہ جو جاتے ہیں شتاب اتنی شتابی یہ ہے

جو اپنی بات تھی اس سے نہ تم چو کے نہ ہم چو کے
کیا ہی ہے قلم انداز و وی یک قلم چو کے
مرے نزدیک یہ شیخ و برہم اے مضم چو کے
بل جس دم و بھٹی دم اسی دم ہم بھی دم چو کے
یہ پچھتاؤ گے کیوں چھوڑ دی ایسی دم چو کے
کرین کیا اب تو چو کے اپنی آنکھوں کی قسم چو کے
کہیں آنے کا رستہ ہاتھ پھر گر دو قدم چو کے
دیگر

جو وہ مئے ہیں تو اے ستمگر لگانے والے بھانے والے
کہ ایک ہے گر ہٹا نوالا تو ہیں ہزاروں دولا نوالے
جنھوں نے تم کو ہے یہ پڑھایا وہ کون سے ہیں پڑھانے والے
مجال کیا کوئی سوے پائے ہیں اپنے مالے جگانے والے
جہاں سے آخر کو اٹھ گئے سب تر ستم کے اٹھانوالے
الٹی وہ رہیں نہ ٹھنڈے جو ہیں ہمار جلا نوالے
ظفر نگاہوں سے پکڑے جاتے ہیں چور دل کے چرانے والے
دیگر

جو مجھے دیکھے وہ جانے کہ شرابی یہ ہے
غنیچہ گلشن میں نہ اس کا گلابی یہ ہے
مردم دعوہ ہیں یا مردم آبی یہ ہے
مہر کی سے لایا جو سونے کی رکابی یہ ہے
خالی کب اس کے سر روئے سحابی یہ ہے
میرا سینہ کہیں دکان کبابی یہ ہے
فر آج ان کا
وہ جو جاتے ہیں شتاب اتنی شتابی یہ ہے

دل ہے سرگرم غن چشم ہے گریان رہتی
ایک دھجی بھی جنوں ہاتھ سے تیرے ہاتی
وہ اٹھا دیتا جو اپنی رخ روٹن سے غلاب
ہاتھ دامن تلک اس کے نہیں پہنچا میرا
ہم کو درکار زمستان میں ہے کیا آتشیان
حال میرا غم جھرن میں اگر دیکھے یار
جب کہتے ہیں کہ جے کہیں ہم جاتے ہیں
تیرا اس کا مرے
ورنہ اس دل کو

پہن کرتے ہیں وہاں عیش میں دن دین پڑے
خاک ہو جائیں وہ مہر وفا میں لیکن
کیونکہ اس چشم کا آ جائے تصور نہ ایسی
دندان اس کی محبت میں ہیں جان کیونکہ عدیں
تپا غم کم نہ تیرد سے اپنی اس میں
روز یجاتے ہیں دل سیکڑوں یہ غارنگر
کہ وہ اٹھے ہیں اٹھانے سے جو اس کے در کے

تہارے غم سے جو گزرے سو گزرے
جو گزرے دم پہ اپنے کیا کہیں ہم
ہوا جب تو نہ دھنوں پر تھک پاش
رہے موجود دم دینے کو تم پر
رکے روکے سے سوچ تھک کیونکہ
ظہر کہتے ہو کیا دل کی حقیقت

عین گری میں ہے یان شدت باران رہتی
جب سے میرے کہیں نہ سردمان رہتی
روشنی کیا تری اے مہر درخشان رہتی
مجھ سے نا حق ہے اجل دست و گریبان رہتی
گھر میں ہے گری آہ دل سوزان رہتی
سب کی اگشت تحریر نہ بدان رہتی
سننے عیا یہ مرے قالب میں کہیں جان رہتی
ہیں میں میں رہا خوب ہوا
ظفر حسرت چٹکان رہتی

ہم یہاں لوٹتے ہیں خاک پہ بے چین پڑے
ہم رہیں اس کے بیٹھتے تعلیم پڑے
جب کہ حرفوں میں پھر اپنی سرسین پڑے
کیا کریں جبکہ ادا کیا ایسی دین پڑے
خولہ اب طرف پڑے خولہ خیال میں پڑے
دیکھو کیا لوٹ میں ان آنکھوں کے ہیں میں پڑے
اے ظفر چھوڑ کے ہیں خواہش دارین پڑے
دیگر

نہ بچھو ہم سے جو گزرے سو گزرے
ہر اک ہم پہ جو گزرے سو گزرے
تو پھر سر ہم سے جو گزرے سو گزرے
ہم اپنے دم سے جو گزرے سو گزرے
پہ چشم نم سے گزرے سو گزرے
کسی محرم سے جو گزرے سو گزرے
دیگر

کوئی عاشق جو دربار حسین پر جم جائے
 پھر کوئی اٹھتا ہو یسوی گھر روٹش نقش قدم
 بات پردے کی اگر پردے میں کہے تو یوں
 نہ چھپے لاک چھوڑاے اسے تو اسے قاتل
 نہ کرے پھر نہ کرے ہان کبھی منہ سے ہرگز
 خاک صحرا میں اڑائیں جو ترے دیوانے
 پھر نثر پر نہ چڑھے شمت دنیا ان کے

انے بعد وہ کرے خاک جبین پر جم جائے
 پانوں میرا تر کوچہ کی زمین پر جم جائے
 کہ وہ سب ذہن بت پردہ نشین پر جم جائے
 خون عاشق جو ترے خنجر کین پر جم جائے
 وہ سخن پرورد اگر اپنی نہیں پر جم جائے
 بعد بت گرد رخ چرخ برین پر جم جائے
 دھیان جن کا کہ ظفر دولت دین پر جم اچے
 دیگر

جب حوروشوں کے ہے کوچہ سے نسیم آتی
 کس طرح جہن میں ہو سنبھل نہ پسند اپنے
 یہ عشق کی دولت سے جو چشم میں آسم کی
 گزرا رو نزار اس کی الفت میں نہبتا میں
 ہانہم کوئی سمجھے کیا رمز محبت کو
 یاد اس کی مرے دم میں گر آئے تو میں اس کو
 یہ چہرہ زرد وور یہ آنسو مجھے کای بین
 اس حق ہے علاج اسے دل آزاد محبت کا
 مرگان کا خیال اس کے
 اس طرح ظفر جیسے

ہر جھوٹے میں سے ہوئے گلہائے نسیم آتی
 اس میں سے کسی کی ہے کا کل کی نسیم آتی
 ہر بود بحر جلو ہے در نسیم آتی
 کیون جان مری لب پر با حال نسیم آتی
 یہ نسیم میں ہے کس کے جز مرد نسیم آتی
 کس طرح نہ آنے دون ہے یہ تو قدیم آتی
 کچھ دل میں نہیں میرے رخص زار نسیم آتی
 کچھ کام نہیں اس میں مقدر حکیم آتی
 دل میں مرے آتا ہے
 جو فوج غنیم آتی

پس وحدت کی ہم کو مستی ہے
 یوں چلتے ہیں شک مرگان سے
 دل کو ہم بیچتے ہیں یور پر
 مثل فوارہ سر بلند نہ کر
 نہیں ہنسا ہے کھل کھلا کر گل
 رنج و غم کو خدا رکھے آباد
 وہ میں ہم سے تو ملین ہم بھی

بت پرستی خدا پرستی ہے
 جیسے کوئی گھٹا پرستی ہے
 اس کو لے لیجے جس سستی ہے
 کہ بلندی کے ساتھ پرستی ہے
 اس کی ہستی یہ ہوس پہ ہستی ہے
 خانہ دل میں لکھا ہستی ہے
 مانی بھتی ظفر دوستی ہے

دیگر

ایلا جانا لطف اب اس کے غنن میں کچھ و ہے
لذون اے باغبان کھٹکا چمن میں کچھ تو ہے
ماصحا آنا ما یوانہ پن میں کچھ تو ہے
اے نسیم صبح دم و ن کے دہن میں کچھ تو ہے
فرق گریہ سے مرے دل کی جلیں میں کھ تو ہے
دم ابھی باقی ترے اس نشہ حق میں کچھ و ہے
ابھا اس کافر کی زلف پر شکن میں کچھ تو ہے
دیگر

ہم بھاگتے کیونکہ ہانوں زلزلے نے پکڑ لیے
پر ہاتھ میرے ماہ جبین نے پکڑ لیے
کان اپنے بس مسودہ چین نے پکڑ لیے
ماحق بتان دہزن دین نے پکڑ لیے
سول اس سے پہلے درد خیمین نے پکڑ لیے
دو روز اور ترے حزمین نے پکڑ لیے
ون تو ٹھکانے بغض نے کیمین نے پکڑ لیے
دیگر

چشم عنایت پیچھے پہلے چشم نالای واجب ہے
میں ہوں جھ سا صاف تجھے بھی مجھ سے صفائی واجب ہے
لظ ہے اس ل جلیٹے میں کیا بلکہ عدالتی واپ ہے
جاتی کما اس سے حذر اب ماری عدالتی واجب ہے
کہتا اس کا جو حق ما حق جمیلین الی واجب ہے
حضرت عشق اب م کو ہماری راہنمائی واپ ہے
آئے گا اس کو یاد رکھو
تم کو بھلائی واجب ہے

پھر درستی خاطر بیان شکن میں کچھ تو ہے
جائے دیوار چمن تک ڈرتے ہیں مرغ چمن
اس پری کو دیکھ کر ہوتے ہیں دیوانے جو ہم
منہ پھولائے رنج ہیں غنچے کہیں کچھ ہوتے
نانہ روکین یار رونے سے مجھے کہتا ہوں میں
سکھنچ کر ششیر قاتل کر کے اپنے ہاتھ صاف
شانہ ہے یا ہے دل صد چاک میرا اے ظفر

شیدے برے ہیں چرخ برین نے پکڑ لیے
لیتا بلائیں زلف کی میں خوب رات کو
صورت کو تیری عالم تصویر دیکھ کر رست میں پلٹے پلٹے مسلمان
ہزار
وہ قسمت اب کہاں مری آنسو کے رو برو
ہینا کہاں نگر تری امید وصل میں
ہو دل میں جائے مد وفا اس کے کہا ظفر

اس کو سزا کچھ جس نے م سے آگے لڑائی واجب ہے
حل میں کدورت میری طرف سے دیکھ نہ رکھ اے آئینہ رو
ایک جگہ پر رہنا سہنا بات نہ کرنی الفت سے
میٹھی چھری ہیں بائین تمہاری جھوٹ نہیں واللہ جو
گالی جھڑکی سب ہے گوارا منہ سے تمہارے م نہ رو
پھرے راہ بھل میں ہیں ہم بھٹکے بھٹکے مدت سے
ہے یہ نسخہ خوب ظفر کام
کوئی برائی لاکھ کرے پر

کسی مدحیر سے تقدیر پہچانی نہیں جاتی
 خطا اس نے کس سے لکھوا کر نہیں بھیجا ہے اے قاصد
 ہوا دل اس میں پابند بلا پر یہ خدا جانے
 بتا چکے نہیں جو ہر بین جو اس تیغ مرو میں
 نگر بہر نشان کر عمارت و کہ دو دن میں
 رخ نو خطا کو میں ہوں دیکھ کر ہیران کہ یہ کس نے
 جدائی سے تری دو دن میں ایسی ہو گئی صورت
 شرف یہ خاک کو میرے دیا ہے خاکساری نے
 ظفر ہے ایک صورت میری ورمختوں کی وحشت میں

لگاے ہر چند ایک عالم ہماری تم سے تمہاری ہم سے
 دم آئی آنکھوں میں ہے ہمارا نجاؤ بالین سے تم خدا را
 عدو ہیں مدت جو ہمارے ہوئی ہیں وہ ہم دشمن تمہارے
 چھپے کہو کیونکہ دل کی حالت پیوہ غماز ہے محبت
 ہزار باتیں کر اک بناوے یقین نہ الہا کہی نہ آئے
 غم و الم میں ہیں رہے مثال ہم اور تم دونوں حضرت دل
 ظفر یہ کہہ دیجئے آج ان سے کہ ہم اسی روز مر چکے تھے

نگر تقدیر بن مدحیر پہچانی نہیں جاتی
 عا دے ہم سے یہ تحریر پہچانی نہیں جاتی
 کہ ہے وہ زلف یا زنجیر پہچانی نہیں جاتی
 مصرین کبھی ششیر پہچانی نہیں جاتی
 بیان تو لوٹ کر تعمیر پہچانی نہیں جاتی
 نکس قرآن کی تفسیر پہچانی نہیں جاتی
 کہ مثل عاشق دلگیر پہچانی نہیں جاتی
 کہ ہے وہ خاک یا اکسیر پہچانی نہیں جاتی
 کوئی پہچانے کیا تصویر پہچانی نہیں جاتی
 دیگر

کبھی محبت نہ ہوگی کم ہماری تم سے تمہاری ہم سے
 کہ ہے ملاقات اور اک دم ہماری تم سے تمہاری ہم سے
 کہیں یہ صحبت نہ ہوے برہم ہمارے تم سے تمہاری ہم سے
 بیان حقیقت کرے ہے ہم ہماری تم سے تمہاری ہم سے
 کہ نہ جب کہ کوئی محرم ہماری تم سے تمہاری ہم سے
 نے کوئی لب حکایت دل ہماری تم سے تمہاری ہم سے
 لڑی تھی جس روز آگاہ ہم ہماری تم سے تمہاری ہم سے
 دیگر

نصیب اچھے اگر ہوتے مصیبت کس لئے پڑتی
 اگر سودا نہ ہوتا اس تری زلف مسلسل کہا
 اگر دھو کر مرا گر یہ تڑا دل صاف کر دیتا
 سمن کی طرح ہوتا چاک تھا دل کو مرنے دو ورنہ
 جو میرے دشمنوں سے دوستی ان کی نہد جانی
 نہ کرتی گر کی وہ تیج ہو قتل ہیں میرے
 مری قسمت نہوتی گر بری تو میری جانب سے
 پڑا ہے دم کہیں بھون میں میرے پر خدا جانے
 ظفر روئے جو ہم دل کھول
 زراعت کے لئے بارگی

تصویر دیکھ عی کر فاش ہیں نے کھینچی
 یا رب ارادہ کس کے شبنون کا ہے جو شب کو
 بھر آئے اشک دو ہیں آنکھوں میں ہوسو گے
 ہو کر مقابل اس کے رخسار سے لکھ پر
 تھا جس طرف لگاؤ کچھ اپنے دیکھنے کا
 نخی میر تشہ خون دیوار اس طرف
 صدمے ظفر اٹھائے کیا
 تکلیف ساتھ دل کے

ان دونوں ہی کو جو خوب غم کو سمجھے
 مطلع

ہمیں دل کے لگانے کی یہ عادت کس لئے پڑتی
 نگہ عاشق کے زنجیر محبت کس لئے پڑتی
 تو کیوں آتا غبار اس میں کدورت کس لئے پڑتی
 نظر تیری اور اے ماہ طلعت کس لئے پڑتی
 تو لکی مجھ میں اور ان میں عداوت کس لئے پڑتی
 تو ششیر اجل کی پھر ضرورت کس لئے پڑتی
 برائی دل میں تیری بلی مروت کس لئے پڑتی
 کہ ہو اس ناتوان کے پیچھے دہشت کس لئے پڑتی
 کر ایک بار بھل میں
 حاجت کس لئے پڑتی

بن دیکھ اس کی صودت دل پر ہمیں نے کھینچی
 ششیر کھلکان کی چونچ بریں نے کھینچی
 جب آہ دل سے تیرے اندا کس نے کھینچی
 شب کو بہت فجارت ماہ مبین نے کھینچی
 دیوار اس طرف کو پردہ نقین نے کھینچی
 جس وقت ہند چکی دو ہیں زمین نے کھینچی
 دل نے عاشق میں
 جان حزن نے کھینچی

وہ کیا یہاں کسی کے لہجہ دوم کو سمجھے

انی

کو اس پہ ہر مسلمان کا فری ہم کو سمجھے
 باغ خزان رسیدہ باغ ادم کو سمجھے
 عین عتایت اس کی ظلم و ستم کو سمجھے
 اس راہ میں ہیں چشم ہم چشم نم کو سمجھے
 ہم جہان میں اپنا ہم اپنے دم کو سمجھے

حق ہے وہی کہ ہم ہیں جو اس صنم کو سمجھے
 جو تن مرا گلوئے باغ و بہار دیکھے
 شکوہ کرے نہ عاشق کچھ چشم پر غضب کا
 طے منزل محبت کرتے ہیں پی کے آنسو
 کوئی رفیق و سولس ہم کو نظر نہ آتا

ماشق کو ہیں سلوی دنیا میں رنج و راحت
جو لکھ اس کا وصف زل دو تا عجب کیا
دین جان ک ظفر ہم گر ا کی دوستی میں

دل پہ گریہ فی صحنی اچھی
روغن تاز ل کے چرب زبان
نہیں نادان کی دوستی بہتر
کے لاکھوں سی صد حیرت کا
جان عشق بتان میں دی جس نے
دیکھی بس کوکبی کی کوکبی
پاؤں گر بن کر نہ روزن دل
اے ظر ہم سے اور زاہد سے

لگے پینے زاہد شراب اچھے اچھے
مچے گر وہ نیکش تو یہ دل برستے
دکھا دے جو مصحف وہ روئے کبابی
مراج آیا اصلاح پر ان کا قاصد
خیال ان کے روئے کو کا ہے جن کو
بلا ہیں تری زلف کے بچ کافر
ظفر نامرگان میں
پرائے ہیں درخوش

آئے جب اس خاکدان میں گردش الاک سے
ہو گئے دیوے مس کلکوں قبا کو دیکھ کر
کھاتی اس صید الفت کے نصیبوگی قسم
ایک دن دھوا نہیں جاتا ترے دل کا غبار

نے وہ خوشی کو جانے مطلق نہ غم کو سمجھے
گرا ہون زبان وہ اپنے قلم کو سمجھے
تو بھی وہ دوست اپنا ہر گز نہ ہم کو سمجھے
دیگر

ہے جہان میں فروتنی اچھی
بات کرتے ہیں روشنی اچھی
بلکہ دانا کی دشمنی اچھی
سیکھے تم صید انگلی اچھی
ا کی اللہ سے بنی اچھی
اس سے ہے اپنا جان کنی اچھی
ہے لوجہ سے روشنی اچھی
کل خرابات میں چھنی اچھی
دیگر

ہوئے اس نگہ سے خراب اچھے اچھے
لگا رکھیں دل کے کہاب اچھے اچھے
تو قاتل ہوں امل کتاب اچھے اچھے
جو کہے خلون کے جواب اچھے اچھے
وہ ہیں دیکھتے شب کو خواب اچھے اچھے
کر لاتے نہیں جن کی تاب اچھے اچھے
کیا آسوں نے
آب اچھے اچھے

خاک ہم سے بن گئی اور بن گئے ہم خاک سے
گل نظر آئے ہیں گلشن میں گریبان چاک سے
وزع کو کر جو بندھے ظالم تری فراک سے
روز پہ جاے ہیں دلیا دیدہ نمناک سے

خواب میں اک نگہ بند کو جو لگایا تھا گلے
آنسو کی پابہ دل بین کر بین لخت جگر
تاب کیا ہم تاب ہو
تاب شمشیر

بھا اپنے آدمی نہیں گر لیے اڑے
انکوں سے میرے کوچہ جہان میں جانور
ہم اس جہن میں پھہرے تو کیا مثل رگ گل ہو
پروانے خاک ہو کے اڑے سوز عشق سے
اللہ سے ترا حسن کہ پر یوں کے بھی حواس
دھڑھون کہان میں آپ کو جگو مرے خیال
اللہ دی لاغری کر مجھے بہر آشین

کرتا اک فزودہ سے غارت دین و ایمان کون ہے
تو ہی جلوہ ترا اس آئینہ خانے میں ہے
راتی ہے میری طرح سے جو پریشان میا زلف
یوں تو جب گل بھی ہے صد پاک و جب صبح بھی
دوستی میں میرے یہ جانی دی بالکل تمیز
چشم میں انجم سے آنسو شب جو بھر لانا ہے چرخ
ہم بین اور پر داغ سبز اپن تہرے ہجر میں
رات بھر ہم نے کئے الے نہ اس نے یہ کہا
ہم نہ کہتے تھے ظفر تجھ سے کہ دے اس کو نہ دل

اب تک آتی ہے بوے گل مری پھشاک سے
چشم دنیا میں چھوٹے گ تیراک سے
برق اے ظر وقت عتاب
قائل سفاک سے

تو کیا فرمئے یہاں کی خبر لے کے اڑ گئے
دانے کی جائے نہ میں گر لے کے اڑ گئے
دم کوئی دم نسیم سحر لے کے اڑ گئے
پردہ سلامت اپنے نہ پر لے کے اڑ گئے
تیری بلائیں رشک قمر لے کے اڑ گئے
کیا جائیں بین کدھر سے کدھر لے کے اڑ گئے
خس کی طرح سو جگو ظفر لے کے اڑ گئے
دیگر

یا الہا ہے وہ کافر یا مسلمان کون ہے
ہو کوئی دھوا تیرے سا بان کون ہے
اس سے کہ دینا مرا حال پریشان کون ہے
کرتا پر میری طرح نکلے گریبان کون ہے
دوست اپنا کون ہے اور دشمن جان کون ہے
نالہ کش ایسا ترا بیمار ہجران کون ہے
کرتا اے رشک جہن میر گلستان کون ہے
دیکھنا میرے پس دیوار مالان کان ہے
دیکھ اب ہم بین کر یا تو ہے پشیمان کون ہے
دیگر

بت پرستوں کے سوا یہ حیدر پاتا کون ہے
 یہ نہیں جو لگا کر دل لگا دیتے ہیں سر
 عشق کے رستہ میں جاتے ہیں قدم سب کے اکفر
 جس کی شامت لائے ہے آئے ہے وہ شامت زدہ
 جو کتاب عشق میں ہے پڑھے یک قلم
 جس سے صوبت یار کی اپنے میں آ جائے نظر
 اے ظفر جس طرح تو
 اس طرح کوچہ میں اس
 جو اس نے چاہا نہ میرا برا بری تو نہ کی
 نہ ہو نصیب میں صحت تو کیونکہ صحت
 الہی کیون ہے برا اس نے تجھ کو ٹھہرایا
 برون کی جان کو و رو کے عشق میں ہم نے
 مجھے یہی ہے غنیمت کہ مجھ سے کوئی بات
 کرے ہے ظلم و ستم کیون وہ بے وفا ہم پر
 بتوں نے کی جو بھلی ہم سے وہ بھلی ہی سہی
 کرے وہ مجھ سے بدلتی تو کیون برا مانوں
 ظفر بھلائی میں دی
 صد آفرین تجھے صد
 یا آئے اجل یا صنم عربدہ جو آئے
 وہ پاک نظر یار تجھے دیکھنے کو آئے
 دل صاف ہو جس کا وہ چھپائے نہ کبھی راز
 پھر نام نہ لے مدد میں جانے کا ملا
 اے غنیجہ تجھے کیا دہن یار سے نسبت
 کہے تھے وہ آئین تو کچھ ان سے کہیں ہم
 ب ادنیٰ منہ سے نہ ہر گز کہے سوسے

ان بتوں میں جلوہ کیا جانے دکھانا کون ہے
 اس طرح دل اس شکر سے لگات اکون ہے
 پانوں میری طرح سے پانا جانا کون ہے
 آپ سے یوں بیچ میں دلفون کو آنا کون ہے
 دل تو ہے اسی مرا اس کو پڑھانا کون ہے
 عشق میں یہ فصل آئینہ بنانا کن ہے
 سر باز جانا ہے مدد
 قافل کے جانا کون ہے
 بھلی نہ کی تو نہ کی پر بھلا بری تو نہ کی
 شکر طیب نے میری دوا بری تو نہ کی
 برا جو اس کو نہ میں نے کہا بری تو نہ کی
 بلا سے تجھ پر جو کی جان فدا بری تو نہ کی
 جو تو نے کی کبھی اے خوش ادا بری تو نہ کی
 کہ اس سے ہم سے ار کی وفا بری تو نہ کی
 پر ان سے ہم نے بھی شکر خدا بری تو نہ کی
 اگر برے کو بری دی سزا بری تو نہ کی
 کی تو نے جان اپنی
 مرہا بری تو نہ کی
 ایسا نہو یا رب کہ نہ یہ آئے نہ وہ آئے
 جو چشم کو اب گہر اشک سے دھو آئے
 منہ پر کہے دل میں صف آئینہ ج آئے
 یکبار مرے ساتھ جو میخانہ میں ہو آئے
 اس جھوٹ پہ کس طرح منہ سے رے ہو آئے
 اے حضرت دل اب کیو کیا کہتے تھے لو آئے
 میرا جو نظر جلوہ رخسار کو آئے

خالی نہ رہا دل یہ کبھی رنج سے اپنا
 آئے بھی تو آئے ہی گئے پھرنے پھرتن
 مین اس لب میگوں سے جگر خون ہوں عجب کیا
 یک حرف محبت نے یہ طوفان اٹھایا
 اے کافل سفاک ترے کوچہ مین کیا ہم
 خوش ہوا کہان جبکہ نصیبوں مین ہو روا
 پایا نہ کہیں دل کے سوا اس کا ٹھکانا

گر ایک گیا جاے عیا اس ایک کے دو آئے
 کیا آئے وہ گردن پہ پھری پھرنے کو آئے
 گر میرے لبو سے سے گلریگ کی بو آئے
 ہم سارے کب خانے کو دیا مین ڈھو آئے
 دل اپنا گئے ڈھونڈنے کو جان بھی کھو آئے
 ہم خلع صفت محفل شادی مین بھی رو آئے
 بت خانہ بھی دیکھ آئے ظفر کعبہ بھی دیکھ آئے
 دیگر

پہلے فکر مضامین کلمر مین ڈوبے
 سوج زن تھر کا دیا نہیں چین چین
 اے ستمکار تری آنکھوں سے ہوتی دو چار
 آٹھاون کا رہا چاہ مین برے یہ حال
 لخت دل آ کے ہوئے آنسو نہیں ملت خاب
 تیری مڑگان ہے وہ شر کہ نہ کھلے بر گز
 اے ظفر میری آنکھوں کی گھر باری سے

دیکھا جب ما کو تو اور بھنور مین ڈوبے
 یہ فطرے ہے نہ دل اس سوج فطر مین ڈوبے
 سوج گنگ گنگ و مار جگر مین ڈوبے
 اک نظر مین وہ ترے ایک نظر مین ڈوبے
 یہ مسافر یو بین دیا کے سفر مین ڈوبے
 آہ جس دم یہ رگ جان بشر مین ڈوبے
 کیا عجب کوہ تلک آب گھر مین ڈوبے
 دیگر

وہ اور مین جو عشق کا دم بھر کے رہ گئے
 تھا قصید یہ کہیں گے کچھ ان سے ہم اپنا حال
 یہ حال ضعف سے ہے کہ ماند نقش پا
 دیکھا جو اس کا جلوہ تو حیرت سے رات کو
 یک شب رہا بغل مین نہ تو دل کے دل عیا مین
 آئے وہ جب کہ کہہ نہ سکے کچھ بھی ان سے ہم
 کتنے عیا طائر دل و
 پھندے مین اس کی

ہم نے تو جس دم آہ بھری مر کے رہ گئے
 دیکھا ان کو چین نکلیں دار کے رہ گئے
 جس جا پہ ہم نے پانون ہرے ہر کے رہ گئے
 دیے کھلے ہوئے مہ و اثر کے رہ گئے
 ارمان تیرے عاشق مضطر کے رہ گئے
 حسرت سے اک نگاہ نظر کر کے رہ گئے
 جان محض کے اے ظفر
 زلف معصوم کے رہ گئے

جو ہم سے نہو تم منم اکھڑے اکھڑے
 ہوا ہم کو معلوم ہے وہ نشے میں
 نظر آئے اس سرو قامت کے آگے
 ترے رنج و دوری میں ظالم ہمیشہ
 رہتھاں راہ محبت کے اپنے
 پڑے ہیں ان آنکھوں کی گردش سے دیکھو
 طبیعت ہے اکھڑی ہوئی کیوں نہ خط میں
 مرے آگے اب ہو اہوں جم سکے کیا
 ظفر ہم سے اس شوخ بیان صحن نے

تو بولو نہ یوں و مہم اکھڑے اکھڑے
 جو پڑتے ہیں اس کے قدم اکھڑے اکھڑے
 نہا لا ن باغ ارم اکھڑے اکھڑے
 رہا ہم سے دل، دل سے ہم اکھڑے اکھڑے
 ابھی سے ہیں سینہ بین دم اکھڑے اکھڑے
 سکانات و حرم اکھڑے اکھڑے
 لکھیں حرف وہ یکھلم اکھڑے اکھڑے
 جہان پانوں اے پرستم اکھڑے اکھڑے
 کسے بھی قول و قسم اکھڑے اکھڑے
 دیگر

ابو تو مرگ سے غافل کر بھی بھی بھی ہے
 مدون مڑگان تر کو کیا کہ نسبت اور تر سے میں
 شر دریاں اتنی ہستی پر ہے تو ہنسا شرارت سے
 خریداری عزیز و دل کی بازار محبت میں
 نہیں کیونکر قوی دست آہ کی ہم دھگری سے
 بھی چٹم ن کی صورت کی کیا کرتی تھی غماو
 کرے ہے سرکشی سے آخرش فوارہ سر کے بل
 دل پہ رنج و حسرت بن کہاں ہے عشق میں رونق
 بنوں میں ہے ہور قدرت حق اے غریب کیونکر

نہ کر خود پرستی ب پرستی بھی بھی تو ہے
 گھٹا برسات کی بن کر برستی بھی بھی تو ہے
 تری ہستی پہ جو ہستی ہے ہستی بھی بھی تو ہے
 نہ کیوں سب ہوں کہ سہیں جس سست بھی بھی تو ہے
 کہ چوب دستی و تیج دو دستی بھی بھی تو ہے
 وود ان کے دیکھنے کو اب ترستی بھی بھی تو ہے
 بلندی کے یہاں ہے ساہ ہستی کے بھی بھی تو ہے
 کہ اس ویرانے میں ہے گرچہ ہستی بھی بھی تو ہے
 نہ کچے بت پرستی حق پرستی بھی بھی تو ہے
 دیگر

ترے حراب روا اہو کو کوئی کیا مجھے
 نہ کریں ترک ہم اس بت کی محبت ہم کو
 ہم کہیں وہ کہ جو دو چار قدح سے بیکلیں
 مجھے اپنا مجھے صد شکر کہ گھر میں میرے
 تیری زلفوں کی تصویر میں ترا سودا

مجھے کعبہ اے یا مسجد دھڑے مجھے
 گرچہ کافر ہی کوئی بدہ خدا کا مجھے
 کہو کم ظرف نہ ساقی ہمیں ایسا مجھے
 بے تکلف وہ چلے آئے گھر اپنا مجھے
 کیا عجب گر شب مد کو شب یلدا مجھے

ماں کا جو نہیں سمجھائے ہے تو وہ ہم بھی
وہ اچھا ہے کہ جو سمجھے کسی کو نہ برا
مرگ کو جانا ہے زندگی اپنی عاشق
اے ظفر اڑ گئی
آری دوست کو اس

کبھی غیروں کیسے تم نے میرے سے کیا
اس کے کہنے پہ نجا دیکھ کہ جس نے تجھ سے
کیسا ہی دوست تھا وہ تم ہوئے دشمن اس کے
شکر صد شکر کہ جو بات کہی تھی میں نے
روز م کہے تھے اپنی ہی خدا جانے کہ آج
کہتے تھے کھمبھرت دل دور تو سب ان کی ہی
اس کے کہنے کا ہوں قائل
کچھ کہی یا کسی صاحب

تجھ سے دل کو اپنے لگایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
ایک تجھی کو جانتے ہیں ہم اور کسی سے ہم نہیں محروم
چرخ ہریں سے لے کے زمین تک اور زمین سے چرخ ہریں تک
ماہ کو بھی اور اختر کو بھی لعل کو بھی اور گوہر کو
درہن کیا اور کعبہ میں کیا تیری پرستش ہوتی ہے سب جا
کیسا ملک اور کیسا انسان کیسا کافر کیسا مسلمان
گلی میں کیا اور گلشن میں کیا شعلہ میں کیا اور خمیسی کیا
سوچا سمجھا دیکھا بھالا تجھ سا نہ کوئی اھوڑا نکالا

اک خلق جو ہے در پہ مرے یار کے بیٹھی
نظر نہ کسی طرح وہ جو میری طرف سے
اڑ اڑ کے نظر اگر اپنے نگس دار

سب سمجھے ہیں مگر دل بھی ہمارا سمجھے
بلکہ گر کوئی برائی بھی ہو تو اچھا سمجھے
لک الموت جو آئے مسحا سمجھے
دنیا سے محبت بالکل
وقت میں غنقا سمجھے

کوئی من کی سی کہی اور کو میریسی کہی
ابھی تیری سی کہی تھی ابھی میری سی کہی
آپ کے سامنے جس نے ذری میری سی کہی
آکے وروں نے بھی من سے وہی میریسی کہی
جیسی کیا آیا کہ تم نے انکی میریسی کہی
لیکن انہوں نے کچھ تم نے بھی میریسی کہی
ظفر ان سے جس نے
سے کہی میری سی کہی

تجھو ہم نے اپنا پایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
کون اپنا کون پرلا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
دیکھا جہان وہاں تو نظر آیا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
سب کو تو نے ہی چکایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
آگے تیرے سب نے جھٹلایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
جیسا چاہا تو نے بنایا جو کچھ سو تو ہی ہے
سب میں جلوہ تو نے دکھلایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
اب یہی مجھ میں ظفر کے آیا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

دیگر

یوہین نہیں ہے شوق میں دیدا کے بیٹھی
دل میں کوئی با اس مرے دلدار کے بیٹھی
تو پاس ہے اس لعل شکر بار کے بیٹھی

اے شوخ شنگر یہ نگہ کی ترے برجھی
پھرتی اجل اب تک ہے، اسی گھات میں جیہات
میں لہجہ کسی دن کہ لک کی یہ عمارت
نے یار نہ غم خوار نگر نیکی اے یار
کچھ کہ نہ سکا میں ظفر اس سے مری آواز

کس روز نہیں سبز سن دوچار کے بیٹھی
لاکھوں کو یہ کم بخت نہیں مار کے بیٹھی
طوفان سے مرے دیدہ خونبار کے بیٹھی
روئے ہی سرہانے ترے پیار کے بیٹھی
یہ خوف سے اس شوخ شنگار کے بیٹھی
دیگر

دل چاہتا ہے یہ کہ وہ آغوش میں آئے
پھر آئے ار لوح کا طوفان تو عجب کیا
ہر ایک سے وہ کیوں نہ بدے یاد فراموش
منظور ہے صوفی کو اگر دل کی صفائی
ممکن ہی کہیں ہر آرام پہ جھکو
دکھائے نہ صورت مجھے وہ کان ملاحات
منجائش اشک اپنی ظفر
یہ دانے کب اس چھوٹے

بے ہوش سے کہندو کہ ذرا ہوش میں آئے
دہائے سرشک اپنا اگر ہوش میں آئے
دل ہاتھ کے یاد فراموش میں آئے
تو محفل بیدان قدح نوش میں آئے
آرام تری یاد برو دوش میں آئے
آواز تو اب انکی سرگوش میں آئے
کیا ہو اللک میں
سے سر ہوش میں آئے

وہ ہر طرف دکھا رہی اپنی نمود ہے
سودا اسی کا خوب ہے بازار عشق میں
غنیچے جو ہے مثال و بان گلبرگ کوش
دشن ہم اپنی جان کے ہیں آپ عشق میں
کیونکر چھپاؤں سوز محبت کہ چرخ تک
اللہ کی مازکی کہ وہ رخسار لالہ گون
ہے کس صنم کی تھکاو
ہر دم جو تیرا ورد

جانی مری جگ نہیں کامل وجود ہے
جس نے مجھ لیا ضرر اس میں سود ہے
آہیں میں کچھ تو ہو رہی گفت و شنود ہے
نے ہے کوئی عدو نہ ہمارا حدود ہے
ساتھ آہ کے گیا جگر و دل کا دور ہے
صدمے سے اک نگاہ کی ہوتا کہود ہے
ظفر خواہش و وار
نہا یا ورد ہے

جس نے بتایا ہے یہی ہم کو قسم اسی کی ہے
ہیں جو یہ خیم کارگر سبز میں دل سے تا جگر
جس کو ہے شعلہ خورتی خیم کی طرح لو لگی

اپنے خیم خاک میں خاک قدم اسی کی ہے
کر گئی کاٹ اس قدر تیغ ختم اسی کی ہے
سوزش اس کی دل میں ہے چشم میں غم اسی کی ہے

کچے ہیں جس کو دل وی اہل ہے خانہ خدا
بزم جہان میں ہمیں کون ہے وہ جو خوش نہیں
یارو اہل کا منہ ہے کیا مجھ پہ جو ہاتھ اٹھا سکے
چشم عنایت اے ظفر سب کی زیادہ ہے اور

الہی کس کی یہ آواز میرے کان پڑی
وہ بات کل کی جو یاد آگئی مجھے تیری
لگایا جس نے دل اس مہروش سے اس پر روز
سمجھ کے پھر گئی درخت زرد نہ شیخ کے پاس
کہاں ہے دم کہ نکل آئے تن سے اے قافل
اوڑے ابرو مڑگان سے ہوش رستم کے
ہر ایک بات یہ تو دے ہے گالیاں ہم کو
لگا سکے گا کوئی کیا تمہارے حسن کو زیب
کھڑے تھے ہر بھی سر باز یوں کو پر یوں کی

مباحث سے کیا بناب و لے قادی آتی ہے
اگر سودا نہیں چکو کسی زلف مسلسل کا
کبھی تو سیر کر تو بھی کی جوش اشک سے میرے
مقابل تیرے رخ کے خیم کب سنی ہے عقل میں
تیرے مڑگان بھی ظالم ہو گئے ہیں مجھ سے برگشتہ
ہم ان کے گھر میں جائیں اور ان کے پاس کیا بیٹھیں
کھارا اے ظفر وہ
کہ جن کی چاہی

نفل یہ سب عمارت دیو و حرم اسی کی ہے
جس کا لگا ہے دل کہیں جان کو غم اسی کی ہے
ہوئی ہمارے قفل کو تیج الم اسی کی ہے
ایک نگاہ لطف اگر مجھ پہ ہے کم اسی کی ہے
دیگر

کہ جس سے پھر تن بیان میں میری جان پڑی
تو آج جی کو نہ کل میرے ایک ان پڑی
مہیت ایک نئی زیر آسمان پڑی
ہمارے گھر میں ہمیں دیکھ کر جو آن پڑی
سبک دیا ہے مری جان ناتوان پڑی
پڑے ہیں بر کہیں اور کہیں کمان پڑی
یہ کیسی خوش تری اے شوخ بد زبان پڑی
کہیں بھی چادر پہ ہے خاک مہربان پڑی
ظفر مجھ پہ نظر وقت امتحان پڑی
دیگر

کسی گل میں جو کچھ اس رشک گل کی بوسی آتی ہے
سدا زحیر کیوں میرے لئے پاپوش آتی ہے
چمن میں سبز پر داغ کے اک جو سی آتی ہے
اگر آتی ہے زیر برقع فانوس آتی ہے
فقط ابرو سی تیری کیا نظر عمرو سی آتی ہے
نہ گمازی ہمیں آجے نے جاسوس آتی ہے
تو کہیں لوگوں کا ہوتا
اور کانا پھونکا آتی ہے

موجب فرت مری تیری شرارت بن گئی
 دیکھو صحبت کا اثر بچوں جو بیٹھا میرے پاس
 جب نظر آتی بنوئیں ہم کو صورت یار کی
 ترک کی ا بیوفا میں نے نہ تیری دوستی
 یوں تو تصویریں تصور نے بنائیں سیکڑوں
 باتوں باتوں میں گیز بیٹھا جو ہم سے تو کبھی
 ہم نہ تھے آگاہ رہتے
 رہنا اس راہ میں پر اپنی قسمت بن گئی

اشک آنکھوں میں دم گر یہ جو بھر کر پی گئے
 ہو گئی بالکل مریضان محبت کو خطا
 شک ہوتے ہی نہیں ہرگز مرے دھم گر
 ہم تو پی جاتے ہو دشمن کا پر کچھ سوچ کر
 بات یی تلخ ظالم تلخ دلو کی طرح
 ظہرہ بھی اپنے نہ ہاتھ آیا حریف اس بزم میں
 جانتے تھے ہم برا زبد جمیں وہ اے ظفر

آتش دوزخ بہار باغ جنت بن گئی
 میری اس کی دوعی دن میں ایک صورت بن گئی
 بت پرستی واسطے اپنے عبادت بن گئی
 گرچہ میں میں میری دشمن ایک خلقت بن گئی
 پ تری تصویر خوش کامت قیامت بن گئی
 جان ہی پر اپنی پھر اے نعوت بن گئی
 رہتے سے محبت کے ظر
 اپنی قسمت بن گئی

پی گئے دیا کیا بلکہ سمندر پی گئے
 وہ جو تیرے آستان کے دھوکے پھر پی گئے
 اے شکر اس قدر یہ آب حشر پی گئے
 دل میں اپنے غصہ اپنا اے شکر پی گئے
 پی گئے ہم ہو کے خوش یا منہ بنا کر پی گئے
 کر گئے خالی سپو بھر بھر کے ساغر پی گئے
 میکہ کی کچھ تک علامہ دھر کی پی گئے

دیگر

دل دے کے تم کو جان پر اپنی بری بنی
 مطلوب تو ہے نقش آفاق میں فضا
 آہنگ مالہ کو مرے سن کجوار بار
 تو دیکھ تو بغور کر کیا صنعتوں سے ہے
 طرار یوں کو خوب جانتے ہیں ہم
 حیوانیت پھر گزارا نہیں یہاں
 کاتے ہے گرم کو لوہا ہمیشہ سرد

شیریں کلائی آپ کی میٹھی چھری بنی
 خلعت ہے اور سب بے خانہ پری بنی
 آواز عنادیب جان بے سری بنی
 فسان کی بیت جان عصری بنی
 عقلی ہی سے زبان ہے تری ترے بنی
 پاپوش میں بشر کے بھی آخر کمری بنی
 دنیا میں خوب چیز ظفر غم خوری بنی

دیگر

وہ چین ہو پر خم دکھائی اس شکر نے
 پکاری اعلش کیا کیا جرات دل کے سینہ میں
 وہ میکش کون سا مہوش ہے جس کی باہ نوشی کو
 وہ مثل مالہ زنجیر کب ندان میں ٹھہرے ہے
 ہزاروں مر گئے بیمار ہو کر اس منا میں
 دکھائی اپنی چشم مست کی جب اس نے کیفیت
 اگر باور نہیں تو جھاڑ کر چغاق سے دیکھو
 ترے رشک قد رعنا نے جب شمشاد کو کا
 ظفر سیراب کو کیونکر
 کیا چشمہ جاری فیض کا

پسند اس کو اگر چہ بے نیازہ حس سے بے حد ہے
 بیا جانا ہوں سر سے پانوں تک گل گل کے انگلیں
 بچھائی ہے لک نے کچھ جب کھرنج عالم میں
 سر منصور سولی پر یہ کہتا تھا جو حق پوچھو
 الٹی خیر ہو متوں ہوا دل چشم پر اس کی
 رہے فرہاد و مجنون اپنے اپنے عشق کی حد پر
 دم مردن مرے کیا جانے آئے یا نہ آئے تو
 سحر سے شام تک اک اک گھڑی ہے دن قیامت کا
 جو رکھو امتیاز اپنی
 کہ وان تو اے ظفر بے

کر مانی جس سے چین بقی صفا ہائی کے جوہر نے
 لب رخم جگر کو تر کیا جب آب بخت نے
 لک پر جام زر چکایا اپنا مہر انور نے
 کیا ہے جس کو سودائی تری زل معبر نے
 سمجھائی نہ کر پ اس کے لعل روح پرور نے
 نہ کی حیرت سے ہرگز بند اپنی آنکھ ساغر نے
 چھا رکھی ہے آتش عشق کی سینہ میں پھر نے
 جہن میں کام آ رہ کا کیا قمری کے شہر نے
 نہ سارا گلشن عالم
 اس دیدہ تر نے

ولیکن اس پہ بھی بندہ نوازی حد سے بے حد ہے
 بیگ خلع مہری جاگدازی حد سے بے حد ہے
 کہ اس یکبارگی جو دیکھو باری حد سے بے حد ہے
 تو عاشق کے لئے یہ سرفرازی حد سے بے حد ہے
 کہ جس کے فزہ میں جاو طرازی حد سے بے حد ہے
 شجر اشق کی تیرے عشق بازی حد سے بے حد ہے
 کہ دم بازی تری اور جیلہ سازی حد سے بے حد ہے
 کہوں کیا میں شب غم کی درازی دس بے حد ہے
 نجاؤ اس کی محفل میں
 امتیازی حد سے بے حد ہے

ہونے کس سے تھا رخس کا باعث میری جان کیا ہے
 کیا جو غافلہ یان تم نے وان وہ پیش آئے گا
 ترے کوچہ میں ہیں ترے شہید عشق آسودہ
 کہیں ٹوٹے ہوئے شیشے پڑے ہیں ار کہیں ساغر
 عجب عالم ہے اپنا خانہ بدوشی کے عالم میں
 مرے دود فغان کو دیکھ کر یہ خلق کتنی ہے
 ولولہ شک زیا ہے عریان پہ مجھوں کے
 گل تصویر ہوں واقف کہیں میں اس گستاخی
 جو دل کا حال ہے تیرے وہ صورت ہی سے سب تیرے

طبیعت کیوں ہے رنجیدہ نصیب دشمنان کیا
 بتائے کوئی کیا تم کو کہ یان کیا وہاں کیا ہے
 نہیں وہ جانتے او عروش باغ جہان کیا ہے
 خرابی میکہ میں آج اسے پیر مغان کیا ہے
 نہیں واقف کہیں یان کون ہے اور یہ مکان کیا ہے
 کہ زیر آسمان اک دوسرا یہ آسمان کیا ہے
 قبائے شبنم و پیراہن آب روان کیا ہے
 مباحصل بیماری کیا ہے اور فصل خرم کیا ہے
 یان ہے اسے ظفر کرنا عیان کو تو بیان کیا ہے
 دیگر

نہ تم سے صنم پر ختم سار کے
 مرے آہ و نالہ سے ہو جائے آب
 کرے گا تراوشی اک دم میں ملے
 اگر چشم خوندار ہو گلستان
 جگر لو ہے کا پسلیان سار کی
 گر آوے نگاہوں سے چشم مست
 پڑے خانہ دل کے کوش میں ہیں
 کروں انکی باتوں کا کیا اعتبار
 سار کیلر راہ مہم
 نہیں ملتے نقش

نہ مہر و وفادار ہمار کے
 دھ کو سار الم سار کے
 کئی د سحت دشت عدم سار کے
 نے لاکہ باغ ارم سار کے
 نے تو سہی جائیں غم سار کے
 کیے جام سے جام جم سار کے
 مکان چند دیر و حرم سار کے
 غلط ہوں جو قول و قسم سار کے
 حقیقی میں کہیں
 قدم سار کے

وفا کا نام ہیں جو تیرے روبرو لیتے
 بتاتے تیری عیٰ مزرگان کو بیشتر قصا
 قریب صحیفہ رخ تر عرق سے ہیں لگے
 جو لیتے سرمہ ہم اپنے بے بصارت چشم
 ہمارا جام سے کیا کام چلا اے ساقی
 نہ کرنا ہم سے جو اغراض حیرا غمزہ چشم
 کروں میں آہ و فغان کیونکہ سامنے اے
 جلا جلا کے رلاتے ہیں خیم سان جھکو
 جہان میں کوئی نہیں
 ظفر یہ ایک ہمیں

وہ نور اشک سے جو دیو تر میں عظام ہے
 تیرے کھل کر بیابانی میں وہ ناخبر ہے قافل
 محبت ہے قہ ویا جوش میں آجائے ہے جسم
 دردناک پہ اس مہ پاوہ کی سوج تبسم ہے
 جب آئینہ میں دیکھے ہے وہ اپنی چین پیشانی
 بھٹکنا بارہ گلریگ کا خالی نہیں ساقی
 ظفر زخم جگر کی کھل گئی ہے کیا کہیں ہٹی

ہائے یون الفت نتون کی دل مرا غارت کرے
 چشم غارت گر ہے تیری پر نہ یان دل ہے نہ جان
 پڑ گیا بیذہب محنت کا مزا ایسا نہو
 اس لئے غمزہ ترا اے شوخ غارت گر بنا
 دل مرا کرنا ہے غارت جھکو تیرے عشق میں
 چشم تیری رہزنی کرتی ہے کرتی ہے ظالم دیکھے
 جو کہیں غارت کسی کو یان دغا سے اے ظفر

وہ جھک کے پہلے ہمارے قدم ہیں چھو لیتے
 جو تیری زلف کے سورا زدہ لبو لیتے
 کہ ہاتھ میں نہیں قرآن بے وضو لیتے
 تو خاک پا تری یا تیری خاک کو لیتے
 کہ جب خاک نہ کوئی ہم خم و سبو لیتے
 اجل کا سر پہ نہ احسان ہم کبھو لیتے
 کہ ہیں وہ پہلے عیٰ میرا دبا گلو لیتے
 وہ اپنی بزم میں میں میری آبرو لیتے
 لیتا ہے واسطے علم
 ہیں یہ آرزو لیتے

کہان ہنگام طوفان وہ سمندر میں عظام ہے
 کہ پڑ جانا ابھی اک آب صخر میں عظام ہے
 ڈبو دیتا جہانکو اسکا دم بھر میں عظام ہے
 یہ وائم ہے کہ گویا آب کوہر میں عظام ہے
 تو پت جانا وہیں اک سوج جوہر میں عظام ہے
 پڑا مستی سے ان آنکھوں کے ساغر میں عظام ہے
 کہ اک دیائے خوں کا سارے گھر میں عظام ہے
 دیگر

ایسے غارت گر کو دینا سے خدا غارت کرے
 وہ اگر غارت کرے ظالم تو کیا غارت کرے
 اے دل دیوانہ تجھکو یہ مزا غارت کرے
 طاقت و ہوش و خرو کو میرے نا غارت کرے
 کیا ستم ہے آشنا کو آشنا غارت کرے
 کس کو یہ رہزن سر راہ و نا غارت کرے
 ان دغا بازوں کو خود انکی دغا غارت کرے

دیگر

شعلہ دہان خج کا پروانہ جا سوخت ہے
کرتا والہی جو مرا وہ دل بفرودت ہے
کہ سکتی اسکا ہے وہ مرا آسوخت ہے
دولت عشق سے ہے پاس اپنے یہ اندوخت ہے
جو زمانہ میں ظفر چشم طبع رخت ہے

دیگر

دل عاشق پہ اگر قہر خدا کا ٹوٹے
کھنڈہ دل نہ نگر امل صفا کا ٹوٹے
پہل جو کائنات تری ششیر جفا کا ٹوٹے
مرد و بیان جہان امل وفا کا ٹوٹے
کبھی چنے میں جو بند اسکی تبا کا ٹوٹے
کہیں ایسا نہو دل امل وفا کا ٹوٹے
وہ آرامہ کر جسکے ہمراہ
دم بار صبا کا ٹوٹے

آہ مگر شعلہ فشان گاہ شرر دینے دی
جان کیا جانے مری کیونکہ ہے انگیز دی
چشم تر خون جگر سے مرے لہریں دی
اے سترکار تری زلف دلا ویز دی
نہ دوا دی نے طاقت پہنیز دی
ختر کیا تری اے کائنات خوریز دی
بیش مرے چشم جہان
ور بل خیر دی

تو سر بزم جہان چہرا برا فروخت ہے
نہیں معلوم کہ اس جنس میں دیکھا کیا تقص
کتب عشق میں بھون سے ہے تجکو مہقت
صرت و رنج و تپ یاس و غم دروالم
کچھ کم و بیش پہ دنیا کی نہیں اسکو نگاہ

تا را الفت نہ بت ہوں بلا کا ٹوٹے
ٹوٹے مسجد تو بلا سے کہ وہ بن مکی ہے
سخت جانی سے یہاں ٹوٹ پڑی شاخ امید
وہاں یقین بات کا کیونکر ہو کہ نہیں سو بار
پہرہاں چاک کرے بارغ میں ہو گل اپنا
اپنے عشاق کی لازم ہے تمہیں دلداری
اے ظفر میں ہوں
دو قدم طالع میں

آئیں عشق جو سینہ میں مرے حیر دی
اس شکر کے ستم کون اٹھا سکتا ہے
عوض ساغر ساقی گفنام اخیر
گردن دل میں ہمیشہ مرے ہاتھ کند
کیونکہ شہار محبت کی ہو امید خفا
کی اول نے جو یہاں آنے میں اتنی تاثیر
اے ظفر حق میں
قدنہ انگیز دی

نہیں ہے کس میں اسے دیکھ لو سبھی میں ہے
 سہاویہ ماہ پہ کیا مہش، میں اگر ہو نور
 عجب نہیں مری رگ رگ سے گر روان ہو خون
 سکھائی ماہ و شبنم کو جو اسے نہری
 پھٹائے دل کو نکون اوکی زلف کا ہر تار
 نہیں ہے یاسینو سرترن پہ کچھ سوقوف
 ظفر یہ جید ہے کیا جانے کیا نہیں کھتا

کر لیے عرش سے تا فرش وہ سبھی میں ہے
 تو اسکا جلوہ نکو سبھی میں ہے
 وہ دیتا نشتر مڑگان چھو سبھی میں ہے
 تو اب سبھی میں یہ وادے یہ خوشی میں ہے
 کند باز کا انداز تو سبھی میں ہے
 جن میں جیتے ہیں گل اسکی ہو سبھی میں ہے
 کہ اچھڑتے ہیں سبھی اسکو جو سبھی میں ہے
 دیگر

نکلون کی تیرے ہے وہ بہار سبکدلی
 رکھ دیک کر قدم کہ جدا جانے کون کون
 غافل عیان تو سن عمر روان تری
 کیا خاک اٹھے خاک سے وہ باتوں کے ہے
 دنیا سے دیکھ ہو کے گر انار تو نبا
 کیا مازک اسکے پانوں ہیں اللہ ری مازی
 ہے ضعف سے مثال پر کاہ اسے ظفر

ہوتی ہے ہوئے گل بھی تار سبکدلی
 ہے تیرا خاک راہکار میں ہے
 ہے مثل سوچ رشتہ کار سبکدلی
 سور ضعیف کا ساخار سبکدلی
 بہتر ہے بے شعور شعار میں ہے
 جکو نہیں قتل بار سبکدلی
 دائم ہر پ اپنا مدار سبکدلی
 دیگر

ری قلم دم تحریر غم بھری کی بھری
 ستم زدوں سے نہیں ہوتی وہ گلی خالی
 لگا نہ دل جو صنوی پہ تھہ بن اسے ساتی
 نہ روئے کھول کے دل پاس آہو سے ہم
 کسیکو قتل کیا تو نے بھی بھی قاتل
 بھری تھی دل میں ہمارے جو تیری حسرت وصل
 پڑھا نہ حرف نکلیں
 ری سرہانے دھری یک

یہاں ایک دیہ چشم لم بھری کی بھری
 بیٹھ دیکھتے ہیں جا کے بھری کی بھری
 دیہ صراحی سے صمد بھری کی بھری
 طبیعت اپنی ری اسے صنم بھری کی بھری
 ہو میں ہے تری تیج دوم بھری کی بھری
 وووہ اپنے ساتھ گئی تا عدم بھری کی بھری
 کی ہے ظفر کٹھری
 قلم بھری کی بھری

ہم شب جو اے کے در کے رہے آڑ میں پڑے
 دل جل گیا ہمارا جگر بھی گیا تمام
 جاتے کہیں ہو چھپ کے لیا ہم نے حملو ٹاڑ
 دیوانے تیرے نکلے جودھر ہو کے رشت میں
 بیخوف دل کا شعلہ جڑھا جام چرخ پر
 اس سکت جان پہ سانس لگی پیسے اجل
 فرہاد و قیس کی ہیں جہان دین ہڈیاں
 شب کو شراب خانہ میں مینہ تو پڑا کیا
 لگا دل ان کاہوں

جو چور ہلکے اے ظفر
 اپنے پہلو میں جو دی آپ نے کمطرف کو جائے
 یار کے روئے کبابی پہ لب لعلیں ہے
 گرچہ ساقی نے چھکایا ہمیں ماکون ماک
 گوشت راحت دل سنا ہر طرف گلاہ
 بھرتا ہے واشق دل تفتہ جو ہر دم دم مرد
 مدوسہ عشق کا یہ درس وفا کی ہے جگہ
 ظفر اس غنچہ دہن سے ہے تمنا سخن

گل زجس نہ تو اے شوخ اوتور آنکھوں کے اوپر سے
 درد دل سے اٹھا دے تو اگر اک پردہ غفلت
 وہ جب میری طرف دیکھے ہے بچی بچی نظروں سے
 رکھیں آنکھوں پہ گر ذرہ کو تیری روا الفت میں
 مجھے محفل میں جام سے اگر دیتا ہے اے ساقی
 بھرے کیا کوٹ کوٹ آنکھوں میں موتی تیرے مہوش کے
 اڑا کر خاک آیا ہے ظفر تو کس کے کوچے میں

دیوان ہمارے واسطے کفر کاڑ میں پڑے
 الفت تمہاری شعلہ رخو بھاڑ میں پڑے
 عدت سے یان ہیں ہم بھی اسی ٹاڑ میں پڑے
 دامن کے نکلے رہ گئے ہر جھاڑ میں پڑے
 مہمتر آہ و مالہ کے جب پاڑ میں پڑے
 وزا نے انکی تیج کے جو پاڑ میں پڑے
 منی ہماری بھی اسی ہڑاڑ میں پڑے
 نور مست لہڑتے رہے بوچھاڑ میں پڑے
 نے موزگان کو کرشریک

اس دھاڑ میں پڑے
 نہ ہی عدت عالی میں ہمیں حرف کو جائے
 خوب موقع پہ لی سرخی ظفر کو جائے
 لیکن اپر بھی ہے یکدہ قدح زرف کو جائے
 آگے جو طرف پسند آئے دل اس طرف کو جائے
 دی ہے آٹھکدہ میں عشق نے کیا برف کو جائے
 نہ بیان نم کو ہے جائے نہ ہے صرف کو جائے
 نہیں دس کے دہن تک میں کمر کو جائے
 دیگر

مری آنکھ کو لیکر اپنے وار آنکھوں کے اوپر سے
 تو اٹھ جائیں ابھی پردے ہزار آنکھوں کے اوپر سے
 فدا ہوتا ہے دل کیا بار بار آنکھوں کے اوپر سے
 نہ جھاڑیں رکو تیرے خالساں آنکھوں کے اوپر سے
 تو دے تو وار کر ہر خمار آنکھوں کے اوپر سے
 عجب کیا ہوں اگر انجم ٹاڑ آنکھوں کے اوپر سے
 نہیں الجھ گیا تیرے غبار آنکھوں کے اوپر سے

دیگر

پھرا جل کی بھی زبان پر صیف صیف آئے ہے
پر بشر کو عقل سے فکر کم و کیف آئے ہے
مالہائے گرم سے بھی موسم صیف آیت ہے
لطف اس سیکش کی باتوں میں بہر کیف آئے ہے

الطبع مہمان بین
ہو بے صیف آئے ہے
نغمہ نگوئی کیسکی کلاہ سے گر جائے
کوئی نہ دل تری زلف عیاہ سے گر جائے
عرق کی بندہ رخ حشک ماہ سے گر جائے
جو برق سوخت چانو کی آہ سے گر جائے
جو تار زر ترے زردین کلاہ سے گر جائے
تو مہر ہے کہیں دست گواہ سے گر جائے
میں کون دل اپنا
پاہ سے گر جائے

کہ ہم تو وثق میں سب کام ہیں سیکھے ہوئے بھولے
بٹائے کار گر اب جام سے سیکھے ہوئے بھولے
وہ اے عیاد زیر دام ہیں سیکھے ہوئے بھولے
وہ سب رسم و رہ اسلام ہیں سیکھے ہوئے بھولے
کہ وہ تو بدل ناکام ہیں سیکھے ہوئے بھولے
ہم اپنا ورد ذبح و شام ہیں سیکھے ہوئے بھولے
ظفر وہ سب بجز شام ہیں سیکھے ہوئے بھولے

دیگر

قل پر میرے وہ جسم کھینچ کر سیف آئے ہے
ہٹتا ہے مقوم میں وہ ہر طرح ہے پہونچتا
ٹھنڈی سانسوں سے مری آتی ہے کیا فصل شتاب
خواہ ہے طرز عنایت خواہ انداز عتاب

اے ظفر جویان کریم
اپنے کھانے کا مزا کب
بل سے جام لکک شتابہ سے گر جائے
نہ کر تو شانہ کو ہر تار میں بین سوہ دل
گمان ہو ٹوٹا ہے تارا اگر کبھی شب کو
اگر ہو کوہ بھی ہو جائے جل کے خالص
پڑھائے مہرا سے سر پہ شل تار شعاع
جو قصد مہر کرے میرے مضر خون پر
گر اے پاہ زخمدن
نغمہ وہ آپ ظفر اپنی

نظا کا پاس نگ و نام ہیں سیکھے ہوئے بھولے
بھولے ہوش ایسے تیری چشم مست نے ساقی
چہن میں ہم نے سیکھے تھے جو کچھ انداز اڑنیکے
محبت نے بتو کی منگو کافر کر دیا بالکل
کھائے کیا کوئی شیدے کہیں مہر و محبت کے
ونقیفہ ہے ہمارا جیسے ذکر زلف و رخ تیرا
انہوں کے پیار کے جو اوجنگ اک مدت میں سیکھے تھے

تیرے داستان کا تصور جب سے یار آنکھوں میں ہے
 شام سے تو صبح اپنا ہے محسوس وعدہ یہ حال
 کی کسی کے ساتھ تو نے شب مقرر کی تھی
 کیا جن میں جا کے یکھوں تھی اے رشک جن
 جب سے نظروں میں سائے ہیں گل رخسار یار
 گنبد افلاک بھی جس میں ہو بلبل چاہ
 اس قدر خاطر کمدر ہے نہیں کچھ سوچتا
 ہاتھ میں مستون کے ہے تیغ یہ تاب اس نے دی
 گر گیا کل الجوہر اپنی نظروں سے ظفر

فغان ہے دن کے لئے اور گر یہ شب کے لئے
 مطلع

طرب ہے میرے لئے اور تو طرب کے لئے
 معطر اب تلک اپنا وہ ہے خوشبو سے
 کیا نہ دشت کو پامال جب تلک میں نے
 پیسے نہ مجھ پہ وعدہ وہ بھی یوہین رو دے گا
 ہر ایک بات پہ ہوتے ہو تم نصیر ہم
 پیسے جن میں صبا گل جو سامنے اس کے
 سوا ترے لیجان بخش کے نہیں کوئی
 مدیکھا اس کے رخ
 ہزاروں آئینے ہیں کو

وہ کہتے ہیں بھلے ہیں ہم بھلا بھی تو ہم نے کی
 ہونے سب بے مزہ تھ سے نہائی جب وفا بھینسی
 نہوتے دوست اس برت کے تو ہوتی خلق کیون دشمن
 خرابائی و صوفی دونوں قائل ہو گئے اپنے

بن گیا ہر اک در شا ہوارا آنکھوں میں ہے
 بیقراری دل کو ہے اور انتظار آنکھوں میں ہے
 کیون کہتا ہے تراب تک خمار آنکھوں میں ہے
 گلا ہر اک گل مرے بلبل خار آنکھوں میں ہے
 ہے جن پیش نظر اپنی بہار آنکھوں میں ہے
 وہ بھرا دیا مری ان انگبار آنکھوں میں ہے
 آگیا دل کی کدورت میں غبار آنکھوں میں ہے
 یا دیا یہ سرمہ دہلہ دہار آنکھوں میں ہے
 خاکپائے یار جب سے سرمہ وار آنکھوں میں ہے
 دیگر

رفیق ہم نے یہ دو ساہ اپنے اہب کے لئے
 دانی

قرب ہے میرے لئے اور میں قرب کے لئے
 کبھی جو ہوتے تھے اس شوخ غنچ لب کے لئے
 قدم نہ دشت کے کانٹوں نے میرے لب کے لئے
 کہ اس کے عشق میں یہ ایک دن ہے سب کے لئے
 تمہیں نہ دیتے تھے دل ہم اسی غضب کے لئے
 تو کو شامل مناسب ہے بے ادب کے لئے
 علاج اس ترے بیمار جان بلبل کے لئے
 صاف کے مقابل ایک
 ظفر حلب کے لئے

یہ سچ ہے ہاں برہم ہیں برائی کی تو ہم نے کی
 مگر تیری گوارا بیوفائی کی تو ہم نے کی
 وعدہ اپنی اگر ساری عدائی کی تو ہم نے کی
 جو مدد کی تو ہم نے پارسائی کی و ہم نے کی

مہین کیا گرچہ رونے پر ہمارے لوگ جتے ہیں
 کسی نے بھی نہیں ہم کو ڈھیل آپ ہم ڈوبے
 نہ دیکھو آئے کو تم صفا کیا خاک اس میں
 کہا زلفوں نے ا کے منہ پر تم ہو کج ادا بیشک
 جو کچھ چاہا ہے تھے ان
 ظفر سوجھ پر ان سے ہاتھ
 جمال کس کی تمہاری جانب کرے جو کوئی نگاہ اونچی
 جلائیے گی لک کو جا کر یہ دگی آتش سے ایک دم میں
 نصیب اونچے نہوین جب تک نصیب ہووے نہ سر بلندی
 چڑھا یہ دیاے اشک اپنا ہو گیا غرق آسمان تک
 وہ ہم میں ہمایہ تیرے جیسے ہوا یہ منظور تجکو پردہ
 وہ کام کر کچھ کہ جس کے باعث بلن رتہ ترا وہاں ہو
 کرم ہے اپنے وہ بخشد یگا ظفر ہمیں لیکن اس کے آگے

یوں تو عالم تیرا چشم ہ بشر میں ار ہے
 لے خبر اپنے مریض علم کی سے رشک کج
 ہم پھڑک لیں اور بھی صیاد برے دامن میں
 کچے اک شاخ ٹھہر میں بین ل و برگ و ثمر
 اشک برساتی ہے جتنے میری چشم شکار
 ہر سفر میں رنج ہے پ کر کے دنیاے سفر
 وعدہ آنے کا کیا ہے مجھ سے کس نے اے ظفر

کہ ماصو یہ جگ ہنسائی کی تو ہم نے کی
 کہ تجھ سے بحر خوبی کی تو ہم نے کی
 ہمارا دل صفا دیکھو صفائی کی تو ہم نے کی
 نگر ظاہر تمہاری کج ادائی کی تو ہم نے کی
 کے دست و پا حاست
 پائی کی تو ہم نے کی

بندھی ہے چلن بھی آگے غرض کے خواہ نچی ہو خواہ اونچی
 نکل کر سبز سے دل جلون کی ہوئی ذرا بھی جو آہ اونچی
 بزار اونچا کوئی جہاں میں ہو سر پر رکھ کر کلاہ اونچی
 بچے کہاں اس سے کوئی لک کہاں ہے جائے پناہ اونچی
 کر تو نے دیوار اپنے کوٹھے کی کی اے رشک ماہ اونچی
 بلندی نام کے لئے یان بنا تو بار گاہ اونچی
 ہماری گردن نہونے دی گی ہماری شرم گناہ اونچی
 دیگر

پر خدا شاہد ہ تو میری نظر میں اور ہے
 ورنہ اس کا حال یہاں اب لکھ بھر میں اور ہے
 کوئی دم طاقت ہمارے ہال و پر میں اور ہے
 لیک جلوہ ہر گل و برگ شرم میں اور ہے
 ہوئی سوزش اتنی ہی میرے جگر میں اور ہے
 پھر نہیں آ سکتے یہ رنج اس سفر میں اور ہے
 آج سامان طرب کچھ تیرے گھر میں اور ہے
 دیگر

آپ ہیں غیر کا دم باعث الفت بھرتے
 تشنہ کاموں کو ترے آب جتا سے کیا کام
 سرد مہری سے تمہاری ہے ہمارا دل سرد
 تو نے حال مرا کیا کر کی جانب سے
 پوچھو اُنسو نہ تم اے صبح مشفق میرے
 بھر دو اے چاہہ گرو دل کی جراحت میں نمک
 جن کے دل میں ہو
 دل سے آہیں وہ
 جو تیری جلوہ قامت میں سو گئے
 ان غالوں نے دیکھا تمنا جہان کا کیا
 جو تیر انظار میں جا کے تمام عمر
 خواب ہوا خواب میٹھی دیکھتے نہیں
 جس روز دیکھی یہ تری چشم سیاہ مست
 ہم ہوتے زیر خاک نہ آرام سے نگر
 جتنے جگائے مژدہ خوابیدہ حرص نے
 سہلائے بکوعے پانوں کے کانٹوں نے اس طرح
 خواب عدم سے چوگے تھے مشتاق ہم ترے
 کرتے ہیں بلفے لوگ جو انکار روز حشر
 سوتے ہزار تھنے قیامت کے اے ظفر

ہم محبت میں تمہارے ہیں معیت بھرتے
 آب تنجر سے ہیں وہ جام شہادت بھرتے
 سانس ٹھنڈی ہیں یہ ہم آپ کی دولت بھرتے
 غیر ہیں کان ترے کان ملاحات بھرتے
 اپنے دامن کو ہیں کیوں خون حضرت بھرتے
 اس میں ہو ہیں کے کیوں رنگ جراحت بھرتے
 ظفر قامت دلدار کی یاد
 دہن تاب قیامت بھرتے
 گویا وہ عرصہ گاہ قیامت میں سو گئے
 جومت ہو کے نشر غفلت میں سو گئے
 حیران ہوں کس طرح سے وہ تربت میں سو گئے
 بخت اپنے ایسے حیرتی محبت میں سو گئے
 شب زندہ دار عین عبادت میں سو گئے
 جاگے بیت تھے رنج و مصیبت میں سو گئے
 سب آ کے میر کج قناعت میں سو گئے
 بھون کے پانوں وادی وحشت میں سو گئے
 دیکھا نہ تجکو اور اسی حسرت میں سو گئے
 کیا مال کش تری شب فرقت میں سو گئے
 اہل دول جو نشر دولت میں سو گئے
 دیگر

نگین تشویش و باش میل غلام شاہ جیلانی
 بہ بزم و اصلاکت بہ من قریش بذات حق
 کند مشکل کشائی چونکہ دست فضل و اسائش
 بجاک استیائش کرزالد مہر روئے خود
 لک آورد تسبیح گہراز دانہ انجم
 چہ باشد حاجت فلہاد ملب دو حضور ہو
 ظفر بدین و دنیا نیست دیگر دیکر مہم

دکھائی الہ دین کو گرہی زور و شور دنیا ہے
 یہ دنیا بین کیا خاک پا در گور دنیا ہے
 ہمیشہ کام میں عقی کے لہن دل چراتے بین
 نئے رنگ اپنی نیرنگی کے دکھائی ہے روز اس کو
 پتھون کی طرح کیا کیا ہوا خواہن دنیا کے
 انہیں کیا دل کے المیز میں اپنی خاک سوچے ہے
 ظفر جو ہو گئے ہیں آشا دین کی لطافت سے

پریشان حال دل زلف دعا سے ہووے کیسا ہی
 رہے پیارا ترے آب دم مخمر کا اے قائل
 اٹھائے ہاتھ کب تیرا جنا کش تیری الفت سے
 ترے بنار کو دارالشفاء ہووے ترا کوچہ
 رہے محتاج کب اکسیر خاک پا کا وہ تیرے
 کشش دل کی وہ آفت ہے کہ تجھ کو کھینچے لائے
 لٹھوڑے خاکسار اس کا
 پریشان گر غبار اس کا
 بھون کو بھون میں اجاڑوں میں ڈھونڈیے

غلاش راہو دور ہر دو عالم فر سلطان
 مقبول یزدانی وہم محبوب سبحانی
 ہزاران عقدہ دشوار بکشاہد بآسانی
 گر دو چہرہ اش زلفان رواج چرخ درانی
 کند تا ہر ملک دو خانقاہش بحر گردانی
 کہ ظاہر بر ضمیر روحانی اسرار پنہانی
 بغیر از بحر حیران غوث اعظم قطب ربانی
 دیگر

پر ان کے زور کے آگے کہیں زور دنیا ہے
 کہ دنیا دار مرہ اور مرہ غور دنیا ہے
 بنا دیتی جہیں دس و ہوس دل پور دنیا ہے
 جسے کر دیتی اپنے رنگ میں شرابور دنیا ہے
 گئے ہیں باد سے طول ال سے دور دنیا ہے
 بنا دیتی جہیں غفلت سے مثل گور دنیا ہے
 لگائیں نہ وہ کیا دنیا کو یہ آخور دنیا ہے
 دیگر

تجھے کیا کام وہ تیری بلا سے ہووے کیسا ہ
 کوئی سیراب گر آب لقا سے ہووے کیسا ہی
 اگرچہ گنگ وہ تیری جفا سے ہووے کیسا ہی
 اگر مایوس وہ اپنی شفا سے ہووے کیسا ہی
 کسی کا دل غنی گر کیا سے ہووے کیسا ہی
 کشیدہ تو رہنے بتلا سے ہووے کیسا ہی
 ظفر درنہ ہمار اس کا
 ہو اسے ہووے کیسا ہی
 نور کوکب کو جا کے پہاڑوں میں ڈھونڈیے

کیونکر بنے گی ہم سے مجھڑے ہو دمدم
 گر سوز غم کہیں ہے تو عاشق کے دل میں ہے
 خطا پرزے پرزے ہو کے مرا جائے کا کہان
 دلی کی سر کچے ان آنکھوں میں آن کر
 یاروں کی کچے کثرت اختیار میں تلاش
 کشتی لڑے ہے عشق سے دل ایسا پہلوان
 پیکان یار سینہ میں میرے کہان ملے
 وہ چار اب بھی دامن بھون کی دھجیان
 جو دل نکل میں ان میں کہان گر بھوشیان
 روزن کہیں تو جھانکنے کو چاہئے ظفر

طرز نگاہ یار کو پہچانا چاہئے
 پی مے کہیں کہ رات کو جاگے ہیں وہ کہیں
 دامن میں دیک کوہ کے لوہو سے سنگ سرخ
 اس میکہ میں ہوش کسے ہے کسی کو ہوش
 باتوں پہ جاؤ بوالہوسوں کے نہ مہربان
 دی ہے خدا نے عمل اسی واسطے ظفر

ہماری آگہ ترے نام پر تو جا پہونچی
 کہان تلک یہ جلاے گی مجھکو عشق کی آگ
 مرے جنازہ پہ آئے نہ آئے وہ ظالم
 عینیں نہ یار نے خانہ خرمیان میری
 نہ پہونچا مالہ شب گرچہ کام میں اس کے
 تمہیں خیال تھا جس چیز کا مبارک ہو
 کیا کہیں خوش ہیں غم عشق سے کیسے ایسے

باتیں بناؤ کی نہ بگاڑوں میں ڈھونڈیے
 یہ آگ وہ کہیں جسے بھاڑوں میں ڈھونڈیے
 دیوار و در کے اپنے درازوں میں ڈھونڈیے
 ہے یہاں ہی وہ لطف لواڑوں میں ڈھونڈیے
 جا کر گھونگر کانٹوں کی باڑوں میں ڈھونڈیے
 نکلے نہ گر ہزار اکھاڑوں میں ڈھونڈیے
 جب تک دل و جگر کی نہ آڑوں میں ڈھونڈیے
 نکلیں جو خار دشت کی جھاڑوں میں ڈھونڈیے
 عالم کو گرمین کی نہ جاڑوں میں ڈھونڈیے
 دیوار میں نہیں تو کواڑوں میں ڈھونڈیے
 دیگر

دخش کو اور پیار کو پہچانا چاہئے
 آنکھوں کے اس خار کو پہچانا چاہئے
 فرہاد کے مزار کو پہچانا چاہئے
 بیوش و ہوشیار کو پہچانا چاہئے
 عشاق جان نثار کو پہچانا چاہئے
 دشمن کو دوستدار کو پہچانا چاہئے
 دیگر

نہ پہونچے ہم تو بلا سے نظر تو جا پہونچی
 مجھڑک کے دل میں مرے نا جگر تو جا پہونچی
 پر اس کو مرنے کی میرے خبر نا جو پہونچی
 نور ان کی دھوم رقیبون کے گھر تو جا پہونچی
 بلا سے پر مری آہ سحر تو جا پہونچی
 وہ آج تمہارے ظفر تو جا پہونچی
 کہ نہ خوشنود ہوئے ہم کسی شے سے ایسے

ہیے دل سے ہونے والے نہیں نے سے ایسے
تجھے ہم یار اگر دل نہ لگے اپنا
اب تو سب ہو مجھے اے شوخ قریحے معلوم
سارے دیوانے نہیں ہمسر قیس و فرہاد
دام بین کس کی گرہ میں کہ ہو سودا دل کا
چشم ساقی کو ہوے
اے ظفر ہم نہ چھکے

اس زل کا سایہ ہے دل زار پہ بھاری
کچھ پہونچے تے پہونچے بازک پہ نہ صدمہ
ہے لخت دل اٹکون میں گ لاری خم سے
معلوم ہوا پٹل خیدہ سیکہ شاید
اے عشق مجب کیا کہ گر ان جانی فرہاد
ہو غیر نہ پہلو میں ترے ا کے عوض کاش
قیمت میں اگر ہوسر کے تو جان بھی لائے
الفت کی بھی کیا قید گر ان ہے کہ جس میں
ہو جائے گا نظروں میں سبک دیکھ تو سکی

ہو جو ہووین بھی تو ہرگز نہیں نے سے ایسے
ہتے کیوں ظلم و ستم عشق میں ایسے ایسے
پیلے آگاہ نہ ہے ہم ترے ایسے ایسے
ہوں تو وحشت زدہ اک دو نہیں جیسے ایسے
حلقہ زلف عیا کے پاس بین پیسے ایسے
دیکھ کے جیسے بدست
سافر سے سے ایسے

اس طرح کہ جو دن ہو پیار پہ بھاری
قہر سے شکر ترے لوار پہ بھاری
یا قوت کے ہر سوتیلوں کے ہار پہ بھاری
کچھ بوجھ ترا چرخ گھو سار پہ بھاری
ہو جائے ترے ہاتھ سو کو سار پہ بھاری
پتھر ہو مرے سینہ افکار پہ بھاری
کچھ سول نہ ایسا خریدا پہ بھاری
اک اک گھڑی تیرے گرفتار پہ بھاری
دل اپنا ظفر کر نہ دیا پہ بھاری
دیگر

پردہ کوٹھے کا تہارے استعد اوچا تو ہے
 طاقت اے پست فطرت تو رہے گا زیر خاک
 ہے غنیمت جاے بالمش ہنکو سند و خشت بھی
 دار پر چڑھ کر ہوا سردار سر بازوں میں تو
 اوچی اسکے رویہ ہو گی نہ چشم آفتاب
 دے جلا ایسا نہ ہو یہ تیسرے انداک کو
 یہ نہیں ممکن نہو فریاد بلبل کا مژ
 خاک اپنی دی گولے نے اڑا اچھا ہوا

اپنے قدم سے ماپ تو بالشت بھر اوچا تو ہے
 تو نے دنیا میں بنایا اپنا گھر اوچا تو ہے
 خاک کے بستر پہ رہتا اپنا سر اوچا تو ہے
 رتبہ اے منصور تیرا چکر کر اوچا تو ہے
 ہونا مشوق کی طرف سے یہ سحر اوچا تو ہے
 ہو گیا کچھ شعلہ آہ جگر اوچا تو ہے
 گرچہ غنا کان سے گل شاخ پر اوچا تو ہے
 خاکساری میں نصیب اپنا ظفر اوچا تو ہے
 دیگر

تم تو اے حیرت دل اس کی محبت میں بھیسے
 حشر تک بھی کہیں ہو وگی رہائی چمکو
 کیا کریں ہم ستم و ظلم کی اسکے بالمش
 اے دل اس زلف کا ہر تار ہے اک دام بلا
 آپ کیا جانیں کہ ہے ہر خرابات میں کیا
 ستم کہیں حلقہ زنجیر سے چشم آہو
 عندلیبوں میں جاے گرفتاری ہے
 ہے ترا تار نظر تہر کند جادو
 ہم نہ چھنے کھسی
 ایک پہننا ہی کھسا اپنی

ساتھ ہم آپ کے باحق کی مصیبت میں چھنے
 ایسے دنیا کی تم اے غافلہ الفت میں چھنے
 کہیں منظور یہ ہم کو وہ عدالت میں چھنے
 کس کی شامت ہے کہ اس طرح کی آفت میں چھنے
 شیخ گی تم تو رہے کھوہ عزالت میں چھنے
 وحشی اس چشم کے بین وادی وشت میں چھنے
 بین یہاں طائر تصویر بھی حیرت میں چھنے
 کہ جہان سیکڑوں دل ایک اپارت میں چھنے
 زندوں محبت میں ظفر
 تھا قسمت میں چھنے

بہت بے مرضی کیا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی
 کیا کہیں اُسے کہا کیا جو کہنا تھا کہا
 دل تو کیا تھا زلف کا فرج بھی لے کر چھوٹی
 خاک ہو کر اس گلی میں خاک برباد اپنی کی
 اور تو ہم نے نہیں متھیرے کی اے مہربان
 ایک عالم نے تجھے چاہا ہماری چاہ سے

یار کی دشمنی بجا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی
 مٹھگو کل برہ بلا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی
 آج برہم وہ بلا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی
 خاکساری اے صبا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی
 ہاں گھر مہرو وفا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی
 تیری شہرت مدد لقا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی

کیوں نہ برہم ہوتے وہ
اے ظفر انکی خطا ہم
زلف شب کسکی ری نادیر آنکھوں کے تھے
اے تصویر میں ترے قربان کر تو اس یار کو
لکھنے بیٹھے ہم جو خطا ہو تو گریہ نے دیا
گزرے ہیں جو جو نظر سے شیر مردان خدا
جو تیری آنکھوں پہ ظالم ہو گئے ہیں مر کے دھیر
آگئی جو یار جلوہ بروے پر خم ترے
ہے جو خواہ کی زیادت کا تصور اے ظفر

آج سارے دن رہا اندھیر آنکھوں کے تھے
لائے ہے چارو نظر سے گھیر کر آنکھوں کے تھے
حرف پر مطلب کے پانی پھیر آنکھوں کے تھے
اے تصور پھرتے ہیں وہ شیر آنکھوں کے تھے
زیر غرور ہو دھیر آنکھوں کے تھے
پھر گئی اک صوت شمشیر آنکھوں کے تھے
آہی گویا مری اجیر آنکھوں کے تھے
دیگر

جب مست یان خودی کی پی کر شراب ہو گئے
اس سنگدل کے دل میں ہر گز اثر نہ ہو گا
ہم اپنی بیقراری جن سے بیان کریں گے
پر تو گلن ہو آکر ساقی کا روئے روشن
میں عشق کے مسائل کیا عالموں سے پاچھون
ماسوں میں گر لکھیں کے مضمون سوز دل ہم
ترتا نہ اُسے شکوہ میں سرد مہرین کا
چڑھ جائے گا جو دیا ان اپنے آنسوں کا
جو ہو سو ہو ظفر ہم لے لیتے اتنا پور

بد معیون میں اپنی وہ خود خراب ہو گئے
گر سنگ و آہن اپنے مالوں سے آب ہو گئے
کیا کیا دل ان کے سگر پر اضطراب ہو گئے
دیا میں جو بھنور ہیں سب آفتاب ہو گئے
سن کر سوال میرا وہ لا جواب ہو گئے
مرغان نامہ بر بھی جل کر کہاب ہو گئے
گر جانتا وہ ایسے گرم عتاب ہو گئے
انجم جہان نلک پر ہیں وہ حباب ہو گئے
انکی اگر نش میں وہ بے حجاب ہو گئے
دیگر

ملہ نے تیری تلوار ایک ایسی ہے میان چھوڑی
 نہیں دل چھوڑا آہ وقعان تل بے تری بہت
 محبت میں تمہاری بنے چھوڑا ایک عالم کو
 غم جان ہے پیا سا خون کا اور تو نے مرے دہین
 زبان سے گالیاں ہی تو سدا دیتا رہا ہم کو
 ستم تیرے اٹھائے پر نہ اٹھے اس گلی سے ہم

کہ اس نے جھٹھے ہی میرا نہ دل چھوڑا نہ جان چھوڑی
 اگرچہ دل میں غم نے کچھ نہیں تاب و توان چھوڑی
 گئی الفت نہ تم سے غیر کی اسے مہربان چھوڑی
 نہیں ہے نام کو بھی بھڑچم خونچکان چھوڑی
 کبھی اسے بد زبان تو نے نہ یہ اپنی زبان چھوڑی
 زمین میں نے بھی پکڑی تو نہ پھر اسے آسمان چھوڑی

ظفر کھو آئے دل کی
 عدا دانے کر کسکو دی
 اسے ٹیک ٹوٹتا دے کر بد خوئی کس لیے
 گر زخم تازہ کوئی جگر پر لگا نہیں
 یہ دار بھیدار ہے یہ دیر بے قیام
 خاک شہید تاز کا رکھا تھا کچھ پتا
 ہم زلف تم جلم کو کبھی چھیڑتے نہیں
 منہ دھویا آنسوؤں نے ہمارا ہزار بار
 اس گل کی بو دماغ میں ہو جب بسی ہوئی
 اپنی بسی سے آپ ہیں بنام بسھا
 پایا نہ جہر یار میں کچھ زندگی کا لطف
 مہر اور حباب تم کو
 ننگی کلاہ خاص میں

جج اپنی بیووی میں ہم
 کدھر چھلکی کہاں چھوڑی
 تو پیدلی سے کرتا ہے دلجوئی کس لیے
 تو چم خون کے آنسو و نے روئی کس لیے
 یان جو مقام دیر کرے کوئی کس لیے
 یان تازو ہو جو تو نے نہیں ہوئی کس لیے
 پٹھو وہ ہم سے کرتی ہے شہرہائی کس لیے
 لیکن نہیں سیاحی دل دھوئی کس لیے
 پھر دھوئیں اور ہم کوئی خوشبوئی کیلئے
 بندو گو جو کرتے ہیں بد کوئی کس لیے
 عمر عزیز ہم نے ہو ہیں کھوئی کس لیے
 ظفر گر نہیں پسند
 ہے توئی کس لیے

دو دو پھرین نہو کر حرص و ہوا کے بندے
 کیا گھر کیا مسلمان دیکھیں گے اس صنم کو
 ہم جانتے ہیں حکمو بے مہر و بے وفا ہو
 دیکھیں گلوں کا کہنا پیغام ہے فزائن کا
 اے آشنا ہو جانو کیا قدر آشنا کی
 صابر ہیں ہم ستم پر راضی ہیں ہم جفا پر
 اس بت کا اے ظفر جب سے ہوا ہوں بندہ

نہوگی اے عزیز و لیلیٰ سنواری میں بیہوش
 دل بیدار بن کیا دیدار بیدار سے حاصل
 سردار اگر منصور دلا الحق کیوں نہ بول اٹھے
 کیوں اٹسے کہ وہ شاگرد چشم مست جامان ہوں
 کیا بیمار دس کو تو نے اپنی چشم میگوں سے
 ہوا راحت کدہ غفلت سے زندان خانہ ہستی
 دل و جان پیٹے کیوں قیمت میں اس کے نیم غمزہ کے

شکستہ دل کون کر تو بھلا اسی میں ہے
 کریں گے رک محبت نہ وہ کہ جو ل میں
 اے ہو عشق میں تو ہے آگ رہتا کی لب
 نہیں اپنی مجھے اے خوشی کا م ہر گز
 غیبت اپنی مجھ زندگی کو اے غافل
 نمک چھڑکتے وہ قاتل کو میرے رنوں پر
 مجھ کے ڈال
 کہ ڈوب جاتا

مٹھیں خدا کے دو پر گر یہ خدا کے بندے
 ہو دائیں اسکے دونوں بازو ادا کے بندے
 ہوتے ہیں اور عیا وہ مہر و وفا کے بندے
 جتے ہیں اس چمن میں کیوں کھل کھلا کے بندے
 جو آشنا ہیں وہ تو ہیں آشنا کے بندے
 ہم ہیں تمہارے عاشق مہر و رضا کے بندے
 بندہ کو دیکھتے ہیں سارے خدا کے بندے
 دیگر

ایسی جیسی رہے ہے صین ہشیاری میں بے ہوش
 مرے نزدیک غال ہے وہ بیداری میں بیہوش
 کہ دے ہے نثر سرداری کا سردای میں بیہوش
 جو ہو در کار و عیار و کو عیاری میں بیہوش
 نہ ہو اے باتوان کو کیونکہ بیماری میں بیہوش
 ہماری کام آتی اس گرفتاری میں بیہوش
 غم ہم کو نہوتی گر فریادی میں بیہوش
 دیگر

کہ گھر خدا کا بھی ہے خدا اسی میں ہے
 مجھ چکے ہیں کہ اپنی اتقا اسی میں ہے
 کہ تیرے واسطے آخر بچا اسی میں ہے
 اگر خوش تری اے بیوا اسی میں ہے
 ترے لئے تو بھلا اور برا اسی میں ہے
 کہ دھم کھانے کا اے مڑا اسی میں ہے
 قدم بحر آشنا اسی میں
 کہ ڈوب جاتا

انعام میں جان اپنی بھی اے رشک پری دی
 لکھتا اے اے میں سب حال دل اپنا
 جو کچھ ترو شک دیا عشق نے مجھ کو
 دل اس کو دیا سخت اگر شک بلا سے
 گل پھولے سائے مہیں گلزار میں تو نے
 محروم رکھا مجھ کو بھی قسمت نے جو میری
 دی مثل تین پہلے
 جس کو کر زمانہ

دیے جواب جو اس نے نہ قاصد آڑے
 یہ نکلیں دیکھیں کیونکر کر اڑ گئے ظالم
 ار نصیب ہیں سیدھے تو دار نہیں ہم کو
 جتنا اپنا جو ہو باطن تو پھر کیونکر
 لگا لی کس نے ہے رچی نگاہ کی تلوار
 چلن سے کیونکہ کیونکہ نہ کو کبھی کا ظہور

م میں کا ہے کو ہم تم میں یہ جگڑے ہم کچھ تھے
 نہ ہمسر ہو سکے کچھ بھی تمہاری زلف چپان سے
 میں کیا کام تھا جو دیتے دل ہم اس سحر کو
 ہوئے ہم دیکھ کر صورت تری ولفد محو ایسے
 اٹھائے صبح کو طوفان کیا کیا ہم پر بارو نے
 لیا پیکان تو بھی ہم نے اس کو چال سے اس کی
 یہ امداد دل کر آنسو ہی بہا کر لے گئے کھا کو

خفا رکھا جو دل نے پاس اک داغ تھپائی ہے
 مطلع

قاصد نے ترے وصل کی جب خوشخبری دی
 پر گریہ نے میرے مجھے فرصت نہ ذری دی
 دی ہونٹوں کو خشکی مری آنکھوں کو تری دی
 پر آہ کو یا رب مرے کیوں بے اثری دی
 آنے کی خبر کس کی نسیم سحری دی
 گرچہ نہ دیا کوئی ہنر بے ہنری دی
 اے سبز خراش
 نے غم ماسوری دی

کچھ " کیا ترا شاید لیا دیا آڑے
 جگر میں ہو کے ترے ناوک جفا آڑے
 بلا سے ہم سے وہ ہوں بڑھے تڑپے یا آڑھے
 نہ تھان قطع کرے لے کے دلہا آڑے
 کہ دل پہ زخم ہیں میرے ہزار ہا آڑے
 ظفر جو پانوں ہوں نیزھے نقش پا آڑے
 دیگر

نہ کم کچھ تھے نہ تم کچھ تھے نہ ہم کچھ تھے
 ارچہ شاخ سل میں بھی پیادے بیچ و خم کچھ تھے
 سحر سہنے نصیبوں میں ہمارے یہ ستم کچھ تھے
 مجھے سب بھول وہ جو دل میں شکوے اے منم کچھ تھے
 ہوئے محفل میں تیرے ہم جو شب کو چشم لم کچھ تھے
 اگرچہ دیکھ کر اس نے میں بدلے قدم کچھ تھے
 ظفر ہم ان کو شرح شوق جو کرتے رقم کچھ تھے
 دیگر

میں معلوم کس پردہ نشین کی یہ نشانی ہے
 عالی

شہیدوں کو ترے اس سے حیات جاودہی ہے
 بیان کرتا ہوں میں قصہ جو اپنی مصیبت کا
 جو پوچھو میرے دل کا اپنے دل سے پوچھو تم
 کہیں م نے بھی جاؤ دل کو میرے پاس سے جلدی
 ہلال آسا جیسے ہر وہ خوار یہیری
 جواب خط میں کہتا ہے جو قاصد بات تسکین کی
 ڈرے ہے گردش چشم بتان مہروش سے دل
 ظفر اس عالم پیری میں وہ ارادے ہیں
 کہ جس میں تھک کے رہ جاتی جوانوں کی جوانی ہے
 ہمارے دوست لگائے سے مہ جہین نہ بے
 وہ ہم سے دور ہیں ہم کس طرح کہیں دیکھیں
 بڑا وہ حسن ہے حیرت فزا جو دیکھے اسے
 ہمارے آنکھوں سے برہین جو اشک خون ہر دم
 ہم اس کو یار بناتے ہیں سو طرح اپنا
 نہو جو مرد ک چشم اپنا عکس قلن
 بے جو ہر یہ آسمان دو افان
 خیال زلف میں رہتا ہو پر یہ ڈر ہے مجھے
 خدا کرے کہ ظفر وان بنی رہے اپنی

جہان میں غی بد کوئی و بد خانی نہیں دیکھی
 بہت کی سی اس صورت کدہ میں نے پر اب ک
 جو بد ظہیت ہیں وہ محروم ہیں غم محبت سے
 کسی میں تیرے قد کی سی پٹائی راسم نے
 کہوں کیا وصف میں پرے شیم کا زلف کا کافر دیے حرف
 کدورت یکلام ہیں دل کے دھو میں نے

یہ آب تجھ تیری کیا ہے آب ننگائی ہے
 وہ کہتا ہے مجھے بھائی کہیں یہ قصہ خوانی ہے
 صنم الفت میں ہوتی دل کو دل کی رازدانی ہے
 مجھے کرنی پڑی دن را اس کی پاسپاتی ہے
 نہ لعل مغربی لکھا نہ لعل اصفہانی ہے
 خدا جانے ہاوت ہے کہ یا اس کی زبانی ہے
 خدا اس سے بچائے یہ بلائے ناگہانی ہے
 میں پیری وہ ارادے ہیں
 رہ جاتی جوانوں کی جوانی ہے
 لگانے والوں کی اللہ کرے کہیں نہ بے
 کہ جب تک یہ خیال اپنا دور ہیں نہ بے
 تو کیونکہ دیدہ حیران مہ جہین نہ بے
 تو سرخ ہر بیوتی کی کیوں زین نہ بے
 بے نصیب میا اسے دل حزین نہ بے
 رخ صفا پہ ترے خال مغربین نہ بے
 تو کیونکہ برق جہانہ آتھیں نہ بے
 مگر بار اشک کہیں مار آستین نہ بے
 بلا سے بختی ہماری یہاں نہیں نہ بے

دیگر

کسی میں ہم نے دلدار و دلجوئی نہیں دیکھی
 یہاں تصویر صورت تیری سی کوئی نہیں دیکھی
 زمین شور میں سمجھتی کہیں ہوئی نہیں دیکھی
 کسی میں تیری زلفوں کی سی خروئی نہیں دیکھی
 کہ لکھی ملک و غیر میں بھی خوشبوئی نہیں دیکھی
 مرا دل دیکھو گر ولی کوئی دھوئی نہیں دیکھی

خون و خون گو یوں تو دنیا میں ہزاروں ہیں

جو ہاتھ پائی کی ثوبت نہ سمجھ رہی ہو
سوائے قاصد اشک اور تو کسی سے بھی
تا عشق میں ہے ایسی کون سی حلیف
مہارے ساتھ عیا ہو جاتی جان بھی رخصت
نہ سمجھو رنگ فتنی کو لگ رہی ہے آگ
عرق عرق جو نزاکت سے ہیں دے رخسار
اس آرزو میں ہوئے خاک ہم پر اپنی خاک

جو کوئی بھی نہ ملے کی ترے مدد لے گی
لٹلے گا وہاں سے نہر خون کوکھی سے تو
جو دل میں آرزو ہے عاشق سر باز کی برے
ہیں یہ سوچ ہے اس کی کند زلف پہچانے
ہمارے عشق کو بعد از فنا منظور ہے شہرت
مصور گرچہ اللہ کے ورق سارے مرقع کے
ہی باتیں داتا ہے وہاں جس وقت جائے گا
کرے گا ذبح جس دم اپنے قوسید مہبت کو
نکل جائے گا سینہ کو کک
ظفر جب دل سے اپنے

ظاہر کیا ہوا ہم سے اگرچہ ہٹ گئی ہوں ہے
عدو پ مہربانیہ اور ہم پر ظلم رانی ہے
نہ جب ک سینہ کاوی ہو نہ جب تک رو سیاہی ہو
چمن میں چائے کو اوس لٹے جس طرح مانگن
کبھی بیتاب ہو جاتا ہے زیر خاک بھی عاشق

ظفر پر ہم نے تیری سی صحنی کوئی نہیں دیکھی
دیگر

تو ہاتھ کی ترے کھلکر گری کدھر پہونچی
ہمارے دل کی نہ ہم کو کبھی خبر پہونچی
کہ جو جھے کہیں اے شوخ فتنہ گر پہونچی
کروں میں کیا کر اجل میری دیر کر پہونچی
کہے لک پہ مری آہ شعلہ ور پہونچی
نہر ہے ان کے مری گری نر پہونچی
گل میں یاد کے ہرگز نہ اے ظفر پہونچی
دیگر

ا کہا حسرت سے جان عاشق دل میر لٹے گی
جہان سے کوہ میں اے عشق جوئے شیر لٹے گی
اگر لٹے گی قاتل وہ نہ شمشیر لٹے گی
ہماری گردن دل کیونکہ اے کاب تقدیر لٹے گی
کہ اس کوچہ سے اپنی فتنے بے تشہد لٹے گی
پر اس کی سی نہ ہرگز ایک بھی تصویر لٹے گی
نہ منہ سے بات ماسح کے دم تقریر لٹے گی
زبان خنجر بران سے بھی بکیر لٹے گی
کک کے توڑ ک دم میں
آہ شعلہ تیر لٹے گی

ولے آرزو وہ دل میں نہیں ہم کو یقین یوں ہے
شکر ہے یہ کیا شیدہ کہیں یوں ہے کہیں یوں ہے
کوئی ہو سکتا روشن نام ماند تلکین یوں ہے
عرق آلودہ رخ پر اس کی زل غبرین یوں ہے
نہ سمجھو زلزلہ اس کو یہ بن جای زمین یوں ہے

کبھی بناب ہو جاتا ہے زیر خاک بھی عاشق
ہیں غم کچھ بھی اضلاع کو ٹمکن اپنے ہونے کا

ظفر سے مین جس
عیان زلفوں سے اس کے

وہ نور اشک ہے جو دیدہ تر مین عظام ہے
ڈر ہے دیکھ ک دل اس کی سوچ چین پیشانی
ہوا ہے سوچ زن کیا شدہ عدان نما اس کو
ہوئی مالہ سے میری چرخ جنتی کی یہ حالت
دل بھل کہے ہے دیکھ کر یہ سوچ جوہر کو
نہ پوچھو ماجرا جوش و خروش عشق کا مجھ سے
وہ طوفان ہے مرا باران اشک خون دم گریہ

زمین باران سے یارو کب تک الگ گیل ہے
کیا ذبح کس کو اس طرح جو آئین بری
لکھوں کیا وقت جوش گریہ اپنا حال دل اس کو
لب مارک ہوا تیرا نہیں ہے تر پینے سے
کوئی توصید تازہ شہسوار صن باندھا ہے
تا بھیجا تھے کس نے لگا کر اپنے سینے سے
ظفر کیا زہد تنگ آج بیخانہ مین جا نکلا

جگہ اچھی ہے کیفیت کی ہم کو چلا اچی
ہزار آئینہ رو ہوں رو برو پر ہم کسے دیکھیں
خیال بوسہ مین لب چھلتے ہیں ٹوہر دم
اڑا دی جو ہماری خاک ساری ا کے کوچہ سے
مجاہد کش ہے یہ بھی دیکھ تیکو ملتان پر

نہ کبھو زلزلہ ا کو یہ بن جاتی زمین یوں ہے
کر ہم ناخوش زمین اس کی خوشی اے ہمیں یوں ہے
طرح ہے کوہنی بکلی
تاب روئے آئین یوں ہے

نہ وی دیا مین ہے نے وہ مستعد مین عظام ہے
کہ اب دیاے صن ماہ پیک مین عظام ہے
تماشا ہے کہ گایا آب گوہر مین عظام ہے
کہے تو اک ہوا سے بحر خطر مین عظام ہے
کہ اس قاتل کی شاید آب خضر مین عظام ہے
کہ اس دیا کا میری جان مضطر مین عظام ہے
گھٹا دیتا ظفر دیا کا دم بھر مین لاطم ہے
دیگر

ہمارے جوش گریہ سے ہوئی سب خاک گیل ہے
لو سے ہو گئی اے قاتل سفاک گیل ہے
کہ سب کاندہ کی فرد اے دیدہ نمناک گیل ہے
یہ ل کی پگھڑی شبنم سے اے بیباک گیل ہے
لو سے جس کے جاہر جا سرفراز اک گیل ہے
یوں جو پر عرق ہے اور تری پوشاک گیل ہے
چوٹی سے جو یہ ا کی روائے پاک گیل ہے
دیگر

کر ہے ساقی اچھی گھٹا اچھی ہوا اچھی
مہنگی کوئی صورت ہمیں یہے سوا اچھی
لب شیرین سے تیرے چاٹ پانی وال کیا اچھی
نہ کی ہم خاکساروں سے یہ تو نے اے صیاد اچھی
خدا نے وہ بٹائی شعل حیرت مد لقا اچھی

ارے کیا کی میان تو نے کر اپنا سارا گھر پھونکا
ظفر کو شربت دیدار سے
مریض غم ہے وہ اس کے لئے سسکا ہوا اچھی

ہم جو لگے دروازہ پر زنجیر سے شب کھٹ کھٹ کرنے
کیا جانے ہیں کس نے سکھائے م کو ایسے کر و فریب
عشق نے تیری ہم کو ظالم دی ہے کیسی چاٹ لگا
بن گئے دیکھو کیسے اٹھیلے ہو کر اتر فضل سرشک
کون اے گا سچ بتاؤ کس کا تم کو کھٹکا ہے
غیر سے ہستے ہو م کھول کے منہ بے شرم و حجاب

اپنے دل دیوانہ کے تم
جو کیا اس نے تم کو ظفر

میرا وہ پیر ہے جو بیرون کا پیر ہے
مطلع

کیا مہر تیری چین چین کی تکر ہے
مطلع

وہ مہروں جو حسن میں خود نیر ہے
تو وہ ہمارا سینہ جلف ہے ہمارا دل
تا حشر اس بلا سے کہیں چھوٹنے کا وہ
کعبہ سے ہفت ٹہرا تھا ہفت سے اتوار
سکھلائے برق کو نظر اس کی شرارتیں
غم نامہ دل اپنا ہمیں بھجنا ہے وہاں
جتنے حسین ہیں سب پہ نظر کر گئے ہم
بلا مجھے نہ آگے عدو کے خدا سے ڈر
گر اب بحر غم کا کہیں چلو ڈر ظفر

کہیں تقدیر سے کوئی مہسوس کیا اچھی
تو ہے تسکین دی
کے لئے سسکا ہوا اچھی

پھر تو اس کھٹکے سے کچھ گھر میں لگے سنہٹ ہٹ کرنے
نقد دل و جان لے کے ہمارا آپ لگے ل ہٹ کرنے
خون جگر کو اپنے لگے ہم یوں جو مزے سے چٹ کرنے
جون جون روکا ہم نے ان کو ور لگے ہٹ کرنے
شام سے دروازے کے جو ہند لگے تم ہٹ کرنے
کیا باعث جو دیکھ کے ہم آپ لگے کھوکھٹ کرنے
آ گئے ایسے قابو میں
وہ آپ لگے جھٹ ہٹ کرنے
رضوں کو خاک اس کے قدم کی غیر ہے

یہ دل اسی تکر پہ میرا فقیر ہے
حالی

اس کو پسند اس لئے بدد منیر ہے
ہو کلمے اس کی نگہ اس کی بے ہے
جو دل کند زلف کا تیرے اسیر ہے
لے اتوار وہ بھی گیا اب تو پیر ہے
وہ شعلہ خو تو ایسا قیامت شریہ ہے
دار کو اپنے ہم نے بنایا سیر ہے
تا غر کہیں کوئی تیرا نظیر ہے
طوطے کو کرنا زاغ سے کیوں ہم صغیر ہے
وہ پیر فخر دین سے مرا دیکھیر ہے

دیگر

پہلے تو نامہ ب کی وہ تقریر پر کھلے
مطلع

باتوں میں وہ اگر کسی تقریر پر کھلے
پیشیدہ تھا نوشتہ کا مضمون + کھل گیا
تفسیر تیرے صبح رخسار کی ہے خط
جاڑ زمر دین سے مے لالہ کون کا عکس
کھولی جو تو نے زل کھلے دل بندھے ہوئے
اس مد جنین کو دیدہ انجم بھی دیکھ کر
دروازہ ان کے گھر کا کھر پ کھلے نہ صبح
بہی ہے چین اس لہوئے پر فم پہ خوشنما
نامہ نہ کھل پڑا ہو کہ مرغان نامہ
ڈان ہوں آہ و مالہ سے ایسا نہہ کہیں
گر خون دل سے میرے تصور بنائے رگ
جلد آ کر ذبح کر کر بین سب چشم انتظار
روشن راون سے کہنے
سب میرے مدعا بین

ہمیں میں رنج بھی ہے اور راحت بھی ہمیں میں ہے
کسی سے دوستی ہم کو کسے سے دشمنی ہم کو
کہیں مشہور عاقل کہیں بدست لا عقل
مثال سینہ دیکھو ہمارے ور سے جوہر
کبھی ڈرتے ہیں پیشہ سے کبھی لڑتے ہیں شروئے
ہمارے پاس جو دیاء درد خرمہر دونوں ہیں
کہیں سرد گر زبان ہیں کہیں دست و گریبان ہیں
بھڑپ تو سو پہاڑ وئے وہیں تو ایک تنکے سے
ہمیں غیر از صلاح و خیر وان تو اور کچھ ہرگز

پھر پڑھ کے نامہ نامہ کی تحریر پر کھلے
نامی

راز اس کے دل کا عاشق دلگیر پر کھلے
خط آئے وان سے ہائے رے نقد کھلے
معنی بین اس کے صاحب تفسیر پر کھلے
رگ سا دست قدم پر کھلے
کھلے یہ بہت زنجیر پر کھلے
حیرت سے وہ مجھے لکھ پیر پر کھلے
کہو میرا مالہ شکیر پر کھلے
جو ہر کہیں بھی ایسے شمشیر پر کھلے
جاتے ہوا میں بین روش تیر پر کھلے
میری محبت اس بت بے پیر پر کھلے
کیا خوب ا کے چہرہ تصویر پر کھلے
تیر من کے رقم سینہ خچر پر کھلے
کی جات نہیں ظر
مرے پیر پر کھلے

جنم بھی ہمیں میں ہے اور جنت بھی ہمیں میں ہے
محبت بھی ہمیں ہے عداوت بھی ہمیں میں ہے
کہ ہشیاری بھی ہم میں اور غفلت بھی ہمیں میں ہے
صفائی بھی ہمیں میں ہے کدورت بھی ہمیں میں ہے
کہ بے جرات بھی ہم نہیں اور جرات بھی ہمیں میں ہے
کہ بے ہمت بھی ہم ہیں اور ہمت بھی ہمیں میں ہے
تحمل بھی ہمیں میں ہے جہالت بھی ہمیں میں ہے
کہ بی طاقت بھی ہم ہیں اور طاقت بھی ہمیں میں ہے
ظفر شر بھی ہمیں میں ہے شرارت بھی ہمیں میں ہے

دیگر

زین کا پتی ہے آسمان ہا ہے
 قوس سے کہ یہ تران توں ہا ہے
 ترے عذار پہ اے میری جان ہا ہے
 پڑا ہوا ہے یہ جو سائبان ہا ہے
 مرا جو ہوتہ بھی اکی بد گمش ہا ہے
 بغیر زلزلہ سارا جہان ہا ہے
 کبچہ خوف سے اے مہربان ہا ہے
 دیگر

وہ نین یا کہہ نین دل نین کہیں دیکھی تو تھی
 پر لڑتی اس کے مدفن کی زین دیکھی تو تھی
 ہم نے برہم حیری زلف مہرین دیکھی تو تھی
 تو نے قال رو سیای گین دیکھی تو تھی
 گردن ماشت = ششیر کین دیکھی تو تھی
 روٹی کچھ ہم نے عرفہ نسیم دیکھی تو تھی
 اس نے اے قاتل تری چین چین دیکھی تو تھی
 لیک پر خون چشم تر بر آئین دیکھی تو تھی
 کے دل کا حال
 ہمیں دیکھی تو تھی

کیون بھرتی نہ چشم سے آنسو نکل پڑے
 کیا دھل کھطاعت حق مہی خلل پڑے
 کس طرح سوتے سوتے نہ شب کو اچھل پڑے
 جو پیچھے میری جان کلیہ بد عمل پڑے
 اک ہلکے نہ کیون سر دشت و جبل پڑے
 ایسا نہ کہ سن کے یکینہ دہل پڑے

دیگر مالہ سے کیا ہر مکان ہا ہے
 برنگ نقش قدم ضعف سے جہان بیخا
 جن نین سانپ سے لہراتا یا ترا گسو
 نہ سمجھو جنبش مرگان کہ پیش منظر چشم
 گزرتے ہیں تجھے اہار مدعا کے گمان
 ترا جو ماشت فکین ہے مضطرب = خاک
 ظفر زیادہ لاؤ تم اس کی بے مہری

صورت اس بت کی کسی جا ہمیں دیکھی تو تھی
 حال مضطرب کا ترے کیا جانے کیا تھا زیر غمک
 یہ نہیں معلوم ابھا کون بگری کس سے رات
 پھر کیا نہ اپن اکالا کیون ہوس نین نام کے
 اس نے سر کاٹا کر چھوڑا یہ عدا جانے شجر
 طمع تھی یا ماہ تھا یا تو پس طمن کہ رات
 کیون ہوا بھل ترا منت کش تیج اجل
 دل ہوا خون یا جگر یہ تو نہیں ہم کو خبر
 کہہ دیا ہوتا شکرے
 بیقراری اس کی تو نے

جس وقت ذکر سید مظلوم چل پڑے
 حجر تے بھی کرے رہے سجدہ شاہ دین
 عفر جو دھکھے باپ کی شکل اپنے خوب نین
 کہتے تھی شہ کہ نین کیا المون کا کیا
 زشی جو ہو کے شاہ گرے ذوالجناح سے
 کہتے تھے شہ کہ مرنگی عباس کی خبر

سر پر پڑین صیغہ کے کیا کیا مصیبتیں
کیا خاک راہ دین
دنیا میں مال و زر

پر تلے بے حوصلہ کر نہ ملے پر بلوے
وہ بیدی تھے مستقیم
کی طبع میں پھل پڑے
قطرہ

میدان میں شاہ کے رنقاء جب رکھیں قدم
اور یہ کہے کہ کیجئے آباد چل کے غلہ
سن کر ظفر مصیبت شہر بزم میں

کس طرح آ کے پاؤں نہ ان کے اجل پڑے
خالی ہیں تم بغیر تمہارے محل پڑے
بے مال نہ بھون کو کل پڑے
دیگر

طبیعت یار کی تصویر سے بہلائی جاتی ہے
لگی ہے آئین اپنی یان لکھوئے وہ جس دم
کرے ہے دل کو روشن تاب رخ اس مد ظلت کی
کوئی ترپے بلا سے یا ترپ کر کوئی مر جائے
کیا کل! پھر جس نے تری خاک ک پا کو
مرے گریہ سے میرا دل ہوا جانا ہے اہرہ
غم فرقت میں فاصل ہوں تو میں اس کی رفاقت کا
یہاں تک مجھ سے نفرت ہے میرا ہاتھ دامن کو
ظفر یوں تو بڑے دا ہوم پر سامنے اس کے

اس میں اپنی کچھ تسکین کی صورت پائی جاتی ہے
حتا غیروں کے ہاتھوں پاؤں لکھوئے جاتی ہے
یہ دیکھو آر سی کیا صوب میں چمکائی جاتی ہے
کوئی اس شوخ بے پروا کی بے پروائی جاتی ہے
پھر ان کی چشم سے کب قوت مہنائی جاتی ہے
تمنا ہے کہ باران میں کھلی کھلائی جاتی ہے
کھکھم چھوڑ کر بجو مہیں نہنائی جاتی ہے
لرگ جائے ہے پوشاک سب دھلائی جاتی ہے
خدا جانے کہاں پر آپ کی راہ جاتی ہے
دیگر

لب پان خورہ بین کیا تیری حلاوت سے بھرے
کیا وہ اس دور میں ساغرے عشرت سے بھرے
کوئی حامد سے ترے گھر میں کوئی غماز
دیکھنا اس لب دندان کو کہ میں صانع لے
لوئے برق آگ میں گری سے مرے لہ کے
گر بجوش جو تری غیر سے دیکھے ہر دم
نامہ بر یار ملک اسکا پہونچا معلوم

لب لب جام بین عاب کے شربت سے بھرے
کار مر کو جا لاکھ مصیبت سے بھرے
وہ کیا لوگ ہیں آ کر مری قسمت سے بھرے
روح اعلیٰ میں گہر خوب عی صندت سے بھرے
وہ پانی جو مرے گریہ کی شدت سے بھرے
تو دم سد نہ کیونکر کوئی حسرت سے بھرے
ہم نے لکھ لکھ کے جو دفتر ہیں حقیقت سے بھرے

ترک الفت نہ کروں کیونکہ ترے اے بے مہر
چاہیے اس کو ظفر
دل جو خالی کرے کیونکہ
سرمہ دے چشم میں گر صید قلن تو ظلع
مطلع

نہروں کیونکہ مروت سے بھرے
صاف دروں پاک ضمیر
دل سے محبت سے بھرے
بدف حیر نگہ ہونے کو آہو ظلع
ظلی

تجھ سے کیا کام دل اے دلبر گلو ظلع
اے سے غزہ قاتل کے یہ خو جسم میں تنگ
مارے یوسف کو نہ پھر کوکبے اپنے سر پر
خار خار غم و حسرت کا ہے دل میں یہ جھوم
سن کے احوال مرا کوچہ ہوں پتھر پانی
نہ تو دل خود کو دون میں نہیں کو اپنا
جو وہ کس واسطے من کش شیر اجل
پا کے رزم و سنا
جس کی اک بات میں

جب کہ تجھ میں نہ محبت کی ذرا ہو ظلع
یونان کاٹو تو اک ہند نہ لہو ہو ظلع
عشق میں کام جو بے قوت و بازو ظلع
کہ مرے جسم سے کانٹے کے عوض ہو ظلع
تنگ دل پر نہ تری آنکھ سے آنسو ظلع
دون اسے جس میں کہ کچھ پری کی غو ہو ظلع
جس کام دیکھ کے قاتل ترا برو ظلع
کوئی کیا اس کے ظفر
میں سو طرح کا پہلو ظلع

ہم کئی بار ان کے گھر ہو آئے
خیم سان جا کے اس کی بزم میں ہم
ہائے صیاد جا کے گلش تک
میری قسمت کا پھر ہے ورنہ
دیو و کعبہ میں کیا کیا ہم نے
کہ نہ جس نے زیارت یمنون
سب خبردار ہوشیار وہاں

نہ ملے گھر میں وہ گھر ہو آئے
چشم تر ہند جگر ہو آئے
کیونکہ مرغ شکستہ پر ہو آئے
ابھی دان جا کے نامہ پر ہو آئے
پھوڑ کر پتھروں سے سر ہو آئے
کیو اس کے مزار پر ہو آئے
جا کے بیہوش و بے خبر ہو آئے
قطرہ

کہیں جاتے ہیں نہ آتے ہیں
اب کہیں کوئی پوچھتا ہم سے

جب سے اس در پہ اے ظفر ہو آئے
کہ چلے ہو کہان کدھر ہو آئے
دیگر

شہادت سہل کس کو حنجر قاتل سے لی ہے
 مشابہ ماہ نو سے ہے اگر وہ ہر وہ پر خم
 چہن مین توڑ کر غنچے ملے تو کیوں نہ لوون سے
 کہیں ایسا نہو کھلجائے دل کا رز محفل مین
 کے کہتا ہے کیا حنجر ترا ششیر بھی تیرے
 شبیر قیس و فرہاد اس کو دکھلا کر کوئی پوچھے
 ظفر اس وقت مین بھاگے ہے دنیا دور دلائے

یہ دولت جس کو ملتی ہے بری مشکل سے ملتی ہے
 تو عارض کی شہادت بھی مہ کال سے ملتی ہے
 کہ مثل اے رشک گل اس کی مہ کال سے ملتی ہے
 ہماری آنکھیں اس رونق محفل سے ملتی ہے
 شکر ہاتھ پھیلا کر ترے سہل سے ملتی ہے
 کہ صورت دیکھ تو کس کی ترے مائل سے ملتی ہے
 جو ملتی ہے تو خوش ہو کر کسی جاہل سے ملتی ہے
 دیگر

و غلام کر ہم سے پرستی مین بھولے
 بگولے کے ماند پھرتے رہے ہم
 جو ہو عشق دہر تو پھر کوئی رست
 اے بت کدہ کعبہ ہے کھو ایمان
 وہ لمس نہیں س کو سمجھو تو سگر
 نہیں یاد کیا جانے کیا تھا عدم مین
 پھرے میکہ سے
 ظ راہ نیکش جو

سگر ایک ساغر نہ مستی مین بھولے
 خیال بلندی و پستی مین بھولے
 نہ جنگل مین بھولے نہ پستی مین بھولے
 خدا کو جو نہ ب پرستی مین بھولے
 نہ وصال جو جنگدستی مین بھولے
 کہ بالکل وہ ہم آ کے ہستی مین بھولے
 چلے خافہ کو
 مستی مین بھولے

اس جفا کا کیا جو کوئی گلا تم سے کرے
 ڈونا منظر ہو جس کو تمہاری چاہ مین
 جو ستم ہم پر کرے چاہے سہم پر جفا
 پر نہیں ممکن نہ کہدو مدی سے جا کے تم
 بین لب خندون تمہارے پشمر آب حیات
 باز آئیکے نہیں لم و ستم سے اپنے تم
 جس کو تم چاہو کرو تیغ ننگہ سے اپنی قل
 جاؤ تم جسم تمہارے ساتھ جائے میری جان
 اب بھی روور رولا وے م کو بھی اے ہمدرد

م نے بھی تم سے کی ایسی خدا تم سے کرے
 وہ نہیں چاہے دل اپنا آشا تم سے کرے
 پر کرے اتنا تو وہ ہم کو جدا تم سے کرے
 کیا کوئی اظہار اپنا دعا م سے کرے
 گھرے کوئی طلب اب پتا تم سے کرے
 کوئی عاشق گرچہ کہیں ہی وفا تم سے کرے
 جان کیا کوئی سوال خون بیا تم سے کرے
 ج کو شرمندہ نہ تاخیر تھا تم سے کرے
 گر صغر اپنا بیان کچھ ماجرا تم سے کرے

ہوں جو رنج و الم واللہ جھیلے جائیں گے
مطلع

نے ملازم ساتھ جائیں گے نہ چلے جائینگے
چشم پ دکھیں گے میرے گر جھوم لخت دل
تو ولے گا سوگ چھائی پر ہمارے اور ہم
تو غم بھران سے بھاری پ تل میدان عشق
روز ہے تخی غم اور روز ہے ہی بے مزہ
عشق بازی سے نہ باز آئیں سے تیرے عشق باز
جو کہ کریں گے جمع یا ان غافل نہیں جائینگے جھوڑ
اے ظفر ہم سے نہ جائیں گے جھیلے عشق گے

ان بٹوکی دوستی ارمان کا نصا ہے
تیرا دل میں ٹوٹا ہے مجھے شرمندگی
پھٹکے اڑ جاتے ہیں نگرے دل کے سوز عشق سے
آہ میں وہ جنس ناقص ہوں سر بازار عشق
ہاتھ آتا ہے بتا کیا تیرے اے جوش ہنون
اے ظفر بھائی کا گر
چاہتا انسان کیوں

کیا کیا وہ نہیں دیکھتے ہیں دھیان سے بیٹھے
کچے ہیں برا سب ایسی محفل میں مہارے
ہاتھ لا نہ پور لب شیرینکا تو ہم ہاتھ
جن کو ہے یہ معلوم کہ یان ہم ہیں مسافر
زین نہیں چہرے پہ وہ در مار سے ہیں
جو دل میں مہارے ہے وہ سب جانتے ہیں ہم

دیگر

پر بتوں کی چاہ میں دل کو دھکیلے جائینگے
کافی

شاہ جائیں یا گدا یان سے اکیلے جائیں گے
پھر نہ ہندو دیکھتے دیر پہ ملے جائیں گے
ہاتھ سے ظالم ترے پاڑی ہی نیلے جائیں گے
ہل پڑے تو دیکھتا پھر اس کے پہلے جائیں گے
دکھیے کس دن یہ دن کروے کیلے جائیں گے
جب تک ہے جان اپنی جان پہ کھیلے جائیں گے
ہاں مگر ارمان و حسرت ساتھ لے لے جائیں گے
جان ہی کے ساتھ اپنے یہ جھیلے جائیں گے

دیگر

ور ان سے دل لگا جان کا نقصان ہے
ہو گیا گھر میں بڑے مہمان کا نقصان ہے
ہوتا اس آئین سے آئندہ ان کا نقصان ہے
ہوتا دوکان میں مرا دوکان کا نقصان ہے
تو جو کرتا بیب اور دامان کا نقصان ہے
بھائی نہیں دشمن تو پھر
انسان کا نقصان ہے

ہم پوچھتے ہیں شک جو دامان سے بیٹھے
کچھ کہتے نہیں سنتے ہو تم کان سے بیٹھے
لتے رہے مثل مکش ارمان سے بیٹھے
بے کر ہیں وہ کیوں سرو سامن سے بیٹھے
اس حسن کی دولت پہ نگہبان سے بیٹھے
در چند کہ ظاہر میں ہیں ان جان سے بیٹھے

اس منزل ہستی سے ظفر اٹھائے سب یاد
اور جو رہے باقی وہ ہیں مہمان سے پیٹھے

آج مہتابی پہ کیا کوئی مدد گوارہ ہے
پا برہند جہان مجھوں ترا اس دشت میں
جاننا ہے کوئی بھی مجھ سا عدلیٰ میں نہیں
یاد میں اس قامتِ رعنا کے ہم ہیں مالہ کش
تجھ کو ڈر ہے کہ نہیں اس چاہ میں جاے نہ ڈوب
اے پری یہ جو گولا خاک کا ہے دشت میں
دل کو دل سے راہ ہے کیا ہو گا سد راہ
فرق جو ہمیں اور مجھوں میں پوچھو عشق سے
کوئی سنگین تو کیا سو گوارہ ہیں ظفر
چنی بھر پانی میں ڈوبا شرمس جا ماہ ہے
نیش جائے خار ہے اور خار جائے کاہ ہے
صن پر مغرور اپنے وہ بت گمراہ ہے
سر و شمشاد و چمن سے بہتر اپنی آہ ہے
دل کو اس چاہِ رنجدان کی نہایت چاہ ہے
تیرے وحشی کا بھی بس خیمہ و خرگا ہے
تجھ کو اس سے راہ ہے اور اس کو مجھ سے راہ ہے
مجھ سے بھی واقف ہے یہ اور اس سے بھی آگاہ ہے
تیری بھی نامِ خدا وہ ضربِ اللہ ہے
دیگر

تاب کیا برق مرے سامنے منتہن جھاڑے
کہدے لوح سے تا جلد وہ ذوقِ جھاڑے
گرد کین دامن دل سے نہ وہ مطلق جھاڑے
پھر چمن میں نہ گلِ دامن و زینق جھاڑے
بات تجھ پر نہ بنا کر کوئی احق جھاڑے
خوب اس کو ترے رنجدان کی رونق جھاڑے
جیان پری وہ اے مرشد برحق جھاڑے
دیگر

شرر آہ جو میرا جگر شوق جھاڑے
سیر دریا تجھے منظور ہے گر اے میکش
جھاڑے دامن سے مری خاک و لیکن افسوس
پھول سے تیرے جھڑن منہ سے تو لہرت سے صبا
ٹٹنی جھڑ جاوے گی ساری ابھی اس کی کہدو
گل بیٹھے مجھ پہ چمن میں اگر اے رشک چمن
ہے کہاں عشق میں مجھوں کو ظفر یہ رتبہ

جھڑی مسمیٰ کی جو اصل لب پہ ہان یون ہے
 ہمارے آہ کی مانگن نے بوڑھے کاٹا ہے
 تمہارے ابرو پر خم سجاد اللہ
 اشارہ ہے کہ ملیں گے ہم اور اونچن سے
 نہ ان سے ترک فاقا ہو نہ ہم سے رک وفا
 تمہارے ابرو مڑگان کے واہ واہ قربان
 کسی سے وعدہ خلائی
 کہ بر خلاف ہوا اس

تم بزم طبر میں عیسے بے حجاب پیچے
 اس مست نے جو دیکھا سینہ میں بھونکو
 اس بزم میں ہوتا گر پاس ابرو کا
 کرتے ہیں زندگانی ہم یون اخیر حیرے
 نطفہ مرے مرض کا پاتے نہیں اطبا
 لون ان لبوں کا بوسہ جب وہ عرق میں تر ہوں
 قلیان کو گرچہ
 پر اے ظفر بین اب تو
 نہ کیونکہ شوق کی گرمی سے دل کا داغ جلے
 مری طرح سے جو آتش نفس ہو تو جلیں
 پڑے جو سے میں ترا کس روئے آتشناک
 اگر ذرا تری وحشت زہون کا مالہ گرم
 اتحاد پردہ فالوں کو جو تو اے خرم
 نہیں ہے سوز و محبت میں کچھ ہمیں پروا
 ظفر ہے رشک سعید و نہ بد خصا لو کو

کہیں بھی آتش یاقوت پر دھنواں یون ہے
 تمام ہو گیا نیلا یہ آسمان یون ہے
 خیدہ دکھی نہیں بچی استہان یون ہے
 لگائی آپ نے کونچے پر زرد بان ہون ہے
 ارادہ اب تو وہاں رہوں ہے اور یہاں یون ہے
 کیوں نہ میرے سیدھا خم کمان یون ہے
 ظفر نے کب کی ہے
 سے اک جہان یون ہے

ہم خون دل بین اپنا جائے شراب پیچے
 سجا کر دو نگر بین دنیا میں آب پیچے
 آنکھوں میں اشک بھر کر ہم کیوں شتاب پیچے
 دن رات غم بین کھاتے اور خون ماب پیچے
 دھو دھو کے بین وہ آپ ہی اپنی کتاب پیچے
 شربت میں ہیں ملا کر اکثر گلاب پیچے
 عالم سمروہ بین بتاتے
 تو سب شیخ و شاب پیچے
 وہ کہہ گئے ہیں کہ آئین سے ہم چراغ جلے
 تو یک مالہ سے تیرے تمام باغ جلے
 تو آفتاب نہ کیوں دیکھ کر لاغ جلے
 شر و فشان ہو تو دامن کوہ زاغ جلے
 تو خوب بزم میں پروانہ با فراغ جلے
 بلا سے جان جلے دل جلے دماغ جلے
 ہما کو دیکھ کے کیونکر نہ دل میں زاغ جلے
 دیگر

عزیز و اس شکر سے محبت کی تو ہم نے کی
 جو مشق پیشہ رانی کی تا کیا کر کوکسی تو نے
 نکر تے یاد وہ قیامت تو اٹھی ہمہ کیوں آفت
 ہوئے سب بارہ کس محفل میں شب ساقی کے من کش
 کہا درد و الم نے کج تنہا یہ من یہ مجھ سے
 کہا اس بیوفا نے کیا دل اپنا دیکے آپ اس کو
 اٹھایا سر کو مجدد سے نہ خراب رو برو میں
 ظفر وہ شعلہ غو کیونکر نہ ہم پر آگ بجایے

تمہیں کیا جان سے اپنی عدوت کی تو ہم نے کی
 بیش سبز کاوی کی مشقت کی تو ہم نے کی
 یہ برپا اپنے سر پر اک قیامت کی تو ہم نے کی
 یہ برپا اپنے سر پر اک قیامت کی تو ہم نے کر
 فطخ خون جگری ہی پر قیامت کی تو ہم نے کی
 کر چھوڑا سب نے تجھ کو اک رفاقت کی تو ہم نے کی
 گوارا جان پر اپنی مصیبت کی تو ہم نے کی
 جو عابد ہیں تو ہم ہیں اور عبادت کی تو ہم نے کی
 زبردستی لیا بوسہ شرارت کی تو ہم نے کی
 دیگر

یون تو ہیں ہم بہت حسین پاتے
 دل پر درد اپنا پہلو میں
 الف مہلکیں سے ہم ترے ہمسر
 دکھتے جھکو ہم جو گریہ سے
 پانوں کے آجے سے کائنات کے
 باغ میں سامنے ان آنکھوں کے
 جیسا وہ لعل لب ہے ہم ایسا
 کچے ہم اپنا حال تنہائی
 غیر تو ہے ظفر
 ہم ہیں بری

کائی تجھ سا شکر کہیں پاتے
 ہم میں ہمدرد ہمیں پاتے
 نہیں شک تدارو چین پاتے
 فرصت اے شوخ مر جبین پاتے
 ہم تو ہیں زیر پوشش پاتے
 ہم ہیں زرخس کو شریکین پاتے
 نام کو بھی نہیں تنگین پاتے
 تم کو خواہ اگر کہیں پاتے
 کر انکون
 آستین پاتے
 سے

پہونچتے خاک ہیں آنکھوں میں سکی ڈال کے ہم
 تنہا رہی ہو سسکی زائد بھی اے جو بندے
 رکھیں گے ہم بھی لٹک سے جوش کی پھر امید
 نکل رہیں گے تری زلف پر شکن کے بل

تری گلی میں بھلا پاسن دیکھ تو پائیں
 ذرا وہ کوئی ادا کوئی آن دیکھ تو پائیں
 کسی کو شاد نہ اے آسمان دیکھ تو پائیں
 مگر ہم اب کی گئے تیرے کان دیکھ تو پائیں

جو کھوئیں آپ کو ہم جھوٹے جاواں میں
 ظفر کہیں نہ کہیں کچھ نشان دیکھ تو پائیں

جو موسم بہار میں مست شراب ہوں گے تو ہوں
 کبھی تو ہاتھ سے اپنے پلا شراب ہمیں
 گنیں گے تیرے ستم ہم نہیں اے ظالم
 بیان کریں گے ہم آج اوس سے سوز دل اپنا
 تنہا رہے کہنے سے ہوس یار کو پھوڑیں گے
 مجھے ہیں کوچہ گیسو میں بن کہے میرے
 ظفر وہ روئے کبابی عی ہم تو دیکھیں گے

کسی کو کیا ہے ہم آپ ہی خراب ہوں گے تو ہوں
 رقیب رشک سے جل کر کباب ہوں گے تو ہوں
 جو ہم پہ جو رو جفا بے حساب ہوں گے تو ہوں
 وہ سن کے ہم پہ جو گرم عتاب ہوں گے تو ہوں
 خفا جو حضرت ماسح جناب ہوں گے تو ہوں
 بلا سے حضرت دل گر خراب ہوں گے تو ہوں
 جو خورہ گیر یہ اہل کباب ہوں گے تو ہوں

دیگر

ہے تصویر تیری مڑگان کا جو دلبر آکھ میں
 چھ رہے ہیں سینکڑوں نشتر پہ نشتر آکھ میں

مطلع دانی

کوئی تو رہتا ہے اپنی ماہ جگر آکھ میں
 ہے جو مارے کی طرح تکی منور آکھ میں

مطلع ثالث

بھیج کر مج کو نہ سمجھے تو شکر آنکھ میں جون بصارت میں رکھوں تجھ کو مقرر آنکھ میں
 ماگہان اوس خال لب کا یوں تصور آندھا اوڑ کے پڑ جائے کسی کے جیسے کنکر آنکھ میں
 یاد دندان میں جو روئے ہم ترے اے بحر حسن بن گئے آنسو ہمارے صاف گوہر آنکھ میں
 کیوں نہیں دل پر لگاتا ہم یہ بختوں کے تیر سرمہ و شبالہ دار اے شوخ دیکر آنکھ میں
 عشق میں لخت و لخت جگر کے روبرو لعل بھی ہے ایک اپنی لال پتھر کنکھ میں
 ہے جو بن تیرے زمانہ اپنی نظروں میں سیاہ بن گیا ہے سرمہ نور ماہ انوار آنکھ میں
 کیوں نہ ہر لحظہ سایا اپنی آنکھوں میں رہے ہے برنگ مرکب اوس ماہ کا کمر آنکھ میں
 خاک میں ہم کو ملائیں گے برنگ نقش پا
 وہ جو آئے ہیں ظفر سرمہ لگا کر آنکھ میں

بوسہ رش وہ ہمیں دل ہم اپنا یں تمہیں
 درد دل اپنا صدم کیوں نہ ہم تجھ سے کہیں
 چپ رہا جاتا نہیں کب حکم چپکے رہیں
 وہ عیب ہیں کہتے ائے بن کیونکر مرین
 تو ہمیں دے گالیاں ہم دعا تجھ کو دیں
 بھر رہا ہے دل مرا کیوں پھر آنسو بہیں
 چشم و دل دونوں ہمے ہم بھلا کس کو کہیں
 یہ ترے جو رہے ہم کب تک کہیں
 اس غزل بچ سب ظفر
 آفرین تج کو کہیں

میری لے جانا وان خبر ہے کون	مجھے بٹلا دو وہ بشر ہے کون
جو مقابل تری نگاہ کے ہو	ایسا رکھتا دل و جگر ہے کون
بار غم جیسے دل پہ ہم نے لیا	وجہ یوں لیتا جان پر ہے کون
سوز الفت نہیں ہم تو آگ	پھر لگتا ادھر و ادھر ہے کون
دیکھ کر جس کو کھل سکیں آنکھیں	ایسا آیا تو مجھے نظر ہے کون
زلف و رخ کے سوا نہیں معلوم	شام ہے کون اور سحر ہے کون
جس کو ہووے نہ خواہش دنیا	ایسا دنیا میں وہ بشر ہے کون

قطع

بعد استاد ذوق تیرے سوا	رکھتا ٹہید شعر تر ہے کون
لکھ اسی قافیہ میں اور غزل	تجھ سے بہتر اب اے ظفر ہے کون

دیگر

نہیں رکھتا ہوں یہ خبر ہوں کون	اور کچھ ہوں کہ ہوں بشر ہوں کون
زلف تیری جو کان لگتی ہے	جانتی وہ نہیں مگر ہوں کون
ترے دامن سے رگ لیتا ہوں	تیرا ہوں مشت خاک در ہوں کون
کیا بتاؤں تجھے میں اے ہم	پر ہنر ہوں کہ بے ہنر ہوں کون
کبھی گھر میں جو آئے تو میرے	میں بھلا شوخ فتنہ گر ہوں کون
نہیں کہتا یہ آج تک مجھ پر	آ گیا وہاں سے یہ کدھر ہوں کون
کوئی کہتا ہے جو وہ آتے ہیں	پوچھتا ہوں سے جانگر ہوں کون
بندہ بادشاہ مطلق ہوں	گرچہ رکھتا ہوں تاج زرہوں کون
وہ جو کہتا ہے مجھ کو کون ہے یہ	آتا بے دید کو نظر ہوں کون
کوئی پچکاٹا بھی ہے مجھ کو	شاہ ہوں یادگرا ظفر ہوں کون

دیگر

چہنے دیتی نہ پر عاشق دلگیر کو پاؤں
نہیں درکار ہیں قاتل تری ششیر کو پاؤں
کر لگاتی ہے یہ قرآن کو تفسیر کو پاؤں
بسکہ بجاتے ہیں مرے حلقہ زنجیر کو پاؤں
ڈال دیتا ہے یوں باعدہ کے نچیر کو پاؤں
نہ تھکے دیکھ تو ہوں گردش تقدیر کو پاؤں
ہے مجھے جوں خورشید
لکھ کو پاؤں

یوں تو بندھوائے حائے بہت بے چہر کو پاؤں
چلتی میدان میں ہے یوں دم قل عاشق
بے ادب زلف ہے کیا روئے مخطوط پہ ترے
اے ہنوں رکھتا ہے آغوش عی میں اپنی سدا
ذبح کرتا نہیں وہ صید گلن کیا ہے ستم
دشت گردی میں ہنوں عمر ہوئی اپنی ہر
اے ظفر یوں جو پھرنا
توڑے ہیں مرے شاہ

لاکوں ہی پڑے ہیں سینہ افکار روزن
چٹائی کی طرح میرے دل زار میں روزن
کہتے ہیں دل چرخ ستکار میں روزن
ہوں سیکڑوں اس گنبد دوار میں روزن
اس ہیرے سے اس گوہر شہوار میں روزن
آئے جو نظر آج دیا میں روزن
گر کوئی غم خانہ غدار میں روزن

کل دیکھا جو گھر کے ترے دیوار میں دن
تیرنگہ باز سے ہیں تیرے ہزاروں
شب دیکھ کے کہتے تھے ستاروں کو ہم مست
ہونچے جو مرے مالہ شکیر کا اک تیر
سوراخ کرے دل میں تکیوں اشک کر ہووے
روزن کی طرح اپنی کھلی رہ گئیں آنکھیں
مستون کے ہو سوراخ ظفر دل میں جو دیکھیں

دیگر

بن مجھے نکتہ حباب اور موج سیکر آئین

دیہ تر کو جو پونچھا میں نے رکھ کر آئین

مطلع پانی

سوج دلیا سے نہو کس وجہ ہمسر آئیں
سوج طوفان خیر اوکو دیکھ کر کہتی ہے خلق
سرو ہمسر ہو سکے تیرے قدر دلجو سے کیا
خار صحرائے بوڑائیں دھجیں دامن کی کیا
اشک اپنا بھی کوئی اے مردمان طوفان ہے
تیغ کو تکتے ہیں وسدم اوکے جاننازاں خلق
غلو ڈر ہے یہ مہار کوئی دہشگیر ہو
ہر نیساں کیوں نہو غفلت سے پانی اے ظفر

روز شب رہتی ہے میری چشم بڑ پ آئیں
اوس نے پہنکا ہے قبا کی اپنی جن کر آئیں
کیا چٹھانا ہے تو اے رشک صنوبر آئیں
چاک ہے دشت جنوں سے بھی سراہر آئیں
چھوٹا ہرگز نہیں یہ طفل ابر آئیں
جب ولتا کہہ کے ہے اللہ اکبر آئیں
خون سے آلودہ ہے تیری اے شہر آئیں
طرف تیرے کلک کے جھاڑے ہے گوہر آئیں

دیگر

زاہد نہ بادہ نوش ہوں نے سے پرست کیوں
کہتا ہے میرا مالہ کہ نہ بام چرخ پر
گردش میں ہوں پہر کی مانند روز و شب
مانند گرد باد جنوں تیرے ہاتھ سے
یہ نفس کافر اور بھی کرتا ہے سرکش
وہ مست ہو گیا بھی اگر باخ میں کبھی
ہستی کے میکدے میں
روز ازل سے مست

رہتا شراب خلق عی سے خوب مست ہوں
چٹھ جانا ہوں میں ابھی اس و جو اک کتا جست ہوں
اک لختہ پھر کہیں نہیں کتا نشست ہوں
کیا کیا سدا میں دیکھتا بالا و پست ہوں
ہر روز اس حریف کو دیتا شکست ہوں
پہروں عی لوٹا میں نہ دار بست ہوں
ظفر کب ہوا سرور
شرب است ہوں

رنگ لائیں نہ تری کرنی چبا کر باتیں
 جاتے ہیں لاکھوں ہی وہ ہم کو سنا کر باتیں
 سن تو جائیں مری وہ دو کیو آ کر باتیں
 کرتے ہیں غیر سے کیا آنکھ ملا کر باتیں
 تجھے منظور جو سنی ہیں منا کر باتیں
 سب سے ل جاے ہے رو پار ملا کر باتیں
 کرتے ہیں دو دو پہر اشک بھا کر باتیں
 جھوٹی جی مری جانب سے لگا کر باتیں
 ہم سے گزرتے جاتے ہیں
 ظفر روز بنا کر باتیں

پاں کھا کر نہ رقیبوں سے کیا کر باتیں
 دیکھو شہر جو اک بار اھر آتے ہیں
 ہمدرد کو مری شکل سے نفرت ہی سکی
 کیا تراشا ہے نہیں کرتے نگہ بھی وہ اھر
 بزم جامان میں دلا منہ سے کس و ماس کے
 تجھے اے شوخ غضب یاد ہے ڈھب لئے کا
 دل سے ہم سے دل اے یاد جدائی میں ترے
 مجھے ڈر ہے کہ نہ مفسد کہیں بھڑکائیں اونھیں
 آپ سے آپ ہی وہ
 کچھ نہ کچھ ہم پ

کیونکہ جی ڈالے پر اپنا کسی کے جی میں
 خون دل بیٹھ رہے اپنا ہی پا کے جی میں
 آ گئے صاف شراب غمی کے جی میں
 اتنی آتی نہیں انوس کسی کے جی میں
 کبھی آتی نہ مرے سرد سہی کے جی میں
 بھر رہے تھے مرے ٹھکڑے جو کبھی کے جی میں
 اے ظفر رہ گئے ارمان تو جی کے جی میں

دم کچھ آئے جو یوں رشک پری کے جی میں
 نہ ملا قطرہ مجھ دور میں تیرے ساقی
 چشم بیگون وہ ہمیں یاد جو آتی تو مرے
 کوئی سمجھائے سے میری طرف سے منہوار
 مجھے دکھانا جو اپنے قد رعناک ی بہار
 وہ جو آئے تھے تو سارے ہی فرسوش ہوئے
 وہ جو آئے بھی تو کیا آئے نہ دم بھر ٹھہرے

دگر

مست ہمیں لا تو نے کچلو اب جو چھوٹیں کچلیاں ایک دن ہو گا کہو گے ہائے ٹوٹیں کچلیاں

مطلع ثانی

پھوٹ کر روتے تھے ہم تھیں جبکہ چھوٹیں کچلیاں دل ہی تو ہا ہائے اپنا جو جب ٹوٹیں کچلیاں
مہر بھری تک حفاظت ہم نے کی اسے چرخ تیرے زہر ستم سے پر نہ چھوٹیں کچلیاں
دیکھ کر تارے نشے میں رات کو کہتے تھے مست مزہ میں چرخ بھر کے کس طرح چھوٹیں کچلیاں
کیونکہ ہو جاے دہن بالکل نہ بے رونق رہزن بھری نے لوٹے دانت ٹوٹیں کچلیاں

دگر

ہمدرد آٹھ پہر عشق میں غم کھاتے ہیں کس کو ملتی ہے غذا ایسی جو ہم کھاتے ہیں
چچ و تاب اپنا دل زار ہے کھانا کیا کیا ہاں زلفوں کے ترے رش پہ جو غم کھاتے ہیں
آب گر یہ مرا آ جائے جو طغیانی پر غوطے افلاک ابھی دیدہ غم کھاتے ہیں
بیخبر کو نہیں اس طرح سے کھانا کوئی جس مزے سے ترے ہم تیر ستم کھاتے ہیں
کھاتے ہیں حضرت دل عشق میں یوں لاکھوں داغ جیسے صرف کہیں دینار و درم کھاتے ہیں
سبزہ رنگوں کی محبت میں ہیں ہم اتنے غم ہاتھ آئے اگر اپنے ابھی سم کھاتے ہیں
اے ظفر دل سے محبت ہے رقیبوں کی اونہیں کیا ہوا گرچہ بظاہر وہ قسم کھاتے ہیں

و گھر

عرق جو روئے نکلے کون بہت پر فن سے میں پونچھوں
تو گویا او سکے رخسار گل مکش سے میں پونچھوں
سر شک خون کسی صورت نہیں تھمتے نہیں تھمتے
کہاں تک دیدہ خونبار کو دامن سے میں پونچھوں
اسی سے ہے مری زبانش تن خاکساری میں
غبار کوئے جاں کیونکہ اپنے تن سے میں پونچھوں
جو خون آلود ہے شمشیر قاتل کی تو ہونے دو
مجھے کیا کام جو سرفی لب دشمن سے میں پونچھوں
ابھی ہر تار دامن کا ہر نگہ موج دریا ہو
جو چشم اشکباراچی و رادامن سے میں پونچھوں
جو پونچھوں خاک تن سے اسے جنون کس چیز سے پونچھوں
جو بچہ امن ہو میرے پاس بچہ امن سے میں پونچھوں
مسی آلود لب سے گر پینا اے ظفر پونچھوں
تو شبنم باغ میں برگ گل سون سے میں پونچھوں

اے بتو تم جیسے اہل بعض و کین ہوتے نہیں اور ایسے دشمن ایمان و دین ہوتے نہیں

مطلع دہائی

عیش کے بندے جو تم سے مازنین ہوتے نہیں
 اصحا بیٹھا بنا باتیں یونہیں بے فائدہ
 ہم سے کرتے ہیں عدو کس نیائی سے کلام
 رات جاتی ہے گزراختر شادی میں ہمیں
 کب نہیں ہوتی ہمارے واسطے تیغ قضا
 خال کا جل کا بناتے ہیں وہ جب رخسار پر
 دیکھتے ہیں کب ترے جوڑے کو اے کافر کہ ہم
 اپنی اپنی محفل جلاں میں کہتے ہیں کبھی

بندہ پرور ہم سے بھی اندوگئیں ہوتے نہیں
 یہ سخن حیرے تو اپنے دلنشین ہوتے نہیں
 کیا تماشا ہے کہ دل میں شریکین ہوتے نہیں
 یاد سے غافل ترے اے مہ جبین ہوتے نہیں
 دیکھ کر کب قتل ہو چین چین ہوتے نہیں
 بعدو محفل میں جس دم نکلتے چین ہوتے نہیں
 کھا کے نکلا دل پہ بیدم بس وہیں ہوتے نہیں
 اے ظفر افسوس اوس جا اک ہمیں ہوتے نہیں

دیگر

بیش لعل ی تجھ سے تو چشم تر برستے ہیں
 ہنوں رحمت تجھے تیری بدولت دست مٹاؤں سے
 عجب عی میکدہ میں جھگڑتے ہوتے ہیں مستوں کے
 ہوئے اوس ابروے خمدار پر جس دن سے ہم مائل
 شب فرقت میں کیا کیا آہ آہ اخبار سے اپنی
 تصور ہے در ہندان و لعل لب کا جو حیرے
 نکلتے ہیں کزک کر دل سے مالے کے مڑکی ہے

وگرنہ ابر نیساں سے کبھی گوہر برستے ہیں
 جدھر کو ہم نکلتے ہیں اوپر پھر برستے ہیں
 ذرا بادل کبھی گر ساقیا جگر برستے ہیں
 کمان چرخ سے تیر بلا ہم پر برستے ہیں
 حرکت یک انگارے سے اے کافر برستے ہیں
 سدا آنکھوں سے اپنے لعل نور گوہر برستے ہیں
 گرہتے ہیں جو بادل اے ظفر کم رت برستے ہیں

کوچہ جاں میں ہم گر یہ کناں بیٹھے تو ہیں
 دیکھے ہوتا ہے کب تک مہربان وہ ماہوش
 کیا غرض ہمکو جو ہوں منت کش تیغ اجل
 مر نہیں گے تو بھی کوچے سے انھیں گے ترے
 دیکھے کرنا ہے کب تک وہ کمان اب و بدف
 ٹھوکریں کس کس کی کھائیں دیکھے جون سک ماہ
 پوچھتے ہو تم ظفر کو
 آپ او نہیں کہتے ہیں کیا اے مہربان بیٹھے تو ہیں
 اشک وہ پوچھے نہ پوچھے مرد مان بیٹھے تو ہیں
 ہم اسی امید میں اے آسمان بیٹھے تو ہیں
 قتل ہونے کو ترے ہاتھوں سے ہاں بیٹھے تو ہیں
 جم کے مثل نقش پا جان جہاں بیٹھے تو ہیں
 کر کے ہم اپنی دلا خاطر نشان بیٹھے تو ہیں
 کوچہ دلدار میں ہم ماتواں بیٹھے تو ہیں
 یاں وہ آئے یا نہیں
 آپ او نہیں کہتے ہیں کیا اے مہربان بیٹھے تو ہیں

ہم آہ درد جدائی کہیں تو کس سے کہیں
 غبار دل میں ہے ان کے ہماری جانب سے
 سمجھتے ہیں ہم اسے مار سائی تقدیر
 ہمارے دل میں ہے اے شورش غم پہاں
 حقیقت شب ہجراں و روز فرقت ہم
 ہمارے قصہ غم غم سے تو کون سے
 جو دوستی میں ہوگی ہے اپنا حال ظفر
 نصیب تیرے برائی کہیں تو کس سے کہیں
 عزیز و بہر صفائی کہیں تو کس سے کہیں
 جو واں نہیں ہے رسائی کہیں تو کس سے کہیں
 جو تو نے آگ لگائی کہیں تو کس سے کہیں
 بنا تے ہیں وہ رکھائی کہیں تو کس سے کہیں
 یہ رنج و درد و جدائی کہیں تو کس سے کہیں
 عدد ہے ساری خدائی کہیں تو کس سے کہیں

دیگر

دندان وہ خوشنما دہن سینہ میں ہیں ایسے گہر نہیں کسی درج گہر میں ہیں
 کیا منہ ہے اند کا جو کرے گا مقابلہ ویسا بھرے ہوئے وہ مری چشم تر میں ہیں
 ہم سینہ پاک رہتے کتان کی طرح بے ام کیا شوق دید عارض رشک قمر میں ہیں
 کھاتے ہیں جس مزے سکھاندار حیرے حیر ہم پاتے یہ مزا ہی نہیں بھنگر میں ہیں
 دونوں طرف یہ جذب محبت کا ہے اثر ہم تلک اپنے گھر میں وہ اپنے گھر میں ہیں
 گردشِ زدوں کو حیرے نہیں ایک جا قیام رہتے فلک کی طرح ہمیشہ سفر میں ہیں
 کرتے ہیں او سکے ہاتھ قلم اس خطا پہ وہ خطا دیکھتے ہو میرا گلف ماسہ بر میں ہیں
 آنکھیں جو یوں چراتے ہو تم مجھ کو دیکھ کر بھگانے والے آپ کے میری نظر میں ہیں
 لکھ دوں جو وہ گھڑی میں تو پھر قاصد اسے ظہر لگے دوں جو وہ گھڑی میں تو پھر قاصد اسے ظہر
 لاتے جواب ماسہ مرا دوپہر میں ہیں لاتے جواب ماسہ مرا دوپہر میں ہیں

روحِ الواد

تم کسی دن سنو کہ رات سنو کبھی دل کی تو میری بات سنو
 لب شیریں کا وہ گے کیا پوسہ جب ہماری صمیم نہ بات سنو
 غافلو تم ذرا سنبھل کے چلو تلک ہے عرصہ حیات سنو
 تمہیں یہ بے صفات کچھ ہی کہیں تم اگرچہ ہو نیک ذات سنو
 سنتے جھگڑے ہو روز غیروں کے کبھی میری بھی واردات سنو
 شش کیا جانے دُخِ رز کو منہ سے رندوں کے تم صفات سنو
 اسے ظفر گوش دل سے تم اپنے قصہ دور ہے ثبات سنو

دیگر

دریائے اشک تا بھٹک پہنچا رات کو کیوں بولیں جھوٹ پانی لگا بیڑہ کا ہات کو
 رکھی گرہ میں رام ہے وہ زلف خم خم چاہے ابھی خرید لے سب کائنات کو
 کیا کیا کئے نہ رشک سے شمشاد باغ میں وہ سرحد کھائے اگر اپنی گات کو
 پروانے کو جلا کے کیا خاک بزم میں لگ جائے آگ خیم ترے انفات کو
 کوچہ میں عشق کے ہیں برہ ش و گدا کب پوچھتا ہے وہ کوئی ذات و صفات کو
 ہونا تکلیف کی طرح سے ہے ماسور وی کر لیتا دل پہ نقش جو ہے نیک بات کو
 دیوان ظفر کا دیکھ کے کاتب ہیں کہہ رہے
 نکلیں کہاں تک ترے ہم کلیات کو

ساتھ لو ہم کو تم جھڑے نہ پھرو ڈر ہیں اس پھرنے میں پڑے نہ پھرو
 میکش خوش کہاں جو تم جب تک ساتھ سے کے لئے گھڑے نہ پھرو
 پھرتے آوازہ کیوں ہو حضرت دل اوس گلی میں رہو پڑے نہ پھرو
 جس پہ اڑ جاؤ تم یقین ہے کہ پھر رہو اوس بات پر اڑے نہ پھرو
 اس زمانے کے چکنے چڑوں میں تم بھی چکنے بے گھڑے نہ پھرو
 کون کہتا ہے تم سے پھر آؤ بات سن لو کھڑے کھڑے نہ پھرو
 کیا غضب ہے کہ تم نہ جاؤ کہیں ہمیں کر پاؤں میں کڑے نہ پھرو
 اے ظفر جاؤ کوئے قائل کو نور اگر جاؤ بن لڑے نہ پھرو
 تم ہو دل کے اگر کڑے نہ پھرو

دیگر

اگر ہو خوش وضع ہو تم ہو خوش اوقاتوں میں ملتے ہو
 تولی کر تم برون سے کیوں بری باتوں میں ملتے ہو
 گلے لانا شب وصل آپ کا ہے دھوکہ کر شکل
 ہزاروں منٹوں سے تم کئی راتوں میں ملتے ہو
 نہیں آتے یہاں جس دن کہ ہوتی ہے ذرا بدلی
 عدو سے جا کے کیسی کیسی برساتوں میں ملتے ہو
 تولی کر تم سے وہ چاہیں ملا دیں خاک میں تم کو
 تو پھر اے حضرت دل دو ملاقاتوں میں ملتے ہو
 بہت سی آپ کے ملنے کی ہم گھنٹیں لگاتے ہیں
 کہیں جب ہم سے تم یکبارہ سو گھنٹوں میں ملتے ہو
 مشابہ ہم بھی سب اسٹکوں میں ہیں فرہاد سے دیکھو
 اگر شیریں سے تم اسے جان سب باتوں میں ملتے ہو
 ظفر ملتے تھے آگے صوفیوں سے عاتقاہوں میں
 پر اب تو میکشوں سے تم خرابا توں میں ملتے ہو

دیگر

زین پ رکھتے تھے جو کہ اپنے زور میں پاؤں	وہ اب ضعیف ہیں لکائے پیٹھے گود میں پاؤں
چھٹا نہ طائر دل تار زلف سے ہر گز	پھنسا یہ پھندے میں ایسا اولجھ کے ڈور میں پاؤں
جلیدہ ہوں گے کف پا میں خار مڑگاں کے	نہ ڈال دیکھ سر راہ چٹم سور میں پاؤں
بہال کیا کہ جو پھیلانے رشتہ سوزن	تمہارے زخموں کے زخم دل کے چور ہیں پاؤں
ہوس کو دھل ہے کیا دل میں گود باطن کے	رکھے ہیں چور یہ بے ڈر مکان گود میں پاؤں
کرے رخ نمکین کے عرق سے اوس کے حد	ظفر سے کہتا ہوں ڈالے نہ آب شور میں پاؤں
حلال خور کے گھر جائے ظفر لیکن	
نر کیے کوے حریص حرام خور میں پاؤں	

نہ اتنا دوز چلو ماقلو خیر کے چلو چڑو نہ باد کے گھوڑے پہ تم اتر کے چلو

مطلع دانی

دکھاتے مار تم اپنے خیر خیر کے چلو مگر نہ دوش پہ غیروں کے ہاتھ دھر کے چلو
 الکی خیر ہو ورپے ہے پھر دل بیتاب کہ اوٹھو کوچہ میں اوس شوخ مہنگر کے چلو
 جو دل میں ہو نہ کتر بیونت اور کچھ منظور تو دیکھ کر ہمیں رستہ نہ تم کتر کے چلو
 سنبھالو اسے رفقا محلو تو ان ہوں میں اٹھاؤ جلد نہ اسنے دم خیر کے چلو
 نکالا خط کے یہ لکھنے کا تم نے وہ عنوان کہ اوسکے چڑھنے کو تم ساتھ نامہ کے چلو
 فرد ہوئی نہیں آتش ہمارے دل کی ابھی ہماری خاک پہ دیکھو نہ پاؤں دھر کے چلو
 یہ سارے جان کے جھگڑے ہیں جان دینہ نہیں تم آج حضرت دل فیصلہ ہی کر کے چلو
 فغا رہو گے کہاں تک ہت رہی خفگی بس اوٹھو مشفق من خوش ہو گھر ظفر کے چلو

دگر

ہر بات پر جو میری تم بات کاٹتے ہو محفل سے شایہ اپنی نچلو او چاٹتے ہو
 تم زیر مقف گردون یارو کرو گزارا کسے دن کے واسطے یان چھت گھر کی پاٹتے ہو
 بس واسطے خدا کے اے ماحو سدھارو بک بک کے کیوں ہمارا تم مغز چاٹتے ہو
 تیج گمہ لگاؤ اس چار پارہ دل پر دیکھیں تو ہم بھی کیسے چورنگ کاٹتے ہو
 دیوانوں سے یہ اپنے کہندو کہ خاک اوڑا کر کس و گرد میں ہمیشہ گردون کو آٹتے ہو
 جس روز تلخ کھائی سنتے ہو کچھ ہماری اوس روز تم مضانی یاروں میں باٹتے ہو
 اوس لعل شکرین کی بوسہ کی چاٹ تم کو ایسی ظفر لگی ہے ہونٹوں کو چاٹتے ہو

دیگر

بڑھا دے گر نہ جوہر عزت و توقیر آہن کو
گلے میں پہنیں جو زنجیر زر کو وہ پری اپنے
برہن اوس صنم کی دیکھے گر تصویر کاغذ پر
دل پر سوز سبز میں ہمارے ہے وہ انگاہ
گر انہار وں کو ہے صحت سکسار وں سے مازیا
خل مٹی کا ہے فنان کا تو غالب خاکی
عجب کیا فیض صاحب دل سے پہونچی حیرہ بخنو کو

جو سمجھیں تیج چوٹیں سے تہہ شمشیر آہن کو
تو یہ دیوانہ ڈالے پانوں میں زنجیر آہن کو
نہ تصویر حجر کو پوجے نے تصویر آہن کو
اٹھائیں گی نہ تاب اوکی نہ آتھکیر آہن کو
کر نکلے کی کمان میں کون چھوڑے تین آہن کو
نہ ڈھا کر ملا دے خاکسوں میں تعمیر آہن کو
بدل دیتا ہے پارس اے ظفر ناظر آہن کو

دیگر

کیا دیکھے کوئی اوس رخ روشن کی تابکو
یوئے عرق سے یار کے خوشبو ہے یہ دماغ
سودا مجھے نہیں تری زلفوں نے اسے پری
ہے شوق یور لب میگون ترا نہیں
ہم نے دیا وہ معرکہ عشق میں جواب
کہتے ہیں بارہ نوش نئے میں شفتی نہیں
دود جگر جو میرا گھٹا زیر آسمان
جب یار آ گیا نکلین حسن یار کا
کرتے ہیں بار ساغر
دیا میں دیکھتے ہیں

جس کے نہ دیکھنے کی ہو تاب آفتاب کو
ہم سمجھتے نہیں کبھی عطر گلاب کو
دیوانہ کر دیا دل جانہ خراب کو
نہ بھی نہیں لگاتے وہ جام شراب کو
سب جواب ہو گئے سن کر جواب کو
شیشے میں آسمان کے بھرا ہے شہاب کو
دیکھا نظر سے سب نے گھٹا کر حجاب کو
مرچیں کی ٹنگ گئیں مرے دل کے کہاب کو
صیا کو بارہ کش
ظفر جب حباب کو

اوس پر غضب کا غصہ فرو دیکھیں کس سے ہو
 خالی نگر سب پہ سب دیکھیں کس سے ہو
 جمعہ ادا ترے سر کو دیکھیں کس سے ہو
 سراب اپنا تشنہ گلو دیکھیں کس سے ہو
 لیکن یہ سبز چاک رو دیکھیں کس سے ہو
 دل تیرا سوں ہو جو کبھی دیکھیں کس سے ہو
 سچا پر اپنے قول کا تو دیکھیں کس سے ہو
 جادو بجائے اشک ہو دیکھیں کس سے ہو
 صاف اے ظفر وہ آمیزہ رو دیکھیں کس سے ہو

رہنی وہ شوخ عربہ جو دیکھیں کس سے ہو
 پیتے ہیں یار یار میں بھر بھر کے جام سے
 کعبہ میں گر ناز کسی نے پڑھی تو کیا
 شمشیر و حجر آپ کے دونوں ہیں آبدار
 صبح نے میرا چاک گریبان تو سی دیا
 خارا گداز مالہ ہے آہن گداز آہ
 وعدہ ترا رقیب سے ہے اور ہم سے بھی
 کتنی ہے چشم تر یہ دم گریہ اور سے
 اس آرزو میں خاک ہوئے کتنے خاکسار

دیگر

ہر کی جبر جائے ٹپٹی چشم تر کے روہرو
 ہٹک دے لپٹی سے وہ خطا کو کتر کے روہرو
 لائے ہے جس وقت ساقی جام بھر کے روہرو
 تاب کیا ٹھہرے مرے داغ جگر کے روہرو
 کچھ کہے میری خبر کس بے خبر کے روہرو
 ہیں پڑی روپار لاشیں جس کے در کے روہرو
 بے ہنر حیوان ہے صاحب ہنر کے روہرو
 سچ ہے اسے رشک گل تیری کمر کے روہرو
 بول بھی سکتا نہیں کوئی ظفر کے روہرو

برق تھر جائے آہ پر شرر کے
 روہرو مانگے کس نوخط سے گر قاصد مرے خط کا جواب
 اشک بھر لانا ہوں تجھ بن چشم نین رستا مار
 جا پیچھے زمین غور شد ہو کر منضحل
 کوئی خبر بھی نہیں آیا کہ جو اخبار میں
 گھر ہے اے قاصد وہی اوس قاتل سفاک کا
 ہے ہنر شرط آدمی کی آدمیت کے لئے
 مار اپنی مازکی پر ہے رگ گل کو نگر
 کرتے ہیں غائب میں سب دھوئی نخن منجی کا پر

دیگر

فراق یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو

نصیب وصل تمہارا کہو تو کیونکر ہو

مطلع کافی

تو اپنے وعدہ کا سچا جو ہو تو کیونکر ہو
نہ جل کے خاک ہو جب تک مثال پروانہ
تر سے سرِ بھن کے سو علاج ہوں لیکن
کسی پر لڑنہاں دل کا میرے اے آنکھو
یہ ہم بھی چاہتے ہیں ترکِ عشق ہو لیکن
طیس نہ خاک میں جب تک تہا ری کشتہ از
جگر پر زخم تو کھالے گھر مر حاصل
کرم کہاں کہ تم بھی ہو کر تھما ز سے تم
جھکا تے سر نہیں آ ز اور اتنی شہدہ
ظفر جو نہ محبت میں دل سے دل کو راہ
وہ میرے حال سے آگاہ ہو تو کیونکر ہو

وہ ہندو دور یہ قرآن کا کیا قرآن سے ہندو کو
سیدائش کے دھوری سے گھر باندھا ہے ہو کو
سیدائش کو سکے ماتم نے کیا ہے چرخِ میلو کو
کہ کچھ پانگ کی حاجت نہیں ہے اس ترازو کو
سفید ایسا زمانہ نے کیا یکبارہ لو ہو کو
کیا رام ہو کیونکر ہمارے درد پہلو کو
کبھی وہ مر کو پیٹے ہے کبھی پیٹے ہے اٹو کو

عجب ہے مضمحلہ رخ سے ہو کر غلام گیسو کو
کہاں موم چشم و شہی میں ہے یہ خیر کا جل کی
جو کشتہ گرد شہنشاہ کا ہے سقا
ہنیر از پیش و کم چاہو نظر میں قول لو جس کو
عزیز و نہیں نہیں پاتے ذرا ہم ہو محبت کی
وہ آ رام دل و جان ہو نہ جھک اپنے پہلو میں
ظفر یہ شعر پرورد اپنے ہم جس کو سنا تے ہیں

دگر

نظہر دشمنوں سے رکھتے تم ان بن ہمارے ہو
کیا ہے قل ہوس لعل مسی مالیدہ نے ہم کو
اندھیرے گھر میں ہووے روشنی بے جا۔ ان کیونکر
آیا ہے عشق نے کشتہ ہمیں ہوس مروفا مت کے
نہیں ہے دل کے چھٹنے کا ہمیں کچھ اپنے غم لیکن
چراغ و گل نہ لاؤ تم ہمارے گور پر آؤ
ظفر ہیں وہ گل شاداب گلزار محبت کے

دگر

جانے کی نہ تم ہو اکیس اور نکالو
اے جو ہر یسیر سے در شک سے بہتر
گر مہر و وفا مجھ میں ہے کچھ عجیب نہیں ہے
ہم ترک کریں ماحمو اوس شونخ سے الفت
سینے سے مرے تیر تو ہاں تم نے نکالا
دیکھا کہ تمہیں دیکھ کے کتنے ہوئے بیدم

گھر باطن میں دیکھا تو تمہیں دشمن ہمارے ہو
نہ کیونکر گھر پر زبا گل سون ہمارے ہو
مناسب ہے اگر دل میں کوئی روزن ہمارے ہو
نکیو گھر قمریوں کا غل سر مدفن ہمارے ہو
یہ اندیشہ بد کھتے دل میں تم سکھن ہمارے ہو
کہ تم ہی خلع و گل اے غیرت گلشن ہمارے ہو
جنہیں تم اشک خون کہتے سردامن ہمارے ہو

کچھ رہنے کا ڈھب اپنے بک نہیں ہو نکالو
گر ہے تو کوئی دشمن اور نکالو
تم عیب کوئی ماہ جنین اور نکالو
گر ڈھونڈو کہ تم کوئی حسین ہو نکالو
چٹکان بھی اک دل کے قرین اور نکالو
لو پر دھ سے منہ پر دہ نشین اور نکالو

دیگر

جو پردے میں رہتے ہیں ونے کیا کہتے ہو پردے ہو
 چائے کھانا پردہ داروں نے پردوں کو پردے ہو
 کسکو مہمان گھر میں رکھو گے اپنے ایسے تکلف سے
 آج نئے دالان میں یہ بندھوا لے تم پردے ہو
 لکیر ساتھ رقیبوں کے تم بزم میں جا مہربا کو
 شرم و حیا کے کیوں یہ اوجھا لے آنکھوں نے دیکھو پردے ہو
 ہم سے ہے یہ پردہ تم کو آتے ہیں جب گھر میں ہم
 ڈالتے اک اک پردے پر تم ہر جا دو پردے ہو
 دیکھتے ہیں ہم ملن میں سے اپ سر بجا جا سکتے ہیں
 چھپ کر سب سے بچتے ہوئے ظاہر میں گویا پردے ہو
 دیکھتے ہیں جو تم کو ہمیشہ اپنی جگہ تمہارے
 چاہو تم بے پردہ ہو ونے پیار چاہو پردے ہو
 مثل خراج فانی کب ملو نہ ہمارا چھپتا ہے
 بیٹھے ظفر سے چھپ کر کیوں اسے پردہ لٹینو پردے ہو

مہفل شاید ظفر آج بھی ہو کل بھی ہو	گھر ترا شادی کا گھر آج بھی ہو کل بھی ہو
رات کو ہو رات جگا دن کو ہو صبح بھی شہنا	دھوم یہ شام و سحر آج بھی ہو کل بھی ہو
باعث صحت تری روز ہے دن عید کا	کیونکہ خوشی ہر بشر آج بھی ہو کل بھی ہو
گھر میں مہیا ترے اذپے نذر و نیاز	لعل و گہر سم و زر آج بھی ہو کل بھی ہو
وہ تری بزم میں جام سے عیش کا	اے شہ جشید فرآج بھی ہو کل بھی ہو
جو کہ سماں ہے آج یہ آج سے ہو کل سوا	عیش کا سامان سب آج بھی ہو کل بھی ہو
باغ میں نغمہ سرا کیوں نہ ہو مرغ چمن	بیٹھ کے ہر شاخ پہ آج بھی ہو کل بھی ہو
آج شب قدر ہو کل کا ہو دن روز عید کا	نیمن شفا کا اثر آج بھی ہو کل بھی ہو
وہ ہے ظفر خری کل بھی ہو پرسوں بھی ہو	جو کہ خوشی پیشتر آج بھی ہو کل بھی ہو

دیگر

تم اپنی کہہ پکے میں بھی کیوں اپنی اگر ٹھہرو
چھینیں بھی ہم قفس سے تو کبے یہ بے پروائی
ہم اپنے ساتھ پیارے جب تمہاری دل لگی جائیں
کوئی دم میں ہے جانا دم بھی میرا ساتھ ہی جانا
رہے جاتے ہیں پیچھے پا رہل میرے اسے اٹھکو
کر وگر جفا بردم ہم سے باوقاؤں پر
تمہارا ہنڈ بادل کھینچ لائے گا نہیں اب کو

دیگر

باد بند کی سے نہ تم کا جھگڑا بادھو
ہوئے ہو با رکش منت دنیا کیوں تم
زادہ بٹھکے بندوں میں نہ بادھو چلائی
ہم جو اکسات کہیں بزم میں تم سے بلحاظ
دست و پا تا سے زابہ کے ہیں ایسے بندو
بھول جاؤ تو بلا سے مجھ پر یہاں رہے
اسے ظفر دل کے دھوئیں میں ہے نہایت تلخی
تم خمیرہ ہو سے ٹھہرو کر گن بادھو

کون کہتا ہے کہ تو کلفت دل مضطر سے دھو
زخم ہونے ہیں مرے منظور اگر اسے چاہہ کر
دھو سکے تقدیر کے لکھے کو کوئی کس طرح
تو نیا سے مائل اگر دھویا بدن سارا تو کیا
جوش گر یہ دھوئے کیا داغ دل خون گش کو
مختب میخانہ میں آیا لیے سنگ ستم
روسیا کی کو جو دھوئے امہ اہمال کی
اسے ظفر اپنے وڈو را شک چشم تر سے دھو

مری دوبا تیں سن لو ہوسواک لٹکے ٹھہرو
کہاں جاؤ گے یاں سے اسے اسیر و چھو کر ٹھہرو
کہ ٹھہرا میں تمہیں گر اک گھڑی دور وہاں ٹھہرو
چلے اے حضرت دل تم ہو اب تھا کہ دھڑ ٹھہرو
انہیں تم رکھ لو گے کیوں چلے ہو شتر ٹھہرو
تو کیوں مشہور تم ظالم ہو کیوں میدا کر ٹھہرو
چلے دیتا ب ہو کر تم وہاں کیوں اسے ظفر ٹھہرو

بادولیات کا پیٹھے نہ بٹکڑا بادھو
دم سے اپنے نہ گدھو حرص کا کنڈا بادھو
اور جو کھانا ہو کوئی دھول کر چھڑا بادھو
جھاڑ تم گالیوں کے بول کے بھکڑا بادھو
تم ہو شاعر تو مقرر ہو سے بکڑا بادھو
مجھ پہ بہتان نہ کوئی بن کے بھکڑا بادھو

لیکن اسے گر یکدورت خاطر لہر سے دھو
تو اوی قائل کی تو آب دم جگر سے دھو
نہیں وہ حرف دین جو لکھ کے محنتی پر سے دھو
دھو سکے تو سب دنیا دل کی تواند سے دھو
دے ہےا دان کہ سیاہی لالہ اہر سے دھو
ساقیا بس ہاتھ اب تو شیشہ ساغر سے دھو

پری کو لائے بھلا کب خیال میں تم ہو
 دکھائے ہم کو ستارہ جلال میں تم ہو
 جواب اسیر بلا اس وبال میں تم ہو
 کبیر جتے کس لیے رنج و مال میں تم ہو
 ہمیشہ خون دل پا ہمال میں تم ہو
 جو بول اوتھتے مری عرض حال میں تم ہو
 کہہ دیتے ہوش و راہول چال میں تم ہو
 پھنسا آئے زلف مہمبہ کے چال میں تم ہو
 گویا ہو ہم کہ ہر کس خیال میں تم ہو

زیادہ جو مدد حسن و جمال میں تم ہو
 بنا کے سرمہ کا قل زیر ہر پرچم
 شب او کی زلف کو کیوں چھیڑ بیٹھے حضرت دل
 نہ پوچھا تم نے کبھی یہ بھی ہم سے ہائے تم
 حنا کی جائے کف پا کو اپنے کرتے لال
 وہ اور رکھتی ہیں دل میں زیادہ ہمنسو
 تمہارے سامنے ہے تاب مہنگو کس کو
 ہمارے طائر دل کو دکھا کے دانہ خال
 ظفر امید و قاپے بیو فادوں سے

دیگر

وہ خفا ہونا کے لئے آؤ

دوستو اوں کو جا کے لئے آؤ

مطلع دینی

یوں مدد سے تو چورا کے لئے آؤ
 گر او سے تم دیکھا کے لئے آؤ
 جس کو چاہو لگا کے لئے آؤ
 ساتھ اپنے بلا کے لئے آؤ
 حال میرا سنا کے لئے آؤ
 اوس پری کو اوڑا کے لئے آؤ
 تو کہا مشننا کے لئے آؤ
 دل جو اوس سے بچا کے لئے آؤ

جس کا دل چاہو جا کے لئے آؤ
 قاصد و رین تمہیں ہم اپنا کلا
 وہ لگا وٹ ہے تم کو یاد کر تم
 ہم بلائیں تمہیں تو عمر کو تم
 یارو جس طرح سے ہے اوں کو
 کچھ فسون سکھو ایسا حضرت دل
 جب کہا میں نے دل کروں حاضر
 یہ غنیمت تم اے ظفر سمجھو

دیگر

کچھ نٹائی میری دان انگلیوں پر ہو نچا تو دو
پر ہو سے یکبار تم میری خبر ہو نچا تو دو
گر کوٹھالا ہے مجھے تو وہ سکے گھر ہو نچا تو دو
لیک تجھ کو منزل مقصود پر ہو نچا تو دو
گور کے ہو سکے کنا رستا سحر ہو نچا تو دو
جو میری بازو تک تم یہ گھر ہو نچا تو دو

پا رہ دل یا کوئی لخت جگ ہو نچا تو دو
سن کے آئے کیا نہ آئے ہمد سو وہ خبر
کہتا جھوکو نہ ہو کے جتن لا عمر را
خوب سرگردان پھر یا حضرت عشق آپ نے
وصل کی شب تم کرو جس سے کنا را ہے یقین
قدرو قیمت کچھ تو ہو معلوم ہوا شک کی
جو کہ ہونا ہو سو ہو پر دامن دلداد تک
ہاتھ اپنا ایک دن تم اسے ظفر ہو نچا تو دو

جو وہ تم کرے ہے ایجا دکھ ہو چھو
پر تھر ہے جو سن کر فریا دکھ ہو چھو
کی جس طرح سے ہم نے رہا دکھ ہو چھو
کیا ہو چھتے ہو میری رو داد کچھ ہو چھو
جیسا ہے اس کا فمزہ جلا دکھ ہو چھو
کیا جانے شاد ہے یا شاد کچھ ہو چھو

اوس پر تھا کی طرز زبیر اد کچھ ہو چھو
ہو چھو نہ ہو چھو دل کا یوں حال تم ہلا سے
مانند نکلت گل مرانی اس میں میں
جو کچھ ہے حال میرا صورت ہی سے عیاں ہے
وہ چار خون گرفتہ روز اکو قتل کرنے
احوال دل ظفر کیا ہے چھتے ہو پیدارے

دیگر

یوں ہووے تو سمت میں اگر ہوے تو یوں ہو
ی خون ہو تو یوں نکلے جگر ہوے تو یوں ہو
تجھ کو بھی اگر نہ نظر ہوے تو یوں ہو
معلوم ہمیں دل کی خبر ہوے تو یوں ہو
ووں ہو جو ادھر ہوے ادھر ہوے تو یوں ہو
الفت ہو تو یوں دل میں جو گھر ہوے تو یوں ہو
شاید مجھے آرا مظفر ہوے تو یوں ہو

سب جھوٹ کر یوں رائے شر ہوے تو یوں ہو
کیا جی یہ بنے جکھیے جب ہاتھ سے تیرے
ہووے ہدف تیر نظریوں نہ مراد
آلودہ خون کا صد شک آئے ہمارا
غیروں پر کرم ہم پہ تم واہرے اخلاص
جائے نہ پس از مرگ بھی دل سے غم جاں
لے دل کو نکال آ کوئی چہرے پہلو

دگر

میکشونم نوش کوئی ساغر تو کرو

ذکر کیا اے حضرت دل ہو جو اوس گل کو تر

دیکھو پھر کیا کیا پریشاں ہوتا ہے سئل کا حال

کرتے ششیر رنگ سے گر نہیں کشتہ جھے

گل کا سوز دل سے بلبل کے جو روشن ہے چہ اش

کہتا ہے مینون تر الزکوں سے کو چپے ترے

لکھتے ہو تعریف او کی زلف بچان کی اگر

دگر

قل عالم کو کرو تم اور قضا کا م لو

نغم مجھے کھانے کو رو رو خون دل پہنے کو رو

یہ خطا شائستہ ہو بر ہم کرے وہ زلف کو

جو تھارے ہی میں آئے صوفی ماؤ تم

خون عاشق سے کرو رنگین جو ہاتھ اے مگر غ

حضرت دل آپ کی گر جیتے چھو اوس زلف سے

اے ظفر چہ تم و نگہ نما زو ادا

کون دل کو لے گیا اوس دریا کا م لو

سمجھ کر جو بر اچھو بر اکتے ہیں کہنے دو

نہیں گے ام جیتے ہی ہم او کی آئینا کی کا

چھوڑو تمکا خیال زلف مجھ کو حضرت اسح

ہمیں آتی ہے مگر تم کو فوسم شوق سے لیکن

وہ کہتے ہیں نہ نا نہیں گے اس ظلم و جفا سے ہم

نرو کو میرے سخن اور کو میرا حال کہنے دو

ظفر اب لے ہی ہو تم و کے اعل میوں کا

اگر وہ ہم کو بے شرم و حیا کہتے ہیں کہنے دو

کر تے بد مستی ابھی کیا ہوتا فل تو کرو

کرتے ہوتا لے اگر تم مثل بلبل تو کرو

اک ذرا گلشن میں واتم زلف و کا کل تو کرو

تو بلا سے زخمی تیغ تعادل تو کرو

کہ رو جھوکوں سے صبا کے تم بھلا گل تو کرو

مارتے پتھر نہیں ہو تم اگر عل تو کرو

اے ظفر اپنا قلم تم شاخ مثل تو کرو

اے تو تہمت ملو دیکھو خدا کا م لو

اے طیبو نے خدا کا نے رو کا م لو

اور خطا واریوں میں تم اس بے خطا کا م لو

پر نہرے سامنے تر کھوفا کا م لو

پھر کبھی بر گز نہ تم رنگ حاکا م لو

پھر نہ جیتے ہی تم اس کالی بلا کا م لو

کہ سچ ہے میں برا ہوں وہ بجا کہتے ہیں کہنے دو

اگر چہ وہ ہمیں ما آئینا کہتے ہیں کہنے دو

بلا سے گر گرفتار بلا کہتے ہیں کہنے دو

یہ ہم رو نے کا اپنے ماجر اکتے ہیں کہنے دو

اگر عشاق ہم کو پر جفا کہتے ہیں کہنے دو

لگا کر کان سن لو تم وہ کیا کہتے ہیں کہنے دو

خط بھی کبھی جو ہم کو لطف و کرم سے لکھو
 لکھا نہ جائے نسخہ تم سے کبھی طبعیو
 اسے کا جو زیادہ شکر گف سے ہو سرخی
 جاتے جہاں ہوں سے لکھتے ہو خط عمر و
 میں خوب جانتا ہوں ماحیر ہیں بالکل
 جو کچھ لکھو ہمیں تم وہ میر کو دکھاؤ
 شرط و فائنس ہے پیارے ظفر کو خط میں

دگر

خط نہر اتوری ناحق بدل کر پھینک دو
 میر کے ہاتھوں سے کھاؤ پاں لے لے کر مڑے
 رکھو اسے آنکھوں طفل شک کو آغوش میں
 پھینکتے ہو چھینر سے چھلا اگر میری طرف
 سوز دل میرا نہ لکھا جائے تم سے یک قلم
 پیٹے ہو افتوا کیا انجمن گردن پدانت
 شیخ جی قائل نہوں ہم اس تمہارے حال کے
 تک ہوں دل سے یہاں تک میں کروں برگزناہ
 اسے ظفر کی ساری کوہ علم اگر ہو عشق میں

خط شکستہ میں وہ ڈولے قلم سے لکھو
 گر حال پوچھ کر اس بیمار غم سے لکھو
 گر شک سرخ لے کر اس چشم غم سے لکھو
 جب جانیں کچھ حقیقت ملک عدم سے لکھو
 تم لا کھ عدم مائے قول و قسم کے لکھو
 اور غیر کو لکھو تو پوشیدہ ہم سے لکھو
 حرف شکایت کو کئی قلم و تم سے لکھو

دیکھو تو لو یونہی ہاتھوں میں نہ ل کر پھینک دو
 ہم گھوری منہ میں دیکھو تم اگل کر پھینک دو
 پاؤں پھیلا نا ہے یہ اتر چل کر پھینک دو
 کر کے چھل بل یا ان نہ پھینکویاں سے مل کر پھینک دو
 تم قلم اسکا جو چار چل کر پھینک دو
 یہ تو وہ دے نہیں تم جن کو دل کر پھینک دو
 سر سے عمامہ کو تم اپنے کو چھل کر پھینک دو
 پتھروں سے تم اگر اس کو کھل کر پھینک دو
 صرف ہمت تم کرو جس دم سنچل کر پھینک دو

دیگر

بذ زبان ہو یا ہو بد اطوار امن کوئی ہو
 جو کچھ گناہ تھی نا چا راس میں کوئی ہو
 بیچے ہیں جنس دل ہم عشق کے بازار میں
 شوق سے لے جس کو ہو درکا راس میں کوئی ہو
 ہو وہی جانیر جسے دے شربت دیدار تو
 اک اما راوہ سنگتوں بنا راس میں کوئی ہو
 ہوں جگر دل میں بوسے جانوں جسے دوسوڑ میں
 مار ہو یا آہا کبیا راس میں کوئی ہو
 تیری چشم مست کو جو دیکھے ہو جائے خراب
 خواہ صوفی خواہ ہو مینو اراس میں کوئی ہو
 ہو رنو کیونکر ہو اسارا اگر بیان نا کار
 یہ تو بان جب ہو کٹا بہت نا راس میں کوئی ہو
 دیکھئے ہو مکونہ دل جس میں نہ پھر ہو وفا
 مہر طلعت ہو کہ مہر دفسا راس میں کوئی ہو
 جان و دل ایمان و دین میر و فخر دماضر ہیں سب
 اپنے ہم ملت وہی ہو جس کا نہ سب عشق ہو
 اسے ظفر کا فر ہو یا دیند اراس میں کوئی ہو

لاتے ہو کیوں حضرت دل یہ شکوہ دس میں جانے دو
 جاتی رہیں گرفت کی وہ ملی راس میں جانے دو
 جانے گا کیونکر نا ہمیں میا رو لے بے بال و پر
 جانے اگر پھر اولٹا پھر کر دام و نفس میں جانے دو
 کرتے ہو اوس سوخت جان کو دیکھو کیوں سرگرم فغان
 دیکھا جلا یہ سارے جہاں کو ایک نفس میں جانے دو
 کوچے میں اوس زلف کے دونوں ل کے کرو بوقات بسر
 پادہ دل اسے لکھو ہیں یہ پادہ آتش مژگان پر
 آگ لگاؤ دیکھو نہ تم اس خار و خس میں جانے دو
 کھو لو نہ بزم غیر میں کھو نکھٹ منہ سے اپنے دیکھو تم
 جان مری فطارت کی گر جاے ہوس میں جانے دو
 اپنے دل دیوانہ کو سمجھاؤ ظفر ہو راس پر بھی
 جاجی پڑے اوس رشک پر کی کے گریہ بس میں جانے دو

دیگر

پھر تے تھے ہم ڈھونڈتے جس کو تم میں پایا تم ہی تو ہو
غیر کا دھوکا ہم کو نہ دتم ہم نے ناڑا تم ہی تو ہو
برق میں کیا اور شعلہ میں کیا خوردشید میں کیا ارو ماہ میں کیا
سب میں ہوا کھلو تھو را جلوہ فرما تم ہی تو ہو
یہ تو بند دردی کش سب صوفی صافی شرب ہیں
کرتے چشم مست سے اپنی مست ہما تم ہی تو ہو
پردے میں تو ہم کو گمان تھا شاید کوئی ہو رہا ہو
اب تو ابھٹا کر پردہ ہم نے خوب جو دیکھا تم ہی تو ہو
راہما میں تم کو اپنا جانا ہوں اے حضرت عشق
میرے ہادی میرے مرشد میرے سولام تم ہی تو ہو
کیوں ہونا لاں کیوں ہو گریاں گر کر دم غلم و تم
کرتے عاشق زار کو اپنے غلق میں رسوا تم ہی تو ہو
فل کرے کر تم کو ظفر وہ کیا ہے قصور ابوس کا حل کا
کرتے ہو سکے سامنے جا کر عشق کا دعویٰ تم ہی تو ہو

چاندنی کس جاؤ کھلے شب کو نور کے تڑکے آئے ہو
 مہر جو بنا کمائے ہو تم کس سے بگڑ کمائے ہو
 پوچھتا ہوں یونوں سے ترے دشت میں بچوں رو رو کر
 کیس و تمہاں اسے خانہ خزاں گھر سے بوجھ کر آئے ہو
 کیونکہ روئیں حضرت دل ہم تم کو لگا کر سینے سے
 مدت میں تم پاس ہمارے ان سے بگڑ کر آئے ہو
 لے کے جواب تھا کو ہمارے ان سے تم آئے مامہ برو
 آئے تو ہو لیکن کیا کیا پاؤں رگر کے آئے ہو
 یہ تو راے دیدہ گریبان پوچھ تو اپنے انگلیوں سے
 گرم جو ہو کے آئے ہو لڑ کو کس سے لڑ کر آئے ہو
 ایک گھڑی کا وعدہ کر کر چار گھڑی کے عرصے میں
 آئے ہو تو بات نئی اک دل سے گھڑ کر آئے ہو
 بند کیا ہے ہونے اپنے گھر کے آنے والوں کو
 کیا جانے کیا کس کس کے نظر تم پاؤں پڑ کر آئے ہو

دیگر

جو ہیں یہ حال انکار ہےیاں ہے تو اور وہاں ہے تو
 جو کر بھلے ہیں وہ نکلا ہوا ہےیاں تو ہے تو اور وہاں ہے تو
 خواہ چھٹا بھلائی میں دل اور خواہ چھٹا بھلائی میں
 تیرا اسیر دام ہلا ہےیاں ہے تو اور وہاں ہے تو
 طمع حرم میں نور ہے اور چرخہ اسیر میں بھی
 دونوں جاوے جاوے ہلا ہےیاں ہے تو اور وہاں ہے تو
 پاس ہے تو یا دور ہے تو پر جو ہے تر عاشق زار
 تجھ پہ وہ جان و دل سے فدا ہےیاں ہے تو اور وہاں ہے تو
 مہم چمن یا لب و لہجہ ساقی ہے تو زار و ہوا
 بارہ کئی کا آج ہلا ہےیاں ہے تو اور وہاں ہے تو
 بزم غم اور محفل شادی دونوں ہیں یکساں عاشق کو
 تجھ بن وہ سرگرم بکا ہےیاں ہے تو اور وہاں ہے تو
 دشت میں کیا اور شہر میں کیا اس ہنوں کے ہاتھوں سے
 رو و نظر اک شور ہےیاں ہے تو اور وہاں ہے تو

دیگر

غیر سے کچھ نہ پوچھو مگر ہم سے پوچھو لو
کیا جانے کوئی ظلم و ستم کیا ہیں آپ کے
ہے کیا خزانہ درم داغ کا حساب
کہتے ہو جن کو حضرت دل لعل شکرین
لکھا نصیب کا ہے یہ لکھوائیں ان سے غیر
پوچھو نہ یہ قریب سے کھاتے ہیں کیونکہ غم
ہم جانتے ہیں روتے ہو تم جس لیے ظفر
یہ مانجھائے دیوہ تم ہم سے پوچھو لو

کہہ دیں گے ہم خدا کی قسم ہم سے پوچھو لو
ہیں وہ تمہارے لطف و کرم ہم سے پوچھو لو
جب چاہو ایک ایک درم ہم سے پوچھو لو
ہیں وہ تمہارے واسطے تم ہم سے پوچھو لو
جب کچھ کرو کسی کو تم ہم سے پوچھو لو
واقعہ مزے سے اس کے ہیں ہم ہم سے پوچھو لو

میرے ہو سکے لئے کی لوگوں کو خبر ہو کیونکہ نہ ہو
جہ چاہوں گا روز سر ہر راہ گزرو کیونکہ نہ ہو
میں جو ہوں مگر مفلح تو وہ بھی آپ ہیں مگر دھڑے
گر مہر و محبت کا دونوں کو اثر ہو کیونکہ نہ ہو
حق میں ہو سکے چاک ہو میرا سبز جو ماند کرکان
غیر سے میرے داغ غول وہ رشک قمر ہو کیونکہ نہ ہو
جب پریم افکوں سے یان پاٹ بنے جو دریل کا
مثل چادر آب رواں وان دامن تر ہو کیونکہ نہ ہو
چلے گزروے سارا دن جو بھگوان خورشید صفت
خوش صفا وان سوش دل سے رات بسر ہو کیونکہ نہ ہو
رکھیں چشم تصور میں ہر لکھ میں جو اسکی شہید
میری بھی تصور کر او سکے پیش نظر ہو کیونکہ نہ ہو
عشق میں سن کر مثل بلبل میرے لے سبز خوش
کھڑے کھڑے گل کی روش گرو سکا جگر ہو کیونکہ نہ ہو
اوسکا میں مشتاق بھہر لکھو اور مرہون چشم براہ
و سکی عین عنایت ہے جوا گھاڑ ہو کیونکہ نہ ہو
بھگو خیال اوس رشک پر پیکا جب ہو ظفر دن رات یہاں
اوس کو بھی میرا دھیان وہاں جوا ٹھہر ہو کیونکہ نہ ہو

دیگر

روکنے کو میرے باندھیں اپنے وہ در کے پردے کو
 گر یہ سے میرے ایک دہرے اور نہ گھر کے پردے کو
 دیکھ لگاؤ ایک جدھر شب میرے اپنے کو غم پر
 صبح وہ سونا کیدوں سے ہوائے او دھر کے پردے کو
 مرد نہ سمجھو ایک ہیں وہ مثل زنان پر وہ نشین
 دیکھتے ہیں جو میدان میں اپنے منہ پہ شیر کے پردے کو
 سوز عشق ہے پنہاں بہتر دیکھو اوشا کر بھا ہاتم
 کھولتے ہو اے چارہ گرو کیوں داغ جگر کے پردے کو
 منہ ہے کیا جو لہر مقابل ہو سکے فروغ حسن سے ہو
 زلف اوشا و سدرخ سے اگر اوس رشک قمر کے پردے کو
 مالہ دل یہ وہ ہے بلا کن کن کے جسے اسد شک پر پی
 پہونچنا اک آسپ ہے گوش جن و شر کے پردے کو
 تابیہ تجھے در پردہ دیکھیں اور نہ دیکھ کوئی انہیں
 آنکھوں پہ باندھا اس خاطر مڑگان تر کے پردے کو
 عشق ترا اے شونخ پر پی و ش کرنا ہے کیا کیا پردہ در پی
 دست ہنوں سے میری تبا کے گھرے کر کے پردے کو
 واسطے ہنس خن کے بہتر شعلہ رخ فاقوس دیدہ
 کیجئے برقع منہ کا اپنے چشم ظفر کے پردے کو

بلا سے مجھ سے وہ خوش ہو کر ششکلیں کچھ ہو
 کروں تو جبکہ مرے دل میں مزہ جین کچھ ہو
 جھکائی دیں گے وہ ہر زیر تیغ لین کچھ ہو
 اوسے ہماری محبت کا گر لفتین کچھ ہو
 چڑھاؤ تیغ جلف ہو کے آستین کچھ ہو
 جو ہو تو چرخ پہ شاید مزہ جین کچھ ہو
 ظفر کریں گے ہم اک آؤ آتھلیں کچھ ہو

نہ جانے دوں گا اوسے آج کھلیں کچھ ہو
 وہ میں نہیں کر شکایت کروں کسی سے تری
 جفا نہیں گئے سر میدان امتحان سر بار
 کریں حوالے دل و جان و دین و اریں تک
 جو میرے قل کا ہے قصدم کو بسم اللہ
 فروغ حسن سے تیرے ہو خن کیا بہتاب
 کرے جلہ کے بلا سے ہمیں وہ خا کستر

دیگر

عیش و طرب میں کوئی دم تم اور سر ہو لینے دو
 جاتے کہاں ہو رات ابھی ہے دیکھو سر ہو لینے دو
 ہاتھ ابھی سودا کے کوفے تم نہ بولنا حضرت دل
 ہوتا جو کچھ ہو قسمت میں ہے سو روخرو ہو لینے دو
 جائے پنا کیونکہ تمہارے صیدا و کھورہ کا
 ٹھنڈا اس کو کھانے ابھی تم حیر نظر ہو لینے دو
 آرتو پھر تیغ تم کے وار ہمیں پر ہوویں گے
 اور کوئی گر ہوتا ہے اب سینہ پر ہو لینے دو
 جب میں ٹھنڈوں دامن اپنے کتنا ہی دریا جاری ہوں
 انگلیوں سے اسے آنکھوں کو اتارتے ہو لینے دو
 جاتے کہاں ہو بالیں سے تم اپنے مریض الفت کے
 تھمر کو کوئی دم یا تو اٹھریا اوٹھو اور ہو لینے دو
 اوسکے اوٹھا کر ظلم ابھی سے تم نہ اوتا وہاں سے ہاتھ
 اور تم ہوں جو کچھ باتی وہ بھی ظفر ہو لینے دو

تم میری بات تو کھلے میدان میں سنو	اور غیر کچھ کہے تو اوسے کان میں سنو
وحشت سے ہم ہیں پائے بے اختیار جب تک	نفل ایک روز خانہ زندان میں سنو
تعریف تیغ ہموئے پر خم کی اپنے تم	کیا سنتے ہند میں جو صفا ہان میں سنو
چمچا تم اپنی چشم سے مت کا عدم	ہر ایک سے فروش کی دوکان میں سنو
قصہ زبان خار سے وحشت کا میری تم	کہ دو یہ وحشیوں سے بیابان میں سنو
سننے ہو گر برائی کسی کی تو غافل	منہ ڈال کر تم اپنے گریبان میں سنو
کہتے تھے ہم دکھاؤ نہ اپنی اور و آن	لو قتل کتنے ہو مجھے اک آن میں سنو
سننے ہو جس کا لک سلیمان میں شور حسن	دھوم دس پری کی جا کے پرستان میں سنو
دیکھو نہ کوئی تذکرہ پھر ایک بھی غزل	
پڑھوا کے تم ظفر کے جو دیوان میں سنو	

ٹیک خوش ہو نہ پوشیدہ وہ کو خوشی کی ہو

اگلے رشتہ اور دہلی ہے ہری ہر بات

کیوں لگانا منہ ہے بدگوئیوں کو اے غنچہ بہن

وہ معطر ہے رضائی سر پہ تیرے خور و

یک مدت اس جہن میں ہے پھرے شل مہا

گلدن تیرے بدن کی کیا کہوں خوشبو کروا

لف نے ہو کو سکھائی حج ادا کی اسے غفر

جو ہے خوشبو او سب کچھ جیتی ہے خوشبوئی کی ہو

بات میں تیری پناہی ہم نے کیسوئی کی ہو

ان کے منہ میں سے چلی آتی ہے بدگوئی کی ہو

اے بلائیں یوستان سو نکھہ اگر روئی کی ہو

پر کسی گل میں نہ پائی ہم نے دلجوئی کی ہو

نے چنیل کی ہے ہو لیکن نہ ہے جوئی کی ہو

نظر ہے ہر بات میں او کی جو فہم روئی کی ہو

دیگر

بغیر دوسرے دل لب پہ مرے آہو فغاں کیوں ہو
کس تفل سے دھواں ہی گر ہوا تفل دھواں کیوں ہو
رقیب سنگدل کو لا بٹھاتے ہیں مرے سر پر
اور آپ ہی بچ جھٹتے ہیں مجھ سے وہ سرگران کیوں ہو
ملائی خاک میں ہے عشق کو تو آبر و میری
نہ سہا نسویر انمسا زول کا راز دان کیوں ہو
جلادین باغ سارا اک نواسے آنکھیں سے ہم
عباد امن کش برق اپنا خارا شیاں کیوں ہو
قلق سے چھوڑنے کو سر ہزاروں اور دھڑکیں
لوہے میرے آنکھیں وہ رنگ آستان کیوں ہو
اگر رہو نہ تفل کو ہمارے بگڑیکا
تو مچھپ کر رنگ کے دل میں وہ آنکھوں سے نہیں کیوں ہو
مرا دل خائیں اپنے آپ سے آپ ہی کچھ کچھ لیتا
تمہیں کیا کام مطلب تم جو آئے درمیان کیوں ہو
اگر یہ وہ ہو سکے فراموش آرا کا
تو پھر اتنا زمین پر نڈا انگیز آستان کیوں ہو
تمہیں منظور میرا خون کس ہے تو بسم اللہ
ہٹ خنجر کا اپنے لیے ماہم تھاں کیوں ہو
کیا جو تم نے میرے ساتھ اپنے دل سے وہ پوچھو
تھے بس چپ ہی تم رہنے دو کھلو آتے زبان کیوں ہو
یقین جب یہ ہو تم کوئی حسین مجھ سا
تو پھر فرمائیے میری طرف سے بدگمان کیوں ہو
نکل سکتی ہے چھ کر دل سے کوئی پچاس الفت کی
مرے اسکا صحتم دل میں لیتے چٹکیاں کیوں ہو
تم دوس جان جہاں کو جانتے ہو وہ ہر جانی
ظفر و سکے لیے پھر ہوتے رسوائے جہاں کیوں ہو

آواز اپنے ہوش میں مستوجھتے ہو اتنے ہی رہو
 پیلی کے سے مت ہٹا رو جھٹتے ہو اتنے ہی رہو
 کھینچتے ہو تم کیوں نخوت سے مثل مرفوسر پہ فلک
 ہو گئے حقیر آنکھوں میں دیکھو جھٹتے ہو اتنے ہی رہو
 آگے ہو میں سرکشی اتنی کرتے ہو کیوں مثل حباب
 بحر نما میں اک دولہا جھٹتے ہو اتنے ہی رہو
 گر دگت سے دامن اپنلا پاک ہو کہتے کس منہ سے
 اپنے گریبان میں منہ ڈالو جھٹتے ہو اتنے ہی رہو
 لوگ بتاتے باتیں ہیں جہاں گئے تمہارے بڑھ بڑھ کر
 ہوئے تم اتنا کہہ دو جھٹتے ہو اتنے ہی رہو
 اے غم درد عشق و محبت دل میں مرے کچھ تم میں ہے
 نے ہو قلت نے کثرت ہو جھٹتے ہو اتنے ہی رہو
 پور لب جو ہم نے مانگا ان سے ظفر تو کہنے لگے
 حد سے زیادہ چھوڑ دیکھو جھٹتے ہو اتنے ہی رہو

دیکھ

کیا کا مگر نہ اپنلا آئے رو برو	حور و پری ہمارے ہزار آئے رو برو
بچہ فقیر یوں تو ہزار آئے رو برو	دیکھی نہ ہم نے کشف و کرامات ایک میں
بیدل تمہارا ہونے کا آئے رو برو	برقع اوٹھا دو چہرے سے اپنے ذرا اگر
یارب نہ کوئی اسکے شکار آئے رو برو	تیر نکاہا رکا دل ہی منہ نہ ہو
آنکھوں کے اوکے کیوں نہ غبار آئے رو برو	دیکھیں کدورت آپ کے جب دل میں خاکسار
لپٹے بلائیں المیہ ٹانوا آئے رو برو	قطرے عرق کے زلف سے رخسار پڑے کریم
لالہ کی کوچن میں بہار آئے رو برو	سر ہیز ہونا عیول داغدار کے
بلبل ترانہ گائے ہزار آئے رو برو	گل ایسے بے ہر کے کو لگا کیں کبھی نہ منہ
بیردن کا اپنے جبکہ طرانا آئے رو برو	مشغول کیوں نہ فاختہ خرابی میں ہو ظفر

دیگر

وہ بت اگر آجائے دریا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

ہوس سے ملا دے میرا خدا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

زلف و رخ دلدار گآجائے تو کچھ اچھا ہے

کہتا ہے دل ہر شام و بچا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

آگے بٹھا کر دیکھنا کیا پھر میرا من کا نام نہ لوں

دیکھ لوں میں گر جاؤ تیرا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

کہتا ہوں میں تو نکاح کر یہ ہر دم فرقت جاں میں

وہ جو نہ آئے تو آئے قضا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

بھر دیں تک گر زخم جگر میں جائے سر ہم چارہ گر

دل کو مرے حاصل ہو مزا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

ہے یہ تینا بعد فنا گر خاک ہوڑا کر لے جائے

وہ سکی گئی میں با دہب کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

ہو مرض گر کچھ ہووے تو شایہ اچھا ہو جائے

ایک منہم بنا دے کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

کشتہ قاتل ہوس کافر کے بٹنے ہیں سب اوٹھ اوٹھ کر

کر دیں اگر کاک دھڑپا کیا اچھا ہو کیا ہو کیا اچھا ہو

یہ جو پڑا ہے پردہ غفلت نے دیدہ دل پہ ظفر

کوئی اگر دے اوکو اٹھا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

وہ پاتے ہیں مری جس بزمِ مہا فراخ میں ہو
کوئی تو غیرت گلزارِ آج آج ہے
سرِ شکِ تلخیِ غم ہیں جو داغِ سوزان ہیں
کلیجہ سوزِ زون سے ہے بھگیا شاید
گرے جو ہوسِ لبِ میگوں سے قطرہ دریا میں
اوسے ہے لالہ کہاں قیس و کوہِ کن کی یہ
دل پر شہ کی اس طرح ہو ہے سبز میں
کہاں ہیں واقف و فرہاد قیس کیا جانے
شیم زلفِ ولایتی مبالغہ جیسے

پھٹکتے وان نہیں اوسے ہے یہ داغ میں ہو
مہلک رہی ہے جو کچھ مورخین داغ میں ہو
تو کز وے تیل کی آتی ہے اس چراغ میں ہو
جلی جلی ہی کچھ آتی یہ دل کے داغ میں ہو
شراب کیسی جہون کے ہو یا داغ میں ہو
ہنوز خون کی آتی ہے کوہِ وراغ میں ہو
کہ جیسے سوختہ دانہ کی ہو اوجا داغ میں ہو
لی نہ عشق کی اس راہ ہے سراغ میں ہو
سہلی ہو رہی کچھ اپنے ہے داغ میں ہو

دیگر

سب فساد کا اوس گل کی جب دورنگی ہو
جو ہیں نصیبِ پشا کر سد کبھی اوس کو
نہ کیونک زیرِ تلک رنگِ ماحی ہووے
نہ ہو جس کو مہبت کا سبزہ رنگوں کی
بیم ہے کیونکہ وہ نسا روزِ زلفِ حیران ہوں
عجب نہیں ہے کہ ہوڑ جائیں سرِ سزاروں کے
لگاتے دخترِ رز کو تو مہظفر تم ہو

تو کیونک کو چو پکو چو نہ خفا نہ جنگی ہو
نہ کچھ نسا کفرانی نہ رنج جنگی ہو
کلاہ اس نے جب اپنی سیاہ رنگی ہو
عجب نہیں کہ وہ مشہورہ سب میں جنگی ہو
کہ مشعل نہ کبھی لگی فرنگی ہوں
درا جو ہاتھ میں تلوار اوسے جنگی ہو
گلے کی ہاتھ ہارے نہ یہ جنگی ہو

دگر

ہوئے تم پر جو عاشق ہم بھلا مانویر امانو
بھلے ہیں دیارے ہیں کچھ ہیں لیکن ہم تہا رے ہیں
نہ یہاں تک آ پ آتے ہو نہ تم ہم کو بڑا تے ہو
یہ دل دیوانہ ہونا کوئی رہتا ہے بن چہرے
عرق آلودہ عارض کو تہا رے دیکھ کر عاشق
تہا رے ہم گل و چشم کو برعکس کہتے ہیں
چھو رہا ہے چھو رہا ہے لٹا لٹا کر پیارے
تہا ری دوستی میں مر گئے لاکھوں نہ تم آ یا
یہ وہ کو منہ لگاتے ہو بھلوں سے تم کو نفرت ہے
ظفر کو ہے یہی بس غم بھلا مانویر امانو

اوشٹائے لاکھ رنج ہو غم بھلا مانویر امانو
کہے جائیں گے یہ ہر دم بھلا مانویر امانو
کہیں گے بھروسہ ہم بھلا مانویر امانو
تہا را طرہ پر غم بھلا مانویر امانو
جتا تے ہیں گل و شبنم بھلا مانویر امانو
میراجی ہو جام ہم بھلا مانویر امانو
ہمیں تو کھا گیا غم بھلا مانویر امانو
تمہیں ہو دشمن عالم بھلا مانویر امانو

ہوں روئیں گے گھر پھر خفگی کیونکہ نہ
سب جمائے کرو ہوس کو بچے میں تم حضرت
ہم نہیں چھوڑتے ہیں اوس کا خیال رخ دیار
رو رو ہوس رخ روشن کے شب ماہ میں ہم
اوس کے جاتے ہی دل لاجی سے گزر جاتے ہیں
ایر مزگان سے جو ہر روز کہے تو برسات
جھوٹی جی جو مری اوسے لگا تیں باتیں
ایسے لوگس سے ظفر پھر خفگی کیونکہ نہ

نہ کبھی آؤ ادھر پھر خفگی کیونکہ نہ ہو
اس طرح رو رو ہر پھر خفگی کیونکہ نہ ہو
ہم یہ یوں شاہ پھر پھر خفگی کیونکہ نہ ہو
دیکھیں گے سوائے غم پھر خفگی کیونکہ نہ ہو
کچھ توقف ہو اگر پھر خفگی کیونکہ نہ ہو
اوکی اسے دیکھو پھر خفگی کیونکہ نہ ہو

تصور زلف مہکلیں ہے یہ کس کی بندھا چکلو

جہاں میں جو نظر آتا ہے اک اندھیرا سا چکلو

مطلع دانی

کہا بلبل نے عشق گل میں یہ حاصل ہو چکو
کسی صورت تو میں اسے ضعف ہو نہیں کوئے جاں تک
کہوں کیا غیب سے کیا آگ اک دل پر کا سا
مرو نہ دل نے بھرے ہیں کان اپنے تو
محبت کو جو یہ دل ابتدا میں بل سمجھا ہے
مزا اس عشق کا وہ ہے کہ جس سے سب مڑے بھولے

کہ غنچے ہیں بجا کر چٹکیاں دیتے اوڑا جکو
بٹھا کر دوش پر لے چلے باد صبا جکو
ترا جوڑا جو شکو یا دیا مر لقا جکو
ترے یہ چہچہے مرغ چمن خوش آئین کیا جکو
نظر کچھ وری آتا ہے اس کا انتہا جکو
فہمیں پیدا دنیا کا ظفر کوئی مزا جکو

دگر

اپنے پر زور تھے ان جگے سہا سہا زو
نغمہ و اندوہ رہیں کیوں نگے ساتھ ان کے
سینے سے سبز لگائے میں قنات چاگر
بھولی آئی ہو ہو کہاں کج تو کیوں زو بند
ماہ کو جو ترقی ہے ترے سرو سے
گر تر تیر نگہ تیر ہوئی بنجائے
دیکھے ہوتے ہیں ہم کس سے انگلیہ ظفر

وہ نظر آئے نہیں ہائے ہمارے زو
حضرت دل کے بھی دونوں ہیں ہمارے زو
اگر ڈرائے وہاں زو تو پیارے زو
آتے خالی ہیں نظر آتے تمہارے زو
جائے خال کو بھی اپنا ہیں مارے زو
سرخ ہون خون سے پرندوں کے بھی مارے زو
خود بخود آج پھر کتے ہیں ہمارے زو

دگر

یونہی گراں ہوں پر ہم فدا ہوں گے تو ہونے دو

جو ہم بہرہ سہ جو رو بجا ہوں گے تو ہونے دو

مطلع غانی

ہو میرزا بند و گرم فدا ہو گئے تو ہونے دو
اگر ہم مائل زلف دھتا ہوں گے تو ہونے دو
نغمیں گے ہاموس آسانہ میدان محبت سے
ذرا آئیں سکی وہ شکل عشاق تک اپنے
اوشمیں گے ہمنوع ہم نہ ہرگز کوئے جا ماں سے
رہیں گے عرق عی دہم ہوگی بحر الفت میں
پلٹے ہیں کوچہ گیسو میں شامت حضرت دل کی
ظفر نم آج شکو گھر میں اوس مہوش کے چار دیکھو
بلا سے اس کے چہ چہ جا بجا ہو گئے تو ہونے دو

تمہیں پھر کیا گنہگار خدا ہو گئے تو ہونے دو
کسی کو کیا گرفتار بلا ہو گئے تو ہونے دو
اگر ہم کشتہ تیغ جفا ہو گئے تو ہونے دو
جو لاکھوں فتنہ محشر بچا ہو گئے تو ہونے دو
جو پال صد جون نقش پا ہو گئے تو ہونے دو
اگر اس پر بھی وہ آسا ہو گئے تو ہونے دو
بلا سے وان گرفتار بلا ہو گئے تو ہونے دو

تری زلفوں کا ہوا جیسے کر سودا ہم کو

ایک اندھیر جہاں میں نظر آیا ہم کو

مطلع غانی

دے چکے آپ قسلی و دلا سا ہم کو
ہم پاس طرح جو رکھتے ہو رو اور دو تم
اپنی بر گشتی بخت کا یار ہو برا
فصل آئینہ جو ہم آٹھ بہر رکھتے ہیں
نری رشت نور دی کی جو طاقت تو دنوں
عمر کی ہم نے سر بے شری میں جو نہیں
کچھ تو تھی دل میں کدورت جو بے خطا غبار
قصہ ہے کشتن عشاق کا لیکن پہلے
شور محشر سے نہ بیدار ہوں ہے مستی عشق
جب سے کی سر بہا رجن حسن طغر

مرحمت کیجئے اب دل ہی ہمارا، ہنسکو
کیا نہیں جانتے رت بند خدا کا ہم کو
دین بھلائی پہ بھی الزام وہ اولنا ہم کو
اپنی صورت میں وہی ہے نظر آنا ہم کو
کنج زندان ہی میں پھر تو نے بٹھایا ہم کو
وائے قسمت نہ سہر کوئی بھی آیا ہم کو
ایک خطا اوس بت تو خطائے نہ لکھا ہم کو
دیکھیے ور کو وہ قتل کرے یا ہم کو
اس قدر تو نے تھک کر ہے سولایا ہم کو
کوئی دنیا کا تماشا نہیں بھایا ہم کو

دگر

آپ کو رسوا نہ زیرِ چرخِ جنائی کرو
اس طرح کا ہے کواوس جانِ جہان پر ہوندا
کام کرتی ہے شانہ میں ہزاروں کے تمام
کھول کر زلفِ سیدِ خسا پر پھرتے تو ہو
کرتے ہو کیا کیا بیان کے تم مکان آ راست
جان لب پر آ گئی بنا در درِ جہری
صاف آ جائے نظر پھر جلوہ ہماں تمہیں

دگر

ہر اک سخن پہ سنہری زبان تو پکڑو
تم و رہم سے زیادہ دنوں میں ہو مقول
زمین کو چہ قائل پہ جائے جان بازو
میں اپنے کوچے میں جو تم شوق سے بنا کر چور
خدا کے واسطے کہنے دو کچھ ہو ہم کو تو
لکھا ہے خدا کوئی مٹنے کے تہا رے سن
خدا تک یا رکباں جاتے ہو بھی جا
بتنا اپنی نوا کرت تمہیں ہے گلشن میں
پھر آج بھاگ چلا دل بوی گلی کو ظفر
پکڑ سکو جو اسے مہربان تو پکڑو

خاکو در کھو کچھ کربا نہ پائی کرو
حضرت دل تم اگر کچھ خوف رسوائی کرو
تیج ہر کوڑا تم کا فرمائی کرو
رفتہ رفتہ پر کہیں ہم کو نہ سودائی کرو
خاکو دان کی بھی و کچھ خانہ آرائی کرو
اب تو اسے شک سجا کچھ سچائی کرو
دیوہ دل میں ظفر پیدا جو مہائی کرو

رقیب آ گئے مرے اپنے کان تو پکڑو
ہمارے سامنے اے قیس کان تو پکڑو
پکڑنے دے جو تمہیں آسمان تو پکڑو
مری طرف سے جو ہو بد گمان تو پکڑو
نہ گھٹکو میں ہماری زبان تو پکڑو
کد کا کوئی کوئی نشان تو پکڑو
ہمارے دل میں ذرا تم مکان تو پکڑو
تم اس خطا پہ ڈر گل کے کان تو پکڑو

دیکھ کر رخ پر کھلی زلف چلیا رات کو
 باہمال رخ میں تیرے سہ جہین سوئے نہیں
 مانگ ہے زلفوں میں تیرے سے بہت زہرہ جیس
 چاند سے مکھڑے پتلی ہے ہوا سے کب وہ زلف
 آپ یوں چھپ چھپ کے کوئے کیا رہیں جاتے تو ہیں
 سرمہ سا آنکھوں کے تیرے خوشی آئے ہو نگاہ
 ڈر ہے چشم ماہ کی تم کو نہ لگ جائے نظر

قطرہ

تم جو کہتے ہو کہ دن کو ہوتا ہے فشا ئے راز
 اپنے دربانوں سے یہ کہہ دو ہمیں تو کیس نہیں

دیگر

دیکھو پھر نہ رت ہوش رہا سے مانگو
 اندرون گلشن عالم کی طاقت ہے ہوا
 تشکا مان محبت سے یہ کہہ دو جو تمہیں
 تم سے دم زکو دیتا ہوں کوئی اپنا
 کوئی دم اور بھی دیدار منم دیکھنے دے
 اوسکے در سے نہیں محروم کوئی بھی جانا
 دولت شای باطن بھی اگر چاہے ہو

اور بھی ہم کو ہو اوہ چند سو رات کو
 ہم پڑے صحتے رہا کاکنا رات کو
 یا نلک پر کھکشاں کا خط ہے سید طا رات کو
 چاندنی میں پھر رہا ہے ساحل کا لا رات کو
 حضرت دل پا سبان سے ہونہ جھگڑا رات کو
 بیٹھے ہیں اک بچھا کر مرگ چھالا رات کو
 دیکھو کوٹھے پہ چڑھوا پنے نہ تھا رات کو

گھر میں میرے اے طر تو شوق سے آ رات کو
 ورنہ ہو جائے گا در پر ملت دنگا رات کو

اپنی اے حضرت دل خیر خدا سے مانگو
 الا مان منسو لکی ہوا سے مانگو
 چاہیے آ ب تو اوس تیغ جفا سے مانگو
 لاکھ دے کے مجھے دم اور دلا سا مانگو
 مہلت اے حضرت دل اتنی قضا سے مانگو
 جو تمہیں مانگتا ہوا اپنے خدا سے مانگو
 تو اراوت سے ظفر تم نقر اے مانگو

دیگر

تہا رے چشم کے کشتوں میں جمائی مقرر ہو
دلا جاتا ہے کوئے لیا میں تو اور میں ڈنکا ہوں
جو درد صاف جام سے رکھے پیر سخاں ساقی
تری جو زلف شگون کا ہو کشتہ دکن کو اونکی
جو تو ہو ہوس دت خود کا مہر مائل تو پھر حاصل
نہ کیونکہ ہم تکیں حسرت سے اپنا خون دل ہر دم
گلاب گرز نہ اوس خود کا مہر سے کسا ظفر تم پر

دیگر

کہیں گے ہم بھی اولنا نہ ہرگز یا رسیدگی کو
تہا ری قاسم زبنا کا ہر دم وصف کرتا ہوں
تم ہر کو تیرے دل ہی میرا لے ہے چھائی پر
نہ اہل علم دل میں بات رکھ کر ہوں گران خاطر
بیشکج روی کی بات ہے قبول عالم میں
نہ ہوتی قدر ہرگز راست بازوں کی زمانے میں
ظفر کسی پڑھادی میر نے پٹا انکس موٹی
کہ وہاں اقرار اولیٰ کو پہاں الٹا رسیدگی کو

وحشت یہ کہہ دی ہے کہ گھر سے نکل چلو
جلا ہے کوئے لیا میں تم کو اگر شتاب
ہم رقیب ہو جو مرے گھر کی راہ میں
گردش میں ہم قبلہ نما کی طرح سے ہے
فرقت میں کہہ دی ہے میری آہ گرم رو
کہتا خدنگ مالہ سے ہے اپنا تیرا آب
تم بات بھی نہ راہ میں اغیار سے کرو

تو پھر رنگ کفن بھی ہو سکا دانی مقرر ہو
کہ تیرے نام کچھ اس میں نہ بدائی مقرر ہو
میری آ کہ پھر اوسکا سولوی جانی مقرر ہو
عجب کیا کر زمین کشور شاہی مقرر ہو
نہ کیونکہ مراے دل کا مہر کا ہی مقرر ہو
جو گھر غیروں کے بزم ہادہ آشاہی مقرر ہو
کہیں ایسا نہ ہو الزام خود کا ہی مقرر ہو

ہیں اولے جو کہیں نہر حاضری رفا رسیدگی کو
نہ کہتا تم بھی ہوا میری گفتا رسیدگی کو
نہ کیونکہ وہ نہ سینے پر کوئی تلو رسیدگی کو
کہ رکھے دل میں اولے کو نہ کچھ کہسا رسیدگی کو
کچھتے ہیں خاطر گر دل میں مثل خار رسیدگی کو
کچھتای نہیں ہے چرخ کج رفا رسیدگی کو

آئی بہا پھر نئے سرے نکل چلو
اے طفل اشک دیدہ ہر مٹن نکل چلو
اے جاناں بود را گور سے نکل چلو
جب جائے چھپ کے میری نظر سے نکل چلو
میز میں دل سے جان سے بکھرے نکل چلو
نہ گنبد تلک کی پر سے نکل چلو
لڑتے جھگڑتے ہے ظفر سے نکل چلو

دیگر

اگر الفت کے قائل دل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو
قربت زبرد کیا ہے بتوں کے بعد کرنے میں
کرو کچھ گفتگو نون سے نیا رومری جانب سے
ارادہ حضرت دل کو چاقو قائل میں جانے کا
برنگ خنجر کا ٹومرا تمہارا جلاؤ الو
کرو اے سے پرستو گفتگو کچھ تم نذر بد سے
ظفر جب کا عمل کرے نہیں کیوں اوس پریش پر

دیگر

ظفر تم اس میں کچھ حاصل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو
جو ہر شے میں اوسے شامل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو
اگر میرا اپنا دل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو
نہیں تم کچھ اگر مشکل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو
مناسب جو سر محفل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو
گر لو سکوبات کے قائل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو
اگر تم آپ کو قائل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو

تم مرے دل رہا ہو کچھ کہہ لو
اے تو کہنے میں رہ میرے
با وفا ہیں کہیں کے کچھ نہ تمہیں
ہو گئے نیز ہے نہ ہم کسی تم سے
اور ہوتا تو ہم بھی کچھ کہتے
حال اپنا تم اونے حضرت دل
زادہ وند ہم کو یا مٹو اور
اے ظفر داخل کیا جو غیرت آئے

دع واک ہو سرا چاہے کچھ کہہ لو
گر تمہارا بھلا ہو کچھ کہہ لو
تم ہمیں بے وفا ہو کچھ کہہ لو
ہمیں اے ککڑا ہو کچھ کہہ لو
تم مرے آشا ہو کچھ کہہ لو
اور بھی گر رہا ہو کچھ کہہ لو
تم مرے پا رہا ہو کچھ کہہ لو
اوسکو جو بے حیا ہو کچھ کہہ لو

دیگر

وان سے رقیب دفع کہیں ہوں کوئی نہ ہو
افسوس آہ و مالہ فغاں تیرے گوش زو
بہتر ہوا تھا اپنے اگر دل کے راز سے
دیکھا بتوں کو ہم نے خدا ملی میں دوستو
افسوس ہے خنجر و شمشیر اپنے پاس
ہم تاب تیرے کو برندان سے بحر حسن
یوں تو ہوں جان نثار بھی اوس پہلیوں
کیا عی بنا بھی ہے بتوں کو بھی اے ظفر
کہتے ہیں یہ جہان میں ہمیں ہوں کوئی نہ ہو

جب ہے عزا اکیلے ہمیں ہوں کوئی نہ ہو
تا چرخ جائے مالا نہیں ہوں کوئی نہ ہو
رکتے جو خنجر پر وہ نشیں ہوں کوئی نہ ہو
جیسے یہ دشمن دل و دین ہوں کوئی نہ ہو
جب غیر ہم پہ چین نہیں ہوں کوئی نہ ہو
بیرے ہوں خواہ در دشمن ہوں کوئی نہ ہو
جب کھینچتے وہ خنجر کہیں ہوں کوئی نہ ہو

نو خطو خط کی نہ تم تحریر کی توبہ کرو

بوسے پر مرضی نہیں ہم نے کیا حرم ہیں

کتنی سچوہ زلف اپنے عہد میں آنکر و

اپنے منہ سے آپ کہتے ہو کہ ہیں قصیر وار

فل کے پان خاک میں کیا کیا نعل جو نقش پا

آگئے پہلے ہی قبضہ میں تمہارے اسے سیاں

منہ ہے کیا اے مانی و بنوا جو کچھ ہو گئے تم

گر ہوئے پان صاحب تو قیر بھی کیا فائدہ

کیا اللہ پر ہی کو اپنے کچھ اے ظفر

لیک چھوٹی چھوٹی اس تحریر کی توبہ کرو

مہربان تجویز سے تصویر کی توبہ کرو

تم گڑھت سے آئی زنجیر کی توبہ کرو

ہم نے ملا تم نے گر قصیر کی توبہ کرو

غافل اس فکر سے تعمیر کی توبہ کرو

کیوں علم پھر ہم پہ یوں شمشیر کی توبہ کرو

کچھ شبیہ اوس عالم تصویر کی توبہ کرو

آرزو سے غافل تو قیر کی توبہ کرو

کرتے ہو کیوں جس کو اکبر کی توبہ کرو

دیگر

مدت کے بعد آج ادھر کیونکلائے ہو

چہرے پر بوڑھی ہیں تمہارے ہوائیاں

کل کیوں گئے تھے روٹھ کے تم ہم سے کیا سبب

آ نکلیں ملا کے ہم سے کرو بات صاف صاف

آنا تمہاری ذات سے تو یان اجید تھا

شب کو تو میرے پاس نہیں آئے تم کبھی

دل آپ کا جو صاف ہے ماننا کیڑ

میں تو یہ جانتا تھا مرے آئے قل کو

کہنے لگے کہ تم بھی عجب شخص ہو کوئی

ہم سے جو پوچھتے ہو ظفر کیونکلائے ہو

از خود آجائے ہو مرے گھر کیونکلائے ہو

مرتا قدم عرق منن ہو کر کیونکلائے ہو

آج آئے ہو جو رشک قمر کیونکلائے ہو

کیا آپ کو سجدہ نظر کیونکلائے ہو

اپنے زبے غصیب مگر کیونکلائے ہو

کچھ تو سبب ہے وقت بھر کیونکلائے ہو

یان دل میں کب غبار ہے پر کیونکلائے ہو

لائے نہ تیغ ہو نہ سپر کیونکلائے ہو

قطعہ

لائی ہے کھینچ کر کشش دل سے آپ کی

اس پوچھنے پہ ہم نہیں آئیں گے پھر کبھی

کہتے ہو بار بار ادھر کیونکلائے ہو

منہ سے نہ کہتا باز دگر کیونکلائے ہو

ردیف ہا کی تختی

ہو میں و انجمن اوس زلف مہرین کی گانہ
عبادہ چور ہے بادی کر کھول لے ہے انگ
سبب گرفتہ دلی کا ہے مایہ دنیا
کشاد کا رو دل کی کہیں کھلے جلدی
میرا حسی سوچ سنا کبھی نہ کھلے
عدا بچائے کر عارض پہنرہ رنگوں کے
ظفر جدا ہونہ شمع سے کبھی زار
ہر ایک دانہ کے گھٹ میں ہے مہرورین کی گانہ

کھلی ہے فہرٹ تار و چین کی گانہ
جہن میں غنچہ سرین ویا سین کی گانہ
صدف کے دل میں ہے دیکھو دشمن کی گانہ
اسی کو شہرہ وئے مہرین کی گانہ
حباب دار ہمارے دل زین کی گانہ
یہ گانہ زہر کی ہے خال مہرین کی گانہ

لب خوبان مہ جمال کو دیکھ
میرا کلف خیال سے نشہ
ہو قیامت پاتیا مت پر
اسے دل اوس زلف سے الجھ کر تو
رکھتا ہوں میں خیال وصل ترا
میرہ پختوں کا کو کرب طالع
بوسہ مانگوں تو وہ کہے فیس کر
ہے یقین جلد آئے گا قاصد
پڑھتا ہوں قافیہ بدل کے غزل
اسے ظفر میری بول چال کو دیکھ

ج کوا فی ہسی ہلال کو دیکھ
کھینچا ہن دیکھے اس کمال کو دیکھ
تیرے قامت کو تیری چال کو دیکھ
سر پر لیتا ہے کیوں وبال کو دیکھ
مجھ کو دیکھ مور مرے خیال کو دیکھ
گر نڈیکھا ہوا ہے خال کو دیکھ
اپنے منہ کو وراں سوال کو دیکھ
کر گیا ہے پوہ میرے حال کو دیکھ

تو اوٹھا کر نظر ادھر کو دیکھ

میں رہا ہوں تری نظر کو دیکھ

مطلع طائی

وہ جوہنے گئے ابھر کو دیکھ
تا رہا ریش کو دیکھتا کیا یہ
شرح گلشنِ ایں رخِ تک سوار
شعلہ کیا کا ہوتا ہے بجلی بھی
کھینچ لایا جتا خرشِ رخ کو
تیرے کیا کیا تم سے میں نے
دیکھا دان کسی کا عیب نہ دیکھ
کان سے جو سنا تھا مجھوں کو

دیگر

دیکھ اسے تیرا اپنا دکھامت نقش
ماہ کھان ترا مشکل ہو گئی صورت سے
گر بھی تیری درازی ہے تو پھر صبح نکل
دیکھ کر نقش ترا کہتے ہیں مارے نقاش
ماہر و چہرہ ہے زرد اشک ہیں مانند گہر
جس نے مجھوں کو نہ دیکھا ہو وہ مجھ کو دیکھے
دل نے کی دیکھتے ہی ایک قیامت برپا

دیگر

جھپکی نکلی ہے ہوسِ شوق پر عتاب سے آگے
کیا گناہوں نے میری مجھے یہ شرمندہ
صفائی دیدہ کی نہ کھو جایا کا سب نہیں
نہوے قائلِ ظاہر نگلِ رخسار
پوئے ہے خون کسی کا یہ تیرا خمرِ چشم
تری جو عارضِ روشن کی اک جھلک دیکھی
پھر خراب وہ خانہ بخانہ وحشت نہیں
یہ میرے طالعِ فقر کی خوابیاں ہیں کروہ
خدا نے دی ہے نظر جس کو الے ظفر او کی
رہی ہے ایک ہی بھری تلکِ شباب سے آگے

پا گئے کچھ مری نظر کو دیکھ
مری مڑگان چشمِ ترکو دیکھ
رات اوس غیرتِ ترکو دیکھ
اوس مری آہِ شکر کو دیکھ
کششِ دل کے اس اثر کو دیکھ
اے شکر مرے جگر کو دیکھ
دیکھتا ہے اگر ترکو دیکھ
وہ گیا آگے سے ظفر کو دیکھ

ہم کو دکھلائے گی کچھ بوری حیرت نقش
نہ یہ صورت نہ یہ اسکان ملاحت نقش
دیکھیے اپنا ہو کیا اے شبِ فرقت نقش
یہ کھینچے گل سے بجز خامِ قدرت نقش
تیرے عاشق کا ہے یہ عشق کی دولت نقش
ایک ساروں کا ہے باعِثِ وحشت نقش
وہ کے قامت کا ظفر ہے وہ قیامت نقش

وہ کون ہے کہ لڑی جس کی آفتاب سے آگے
کہ میری اونٹن نہیں نکلی کبھی جواب سے آگے
مثال آئینہ دھوئی ہوئی ہے اب سے آگے
بڑا بار اگر دھوئیں ہم گلاب سے آگے
نہیں ہے سرختریِ تشنہ شراب سے آگے
بس اپنی سیر ہوئی سیر ماہتاب سے آگے
تمہاری پھر گئی جس خانانِ شراب سے آگے
جب آئیں خواب میں کھل جائے میری خواب سے آگے

اپنی تو سوا حیرے کسی پر نہ پڑی آنکھ
کیا پوچھتے ہو رات ہے کس طرح گزرتی
ہر ایک مڑہ کو مرے نکلنے سے جگر کے
دنیا کی شد آمد کا شریفوں کو تحس
نارت گر دل یوں تو بین سب ابو مڑگان
کیونکہ نہ چلے دیکھ کے پرمانہ کہ سب سے
جہڑ جاتی ہے اک پل میں ظفر ابو کی چٹنی

دیگر

نکھر ہر ایک سے تو وہ کلام بیہودہ
نصیب ہو گا نہ ہر گز وہ بوسہ رخ و زلف
ترے شہید محبت کی نعش پر قائل
جو اقل و خون کہو بیفائدہ ہے دیدہ دل
ترے خرام کے آگے غرور فخر حشر
جو دل میں آئے سو فرماؤ رخ کو حضرت عشق
نہیں دہن میں مرے نچلے لب کے جائے سخن
نہ کچھ ہے گر یہ سے حاصل نہ آہ و مالہ سے
جو ذکر کیجئے کچھ اس ظفر تو ذکر خدا

دیگر

گو تم نے خفا ہو کے نہیں بات کہی کچھ
محبت کش گردون دنی کس کی بلا ہو
کم قسمتی اپنی کے سوا اور تو ہم کو
گر یہ سے جو میرے نہو برسات تو پیدا
سہہ سلتا بھلا کون ستم تیرا شکر
دریا مرے اشکوں کا جو چہ جائے تو گردون
جس کے کل ظفر سر پہ ہندیا
وہ مال سمجھتا ہی نہیں تاج شہی کچھ

سو پردوں میں اسے پردہ نشین تجھ سے لری آنکھ
گفتی شب فرقت میں نہیں اک گھڑی آنکھ
کیا خوب بنا دیتی ہے پھولوں کی چھڑی آنکھ
کیونکہ ہو اٹھا سکتی نہیں چوٹ کری آنکھ
پر آفت جان سب سے ہے اسے شوش پڑی آنکھ
اسے شوش لڑائے ہے تو بے شرم گھڑی آنکھ
جس وقت لگا دیتی ہے اشکوں کی چھڑی آنکھ

کہ جس سے ہو ترا مشہور نام بیہودہ
یہ ہے خیال ہمیں صبح و شام بیہودہ
ہوا ہے غلق کا کیوں اژدہام بیہودہ
بغیر بادہ ہے پینا و جام بیہودہ
ہے ایک لاف سے اسے خود خرام بیہودہ
کرے گا عرض نہ کچھ یہ غلام بیہودہ
کلام کرتا ہے یان لا کلام بیہودہ
ہمارے عشق میں ہیں دونوں کام بیہودہ
بغیر اس کے ہیں باتیں تمام بیہودہ

پر دل میں تمہارے فکلی ہے تو سہی کچھ
دل میں تو تمنا ہی نہیں اپنے رہی کچھ
کھاتا نہیں اونکا سبب کم تنگی کچھ
دنیا میں نہ تلو ہو نہو دوو دی کچھ
البتہ جفا ہم نے سہی بان تو سہی کچھ
معلوم ہو یہ آئی ہے گھڑی سی ہی کچھ

ہر داک بلا سدا اللہ
 دل کے ڈسنے کو کیا بلا مگن
 چشم حرا فرین و قہر خدا
 نامحو ہو سکے ہے کب مجھ سے
 تو وہ کا قرار اسدا اللہ
 بے وہ زلف و دنا سدا اللہ
 نگہ قہر ز اسدا اللہ
 ترک مہر و وفا سدا اللہ
 تو پہ کر ز ابد اسدا اللہ
 کیا کسی کو پر اسدا اللہ
 غلط اسے دل پر اسدا اللہ
 ہوئے برہم وہ کیا سدا اللہ

نشے میں کس نے ادا را مخاطب سے شیشہ
 ہمیں تو جام ہی پر انا را ساقی
 بہت دلوں میں جو ہوتی ہے ہر مہر و نصیب
 نگر نگر سے طلب شربت محبت کی
 کر کر کے ہاتھ سے لونا تر اقی سے شیشہ
 ہو انصیب کبھی اتفاق سے شیشہ
 ملے ہے جام سے کیا اشتیاق سے شیشہ
 پھر اہو ہے بید ہر نفاق سے شیشہ
 تو آئے نیم میں اک طعراق سے شیشہ
 فیسے نیم میں خالی مذاق سے شیشہ

دیگر

پڑے جس جا پتری زلف دونا کا سایہ
 کیا عجب شام کو گرگ و زمین کے توڑے
 اوس سے پیدا گل اور رنگ ہو یا گل ہندی
 اپنے آرا کو اس باغ جہاں میں ساقی
 دل دیا جسے ہے اوس مہر لقا کو اپنا
 کشتہ دست حلقی ہوں مری تربت پر
 اپنی قسمت سے ہیں ہم آپ ظفر غل اللہ
 نر ہے ام کو وان اور بلا کا سایہ
 اسی گرا تبار طم و رنج و عنا کا سایہ
 پڑے جس خاک پہ ہوس فدا کا سایہ
 حوب مستوں نے ترے تاک کا سا کا سایہ
 کہ پڑا جس پہ نہیں مہر و وفا کا سایہ
 کیا عجب ہے کہ رہے نخل حنا کا سایہ
 نہیں درکار ہمیں بل ہما کا سایہ

دگر

کر دے وہ اک دم میں سب تیغِ ظفر سے فیصلہ
کیوں جواب خطِ قلم انداز ہوتا ہے مرا
وہ پہر کے بعد تم آئے تو پھر کیا فائدہ
کرتی ہیں کاوشِ مرے دل سے وہ مڑگانِ پیٹھے
میرا اولٹا فیصلہ ہو کس طرح جب تک نہ
یہ محبت کا وہ جھگڑا ہے کہ روزِ محشر کو
یہ لڑائی روز کی اچھی نہیں اے سہراں

جان کا تین سے فیصلہ ہو تین کا سر سے فیصلہ
ہو نہیں سکتا کچھ اس کا نامہ مرے فیصلہ
ہو گیا پہلے عیاں تو وہ پہر سے فیصلہ
کیونکہ ہووے اس کا چشمِ فزادگر سے فیصلہ
کچھ ادھر سے فیصلہ اور کچھ ادھر سے فیصلہ
شام تک جس کا نہ ہو ہرگز سحر سے فیصلہ
بیٹھ کر لیجئے اک دن ظفر سے فیصلہ

دگر

اوسنے عرف سے جب نکالی آنکھ
کچھ دیا بھی ہے تھوڑی آنکھوں میں
دیکھے اوس آنکھ کو کوئی پھر کیا
شبِ تاریکِ بحر میں مجھ پر
پہرے ہر دم ترے تصور سے
ظفر آ نہ نہیں کبھی حصے
اپنی ہے کیا ہی رونے والی آنکھ

دیکھی لی ہم نے لائیلی آنکھ
ہم سے اوسنے جویوں چھپالی آنکھ
ہو جو سوا رد بھی بھالی آنکھ
ہر ستارے نے کیا نکالی آنکھ
ہوئی اپنی کبھی نہ خالی آنکھ

میرے خط کا اگر اوسے کچھ دعا لگ جائے ہاتھ
میرے قلم کا صدکا ہو کا تب کے بھی کتو اے ہاتھ

مطلع دانی

جسکو گل چلمن سے مہندی کے بھرے دکھائے ہاتھ
خون ہی پانی جاوے اوسکا میں جو وہ آ جائے ہاتھ
فندق و دست چلی دیکھ کر کہتا ہے مست
ہائے رنگت ہائے فندق ہائے مہندی ہائے ہاتھ
وس دست رنگین ادا کی یہ بھی ہیں رنگدیاں
جو بہانے سے حاک کے غیر سے بندھواے ہاتھ
نقش روئے نکو تیرا کھینچا مکان کیا
لاکھ باری گر تصور تو ذکر ہواے ہاتھ
دیکھ کر گردن پہ خدا کی کشتاں کہتے ہیں مست
آسمان ہے اپنا ہر جام سے پھیلاے ہاتھ
اسے نظر تجھ کو یہ اللہ کی قسم مت چھوڑو
بعدت ہاتھ وس دست کے ہیں تیرے آئے ہاتھ

دیگر

جو کھولی زلف کی شانہ نے چھیز جھاڑ کے گاتھ
کھلی نہ دل کی مرے بعد اس بگاڑ کے گاتھ
کنہ حشر میں پہلے ہی بند رہا تیرے
لگا دین سے نہ اس میں کو بچھاڑ کے گاتھ
مرے چو پاؤں کے چھالوں کی تھی گرہ دل میں
سوکا نئے کھول رہے ہیں وہ جھاڑ جھاڑ کے گاتھ
جو بعد دل بھی ہو دل میں تیرے کوئی گرہ
دے کھول لاش مری پاؤں سے لٹاڑ کے گاتھ
نہ دل گرفتہ ہو پھر کیونکہ سا کتان زمین
جب اس کے دل میں باعث ہو پھر پہاڑ کے گاتھ
عدو کے بند قبا میں مرے دیکھانے کو
لگا رہے تھے وہ پیچھے کھڑے کیواڑ کے گاتھ
لگا دیے دل و دین بازی محبت پر

اب اور کیا ہے کہ پیچھے ہیں ہم جھاڑ کے گاتھ
مجھے تو ہیں مرے غم خوار وان مجھے ڈر ہے
ظفر نہ لے وہ احر سے وھر اوکھاڑ کے گاتھ

یہ قدرت نے جو لکھا ہے تمہارا نقش نہ کھینچا ایک مصور سے وہ سارا نقش

مطلع

مائی

ہم نے دیکھا جو ترا آج دل آرا نقش
 پنجہ مہر کی دیکھی نہ شفق میں یہ شل
 رخ روشن پہ ترے خال کا شب ماہ جبین
 وہ خود آرا نہیں صورت ہے دکھانا جگو
 آفرین کلک تصور کو مرے کیا اوس نے
 اہ پر سور ہلا دے نہ گئیں دامن چرخ
 اک نقطہ رخ سے ہی کچھ ملتی یوں ہی صورت

یار کی ملتی شہادت سے اگر لیلیٰ سے

تو ظفر ملا ہے مجھوں سے ہمارا نقش

جوش گر پہ سے لگی رہتی جو دریا بار آنکھ
 لگ گئے دل کو مرے آزار کیسے دیکھنا
 ہو تصور اوس رخ پر نور کا جس آنکھ میں
 پھر اسی سے تو بلا سے میری گردن پر چھری
 ہو گیا وہ محو حیرت صاف مثل آئینہ
 دیکھتے ہی پیچی یہ نظروں سے کس نگزار میں
 سرمہ بنیش نہو جب تک غبار میکدہ
 ہو گئی کس بحر خوبی سے ہماری چار آنکھ
 لگ گئی جس دن سے تجھ سے اوبت عیار آنکھ
 کیا جب بن جائے گر وہ مطلع انوار آنکھ
 پر نہ مجھ سے پھیر اپنی قاتل خونخوار آنکھ
 پڑ گئی جس پر تری آئینہ رخسار آنکھ
 کہیں و نہیں اوپر اویٹھانی ٹرگس بیمار آنکھ
 اے ظفر ہرگز نہو سے قابل دیدار آنکھ

دیگر

نہا کھ لکس پری کی ہے جو ہے خود کی آنکھ
چشمِ انجم کی طرح جگر کی شب ماہ لقا
بسکہ روئی غم دوری میں کسی کی برسوں
شوق دیدار میں تیرے جو کھلی رہتی نہیں
ہوتے ہیں دیکھتے ہی ہم اسے از خود روز
کہتے تر گس ہیں جسے خاک سے یہ لگی ہے
حق یہ کہتے ہیں مردار بھی حق میں ہو ظفر

جود ملی ہے غضب ہوس بہت مغرور کی آنکھ
نہیں اک لحظہ جھپکتی ترے مہر کی آنکھ
دیکھ سکتی نہیں چیز کو اب دور کی آنکھ
آج وہ بند ہوئی عاشق رنجور کی آنکھ
رکھی مستی سے ہے جامِ مے انکھور کی آنکھ
دیو دنیا کے لیے قیصر خفخور کی آنکھ
تو جھپکتی نہیں لاکھوں سے بھی منہور کی آنکھ

دیگر

پری جودل میں ترے بعد اپنے ناڑ میں گاتھ
سکس طرح نہیں کھلتی پڑے یہ بھاڑ میں گاتھ
نیم سوج بھاری بھی ہے بادی وہ چور
کہ کھلتی ہے فینوں کی چھیر چھاڑ میں گاتھ
نہ جرم پور پچھو گئے سے ٹک جاؤ
کہ غم کی دل میں پڑے سناں بگاڑ میں گاتھ
گرہ جو سال گرہ کی تھی کو کھن کے لگی
بنا ہے لعل بدخشاں وہی پہار میں گاتھ
پھرے ہیں دشت میں دیوانے نقد دل دے کر
کہ زردی رکھتے وہ مجلس نہیں بوجاڑ میں گاتھ
لاڑی تو آنکھ چور لے گئی وہ روز و ظفر
جودل کے رکھی تھی سینہ کی ہم نے آنکھ میں گاتھ
بن لو سکے مے کا جو اتر اگلو سے کھونٹ ظفر
جو جا کے بن گیا چھاتی کے وہ کواڑ میں گاتھ

کہتے سے ہو کیونکہ دل پاک بشر میں گرہ
 دیکھے مژدہ پہ مرے پارہ دل جس نے گر
 دود جگر سے مرے چرخ پہ ہو گا عجب
 ہوتی کسی طرح سے کیوں نہیں واشدا سے
 دیکھے جو گرداب میں بادہ کشوں نے جناب
 غلطو میں لکھیں ہم اگر حال رگتہ دلی
 فرقت ساقی میں آہ او ترا گئے سے نہ یان

دیگر

حضرت عم کا ہے گر قصد اوجہ بسم اللہ
 سطر ابو سے ترے کیا ہے سر مصحف رخ
 یاس و اوس مست کار ہے جو نش کے باعث
 دل میں ہے عشق جو اوس روئے کہانی کا شروع
 سوچھی مستوں کو عجب دیکھ غلط کا ہکشاں
 نکل شوق تر پنا رہے کب تک تامل
 کام انسان کا رہے بند ہی پھر دنیا میں
 کیوں لگاتا ہے دلا دیر جو ہوتی ہو سو ہو
 فتر علم و خرد ہم نے اوی دن و حویا

دیگر

دیویں تاسد کیا خط اوس بیڑب کے ہاتھ
 غور سے دیکھا تو سب ہے غلط میں
 دل پھرے اوس شکل سے کس طرح
 میری اوگی باتا پانی دیکھنا
 اب جدا ہیں وہ تو کیا پر یاد ہیں
 عشق میں مرنے سے ہم ڈرتے نہیں
 ہو کے پیدل ڈالنا مت اب ظفر
 اوپر اوسکے مار کے مرکب کے ہاتھ

دیکھی نہیں آج تک تار نظر میں گرہ
 دیکھی نہی جون شمر شاخ شجر میں گرہ
 مرد تک آسا سیاہ چشم قمر میں گرہ
 دل سے اگنی کر ہے یہ مرے برہمن گرہ
 سوچھی نش میں اوتیں دیکھو بخنور میں گرہ
 ہوویں کہتر کے پھر سیکڑوں پر میں گرہ
 قمر سے بن گیا حلق ظفر میں گرہ

دل میں وہ آہ کر ساغر ہے یہ گھر بسم اللہ
 یہ قدرت کی لکھی الی ظفر بسم اللہ
 کیا تعجب کہے زاہد بھی اگر بسم اللہ
 اپنے ہے ورد زبان آنھ پھر بسم اللہ
 صنف چرخ پہ لکھی ہے گھر بسم اللہ
 قتل کرتا ہے اگر اس کو تو کر بسم اللہ
 کبھی اس قتل کی ہووے نہ اگر بسم اللہ
 بحر الفت میں قدم شوق سے دھر بسم اللہ
 کتب عشق میں کی جبکہ ظفر بسم اللہ

جو قلم کرتا ہو بکسر سب کے ہاتھ
 دوستی و دشمنی مطلب کے ہاتھ
 نکلے کیا پتھر کے نیچے دب کے ہاتھ
 چڑھ گئے موقع پہ گر وہ اب کے ہاتھ
 ہم کو وہ اوکے ملانے جب کے ہاتھ
 جان سے دھو بیٹھے ہیں ہم اب کے ہاتھ

کھینچا لے جوئے ضعیف سے ہم ہاپ کے بیٹھ
 ہم سے چھپ چھپ کے جو تم فیروں سے ہستے ہو تو پھر
 ماگن زلف کی تیری وبلا ہے کافر
 شب کو وہ ماہوش آیا جواب با تو ماہ
 جو دت طبع ظفر ہم ہیں جہاں دکھلا تے
 باؤ کے کھوڑے بھی جاتے ہیں وہاں ہاپ کے بیٹھ

زمین تو مل گئی اور چرخ گیا کانپ کے بیٹھ
 لوکی کیا جان کو ہم روئیں گے منہ ڈھانپ کے بیٹھ
 دیکھ کر جس کو گئے دانت میرا کانپ کے بیٹھ
 چادر میں منہ اپنا گیا ڈھانپ کے بیٹھ

جی کھول کے رویے لچ ہے یہ ہوس شیشہ
 دافوں میں محبت کے دیکھ تو مرے دل کو
 منہ کھلتے ہی شیشہ کا ٹوڑ جائے بے ساقی
 ہیں دیدہ دل حاضر گریا کے ہاتھوں تک
 ہر آہ لپا ہے ہمسرا شیشہ سے
 کیا خوب ہو زیند گریا دہ پرستوں کی
 دل میں ہے خیال آیا خال رخ جاماں کا
 ہے جی میں ظفر کیجئے خالی دم سے نوشی

پر ساتھ ہی ہنگی کے اولٹا نفس شیشہ
 رکھے ہوئے ساغر ہیں کیا پیش و پس شیشہ
 بوئے سے گلگون ہے ہر غنقش شیشہ
 ہو دسترس ساغر اور دسترس شیشہ
 اور کانٹے ہیں گرد و مکی مانند مس شیشہ
 ہو گہ تر بہت پر ساقی کلس شیشہ
 اب دیکھتے لطف یہ کیونکر گس شیشہ
 شیشہ کو پس ساغر اور خم کو پس شیشہ

دیگر

لوگ تو روز سناتے ہیں خبر کچھ کی کچھ
 سر دھری سے تری سر دے ہول اس پر بھی
 چھپ سکے عاشق و معشوق سے کیا راز ہم
 ہو گئی مثل ترے صید کی اسے صید قلن
 پڑتے ہی آئینہ چرخ میں کس رخسار
 آگے ہوتا تھا کبھی حال دگر کون دل کا
 رات بھر گرتے بنا دی یہ مثل ری
 کچھ کہیں بھی ہم اگر اونسے حقیقت اپنی
 اونسے کہتا ہو جو کچھ تم کو سمجھ کر کہتا

پر ہمیں موری آتی ہے نظر کچھ کی کچھ
 ہے مری گری با زار جگر کچھ کی کچھ
 کچھ سے کچھ حال اور دھر شکل ادھر کچھ کی کچھ
 نکلتے ہی ایک ترانہ نظر کچھ کی کچھ
 ہو گئی روشنی شمس فخر کچھ کی کچھ
 حالت اب رہے لگی آٹھ پہر کچھ کی کچھ
 دیکھنا صورت امید کچھ کی کچھ
 فی الحقیقت نہ کہی جائے سگر کچھ کی کچھ
 کر دیا لیتے ہیں وہ بات ظفر کچھ کی کچھ

دگر

میرے اوسکے ہو جو گھر میں ایک گھر کا فاصلہ
تیر مڑگان پا رہی نہ ہو اک جست میں
دو پہر کو آئیں گے کہ تو گئے وہ مجھ م
جھوٹ ہم کہتے نہیں ہیں تیری آنکھوں کی قسم
اتصال زلف و رخ دیکھا جب ہم روٹھ گیا
پھانڈ کر دیا رجائیں شب کو گھر اوسکے گھر
خیر گزری اوٹھ گیا جلدی سے ورنہ ہم میں

ہے مر سنے دیک وہ بھی کوس بھر کا فاصلہ
بند سو کچھ بھی نہ سمجھا دل جگر کا فاصلہ
یاں قیامت ہے عزیز و دو پہر کا فاصلہ
دل سے تو نز دیک ہے پر ہنظر کا فاصلہ
غصہ میں تیرے صدمہ شام و سحر کا فاصلہ
ضعف سے کوسوں کا ہے دیوار و در کا فاصلہ
غیر میں لوریا میں تھا اک ظفر کا فاصلہ

دگر

میں نہیں دل سے بت ہوش رہا کا بندہ

بندہ ٹھٹھی ہوں ولے میں ہوں خدا کا بندہ

مطلع غانی

کوئی ایسا نہیں دنیا میں خدا کا بندہ
کیونکہ بھر قد ہو کچھ ہر وہ فانی ہو سکو
اللہ اللہ رستے سے شرم و حیا کا حام
ہو تر اشریت دین اللہ سرخ کو
سرخ و حشر کو ہو گا وہی سب بندوں میں
تیرے ہر جور پر صابر ہوں جفا پر راضی
تو جو ہے بندہ حق بیٹھ خدا کے در پر
خواہ ہو گبر کوئی خواہ سلطان لیکن
اے ظفر جیسے میں اوس رت کا بنا ہوں بندہ
دیکھتا ہے مجھے ہر ایک خدا کا بندہ

کہ نہیں کوس صدمہ ہوش رہا کا بندہ
کہ وہ ستر نہیں نہر و وفا کا بندہ
ایسا دیکھا ہی نہیں شرم و حیا کا بندہ
درد میں ہونہ و قتاج روا کا بندہ
جو شہید اوکی ہوا تیغ جفا کا بندہ
دیکھ تو میں بھی ہوں کیا صبر و رضا کا بندہ
درد و رنج کے نہ پھر رخص و ہوا کا بندہ
یاں نہیں کون تری آن و ادا کا بندہ

آج کل میں کچھ اور ہے نقشہ

او کی الفت میں جو خلل آیا

ما تم کو کہیں سے اسے شیریں

کیونکہ کھینچے نہ پھوٹک پھوٹک قدم

دل مضطر کا یا رہن تیرے

گر بھی غم سے اپنی حالت ہے

اسے ظفر آپ کی طبیعت کا

گھری ہلی میں کچھ اور ہے نقشہ

اس خلل میں کچھ اور ہے نقشہ

ہر جہل میں کچھ اور ہے نقشہ

اس عمل میں کچھ اور ہے نقشہ

اب بغل میں کچھ اور ہے نقشہ

کوئی ہلی میں کچھ اور ہے نقشہ

ہر غزل میں کچھ اور ہے نقشہ

دیگر

نہیں کہیں بہتری چشم فتنہ زار کی پناہ

سوائے رنج و غم و یاس چاہ میں تو کی

پناہ مانگتا ہے جس کو دیکھ کر ہر شخص

جفا سے تیری نہیں ڈرتے با وفا ظالم

پھر سے ہے سوچ ہوا ساقیا لیے شیر

بچے نکاہ سے دل تیرے کس طرح ظالم

اگر قبول ہو درگاہ میں دی میں ظفر

یہ وہ بلا ہے کہ بس اسے صدمہ خدا کی پناہ

دلا نہ دھوئے کسی یا رفا شہ کی پناہ

غضب ہے تیغ ادا شوخ کج ادا کی پناہ

کہ لو کے واسطے ہے عشق میں وفا کی پناہ

نہیں بجز سپر جام ہوس ہوا کی پناہ

کہ ہے جہاں میں کہاں ماوکہ قضا کی پناہ

تو وہ جہاں میں کافی ہے اک دعا کی پناہ

روقیہ الیا

خیال زلف نے یہ بھل رات سے کھودی

جہاں کے سارے سینوں کی آپ نے خوبی

ترسے ریاض کی ہیں زندگی سے سب مایوس

نتان نظر نہیں آتا کہیں محبت کا

تنگین دل پہ کیا کدہ مایوس تیرے

برائی آئی بھی دل میں جو کچھ تغافل سے

وفا کا منہ سے نہ لیا تھا مایوس ہم سے

س اپنی بات ظفر ایک بات سے کھودی

کہ ہم نے جان ہی آج اپنے بات سے کھودی

بچپن سے مازے شوخی سے گات سے کھودی

جو گوراس کی ہے پہلے وفا سے کھودی

یہ شے خدا نے ہے کیا کائنات سے کھودی

یہ ہو رہی ہے کہ لک ماوررات سے کھودی

تو اور نے اک نگہ التفات سے کھودی

کہے ہے ہورینگا نہ یگانہ اور کہتا ہے
 نکل کر آہینے سے مرے کچھ اور کہتی ہے
 تمہیں آساں لگا تا حیر دل پر سخت جانوں کے
 کہا کس کا کروں بے قصد کچھ اور کچھ کہتا
 یہ ہیں تقدیر کی باتیں کہ میں کچھ وری کہتا تھا
 اور یں مگر جسے اس قدر خوں نیند اپنی آنکھوں سے

دل اپنا اور کہتا ہے زمانہ اور کہتا ہے
 اور آسنا کچھ سے ہو کر روانہ اور کہتا ہے
 کہ اسے اوک ٹلن کچھ یہ بتا نہ اور کہتا ہے
 اور اس کا فر کا شوق آستانہ اور کہتا ہے
 ہو وہ سن کے برہم اونے جانا اور کہتا ہے
 ہمارے شکرے تو وہی فسانہ اور کہتا ہے

جہاں میں ہر شاعر اے ظفر کچھ اور کہتے ہیں
 جو تو کہتا ہے شعر عاشقانہ اور کہتا ہے

خوشید نہیں یہ بے بیضائے لکک ہے
 کیا جانے وہ کون انجمن آرائے لکک ہے
 ہر چند کہ مدد بے بیضائے لکک ہے
 جن سے کہ قبل عقد تریائے لکک ہے
 جو لاکھا لاکھ مرا پہنائے لکک ہے
 خالی یہ بے عیش سے بیضائے لکک ہے
 مجھ سے سے دریا کے پیمانے لکک ہے

انگار تہا جلوہ ہوائے لکک ہے
 انجم سے جو چا انجمن آرائے لکک ہے
 کیا ناب تجھے دیکھ سکے ایک نظر بھی
 قلم سے وہ جس پر نہیں ہیں جمع عرق کے
 وری میں تری اسے ہر بے بہرہ ہمیشہ
 غافل نہ بدعشرت کا طلبگار لکک ہے
 کہتا ہے ظفر غلط جسے ماہ پر نور

دیگر

زلفوں پر تیری آئینہ میں یہ گلاں ہے
 تیرے مریض عشق کا اے شوخ بزمہ رنگ
 لکھے ہے جبکہ دل سے مرے شعلہ بار
 ہون خال رخ سے کوس کے دو گوشے قرین
 تعظیم دل کی کیوں نہ ہو رہتا ہے دل میں تو
 انجم سے ہے جو شہدہ ہندان نرا عیان
 کہتا ظفر کو بزم میں ہے کیوں برا بھلا

دریا پر ہندوؤں کا ہے پیلہ نہان ہے
 یہ حال ضعف سے ہے کہ بس دھان پان ہے
 بجلی بھی کہتی الحمد للہ الامان ہے
 گویا کہ مشتری کا زحل سے قرآن ہے
 پانا شرف یکین کے سبب سے مکان ہے
 ہستا ہمارے رونے پہ شب آستان ہے
 اسے زبان اور سکے بھی منہ میں زبان ہے

دیگر

ہماری آنکھ ہاک بزم ہمارے جھکتی
بھٹلے نصیب اگر ہوئے گردن عاشق
ہو اسے بستی نہیں ہے یہ شاخ لالہ کی
ہزارہ سرکش کو ہے بھکا دیتی
کچے ہڈ لے لے مگر کچھ مری پریشانی
جو نفع چاہو تو لولہ دل محبت میں
قبل اون آنکھوں سے چشم ز گرس شہلا

نہ سو میں جھکتی ہے نہ یہ ہزار میں جھکتی ہے
نہ یہ تیرے تری راگہار میں جھکتی ہے
ترے سلا مگو ہے لالہ زار میں جھکتی
تری نگاہ ہے جس دم تار میں جھکتی
جو ہے وہ گوشہ رت بد شعار میں جھکتی
کہ جس تپتی ہے یہ اس دیا میں جھکتی
ظفر ہے اس سے وہ جوش ہمارے جھکتی

کبکشاں سے خمیدہ رخ پر جھول ہے
چست بخت پر ترے کیا ہی قبائے راستی
قطع کرنا چاہیے خیال ہاتھوں کو ترے
تن پہ بھون بھون کے نہیں ہیں روج
ہے عجب سلطان خاور سے کہ ہو اس پر سوا
اسے ظفر اس کیل گردون بریں میں جھول ہے

اور موج رنگ سے فرش زمین میں جھول ہے
جب میں نے جھول ہے نے آستین میں جھول ہے
تو نے کیوں رکھا قبائے زمین میں جھول ہے
رکھی میرانی کچھ اپنے پو استین میں جھول ہے

گر کوئی اوصاف خال روئے لہر کے لکھے
جس کو ہو منظور لکھنا اوس رخ روشن کا وصف
اس قدر مشکل ہے بنا رحمت کا علاج
ہے طویل اثنا سر ہو جائے لکھنے لکھنے عمر
تیرے قدم کی راستی کا جو کرے مضمون تم
کشتہ لعل جاں کی تاریخ وفات
لکھو شعر عاشقانہ اس سے کیا حاصل ظفر
گر چہ قلم نے وار او سکندر کے لکھے

میری آنکھوں کی سیاحی سے قلم بھر کے لکھے
چاہیے صفحے پہ وہ ماہ نور کے لکھے
گر لکھے نسخہ طیب ہو سکا تو مر مر کے لکھے
اگر کوئی جھکے کو اوس زلف معبر کے لکھے
سطر سیدھی وہاں خیر از خطا سطر کے لکھے
گر لکھے مکرے پہ کوئی لالہ پتھر کے لکھے

کبھی ہیں نفل کبھی خواب بنا کر کہتے
 کیونکہ براہم کو وہ بیاب بنا کر کہتے
 اپنی آنکھوں کو ہیں پر آپ بنا کر کہتے
 دل سے ہیں حتیٰ ایاب بنا کر کہتے
 چراغ گروں کو ہیں گرداب بنا کر کہتے
 مجھ پہ کیا کیا ہیں کذاب بنا کر کہتے
 ہیں اذان سامنے خراب بنا کر کہتے

بات اک روز ہیں احباب بنا کر کہتے
 گر بھلی ہوتی محبت میں ہماری قسمت
 وہ بھی رو رہتی ہیں ہم درد دل اپنا جن سے
 شاعر و صاف کمر میں ترے شعر مازک
 آفرین آنسوؤں کو دیدہ چہ نم میرے
 کبھی تم بھی تو بگر کر کیو کچھ غیروں کو
 ہم تصور سے اوس ہر وقت نظر وقت ناز

دیگر

پرست کسی سے نہیں آئی ہوئی ٹٹنی
 تصویر نہیں تیری دکھائی ہوئی ٹٹنی
 چھائی نہیں سل یہ چھائی ہوئی ٹٹنی
 گردوں پہ لکنا ہے نہیں چھائی ہوئی ٹٹنی
 بان چاہیے تھا کہ یہ صفائی ہوئی ٹٹنی
 پر عشق کی آفت نہیں لائی ہوئی ٹٹنی
 بات ہوئی نہیں دل کی سائی ہوئی ٹٹنی

ہے نور بلائی کو لگائی ہوئی ٹٹنی
 آگے سے مری آنکھوں کے اے عالم تصویر
 ٹٹل جائے سر سے پاس سے یا لب کہیں دشمن
 سوار کلاہر نگر رو دھڑکی
 ٹٹنی نہیں اب بھی خفائی یا رکی ہم سے
 سطر ج سے ٹٹل سکی ہے کچھ اور مصیبت
 جو رکھتے ہیں ناظر نظر دیکھ کچھ اپنے

دیگر

لیں گے ہمیں مقرر آج کوس زمین کے بو سے
 لیتے ہیں دیکھ تیری شمشیر کہیں کے بو سے
 جھک جھک کے آسمان لے کر کوس زمین کے بو سے
 جی چاہتا ہے لیلوں اوس شمشیر کے بو سے
 لیتا اس وڈا رتے ڈرتے اوس ما زمین کے بو سے
 ہو جائیں مست آ ہو صحرائے چین کے بو سے

دیکھو سولہ کے یا وہ چشم و زمین کے بو سے
 کس کس مزے سے قاتل میرے سب جراحت
 تو جس زمین پر رکھے اپنا قدم عجب کیا
 دیتا ہے گالیاں وہ اس لطف سے تھا ہو
 بیدار ہو نہفتہ میں خواب میں بھی شب کو
 لے جائے یو صبا گر اوس زلف مشکبوی
 جس کو کوس پری کے بوسہ کی آرزو ہو
 جنت میں لے نظر کیا وہ جو زمین کے بو سے

زلف کے ہو وہ رخ اگر نیچے
 جائے گل تکیہ میرے گالوں کو
 کرتے کیا کیا ہیں آہ و زاری ہم
 دیکھ کر حج کو منہ چھپاتا ہے
 عکس وہان نہیں وہ آئینہ میں
 مثل فوارہ چرخ نے آخر
 آب گر یہ میں میری شعلہ چرخ
 ہے جب چیز واہ بخت بلند
 ایک کیا سینکڑوں پرے ہیں دل
 اوکے پانوں کے اے ظفر نیچے

شام اوپر ہو اور سحر نیچے
 اپنے گالوں کے یارو ہر نیچے
 ترے کونٹے کے رات بھر نیچے
 چادر اب کے قمر نیچے
 آب اوپر ہے اور گھر نیچے
 کر دینے سرکشوں کے سر نیچے
 بیٹے جائے نہ ڈوب کر نیچے
 اس کے آگے ہیں سب ہنر نیچے

چشم اوکی بلا سے لڑتی ہے
 نگہ یار ہے جو تیغ بکاف
 ہاتھ پھیلا کے کیوں تو اے وحشت
 زلف اوکی سب سے ہے برہم
 چشم خونخوار خانہ جنگی روز
 بزم میں ہر کسی سے آنکھ اوکی
 جان میری اولبھ اولبھ کے ظفر

نظر اوکی قضا سے لڑتی ہے
 دیکھیں کس جلا سے لڑتی ہے
 میری جیب قبا سے لڑتی ہے
 دیکھو کافر ہوا سے لڑتی ہے
 مردم باوفا سے لڑتی ہے
 چوری چوری حیا سے لڑتی ہے
 اوکی زلف دہا سے لڑتی ہے

دیر

اس جہاں میں آ کے ہم کیا کر چلے
 تو نہ آیا اے مسیحا دم یہاں
 اوس گلی میں ہم تو کیا خورشید بھی
 اس قدر پیک سب میں دم کہاں
 لے چلے کیا اس چمن سے غنچے سان
 بکر امرو کا چلے تیرے جہاں
 اور تو چھوڑ بیٹیں کا سب بیٹیں
 دم نہ مارا ہم نے تیرے عشق میں
 دل ہی قابو میں نہیں جب اے ظفر

بار عصیان سر پہ اپنے دھڑ چلے
 ہم اسی حسرت میں آ کر مر چلے
 دُر کے مارے کا پتا قمر قمر چلے
 ساتھ اوس آوارہ کے دم بھر چلے
 ہم تو کیسے اپنا خالی کر چلے
 لیا جب تلواریں وان اکثر چلے
 ایک حیرا داغ ہم لے کر چلے
 سر پہ آ رہے بھی ہمارے گر چلے
 تم وہاں کس کے بھروسے پر چلے

دیگر

کہ دن بہا رکے اچھے ہیں اور ہوا اچھی
نہ ہے طیب ہی اچھا نہ ہے دوا اچھی
مرے لیے ہے یہی عشق میں غذا اچھی
نہیں ہے دیکھ دلا کوئی بھی بلا اچھی
کہاں ہے اس سے سوا ہر فی حیا اچھی
طبیعت اپنی جو رہتی نہیں ذرا اچھی

میں نے جانا مری تقدیر سر اسر پٹی
یار کی زلف گر گھر سر اسر پٹی
کس کے سہم تہذیب سر اسر پٹی
صعود عاشق دلیسر سر اسر پٹی
بخت پر گشتہ نے شمشیر سر اسر پٹی
ہے مری آہ کی تاثیر سر اسر پٹی

بہتان لاکھ باندھے کوئی جھوٹ سوت کے
روئے ناقصہ خوان بھی ہے خود سبز کوٹ کے
اک دم میں اونٹھ کفرے ہوئے سب چاٹ چوٹ کے
ویران کیا تران نے یہ گلشن کو لوٹ کے
شاید پیسے ہیں آ بلہ سبز چھوٹ کے
راتی پڑے خدا کا غضب اسپٹوٹ کے
ہم تو کبھی پھٹکے نہیں پاس جھوٹ کے

پلا مجھے گل رنگ سا قیا اچھی
تر امرض محبت ہو کس طرح اچھا
عزیز و کھاؤں جو میں غم تو جھکو کھنڈو
حذر کروں نگو چشم زلف کا گل سے
ہمارے خون سے بھرے ہاتھ تو نے خوب کیا
یہ کس کی چشم کے بنا دیا کی ہیں ہم
قلم اوٹھا کے ظفر پٹاں آپ نے آج
غزل یہ لکھ کے سنائی ہے واہ کیا اچھی
خط میں جب آپ نے تحریر سر اسر پٹی
اس کے کا گن مجھے اگلے ہوا سے نہیں
نہوئی قسمت و ازون کبھی سیدھی اپنی
ہو گئی اور ہی کچھ شکل غم بھر نے جب
ہاتھ سیدھا نہ پر ہتھ پر سے قافل کا
کیوں نہ پھر جائیں وہ مجھ سے کہ نصیبوں نے مرے
کہہ ہے حق و ظفر پٹیر سے کیا جانے کیا
دیکھتے ہی مجھے تقدیر سر اسر پٹی

جاؤں نہ تیرے دام محبت سے چھوٹ کے
کہتا ہے جب فسانہ درخ و الم مرا
رکھی جفا گئے بارہ کشوں کے گزک کی قاب
اک گل بھی دیکھتے کو نہیں اسے جا کہیں
یہ جو ہماری آنکھوں سے جاری ہے سیل ہاشک
تورے ہے شیشے میکدہ میں محسب مدام
اپنا ظفر ہمیشہ سے شیوہ ہے راستی

دگر

غیر ہیں کیا ترسیاروں میں گمائے جاتے
 جیسے آنکھوں میں سہمی تڑپنے کتابِ خدا
 جتنے ہیں صیدِ حرم کہتے ہیں سب حسرت سے
 خور و یوں تو ہزاروں ہیں جہاں میں مشہور
 تھی نلک پہ مہو خورشید کو یہ تاب کہاں

دگر

فقط کیا آنسوؤں سے چشمِ تر پر آستین بیگی
 جن میں اوس کی پڑ جائے گی پھر شامِ منہل پر
 نہیں معلوم تو آیا کہاں سے کھیل کر ہولی
 تفتی کو کہے ہے تو کر خمِ دل ہوا اچھا
 جھڑی ساون کی ہے یہ گر یہ نسا دان ہے خندوں کا
 رخِ مہتاب پر پھر جائے گا پانیِ ثبات سے

بلکہ ہیں وہ برے پیاروں میں گمائے جاتے
 ہیں درشتک ستاروں میں گمائے جاتے
 کاش ہم تیرے شکاروں میں گمائے جاتے
 پروہ کیا ہیں ہزاروں میں گمائے جاتے
 کرتے تیرے داؤدوں میں گمائے جاتے

مراد امن بھی ہوگا اور دامن سے زمین بیگی
 پسے میں تری جسوت زلفِ غریب بیگی
 کہ ہے پشاک ساری رنگ میں اسے زمین بیگی
 وگر نہ خون سے کس دن چارہ گر پئی نہیں بیگی
 کہ جس سے کشتِ دہقان ہو گئیں سوکھی بیگی
 جنین تیری عرق سے گردِ را اسے جنین بیگی

پھونک دیجی نلک پہ ایک ٹپا میں آگ ہے
 کیوں لگا نا دیکھ تو اپنے محل میں آگ ہے
 بے چراغ و شمع ہر ک کے کناں میں آگ ہے
 دیکھو یہ مجھ کو جلائی آگ کل میں آگ ہے
 دیکھو اسے پروانہ یہ دستِ اجل میں آگ ہے

سوزشِ دل سے بلا میری بغل میں آگ ہے
 دل ہمارا تیرا گھر ہے مت جلاخانہِ خواب
 اشک کے قطرے میں دیکھو سخی خونِ جگر
 دل میں میرے بے طرح بھری ہے تو عشق کی
 خمِ چرخِ شعلہ نہیں تیرے جلانے کے لئے
 دل میں سوزِ عشق پیدا ہووے جس سے اسے ظفر
 گری مضمون سے وہ تیری غزل میں آگ ہے

بستر پہ تیرے دھبے ہیں کس کے ہو گال کے

مطلع ثانی

اہر و پہ تیرے دیکھ لے نقطہ کو خال کے

مطلع ثالث

ہر رات ہجر میں مجھے اوس مہ جمال کے

مطلع رابع

میری بغل سے شیشہ دل تم گال کے

کشتہ ہوں او کی چشم کا میں میری گود پر

کوئی بھی ہدم اپنا جزا نہ و فغان

کھینچا ہے قبو شہر سے آخر کو مے دشت

اے غنچہ اوسکے راسے اتنا چمک کر تو

جو دل کہے ہے بچ کے سوا اوسکے دے ظفر

دیگر

اوسکے دل سے الفت نقد سب جاتی رہی

ہلے تھا عالم میں اپنے واسطے بھی کچھ وقار

اے شکر رو بر و تیری نگاہ حیر کے

کیا شکایت میں روکا وٹ کے قلم ہی رک گیا

اوس رخ روشن کے آگے اوڑ گیا کیا نور خیم

دیکھتے ہی او کی صورت ہو گئے ماسح کے ہوش

خاکساری نے ظفر دل کر دیا ایسا غنی

اوسکو لہو پلاؤں گا اوسکا نکال کے

دیکھا ہو جس نے پاس نہ اختر ہلال کے

کیا کیا الٹک ڈراے ہے نکھیں نکال کے

لے تو چلے ہو پر اسے رکھنا سنبھال کے

ہو وے چراغ جام سے چشم غزال کے

آیا نکا موقت میں رنج و لال کے

جوش جنون نے ہاتھ گریبان میں ڈال کے

کیا بولتا ہے بول و راز سنبھال کے

قائل نے استخارہ کے ہم ہیں نہ قال کے

کیا باری آہ کی تا میر سب جاتی رہی

جب سے ہم عاشق ہوئے تو تیر سب جاتی رہی

آبروئے خضر و ششیر سب جاتی رہی

ہاتھ مسکھی طاقت تحریر سب جاتی رہی

بلکتاب ماہ پر تنویر سب جاتی رہی

وہ فصاحت و روانہ تقریر سب جاتی رہی

دل سے اپنے خواہش اکسیر سب جاتی رہی

دیگر

تو نے رکھا عشق کو سپرور غم کا بوجھ ہے
جی ڈرے ہے تیری یاد رک سے کمرے سو کمر
قل کو مہرے ہے کافی اک نگارے زمین
فوج غم میں دل اوشاٹا ہے علم کو آہ کے
مثل قارون جائے گا تحت لہری کو وہ بخیل
تکلیں حال دل تغیر پر باعث بے طاقتی
کب سنبھلا ہوا ہے اپنے قلم کا بوجھ ہے

ضعف سے کتنا گرائی سبز دم کا بوجھ ہے
ڈھانکے واس پزلف غم کا بوجھ ہے
کیوں اوشاٹا تو عبث تیغ غم کا بوجھ ہے
اوشاٹے نہیں سکتا کسی سے اس علم کا بوجھ ہے
جس نے رکھا سر پہ دینا روز دم کا بوجھ ہے

یوں ترے لب سے خط مشک نشان ہو پر ہے
اسد زہرہ چین مانگ کا ہے تیرے عکس
کان تک تیرے سدا سائی نہیں اے مہر لقا
ہنسی مانگن ہے لیے چین کے نیچے پیٹے
دم کل جائے بلا سے کہ ترے ہاتھ سے روز
یہ چراغ سر تر بت نہیں جو داغ جگر
چشم کا گر یہ ہے یہ حال تغیر ہے گویا
کشتی نیچے ہے کوئی آب رواں ہو پر ہے

ہوتا جس طرح سے آتش کے دھواں ہو پر ہے
یہ لنگ کے جو خطا کا کشاں ہو پر ہے
ہو پختی نہ چرخ سے کو مہر کی فغان ہو پر ہے
کان کے سو تپوں کے زلف کہاں ہو پر ہے
صد مہر اک جان کے اے آفت جان ہو پر ہے
ہے نہ یہاں خاک نہ یہاں کو سنا نشان ہو پر ہے

کس حال سے ہیں دیکھتے ترے دل جلے پڑے
بلبل کا کیا رہا ہے چمن میں مہر نشان
اوشے نہ خاک سے کبھی ماتند نقش پا
مڑگان پتا را شک نہیں فوج رنگ کے
پڑتے کبھی نہ حضرت دل دام زلف میں
نہتا تا نسوؤں کے ہیں وہ مہر تپوں کے ہار
کوئی بھی عشق کے نہوا سائے تغیر

سزا قدم پھو لوں سے ہیں سب پھلے پڑے
ہو چار ہوں گے پر کسی تھکین تھے پرے
یہ خاکسار تیری گل میں بھلے پڑے
دیکھو گلے میں فقرہ ہیں پرستے پرے
شامت سے وہ نصیب کے کو پرولے پڑے
کوئی نہ لے سکا نہیں پرے گلے پڑے
مشر پر پڑے جو او سکے ہمیں دل جلے پڑے

دگر

غیر آپ کے بے مرضی ریزن مرے کیوں ہوتے
کرتیں نہ مری آنکھیں مگر عشق میں خونہاری
ہوتا نہ تصور اگر اوس حسن کے شعلہ کا
گر تیر حیرت کا حکم نکلتے نہ مرے دل میں
ہوتا جو نہ اوس گل کا کشتہ تو گل رنگین
ظالم تری مڑگان کا رکھے نہ غلامی دل سے
منظور نہ پیار کو ہوتا تو دم مستی

دگر

دنیا میں ہزار درخ و مصیبت کی جائے ہے
شاکی ترے جفا و ختم سے نہیں ہیں ہم
تیرے تصور لب شیریں میں خون دل
کرتی ہے چشم مست نہان دل کو کیس خراب
پھیلائیں پاؤں گنج تاحوت میں با فراغ
خود رشید و ماہ تیرے مقابل نہ ہو سکیں
جو فغا کسار عشق ہیں و گئے لیے ظفر
خاک اوس گلی کی بستر راحت کی جائے ہے

ترت پے شامیانہ نہ اہ سیاہ ہے

جب تک کہ دم میں دم ہے ہم چاہنا دم
آہ و فغا کچھ آپ سے کرتے نہیں ہیں ہم
جس دم گئے یہاں سے نہ ہے شاہ نے گدا
سمجھے ہیں دل میں جو بخدا اوس صدم کو ہم
پر وہ روئی کا چھ میں حائل اگر نہ ہو
کیونکہ شاید اپنے حال کے ہم ڈھونڈیں اے ظفر
یہ ہے جو کسی نیکی اپنا گواہ ہے

وہ دوست بنے رہتے دشمن مرے کیوں ہوتے
رنگین جو ہوئے جیب و دامن مرے کیوں ہوتے
مشعل کی طرح دیدے روشن مرے کیوں ہوتے
تو سیکڑوں سینہ میں روزن مرے کیوں ہوتے
روئیدہ مر خاک مدفن مرے کیوں ہوتے
تو سوئے بدن مثل سودن مرے کیوں ہوتے
ہاتھ اوکے ظفر زیب گردن مرے کیوں ہوتے

یہ غمگدہ نہ عیش و نہ عشرت کی جائے ہے
ہر دم زبان پر شکر و شکایت کی جائے ہے
اس تیرے تلخ کام کو شہرت کی جائے ہے
یہ خانہ خدا ہے عبادت کی جائے ہے
کیونکہ ہم کہ خوب فراغت کی جائے ہے
اور آئندہ ہر سانس حیرت کی جائے ہے

صحرا میں قبر پوش غریبان گویا ہے

ہم کو ہم سے راہ ہمیں دم سے راہ ہے
پر دے میں کوئی چشم کی اب داد خواہ ہے
جب تک یہاں ہیں کوئی گدا کوئی شاہ ہے
کہتا ہوے نہ چاہیے کہتا گناہ ہے
کیجئے جد ہر گدوئی پیش نگاہ ہے

اگر چہ سامنے برقع سے منکوحا کھاتا ہے
 ترے دیوانہ کی جو چھانکی ہے خاک قیمت میں
 بدولت آنسوؤں کے سوزن مڑگان سے یہ عاشق
 کرے ہے جہت کیا خاک شیخ اپنے مریعوں کو
 وہاں لٹا رکھتا ہے ہر ایک کوچ لڑائی سے
 لگا دوں چین ہر ورد کچھ کر کیوں جان ہر وہ
 ظفر لے ہے مڑے سے اوس باب شیریں کا یوں پور

دیگر

کام جو کوشش سے ہوتا ہے اس کا نام ہے
 دیکھ کر ہر کوئی ترے کہتے ہیں شیریں گر
 ایشیسی جہاں سے ہے شیخ کی اوکوٹنگ
 ہاتھ آئی ہے نصیبوں سے تمہاری خاک پا
 یہ جو ہے وہ لے کتابی لڑکا قرآن ہے
 تو گلہ کیا کرے گی اس کو اے ادرہار
 ہو گئے پتھر مرے سالوں سے پانی اے ظفر

دیگر

دیکھ جو غل کنش کو اوس مدجال کے
 قائل ہوئے ہمت عاشق کا اپنے تو
 لڑک ہیں تیرے ہاتھ مگر رنج تو نہیں
 جی چاہتا ہے اپنا کر گل نکی کی جگہ
 اوس مدجیس کے واسطے لایا ہے سمان
 مارے گا رام زلف میں جس کو پھنسا کے تو
 جلدی کہیں وہ آئے کر بن لو سکے اے ظفر
 بجکو تو ایک دن بھی رہے سال کے

نکر برقع کی جالی سے وہ بچو جھانک لیتا ہے
 گلی میں تیری آکر اے پریو چھانک لیتا ہے
 گریبان میں درخشاں آب اپنے لٹا لیتا ہے
 نکر یہ گاؤ دی پوٹھیں گدھے سے ہانک لیتا ہے
 نہ خنجر ہاتھ میں لیتا ہے اور نہ ہانک لیتا ہے
 ہمسرتیج کے جوہر سے قیمت آ نک لیتا ہے
 کہ گویا منہ میں اپنے رنگتر سے کی چھانک لیتا ہے

اور بے کوشش جو ہو تقدیر اس کا نام ہے
 واہ کیا شیریں ہے شیریں اس کا نام ہے
 تو نے کیوں خط میں کیا قریب اسکا نام ہے
 ملتی یا سان نہیں اکسیر اس کا نام ہے
 خطا جو ہے مگر داس کے تفسیر اس کا نام ہے
 دل نہیں یہ مچھو تصویر اس کا نام ہے
 اس کو کہتے ہیں اترتا میر اس کا نام ہے

گردوں پہ شرمہر کو جھکا دے ہلال کے
 دے تھک کر وہ اپنا کلیہ نکال کے
 پھولوں کے گیند اے گل رعنا او چھال کے
 رکھ لے ہمارے گال کو تو نیچے گال کے
 تار خطوط مہر سے منکے نکال کے
 ہو گئے درخت او کے مزاروں پہ چال کے

اوس کوچے سے جب عاشق رونا ہوا آتا ہے
 لانا ہے جواب تھا تا صد گراب دیکھیں
 اوس زلف کے کوچے سے جھوکا ہوا کاشب
 آنکھوں میں ہے دم ہو سکوت ہم دیکھ تو بس یکدم
 اوس زلف پریشاں کا جب اندھتا ہوں مضمون
 دل میں کشیدہ ہے مجھ سے منہ سرکش
 مزا پنا چھپا لیتے ہیں شرم سے سب غنچے
 گلشن میں ظفر جب وہ ہستا ہوا آتا ہے

دیا ہے کرا نکھوں سے اندا ہوا آتا ہے
 کیا پیش نصیبوں کا نکھا ہوا آتا ہے
 آتا ہے تو خوشبو سے مہکا ہوا آتا ہے
 اس دم وہ سجاد مہ چھا ہوا آتا ہے
 جوتلف کرا تا ہے کھو کھا ہوا آتا ہے
 کھینچ کر کشش دل سے وہ کیا ہوا آتا ہے

یہ بزم میں نہیں ساقی شراب اوڑتی ہے
 عرق نشان گل رفسا تا ج ہیں کس کے
 ہجھوکا اوس لب اعلیٰس پہ یوں جہر فی پان
 کرے ہے قتل ہزاروں کو تیری تیغ نکھ
 تجھے سنا ہوں میں اپنا کرفسانہ غم
 جلیلا تو نے جگر کس کا شوخ آ قتل خو
 رہے ہے شدت گر یہ میں بھی مکد دل
 پڑے نہ دامن قاتل یہ دیکھا ہے کل
 اوڑ بھرے ہے تین زار یوں ظفر میرا

ہمارے رولت مرشباب اوڑتی ہے
 صبا جن میں جو بوئے گلاب اوڑتی ہے
 کر جیسے آگ پہ کر شراب اوڑتی ہے
 نہ اس کا مٹتا ہے جو ہر نہ آب اوڑتی ہے
 تو نیند ابھی تیری اسے مست خواب اوڑتی ہے
 تری جو بزم میں بوئے کہاں اوڑتی ہے
 عجب ہے گھر دیہاں تو پر آب اوڑتی ہے
 لیو کی مچھٹ دم فطراب اوڑتی ہے
 ہوا پہ جون کوئی نکلی شراب اوڑتی ہے

دگر

ساقیا آج گلستاں میں گمنا اچھی ہے

جام مے دے کر جگہ خوب ہوا اچھی ہے

مطلع غائبی

نازا چھا نظر اچھی ہے اور اچھی ہے
کس طرح ہوتے ہیں رحمت اچھا ہے
ہوئی جاوے گا کسی روز تو اسل نصیب
با جو تکو لگی میری ہری کہا با عث
اے جفا کار اسی میں ہے خوش گری
کیوں نہ زندان میں اس سلسلہ ہندان ہنون
قصر وایوں سے ہے کیا کا مقبروں کا ظفر

تجھ میں جو بات ہے وہا مہند اچھی ہے
نہ طیب اچھا ہے کوئی نہ روا اچھی ہے
قسمت اپنی اگر اسے ہر لقا اچھی ہے
ورنہ جس نے کسی اوئے کہا اچھی ہے
تو فاسے مرے حق میں یہ جفا اچھی ہے
لگی زنجیر کی کاس کو صدا اچھی ہے
کہ جہاں بیٹھ رہے بس وہی جا اچھی ہے

دگر

نہ دیا پور نہ منہ نے لگایا منہ سے
باتیں کتا ہے جو فہم فہم کے مرا غنچہ بہن
رنگ سے خون جگر اپنی ہے گا کوئی
سیب شرمندہ فہم سے ہے قلوب سے عتاب
ہنان عی میری نقل جائے گی اسے آفت جاں
تلخ کالی کا کیا ہرے جو کچھ فہم سے بیان
ہم ہوئے جس کے لیے ایک زمانے سے برے
وہ بھی کہتا نہیں ہم کو ظفر اچھا منہ سے

آپ کہتے رہے یوں عی نہیں کیا کیا منہ سے
بھول سے جھڑتے ہیں ہر بات میں گویا منہ سے
ننگا غیر کے تو را غر صہا منہ سے
ہے نقل چشم سے بارامو پتا منہ سے
تو نے جانے کا اگر حرف نکالا منہ سے
زیر کیا کیا نہ عدو نے مرے لوگلا منہ سے

بیٹھ کر غیروں میں فہم نے وہ جو کل کی بات ہے
ہو کے سرکش ہون جو بل کرتی ہے ہم سے زلف یار
دیتی ہے جب چشم تیری حکم قل عامکا
بھیمے غیروں کو تو مصلح کا بیجا مرو
گر نقل پردہ کا دیکھا پردہ ہی میں کچھ کہا
ہے ہمارا لامرہ مجموعہ اعمال بد
منہ پہ کچھ نہیں ہے کچھ حاضر میں کچھ غائب میں کچھ
اے ظفر کیا ستایا دان و دل کی بات ہے

کیا کریں او کی شکایت ہم کہ ہلکی بات ہے
یہ امر اپنی عی قسمت کے بل کی بات ہے
پوچھتا پھر کون ہے قائل اجل کی بات ہے
اور ہم سے جب ہے اک جنگ وجدل کی بات ہے
ہم نے اے پردہ نشین کب بے محل کی بات ہے
ایک بھی جس میں نہیں حسن عمل کی بات ہے

مغفر ہے دل خدا کی قسم چار روز سے
 کانٹوں ہے شکر کے کم چار روز سے
 کرتے ہیں روزِ قصد یہ ہم چار روز سے
 اٹکا ہوا ہے کانٹوں میں دم چار روز سے
 وہ ہیں وجد ہوا ہے صم چار روز سے
 کرتا ہے تو جو لطف و کرم چار روز سے
 دیکھتے نہیں جو ان کے قدم چار روز سے

آیا نہیں ہے وہ جو صم چار روز سے
 اسدِ جنین یہ تیری جدائی کی ایک رات
 فرصت نہیں ہے اتنی کہ جاویں وہاں تک
 اپنے مریض ہجر کی تو جلد لے خبر
 جس کے ہیر ایک گھڑی بھی نہ ہزار
 ہے چار دن کی چاندنی کیا اس کا اعتبار
 برحق صلی نصیب کی اپنے ہے اے ظفر

دیگر

تو دل کے جلنے کی ہے اوسیں بوئیں آتی
 تو چاندنی سے چائے ماہ روئیں آتی
 کر گھٹاؤ میں ہے کچھ گھٹاؤ نکلی آتی
 جو جس کے ساتھ ہی اے جان تو نکلی آتی
 بغیر کھینچے ہی اے جنگجو نکلی آتی
 مگر ہے ہونہار کی بھونٹ نکلی آتی
 جو کرنا شانِ ظفر جو نکلی آتی

جواہر دل سے چائے شعلہ فوٹلی آتی
 جو زلفِ رخ سے تری شب کو ہر ک جالی
 چھپائیں لاکھوں چھپتی بات الفت کی
 نکلا اوس نے مرے دل سے تیر بہتر تھا
 عجب تھا کہ مرے قل کو میان سے تیغ
 رہا نہیں مری آنکھوں میں اب تو کوئی بھی اشک
 ہماری منس دل و سرف زلف میں ہوئی تھی کم
 دیگر

سمجھیں وہ یہ کیا ہے خدا کے غضب سے
 دھبے تھے چاندنی پہ جتا کے غضب سے
 زانو اسے اپنے بونٹا کے غضب سے
 ہونے کو بچے کا ہم سے چھپا کے غضب سے
 دانستوں کے اپنے ونگل دبا کے غضب سے
 بیٹھے ہیں اپنے سر کو جھکا کے غضب سے
 پھر کودے ہم بھی پاؤں جتا کے غضب سے
 عارض ہی تیرا زلف دوتا کے غضب سے

جو ہیں بتوں کی تیغ ادا کے غضب سے
 مہندی جولی کے پاؤں ادا سے چنگ سے
 کھا دشمنوں کے دیکھ کے ہم کو چھپا لے
 کوئی تو زیرِ غرقہ کھڑا ہے کاپ نے
 دیکھا جو سرِ حال زبون تو وہ رہ گئے
 اللہ سے شرم کرتے ہوئے نہیں نگاہ
 جب ششمن میں ہم کو ٹھاکر وہ چل رہے
 گویا کر زیرِ ہر ہے پوشیدہ آفتاب
 کچھ کہہ دیا جو کان میں ہم نے تو اے ظفر
 کوئی سے ہوتے کان دبا کے غضب سے

ٹیک ہے یاد ہے بچی ہے کر چھوٹی بات ہے
 ہم سے دنیا میں نہیں کوئی بھی چھوٹی بات ہے
 جی ڈرے ہے ہونہ رسولی الہی خیر ہو
 دل کے پیشہ ہمارے سب میں چھوٹی بات ہے
 غم سے رشتی ہے زرد کو ب لکی جان نستر پر
 کہتے ڈرتے ڈرتے کچھ جو ماری کوئی بات ہے
 زلف کو ہے منہ سے تو سر کا کہ تیرے کان میں
 کتنی کیا جھک جھک کے یکالی کلونی بات ہے
 کیا حائل اور روشنی سے وہ کرتے ہیں کلام
 جن سخن سازوں کی یاں سوا رٹوئی بات ہے
 ہنرہ کا لب و لعل کا یہ دل جانے ہے ہمد
 ہے یہ لقمان اس سے کرتی ہوئی بات ہے
 دشمن و غماز و ساز و ساز جمع ہوں تینوں جہاں
 اسے ظفر کرنی وہاں واجب نہ کھوئی بات ہے

دگر

لیکن مری غفلت کا ہے پروا مرے آگے

ہر جہاں ہے قدرت کا تماشا مرے آگے

مطلع غانی

گر چشم پر آ ب آپ کو سمجھا مرے آئے
وہ دام میں شہرت کے سی میں دام سے آزاد
بس اب دعا کافی الفت میں رہا میں
انداز تم سے مجھے اپنے چلا نا تا
کہتا ہوں جو میں شکوہ جفا کا تو کہے ہے
آنکھوں میں کسی کی ہے جو آنکھوں کا تصور
قائل ہوں میں دل کا کہ جو دل پہ ہے گزرتی
آئینہ دکھاتے ہیں مجھ کو مجھے سکتے
ہاتھوں سے ترے غمیں بنا دے کمالاں
خاک قدم پر مرے جہد کی جائے
میں وہ قفل ہوں گرا نہاری غم کا
سادہ ورق آئینہ حیرت کی نظر سے
کہتا ہے جو دل او سکے یہاں ہز کے اوصاف
کیا کیا ہے ظفر زہر ہو لگا مرے آئے

مجھے اے دوستو جس کی محبت حد سے باہر ہے

مطلع غانی

کسی وحشی جنگی دل کو الفت حد سے باہر ہے
نہیں عاشق کو تیری کچھ بھی اندیشہ قیامت کا
مقابلہ ہو دیا یا رکھا ہو چشم گریاں سے
کرے گا برگ دھوئی اس کے آگے زکی کا کیا
ابھی میں نے دیکھا کسی کے روئے حیرت فرما کو
زبان سے میں نہیں کہتا تو کیا لیکن مرے دل میں
چمک کر برق اپنی چلا ہٹ کیا دکھاتی ہے
ظفر میر چیز کی حد ہے مگر خشن و محبت کی
جہاں میں ہم نے دیکھی جو مصیبت حد سے باہر ہے

رو رو کے کنواں ہووے گا اندھا مرے آئے
جا سکتا کہاں اوڑ کے ہے غنقا مرے آئے
اونٹنے ہی نہیں پانی تناسیر مرے آئے
بارے ہے وہ تو سن کے جو کوڑا مرے آئے
پھر مام کھی لچو وفا کا مرے آئے
ہے چلیوں کا ایک تراش مرے آئے
کہتا وہ کیسے نہیں الامر مرے آئے
اس آئینہ رو تو ہی کہیں آ مرے آئے
میں آئے سیا کے سپا مرے آئے
یہ نقش کف پا ہے دعا مرے آئے
ہے کوا کھی اک کھیل سے ہلا کرے آئے
روداد سکندر ہے نسخا مرے آئے

قسم ہے میرے ساتھ کو مکو عداوت حد سے باہر ہے

تعجب کیا مجھے گر جوش و شہت حد سے باہر ہے
پر او کو تیرا راکے سرو قات حد سے باہر ہے
کہ اس کے گر یہ میں بارش کی شدت حد سے باہر ہے
لب مازکی میں تیرے تو نواکت حد سے باہر ہے
کہ چنگو صورت آئینہ حیرت حد سے باہر ہے
بھری اے تند خو تیری شکایت حد سے باہر ہے
اوس آتش خون شونی و شرارت حد سے باہر ہے

جا بجا ہم نہ اگر تیرے علاقی پھرتے
 ہوتی بر گشتہ جو قسمت نہ مری تو مجھ سے
 عسکری راہ میں جون با نگ جس سرگردان
 رو سیاحی نہو جب تک روش حرف تکسین
 دل مدوکا ہے اگر سنگ تو ہم مالہ سے
 کیا دل وحشی عشاق کا ہے شوق شکار
 نکلے کر مطلب دل یار سے دے کر رشوت
 دیگر

تو نہ جا کر بھی سوئے مکہ و کاشی پھرتے
 نہ وہ پھرتے نہ کبھی مکہ و کاشی پھرتے
 ہیں بہت قافلے اور قافلہ باشی پھرتے
 بخت و آزون نہیں اسے سیر خراچی پھرتے
 لیے آلہ ہیں پئے سنگ تراشی پھرتے
 وہ تو پہنچے ہوئے پوشاک ہیں ماشی پھرتے
 اسے غفر جان بھی دینے کو ہیں راشی پھرتے

تجھ کو تو اپنے ظلم سے قائل سرور ہے
 دل کو ہو سرور جو خدا دیکھ کر ترا
 ہو جائے کائنات میں مبدل وہ رنج ہے
 دنیا ہے جائے رنج و مقام غم و الم
 تجھ بن کسے خوش آتی ہیں اسباب البساط
 سرور بادہ کش ہیں جو باران کو دیکھ کر
 گردن مراچی ہو سکی ہے اور چشم جام ہے
 رونے پہ کیوں نہ ہر کے ہو برق خندہ زن
 سو جو درد و غم تو ہیں ہر لکھناے ظفر

اور تجھ کو اپنے صبر سے حاصل سرور ہے
 واللہ و لا تو لکھنے کے قائل سرور ہے
 گلشن میں جو نصیب عناد دل سرور ہے
 یہاں ہوتا کس طرح تجھے غافل سرور ہے
 محفل میں تجھ سے رونق محفل سرور ہے
 بارش ہے یہ کہ چرخ سے نازل سرور ہے
 ہونا اوسے تو دیکھ کے لیل سرور ہے
 باغ جہاں میں رنج سے شافی سرور ہے
 ہونا کبھی نصیب ہر مشکل سرور ہے

بہا ناتی ہوا بند قبائے گل کشادہ ہے
 رہے جہاں نظا نا نے کاس میکش کے اے سانی
 دل سودا زہ ہوئے نہ پابند بلکہ کیونکر
 ہزاروں روز آتے ہیں ہزاروں روز جاتے ہیں
 لب فریا د کرتے ہیں ہم بھی آج گلشن میں
 غنیمت جان اے جتائے سے تو بزم عشرت میں
 ظفر چشم کشاد کا رکھ مشکل کشا سے تو
 کر کرنا دم میں وہ مشکل کے عقدہ گل کشادہ ہے

سر گلشن ہواے طرہ سنبھل کشادہ ہے
 ہمیشہ بزم میں جو چشم جام کشادہ ہے
 ادھر زلفیں کشادہ ہیں او دھر کا کل کشادہ ہے
 تماشا ہے وہ کھر جہاں بے غل کشادہ ہے
 اگر منتظرانہ تیری اے لیل کشادہ ہے
 کوئی دم گرد ہاں شدہ قلقل کشادہ ہے

پہلے یہ بت دیں ورنہ ایمان کے پیچھے پڑے
 کرتے سرکوش ہیں اسے کان ملاحت تجھے کیا
 خوب کھڑکائیں موصے لیکن ہمیں ہے تیرا دار
 مختص نے کی خراب آ کر کان میٹروٹ
 لاتے ہیں کیا دیکھ کر لیاں خرابی دیکھیے
 کرتی ہیں دست فطروں رئیس اوس رخ پر دراز
 مکی جہا تمل تم نے شب غیروں سے اسے پر وہ نہیں
 چاہتے ہیں سب نکل جائے جگر سے ماسکاتیر
 اسل ہے چھچھا چھوڑنا دست شیر و گرگ سے

دیگر

کسے کچھ ہے حیات بشر پانچ روز کی
 جو ہم شہیدانہ کا اپنے وہ کیوں کرے
 جنہیں دکھانے کے چھ مڑگان کی ایک دن
 آئے نہ ایک ہفتہ میں دون بل سے وہ
 اکدن بھی کوش زد نہ ہوئی تیرے ہے تم
 قاصد لا جو ہم کو تو ایسا نصیب ہے
 اک روز جس بغیر نہ ہو گل ہزار حیف

دیگر

میرے انگوں کی جھری دن رات یہ اچھی تو ہے
 زندہ کر دے اپنے کشیکو جو تو اکبات میں
 دامن نیساں میں بھر دے دست مڑگان سے گھر
 یہ تکین دل ہمارے پاس اک عمدہ تم
 زیب ہے عاشقی کے ہووے جس قدر درخ و بل
 بوسے لے چوری سے اوسکے رخ کا لیل دل زیر زلف
 ہاتھ آئے کیا نہ آئے لہر آ ہو تھک

لچکے جب دین و ایمان جان کے پیچھے پڑے
 یاں یہ جوزلف کے ہیں کان کے پیچھے پڑے
 تو کہے گا کیوں مرے دروازے کے پیچھے پڑے
 شیشے ہیں ٹوٹے ہوئے وہ کان کے پیچھے پڑے
 ہیں یہ مرے کلبہ احزان کے پیچھے پڑے
 دکھو ہندو ہیں کیا قرآن کے پیچھے پڑے
 ہم وہ سب سنتے رہے دالان کے پیچھے پڑے
 وہ ستیرے ہیں مرے مہمان کے پیچھے پڑے
 پر نہ انسان اسے ظفر فسان کے پیچھے پڑے

نے ایک روز کی نہ خبر پانچ روز کی
 منظور توجہ نہ ہو کر پانچ روز کی
 جان موصے میری زیر پانچ روز کی
 صحبت نہ ہو سکتی گھر پانچ روز کی
 فریاد ہم نے آٹھ ہیر پانچ روز کی
 دس دن میں اتنی راہ ہو کر پانچ روز کی
 ہووے جہاں اوس سے ظفر پانچ روز کی

ہے اگر اکبیر جس برسات یہ اچھی تو ہے
 واقعی رشک سہولت یہ اچھی تو ہے
 تجھ سے ہو کر چشم تر خیرات یہ اچھی تو ہے
 بھیج دیں گریہ کو سونات یہ اچھی تو ہے
 عشق میں ہاں کثرت آفات یہ اچھی تو ہے
 چور کے حق میں مدد دہری رات یہ اچھی تو ہے
 پر ظفر بیخاک کر گھسات یہ اچھی تو ہے

دیگر

خندہ از راسبا دل بلبل نگر سکے

ساقی ہمارے واسطے رو چارم تو ہوں

عارض سے کر سکے نہ ترے گل برہری

ہے مرغ رو جو طائر دل ایسا کون سا

اتنا تو عشق دے کشش دل میں تو ہر

دل میں تم شعا رہو کیوں فریضہ

رو چار میں سناؤں اگر مالے اے ظفر

گلشن میں عنایب ذرا نکل نگر سکے

یعنی چراغ گل وہ کبھی گل نگر سکے

یراب ہم کو اک قدح تل نگر سکے

زلفوں سے ہم سری تری سنبھل نگر سکے

جس کو اسیر داسو کا کل نگر سکے

آنے میں اس طرف وہ نال نہ کر سکے

جس کے تم پہ مہر و جل نگر سکے

سودا اٹھکھون سے گھر سے باہر رو قدم نکلے

بلد سے ہوئی گر اس میں کسی مضطر کا دم نکلے

کہاں آنسو کے قطرے خون دے ہیں ہم نکلے

مرے مضمون سوز دل سے خط سب جل گیا میرا

قال اے چادر اگر تو شوق سے لیکن سر پیکان

تصور سے لب اعلیٰ کے تیرے ہم اگر رو دیں

نہیں ڈرتے اگر ہوں لاکھ زنداں یا زنداں سے

جگر پر داغ لب پر رو دل ہو رشک دامن میں

اگر ہوتا زمانہ گیسوے شہر گنگا تیرے

کبھی جن کی طبیعت میں ہے کب ہوتی وہ سیدھی ہے

شمار اک شب کیا جتنے جو اپنے دل کے داغوں سے

عدا کے واسطے زہد اوٹھا پردہ نہ کعبہ کا

تمنا ہے یہ دل میں جب تلک ہے دم میں دم اپنے

یہ دل میں جن تھے مدت سے کچھ پیکان غم نکلے

قلم سے حرف جو نکلے شرعی نظام نکلے

اودھر نکلے جگر سے تیرا دھر غالب سے دم نکلے

تو جو لخت جگر آنکھوں سے نکلے اک رقم نکلے

ہنوں اب تو مثال مالہ زنجیر ہم نکلے

تری محفل سے ہم مانند خیم مسجد ہم نکلے

مری شہد پر سودا کا نیا دھڑ قدم نکلے

کیونکہ گل تصویر سے کس طرح غم نکلے

تو انجم چراغ ہشتم کے بہت سے اونے کم نکلے

کہیں ایسا نہ بیان بھی کا فرضہ نکلے

ظفر منہ سے ہمارے مہر کا دم بدہم نکلے

دیگر

یا سے نسبت ملا کو کیا یہ سہی ہے
 او نہیں کہاں یا زو ادا یہ سہی ہے
 کہے شاخ طوطی جنت کیوکر تیری قامت کو
 سچ بھی تو ہے اے حور لقا یہ سہی ہے
 طرز خراما زکو تیرے گر چہ بوڑھے کبک دردی
 لیکن پھر اے ہوش رہا یہ سہی ہے
 تیرے روئے مصفا سے کیا خاک مقابل آئینہ ہو
 ایسی کہاں ہے او نہیں مصفا یہ سہی ہے
 تیرا رنگ باز غضب ہے اور کو بیٹا اے صید قلن
 کہے کیوکر تیرا قضا یہ سہی ہے
 تیرے رخ پر نور کے آئینے اب ہے کیا جو ماہ چین
 ہووے فلک پر جلوہ نما یہ سہی ہے
 میری چشم طوفانِ نا سے ہر مقابل کیا ہول غفر
 جس نے دیکھا تو مگر کہا یہ سہی ہے

دیگر

ترے در پر جو عاشق کو محبت لے کے آتی ہے
 لبوں پر جلا آتی ہے جھری جھری تیرے
 معطر کر دیا مارے تہن کو ایک جھو کے میں
 جلا پروانا یا شمع کے شب سوز الفت سے
 ایسی کیوں دراز اتنی ہوتی ہر رات فرقت کی
 بلایا ایک جھکو ہے شہادت گر میں قاتل نے
 ظفر دل تو ہمارے بیچ میں اوس دلف چچان کے
 کبھی ہرگز نہ آتا ایک شامت لپکتی ہے

اوی تقدیر نے بھیجا ہے قسمت لے کے آتی ہے
 تو اپنے ساتھ کیا کیا رنج و حسرت لے کے آتی ہے
 خدا جانے مباحس گل کی نکلت لے کے آتی ہے
 کہا اٹھ جا کہاں کا سوز الفت لے کے آتی ہے
 یہ اپنے ساتھ کیا روز قیامت لے کے آتی ہے
 ہزاروں کو تنہا ہے شہادت لے کے آتی ہے

گل رخسار پر تیرے کھلی زلف دھاریوں ہے
 کریں کیوں بہت پرستی تو صورت ہو کے کوسرت کی
 صفائی دگی گرد کا رہتو خاکساری کر
 بجا ہے وہ جو کچھ لکھتے ہیں خط میں جگہ اس کا صد
 نہیں گرد دل خراش لے گل چمن میں مار بلبل
 کہے ہے دل چل اوس کو بچے کو صبح منع کنا ہے
 خدا جانے کیا کیا حرموں چشم پر افسوں نے

دیگر

نمودہ اندھتے ہیں گھر میں جھوٹ سٹ پڑے
 جو پکے دیوہ داغ جگر سے سب آنسو
 قلق سے تیری جدائی کے ہے یہ حال اپنا
 یہ روز مشورہ کیا ہے کوئی تو بھولی بات
 ہمیشہ رکھتے ہیں جھوٹوں سے آپ سر کوٹش
 ہم اوسکی چشم کو دیں کیونکہ اپنا شیش دل
 ظفر وہاں زونگ ہے بلا تیری فوج

دیگر

ارگہ ماہ فلک پر کمال کو ہو نچے
 نہ کھینچ شان سے اس طرح زلف کو اپنی
 گئے جہاں سے کام ہیں ترے بھور
 جو پھڑکے مرغ گر فدا رک ڈر ہیاں
 ہزار شک کرے اپنی رنگ و بو پر از
 خوشی تہا دی سبکی ہے کراک لال اپنا
 اوٹھاؤ ہاتھ نہ سودے سے تم محبت کے

کہ گلشن میں کبھی دیکھی نہیں کالی گٹھائیوں ہے
 مگر ہم کیا کریں زائد کہ منظور خدا میں وہ ہے
 کہ بے خاکسترا تیز کو ہے ہونا صفائیوں ہے
 خطا ہوئی نہیں قسمت ہی میں میرے لکھائیوں ہے
 تو کیوں سبز سراسر چاک تیرا ہو گیا یوں ہے
 ادھر یہ کہہ رہا یوں ہے ادھر وہ کہہ رہا یوں ہے
 ظفر جو دل تمہارا بس میں ہو سکے آ گیا یوں ہے

اسی جان پہ جھوٹوں کے تھر لوٹ پڑے
 تو دل کے آبلے بھی ساتھ اوسکے جھوٹ پڑے
 کہ فطش میں رہتے ہیں چھاتی کو کوٹ کوٹ پڑے
 خدا کرے کہ کہیں دشمنوں میں جھوٹ پڑے
 تمہارے کان میں کیونکر نہایت جھوٹ پڑے
 کہ ہے وہ مست کہیں ہاتھ سے نہ جھوٹ پڑے
 کلیب و مہر کی دل میں مکیو نہ کوٹ پرے

مگر نیار کے حسن و جمال کو ہو نچے
 کہ صد مہاں دل آفتہ حال کو ہو نچے
 کبھی نہ ہائے مراد و حال کو ہو نچے
 چمن میں توڑ کے یا تیرے جال کو ہو نچے
 کہ تیری زلف کو ہو نچے نہ خال کو ہو نچے
 ہمیشہ میرے دل پر مال کو ہو نچے
 ظفر اگر چہ ضرر جان و مال کو ہو نچے

دگر

کیا کہوں شب کو مرے گریہ کی حالت اور تھی
بزم یارانِ گذشتہ کی پہچو دل لگی
کنا کیا دیوانگی میں مجھ سے مجھوں ہمسر
نزع میں تھی آرزو تجکو تو وصل یار کی
حلق میں شیریں کے جو تھی گوارا ہو گئی
غزہ و مار و ادا سے مجھ پہ جو گزری نہ پوچھ
اے ظفر اچھا کیا تم نے کہے امراءِ حلق
ورنہ تھی اکے چھپانے میں قباحت اور تھی

نظر پہ تو ہی بس اے میری جان جڑھتا ہے
نظر سے فلق کے گر جائے ہے لک پہ قمر
اگر برا نہ کہے ہووے کیوں برا مشہور
کوئی مورتا ہے دیائے حلق یہ اپنا
غمرور حلق حقیقی کو ہے مجازی حلق
ہمارا مال پرورد آسمان کے کے
ظفر عجب نہیں گر چرخِ بحر ہو پامال
سند مار پہ پھر وہ جوں جڑھتا ہے

اون لب و دندان کو ہم ہیں لعل و گوہر جانتے
تاب یہ کسکو لگائے تھہ تیری زلف کو
سامنے تیرے لبِ مازک کے اے رنگین ادا
کیا کریں تجھ سے سوال یور تو ہے پر عتاب
ہمیں ہر کو ترے اے قاتلِ سفاک ہم
دیکھتے گر چشمِ تر میں میرے آنکھوں کا جھوم
ہے ہمارے اور لوگے درمیان جو آمیز

روکنے سے آنسو کی ہوتی شدت اور تھی
تھے وہ جیسے اور یارو اور وہ صحبت اور تھی
جگو وحشت اور تھی اور اونکو وحشت اور تھی
کچھ سوا اس کے نہ میرے دل میں حسرت اور تھی
پائی کچھ فرہاد نے اس میں حلاوت اور تھی
دبدم میرے لئے آفت پہ آفت اور تھی

ترے سوا نہیں کوئی یہ دھیان جڑھتا
جو وقتِ شام وہ کوٹھے پہ آن جڑھتا
تو اس زبان سے سب کی زبان جڑھتا
نیلادہ دبدم اے مہربان جڑھتا
کوئی بام پہ زرد بان جڑھتا
بنانا ایک سے اک آسمان جڑھتا

اور زلف و خال کو ہیں ملک و مہر جانتے
ہیں ہمیں اے کافر اس کالے کا منتر جانتے
لعل کو ہیں جوہری اک لال پتھر جانتے
ہم تری پہچانتے ہنوتن ہیں خور جانتے
اس تری شمشیرِ ہرو کے ہیں جوہر جانتے
مردم اس کو مردمِ آبی کا لشکر جانتے
اے ظفر ہم اس کو ہیں سد سکندر جانتے

دگر

ما زوا میں کیا برت گمراہ ایک ہے
رخسار تیرے دونوں ہیں مابندہ اس قدر
گزر رہی ہے صاف بیزارہ اس کے پار
پروانہ جل کے خاک ہوا لاں ہو عندلیب
کیونکر کرے نہ میری دہر دھمکی
کہتے ہیں راہ دل سے ہے دل کو بغیر جس پہ بھی
فرہاد و قیس سے ترے شاگرد ہیں ظفر

وہ تو ہر ایک بات میں واللہ ایک ہے
گر آفتاب ایک ہے قلم ماہ ایک ہے
تیرے بلائے عشق مری آہ ایک ہے
دونوں کی کسر طرح سے کہوں چاہ ایک ہے
تجھ میں رہا میں تو ہوا خواہ ایک ہے
حالت سے ایک کی نہیں آگاہ ایک ہے
اوستا فن عشق میں تو ہوا ایک ہے

دگر

وہی سی آہ افغان بیہات کل کی آج ہے
نغمہ تیری بات آج کی کل پر جھڑے واسطے
کہتے ہو کیا آج گری چلو کل برسات ہے
جاننا اس دنیا کے رکاوٹ کے تو قرار پر
آپ نے بھی بچا تھا کچھ تھکے جو کل برے لئے
کیا بھروسہ کل کا غافل آج ہی کر لے نہ چوک
آج جو کچھ کر سکے کر کل کی کل پر رکھ ظفر
فکر کیا اسے مرد خوش اوقات کل کی آج ہے

میری قسمت جو سی پھر رات کل کی آج ہے
ہوتی عیروں کے لیے ہر بات کل کی آج ہے
میرے گریہ سے ہوئی برسات کل کی آج ہے
آج کی کل کرتی یہ بد ذات کل کی آج ہے
آئی میرے پاس وہ سوغات کل کی آج ہے
تم سے ہو سکتی اگر خیرات کل کی آج ہے

ہوئے جہاں میں ترے شیخیہ ہزار آگے

پر ایک بھی نہ ہوا مجھ سا جان بٹا نا گئے

مطلع غانی

بندھا تھا کہہ مرے رونے کا ایسا نا آئے

کہاں تھے یوں مرے ننگی کے ہانا آئے

مطلع عارف

دل ایک بوسہ پر دکھوں کا لاکے یا رکنا آئے

قدم وٹھا کے تو آندھی سے بھی بیابان میں

رہے گا مگر بھرا آئینا ب شرم میں خرق

کہاں مجال کہوں سن لومہری ہ باتیں

یہ حال اپنا سہاویں زلف کے تصور میں

نہ کرے گئے یہ بند یوں کھوئے آبرو اپنی

غضب ہے تیرنگ اوس شکارا قلن کا

تجھے ہے لئے لئے نہ لئے کا اختیار آئے

اوڑنا خاک چلے تیرا خاکسار آئے

ہو وہ آکرے یا شرمسار آئے

کہ ایک کہہ کے ابھی سن چکا ہوں چار آئے

اندھیرا آئے ہے نکھوں کے بار بار آئے

یہ یا اپنا کیا چشم انگار آئے

نہی کے جائے ظفر آئے جو شکار آئے

دیگر

کیا پڑھے کھا کی ہمارے ہمارت سیدھی

ماصور کھنا تم سیر بہار آئے رو

بار اندوہ مراد ہے کہ جس کے نیچے

شیخ جی کرتے ہو رندوں سے جو نیزھی باتیں

شاخ گل باغ میں کچھ ہونے لگی تھی نیزھی

ہر قدم پر ہیں ظفر لاکھ طرح کے خم و رچ

سر نوشت اپنی نہ سیدھی ہے نہ قسمت سیدھی

ہو نیچے گی دشت میں لے کر مجھے وحشت سیدھی

نہی تو پشت لکنا بہ قیامت سیدھی

کیا کیا چاہتے ہو تم کوئی حضرت سیدھی

ہو گئی دیکھ کے وہ جلوہ قامت سیدھی

کون کہتا ہے کہ سدا بہت سیدھی

دیگر

جو وقت جوش گر یہ دیکھتا جوش کھاتا ہے
سمجھ خاک شہید ان پر نہ تو جوش گل و لالہ
ہزار آئے کوئی نوا دیا رو جوش میں لیکن
تری جب گرم جوش دیکھتا ہوں ساتھ غیروں کے
یہ ہو شعلا سے تیرے حسن کے مہتاب کا عالم
ہوئے اشک اور بھی اپنے زیا وہ جوش گر یہ سے
ظفر اس موسم گل میں بخیر از جا دہ گلگون

تو بے جوش گویا اک سمندر جوش کھاتا ہے
یہ لوٹا خون اے شوخ سخن پر جوش کھاتا ہے
کب اپنے جوش گر یہ کے برہر جوش کھاتا ہے
تو پھر کیا کیا مراد لے اے سنگم جوش کھاتا ہے
کہ ہوا تفل پہ تیری ماہ و پیکر جوش کھاتا ہے
وگر نہ اب ہو جاتا ہے کم گم جوش کھاتا ہے
تپ حسرت سے کیا خون دل کے اندر جوش کھاتا ہے

دیگر

مگر خیال کیا آئی گنا بہت سی ہے
اکی خیر ہوشامت ندل کی آجائے
کیوں میں کیا کر گزرتی بدل پہ کیا محسوس
کبھی ہمارا بھی خون دل کے کچھ ہاتھوں میں
پلائے گا کوئی جام سے مجھے ساقی
کیوثر اس سے ہنستا ہے کیا شرارت سے
حیات عشق میں کرنی بسر ہمیں اپنی
ظفر اگر چہ ہے تھوڑی سی یا بہت سی ہے

ابھی تو شیشہ میں سے ساقیا بہت سی ہے
کہ ہم آج وہ زلف دوتا بہت سی ہے
یہ داستان ہم لیل دلا بہت سی ہے
لگائی آپ نے یوں تو حسرت بہت سی ہے
طبیعت آج مرئی بے عزت بہت سی ہے
کہ تیری سستی پہ ہمتی نہ بہت سی ہے

آہ اس غم پہ گمان ایک تو دل میں یہ ہے
خواب میں بودگی ہیں پر تر الیون پور
ہے جہان جان وہاں تو ہو لیکن ایہاں
کہیں دل سوختہ کیا دیکھ لے داغ دل کو
میں گیا جان سے ہو تو نہ یہاں تک آیا
کیوں ہوں منت کش و نہال مڑھکا فی ہے
ہیں اداسے تو بہت پر ظفر ان کے آگے
کچے سب حال بیان ایک تو دل میں یہ ہے

کہ بڑا وطن جاں ایک تو دل میں یہ ہے
ہوس اے سچے دہاں ایک تو دل میں یہ ہے
تیرا بے کا ارکان ایک تو دل میں یہ ہے
سوز الفت کا نشان ایک تو دل میں یہ ہے
حسرت اسکات جاں ایک تو دل میں یہ ہے
کہ کلکے کو نشان ایک تو دل میں یہ ہے

دوستی کو بہت ہوش رہا ہے یوں ہے
جیسے چتاہ کی گری سے مرے دل کا حال
چاہیے وصل سے بیمار صدیقی کا علاج
ذریعہ شاد ہیں کھرے ہوئے گویا کبیر گ
جیسے رتا ہے جھنگ گنگیا سے دل
جس طرح آبلہ پا ہے لگاؤت میں خار
تاڑی اوس نے ظفر تیری محبت کی لگاؤ

کر نہ جائے کبھی امید خدا سے یوں ہے
بھول مر جھانا کہاں گرم ہوا سے یوں ہے
ہونا جان پر نہ روا سے نہ دعا سے یوں ہے
مرنے پر باخشن پاؤں کا حنا سے یوں ہے
سہا کوئی نہیں تیر فضا سے یوں ہے
تکا کوٹھ سکتا کوئی کا رہا سے یوں ہے
مر جھکاے ہوئے جو شرمو حیا سے یوں ہے

دگر

مجھ سے وہ بات کریں جنت شکایت سیدھی
جنت پر گشتہ نے دی اتنی بھی فرصت نہ ہمیں
دل تگ سے ترے سبب ہے کہ چھٹ کر جون تیر
ہے کبھی اس کی طبیعت میں یہ چرخ کج رو
کچھ سیل یا نہ سیل گلا کر کج فہم
دیکھتا توڑ کے اک روز درود ان کو
کس کے کام کا تصور ہے کہ دل سے میرے
کلیشاں اس کو نہ سمجھو یہ پئے کل مرے
نیرگی باتوں کے ہیں اللہ کے ظفر نیز سے احنک

میری تقدیر ہے سیدھی مری قسمت ہے سیدھی
کہ کمر کرتے سر بستر راحت سیدھی
آئے ہے میرے ہی جانب کو یہاں فتن سیدھی
چال چلنے کا نہیں نا اقامت سیدھی
بات کہتے ہیں ہم اسکان ملاحت سیدھی
راہ ہم لیں گے سوئے واہی وحشت سیدھی
آہ اک نظے چتا لودہ حسرت سیدھی
تینا کیچنے ہوئے آئی شب فرقت سیدھی
سیدھے سادھوں کو تو بھاتی ہے محبت سیدھی

دگر

گزدنی ہے شب ہوے گریختے لیتے
بچھے جاتے ہیں پاؤں میں تیرے نچے
بندھا زلف کا جو تصور تو گزدنی
خبر دل کی کچھ اپنے لیے نہ پائے
کہاں بستر گل گزدنی ہے ہر شب
گیا تھا دل کوں زلف سے لیے سودا
لیا ہم نے ڈاکر نہ قصاص سے اپنے
خط اوس بندہ کو کا ظفر لیتے لیتے

تو ہوتی ہے ہم کو بھر لیتے لیتے
قدم تیرے اے فتنہ گر لیتے لیتے
بلائیں ہمیں رات بھر لیتے لیتے
ہوئے خبر ہم خبر لیتے لیتے
مجھے کروٹیں خاک پر لیتے لیتے
اُس گیا وہ کدھر لیتے لیتے

کسی کا صفت دل لے جانا کیوں جی بھی ہوتا ہے
 جو بوسہ مل سکے تو جھنجھلا کر کیونگی یوں بھی ہوتا ہے
 کبھی خط لکھ کے بلوانا کبھی خطا کے بھی لکھنے کا
 چپکا ہمسے اک لکھوا کیوں جی یوں بھی ہوتا ہے
 جو شانہ زلف سے او بچھے تو سلجھانا او سے لیکن
 دل صد چاک کو او لچھانا کیوں جی یوں بھی ہوتا ہے
 کنارہ کرنا عاشق سے نہیں اتنا کہ پھر بوسہ
 کنارہ گور کے ہوا نچلانا کیوں جی یوں بھی ہوتا ہے
 کچھ لکنا بات کہہ دینا کر اور کچھ آپ ہی
 پکڑ کر غصہ پھر فرمنا کیوں جی یوں بھی ہوتا ہے
 ہمیں تو خط میں اپنے تم کو لکھنا راز پوشیدہ
 تمہیں غیروں سے وہ پڑھوانا کیوں جی یوں بھی ہوتا ہے
 ظفر ہے کچھ تو باعث دل کو ہے جوائی گھبراہٹ
 کر بوسا ہے سبب گھبراہٹ کیوں جی یوں بھی ہوتا ہے

دیگر

چہ راز شش جہت کے مے سے چمک کے کھل گئے
 عشق کی بازی میں ساقی کو کے چھلکے کھل گئے
 پہلے تو کھلتی ہوئی باتوں میں ہم سے دیر تک
 وہ جھجکتے ہی رہے بارے جھجک کے کھل گئے
 رات کو گھر کے کواڑوں کے نہ کھل سکے مگر
 نور الفت سے دیے ہم نے جو دکھ کھل گئے
 ہو رہے تھے ہندوستان میں جو شعروں کے دماغ
 لف وہ کھلتے ہی خوشبو سے بہک کے کھل گئے
 زیرِ چتر چیتے ہیں کب داغ دل یہ ایک دن
 دیکھ لینا جیسے انکارے دہک کے کھل گئے
 پلٹے پلٹے راہ الفت میں گئے ہم دوڑنے
 کیا تماشہ ہے کہ اپنے پاؤں تھک کر کھل گئے
 جمید پوشیدہ ہمارے دل کے پاؤں پر ظفر
 کوس گلی میں رہ گئے ہم جو ٹھٹھک کے کھل گئے

دیگر

یاں آیا ایک پرچہ جب چند روز گزرے

آئے کبھی ادھر تو رنجیدہ ہی گئے وہ

بنا غم نکیو نکر ہو شائقِ رخِ خوب

ما صبح نہیں کہاں تک بس ہو چکی نصیحت

سو گندوں کی زبان سے گندی زبان ہے لو کی

ہاتھوں سے گر جنوں کے نکلے ہوں پیرہن کے

اندیشہ شبِ غم جائے ظفر نہ دل سے

بیش و طرب میں اپنا ہر چند روز گزرے

اور وہی مری طرف سے سو بند روز گزرے

اور میر کی گلی سے خرسند روز گزرے

نصفِ میں جب نظر سے گلشنِ روز گزرے

کتے ہی ہم کو سنتے یہ بند روز گزرے

جس کو کرکھا آئے جھوٹی سو گند روز گزرے

بجیر گروں کو کرکھے پیوند روز گزرے

رکتا ہے محبتِ دل ماسا توہاری

کیا ذکر کر بھولے یہ کبھی یاد توہاری

مطلعِ کافی

ہم سہتے ہیں بیدار پو بیدار توہاری

حیران رہیں صورتِ تصویرِ جو دیکھیں

اے نالو مانندِ حبابِ ایک نفس میں

سمجھانے چھیں حضرتِ دل اونے ہوا خواہ

کٹ جائے ابھی از رہِ غیرت سے چمن میں

اے لیلو اچانک کرو مسل کر مباردا

مجنوں سے کیا ہم نے جو ذکر اپنے جنوں کا

منہ دیکھے ہے جفا تیزِ حسرت سے ہمارا

ہم جس سے ظفر کہتے ہیں رو توہاری

لیکن نہیں کرتے کہیں فریا توہاری

تصویرِ ڈرامائی ہو بجزِ توہاری

منہ جاؤ گئے تم کچھ نہیں بنیا توہاری

محنت ہوئی ساری یونہی ہر بار توہاری

سج دیج یا گر دیکھ لے شمشاد توہاری

دشمن ہو سوا جان کا صیا توہاری

کہنے لگا کیل بات ہے اسوا توہاری

کیا قل آج اوسنے یہ خبر دو تین دن سے تھی
 کیا ہے آج خوش اوسنے جلا کر چٹکوا کستر
 ہو اگر یہ سے دامن آج سا رہا پاٹ دیا کا
 مبدل ہو گئی رنجش سے وہ کیوں آج کہا باعث
 ڈیہا ہے مر منظور تھا اس چشم گریاں کو
 خدا لایا تجھے جو چین آیا اور نفرت میں
 کوئی کیا سیر کرنا اس حیات بچ روزہ میں

جو پیش آتی ہے وہ پیش نظر دو تین دن سے تھی
 جو دل میں آگ میرے شعلہ زن دو تین دن سے تھی
 وگر نہ آستین اٹھکوں سے تر دو تین دن سے تھی
 عسارت او کی میرے حال پر دو تین دن سے تھی
 اوفطانی تھی یہ طوفان اس قدر دو تین دن سے تھی
 عجب حالت مری اے عشقہ گر دو تین دن سے تھی
 نہیں فرصت نیا وہ یہاں غفر دو تین دن سے تھی

دیکھ
 علم کو چھوڑوں کیونکہ میں گرا ہوا ہے تو یہی
 کیونکہ دل بھیرے نہ جھکو جانب ابرو سار
 خون عاشق سے کریں کیونکہ نہ ریا لودہ ہاتھ
 ناوک مڑگان سے تیرے کیوں نہ تھی سب میرا
 کیا کرے کاسم وز کوٹنا کساری اختیار
 چہرے کوہ قاتل جرات پر میرے دل کے تنک
 واہرے تیری بہار شد اداں وداں نما
 میں نے اوس قاتل سے پوچھا آج کیا دل میں ترے
 کس طرح عاشق کو صحت ہو میرا زو مل یار

اب پر ہے تو یہی ہے اور بھلا ہے تو یہی
 واسطے اس قبلہ کے قبلہ نما ہے تو یہی
 نگر خون کے واسطے رنگ حنا ہے تو یہی
 واقعی میرے لیے تیر تھا ہے تو یہی
 اے مہربوس تیرے حق میں کہہ پا ہے تو یہی
 تم کھانے کا محبت میں مزا ہے تو یہی
 حسن کے گلشن میں تیرے سوتا ہے تو یہی
 قل کا میرے سارا وہ ہے کہا ہے تو یہی
 اے غفر بنا فرقت کی وہ ہے تو یہی

دیکھ
 ہیں چاروں طرف غیر اوسے گھر کے بیٹھے
 وہ پوچھتے اتنا نہیں کیوں ہے بیٹھا
 بے قاعدہ یہاں کا یہی ہستی و بلندی
 چین کیوں تری ابرو پہ ہے یہ ہم نے نہ پوچھا
 یہ سوزش دل سے ہے مری خاک میں گری
 گردش ایسے بھلا چشم میرے کے کوئی کیونکر
 اوٹھ بھاگتا ہے سامنے سے مرد کے امرد
 رعبہ مقابلہ مظفر شیر کے بیٹھے

منہ مری طرف سے کیوں نہ وہ بھیر کے بیٹھے
 ہم سامنے ہیں اوکے بڑی دیر سے بیٹھے
 ہیں سوچ میں ما دان زیر وزیر کے بیٹھے
 دیکھا کیے جو ہر تری شمشیر کے بیٹھے
 کیا تاب کوئی پاس میرے ہاتھ کے بیٹھے
 آرام سے اس دور میں اندھیر کے بیٹھے

اُسی شکر ہے ہم ہیں بنوں کو یوں فاقہ
 جگہ بڑوب مرنے کی جنہیں ہم آشنا تھے
 شبِ فرقت میں اپنی آنکھیں لکھیں لگتی
 تمہارے بیمارے عیسیٰ نفسِ یان سے کہاں جائیں
 بہایا کیوں نہ خونِ کشتوں کا تو نے زیرِ پا اپنے
 ہوئے ہم خاکِ جن کے واسطے رہِ محبت میں
 شمارِ انجمِ افلاک کر سکتا اگر کوئی
 ترے ہاتھوں سے ہم اے سنگدل اس مالِ دل کو
 تراشا ہو کسی میکش سے لگ جائے تمہارا دل

دیگر

رہے دولتِ دنیا اس فقیری
 فقیر اس کو کہہ کر جو پاس اپنے
 سوال ان سے کرتو نہ دنیائے ہوتا
 عجب وہ قلندر میں آزادِ جن کو
 تری خاکِ پا رہ سکتا جگہ سے
 تزلزل میں کب خرمِ دنیا سے اے
 ظفر وہ سمجھتا ہے تیرا کتنا یہ

دیگر

ہمیں ہستی سے ہے صہبا کی رات
 نہ پوچھو ماجرا انھوں کا میرے
 ترے دانتوں کے آگے آبرو کیا
 ترے پتے ہستالِ مرغِ بھل
 ترے دیوانے کے گریہ سے دائم
 قیامتِ روزِ اکِ رات کی ہے ہم پر
 اگر آجانا زبِ میکدے میں
 سرِ شکِ خو جن سے ہے دامن میں اپنے
 ظفر کیا کیا ہے مجھ پر مہربانی

اگر ہوئی وفا ان میں تو پھر کیا جانے کیا صحت
 وہ ہیں اس آشنائی پر ہمیں ما آشنا صحت
 گزرتی رات ہے ہمارے ہمیں اے مد لقا صحت
 گل کو تیرے سائے حق میں ہیں دارالشفاعت
 کہ اے سفاک وہ اپنا اسی کو خون بہا صحت
 ستم یہ ہے نہیں وہ ہم کو اپنا خاک پا صحت
 تو ہم بھی اپنے دل کے داغ سب اے دلِ بہا صحت
 شکستِ شیشہ دل کی ہیں اپنے اک صدا صحت
 بہت عیاں آپ کو تم اے ظفر ہو پا رسا صحت

امیری ہے زیرِ لباسِ فقیری
 نہ کھتا ہو کچھ عیاسِ فقیری
 فقیروں سے گرا تم اس فقیری
 نہ امید دنیا نہ پاسِ فقیری
 بے فرق شایِ درد اس فقیری
 مرا در محکم اس اس فقیری
 جو ہے دھڑا دھڑا اس فقیری

نہیں بالکل خبر دنیا کی رات
 روانی کی ہے اک دریا کی رات
 زمانے میں دریا کی رات
 یہ حالت ہے دلِ شیدا کی رات
 زمینِ سرسبز ہے سحر کی رات
 کہ ہے یاد اوس قدرِ رات کی رات
 نخواستہ بخشِ اللہ اوا کی رات
 بیمار اک لالہِ جبر کی رات
 مرے بوسِ یادِ مہر کی رات

دیکھ

مرے اوکے ہے جو کچھ نہر ویرت رہ گئی
جو کہی ہم سے حقیقت وہی اس نے غیر سے
وعدہ آنے کا کیا آیا نہ وہ بشر خرام
اوٹھ گئے منعم جہاں سے چھوڑ کر قصر و محل
منز کو کیا بھیرے پڑا ہے آگلے ٹک جا مرے
حلت جانی نے مرے توڑی تو اوس قاتل کی تیغ
اسے ظفر دل میں تمنائے شہادت رہ گئی

یہ خطا اک دور کی صاحب سلامت رہ گئی
فی الحقیقت اب ہماری کیا حقیقت رہ گئی
آتے آتے سر پہ عاشق کے قیامت رہ گئی
عاقبت یا کلیہ ہیں ساری عمارت رہ گئی
رات کچھ تھوڑی سی ہے اے ماہ طلعت رہ گئی

شوق پاؤں میں ہم دور سے دوڑ سکتے
صدائیں جو وہ صدمہ کا فریاد
دیکھ کر ظلم ترے پاس سے سب بھاگ گئے
اس قدر رو کے عرق آئے جو یہ طفل مر شک
ساقیا جا مکھو بھر جلد کہ یہ کیا کیا دل
تری الفت ہمیں لائی نہیں ہم آپ سے آپ
جب رہا پاس ظفر کوئی نہ اپنے غم خوار

چہنئے کو یہ قدم دور سے دوڑ سکتے
سینکڑوں صد حرم دور سے دوڑ سکتے
ہم اوٹھائے کو ختم دور سے دوڑ سکتے
شاہی اسدی ہم دور سے دوڑ سکتے
دیکھ تو ہیں سر غم دور سے دوڑ سکتے
حیرتی الفت کی قسم دور سے دوڑ سکتے
سنئے ہی حضرت غم دور سے دوڑ سکتے

دیکھ

جہاں یہ چشم دریا رہے دن رات ہو جاتی
اب جان بخش کو جنبش جو تو رہتا ظلم سے
مقدور میر گشتہ اگر مجھ سے نہ ہو جاتا
پڑا سدا ہے در میخانہ پر اے نقشب گریہم
غم دوری تر اوہ ہے کہ ظالم ہاتھ سے جس کے
اوٹھا کر زلف کو رخ سے اگر پھر چھوڑ دیتے تم
ظفر تم عشق کی شہر نچ و ن سے سوچ کر کھیلو

وہاں ہے عین گرمی میں عجب برسات ہو جاتی
ترے بیجا رالفت کو شفا اکسبات ہو جاتی
تو کا صدوان سے کیوں واپس مری سوغات ہو جاتی
تو کیا ہے چین سے اپنی بسر وقات ہو جاتی
ہمیں ہے جان شیریں تلخیان بیہات ہو جاتی
تو ہوتا رات لیس دن و رات سے رات ہو جاتی
کروان جب عشق بازوں کی ہے بازی مات ہو جاتی

دگر

نے طلب ہے دین کی، سکون دے ہیں دنیا ڈھونڈتے
وہل تیرا بترے بنا فرقت کا علاج
مے پرستوں کے لیے بچا ہے غم جاے جور
جو تاشا دیکھ کر کو تاشا ہم ہوئے
چشم میں بھر بھر کے بیٹا تے ہیں اشک خون مدام
خاکساری کی بدولت ہو گئے ہیں جو غنی
اس زمانے میں جو لیل ڈھونڈتے ہیں یاد دوست
حسن میں پائے نہیں مانی تر اخور شہد ماہ
اسے ظفر بچا پناہی دو جہاں میں خردین

دگر

جان میری تن میں اسکا حل تر پتی چھوڑ دی
بیچتے تھے دل کو اک بوسہ پر تیرے ہاتھ ہم
تک آ یا ہاتھ سے وحشت کے بھون اس قدر
جو کہ سمجھا منزل رفعت وہ اس میں رہ گیا
کیا لیا فہم کر شرارت سے جہاں میں اسے شرر
چھا گیا فہم میں گویا ایک ہر نو بہار
خود پرستی پرستی سے نہیں کم اسے ظفر
جس نے چھوڑی خود پرستی پرستی چھوڑ دی

گردن کیلا دلف لہر جانی نہیں جانی
بہر و بے پر فہم کے ہم ہیں پر کسی سے بھی
حقیقت کو ہمارے عشق کی ہو نہیں تو کیا ہو نہیں
ہوئی بر باد میری خاک میدانِ محبت میں
بھلا کر تو بھلا ہو گا صد اس با نو ہوگی
نہیں ہو نچا تے ہم تا کوں مازک خوش دماغوں کے
یہ نقش ہو گیا ہے میرا سودائے محبت میں
گزر جائے نکلے مگر جان سے قاصد کہ جلاں تک
طبیعت ہے جون پیری میں بھی وہ اسے ظفر تیری

ہم خدا جانے ہیں طالب کس کے اور کیا ڈھونڈتے
ہیں کتابوں میں عیشِ نسخہ اطباء ڈھونڈتے
وہ نہیں بہر نماز اپنے معلا ڈھونڈتے
کیا تاشا ہے وہی ہیں ہم تاشا ڈھونڈتے
ہم نہ ساغر ڈھونڈتے ہیں بورنہ صہباز ڈھونڈتے
اے مہووس وہ نہیں اکسیر اصلا ڈھونڈتے
ہیں مرے نزدیک گویا دشمن اپنا ڈھونڈتے
گرچہ ہیں لے کر چرخِ اغاے ماہِ سہما ڈھونڈتے
ہم نہیں ہرگز کسی کا بھی بھروسہ ڈھونڈتے

اور اک تو نے نہ کیوں تیغ رو دتی چھوڑ دی
تو نے کیوں جہالت لیکر جس سستی چھوڑ دی
جا لیا ویرانہ میں وہ بوسے بستی چھوڑ دی
جس نے دیکھا ہے یہ دنیا جائے بستی چھوڑ دی
ہستے ہستے تو نے آنے لپٹی ہستی چھوڑ دی
زلفِ عارض پر جو اوسے وقت مستی چھوڑ دی

نہیں جاتی مرے دل کی پریشانی نہیں جاتی
نہانی تیری شیریں صفا ہانی نہیں جاتی
کہ وہاں تک ماحول کی عقل دیوانی نہیں جاتی
سمسنا زکی پر تیرے جولا فی نہیں جاتی
نہیں یہ بات کچھ ایسی کہ جو مانی نہیں جاتی
کہ جب تک بات کوئی خوشی چھائی نہیں جاتی
مری صورت مرے ریلوں سے بچانی نہیں جاتی
خبر مشکل سے جاتی ہے آسانی نہیں جاتی
نہیں نہیں شہن شہن جاتی نہیں جاتی

خانہ دل میں جو آہا نصیب کا سانپ ہے
 مانگ کا کاس کے تصور ہے کرخا کجکشاں
 سچ کو حسن بتا کی چاہیے کیا پاسبان
 دیکھ کر ہمیں جہنم آئینہ میں وہ مست ماز
 آنکھ لگ جاتی بھی ہے تو شب ڈرا دیتا ہمیں
 سوئیں تجھ بن ہمیں سے کیا زیرِ سر ہم رکھ لے ہاتھ
 کیوں لگائے ہتھوانے دل سے دودھ کو

دگر

ہر لحظہ آنکھ جاب روئین دن سے ہے

مطلع دانی

آیا نہیں وہ لاناظر تین دن سے ہے
 مدت سے ہم اور اتے ہیں دشتِ ہنوں کی خاک
 کیا کشتہ و فاکے سوم سے غرض کروہ
 تگر نہیں بکرید ہے خون دل کہیں
 بڑھ جاتا ہے ہر ایک سے رو دن میں لوٹا پیار
 لٹا نہیں ہے لار کے گھر کا کہیں پتا
 قاصد مرا حبابِ ظفر تین دن سے ہے

ڈرے پاس سے یہ محبت کی زمین کا سانپ ہے
 رات کو آنناظر چرخِ خیریں کا سانپ ہے
 بال اک اک اوٹگے زلفِ عنبرین کا سانپ ہے
 آگیا پانی میں بہہ کر یہ کہیں کا سانپ ہے
 خواب میں زلفِ مدِ زہرہ چین کا سانپ ہے
 تارِ جیسا شبنم میں آستین کا سانپ ہے
 رہے جیو الا اسے ظفر یہ تو یہیں کا سانپ ہے

آنے کی کوئی یان جو خیر تین دن سے ہے

غائبِ نظر سے مثلِ قمر تین دن سے ہے
 بیچارہ قہیں خاکِ بستر تین دن سے ہے
 سر گر پیش کے ہے وہ گھر تین دن سے ہے
 فاقہ پہ فاقہ دیدہ ہر تین دن سے ہے
 رہتا نہیں زیادہ گھر تین دن سے ہے

وہ عیا اوس سرمد کی تحریر ہے صورت رکھی
ایسی وہ کا ہلکا تویر ہے صورت رکھی
زلف وہ ہمسر زنجیر ہے صورت رکھی
وہ عیاں گردشِ تقدیر ہے صورت رکھی
وہ بلا زلف گرہ گیر ہے صورت رکھی
خانہ کعبہ کی تعمیر ہے صورت رکھی

جو مرے قل کو شیر ہے صورت رکھی
تیری صورت کو کہاں ہو نچے پری کی صورت
قید کرنے کو ہمارے دل سودا کی کے
گردشِ چشم کی جو تیری وہاں ہے صورت
دیکھ کر مار یہ بھی جسے ڈر جائے ہے
وہی ہے دل کی بھی صورت نظر آئی جیسی
اسے ظفر جس سے بنے یا رگی کچھ صورت وصل
ایسی کوئی نہیں مدحیر ہے صورت رکھی

دہیے یان ریگ رواں آب رواں کے دھوکے
ہاتھ اب عشق میں اوس آفت جان کے دھوکے
اے تم کیش مجھے دے ہے زبان کے دھوکے
گرچہ تو بے نیو ہے ایک جہاں کے دھوکے
کھائے اے حور القاتر سے رکان کے دھوکے
تو ہے پانوں ابھی ہر سحان کے دھوکے
اسے ظفر کھاتے کسی پر نہیں یان کے دھوکے

ہم نے دیکھے عجب اس بحر جہاں کے دھوکے
ہم تو ہیں اپ پڑے جان کے پیچھے اپنے
دہن زخم جگر میں مرے پیکان تیرا
نہو افانکہ بنا رعبت کوڑے
قصر حلاوتِ محلِ عدن سے کیا کیا ہم نے
دوسری در سحان تک ہو اگر زائد کو
سچ ہے دنیا کو اگر دھوکے کی ٹٹی کہے

دیکھ

سلام اپنا نہیں جو فتنہ گر اچھی طرح لیتے
جواب او نے نہیں کچھ مدمر اچھی طرح لیتے
ہمارے رباب زخم جگر اچھی طرح لیتے
خوشی سے وہ نہیں کروٹ ادھر اچھی طرح لیتے
تجھ کو ہم شب کو اے رشکِ نمر اچھی طرح لیتے
وگر نہ جنس کو ہیں دیکھ کر اچھی طرح لیتے
نہیں ہیں مرے اپنے اسے ظفر اچھی طرح لیتے

بلائیں لیتے ہم کیا ہوگی گر اچھی طرح لیتے
مرا خط دے کے کو لے پانوں وانے بھاگتے ہیں
کہاں تھی اتنی فرصت جو لبِ شیر کی بوسے
جواب و کو نہیں مجھ سے تو پھر کیوں شب کو بستر پر
کہاں طالع تھے ایسے اپنے جفا خوش میں اپنی
وہ لے لیتے ہیں دل کو مول میرے نہیں بن دیکھے
لگائیں گے مجھے کیا مذکر وہ تو ابھی میرا

دیگر

تپ غم سے جب اپنا دیکھ کر سوکھ جاتا ہے
ستار ہے مجھے تو کیوں کہ پیاسا ہوں ترے خوں کا
کیوں کیا تشنکائی اپنی آتے آتے ہی لب تک
جو ہو جاتا ہے دیوانہ گل رسا کا تیرے
لگائے ڈھیر پر کوئی جر کیا تفسر جانوں کے
کروں تجھ سے بیان کیا ماجرا میں اپنے رونے کا
ظفر ہے پھری فریاد جگر میں کیا بلا گری

دیگر

گزری جو سخت مصیبت ہے کڑی پاؤ گھڑی
ایک عالم سے رہی اس پہ لڑائی برسوں
دم نکل جائے گا گھبرا کے اگر یونہی رہی
شعلہ جو دیکھے اگر ہلادہ قامت کو ترے
ہاتھ میں دروز کت سے کئی روز رہا
کر قتل باغ میں سوسن کو دکھا کر اے گل
جلداں ہو دھکی زندہ رہے بیمار تر
آج آئے مرے پاس جو وہ راحت جان
بھٹی جھڑ جائے بھی اور بیماری کی ظفر
باندھوں ہلکوں کی جو آنکھوں سے جھڑی پاؤ گھڑی

تو بے آبی سے دیکھا کیا سمندر سوکھ جاتا ہے
لہیر اتوار کے قتل یہ سن کر سوکھ جاتا ہے
شراب باب کا لبریز ساعر سوکھ جاتا ہے
وہ کا نچے کی طرح سے اے سخن پر سوکھ جاتا ہے
کآ تا کیسای جتنا زہر سوکھ جاتا ہے
کہ تیرے رو پر و منراے تنگ سوکھ جاتا ہے
کہ جس سے حلق تا لنگ سر اسر سوکھ جاتا ہے

تو وہ ہو روز قیامت سے بڑی پاؤ گھڑی
انکھوں میں شوح سے میری جولاؤ گھڑی
آہیں میں مرے اور اڑی پاؤ گھڑی
تاب کیا پھر جو رہے جمع کھڑی پاؤ گھڑی
لی ہونٹا اوٹنے جو چھو لوں کی چھڑی پاؤ گھڑی
اپنے ہونٹوں پہ تو مسمی کی دھڑی پاؤ گھڑی
دو گھڑی ایک گھڑی آدھ گھڑی پاؤ گھڑی
تو بھیرا ہو سکے مجھے کل نہ پڑی پاؤ گھڑی

پر کہاں وہ غمزدہ اور انداز پایا جائے ہے
الفت پنہاں کا اپنے راز پایا جائے ہے
حضرت عیسیٰ کا سارا عجاز پایا جائے ہے
کچھ تو اس میں لطف اے دمساز پایا جائے ہے
صاف طفل شک تو غماز پایا جائے ہے
کوئی ڈھونڈھے سوا اے ملتا ز پایا جائے ہے
ایک بھی تو ہمدم سنا پایا جائے ہے

چشم کا زخم اس اک انداز پایا جائے ہے
شک سے مالہ لیس اور چہرہ کے رنگ زرد سے
اے دل بنا خوش ہو اوس لب جاں بخش میں
دم لاسے پر ترے دے ہے جو دم سارہ جہان
کرتا ہے رسوا مجھے لانا ہے منہ پر دل کی بات
تیرا مضمون کم غم ہے جو عشق کی طرح
اے ظفر مالہ کو دونوں دل میں نہ کیوں اپنے جگر

دیگر

وہ شرات کیش ہے جو ہے سو شرم کی بات ہے
نے لکھا کچھ ہم نے ہوسِ نوحہ کو نے ہونے ہمیں
بھولے اک دوعی زلف و رخِ نہیں ہم ورنہ یاں
ہو گئیں سب باتیں اونٹنی وادے یہ انقلاب
جون زرِ قلب اے عزیزِ و قلب ہے جس کا سیاہ
اہل دنیا نفع پر دنیا کی کرتے ہیں پسند
ہلے ہون کے بات کا ہرگز نہ سمجھتے اعتبار

کوئی بے فتنہ نہیں ہوسِ فتنہ گر کی بات ہے
جعلیٰ زاری ہے فقط جہاں مہر کی بات ہے
یہ درختی شاہک کس کو شرم کی بات ہے
بات تھی جو عیب کی اب وہ شرم کی بات ہے
کہہ چکے تھے اون طبع داران زر کی بات ہے
وہ عجبی کے لیے بالکل خیر کی بات ہے
یہ ظفر نے کچھ کہا تھی ظفر کی بات ہے

دیگر

کوئی پھر نا تو ترک شہوہ آ نکھوں کے نیچے ہے
مرے نیچے دل کو صید کر لے اے شکارا لگن
مرے تیرا اب اشک سوز نے کیا زخم ا لے ہیں
تر اپنا ریشم سرمہ آ گین اوٹھ نہیں سکتا
وہ زگر یہ وہ طوفان ہے دائم دیکھتا ہوں میں
تصور ہے جو اپنے سرو گلِ رضا کا ہم کو
کہوں کیا حال میں اپنا نہیں ہے کہنے کی حاجت

بیٹھ اپنے رہتا اک خمار آ نکھوں کے نیچے ہے
نچوڑا اسکو کہ یہ تیرے شکا آ نکھوں کے نیچے ہے
کہ ہے جو زخم اک مانند فنا نکھوں کے نیچے ہے
اندھیرا او سکے آ نا بار آ نکھوں کے نیچے ہے
کہ اک دلیا رواں ان اشکبار آ نکھوں کے نیچے ہے
تو اک جلوہ عجب باغ و بہار آ نکھوں کے نیچے ہے
ظفر جو کچھ ہے وہ سب آ شکا آ نکھوں کے نیچے ہے

دیگر

راہ دیکھیں نزع میں ظالم تری ہم تاب کے

جلد آ نکھوں میں یہاں دم تاب کے

دیکھیں یہ کھشن میں ہے جا شادی و غم نا کے
 ہر تو سوا ریر سا اور برس کے کھل گیا
 صحن پر پا زلں جو ہے اے عالم تصویر تو
 دل کو دکھتا ہے ہر رات رنج و تاب میں
 نا نہ مرہم جا نہیں گئے ہو گانہ پر یہ دم دل
 دکھیے تھیں نظر میں اپنے اسے شک جن
 مئی خطا ہم نے کہ چھیڑا زلف مشکیں کوڑی
 رات دن ہشموں سے چاری بے ظفر دیا ہے اشک
 پر خد ا جانے بچھے گی آ تو غم نا کے

گل ہیں شدان نا کھا گریبان سے شبنم نا کے
 شدت گر یہ پو پتی دیکھیے کم نا کے
 ہم بھی دیکھیں یہ رہے گا تیرا عالم نا کے
 دیکھیے یہ خیال زلف پر غم نا کے
 تم بھرو گے چارہ ساز وائیں مرہم نا کے
 ہووے ہر تھکن جن میں حاصل ماتم نا کے
 دیکھیے اس پر رہتو ہم سے ہر ہم نا کے

سو امیرے بیالفت کی دنیا کی کس کے منہ پر ہے
 ہمارے بخت خواہیدہ بھاگین ہیں بھاگین گے
 ہوا اظلت سے چہرہ زرد کیوں خود شدنا بان کا
 زبان خراج کو کیوں ہم میں با حق جلاتے ہیں
 ملا دیکھو مری تصویر کو تصویر مجھوں سے
 ظفر کو دیکھ کر کیوں پھیرتا ہے منہ تاناوے

دیکھ

میرے نوڈر گرہکا جب ذکر چل پڑے
 جذبہ سے میرے شوق شہادت کے کیا عجیب
 میں نے کہا جو یز م میں شب اپنا سوز دل
 دریا جو چشم تیرے مقابل ہو تو سوج
 لہل ہوں ایک میں ہی فضا کیا کہہ سگروں
 شب مالہ کرتے ڈرتے ہیں ہم کو کیا رمیں
 آنے کا کل کا وعدہ کیا او نے پر مجھے
 کہتے ہیں جس کوا بے وہ دل کے باغ میں
 اللہ رے صفائی رخسارے ظفر

کہ منہ زرد اور آ نسوار غوا کی کس کے منہ پر ہے
 چھڑکا دیکھ تو اے گر یہ پانی کس کے منہ پر ہے
 وہ پٹاس نے دیکھا زعفرانی کس کے منہ پر ہے
 اسی اس نے کی آ تو لہلہ لہلہ کس کے منہ پر ہے
 سو معلوم ہوتی ما تو لہلہ کس کے منہ پر ہے
 لگا تیرا کیا کیا رجا کی کس کے منہ پر ہے

نواہ کیوں نہ خوش میں سن کر اچھل پڑے
 تلو اور خود بخود ڈری قاتل اوگل پڑے
 بے اختیار رنج کے آنسو ٹپک پڑے
 اتنی ہی کہ استریوں میں ہو سکے تل پڑے
 ہیں اوس گل میں زخمی تیغ اجل پڑے
 ایسا ہو کہ نیند میں اوس کی خلل پڑے
 کل تک اسی دیکھیے کس طرح کل پڑے
 ہیں نیچے نکل آہ کے دو چار پھل پڑے
 رکھے نگاہ پاؤں گر اپنا پھل پڑے

دگر

آگہ تیری جو نہ اسے غنہ دہراں پھرتی
مر تو بلیک کے پھرا تا ہے کروں کیا صبح
دیکھوں کیا آگہ اونٹا کر مٹا ہاں کی طرف
نہیں معلوم کہ کس زلف کے سودے میں مہا
روح بھٹوں کی گولے کی طرح سرگرداں
ہاتھ سے غزہ خونخوار کے گردن پر مرے
تم یہ سمجھو کہ نصیب اس کے ہوئے برگشتہ
دیکھو جس وقت ظفر نیت انسان پھرتی

تو اجل آگے بھی ہرگز نہ کبھی یاں پھرتی
کہ طبیعت نہیں اوس سے کسی منواں پھرتی
ہے مرے پیش نظر صورت جاں پھرتی
ہوئے مثل ہے گلستاں میں پریشاں پھرتی
دیکھو وحشت میں ہے کیا سوئے بیاباں پھرتی
اک چھوڑی سی ہے دم جنبش مژگان پھرتی

کیا کہیں وہ کوئی نہیں دیکھا بہت دن ہو گئے
اب کے گرجے کا شکوہ آہ تو کیا فائدہ
گر پھر صبح میں حیات ہجر وہ کے کوئی
مر گیا اسے خشتی پیچھے چھوڑ کر سر کو کہی
اب وہ مجھ سے بچ چھتے ہیں کہ تر کیا حال ہے
جلوہ کا مت دکھاوے تو کہ سننے سننے ہی
کر دے پروا شوق سے مرے کہ چلو دام میں
کیا کہوں تجھ بن گزاری کس طرح سے لئے رات
تو ظفر کو صورت اک دن اوس رت پہ پھر کی
اب تو دکھلا دے خداوند بہت دن ہو گئے

اوسے تو کچھ بھی نہیں سمجھا بہت دن ہو گئے
ہم تو سب میں ہو چکے رسوا بہت دن ہو گئے
رہ گیا دو تین دن تو کیا بہت دن ہو گئے
پھر کسی کا سر نہیں پھوٹا بہت دن ہو گئے
کا مہی یاں ہو گیا میرا بہت دن ہو گئے
نام ہم کو تو قیامت کا بہت دن ہو گئے
رجے اسے سیاد بے پرواہ بہت دن ہو گئے
ایک لختہ بھی اگر گزرا بہت دن ہو گئے

حلاوت لب شیریں کو کیا بات لگے

کہ جس کی جان سے نیا دہ ہو سکی بات لگے

کہاں نصیب یہ دلت ہمارے ہات لگے
یہ غم جھلک کے گلے سوائے آپ غیر کے ساتھ
کہیں ٹھکانا اس آوارہ محبت کا
عجب نوشتہ ہے سوچھے جو خط کا کچھ مضمون
جناب وارہم اک دن یہ کیا ہو لیا مدحیں
غضب ہے غیر سے تو ہوں کلام بے پردہ
ارادہ کس کے بدل کے شکار کرنے کا
رہے ہے سامنے آنکھوں کو وہ چری حاضر

کہ مثل مایہ پھریں اوسکے رات رات لگے
اور اپنی آنکھ نہ اوس بن تمام رات لگے
نہ جیتے جس عی لگے نے پس وفات لگے
تو ہاتھ میرے نہ قلم دوام رات لگے
گزر دئی دیر نہ جب عرصہ حیات لگے
جو بات ہم سے ہو تو ج میں تات لگے
ادھر ادھر جوں لگے وہ داؤ گھات لگے
ظفر تو کر آئے تصور سے حاضر رات لگے

دیکر
ہو گی ادھر نہ او کی تدبیر کھینچنے کی
صورت دکھا دے اپنی گر وہ بت خود آرا
بے قفل کو ہمارے کافی ٹکھ تیری
رستم کو لگی یہ مڑگان چالاک دست تیرے
تج اہل کی تھ پر کھینچے ہے ہر قافل
انا ہے کیوں کہ چکو سولی پر ہو مڑگان
ہیں جواب و زبان پر تیرے ظفر پھوسلے

جب تک کہ تو نہیں اسے نقدیر کھینچنے کی
تو بکرے مصور تصور کھینچنے کی
حاجت نہیں ہے قافل شمشیر کھینچنے کی
فرصت نہیں کمان سے اک تیر کھینچنے کی
سرمد سے چشم میں ہے تحریر کھینچنے کی
اسے دل نہیں بغیر از تصویر کھینچنے کی
یہاں مگر م کی ہے تیر کھینچنے کی

دیکر
سبا گر جس سے ادھر ہوتی جاتی
دکھانا ہے کون اپنے مڑگان کی جنبش
نہیں بھنٹی کر یہ سے آ توں جگر کی
شب وصل دم اپنا ہوتا ہے تار
دم قفل اوس تیج کے ٹوٹنے سے
نہیں کرتے ہاں وعدہ وصل پر ہم
گئی پھر بھڑک عشق کی آگ دل میں
رقیبوں سے تو آکھ لڑتی یہ ہوئی
یہ باتیں فریاد ہنسن کے ہوئی
تسلی ہے دل کو شفر ہوتی جاتی

تو کچھ فضل گل کی خبر ہوتی جاتی
کہ ہے غلط زریہ وزیر ہوتی جاتی
فزون سوزش دل ہے پر ہوتی جاتی
کہ جون جون ہے پیارے عمر ہوتی جاتی
شکستہ سپاہی کمر ہوتی جاتی
نہیں پر نہیں ہے تگر ہوتی جاتی
کہ ہے آہ کچھ شعلہ ور ہوتی جاتی
تگر ہا دھری نظر ہوتی جاتی

غضب تیری لگا چشم غار تیر کی چیز ہے
جلاد سے گا جہاں کو ایک شعلہ آہ کا اونکی
انکھوں کیونکر نہ خط آنکھوں سے میں ہو کر دکھلا آئے
خنن اوس لعل میگو تار کھے ہے وہ بلا تیری
اگر جوش دنوں میں فصد کی حاجت ہے بھتوں کو
خدا جانے کر ایسا تیر ہو کر کیوں وہ آیا ہے

ہو چلتی اس کی چیز کو کہاں تیر کی چیز ہے
بہی گرا تفل دل میں تری مغلطہ کی چیز ہے
مجھے تو خامہ مژگان چشم تری چیز ہے
کہ لو کے رو برو کیا بادہ امر کی چیز ہے
تو نوک خار صحرائیں سر نشتر کی چیز ہے
کہ جو ہر بات میں آج اوس برت کا فر کی چیز ہے

تڑپنا زیر خاک اب تک دل اندو گئیں یوں ہے
جب بوٹھ کر جائے وہاں میں سے میں ساتھ ہی جاؤں
بیشمار گ پر لوٹے ہے جس کو دیکھ کر بجلی
مثال سوچ و دریا ہو گئیں سکتے جدا دونوں
میرادوں لے کے پورہ خال اور سکے رخ سے کا جمل کا
جلے ہے خنجر پر پروانسا لال گل پہ ہے لعل
اُسی کب کہا میں نے سوال پورہ ہو
وہ او بھٹے شائے سے اور شان اوس ہے کیا خطا میری
قدائے چار دیا روخا کپائے پختن ہوں میں

کہ جس کے زلف سے کا پتلی ساری زمین یوں ہے
ارادہ کر رہی ہے اب تو مری جان تری یوں ہے
چمک آسمان پر میری آہا تیشیں یوں ہے
قرین یوں اوس کے میں ہوں اور میرے وہ قرین یوں ہے
کہتا جانے برت کا فر کہ کوئی نکتہ چیں یوں ہے
کہ ہوتا راز عشق افشا کہیں دون ہے کہیں میں وہ ہے
جو مجھ پر کھینچتی تلو اور وہ چہین چہین یوں ہے
ہوئی کیوں مجھ سے پر ہم تیری زلف مہر میں یوں ہے
ظفر میرا تو مذہب یہ ہے ویران ویرین یوں ہے

دیکھ

ہو جاتی آہ سے مڑ ہر بھی شگ ہے
چھوڑی کہاں ہے میکدہ میں محسب نے سے
خون شگ ہو گیا ترن بھنوں میں اس قدر
دنیا کے آشا کو ہوا لورگی نہ کیوں
ہے تھر تھر کان شہادت کی تھکی
ہے ان شگ تر جو ملے آبرو کے ساتھ
طفیان اشک خون سے نہیں رہتی اسے ظفر

کر دیجی یہ ہوا تو مسند بھی شگ ہے
شیشہ بھی آج شگ ہے ساغر بھی شگ ہے
رگ سے نکلتا ڈوب کے نشتر بھی شگ ہے
وریا میں کوئی رہتا شاد و بھی شگ ہے
ہو جانا دیکھ کر دم تیر بھی شگ ہے
جنا برواگر ہو تو وہ تر بھی شگ ہے
آنکھوں پہا سنیں مری دم پھر بھی شگ ہے

دیگر

کتنا بیدار عالم آرا عالم میں سے عالم ہے
عالم کو دکھلا اپنا عالم میں سے عالم ہے
کس کس کا افسوس کریں ہم آگے سے ان آنکھوں کے
ٹوٹ گیا بیل دیکھا کیا کیا عالم میں سے عالم ہے
ہے ایک نوئے عرصہ جولاں مرے ہمارے
وہ جواگلی عالم بلا عالم میں سے عالم ہے
کیا کہوں رنج و غم کے عالم میں جواو کی دوری میں
عشق دکھانا قبول میرا عالم میں سے عالم ہے
آئے صدم سے ہستی میں ہستی سے صدم کو جاتے ہیں
دکھنا کیا عیسیٰ سید حارستا عالم میں سے عالم ہے
کا ہے پری کا عالم ہے وہ کا ہے جور کا عالم ہے
جن کا عالم ہو سکے دکھانا عالم میں سے عالم ہے
ہر دم ایک دنیا ہے عالم دیکھتے ہیں ہم عالم میں
دیکھنے نظر کیا ہوتا عالم میں سے عالم ہے

او سے تو رہنے ہی دو گو خدا کے لئے	جودل میں ہے وہی سزا سے کہو خدا کے لئے
ملاپ ترک نہ بالکل کرو خدا کے لئے	کبھی کبھی تو قدم نہ بچھو کیے ان بھی
کبھی ہمارے بھی گھر تک چلو خدا کے لئے	بیش لبروں کے تو ساتھ پھرتے چلتے ہو
جو ہم کہیں او سے تم سن تو خدا کے لئے	ہے اختیار تمہیں مانویا نہ انور
تو خدا کے غضب سے ڈرو خدا کے لئے	کرو نہ عاشق مسکین پر اپنا چشم عتاب
یہ اتنا سزا سے کہو تو زور خدا کے لئے	نہیں ہوں آپ کے میں آبرو کا کچھ دشمن
تم ایک پور تو دو اسے تو خدا کے لئے	خدا کے واسطے دیجئے ہیں مرتقی اپنا
لگا کے کان ڈالتم سنو خدا کے لئے	بزاروں اوروں کی سنتے ہو ایک مری بھی
مجھے غلام تم اپنا گنو خدا کے لئے	ظفر کی عرض یہ ہے اجنا ب فخر جہان

دگر

وہاں تلک گر بیہر ایک نظر جلا ہو نچے
اسے مہیا یہ بھی غنیمت ہے قلنس سے پس مرگ
میرے اس بارش گر یہ سے جہاں میں پانی
خوب بچوں کی بوڑی خاک اگر سحر میں
کیا مزا ہو جو ترپ کر نہ خنجر قاتل
لاکھ گوہر سے ہے بہتر نظر ایک اپنا خن

جو مرے دل میں ہے سب او کو خبر جلا ہو نچے
اوڑ کے وہ چار چہن مرے پر جلا ہو نچے
کیا عجب کوہ کے بھی نا پہ کمر جلا ہو نچے
تیرا دوا کوئی خاک سر جلا ہو نچے
تیرے نکل کا ترے پاؤں پر جلا ہو نچے
بچکے اوس کو چے میں اے دیدہ ہر جلا ہو نچے
کان تک کان ملاحت کے اگر جلا ہو نچے

دگر

جس میں جھڑی یوسف سے شامہت ملتی
کیونکہ ہر ایک کوہوں داغ مہبت کے نصیب
نامہ خط میں لکھوں کو کو کچھ اپنا روا
ہر مرض کے لیے ملتی جودا احمد صے سے
کبھی گلشن کی طرف پاک قلنس سے جھاگیں
ہوے دو چار ملیں ایسے کہاں اپنے نصیب
کیونکہ ملایں ہم اے یاد دہ سہاروں سے
خاک بچوں کی گولے میں ہے کھاتی چکر
یار جو ملتے ہیں اغیار سی ملتے ہیں ظفر
کیا ملیں او نہ نہیں اپنی طبیعت ملتی

شکل سے شکل ہے صورت سے ہے صورت ملتی
کر کسی کو ہے نصیبوں سے یہ دولت ملتی
پر کروں کیا کر نہیں رونے سے فرصت ملتی
پر گلشن داوے آزار مہبت ملتی
ہم اسیروں کو نہیں اتنی جد نصبت ملتی
ایک گالی بھی جہاں ہم کو پہ منت ملتی
کہ نہ غلامی جہاں سے نہ ہے فصلت ملتی
عشق میں خاک بھی ہو کر نہیں راحت ملتی

مہبت سے نہ کہتا ہوں نہ الفت سے بہت خاصی
اگر بخت رسا ہو نہ چائیں وہاں اے جو دوش ہم کو
نہ کھائیں زخم تیغ عشق کیونکہ ہم ملاوت سے
شرارت جھڑی اے شوح شوقی سے بہت بہتر
یہ بیچ جہاں صحو ہے عشق میں تکلیف مرنا مر
ترے بیدار کی بیدار کر کیا دلوں کوئی
بری بات اسے ظفر کوئی نہ ہو گر خوب ہو قسمت
بری کی بھی ہے تو ہو جائے قسمت سے بہت خاصی

مہکتی کوئی صورت تیری صورت سے بہت خاصی
تو ہے تیری گلی گلزار جنت سے بہت خاصی
نہیں کوئی ملاوت سے ملاوت سے بہت خاصی
تری شوقی جہاں ظالم شرارت سے بہت خاصی
مگر تکلیف ہے یہ ہم کو راحت سے بہت خاصی
ہمیں ہیں یہ جو کہتے ہیں مہبت سے بہت خاصی

تا زہ غمزہ جو ہے ہوس کا فرہوا کا چور ہے
 دیکھ کر جس کو یہ بیضا قفل ہو اے نگار
 سینہ صافوں میں کب اے دل میں ہو جس کے عیار
 چھپتا پھرنا ہے ہر اک سے کیسا اگر خلق سے
 دیکھ کر محفل میں ہم کو تو چور اے ہے حوا یک
 روزہ داروں سے ڈرے کیوں کیا لیا ان کا چور ا
 پور دھسا راک چوری سے لے کر رات کو

دل چور لینے کو یہ اک اک بلا کا چور ہے
 وہ ترے دست حسائی میں سنا کا چور ہے
 وہ ہمیشہ محفل اہل صفا کا چور ہے
 بن گیا نیک بنا کر کیسا کا چور ہے
 دل میں کچھ شاید ترے سرود غنا کا چور ہے
 چور روزہ خواہگر ہے تو خدا کا چور ہے
 بن گیا تو اے ظفر اس مدلقا کا چور ہے

دگر

تجھ کو کیا کوئی بلا سے گریز داری کرے
 جز غم حلق اور ہے منور اور ایسا کون سا
 صبح بھر شام ہو کر بیت آفت زہ
 یوں تو ہیں دلدار دنیا میں بہت اے شکستیں
 نہیں ممکن تجھے میرے دل سوز ان کی آگ
 شیشہ دل میرا زک ہے اگر وہ مست ناز
 کی تو بہت دیر کچھ یاروں نے وصل یار کی

سنگدل ایسا ہو دل اپنا تو بھاری کرے
 کلبہ حز ان میں جو وہ میری غمخواری کرے
 جو مصیبت اس پہ گزری ہے بیان ساری کرے
 پر نہیں کوئی کہ جو دل لے کے دلدار کی کرے
 چشم دیا یا دہ دیا اگر جاری کرے
 لچکا ہے کھو اس کی خبر داری کرے
 اے ظفر میرا نقد بھی اگر یاری کرے

دگر

ہم اس دست جنوں سے جب کو گر چیر ڈالیں گے
 نہیں ہونے کا اچھا دل کا پھوڑا حیرے عاشق کے
 وہ تھا تو پھاڑی ڈالیں گے میرے لے کے قاصدے
 اگر ظہر کے گھر کے چیر نے پر یار کا ملنا
 خیال اوس ہیروئے نمودار کا دل سے نبھائے گا
 کوئی کرتے ہیں دھوئی خون کا ہم اپنے قاتل سے
 نہ لٹکے گا ظفر دل سے مرے پیکان تیرا لٹکا
 اگر وہ سارا سبز لے کے تجھ چیر ڈالیں گے

تو اوس کے ساتھ سبز بھی سراسر چیر ڈالیں گے
 اگر حیراج اوٹھ لے کے نشتر چیر ڈالیں گے
 نگر قاصد کی انگلیں بھی مقرر چیر ڈالیں گے
 تو لاکھوں کو اکس کی طرح سے سر چیر ڈالیں گے
 اگر ہم زیر آ رہ اوٹھو دھڑکے چیر ڈالیں گے
 اگر آ جائے گا ہاتھ اپنا مٹھ چیر ڈالیں گے

وہی جو وس سفاک کو تحریر اپنے ہاتھ کی
 مار کر فرہادیشہ سر پہ کہتا تھا کہ آپ
 ہاتھ زک ہیں ترے لاکٹھوں اب اپنا سر
 میرے آسو پونچھ کے کہتا ہے کیوں تو اسے نگار
 کھینچ کر مانی تری تصویر کہتا ہے پیار
 ہاتھ کیوں کٹا اگر لگتا نہ اوس دامن کو ہاتھ
 خانہ دل یہ عبادت ہے خدا کے ہاتھ کی
 دیر و کعبہ ہے ظفر تعمیر اپنے ہاتھ کی

ہم نے اپنے قل کی مدحیر اپنے ہاتھ کی
 چوٹ کھائی ہم نے اسے نقدیر اپنے ہاتھ کی
 تو حوالے کر مرے شمشیر اپنے ہاتھ کی
 سرخی رنگ سنا تحریر اپنے ہاتھ کی
 دیکھتا ہواہ کیا تصویر اپنے ہاتھ کی
 ہم نے ثابت آپ کی تعمیر اپنے ہاتھ کی

کیا اصل پارہ دل اس نے کیا تکلف ہے
 سوا کردار نہتا برزخم سے خوشی ہے
 ہیں چشم و اشک ہم کو مانند جاہ و صہبا
 ہم یار کس کو بھینس کس کا کریں مہر و صا
 خنجر بکف جو تو ہے قاتل وہاں تو یاں بھی
 رسوائیوں سے ادا عاشق نہیں تمہارا
 یہ اشک کے ہیں قطرے یاد نہ گہر ہیں
 مژگان کی تیری جنبش دیتی اولٹ سگر
 ہوائے ظفر کہیں وہ سجھو اسے بھف میں

یہ طفل اشک اپنا اجر ہے ہما خلف ہے
 تیرنگ کا کس کے یہ دل ہوا برف ہے
 آہ و فغان بجا ہے آواز چنگ و دف ہے
 بے دل جو دوست اپلوہ بھی تری طرف ہے
 سر باز عشق تیرا جو دہر بکف ہے
 ذلت کو تو سمجھتا ہے وہ عزت و شرف ہے
 چشم پر اشک یہ پہل پر گہر صدف ہے
 عشاق نئے دل کی اک پلی میں صف کی صف ہے
 رکھتا جو دل میں اپنے صہا شرف ہے

وگر

بول کوٹھا تیرے آگے جو غنچہ پٹاق سے

مارا ملنا نچہ مشہد پہ مہا نے تڑاق سے

مطلع طائی

شب و سہل کی ہوئی بھی اگر اتفاق سے
اسے ہم تنہا ہزار مصفا ہے خیر پر
دیکھے اگر نہ تجھ کو تو کیا اوس کا حال ہو
آتش رخو کی زلف کے سودے میں آ کرش
آئی تو نکاح میں تو میرے دھت رز
دیکھا نہ تھا ستارہ کبھی آفتاب پر
ان گالیوں کا اپنے مزہ دوس سے پوچھیے
ہو وے گا تجھ سے حضرت اسحٰب بزرگ عشق
منہ پر مثال آئینہ وہ صاف ہیں تو کیا
ڈانا ہوں نکلے نکلے نہ بگر کے اسے ظفر

دیگر

واہ کیا طرزِ حتم حج کو شکر یا د ہے
کھیلے ہے تو جو دوس مار سیاہ زلف سے
جب کئی تجھ سے شکایت بفراری کی سنی
میں ہوں و دردن رات ہے ہوس چشم میگو ٹکا خیال
دیکھ کر سہل کو میں کھاؤں نہ کیونکر بیچ و باب
فزع کرنے کا مرے جب تجھ پر میداد سے
اسے ظفر پڑھتا ہے خط میرا وہ اس منوان سے
غیر کو ہو جانا مضمون سارا سن کر یا د سے

وان بھلائی اپنی گرد و تین کے منہ سے سنی
آئیں وہ اب یا نہ آئیں پر یقین سا آ گیا
حسن کی تعریف تیری شہر میں روز اک سوا
کیا عزا آیا جو اوس نے لیک میری داستان
وان نہایت اچھی سنی ہم نے زبان سے ایک ہی
سراوڑ لایا آج اوس قافل نے دو چار کا
ایک کے آگے نہیں منہ سے نکلی ہم نے بات

ہم کو ہوئی نہ کل غم روزِ فراق سے
مراعد سے تیرے ہونہ مشابہ نہ ساق سے
جو دیکھنے کو آئے تھے اشتیاق سے
خون ہو گیا تمام میرا خرقہ فراق سے
پر منہ نہ لگ زیا دہ مرے رطل فراق سے
دیکھا تمہارے منہ پر وہ در بلق سے
واقف ہیں جو تمہارے غضب کے مذاق سے
رکھے صاف ہند کو اس امر شاق سے
دل تو بھر اہوا ہے عبادِ رفاق سے
شیشہ پیہرے دل کا دوس اور کی طاق سے

اک جہاں تیرے حتم سے کر رہا فریا د ہے
کیا تجھ سے دل کوئی کا لے لے کا منتر یا د ہے
بات تجھ کو ایک بھی اسے جان مضطرب یا د ہے
بے نیچو یا د ہے ساقی نہ سا فریا د ہے
نچ کو آتی تری صاف مضطرب یا د ہے
اوس بہت کافر کو کیا اللہ اکبر یا د ہے

تو برائی خوشتر دو تین کے منہ سے سنی
اوکی آمد جو اھر دو تین کے منہ سے سنی
ہم نے اسے رشکِ فخر دو تین کے منہ سے سنی
سوطر ح سے رات بھر دو تین کے منہ سے سنی
ہاں کوئی گالی نگر دو تین کے منہ سے سنی
ہے یہ اور تیری خبر دو تین کے منہ سے سنی
اوس نے کیونکر اسے ظفر دو تین کے منہ سے سنی

دگر

کیا جانے کس کے پاس وہ کل رات کو گئے
غیروں سے دیکھ یاں جو تیری گرم جوشیاں
جا سوس بیٹھے راہ میں تھے جس جگہ وہ ہیں
پوچھو نہ حال ہم سے مریضوں کا ضعف سے
پیش نظر رہو تصور سے معجرب تک
شاید سہاگ اوٹکا کسی سے نیا ہوا
دن کو نکلی ہی جائیں گے یہ گھر سے چشم کے
ٹکا لڑک کے المہ مرے دل سے اس طرح
بچھن ہی لیا ہمیں یادوں نے اسے ظفر

دگر

گلاب ڈال کے سیکش شراب میں پیئے
کہاں ہے ساغروے متوشک خون پیئے
خیال ہرزہ دیا میں جو سوئے شب کو
وہ مست بادہ شربت ہے ہو سکو کیا پروا
نہیں افاق جب ٹم سے گر چہ ہم جری
وہ آپ اپنے بلا نوش ہیں ترے نزدیک
ظفر وہ ساتی مہوش نہ تھا مگر نہ ہم

دگر

کیا جانے کیا بلا نگہ شوخ و شنگ ہے
شمسیر تیرے ہاتھ میں حاضر ہے ہر مرا
آنکھیں تری کہیں اسے خوشی بنا نہ دین
کھو بیٹھا جس کے عشق میں میں تنگ فام تک
تیری نگاہ تیر کو سرمہ سے کیا غرض
آتا دکر جب وہن ناگ کا ترے
کرنے نہ نہ کیوں نہ مجھے ترک چشم یار
کچھ ہوتا آہالہ کامیرے نہیں ہر
باغ و بہار کیوں نہ ہو ہم اپنی اسے ظفر
ساتی ہے ہرزہ رنگ کا تو دے لالہ رنگ ہے

چکے جو اپنے گھر سے نکل رات کو گئے
ہم جمع واریز م میں جل رات کو گئے
قسمت سے اپنے پاؤں پھل رات کو گئے
دن کو گرے اگر چہ شعل رات کو گئے
کب سامنے سے چشم کے ٹل رات کو گئے
وہ عطر جو سہاگ کا ل رات کو گئے
ظفل مر شک کو کر بکل رات کو گئے
مسا یہ مار سن کے دہل رات کو گئے
ہم ہاں ہر اور بھیں بدل رات کو گئے

شراب اگر تہش آفتاب میں پیئے
مدا مگر کے ہیں چشم پر آب میں پیئے
تو صبح تک رہے ہم بھگ خواب میں پیئے
کہ ہم ہیں خون بھر فطر اب میں پیئے
ملا ملا کے ہیں شربت گلاب میں پیئے
کہ جو ہیں خمد کو چشم و عتاب میں پیئے
شراب خوب شب ماہتاب میں پیئے

جانی دل جگر سے گزر جو رنگ ہے
منظور راگر ہے قل تو پھر کیا رنگ ہے
آتا نظر کچھ اور مجھے دل کا رنگ ہے
اوس بے وفا کو نام سے بھی میرے رنگ ہے
تو کیوں لگا ناخبر بران کو رنگ ہے
ہوتا جن میں کافیہ خون کا رنگ ہے
دہلہ سرمہ کا مرے حق میں رنگ ہے
کیا جانے دل ہے یا رکا آہن کر رنگ ہے

نہ دکھاتے دیتے مخموں کو غم کھاتے تو ہم کھاتے
 بہت کھاتے تو ہم کھاتے جو کم کھاتے تو ہم کھاتے
 قسم لئے کی کھائی تو نے کیوں ہم باوقاؤں سے
 ارے و نہ عروت گر قسم کھاتے تو ہم کھاتے
 نشا وک مڑگان کا ہوتا کون پے در پے
 ترے یہ تیر ظالم کٹھن کھاتے تو ہم کھاتے
 بہا دینا ہی بہتر تھا تجھے انھنوں کا اک دریا
 بلا سے غوطے گرائے چشم نم کھاتے تو ہم کھاتے
 ہزاروں یوں تو گل رشک چس کھاتے ہیں الفت میں
 کوئی گل رشک گلزار ار کھاتے تو ہم کھاتے
 کہاں تھا ہنس کا لذت سے محبت کی
 مزے سے زخم شیر ستم کھاتے تو ہم کھاتے
 نظر بل اس قدر کیوں کھائے وس کا فری زلفوں نے
 ہم و سکے چچ میں تھے چچ و غم کھاتے تو ہم کھاتے

دگر
 صبح سے نظریہ تجسٹا ہو گھر میں پھر کرائے
 ہو کو کہیں بھی ہم نے نہ پایا پادہر میں پھر کرائے
 لک نہ ہو جو ہوئے راہی پھر وہ نہائے پھر کے کبھی
 گر چہ ہزاروں کو سفر جا کے سفر میں پھر کرائے
 ہم کو ہمارا پیک تصور ساتھ جو اپنے لے کے گیا
 آج کہاں سے دیکھو کہاں ہم ایک نظر میں پھر کرائے
 پر وہ مرم و شفا کر من سے تو جو دکھانے اپنا من
 کیوں نہ سر خورشید و رخشاں جب بحر میں پھر کرائے
 نظرے رشک خون کے ہمارے نظر تو مڑگان پر
 بارے شکر کچھنا زہ و تر اس رنگ شجر میں پھر کرائے
 گھر کا پتہ کہیں ہو سکے نہ پایا کتنے ہی قاصد مرے گئے
 اولے ہی میرے گھر کی طرف ہر راہ گز میں پھر کرائے
 ہم میں آیا ماہ لک پر شب کو نظر سو بار گزر
 تم نہ کبھی اے رشک قمر آغوش ظفر میں پھر کر آئے

مرے جی میں ہے پوچھیں انجان بن کے

چلے کس کے گھر آج مہمان بن کے

نہیں وصل میں جاں جو قیمت میں اپنی

بجز جائے ہے سارا سامان بن کے

تری صورت آئینہ سان جس نے دکھی

وہ بس رہے گیا صاف حیران بن کے

کہاں جائے گا دل مرا ترے گھر سے

کہوتر کے مانند گردان بن کے

کرے ہے ہر اک شک بیہوشی روزن

تیرے اوک غم کا چٹکان بن کے

مسکلی کے کا جل لگا کر چلے ہو

کہاں تم دھواں دھارا بچان بن کے

پھٹکنے ندیوں غیر کو گھر میں تیرے

اگر نہیں ہم در پہ در بان بن کے

مرا دل ہے یک قطرہ خون پر اک دن

ڈوب دے گا عالم کو طوفان بن کے

ظفر و عی ہے اپنے نزدیک دانا

رہے ہے جو دنیا میں مادیان بن کے

کھولا تو نے راز مرا اس لیے کہ پریم سارا ہے

ہو گیا واقف حال سے میرے اب تو عالم سارا ہے

مجھ سے پھرا ہے سارا زمانہ جب سے پھری ہے تیری نگاہ

زلف ہے تیری جب سے پر ہم پر ہم عالم سارا ہے

ہر وہو ہو بزرگ گل ہے چاہا ہو سید و شیشے

آج تو سامان بارہ کشتی کا ساقی جم سارا ہے

زلف میرا دیکھ کے سایہ تیرے دوائے روشن پر

ہم نے چلا آیا گمن میں نیر اعظم سارا ہے

ہووے کیا سیراب وہ یکیش دے تو اگر اک ساغر سے

پلی جانا جو غم کا خم اے ساقی یکدم سارا ہے

سبز میں میرے دم بہت ہیں چارہ گروں سے پوچھو تو

تم نے نکالیا آدھا ہے یا نسخہ مرہم سارا ہے

بعد مارے کون کرے گا اتنی ظفر خنجر اری غم

غم زدگان عشق کو کوسکے چلو یہی غم سارا ہے

دگر

گر زبان سے ہند تاراز تو ہے
نکلتی اس میں بھی طر زاد اواز تو ہے
اذا ہوئی دم کل مرے نواز تو ہے
کہ اپنا سوز محبت سے دل گداڑ تو ہے
کہ اپنی آہ و فغان میں بھی سوز و راز تو ہے
مرا شہید محبت میں مرفراز تو ہے

اگر چہ یا رہا راز زبان دراز تو ہے
بلا سے ہوتے ہیں گربا بات پر خفا
رکوع و سجود کیا جھک کے گرد مہر پر ہے
اندھیرے گھر میں ہمارے نہیں بلا سے خج
اگر نہیں ہے معنی دل نواز نہو
چڑھایا تو نے سنان پر بلا سے کانٹے مر
کناہ کش ہے جو ہم سے جہاں تو ہوئے دو
ہمارے ساتھ ظفر و جہاں نواز تو ہے

اہر میں رعد کی چھاتی سی بھڑک جاتی ہے
آتش دل مرے سینے میں بھڑک جاتی ہے
اذا حال تو ارقووان روز بھڑک جاتی ہے
سنگ دیوانے سے یہ کوئی سڑک جاتی ہے
لو کہیں سوئم ہیں یہ اک سیدھی سڑک جاتی ہے
دیکھتے تھنوں کی پھڑک جان پھڑک جاتی ہے

کان میں جب سرے مالہ کی کڑک جاتی ہے
دے چوہ اس سڑکان کا جوا ہے جنبش
ہو نہو جھک ترے کو چہ میں قائل نیکن
باؤلا دولت دنیا کی ہے خواہش میں حریص
زلف کے کوچے سے بہتر بھلا مانگ کی راہ
شوقی ماز تر دیکھ کر پ جائے دل
آہ سوزان مرے دل سے ہے نکلتی جس دم
اسے ظفر کیا کہوں بجلی سی کڑک جاتی ہے

اور جہاں میں کیا تاؤں میں زبان پر قفل ہے
یہ تر گنجینہ از نہاں پر قفل ہے
خوب زندان خانہ دیوانگان پر قفل ہے
ہو گیا بوسر تر امیر سے دہلی پر قفل ہے
وہ لگا دیتا دلباش جان پر قفل ہے
مختب نے جو لگایا ہر مکان پر قفل ہے
درجک لعل لب کو ہر فشاں پر قفل ہے

وہ نہیں ہیں گھر میں آج و کے مکان پر قفل ہے
اسے زیا دہ کو نہیں ہے تنکو خاموشی کی قدر
زلف کے عقدے نے تیرے ہی لگایا اے پری
ہے ہوس کیا کیا نہیں منہ سے لفظ ایک حرف
میں وہ عاصی ہوں کہ رضوان دیکھتا ہے جب تجھے
میکھوں کے حال پر روتے ہیں کیا کیا ہے فروش
ہو تجھ پر و سکے نہیں یہ حال مہکس اسے ظفر

دگر

ماگک بالوں میں ہے کہاں نکلی
دام قرار وصل منہ سے ترے
ہوئی جس وقت نوج اشک دواں
وصل کی شب گزر گئی جلدی
توڑ کر سبز صاف ٹھکے پار
سرخ سواف کب ہے چوٹی نین
تن سے میرے صائے آہ بنیر
عکس ہر وہ کا یہ پڑا کس کے
کوئی دل کی نہا رزوا پی

شب یلہ کن کھکشاں نکلی
اے شکر کبھی نہ ہاں نکلی
لے کے ساتھ آہ بھی نشان نکلی
دل کی حسرت نہری جان نکلی
مرہیا کی شان نکلی
وہن ماسے زبان نکلی
نہری جان مانتواں نکلی
جھلک پر جو یہ کمان نکلی
اے ظفر زیر آسمان نکلی

دگر

کسا فکر و تر دماغ جان کو اپنے کھانا ہے
ہوگا وہی آخر اسے دل قسمت میں جو ہونا ہے
ہم کو کسی کی شادی و ہم سے کا نہیں کچھ ختم صفت
کام اپنا ہر اک محفل میں یہ چلنا چلا ہونا ہے
اس کے دھن کی چاہ سے دل بھاگے تو کہیں ہے بخت زیوں
جانا ہے کہاں تو کہ ہمیں اس چاہ میں تھکوا دینا ہے
کوئی لکھ زیر لک تو جاگ لے خواب غفلت سے
پھر تو زیر زمین اے غافل آخر تھکوا سونا ہے
رو رو کر گر چشم سے دریا ہم نے بہائے حاصل کیا
وہ جو دل کا داغ ہے اپنے مشکل او سکا دھونا ہے
دل کو ہم دیو نہ تاتے پر نہیں معلوم ہمیں
کرتے تیری چشم فونگر جا رو چلا لونا ہے
یار کر اس کے نوک مرہ کو میری بلا سے بھگو کیا
دل میں ظفر گر اپنے تھکوا نشتر کوئی چھوٹا ہے

جان جس کی زخم شیر محبت کھائے گی
 کیسے ہی طراں ہو پر جا کے ہو سکے رو برو
 چشمہ خورشید میں لہرائے گا ماریاہ
 تلخائی گر کہے گا تو تو ہیں اے بزرہ رنگ
 چاٹ سے اس عشق کے کس کس مزے سے دیکھنا
 رکھتے راہ عشق میں کر کیوں قدم گر جائے
 اسے ظفر یہ جائے گی ساری کدورت کی رہا

دگر

جب تک نہ بینودی کے عالم کو جانے تھے
 میدان عشق میں ہم دکھلاتے اپنا عالم
 تنگ تھنا کے جو ہر سر باز دیکھتے تھے
 یہ پائیداری اپنی ہستی کی تھی سمجھتے
 ہم تیرہ بخت کرتے کیونکہ درد ازوتی
 لائے تھے کف دلیہ دہم دم روئی
 جب تک نندل دیا تھا اوس بی وفا کو ہم نے
 بھرتے تھے فون اپنے زخموں میں جب مزے سے
 دنیا میں سولس اپنا کس کو ظفر سمجھتے

دگر

بیش جن سے تھے تعریف اپنے آگے ہم سنتے
 کیا کھانکھوے کھوے تم نے تو کامد سے لیتے ہی
 خدا جانے کہ تم بھی سنتے ہو وہاں ہمیں سنتے
 نہ دیکھا تھے لے کر کچھ بھی جز ظلم و ستم ہم نے
 نکرتا نوح کے طوفان کا کوئی ذکر بھی ہرگز
 نہ لیتے نام الفت کا کبھی الفت کے جو بندہ
 کہیں کیا ان بتوں سے اسے ظفر ہم حال دل اپنا

لاش ہو کی خون میں غوطہ قیامت کھائے گی
 جب کہیں گے کچھ زبان یا روں کی لکنت کھائے گی
 مل جو تیرے بدن پہ زلفا سے ہر طلعت کھائے گی
 میں ہی کیا سن سن کے یہ زہر ایک خلقت کھائے گی
 غم کو ہم کھائیں گے ہنسکو تیری فرقت کھائے گی
 تھوکر یہ ہر گام پر یاں تاب و طاقت کھائے گی
 ایک بھی اٹھکوں کا منہ گر یہ عمارت کھائے گی

ہم سب کو جانے تھے سب ہم کو جانے تھے
 اون کو کہ جو دلاور ستم کو جانے تھے
 تیج جفا کی تیرے دہم کو جانے تھے
 کائنات کی نوک پر ہم شہنشاہ کو جانے تھے
 ماریاہ زلف پر ہم کو جانے تھے
 شلیہ نمیری چشم پر ہم کو جانے تھے
 نے رنج کو سمجھنے نے غم کو جانے تھے
 کا بے کوتیرے رشی سر ہم کو جانے تھے
 اپنا تو ہم اپنے ہم کو جانے تھے

تمہیں دل دے کے ہیں اون سے مدت دم ہم سنتے
 مناسب تھا کہ پڑھا کر حقیقت کے قلم سنتے
 تمہارا رسوا سٹے جو کچھ کر ہم ہیں اے صنم سنتے
 بیش دور سے تھے ہم ترے لطف و کرم سنتے
 اگر مرد ہمارا ماجرا اے چشم غم سنتے
 جو میرا ہیر سنتے اوڑھے ظلم و ستم سنتے
 کہ یہ کفر نہیں اکسبات اللہ کی قسم ہے

دگر

دیکھنے دو مجھے بد میں جو رہا دکھتا ہے
جوڑا طالب دیدار ہے سچا بھر لقا
چل بسا ہوتا مریض غم رقت کب کا
گھر میں حج کو نہیں جب دکھتا عاشق ترا
دل میں آتا ہے اوی غصہ کے عکس رخ دوست
ہوتا ہے حسرت پالوس سے دل خون کیا کیا
اب کوئی دم ہی میں آفر ہے یہ کہہ دو کہ طریب
جس کو دل چاہتا ہے ہوتا ہے متون اوس پر
اوس شکر اب سے جو کرتا ہے محبت کوئی
اسے ظفر خوب محبت کا مزا دکھتا ہے

میں برہوں کہ بھلا اس کو خدا دکھتا ہے
ماہ کو گئی نہیں وہ آنکھ اوشا دکھتا ہے
پر تری راہ وہ اے ہوش رہا دکھتا ہے
دروید اور کو حیرت سے پڑا دکھتا ہے
جس کا دل صورت آئینہ صاف دکھتا ہے
پاؤں میں جب وہ ترے سنگ سدا دکھتا ہے
نہیں بیمار محبت کی تو کیا دکھتا ہے
نہر اور دکھتا ہے اور نہ بھلا دکھتا ہے

تراہور دل و جان بچ کر لیتے تو ہم لیتے
پڑی تھی کیا غرض اوس کو جانا وہ عیادت کو
حسرتی ہوئی پالوس کیوں رشک آئے ہے ہم کو
وہ غم سے مجھ سے کہتے ہیں ترا دل کون لے سکتا
تلا کام کیا اور تو کسی کے کام کیا آئے
کیا فیروں نے کیوں بدنام کر دیا فاقو
کسے دیکھو ساقی ساغر سے ہاتھ سے اپنے

یہ سدا کون لے سکتا اگر لیتے تو ہم لیتے
دل بیمار کی اپنے خبر لیتے تو ہم لیتے
اگر تیرے قدم اپنے فز گر لیتے تو ہم لیتے
خوش سے لیتے یا چین کر لیتے تو ہم لیتے
تھر کچھ کام اے آہ بگر لیتے تو ہم لیتے
یہ تیرا نام اے بیدار گر لیتے تو ہم لیتے
تھر قسمت سے اپنے اس ظفر لیتے تو ہم لیتے

دگر

مدی کاکھ کر نہ سے تو ہاتھ سے
نہیں رنگ حاسپٹ جائے جو درو میں
ایک میں کیا بلکہ مجھ سے روز لاکھوں بیگناہ
لگ گیا میرا اگر اوس زلف منیر ہو کو ہاتھ
تو جو پہلو سے گیا ایسا ہو پہلو میں درد
اک بلا کا فریہ کثر دم ہے وہ زلف سیاہ
اللہ تھک کو کتنی خود پسندی ہے پسند
ہو گئی دست نکاریں میں ترے سرفی جو کم

یک قلم جانا رہے گا دیکھتا ہو ہاتھ سے
حشر تک چھوٹے کا عاشق کا نہ لو ہو ہاتھ سے
قل ہوتے ہیں ترے اے مریدہ جو ہاتھ سے
ایک مدت تک گئی میرے نہ خوشبو ہاتھ سے
رہ گیا بس تھام کر میں اپنا پہلو ہاتھ سے
اے لانا دان نہ اس بچہ کو چھو تو ہاتھ سے
آئینہ جھٹکتا نہیں تیرے پر کی رو ہاتھ سے
پوچھے ہیں تو نے نکارا کس کے آنسو ہاتھ سے

نہ

کیا بولوں آگے ہوس منہ نکلتے چین کے
کا جل کا خال ہوس رخ روشن پہ دیکھ کر
عزت ہے ہرے دل کی غم عشق سے حیرے
کرے گا فطرب بھی ہے بعد مرگ
کھینچتا ہے ہنڈ کس سے تری چین زلف کا
دشمن ہے ہر وہ کامری گر یہ عشق میں
عاشق ہوئے جو اوپے گئے وہ جہاں سے
دنیا کے اسے ظفر نہ رہو نہ دین کے

عجب حالت سے تیرا خاکسار اٹھتا زمین سے ہے
کہ گویا تو اس سارا کہ غبار اٹھتا زمین سے ہے
غبار اٹھتا کہان ہے خاک سے ہم تھرتھرتے جانوں کے
کوئی اٹھتا ہے شعلہ یا شر اٹھتا زمین سے ہے
ترے کوچے میں تیرا خاکسار بتو ہے بیضا
مثال نقش پا کب اے نگار اٹھتا زمین سے ہے
وہ جذب کبریا ہے بل میں پاؤں کے سرے
کہ اس سے جیسے تنکا خا خا اٹھتا زمین سے ہے
گمراہ دور دل کا خاک سے زلفوں کی پاؤں کے
اٹھتا یوں جیسے چوٹی دار مار اٹھتا زمین سے ہے
ترے کوچے میں آ کر پاؤں ایسے بھول جاتے ہیں
قدم اپنا نہیں اے نگار اٹھتا زمین سے ہے
حسب غم سے کوئی زیر زمین ہے جمل رہا عاشق
ظفر باعث بھی ہے جو بخارا اٹھتا زمین سے ہے

دیگر

گزشتی کیا کہیں ہم پر تری الفت میں جو جو ہے
 کہ وہی پیش آئے ہے کلکھا قسمت میں جو جو ہے
 زینتاً نے نہ کی بھی ہوگی ہرگز ماہ کنعان میں
 عزیز و خوشی اوس میرے فقر طلعت میں جو جو ہے
 دل و جاں دین و ایماں سب ہیں حاضر کبر و لے جائے
 وہ ہم سے مانگتا اک ہوس کی قیمت میں جو جو ہے
 وہ دل ہی جانتا ہے میرا ہوس کو کوئی کیا جانے
 خوشایں رنج و غم میں نے تری فرقت میں جو جو ہے
 مقرر وہ کسی سے صبح کو سن لیتے ہیں ہم بھی
 رقبوں سے وہ دیکھتا رات کو ظلمات میں جو جو ہے
 اگر ہو پاس اپنے عاشق وہ خودوش اپنا
 تو پھر عیش و طرب ہے وہ کہیں جنت میں جو جو ہے
 کھلے آگیا پائی اس ظفر اس خواب غفلت سے
 تو وہ معلوم ہو ہم کو وہ غفلت میں جو جو ہے

دیگر

اوی پر رہے راضی جس طرح مرضی ہوا یہ
 رقبوں سے جو نہ کبھی گر ہو شوق کو کی محفل میں
 اب تو شین پہ یہ دنیا تھی تھکوترش روتی
 کہوں کیا زابو ہر وہ دل کا حال مردی ہے
 ظفر ہم کو کہ تھا ہیں پر اسکان کیا جو گھر انیس
 اگر چہ ہر طرف رنج و غم و حسرت کا رولا ہے

کہ جو مرضی ہوا ہے وہی ہاں سب سے ہوا ہے
 تو پھوڑے کی طرح کیا کیا کیو امیر اکھولا ہے
 کیا شفتا لوئے شیریں سے کیوں پیوند کولا ہے
 روتی میں رہتا وہ لپٹا ہوا ایسے ہولا ہے

آج کیا جائیں کہ بھانہ پہ کیا پتھر پڑے
 کیا غضب جتنی ہے کوس قاتل کی ششیر نگاہ
 کر کے پرسوں نکل کا وعدہ آج تک آئے نہ وہ
 سبزہ خطا نے ترے جن کو کیا یہ پوش وہ
 او کی چین ہر وے پر قم پر ہمدرد کیہ کر
 ہو گئی انگلیوں کی دولت اس قدر ہم سیر چشم
 کیا کہیں کس طفل میں گزری ہمیں فرقت کی رات
 ہو گا کیا حاصل جو ہو گی آبر و میری ثراب
 یاد کیا جانے کہ ہے کیسی مصیبت عشق کی
 شاہ خسرو پہ سر پھوڑے ہے یہ مسکین گدا
 کوئے قاتل میں قدم رکھنا سنبھل کر اسے ظفر
 ہر قدم پر چھو کر یہ کھاتے ہیں لاکھوں سر پڑے
 دیگر

ہیں کہیں لوٹے ہوئے ریشمے کہیں ساغر پڑے
 دیکھیے بکلی یہ کس پر اے دل مضطر پڑے
 اصفیٰ افساف کر تو تجھ کو کل کیو مگر پڑے
 شور و محشر سے نہ چو کے جنگ یہ بکھر پڑے
 کہتے ہیں کیا اس مفاہاتی میں ہیں جو ہر پڑے
 آ نکھ بونٹا کر بھی نہ دیکھے ہوں اگر گوہر پڑے
 کرتے تھے آخر شادی ستر غم پر پڑے
 دید ہر میرے پیچھے ہاتھ کیوں دھو کر پڑے
 اسکو جانے تو وہی جانے کہ یہ جس پر پڑے
 کو کس کی جھل پر کیا جانے کیا پتھر پڑے

جب کہ نظر کوس رشک جہن کی زلف و کا کل آتی
 رشک سے رنج تاب میں کیا کیا شائع سبیل پر آتی ہے
 تیرے اب مازک پہ یا قطرہ عرق کا مارض سے
 برگ گل رہ شبنم کی یا ہند کوئی یہ آتی ہے
 شکر کہ بعد اک مدت کے پھر ساقی اپنے کانوں میں
 بزم سے تیرے آج صدائے خندہ قاتل آتی ہے
 مرغ جہن ہے لغو سرا ہے محن جہن میں شور و بیا
 جوش گل ہے کیا کہ بہار مستی بلبل آتی ہے
 جوش فنون میں جیسا نکل آتا میں ہوں زنداں سے
 ساتھ مرے زنجیر بھی میری کرتی ہوئی علی آتی ہے
 زلف سخن ہا کس نے کھولی اپنے گل رخسار پہ آج
 لے کے نیم صبح جو بوئے عیا سخن و گل آتی ہے
 بتنا وہ حال دل سے غافل اوتنا ہی مائل اوپر دل
 دل کو پسند او کی ظفر جو طر ز غافل آتی ہے

دگر

لکھا ہے ہم نے خطا اک اپنے آئینا کے لیے
 ذرا عدا سے کرو تم نہ گل کا سامان
 کوئی رو نہیں بنا رہی کی تیرے
 لیے نہ ہو سے کبھی دل رہا کے چوری سے
 نچوڑا تو عمل نیک دیکھ اے غافل
 بجائے آبِ حیات پینے کو اشکِ خون میرے
 چمن میں نہ نہد کچھ گل پہ دست انداز
 ہلالِ عید کو سرتِ رہی لکھ پر بھی
 سنائے مدئی او کو ظفر کئی دُتر
 نہ لیا دھوے ہمیں ایک مدھلے کے لیے

وہاں ملک کوئی نہ ہو نچائے عید کے لیے
 اس اپنے عاشق بے جرم ہو بے خطا کے لیے
 سوائے زہر سوتا نہیں دوا کے لیے
 ہمیشہ ہم نے تو او کو جتا جتا کے لیے
 یہ ہے اٹا شیرے خانہ بھٹا کے لیے
 کبابِ لختِ جگر ہے میری عدا کے لیے
 اوشا قی ہاتھ ہے ہر شاخ گل دھا کے لیے
 کہ ہو سے جھک کے نہ ہو نعلِ کنش ہا کے لیے

بارہ عشق اور ہے اس کا غار اور ہے
 بازی عشق پائے کیونکہ کفار بار
 غمزدہ کرے ہے صید دل باز کرے ہے صید جان
 گل کو ہو کیا شا بہت ہوس رخ لالہ رنگ سے
 پیار محبت آپ کو یوں تو بھی سے ہے مگر
 اے مہوشان ہے مدھلے دونوں سے گر چہ ظاہر
 یہ جو ہے تنگ و غار او نہیں ہم بھی ہیں خوب جانتے
 دیکھیے اون سے چاہا ہووے نہ کہس طرح
 اس کے عذابِ بیشا راوس میں کہاں ہیں اسے ظفر

اسکا چمہ حار اور ہے ہوسکا افکار اور ہے
 اس کی توقیت اور ہے او کی توہار اور ہے
 اس کا شکار اور ہے ہوسکا شکار اور ہے
 اس کی بہا را اور ہے ہوا کی بہا را اور ہے
 ہم سے محبت اور ہے عمر سے پیار اور ہے
 لوحِ ظلم اور ہے لوحِ مزار اور ہے
 موحبِ تنگ اور ہے ہوا عثِ حار اور ہے
 اپنا طریق اور ہے لوٹکا شعرا اور ہے
 روزِ فراق اور ہے ہر روز شمار اور ہے

دگر

صبح رو رو کے شام ہوتی ہے
سائے چشم مست سائی کے
کوئی غنچہ کھلا کر بلبل کو
ہم جو کہتے ہیں کچھ اشاروں سے
کیا چھپاتے ہو جاں ناسوں جہاں
دیکھے اوس چشم کو جوڑک ٹلیک
کس دن اوس غمزہ سے نہیں شائع
تھی جھڑست ہنوں کی بچوں کو
پانی پانی لبوں سے اوس کے ظفر

شب ٹپ کر تمام ہوتی ہے
کس کو پروائے جام ہوتی ہے
ایسکی زیر دام ہوتی ہے
یہ خط لاکھام ہوتی ہے
با رہ نوشی عدم ہوتی ہے
ابھی تر کی تمام ہوتی ہے
خبر نقل عام ہوتی ہے
سوہ لب میرے کام ہوتی ہے
کیا ہے لالہ قام ہوتی ہے

دگر

نالے اوس نے جو گلستاں کی ہوس میں کھینچے
دل نے میرے جو نہ کھینچے تھے کبھی رنج و الم
سنگدل لاکھ کشیدہ ہو مگر عاشق زار
پاس اوسکو جو نہ منظور کسی کا ہو تو کیوں
یوں تو زار سے عاشق کے کرے عشق نمود
کھینچوں اکدم میں تصور سے تری وہ تصویر
اے ظفر کھینچتا ہے دل یوں ہی کسی کی جانب
اُدا کر کے وہ الفت کی یہ سہیں کھینچے

تسے میاں نے بلبل کے نفس میں کھینچے
اے سنگروہ سب آ کر ترے بس میں کھینچے
کشش دل سے اوسے ایک نفس میں کھینچے
مجھ سے دو آ پ کو وہ میٹھ کے دسہیں کھینچے
شعلہ مر جیسے لپٹ کر کوئی شس میں کھینچے
کر مصور دگوئی با رہ برس میں کھینچے

آسمان کے ہاتھ سے کیا اک جہاں گردش میں ہے
 کھارے گردش زدوں کی خاک ہے چکر عدا
 چشم مست یا رکی آتی ہے گردش چکریار
 دل کی دینا بلانے میرے یہ ملایا کوہ کو
 آتش گردش زدوں کے ساتھ اسے دان نہو
 مثل تصویرات فانوس خیالی زیر چراغ
 لکھتا ہوں گردش نصیبوں کی جو اپنے اس ظفر
 میرے ہاتھوں سے قلم بھی ہر زبان گردش میں ہے

اب بھی رہتا ہمیشہ آسمان گردش میں ہے
 چاند سحرانگہ لایہ کہاں گردش میں ہے
 ساغرے جبکہ آٹا اے سخاں گردش میں ہے
 ایسا کی طرح ہر رنگ گراں گردش میں ہے
 کیا ہنود سے مل کے دیکھا اب رواں گردش میں ہے
 کون ہےا رام سے جو ہے ہیاں گردش میں ہے

کلام اون کو ہر طرح فرماتے لیزھے
 یہ سیکھی تری زلف سے کج ادائی
 عجب انقلاب آج ہے میکدے میں
 نظر تیری جس سے نظرائے لیزھی
 پرکھائی میری قسمت کی سمجھو
 کروں شانہ مژگان سے زلفوں میں تیری
 چلے آئے ہم وٹھ کے سیدھے وہاں سے

جو سیدھے بھی ہوں تو کوئی جانے لیزھے
 جو سب سے رہے تیرے دیوانے لیزھے
 کرشمے ہیں وٹھ تو پکانے لیزھے
 ہوئے اوس سے سب اپنے بیگانے لیزھے
 جو ہوں سن کے وہ میرے فسانے لیزھے
 جو اس شانہ کے ہوں نہ دنانے لیزھے
 ظفر وٹھ کے تیرے جو پکانے لیزھے

دیکھ

گر عدم کے کوئی سفر سے پھرے
 تو پھر آئے تو یہ تیرا بتا
 بخت پر گشت کوئی کیا پھرے
 سر اھرائے ہزار تو اس صبح
 کس طرح سے ہیں رفتگان عدم
 پھرے بر میں ہزار ہزار
 غم نہیں گر زمانہ پھر جائے

جا کے اوس یار کے نذر سے پھرے
 اے منم پھر خدا کے گھر سے پھرے
 نہ پھرے خود سے نذر سے پھرے
 دل نہ اوس غیرت قبر سے پھرے
 پیچھے گر کوئی و دھر سے پھرے
 تیری مژگان رشتہ گر سے پھرے
 آکھ تیری نہ پھرے ظفر سے پھرے

دگر

نہیں معلوم کیا ہے دل میں لو کے
خدا جانے گمان میری طرف سے
وہ کچھ کچھ جو مجھے کہہ بیٹھے ہیں
بیان سنگدل ہیں سخت کافر
مرے لیے ہیں دھم دل کے عاشق
سلگتے ہیں جو دل میں تیرے دل سوز
بہیں وہ مدعیِ ماحق نہ میرے
نہ کہنا ہاتھ دل پر دل جلوں کے
ظفر کی کچھ شرع غم نے نافر
کر دم آئے لگا ہے دل میں لو کے

کہ غصہ بھر رہا ہے دل میں لو کے
بر اے پلا بھلا ہے دل میں لو کے
کوئی بیٹھا ہوا ہے دل میں لو کے
کہاں خوف خدا ہے دل میں لو کے
سلیا کیا مزا ہے دل میں لو کے
دھواں سا گھٹ رہا ہے دل میں لو کے
نکھیں جو مدعا ہے دل میں لو کے
کرا گئے دل رہا ہے دل میں لو کے

تو ایک بار اوٹکولا دیکھ تو سہی
ہے دھن بھل اس ترے بھل کا اضطراب
کہانی ہے بولنے کی جو تو نے قسم نہ بول
زخموں پر وہ چھڑک کے تمک کہتے ہیں مجھے
کہتا ہے اے رقیب مجھے روز تویرا
اتنی نہ پھرا کہ شکر خدا سے ڈر
دیکھ گا دیرو کعبہ میں کیا جا کے دل میں دیکھ
کہتا ہے بندے اولیٰ میں کس طرح بندوں
رنگین ہیں یہ جو گل جہنم دیو میں ظفر
ہے بھی کسو میں رنگ وفا دیکھ تو سہی

کہتا ہے تیرا حال وہ کیا دیکھ تو سہی
تو بھی تاشا کے ڈر دیکھ تو سہی
لیکن ادھر تو آگے اٹھا دیکھ تو سہی
تو ان جراتوں کا مزا دیکھ تو سہی
کچھوں کا ایک روز بھلا دیکھ تو سہی
کیا حال ہو گیا ہے مراد دیکھ تو سہی
وہ تو نہیں ہے جلوہ ناز دیکھ تو سہی
ما سح تو اوس کے زوار دیکھ تو سہی

بارے شب فراق سر ہو گئی تو ہے
 بچھن ہوں گے وہ بھی کہ ہے دل سے دل کو راہ
 کی ہے دل و جگر کی طرف تو نے جب نگاہ
 کیا جانے کس کو ذرا کیا تو نے مست ماز
 روئے ہیں جب تصور بدن میں تیرے ہم
 کیا جانے دیکھا کس نے بری آنکھ سے مگر
 دیکھوں مری وفا پوہ کرتے ہیں کیا جفا

دیگر

نہ سمجھو سر غلک مارو فغان یہ ہے
 ہزار ہم نے چھپائی مجھ سے نہ ہو سکی چاہ
 ہمارے دل سے کہاں جائے گا غم دلدار
 ہلا دے ہر روئے پر غم کو تو ذرا قافل
 اٹھی بند بند او سکے تیر کا وزن
 نکلے ہر بن سوسے ہیں بیکڑوں شعلے
 جوہ ہو نچے دو دیکھ کر سزا سنان اپنا
 کریں وہ ہم پہ جفا ہم کریں وفا ان سے
 عجب نہیں جو کہیں الامان تلک پہ لک

دیگر

گر دیکھوں حال دل میں ہاتھ اپنا تھا م کے
 اٹھتے اٹھتے گر پڑا تیر مرض ما توں
 ہیں خریدار تنے دل کے زلف و کاکل خال و خا
 ہے دماغ و سکا تلک پر کب سے ہے صبری عرض
 تیری چشم مست کی گردش کو ساقی دیکھ کر
 اب تو تھامے سے دل بیتاب غم سکا نہیں
 عشق کے کوچے میں تھرکتے تو ہوا اپنا قدم
 اسے ظفر لیکن دریاں پاؤں رکھنا تھا م کے

جون خیم روئے روئے سحر ہو گئی تو ہے
 میرے قہقہے او کو خبر ہو گئی تو ہے
 بر جھی ای ایک ادھر سے ادھر ہو گئی تو ہے
 تر خون میں آستین تر ہو گئی تو ہے
 آنسو کی ہند رشک گہر ہو گئی تو ہے
 دل کو مری کسی کی نظر ہو گئی تو ہے
 تصویر مجھ سے اب یہ ظفر ہو گئی تو ہے

بلند مہبت کا زبدان یہ ہے
 جہاں میں سنتے ہیں چہ چاہاں تہاں یہ ہے
 کہ ہو سکے واسطے رہنے کے تو مکان یہ ہے
 ہمارے قہقہے کی شمسیر اصفہان یہ ہے
 اندھیرے گھر کا مریے دل کے تابدان یہ ہے
 جگر میں عشق کی لولہ سوزش نہاں یہ ہے
 تو سب سب کو ہو وہ ہے کما سنان یہ ہے
 ہماری او کی مہبت کا امتحان یہ ہے
 ظفر غضب تری آہر رفاں یہ ہے

جو پڑھے خط کو وہ رہ جائے کیسا تھا م کے
 گر بد شواہی مصائے آہ اٹھا تھا تھا م کے
 ہوں او غمے اچھا جو میں بچوں یہ سودا تھا م کے
 باگ کھڑے کی ذرا وہ ماہ سہا تھا م کے
 رکھ سکیں کیا ہاتھ میں ہم جام صہب تھا م کے
 غم سکا جب تلک یہ ہم سے ہم نے رکھا تھا م کے

مرض عشق میں کچھ ایسی لیل بن جائے
 گرم آنکھوں سے مرے تپ جو چڑھے دریا کو
 کیا تاشا ہو اگر دیدہ شائق کا قل
 ہے تم ہائے غضب دوست ہوں میں جس کا
 رنگ خوبی طلب کا رہے عارض سے ترے
 کیا عجب تیرے تصور میں اگر زیر نگاہ
 وصف او کے رخ روشن کا ظفر ہو نہ تم
 تا نہ قرطاس مصفاہ کمال بن جائے

کہ علاج او سکا نہ پھر ہو سکے مشکل بن جائے
 شکل بخالہ حباب لب ساحل بن جائے
 تیرے فساد کا اسکے تیز رول بن جائے
 میرا بن جائے وہ دشمن مرا قاتل بن جائے
 کیوں نہ گل کا سر سر بکف صورت سائل بن جائے
 اپنی پر چھائیں پڑے عورت سائل بن جائے

کہاں وہ دور پیش فراہاں ہم تھے وہاں تم تھے
 نہ جتے تھے کبھی تنہا جہاں ہم تھے وہاں تم تھے
 عجب عالم تھا جب وہ زبیب افزائے مضرث میں
 رنگ سار و بیتا جہاں ہم تھے وہاں تم تھے
 مثال شمع و پروانہ ہم سرگرم دل سوزی
 ہمیشہ انجمن آراہاں ہم تھے وہاں تم تھے
 اگر ہم خار تھے تم گل تھے لیکن باغ الفت میں
 جد ہوتے نہ تھے اصلا جہاں ہم تھے وہاں تم تھے
 بلا سے گر چہ ہم روتے تھے ورنہ ہم پہنٹے تھے
 ویکن ہر ورق آراہاں ہم تھے وہاں تم تھے
 جد علی بھی جو ہوتی تھی تو صدقے اس تصور کے
 اوشا کرتا کھ جب دیکھا جہاں ہم تھے وہاں تم تھے
 نہ وہ صحبت نہ وہ چلے نہ پوہ وصل کا عالم
 ظفر کہتا سب بجا جہاں ہم تھے وہاں تم تھے

دیگر

جو سوز دل سے ہر ہڈی کو تن میں آگ لگتی ہے

تو پھر گویا کراک بانسوں کے بن میں آگ لگتی ہے

جھڑے ہے بھول کوئی آگ کا مار سے بلبل کے

نہ سمجھو جوش لالہ یہ چمن میں آگ لگتی ہے

بلند اک شعلہ ہوتا ہے ابھی جوا سوز ان کا

تو پھر نہ چیمہ چرخ کہن میں آگ لگتی ہے

نہ ہنوسرخ جو ڈھیر میں تم غیروں کے ہاتھوں سے

قسم ہے شمشک سے میرے بدن میں آگ لگتی ہے

گئی سوزش نہ بعد از مرگ دل سے نغمہ جانوں کی

کر زیر خاک بھی اون کے کفن میں آگ لگتی ہے

کرے ہے گرم جوشی غیر سے جو شعلہ خومیرا

تو مثل خیمہ محکوا چمن میں آگ لگتی ہے

کروں نئے سے بیان کیا خاک میں سوز چکرا پنا

زبان کو اوس کی گری سے دہن میں آگ لگتی ہے

کہا ہے لالہ کہ سار سوز خلق سے شیرین

شکر یہ قیر پوش کو کس میں آگ لگتی ہے

ظفر آہ بحر کی شعلہ باری سے شفق کی جا

بحر کے روز چاک پیر میں آگ لگتی ہے

کروں سننے سے بیان کیا خاک میں سوز جگر اپنا
کہا ہے اللہ کھسار سوز عشق سے شیریں
زبان کو اوس کی گری سے دہن میں آگ لگتی ہے
نگر یہ قبر پوش کو کہیں میں آگ لگتی ہے

ظفر آہ سحر کی شعلہ باری سے عشق کی جا
سحر کے روز چاک پیر ہن میں آگ لگتی ہے

جب وہ تشریف ادا لائے ہیں پلٹے پھرتے
نہرتے پاس نہیں دور سے وہ ماہ کی طرح
ماتوان ٹوٹھ کے ترا خاک چلے خاک پھرے
ہوں وہ دل تفت مرے دور جگر کے بادل
جاتے جو دشت ہنوں کو ہیں ہوا کے ماند
ہم کو ہوتی ہے ہان اونے ملاقات نصیب
گامیان ہم کو سنا جاتے ہیں پلٹے پھرتے
صورت اپنی مجھے دکھاتے ہیں پلٹے پھرتے
پانوں تو ضعف سے قہراتے ہیں پلٹے پھرتے
ہر طرف آگ کی برساتے ہیں پلٹے پھرتے
تھوکرین کا ایکو وہ کھاتے ہیں پلٹے پھرتے
پر کبھی رس میں جاتے ہیں پلٹے پھرتے

ظفر میں بیٹھ کے کہ سکا نہیں کوئی ظفر
آب جو شعر کہ فرماتے ہیں پلٹے پھرتے

کہہ و دہ سے گر شیخ و برہن ہن
جو کہ ہیں سید محبت ترے اے سید گلن
راز دل کیونکہ کہوں تجھ سے اک لحاظ بھی
بوسہ تیرے گل رخسار کا لین ہم کیونکر
مجھ سے یان تک حذر اٹکو ہے جو آتے ہیں ادھر
کبھی جاتے ہیں اگر جانب سحرائے ہنوں
اے ظفر راہ کوئی پہ چلے کیا کوئی
تیرے کوچے سے نہ ہم اے بت پر فن ہن
زیر نگر نہیں رکھے سے وہ گردن ہن
نہیں اے دوست ترے پاس سے دشمن ہن
رخ سے گیسو نہیں اے غیر گلشن ہن
خاک سے میری بچا کر ہیں وہ دامن ہن
کر کے ہم گور پہ بھنوں کے ہیں شیدن ہن
نفس و شیطان نہیں ہوں راہ سے رہزن ہن

دگر

نکر ہو گیا عالم مری طبع مکر سے
تصویر سے جو آنکھوں میں کسی کے دردناک
عجب کیا خاک جائے آب برے آسمان پر سے
تو آنسو آبداری میں نہیں کم اپنے کوہر سے

بہائے ہم نے گورو رو کے دلیا دیدہ ترے
 ہوا جو عشق میں لیل سو وہ اپنے مقدر سے
 نہ مطلب بادہ گلگون سے ہے ہم کو نہ ساغر سے
 ہزاروں چھ گئے دل میں مرے یکبار نشتر سے
 بھڑکا اے صاف راجھا نہیں شیشہ کو پتھر سے

دگر

تو کیوں مضطر اسقدر غم سے ہوتے
 تو دریا روا چشم پر غم سے ہوتے
 کہ جوں گل ہیں آلودہ شبنم سے ہوتے
 نہ گستاخ اوس زلف پر غم سے ہوتے
 وہ ہیں بے خبر دنوں عالم سے ہوتے
 وہ معلوم ہیں نخل ماتم سے ہوتے
 گز سیکڑوں روز ہیں ہم سے ہوتے

دگر

مگر اک زلف ہی کے کھینچنے میں طول کھینچا ہے
 سر بازار تو نے لاش مقول کھینچا ہے
 یہاں سولی پہ بے دستور بے معمول کھینچا ہے
 کہ تم نے اس گدھے کو کیوں پکڑ کر جھول کھینچا ہے
 تو وہ کر کر دل رنجیدہ کو مشمول کھینچا ہے
 گلاب اے رشک گل لیکر ابھی کچھ پھول کھینچا ہے

بھئی ہرگز نہ دل کی آگ بلکہ ور بھی بھڑکی
 نہ اس میں کچھ تورا اولکا نہ کچھ تقصیر ہے تیری
 دماں شک جگر کون چشم میں ہم بھر کے پیتے ہیں
 تمہاری حلیں مرگان مجھے جس وقت یاد آئی
 لگاتے کیوں ہونم ہوس سنگدل سے دیکھو دل اپنا

اگر ہم نہ اولاد آدم سے ہوتے
 مگر اگر عشق میں ضبط گر یہ
 عرق ناک یوں ہیں وہ رخسار گلگون
 کہ وہ برہم نہ یوں ہم سے ہوتا اگر ہم
 جو ہوتے ہیں اوس مست آنکھوں کی کہلی
 گلستان میں جو سرو گلبن ہیں محسوس
 ظفر بخش دے ہے وہ اپنے کرم سے

مصور نے ترا سب چہرہ مقبول کھینچا ہے
 جہانیں سب کو عبرت ہوگی جس دنے اے قاتل
 ہزاروں بیگنا ہوں کو ستم گر عشق میں تو نے
 چھوڑا اے جو دامن زائد اپنا پھوڑا ہو بدو
 جو کھینچا رنج ہے ہم نے جہان میں تیرے ہاتھوں سے
 عرق رخسار کا تیرے ہے خوشبو اسقدر گویا

ظفر قربان جاوڑن اپنے میں کلک تصور کے
 کہ اس کا نشتر اس نے ولہ کیا مقول کھینچا ہے

کیا فسون یہ شراب کرتی ہے
 قتل کس کس کو دیکھیے تیری
 رزو طوفان بپا مرے سر پر
 اوکی خدمت دیکھیے تشہیر
 آتش عشق میرے سینہ میں
 بزم عالم میں دھت زر جنگو
 تاب رخسار حیر آئینہ کو
 جائے غمراہ مگر آنے و
 اے ظفر آسمان پہ میری

دگر

جو اوس بے حجاب کرتی ہے
 نگہ پر عتاب کرتی ہے
 میری جسم پر آب کرتی ہے
 کب مجھے بار یاب کرتی ہے
 جگر و دل سہا کرتی ہے
 حیر مستی خراب کرتی ہے
 روکش آفتاب کرتی ہے
 جان کین اضطراب کرتی ہے
 کار حیر شہاب کرتی ہے

پروا نہیں جو ضرب ہو شمشیر کی کڑی
 فرہاد سر پہ بار کے پیشہ جو مر گیا
 چوہنجی جو دور تیر حوادث کی انکی زد
 تائید شوق دشت نورد سے خود بخود
 پر زور کا ہو کام نہ کم زور سے کبھی
 اے آہ پہونچ جانا ہے آسان لگ لگ
 نری سے جو کلام کہے ہم نے اے ظفر

دگر

میکہ میں مجھے ڈر ہے کہ خرابی نہ پڑے
 دیکھے ہووین سر دکان کبابی نہ پڑے
 چین ساقی مجھے بے جام و گلابی نہ پڑے
 کیونکہ بجلی کا سر مردم آبی نہ پڑے
 کچھ پڑے بھی تو بجز خانہ خرابی نہ پڑے

جام و مینا پہ نری آگہ شرابی نہ پڑے
 داغ دل دیکھے مرے جس نے کہیں انکارے
 ہون وہ میکش رہے جب تک کہ گلابی جاڑا
 گر جھڑے آہ شرر بار سے دیلا میشرر
 اے پری کاہ جہان میں ترے دیوانہ کو

بھلو ہی جائے گا قرآن کی تلاوت زب
غیر سے کہہ کے وہ آیا ہے کہ آتا ہوں ابھی

ظفر لوگو کہیں وہ روئے کتابی نہ پڑے
لوگو جانے کی ظفر کیونکہ کتابی نہ پڑے

دگر

کہیں آگئے وہ جو بان پٹے پھرتے
بچھاتے ہیں ہم زہرا اپنی آنکھیں
ترے قد کو کیا سرو شمشاد پہونگی
ملا دیتا ہے خاک میں پیکروں کو
پلے آؤ بالین تک اس جان باب کے
صبا کی طرح دیکھ جائیں گے ہم بھی
پڑے رچے جون نقش پا خاک پر کیوں
بہر عمر کی ہم نے بحر جہان میں
پڑا کنگ مسجد میں تو کیوں ہے زہرا

تو دے کر ہوئے گالیاں پٹے پھرتے
کہیں دیکھتے ہیں جہان پٹے پھرتے
دور ہیں اس روش سے کہاں پٹے پھرتے
زمین پر تو ہیں آسمان
ذرا تم بھی دے میری جان پٹے پھرتے
جن کی بہار و خزان پٹے پھرتے
اگر ہوتے ہم باتوں پٹے پھرتے
یو ہیں سوج و گرداب سان پٹے پھرتے
بچھتا ہے درم سخاں پٹے پھرتے

ظفر نہ ہے کیا جو کہے اس طرح سے
غزب اب کوئی کتہہ دن پٹے پھرتے

نہیں اے ابرہہ قاتل کہ آنسو سر ہر لپکے
گلون پر اوس کی پڑ جائے پھر یکبار گلشن میں
ہ راک آنسو کا قطرہ ہے جو دانہ کمر با کا
نخبر کر میری مڑگان پر گرا یوں لخت دل آمیز
جلوت سے لب شیریں کی تیری کیا تعجب ہے
فیکتے شک یوں ہیں چشم سے میرے دم گر یہ
ہراسان ہوں نہ سرباز محبت سامنے لوگے

وہ کیا آنسو جو بے آمیزش خون جگر لپکے
عرق اے رشک گل رفا سے تیرے لپکے
دم گر یہ جگر کے آبلے کیا پھوٹ کر لپکے
کہ جیسے پخت ہو کر شاخ سے کوئی ٹہر لپکے
اگر وقت نظم شربت قد و شکر لپکے
سبب سے شدت بادان کے جیسے کوئی گھر لپکے
ہزاراوس غمزہ کی تلوار سے خان اے ظفر لپکے

دگر

کیا کہیں کیونکہ کئی رات ہماری کل کی
 پھیر دی تھیں جو سوغات ہماری کل کی
 آپ نے خوب مدارات ہماری کل کی
 گرچہ ہے ہوس سے ملاقات ہماری کل کی
 کیا خطا آپ نے اثبات ہماری کل کی
 ہوگئی آج مکافات ہماری کل کی
 کیا وہ تو بھول گیا لات ہماری کل کی
 کوئی صودت کہیں عیبات ہماری کل کی
 تو نے دیکھی یہ ظفر گھٹات ہماری کل کی

دگر

ہم سے کچھ پوچھو نہ تم بات ہماری کل کی
 آج شاید کسی بد گو نے تمہیں بہکایا
 گالیاں سیکڑوں دین گھر میں بولا کر ہم کو
 آج ہی ہم ایسے ہیں ہم جیسے کہ برسوں کے ہونے یار
 کل سے جو آج تک ہم سے ہوں برہم کیسے
 کل خوشی وصل کی تھی آج ہوا ہجر کا غم
 آج پھر ہانوں کو ہاتھ دے لگایا تو کیا
 غم فرقت نے کیا ایسا ہی بیکل ہم کو
 ہم نے کل جا بھی لیا کوچے میں تنہا ہوکو

تو جی کو ہر نفس کے ساتھ اک آرام آتا ہے

نہاں پر میرے جب دل سے خدا کا نام آتا ہے

مطلع ثانی

خدا جانے یہ کیا ہے دل کو اک آرام آتا ہے
 وہ آنکھوں سے نظر تھ میں بت خود کام آتا ہے
 یقین ہے اب تو ہدم یار صبح و شام آتا ہے
 نہ کچھ آتا ہے خدا و ن سے نہ کچھ پیغام آتا ہے
 سے کلرنگ چکر جب کہ وہ گلہام آتا ہے
 صرا نامہ بر دیتا ہمیں دشنام آتا ہے
 نہیں کچھ کام آتا ہے یہی بس کام آتا ہے
 کہ فرمان تھا بے قید خاص و عام آتا ہے
 نہ کچھ آغاز آتا ہے نہ کچھ انجام آتا ہے

نہاں پر اوس بت لے مہر کا گر نام آتا ہے
 تصور میں جو عالم ہے قیاس و وہم سے باہر
 خیال زلف و رخ سے دل نہیں ہے ایک دم خالی
 پڑھائی غیر نے پٹی ہے ہوس نو خط کو کیا یارب
 گلون کے منہ پہ گویا ہوس پڑ جاتی ہے گلشن میں
 لکھا تھا یان پیسے ایسا کیا جو اولاد خط لئے وانے
 جو کچھ کہا ہے اے غافل تو کر لے یان کروان ہرگز
 رہا ہے کوئی دنیا میں نہ رہو یہ بیان کوئی
 وہ بحر نیکران دنیا سے الفت ہے نظر ہنکا

ہمارا طائر دل زلف کے پھندے میں کیا آوے

ظفر یہ مرض زیرک کب بخیرے دام آتا ہے

عشق میں دل کو نئی روز بلا سی چٹنی
درد دل سن کے مرا درد ہوا کیا سر میں
جی میں آتا ہے کہ لون اتنے چٹ کر ہوتے
چشم محمود تری رخ اور اوکین کا جل
خاک کوچے کی تری تن پہ ہے مرے زینا
دیکھے کیا ہو تری جنبش مرگان قاتل
اے ظفر توڑے گئے شیشہ سے بزم میں رات

دگر

پر بلا کوئی نہ اوس زلف دو ٹا سی چٹنی
آج ماتھے پر جو ہوئے ہے روا سی چٹنی
نہ ہے لب پر مٹی ہوئی ذرا سی چٹنی
وہ کیا ساتھ قنقن کے ہے کھٹا سی چٹنی
ایک تن زہب کی ہے ٹھک تبا سی چٹنی
جھاڑ پہنچے مرے پیچھے تھا سی چٹنی
روح آکر کسی میکش کی جو پیا سی چٹنی

میرے ہوئے کیا ہے ہوئی تو فصلت اور ہے

مطلع ثانی

کوئی دم مہمان ترا بنار فرقت اور ہے
عشق میں ہوتا ہوں اوکے ہوتا میں رسوائے خلق
ماہ تابان جانتا ہے تجھ کو عالم پر لطف
ہاتھ سے تیرے ہوا گر اچکے قاتل شہید
میں نے دل جس روز سے اوس آفت جان کو دیا
ہے تپ ابھران بلائے بد کہ دوی روز میں
اور سے کھسکا کے بھیجا شاید کوس نے خط ہمیں
خاک ہو کر اے لاف حاصل ہوا کیا ہم کو خاک

دگر

آج اے عیسیٰ نفس کچھ ہوئی حالت اور ہے
ہوتی اوکے صن کی موتی عی شہرت اور ہے
میرا تو عالم عی کچھ اے مہر ظلمت اور ہے
دوسرا موجود خواہاں شہادت اور ہے
روز میرے واسطے آفت پہ آفت اور ہے
ہوئی ظالم ترے عاشق کی صورت اور ہے
آج خط کچھ اور ہے خط کی عبارت اور ہے
ہوئی دل سے سوا واسطے کدوت اور ہے

ہم نے عی آج اے صیاد کیا پکڑے گئے

مطلع ثانی

بار بار چھوٹے نفس سے بار بار پکڑے گئے

کچھ مرے یاروں کے دل اے لہرا پکڑے گئے
 پھر نہ ہم سودائے زلف دہلا پکڑے گئے
 ہم گرفتار بلائیں بے خطا پکڑے گئے
 یہ نہ بادی چور اے با عبا پکڑے گئے
 ایسی ساعت سے تمہارے بتلا پکڑے گئے
 کان ٹکٹن میں گلوں کے جو سدا پکڑے گئے
 ہم کئے کو اپنے ہیں اے بے وفا پکڑے گئے

تیرے کوچے میں گئے خطا جب سنا پکڑے گئے
 نکلے مثل مالہ زنجیر جب زنجیر سے
 زلف کو چھیڑا عبا نے ہماری کیا خطا
 تیرے جھوٹے لے گئے آخر زر گل سب اوڑھا
 بیٹے جی چھوٹے نہ زندان محبت سے کبھی
 کیوں ایسی تھی اے عبا مگر فغان عندلیب
 کیوں وفا کی تم سے جو ایسی بلاؤں میں پھنسے

ہم سے چوری کوئے زلف یار میں جاتے تھے یہ
 حضرت دل اے ظفر اچھا ہوا پکڑے گئے

اوڑتے پھریں ہوا میں بادل سے نکلے نکلے
 ارغون سے چہر کر ہم سرو چہن کے نکلے
 کچھ پائے سر کے نکلے او رکھی بند کے نکلے
 گل نے کئے ہیں اپنے جو پھر ہیں کے نکلے
 ہاتھوں سے اس ہمارے دیوانہ پن کے نکلے
 تیغ ستم سے گرہوں اس نشہ تن کے نکلے

مالوں سے گرہوڑا دون چرخ کہن کے نکلے
 کرنا برہری گرفتہ سے ترے تو کرتے
 ڈھونڈا نشان جو ہم نے قاصد کا اوس گلی میں
 کس جامہ زیب کی یہ دیوانہ ہے بھین کا
 دامن رشت کے بھی اوڑھا جائیں گے کسی دن
 ہووے نہ سطح ہر گز ظالم تیری محبت

تھیں دون سے اپنا دل اے ظفر لگا
 کرتے ہیں پھروں سے در عین کے نکلے

ہم جو ہیں یار ترا جلوہ قیامت کرتے
 سر پہ ہیں اپنے چا آپ قیامت کرتے

مطلع ثانی

جنگو الفت نہیں ہم اون سے ہیں الفت کرتے
 دور کس طرح سے وہ دل کی کدورت کرتے
 سنتے غائب میں تو کیا کیا ہیں شکایت کرتے

جو ہیں ہمیں ہم اون سے ہیں محبت کرتے
 خاک میں ہو کو ملنا تھا ہمارا منظور
 کرتے ظاہر تو ہیں وہ منہ پہ ہمارے تعریف

آفرین اب بھی نہیں ترک رفاقت کرتے
 ایسا یہ کوئی ہیں دیکھ کے وحشت کرتے
 جمع کی طرح ہر ہیں شب فرقت کرتے
 گر برا تھا تو ہمیں کو یہ عنایت کرتے
 ایسا دنیا پہ ظفر ہم تو ہیں لعنت کرتے

ہیں پس از مرگ بھی اپنے الم و رنج رفت
 ایسے مانوس ہیں وحشی تری تہائی سے
 کیا کہیں تجھ سے کہ کس طرح سے ہم رو کر
 دل کو کیوں چھینک دیا لے کر ہمارے مجھے
 کھو کے دین گر ہوئی دنیا تو ہوئی کیا دنیا

دگر

وہ صورت جو ہے آنکھ کے حل میں پھرتی
 کر لیتی ہمیں رہے گی محفل میں پھرتی
 لیے کار دل ہے محفل میں پھرتی
 کچھ اپنی ہے جلی عی منزل میں پھرتی
 کہ مانگن ہو جون سوج حاصل میں پھرتی
 وہ صورت نہیں چشم قائل میں پھرتی
 قضا ہے لیے کوئے قائل میں پھرتی
 تمہاری ہے شل و شاکل میں پھرتی
 مرے دل کے ایک مقابل میں پھرتی
 کہ جو بات ہے کچھ مرے دل میں پھرتی

کیوں کیا زبان سے کہ ہے دل میں پھرتی
 ذرا وادی دل کی سیر بخون
 مری نیکی ہائے اک اک کے آگے
 بتو جاچکے ہمتو کہہ کر نیت
 ہے یوں کس زلف سے آئینہ میں
 جو شے دیدہ دل سے رکھے تعلق
 بس اب ہو چکی خیر اپنی کہ ہو
 بتو کیا کہوں میں کہ شان خدا ہے
 نگہ تیری قائل لیے تیج ہر دم
 نہیں یاد ہے رو برو اون کے آتی

ظفر روح قیس آ کے صورت میں مہدی
 دیے ہانوں ہے گی سلاسل میں پھرتی

گل کو کہان یہ باغ میں حاصل نمود ہے
 جو آج تیری لغت محفل نمود ہے
 تیج ادا کی تیرے و قائل نمود ہے
 دیکھو ہوتی تری مدہ کال نمود ہے
 خس و قمر کی جگہ مقابل نمود ہے

باغ جہان میں تیرے لیل نمود ہے
 کس مہمرو کو بزم جہان میں ہے یہ فروغ
 برش سے جسکی ہوتا ہے عالم کا دل دو نیم
 اے مہروش کے سامنے چمکے گا کیا کوئی
 رخسار آتھیں ترے وہ ہیں کہ بے فروغ

کیا کیا تڑپ کے برش سچ نگاہ کی
 قافلہ دکھا رہا تھا بس نمود ہے
 اوس حوروش کو دیکھا نہیں اس نے اے ظفر
 کہ جو اتنی صبح قافلہ نمود ہے

جگو وان کون بٹھالے لیجائے
 جب گرفتار دام زلف ہو دل
 دیکھیے کس اصل گرفتار کو
 دل کو وہ ہٹا لے ہے نظروں میں
 کس کا مقدر اوس کے دامن تک
 گھر وہ چوری سے دیکھتا ہے اور
 جائیں بھی ہم تو وہ نہ آنے دے
 دل کو اے شوخ دل با قہر سے
 گر یہ شاید بہا کے لے جائے
 تاب کس کو چھوڑا کے لے جائے
 آج قافلہ لگا کے لے جائے
 لاکھ کوئی چھپا کے لے جائے
 ہاتھ اپنا بڑھا کے لے جائے
 دل نہ میرا جدا کے لے جائے
 غیر کو آپ آکے لے جائے
 کوئی کیونکر بہا کے لے جائے

قطعہ

دلم شوخ کو مرے قاصد
 کہیں ایسا نہ ہو ترے خط کا
 روٹھ کر اے ظفر نباؤ تم
 نہ کسی کو دکھا کے لے جائے
 کوئی مضمون بھڑا کے لے جائے
 وہ نہ جب تک منا کے لے جائے

دعویٰ

تیری سی سرمہ کی کب تحریر کھینچی اور نے
 منہ تھا کیا مانی کا جو تصویر کھینچی
 کھینچی جو تکلیف میں عشق میں وہ کاہکو
 ہیں تو وہ خوش قد اور بھی پراوکی قامت کے سوا
 چھپنے ہی ہو نہ لک کے پار یہ میرے سوا
 باندھ کر مجھ کو تیرے لیے یوں کھینچے
 مجھ پہ کس دن اس طرح شمشیر کھینچی اور نے
 ہے یہ صورت عالم تصویر کھینچی اور نے
 ہے اذیت مثل چرخ پیر کھینچی اور نے
 خیم سولی پر نہ اے کاکیر کھینچی اور نے
 آہ سرکش کب مثال حیر کھینچی اور نے
 دنا کھینچی اور نے زنجیر کھینچی اور نے

اویکی زلف پر کشن چھٹ یوں گلچند میں ظفر
کب کسی کی جان بے تقصیر گھنچنی اور نے

دُش

اویکی کل آنکلی خبر ایک ذری سنی تو ہے
دیجے پری کو یارے صن میں کیا مشابہت
سروقدون کی تو دلا پوچھ نہ دوستی کا چل
ڈرتا ہے جی کہ دیکھیے ہم کو دکھائے کیا نصیب
دل کے مرے رنگین نے کچھ پایا ہے نام وری
تیرا سا غمزہ دیکھیے ہے یہ کس میں یا نہیں

کل مرے جی کو آگنی خوشخبری سنی تو ہے
دیکھی نہیں تو کیا ہوا ہم نے پری سنی تو ہے
تو نے نہان سرو کی بے فکری سنی تو ہے
ہم نے تری شکایت کم نظری سنی تو ہے
گرچہ نگین جم کی بھی ماسوری سنی تو ہے
اور پر یخون میں بھی عشوہ گری سنی تو ہے

کو وہ نہ دیکھے آکھ سے ہم کو پر ہو سکے عشق میں
جو کہ مصیبت اسے ظفر ہم نے بھری سنی تو ہے

نامہ پر کیا مراد ہے کو ہے آیا دھوکے
میں نہ چھوڑوں گا ترا حشر کو دامن قاتل
پانوں دھوئے کب اونے کہ ادب سے ہم نے
کون گلشن میں پیے گامے کلرنگ جو گل
کو مرے گر یہ سے پانی مرے سر سے گدرا
دے گا کیا ہو سکے سا ور کر دیے تجھ کو

خدا کسی اور کا جو تجھ کو دکھایا دھوکے
تو نے کو خون کو دامن سے چھوڑا دھوکے
پانوں کو ہو سکے نہ ہاتھ اپنا لگایا دھوکے
آب شبنم سے پید کو پیے لایا دھوکے
پر جو نکلا تھا جنین پر نہ مٹایا دھوکے
یا قرب آئے ہیں اسے ہوش بلبایا دھوکے

ہے یہ کار ظفر اس کے یہ نامہ
کر سفید آب سے رخت کے خدایا دھوکے

تیرا بیمار غم سنبھل نہ سکے
اویکی چاہ دین میں حضرت دل
بستر غم پہ یہ ناتوانی سے
دل کی سردگی سے بعد از مرگ

سوحشی کیجے ایک چل نہ سکے
ایسے ڈوبے کہ پھر اوجھل نہ سکے
کبھی کروٹ بھی ہم بدل نہ سکے
کوہ پر بھی چراغ جل نہ سکے

اوس گلی کے سوا کھل نہ سکے
یار کھوون سے جسکو تل نہ سکے
اے ظفر بھٹکے ہم نکل نہ سکے

لاکھ بہلائیں بھیجیں عین دل
ہے وہ کس کام کا دل پر سوز
اوس شکر کے دام الفت میں

وگھر

بر چند اوس کا گھر ہے ترے گھر کے سامنے

آہ نہیں تو عاشق مغل کے سامنے

مطلع ثانی

رکھ دے ہے تیغ ہاتھ سے ڈر ڈر کے سامنے
لشکر ہے ملک دل میں یہ لشکر کے سامنے
اس تیری چین زلف مغل کے سامنے
اوس ہنر گر کی چشم فوکر کے سامنے
کشتن میں میرے سر و بدن پر کے سامنے
ہنگام گر یہ اس مڑہ تر کے سامنے
سو سو ادا سے آئینہ وہ دھر کے سامنے
چلتی نہیں کسی کی مقدر کیسا نے

سویا اوس کا ختم گر کے سامنے
کیسو جوم آبلہ کیسو جوم داغ
چین مان جائے ناف ملک تار چین
کچھ پہرنا نظر پہ نہیں عمر سامری
شہزاد بھی زمین میں خجالت سے گز گیا
ہو غرق آب شرم رگ ابر نو بہار
کیونکر تلون بلائیں ستارے جو زلف کو
مدیر لوگ کرتے ہیں کیا کیا پرانے ظفر

وگھر

کھٹا اپنی جان یون ہیں ہے کون کسی کی خاطر سے
کھانا رخم مخمر کین ہے کون کسی کی خاطر سے
جانا کسی کے در کے قرین ہے کون کسی کی خاطر سے
دیتا ایسا در دشمن ہے کون کسی کی خاطر سے
کنا کام یہ غیر نیکیں ہے کون کسی کی خاطر سے
کنا حوالہ یون دل و دین ہے کون کسی کی خاطر سے

عشق بن اے دل زار و جزین ہے کون کسی خاطر سے
جو ہے مزے سے عشق کے واقف و وی گوارا کنا ہے
کھینچے ہے یونان جسکو جذبہ شوق وہ جانا ہے
ہیں یہ ہمیں جو کرتے تیری مژدہم اپنا گوہر دل
نام وری ہو نور کے خاطر سیز خراش اپنے لیے
لطف عنایت مہر و مروت اے بت کافر کچھ تو ہو

تیر غم اوس کا آئے لطف رگر کھینچ کے لائے دل کی کشش

ہوتا مکان دل میں کین ہے کون کسی کی خاطر سے

عبث ہم کو قسم اے دشمنانِ دینی ہے
 دکھاوے اے پر یو اپنے دیوانوں کو زلفِ اپنی
 سر ہر گام کوئے یار میں پڑنا پڑنا
 لیا ہے ہوسر کسی نے ملت کے بہانِ باندھو تم
 بنا باتیں نہ بے ہودہ حذر کر لیں باتوں سے
 تجھے اتنی طیب مہربان تکلیف دین گے ہم
 جو کہنے کو ظفر جاتے ہیں وان ہم بھل جاتے ہیں

دیکھ

بھر منہ ہے کیا جو غنچہ کوئی کھل کھلا بیسے
 کیونکر نہ چارہ ساز پہ میرے قفا بیسے
 جس طرح آسمان سے کوئی آتش بیسے
 رونے پہ میرے برق و شو تم بجا بیسے
 ٹکڑی مسی جو دانتوں میں وہ مد لقا بیسے
 کیا روئے اس جہن میں کوئی اور کیا بیسے
 پروا نہیں کہ طبع ظفر روئے یا بیسے

دیکھ

کوارا کر لیا یہ آب و دانہ ہے تو ہم نے ہے
 بیلا بچہ مرگان کو شاما ہے تو ہم نے ہے
 کیا تجھ سے بیان اپنا فسانہ ہے تو ہم نے ہے
 بنا کر رکھ دیا دل کو نشانہ ہے تو ہم نے ہے
 ترا اگر حکم اے سفاک ملا ہے تو ہم نے ہے
 بیلا دشمن اپنا اک زمانہ ہے تو ہم نے ہے

ظفر ہے باز یوں تو سبکو اپنی شعر کوئی پر
 کہا پر کوئی شعر عاشقا ہے تو ہم نے

وہ رشک گل جہن میں اگر اے سب بیسے
 کتا ہے چارہ مجھ سے مریض فراق کا
 خندان ہے یوں خراش جگر سے فروشِ دل
 بارش کے وقت جھنجکے بجلی بھی دھڑکتی
 ہو جائیں کیوں نہ انجم شب تاب بے فروغ
 نے گل کو بیان ثبات نہ شبیم کو ہے قرار
 پروانہ کو ہے عشق میں بٹنے سے اپنے کام

سرسبز خون کو اپنا رزق جلا ہے تو ہم نے ہے
 ترے زلفوں کی آرائش جو کر آنکھوں سے ہنسنے کی
 کہی جس نے کہانی تیرے آگے بونے اور دن کی
 لگا تیر مرگان سیکھا ہے تو وہ کمان ہرو
 جو سر مانگا دیا سر جان مانگی جان حاضر کی
 زمانے میں آگ رہے دوستی تم سے تو ہم کو کیا

تو پھر کسی کی نظر کیا مجال اوپر جا کے
 گذر نہ سال کے تا وار سال اوپر جائے
 یہ وہ وبال کہیں جو وبال اوپر جائے
 وہ موڑ کر جو کوئی سبز شمال اوپر جائے
 تو کس طرح کوئی لے عرض حال اوپر جائے
 نہ جائے نیچے نہ وقت ہلال اوپر جائے
 کبھی نگاہ نہ سوسے ہلال اوپر جائے

دیگر

تو جو پردے میں تھے شرعی ہمیں دکلائی دیجاتے
 کسی کو سوت اپنی کس طرح ہم آئی دیجاتے
 تو بہلانے کو دل میں اک غم تھپائی دیجاتے
 یہ آنے جانے والے ہیں خبر بالائی دیجاتے
 تو قیمت میں دو عالم تک ترے سو دلی دیجاتے
 جو وہ چپکے سے پور کر کے بھل مسائی دیجاتے
 ظفر کیوں جان اپنا عاشق شیدائی دیجاتے

دیگر

ایسے دور عی سے تم پرے پرے کرتے
 کلام اگرچہ ظاہر بہت کھرے کرتے
 درخت سیکڑوں سوکھے ہو برے کرتے
 نجاتی تلخی اگر لاکھ غم غرے کرتے
 اگرچہ سیکڑوں خالی سب بھرے کرتے
 خراب ڈھاکے ہو تم لوگے مقبرے کرتے
 کہ اس زمانے میں ہیں چین چین مسخرے کرتے

جو اپنے کو شے کے وہ مہ جمال اوپر جا کے
 کرے نہ وعدہ یک مہ وہ سال بھر نکلن وفا
 بغیر جان لیے چھوڑتی ہے کب وہ زلف
 سکے جہن میں نہ کیوں سرو دیکھ کر ہو کو
 رہو ہمیشہ جو بام غرور حسن پر تم
 تری خوشی ہے کہ دم کے میرا سینہ میں
 ظفر ہوس ہرے پر غم کے سامنے اپنے

اگر اے حضرت دل آپ کچھ بتائی دیجاتے
 ہمیں مرا تھا مرنا میر کیونکر ہاتھ سے تیرے
 وہ جس وقت اپنے گھر جاتے ہیں مجھ چھوڑ کر تھا
 کسی کو جھانکتے ہو جڑھ کے تم کو شے پر ہم کو بھی
 اگر منظور ہوتا تھکو سودا اپنی زلفوں کا
 نہ ہوتی اتنی رسوائی نہ اتنا شور و غل ہوتا
 مرا رکھتا نہ مر جانا اگر عشق و محبت میں

بولا کے میر کو ہو پاس مشورے کرتے
 وہ دل کے کھوٹے ہیں معلم ہیں چلن لوگے
 جھڑی جواہد کے برستے شک چشم سے ہم
 وہ ذکر کرتے اگر میری تلخ کای کا
 گم کرتے بس کبھی ہم میٹھی سے اے ساتی
 گئی نہ مر کے بھی خانہ خرابی عشاق
 وہ کیوں نہ ٹھک ہوں جھکو ہو پاس شرم ظفر

تو بھلی ایک پر تو میری آہ پر شرر کا ہے
تو پھر جانا مری آنکھوں میں نقش ہو سکے گھر کا ہے
علاج ہو کو اگر منظور میرے درد سر کا ہے
کہ اب تو کام کما ہے بھی مرغ نامہ ہر کا ہے
لگایا روش پر گلشن میں رخت اپنے سفر کا ہے
کوئی ہوتا ہوا پھلایا مرے داغ جگر کا ہے
جو کہ کشتہ ستم گمیر تیری چشم فتنہ گر کا ہے
ہو سکیں ہم اگر ہو کو تصور اپنی نظر کا ہے

اگر ہمیر سایہ مری مژگان تر کا ہے
بیان کما ہے واعظ جبکہ عالم قصر جنت کا
وہ سر سے باندھ دے میرے ہو پٹا سندی اپنا
خدا دے طاقت پرواز اور اس طائر دل کو
نہیں جائے امت یان کہ ہر غنچے نے پہیلی
نہیں خورشید محشر آسمان شایہ افشا لایا
مطر چاہیے اوسکا کفن ہو عطر فتنہ سے
نہ پردہ ہے نہ برقع ہے نہ ہے نہ پر خباب ہو سکے

نہیں ممکن کوئی ہمیرے مان اختیار دل
ارادہ ہے ظفر اسکا بدھ کا ہے بھر کا ہے

ہم یہ کیا کیا ہیں وہ جفا کرتے اس پہ بھی ہم ہیں جان فدا کرتے

مطلع ثانی

حضرت دل میں دیکھو کیا کرتے
اور ہمیں وہ ہیں بد دعا کرتے
صورت آئینہ صفا کرتے
کبھی اپنی نہیں دوا کرتے
وہ برے ہیں بہت برا کرتے
کبھی ہر گز نہ آشنا کرتے
لوگ چہچہ ہیں جا بجا کرتے
کہ وہ دل لیے ہیں دعا کرتے

بے وفائوں سے ہیں وفا کرتے
ہم دعا اوکے حق میں کرتے ہیں
خاکساری سے ہیں دل آہنا ہم
اے ستم گر مریض عشق تیر
جو نہیں چاہتے کسی کا ہلا
ہو کو آشنا سمجھتے جو ہم
میرے اور ہوکے چاہ ہوتی ہے
دل نہ دینا کہیں ظفر ہو کو

میرے قاصد کو وان جائے نظر آتا تو ہے
دل کی ہوتی آر سی کی کین نہ آتی عاری
میں وہ ٹٹکین ہوں کہ ہٹکر دیکھتا ہے جو مجھے
بھر کے ٹھنڈی سالیں رہتا ہے جدھر عاشق ترا
جب قلق میں دل کا اپنے منہ سے کتا ہوں بیان
کو نہیں آتا بھلائی سے برقی کے سوا
دے ہے بھر کر جام سے فیرون کو جب وہ بزم میں
ہو گیا راہ محبت میں بلا سے خاک میں
ہائے ہم نے کیا کیا اور چاہیے کتا تھا کیا

دہر

پروہ جب جاتا ہے کچھ لکے خبر آتا تو ہے
جلوہ اس ایسے سن اوسکا نظر آتا تو ہے
لوگو رہا میری صورت دیکھ کر آتا تو ہے
باؤ کا جھوکا اوچھ کو سرو تر آتا تو ہے
کچھ کیجا منہ کو لے پیدا کر آتا تو ہے
ہمیشیں میرا خیال لوگو نگر آتا تو ہے
دیکھ کر یہ دل مرا حسرت سے بھر آتا تو ہے
پر قیمت ہے وہ میری خاک پر آتا تو ہے
اس کا اک انوس ہم کو لے نظر آتا تو ہے

برا کہا تمہیں ہم نے زبان سے کیا ہے
جب اپنا جان تمہیں میں نے مری جان جلا
پھپھائے غنچے گل کیوں نہ اپنی خوشبو کو
کرے ہے کوچہ جہان کا قصد جو قاصد
پس از فنا بھی نہیں دل کو چھوڑنا غم یار
کرے جو پرو و مڑگان سے میرے دل کو شک
سوائے سبز خراشی و رد سیاحی کے
جو فکوحہ ہے تو نہیں اپنے طالع بد کا

تمہیں بتاؤ ستا تم نے کان سے کیا ہے
تو پھر عزیز کوئی چیز جان سے کیا ہے
کہ نہت اور شکرتی عطر دان سے کیا ہے
کہیں ارادہ سفر کا جس سے کیا ہے
لے بھی دیکھو تو اسان مکان سے کیا ہے
تو پھر غرض سے تیرو سے کیا ہے
تنگین کو فاکہ نام و نشان سے کیا ہے
مگر ستارے سے کیا آسمان سے کیا ہے

نظر جو حال ہے میرا وہ خوب جانتے ہیں
مگر بیان سے حاصل بیان سے کیا

یہ دنیا ہے اوگھٹ گھٹی پک نہ بہت پھیلاؤ جی
اس دنیا کے جتنے دھندے سگر کو رکھ دھندے ہیں
یہ منوا ہے سو رکھ لو بھی سب عی پر الجائے ہے

اتنی عی پھیلاؤ کہیں سکے سکھ سیدکھ لاپاؤ جی
لوگے پھندے جا نہ پڑو تم ان میں نہ من الجھاؤ جی
چاڑ ہو تو اس سو رکھ کو جیسے بنے سمجھاؤ جی

جس کارج کا ہوا کٹس تم من من اپنے جانتے ہو
عمر کارت تم نے کھوئی کچھ تو ابھرکا دھیان کرو
سدھ بدھ دی کنار نے تم کو سوچ سمجھ کر کچھ
کہیے نہ بھولا اوکو ظفر جو صبح کو بھولا سانجھ کو آئے

دگر

لوکی دیا سے سچ وہ سمجھو اٹنا گھبراؤ جی
بہت گئی اور تھوڑی دسی ہے یہ بھی نہ یوں ہیں گواؤ جی
لکھا کرنی مت کرنا جو کر کے پھر پچھتاؤ جی
چھوڑ کے سگرے جھگڑے اپنا رب سے دھیان لگاؤ جی

جو ہو مہوش نہیں اتا مہینے دو مہینے سے
جو کھکھے ہے وہ شونخ ماہ طلعت بان پہ چڑھتا
نہ باب ہے نہ قمری بزم گلشن من ہزار غموس
نہیں آتی کبھی ہرگز یہاں تک دو گھڑی کو بھی
بتوں کی سرد مہری دو مہینے سے جو دکھی ہے
عوض اس کے جو کی نکماہ تیرے ساتھ سے نوشی
ظفر اک دو مہینے بھو بیٹھے ہیں قرین لوکے

دگر

مقرر ہو کو بہکایا کسی نے دو مہینے سے
نہ بچے ٹوٹے ہیں روز رپے دو مہینے سے
فقا راغ و زفن سے ہیں کہنے دو مہینے سے
یہ لوگے بھر رہے ہیں دل من کہنے دو مہینے سے
تو آتے ہیں مجھے ٹھنڈے پسے دو مہینے سے
پڑے غم سیلو کے گھونٹ پیئے دو مہینے سے
تو ہیں کچھ اور عی اپنے قریب دو مہینے سے

ہمیں تو خط کی خبر ساری تیرے گھر سے کھلی
ہماری تیری محبت کی بات آج تلک
کسی سے کچھ تو ہے وعدہ کہ آئی آدمی رات
ہمیں تو کشف محبت سے سب ہے تیری خبر
کسی کی نوک مڑہ چھپی رگ جان من
رخ آفتاب قیامت کا رد ہووے گا
نہیں ہے راز محبت سے کوئی بھی آگاہ

دگر

چھپا نہ بات کو تو کر دے نامہ بر سے کھلی
نہ کچھ ابھر سے کھلی اور نہ کچھ ابھر سے کھلی
جو لوکی ڈیوڑھی تو ہے آج وہ پیر سے کھلی
زبان سے کہتے نہیں گو کسی بشر سے کھلی
نہاں کا پارہ گرو قصہ نیستی سے کھلی
جو پٹی اپنی بھی رخم جگر سے کھلی
کھلی ج وہم کو حقیقت تو کچھ ظفر سے کھلی

کام مالوں سے جو بیمار جدائی لیے

تو خیر چرخ کی یہ تیر ہوئی لیے

تم جو کہتے ہو برا ہم کو بجا کہتے ہو
ان بتوں سے مرے نزدیک تو کچھ دور نہ تھا
دیکے دل اس بت بد خو سے لڑائیں آنکھیں
تیرے ہاتھوں سے ہیں ما چار و گر نہ کب کے
مار ہی ڈالنا صیاد ہمیں پھڑکا کر
گر نہ دل دیتے تو کایکو برائی لیتے
ایک غمزہ عین اگر ساری عدائی لیتے
ہم بھی ہر روز ہیں سول ایک لڑائی لیتے
وہ سحرا کی ہم اے آبلہ پائی لیتے
گر کبھی سول کے ہم نام رہائی لیتے

وصف اوس دست نگارین کے جو ہم لکھتے ہیں
تو ہیں کاند بھی ظفر سول حلا لیتے

گل جا کے ہم جو گھر میں اوس فز گر کے بیٹھے
گھبرا کے اونٹھ مجھے سب ہوتے اوہر کے بیٹھے

مطلع مانی

کیا خاک جا کے کوئی پاس اوس ہٹر کے بیٹھے
اوتھتے ہیں کوئی وان سے جب تک نہ مرٹیں گے
وہدے پہ دو گھڑی کے غلاف شعار تیرے
تعریف قد کا اوس کے جب سے کیا اور وہ
بھرتے پھرے مصیبت کیا کیا عوض میں اوس کے
اوتھتے اور ہی کچھ سو سو طرح کے فتنے
اب اور اسکا رہنا کہا جانے کیا کرے گا
جو چاہتا سو کہتا اونٹھ کے وہ دیکھے نامہ
دشوار ضعف سے ہے یہاں ولٹنا بیٹھنا بھی
اوتھے عدو ہٹاؤ کے کیا کیا کیجے اپنے
مقدور کیا کر جائے اونٹھر کہیں وہ شب کو

دگر

نہروٹ وہ ہمیں کہتے ہیں لو خاصی کہی
نہروٹ ہم کہ وہ اے دوستو خاصی کہی

ہم کہیں خاصی کہی تم بھی کیو خاصی کہی
 شک میں بھی کہتے ہو اوکی سی یو خاصی کہی
 ترک الفت کی مگر اے مامو خاصی کہی
 منہ بنا کر کہتا ہے وہ تند خو خاصی کہی
 ہے یہی شرط ادب تم بھی کیو خاصی کہی

بات ہے وہ بات کوئی بات جب ہم تم کریں
 نکلت گیسوے جامان ہمدو کچھ اور ہے
 اور تو باتیں تنہا دی خیر خاصی نہیں نہ نہیں
 جب کہیں کہتا ہوں اک بوسہ عنایت ہو مجھے
 جو کہی وہ بات منہ سے ہو اگر کہیں ہی بات

جب کہا دل نے کہ چلے کوئے جامان میں ظفر
 ہم نے بھی دل سے کہا اچھا چلو خاصی کہی

دور جگر دو دن سے ہے
 آہ شرر دو دن سے ہے
 کوئی بشر دو دن سے ہے
 دو دو پہر دو دن سے ہے
 خالی گھر دو دن سے ہے
 یہ چشم تر دو دن سے ہے

جی کا ضرر دو دن سے ہے
 دل ہے جلا بر سائی جو
 اوکو سکھاتا کیا کیا شر
 لونا ماشق بن ترے
 پھرنا ہے وہ بلکہ کہان
 اشک نشانی کرتی کیوں

تعلیم

آٹھ پہر دو دن سے ہے
 باندھے کمر دو دن سے ہے
 یار ظفر دو دن سے ہے

پھرنا قاتل تیج بکف
 بیٹھا ماشق مر نے پر
 دو گھڑی کہہ کے آیا نہیں

دگر

کی نہ جھید نے بھی بارہ پرستی اتنی
 کاٹ کرتی ہی ہے دو دہائی اتنی
 دی نوزن تو نے ملا خاک میں بسنتی اتنی
 نہ تو ہو اتنی بلندی ہی نہ پستی اتنی

ہم نے کی اپنی جوانی میں سے مستی اتنی
 برش تیج نگاہ ایک بلا ہے دوس کی
 خانہ باغ میں ہر رنگ کے لاکھوں گل تھے
 نہ جڑھا چرخ پہ نے پھینک زمین پر جگو

کیون تری ہستی مہووم پہ ہستی اتنی
کبھی دیکھی نہیں بدلی بھی ہستی اتنی
اے ظفر خوب نہیں بارہ پرستی اتنی

اے شرر تو جو شرارت سے نہ ہنا تو تھا
ہر مڑگان نے یہ ہلکوں کی لگا دی جھری
حق پرستی میں کوئی دم جو ہر ہو بہتر

وہ

ایسی تصویر کیا ہمیں سے کوئی
جی ہے سر زرد خطا ہمیں سے کوئی
بات بتا بجا ہمیں سے کوئی
بے وفا یہ وفا ہمیں سے کوئی
بے وقوفی صبا ہمیں سے کوئی
ہوئی گر یہ ارا ہمیں سے کوئی
دو بدو بیجا ہمیں سے کوئی
حیری زلف دہا ہمیں سے کوئی

دل رہا کیا خطا ہمیں سے ہوئی
ہے وہ برہم کھجورنی تھی زلف
دل مدینا بتوں کو تھا ماح
بے وفائی پہ مر مجھے حیری
اوکی ہو سے کیا تجھے آگاہ
کدڑی سر سے لہاز خشن میں ہم
دھت رز کو نہ مت لگا تھا
شانہ بھی چھوڑنا تھا کیون برہم

دل بلبل میں تھا نہ درد ظفر
وہ بھی درد آشنا ہمیں سے ہوئی

نہیں ملنے ہماس امید میں چوکھٹ میں سے
جب صدا آتی ہے اوس پانوں کی آہٹ میں سے
ہم نہیں تاک رہے تھے ہوس ہکھٹ میں سے
لوٹنے دیتی ہیں کوئی تم کو چھپر کھٹ میں سے
ہوئے ملک آتی ہے زلفوں کی ٹراٹ میں سے
ڈھنڈھ گھٹ جتا کہ وہ پائے گل ترے گھٹ میں سے

کبھی شاید وہ ذرا جھانک تو لے چٹ میں سے
پیٹھوں کے لیے ہوتا ہے دل کیا کیا
تو نے دیکھا نہ ہمیں برہم عدو میں اندوس
لاکھ کھٹ راگ اگر لائے تو ہم سے شب کو
کیا عجب ہوئے گلاب آتی عرق میں تیرے
دیو و کعبہ میں ہوئے ڈھنڈھتا پھرنا کیا ہے

ہوئے الفت تو ہٹنی عی ظفر نے پائی
تیرے انکار میں سے اور تری ہٹ میں سے

آسمان بھلائے پائے بلبوس کو توڑ کے
 تو رہے گا اے جنون مار نفس کو توڑ کے
 تو نکل بھاگین گے وہ اک دن نفس کو توڑ کے
 ڈھب بے تو پھینک دوں ہم جس کو توڑ کے
 کیون حمالا ہے یون یون پر نگس کو توڑ کے
 لوگ سب یجائیں گے اک دو برس کو توڑ کے
 پھینک دے خورشید کے زرین لس کو توڑ کے
 زند بھی چھوڑے یون گے دست حسس کو توڑ کے
 دے جو نکلا سا جواب اک با راو کو توڑ کے

دگر

کی جو صبا نے زلف مہر کون کو بولا بکلی ہے
 حیرے مریض چشم پر افسوس کی اولا بکلی ہے
 ظالم تو نے اس لشکر میں کیون کی بولا بکلی ہے
 حیری چشم ناز کر نے یون کی اولا بکلی ہے
 ہم نے دفتر دانش کی جون جون کی بولا بکلی ہے
 فکر کمر میں روز یہاں مضمون کی اولا بکلی ہے
 ہوتی ظفر ہا بات میں مردوہ کی بولا بکلی ہے

دگر

پھر تو وہ اے میکھو ہر ایک پر کھل جائیگی
 کان تک حیرے جو اے مست تغافل جائیگی
 جب نفس سے چھوٹ کر گلشن میں بلبل جائیگی
 گر صبا لیکر نصن میں بوے کا کل جائیگی
 چرخ بینائی ملک آواز قلقل جائیگی

دشت الفت میں چلے گر خار و خس کو توڑ کے
 اپنے مار جب و دامن سے فضا توڑے کہیں
 گر اسیروں کو یونین صیاد تو پھر کاہن
 وصل کی شب میں سخت ہے دل پر مرے بانگ جس
 دیکھ حال روئے ساقی کہتے ہیں آپ سبکدست
 تو نے اے نسیم اگر تعمیر اچھ کی تو کیا
 تیر مار کیا عجب گر گنبد افلاک سے
 اشک دل نے شیشہ و جام و سہ توڑے تو یون
 بات ایسی بد زبان سے کیا کرے کوئی ظفر

کس کی اوسے منظور دل محزون کی بولا بکلی ہے
 اولیٰ ہے نقیر و گرنہ کرنا دوا میں روز طیب
 دیکھ کے شانہ اون بالون میں کہتا دل دیوانہ ہے
 جنہش مرگان دیکھ کے دل پھر زیر و زبر ہو جائے کیون
 اور نظر فروزی آئی عشق جنون انگیز کی ہے
 رچ ہے جو بات تو اوسکا باندھا ہے دشوار بڑا
 اپنے سخن سے پھرتے ہیں کب جو یون لوگ شریف

بات گر منہ سے نکل کچھ بے نال جائے گی
 کچھ نہ کچھ دکھلائے گی اپنا مڑ آہ ردا
 ہے یہ کھٹکا دیکھ کر گل کو نہ شادی مرگ ہو
 نافہ آہو میں نکسر ملک ہو جائے گا خون
 ہو گئے جب بد مست گرم سے پرشی دیکھنا

ہو ویگی کیا کیا نہ رہا پھر اگر لکھ رہا کوچہ گیسو میں تیری بوسے سہل جاگی

اپنے آب و گل میں ہے آمیزش آتشِ ظفر
سوزِ عشق اپنے دل کی کیونکہ بالکل جاگی

جی میں تھے پہلے جو کچھ اس آن سب جاتے رہے
بھگ ہو کر بے سرو سامان سب جاتے رہے
جن سے اک روشِ تھی وہ مہمان سب جاتے رہے
دل سے ٹھکے بھی ترے قربان سب جاتے رہے
سوت جب آئی تو پھر ارمان سب جاتے رہے
اور تھے دل میں جو میرے دھیان سب جاتے رہے
ہایوں کیا چھوڑ کر میدان سب جاتے رہے
تیرے کوچے میں سوا لیجان سب جاتے رہے
پر حقیقت میں جو تھے انسان سب جاتے رہے

ترے آتے ہی گلے اے جان سب جاتے رہے
نہ رہا فریادوں نہ مہنون ترے ہاتھوں نے عشق
خانہ دل میں نہ پیکان ہے نہ تیرا وار ہے
اے کمان ہرو لگایا تو نے جب تیرا نگاہ
زندگی تنگ ہیں سبھی ارمان انسان کے لیے
ایک باقی رہ گیا تو دھیان اسی کا رہ گیا
ہو کے وہ تجھ پر بکف آیا جو بہر امتحان
مالہ و فرہاد شک و آہ یہ قاصد ترے
یوں تو کہنے کے لیے کل اے ظفر انسان ہیں

دہ

دانا بھی کوئی مایہ نخوت ہیں ڈھونڈتے

احق ہیں وہ جو شوکت و مشرت ہیں ڈھونڈتے

مطلع ثانی

پاتے نہیں جو پھرتے وہ صورت ہیں ہیں ڈھونڈتے
سب سے الگ وہ گوشِ خلوت ہیں ڈھونڈتے
وہ ہی مزے وہ تابِ قیامت ہیں ہیں ڈھونڈتے
ہم پھرتے نقشِ بعض و عدوت ہیں ڈھونڈتے
جو نمر و تون سے مروت ہیں ڈھونڈتے
ہم بھی جن کیا جو اسکین طراوت ہیں ڈھونڈتے
تجھ سا جو آئینہ طلعت ہیں ڈھونڈتے

دیے ہمارے کس کی شہامت ہیں ڈھونڈتے
دنیا کے لک و مال نہ ڈھونڈتے خدا طلب
جو کشمکشِ قامت جان نے پائے لطف
ایسا ہو کچھ عدوئیں اور اوسین ہو دشمنی
کیا وہ غلِ بید سے ہیں ڈھونڈتے شمر
چلتی ہے باغِ دل میں تو بادِ سموم بھر
پھرتے چراغِ مہر ہے یہ نہ پہر

ہم ڈھونڈتے ہیں اوکی عنایت تھا ظفر نے تحت ڈھونڈتے ہیں نہ دولت ہیں ڈھونڈتے

دگر

وہ آئے آئے کرتے جو کچھ وہم رہتے ہم ایک آہ کھینچ کے پس و ہم رہتے
 پیش نظر ہی رکھتے ہیں کعبہ کو راست رو رستوں کے بہر پھرے میں کج فہم رہتے
 کیا نہ چڑھے کوئی ترے حیر نگاہ کے دہم سے دیکھ جی میں اوسے ہم رہتے
 مرگرم لاف بزم میں شب تھے جو خلع رو وہ مہروش جو آیا تو سب وہم رہتے

پھرتے مراب ہیں ہمیں ہمید ہے ظفر
 وہ ی رہے مرے میں جو ما فہم رہتے

تیرے در پر خاک دیوانے ترے سر مارتے تیرے کوچے کے یونین لڑکے ہیں دھرم مارتے
 تیرے جوڑے کا تصور رات بھر آنکھوں میں تھا کیونکہ ہم کے نہ اپنے دل جگر پر مارتے
 ناف تک سلی کسی کی ہم نے دیکھی تھی غضب کیوں بڑھی ہینا میں اپنے بولھا کر مارتے
 سرکشی کرتی تھی تیرو رو والے شعلہ خرو خلع کو محفل میں پھر گردن نہ کیونکر مارتے
 دہم کرنا ہے ہمیر حیر توتج ختم اور ہر گز ہم نہیں دم اے شکر مارتے
 شعور و فہم ترے دونوں سپاہی ہیں غضب تجا پر ہیں تیج اور تجگر پر بھر مارتے
 یوں کیا اوس پنجہ مڑگان نے مرغا دل امیر جس طرح صیدی کا ہون لوٹنا کبوتر مارتے
 خاک ہو کر بھی نہایا ہمیں وحشت سے کہ ہم جون گولہ دشت میں پھرتے ہیں جگر مارتے

طار دل دیکھنا ہونچا ہے اپنا کس جگہ
 اے ظفر جس جا فرشتے بھی نہیں پر مارتے

بتوں کے ہم تصور میں جو شب بھر آج جاگے تھے تو ہلوے اک عدائی کے ظفر آنکھوں کے آگے تھے

مطلع مانی

بہم دشت ہنوں میں قیس اور ہم کل جو بھاگے تھے وہ ہم سے سو قدم پیچھے تھا اور ہم اوس سے آگے تھے

شب ادا کو بلایا تھا جو گھر میں موی نے چوری سے
 دیے رقم دل سوزان میں جب جراح نے مارے
 تصور تھا جو آنکھوں میں کسی کی زلف سرکش کا
 جو سوئے بھی تو ایسے ہی کر صبح شہر کو بونے
 نہ کیونکر یاد آئیں ہر گھڑی ہوئی ہمیں بائیں

کسی ڈھب سے پس دیوار ہم بھی جانی لاگے تھے
 تو گری سے بنے مار شعلہ مہرنا گے تھے
 تو کالے مار لہرائے مری آنکھوں کے آگے تھے
 جو جاگے بھی شب قریب میں ہم ایسے ہی جاگے تھے
 وہی کچھ خوب تھے لوگ اے ظفر جو ہم سے آگے تھے

وگر

یوں تو نکلا ہوئیں سب کچھ بھی پھوڑا ہائی

اک نکتہ نہ گئی تحریر چمکا ہائی

مطلع ہائی

کونسا حسن بیان میں رہا ملوہ ہائی
 قصہ غم ہے دراز اتنا جو کہنے نہیں
 رم اے سوز غم عشق کے ہاتھوں سے ترے
 خورکین فتنہ محشر بھی ہیں کھاتے لاکھوں
 خانہ چشم میں تم آؤ مرے ور دیکھ
 دیدہ و دل میں تو دن رات رہا کرتے ہیں
 ل رہیں گے ترے کوچے میں کبھی بول و رہم
 صبح گل سے ہزار ہوئے اطمینان
 ہم کہان او رکبان خانہ دیکھیں جہان
 جاتے ہیں عالم فانی سے وہی حسرت میں

کہتا زبیر جو ہے دیوار خدا کا ہائی
 ہو چکیں شہر کسی پھر رہے کہتا ہائی
 نہ رہا دل نہ جگر اور کلیجہ ہائی
 حیرت رفتار نے عالم کسے چھوڑا ہائی
 دیکھنا چلیوں کا گر ہو تراشا ہائی
 کیا تراشا ہے ہوئیں سے ابھی پرہ ہائی
 یار ہائی ہے تو صحبت ہے دل آرا ہائی
 دل بلبلیں ہے صیاد کا کلکا ہائی
 دیکھ لیں اور کوئی دم کا ہے تراشا ہائی
 دل میں ہے جس کے ظفر خواہش دنیا ہائی

وگر

ہم حال غم ہیں کہتے جا کر جھٹوں کے آگے
 مٹا سکتے وہ غضب ہیں آنکھیں دم نفاہ
 گر محتسب بھی آئے تو مست سر سے پھوڑیں

سننے نہیں ہیں کہیں کو دوستوں کے آگے
 بائیں گی پٹیاں کیا اون چلیوں کے آگے
 کچھ سوچتا نہیں ہے ان مستیوں کے آگے

پانوں کے نیچے اپنے دل عاشقوں کے ملے
اوس زلف کی لٹن پر کوئی چلے نہ لگا
گر طائر تصور ہو وے بلند پر وار مراد
بکھیس نہ کچھ وہ اپنی اٹھکھیلیوں کے آگے
جن بھی جو ہو تو بھاگے ان مشروں کے آگے
مارے نہ پر فرشتہ ہو سکے پروں کے آگے

ایک بات بھی سمجھ کی کہتا ظفر نہیں ہے
جانی رہے سمجھ ہے ن لہروں کے آگے

ہم عجب رنگ سے میخانہ ہستی میں رہے
لشکر شک روانہ ساتھ ہے اپنے ہر جا
اونچے نیچے بھی مکان گرچہ بنائے تو کیا
ہر مڑگان کی مرے بارہ مینے ہے چھڑی
سخت جانی جو بھی ہے تو یقین ہے جھو
جو رہے زہد دیانی میں بیٹھ مشغول
اے ظفر بارود وحدت سے جسے کچھ ہو سرور

دیگر

تیری	قدرت	کو	کون	پہچانے
طائر	وہم	کے	ہیں	پر جلتے
ایسی	آنکھیں	کہاں	کسی	کی ہیں
ہن	ترے	جان	نار	کے پیارے
زلف	جان	بغیر	دیول	اور
پھوڑ	سر	پتھروں	سے	اے فرہاد
دوست	اپنے	ہوئے	ظفر	دشمن

دیگر

شبنم سے پر سر شک جو بزم کی آنکھ تھی
دکھی جن میں مے سحر کس کی آنکھ تھی

وہ خنجر رو جو رات سر محفل آگیا
 بند آکھ اوس مریض کی تیرے ہوئی سر
 سچے تھے ہم نعل اوسے جام شراب ناب
 کیا دیکھ کر نشہ میں وہ آنکھیں جکی جکی
 کن حسرتوں سے دیکھتے اوس خنجر حسن کو
 ہر نظر تلک کی لگی وصل یار کو

دیکھ

پڑتی نہ اس پہ یزید میں کس کس کی آنکھ تھی
 جھپکی نہ لکھ جگر کی شب جس کی آنکھ تھی
 وہ تو کوئی غضب ہی بھری بس کی آنکھ تھی
 کھنسن میں نیچی شرم سے رنگس کی آنکھ تھی
 مانند مرد بے زوہلس کی آنکھ تھی
 دشمن سدا سے اپنی ظفر کی آنکھ تھی

تھے خطا غلامی لکھدیا یار اپنے ہاتھوں سے
 دل دیا تھا سے جھوٹے کو تو جھوٹے ہم بھی کہلاتے
 مجھے قتل آپ کچے سوچتے جلاور کو کیوں ہو
 لگتا ہے جو ہاتھوں میں سا پھر آج کیا جانے
 لکھا تقدیر کا یہ ہے کہ اوس نو خطا کی محفل میں
 کبھی کسا گریبان چاک اور سینہ زنی گا ہے
 دل اپنا اے بہت کافر تھے ہر گز دینا تھا
 نہ ہر گز دھت رزکو یزید میں بدوں کے جانا تھا

ہوئے ہم اور بھی تیرے گرفتار اپنے ہاتھوں سے
 ہوئے ہم آپ سے اسکے سزاوار اپنے ہاتھوں سے
 وہی کچھ خوب ہوتا ہے جو ہو کار اپنے ہاتھوں سے
 کرے گا ذبح کس کس کو وہ خونخوار اپنے ہاتھوں سے
 کریں یوں خطا کو میرے چاک افیاد اپنے ہاتھوں سے
 تری فرقت میں لتے ہیں یہ ہی کار اپنے ہاتھوں سے
 گلے میں ہم نے پہنا آپ زار اپنے ہاتھوں سے
 ہوئی بدنام وان جا کر یہ مرزا اپنے ہاتھوں سے

ظفر بوس نوک مڑکان کا تصور اب کہیں چھوڑو
 چھبوتے اپنی آنکھوں میں ہو کیوں خار اپنے ہاتھوں سے

جو دل میں رکھتے تھے اپنے چپے چھپائے گلے
 خدا کرے کہ یہاں تک ذرا وہ آجائے
 شب وصول تو گذری مگر گذری میں
 کہے ہے دل اگر آئیں کروں گلے اون سے
 نہیں وہ لوگ جو سنتے تھے شکوے کچھ دل کے
 ہنسی میں لاکھوں گلے کر گئے نہ وہ سچے

سوہم نے ہون سے گئے جو زبان پہ آئے گلے
 ہیں دل میں جتنے کروں اون سے بھی سوائے گلے
 تمہارے دل میں بلائیں کوئی سوائے گلے
 ابھی جو آئیں تو یہ مارے بھول جائے گلے
 کریں گے کس سے ہم اب دل کے اپنے ہائے گلے
 مرے رقیبوں نے اوکو مرے بتائے گلے

بھرے ہیں تیری طرف سے ظفر کے جو دل میں

کسی کو آج تک وہ نہیں سنائے گئے

دیگر

ماشوقوں سے کوچ کا حل میں گھما گھما ہے
دل تو کیا بھجان تک رکھے نہیں گھسے عز
سوز لفت نے جلا کر خاک ایسا کر دیا
اے کماندار اک جہان ہی کیا فقط چلا بوسا
فہم والوں کو ظفر سو طرح کے ہیں رنج غم

اور وہ خنجر بکف پھرنا ہے جلوہ سم ہے
پھر جو تو یان آ رہا ہے تجھے کچھ وہم ہے
میری حالت دیکھ خلقت ہی گئی بس وہم ہے
ترک گردوں بھی ترے باوک سے رکھتا سم ہے
وہی اچھا ہے مرے نزدیک جو مانہم ہے

دیگر

مرے سبز سے چٹکان اپنے وہ جسم نکالیں گے
جو ہوگا دل نہ پہلو میں مزے سے خوب گذر گیا
نکالیں گے جو کچھ ہم ذکر اوکی زلف مقلمیں کا
جو ہو گی دسترس مانند شانہ حضرت دل کو
ہزاروں ہی اٹھیں گے ہم پہ طوفان بزم میں اوکے
برگ طبع محفل میں زبان کٹ جائے گی اپنی
لگاؤ گے اگر تم ہاتھ محرم کو ظفر اون کی

یقین ہے ساتھ ہی اوکے مرا پھر دم نکالیں گے
یہ کھکا دل کا بھی پہلو سے اک دن ہم نکالیں گے
تو کیا کیا ہم پر آنکھیں ہو کے وہ برہم نکالیں گے
تو سارے مل ترے اے زلف غم در غم نکالیں گے
جو اک آنسو بھی آنکھوں نے ہم اے ہم نکالیں گے
درا بھی ذکر سوز دل جو منہ سے ہم نکالیں گے
نہیں گھر سے بنا کر پھر وہ ماحرم نکالیں گے

دیگر

رکھ کے تم زلف میں شانہ جو ہو پیدا پھرتے
مہروش عشق میں پھرتے ہیں ترے سرگردن
پھرتے ہیں غیر کے گردن میں وہ ڈال کے ہاتھ
اے ستکار اگر ہم سے نہ تو پھر جانا
بحر خوبی جو کیا تو نے کنارہ ہم سے
ہم سے اے جان جہان اک نہ ترا دل پھرنا

دل صد پاک پہ ہیں رشک سے آ رہے پھرتے
دن ہیں کب دیکھے گردش کے ہمارے پھرتے
تو گلے پر مرے خنجر ہیں دودھارے پھرتے
اس طرح کا ہے کو ہم رنج کے مارے پھرتے
ہم ہیں روتے ہوئے دنیا کے کنارے پھرتے
غم سخا دل جہان جتنے ہیں سارے پھرتے

پاس کب کرتے کسی کا ہیں مٹو روہ بیباک
شر پہ جو آپ عی اپنے ہوں اٹارے پھرتے

تیرے کوچے میں جو مدفن کو نہ جا لہر لی
تو ملا ظاہر اگر ہم سے تو پھر کیا فائدہ
میری جانب سے رہا وہی ترے دل میں غبار
جب ملائی اک ذرا تصویر بھون سے تو صاف
تیرا جو آنسو ہے درجے بہا ہے عشق میں
ہو گئے ہم ذرا اے ظالم جو تیرے ہاتھ سے
خاک میں سب آرزوئے عاشق مغلطی
جب طبیعت عی نہ تیری اے بت کافر لی
خاک سے خاک اپنی ظالم گود کے اندر لی
تیر دیوانے کی صودت اے پری چکر لی
دیکھ تو عی کیا ہے دولت تجھ کو چشم تر لی
جو مراد اپنی تھی وہ تیرے نہ خبر لی

ہے جو فوج اشک میں مار علم دار اے ظفر
عشق کی جانب سے عدوت کیا عی بلا تر لی

لوگوں نے نکلی وہاں کی خبر تیرے دن کی
ہم نے بھی یہاں خطا پر نظر تیرے دن کی

مطلع مانی

الفات کی جو آگھ اونے اہر تیرے دن کی
کیا عیش میں گذر رہی ہمیں و دن جو ملاقات
اے مہر لقا بن ترے وہ صبح تو کائن
ہم دل سے ہیں کہتے کہ اب آئے وہ اب آئے
دو تین مہینے کی خبر لکھتے ہیں وہاں کی
دو دن سے وہ تھا آپ عی کچھ ہم سے تو چپ چپ
نامہر محبت نے تیرے دن کی
غہرے تو اے رشک قمر تیرے دن کی
دکھلائے ہے کیا دکھیں سحر تیرے دن کی
نور لوکی ہے آئیل خبر تیرے دن کی تیرے دن کی
لکھتا نہیں یان کوئی تیرے دن کی
آج آپ میاں اونے ظفر تیرے دن کی

وگر

ظفر نہیں رگ جان دل کے داغ میں جلتی
تجھے جو پیاس تو دو چار خم میں اے ساقی
کہ تل بن ہے یہ بتی چراغ میں جلتی
طبیعت نور ہے اک دن لاغ میں جلتی

کر ایسی آک نہوگی اور جاغ میں جلتی
تو جتنی گھاس تھی وہ باغ وراغ میں جلتی
تو خج واد ہر اک شاخ باغ میں جلتی
سدا کوئے بہت بد دماغ میں جلتی
نہیں ہے خج جو کج فراغ میں جلتی

دگر

پھڑک رہی مرے سینہ میں ہے وہ آتش غم
جو کھینچتا کبھی میں آہ آتھیں سر دست
جو سوزش دل بلبل ہر دکھائی کچھ
نہ ہم ہی آتش الفت سے ایک خلق خدا
کاف رہے روشنی دل چراغ درویشان

اس نمکدہ میں عیش عجیب و غریب ہے
پھر میرے کس مرض کی دوائے طیب ہے
تو فوج اپنی اٹک ہے مالہ نقیب ہے
اے عشق تو نے دی ایسی اچھی جھیب ہے
وہ فوج نیزہ باز ہے اور یہ غریب ہے
ہوں غنچہ حیری جیب کے اک نیچے جیب ہے
دل سے نہیں کوئی بھی زیادہ ادیب ہے
تو وگرنہ تیرے بہت ہی قریب ہے

راحت سوائے رنج کے یان نصیب ہے
جب درد ہی کو میرے لافذ ذرا نہ ہو
داغ ہنوں جو سرمشای ہے عشق میں
آہ رما کا ہم کو سہارا ہے ضعف میں
یارب ہو خیر اوس صف مرگان میں دل گھرا
اے شوق میری بات کا ہو اعتبار کے
آداب راہ عشق سکھانے کے واسطے
تو آپ ہوں سے باعث غفلت بعید ہے

مغرب ہی جو ہموئے جہان تو اے ظفر
مبہنی پہ خال سر منبر ظلیب ہے

حال کی میری انہیں کچھ تو خبر پہونچ گئی
بارے اوس کوچے میں اے باد سحر پہونچ گئی
ضرورت مالہ کوئی اپنی اگر پہونچ گئی
یہ تو ہے سارا زمانہ میں خبر پہونچ گئی
کشتی چرخ تک اے دیدہ تر پہونچ گئی

یہ جب وان تک مری فریاد جگر پہونچ گئی
ایک مدت سے مری خاک کی سٹی تھی مراب
گنبد چرخ کے ہو جائیں گے نگوے نگوے
مرگ عاشق سے ہے تو بے خبر اب تک افسوس
تیرا اگر یہ کوئی طوفان ہے کہ سوج یم شک

فائدہ کیا ہے شکست سے کہ اوسکے ہاتھوں
ہم کو لڑا جو پہونچتی تھی ظفر پہونچ گئی

کاٹتی جان بہت ہوش بلا سے یوں ہے کوئی ڈرتا نہیں دنیا میں خدا سے یوں ہے
مطلع ثانی

دل کو دیتا ترا مہو دلا سے یوں ہے بخت برگشتہ کی ہے اب یہ ہماری ناصر
نہیں بچنے کا ترے ہاتھ سے کوئی عاشق آتی شامت ہے ہمارے دل سودگی کی
اور بیمار کرے ہمیں خدا سے پرہیز گو نہد وصل تو ہو جہر میں عاشق کا وصال
خار کوئی ہے لگا آلودہ پا میں لگا جیسے اے ظفر رشک سے دل کیونکہ نہ خون ہو کر حنا

وگر

کما نظر تم کو اور چشم مروت لائی نور دے کا ہے تمہارے رخ روشن میں ظہور
جامہ فقر ہے زیبا تمہیں گویا تقدیر بسکہ گنجیدہ عرجان ہے تمہار سینہ
خازن خزن اسرار تمہیں ہو کر قضا اس خزانہ سے مجھے بھی تو عنایت کچھ ہو
ہے یقین آپ کے آنے سے وہ نکل جائیگی ہو گیا آپ کا اس طرح سے آما جو اور

وگر

سج سج اے رشک جو رتبہ کھدے خاستی کیا ضرور سب کھدے
کھل گیا ہو جو راز پوشیدہ کیا چھپا ضرور سب کھدے

بے نال ذرا نکلتا خیر
 تا گریبان میں اپنے من ڈالیں
 ہوا ہے جرم و بے تصور اپنا
 کچھ بھی اس میں نہ رکھ لی گئی
 پاس پس کا تجھے نہ کہنے میں
 سنگدل کچھ نہ کہنے سے تیرے
 جو ہے جس کا تصور سب کہدے
 گر تجھے ہے شعور سب کہدے
 اور ہمارے تصور سب کہدے
 ہو کے مایوس سب کہدے
 خوف کر دل سے دور سب کہدے
 شیشہ دل ہے پتھر سب کہدے

دُور خدا سے مگر ظفر سے دروغ
 اے بت پھر غرور سب کہدے

چھوڑ کر یار ایسی سب ہوئے چلتے پھرتے
 دم جنبش تری زلفوں سے چلتا ہے مرق
 خلع رو جب سے ہوا تو مرا زہب محفل
 غافلہ عالم پیری ہے کوئی دم بچو
 اپنے کوچے میں جو پھرتے ہیں تو اس مار سے وہ
 تری مرصی ہو تو لون اون سے میں بدلے
 گر کے ہوس کوچے میں پھر ہم سے سنبھلا گیا
 اے ظفر روز تو جاتے ہیں وہ گھر لہروں کے
 اپنی تہائی پہ ہم ہاتھ ہیں ملتے پھرتے
 لے کر ہیں ماریہ زیر اوتکے پھرتے
 مثل پروانہ دعویٰ میں ہیں ملتے پھرتے
 دیکھو لڑکوں کی طرح کیوں ہو پھلتے پھرتے
 پانوں سے ہیں دل عشاق ملتے پھرتے
 تیری مجھ پہ ہیں جو لوگ بدلتے پھرتے
 کیونکہ ہم پھرتے وہاں سے جو سنبھلتے پھرتے
 آتے ہیں ادھر بھی کبھی چلتے پھرتے

دیکھ

مری یوں مدعا کی بات ہیں دل پر چبا جاتے
 جو کرتے خون کا دعویٰ اونے ہماپنے تو خصہ میں
 مزاحمت اگر جوش جنوں میں تیرے دیوانے
 فقط کھلایا کیجا کیا نہ تھا اس دل کا آئین بھی
 جو کشت سبز گردون تک نہیں کچھ دھڑس ہوتی
 تری چشموں سے ہم چٹخی اگر بارام کچھ کرتا
 کہ جیسے پان کا بیڑا میں یہ کافر چبا جاتے
 عجب کیا تھا جو لیکر کاغذ مضر چبا جاتے
 جو کھاتے ہاتھ سے لڑکوں کے وہ پتھر چبا جاتے
 ہماری ہڈیاں بھی حضرت غم گر چبا جاتے
 کبھی کے یہ گرنے دانہ آخر چبا جاتے
 تو رکھ کر ہم سے دانوں میں ایلبر چبا جاتے

تو لوہے کے چنے ہیں یاں وہ غم پرور چبا جائے

لگائے ہیں جوان آہن دلوں سے دل ظفر اپنا

دگر

چھوڑا اور مجھے یو ہیں ہمارے پر کے پر کترے
مجھے ہیں حشر مرغ دل مضطر کے پر کترے
ابھی وہ بلبل شوریدہ مغزو سر کے پر کترے
گلو ہو کے دبا کر وہ سنے حشر کے پر کترے
کہیں جائیں نہ گھر میں اویں بت کافر کے پر کترے
پر یویں نے بھی ہیں کیا ہی دل پھر کے پر کترے
دل عشاق کو مقرر میں ہاں دھر کے پر کترے

تقس میں بند اے صیاد تو نے کر کے پر کترے
بہت ٹوڑا ٹوڑ کے گھر صیاد بے پروا کے جانا تھا
جو نام سیر کشن نے ذرا صیاد کے آگے
تقس میں جھاڑ کے پر گرا سیران تقس بولیں
دبا کر نامہ بے اپنا کھوڑے میں وہ بھیجا
ہزاروں مرغ ہم نے نامہ بے اپنے کے پر سب کے
ظفر فہون کو وہ کترے نہ کتر ممکن کشن میں

دگر

تو سکر رہے گا کبھو سو طرح کی
ری دل ہی میں آرزو سو طرح کی
ابھی تو تری مٹھنگو سو طرح کی
ٹھٹکی ہے باتوں میں یو سو طرح کی
تری گالیاں بند غو سو طرح کی
خربلی ہے اے جگبو سو طرح کی

جو باتیں کہے گا غو سو طرح کی
نہ نکلا لنگ ایک ارمان اپنا
کہے تو جواک ترک الفت کی ماسح
مرے خون کو تو ہزار اب چھپائے
سہیں ایک بوسے پہ کس کس مرے سے
ہر اک سے جو لڑنا پھرے ہے تو اس میں

نکاح دایک جاہوے چہ چا تو کہو میں
ہیں رومانیاں کو کبھو سو طرح کی

پھر آج سمجھ لے نہ میں ہوں نہ تو ہے
کہا ہونے جب آپ لا مٹھنگو ہے
سنا جب سے ہم نے کلو اوا شریوا ہے
کہ اس میدک میں عجب ہائے وہو ہے

کوئی دم کی غافل یہ سب مٹھنگو ہے
امیں ہو سکے در سے ہو پھر یاس کیونکر
جو کھانا تو غم ہے جو پیا تو آنسو
کہوں تجھ سے کہا لا کھی شور و شرابی

مری چشم تر نیکو جام و سہو ہے
کے دوست سمجھے جو یہ بھی عدو ہے
تو جامے میں میرے رنو پر رنو ہے
تو پابند احسان ہو سو سو ہے
وہ نکمیں ہے جسکی تجھے جہنو ہے

دیکھ

بلا سے کہیں شیشہ و ساغر سے
بھروسا کہیں ہم کو کا بھی اپنے
ہنوں نے جو اخلاص جوڑا ہے مجھ سے
جو کی صاف وہ زلف شانہ سے دل کے
ظفر دیر و کبہ میں کیا ڈھونڈتا ہے

یہ کیوں جوڑ ہم پر رقیبوں کے ہوتے
اگر دن بھلے ہم غریبوں کے ہوتے
نہیں دشمن اپنے صیبوں کے ہوتے
تو کاہے کو پیتے رقیبوں کے ہوتے
تو پھر ہم بھی قاتل طیبوں کے ہوتے
عجب رنگ دنیا و صیبوں کے ہوتے
وہ سماج کہ ہیں ادیبوں کے ہوتے
کہ منہر ہیں لوٹے ظلیوں کے ہوتے
جو اچھے تصیب غنالیوں کے ہوتے

دیکھ

ظفر ہم جو اچھے نصیبوں کے ہوتے
نہ یوں دشت غربت میں آوارہ پھرتے
خدا سے ڈرو دوستی ہم سے رکھو
وہ آہنگ رام ہوتا جوانا
اگر درد دل کی ہوا کچھ بتاتے
محبت عیان اور پہنان صداوت
ادب یافتہ ہیں جو روز ازل سے
ترے حال مبنی سے سمجھے یہ نکتہ
ظفر خار پہلو میں کیوں گل کے ہوتے

راز نہان کو کیا کہیں ہر آن کھول کے
مدت سے تجھ پر مرتے ہیں من کان کھول کے
پچھتائے در کو کیا ترے دربان کھول کے
آیا وہ منہ پہ زلف پریشان کھول کے
مجھ سے تو کہدے یہ ترے قربان کھول کے
دکلاؤں داغ سینہ گرہان کھول کے
دیکھو تو آنکھ نم کبھی اک آن کھول کے

کہتے ہیں آج ہم بت نادان کھول کے
پہنچے صوک بھیس میں شب جو ہم گھر ترے
خورشید پر اک ہر دھندھار چھا گیا
کیوں نیکو دیکھ تیر و کمان ڈھونڈتا ہے تو
خورشید حشر کا بھی ہو رخ زرد چادہ گر
آنکھوں کی اپنی تم کو قسم ہے کہ میرا حال
آنکھوں کی اپنی تم کو قسم ہے کہ میرا حال

کھل جائے مدی پہ نہ کچھ دعا مرا غیروں میں خطا پڑھو نہ مری جان کھول کے

امید دیدہ صحیفہ رخ بین ہمیں ظفر
ہر روز فال دیکھیے قرآن کھول کے

دوست ہے یا ہے عدو تو ہی تو ہے خواہ کچھ ہے جنگجو تو ہی تو ہے
ذرا خورشید میں دکھلا رہا جلوہ روئے نکو تو ہی تو ہے
اے دل اسیر جانیوں کے واسطے کٹا رسوا کو نکو تو ہی تو ہے
کون ہے تیرے سوا دیکھیں جسے جلوہ گریان پار سو تو ہی تو ہے
شدت گر یہ سے کھوئی چشم پر صاف میری آبرو تو ہی تو ہے
گر نہ تو ہوتی عجب آرام تھا رکھی بچیں آرزو تو ہی تو ہے

ہرم اعدا میں جلتا طمع وار
یوں خلاف رو شعلہ جو تو ہی تو ہے

دل سے جس طرح تری فوج مڑہ لڑتی ہے کب جہان میں کوئی اس طرح پہ لڑتی ہے
کیا ہر آئے ہجوم عم اعدو سے دل ایک بپارے سے ایہ اتنی پہ لڑتی ہے
کونسا دن ہے کہیں سول لڑائی لےجے اک نہ اک شوخ سے ہر روز نگہ پہ لڑتی ہے
زال دینا بھی لڑاکا ہے بلا ہر اک سے ہر جگہ بھڑتی ہے ہر ایک جگہ پہ لڑتی ہے
آگہ تیری ہے غضب ایک فٹکا کیا تجھے یہ ہزاروں ہی سے ایک غیرت مد پہ لڑتی ہے
گر برس جائے تو کیفیت سے نوشی ہے آگہ مستون کی سوے اہ یہ پہ لڑتی ہے
اے ظفر ہم تو کسی سے نہیں لڑتے بھڑتے غلن ہم یو بین بے جرم و گنہ لڑتی ہے

وہ

جو فکر جاہ و ہشت و دولت میں پڑ گئے وہ ہوشیار ہو چکے غفلت میں پڑ گئے

مطلع ثانی

بیٹھے بیٹھائے کیسی مصیبت میں پڑ گئے
 میری طرف سے کیوں وہ عداوت میں پڑ گئے
 اب اور اتنی کسی کی مروت میں پڑ گئے
 آ کر یہاں کچھ اور ہی محنت میں پڑ گئے
 پانوں میں چھالے وادی وحشت میں پڑ گئے
 سچ بول کر ہم اور قباحت میں پڑ گئے
 کیا اپنے عشق خوبی صورت میں پڑ گئے
 سو رختے زابدوں کی عبارت میں پڑ گئے

دگر

ہم جو کسی کے رنجِ محبت میں پڑ گئے
 میں نے تو اون سے دوستی کی تھی نہ دشمنی
 کس طرح ہم سے وہ نگرین ہے مروئی
 دنیا کو ہم تو سمجھتے تھے آرام کی جگہ
 ہم کو جنوں پھرائے گا کب تک برہنہ پا
 چلتا ہے کام جھوٹ ہی سے خوب آج کل
 پھٹتا نہیں ہے ہاتھ سے کیوں اوکے آئینہ
 برقع کی موٹے جالی سے جھانکا جب اے ظفر

وہیں رنج ملے ہے بیٹھے
 نہ رہا کچھ سر کھلے بیٹھے
 وہ نہ بیٹھے نہ چلے بیٹھے
 وہ تو غصے میں ہیں مے بیٹھے
 ہم وہ سنتے ہیں غافلے بیٹھے
 بوخسے پانی پہ چلے بیٹھے
 سنگدل کیا ہی ہیں کھلے بیٹھے

جن کے جانب سے کل اٹھے بیٹھے
 نہ کسی کی نظر لگے سر شام
 پھرتے ہیں جو ہو اے دنیا میں
 بول سکتا ہے کون اب ونے
 کوچہ یار میں جو ٹھٹھے ہیں
 بحر ہستی میں ہم ہیں یوں جیسے
 ترے سوز و گداز عشق سے ہم

ہوس گئی میں ہزار ہا ہم سے
 ہیں ظفر خاک میں ملے بیٹھے

اب کہیں کس منہ سے ہم نعمت بنا سکیں کئی
 جو گھڑی ہم کو کئی یان سو ہوا سون میں کئی
 کوئی شب ہی نہیں جو دم دلا سنو میں کئی
 خج پھر کیا کیا نہ بزم دل ہوا سکیں کئی
 ہے خدا کا شکر اپنی حق شناسکیں کئی

وائے غفلت عمر تو سب ماننا سون میں کئی
 اوسکے کوچے میں کہیں کوکھیں نہ قاصد کی کھیں
 مانا دل ہی نہیں ہی بن تیر اپنا اور ہمیں
 راق سے میں کا ترے آیا جو شب مذکور کچھ
 ہم نہیں وہ اے صنم تیرے جو ہیں ماحق شناس

مجمع خون رہے خواہان من بہت جانا تھا روز
اللہ دنیا اے ظفر مست سے پندار ہیں

دُش

گردن دل ایک دل خون کے پراسوسیں کئی
کیا کئی اوقات گردن بد خواہوسیں کئی

گرد ہیں کب مانگ کے سوسر پہ وس خود کام کے
جو مریض چشم پر افسون ہیں تیرے اے منم
دیکھ فال چشم ساقی کہتے ہیں آپ سبکین مست
کب چھٹی اوسکے رخ روشن پہ ہے زلف سیاہ
پہن و دیکھ کہتے ہیں بمصر قح شام کے
بہرہ خطا من زکرا خال پر یوں مرغ دل
ہو گئے دیوان یک ہزار ویکصد ویشا دارو

دُش

سانپ بیٹھے گھیر کر رستے کو لک شام کے
وہ سدا رچے ہیں خواہان روغن بادام کے
آن بیٹھی ہے مگر کوئی کنارے جام کے
روئے خورشید آگیا برقع من ہے یہ شام کے
وہ وا کیا خوشنا جو ہر ہیں اس مصمام کے
جاننا گرزہر کا دانہ ہے نیچے دام کے
اے کاف رکھتے عدو ہیں یہ تمہارے نام کے

نہیں ہم آئے یہاں عشرت و طرب کے لیے
قام عمر رہے ہو تھ چائے اپنے
جو بیٹھے کج فرقت من وہ کہیں رکھے
خفا جو تھ پہ ہے تو تو کیوں رقیب ہتے ہیں
تسمارشیفتوں کے کیا نہ تھے دل جبرون
دیکھا دیا ہے ہمیں کچھ کرشمہ اے ساقی
نہیں جو کام نہ آیا تو مسکون نے ظفر

دُش

بے ہیں حسرت و یاس و غم و قہ کیلئے
جو ہوتے خواب من اک شب تمہارے لب کیلئے
نہ شب کا دن کیلئے نہ دن کا شب کیلئے
کہ ایک دہس ہوا پیار سب کیلئے
جو مول آمیز ہیں آپ نے جلب کیلئے
خراب پھرتے ہیں وہ دختر غنہ کیلئے
کیا ہے جمع روز مال پھر یہ کب کیلئے

گولہ کب سر صحرا تہ افلاک پھرنا ہے
پھرائے لاکھک بک سر اپنا ناصح ارادہ
چڑھے ہے دختر روز دیکھے کب داہن پر ساقی

کوئی مجھوں ہے یہ سر پر اوٹنا خاک پھرنا ہے
درا سمجھے کوئی کافر دل غمناک پھرنا ہے
کہ مدت سے ہر اک میکش لگائے ناک پھرنا ہے

پھر آتا ہے اگر کوچے سے تیرے بیٹے جی کوئی
خدا جانے قضا آئے گی کس کس خون گرفت کی
ہوئے ہیں سبزہ کوہ دشت یکسر جو ترا عاشق
خدا کے گھر سے وہ تو اے بت بیاک پھرنا ہے
لے جو ہاتھ نین ششیر وہ سفاک پھرنا ہے
برگ برتر باریدہ نمناک پھرنا ہے

ظفر تو ہے سمجھتا رندہ رنگہ حق ہو کہو
ترے در سے جو کوئی اے ش لولاک پھرنا ہے

تجھ کو بھی کچھ خبر ہے مرے تین روز کی
گر تین سال نین بھی ادا ہو تو جلد ہو
گر تین ہلپا کی بھی ہو مسافت تو ضعف سے
یکساں چمک دک ہے سدا روئے یار کی
کیا ہوتا چار دن کی جو ہوتی حیات اور
کچھ بھی ہوا دو اے تری فاکہ طیب
یان کیونکہ ہم نے زیست ہر تین روز کی
کیسے حقیقت اپنی اگر تین روز کی
آتی ہے ہم کو را نظر تین روز کی
حیرت فضا چمک ہے قمر تین روز کی
یہ کچھ ہے ندگی یہ ہر تین روز کی
کے سے تیرے ہم نے اگر تین روز کی

ماہون چائیں جس طرح ہے ہوس مہین کو خدا
مہلت ہے قاصد کو ظفر تین روز کی

جو اک ترے مریض عدلی کے ساتھ ہے
یہ ظم منم نہ ساری عدلی کے ساتھ ہے

مطلع دانی

ہوتی کہاں بھلائی کے ساتھ ہے
دیکھا نہ آفتاب نین سے ماہتاب نین
جب ہے ہر نہ عیب کسی پر ذرا کھلے
اتنی کھنٹی برقی تو دل بھی نہ تھا پھرا
پی جائے سن کے لاکھ نہ منہ سے جواب دے
اون سے جو بات پیت تھی قول و قرار کی
مستون کے ساقیا جو نشون کے اٹار نین ہیں
کچھ نام ٹیک ہے تو بھلائی کے ساتھ ہے
جو نور تیرے جلوہ نمائی کے ساتھ ہے
کابندگی تو کارروائی کے ساتھ ہے
پھر جانا جی کا جی عی نین آئی کے ساتھ ہے
کب ہو کسو سے ہوتا سہلی کے ساتھ ہے
سب اوڑ گئی وہ بار ہوئی کے ساتھ ہے
منہ کھولنا ہر ایک جمالی کے ساتھ ہے

کھلتی کسی کی عقدہ کشائی کے ساتھ ہے

دل میں جو گل جھڑی ہے پڑی کب یہ اے ظفر

دیگر

یوں بھی ہیں اک عذاب میں بیمار کاٹھ
سر میرا لکے وہ ابھی تلوار کاٹھ
کوچ عی وہ بتا کر خطا وار کاٹھ
غفلت میں مست بارہ پندار کاٹھ
اک ایک ہم گھڑی ہیں بدشوار کاٹھ
جو بات منہ سے ہوں دم گنتار کاٹھ

مر مر کے شب ہیں کیا ترے بیمار کاٹھ
کنا سوال بوسہ ہو جا دن سے میں
لے جانا اوکے کوچہ میں قاصد جو خط مرا
آگاہ کچھ جو مست سے ہوتے تو عمر کیوں
وعدہ خلاف کیا ہی ترے انتظار میں
واجب ہے نہیں زبان عی ایوں کی کاٹی

جو سنگ صفت ہیں نیک صفا تو نکو اے ظفر
دنیا میں ہر طرح سے ہیں ہر بار کاٹھ

صبح تک شام سے جو در کی نہ نغیر کھلی
تو جو پھرتا ہے لیے ہاتھ میں ششیر کھلی
نہ برنگ گرہ غنچہ تصویر کھلی
پتھر شانہ سے جب زلف گرہ گیر کھلی
گر کبھی اپنی زبان بھی دم تقریر کھلی
والے قسمت کر وہاں سب پہ وہ تحریر کھلی

کون تھا گھر میں ترے کیوں بت بے پیر کھلی
قل کا کس کی ہوا آج ارادہ قائل
پڑ گئی جو دل میں اوکے مری جانب گیر
دل ہوا اور بھی پابند سلاسل اپنا
بند اغیار پھر اک بات میں ہو جائینگے
ہم نے تحریر کیا تھا جو موصے راز نہاں

یارو اغیار وہاں بند ہوئے جاتے ہیں
اے ظفر کچھ تو مری آہ کی تاہر کھلی

پر کسے کوئی جو کچھ پھر بوسکو کیا اپنے لیے
کچھ کہیں دکھا ہے باقی جز فنا اپنے لیے
ہو کر اس پردہ نقشبند پر بتلا اپنے لیے
ہم نے یہ ایسے دکھا ہے صفا اپنے لیے

ہوں بھلا میں یا برا کچھ ہوں دلا اپنے لیے
ہے خدا شاہد کہ ہم نے ان بتوں کے عشق میں
دوستو پوچھو نہ کچھ رنج نہاں کیا کیا ہوئے
غیر کو دل کوینکہ دین آسین نظر آتا ہے یار

وہ صنم و نور ہم ہوں عافیت کی جائے ہو
جانتے صنم اگر خالی پڑے وہ جائیگے
مغز کھانا پھر نہ ہک ہک کر اگر تو جانا
مجھ سے سب راضی رہیں گوجلو پہونچے سب سے رنج
اے ظفر کچھ تو مزا ہے ہم جو دیکر دل اوسے

دگر

ہم کو مانگو خدا سے یہ دعا اپنے لیے
پھر بتاتے کیوں مکان وہ جا بجا اپنے لیے
ہیں محبت میں مرے جو ماسحا اپنے لیے
دبدم کرنا ہوں حق سے اتجا اپنے لیے
یوں گوارا کرتے ہیں جو رو جفا اپنے لیے

نہیں پکا پینا اوکی زلف پرشکن سے ہے
کہا کی آتھیں غم دل میں بھڑکی ہے خدا جانے
ہوا سے زلف اہلیوں دروش صنم پر ہے
بدن پر اس لیے دو چادر گل ہر روز کھاتے ہیں
پہنا بالک کے چھلے جو ہے دست حلیٰ میں
مہ نو مٹن پاتے ہے جس کے صاف شرمندہ
ابھی چھتی پھرے گی ابر کے پردے میں قہر کر
زمانے میں جو کھلاتے ہیں شاعر آج کل اچھے

جھڑا زہر اب ہے مار سیر کے یہ دہن سے ہے
لفا جو دھواں اک ایک اپنے سوسے تن سے ہے
کر پیسے ساپ کالا کھیلا یہ اپنے من سے ہے
کر نا معلوم ہوا الفت میناک گنبدن سے ہے
تو جانا شوق وس رنگین ادا کو باکین سے ہے
نفل عقد تریا بھی ہوئی کے نور تن سے ہے
مقابل برق ہوئی کیاس آہ شعلہ زن سے ہے
ظفر رتبہ ملا انکو ترے فیض سخن سے ہے

دگر

تری صورت جو پھرتی اے تار آنکھو کے نیچے ہے

تو جوش اشک خون سے لالہ زار آنکھو کے نیچے سے ہے

مطلع مانی

جو رہتی اپنی زلف مشکبار آنکھو کے نیچے ہے
تصور جو کسی کی سرسئی آنکھو کا رہتا ہے
خیال اوس نوک مرگان کا نہیں جانا کسی صورت
نہیں گو دیکھتے جج کو اسی سے دل کو ہے تسکین
نظارے آہ ہوتے تھے بہار حسن کے کہا کیا

تو گویا ہند اور لک تار آنکھو کے نیچے ہے
تو اپنے آگیا صاف اک غبار آنکھو کے نیچے ہے
بیٹھ اک کھینچی رہتی کٹار آنکھو کے نیچے ہے
تری صورت تو میل و نہار آنکھو کے نیچے ہے
وہی رہتا سا اے سچھزار آنکھو کے نیچے ہے

جو نکلے ہے مرے دل سے کڑک کر مالہ سوزن
 لگا تیر مڑگان کیوں کہیں تو دل یہ سید آگن
 جو جاتی کوندھ اک بکلی کی یار آنکھوں کے نیچے ہے
 کر تیرے آگیا یہ تو شکار آنکھوں کے نیچے ہے

ظفر اوس غیرت گھڑ کو جب دیکھتا ہوئیں
 تو پھر جاتی مری کہا کیا بیمار آنکھوں کے نیچے ہے

کیا اوس سے کوئی اس دل مضطر کو پھیر دے
 آئے بھی وہ اور تو یہ برکتی بخت
 بیدار پھیرتا ہے جو ہم سے نکلا تو
 زیر زمین بھی دل کی پٹری میری کیا عجب
 مسجد میں وہ کرشمہ دکھا دے تو وہاں
 اتنی بھی شرح شوق برہا کر نہ لکھ دلا
 مقدور ہے کسے جو مقدور کو پھیر دے
 لولہ ای راہ میں سے اوسے گھر کو پھیر دے
 لا کر گلے پہ اوس سے تو خنجر کو پھیر دے
 پھر مئی کی طرح گود کے پتھر کو پھیر دے
 کعبہ کی سمت سے ترے منبر کو پھیر دے
 ایسا نہ کر وہ ترے دہر کو پھیر دے

میدان میں غنم کے ظفر رستم زمین
 کس طرح وہ نہ روئے سحر کو پھیر دے

طاقت نہیں پھر نکل ہے عادت لیے پھرتی
 اے پردہ نشین خواہش دیوار میں تیری
 مانند صبا کوہ و بیابان میں ہوں پھرتا
 بتاتے ہیں جس جائے پہ سو طرح کی کھلے
 فانوس خیالی ہے نلک اس میں جہاں کو
 دنیا کی طلب ہے جہنمی وہ جلتے کب ہیں
 ہشیار و عی خوب ہیں جو گوشہ نشین ہیں
 یان ضعف سے ہے دشت نور دیکھے کسے تاب
 کیا جانے ظفر بھیں میں آہو کے سے ہے
 یا محض مجھے ہے میری ہمت لیے پھرتی
 ہے کوچہ کوچہ مجھے حسرت لیے پھرتی
 چمک ہے مجھے گردش قسمت لیے پھرتی
 ہے جگو وہیں دیکھنا الفت لیے پھرتی
 دنیا کی ہوا ہے اسی صورت
 ہر دم نہیں ہے اس کی محبت لیے لیے پھرتی
 اک ہم ہیں کہ ہے ہنسکو یہ غفلت لیے پھرتی
 پر جوش جنوں کی ہے رفاقت لیے پھرتی
 اوس چشم میرے مست کی وحشت لیے پھرتی

خدا جانے کہ وہاں کی کیا خبر دو دن کے بعد آئی
 نہ آئی آج گر اے فز گر دو دن کے بعد آئی
 وہی پیش لیل شو ریدہ سر دو دن کے بعد آئی
 کہاں تھے آپکی صورت نظر دو دن کے بعد آئی
 مجھے کل آج اے رشک نمر دو دن کے بعد آئی
 وہ آخر ستمگر جان پر دو دن کے بعد آئی
 غزن جس وقت اے باد سحر دو دن کے بعد آئی
 کہ ہو گی زندگی مشکل اگر دو دن کے بعد آئی
 اگر دو دن نہ آئی اے ظفر دو دن کے بعد آئی

دیگر

انہیں کی طرز ہے بھائی خدا مارے کہ چھوڑے
 یہی اب دل میں ہے آئی خدا مارے کہ چھوڑے
 کوئی صحبت نہیں بھائی خدا مارے کہ چھوڑے
 نہیں کچھ اور بن آئی خدا مارے کہ چھوڑے
 کہ کیفیت ہے دکھائی خدا مارے کہ چھوڑے
 یہ الفت ہے اھر لاتی خدا مارے کہ چھوڑے

ظفر کوئے تان میں پھر نہیں جانا پڑا اب
 طبیعت پھر ہے گھبرائی خدا مارے کہ چھوڑے

کریں کیا اعتبار لوسا عیان کچھ ہے نہان کچھ ہے
 تراشا ہے کہ وہ آکر یہاں کتا بیان کچھ ہے
 نہو جب تک مکیں ہوتی بھلا زہب مکان کچھ ہے
 سنا جب سے کہ وہ دلدار ہم پر مہربان کچھ ہے
 دکھانا رنگ لب پرور ہے وہ رنگ یان کچھ ہے

نظر پھر آج مثل مامہ بردو دن کے بعد آئی
 ترے ہاتھوں سے آفت اے دن آنگی عاشق پر
 کہی تھی عشق میں جو بات ہم نے تجھے بول دن
 رہے قسمت کہ میں دو دن نباؤں اور وہ پوچھیں
 بہت بیکل تھا میں دو دن سے تجھ بن بارے تو آیا
 جو دو دن پہلے آئی تھی بلا دل پر محبت میں
 بہار گل ہے دو دن پھر اوڑکی خاک گفتن میں
 اجل جس دن وہ جائے تو اویں دن پاس آمبرے
 قائم ایکن کوس جلوہ قامت سے آئی ہے

بتوں پر جان ہے جانی خدا مارے کہ چھوڑے
 دل و جان دین و ایمان دین منم تہکو تو اچھا
 بجز بزم تان دشمن دین و دل و جان
 سوا اسکے کہ دین ہم مایہ دین کوس منم کو
 لگاوت ہر رز سے کریں کے زہد پھر
 پائیں کیونکر نہ اسکیہ سے اونٹنکرت بت کدہ کو

ارادہ اور ہے کچھ دل میں لانا بر زبان ہے
 لکھا تو اوسنے کچھ خط میں کہا قاص سے کچھ اور
 نکیوں سنان گھر بے یار ہووے اپنی نظروں میں
 سمجھتے ہو دماغ اپنا تو ہم چرخ چہارم پر
 خدا جانے کریدگا خون کس کس خون گرفت کا

ترے رخسار رنگین کو جو دوں تشبیہ میں گل سے
بیان رنج و غم فرقت وہاں فکر قیامت ہے

وگر

حقیقت گل کی تیرے سامنے غنچہ دہان کچھ ہے
ظفر آرام کی صورت نہ یان کچھ ہے نہ وان کچھ ہے

جو کچھ میں نے ہلکے پرانے ٹکالے
پہاتے ہو دیکھا مجھے اشک بونے
ہوئے عاشقوں پر وہ برہم تو گھر سے
جو ہیں لاکھوں عی داغ سینے پر اپنے
ترے تیرے ہیں دل میں جگر میں
جو صد چاک دل اپنا دون پھر نہ نہ
جو اک پور مالکا تو جلا کے مجھ پر

وگر

کہا پھر یہ تو نے فسانے ٹکالے
تو بولا نے یہ یہاں ٹکالے
مئے سب نے اور پورانے ٹکالے
دیے عشق نے یہ خزانے ٹکالے
کما ہمارا اچھے ٹھکانے ٹکالے
وہ گل آمیسو شامانے ٹکالے
ظفر دیوے اوس پر جفا نے ٹکالے

آتے آتے وہ ابر کیسا آج غم کے رہ گئے
تو نے کی جلدی جو قاصد ہم نہ لکھے پائے خط
سیر ہو کر اس غذا سے چلے سڑا و قس
کیوں رقیبوں پر نہیں کرتے جفا کیا مر گئے
آکے ہم ان دھکیوں میں رہ چکے الفت سے باز
دور گردوں سے کبھی کا جام جم ٹوٹا گیا
رو برو اوس قامت رعنا کے کیا عی شرم سے
ہر ہون نے کی بہت جلدی کر آگے چل دیے
ہیں کہان بندے خدا کے سچ اگر پوچھو ظفر

وگر

کیا کہیں رستے میں اوکے پانوں جم کے رہ گئے
ست پتا کر ڈھونڈنے عی میں قلم کے رہ گئے
کھانے والے رہ گئے تف ہم عی غم کے رہ گئے
سنے والے اک ہمیں لوگے ستم کے رہ گئے
تیرے دھکانے سے ماسح جو کر دم کے رہ گئے
ایک فسانے سے یو کہیں جام جم کے رہ گئے
سر جھکا کر سرو سب بانٹا ارم کے رہ گئے
ہم تو یان مشاق عی لک عدم کے رہ گئے
اب تو بندے عی فقط دام و درم کے رہ گئے

خیال ایسا کسی کا اندون ہم کو ظفر کچھ ہے

جدھر دیکھیں سوا اوکے نہیں آتا نظر کچھ ہے

کہ پھر نازہ ہوا زخمِ دل و زخمِ جگر کچھ ہے
تری تاہیر اے الفت اہر کچھ اور اودھر کچھ ہے
تجھے کیا پوچھنے سے کام لکھا نامہ ہے کچھ ہے
گھڑی کچھ دو گھڑی ہے پہر کچھ دو پہر کچھ ہے
مرے غلِ تمنائیں لگا بارے شہر کچھ ہے
کہ گل کیا جانے کیا ہوگا تجھے گل کی خبر کچھ ہے
اوسے منظور کچھ ہے اور امیں مد نظر کچھ ہے

خرشِ مائیں دستِ جنوں کا پھر مڑ کچھ ہے
فرزوں تو ہو یہاں دہشتِ دہان اوکو بڑی نفرت
خطا اوس نو خطا کو تو ہونچا نہ پوچھ اسین لکھا کیا ہے
نہیں اک رنگ پر نقشِ ترے بنارِ جہان کا
سرِ مڑگان جو لختِ دل نظر آئے تو میں سمجھا
جو کہا ہے تجھے منظور کر لے آج تو غفل
ہماری اور اوکی کیوں نہ پھر ہر بات پر مجزے

جو خال روکو روکے دیکھا ہوں تو کہتا ہے
مقررِ دل میں اب کالا کالا اے ظفر کچھ ہے

مری ہر بات اچھی تھی ہر اک مدح اچھی تھی
نہ ہر گز روشنی باہر توہ اچھی تھی
کہ مسجد میں پری کی ہنسی کیا ششیر اچھی تھی
یہ کیا اچھا مان تھا اور یہ کیا تعمیر اچھی تھی
کچھ مانی سے سسکن یار کی تصویر اچھی تھی
نہ بادِ غمت اس کے حق میں اے گلگیر اچھی تھی
کشش میں اس دلِ مضطر کی جب تاہیر اچھی تھی
ہمارے خواب کی بھی واہ کیا تعبیر اچھی تھی
عبادتِ تیری اچھی تھی ظفرِ تحریر اچھی تھی

نصیحا جب مرا اچھا تھا اور تقدیر اچھی تھی
مقابلِ جب رخِ روشن کے تیرے دلت کو دیکھا
جو دیکھے تیغِ ہرو کو ترے منہ سے نہ پھر کھو دے
یہی کہتے ہوئی جاتے ہیں منعمِ حسرت و غم میں
ہمارے دورِ گروہ کبھی کچھ سرخرو ہوتا
کنا سرخِ سرکش کا جوا اوسکے رو برو اچھا
ستم گر ساتھ تیرے اچھے اچھے تھے کھینچے آتے
وصال یار دیکھا تھا ہوا ہدمِ وصال اپنا
عطارد ہدم لیتا کہا مجب گر ہاتھ کو تیرے

دیکھ

نارِ نفسِ ہی اپنا یکبار ٹوٹ جائے
یہ درمیان سے یارب دیوار ٹوٹ جائے

مے کا ذرا بھی ساقی گنہگار ٹوٹ جائے
دل کی جو ہے کدورت مجھ میں اور کوکینِ حائل

رہ جائیں ہاتھ تیرے تلوار ٹوٹ جائے
 دہشت اگر نہ تیری اے یار ٹوٹ جائے
 پانوں میں کوئی لگ کر جون خار ٹوٹ جائے
 یار دب کسی طرح یہ زار ٹوٹ جائے
 ہو کے گلے کا اوس سے گرہا ٹوٹ جائے

وہ

قاتل اگر دکھائیں ہم سخت جان اپنی
 توڑے پہاڑ کو تو جون شیشہ اک نفس میں
 نوک مرہ کھلکی یوں دلیں ہے ہمارے
 الفت بلا بتوں کی میرے گلے پڑی ہے
 کیا کیا غضب نہ ٹوٹے پھر وصل میں ظفر پر

پرہیز دہان زخم سے تلوار چومتے
 اے شیخ ہم ہیں سنگ دلیا چومتے
 ہر کام پر قدم ہیں مرے خار چومتے
 ساقی کے جھبہ بد قدح خوار چومتے
 جھک جھک کے ہانوں میں گل گلزار چومتے
 نقش قدم کو ہیں ترے ہر بار چومتے

کو ہم کہیں وہ ہر وہ خار چومتے
 کس کو ہے پور در کعبہ کی آواز
 تو قیر یہ ہنوں نے مجھے دی کہ دشت میں
 دیتا ہے جام بارہ تو کس کس مریے ہیں
 کرتے ہیں وہ جن میں قدم رنجہ گر کبھی
 کیا کیا نہ تیری حسرت پاؤں میں ہم آہ

زابہ ہیں چومتے بحر الاسود اے ظفر
 وور ہم ہیں خال عارض لدوار چومتے

لنگ پر جس طرح میزان میں ہیں خنجر و قمر تلخے
 جو میزان خرد سے بھی نہیں اے عشوہ گر تلخے
 دل عشاق ہیں ہو کی ہر ہر جون گہر تلخے
 تو پھر کائناتوں میں کاٹنے قدر سے کس کس قدر تلخے
 مرے بار گز بازار محشر میں اگر تلخے
 یونہی تلخے ہیں ہوں جطرح کاٹنے میں گہر تلخے

نظروں میں ترے رخسار اے سہر تلخے
 تری مازو ادا کا پھر کوئی انداز کیا جانے
 وہ جب تلخے تلخے ہیں تو تصدیق ہو یہ ہو نیکو
 ترے ونشی اگر بازار وحشت گرم کر دیجے
 یقین ہے پلہ میزان بھی جھلکا بوجھ کے مارے
 درد مدان ترے کان ملاحات اپنی نظروں میں

مرے انبار عصیان گر کوئی تولے تو کیا تولے
 کہیں کوہ گران بھی ہیں کسی سے اے ظفر تلخے

دل جو حیرا اے بت بے پیر کچھ اور ہے
 کند ہو تیغ تھا کیونکر نہ ہو سکے سامنے
 دل تو کہتا ہے کہ تو کچھ وصل کی تدبیر کر
 ہے وقار الہی جاہ و شہرت دنیا کچھ اور
 کیا تماشا ہے کہ تو کرنا بیان ہے اور کچھ
 خاک کوئے یار کو ہم کیوں نہ سمجھیں کیا
 کھاتے ہیں جو نے شکر کی طرح خوش ہو ہو کے ہم
 اے ظفر کیونکر یہاں تک آئے وہ پردہ نشین

وہ

رکھتا مال بھی مرا تاجر ہی کچھ اور ہے
 تیری قاتل حیرت شمشیر ہی کچھ اور ہے
 اور رنج سے کہہ رہی تقدیر ہی کچھ اور ہے
 اور لعل قصر کی توقیر ہی کچھ اور ہے
 اور اردہ کر رہا گلگیر بھی کچھ اور ہے
 اور خطا میں نامہ بر تحریر ہی کچھ اور ہے
 ہم کو دیتا اک مزا وہ حیرت ہی کچھ اور ہے
 وان جا کے پانون میں زنجیر ہی کچھ اور ہے

دون کیا سبز سوزان پر اہلون سے تڑپے پانی کے
 چلتے ہیں کیوں سوچ کے ماند اولیہ اولیہ کر ہر اک سے
 جوش بحر اشک سے گر کر آخر کو ہم ڈوب گئے
 ہاں اے جوش گر یہ جڑھا دے ایسا دیا اہلون کا
 کس کی صراحتی کیسا پیالہ ایک ہی چھا گل پانی ہے
 دیا جوش گر یہ سے گر ائے جڑھے اک لکھ میں
 عشق نے ایسی آگ لگائی دل میں پھر وہ بجھ نہ سکی
 تجھ بن اوتی ہند گلے سے میرے ولولہ کر رگ رگ ہیں
 زلف عرق آلودہ کو پھیرا دل نے یوں بے بیم و ہراس

پان ہے توے پر یونک اگر ہوں لاکھ ڈر پڑے پانی کے
 غور کریں تو بے ہیں یہ یا کر تھپڑے پانی کے
 ہم نہ سکے یہ زور نے اپنے پانون اوکھڑے پانی کے
 سوچ غلام روئے لکھ پر مارے تھپڑے پانی کے
 رکھے نہیں درویش زیادہ ساتھ کھڑے پانی کے
 بے پھرین افلاک بھی اوپر جیسے بیڑے پانی کے
 بحر بحر کر مشکیزہ ہزاروں ہم نے بیڑے پانی کے
 فلق سے ایک دہیز تک ہے سوا لکھڑے پانی کے
 ہو کے مڈر جس طرح سے کوئی سانپ پھیرے پانی کے

نہ پانی ہے سخن کی مشکل یوں تو زور طبیعت ہے
 ہم نے ظفر اس بحر میں مضمون خوب ہی پھیرے پانی کے

وہ بت مر جمال اور ہی ہے
 تیرے بیمار بھروسہ کا نظام
 تیرا ہر وہ کہان لال کہان

لو کہیں دیکھا کمال اور ہی ہے
 آج کہتے ہیں حال اور ہی ہے
 مر جین یہ ہلال اور ہی ہے

مانگتا ہو جو بسر درد پردہ
کیون نہ ہو درد سر ہمیں واعظ
کیا سبب رنج کیون تجھے ہر دم
جانتا ہے تو جو خواب دشمن میں
دیکھ کر تیری زلف مہر لقا
اے ظفر اس سے کیا رہائی ہو

دیگر

لوئے میرا رول اور عی ہے
کر تری قیل و قال اور عی ہے
اے دل پر مال اور عی ہے
جی میں آتا خیال اور عی ہے
دل پہ آیا و بال اور عی ہے
یہ محبت کا جال اور عی ہے

داغ اویں غیرت جہن پر ہے
ہے سر سید یہ نگیں کوئی
کیون نہیں یاد ہوتا ہم سے
دست جہان میں ہے یہ دورا
اویں چشم سیاہ آہو گیر
کھائیں گے تو طرح کے ہاتھ پہ گل
کیون نہ وہ ہم سے ہوں ظفر نیرھے

دیگر

جس کے چلے کا گل بدن پر ہے
خال ہو سکے نہیں ڈنٹیں پر ہے
خال لب مہر کیا دہن پر ہے
سامپ یا شاخ یا سمن پر ہے
فہمی کیا کیا سدا بہن پر ہے
دھیان اویں گل کے نور تن پر ہے
ناز انہیں اپنے بانگین پر ہے

وصل کے دن جو گذرتے تھے وہر کونے تھے
تھے جو مہتابی پہ شب کو ترے جلے میں شریک
دل پہ صدے رخ و گیسو کے تصور میں نہ پوچھ
جب نشان بھی نہو جون نقش قدم یں باقی
منہ سے کہیے بھی اگر اب تو سمجھتے ہی نہیں
کیون ان آہوئیں نہیں اب ہے الگ تاثیر
تھکیل اور کود میں جو اپنی بسر ہوتی ہے

راحمیں کوئی تھیں اور بہر کونے تھے
ہمیشیں ایسے وہ اے رشک فر کونے تھے
شام کو کونے تھے اور سحر کونے تھے
کون پھر جانے کہ کس کس کے تھے گھر کونے تھے
جانتے دل کو جو تھے بات بشر کونے تھے
پہلے وہ مالے جو رکھتے تھے اتر کونے تھے
مہر طفلی کے وہ دن ہائے ظفر کونے تھے

کہ جس کے دل میں شرم ہو وہ بشر کچھ ہے تو یوں عی ہے
مرے دل میں کدورت بھی اگر کچھ ہے تو یوں عی ہے
شب فرقت میں امید کچھ ہے تو یوں عی ہے
اگر آرزوگی بائید گر کچھ ہے تو یوں عی ہے
حقیقت کا میں بھی اے نامہ بر کچھ ہے تو یوں عی ہے
ہمارے حال کی انکو خبر کچھ ہے تو یوں عی ہے
کہ وس بیدار کو مد نظر کچھ ہے تو یوں عی ہے
مرے مالوں میں اے ہم اثر کچھ ہے تو یوں عی ہے
انکی تم کہتے ہو کج بخت ظفر کچھ ہے تو یوں عی ہے

ظہر ہم سے ملتا نگر کج ہے تو یوں عی ہے
ابھی ہوئی صفائی ہے وہ جو آئینہ رو آئے
خدا جانے کہ پکڑیں یا نہ پکڑیں رات بھی ہم تو
عبث خوش غیر ہوتے ہیں مری ہوگی لافانی کیا
نہانی جس طرح ہم نے کہا تجھ سے کہ یوں کہنا
یقین ہونا اگر ہوگو تو اب تک کیا نہ وہ اتے
لڑائیں غیر سے آنکھیں نہ کیونکر سامنے میرے
ملائیں آسمان کو ہوں جو دل میں کارگر ہو سکے
بتاتے ہو اے جھوٹا بتو ساری عدالت کا

چھپتی جگر میں بن کے وہ نشتر کی نوک ہے
پیکان تیر شوق سنکر کی نوک ہے
جو نوک تیر بن گئی پھر کی نوک ہے
دل کی کریدنی مرے صبر کی نوک ہے
کشتی زبان عاشق مضطر کی نوک ہے
جو یوں نکلے خامہ دلبر کی نوک ہے
مزدگان چشم شوق فسونگر کی نوک ہے کی نوک ہے

جو وقت سرمہ میں مڑہ تر کی نوک ہے
کیا کیا خلش گر اس دل بروج میں مرے
فرہاد سے جو عشق کی راتی ہے نوک جھوک
رہتا ہے تجلو گوشہ ابرو کا جو خیال
آتا ہے ذکر نوک مڑہ جب زبان پر
کیا جان نوک پوک سے لکھتا ہے کس کو کھا
جو نوک خار دل میں کھلتی مرے ظفر

پر مجھے کاش وہ اپنے ت زانو دابے
نخے واسطرح جو بیٹھے نار پہلو دابے
لوگلی دانتوں کے سے اپنی ابھی تو دابے

یہ صبر ہے گلو قاتل بد خود لے
کیونکہ دب جائیں نہ ہم زیر گر ابھری غم
چاہہ گر زخم دل اپنا جو دکھائوں تجھ کو

لکھ کے تعویذ جو صحرا میں پر پرو داہے
لاش کو میری وہ اپنے ہی سر کو داہے
لاکھوں ہی چرخ نے چین خاکین گلرو داہے
اور ہر بات پہ تجلو وہ تھا جو داہے

تجھے منظور ہوئی خانہ خرابی کس کی
قل گر تجلو کیا ہونے بلا سے لیکن
کثرت لالہ و گل سے ہمیں معلوم ہوا
کیا تماشا ہے ظفر غیر تو بالکل نہ دین

وگھر

تو اک در پردہ صدمہ سے ہے جان نہیں تک ہے

نہیں جو دترس اپنی بت پردہ نشین تک ہے

مطلع مائی

رسائی جب کہیں لیل نہ کوش مد نہیں تک ہے
زمن سے آسمن تک آسمان سے یہ زمین تک ہے
خدا شاہد ہے تیری ماز برداری ہمیں تک ہے
بکھیرا ہے جو ترے ساتھ اے غافل ہمیں تک ہے
نکلے تھو پہونچا چشم سے یہ آستین تک ہے

پہونچ کیا فائدہ مالوں کی گرچہ رخ برین تک ہے
دل بیاب کتا ہے جو مالہ تو ہلا رہتا
ترے یہ ماز بجا اے صنم پھر کون بھائیگا
پڑا نہ جائیگا اب کچھ نہیں جس وقت دم نکلا
نہ رفت رفت فضل اشک دامگیر ہوا اپنا

گیا لطف سخن تو ذوق ہی کے ہاتھ دنیا سے
جو تھوڑا سا رہا ہے اے ظفر کچھ تو ہمیں تک ہے

مٹے نہ قاصد و دس پانچ پچاس مٹے
تمام حرف قلم میں ہیں پاس پاس مٹے
ورق سے دل کے جو نقش امیدو یاس مٹے
بلا سے دل کا مرے یہ کہیں ہوا مٹے
کبھی نہ جوہر مرد خدا شمس مٹے

مذور گر یہ تھا روز بے قیاس مٹے
لکھا جو مژدہ وصل اونے خطا میں ہی ہنکو
عجب مرے سے ہر زندگی پھر اپنی ہو
ابھی ہی جلد کہیں قتل کر چکے وہ صنم
مٹائے لاکھ ظفر آسمان کج رفتار

وگھر

مجھوں سے تیرے بر نہ سا حیر روی ہے

یو کہیں سی گرچہ سوچ ہوا حیر روی ہے

لاکھوں ہی سروڑائے جو ہل میں عجب نہیں
سرگرم امتحان ہوئے بارہا جو ہم
بڑھ کر ہے اس سے گردش چشم جان کہیں
اپنی حقیقت دل دیار ہے کیا اسے
حکلوں باز سے ترے آگے نہ بڑھ سکے
بکر جہان میں کشتی عمر روانِ ظفر

دگر

نہ مفلکوں میں زرا شوخ نہ جہنم سے رکے
لیا ہے بوسہ رہے وہ نہیں نہیں کرتے
نکل کے چشم سے ہونچے بین نامر دامن
جو ہو سکے ڈھیر پہ آجائے تو ابھی نظر
گئے ہیں ہائے غضب اونٹنے میرے پہلو سے
رہے بیش اوڑائے اس آسمان کے دھوئیں

تج نگہ یار بلا حیر رویا ہے
برق جہان لیس آہ زرا حیر رویا ہے
کو آسیا سے چرخ دلا حیر رویا ہے
جو سوچ جنجو میں سدا حیر رویا ہے
نگار بین ہزار عبا حیر رویا ہے
چلتی ہے بار سے سوا حیر رویا ہے

اگر رکے بھی تو افیاد کچھ ہمیں سے رکے
غضب ہے ہم بھی نہ اونکی نہیں نہیں سے رکے
نہ ایک لکھ بھی آنسو تو اشک سے رکے
نہ حیرا کشتہ صم پر وہ زلزل سے رکے
نہ وہ مرے کسی ہدم نہ بھٹکیں سے رکے
نہ ایک روز بھی مالے دل حزین سے رکے

کہو جو ہوس سے ظفر وصل میں چنیں و چمان
نہ کیوں کر آپکی وہ اس چمان چنیں سے رکے

دگر

ششیر یار تابگو آکے پھر گئی
بر مٹکی رخ تھے یہ بھی کر ہر میں
قائل نہ آگے ہلوسوں کا بڑھا قدم
دیکھا جو ماہو کو اردو کی حیرت مثل
جانب پہ لاکھ بارہا انتظار میں
عارض کے دو پروازے ماہ و ہفت پر

کیوں بن پئے تو میرا لہو آکے پھر گئی
اے سوت لاکھ بار جو تو آکے پھر گئی
اک غلط تیر نامہ کو آکے پھر گئی
آنکھوں میں اپنے عربہ آکے پھر گئی
اے مست غفلت آیا نہ تو آکے پھر گئی
اپنی طبیعت آئینہ رو آکے پھر گئی

مدیر گھر میں یار کے جانے کی اے ظفر
آئی بھی گر سمجھ میں کیوں آ کے پھر گئی

فصل بیمار میں پر مرغ جن کے کترے
کان آہو ان دشت چین و غن کے کترے
سب سوئے ریش شیخ پر سرو فن کے کترے
اے سحر جو ڈوے تو نو فن کے کترے
سوئے خلوط مہر چرخ کہن کے کترے
نخا نو خطو جو جمعے اس ششہ تن کے کترے
اے ہمد کوئی گل میں نے کفن کے کترے
پر ہی گئے اسیر دام سخن کے کترے
تم نے تو اے ظفر کان امل سخن کے کترے

دش

صیاد نے گل اچھے باعث جل کے کترے
وشتی چشم تیرا کہ جست میں عجب کیا
جب جانے دتر رز کچھ حیر ہے کہ یارو
تار نفس ہمارا سو جاتے ہو بریدہ
مقراض آہ و مالہ اپنی عجب نہیں کیا
تحریر کیا وہ مضمون ہے جا ہوئے تھے لیے
دست ہنوں عجب کیا لاش پہ بھی جو میرے
صیاد خاک ہو پھر ہو مگو ہوئے پرواز
اللہ دے تہاری یہ حیرتی طبیعت

تو مسمیٰ کی جڑی سے بھی تری اک شام پھولی ہے
لبان بوکی دین میں کا دم پیغام پھولی ہے
جن میں حسن کے شاخ گل بادام پھولی ہے
برگ شیشہ لاش عاشق ناکام پھولی ہے
مستمیں ہر کھلی اے سرو گل نادم پھولی ہے
تو سروسن لگے آنکھوں کے سر ہر گام پھولی ہے
قنقی کب یہ سر گردون نیلی قام پھولی ہے

دش

شفیق گر رنگ بان سے اے مد خود کام پھولی ہے
ادا ہونا کہیں پیغام بر سے کیوں پیام اپنا
وہ مڑگان ہے جو وقت سرد پر ہٹکون کے قلعوئے
پہلے مردن جو دم دیتے تھے جہاز یاد آئے
بیمار شک دہان شک سے تیرے یہاں تک خون
کبھی جودہ میں ہے اوس بستی ہوش کو دیکھا
ظفر خون ایک عالم کا بیاس ظالم کی گردن پر

کمال اولوں کا لیکن کمال دشمن ہے
فراق دوست ہے گردون وصال دشمن ہے

سبھی کا یوں تو نلک ماہ و سال دشمن ہے
بیشہ دور ہی کیونکر نہ پھر دشمن سے رہے

کرے جو اونے جواب و سوال دشمن ہے
اگرچہ دوست نما ہے یہ زال دشمن ہے
الہی خیر ہو وان بال بال دشمن ہ
کوئی بغل کا دل پر مال دشمن ہے

اوسکو دوست سمجھتے ہیں وہ جو کچھ نہ کہے
جو تو ہے مرد تو ہر گز لپٹ نہ دنیا سے
مٹے ہیں حضرت دل کوئے زلف من تھا
ہزار رنج و مصیبت من جان ہے اس کے سبب

لگاؤ دتر رز کو نہ منہ مجھ کر دوست
کر عمل عی کی نظر یہ چھمال دشمن ہے

پر من وہ کیا چیز کے سیدھے ہو گئے ایسے بہترے
اور بین دعویٰ کے ڈالنے والے ایسے تیسے بہترے
تم سے سنے دساؤ ہو گئے مالے نے سے بہترے
دیکھے اس بت خانہ من بت ایسے ویسے بہترے
طوفان دیدہ تر من بھرین بین تھوڑے کیسے بہترے
تھوکرین کھانا تھریس و ہانم تم ایسے بہترے
دیکھے اس آواز من گرتے ہم نے لے سے بہترے
بیلے بیلے پھرتے بین اس نشہ سے سے بہترے
مرف کے اس گھر من منے اپنے پیسے بہترے

اگرچہ درد بین لیزھے چلتے تیرے دستے سے بہترے
کر دے کیدل ہم سے ہو کو ہم ایسا ایک نہیں
ہڈی ہڈی من جو اپنے درد ہے ایسا درد اوسکو کہا
دشمن دین و ایمان پایا ایک نہ تجھسا اے کافر
کشتی گردون عرق ہو دم آئین اک ہم رونے پر
کوسچے من اوس بت کے تم ہو حضرت دل کس گنتی من
بلبل و قمری مار سوزون ہم سے براہ کر کیا کرتے
بیکر بارہ الفت کو ہشیار رہے تو ہم عی رہے
دل کے کہان تک داغون سے آرائش ہوگی اور ظفر

دتر

ہم تو شکر اے ستم ایجاد بین سب سے کرتے
آپکو ہم بھی بہت یاد بین سب سے کرتے
جان نادون سے وہ ارشاد بین سب سے کرتے
کوئی سنتا نہیں فریاد بین سب سے کرتے
کہ برا تجھ کو یہ ارشاد بین سب سے کرتے
کہ دعا یہ ستم ایجاد بین سب سے کرتے
اے ظفر مردم آزاد بین سب سے کرتے

یو الہوس غلوہ بیداد بین سب سے کرتے
استدر یاد تمہیں غیر کہان کرتے بین
کون رکھتا ہے تہ تیج ستم سر اپنا
ہے طرفدار ترا ایک جہان اے ظالم
آگیا مالک من دم حضرت دل کیہ ہاتھوں
بت کسی سے بھی نہیں قول و قسم کے بچے
باغ عالم من کنارہ روشن سون و سرو

دعویٰ بڑے بڑے ہمیں یان تیز کے
عشق بت فرنگ میں سینے پہ آبلے
شہنم نے گل کے کان میں سبب بھر دیا
ہر دم تری نگاہ سے سینہ پر ہے دل
دلیائے اشک میں ہے لکھ بلب سا ایک
استرین رنج در پہ ترے مثل نقش پا
کچھ سوت سے نہ پیش چلی جز گرہ کے
ساغر پہ سرنگون جھڑے اوپر ہیں میز کے
کبا خاک پھر مریا وین بلبل کی دین کے
کھانا ہے رقم سیکڑوں اس تیج حیر کے
قابل ہیں اپنے دیدہ سیلاب دین کے
رو چار تیرے خاک نشین خاک حیر کے

کوچے میں لوگے کثرت عشاق سے ظفر
آثار روزہ دیکھتے ہیں رقیب کے

مارا دل اپنا بیٹا کو ہر بار کوٹ کے
دے گانہ پور درہندان جو تو ہمیں
آنکھیں ہیں کیا ہی اوس بت کافر کی دیکھا
فریاد شب سنی دل نالان کی جب مری
برق جہان بھی سامنے قہرا گئی ترے
کہتے تھے مست دیکھ لکھ کو کسی نے جب
قائل ہیں اپنے اطر میں ہم مار کوٹ کے
بیرا عی یار کھائیں گے مار چار کوٹ کے
گویا کہ بھروپے در شہوار کوٹ کے
ماحقے کو رہ گیا جس اے یار کوٹ کے
شوشی بھری ہے تجھیں ستمکار کوٹ کے
اس سقف کو بتایا ہے ہموار کوٹ کے

جوڑے نے ہوئے خوب ہی کمون سے راگو
دل کو بتایا ٹھیک ظفر مار کوٹ کے

میں دعا مرا کچھ گر یہ یعسوب سے کم ہے
وہ احمق ہیں سمجھتے جو میں محبوب کا رتبہ
نظر میں ہوئی ہے نصھان جو کہتے ہیں زیادہ ہے
بہت ترین سے کور غبت تجھے فرہاد ہے لیکن
شراب باز سے گو آنکھ اوسکی سرخ رہتی تھی
نہ میرا صبر صبر حضرت ایوب سے کم ہے
ہر اک محبوب عالم اوس مرے محبوب سے کم ہے
قمر کو ہم نے دیکھا اوسکے روئے خوب سے کم ہے
جو ہے مرغوب خاطر اپنا اوس مرغوب سے کم ہے
دم گر یہ ہماری چشم پر آشوب سے کم ہے

کہ نور آگاہ کوئی طالب و مطلوب سے کم ہے
تفکا کام پر ہوس غالب و مغلوب سے کم ہے

ہمارا ہوس صنم کا عشق بس اللہ ہی جانے ہے
زمن مغلوب ہے اور آسمان ہے ظفر غالب

دیگر

ورنہ ساری عمر اپنی درد و غم میں کٹ گئی
جو گھڑی آرام سے بزم صنم میں کٹ گئی
روحیت ملتے ہوئے شب بوسیں ہم میں کٹ گئی
وہ عبارت یک قلم یان ایک دم میں کٹ گئی
جز محبت کے مری مہر ستم میں کٹ گئی
سب ظفر کیا ہم کو امید قسم میں کٹ گئی

خوب تھا جو زندگی جاہ و حشم میں کٹ گئی
حاصل عرا ہواے خضر ہم تجھے اوسے
وصل پر بھلیں بجا وین خاک اے ہم بھلا
تمنے برسوں کی لکھی تھی جو گلے اے تو خلو
نخل الفت سے ترے ہو کیا شر حاصل ہمیں
اوسے گل کھا کر قسم جو صول کا وعدہ کیا

دیگر

عدا کے نام پر مرا مسلمانی کا تمنا ہے

فدا ہوا بتوں پر محض ایمانی کا تمنا ہے

مطلع ثانی

نہ سمجھو کفر اسکو یہ مسلمانی کا تمنا ہے
ذیل زلف جامان کا پریشانی کا تمنا ہے
مقرر ایک یہ بھی عل دیوانی کا تمنا ہے
وہ آہ آہیں کے شعلہ فشاہی کا تمنا ہے
کہا ہونے یہ اس تیغ صفا ہانی کا تمنا ہے
یہ سوز غم میں میری سوت جانی کا تمنا ہے
کہ یہ اے سرو قد الفت کے زندانی کا تمنا ہے

محبت ہوس صنم کی صاف ایمانی کا تمنا ہے
پریشانہدا سہیل کا بیچھاک پر میری
محبت میں پری دیو کے منہ سے کچھ نہ کچھ کہنا
باتے ہیں جسے غور شد تابان موج گردوں پر
ترے ہیرو پہ دیکھا جس نے خط چین ہیرو کو
ملاؤں دل سے اپنے کس طرح میں داغ سوز اسکو
تفکا ہے کوئی مانند قمری طوق گردن سے

لگاؤں اے ظفر کیونگر نہ لب پر مہر خاموشی
کہ میں حیران ہوں اور یہ میری حیرانی کا تمنا ہے

فلک وہ بتو تمہارا جو کچھ کروں تو سچ ہے
 الفت مٹن اے پریو تیرے ہوں محو ایسا
 میرا تو جیب کیا ہے دامن رشت کی بھی
 فرقت مٹن رت ہدم ہر مالہ کو ہم اپنے
 آنکھوں مٹن ہے تصور رنگ حیا کا تیرے
 آگے بھڑکن کے تیرے آفتاب طلعت

جمنے جو کی برائی گر مٹن کہو تو سچ ہے
 ہشیار ہوں غلط ہے دیوانہ ہوں تو سچ ہے
 گردھیاں اڑائے دست جنوں تو سچ ہے
 بام سپر کا گر کہیں ستون تو سچ ہے
 بچے اگر نکارین ہیں شک خون تو سچ ہے
 گر ماہ نو کو کہو ہیں ہم سرنگوں تو سچ ہے

وس مہ جین سے ہم نے کی دوستی ظفر کیوں
 دشمن ہے گر ہمارا گردوں دون تو سچ ہے

مست اے ساقی کب دھڑک لگا دیسے ہشیار ہوئے
 اگے تو سب دشمن غافل میری طرف سے رہتے تھے
 میرے نہ شور مالہ نہ وہ مست تغافل شب چوگے
 حضرت دل اکدن یو نہیں جل بھی کر رہ جائیں گے
 ہوتے تھے اوس رخ سے مقابل باعث غفلت ہائیں گل
 نفس بڑا دیوار ہے اوسکے دیکھ کے دم کر اس سے حذر
 ہوئے جو غافل یاد خدا سے شیخ جی صاحب رات ظفر

مردم عرصہ بزم سے نکارے سے ہشیار ہوئے
 تیرے عیا اے کافر اب منکار دیسے ہشیار ہوئے
 غیر کے دہ پر اک ڈرا کھنکھارے سے ہشیار ہوئے
 گر نہ یہ داغ سوزان کے انگارے سے ہشیار ہوئے
 باد عبا کے منہ پر طمانچہ مارے سے ہشیار ہوئے
 غافل ہیں اس ساپ کے جو پھنکارے سے ہشیار ہوئے
 میوانہ مٹن مستون کے بنکارے سے ہشیار ہوئے

دشمن

ہو غلط کہیے جو تدبیر ہے چلتی پھرتی
 چرخ فالوس خیالی ہے ور اس مٹن سب خلق
 خانہ چشم مٹن مشتاق جمال جان
 رو برو تیرے جو اجائے پڑ بھی تو بھی
 کوئے قاتل سے نہیں پھرتی ہے یوں تو خلعت
 نگہ یار سے میرے دل وحشی پہ بھری
 دھت رز کیا ہے سر بزم ترا نقد خرد

ہاں عمر باعث تقدیر ہے چلی پھرتی
 واہ کیا صورت تصویر ہے چلی پھرتی
 نگہ عاشق دلگیر ہے چلی پھرتی
 نظر آتی بت بے سج ہے چلی پھرتی
 پروان دیکھ کے ششیر ہے چلی پھرتی
 کیا سرگردن بکھر ہے چلی پھرتی
 لکے اے مست قدح گیر ہے چلی پھرتی

کون قاصد کے سوا وان مرا بجاوے خط
 کہ نہیں آپ سے تحریر ہے چلی پھرتی
 ظفر اس بحرِ فنا میں کوئی دم بخشی عمر
 ویر زیرِ نلک چر ہے چلتی پھرتی

دیکھنا خالِ دُش کو رخِ جہان کے تھے
 کوکبِ سوخت ہے مہرِ درخشان کے تھے
 مطلعِ مانی

کاہل آنکھوں کا نہیں یار کی مڑکا کے تھے
 پھولِ سہن کا کھلا بڑگس و دیکھان کے تھے
 مطلعِ ثالث

کہہ مہاسے ہیں خطِ عارضِ جہان کے تھے
 نقش سے چھیرنا ہے مراہر کر کڑِ دم
 نیچے خورشید کے ہے تارِ مخلوطِ خورشے
 وہ سہی قد جو دکھا دیوے زرا فدا ہا
 دلِ سپارہ کو رکھ لے تو لبوں پر اپنے
 شاخِ سنداں میں لگا سیب ہو طرفِ ظلم
 دیکھ اے دستِ جنوں پردہ بگرِ عشق کا فاش
 کبھی زانو پہ ہے بیہات کبھی سبز پر
 حسرت اے طاقتِ پرواز کہ ہم کوڑ نہ سکے
 دشتِ وحشت میں ہیں آسودہ ہزاروں بھٹوں
 اے ظفرِ ہوتی ہے مسجدِ سخنِ جماعت کی نواز

دیگر

ایک دن وہ تھا کہ تھے وہ لوگ ہم سے کانچے
 کانچا ہے بعد کیا مالوں سے میرے روزِ شب
 ایک دن یہ ہے کہ ہم اوکے ستم سے کانچے
 کھڑے بادل کے ہیں میری چشمِ نم سے کانچے

غم سے ہم ڈرتے نہیں کہ دین خدا کے سامنے
 عشق میں تیرے جاناں محبت سر بکف
 بالہائے روز و شب سے ہو گئے یہ کانٹک
 ہم نہیں ڈرتے کہے جو دل میں آئے غیر کے
 غیر ہو یا ہو یگانہ خوف کیا گلیں سے
 ہیں غم فرقت میں ہم بھر صنم سے کانچے
 کب ہیں وہ ظالم تری تیغ دو دم سے کانچے
 ہم نہیں مطلق صدائے زیر و بم سے کانچے
 بد گمان پر ہیں ترے جھوٹے بھرم سے کانچے
 اے ظفر ہم ہیں فقط ہلکے شکم سے کانچے

وہ

غفلت کی یون بشر کے قیافے یہ مہر ہے
 کب سے نشان سے کا دلائل یار پر
 تارا یہ لہ میں ہے دیا اس مخالف میں
 کہتا ہے دل کہ آکھ لگا خط پہ جانے مہر
 جیسے کہ خط کے بند لٹافے پہ مہر ہے
 کر دی کسی نے منک کے مانے پہ مہر ہے
 پردہ شکن ہے اور مخالف پہ مہر ہے
 تا یار سمجھے یہ کہ لٹافے پہ مہر ہے

کیا آگے تیرے بولین ظفر شاعرانہ ر
 ہو گئے گلی سخن کے اضافے پہ مہر ہے

اگر کوئی معرکہ عشق میں بازو تولے
 نیم جانوں کو ہے یون دیکھتا اپنے قاتل
 ہمیں ہو خاک کہ پیچھے ترے دیوانہ کے
 لون رخ یار کا وہ مری طاقت ہے کہن
 بھاگ جائیگا ارادہ ہے مقرر ہون کا
 ہولی گر کھیل ہے رنگ رخ عاشق زور
 عمل کے ہاتھ میں وہ پلے ترازو تولے
 جیسے قصاص کوئی نظروں میں لو ہو تولے
 بھرتے ہیں باز و ادا خنجر و چاقو تولے
 ہن دلا تیرا اگر گلا ہے قابو تولے
 بیٹھے بیٹے جو اونہوں نے ہیں یہ زانو تولے
 کیوں عیث غریب کل تو نے یہ نیسو تولے

رات دن ذکر الہی میں ظفر رچے ہو تم
 بے وضو نام تمہارا کوئی بد خو تولے

اپنے اب کوٹھے سے وہ غیروکی سرحد پر جڑھے
 چہم دیا باز سے کیا زور پر ہے سیل سر شگ
 ہم بھی کلا دین گے گر اپنی زور پر جڑھے
 دیکھو یہ مالے ہیں کیا پانی کی آمد پر جڑھے

دیکھو کیا سرو چمن کو مین کر ہے چہب درخت
کھو دیا سطون نے جو کھچ تھا بزرگون کا کمال
دیکھ لین لاکھوں زنان فاحش محمود مست
واہ ری المرگیدل کی کر بعد مرگ بھی
باندھ کر جو تم لنگوٹا آج ہو اوٹھے ظفر

دگر

دیدہ دل تو بین اپنے اور عی قد پر چڑھے
بیٹھے بین ابواج بن کر تربت جد پر چڑھے
دھیان پھر ہستی مین اپنا کیوں نہ ماکد پر چڑھے
گر چڑھے تو غنچہ پڑ مردہ مرقد پر چڑھے
ہو یہ تم کوٹھے پہ اپنے کس کے گنبد پر چڑھے

شیرین تو ہے بات ہو سکے دہن مین سے نعلی
آسو فتنہ جانوں کی سرگور کر اب تک
چمکے ہے سر بعد ترے یون در شب تاب
لٹ زلف کی لہرائی ہے یون مزہ خط مین
بل بے تہش عشق کر اک آگ شب و روز
جب تک ہے صفائی نہیں کچھ کھلتی برائی
بوسر وہاگر دیون ظفر لے لو ہے بہتر

دگر

ہے زہر کی بو یک سخن مین سے نعلی
ہے بوئے کہاب اکے کفن مین سے نعلی
جون روشنی ہو ساپ کے من مین سے نعلی
ماگن کوئی جیسے ہو چمن مین سے نعلی
ہے میر مسامت بدن مین سے نعلی مین سے نعلی
ہے بات بری رنج و محن مین سے نعلی
ہے بوے بھی سیب دہن مین سے نعلی

کی نو خلون نے شاید تدبیر اور عی ہے
تصویر اوکی کھینچے مانی کا من تو دیکھو
جو بین اسیر الفت اوس زلف غم غم کے
کہدے کوئی صنم سے تم سے طین کے چھپ کر
ماتا ہے خاک غافل اس گردش لکک پر
شیخ نمک ہے آفت مرگان بلائے جان ہے
ظفر ظفر نہ کیوان مفسدوں سے ہر گز

دگر

مضمون خطا ہے بیذہب تحریر اور عی ہے
نقش ہے او ری وہاں تصویر اور عی ہے
طوق اولٹا اور عی ہے زنجیر اور عی ہے
یارو نہیں آگئی یہاں تقدیر اور عی ہے
وان کا مکر ری کچھ تقدیر اور عی ہے
یہ تیر او ری ہے شمشیر اور عی ہے
تیری بٹائی حق نے تو قیر اور عی ہے

مہر صفت دن گردن کے ہیں اپنے مقرر آئے ہوئے
 کہتے ہیں وہ موت بلا سے کل کی آتی آج ہی آئے
 دیکھا جن کو خرم و خندان ہم نے گلشن ہستی میں
 آپ سے کہہ فلاک میں رہتے آٹھ پہریوں چکر میں
 دیکھتے ہی وہ میری صورت آگ جو مجھ پر ہوتے ہیں
 سبز کریں گر چاک تو نکلیں لاکھوں پیکان تیرو کے

جیسے گولہ پھرتے ہیں خون دشت میں ہم بولائے ہوئے
 جینے سے بناد تمہارے اتنے ہیں ٹھک آئے ہوئے
 گل کی طرح پھر وہ دن میں وہ آئے نظر مر جھائے ہوئے
 غمزہ چشم کافر سے ہیں اوسکے یہ چکرائے ہوئے
 کیا جانے ہیں کس کے میری جانب سے بھڑکائے ہوئے
 اتنے ہم نے تیر ہیں تیرے ستم گر کھائے ہوئے

دل کو تمہارے آج قلق ہم حد سے زیادہ دیکھتے ہیں
 سچ تو کہو تم پھرتے کیوں ہو اتنے ظفر گھمائے ہوئے

لوگ تو ہیں اوسے صنم کہتے
 ہو زیادہ کہیں نہ وہ برہم
 خلع سان اپنی شب گذشتی ہے
 خطا رخصت کو نہیں تیرے ہم
 ماہ نو کو ہیں اپنا حلقہ بگوش
 لب کو کہتے ہیں سے تو چشم کو ہم
 سرمہ آلود تیری مژگان کو
 سٹو چرخ جب سیاہ کیا
 اے ظفر دم کی ہے جو آمد و شد

بخدا اور کچھ ہیں ہم کہتے
 اوس سے ہم حال دل ہیں کم کہتے
 قصہ سوز و درد و غم کہتے
 سبزہ گلشن ارم کہتے
 تیری ابروے خم خم کہتے
 جام زہر اب ہیں صنم کہتے
 ہم تو ہیں مخمر وہ دم کہتے
 کیوں نہ ہم آہ کو قلم کہتے
 ہیں اے ہستی و عدم کہتے

وگد

ساغر کی کہیں قیمت اضافہ ڈھونڈتے
 دیکھ مجھ کو نو خطا گھبرائے کیوں اتنا تم
 رکھتے ہیں جو لوگ خال یار درپیش نظر
 ذرہ ہائے خاک بختوں اب تلک جن گربار
 مال و زر دنیا کا جو کچھ چاہیے موجود ہے

پر ہیں ساقی ہم کوئی صاحب تیاغ ڈھونڈتے
 زیر زانو خطا جو رکھ کر ہو لاف ڈھونڈتے
 وہ کہیں اے مرد مان ہیں ملک نافہ ڈھونڈتے
 پھرتے ہیں صحرا میں لیلیٰ کا محافہ ڈھونڈتے
 دولت عقبی ظفر ہیں ہم اضافہ ڈھونڈتے

دل کو جو ہمارے صنم ہاتھ میں لائے
وہ پڑھ چکے مرے خط کو جو آئے بھی تو اک تج
کافی ہے فقط تنگی زہر اب غم حشر
اب جائیں گے دنیا سے تو لے جائیں گے کیا خاک
ہم آگے ہی زخمی ہیں نکا ہو گئے تمہاری
کس روز ترے کوچے میں بہو چتا ترا مجھوں

اک پیش بہا طرفِ قلم ہاتھ میں لائے
کرنے کو مرے ہاتھ قلم ہاتھ میں لائے
کیون آپ کھلانے مجھے سم ہاتھ میں لائے
جب آئے تھے کیا اپنے تھے ہاتھ میں لائے
کیون کر کے میانِ تج علم ہاتھ میں لائے
جو لڑکے نہ سنگ اپنے صنم ہاتھ میں لائے

لاکھوں ہی ظفر بحرِ محبت میں ہوئے غرق
پر کوہِ مقصود وہ کم ہاتھ میں لائے

بوسہ لیا جو منہ سے بھرا منہ چٹاق سے
تھے چپ حیا سے بول اٹھے وہ پٹاق سے

مطلع ثانی

صحتِ منافقانہ ہے ہر جانفاق سے
دیکھنا تجھ کو ہم یوں ہیں محروم ہی چلے
پچھا ہے کب ڈنکا ہوا اوس تار زلف کا
اب کیا خوشائیں خاک کہ سب چور ہو گیا
رکھ نبض پر نہ ہاتھ کہا مان اے طیب
زہرہ ہی کیا قفل ہے درِ گوش سے ترے
تل بے جگر کی آگ کہ سب ہو گیا سیاہ

کچھ اتفاق ہے تو کہیں اتفاق سے
آئے تھے تیری دیکھ کو کس اشتیاق سے
تریق بھی اگر کوئی لائے عراق سے
شیشہ گرا جو دل کا اوس ابرو کے طاق سے
تو ہاتھ خوشاعلاج مریضِ فراق سے
شرمندہ مشتری بھی ہے درِ بلاق سے
سودائیوں کا تیرے لہوِ احراق سے

تیرا مذاق شعر ظفر جانا ہے کون
وستادِ ذوق تھا ترے واقف مذاق سے

آئینہ میں ہیں جو وہ ابرو بنا کر دیکھتے
کیون نہیں میرے دل حیران میں اگر دیکھتے

پھر ہوا منظور اُنکو چاہیے کس کس کا خون
 حسرت دیدار سے ہے جنگی یان آنکھوں میں دم
 با وفا یا بے وفا ہیں آپ سب کھل جائیے
 دل چورائیں گے وہ کیا میرا جو یوں میری طرف
 رو برو تیرے رخ پر نور کے اسے شک ماہ
 رو برو اپنے جو خطا اغیار کا آجائے گا

دگر

اپنے ہاتھوں میں جو ہیں بھنڈی لگا کر دیکھتے
 کیا تماشا ہے نہیں وہ آنکھ اٹھا کر دیکھتے
 ہم نصیب اپنے ہیں تم سے دل لگا کر دیکھتے
 ہم میں ہر وقت ہیں آنکھیں چورا کر دیکھتے
 ہم قمر کو بھی نہیں ہیں آنکھ اٹھا کر دیکھتے
 اسے ظفر ہم سے ہیں وہ کا عی چھپا کر دیکھتے

کروں کیا یاد زلف دلہا جانی نہیں جانی
 مہرا بروئے پر خم کے ہم ہیں یہ کسی سے بھی
 حقیقت کو ہمارے عشق کی ماہو نچے کا کیا ماسح
 بھا کر ترو بھلا ہو گا صدا سن بانو کی
 ہوتی بر باد اپنی خاکمندان محبت میں
 گذر جائے نہ کیونکر جان سے قاصد کر جان تک
 یہ نقش ہو گیا ہے میرا سودائے محبت میں
 نہیں ماہو نچاتے ہم تا کوش مارک خوش دماغ کے
 طبیعت ہے جوان بھری بھی وہ اسے ظفر تیری

دگر

میں جانی مرے دل کی پریشانی نہیں جانی
 بتائی تیری ششیر صفا ہانی نہیں جانی
 کیوں تک ہوئی ہرگز عمل دیوانی نہیں جانی
 نہیں کچھ بات یہ ایسا کہ جو مانی نہیں جانی
 سند باز کی پر ہوئی جولانی نہیں جانی
 خبر جانی ہے مشکل سے آسانی نہیں جانی
 مری صورت مرے یاروں سے پہچانی نہیں جانی
 کہ جب تک بات کوئی خوب سی چھانی نہیں جانی
 غن غن غن غن غن دانی نہیں جانی

وسل جان میں جو تھے عشرت کے دن وہ ٹل گئے
 ضعف بھری کا ہوا ہو کھو دیا سب کار سے
 کج غہائی میں ہم ہے ور شب درد فراق
 اب تو خون دل عی ہم پیٹے ہیں حسرت میں مدام
 آج کل الفت کہا بعض و عداوت کے سوا
 اب تو ہزاری ہے سائی دگر روز سے ہمیں

آگے دن رنج کے راحت کے وہ دن ٹل گئے
 اب دلی طاقت کہا طاقت کے وہ دن ٹل گئے
 کثرت یاروں ہم صحبت کے وہ دن ٹل گئے
 بادہ عیش دے عشرت کے وہ دن ٹل گئے
 نام عی الف کا ہے الف کے وہ دن ٹل گئے
 اسی سے رغب کیا کرین رغب کے وہ دن ٹل گئے

مہر بھری مین کہان جوش جوانی کی اونٹنگ
اے ظفر افسوس کیفیت کے ول دن ٹل گئے

فقط کیا ایک دل ہی تم کو ہم مانگو تو دے دین گے
جو دل مانگو تو دل دین گے جو مانگو جان تو جان دیں گے
خطا کی یہ جو خطا لکھا تمہیں اے نو خطو ہم نے
جو مانگو حضرت دل ہوسہ اب ہرزہ دگن سے
نرگھودم دلا سون مین نہیں اک ہوسہ دے ڈالو
جو ہو گئے سلیمان سامری جن مہربان بدو
سیاہی مردم دیدہ کی بہتر خال عارض تم
وہ بین سر باز سر اپنا تم سے آپکے سر کی
نٹائی ملت رخصت اور تو وہ دے چکے تم کو

عزیز اپنی نہیں جان بھی صنم مانگو تو دے دین گے
علاوہ اور بھی کچھ بیش و کم مانگو تو دے دین گے
چھٹکا لکھ کر اس پر یک قلم مانگو تو دے دین گے
مد پٹکے پر عوض اسکے جو سم مانگو تو دے دین گے
اگر تم اس کے بدلے ہم سے دم مانگو تو دے دین گے
فقط اک جام سے کیا جام جسم مانگو تو دے دین گے
جو ہم سے اپنی آنکھوں کی قسم مانگو تو دے دین گے
جو ٹھکرانے کو تم ہر ہر قدم مانگو تو دے دین گے
تھر اونے ظفر کچھ رنج و غم مانگو تو دے دین گے

دہر

طلب جو عشق جان مین بین آہو کرتے
ظفر بین آگ سے پانی کی آرزو کرتے

مطلع دانی

اشارہ اپنے جو اہو کا وہ کبھو کرتے
لک لک سے پے سجدہ سر فرو کرتے

مطلع ثالث

نار عشق مین جب ہم بین سرفرد کرتے
نہ روئے یار سے ہوتی جو نسبت کعبہ
جو سینہ پاک ازل ہی نہو وہ چارہ پدیر
وہ سنتے حضرت صبح کر پھر نہ بات آتی
برنگ گل تری الفت مین غیرت گلشن

تو آب اشک سے سو بار بین وضو کرتے
تمام عمر بھی عاشق اودھ نہ رو کرتے
کہ پاک جب سحر مین نہیں رو کرتے
جو ترک عشق مین کچھ اور مفلکوں کرتے
سرشک خون مین نہیں کیا ہی سر خرو کرتے

عجب نہیں ہے اگر رفتہ رفتہ محم ہوئے جو کوئے یاد میں ہم دل کی جستجو کرتے

ظفر یہ جانے گر ہم کہ چرخِ دون ہے دلی
تو اس سے کا میکہ پھر کوئی آرزو کرتے

یہ تو نے دوستی اختیار سے اے مازنین چھوڑی
یہ طفلِ اشکِ ابر ہے مرادِ اس عی پکڑے گا
برنگِ نقشِ پاِ حیر و بین ہم مرئے لیکن
اسیرِ غم نہ کیونکر ہوں کہ تو نے شب کو چھپ چھپ کر
گرفتاری سے کہ اس بے وفا کی ہے کوئی چھوٹا
اسے لے تو کہیں لچک غمِ فرقت سے ہم چھوٹیں

نہ کچھ عی ساتھ اپنے لے مجھے منعم بجز حسرت
ظفر یہ دولتِ وحشت میں کی سب میں چھوڑی

وہ حال مرا دیکھ ظفر کیوں نہیں لیتے
کیا آپکو نقصان ہے کہ پورے کے عوض ہم
مردے میں جب عذر نہیں ہم کو کسی طرح
بد نام محبت میں ہوا جن کی عزیز و
کیوں لگے وہ قاصد سے پس انداز ہیں کرتے
پھرتی ہے گدلیا نہ جو افلاک کی کشتی
گرو ہم نہیں ہو کو شب وصلِ ظفر کچھ

دیکھ

تائین کیا ہے ساغرِ شراب کے کتنے
نئے میہوش کئے جو حسابِ یاد رکھے
شب وصال میں چکادے جام سے ساقی
نورِ آپ کھا کئے دو نے کہاب کے کتنے
لے ہیں بے رخ بے نقاب کے کتنے
کہ خنجرِ بینِ مہ و آفتاب کے کتنے

نہ میں اور بھی سنتے ہیں چھیڑ چھیڑ کے ہم
سوال پوسہ پہ دیتے لواق سے ہیں جواب
ملا نہ میرے مرض کا طبیب کو نسخہ
نہ آیا نام حق اوس غیرت گلستان کو
نہ آئی ہوش میں آئی ہوئی غشی ہم کو
خدا ہی جانے ظفر ان بتوں کی الفت میں

دگر

کلام بیٹھے ہیں اوس پنجاب کے کتنے
کڑے ہیں دیکھنا یہ رت جواب کے کتنے
لوٹ پٹ کئے اجزاء کتب کے کتنے
ورق پڑھے ہیں گلستان کے باب کے کتنے
لہڑھائے شیشہ بھی منہ پر گلاب کے کتنے
دین ہیں کاشح یہ دن عذاب کے کتنے

ظفر کہتے ہیں بندہ لا کہ ہیں منہ سے خدا کہتے
لگے رہتے ہیں ہر دم پاس تیرے مٹا اپنے
کسے مقدور ہے اٹکا کر آگے آگے دم مارے
سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے اپنے کوئی بات ہوگی
یقین ہے فرق آب شرم سن کر بحر بھی ہوتا
ہمارے رزم اسے قاتل اگر منہ میں زبان رکھتے

بتوں کو بے خودی میں ہم خدا جانے ہیں کیا کہتے
اگر پاتے تھے تھا تو کچھ مدعا کہتے
جو بے جا بھ وہ کہتے ہیں سب انکو میں بجا کہتے
خدا جانے کہ ہم سے حضرت ماسح ہیں کیا کہتے
اگر ہم ہوش گر یہ کا کچھ اپنے ماہرا کہتے
مقرر یہ تھے شاہاں کہتے مرہا کہتے

ہا سے گر سو ہنکو برا کہتے ہیں کہنے دو

ظفر منہ سے نہیں اپنے کسی کو ہم برا کہتے

شب کو ہمارے پاس سے تم جو منم چلے گئے
مر کے بھی تیرا ہٹلا چھوٹے نہ اس عذاب سے
بزم میں تیری مدد لقا آئے بھی گر تو کیا ہوا
آئے بھی وہ جو میرے گھر ٹھہرے نہ ایک لکھ بھر
گرچہ بزرگ گل بنے باغ جہان میں ایک دم
کچھ بھی نہ ساتھ لے گئے قیصر و جم جہان سے
تھے جو رفیق و آشنا احمق ہیں ظفر انہیں کہاں

ہم بھی تمہارے جاتے ہی سوئے عدم چلے گئے
راحت ہی لے کے گور میں رنج و الم چلے گئے
خج کی طرح چشم نم صبح کو ہم چلے گئے
نکلیہ دل آرزو ہائے ستم چلے گئے
شبنم گل کی طرح پھر روتے ہی ہم چلے گئے
چھوڑ کے یان کا سب ہمیں جاہ و چشم چلے گئے
دے کے ہمیں ہزار حسرت و غم چلے گئے

دگر

تو خیالات سے نہ پھر چرخِ یہ تارے نکلے
 کیا تماشا ہے کہ بینِ دن کو یہ تارے نکلے
 سر بھی دیکھتے تم گھر سے نہ پیارے نکلے
 آدھے نکلے مرے ارمان نہ تارے نکلے
 شب کو گہرائے مرے مالوں سے تارے نکلے
 جانبِ رشت یہ وحشی جو تمہارے نکلے

دگر

ساتھ آہوں کے جو شبِ دل سے شرارے نکلے
 خاکِ اجل کے جو دیکھے رخِ بوٹن پہ ترے
 سرِ عی پٹا کیے دروازہ پہ ہم ساری رات
 بعد آدھی شبِ وعدہ کے وہ مہوش آیا
 وہ کس طرح نکلتے نہ تھے گھر سے باہر
 دین گئے اک آن میں شبِ خاکِ بلبانِ موڑا

یہ شعلہِ غم تو جا کے پیچھے بھلے پڑے
 ناحق بری پہلی نہ ہمارے گلے پڑے
 ہم انتظار ہی مہرِ بے دن ڈھلے پڑے
 کرتھیں روزِ بے نہیں وہ آدے بے پڑے
 کونائے بین گلا وہ چھری کے تھے پڑے
 پروانے بزمِ سخن بین ہزاروں بے پڑے
 اس فوج کے گلے میں بین کیا پر تھے پڑے
 کیا کیا نہیں زمین میں زمین زلزلے پڑے
 ایسا نہو کہ آپکے حضرت گلے پڑے

دگر

چلتے ہیں انکے ہاتھ سے ہم دل جے پڑے
 ہم اس لیے کسی کی نہیں پڑتے بات میں
 وعدے پہ دن ڈھلے کے نہ آئے وہ ہے غضب
 دیتے نہیں بین ہوسِ لبِ ایک دن امیں
 ہونے میں ذبح جسکو مزا آگیا ہے کچھ
 کس طرح سوزِ غم سے بھائے نہ خیمِ اشک
 مڑگان پہ اوکلیا اشکِ دمِ سرمہ دیکھا
 تڑپا ہے تیرا عاشقِ بیابانِ جب ذرا
 اٹکا بھی دھت رزکو لگاؤ نہ مت ظفر

سکری کی جیسے ناکِ گلے پر گلی ہوئی
 شکر سے ہے سما کے گلے پر گلی ہوئی
 رشت ہے آنکھِ بابِ نفس پر گلی ہوئی
 بیذہبِ جھڑی ہے اب کی برس پر گلی ہوئی
 کچھ خاکِ رو سے اُلل ہوس پر گلی ہوئی
 اک مہر ہے وہاں جس پر گلی ہوئی

یوں ہی طبیعت اپنی ہوس پر گلی ہوئی
 خالِ سیاہ کب لبِ شیریں پہ ہے ترے
 آزاد کب کرے ایسی صیاد دیکھیے
 یوں تو برستا اب مڑہ اپنا تھا بدم
 کب رچھ سا ہوئے دو جامان گر نہیں
 فریادِ دل کے سامنے اپنے شبِ فراق

دور جگر کی اپنی سیاحی کی اے ظفر
ہے گنبد نلک کے کھس پر لگی ہوئی

ہمارے دن نہ کبھی اے جوم یاس پھرے
رقیب کوچہ قاتل سے بھاگ ہی ظفر
پھری نگاہ جو ہم سے تری تو پھر کیونکر
ہزار پھس لے تو آگھ پر یہ دل تجھ سے
عجب ہے اپنی بھی ناخیر آہ
برگشتہ برگ دانہ ہمیں کیوں نہ مردم دانا
گیا تو کوچہ قاتل مجھے مرا قاصد

دگر

ہم ہیں سرناپا برے سب ٹیک و بد اپنے من ہے
صفی دل پر ہمارے مہر داغ خشق ہے
ہم ہزاروں من کیوں گے سروقامت کو ترے
سرتلک بھی اپنا اے قاتل تجھے دیتے ہیں ہم
تک اس کے ہاتھ سے ہیں کیجئے تدبیر کیا
دیکھ کر اخلاص میرا کہتا ہے آئندہ دو
یون بھی ہم راضی ہیں ہم کو بوسہ لب دو نہ دو
دیر و کعبہ من جو تجھ کو جستجو سے یار ہے
ہم جہان کو کس طرح سے سول لے لین اے ظفر

دگر

وہ کچھ تو ہم پہ ہیں بہتان جوڑتے آئے
ہوئی ہے سوختہ جانوں سے کیا خطا ہو

برنگ مہر یون بین عمر بھر اوداس پھرے
رہے بین پانچ گانگرون تو بین پچاس پھرے
چھری گلے پہ نہ اے شوخ بے ہراس پھرے
کبھی نہ اے بت ما آشنا شناس پھرے
کہ آج آ کے ہمارے وہ گھر کے پاس پھرے
جو آسمان کی شب و روز یون جراس پھرے
ظفر نہ وان سے کہیں ہو کے بدحواس پھرے

پر نہیں اک کینہ و انصاف اس اپنے من ہے
عادت دہری نہیں یون بے سند اپنے من ہے
دست ہی کہنے کی فصاحت سرو قد اپنے من ہے
ہے اگر مقدور کچھ تو اتنا حد اپنے من ہے
نفس سرکش ایک بدخواہ اشد اپنے من ہے
کیا ہی جو ہر صن اللہ اللہ اپنے من ہے
ہم تو ہیں بے پروا کد کب روکد اپنے من ہے
کیوں نہیں تو ڈھونڈتا اے بے خبر اپنے من ہے
کچھ نہیں گنجائش دارو ستد اپنے من ہے

جو ہاتھ غصہ من اپنے مزور تے آئے
جلے پھپھولے جو تم جی کے پھوڑتے آئے

کبھی جو آئے وہ سگ ستم سے ہائے غضب
 یہاں تک مجھے غفلت ہے جب ترے ہم
 گئے جو در پہ ترے ہم تو دور تک ہم کو
 تمہارے آنے سے دل میں رہا نہ قطرہ خون
 صنم کے ہاتھ کا چھلا بڑی تھی دست آویز

ہمارے شیشہ دل کو ہی توڑتے آئے
 خبر کو آئے تو شانہ چھوڑتے آئے
 سگون کی طرح سے دیوان چھوڑتے آئے
 اے تو حشر تقم تم نہچڑتے آئے
 یہ مال نقد نظر ملت چھوڑتے آئے

دُعا

ہشتم و گل وہو تم نہیں جلا نہ جانتے
 مجھوں تو اپنے کام میں تھا خوب ہوشیار
 رہتا پری و شون کا جو اسکن خیال ہے
 اپنے دل شراب میں جو خشن ہے عظیم
 شوق نظارہ جب سے ہے اے خنوع و ترا
 ہم اپنے مرغ دل کی اسیری کے واسطے
 قیمت میں ہم جو پور کے دیکھیں نقد دل
 واقف کہیں جو راز محبت سے وہ تو ہم
 کیوں دخت رز کو دل میں جک دین نہ زہد
 یاد خدا جو اپنی سمجھتے ہیں زندگی

ہم بین اویس صراحی و پکانہ جانتے
 دیوانے ہیں جو بین ہوتے دیوانہ جانتے
 دل ہی کو اپنے ہم بین پری خانہ جانتے
 تو ہم مقام کج بین ویرانہ جانتے
 ہطار نظر کو بین پروانہ جانتے
 خدا کو دام خال کو بین دانہ جانتے
 وہ سادگی سے بین اے بے عانہ جانتے
 واعظ کے بین کلام کو افسانہ جانتے
 بین سکو زہب جلسہ بدانہ جانتے
 بے یاد ہوئی ہوا بین مر جانے جانتے

جلان سے جان عزیز نہ رکھ جو اے ظفر
 ہم ایسا ہی کو بین مرانہ جانتے

صبح بھری میں ہے شام غم بشر کے واسطے
 سچ ہے دن شب کے لیے ہے شب سحر کی واسطے

مطلع دلی

گھر جو آتے ہیں مرے و لکھ بھر کے واسطے
 مضرب ہوتے ہیں کیا کیا اپنے گھر کے واسطے

مطلع دار

کیا عجب خورشید ہوتا ہے سحر کے واسطے
وہ غضب برش ہے ہوس تیغ کے واسطے
تھوکرین کھاتے حرام فتنہ گر کے واسطے

داغ حسرت ہو جو پیری مٹن بشر کے واسطے
کند شمشیر اجل ہو جائے جس کے سامنے
واہ رے قسمت کہ ہم کس کسکی ہیں جون سنگ راہ

نکاح

ہے بڑی اس مٹن قیامت نامہ ب کے واسطے
چاہے فہم و ذکا بھی کچھ بشر کے واسطے

کیونکہ لیجاتے وہاں تک ہم خطا وار کا خط
ہے بجا کہتا جو کہتا یہ کہ تو مجھ کو نہ بھیج

ایضاً

ساتھ گامے لیجاتے گئے اوس رہگذار کیواسطے
حیف ہے رکھنا کچھ ہم نے سفر کے واسطے
علم کا کھتا رہ گیا ہاں اک ظفر کے واسطے

رات دن ہم کو رہ ملک عدم کا ہے خیال
کر چکے برباد سب زادِ عمل اپنا سہیلیں
اوسکی قسمت مٹن لہیں اے عشق کوئی بھی عذر

دیگر

وہ حیرے جو دہنم ساری ہم سمجھ لیں گے
یقین ہے نامہ برو یکھام سمجھ لیں گے
جگر کا داغ چراغ اپنا ہم سمجھ لیں گے
شراب خوار سے جام ہم سمجھ لیں گے
ہم اپنے واسطے جاہ و حشم سمجھ لیں گے
یقین ہے تیرے باغ ارم سمجھ لیں گے

تجھے جو وری کچھ ہے صنم سمجھ لیں گے
تہاری شکل عی سے ہمتو اپنے خط کا جواب
اندھیری کور کی اے عشق روشنی کے لیے
جو ہوگی چشمِ عنایت تری نوا سے ساقی
جو دیکھا عشق ترا ہم کو زلت و خواری
ہمارے سیر پر داغ کو جو دکھیں گے

ہمارے ہاتھ سے اب کی تو بیج گئے اغیار
ظفر جو آئیں گے پھر وہاں سے ہم سمجھ لیں گے

جانتے ہم تو نہ ایوں سے محبت رکھتے
عید کو رکھتے اگر ایسے وہ صورت رکھتے

لتے ہیں ہم سے پہ یہ دل مٹن عدوت رکھتے
ماہ و خورشید مٹن تیرا سا کہان حسن و جمال

کہ تمہارے گلِ عارض ہیں طروت رکھتے
فی الحقیقت ہے کہ ہم کیا ہیں حقیقت رکھتے
جو ہمیں آمیز سان دیکھیں کدورت رکھتے
ہم دکھا دیجے اگر مالہ کی طاقت رکھتے
ایک دم رکھتے ہیں بس کچھ نہیں دولت رکھتے
دیکھتے پردہ سے کسی کے ہیں امانت رکھتے

بالِ بال اپنا غنچہ زلفِ ظفر ہے لیکن
ہیں عیبر سے ہم امیدِ شفاعت رکھتے

شبہم اشک کی میرے عیا یہ شادابی ہے
نہ تو ہستی عیا کے مالک نہ عدم کے شمار
نظر آتا ہے ہر اک شے میں انہیں جلوہ حق
مستقدم تم نہیں مالہ کے اثر کے تو نہ
ہم جہدِ ست ازل کے ہیں نہیں گاتھ ہیں کچھ
دم بھی اپنا نہیں آدم کا سنا ہے احوال

یونہی جو مجمع ہے اس میں دو برے اور دو بھلے
ٹیک و بد طائے جب باہم تو مشکل ہے تیز
دین اور رالش بگاڑ اور چشم و عارض کا بناؤ
گر نیدین تو یاس دولت دین تو عزت اور نفع
اوسکی رحمت پر نظر ہے روز سنا ہے ظفر

دیکھ

لائے جامِ شراب میرے لیے
راغر آفتاب میرے لیے
ہے عجب انقلاب میرے لیے
ہوستان کی کتاب میرے لیے
نہیں قسمت میں خواب میرے لیے
اور ہو ریح و تاب میرے لیے
ہے گوارا یہ آب میرے لیے
یانِ شراب و کباب میرے لیے
ہے برا یہ عذاب میرے لیے

سائی آئے شتاب میرے لیے
ہوں ویکاش کر چرخ لانا ہے
غیروان جائیں اور نہ میں جاؤں
کہا بلبل نے بس کلامت ہے
کیا پلک ہے لگی پلک شبِ ہجر
شانہ اوس زلف میں پھرے بیہات
نفس آب تیغِ قاتل ہوں
نعتِ خلد سے زیادہ ہے
گر نہ جنت میں ہو وہ پاسِ ظفر

سناتے ہیں ساقی کو میخوار ڈھب کی
مرا ہے اسی مہیں کہ ہوں موئے باتین
ترا وصل ہو تو مرا درد جاوے
نہ کیوں دم بدم تیرے درد کو دکھاییں
ترے ڈھب پہ چڑھا جائیں اک باب میں ہم
سبھی تم سے ہیں اپنے ہی ڈھب کی کہتے
کہ ہو چاٹ کوئی مزیدار ڈھب کی
جو دو چار میزہب تو دو چار ڈھب کی
مہیں اور کوئی روا یار ڈھب کی
تماری ہے قائل یہ تلوار ڈھب کی
کرے تو اگر یار گفتار ڈھب کی
ہمارے مہیں کہتے زہار ڈھب کی

ظفر زل دنیا سے مت کر لگاوت
کہ تیری نہیں ہے یہ مراد ڈھب کی

بھون کے آگے جو تیر کی دھار گر جائے
گلے پر ہر مجھ کر ہمارے اے قائل
دل مدد پہ لگا دیکھ تو نہ تیغ نگاہ
عجب مہیں ہے اگر میری سخت جانی سے
تج کے سامنے جم دھرم کی دھار گر جائے
کہ سخت جان ہے نہ تیر کی دھار گر جائے
کہن نہ پوٹ سے پتھر کی دھار گر جائے
جو تیغ شوخ ستم گر کی دھار گر جائے

ظفر ہے تیری نزل کی وہ رنگ لاغ زمین
کہ تیغ نظر میخوار کی دھار گر جائے

تھے بار غم تمہارے جتنے اوشانیوالے
بار غم محبت دل پر اوشاکیں ہم
بے شر تھے جو کہ ہم دم زیر زمین گئے سب
اس چشم نم کے آگے سر تو اوشائیں آکر
ب ایک بھی نہیں تھے کتنے اوشانیوالے
بارہوں تو ہیں یہاں اتنے اوشانیوالے
قسمت کے رہ گئے ہیں فتنے اوشانیوالے
بادل ہیں سر تلک پر اپنے اوشانیوالے

جل جل کے خاک ہو خود اے ظفر یہاں سب
ہیں شعلہ شرارت جتنے اوشالے والے

دل دنیا تو کہیں کچھ بھی مروت رکھتے منہ پہ ہے ملتے یہ ہیں دل میں عداوت رکھتے
مطلع دہلی

ہم بھیاہوں میں سے ہیں صاف محبت رکھتے آئندہ سان جو نہیں دل میں کدورت رکھتے
مطلع کلاں

کیا کسی سے کہیں ہم کیسی ہیں الفت رکھتے نام الفت کا نہیں اپنے کی طاقت رکھتے
اس پہ مازا کہیں کہ مہجور ملائک ہیں ہم گو حقیقت میں کہیں کچھ بھی حقیقت رکھتے
ہم سے ہوگا نہ کبھی راز محبت فشا دل میں اپنے یا کسیکی ہیں امانت رکھتے
درہم داغ و در اشک و زر زر دی رخ ہم بھی کیا عشق کی دولت سے دولت رکھتے
ان سے تشبیہ تجھے دیجے کس صوبت سے کہ مہ و مہر نہیں تیری صوبت رکھتے
سنا کے اس کان سے اوس کا اوردیتے ہیں کان میں ہم کہیں ماسح کی نصیحت رکھتے
قطعہ

ہم سے دیوانوں کا احوال مجب ہے ہم کان بھی آنکھیں بھی اور اچھی ہیں محبت رکھتے
لیک کہا فائدہ اس سے جو پڑھا لکھا تھا یاد کچھ بھی نہ اٹھتی ہیں غفلت رکھتے
کیا ہمیں ہمت شای سے محبت ہووے اے ظفر ہم تو فقیروں سے ہیں الفت رکھتے
دیگر

دیکھا برو کو آئندہ میں میری نظر سے طالب میں آجائے نظر تجھ کو گھر سے
مطلع دہلی

اک ایک سر شک اپنے ظفر دیدہ تر سے بہتر مرے نزدیک ہے سو منج گھر سے
بدان دہن سرخ میں ان سم بیرون کے کیا در جگ عالمیں میں چپکتے ہیں گھر سے
تاروں سے ستاروں کو جو ہے کنش کی نسبت ہر ماٹن پا کو جو شہامت سے قمر سے

گردون پہ بتاتے ہیں جنہیں انجم شب تاب
کب ہاتھیں لچھا ترے رشم کا ہے کالا
کس واسطے دکھیں سرگردون مرہ نو کو
تا ملک عدم جبکہ پہنچے ہیں نفس سے
خاک اوکی اگر کل بسات ہو عجب کیا
چکائے ہزار آپکو خورشید قیامت

اس آہ شرر بار کے ہیں چند شرر سے
یہ سانپ ہے لپٹا ہوا سندان کے شجر سے
کیا اپنے وہ بہت رہے لب رزم جگر سے
کیونکہ جان چھپاتے ہیں سب اس سہل سفر سے
کھٹے جو ہوئے ہوں ترے ششیر نظر سے
ہم تاب ہو کیا تاب مرے داغ جگر سے

بے ذوق ذرا اطف نہیں شعر و سخن میں
اس رمز نہانی کو کوئی پوچھے ظفر سے

شب جو ہنسی میں چکی شوخ مہر داغ کی بتی کا
یہ جو فراش ہاشم داغ سوزان میں ہے دشت جنوں
کیونکہ نہوے روشنی اس سے میٹاؤں میں اسے ساقی
سوئے خال خیم رو آیا جبکہ نظر بد مستوکی
ہے دل روشن مہر فروزان اولکا کب اسے خیم تیری
ہر شب جائے طفل اپنے آگے جوش وحشت کے
قافلے کی منجائش کم ہے لیکن فکر کے روشن سے

گو یا روشن ہو گئی گھر میں تیں چراغ کی بتی کا
صنعت سے ہے تیری چراغ دل کے داغ کی وکی بتی کا
سوج شراب آتھکون ہے صاف لاغ کی بتی کا
کہنے لگے ہیں یہ کیسی ہے چونچ ہیں داغ کی بتی کا
خاطر میں ہے آتی اہل کچھ فراغ کی بتی کا
مالہ سوزان سے ہے روشن رہ میں داغ کی بتی کا
ہم نے ظفر ہر بیت میں روشن مثل چراغ کی بتی کا

دیکھ

بتا زہب مسی کا ملتا روئے آتھیں سے ہے
مسی لب پروانہ اوسکے کیون ہو ہمسرہ نیران ہے
مسیکی پیک اودی دیکھ کر حیرتھیے دل
تیرے اس صحیفہ رخ پر ہے کیا زلف رسا دنیا
نہ کیون دہلائے خوبی کہوے لوکی جان جہان کو ہے
شب ہجران میں یہ دہلا بھائے چشم پر غم نے
بھائے اشک حنین ہم نے جس جا چشم گریان سے

تکلی آگ ہے جس جا دھواں بولتا وہیں سے ہے
کہ روکش تاب دارا جس کی برق آتھیں سے ہے
کہ اوترا ہو نیران کس طرح چونچ برین سے ہے
دو بالا زہب اس جدول کو قرآن مبین سے ہے
قبول یان سوج دہلا جسکے ہر چین چین سے ہے
چھٹا آج تک باپنی ہماری آتھیں سے ہے
تو ہوتا لعل پیدا اب تک ہوں مر زین سے ہے

نہ کیوں شائستگی اپنی جہان میں فخر شاہان ہو
 کہ فیض دو جہان جگلو ہوا یہ فخر دین سے ہے
 ظفر کج تاحت میں ہو رچ رنڈن بیٹھے
 ہوئی اب دل لگی شاہی کسی پردہ نقمن سے ہے

ہو گیا زلف میرے کا کس کی یہ سودا مجھے
 اک نظر آتا ہے پرچھاواں بلا کا سا مجھے
 مطلع دانی

ہو گئی الفت ولے دلیا دلون سے کیا مجھے
 روز دکھائی ہے چشم اک شک کا دریا مجھے
 مطلع دانت

جان تیری روی کا ہو بھروسا کیا مجھے
 شدہ گل کیا خوش آئے جگلو محن باغ میں
 ہو کے روپوش آہ مجھ سے حسرت دیدار میں
 عشق میں بوس خال کے کھاؤں جو گل میں ناتون
 تیرے جوڑ کی کھنڈیٹ ہے کوئی کافر بلا
 جب بھروسا ہی نہیں دم کا تو ہو سکا مجھے
 مارہ رولا ہے تیرا بلبل شیدا مجھے
 لو بت تر سادھا کو مان مت ترسا مجھے
 ملو چشم تنک سے چاہیے چھلا مجھے
 مانی ہے یہ غضب کا کھینچ کر رکھا مجھے

تعلقہ

خواب میں مجھ سے ہوا وہ ماہ شب کو ہم کلام
 پر کہن ایسے نصیب اپنے جو وہ اے ظفر
 میں نے پہچانا تیرے اور اونے پہچانا مجھے
 یہ بھی ہے میرا خیال اک شکل دکھانا مجھے

دیگر

ہر روی کی تیرے کمان سے کچھ نہ شہامت ملتی ہے
 دل میں کدورت اور بھی زائد اور کئے بڑھتی جاتی ہے
 مازان داغ عشق پہ ہو کر کہتا ہے پیدل اپنا
 کھاتہ نہیں ہر روز ہزاروں رقم تیرے جو دھم
 کافر تیری مڑ گئی بھی تیرے صورت ملتی ہے
 آکر کوچہ قاتل میں جو خاک میں خلافت ملتی ہے
 کس کی ایسی قسمت ہے یہ کس کو دولت ملتی ہے
 عشق میں کیا ہی روزی ہنکو واری قسمت ملتی ہے

خاک میں آب روئے گہر اے کان ملاحیت ملتی ہے
دیکھیے کب تک اپنی مراد دل اے الفت ملتی ہے
پیرو جوں کی زیر گردون کوئی طبیعت ملتی ہے

ہین درندان تیرے مصفا ایسے جتنکے سامنے صاف
لےنے کی ہوس یار کے ہر دم کرتے ہین مذہب تو ہم
ورنہ بھاگے تیر ظفر آغوش کمانے پھر کیونکر

دیگر

تو ہم کو کا ایکو غوے گما پڑ جاتی
جو پانون بھی بے عفو گما پڑ جاتی
جو ہوکی تجھ پر نظر کج کلاہ پڑ جاتی
برقی دل میں ہے بے اشتباہ پڑ جاتی
جو لے دین کی کچھ رسم و راہ پڑ جاتی
جو دل کے پیچھے وہ زلف سیاہ پڑ جاتی
تو کچھ بھی کل مجھے ہے بیشک ماہ پڑ جاتی
جو صرف مالہ دل اپنی گاہ پڑ جاتی

ترے کرم کی جو ہم پر نگاہ پڑ جاتی
اوشاٹا ہاتھ نہ تو قل سے ترے اک خلق
ہین جتنے نیرے بھی ملی میں سیدھے ہو جاتے
جو گھر رقیب کے جانا ہے ہم سے چھپ کے
ہم کوئے مانگتے ہوس بھی نقد دل دیکر
چھوڑنا پیچھے ہوس اس بلا سے تھا مشکل
جو کل کے وعدے پہ ہوتا یقین تو آئے گا
برنگ شیشہ لک پاش پاش ہو جاتا

جو محفل شعرا میں ظفر غزل پڑھتے
تو دھوم ایک علف وہ وہ پڑ جاتی

دیکھتے ہی خطا کو آؤ یان اسمن خیر ہے
کنج خجائی میں بیٹھے یان اسمن خیر ہے
جانا ہوں اسکو حرز جان اسمن خیر ہے
جاؤ سوئے کوچہ جہان اسمن خیر ہے
اپ کے بارے نہ بگڑے شان اسمن خیر ہے
دتر رز سے بچے انسان اسمن خیر ہے
کھانا ہاتھوں سے عدو کے پاس اسمن خیر ہے
ہو جبر اس کی نہ قانون کان اسمن خیر ہے

خیر جان کی ہے جو میری جان اسمن خیر ہے
روٹھتے لی بیٹھتے ہین شر ہزاروں کر بشر
خطا جہان کو دکھاتوں ہر جہان کے
حضرت دل کس لیے بے چین کرتے ہو مجھے
ہم بدان میں خوابا تم بنے گر شیخ جی
منہ لگانے ہین خرابی اس خرد دشمن کے ہے
ہم بھی یہ ہیرا اوشاٹاتے ہین کہ منہ کر دین گے لال
خطا جو بھیجو نو خطوں کو بھیجو اس عنوان ظفر

جو ہو بالفرض لوہا بھی تو یہ کافر چبا ڈالے
 کہ پھر چرخ نے کیا دانہ اتر چبا ڈالے
 ابھی ہو سکو یہ تیرا عاشق معطر چبا ڈالے
 اگر زنجیر آہن اے پری پکڑ چبا ڈالے
 کہ جن پانوں کا بیڑا کوئی منہ میں دھر چبا ڈالے
 تعجب کیا ترا مجھوں جو وہ پتھر چبا ڈالے
 کہ جون شیر گرمہ صید کو لیکر چبا ڈالے

فقط کیا ہلایا عیا کو غم دلیر چبا ڈالے
 تھی کا سر تلک کو دیکھ بولے صمد میکش
 مقابل ہو اگر پست وہن تک سے تیرے
 بعد اوس سے نہیں جوش جنون میں تیرا دیوانہ
 ہمارے مدعا کی بات ہیں وہ یوں چبا جاتے
 جو کھائے دست طلاں سے ترے کو انکس اے جہان
 غم ان آہوٹا ہوں کا ظفر یوں کھا گیا دل کو

میان میان سے فخر ہوں جون لوگل پڑتے
 نگہ کے پانوں نہیں جتے ہیں پھل پڑتے
 ہنسی کے مارے مرت ہیں میں تل پڑتے
 تو سن کے حوض میں نوارے بھی اوچھل پڑتے
 اسی طرح کی باتوں میں وان غل پڑتے
 تو اور روٹھ کے دستے میں ہیں پھل پڑتے
 یہ کوئے یار میں جس وقت ہیں پھل پڑتے
 ہر گم سوم ہیں بس دیکھ کر پھل پڑتے

کتن ہیں حیرتے منہ سے یوں نکل پڑتے
 صفائی عارض دلدار کچھ نہ ہو چھو تم
 رقیب رخ کی چٹا ہے کچھ اگر مجھ سے
 وڈور گر یہ کا آتا مرے اگر کچھ ذکر
 کبھی تو آنے کا اقرار ہے کبھی انکار
 منا کے لاتے ہیں جس وقت انہیں مرے ہم
 اوشاد حضرت دل کو بھی نہیں اوجھتے
 عجب ہیں حضرت دل بھی کہ شعلہ رویو کو

جو آئے ہے دل صبح کی ظفر آواز
 شبصال میں ہم سب کے ہیں دل پڑے

نہ تو وہ خود میں ہیں اور نہ پری میں غمڑے
 چارہ گر کرتے ہیں کیا چارہ گری میں غمڑے
 قل کرتے ہیں ہمیں بے خبری میں غمڑے

طاق ہیں جو ترے بیدار گری میں غمڑے
 زخمی تیغ نگہ کے ترے اے کافر کیش
 بے خبر دیکھ کے ہیں چہم یہ ست ترے

دیکھ کر چشمِ حقارت سے ہمیں اے صبح
 کر نہ تو ہم سے اس اشفقتِ سری میں غمزے
 کس روشِ آنکھ اٹھا دیکھے چن میں ترس
 کہ نہیں خوب ظفر بے بھری میں غمزے

ہمارے آپ تھا ہو کے کیا مگانے گئے
 گئے جو کوچہ قاتل میں آہِ خطرتِ دل
 نہ آیا شام کے وعدے پہ تو جو ماہِ لقا
 گئے جو ہم سے تھا ہو کے حضرتِ صبح
 جو دور پہنچے تری جنبشِ دوا برو نے
 تمہارے جانے سے یان ہم بھی اپنی جانے گئے
 مری طرف سے وہ اے ہمہ جہان سے گئے
 عذگ اہ کذر اپنے اسان سے گئے
 برا بھلا ہمیں کہتے ہوئے زبان سے گئے
 بشرِ مریں سے فرشتہ سب آسمان سے گئے

تعلیم

گلی میں یار کی ہم آج شب کو اے عدم
 صبا کی طرح سے آنکھوں میں سب کی دال کے خاک
 لگایا تھ سے جو دو روز ہم نے اپنا دل
 ظفر جو پہونچے وہاں ہم عدا عدا کر کے
 عائن کیا کہ کدھر سے گئے کہا سے گئے
 نظر بچا کے ہر اک وان کے پاسان سے گئے
 تو کچھ نہ پہچو کہ آرام جاو دن سے گئے
 تمام عمر نہ پھر کوچہ بتان سے گئے

دگر

کہان طاقت اتنی کہیں یار نہ سے
 لگائیں گے نہ تیرے یکبار نہ سے

مطلعِ دلی

ترا اگر کیوں وصفِ رخسار نہ سے
 جو کچھ اونے کہتے ہوں نہ میں تو کیوں
 چھپایا بہت رازِ دل ہم نے لیکن
 دمِ جوشِ مستی مجھے ڈر ہ ساقی
 اگر بات سیدھی بھی کہتا ہوں تو کو
 لگتیں پھو جھرنے مرے یار نہ سے
 نہ کہتا ہمیں کچھ خبر دار نہ سے
 ہوا لاشِ آخر کو ما چار نہ سے
 نہ بکارِ ٹھیس کچھ یہ میخوار نہ سے
 سنا تے ہیں ٹوٹی وہ دو چار نہ سے

جو تو چاہتا ہے بھلا تجھکو کیوں
بتوں میں خدا جانے کیا جلوہ دکھا
اویسی کے ہے دل میں بہت انکی الفت
محبت میں گر لاکھ صدے ہوں دل پر

دگر

کسی کو برا کہہ نہ اے یار منہ سے
کبھی ہم نہ کیوں گے زہار منہ سے
جو کہتے ہیں دنیا کو مردار منہ سے
ظفر کچھ نہ نکلے خبردار منہ سے

یار غم و اندوہ دل پر رنج سے کچھ تو نکل جائے
خاک میں ملنا اس کے حق میں ہونا اکیر آپ اگر
ہوتا ہے وہ خلع رو گر اپنا جو زہب بزم کبھی
مد نظر آداب محبت اٹھا ہے یان قاصد اشک
ہوئی خبر گر پہلے مجھے میرے دشمن جانی جاتے ہیں
چھوٹے ہی پھر صاف جگر کے پار یہاں ہو جاتے ہیں

کیا ہونا گھر اپنے اگر تم آج نہ جاتے کل جاتے
میریل پا مال الم کو پانوں سے آ کر مل جاتے
دھک سے دشمن جو پروانہ جی میں اپنے جل جاتے
جب جاتے ہیں اوی کو بچے میں سرک مل جاتے
حضرت دل پھر کا اہلو یوں میری بغل میں مل جاتے
تیر نظر جس وقت ترے ہیں اے بت سرکش جل جاتے

موتے بیان جب کرتا ہوں میں سوز محبت اپنا ظفر
میری طرف سے ہو رہی وہ ہیں اپنے جی میں جل جاتے

وہ بلندی میں حویلی گنبد مینوی ہے
ہم سے برگشتہ تری بھی آتی ہیں نظر
کیا نے عشق بیان میں وعدہ تیرا وعظا
بزم میں تیرے اویسی کو کوٹھڑا ہوتا ہے گذر
مجھ سے دیوانے کو پھر کیا خواہش ملیں ہو
غیب ہے نزدیک اپنے یان لباس قہر
اویس رخ روشن کے اگ شرم سے محفل ہیں خلع
پاس تو اپنے نہیں ہے جیسے اے آرام جان
زال دنیا ٹیک ہے ہر چند ظاہر میں ظفر

کیا کریں وان کیونکہ جائیں جائے بے قاعدی سے
تیری بروی فقط ظالم نہ کچھ شروی سے
بھر رہا کانون میں اپنے مالہ ماتوسی سے
جن کو آتی چاہلوی اور کانا پھوسی سے
خاک کوئے یار تن پر پیر ہن ملیں سے
اٹلس و کنوایں سے ہنکو زیادہ سوی ہے
منہ چھپاتی اپنا زیر برقعہ فانوسی ہے
ہم اور گھر ہے اکیلا عالم مایوسی ہے
لیک باطن میں اے دیکھا تو یہ بد حوسی ہے

دگر

اوس صدف رخ کا تو ہم دھیان چھوڑینگے
ایمان ہے وہ اپنا ایمان چھوڑینگے

مطلع دہائی

کیا بت فقط اپنا دل اور جان چھوڑینگے
گر خاک بھی ہم ہونگے کوچیں ترے لیکن
دنیا کے سبھی دھندے چھٹ جائیں جھجائیں
آنکھوں کے ہیں ترے مخمور جو اے ساقی
کو اشک بھی مڑگان تک آئیگے یہاں تو بھی
نہو حشر اگر برپا مالوں سے مرے ہوئے
بتلاوے اگر کوئی دکان طیب عشق

اس طرح کے کافر ہیں اپنا ایمان نہ چھوڑینگے
اے بت بخدا تیرا دامن نہ چھوڑینگے
پر تھکوں کسی عنوان اے جان نہ چھوڑینگے
وہ بارہ فروشو کی دکان نہ چھوڑینگے
بن باندھے وہ گریہ کا طوفان نہ چھوڑینگے
پر طرز تغافل دو اک آن نہ چھوڑینگے
تو ہم کبھی ہرگز وہ دکان نہ چھوڑینگے

بخشے ہے ظفر اپنے یہ ذوق مجب دل کو
ہم ذوق کا ہاتھوں سے دیوان چھوڑینگے

دکھاتی ہے جو ششیر قضا اپنی زیر دہی
اگچہ کیسا ہی ہو پہلوان ہے زیر ہو جانا
کوئی مارشیر لپٹا ہوا ہے شاخ سمنل نمن
جو اوس روئے عرق آلودہ کا تو کھینچ دے نشتر
یہی جی چاہتا ہے ہاتھ پر ہر روز گل کھائیں
نقضا ہے جو یہ مجھ سے کہ لا مالکا ہے دل و سنہ

موجدست دعا کی کام کچھ اپنی سپردستی
مہیں پیش اجل چلتی کسی کی ہے زیر دہی
کہاں ہے یہ سیر پھڑی تری اے سبہر دہی
تو ہو معلوم اے مانی ہمیں بھی تیری تردہی
عنایت کیجئے چھلا ہمیں اپنا اگر دہی
کوئی تو رقعہ لایا ہے ہوسکا نامہ بردہی

غلط کہتے ہیں جو کہتے ہیں خط کہکشان اوسکو
کر چرخ چرخ کی ہے چہب یہ تو اے ظفر دہی

یون ہم سے لگ تم جو سر شام ہو بیٹھے
اے حضرت دل مانگ نمن اوس زلف کی دیکھو
کیون مہر سر چرخ برین کاپ نہ اوسھے

کیا سننے کو اغیار کے پیغام ہو بیٹھے
تم راہ نمن دزدوں کی سر شام ہو بیٹھے
تم جبکہ بحر اپنے لب بام ہو بیٹھے

مانند تنگین صفی عالم پر عزیزو
 کس کے دہن و چشم کی ہے حضرت دل یاد
 کیا بیٹھے سر بستر کل عاشق شہیدا
 لاکھوں کو عجب کیا جو تھا لاکے بٹھائے
 تقصیر ہوئی کوئی مجھ پر کرو ثابت
 اوس بزم میں کس کس کا کہیں کام برآ
 کس کی لب میگوں کی ظفر یاد ہے تم کو

گھر اپنے وہ منظور جس نام ہو بیٹھے
 تم صحتے جو یون پست و بادام ہو بیٹھے
 پہلو میں جو وہ شوخ گل لدام ہو بیٹھے
 کھینچے ہوئے تم ہاتھ میں صمصام ہو بیٹھے
 لوگوں میں جو دیتے تھے دشنام ہو بیٹھے
 اک حضرت دل وان تمہیں ناکام ہو بیٹھے
 یون لب سے لگائے جو لب جام ہو بیٹھے

دیگر

چشم وہ کیا ہے اور گلو کیا ہے
 گر نہیں ساغر و سبو کیا ہے

مطلع مانی

اولیٰ سیدی یہ مہنگو کیا ہے
 میں جو کہتا ہوں بے وفا ہے رقیب
 اشک بہتے نہ رخ بہو ہوں شک
 چھوٹے وعدے جو ہم سے کرتا ہے
 اوکے نزدیک اے دل نادان
 سوز غم خاک کر کے چھوڑے گا
 دل ہی میں اپنے اُھوڑ و تو ہو سکو
 جو نہائے اوس آبِ مخمر سے
 حیف اوسے کبھی نہ یہ پوچھا
 روٹی میں حقیقت خورشید
 زلف جھک جھک کے کہہ دی کافر
 مست آیا ہے کون اے ساقی
 ہے نلکا پر دماغ کیوں حیرا

تجھے منظور جگبو کیا ہے
 وہ مجھے کہتے ہیں کہ تو کیا ہے
 عشق میں ہوئی آروں کیا ہے
 تیری مرضی روخ کو کیا ہے
 میں ہوں کیا چیز اور تو کیا ہے
 شک اس نے کیا لہو کیا ہے
 رہ و کہہ میں جبنو کا ہے
 لوگو پھر حاجت وضو کیا ہے
 کہ ترے دل میں آرزو کیا ہے
 تیری عارض کے رو برو کیا ہے
 کان میں تیر سوہو کیا ہے
 میدک میں یہ پاؤ ہو کیا ہے
 ذہن میں تیرے ماہرو کیا ہے

اگر وہ دوست اپنا بن جائے
اے ظفر دیکھیں پھر عدو کیا ہے

جس نے یان سنائی اپنی سنائی ڈھب کی
آئندہ رو نہیں ہے یہ تو صفائی ڈھب کی
یہ تو کسی نے تنگبو پٹی پڑھائی ڈھب کی
عدو شکر دل میں تیرے یہ بات آئی ڈھب کی
دیوانہ نے ہمارے یہ تو بھائی ڈھب کی
اے عشق شاہ اس نے یہ پاٹ پائی ڈھب کی
کب اور ہے طیبہ کوئی دوائی ڈھب کی
ہم بھی کریں گے اون سیاح ہاتھ پائی ڈھب کی
لب پر مٹی ڈھری کی تم نے جمالی ڈھب کی
بولا کہ وہ ہم نے کیا مار کھائی ڈھب کی
تغیر ہوسوں نے یہ تو بیانی ڈھب کی

دیگر

بات اک وہی تو ہم نے اپنی بیانی ڈھب کی
دل میں تو ہو کدورت کرتے حیان صفائی
خط دیکھنا نہ میرا اور خط عدو کا پڑھنا
گر قتل کی ہمارے ٹھہرائی تو نے قاتل
کہتا ہے دل کہ چلیے کوچے میں اوس پری کے
ہک ہک کے مغز میرا جاتے ہے یوں جو ماسخ
درمان درد دل کو جز وصول یار جانے
جب ہاتھ ہم لگاتے ہیبت وہ بگڑتے
رویت ہلال کی بان ہوتی ہے شام ہی کو
دل پر لگے جو کوڑے زلفوں کے تیرے کافر
جاؤ ظفر گھراؤسکے شب بھیں میں عدو کے

جانا ایمان ہے اللہ کی قسم خوب بچے
شکر اللہ کی اس بات سے ہم خوب بچے
بار فلاک کچھ اے دیدہ ہم خوب بچے
خار ٹوٹے نہ مرنے زے رقدم خوب بچے
نہ ہوئے صرف ترے دام و دم خوب بچے
بچ رہے تو سے جو اے حضرت غم خوب بچے
روز کھانے سے ترے عشق میں غم خوب بچے
گر بچے ہم نہ شمشیر ستم خوب بچے
کھامچے انکی محبت میں سم خوب بچے

ہم نے آئے جو ترے دم میں صنم خوب بچے
کہہ اوٹھد کچھ کے اوس بت کو لکھ نہ سے دور
جوش طوفان سے ترے شفی نہ توقع کر بھیں
ماتوئی سے سر دشت ہنوں بیتا ہوں
یواہوس داغ محبت جو نہ کھائے تو نے
تم نہیں وہ کہ جو بن کھائے کسی کو چھوڑو
کہا گیا غم ہی جو اک روز ایسی خوب ہوا
تیرے ہاتھوں سے تو دشوار تھا بیچنا قاتل
سبز رنگوں کے نہ ہم جو رتم سے بچے

زال دیتا تو ظفر کوئی بے دل کش ہے
جو بچے اس سے وہ اللہ کی قسم بچے

کسی صورت نہیں پڑتی مجھے کل پر سون سے
ایک کچھ اپنا عجب حال ہے کل پر سون سے
کیا سب دیکھتے ہو تم ہم سے جو مل پر سون سے
آیا گر یہ سے بصارت میں خلل پر سون سے
مئے آنے کی تری سن کے سنبھل پر سون سے
کیا مری جان کے در پے ہے اجل پر سون سے
نہی آج تک ایک غزل پر سون سے

ہو گئی اونے جو کچھ رو بدل پر سونے
یوں تو برسوں ہی سے بیکل ہیں ہم ایلا جنین
تک ادائیکل سختی بات کوئی پر سون تک
دیکھا پر سون سے نہیں تجکو جو اے ماہ بتا
تھی نہ پر سون تک امید سنبھلنے کی ہمیں
یا پر سون سے کہیں اپنے جو وہ عیسیٰ دم
لکھیں تو نے تو ظفر سیکڑوں اور یارونے

وگر

کوئی ایسے بوجھائے کیا نہ تم ایسے نہ ہم ایسے
امیں اے ہمدردیتا ہے وہ دم باز دم ایسے
کہ خاطر میں نہیں آتی گلستان ارم ایسے
دکھتے ہیں شوخ تیری زلف بچان بچ و غم ایسے
کسی گھر میں لگائے نقب و زد پرستم ایسے
کہاں مخوار ملتے ہیں عزیز و درد غم ایسے
ظفر اوس در پہ لاکھوں پڑے مشتاق ہم ایسے

اٹھصائے ہم نے تم نے حضرت دل رنج و غم ایسے
امیں ہیں دم میں جو ہو سکے نہیں آتی نہ کچھ پوچھو
کل داغ جگر کی یہ بہار آتی نظر ہم کو
کندوں میں کہیں روئے زمین پر ایسے دکھیں ہیں
کچھ میں عم فراق سے یوں ما سوز ڈالا ہے
بیڑ کج تنہائی میں اپنے پاس رنج ہیں
برنگ نقش پا بہتر لگائے در کو اوسکی

وگر

فرہاد کو رہا اے شیریں پہاڑ کھا کے
آہن جگر بھی اوسکی ٹھہریں نہ باڑ کھا کے
جنگل میں غم سے بھون رندے ہے جھاڑ کھا کے
کردے تمام آ! پہ گھن کو اڑکھا کے

اک بیشہ میں گرا وہ آخر پچھاڑ کھا کے
مڑگان ترے وہ کافر بندوٹی ہیں پلٹیں
خوان تلک سے اوسکی قسمت میں بھی یہ روزی
رکھیں دل عدو کو جو پت کی آڑ میں وہ

کما عی کیا ہے غم گرم ڈاڑھ اڑکھا کے
مہمان بے مروت چل نہ پھاڑ کھا کے
اسکو ظفر رہے گی یہ بھیڑ بھاڑ کھا کے

فرقت میں تیری ہم کو اے سرد مہر ہر روز
کھلایا جو دل تو سینہ اے غم نگر دریغ
دل پر جھوم غم ہے آنھوں پہر جو یوں ہیں

دیگر

لاکھوں کو تھا ماحق پھر تیری قسم پکڑے
کو چکی زمین تیری جون نقش قدم پکڑے
ایسے کسی راحت میں یارب گئے ہم پکڑے
شاید کہ سحر حیرا بناد لم پکڑے
جب درد سے پہلے عی سر کو وہ صنم پکڑے
کر دل سے اگر اپنے وہ تیر ستم پکڑے

جب ہاتھ میں اے قاتل تو تیغ ستم پکڑے
اوغھے نہ بولھائے سے پامال ستم حیرا
زندان محبت سے پھر چھوڑتے نہ پیچھے جی
اے مہر لقا گر ہو آنے کی خبر تیری
افسانہ غم اپنا پھر یوں سے ہیں کیونکر
اے چارہ گرو تم سے کیا دل کر پھر لکھے

لکھ ڈالے ظفر دفتر اشعار کے اک دم میں
ہاتھوں میں ڈرا اپنے جس وقت قلم پکڑے

میں کوڑی بھی یہ زائد خدا کے نام پر دیتے
اوسے بٹھ بٹھ کے چھٹیس ہیں کیا ہر گام پر دیتے
جو کمال ہیں وہ دم اپنا راحت و آرام پر دیتے
اسیروں کے کتر کر پھٹک زر دام پر دیتے
کہ ہیں سب فاتحہ اوکی گل بادام پر دیتے
دو ہائی روز جڑھ چرخ نیلی قام پر دیتے
تو ہیں دشنام کیا کیا وہ ہمارے نام پر دیتے

ہم اپنی جان تک بٹاؤں بت خود کام پر دیتے
خرمان جب وہ ہوتا ہے تو لاکھوں فنڈ مٹھرتے
اوشا سکتے ہیں وہ رنج و مصیبت کب محبت میں
جو کچھ پرواز کی رکھتے تو میدان سنگین دل
تمہاری چشم کے کشتوں کا یہ بھی اک کرشمہ ہے
جو وہ غور شدہ روستا تو کیوں اس شور سے نالے
ظفر محاسن میں اوکی ذکر آجاتا ہے گر اپنا

دیگر

جورو جفا و علم و ستم پھر چرخ برین کے یاد آئے
دست نگارین جبکہ نگاہ پر وہ نقشین کے یاد آئے

مازوا ادا جس وقت میں اوس ماہ جنین کے یاد آئے
رنج نہان سے خون ہوا دل اپنا کیا کیا پہلو میں

لطف جو ہر دینے سن وہ اس کی نہیں کے یاد آئے
ہو کو نہ زائد ہر گز بھگڑے کفر و دین کے یاد آئے
دن جو نہیں مددہ فراق یار حسین کے یاد آئے
دھنگ جنوں میں ہم کو قیس خاک نشین کے یاد آئے

رات کزادی ہم نے ظفر پھر ساری مارے گن گن کر
خال رخ پر نور جو ہنکو ماہ چین کے یاد آئے

دل کی حال لکی ہوئی بس اپنے نہیں کر سکتے ہم
عشق میں زلف و رخ میں کسی کے مجور ہے یہ شام و سحر
وصل کی شب بھر روئے ہی کزادی ہم کو خوبی قسمت سے
دیکھ کے سر پر خاک اوڑھتے اپنے بگولے سحر میں

خدا کسی کو کیہاں نہ بس میں کرے
جلا کے خیمہ گردوں کو اک نفس میں کرے
بزدل مرغ چن مالے اوس ہوس میں کرے
جو ٹھک حوصلہ مذکور ہوس کا دس میں کرے
غضب ہے فرق نہ پروانہ و گس میں کرے
تو پھر کزادی کبھی شاید وہ دو برس میں کرے
خدا کسی کو بقوں کی ظفر نہ بس میں کرے

نہ ٹھک کیوں نہیں صیاد یوں نفس میں کرے
بلند آہ شعلہ جو دل سے ہوا تو خاک
لگا کے کان سے باغ میں نہ گل ہر گز
نہ کہتے راز کبھی ایسے آدمی سے دلا
سو کو میرے برابر وہ خیمہ رو کچھ
کے ج فانیکو دو دن میں شوخ و صہ خلاف
درا بھیرم نہیں ان میں ہیں یہ وہ کافر

دیکھ

تو غفل اشک نظرو میں تری نہیں اٹھیں سکتے
زمین پر پانوں اے خورشید و ش اپنے نہیں سکتے
ہمارے سر سر مالہ کے اے چرخ برین سکتے
ہماری آگھ میں ہیں کب پھلے دشمن سکتے
تو ہیں روئے زمین کو چار چاند اے مدد ہیں گئے
تو بطنے خیمہ آسماں کے سب محفل نشین سکتے
اگرچہ دہدم لاکھوں ہیں رخم تیج کہیں سکتے

ہمارے راز دل کو ہے جو کہنے ہر کہیں سکتے
ہوائے وصل تیری ہم جو رکھتے ہیں تو جون ذرہ
اوڑا دیتے دھوئیں تیرے ابھی دم میں اگر بھوکے
دردندان کے تیرے سائے اے بحر محبوبی
جو نقش لعل تو سن کے ترے ہوتے نمایان ہیں
حدیث سوز دل ہم گریبان اوس بزم میں کرتے
ظفر جز شکر قاتل کے نہیں کرتے شکایت ہم

دیکھ

کہتے ہو غم ہمارے غم سامنے نہ آئے
 اب بہار ساقی جوش و خروش پر ہے
 یکبار تو جو آئے اے راحت دل و جان
 کھا جائیں غم میں تیرے سم بڑھ رنگ ہمتو
 تو رو برو ہمارے گر اے کج دم ہو
 سیر جہان دکھا دے گر جام سے میں ساقی

تو ہے وہ مرد میدان دیکھے غفر جو تجھ کو
 رستم بھی ٹھوکیں کر پھر غم سامنے نہ آئے

جو اوس زلف نے کج اولیٰ دکھائی
 مری آہ سوزان نے اور آنسوؤں نے
 دکھاوے کرشمہ جو کچھ دیکھ رہا
 رسائی ہوئی غیر کی بھی یہاں تک
 اُبو کر مرے دل کو پناہ دین میں
 یہ سنتے تھے آگے اک دن قیامت
 ظفر دیکھتے ہیں بھلے تو بھلائی

نہ دی جس سے شل رہی دکھائی
 عجب ہی لگائی بھائی دکھائی
 اے شیخ کی پارسائی دکھائی
 یہ آہ دہانے رسائی دکھائی
 عجب سیر اے آشنائی دکھائی
 حجر تو نے روز جدائی دکھائی
 دیون کو ہے دیتی برقی دکھائی

دیکھو

میں نے فقط نہ جلوہ نمائی کی سیر کی
 گلگشت باغ وصل ہوئی کب ہمیں نصیب
 دولت سے تیرے مالہ و آہ شرفشان
 کب دیکھتا ہ سلطنت جم کو آگے سے
 لڑوا کے ہم نے غیر سیاوس خانہ جنگ کو
 دیکھنا ہم نے کوئی بھی کافر ترے سوا
 دیوان سے تیرے دیکھا نہ بہتر جو اے ظفر

روئے صنم میں ساری عدلیٰ کی سیر کی
 ہر روز خار زار جدائی کی سیر کی
 ہر شب یہاں نار و ہوائی کی سیر کی
 ہو جس بشر نے کوئے گدلیٰ کی سیر کی
 کیا خوب آج وہ لڑائی کی سیر کی
 اس حب کدہ میں ایک عدلیٰ کی سیر کی
 دیوان انوری و سنائی کی سیر کی

تو اس کمال پہ عاشق کے ہات چوم لیے
قدم ہمارے سمجھ کر نبات چوم لیے
پھر اپنے آپ ہی مائی نے ہات چوم لیے
تو پائے نامہ ہر خوش صفات چوم لیے

بلائیں لیے جو لب اوکے رات چوم لیے
وہ ہم بین ہادی راہ جنوں کی بھون نے
تری جو عالم تصویر کھینچ لی تصویر
جواب نامہ ہمارا جولایوان سے شتاب

تم چھپ کے رات کو مجھے گھر چار پانچ کے
دخمن بین اپنے دیوہ تر چار پانچ کے
دو تین کے اھر تو بوہر چار پانچ کے
تو ساتھ یوں پھرے گا اگر چار پانچ کے
ہم ہاتھ سے بین نشہ جگر چار پانچ کے
ہر دزو کاٹنے اوسے سر چار پانچ کے

منہ سے کئی یہ ہم نے خبر چار پانچ کے
نہ گنبد لکک کو ڈبو کر رہیں گے یہ
معلوم حوصلے ہوں جو وہ امتحان کریں
ظالم طین گے رشک سے دس پانچ خاک کن
مازو کرشمہ فزہ و آن و ادا ترے
کنا ہے ہاتھ صاف وہ قاتل جو لدنوں

دین کے حمص بین شیخ تن و چار یار پاک
قرآن بین بہتو دل سے ظفر چار پانچ کے

ہے زبرہ سے طبع پر الطاف ملتی
تو خط سے ہے تفسیر کشاف ملتی
تو گرداب سے ہے تری ناف ملتی
طبیعت تری فضل عارف ملتی
نکمر اس سے ہے دادا جلا ف ملتی
تری زبہ اور اوکی بوصاف ملتی
نہیں قاف سے لیے ناقاف ملتی
نہ یوں خاک کن قدر اشرف ملتی

جو وہ مثل سے ماہ سے صاف ملتی
جو ملتا ہے رنمار سے تیرے صحف ملتی
جو دریا سے ملتا ہے شفاف سینہ
کسی سے نہیں خو بروئی کے باعث
شریفوں کی چرخ دلی کب نے ہے
طبیعت نہیں رد میکش کی تجھ کی
پری دیکھ اوس حوروش کو یہ تم ہے
نہ ہوتا اگر چرخ دون سطر پرور

ظفر ہے سبھی سے حراف ملتی

تمہیں سے ہے آمیزش دخت زر کیا

وگر

نہ طرز اے زہرہ و جنین برہ کی
ہے چوٹ لیل اندو گہیں برہ کی
جو چشم ترکی ذرا آستین برہ کی
ہمارے گر یہ نے اے ہمیں برہ کی
کہ چند روز سن بلکل زن برہ کی
عجب ہی جوڑ ہے اے ہمیں برہ کی
نگر ردیف ہو ساری یونین برہ کی

وگر

وفا ہو دل میں اہر اور اہر برہ کی
نہ کوئی سیف نہ کوئی سپر برہ کی
کہ مہر و ماہ میں جیسے نظر برہ کی
ہماری لوکی ملاقات گر برہ کی
جہان میں دنوں کی سبکو خبر برہ کی
لگا دے تو بھی جھڑی چشم برہ کی
غزل نہ نکس کسی نے ظفر برہ کی

وگر

دو ہم سیلے جے بیٹھے
دل گدازی سے ہیں کھلے بیٹھے
تم نکالو نہ چٹکے بیٹھے
شام کو ہیں وہ سر کھلے بیٹھے

کسی کی شکل تہاری نہیں برہ کی
ہمارا مالہ پر شور و صور ہر فعل
ہٹائے دامن ہر لپے جوش گر یہ نے
ہے توڑ پھوڑ کر اک ایک سقف اور دیوار
تمہارے وحشیوں نے اس قدر موڑائی خاک
جوں ہوئی ہیں جو وہ دونوں ہروے پر خم
بدل کے تانید لکھوں غزل اک اور ظفر

جیسی عزا ہے محبت ہو گر برہ کی
ہمارے داغ جگر اور آہ ہو برہ کی
فروغ دینا ہے غور شد کو مریوں داغ
ہنوں میں کم نہیں بھون سے کیا عجب ہے کہ ہو
ہمارے عشق نے اور تیرے صن نے پیارے
مالہ مرگہ یہ سے چاہتا ہے ہر
ترے غن میں ہے استاد و ذوق کا وہ فیض

ساتھ کیوں دشمنوں کو لے بیٹھے
کہیں انکوں میں بہ نجائیں کہ ہم
دل میں لینے کو چٹکیاں میرے
جی ڈرے ہے مرا کہ کوٹھے پر

کیا نزاکت سے بیٹھے ہیں مکیا
 دیکھا اشک آنکھ سے نکل ہی گئے
 آمد و شد سے دم کی بس یونہی
 ہم بتا سے کی طرح گھلتے ہیں
 اے ظفر اس نا کے دیا میں
 کتے ہیں اونٹ کے بلبلے بیٹھے

تیغ کو حیر کچھ نہیں کرتے
 حیر کرتے ہیں وہ چھری ہم پر
 سے سے ہے اقتاب زلبد کو
 کیا سبب باغ میں جو مرغ چن
 اپ ہی حیر رو ہے تو سن مر
 کرتے مالہ تو حضرت دل ہیں
 کیا ہی بے درد ہیں وہ جو باغین
 صف مرگان کی وہ قواعد دیکھ

دگر

دو گئے جو اک یسر بر سر سو کے منہم سمجھیں گے
 تم جو رو گئے پا سہارے ہر دم فرقت جہان میں
 عشق ترا اے خسرو خوبان ذلت و خواری جو دیکھا
 کچھ ہی سمجھے زلبد ہنکو خورشون کی الفت میں
 ہم کہیں عاشق ایسے ہیں جو تجھ سے کبھی آزرہ ہوں
 چہنم عنایت تیری ساتی ہم پہ اگر ہو جائے گی
 دل میں اپنے سمجھا گیا ہے کوئی رقیب بد خصلت

دگر

اور تمہیں بھی حاتم مہر اللہ کی قسم ہم سمجھیں گے
 ہدم اپنا پھر نہ تمہیں کیون حضرت غم ہم سمجھیں گے
 خُر و وقار و شوکت فرد جاہ و چشم ہم سمجھیں گے
 اپنے دل پر داغ کو اپنا باغ ارم ہم سمجھیں گے
 جو رستم کو پیارے تیرے لطف و کرم ہم سمجھیں گے
 پھر تو اپنے حق میں لوگو ساغر جم ہم سمجھیں گے
 اک دن اوس سے خوب ظفر اللہ کی قسم ہم سمجھیں گے

تو یان بھی مالہ سوزن سے اک بتی کا روشن ہے

جو بزم یار میں وان دھت رز چھٹی روشن ہے

قطرہ

کہ یوں ہی گلشن گروں میں اک بتی کا روشن ہے
مسی میں تیرے دانگوں کی غضب بتی کا روشن ہے
ہماری اندون اے مہ جین رتی کا روشن ہے

ترے رزار تابان سے ہو کیا بستان مہرا اے گل
لنگ پر انم شب تاب بھی بین منخل اوس سے
رقیبوں کی نہ کیوں آنکھوں میں اک اندھیر ہو جائے

بھنڈے گر پر ہی ہے نظر وہ مردک آتی
تو وہ تحریر سرمد بھی ظفر کی کا روشن ہے

پر نہیں ہے سے پیدا کی مستی اچھی
کیا ہوا اچھی ہے کیا بدلی برستی اچھی
کیا جھوم غم و حسرت سے ہے بستنی اچھی
تری درو کی لگی تیغ ووردی اچھی
ہاتھ لگتی ہے ترے جنس یہ سستی اچھی
کبھی منہ سے نہیں کہتے کہ وہ پستی اچھی
کہ نہیں الفت بیخاندہ آستی اچھی

میرے نزدیک ظاف بادہ پرستی اچھی
آہ گریہ کو مرے دیکھ کے بولا وہ مست
خانہ دل میں مرے تیری بدولت اے عشق
نہوا پر نہوا زخم دل اچھا اس پر
دل ہم اک بوسہ پہر دیتے ہیں نہ تو چھوڑا سے
جو بلندی کو سمجھتے ہیں بھلا نخوت سے
ہے ہمیں جوش ظفر رچے ہیں دنیا سے الگ

دگر

یار ہے دیہ روئے گل آتی
نہ گلستان میں سوئے گل آتی
بن کے ہے کیا عدوئے گل آتی
جبکہ ہے رو بروئے گل آتی
حسرت دیہ روئے گل آتی
ہر نفس مفلکوں کے گل آتی
جب نفس میں ہے بوئے گل آتی

ہے جو بلبل کو بوئے گل آتی
رخ گلگون جو دیکھتی بلبل
خاک اوڑنی خزان ہے گلشن میں
ہو نہ بلبل عجب سے شادی مرگ
دل مرغ چمن میں کیا کیا ہے
ہے نفس میں زبان پر اپنا
ظفر آتی ہے جان بلبل میں

قاصد اونے ہاڑ کے دھوکے
کنا ہے کیا گریہ خیراد
جائے تصویر قفل تصویر
اشک مجھوں نے آبدار کیے
مرم مرگان یار پر کیا کیا
میری وحشت تو بڑھ گئی بیذہب
خا مرے پیچھے پھاڑ کے دھوکے
صاف پتھر پھاڑ کے دھوکے
پتے ہیں اوکو آر کے دھوکے
کاتے ہر ایک جھاڑ کے دھوکے
دے ہے خیر کی ہاڑ کے دھوکے
ہاتھ پیچھے اوجاڑ کے دھوکے

دے ہے ہر منع پر آب نظر
آتش دل سے پھاڑ کے دھوکے

طبیعت جو ہوگی کہیں نیرھی سیدھی
چلے چال نیرھی نہ کیونکر یہ کج رو
لنگ کو بھیجو کج اوقاف سکھوے
عدا جانے کا کل مرے دل کی بگڑی
لگے زخم دل پر نہ کیون نیرھی ترچی
جو بولے عدا یان تو سیدھا ابھی ہو
قمار محبت میں ہارو گے پیارے
کرین دل کو زیر و زبر و نہ مرگان
تو بائیں ہیں کیوں ہمیں نیرھی سیدھی
کر ہے وضع جرم برین نیرھی سیدھی
تری اک نظر نہ جنین نیرھی سیدھی
کر ہے سالی جان حنین نیرھی سیدھی
وہ ہے برش تیج کہیں نیرھی سیدھی
ناتا ہے بائیں وہ ہیں نیرھی سیدھی
نہ چالیں چلو ہر کہیں نیرھی سیدھی
بلا ہے صف خشکیں نیرھی سیدھی

قدم کوئے الفت میں رکھنا سمجھ کر
نظر ہے وہاں کی زمین نیرھی سیدھی

دل ہی میں فضا کھا کر غم کچھ نہیں کہنے کے
افیار ترے آگے اے جان برا تجھکو
مسجد میں پری کی بھی شمشیر جو ہوگی ہم
منہ سے بھی کبھی اپنے ہم کچھ نہیں کہنے کے
کیوں کے زیادہ ہی ہم کچھ نہیں کہنے کے
دیکھ ابروئے جان کا خم کچھ نہیں کہنے کے

غیر ایک کہے گا تو سو کہہ کے چھوڑیں گے
 مگر یہ سے ترے مجھ پر ہم چشم نہوں خدوں
 دشام ہی کیا ہوگی اک ہم کو کوراہیں
 جو جوہن ستم کرنے تم ہم پہ کرو پیارے
 طے منزل الفت کو چل پھر کے کرے کیونکر
 بدوں سے اگر پوچھو کچھ شوکت بخانہ
 وہ گرچہ ظفر ہم کو کچھ ہی کہیں کہنے دو

دگر

وہ دل میں نہ یہ سمجھیں ہم کچھ نہیں کہنے کے
 تجھ کو تو وہ اسے چشم نہیں کہنے کے
 دکھائیں گے جو وہ دین گے ہم کچھ نہیں کہنے کے
 جب تک ہے یہاں دم میں دم کچھ نہیں کہنے کے
 پانوں اپنے گئے ایسے ہم کچھ نہیں کہنے کے
 جز تحت کہ عیش ہم کچھ نہیں کہنے کے
 ہم کچھ نہیں کہنے کے ہم کچھ نہیں کہنے کے

بتوں پہ ہو کے فدا کیوں خراب ایسے ہوئے
 جو نہ میں آیا وہ بخار ہی اوجھے ساقی
 دارین عذاب جہنم سے کیا ہم اسے واعظ
 سوال مسئلہ عشق جب کیا ہم نے
 دل و جگر پہ مرے آئے ہے کہاب کو رشک
 جو تیرے عارض پر نور کا بڑا پر تو
 نہ چو کے شور قیامت سے بھی زبے غفلت
 چھپے ہی پھرتے ہیں آب بجا کو جگر خطر
 ہوئے تھے کیا مری چشم پر آب سے ہمسر
 کچھ آج کل ہی نہیں منقلب نظر آیا
 تمہارے حضرت ماسح بگاڑا کیا اس نے

دگر

جو اک عذقی کے ہم پر عتاب ایسے ہوئے
 نشے میں عشق کے ہم بے حجاب ایسے ہوئے
 کہ ہم پہ ہجر کے لاکھوں عذاب ایسے ہوئے
 نہ بولے کچھ ملا لاجواب ایسے ہوئے
 کہ سچ آہ پہ بھن کر کہاب ایسے ہوئے
 تو روشنی میں نہ آفتاب ایسے ہوئے
 سرائے دہر میں ہم ست خراب ایسے ہوئے
 رہے نہ کام کے وہ کامیاب ایسے ہوئے
 جو پانی پانی ہیں اکرو حباب ایسے ہوئے
 بہت زمانے کو ہیں ایسے ہوئے
 ظفر سے سے کس لیے برہم جناب ایسے ہوئے

جو تو مان سننے سے وہ کافر ٹٹلے تو کوئی آرزو کیونکر ٹٹلے

مطلع مانی

جو آنکھیں مجھ پہ وہ دہر نکالے تو منہ سے اب کوئی کیونکر نکالے

مطلع ثالث

گلوں کے اونے جب دہر نکالے تو خون کے ہم نے بھی مضر نکالے
 نکالے انہیں یہ اشک گرم ہم نے کر چشم ترے سے بین انگر نکالے
 نہ نکلا خاک بھی فرہاد سے کام دہن عی کہسار کے پتھر نکالے
 جو مانگوں اون سے من یور تو مجھ پر ابھی چین برہین خضر نکالے
 کرے لاکھوں عی خون دست حنائی اگر پردے سے وہ باہر نکالے
 نکال ایسے بشر کو یزید سے تو کر جو ہر بات من اک شر نکالے
 نہیں کس مڑہ آنسو من اپنے کیڑ نے نے بین پر نکالے
 عجب کہا پار خال رخ من ہر شب جو آنکھیں مجھ پہ ہر اثر نکالے
 کرے ہے بہن ہرہو قل عالم غضب اس تیغ نے جوہر نکالے
 کہیں سب ہر نکلا گر سر دم وہ غرغہ سے رخ انور نکالے

نکل جائے ظفر دم ساتھ اسکے
 جو دل سے تیر و دہر نکالے

سلام

باندھی کر ہے ش نے شہادت کیواسطے اے بھرتی شفاعت امت کیواسطے
 سر کا اوس جناب بدلت مآب کا بلوا کے گمرہوں نے بدلت کیواسطے
 کھلا اگر ہے زخم تو پانی ہے آب تیغ مہمان کر بلا کی خیافت کیواسطے

قطعہ

زین العبادہ آبروئے دوجہان کی ہے در نیم بحر امانت کے واسطے
 جاتا ہے ہائے دھوپ من بیابا برہنہ پا کوئی نہیں ہے جائے امانت کیواسطے

کرتے تھے آپ حجر و شمشیر سے وضو
روح نیا و روح علی روح فاطمہ
شبیر قتل گاہ میں عبادت کیواسطے
تھی لاش شر کے گرد حفاظت کیواسطے

قلعہ

شبیر سے یہ عرض کی کرنے کا نام
گر حکم ہو تو پہلے ہوں میں آپ پر ندا
آیا ہے یہ غلام بھی خدمت کیواسطے
حاضر ہے جان تک مری حضرت کیواسطے
دینا میں چند روز کی ثروت کیواسطے
شریت ہے تنگ قیامت کیواسطے
شاہ جناب شاہ ولایت کیواسطے
رکھو نظر پہ لطف و عنایت کی تم نظر

ایسا

ایک تو بھائی صنم سے جگر افکار ہے
ایک بھائی اوسکا عباس علم بردار ہے
ایک بھائی اوسکا عباس علم بردار ہے
ایک بھائی اوسکا عباس علم بردار ہے

آپ کھینچے ہاتھ میں اسلام کی کوار ہے

قید ہو کر شام کو جسم چلے زین اعدا
نازبانے جب دکھاتے آن کر مل جفا
پاؤں میں جڑی گلے میں طوق اپر پیادہ پا
کہتے تھے کچھ رقم بھی اپر کرو بہر عدا

ایک و مظلوم ہے اور دوسرے بیمار ہے

گو کہ اہل ظلم دیتے شر کو تھے رنج و توب
کیا دکھاون انکو برق تھیں قہر و غضب
پر یہی فہم فہم کے فرماتے تھے شاہ تشد لب
امت جد ہے نہیں اک آن مینہ مہکاسب

شکر اہل جفا ہوتا ابھی فی النار ہے

بازوئے شر کے ہوئے جب شانوں سے جدا
جا کے آ کر فحش پر رو رو ہمد آہ و بکا
دیہ تک عباس کو رویا کئے وہ بادشاہ
کہتے تھے سرور کہ اکبر ہے ضعیفی کا عھا

پُر تپو جب ہاتھ ہی تن پر عصا بیکار ہے

ہین در دولت سے ہوئے بہرہ ور شاہ گدا
آپ کبھی یٰ نہ کبھی پر ظفر ہے آپکا
پھر بھلا اس در کے ہوئے کس سے کچے اچھا
آجے اب تو مدد کے واسطے بہر خدا

یا حسینؑ ابن علیؑ بندہ بہت مایوس ہے

تقصیم

حق سے رسائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
گجری بتائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
اپنی بھلائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
غم سے رہائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

کلمے سے ہوں سحاف کیے تم نے جو قصور
کلمے سے ہووے مر چہ تمہارے بیٹھ نور
کلمے سے ہو نصیب تمہیں قصر غلد و خور
کلمے سے ہووے دل کی سیاحی تمہاری دور

دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

کلمے کو تم صداقت اسلام جان لو
کلمے کو تم خدا کا اک انعام جان لو
کلمے کو اپنے دین کی صمیم جان لو
کلمے کو دل کا راحت و آرام جان لو

دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

ایمان کو تمہارے ہو کلمہ سے تقویت
کلمے سے ہووے جلوہ نما حسن جاقت
کلمے سے ہو قوی تمہیں امید مغفرت
کلمے سے آئے دل کی نظر نور معرفت

دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

ہو دو جہان نیک کلمے کی دولت سے دل غنی
ہو جان کو نہ کلمے سے تکلیف جان سنی

ہووے اندھیری گور میں کلمے سے روشنی ہے صاف کلمہ اک ہر پا کدائی
دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

کلمہ تمہارے واسطے ہے دافع بلا کلمہ تمہارے حق میں ہے ہر روز کی دوا
کلمہ کو مشکلات میں سمجھو گرہ کشا کلمہ کرے ہے آئینہ کی طرح دل صفا
دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

کلمے کا ذکر چاہیے ہر شام و ہر صبح جب تک رہے زبان رہے کلمہ زبان پر
کلمہ یہ آب رحمت باری ہے اے ظفر دھلا ہے کلمہ دل کی کدورت کو سر بہر
دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

ایسا

زور بازوے مصطفیٰ ہے علی صدر ص و غا ہے علی
میری کشتی کا ا خدا ہے علی میرا ہادی و رہنما ہے علی
میرا حامی ہے پیٹھا ہے علی
میرے ہر درد کی دوا ہے علی

تھا ابو بکرؓ یار غار نبیؐ تھا عمرؓ گرم کارو یار نبیؐ
اور عثمانؓ ہے جان غار نبیؐ اور علیؓ وہ کہ دار دار نبیؐ
میرا حامی ہے پیٹھا ہے علیؓ
میرے ہر درد کی دوا ہے علیؓ

اوپر لطف و کرم ہو گر منظور دم میں سب درد دکھ ہوں میرے دور
ہووے غم سے دل مرا رنجور میں جہان میں رہوں سدا ہسرور

میرا حائی ہے پیشوا ہے علی
میرے ہر درد کی دوا ہے علی

ہے وہ مشکل کشا شہ مردان کتا ہے میری مشکلیں آسان
اے ظفر کس طرح نہ بادل و جان میں رکھوں رات دن یہ ورد زبان

میرا حائی ہے پیشوا ہے علی
میرے ہر درد کی دوا ہے علی

رباعیات

کاشے دن میں جو ہم باعث غم گن گن کے شب بھی کرتے ہیں ہر نام کو ہم گن گن کے
کووے جان کی زمین اپنے پکڑتی ہے پائوں ہم ظفر اس لیے رکھتے ہیں قدم گن گن کے

ایضاً

ہر دن میں گر بیٹھے کی گر قسم کھانیکو جائے ہے اکے کھائیں گے جو غم تو غم کھانیکو جائے ہے
کچے گر ٹیک و بد کوئی ظفر خاموشی اچھی ہے کر تو میں میں کھلجاتی ہے دم کھانیکو جائے ہے

ایضاً

چاہنا میکو چاہے یوں ہیں چارہ گر پھر چاہے ووں ہیں
اے ظفر اور بھی وہ کھینچے ہیں یوں پہ دم دیتے اپنا جون جون ہیں

ہزبان پنجابی

اے سولا میرے سولا اے سولا میرے سولا
جیسے تیر و دھیں لگا ہے مینو نہ چین سب چین بھر لئی
پوچھی لکھنی پڑھنی نہ مانوں اپنے من کی پوچھی باپوں
کسی پہ میرے کھڑے کیے بیسی درجن نے غم سولا
بتنا دھندا دنیا کا دنیا سب کو ٹکا سائیں ڈھولا
اس مندر میں سوک لوگان اپنا ڈالا کیوں رولا

ڈرنا مابین پیری سے مین کہتا داسون خم کہ ہوں
شوق رنگ اوپر رکھدوں رہتا مہر و گرم کی اپنی بجز

ایضاً

اپنے ساتھ اپنے لگوا رہے دس دس لایا نوٹولا
یہ ہے اولاً یہ ہے اولاً یہ ہے اولاً یہ ہے اولاً

جو جو گلان سردی دو مان بگ وچ اے دل جانی ڈا
حور ان پر یان بگ وچ ڈہیلیس بہتی سے ان نوال
اچھی لیتے گھبرا ساڈی اک دن بھی ناچھا حال
مین بھی تینڈے سنگ چلوگی بیٹھ کے یک بودیا وچ
شوق رنگ اپنا دل دیدے گا کسے تھیں اور ان نو

ہوتی لاج تو ڈوب ہی سردی تڑتی پھر کر پانی ڈا
پر کوئی سائو بجز نہ آیا سہنوں لو سادا سانی ڈا
آئے ساڈی ہونٹوں اوتی ۴ جان نمائی ڈا
روی پار نہادی پڈھ کر سائو دلبر جانی ڈا
ایو گمان نہ لاوین داوچ اپنی دیکھ گمانی ڈا